

ظاہر کیا اور کہا کہ ہم انکو دیکھنے کے لیے جہاز پر گئے۔ لیکن جب اُنکے واپس آنے پر کپتان زینٹون نے ڈاکٹر کی طبی کے لیے اُنے اصرار کیا تو انھوں نے مسکرا کر صرف یہ کہا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ میری بی بی آپ کو اس بات پر آمادہ کر رہی ہیں کہ اس کی کچھ حاجت نہیں ہے۔“۔ سہ پہر کو وہ اس قابل تھے کہ اپنے بعض احباب سے (جنہیں ڈاکٹر کینیڈی اُنکے نسبتی بھائی بھی داخل ہیں) ملاقات کی۔ اور ان احباب نے دوسرے روز یعنی شگل کو ہسپتال آف لارڈس جانے کا بھی بندوبست کیا۔ اُس رات شام سے صبح تک اُنکی زوجہ اُنکے نزدیک بیٹھی ہوئی اُنکے حالات کی بکراں دہن کئی مرتبہ اُنکی طبیعت پر مزمہ ہوئی اور غنودگی طاری ہوئی۔

چهار شنبہ کو صبح کے وقت اُنکی حالت ایسی ضعیف ہو گئی کہ وہ بستر سے اٹھ کر کدین جانیں سکتے تھے۔ لیکن ظاہر اخبارات پڑھ کر سننے میں اُنکا دل بہلتا تھا۔ وہ بات بہت کم کرتے تھے اور اگر کچھ کہتے تھے تو پانی لگتے تھے۔ غذا کی قسم سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے اور ڈاکٹر کینیڈی نے اصلاح حالت کے لیے جو قومی سے قومی چیمبرین استعمال کرانے کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

پنج شنبہ کو صبح کے وقت انھوں نے یہ پوچھا تھا کہ کج کے اخبارات کی کیا خبر ہے اور نہ کاری معاملات کے متعلق یہ پچھلا سوال تھا جو انھوں نے کسی سیکرٹری سے ایک جمعہ کے دن ساڑھے دس بجے رات تک وہ اپنے آخری دشمن سے مقابلہ کرنے میں مصروف رہے جس سے اُنکو کچھ بول نہیں ہوا۔

جمعہ کو صبح کے وقت وہ لوگ بھی جو اب تک اُنکے بچنے کی امید کرتے تھے دیکھنے لگے کہ اب فائدہ کا وقت شروع ہونے لگا ہے۔ جو سعد و دے چند ارباب فاندان موجود ہیں تھے اُنکے سامنے بوائے لگے۔ وہ شخص جو کسی زمانہ میں دیو تھا اب بستر پر بے بس پڑا ہوا تھا۔ اُنکے کھلتی ہی نہ تھی اور ظاہر کلام کرنے یا کسی شخص کے پہچاننے کی بھی قدرت نہیں تھی۔ اُنکی لینی نے چپکے سے کان میں کہا کہ ”مجھے جانتے ہو۔“۔ اس کے جواب میں اسطور سے کہ لوگوں نے ابھی طرح سے سماعت کی انھوں نے کہا کہ ”جان من جب تک نفس واپس نہ آتی ہے۔“۔ اور جو وقت وہ اپنا آخری بوسہ دینے کے لیے تجلکے تو اُنکو معلوم ہوا کہ اب اُنکے لب و دست کا یہ آخری سانس چنانچہ جو لوگ مریض کے بستر پر گئے تھے انھوں نے اُس کام کرنے والے دیو کو جس نے کبھی ٹوکاؤٹ کا اظہار کیا ہی نہ تھا اپنے دل سے یہ شکایت کے کلمات آہستہ آہستہ کہتے ہوئے سنے کہ ”میں ایسا تمکا ہوا ہوں“ اور بعد اسکے اُسکی روح اُس مقام کو جان تھکے ماندہ دن کو آرام غنا سے پرواز کر گئی۔

بسن جان لارڈس کی زندگی اور موت کا یہ حال ہے۔ اس پر ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا نام ”The Life of Lord Lytton“ ہے۔ جس میں اس کی زندگی اور موت کا یہ حال ہے۔ اس پر ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا نام ”The Life of Lord Lytton“ ہے۔

میشتری بیان کر چکا ہوں اب اصل موقع پر پورے طور سے پھر اس کے بیان کرنے میں عذر خواہی کی ضرورت نہیں ہے) اور جس اتفاق ایک دوکان عمدہ عمدہ میوون سے آ رہا تھا پارک میں نے تجویز کیا کہ ہم لوگ اندر جائیں اور وہاں سے کچھ اسٹراپری (ایک ولایتی پھل) خرید لائیں۔ ہکو ایک ٹوکرا نہایت نفیس اسٹراپری کا دکھلایا گیا لیکن افسوس کہ اس کی قیمت حد سے زیادہ تھی کیونکہ اس کی فصل قریب الاختتام تھی۔ انھوں نے کہا کہ ایسے کام کے لیے میں اپنے اوپر دس لاشنگ صرف کروں۔ یہ تو میں نے کبھی عمر بھر نہیں کیا ہے آخر کو ہم لوگ چلے گئے اور اس کو خرید نہیں کیا، اسی روز سہ پہر کو انھوں نے کپتان ایسٹووک کے ساتھ سپاہیوں کی تیس لڑکیوں کے خیر خواہانہ واقع ہینٹ انسٹووکو جانے کا قصد کیا یہ وہ مکان ہے جس کا انکو ہمیشہ خیال رہا۔ یہ سالانہ جلسہ کی تقریب تھی۔ ڈیوڈ ان کی کینا اس کی صدارت کرنے والے تھے اور ڈیوڈ انعام تقسیم کرنے کو تھیں۔ اس تقریب کے ختم ہونے کے بعد انھوں نے ڈیوڈ کے واسطے شکریہ کا دو ٹیجیز کیا اور ڈیوڈ ان کو اس سے دوستانہ طور پر باتیں ہوئیں۔ جگو بیان کرنا چاہیے کہ انھوں نے ایک لڑکی کے حال پر جس کی ماں فی الحال مری تھی بڑی توجہ کی۔ مرتے وقت جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ اپنے بچوں کو کس کی خبر گیری میں سپرد کرے گی تو اس نے جواب دیا کہ میرے کوئی نہیں ہے لیکن اگر لارڈ لارنس کو یہ معلوم ہوتا کہ میری ”لارنس اسلم“ میں پرورش ہوتی ہے تو مجو یقین ہے کہ وہ میرے بچوں کو بھوکون مرے تو یہ بات اس کے بھائی نے جو ایک درزی تھا لارڈ لارنس کو لکھ بھیجی اور اس عورت کا جو کچھ اعتقاد تھا اس سے زیادہ اس کے ساتھ سلوک ہوا کیونکہ موجودہ زمانہ کے لیے اس کی پرورش کا خرچ دینے کے سوا اس وقت تک انھوں نے دم نہیں لیا جب تک اس کے بچے گھر بار والے نہیں ہو گئے۔ پچارے درزی کے شکریہ کی چٹھی میں لارڈ لارنس کے بقائے عمر کی دعا کی گئی تھی عین اس وقت پہونچی جب اس کے محسن کی روح فقس تن سے پرواز کر چکی تھی۔

دوسرے دن اتوار کو قریب قریب ناشتہ کے بعد ہی وہ سو رہے (جو انکا کبھی کا معمول نہ تھا) اور گر جا گھر نہ جاسکے۔ ان کی زوجہ ان کے ساتھ مکان پر ٹھہری رہیں اور اگرچہ انکو اس وقت اس بات کا مطلق خیال نہیں تھا کہ کس قدر جلد موت کی لڑائی لڑی اور فتح کی جائیگی مگر اتفاق سے انھوں نے ”موت پر فتح حاصل کرنے“ کے بارے میں رابرٹ سن کا ایک گیت پڑھا جس سے بظاہر انکو کمال حیرت ہوئی۔ سہ پہر کے وقت ان کی طبیعت بٹاس ہو گئی ان کے مکان میں ابالیان خاندان جو کثرت سے جمع تھے ان سے باتیں کیں اور حسب معمول اپنے دوستوں کی ملاقات کی۔ دو شنبہ کو ان کی طبیعت اور بھی بحال رہی اور اپنے کاروبار کو دیکھ سکے لیکن منگل کی صبح کو ایک عجیب طرح کی غنودگی آپر طاری ہوئی جو پھر اچھی طرح سے ہرگز رفع نہ ہوئی۔ طعام چاشت کے بعد وہ سو گئے لیکن سہ پہر کو ایک کارباری جلسہ میں شریک ہونے کے لیے شہر کو جانے کے لیے اصرار کیا۔ ان کی غیبت میں لارنس نے فرصت پا کر ان سے چپا کر ڈاکٹر کو سے ملاقات کی اور ان سے حالات بیان کیے۔ ڈاکٹر کو نے حالات کو سن کر اندیشہ

سرسری طور پر وہ اڈنبرا کی سیر کرتے اور ایک دوسرے مرتبہ کسی کام سے منجمد ہو گئے۔ وہ نون مرتبہ انکی ہر وقت کی فائزہ رفیقہ ہمراہ رہی جسے اپنی آنکھوں سے انکو شاف و نادیرا و جمل ہونے دیا اور کبھی علی الاطلاق ایک دو گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک تنہا نہیں تھوڑا سا سوا سے ایک مرتبہ کے جب تنہا کر اؤن آف انڈیا خاص حضور ملک و خطہ کے دست مبارک سے پانے کے لیے وڈنڈرزمین اسکی طلبی ہوئی تھی۔ ماہی میں لارڈ لارنس ایک ایسے موقع پر موجود تھے جس سے انکو اور انکے گل فلانڈان کو دلی خوشی حاصل ہوئی اور یہ ہو جانے کیونکہ یہ موقع وہ تھا جب انکے فرزند ثانی ہنری لارڈ لارنس شادی کا ٹینٹیشن ڈیوٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔ رات کے کھانے کے وقت انھوں نے ایک اسپج کسی نجی اور کسی شخص کے اس وقت یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ انکی ساعت قریب آ پہونچی۔

آغاز جون میں ایک مرتبہ شدت کی بارش میں انھوں نے باہر نکلنے کا قصد کیا اور آسمین انکو سردی ہو گئی جس سے انکے جسم کے ضعیف اعضا پر بڑا اثر ہوا کہ قدر افاقہ ہونے پر انھوں نے ۱۹ تاریخ کے اجلاس لارڈ لارنس جانے پر اصرار کیا تاکہ ہندوستان کے بجٹ کی بحث میں شریک ہوتے۔ انکا بڑا بیٹا جو حسب معمول ایسے موقعوں کے انکے ساتھ رہتا تھا اتفاق سے کسی اور کام میں تھا اور انکے ساتھ جانے کے لیے دوسرے آدمی کے ہم چوہنچے میں وقت ہوئی۔ انھوں نے کہا ”کپتان اینسٹون کا بلانا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ چاہے جو کچھ ہو وہ ضرور ٹھیکے۔“ جب کپتان اینسٹون کو خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ”انکی اسپج ایسی ہے جسکو میں ہزار پونڈ سے زیادہ قہری سمجھتا ہوں۔“ لارڈ لارنس ہوش کو گئے لیکن کام بالکل نہ کر سکے۔ انھوں نے اپنی اسپج معمول سے بھی کہیں زیادہ محنت کر کے تیار کی تھی۔ اور اصل تو یہ ہے کہ انکو انتہا سے مرتبہ کی محنت پڑی ہوگی۔ لیکن انکی آواز قریب قریب سنائی نہیں پڑی اور بت سی تہیں بنکودہ بیان کرنا چاہتے تھے بیان نہ کر سکے جنکا انکو نہایت قلق ہوا۔ با اینہم وہ روئی کے معمول کے موقوف ہونے کی مخالفت کر کے جسکو وہ خیال کرتے تھے کہ اس زمانہ میں انکے معاف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور آسمین سوا سے انجیشن کا ریگرون کے ہندوستانی کا ریگرون کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ انھوں نے لکٹیشن کس کی بھی مخالفت کی کہ وہ غریب غربا کے لیے ایک بلا سے بے درمان ہوگا۔ جب بڑی دیر کو وہ مکان واپس آئے تو بہت ہی تھکے ماندے تھے انکو کل مباحثہ کے سننے کا اسقدر اشتیاق تھا کہ انھوں نے طعام و فر کھانے کے واسطے ہوش آف لارڈ لارنس کو نہیں چھوڑا اور جب ڈنر کا وقت گزر گیا تو ایک میسن کیب پر سوار ہو کر رات کی جو امین بالکل سردی کھاتے ہوئے واپس آئے اور دن کو کوئی گھنٹہ تک عین تمازت آفتاب میں رہ چکے تھے۔ اس مرتبہ ہوش آف لارڈ لارنس کو انکا جاننا آخری تھا۔

پیش کا شہر گتھی میں کہ ”دوسرے روز پچھلے قدمی کرتے وقت انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں ایسا خستہ ہوں کہ مجھ سے قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ اور فی الواقع انکی یہی کیفیت تھی۔ میں نے انکی تسلی اور پیاس کا خیال کر کے (میں بڑا

جو جی چاہے کہ لوگوں کا اسکا انصاف خدا کے ہاتھ ہے۔ اور یہ وہ لفظیں ہیں جنکو یاد کر کے لارڈ لارنس کو بھی اپنی ہمتیوہ کارروائی کرتے وقت خدا یاد آگیا ہوگا۔ سر جان کئے مصنف تاریخ افغانستان اپنی مجموعہ اسے ظاہر کرنے میں کہتا ہے کہ ”اول جنگ افغانستان اصولاً اور فعلاً ایک ناجائز غضب تھا اور اس پر پیشتر ہی سے خدا کا قہر نازل تھا۔ ابتدا میں ہکو جو کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں وہ ایک جزو اسی قہر کی تھیں۔ اُنسے ہمارے دلوں میں یہ فاسد عقیدہ سما گیا کہ ہمارا مطلب چل ہو گیا اور ہکو انھوں نے ایک تباہی کے دریا میں ڈال دیا۔ جنگ افغانستان کو خیال کر کے اس بڑے بھاری سبق کو چھل کر ناچا ہیے کہ منتقم حقیقی ضرور انتقام لیتا ہے۔ کیا ہم لوگ اقل درجہ وہ اشخاص جو اب تک ایک قادر مطلق اور ایک خدا کے قاتل ہیں وہی بات حرف بحرف دوم جنگ افغانستان کی نسبت نہیں کہہ سکتے ہیں۔ راستبازی قوم کو عروج دیتی ہے مگر گناہ ہر تنفس پر وبال ڈالتا ہے۔“

لیکن لارڈ لارنس کی قسمت میں نہیں لکھا تھا کہ فیج ترین انجام کے بارے میں انھوں نے جو پیشین گوئی کی تھیں اُنکو دیکھ کر انتہائے مرتبہ کا صدمہ برداشت کرتے یا اس ناجائز حکمت عملی کو اُلٹتے ہوئے دیکھ کر اطمینان حاصل کرتے۔ اور وہ جلسہ وزراء جو سپطح کی ناجائز تحریکوں سے ویسی ہی ناجائز لڑائیاں ایشیا اور افریقہ میں شروع کرنے کو تیار ہوا تھا اُس عام ملاست کے طوفان میں بالکل بہ گیا جو ان تمام باتوں کی طرف ملک کے ایک تہ خیال کرنے سے اٹھا تھا۔ سال بہتی کے موسم گرام تک تو وہ لوگ لارڈ لارنس کے ساتھ رہے جنھوں نے اُنکے بارے میں مجمل طور سے اندیشہ کرنا شروع کیا تھا۔ انھوں نے اپنے دوست کپتان ایٹشوٹ سے اکثر بیان کیا کہ اُنکے نزدیک اُنکی زندگی کے دن محدود رہ گئے تھے اور اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اُنکی حالت بہت کچھ دیکھی تھی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اُنکے قوا کو اس خیال سے ایک مرتبہ اور تحریک نہو گئی ہوتی کہ ہوقت بھی وہ دنیا کا ایک کام کر سکتے تھے تو وہ بالکل خاموشی کے ساتھ آرام کی زندگی بسر کرتے گئے۔ شاید ایک مرتبہ اور (جیسا کہ میں نے جسارت کر کے قیاس کیا ہے کہ اُنکی ابتدائی عمر سے ایک مرتبہ جب وہ قریب مرگ تھے گذرا تھا اسی طرح) یہ خیال گذرا ہو کہ ٹرنے کے پیشتر کوئی اور بھی بھاری کام کر لینا چاہیے۔“

بہر حال جسوقت سے انھوں نے یہ سنا تھا کہ میجر کینوگرنی کی سفارت واپس کر دی گئی ہے اسوقت سے ظاہر اُن میں ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا تھا اور انھوں نے جو اندری کے ساتھ قصد کیا تھا کہ اگر ایسا نا جنگ افغانستان ترک گئی تو وہ اس خرابی کے دور کرنے میں کوشش کریں گے۔

موسم برسات اور آغاز موسم سرما میں لارڈ لارنس برابر اپنی پرانی بنیظیر قوت کو ایسے کاموں میں صرف کرنے جنکو انھوں نے خود اپنے لیے اختیار کیا تھا۔ بار بار وہ باہر کھانا کھاتے تھے اپنے اکثر احباب سے ملاقاتیں کرتے تھے اور میرے لیے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ ان ایام میں بڑی بڑی دیر تک اُنسے باتیں کرتا رہا۔ ایک مرتبہ

عہد نامہ گندھاک پریشک اسنے فوراً بلکہ لالچ کے ساتھ دستخط کر دیے اور جنگ کے دونوں مقاصد یعنی کابل میں دوامی طور پر ریڈیٹنٹ کا موجود رہنا اور حکمانہ سرحد پر دوامی قبضہ رہنا حاصل ہو گئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ شاید ایک یا دو مہینہ تک یہ مقاصد حاصل رہے۔

جو لوگ اس لڑائی کے بانی مہانی تھے انھوں نے اس سہل الوصول فتحیابی پر غور ہی خوشامناس نہیں اور جو کچھ نتیجہ حاصل ہوا اس کے ذریعہ سے لارڈ لارنس کی نسبت ثابت کیا گیا کہ ان کے خیالات اور عملی محض غلط اور غلط محض تھے۔ کیا وہ برسر غلط تھے اور اس عہد نامہ کے بارے میں انھوں نے کیا خیال کیا۔ انھوں نے کہا تھا کہ دو بجواندیشہ ہے کہ اسکا انجام سو اسے اسکے کچھ ہو گا کہ ہمارے حق میں خرابی ہوگی۔ اور جسوقت انھوں نے سنا کہ عہد نامہ کے شرائط میں سے ایک شرط یہ کی گئی ہے کہ سیمپل کو گزرنی اپنے بدرقہ کے ساتھ کابل میں رہینگے تو انھوں نے یہ فریاد بند کی تھی کہ وہ سب کے سب ہمارے بائینگے ایک بھی چھوچکا۔ اور وہ سب کے سب ہی مارے گئے ایک بھی بچا اور آخر کو کابل میں سفارت کے رہنے اور حکمانہ سرحد کے قائم ہونے کی راہ سے ہی سے خود وہ لوگ جو اسکے بانی مہانی تھے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوئے۔ لیکن ایک اور جنگ ضروری سمجھی گئی ایک اشتہار میں مضمون کا ضروری سمجھا گیا کہ ہم ان لوگوں کو دار پر کھینچ دیں گے جنھوں نے اپنے چولھے پٹی اور اپنے گھروں کے بچانے کے واسطے ہم سے جنگ کی تھی۔ کابل میں ایک بارے کی فصل کا گدنا ضروری سمجھا گیا جسکے لیے ایک یا دو عرصہ تک ہماری فوج مستحکم کپ میں قید کی گئی۔ میواندین ایک آخری لڑائی ضروری سمجھی گئی جس میں شاید پہلے ہی مرتبہ برٹش تارنگہ اعتبار سے ایک بڑی بھاری انٹلجنس فوج کو کھیلے میدان میں ان محقر افغانوں کے شکست دی ہوگی اور شکست دینے کے بعد انکو بھگا دیا ہوگا۔ اور جسوقت پنزل ٹراپز کی مشہور چڑھائی اور فتحیابی کے بعد ہم شہر بھارتیہ کے قابل ہوئے کہ ہم نے اپنی بدنامی بیکٹلم شاڈالی تو ہم لوگوں کے نزدیک ایک اور شخص کو تلاش کر کے اسکا بادشاہانا ضروری سمجھا گیا اور ہم نے ہندوستان میں جال ڈال ایک روسی پشخوڑ کو شکار کیا اور اسکو براہ رست روسیوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے تخت پر بٹھایا۔ اور اسکے بعد جس گورنمنٹ نے اپنے موروثوں کے متروک خطا کو کچھ آنکھ سے قصور سے نہیں) در شہر میں پایا اسنے ہمارے گناہ اور ذلت سے چشم پوشی کر کے جو کچھ کیا اسوقت کے حالات کے اعتبار سے بہت اچھا کیا۔ اور اب ہم اطمینان کے ساتھ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے دو کروڑ روپیہ اور ہزار ہا جاگیر اور سیکے بعد دیگرے ہر ایک دائرے کے سنجیدہ اقوال اور عہد ناموں کے صلح اقوال ایک حکمانہ سرحد، کی تلاش میں جو اب بالکل معدوم ہو گئی اور کوئی شخص بغیر لعنت ملاست کیے ہوئے اسکا نام نہیں لیتا یہ سب باتیں راگدان کر دی گئیں۔ اور ہم نے ہندوستان کی جانب روسیوں کی چڑھائی ایک دن کے لیے بھی متوقف نہ کی۔ جسوقت امیر شیر علی کے نام لارڈ لارنس کا ناور شاہی فرمان پہنچا تو اسنے یہ سنجیدہ فریاد کی تھی کہ دو تہا

چند سال سے خشکالی اور قحط سے بعض اجنبی حصوں میں انتہا سے مرتبہ کی مصیبت پڑی ہے اور فرو و ریٹ لوگ انہیں نہیں پیدا کر سکتے ہیں جس سے شام تک کسی طرح سے اٹکا پیٹ بھر جائے۔ ایسی حالت میں کس بڑے خانہ بزنس اسکے ہے کہ جسور خلائق قریب قریب برا بگبنا کر دی جائے۔ آیا یہ وقت ایسا ہے کہ لکھو کھارو پیہ ایک ایسی لڑائی میں ختم کر دیا جائے جس کا کوئی معقول بہانہ تک نہیں مل سکتا ہے۔ اور جس کی شہادت پیش کرنے میں ہم لوگوں کو شرم معلوم ہوتی ہے۔

مقام ہسٹون ہوس واقع سینٹ پیٹرس آیل آف ٹینیٹ
مور فر ۱۸۔ نومبر

آپ کا دوست صادق
لارنس

لارڈ لارنس نے اس بات پر اکتفا نہیں کی کہ صرف چٹیان لکھتے اور اپنے دوستوں سے اس بارے میں خالگی اور ملکی طور پر شور مچاتے۔ وہ اس بات کو دریافت کر کے کہ جن کا غذات کی نسبت بعض سربلہ الاعتقاد لوگ تصور کرتے تھے کہ انھیں ہماری کالہ وائی کیس قدر جائز ہوگی انکو اب تک گورنمنٹ نے شائع نہیں کیا فوجی تیاران ہو رہی ہیں اور لارڈ لارنس اس بات پر آمادہ ہیں کہ ان تیار یوں کے ہونے کے پیشتر ہی لڑائی شروع کر دیں وہ ایک کیشی کے چیرمین ہوئے جس میں ہر طرح کے اہل الزام شامل تھے علی الخصوص وہ لوگ جو ہندوستانی تجربہ اور ناموری میں سب سے سربراہ اور وہ تھے اسکا خاص مقصد یہ تھا کہ گورنمنٹ پر دباؤ ڈال کر جنگی کارروایاں اس وقت تک ملتوی رکھی جائیں جب تک اس بارے میں انگریزوں سے صریح حکم پہنچ نہ جائے اور وہ کا غذات پیش نہ ہو جائیں اور امیر کو عذر خواہی اور جو ابھی کا ایک مرتبہ اور موقع نہ مل جائے۔ لارڈ لارنس خیال کرتے تھے کہ اگر سوا سے انصاف کے اور کچھ بات نہ کی جاتی تو جو ابھی اور عذر خواہی بالکل باسود ہوتی۔

۹۔ نومبر کو لارڈ لارنس نے اپنے مخالفین اور اس طرح اپنے شرکا و مویدین کو "سینٹن ہوس" میں یہ بات مشہور کر کے متحیر کر دیا کہ وہ قریب الوقوع جنگ اس بات کے واسطے نہیں اختیار کی گئی ہے کہ امیر نے جو روسیوں کی سفارت قبول اور انگریز سفارت نامہ منظور کی اسکی بابت سزا دی جائے بلکہ وہ درستی معینی بقول انکے اس بات کے لیے اختیار کی گئی تھی کہ ایک عذر دہش سرحد کے بدلے ایک جگہ نامہ سرحد مقرر کی جائے۔ نام تو انہیں کا تھا لیکن میں نہیں کرنا ہوا کہ یہ منصوبہ پھرنے لگی تھا۔ اس بہادر سپاہی نے جسکی رائے اتفاقی سرحد کے بارے میں لارڈ لارنس کے نزدیک بیش لارنسوں کے برابر تھی کسی نہ کسی طور سے ایک اس سے بھی زیادہ اختیار والے حاکم کے ضمیر روشن یا اس ضمیر پر بھی جو تھوڑی دیر کے لیے مکدر ہو گیا تھا اپنا اثر پیدا کر دیا تھا اور اس اعلیٰ حاکم کے زور پر اب صاف صاف جابرانہ مقاصد کے لیے اشتہار جنگ دے دیا گیا۔

اور اعتراض نہوسکتا ہو "درستی سرحد" (جسکے معنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ ملک افغانستان کے ایک اور حصہ پر قبضہ کر لیا جائے اور وہ ہمارے مقبوضات میں شامل کر لیا جائے) کے بارے میں وہ ہے جو ملکی اور اخلاقی وجوہات پر سہمہ۔ زمانہ حال کے کپتان اعظم نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جنگ کے بارے میں بھی اخلاقی رائیں بمقابلہ جنگی رایوں کے سہ چند تھیں۔ اب قطع نظر اس بات کے کہ ایسا تسلیم کیا جائے فقط ملکی اور اخلاقی خیالات نہایت ہی وسیع ہیں۔ جون جون زمانہ گزرتا جاتا جنگ کے زمانہ کی خرابیاں پیشتر ہی سے نیست و نابود ہو جاتی ہیں لیکن ظالمانہ کارروائیوں پر طبیعتوں میں جو غصہ پیدا ہوتا ہے وہ موقوف نہیں ہوتا بلکہ نسل بعد نسل منتقل ہوتا جاتا ہے۔ افغان ایک دلاور جنگش اور خود سر قوم ہے جس ملک میں وہ آباد ہے وہ بہت ہی مستحکم اور دشوار گزار ہے اور جا بجا چھوٹی لڑائیوں کے حق میں بہت موزوں ہے۔ جب تک کامیابی کی امید ہے اس وقت تک یہ لوگ مخالفت سے کبھی باز نہ آئینگے اور اگر زیر بھی ہو جائیں گے تو انہیں وہ مگرے پن کی عادت کوٹ کوٹ بھری ہے کہ جب وقت موقع پائیں گے اپنے وہی تہکنڈے پھر شروع کر دیں گے۔ اگر ہم افغانستان میں (خواہ سرداروں کے مظہرہ قصورات پر رعایا کی تنبیہ خواہ درستی سرحد کے لیے) داخل ہوئے تو بہ یقین جہاں تک اُن سے ممکن ہو گا ہماری مخالفت کریں گے۔ ہم انکو دوستوں کی حیثیت میں چاہتے ہیں دشمنوں کی حیثیت میں نہیں چاہتے ہیں۔ اس آخری حیثیت سے وہ بدرجہ لغایت ہمارے لیے مضر ہیں۔ گو ہمارے کبر و شان کے کیسا ہی خلاف کیوں نہ گذرے مگر ہکو دنیچے ہٹنے کا خیال کرے اس بات کی کوشش کرنا چاہیے کہ زیادہ عقلمندی کی حکمت عملی اختیار کریں۔ ہم نے اُن سے ایک عہد نامہ کیا ہم نے عہد کیا کہ اُن کے ملک کا پاس کریں گے اور اگر ہم ہکو اُن کے بچانے اور اُن کی طرف سے لڑنے کا عہد نامہ نہیں کرنا تھا لیکن ہم نے اُن کی مجموعی کردی تھی کہ ہم اُن کی آزادی کا بڑا خیال رکھیں گے اور انہیں ضرر پہونچانے کا اگر کوئی قصد کیا جائیگا تو اس قصد پر بڑی سختی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ میرے نزدیک دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی بنیاد سب سے بہتر یہی ہے۔ یا بہر حال اس قسم کی کارروائی ہکونیش زنی کا تو کھٹکانہ رہیگا۔

اب میں مالی حالت کے متعلق اس مسئلہ کو دیکھتا ہوں۔ اسکوئر فنانسٹ نے خوب بیان کیا ہے۔ حامی کرنے اور اس سے بھی تجاوز کر کے افغانستان پر قبضہ رکھنے میں بڑے مصارف ہیں۔ کیونکہ کشی اور جنگ کے صلاح کاروں نے چالاک سے ان سب باتوں کو چھوڑ دیا۔ ۱۸۴۱ء سے ۱۸۴۲ء کی جنگ افغانستان میں بڑا روپیہ خرچ ہوا تھا اور جو لڑائی اب آنے والی ہے اس میں اور بھی زیادہ صرف ہوگا۔ ہم نے اب تک اس بارے میں کچھ نہیں سنا کہ یہ خرچہ کس کے ذمہ عائد ہو میری یقین رائے تو یہ ہے کہ انھلستان اُسکو نہ برداشت کریگا اور ہندوستانیوں کی یہ کیفیت ہے کہ انہیں میرے نزدیک اس وقت سرکاری ٹکسون کا اسقدر بار ہے جو اُن کے اٹھائے نہیں اٹھتا ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر سیدھی سادھی وضع سے بہتے اور ایک محقر خرچ میں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن ایک حد ایسی ہے جس سے تجاوز کر کے وہ بھی اپنی پرورش نہیں کر سکتے ہیں۔ ملک پر جو ٹکس کا بار ہے اُسکو بہتر سے دولت مند نہیں اٹھاتے ہیں اور اسوجہ سے لوگوں کی حالت اور بھی خراب ہوتی جاتی ہے۔

مورخہ ۱۹۔ اکتوبر

آپ کا دوست صادق
لارنس

اُنکے مابعد کی چٹھوں میں بھی چند فقرات لکھا ہوا تھا کہ قابل ہیں۔
۲۴۔ اکتوبر۔

جہاں تک تعلقات خارجہ کو دخل ہے وہاں تک ہم اپنے امکان بھروسے میں کوئی کوشش اٹھانہ کر سکتے تھے۔
افغانوں کو ہماری طرف رہنے کی ترغیب دی جائے لیکن صرف وہیں تک جس حد تک تعلقات خارجہ کو دخل ہے۔
میرے نزدیک یہ امر مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگ افغانوں سے انکی حفاظت کرنے اور انکی طرف سے لڑنے کا اقرار کریں۔
یہ برسوں سے انکی خواہش چلی آتی ہے لیکن اُنکے خلاف یہ دلیل موجود ہے کہ اگر ہم نے اس طرح کا عہد نامہ کیا تو ہر پابند چاہیے
کہ انکو اُنکے ہمسایوں پر حملہ کرنے سے باز کریں اور جب انپر اس طرح سے سخت ہمسایہ واسطے ملے کہ ان تو اس سے ہم ناراض ہیں
اور اس قسم کی شکایتوں کا حقیقت حال دریافت کرنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ اس صورت میں ہمیشہ اپنے کو ایک ایسی حالت
پائینگے جو کسی فریق کو خوش نہ کر سکیگی اور ایسے امور کے لیے بھی ہم انکی تائید کرنے پر پابند ہو جائینگے جنہیں انہیں کچھ تو
۳۵۔ اکتوبر۔

سب سے زیادہ ضروری مسئلہ یہ ہے کہ امیر نے ہماری سفارت کے قبول کرنے سے جو انکار کیا تو ابھی ابھی کارباز
بہر حال ایسا ہو سکتا ہے کہ اُنکا عقد قبول کر لیا جائے۔ اگر ایسا ہے (اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہے) تو میرے نزدیک امیر
اور اُنکے ملک کے خلاف جنگی کارروائیوں کو اس وقت تک ملتوی رہنا ہے جب تک یہ صاف صاف ظاہر نہ ہو جائے کہ جس
جواز کا حذر پیش کیا جاتا ہے وہ کوئی مضبوط بنیاد نہیں رکھتا ہے۔ اگر ہم امیر کے خلاف اشتہار جنگ دیتے ہیں تو ہر طرح سے
قرین قیاس ہے کہ ہم اس وقت کے پیشتر کو ہر باد کے پالک سے نکال کر اسکی ملامت نہ دیا کر دینگے جب ہکو معلوم بھی
نہوئے پائینگے کہ وہ ہمارے بقانون سے اس بات کا مستحق ہے۔ اور اگر کبھی آخر میں یہ ظاہر نہ ہو کہ جو طریقہ ہم نے اختیار کیا تھا
اسکی بابت قابل الزام نہیں تھے تو اس وقت ہم کو معلوم ہو گا کہ ہم نے ایک بڑی بھاری غلطی کی ہے جسکی اصلاح اب ممکن نہیں ہے۔
اور اب اس کے بعد جو انکی پچھلی جھڑپیاں بلکہ یہ کہیں کہ اُنکے سب سے پچھلے الفاظ جو بیان کیے جاتے ہیں ان میں
کُل معاملات کا مجملہ ایک بار اور ذکر کیا گیا ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ موجودہ شمالی مغربی سرحد کے متعلق جہاں تک ممکن ہو فوجی خیالات ملکی خیالات سے
جدا رکھوں۔ لیکن اس مسئلہ کی متعلقہ دلیلیں باہر گر ایسی ہی ہوتی ہیں کہ پورے طور سے اس کا کام انجام دینا دشوار ہے۔
ہم کو معلوم ہے کہ زمین نے اپنی خواہش سے زیادہ دونوں کو ملا دیا ہے۔ ایک سب سے ہماری اعتراض یعنی شاید جس سے ہرگز

بار اٹھانے کے قابل نہیں ہے اور انگلستان کسی طرح سے ایسی حالت میں نہیں ہے جو اس خرچہ کو ادا کرے۔

آخر میں جھکوا ایک اور بات جو پہلے بیان کرنے کو قریب قریب باقی رہ گئی تھی یہ بیان کرنا چاہیے کہ جن وجوہوں سے امیر شیر علی کو ہم سے بدظن ہونے کی ترغیب ہوئی ہے وہ بہت سے ایسے لوگوں کے نزدیک جو گورنمنٹ ہند کی کارروائیوں کو دو برس سے دیکھتے آئے ہیں واجبی ہیں۔ ۱۹-۱۰-۱۱ء حال کے اخبار ڈی ملی نیوز میں ایک چٹھی ”انگلشین“ کے دستخط سے چھپی ہے۔ اس چٹھی میں مختصر طور پر وہ اسباب بیان کیے گئے ہیں جنکی وجہ سے راقم مضمون کے نزدیک امیر نے ہماری جانب اپنے وہ خیالات پیدا کیے ہیں جو ظاہر کیے گئے۔ وہ وجوہات یہ ہیں۔ قطع پر قبضہ کرنا۔ امیر پر اس بات کا دباؤ ڈالنا کہ وہ افغانستان کے مختلف مقامات میں انگلش افسروں کو قبول کریں۔ ہمارا جہ کشمیر کو پیشا رکھی ہتھیار ان ہدایتوں کے قیام دینا کہ وہ ان درون پر جو حیرال کو گئے ہیں قبضہ کرنے کی غرض سے سپاہ کو آگے بڑھائیں۔ ہندوستان سے کابل کو جنگی سامان وغیرہ لے جانے کی ممانعت اور تحریرات مطالع ہند میں امیر کی نسبت سخت سست الفاظ کا مستعمل ہونا۔ اس امر کے متعلق میں نے پارسل جون کے عینہ میں بڑے شد و مد کے ساتھ ہٹس آفٹ لارڈس کو مطلع کیا تھا لیکن اُسکا کچھ نتیجہ نہ پیدا ہوا۔ اُسکے ساتھ میں نے گورنمنٹ کو یہ بھی باصرار لکھا تھا کہ ہٹس پٹی نے امیر کے رجحان سے بمقام پیشا در جو ملاقات کی تھی اُسکے متعلقہ کاغذات کی نقل ملک کے لوگوں کو دینا جائز ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بعد کو بعض ممبران ہٹس آفٹ کانٹس کے تقاضے شدید سے آگے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن جان تک میں دریافت کر سکتا ہوں اب تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ اگر ہکو ان تمام واقعات کے لیے جو ان معاملات کے متعلق ہیں اسوقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک گورنمنٹ اپنی خوشی سے وہ کاغذات شائع کرے تو شاید اسوقت تک ہم کابل پر حملہ کر کے امیر کی گورنمنٹ ہی تباہ کر دیں گے اور اسوقت ہم سے کہا جائیگا کہ اب حالات مقدمہ کے جانچنے کا وقت باقی نہیں رہا۔ چنانچہ اخبار ہٹس کے ایک ممتاز مضمون میں کچھ دن ہوئے کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا تھا کہ موجودہ حالت کابل کے متعلق ۲۱-ستمبر کے قبل کسی تفصیل اور تشریح کے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے اور یہ وہ دن تھا جس دن ہماری سفارت علی مسجد سے پٹا دی گئی تھی۔ اور ان سب باتوں کے بعد میں سوچ سمجھا کہ اس امر سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیشتر گورنمنٹ ہند کو افغانوں کے بارے میں جس دوستانہ حکمت علی کے برتنے کا لحاظ رہا اُس سے نہایت ہی عجز پیدا ہوا چنانچہ میجر جنرل سر جان ایڈلڈ کی جو چٹھی ۱۸-۱۰-۱۱ء حال کے اخبار ہٹس میں چھپی ہے اُس سے یہ بات خوب ہی ظاہر ہوئی ہے۔ اُس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ امیر اور روس کے مابین کبھی سازشیں نہیں ہوئیں امیر کی طرف سے ہمارے بارے میں پرتیش کلمات کے اظہار کی کبھی افواہیں نہیں اڑیں اور کبھی ایسی خبریں سننے میں نہیں آئیں کہ بمقابلہ کفار عزم جہاد کیا گیا۔

مقام اسٹون ہٹس واقع سینٹ پیٹرس آبل آف ٹھٹسٹ

غالباً اور آگے کی گائیڈون تک بھی بڑھنے کی ضرورت ہوگی۔

مجھ کو اس قدر فرصت نہیں ہے جو اس مسئلہ کی بحث لکھوں کہ وسط ایشیا میں روس کی کیا حالت ہے بذاتِ نفس میری یہ رائے نہیں ہے کہ جس حالت میں اس وقت وہ ہیں وہ انکے اور آگے بڑھنے کی مقتضی ہوگی روس کے لیے بگمان غالب دریا ہے چونکہ اس سیدہ سے ایک ایسی مدد ملتی ہے جو اسکی سن مافی ہے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ جس ملک پر فی الحال اسکا قبضہ ہے اسکی مضبوطی وہ اور آگے بڑھنے کے ذریعہ سے پائیے گا۔ اگر انہیں اپنا قبضہ افغانستان کے بڑے تو بگمان غالب افغان لوگ اسی طرح اسکے مخالف ہو جائیں گے جس طرح ہمارے قبضہ کر لینے سے وہ ہمارے مخالف ہو جائیں گے۔

میں یقین نہیں کرتا کہ فی الحال روس نے امر شیر علی سے جو تعلقات پیدا کیے ہیں وہ محض تجارتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جیسے جو سلطانِ روس سے دوستی پیدا کی جسے جزیرہٴ سٹائپرس پر قبضہ کیا اور جسے تمام عالم سے جو یہ کساکہ سرحد آرمینیا پر ہم روس کا راستہ روکینگے تو اس سے جسے روسیوں کو رنج ہو پونچانے کے متعلق بہت سی باتیں کہیں۔ اب وہ افغانستان کی طرف ہجو مشتعل و لا دلا کر اسکی کسر نکال رہے ہیں۔ اور بیشک یہ باتیں جسے بعض یورپ کے اخباروں میں دیکھی ہیں۔ لیکن اصل بحث تو اس بات کی ہے کہ آیا ہم خاص اپنی سرحد پر قبضہ قائم کر کے یا افغانستان کی طرف بڑھ کے اور گورنمنٹ افغانستان کے کڑے نمائندے کر کے اپنی حالت درست کر سکیں گے یا انکے برخلاف لے آسکو اور بدتر کر دیں گے۔ میں اس آخری رائے کا قائل ہوں۔

بیان کیا گیا ہے کہ جن صورتوں میں افغانستان کی عزت اور اسکے اجماع قاصد سے سروکار ہے ان صورتوں سے نہ تو ہمارے ہو وطنوں کی خونریزی اور نہ مصارف کثیر کا لحاظ کرنا لازم ہے اور نہ مصارف کا لحاظ تو اور بھی نہ کرنا چاہیے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بعض صورتوں میں یہ بات صحیح ہو سکتی ہے لیکن وہ ضرورت یہ نہیں ہے اس واسطے میں۔ اسے قائم کرنا بول کر یہ افغانستان کی عزت کی بات نہیں ہے کہ ہم افغانستان سے اس واسطے لے رہے ہیں کہ وہ ہماری سفارت کو قبول نہیں کرتے۔ اور یہ کہ اس قسم کی لڑائی آئینِ جانمندی اور انصاف کے خلاف ہے۔

میں نے اس قسم کی لڑائی کے اخراجات کے بارے میں کچھ نہیں بیان کیا ہے ہم سے کہا گیا ہے کہ افغانستان اسکا ایک بڑا حصہ خطا کر گیا لیکن اس بارے میں ہجو غلط فہمی نہیں ہے۔ گزشتہ حالات کو خیال کر کے یہ بات قرین قیاس ہونے سے بھی کچھ بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ افغانستان ان مصارف کا حصہ نہ ادا کر گیا کیونکہ حکومت علی ہند اسی کارروائی کی مقتضی ہے۔ علاوہ برین گوہ اس لڑائی کے زائد اخراجات کے دینے پر راضی ہو جائے لیکن غالباً قبضہ افغانستان کے اخراجات کا قابل حصہ ادا کر کے میں پہلو تھی کر گیا اور یہ پیشین گوئی کوئی شخص نہیں کر سکتا کہ کب یہ قبضہ رہے گا۔ لیکن دونوں لکھوں کے درمیان تقسیم اخراجات کے متعلق گو کچھ ہی فیصلہ کیوں نہ ہو مگر موجودہ حالت میں اس قسم کی لڑائی کے واسطے کوئی رقم کثیر صرف کرنا میرے نزدیک بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہندوستان ایسے خرچہ کا

ایسی حالتوں میں ہندوستان کا بیچ کرنا کوئی دشوار امر نہ تھا۔ اگر روس ہندوستان پر اب تیار کرنے کا قصد کر چکا تو اُس وقت اسکی حالت اسوقت کی نسبت کہیں مختلف پائی جانیگی۔ اسکو ایک ایسی انگلیشن فوج کا مقابلہ کرنا پڑے گا جو دنیا کے ہر ایک حصہ میں اپنے استقلال اور ثابت قدمی کے واسطے مشہور ہے۔ اور اسکی پشتی پر وہ ہندوستانی فوج ہوگی جو ہر ایک قسم کی تعلیم یافتہ فوج سے جو اُسکے مقابلہ میں لاکر کٹری کی جائیگی اگر افضل نہ ہوگی تو اسکے برابر ضرور ہوگی۔ میں اُس مشکل کا کوئی بیان نہیں کرتا ہوں جو اس قسم کی ضرورت کے لیے روپیہ کی طرف سے روسیوں کو پہنچے گی۔ میں اپنے دل کا حال تو یہ بیان کرتا ہوں کہ مجھکو اُس نتیجہ میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا جو ایسی حالتوں میں اس قسم کی لڑائی سے پیدا ہوگا۔

لیکن اگر ہم افغانستان پر بڑھتے ہیں تو سب کے پہلے ہکو وہ حکومت شکست کرنا ہوگی جو بافضل ہان موجود ہے اور جبکی جاہ اور حکومت کا قائم کرنا ہمارے لیے غیر ممکن ہوگا۔ جو گورنمنٹ اسوقت قائم ہے گو اُس میں کیسے ہی عیوب کیوں نہ پائے جاتے ہوں مگر وہ ہان کی رعایا کے لیے ناموزون نہیں ہے اور وہ اس حکومت سے رنجی بھی ہے۔ اس کے بعد ہکو ایک ایسے ملک پر قبضہ کرنا پڑے گا جسکے باشندے خود بخوار اور بدظن ہونگے اور سردار لوگ اس بات کے خواہشمند ہونگے کہ وہ ہماری اطاعت چھوڑ کر کسی ایسے حملہ آور کے شریک ہو جائیں جو انکی کامیابی کی امیدوں کو قائم رکھ سکتا ہو۔

میں وسط ایشیا کے معاملات کو دم بھر کے لیے بھی لاپرواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا اور افغانستان کے معاملات کو تو اور بھی اسطور سے نہیں دیکھ سکتا۔ برخلاف اسکے میں ان معاملات کو بڑے تردد سے دیکھتا ہوں اور یہ میں ہمیشہ کرتا آیا ہوں۔ لیکن مجھکو اچھی طرح سے یقین ہے کہ افغانوں سے جنگ کر کے ہم اپنی حالت کو درست نہ کر سکیں گے۔ مجھکو یقین ہے کہ شاید جسوقت کچھ اختیار نہ باقی رہے گا اسوقت ہکو معلوم ہو جائیگا کہ افغانستان کی طرف بڑھنے سے ہماری حالت اور بھی کمزور ہو گئی علی الخصوص اُس امر سے جسکا میں پیشتر خیال کر چکا ہوں یعنی یہ کہ اُس سے ہم وہاں مقیم ہونے کے جھگڑے میں پھنس جائیں گے۔ ایک دفعہ لکھار تو چپ چاپ یہ خیال کرتا ہے کہ کابل غزنی قندھار اور ہرات پر قبضہ کر لیا جائے۔ دوسرا نامہ لکھار جو اسپر ہنسی نہیں ہے وہ یہ صلاح دیتا ہے کہ اور بھی آگے بڑھکر اُس کل ملک پر جسکے شمال میں پامیر اور جنوب میں ہندوستان ہے قبضہ کر لیا جائے۔ اور جب عین وقت آئیگا تو ایک نسل و قافلہ لگا اس بات پر اصرار کرے گا کہ دریا سے جیون سے اتر کر روسیوں کو وسط ایشیا سے نکال دیا جائے اور ان کا رازدانیوں کو لیے خود اس کے نزدیک مروجہ وجہیں پائی جاتی ہیں۔ ظاہر اسٹریٹجسٹس اسٹیشن اس بات پر قانع ہیں کہ ہندوستان سے کابل کو جو تنگ راستے گئے ہیں ان پر قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن جن لوگوں کی صلاح آگے بڑھنے کی ہے ان میں سے ہر ایک اپنی خواہشات کو بہت کم لوگ محدود رکھیں گے اور میرے نزدیک اصل بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دروں پر حملہ کرنے کے

ایسا ممکن ہو تو اُنکے لیے زمانہ درکار ہے اور وہ بھی ایک امر مشتبہ ہے یعنی یہ کہ اگر کسی ہی ہوشیاری اور عقلندی سے یہ کارروائی کی جائے لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ مشکل کے وقت وہ بات جاتی رہے پس یہ کارروائی ایسی ہے جس پر کوئی ہوشیار شخص بھروسہ نہیں کر سکتا ہے۔ حضرت امیرعلی کی امت کی طرح پہاڑی جرجون کی فطرت میں داخل ہے کہ ہر شخص اپنے پیسہ یا لون کے خلاف اُسے کارروائی کر سکتا ہے۔ اصل یہ کہ وہ لوگ غلٹ ڈاکو اور عوام باز فرقہ کے ہیں جو اس وقت کوٹہ بار سے دم نہ لینے جب تک انکو کوئی فائدہ و امین حاصل ہو یا معلوم ہو گا۔ اٹھ اڑھ کیا گیا ہے کہ ہیئت مجموعی جنگجو لوگ تعداد میں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰) ہیں لیکن اگر فرض کیا جائے کہ وہ ایک مقام پر اپنی چوتھائی تعداد سے زیادہ جمع ہو سکتے تو بھی یہ ایک نہایت مشکل بات ہوگی کہ ایک سو چھپروہ و تک ہم اسطور پر قبضہ نہ کر سکیں کہ ہمارے عقب میں جو ویران مقامات واقع ہوں انکی جانب سے یہ لوگ ہمارا محاصرہ نہ کر لیں۔

اب اُنکے بعد ہم اس سوال پر آتے ہیں کہ ”کیا یہ صحیح ہے کہ ابگئے زمانہ میں گو حالت کچھ ہی کیوں نہ ہی ہو لیکن روس کی پیشقدمی اور روس افغانستان کے امین دوستی ہو جانے کے احتمال سے یہ بات نہایت ضروری معلوم ہوگی کہ ہم اپنی سرحد کو مستحکم کریں۔“ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس بات کو مروجہ سرحد اور تگے بڑھا کر نہیں بلکہ اُس سرحد کو جو اس وقت ہم رکھتے ہیں مستحکم کر کے انجام کرنا چاہیے۔ میں خوشی سے خیال کرتا ہوں کہ اس بارے میں سنٹرل انڈین انٹرنیشنل اور میں بعض باتوں میں متفق الراے ہوں۔ کیونکہ غلام احمد آگے بڑھنے کی صلاح ”صرف اس شرط پر دیتے ہیں کہ سرحدی جرجون سے غلام خواہ تعلقات قائم کرنے کی کوئی ذکوئی تدبیر کی جا سکتی ہے۔“ کیونکہ اگر وہ ممکن نہ ہو تو ہر ایک چوکی جیسے ہم کسی درہ کے داخلہ پر یا اسکے اُس پار قبضہ کر لینے تو اسکی حالت نازک رہیگی۔ پس میری صلاح یہ ہے کہ ہر حال جب تک یہ تعلقات ایک بالکل محفوظ طریقہ سے قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک منتظر رہنا چاہیے۔

اب اسکے بعد سنٹرل انڈین انٹرنیشنل نے جو ان دو باتوں میں مقابلہ کیا ہے کہ اس وقت وسط ایشیا میں روسیوں کی جو حالت ہے وہی حالت آغا ذہبی ہدایا میں انٹرنیشنل لوگوں کی چند دستخانہ میں تھی جہاں انکی توضیح کا قصہ نہ کر دینگا۔ گوارن دونوں حالتوں میں کیسا ہی غماش کیوں نہ پایا جاتا ہو اس پر بھی دونوں کے امین اختلاف عظیم ہے۔ یعنی اُس زمانہ میں انٹرنیشنل نے جب ہندوستان میں فتنہ پانہ حاصل کی تھیں تو رعایا علی الاعوام جنگجو نہیں تھی اور ملک کا راستہ صاف تھا اور دشوار گزار زمین تھا اور افغانستان کا ملک ایسا ہے جہاں پہاڑوں کے سلسلے تنگ گھاٹیوں اور چھوٹے چھوٹے درے واقع ہیں زمین جنگجو فرتے آباد ہیں جو ہشتائے چند عرصہ سے اپنی خود سری قائم رکھتے آئے ہیں جس زمانہ کا سنٹرل انڈین انٹرنیشنل نے ذکر کیا ہے اُس زمانہ میں ہندوستان کے اکثر مقامات پر ایسے ایسے لوگ نافرمانی کر چکے تھے جو بڑا ناہمیدار پس میں جھگڑنے لگے تھے اور ایک دوسرے کی خرابی میں مشغول تھا ملک کے لوگ اپنے حملہ آوروں کے خلاف اکثر کجا پیانی برائیگفتہ ہوئے تھے اور اُنکے بعد انھوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھانا شروع کر دی۔

مشہور ایسے میں جنکی زلے اُنسے خلاف ہے میرے نزدیک مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ والا آدمی سسر خدا اور اُسکے
 آس پاس کے ملکوں کو صرف نقشہ میں دیکھ کر (سرحد کے دیکھنے کو جانے دیجیے) یہ نہ کہدے کہ وہ مستحکم جگہ ہے۔ اس سرحد
 اندر تمام ملک ایک قدرتی قلعہ کے اندر ہے جہاں مشکل سے حملہ کرنے والے کا گزر ہو سکتا ہے۔ پھر نسبت اس سوال کے
 کہ دو آیا یہ صحیح ہے کہ پہاڑوں پر جنگی مورچے اور پہاڑی جگہوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے اُسکا اسقدر مضبوط کر لینا
 جسقدر وہ کمزور ہے ممکن ہے، میرا جواب یہ ہے کہ اسوقت جو قصد کیا گیا ہے کہ موجودہ سرحد سے آگے بڑھ کر دوزخ کے
 ویرانوں اور دزون پر قبضہ کر لیا جائے اس سے سرحد کی مضبوطی نہوگی بلکہ بڑی کمزوری ہو جائیگی۔ ان مقاموں پر
 اس امید سے کہ ہماری سرحد زیادہ مستحکم ہو جائے قبضہ کرنے کے لیے وسیع انتظامات کی ضرورت ہوگی اور اس کے ساتھ
 اُن تدبیروں کو بھی شامل کرنا پڑیگا جو پیشتر دوزخ کے آس پاس کے جگہوں سے راہ و رسم پیدا اور اُنکے مطیع کرنے کی بہت
 تجربہ کی گئی تھیں۔ ایسی چوکیاں جنہیں کافی طور سے اتنی فوج تعینات رہ سکے کہ ان ویرانوں کے سر پر اور وہ مقامات پر
 قبضہ اور درمیان کی زمینوں کی حفاظت ترسے بہت بڑی بڑی قائم کرنا پڑیگی۔ ہلکوا یک بات یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیے
 کہ گوہندوستان کے درمیانی پہاڑوں کی راہ کی گھاٹیاں تعداد میں تین یا شاید چار تہی تک محدود کی جاسکتی ہیں لیکن
 اور گھاٹیاں ایسی ہیں جنکی راہ میں یا جنکے اوپر ہلکے سامان کی فوجیں بلا وقت مزید اسطور سے حرکت کر سکتی ہیں کہ دشمن
 اُنکو دیکھ کر ہٹ جائے۔ بہت سی صورتوں میں پانی نہ ملنے اور ایسے مورچوں کے قائم کرنے کی مشکلات بہت بھاری ہیں
 جہاں سے درہ چار سے اختیار میں رو سکے اور ہم دُور و قرب و جوار کے مورچوں سے غنیمت کی زد پر نہ رہیں۔ مثلاً میں
 درہ کو ہاٹ کا ذکر کرتا ہوں جو صرف دس میل یا اس کے قریب قریب لمبا ہے۔ اس درہ کے آفریدیوں کے مقابلہ میں
 سہ چار لاکھ فوجیں چڑھائی کی تھی اسکے بعد یہ امر زیرِ تجویز رہا کہ اُسکو مستحکم کریں اور اپنی فوج سے اُسپر
 قبضہ رکھیں لیکن جو مشکلات میں نے بیان کی ہیں اُنکی وجہ سے یہ خیال فسخ کر دیا گیا۔ علاوہ برین جگہ اس بات کی بھی
 کوئی وجہ نہیں پائی جاتی ہے کہ اپنی موجودہ سرحد کو اپنی کارروائیوں کا مرکز قرار دیکر اسوقت جب حملہ ہونے کا اندیشہ
 خارجی طور پر سرحد کے باہر چند چوکیوں پر اسطور سے قبضہ نہ کر سکیں کہ وہاں کے ویران مقامات کم و بیش ہمارے اختیار میں
 رہیں جیسا کہ اسی طرح کی صورتوں میں اور ملکوں میں اکثر یہی کارروائی کی گئی ہے۔ میرے نزدیک اسی قسم کا انتظام
 قریب و جوار کے فرقوں پر چند ان گرانہ گذریگا اور اسطور پر اسند کی جاسکتی ہے کہ اگر اُنکو کچھ دیا جائیگا اور ہوشیاری سے
 بند و بست کیا جائیگا تو وہ فوراً ہم سے اتفاق کر لینگے۔ جگہ یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان مقامات پر ان کا نقش فوج سے
 قبضہ کر لینا قرین مصلحت نہوگا اور اسواسطے ایسی سپاہیوں سے اُنپر فوج تعینات کرنا پڑیگی۔ اور جس حالت میں زیادہ
 تعداد درکار ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ امر پھر قابلِ اعتراض ہو جائیگا۔ اس سے میرا خیال پھر سوال کے آخری جزو یعنی
 اس بات کی طرف رجوع ہوتا ہے کہ ”پہاڑی جگہوں سے خاطر خواہ طور پر تعلقات قائم کیے جائیں“۔ اگر کسی طور سے

اسکو باور کر لیا۔ امیر کے خلاف جس چرم پر اشتہار جنگ دیا گیا تھا چونکہ اسکی اصل وجہ یہی تھی تو بیشک انصاف ہی بات مقتضی ہے کہ اسکے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف لکڑی سے ثابت کیا جائے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکور کی وقعت جاتی رہی اور ذاب اسپرچٹ کرنی کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ اب علی العموم یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی کوئی توہین نہیں ہوئی تھی بلکہ برغلاف اسکے علی مسجد میں امیر شیر علی کے افسر نے سفارت کا عمدہ طور سے برتاؤ کیا۔ امیر شیر علی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ سفارت کا بل کو رواد کی جائے اور جہاں تک ممکن تھا شیر علی نے نہایت اخلاق کے ساتھ برتاؤ کر کے اس اجازت کے دینے سے انکار کیا۔ البتہ یہ امر کہ آیا کابل میں سفارت کے قبول کرنے سے انکار کرنا امیر کے خلاف لڑائی کی ایک وجہ پیدا کرتا ہے یا نہیں اب بھی باقی رہا۔ اسکے بارے میں اب کہ میں یقین نہیں کر سکتا لیکن میرے ہ وطن (جو اپنے اعزاز اور انصاف کے بارے میں نازاں ہیں) وہ بھی کہیں گے کہ ان مالتوں کا جسکا وجود ثابت کیا جاسکتا ہے امیر کو اسکی اس کارروائی کی بابت معذور خیال کرنا چاہیے۔

تیسرا سوال بھی اسی طرح اٹھ کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”آیا کسی ایشیائی فرزند کے معاملہ میں جیسا کہ امیر شیر علی نے یوزو پ کی مختلف سلطنتوں کے قانون کے مشترک واقعات کی طور سے موثر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔“ اگر انٹرنیشنل قانون اس معاملہ میں موثر نہیں ہے تو وہ کون سا قانون یا اصول ہے جسکی رو سے ہمارے اور شیر علی کے مابین فیصلہ کرنا ہوگا۔ کیا ہم آپ اپنے مقدمہ کے منصف قرار دیے جائینگے۔ کیا ہم اپنے ہی مفاد کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ کیا انجلیشن لوگ ایسے سنگین معاملہ میں بھی جواب دیں گے۔

چوتھا سوال بڑا بھاری ہے۔ وہ اسطورہ بیان کیا گیا ہے ”آیا کسی حالت میں ایک افغانی جنگ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔“ اور اسکے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ”اس میں نہیں شقین پیدا ہوتی ہیں یعنی یہ کہ ”آیا یہ صحیح ہے کہ ہماری موجودہ سرحدیں غایت کمزور ہے۔ آیا یہ صحیح ہے کہ اسکا اسقدر مضبوط کر لینا مقصد وہ کمزور ہے پاؤں میں پر جنگی مورچے اور ہارٹی جیروں سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے ممکن ہے اور آیا یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی مین کیسی ہی حالت کیون در ہی ہو لیکن اگر کوئی مین شادی اور ردیوں اور افغانوں کے شوق ہو جائے گا احتمال ہے کہ اپنی سرحد کی مضبوطی (بشرطیکہ اسکی مضبوطی درکار یا ممکن ہے) لازم آتی ہے جو اب میں میری حیرت سے کہ افغانوں کی لڑائی میں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے علی انھوں اس صورت میں جب لڑائی کسی ایسی دنیا پر کی جائے جیسی فی الحال قائم کی گئی ہے۔

پھر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہماری موجودہ سرحدیں بڑے غایت کمزور ہے برغلاف اسکے میں اسکو ایک ایسی سرحد سمجھتا ہوں جو خلقی طور سے نہایت ہی مستحکم ہے اور وہ ایسی ہے کہ بشرط ضرورت فوجوں سے خراج میں اسکا اور بھی استحکام ہو سکتا ہے۔ بتایا اسکے آگے بڑھ کر کسی مقام پر اگر جدید سرحد قائم ہوگی تو بیشک اسکے لیے زیادہ صرف درکار ہوگا فوجی آدمیوں نے جو بڑے مشاہیر سے ہیں میرے خلاف بھی راہیں ظاہر کی ہیں لیکن اور بھی فوجی آدمی کہ تم کم نہیں کہہ رہے۔

مشہور ایسے ہیں جنکی رائے اُنسے خلاف ہے میرے نزدیک مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ والا آدمی سرحد اور اُسکے آس پاس کے ملکوں کو صرف نقشہ میں دیکھ کر (سرحد کے دیکھنے کو جانے دیجیے) یہ نہ کہہ دے کہ وہ مستحکم جگہ ہے۔ اس سرحد کے اندر تمام ملک ایک قدرتی قلعہ کے اندر ہے جہاں مشکل سے حملہ کرنے والے کا گزر ہو سکتا ہے۔ پھر نسبت اس سوال کے کہ آیا یہ صحیح ہے کہ پہاڑوں پر جنگی مورچے اور پہاڑی جگہوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے اُسکا اسی قدر مضبوط کر لینا جس قدر وہ کمزور ہے ممکن ہے، میرا جواب یہ ہے کہ اس وقت جو قصد کیا گیا ہے کہ موجودہ سرحد سے آگے بڑھ کر دور تک کے ویرانوں اور درون پر قبضہ کر لیا جائے اس سے سرحد کی مضبوطی نہوگی بلکہ بڑی کمزوری ہو جائیگی۔ ان مقاموں پر اس امید سے کہ ہماری سرحد زیادہ مستحکم ہو جائے قبضہ کرنے کے لیے وسیع انتظامات کی ضرورت ہوگی اور اس کے ساتھ ان تدبیروں کو بھی شامل کرنا پڑیگا جو پیشتر درون کے آس پاس کے جگہوں سے راہ و رسم پیدا اور اُنکے مطیع کرنے کی بہت تجویز کی گئی تھیں۔ ایسی چوکیاں جنہیں کافی طور سے اتنی فوج تعینات رہ سکے کہ ان ویرانوں کے سربراہ اور وہ مقامات پر قبضہ اور درمیان کی زمینوں کی حفاظت رہے بہت بڑی بڑی قائم کرنا پڑیگی۔ ہلکوا ایک بات یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ گوہندوستان کے درمیانی پہاڑوں کی راہ کی گھاٹیاں تعداد میں تین یا شاید چار تہی تک محدود کی جاسکتی ہیں لیکن اور گھاٹیاں ایسی ہیں جنکی راہ میں یا جنکے اوپر ہلکے سامان کی فوجیں بلا وقت مزید اسطور سے حرکت کر سکتی ہیں کہ دشمن اُنکو دیکھ کر ہٹ جائے۔ بہت سی صورتوں میں پانی نہ ملنے اور ایسے مورچوں کے قائم کرنے کی مشکلات بہت بھاری ہیں جہاں سے درہ چار سے اختیار میں رو سکے اور ہم جو قرب و جوار کے مورچوں سے غنیمت کی زد پر نہ رہیں۔ مثلاً میں درہ کو ہاٹ کا ذکر کرتا ہوں جو صرف دس میل یا اس کے قریب قریب لمبا ہے۔ اس درہ کے آفریدیوں کے مقابلہ میں سر چارلس نیپئر نے جو ۱۸۴۹ء میں چڑھائی کی تھی اُسکے بعد یہ امر زیر تجویز رہا کہ اُسکو مستحکم کریں اور اپنی فوج سے اُسپر قبضہ رکھیں لیکن جو مشکلات میں نے بیان کی ہیں اُنکی وجہ سے یہ خیال فسخ کر دیا گیا۔ علاوہ برین جگو اس بات کی بھی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی ہے کہ اپنی موجودہ سرحد کو اپنی کارروائیوں کا مرکز قرار دیکر اس وقت جب حملہ ہونے کا اندیشہ خارجی طور پر سرحد کے باہر چند چوکیں پر اسطور سے قبضہ نہ کر سکیں کہ وہاں کے ویران مقامات کم و بیش ہمارے اختیار میں رہیں جیسا کہ اسی طرح کی صورتوں میں اور ملکوں میں اکثر یہی کارروائی کی گئی ہے۔ میرے نزدیک اسی قسم کا انتظام قرب و جوار کے فرقوں پر چندان گراں نہ گذریگا اور اسطور پر امید کی جاسکتی ہے کہ اگر اُنکو کچھ دیا جائیگا اور ہوشیاری سے بند و بست کیا جائیگا تو وہ فوراً ہم سے اتفاق کر لینگے۔ جگو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان مقامات پر انمکمل فوج سے قبضہ کر لینا قرین مصلحت نہوگا اور اس واسطے ایسی سپاہیوں سے انہر فوج تعینات کرنا پڑیگی۔ اور جس حالت میں زیادہ تعداد و درکار ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ امر بھر قابل اعتراض ہو جائیگا۔ اس سے میرا خیال پھر سوال کے آخری جز یعنی اس بات کی طرف رجوع ہوتا ہے کہ ”پہاڑی جگہوں سے خاطر خواہ طور پر تعلقات قائم کیے جائیں“۔ اگر کسی طور سے

اسکو باور کر لیا میرے خلاف جس جرم پر اشتہار جنگ دیا گیا تھا چونکہ اسکی اصل وجہ یہی تھی تو بیشک انصاف اسی بات مقتضی ہے کہ اسکے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے وہ صریح طور سے ثابت کیا جائے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکور کی وقعت جاتی رہی اور ذاب اسپر بحث کرنی کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ اب علی العموم یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی کوئی توہین نہیں ہوتی تھی بلکہ برخلاف اسکے علی سبب میں اسپر شیر علی کے افسر نے سفارت کا عہدہ طور سے برتا دیا اور اسپر شیر علی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ سفارت کا بل کو رواد کی جائے اور جہاں تک ممکن تھا شیر علی نے نہایت اخلاق کے ساتھ برتاؤ کر کے اس اجازت کے دینے سے انکار کیا۔ البتہ یہ امر کہ آیا کابل میں سفارت کے قبول کرنے سے انکار کرنا اسپر کے خلاف لڑائی کی ایک وجہ پیدا کرتا ہے یا نہیں اب بھی باقی رہا۔ اسکے بارے میں اب کہیں یقین نہیں کر سکتا لیکن میرے ہموطن (جو اپنے اعزاز اور انصاف کے بارے میں نازان ہیں) وہ بھی کہیں کہ ان حالتوں کا جنگ وجود ثابت کیا جاسکتا ہے اسپر کو اسکی اس کارروائی کی بابت معذور خیال کرنا چاہیے۔

تیسرا سوال بھی اسی طرح اقلط کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا کسی ایسا فی فرامزد کے معاملہ میں جیسا کہ اسپر نے یوزونپ کی مختلف سلطنتوں کے قانون کے مشترک واقعات کی طور سے موثر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر انگریزین مشترک قانون اس معاملہ میں موثر نہیں ہے تو وہ کون سا قانون یا اصول ہے جسکی مدد سے ہمارے اور شیر علی کے مابین فیصلہ کرنا ہوگا۔ کیا ہم آپ اپنے مقدمہ کے منفعہ و تارویے جائینگے۔ کیا ہم اپنے جی منقاصد کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ کیا انٹیشن لوگ ایسے سنگین معاملہ میں بھی جواب دیں گے۔

چوتھا سوال بڑا بھاری ہے۔ وہ اسطور پر بیان کیا گیا ہے: ”آیا کسی حالت میں ایک افغانی جنگ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔“ اور اسکے بعد بیان کیا گیا ہے کہ اس میں بین شتین پیدا ہوتی ہیں یعنی یہ کہ آیا یہ صحیح ہے کہ ہماری موجودہ سرحد پر نہایت کمزور ہے۔ آیا یہ صحیح ہے کہ اسکا اس قدر مضبوط کیا جاسکے کہ وہ کمزور ہے پانچوں پر جنگی مورچے اور ہمارے جبرگن سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے ممکن ہے اور آیا یہ صحیح ہے کہ گزشتہ میں کسی ہی حالت کیوں درہی ہو لیکن دیوینا پیشقدمی اور ردیوں اور افغانوں کے متفق ہو جانے کا احتمال بہکوا اپنی سرحد کی مضبوطی (بشرطیکہ اسکی مضبوطی درکار یا ممکن ہے) لازم آتی ہے جواب میں میری غیر اسے یہ کہ افغانوں کی لڑائی میں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے علی انہوں اس صورت میں جب لڑائی کسی کسی بنیاد پر کی جائے جیسی فی الحال قائم کی گئی ہے۔

پھر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہماری موجودہ سرحد بدتر نہایت کمزور ہے برخلاف اسکے میں اسکو ایک ایسی سرحد سمجھتا ہوں جو غلطی طور سے نہایت ہی مستحکم ہے اور وہ ایسی ہے کہ بشرط ضرورت فوراً سے نچ میں اسکا اور بھی استحکام ہو سکتا ہے بقایا اسکے آگے بڑھ کر کسی مقام پر اگر جدید سرحد قائم ہوگی تو بیشک اسکے لیے زیادہ صرف درکار ہوگا فوجی آدمیوں نے جو بڑے مشاہیر سے جرم میرے خلاف بھی راہیں ظاہر کی ہیں لیکن اور بھی فوجی آدمی کہ مستحکم نہیں کہ بہتر

امیر کے پاسے میں ہماری حکمت علی کا ابتدائیں جو برتاؤ ہوا اس میں ہم لوگ برسرِ غلط تھے اور واسطے اسکے معذرت قبول کرنا
ہم کو حد سے زیادہ اغماض نہ کرنا چاہیے۔ میں باصرار اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ اگر ہم اس سے صلہ کر لیں تو اس میں ہماری کوئی
ہتک عزت متصور نہیں ہے۔ اور اگر ہم نے جبراً اپنی حکمت علی کا اسکے خلاف نفاذ کیا تو اس میں بڑی بڑی دقتیں اور
اس سے بھی زیادہ خرابیاں دھری ہوئی ہیں۔

پچھلی تار برقیان جو ہندوستان سے آئی میں اُنکا یہ مضمون ہے کہ اُس امر کے لحاظ سے جسکو حفظِ اقدام کہا گیا ہے
تین فوجی گروہ ایک قطع میں ایک قطع میں دریا سے خرم پرا و تر غیر بطور فوج محفوظ کے عمان میں تعینات کیا جائیگا۔ میں تو
کہوں گا کہ حفظِ اقدام نہیں بلکہ اپنے پاؤں میں آپ لگھاڑی مارنا ہے۔ جن باتوں کی خوشی سے ہم نے اپنے کو ان پیچیدگیوں
اور دقتوں میں پھنسا یا ہے وہی قریب قریب یعنی طور پر اُسے بھی زیادہ قطعی حرکتوں سے ہلکا جیلا کہ گئی غیرت ہی میں ہے
کہ انچستان کے لوگوں نے ہمدی مزاحمت کی۔

مقام سنون ہوئس دات سینٹ پیٹرس آئل آف سینٹ

مورخہ ۲۴ ستمبر

آپ کا دوست صادق

لارنس

یہ چھی کیا تھی کہ گویا نام ملک کے لوگوں کے لیے اس بات کی منادی تھی کہ اپنی اپنی راے اس بارے میں
ظاہر کریں۔ جس صبح کو یہ چھی شائع ہوئی اُس روز کپتان رینڈوک نے اپنے دوست سے کہا کہ دو تین
تو بھڑوں کا چھتہ چھو دیا۔ اسکا نتیجہ بہت ہی جلد ظاہر ہوا وہ اظہار ایک تو اسطور سے ہوا کہ پلٹ فارم کے
مقررین کی انچینکون گتہام اور تہدی چھیون اور اخبارات و زرا کے قریب قریب وحشا نہ مضامین کے
ذریعہ سے نفٹ ملاست کی بوچھاڑ ہوئی اور پھر اُن ہمد رزی کی چھیون سے بھی وہ قیجہ کچھ کم
نہیں ظاہر ہوا جو ہر ایک طبقہ کے اہل الرائے نے بکثرت لکھنا شروع کیں اور اُن مضامین کے ذریعہ
جو مذکورہ بالا چھیون کی تائید میں بے لوث اور آزادہ مزاج اخبارات میں شائع ہوئے اور پھر پیشا چھیون
اخبار میں اُن لوگوں نے چھیو اُن میں جو ہمیشہ انصاف کو بلکہ کشی اور اخلاق کو مصلحت پر مقدم جانتے تھے
جیسے لارڈ شیفٹسڈرٹی لارڈ گریسے اور سرجن لارنس ٹریوینٹین۔ بد قسمتی سے اُس زمانہ میں نامی اخبارات کا
زور بابرانہ حکمت علی کی جانب تھا۔ لیکن جیسا کہ عموماً آغاز معاملات میں ہوا کرتا ہے انھوں نے اپنے
صفحات آزادی اور انصاف کے ساتھ اُن متخاصمین کی حجت کے لیے خالی کر دیے جو رفیقین میں سربراہ اور
اور لارڈ لارنس لارڈ گریسے سرجن آئیڈائی سرجن لارنس ٹریوینٹین نے ایک طرف اور سرجن آئیڈائی سرجن لارنس

شیر علی کے کاہل سے نکال دینے میں کامیابی ہوئی تو ہم کس شخص کو اسکی جگہ قائم کر سکتے ہیں۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے اس بات کا یقین ہو سکتا ہے کہ جس پتے کو ہم بٹھائینگے وہ قائم رہ سکیگا ہاں اگر ملک پر قبضہ کر لیں تو اسکی اور بات ہے۔ اور اگر سطح پر قبضہ بھی کر لیا جائے تو آخر وہ قبضہ کب تک رہیگا۔

مجھ کو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم لوگ افغانستان کے ویرانوں اور گھاٹیوں کو انکے محافظوں سے بالکل پاک کر سکتے ہیں اور جسوقت ہماری فوج مناسب طور سے انکے مقابلہ میں کھڑی کی جائیگی تو افغانوں کی کوئی فوج ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکیگی۔ لیکن ملک بالکل پہاڑی ہے اور وہ پہاڑ زیادہ تر ہوا ہے اور جو سطح میدان جا بجا آسمین واقع ہیں وہ بالکل دشوار گزار ہیں۔ یہاں جو بہادر آدمی اپنے بچانے کو کھڑے ہونگے انکو اپنی حفاظت کا بڑا موقع ہے۔ اور جسوقت ہم ایسے ایسے مقاموں پر ریل پیل کر پہنچ جائینگے تو ہم انپر اپنا قبضہ قائم نہ رکھ سکیں گے۔

ایسے ملک پر حملہ کرنے کے مصارف بہت کثیر ہیں اور اس کا ردوائی کے انجام کرنے کے وسائل دوسرے مقام سے جمع ہونا ضرور ہیں۔ جس ملک پر امیر کا قبضہ ہے وہ نہ روپیہ اور نہ بار برداری کا سامان مہیا کر سکتا ہے حتیٰ کہ فوج حملہ آور کے لیے رسد بھی بمقدار کافی ہم نہیں پہنچ سکتی ہے اس بات کا حکم لگانا کہ یہ لڑائی کب تک رہیگی محال ہے اور اس مابین میں اسکا انصرام کرتے کرتے ہندوستان کے خزانے بالکل تباہ ہو جائینگے۔

امیر شیر علی کے خلاف موجود حکمت علی کے بڑا دگر نے میں نے جو مخالفانہ صدا بلند کی ہے تو مندرجہ بالا علی اور فوجی خیالات کے سبب سے بلند کی ہے۔ کیا اخلاقی امور کے اعتبار سے بھی اس قسم کی جنگ نامناسب نہیں ہے کیا افغانوں کو اس بات کا شائبہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمارے جبراً سفارت بھیجنے میں وہ مزاحم ہوں اور اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوں کہ بسا اوقات اس قسم کی سفارتوں کا کیا نتیجہ ہوا ہے اور علامہ امین برٹن صاحب کی سفارت کا درحقیقت کیا نتیجہ ہوا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ حجت قائم کرتے سنا ہے کہ کس قوم کو اسطور سے اپنے علمدہ رکھنے کا اختیار نہیں چل رہا ہے اور نہ اس بات کا کہ وہ اپنے ہمسایوں سے آمد و رفت رکھنے سے انکار کرے۔ مہذب اقوام میں اگر یہ عذر معقول سمجھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن میری عقل ناقص میں اسوقت ایسے عذر کی شنوائی نہیں ہو سکتی جب ایک فریق تو مہذب گورنمنٹوں کا ہوا اور دوسرا فریق وحشی لوگوں کا ہو۔

اس میں شک نہیں کہ امیر شیر علی نے جس طریقہ سے ہماری سفارت میں مزاحمت کی اس سے ہو کہ بہت سچ پہنچا علی انخصوص اس امر سے کہ اسکے میر آخر نے علی مسجد میں نیچر گونگنری کو دھکی دیا کہ اگر تم واپس نہ چلے جاؤ گے تو انکو گولی مار دی جائیگی۔ لیکن اس امر کے لحاظ سے ہو کہ امیر کی جانب سے بہت ترش نہونا چاہیے۔ مجھ کو اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر ہم اس سے اس بات کا وعدہ کریں کہ سفارت تمہاری دارالسلطنت میں جبراً نہ مقرر کی جائیگی تو ہم معقول طور پر جس طرح کی معافی کے طلبگار ہوں اسطرح کی معافی وہ مانگیگا۔ میں یہ حجت قائم کرتا ہوں کہ بہت سی صورتوں میں جو بتائی جاسکتی ہیں

جہاں میر کا بل کی وارسلطنت کو روانہ ہو چکی تھی اس کے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کیا اور سب سے پہلے کوئی عملی مسیہ سے پٹا دیا بیشک گورنمنٹ ہند کے لیے اُسے ایک بڑی توہین کی بات پیدا ہوئی ہے علی الخصوص اس خیال سے کہ سفارت دراصل روانہ ہو چکی تھی۔ میر سے نزدیک یہ ایک بڑی بیماری تھی جو اس کی سفارت تیار کر کے کابل کو بھیج دی گئی اور پہلے یہ امر متعین نہ کر لیا گیا کہ آیا امیر شیر علی ہمارے نامہ و پیام کے قبول کرنے پر تیار ہے یا نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ غلطی ہوئی کہ اُن سے اپنی اس کارروائی کی منظوری بھی نہ لی گئی اور سفارت روانہ کر دی گئی۔ اگر بیشتر سے ان باتوں کا لحاظ کر لیا جاتا تو جیسی بدنامی اس وقت ہوئی ہے اُس صورت میں ایسی بدنامی نہ تھی۔ لیکن گواہ میر کی کارروائی سے اس بارے میں کیا سہی رہے کیونکہ نہ پہونچا ہو لیکن اُس سے بجاو اس بات پر نہ آزاد ہو نا چاہیے کہ میر کے پاس سفارت روانہ کریں۔ اور اُس کے خلاف اشتہار چٹک دینے پر تو اُنہی آدمیوں کی نکرنا چاہیے۔ میر سے نزدیک یہ بات صاحبِ مکت علی کے خلاف معلوم ہوئی ہے کہ بدترقی کو پیش کر کے اپنی باپوسی کا انکار کر لیں۔ کیونکہ ایسا کرنا بے نفع اس کے ہے کہ ہم اپنے کو خود دشمن کا شکار کر دیں اور افغانوں کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ روسیوں سے سازش کریں۔

ہنگو بیشک اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ میر نے اس طرح کی کارروائی کی ہے۔ مشہور ام کے عہد نامہ کے لئے دوست محمد خان ہی اکتفا کر کے وہ ہنگو کابل میں سفارت بھیجنے کی اجازت نہیں دے سکتا اور یقین دلا تا رہا اگر عارضی طور پر یہ بات منظور بھی کر لی جاتے تو اس کارروائی سے بڑی خرابی پیدا ہوگی اور افغانستان سے امن و امان کے ساتھ تعلقات قائم نہ رہ سکیں گے۔ ہم نے اُس کے عہد نامہ کو قبول کر لیا تھا۔ مشہور ام میں امیر مال نے بھی اُسی مکت علی کو بھال رکھا۔ گواہ کے عہد و اور تصور کچھ ہی کیونکہ نہ ہوں لیکن اُسے اس بارے میں اپنے خیالات ہم سے کبھی پوشیدہ نہیں رکھے تھے۔ آخر مشہور ام میں امیر کے رنجش اور توکس دینی گئے دریاں پشاور کی ملاقات میں جو کچھ واقع ہوا تھا اُس کا اصل حال نہیں لگایا لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ کابل کو سفارت روانہ کرنے کے بارے میں جو کچھ ہمارے خیالات ہیں اس وقت اُن کا پھر اعادہ ہوا تھا لیکن وہ اعادہ جیود ہوا۔

پُرا نی حکمت علی یہ تھی کہ ایک متولی طور پر جہاں تک ہو سکے افغانوں کا ساتھ بنایا جائے اور ملاطفت اور مصالحت اس بات کی کوشش کی جائے کہ ہمارے اُن کے مابین دوستانہ تعلقات قائم رہیں اور رفتہ رفتہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے اور اُن کے مقاصد متاثر نہیں ہیں۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے ظاہر ہوا خیال یہ ہو گیا ہے کہ افغانوں کے مقاصد کو ہم اُس سے زیادہ سمجھتے ہیں جو وہ خود سمجھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ظاہر ہوا خیال یہ ہو گیا ہے کہ ہم اپنی حکمت علی کا بختہ نفاذ پائیں اور اس میں کچھ چون دچرا نہ کریں۔

امیر سے جب کہ ہنگو کیا بھائیگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اُس کو سخت سے آزاد دیں اور اُس کے ملک کی عام رعایا ہمارے خلاف نہ ہو کیا ہم اس طرح کی حکمت علی اس طور پر اختیار کر سکتے ہیں کہ اُس زمانہ کے ایسے نتائج بغیر غالب پیدا ہوں۔ اگر ہنگو

نہیں ہو جاتی تھی کہ پہلے امرتسار کے متعلق جو باتیں معلوم ہو۔ ہوں وہ بخوبی تلاش نہ کر لی جائیں اور تلاش کرنے کے بعد
 بوجہ کہ ذہن نشین نہ ہو جائیں اور جب تک اُن لوگوں دماغ جنگی نسبت کچھ واقفیت ہونے کا گمان ہو مٹا لیتے ہیں
 و آخر میں جو نتیجہ نکلے وہ سادہ اور بلا مبالغہ الفاظ میں مندرجہ بہ تحریر ہو جائے ہم لوگ اس وقت اسٹون ہوس میں تھے
 جب پینڈیٹ لین کی سفارت اور اُس کے ناشدنی خاتمہ کی خبر انڈیا میں پہنچی تھی۔ اس سے لارڈ لارنس کو ایک تازہ چو
 پیدا ہو گیا۔ وہ موسم ہر سات میں اچھے نہیں رہے تھے سرکاری معاملات کے متعلق کوئی قطعی راہ اختیار کرنے کے لیے انکو
 تھوڑا زمانہ درکار تھا لیکن جب ایک مرتبہ انھوں نے اسکو شروع کر دیا تو پھر انکی مستعدی کے سامنے کسی بات کی حقیقت
 نہ تھی۔ جسقدر سامور باوا بلند انکو بڑھکرتے جاتے وہ ہرگز اُسے گہرا تھے لیکن جو کچھ انکو لگتا ناہوتا تھا اُس کے
 لفظ لفظ کا ہٹانا البتہ شکل معلوم ہوتا تھا۔ اخبار دن اور گناہم چھپو کے ذریعہ سے جو سخت باتیں انکی شان میں
 استعمال کی گئی تھیں اُنہیں انکی طبیعت پر چند ان میل نہیں آیا انکی ایک خواہش بس یہی تھی کہ نامنصفانہ جائے دیکھی جائے
 یا نہیں تو اس وقت تک تاخیر ہی کی جائے جب تک ملک کے لوگ اچھی طرح اس بات کو نہ سمجھ لیں کہ کس بھیڑا دھساں میں
 وہ کیسے جاتے ہیں وہ اس بات سے بہت متحیر تھے کہ ملکی باتیں اپنے اپنے فوائد کے سامنے نیک و بد کی تیز نہیں کرتی ہیں
 افغانستان کے ملکی معاملات کے متعلق جو کچھ انکی رائے تھی انہیں نہ وہ ”ہبل“ اور نہ ”کنفرنٹو“ تھے بلکہ ایک اماندار
 مدبر تھے انکو ہرگز اس بات کا یقین نہیں تھا کہ ”ہمارے سفیر کی توہین ہوئی“ انکو روسیوں کی دھمکی کا یقین نہیں تھا
 اور انکو اس بات کا بھی یقین نہیں تھا کہ ”وائس رائل ہند کی تدبیریں اور اُس کے مؤدبین انڈیا کی تدبیریں ایک شے ہیں
 وہ اس بات کو یقین کرتے تھے کہ جو لڑائی عنقریب ہونے والی تھی اس سے افغانوں کے حق میں ایک لڑائی لڑنا
 ہوگی خزانہ کے متعلق ہندوستان میں بڑی مشکلات لاحق ہو جائیں گی اور قوم کے لوگ جلد بازی کر رہے ہیں اور صوبائی
 گالیوں اور دھمکیوں سے براہِ گنت ہو رہے ہیں۔ اور انکی یہی عقیدہ مرنے کے وقت تک برابر قائم رہا۔ اب یہ سب کو
 معلوم ہے کہ جو کچھ انھوں نے کہا تھا آخر میں حقائق نا اسکی کیسی تصدیق ہوئی۔

ملک میں صرف ایک شخص ایسا تھا اور سوائے اُس کے اور کوئی نہ تھا جو اپنی وقعت اپنی حق شناسی
 اپنی کامل واقفیت حالات اور اپنی مشہور خدمات ہند کے سبب سے اب بھی یہ امید کر سکتا تھا کہ اُسکی
 سماعت ہوگی اور اب بھی اس نقصان کے روکنے کا اُسکو موقع ملے گا (گو اس بات کی کیسی ہی موموم امید
 کیوں نہ تھی مگر پھر بھی امید تھی)۔ جیسا کہ میں پیشتر بیان کر چکا ہوں لارڈ لارنس موسم ہر سات کی تعطیل
 کرنے کے لیے بڑا ڈائنمیر سن واقع جزیرہ پینڈیٹ کے قریب ایک مکان میں رہنے کو گئے تھے اور
 انسان پر جو تدبیریں اثر کر سکتی ہیں انہیں سے کوئی تدبیر اس بات کے واسطے اٹھانیں کہیں گئی تھی
 وہ اپنی زبان بند کر لیں۔ انکے سابق وائس رائل ہونے کی عجیب حالت بیشک اُسے اس بات کی متقاضی تھی

۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اُس تک پہنچنے کے لیے پہلے تو اُس گرم گیلستان کو طے کرنا پڑتا ہے جہاں سال کے ایک حصہ تک موت کی ہوا کا جھونکا ہوا کرتا ہے اور پھر جیسا کہ ہیریئر نے بیان کیا ہے ایک ایسے درہ سے گزرنا ہوتا ہے جو بڑی دُور تک چلا گیا ہے اور دشوار گزار ہے اور جس کے اکثر مقامات میں پانی کا قحط ہے اور راستہ میں دونوں طرف جنگلی اور جنگجو توہین آباد ہیں، "پیشقدمی کی حکمت عملی کی یہ پہلی تدبیر جو ماہ جنوری و فروری ۱۸۵۷ء میں عمل میں لائی گئی۔

اس کے بعد پشاور کا نفرنس کا معاملہ آیا جو نور محمد امیر کے وکیل اور سٹریٹنوش پٹیل - لارڈ لارنس کی قوتِ مطلقہ مابین ہونے والا تھا۔

سائنس عجالت کے ساتھ ترقی کرتی جاتی تھی اور اگر ہم ٹیگٹ کے اُن مکالموں کو جو اہل ایشیا اور اہل یورپ مسلمانوں اور عیسائیوں اور نیم وحشیوں اور اعلیٰ درجہ کے مذہب لوگوں کے وکیلوں کے مابین ہوئے تھے دیکھنے کے بعد اپنے دل سے یہ سوال کریں کہ زیادہ تحمل زیادہ عظمت اور عفو و موافق کی پابندی اور انسانوں کے عام حقوق کا زیادہ لحاظ کس جانب تھا تو افسوس ہمو یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ وہ عیسائیوں کی جانب نہیں تھا۔

پشاور کا نفرنس کی کل داستان پر انڈین اور انگریز گورنمنٹ نے جس قدر سنگین نقاب ممکن تھے وہ ڈال دی اور جس وقت پارلیمنٹ کے درباروں میں سوالات کیے گئے تو سیکرٹری آف اسٹیٹ نے اُسکی وجہ بہت کم بیان کی اور جو تھوڑی بہت وجہ بیان کی وہ نہایت ہی نادست اور مغالطہ انداز تھی ہر چند کہ یہ امر ممکن نہیں تھا لیکن اُس کا مل فن گورنر جنرل کو جس کا برتاؤ اور جسکی حکمت عملی افغانوں کے بارے میں ایسی مختلف تھی ایک نہ ایک طور پر اُس سے زیادہ اطلاع پہنچتی رہتی تھی جسکو گورنمنٹ چاہتی تھی کہ اُنکے پاس پہنچے اور اس موقع پر میں پھر چند دلکش سطرین اُس لیڈر کی لکھی ہوئی محول کر سکتا ہوں جس نے اُنکے رپورٹ سیکرٹری کے طور پر شاید اس زمانہ حال کو اور لوگوں کی نسبت زیادہ دیکھا ہو گا اور جو اس مصیبت کا کام میں ہنزلہ اُنکے ہاتھوں اور آنکھوں کے رہی ہوگی۔ وہ لکھتی ہیں کہ۔

وہ زمانہ ۱۸۵۷ء کے آغاز کا تھا جب کوئٹہ گیسٹ گارڈنس کے کتب خانہ میں افغانستان کی مصیبتوں کا حال پہلے پہل معلوم ہوا۔ جو سوانح آئندہ واقع ہونے والے تھے مگر اُنکا سایہ پیشتر ہی سے پڑا تھا اور نہ بحث کرنے کے لیے چرنا ہندوستانی افسروں کے بہت سے جلسے منعقد ہوئے اور پارلیمنٹ کی اُن کتابوں کا انبار جنگو صرف پڑھنا ہی نہیں تھا بلکہ اُن پر نشان بنانا حرف حرف پڑھنا اور خلاصہ بھی کرنا تھا اُنکو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ پیشتر کو کبھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ عمدہ رائے کیونکر ڈھالی جاتی ہے۔ یہ سبق عمر بھر کے لیے تھا کوئی تجویز اس وقت تک صادر نہیں ہوتی تھی جب تک یہ بات

گمراہی کی خبر افسر تھاجسکی ساوہ لوجی سے آنکشتا برسی آفت میں پھنسا پڑا اور وہ افغانستان ہی میں رہا
(کیونکہ اس نے جنوبی افریقہ کی کئی لڑائیوں میں شرکت کی تھی)۔ لٹاریٹ فوج کو خطرہ میں ڈال دیا تھا اور خود اپنی جان بھی
مختور کر دی تھی) بلکہ مجباً کے پہاڑوں پر بھی اس خراب چتر کا ثابت ہوا۔ افغانستان میں پہونچ کر سترخانج کا لڑائی
لارڈ لارنس کی ملاقات چاہی اور باریاب ہوئے اور اپنے میں غرضیات کا ل فن مدبر پر ظاہر کیے۔
لارڈ لارنس نے بذات خاص انکو بہت پسند کیا مگر جب وہ کئی گھنٹہ کی گفتگو کے بعد کمرے سے جانے لگے
تو لارڈ لارنس نے کہا کہ ”بھائی اپنے نزدیک تو مجھ کو انکے کہنے سے کوئی ایک تازہ واقعہ یا نئی دلیل
نہیں معلوم ہوئی۔“

یہ تو فورینز اور ہینشیاں کا قصہ ہوا۔ گزرتھینشیا کے بہادر کے قیام کی حالت میں جو اس وقت بمقام
افغانستان ایک بے خانان شخص کی طرح آئینہ نگار کے دربار میں ٹھہرا ہوا تھا اسکو اس کے تہی مغز میرزا
شاہ شادان نے فوجی معاملات کے متعلق فورینز و حکیم کی ایک تقریر سننے کے لیے مدعو کیا۔ چنانچہ فورینز کو سبھی
فوجی معاملات کے متعلق عموماً اور سپہ سالار کے کام کے متعلق خصوصاً تقریر کرتا رہا۔ اس کے سامعین نہایت ہی
جوش میں تھے اور ہینشیاں کی طرف جو چارہ چپ چاپ سنا کیا تھا انھوں نے متوجہ ہو کر فخریہ طور پر ہنسنا یہ
کہ کیوں ہمارے حکیم کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ ہینشیاں نے جواب دیا ”بیشک میں نے اس عمر میں
بہت سے احمق دیکھ ڈالے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکا نمبر سب سے بڑھا ہوا پایا سترخانج کا لڑائی بھی اس
احمق ہونے کے سوا اور کچھ نہ تھے وہ بہادر اور دلیر سپاہی تھے۔ لیکن لارڈ لارنس کو مسئلہ افغانستان کے
متعلق اس سے کچھ زیادہ تازہ حال معلوم ہونے کا گمان نہیں تھا جیسا کہ ہینشیاں کو فورینز کی تقریر سے فن جنگ کا
حال معلوم ہوا تھا۔

لارڈ لارنس ماہ اپریل ۱۸۴۰ء میں ان صریحی ہدایتوں کے ساتھ داخل ہندوستان ہوئے کہ اگر
ممکن ہو تو کوئی جیلہ سپید ہوا اور اگر یہ نہ ممکن ہو تو اپنی طرف سے کوئی بہانہ گڑھ کر عارضی طور پر ایک سفارت
کا بل کو روانہ کریں جو بعد کو سرحد افغانستان کے اندر مستقل سفارت قائم کرنے کا ذریعہ قرار دی جائے یہ کام
کسی مدبر کا کام نہ تھا بلکہ ایک سفیر کا تھا اور وہ بھی اول درجہ کے سفیر کا۔ لیکن اس میں ایسی ایسی شکلیں تھیں
جنکو نہ تو انکی یہ بھاری دھکی جو روس کے اتفاق کے ساتھ دی جاتی تھی کہ وہ افغانستان کو بالکل نقشہ سے
سٹا دینا چاہیے۔ اور نہ یہ تشبیہ جو رضا جوئی سے دی جاتی تھی کہ وہ افغانستان دونوں سلطنتوں کے دودھ کی
مکھی ہے، رافع کر سکتی تھی معذرتاً انکی چلی علی تدبیر وہی ہوئی جسکی سترخانج فریز اور اس کے ساتھیوں نے
سفارش کی تھی یعنی یہ کہ قطع پر بطور ایک پیشقدمی کی چونکی کے قبضہ کر لیا جائے جو قریب ترین مدد کے مقاموں سے

دلائل اور عذرات کے ذریعہ سے قائل کرنے کے لیے لڑتے تھے۔ اور قبل اسکے کہ ابتدائی ہدیتیں اُنکے پاس پہنچتیں اُنہوں نے اپنے عہد سے استغناء دے دیا چنانچہ ان کی قسمت میں زمین تھما کہ وہ ایسی تدبیروں کو عمل میں لاتے جنکو اُنہوں نے اور اُنکے ساتھ ان کی اشخاص نے جو حقیقت حال سے واقف تھے ناپسند کیا تھا۔ لارڈ لارنس بری کے ہاتھ میں ایک اور سطح آگیا اور لارڈ لٹن اس بات کی ذمہ داری کر کے ہندوستان کو روانہ ہوئے کہ وہ جدید اور محاکم حکمت عملی کو عمل میں لائیں گے۔ قبل اسکے کہ وہ روانہ ہوئے لارڈ لارنس نے ان کی ملاقات کی ان کی عادت تھی کہ جو شخص مستفسر حالات ہوتا تھا اُس سے بکشاہ پیشانی ہندوستان کے معاملات بیان کرتے تھے چنانچہ اس موقع پر بھی اُس کا مل فن گورنر جنرل نے اُسی طرح ہندوستان کے متعلق اپنی نکل واقفیت کا خزانہ لارڈ لٹن پر صرف کر دیا سو جسے کہ اُنکو گھیر لیا کہ اُس بات پر لائیں جسکے بارے میں اُنکو نہایت شبہ تھا اور جسکے متعلق وہ سمجھتے تھے کہ ان کی نصیحت بہت کارگر ہوگی اور بگمان غالب آخر میں ضرور اُن سے صلاح لی جائیگی یا اُسی پر عمل کیا جائیگا۔ اُنہوں نے ضمانت صاف یہ پوچھا کہ تو پھر اب سرحدی حکمت عملی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ لارڈ لٹن نے جواب دیا دوس آپ میرا بیٹا نہیں اس بارے میں جو کچھ آپ کے خیالات ہیں اُن سے میں واقف ہوں۔ اور اس طرح سے اُنہوں نے وہ بحث ہی اڑا دی جس میں اُنکو وقت معلوم ہوئی اسکے ایک یا دو برس بعد جب قدرتی سرحد ہندوستان کے اُس پار گذر ہوا اور حکیمانہ سرحد گڑھی گئی تو لارڈ لٹن نے سر جارج کالنی کو انڈیا آفس انڈیستان کی طرف روانہ کر کے اُنکے ذریعہ سے یہ خبر بھیجی جو انڈین گورنمنٹ میں مشہور کی گئی کہ دین میں اپنے فوجی سیکرٹری کو روانہ انڈیستان کرتا ہوں جسکی رائے سرحد کے بارے میں بین لارڈ لٹن کی رائے کے برابر ہے۔ لارڈ لٹن اپنے پرنٹ سیکرٹری کی واقفیت پر بہت امان تھے اور یہ وہ شخص ہے جس نے قبل اسکے کہ وہ اس جابرانہ حکمت عملی کی تکمیل کو ایک برس پیشتر روانہ کیا گیا تھا وہ کبھی سرحد کے نزدیک ہی نہیں گیا تھا اور وہ حقیقت مشرقی باشندوں مشرقی زبان اور وہاں کی قوموں کی عادات اور خیالات سے بالکل واقف نہیں تھا لیکن لارڈ لٹن کی تصدیق کرنے والا کون شخص ہے۔ وہ شخص جسکی رائے سرحد کے بارے میں بین لارڈ لٹن کے برابر تھی، ایک لیڈ اور ہدایا

ملہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان یا انڈیستان کے کسی شخص نے سوائے کپتان فریڈرک کے اس بات کو بیان نہیں کیا کہ لارڈ لٹن کا اپنے پرنٹ سیکرٹری کو ایسے نازک کام پر روانہ قطع کرنا ایک بڑی بیماری غلطی تھی کپتان موصوف نے اپنے حیرت انگیز رسالہ سوسائٹ لارڈ لٹن اور جنگ افغانستان مہینہ ۵۸۵۵ میں لکھا ہے کہ پرنٹ سیکرٹری وائس رائے کا ناگلی ملادوم ہوتا ہے وہ نہ تو کوئی سرکاری ملازم ہے اور نہ ہی اُنکی وقعت ہے اُسکو صرف وائس رائے مقرر کرتا ہے اجلاس گورنمنٹ میں بھی شریک نہیں ہوتا جس طرح سے ناگلی ڈاکٹر مقرر کیا جاتا ہے اگر لارڈ لٹن نے ڈاکٹر مقرر کرنے یا سرحد میں گارڈن کو روانہ قطع یا کابل یا پراگیا ہوتا تو ان کی نسبت بھلا کیا خیال کیا جاتا۔

میں جانتا ہوں کہ سب سے زیادہ آپ پسند کرتے ہیں یعنی یہ آپ کے ہم وطن آپ کی قدر و منزلت کریں اُس سے بھی عیش اٹھائیے۔

مجھ کو یقین ہے کہ آپ کو یہ سنکر خوشی چل ہوگی کہ اگر اشتہ ہفتہ کو یہاں کے واقعات کے متعلق جو کچھ واقع ہوا بغیر خوبی اتمام کو پہونچا۔ امیر اور اُنکے وکلاء بہت سی ایسی باتوں کے طلبگار تھے جو وہ پانہیں سکتے ہیں لیکن میں نے بڑے اصرار کے ساتھ وہی مقررہ حکمت عملی قائم رکھی یعنی یہ کہ ایسا کوئی عہد و پیمان نہیں کیا جو آئندہ ہم لوگوں کو دقتوں میں مبتلا کرے بلکہ صرف یہ اسے قائم رکھی کہ دوستانہ برتاؤ دینا اور حسبِ مصلحت وقت کچھ زائد مدد بھی دی جائیگی جسے کچھ اور ہتھیار اور تچہ توپیں دی ہیں جب وہ کابل پہونچ جائیگی تو آپ کا باقی ماندہ بارہ لاکھ روپیہ بھی اُنکو دیا جائیگا لیکن ہم سب بالکل اسی راے پر قائم ہیں کہ اگر ہیکو دراصل امیر کے حق میں بہبودی کرنا ہے تو بہت جلد ہیکو کچھ اور روپیہ اُنکے پاس پہونچانا ہوگا۔ ترکستان میں صریح طور پر اُنکو ایک سخت مشکل کا سامنا ہے اور چونکہ عظیم خان نے ایک سال کا خراج پیشگی وصول کر لیا ہے اس واسطے موسمِ خزاں تک ملک کے محاصل سے اُسکو کچھ امید کرنے کی جگہ نہیں ہے بجائے یقین ہے کہ جو راہ ہم نے اختیار کی ہے اُس میں لوگ ہمارے معین ہونگے میں یقین کرتا ہوں کہ جب آپ نے گذشتہ ستمبر میں شیر علی کو روپیہ اور ہتھیار بھیجے تھے تو ایک ایسی حکمت عملی کی بنیاد قائم کی تھی جس سے بعد کو ہمارے حق میں بڑا فائدہ پہونچے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسکو جاری رکھوں اس واسطے بجائے امید ہے کہ اگر آپ کو موقع ملے تو آپ میری اختیار کی ہوئی راہ کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر کریں گے مجھ کو یقین ہے کہ وہ حفاظت ہو شیاری اور صوابدیدی راہ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ یورپ میں پہونچنے کے زمانہ سے آپ کی حالت بہتر ہو گئی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس خط کے پہونچتے پہونچتے آپ کی تندرستی کامل طور سے قائم ہو جائیگی۔

آپ کا دوست صادق

میو

اسکے پانچ برس بعد لارڈ نارٹھ بروک نے مندرجہ ذیل چٹھی لکھی تھی جس میں زیادہ تر اسی امر کا بیان لیکن اس امر کی جانب بالخصوص اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر ستر بارٹلن فریز کے دو ناقص اور خطرناک خیالات، پر انگلستان کے اعلیٰ تر حکام نے مخالفت کی تو اس وقت کیا صورت پیدا ہوگی۔

گورنمنٹ ہومس کلکتہ ۱۸ دسمبر ۱۸۶۱ء۔

میرے پیارے لارڈ لارنس۔ مجھ کو ایک آدھ سطر اس بارے میں ضرور لکھنا چاہیے کہ آپ کی یادداشت متعلقہ مسئلہ وسط ایشیا کو جسکی نقل کل لارڈ سائبریری کے ذریعہ سے میرے پاس پہونچی ہے میں نے کس خوشی سے پڑھا۔ ستر بارٹلن فریز کی چٹھی جسکی ایک نقل اُنھوں نے بھیجی ہے مجھ کو ناقص اور خطرناک خیالات سے بھری ہوئی معلوم ہوئی

یہ چھٹی انڈیا کونسل کے ممبروں میں شائع کی گئی اور بعد کو لارڈ سٹرانسبرری کے ذریعہ سے مقام برکٹ ہاؤس لارڈ لارنس کے پاس دستخطوں کے ساتھ بھیجی گئی تھی۔

۴۔ نمبر کو لارڈ لارنس نے اسکا ایک دستانہ لکھا جس میں اپنی ذاتی واقفیت عادات افغانہ و سرحد افغانہ کے ذکر کے بعد انھوں نے بیان کیا کہ اولاً جس حکمت عملی کی صلاح سربراہ مغل فرزند دیتے ہیں وہ روسیوں کی پیشقدمی کے متعلق بکمال غالب اور دولت اور آسانی پیدا کریگی۔ دوسرے اس میں ایسی دقتیں اور پیچیدگیاں واقع ہوئی ہیں جیسی مشن اے میں پوری تمہیں اور اس صورت میں ہندوستان کے خزانہ کے متعلق بڑا ضرر عائد ہوگا۔ تیسرے قطع پر قبضہ کرنا قندھار اور ہرات پر پیشقدمی کرنے کا ایک مقدسہ جو تھے اس میں صرف کثیر متصور ہے۔ پانچویں اس میں حفاظت نہیں ہے۔ چھٹے اس سے امیر کو شبہ ہوگا کہ ان کے ملک پر حملہ کرنے کی یہ ابتدائی کارروائی ہے۔ ساتویں برٹش افسر اگر افغانستان میں رہینگے تو اس میں آخر کو افغانہ ہمارے مخالف ہو جائینگے۔ آٹھویں افغانہ اپنی ترکیبوں سے انکو نکال دیگے۔ اگر وہ قتل ہوئے تو لڑائی ہوگی اور لڑائی کے بعد قبضہ رہینگا یا ملک شامل سلطنت کیا جائیگا۔ اس امر کے متعلق کہ روسی بہ نیت مخالفانہ برٹش والے ہیں اور تو انھوں نے اس بات کو ناپسند ٹھہرایا کہ بیکار انکو کوئی شیخ پوچھایا جائے کہ کوئی خلاف مصلحت تدبیر کی جائے اور دھڑے دھڑے اسے ملی کہ وقتاً فوقتاً جو مقتضائے وقت معلوم ہو وہی تدبیریں کی جائیں۔ لیکن انھوں نے لکھا کہ اس معاملہ میں سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ روس کو سمجھا دیا جائے کہ وہ افغانستان ہندوستان کی ضدہ در حفاظت کر چکا ہے اس میں جو کچھ ہو اگر اچھا تو اس بڑھتے بڑھتے سرحد ہندوستان کے قریب آیا تو اس کا رد و کار کھٹ کر اور کوئی حکمت عملی کا فی نہ ہوگی لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ افغانستان کا بغرم الحزم اتنا خیال رکھنا کمال طور سے کارگر ہوگا۔

لارڈ لارنس کے بعد لارڈ ڈیویڈ اور لارڈ ڈارن فورڈ نے جو دو دائرہ اسے مقرر ہوئے میں رہے انھوں نے کہ انکی دو چھٹیوں کا اس مقام پر درج کرنا خالی از شفع نہ ہوگا کیونکہ انے مسئلہ افغانستان کے متعلق ان کے سچے خیالات ظاہر ہوتے ہیں اور بلا شک و شبہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ برابر اس حکمت عملی افغانستان کو قائم رکھتے آئے تھے جو اتنی جلدی اور اس بے امتیازی سے شکست ہونے والی تھی۔

انہما کہ ۴۔ اپریل ۱۸۷۷ء۔

میرے پیارے لارڈ لارنس۔ پہلے تو مجھ کو صدق دل سے اس اعزازی بابت جسکے آپ بخوبی متفق تھے اور جو حضور ملک معظم نے آپ کو بخشا ہے مبارکباد دینا چاہیے جسکی خبر کل کے مارچ بجوئی ہے۔ میں تو دل سے امید کرتا ہوں کہ آپ مع الخیر والعافیت عرصہ دراز تک اس رتبہ سے فائدہ اٹھائیگے جو بہ متعلق تمام آپ کو ملا ہے۔ اور جس امر کو

حکمت علی کے متعلق بھی ابتدائی تبدیلی کے آثار معلوم ہوئے۔ لارڈ سائمنسن نے اب پھر ایک مرتبہ سرگرمی
آف انڈینٹ ہند مقرر ہوئے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عہدہ پر مقرر ہوتے ہی انھوں نے اس سرحدی
حکمت علی کے سبب وساتیر اور اصول جنگ لارڈ کرین باریٹن اسقدر عزیز سمجھتے رہے تھے بالاسے طاق کوٹہ
میں شک نہیں کہ مسئلہ سے اسوقت تک بہت سی باتیں گزری تھیں لیکن روسیوں کی پیشقدمی
میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو پہلے ہی سے دیکھ لی گئی ہو اور جو حکمت علی اسوقت انھوں نے
پسند کی تھی اسکے متعلق ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جسکا خیال نہ کیا گیا ہو۔ وسط ایشیا کی سب
ضروری حالتیں وہی تھیں۔ افغانوں کی خاصیت وہی تھی افغانی سرحد وہی تھی ابتدا سے آفریقہ سے
جو پہاڑ تھے وہ اب بھی اسی طرح کے تھے ریگستان سندھ اور وسط ایشیا کے بنجر میدان وہی تھے ہندوستان
لوگوں کی منطقی وہی تھی۔ انصاف اور ایمانداری کے تازہ اصول بھی اب تک وہی تھے پھر اس
تبادلہ کی وجہ کیا ہے۔

لارڈ سائمنسن نے ان لوگوں کو جو روسیوں کے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خون کرتے تھے عنقریب
یہ معقول نصیحت کرنے والے تھے کہ اگر وہ اچھی طرح سے افغانوں کو دیکھ لینگے تو بہتر ہو گا۔ پس فی نفسہ
روسیوں کی پیشقدمی اس امر کے باعث نہیں ہو سکتی تھی کہ یکدم اور کامل طور سے وہ حکمت علی پلٹ دینی تھی
جسکی مخالفت وائسرائے اور صاحبان سرگرمی آف انڈینٹ نے اب تک پیروی کی تھی بلکہ زمرہ میں
وہ خود بھی تھے اور ان سب سے لائق ترین اشخاص میں سے ایک شخص تھے پس کیونکر یہ تبدیلی واقع ہوئی
میں اس مسئلہ کے حل کرنے اور اس کا پاپٹ کے واقع ہونے کے جواب کی کوشش کرونگا۔

ماہ جون ۱۸۷۷ء میں سر بارٹن فریر جو اسوقت لارڈ کرین باریٹن کی کونسل کے ایک ممبر تھے پھر
ایک مرتبہ دو آگے بڑھنے والی حکمت علی کے صلاح کار بن کر جو تیس برس پیشتر آزمائش کرنے کے بعد
قابل الزام قرار دیے گئے تھے آگے کھڑے ہوئے ایک بڑی پُر زور چٹھی میں جو برائے نام سر باریٹن کے
طرف مخاطب کی گئی تھی انھوں نے یہ صلاح دی کہ قطع پر فوراً قبضہ کر لیا جائے۔ اگر صلح آمیز طریقہ سے
ملن ہو تو ریگستان کی راہ سے درہ بولان تک ایک ریل کی سڑک تعمیر کی جائے لیکن بڑی تیغ نہ نکالی جائے۔
انگلش انڈینٹ ہرات قندھار (اور خاص کر کے) کا بل میں متحرک کیے جائیں افغانستان میں ایک مکمل
محکمہ منجر قائم ہو اور اگر ملن ہو تو ملک میں بھی سہارا عجب جایا جائے یہ تجویزین (جو مسئلہ میں ان کے
دریافت کرنے کے لیے باقی رہ گئی تھیں) کی طرح سے جابرانہ نہیں ہیں بلکہ محض غلامی و دوستی اور افغانوں
اور ہم لوگوں کی بہبودی کے لیے بحیثیت مساوی کی گئی ہیں۔

اور روس کے بارے میں بالاتفاق صلاح دی گئی تھی۔ علی الخصوص کہ شمال کی سلطنت اعلیٰ سے دوستانہ طور پر
 یہ سمجھو کہ کیا گیا تھا کہ وہ افغانستان کو تنہا چھوڑ دے اور اوجہ ہم لوگ اس بات کی کوشش کریں کہ سلع آمیز وسائل سے
 امیر کو اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ دریائے گندھار کے اُس پار وسط ایشیا کی ریاستوں سے سازش نہ کرے
 خود اُس کے زمانہ خاص میں جس میں ومان سے معاملات کی ترقی ہوئی تھی اسی طرح سے لارڈ میٹو کی مختصر تاریخ میں
 میں اُس کا خاص خیال کیا گیا اور گمان غالب تھا کہ لارڈ نائٹنگل کے آخر زمانہ میں بھی اُس پر توجہ ہوگا۔
 سر جان لارنس نے ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۲ء میں دوست محمد اور پھر اپنی دائیں سرکائی کے آخری کام کے طور پر
 ۱۸۴۳ء میں امیر شیر علی سے جو دوستانہ برتاؤ قائم رکھنے اور اُس کے معاملات میں دست اندازی نہ کرنے کا
 عہد دیا گیا تھا لارڈ میٹو نے انبار میں اُسکی تصدیق کی اور اس سے بھی زیادہ صدق دلی کے ساتھ
 لارڈ نائٹنگل کے عہد میں اُسکی تجدید کی۔ اور شیر علی جو اس وقت بھی غیر مطمئن تھا تو اُسکی یہ
 یہ نہ تھی کہ کسی ایسی شے کے حمل ہونے میں اُسکو ناکامی ہوئی ہو جسکی استدعا کرنے کا اُسکو حق حاصل تھا
 بلکہ اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ایسی ذمہ داریوں کی استدعا کی تھی جس نے فی الواقع ہمسایہ دارونی معاملات
 افغانستان میں دخل دینا پڑتا اور آخرین ہکوردس سے جنگ کرنا پڑتی اور یہ لازمی ایسی تھی جو نہ ہماری
 اور نہ روس کی تھی بلکہ خاص افغانستان کی خواہشوں سے متعلق تھی۔ بہر حال امیر کا وکیل بنوئی تمام
 اس بات سے متیقن ہو کر گیا کہ ہم لوگ کبھی اُس کے ملک کے مین جبراً اپنا سفیر مقرر کرنے کا قصد نہ کریں گے
 ہکوردس کے علاقہ کی ایک وجہ زمین پر بھی طبع نہیں تھی اور اگر بیرونی معاملات کے متعلق اُس نے ہماری صلاح پر
 عمل کیا تو پہلے ہم اپنے ملکی اقتدار سے اُسکی تائید کریں گے اور آخرین ہزور تیغ اُسکی لگا کر ہنگامہ کسی بیرونی
 سلطنت کی طرف سے اُس پر کسی طرح کا ظلم و تعدی نہ ہونے دینگے اس سے زیادہ وجہی طور پر ہم اُس کے حق میں
 کوئی بات نہیں کر سکتے تھے اوس سے کم ہر کامی ہو جانا بھی لازمی نہیں تھا۔ اس پر بھی شیر علی الٹاب کی طرح
 "مکہ را در ناخوش" تھا تو اُس کا سبب یہ تھا کہ جس طرح وہ ہم سے بیزار تھا اُسی طرح خود اپنی ذات سے بھی وہ
 بیزار تھا۔ سناؤں کی طرح اُس پر بھی غم اور تبدیلی طاری ہوئی اور سناؤں کی طرح اُس کو بھی یقین ہو گیا کہ اُس نے
 آپ اپنے پاؤں میں ٹھکانا ہی نامی۔ بایںہم اُس نے ہماری نصیحت پر عمل کیا اُس نے بیستان کی پنجایت کی
 کیس قدر تعلق کو اپنی ملحق سے اتاری اُس نے خزانہ کاٹ مین کی مود بانہ چٹھیاں ہمارے دیسی راجہ کے
 پاس بالکل ملائیہ طور پر بھیج دیں اور ۱۸۴۳ء میں ہمارے اُس کے دربار کوئی جسکرم نہیں رو گیا تھا
 اور نہ کسی جھگڑے کی امید تھی۔

۱۸۴۳

مختصر تاریخ لارڈ لانس راجہ جلد دوم

لیکن ۱۸۴۴ء میں افغانستان کی وزارت میں تبدیلی واقع ہوئی اور اُس کے ساتھ افغانی سرحدی

اکثر انکے بیان واقع ہوا کرتی تھیں۔ اس قسم کی مہربانیوں کا وہ جہان تک جھگو یا دپڑا میں اُسکو بیان کرتی لیکن وزڈس ورتھ کے مندرجہ ذیل خیالات ظاہر کر دینے سے میری شفقتی ہوئی جاتی ہے کہ۔

”کسی شخص کی عمر کا بہترین حصہ وہ ہے جب وہ اپنی نہ فی اور شفقت کے چھوٹے چھوٹے کام کرتا ہوا اور نہ اُنکا نام لیتا ہو نہ یاد رکھتا ہو۔“

لارڈ لائسنس کو کبھی کسی شخص نے نہ سنا ہو گا کہ کسی اُنسے مدد و طلب کی ہو اور وہ متوجہ نہ ہوے ہوں۔ جھگو پہلے سے کچھ نہیں معلوم تھا لیکن جب میں اُنکی سکرٹریہ (مستندہ) کے طور پر کام کرنے لگی تو جھگو معلوم ہوا کہ خیرات میں وہ کس قدر صرف کرتے تھے اور کس کشادہ دلی اور غیر ناپیشی طریقہ سے وہ داد و ہش کرتے تھے اصل حاجتمندوں کو جس شوق سے وہ دیتے تھے اُسکا حال بیان نہیں ہو سکتا اور اگر جو حصلہ دلانے کے لیے میرے ایسے کسی شخص کو وہ کچھ انعام اکرام دیتے تھے تو اُسکے ساتھ ہی ہنسی میں کچھ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ ظان کام کے لیے دیا جاتا ہے جس سے کچھ گولگو کرنے کا موقع نہیں رہ جاتا تھا۔ جب جھگو اُنکی خدمت میں نیاز حاصل ہوا تو اُسکے تھوڑے ہی دنوں بعد اُنکو معلوم ہو گیا کہ میرے مزاج میں غنایت شعاری نہیں تھی لیکن اب میری خراجی کا زمانہ گویا بالکل گزر گیا۔ وہ میری تنخواہ کا ایک حصہ خواہ مخواہ اپنے پاس رکھ لیا کرتے تھے اور اُسپر پانچ فیصدی سود دیتے تھے اس سے میرا رزق محفوظ ہونے لگا ہندوستان میں حساب کتاب کے متعلق اُنکو کوئی محاسب بھلا کیا دھوکا دے سکتا آمدنی کے مطابق خرچ کرنے کا سیدھا سادہ اصول یہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کچھ بچ رہے اور کسی نہ پڑنے پائے بڑا کرٹ سے اُٹھ جانے کے بعد اُس سال کچھ دنوں تک ہم لوگوں نے ٹائز کوئے میں قیام کیا اور اسی جگہ سے اُنکی طاقت اور بصارت میں قطعی طور پر فرق آنے لگا۔ اسی عرصہ میں جو مصیبت اُنپر رہی بیشک کبھی عمر بھر نہ پڑی تھی۔ ابتدا سے حصہ سال مذکور میں یہ پریشانی رہی کہ روز بروز اُنکی بصارت کم ہوتی گئی اور دوسرا حصہ سہ ماہی صرف ہوا کہ اُنکی آنکھوں پر جراحی عمل ہوتے رہے جن سے چار مہینہ تک وہ انتہائے مرتبہ کی ادویت میں مبتلا رہے اور قریباً بیٹائی سے معذور ہو گئے۔ جن لوگوں نے اس زمانہ میں اُنکی تیمار کی تھی وہ خوب جانتے ہیں کہ کس صبر و استقلال سے اُنھوں نے یہ مصیبت کے بڑے بڑے دن اور پہاڑی راتیں کاٹی تھیں۔ سب سے بڑھکر اُنپر اس بات کی آفت تھی جب وہ خیال کرتے تھے کہ بصارت بالکل جاتی رہیگی اور دوسروں کی محتاجی ہو جائیگی جو ایسی صورت میں ضروری آئندہ سال آئندہ کے موسم بہار میں کچھ امید پیدا ہوئی۔ کچھ لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد دوسری بار جراحی عمل کرنے کی تجویز ہوئی جس سے ایک آنکھ کی روشنی کسی قدر بڑھ گئی اور اُس سے وہ اپنے دوستوں کو دیکھنے اور تھوڑا بہت پڑھنے لکھنے کے قابل ہو گئے۔

۱۸۷۷ء کا موسم برسات انکا گیند میں صرف ہوا۔ اُس زمانہ میں کچھ دنوں تک میں اُنکے لیے لکھتی پڑھتی رہی۔

باطح زیادہ مخفی اور زیادہ شائستہ ہوتی ہیں۔ لیکن میں خیال کر سکتی ہوں کہ انھوں نے کچھ شباب ہی کے زمانہ میں عورتوں کو ترجیح نہیں دی۔ سو اسے اس صورت کے جب کوئی غلام بات اُنکے نزدیک ثابت ہوئی انھوں نے ہمیشہ عورت کو ہر طرح کی ہمت و لائق کہ جہاں تک اُس سے ممکن ہو تھی پہنچتی ہے مردان کے بارے میں بغیر انکی نیک طبعی کے ثبوت کے انھوں نے کبھی اعتماد نہیں کیا مردوں میں وہ سب سے زیادہ ہمت بہادری اور رہتنبازی اور عورتوں میں علم غربت اور خوبصورتی کی صفوں کو پسند کرتے تھے۔

اُنکے دل کی مربانی صرف اُنکے دوستوں ہی پر نہیں ظاہر ہوتی تھی بلکہ شخص اُنکے سامنے آتا تھا اُس پر ظاہر ہوتی تھی۔ ہارکٹ سے اسٹیشن کو بڑی و درجہ سڑک چلی گئی ہے جب اُس سڑک کی راہ سے سواری پر جاتے ہوتے تھے اور کوئی عورت سیل کیل جسطح کی مل جاتی تھی اور وہ اپنے ہماری بوجھ سے ٹھکی چلی جاتی ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ ایسی عورت کا تو کراہتلم کر زمین پر رکھوا لیتے تھے اُس سے نہایت ہی شفقت کی باتیں کرتے تھے اور انکو اپنی لون عنایتوں کا ممنون چھوڑ جاتے تھے جو انھوں نے ہمیشہ غلام کے ساتھ کی ہیں۔

رہنہ کے پھاگنوں پر جو کونٹھریان بنی تھیں انہیں چار بورڈی عورتیں رہتی تھیں جنہیں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر ہی اور لارڈ لارنس اور ان عورتوں کی جو گفتگو میں نے سنیں انہیں بعض بعض باتیں بڑی دلگی کی ہیں۔ تین عورتیں مذہب کے بارے میں بڑا پختہ خیال کرتی تھیں لیکن میں دُرتے دُرتے کہتی ہوں کہ لارڈ لارنس جو تھی عورت کو مرج سمجھتے تھے جو بڑی چرب زبان تھی اور بھلا مذہبی احکام سے منحرف تھی اور جس پر شبہ تھا کہ اُسکو ایک اور قسم کے حظ نفسانی کی طرف میلان تھا۔ بہر حال لارڈ لارنس کے قیام پر ہارکٹ کے زمانہ میں وہ سب ایک جگہ رہا ہیں۔ ایک دور انکو اکوہم لوگ باہر نکلنے لگے اسکے ایک روز پیشتر ہی تیز ہو چلی تھی اور زمین پر چھوٹی چھوٹی شائین تمام گری پڑی ہوئی تھیں۔ لارڈ لارنس کے دل میں خیال گذرا کہ اس مکان کی محافظوں کے یہ بڑے کام آئیں گی۔ چنانچہ باوصف اس امر کے کہ وہ اپنی اتواری کی پوشاک پہنے تھے ہم سب لوگ بڑے بڑے گٹھے باندھنے اور (چاشین بہت بڑی گری تھیں) اُنکے کندے گسیٹ گسیٹ کر جمع کرنے میں مشغول ہوئے۔ اس طرح ہم جو پڑوں تک بڑھ گئے اور جگہ ایک فوجان آدمی کی صورت کبھی نہ بھولی جو ایک رنگین مزاج آدمی تھا اور چند روز پیشتر بال میں دعوت دُڑکھاتے ہوئے دیکھا گیا تھا اور وہ اس عجیب قسم کے گردہ میں جسکے سرخنے لارڈ لارنس تھے اور جو سب سے ہماری لکڑی کھینچ رہے تھے شریک ہو گیا جیسا کہ امید کی بجائے تھی اس سے انکو فائدہ ہوا لیکن لارڈ لارنس کی خاطر دروازہ کھولنے کے لیے جو عورتوں کو اُس سردی میں اٹھنا پڑا اسکے انکو بڑا صدمہ ہوا اور جب تک انھوں نے سنگین ادنیٰ ٹوپیاں جس سے بارش اور سردی دونوں کی حفاظت ہو سکتی تھی انکو لاکر نہیں دے دیں (اور یہ کچھ آسان بات نہ تھی) اُس وقت تک انکو چین نہیں ہوا۔ اسکو ل کے لاکون کے ساتھ سلوک کرنا مزدوروں اور مزدوروں کو عدم چاہے کی بیایان دینا حملہ کے پادری کی ہر ایک طرح سے مدد کرنا یہ باتیں

اور اُس وقت سے ماہ جون ۱۷۹۷ء کی غناک رات تک سب سے زیادہ قدر و منزلت اور سب سے بڑھکر الفت میرے دل میں انھیں کی طرف سے رہی۔ آخری زمانہ میں جب میں ایک مختصر طور پر اُنکے کچھ کام کی ہوئی تو ظاہر ہے کہ اُنکی گذشتہ اور موجودہ حیرانی کا خیال کر کے اُنکی جو خدمت میں کرتی سوچو ہی تھی۔ یہ میں نے کچھ خود ستائی کی راہ سے نہیں بیان کیا بلکہ اس قدیم مقولہ کے بطلان کے لحاظ سے کہا ہے کہ ”بے تکلفی میں نفرت پیدا ہوتی ہے“۔ میں اُنکی پرنیوٹ زندگی کو دیکھ کر برس تک اپنی اُنکے سے دیکھنے کے بعد اب بقلب صادق یہ بات کہتی ہوں کہ اُنسے بڑھکر سچا اور شریف انفس آدمی کبھی نہ پیدا ہوگا۔ عیوب بیشک انہیں بھی تھے لیکن جو لوگ اُنکے حالات سے واقف ہیں اُنکے نزدیک یہ عیوب بمقابلہ اُنکی نیکی کے ایسے تھے جیسے آفتاب میں داغ ہیں۔ اور اُنکی نیکی اپنے گرد و پیش کے لوگوں پر محبت اور رحم دلی ظاہر کرنے میں بمنزلہ آفتاب کے تھی۔

سرخ جان لارنس کی صورت سے بڑا اضمحلال معلوم ہوتا تھا اور اُس وقت کی کیفیت دیکھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کام کرتے کرتے تھک گئے تھے اور اُنکے قوا ضعیف ہو گئے تھے۔ لیکن جس وقت اُنکی جو دت طبع اور وہ عام بلبل جو اُنکی موجودگی سے مچی رہتی تھی دیکھی تو میرا وہ خیال رفتہ رفتہ دور ہو گیا اُنکے واپس آنے کے اول دو ایک سال کے حالات کی بابت میری یادداشت خطا کرتی ہے اسکول پورٹ کے انتخاب سے بڑا جوش و خروش پیدا ہوا اور میرا تکیہ تین جو کام انھوں نے کیا وہ گویا اس بات کا سبق تھا کہ کام کس طرح سے انجام کرنا چاہیے لیکن اُس جگہ کی گرمی اور اسکول پورٹ کے جلسوں کی تکلیف اور اذیت نے اُنکی تندرستی پر ایک بڑا خراب اثر پیدا کیا۔

لارڈ لارنس کے حالات سے زیادہ میں اُس وقت واقف ہونے لگی جب میں براکٹ ہال میں تھی۔ وہ کچھ کچھ بڑے شائق اور ہمیں بڑے مشتاق تھے اور بڑی زبرد و توجہ کے بعد انھوں نے مجھ کو بھی اُس فن میں کامل کر دیا وہ ہر فن کئی گھنٹے یہ کھیل کھیلا کرتے تھے چنانچہ اکثر بارش کی حالت میں بھی وہ کھیل کھیلا کیے۔ براکٹ ہال کے قریب ایک بڑا تنو مندا درمی رہتا تھا وہ اس کھیل میں شریک کرنے کے واسطے بلایا جاتا تھا اور جب میری حماقت سے کبھی بازی ہر جاتی تھی تو مجھ کو سخت افسوس ہوتا تھا۔ لارڈ لارنس کو اپنی دو چھوٹی بیٹیوں کی تعلیم کا بڑا خیال رہتا تھا۔ زیادہ تر ان کے اشخاص خاندان کی نسبت اُنکوں اور ان کے ترقی کے خیال رکھنے کا زیادہ موقع تھا۔ بڑائی کے تعطیل کے زمانہ میں اس بات کی بڑی کہہ ہوتی کہ وہ کافی عجلت کے ساتھ محنت کرتا۔ اُسکی اور کتا ہون میں سے تاریخ کا پڑھانا لارڈ لارنس نے اپنے ذمہ کر لیا تھا۔ ایک تعطیل کے زمانہ میں بڑائی کو ہارٹو کے مدرسہ میں پورٹسٹیر کے انعام کے لیے محنت کرتا تھی۔ پڑھنے کی کتاب ”ہینڈ بک آف ہیرس وارا“ تھی اور لارڈ لارنس اس کتاب کو دو گھنٹے روز خود پڑھاتے تھے اور اُسکے متعلق بحث اور سوال کرتے تھے۔ انھوں نے خود اس امر میں انہی کی کہ تھی کہ اگر وہ ہارٹو میں جا کر امتحان دیتے تو اُنکے مقابلہ میں اور کسی کو بہت کم فروغ ہوتا۔ لارڈ لارنس ان کے مقابلہ میں ان کیون کے بڑے معترف تھے اُنکا خیال تھا کہ ان کی ان لڑکوں سے

اکتوبر کے مہینہ میں لندن کو واپس آئے اور ایک مرتبہ پورا شہر پریشان انگلستان میں کپنی کا کام انھوں نے شروع کیا۔
 سنٹر اور سنٹر میں لکھنؤ کے دن کے بیشتر دن بندوستان ہوئے اور اس وقت میں گلاسٹر فیرفیکس کپنی
 کا کام کرنا شروع کیا اور لارڈ لارنس نے لکھا ہے کہ وہ ہمہ تن انکی خدمت میں مصروف رہتی تھیں اور کبھی
 انھوں نے گھبراہٹ نہیں ظاہر کی۔ ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں ڈیڑھ آٹ آڑیل کے یکبارگی مرجانے سے ان کو
 نہایت ہی صدمہ ہوا وہ ڈیڑھ کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان سے بہت محبت رکھتے تھے انکی بھانجہ یعنی زوجہ
 ستر جان لارنس کے مرجانے سے انکو ایک دوسرا صدمہ پہونچا کیونکہ ابتدائی ملاقات سے اب تک وہ
 نہایت ہی الفت کرتی آتی تھی۔

اور اب اس موقع پر میں قابل اسکے ہوا کہ میں گلاسٹر کا لکھا ہوا کچھ احوال بیان کروں جسکو
 لارڈ لارنس کے حالات پر ان آخری دس برسوں کی مدت میں بہت قربت کے ساتھ غور کرنے کا موقع ملا
 چنانچہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور جو یادداشتیں میں ذیل میں درج کرتا ہوں
 ان سے ثابت ہوگا کہ میں گلاسٹر نے لارڈ لارنس کی کیسی بیش بہا خدمت کی چنانچہ وہ لکھتی ہیں کہ۔

۱۸۶۹ء کے موسم بہار میں لارڈ لارنس کا ہندوستان سے واپس آنا نمبر ۱۲ گلاسٹر کے رہنے والوں
 اور اسی طرح میرے بھی بڑے لطف اور حیرت کا باعث ہوا۔ غریب کے زمانہ سے جب میں بالکل بچہ تھی میں ہمیشہ لارڈ لارنس کو
 رسم وقت سمجھتی آتی تھی اور جب ستر ہارٹ اوڈورٹس نے انگلستان میں اپنی مشہور پرنٹنگ کمپنی اس وقت سے میرے
 اس خیال کو اتنا سا مرتبہ کی ترقی ہوئی اس موقع پر اس بہادر کو میں نے بھی ایک نظر دیکھا تھا جو پلیٹ فارم پر
 موجود تھا لیکن اپنے کسر نفس سے جو اسکا خاص طبعی تھا خاموش رہا حالانکہ جرم ظالمی نہایت ہی مشتاق تھا اور اس نے
 کئی مرتبہ ان سے پوچھنے کئے کی اسد عاکی پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر آخری ایام میں جب جس اتفاق سے
 میں ان کے ایمان خاندان کے ذیل میں داخل ہو گئی ان کے دیکھنے کی امید میں مجھے ایک طور کی خوشی اور خوشی کی حالت
 طاری ہوئی اس میں شک نہیں کہ ایک بڑے ذاتی تعلق کی بات تھی کہ ایسا جلیل القدر شخص ایک ایسے آدمی کے ساتھ
 جو ہر طور سے بے وقعت ہے کس طرح سے پیش آئے گا میرے کان میں پہلے پہل انکی یہ آواز پڑی تھی کہ "وہ سب کہاں ہیں"
 اور جب اسکے وہ ایک گھٹنہ کے بعد میں ستر جان لارنس کے حضور میں پیش کی گئی تو میں نہیں کہہ سکتی کہ آیا میرے
 ہوش و حواس بجاتھے یا نہیں۔

اب تک بھی جو وقت میں اس خوف اور تعجب کی مجموعی مجنونانہ حالت کو یاد کرتی ہوں تو میا ختمہ بھونسی آجاتی
 ستر جان لارنس نے میرے بے حقیقت سلام کے جواب میں بے اعتنائی سے سر ہلایا یا اپنے جب وہ رات کو سوئے گئے
 جانے لگے اور باقی اشخاص سے رخصت ہو کر انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو اس وقت میرا سب خوف جا بجا رہا

مشورہ کیا اور انھوں نے ہکو صلاح دی کہ موسم بہار تک اس انتظار کرنا چاہیے کیونکہ اس وقت پوری طرح سے جالہ پڑ جائیگا۔ اب میرے شوہر میں بہت تازگی آگئی۔ انکی آنکھیں گرجا گھر کو جانے اور نارتھ بریڈسٹون انشورنس کمپنی کے کارروائی کرنے کی سب باتیں جاتی رہی تھیں اور اب وہ یہ کہ انکو ایسے مددگاروں کی کبھی کمی نہیں ہوئی جو خوشی اور مسرت جان جسکو کوئی خاص کام نہیں تھا ہمیشہ اپنے باپ کی خدمت کو موجود رہتا تھا۔ اسکی بہن سٹیرس بزنس لائڈ ۳۰۔ جنوری کو یکایک قضا کر گئی اور اسکا اسکو بڑا صدمہ ہوا۔ ان صابرانہ انتظاری کے مہینوں میں ہم لوگوں بڑی خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ لیکن وہ ہمیشہ بڑی خوشی کے ساتھ اپنے دوستوں سے ملاقات کیا کرتے تھے اور وہ بھی بڑی نیک سیرتی اور مہربانی سے برابر آیا کرتے تھے کتابیں پڑھنے کی خواہش اب انکو ایسی ہو گئی تھی کہ کسی زمانہ میں ایسی خواہش نہ ہوئی ہوگی اور ہماری لڑکی ایمائی اور مس گاسٹر نے باوازلہ رکتا بین پڑھ پڑھ کے سنانے میں اپنے کو بہت ہی پیش قدمی ثابت کیا جبکو اس تعداد کے بیان کرنے میں خون معلوم ہوتا کہ اسطور سے کتنی کتابیں وہ سن گئے۔

دو وسط فروری میں ہم پیمپسٹر ٹوین کے پاس گئے اور انھوں نے تجویز کیا کہ جالے کے رفع کرنے کا یہ وقت بہت مناسب ہے۔ لیکن انھوں نے ہم سب لوگوں کی تسلی کے لیے صلاح دی کہ پہلے اور کمالون علی الخصوص سٹیرس جوڑف فریئر سے مشورہ لے لیا جائے جو حال میں انکی یہاں آتے جاتے تھے اور جو کھنڈین سٹیرس ٹری کے ساتھ انکے آخری وقت میں تھے۔ انکی تجویز کا بڑے تردد کے ساتھ انتظار کیا گیا لیکن جس کمرہ میں ہم لوگ منتظر تھے وہاں انھوں نے بہت جلد واپس آکر کہا کہ وہ متفق اسے ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو عمل کیا جائے اور بخوبی امید ہے کہ اسکا نتیجہ مفید مطلب پیدا ہوگا۔ سٹیرس ٹوین نے کہا کہ کب تک آپ تیار ہو سکیں گے میرے شوہر نے بلاتامل یہ جواب دیا کہ کل تک۔ لیکن جب سٹیرس ٹوین چاہتے تھے اسکی نسبت یہ زمانہ قبل از وقت تھا کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم لوگ کل فرڈ اسٹریٹ کے کسی ٹوٹن میں جو انکے مکان کے قریب تھا اٹھ جائیں گے تاکہ وہ متواتر وہاں آجاسکیں۔

عمل جراحی کے لیے ۳۔ مارچ ہفتہ کا دن مقرر کیا گیا صبح اٹھ کر ہم ضروریات میں حسب معمول مشغول ہوئے اور میرے شوہر صبح کی نماز پڑھنے آئے۔ طعامِ چاشت کے بعد ہم لوگ آئرن لاج کو گئے اور وہاں ڈیوٹن اور ڈوچر کی ملاقات کی اور کچھ دیر تک انکے وہاں ٹھہرے رہے۔ انھوں نے بڑی مہربانی اور عنقراری کی اور وہاں جانے سے ہم لوگوں کو بڑی فرحت اور خوشی حاصل ہوئی وہاں سے واپس آنے کے بعد

دوسرے کے ساتھ برداشت کیا، ہفتون کے گزرنے کے بعد افادہ کی کچھ صورت معلوم ہوئی اور شب و روز انکی بیمار کی ضرورت ہوئی۔

۱۶۔ اگست کو ہم لوگوں نے بندوبست کیا کہ انکو لیکر فوگسٹون میں کچھ دنوں رہیں اس زمانہ دراز میں جو جو معیبتیں اُنہیں گزرتی رہیں اُنکے بیان میں انہیں بہت طول نہ دوں گی صرف اسقدر کہوں گی کہ وہ بہادر اور صبر من بھی قاصر نہیں ہوئے اور خدا کی مدد وہ اُنکی مرضی پر شاکر رہے فوگسٹون کے قیام سے انکو یہ مانہ ہوا اور باوقات مختلف ہم انکو ایک بڑے بیماری پہلاک بلغین لجا سکے جہاں وہ گسٹون تک ٹھہر سکتے تھے شخص نے دہلی کے نفع کرنے اور ایک بگڑی ہوئی سلطنت کے سنبھالنے میں مدد دی تھی اُسکو اب بیشک اسطور پر پڑا ہوا دیکھ کر ایک عجیب حد تک گزرتا تھا لیکن ہم لوگوں کو جو ہر روز اُنکے نگران حال رہنے میں شرفیاب تھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی معیبت سے بھی زیادہ تکلیف برداشت کرنے کی بہت رکھتے تھے اور ہوا اس متولدہ کی تصدیق ہو گئی کہ جو شخص اپنے نفس پر قادر ہو وہ ایک شکر کو نفع کرنے والے شخص سے غفلت میں بڑھا ہوا ہے اُنکے برابر کسی شخص نے اپنے دل پر قابو نہ رکھا ہو گا اور خدا کی مدد سے انہیں تکلیف برداشت کرنے کی قوت بڑھتی ہی گئی۔

”جسوقت درد کی شدت میں سخت ہونے لگی تو انکی قوت عود کرنے لگی اور وہ تھوڑی دیر تک سوا رہی پاپیدل سیر کے لیے نکلنے لگے۔ وہ بینائی سے بالکل معذور نہیں تھے لیکن ایک آنکھ کی بصارت بالکل جاتی رہی تھی اور دوسری آنکھ کی بصارت ایسی ضعیف تھی کہ ذرا سی تیز روشنی بھی اُنکو بڑی تکلیف دیتی تھی۔ ہم اس امر کے دریافت کر لینے میں قاصر نہیں رہے کہ یہ حمل جو کیا گیا تھا اس میں بالکل ناکامی ہوئی تھی۔ ہم سب لوگوں پر اسکا بڑا رنج گزرا لیکن انھوں نے کوئی سخت کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ اُنکی ناک سیرتی ہوئے پن اور صبر نے ہم لوگوں کے نزدیک اُنکو پیشتر سے بھی زیادہ عزیز کر دیا اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ کس روز وہ ڈائننگ روم میں ہم لوگوں کے ساتھ کانا کھا سینگے ہم اول ہفتہ اکتوبر کو لندن میں واپس آئے اور جب ہمارے بیٹے شام کے وقت گھر آئے تو انکو یہ دیکھ کر بڑی خوشی اور تعجب ہوا کہ وہ پھر ایک مرتبہ کانا کھانے کی میز کے پاس اپنے باپ کو بیٹھا ہوا دیکھ سینگے مرنے اتنا فرق تھا کہ اُنکے لیے لقمے بنانا پڑتے تھے۔

”دوسرے روز ہم پھر اُس کمال کے پاس گئے کہ دیکھیے اب کیا صلاح دینا ہے اُسے کہا کہ جب تک دوسرے مرتبہ عمل نہ ہو گا اسوقت تک دوسری آنکھ میں روشنی نہ آئے گی کیونکہ اسپر جالا آگیا ہے۔ لیکن اُس نے پہلے مرتبہ کی طرح یہ بھی کہا کہ اب کے مرتبہ جو جراحی عمل ہو گا وہ محض خفیت ہو گا۔ چونکہ ہم اسکے پیشتر ایک مرتبہ تجربہ اٹھا چکے تھے اس واسطے ہکوا اُسکے کہنے کا کامل طور پر یقین نہ ہو سکا۔ اور ہم نے منتر تو مین اور منتر کو بران دو کا لو۔“

اور اس بات کا خیال کر کے انگور وحی صدمہ ہو رہا تھا لیکن سمجھتا ہوں کہ جن محنتوں کے سبب سے انکی کیفیت ہو رہی تھی انپر ہرگز انگور افسوس نہیں ہوا اور اگر وہ زمانہ پھر اور کچھ نہ کرتے لیڈی لائسن بیان کرتی ہیں کہ۔

آپ بڑی گاڑھی مصیبت کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا لے تو اسوقت کو دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں جو انگور صبح کی دعاؤں کے پڑھنے میں واقع ہونے لگیں کیونکہ وہ اکثر وہ اور ہو کر کتاب کو میرے حوالہ کر دیتے تھے اس سال موسم بہار میں انھوں نے مشہور کمال سسی لینزیشن سے جسے بڑی متوحش خبر سنائی تھی مشورہ کیا اسے کہا تھا کہ آپ کے بارے میں میری صلاح یہی ہے کہ آپ اپنے کام سے استعفا دیں۔ اس سے میرے شوہر کو بڑا صدمہ پہونچا۔ اور ڈاکٹر کڈ کی رائے سے انھوں نے ایک اور کمال سے مشورت کی جسے بڑی امید دلانے والی رائے ظاہر کی اور کہا کہ میں بصارت کو صحیح کر دوں گا لیکن اسکی تدبیر سے صرف تھوڑے زمانہ تک فائدہ رہا۔ جولائی کے مہینہ بیشتر سے بھی خراب حالت ہو گئی اور اسی کمال نے اب جراحی عمل کی صلاح دی۔ میں نے امین مخالفت کی او اسی طرح ڈاکٹر کڈ نے بھی پہلے اپنی ناراضی ظاہر کی کمال کا کہنا مرج رہا اور بند و بست کیا گیا کہ یہ عمل ۱۳ جولائی کے پنجے دن کو کیا جائے اب سوائے اسکے اور کوئی بات باقی نہیں رہی تھی کہ اس مصیبت کا بھی سامنا کر کے بہبودی کی امید کی جائے۔ اس افسوسناک دن کو وقت معینہ پر ہم سب لوگ تیار ہوئے۔ میں اور وکٹ فاؤنٹین پیٹھے ڈاکٹر ون کی راء دیکھنے لگے یہ بڑا سخت اور افسوسناک کام تھا۔ لیکن وہ بڑے بہادر اور شہرور تھے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہم میں سے دونوں شخص اس بات کی بڑی کوشش کر رہے تھے کہ ایک دوسرے پر یہ بات ظاہر نہ ہونے دے کہ طرفین پر کیا گذر رہی ہے۔ جسطرح وہ یکہ و تنہا سینہ تانے ہوئے اپنی زندگی میں آخری مرتبہ بغیر کسی ہاتھ یا لکڑی کی مدد کے کوبھے پر چڑھ گئے تھے گویا اسکی تصویر اسوقت میری نظروں کے تھے پھر ہی ہے۔ واروے بیہوشی سنگھار و دعمل کیا گیا اور بہت جلد ختم ہو گیا اور ہکو امید اور یقین ہوا کہ کوئی ضرر نہ پہونچا ہوگا اور عجب نہیں اگر شفا ہو جائے۔ وہ اسی طرح بٹاش تھے اور جو دوست انکی ملاقات کو آئے تھے ان سب سے بلا تکلف انھوں نے باتیں کیں۔

میں اس رات ڈرائنگ روم میں ایک کوچ پرانے قریب سوئی۔ اور صبح ہونے ہی کو تھی کہ انھوں نے ایک بار مجھ سے پکار کر کہا کہ مجھے سخت صدمہ گذر رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے بہت زور سے کسر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ ہم لوگ بہت خائف ہوئے اور جسوقت ڈاکٹر اور کمال آئے تو وہ بھی یہ کیفیت دیکھ کر خاموش ہو گئے لیکن انگور اب بھی امید تھی کہ یہ درو رفع ہو جائیگا افسوس کہ اسکے بعد روز افزون ایذا کے ساتھ ایک بڑی نابینائی اور جاکنندی کا زمانہ گذرنا رہا جسکو انھوں نے نہایت ہی حیرت انگیز بھولے پن

انھوں نے اس بات کی بڑی کوشش کی کہ اسٹینٹن مین کو لے لنگڑے لڑکوں کا جو خیرات خانہ تھا وہ اس قرضہ سے بری کیا جاتا جس میں وہ مبتلا ہوا تھا۔ آخر کو اس کے خاطر خواہ بنیاد پر قائم کرنے میں انکو کامیابی حاصل ہوئی انھوں نے اینڈریو کپٹن کے اس کام میں جو مشرقی لندن میں ہوتا تھا بڑی توجہ کی اور مزدور و پیشہ عورتوں کی امداد کے لیے جو کمیٹی قائم ہوئی تھی اس کے وہ صدر بن گئے۔ مدد کے لیے ان کے پاس بہت سی درخواستیں آئیں اور کوئی مجبور عورت کبھی بغیر ان بات کے رخصت نہیں کی گئی کہ ان کے بارے میں کامل طور پر تحقیقات ہوئی اور بشرط ضرورت انھوں نے اس کو فی الواقع مدد بھی دی۔

جنوری ۱۸۴۷ء میں انھوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے سلی تھامز کو مقام ہارڈوکی جانب روانہ کیا۔ وہ لڑکا ڈاکٹر ٹینڈر پوائنٹسٹر کے مکان میں مقیم کیا گیا لیکن بند و بست کر دیا گیا کہ بچے کے طور پر اس کو پٹنری ہارٹ پر رکھا جائے جو ایک نائب مدرس تھے اور جنگ و بہت سی باتوں کے اعتبار سے لارڈسٹون اور ہندوستان کے قریبی تعلق رہا تھا۔ اس کا باپ مقام ٹینڈر پوائنٹسٹر میں جان لارنس کا ہم کتب رہا تھا اور سسرال کے رشتہ سے انکو اڑچ ویکن ٹینٹن اینڈریو کپٹن کے بڑے بھائی سے قرابت تھی اور انکی زندگی کا بہترین حصہ ہندوستان میں بھٹی کے ایک سو ٹینٹن کے طور پر ختم ہو چکا تھا۔ انکی ماں سرباز ٹینڈر پوائنٹسٹر کی بہن تھیں اور حال میں خود انھیں کی شادی ہوئی تھوڑے سا کے ساتھ ہوئی تھی جو سرباز ٹینڈر پوائنٹسٹر کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ اس لڑکی میں اپنے باپ کی ستمی زندگی دلی اور خوبصورتی پائی جاتی تھی اور اپنی قیمتی کے زمانہ سے لارڈ لارنس کی سرپرستی میں پرورش پائی تھی اور اس وجہ سے یہ بات پیدا ہوئی کہ بمقام ہارڈوکی ہی گھر میں سرمدی حکمت علی ہندوستان کے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے دونوں فرقوں کے دلا (وہ لوگ جنگی خاصیت اور حکمت علی کے اختلافات کے بارے میں اس کتاب کا ایک بڑا حصہ صرف کیا گیا ہے) یعنی سرباز ٹینڈر پوائنٹسٹر اور لارڈ لارنس کبھی کبھی ہفتہ کے دن ایک ایک دکانی پڑ جاتے تھے۔ اس شخص سے پہلے پہل اسی ہارڈوکی ملاقاتوں میں مجھ سے شناسائی ہوئی جسکی سولہ عمری میں اس وقت گھر رہا ہوں اور جسکی وہ مہربانی مجھ کو سب باتوں سے بڑھ کر یاد رہی جو چند عرصہ تک میرے حال پر مبذول رہی اور بعد اُس کے وہ تھکا کر گیا۔

۱۸۴۷ء کے موسم خزاں میں لارڈ لارنس مجبور ہوئے کہ پراگٹ کمال کو جہان وہ بڑی خوشی سے آرام اور عزت نشینی کی بہت سی فصلیں گزار چکے تھے ترک کریں اور اسی زمانہ یعنی آغاز ۱۸۴۷ء میں انکی بصارت جو کئی سال سے ضعیف رہتی آتی تھی بالکل انکو جواب دینے کی علامتیں ظاہر کرنے لگی برسوں تک انھوں نے کچھ ہی میں اور اپنی میز پر ایک صوبہ کے انتظام اور ایک سلطنت کے استغناء میں جو حد سے زیادہ جانفشانیان کی تھیں انکا اس وقت نیچر انتظام لے رہا تھا۔ گو اس بصارت سے محروم ہو جانا آفت عظیم تھی

کام کے بارے میں وہ رکھتے تھے اور جب اُنکے یہ خیالات تھے تو لارڈ لارنس کے ضروری خیالات ہونگے چنانچہ اُنکی خاص عبارت یہ ہے۔

چند سال کا عرصہ ہوا کہ مین لارڈ لارنس مرحوم اور سِر لارنس ریڈ مرحوم کے ساتھ جو اپنی زندگی میں لندن کے اسکول بوز ڈوون کے افسر رہے تھے مشرقی کنارہ لندن یعنی ایچٹن گرین کے تین بھاری اسکولوں کو دیکھنے گیا تھا اور مین نہیں کہہ سکتا کہ یہ بڑے بڑے اسکول اور وہ لڑکے جو وہاں دراز اضلاع سے اکٹھے ہوئے تھے دیکھ کر میرے دل میں کس قدر جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ مین یہ نہیں کہہ سکتا کہ تہذیب سے بلکہ متمدن مغرب کی تہذیب سے ایسا ہوا تھا۔ اُن مدرسوں سے واپس آکر مجھ کو سخت حیرت تھی کہ کیا کرنا یعنی آیا جو کچھ مین نے دیکھا تھا اسپر خوشی کے نعرے مارتا یا اس بات کا خیال کر کے آہ و زاری کرتا کہ اس ملک کے لوگوں کے فائدہ کے لیے اُس زمانہ کے دوبرس پیشتر کچھ نہیں کیا گیا۔

لندن میں لارڈ لارنس نے ہر قسم کے خیراتی کام مستعدی سے انجام دیے۔ جب کبھی اُنکی صلاح لی گئی یا اُنھوں نے دیکھا کہ اُنکی صلاح کا نتیجہ اچھا نکلیگا تو اُنھوں نے خرچ مشنری سوسائٹی کے جلسوں میں شرکت کی اور اُنکی کارروائیوں میں دل سے لحاظ کیا۔ ہندوستان میں مشنریوں کی کارگزاری کی بابت جو اعلیٰ راسے اُنھوں نے قائم کی تھی وہ اُنکی اپنیج کے ایک خلاصہ سے ظاہر ہوتی ہے جو ڈیرلین مشنری سوسائٹی واقع ٹائیبری کے ایک جلسہ میں اُنھوں نے کی تھی۔

باوصف اس امر کے کہ انگلش لوگوں نے اس ملک کے فائدہ کے متعلق بہت کچھ کیا لیکن مشنریوں نے ہندو کام کیا ہے جو اور تمام وسائل سے بہت مجموعی ہوا ہوگا۔ اُنکو ایک سخت اور مشکل کام تھا جس میں اُنکو کس طرح کی تقویت نہیں ملی بلکہ بعض اوقات خود اُنکے ہوطنوں نے بہت کچھ اُنکی بیدلی کی۔ اور اُنکو ایسے ایسے لوگوں کی طعن و تشنیع سننا پڑی جو اُنکے مواعظ کو حقیر اور ماتحت سمجھتے تھے لیکن اُنکی دلی سرگرمی پکے عقیدے اور اُسی نظیر سے جو شاید اُنھوں نے میرے نزدیک تمام عالم کے لیے پیدا کر دی ہے ایسا نتیجہ پیدا ہوا کہ مجھ کو اس امر میں کسی طرح کا شبہ نہیں رہا کہ بہت مجموعی وہ ملک بھر میں ہر دل عزیز میں گہرے گہرے گروہ بالکل اُنکے عقیدے کے خلاف ہیں۔۔۔۔۔ میرے نزدیک سالہا اور وقتاً فوقتاً ان مشنریوں کا رسوخ بڑھا جائیگا اور اگر خدا کی مہربانی ہوئی تو وہ وقت ضرور آئیگا جب لوگوں کے بڑے بڑے گروہ خاص اپنے عقائد کو زائل کرنے اور یہ سمجھنے کے بعد کہ ایک خالص اور سچے اور پاک مذہب کا ہونا ضروریات سے ہے وہ کرسچین ہو ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لینگے اور جب وہ مذہب قبول کر لینگے تو اُنکی مسائل کے مطابق عمل کر لینگے۔۔۔۔۔ خاص میرے دل میں اُنکی (مشنریوں کی) اور اُس مقصد اعظم کی جبین وہ مشغول ہیں بڑی عظمت اور جگہ ہے اور میں اس میں بڑی خوشی اور فخر سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی کے ان آخری ایام میں اُس کا راہم کی مدد کروں جسکو وہ اس قدر کر چکے ہیں۔

آئندہ کارروائیوں کے قواعد مقرر۔ گئے اور مقرر کر کے کام پھر جاری کیا گیا۔ سٹرکٹورڈ جو بحیثیت مقرر اسکول بورڈ ہارٹوڈ لارنس کے پاس رہے اور جو اس دہر سے مسئلہ ہذا کے متعلق تحریر کرنے کا بہترین منصب رکھتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ

ابتدائی دو سال تک چلے اور کیٹیان۔ یہ قریب متواتر منعقد ہوتی رہیں اور ان میں اکثر چلے اور کیٹیان ہی وقت میں منعقد ہوئیں لارڈ لارنس ایک کمیٹی میں جہاں تک ممکن ہو تھا شریک ہوتے تھے اور جو وقت چلے ایک وقت میں ہوتے تھے تو جہاں وہ شریک نہیں ہو سکتے تھے وہاں انکا پریزیڈنٹ سیکریٹری جانا تھا اور انکی اطلاع سے رپورٹ تیار کر لانا تھا۔ انہیں کی ہدایت یا انہیں کی شرکت کا رے بورڈ کی اس کمیٹی میں مقرر اور انکی تقرین تفریح کی انہیں یہ کمیٹی تھیں یعنی خزانہ کی کمیٹی۔ تیاری نقشہ جات کی کمیٹی جسے لندن کی مردم شماری کے نئے اسکولوں کے بننے کی سفارشات کی تعمیرات کی کمیٹی جسے عمارت کی جگہیں تجویز کر کے مکانوں کے نقشے کھجوائے۔ قواعد و دستورات کی جسے لندن کے وٹل حصوں میں جبر کی اصلاح کے متعلق عملہ مقرر کیا تھا۔ خزانہ اسکولوں کی کمیٹی جو موجودہ وقت دائرہ میں اسکولوں کے ساتھ اس بات کے حدود بیان تجویز کر کے انپر عملدرآمد کرتی تھی کہ بورڈ کی تحریک سے بذریعہ مختصر پینٹ جوڑ کے وہاں روانہ کیے جائیں داخل کر لیے جائیں۔ اور کمیٹی انتظام مدارس جسکے ذمہ تمام بورڈ اسکولوں کی گوانی اور انتظام مقرر تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے معاملات جنہیں ابتدائی ایام میں غور کرنا پڑا وہ ایسے متعدد اور پچھرا تھے اور انپر توہم کوئی اسقدر حاجت پڑی کہ کام جیسے زیادہ بڑھ گیا اور لارڈ لارنس کورات رات بھر جاگنا پڑا اور وہ مجبور ہوئے کہ کشتہ کم موسم ہمارے تین مہینے کی رخصت لیکر باہر جائیں۔ وہ ماہ جون میں واپس آئے تو انکی تندرستی میں کیتھرتی ہوئی ورہی کے دوسرے مہینہ بورڈ نے جو پہلا اسکول آؤٹ گینگل سٹرکٹورڈ میں (یعنی در سہ ہوائیٹ چپل) قائم کیا اس کے جلسہ افتتاح میں وہ صدر انجمن بنے اول بورڈ کا آخری جلسہ جو ۲۶ نومبر ۱۸۸۴ء کو منعقد ہوا انہیں علاوہ اس کے کنارہ کشی کرنے والے چیرمین کی نسبت دلی شکرگزاری کا وٹل دیا گیا اس بات کی بھی اطلاع دی گئی کہ ممبرین اس مقصد سے ایک چندہ جاری کیا ہے کہ لارنس اسکاٹشپ کے نام سے دو ویلفے ایک لڑکوں کے واسطے اور دوسرا لڑکیوں کے واسطے مقرر کر کے لارڈ لارنس کی صدر انجمن کی یادگار قائم کریں۔ اور مستقل فہرستان بورڈ نے ایک نقدی چندہ دستخط کر کے انکی ایک تصویر سٹرکٹورڈ فینشن کی بنائی ہوئی پیش کی جو بورڈ والے کمزین رکھتے ہیں۔ اب اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ اسپنہ مرتے وٹمک وہ سرپرستہ تعلیم کے اس کام کا براہر دل سے خیال رکھتے رہے جسکے ترک کرنے کو وہ مجبور ہو گئے تھے۔ اور سٹرکٹورڈ نے ایک اسپنہ میں جو انہوں نے فی الحال مقام فٹڈ ٹو مین دی تھی اس بات کا اشارہ کر کے کہ ایک مرتبہ وہ بورڈ کے ان اسکولوں لارڈ لارنس کے ساتھ آئے تھے خاص اپنی مجرور بخشش زبان میں وہ خیالات ظاہر کیے جو اس انجام شدہ

جو خاندان بھرمین نہایت ہی ہر دل عزیز رکھن ہو گئی اور ہر وقت انکی حاجات و سکنات کو دیکھ کر خاندان کے اور لوگ اُسکو پیار کرنے لگتے تھے۔ دوسرے مہینہ میں لارڈ لارنس پہلا پہل اور مین سمجھتا ہوں کہ شاید آخری مرتبہ اپنی قلیل املاک واقعہ گریٹینی کو دیکھنے گئے وہاں کے جھوپڑوں اور لوگوں اور گر جا گھر کو دیکھا اور جہاں تک اُنکے اسکان میں تھا ہر ایک کی حاجتوں کو پورا کیا۔ باہر کی سیر کرنے سے آئین بہت قوت آگئی اور دو ایک سال تک انکی حالت ایسی رہی جس سے اُنکے خاندان کو انکی تندرستی کی حالت سے کسی بات کے تردد کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوئی۔

جب پارلیمنٹ کی نشستیں نہیں ہوتی تھیں تو وہ برابر اپنے مرغوب مقام براکٹ ہال کو جایا کرتے تھے اور جیسی خوشی اُنکو اس بات سے حاصل ہوتی تھی کہ وہاں اُنکے خاندان کے لوگ لڑکے لڑکیاں پوتے نواسیان یہ سب جمع ہوتے تھے ویسی خوشی اور کسی بات سے اُنکو نہیں ہوتی تھی۔ اُنکے پوتوں اور نواسیوں وغیرہ کی تعداد کثرت سے بڑھتی جاتی تھی۔ یہ سب اپنے بچپن ہی سے اُنسے مالوف ہونے لگے تھے اور وہ بھی انکی صحبت میں بالکل لڑکوں کی طرح سے شریک ہوتے تھے تعطیل کے زمانہ میں کبھی کبھی وہ مقام پولیس میں پہنچتے اور اُنکے خاندان اور مقام نارتھک میں گزرتے ہوئے اور کنسٹن اور اُنکے اہلیان خاندان کو دیکھنے جاتے تھے۔ براکٹ کے اسکولوں کو وہ حسب معمول دیکھنے جایا کرتے تھے جنکو اُس قرب وجوار میں اُنکے سکونت پذیر ہونے سے وہ فائدہ پہونچا جو آٹھ برس پیشتر سوئٹ گینٹ میں رہنے سے اُس نواح کے مدارس کو انکی ذات سے پہونچا تھا۔

ماہ نومبر ۱۸۴۷ء میں لارڈ لارنس نے پورے تین سال کام کرنے کے بعد اسکول بورڈ کی ملازمت سے کناراہ کشی کی۔ اُنکے خاندان کے لوگوں نے پھر انکی ملازمت نہ چاہی کیونکہ اب انکی تندرستی اس قابل سمجھے جو کام کو برداشت کر سکتی۔ چیرمین کی حیثیت میں اُنھوں نے جو کام کیا تھا وہ نمائشی نہیں تھا (نمائش بچوں سے اُنکو خود ہی نفرت ہوتی) بلکہ وہ اصلی تھا۔ اور اُسکے نتائج عرصہ تک قائم رہے بڑے بڑے اصول جیورڈ کی کارگزاریاں منحصر تھیں وہ مسٹر فارنٹر کے مسودہ کے ذریعہ سے پہلے ہی منع ہو چکے تھے۔ لیکن یہ مسئلہ دیدہ و دانستہ چھوڑ دیا گیا کہ آیا اسکول بورڈ وون میں مذہبی تعلیم جاری ہونا چاہیے تھی یا نہ چاہیے تھی اس بار میں لارڈ لارنس کی بڑی شرکت اور طول طویل مباحثہ کے بعد ۱۸۴۷ء میں ضروری رزولوشن (تجویز) یہ صادر ہوا کہ مذہب پل پڑھائی جائے اور آئین سے ایسے بیانات اور ہدایات اخلاقی اور مذہبی اصولوں میں منضبط کر کے بتائے جائیں جو اطفال کی استعداد کے لیے موزون ہوں اور اسی قاعدہ پر انگلستان اور دیگر کے اکثر اسکولوں میں ہر زمانہ با بعد برتاو کیا گیا۔ اور امور کے متعلق جو کام تھا وہ تفصیل طلب ہے بورڈ کی

نیلپس میں ہو چکا تھا۔ نشانہ کی کیفیت پر سے طور پر معلوم ہوئی جس جگہ کو چند ہی روز پیشتر ہم خوش سواد چھوڑ گئے تھے وہ اب کالی بھوری اور دیران معلوم ہوا۔ قتی قتی ایک خوشاک ہوا سن سن چل رہی تھی زمین گندھا کی سیاہ راکھ سے ڈھکی ہوئی تھی اور ہوا اسی راکھ کے غبار سے سیاہ تھی اور آنکھوں کو اندھا کیے دیتی تھی اصل میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سارا ملک قائم میں مبتلا ہے اور آواز عجیب طرح کی ہولناک پیدا ہوتی تھی باوصف اس تاریکی کے جسوقت ہم لوگ طعام کنٹینر کھانے کے لیے تھے تو وہ اور زمین دونوں آدمی اپنے ہونٹ سے ایک پرنسپل پرنسپل کے اسکول کے معائنہ کو روانہ ہوئے اس کام کے لیے یہ موقع مناسب نہیں تھا لیکن انکو اس اسکول کا ایک خاص خیال تھا اور انھوں نے اپنا مقصد پورا کیا۔

روح میں انکو اپنے خاندان کے متعلق ایک بڑی خوشی کی خبر ملی یعنی یہ کہ انکے بڑے بیٹے جان کی شادی نیپری سے ہوئی جو پرنسپل پرنسپل ساکن گلن گارڈن واقع آریل شایر کی انکو قتی بیٹی تھیں۔ فلائسن اور میلن کی راہ سے وطن جاتے ہوئے انھوں نے انکی کی جیادون کی سیر کی وہاں سے وہ ورتونا اور وینس کو گئے اور ہر شہر شہر کی کیفیتوں میں انھوں نے گورنمنٹ اسکولوں کے معائنہ کو کہیں فراموش نہیں کیا۔ جمیل گارڈن پر ریشم کے کیڑوں کا ایک بڑا کارخانہ دیکھا انکو بہت لطف حاصل ہوا اور اسی طرح نیپری میں کسانوں کی مذہبی گرجاؤں کی دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے جو ادھر ادھر کے دیہات سے کسی بڑی بھاری نفر میں آکر ٹوٹن میں جمع ہوئے تھے اور چونکہ اندرونی حصہ گر جاگھڑ کا آدمیوں سے بالکل بھرا ہوا تھا اس سبب سے سڑک پر معلوم ہوتا تھا کہ انکی جماعت کی جماعت کی بارگی رکوع و سجود میں مصروف ہوئی تھی۔ پرنسپل پرنسپل وہ انٹسپرکٹ اور اسی طرح مقامات میں بیٹن فریکٹورٹ گاؤں اور پرنسپل آئے۔ اسطور پر وہ سفر جو لارڈ اور لڈی لارڈ نے باہم کیا تھا تمام ہو گیا اور ان کے حالات جو میں نے لڈی لارڈ کی تحریرات سے تفصیل وار لکھے ہیں اگر ان سے سواے راقم کے اور کسی کو لطف نہ حاصل ہوا تو مجھ سے بڑی بھاری غلطی ہوئی۔

انگلستان میں اگر پھر ایک مرتبہ اسکو کام کرتے ہوئے دیکھنے سے جب خوش ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اب کوئی ڈاکٹر بھی مجھ کو اس بات کی ترغیب نہ دے سکیگا کہ میں یہاں سے پھر کہیں جانے کا قصد کروں وہ برابر اسکول ٹوٹن کے جلسوں اور ناٹھ پرنسپل انٹورٹن کمپنی کی کمیٹیوں میں اور مختلف خیراتی امور کے جلسوں میں جتنا خیال انکو جان کے برابر ہا کرتا تھا شریک ہوتے تھے وہ گاؤں اسپتال کی کونسل کے بھی ایک مقرر ہوئے اور جہاز بیگیئر کے غرق ہونے کے متعلق جو کمیشن تحقیقات قائم ہوئی تھی اس کے پرنسپل بھی مقرر ہوئے اس کام میں انھوں نے اسی مستعدی اور جفاکشی سے محنت کی جس طرح انھوں نے پنجاب کے نہایت اہم زمانہ کی تھی۔ انکے بڑے بیٹے کی شادی ۲۲- اگست کو ہوئی اور اس سے لارڈ اور لڈی لارڈ اسکول کا ایک لڑکی حاصل ہوئی

کسی تصویر خانہ میں انکو اسطرح سے نہیں دیکھا کہ انھوں نے آنے کے سبب سے کلو شیمین جو روشنی ہوئی تھی اُس سے وابستہ متحیر ہوئے۔ شام کے وقت اس موقع پر انھوں نے باہر نکلنے کی جرأت کی تھی یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے سوائے اُسے اور کسی کو بہت کم لطف ملیگا لیکن جبکہ اُس آخری سفر کے حالات طوالت کے ساتھ بیان کرنے میں بہت حائل تھے۔ جو میں نے اُنکے ساتھ کیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اب اُس وقت میں اُنکی تندرستی کے بارے میں زیادہ متروک نہ تھی کیونکہ انگلستان چھوڑنے کے بعد میری تندرستی میں قحطی طو پر ترقی تھی۔ میں نے اُنکی برقراری کا زیادہ لحاظ نہیں رکھا بلکہ میں سمجھی کہ اُنکی خواہش تھی کہ اس چند مہینہ کی تعطیل میں جو انھوں نے حاصل کی ہے وہ خوب سیر کر لیں۔

ہم ٹپلس میں آخر ماہ اپریل میں داخل ہوئے اور اُس شہر کو بہت ہی مرغوب طبع پایا۔ پھولوں کی کثرت اور جس طریقہ سے وہ چلتے وقت گاڑی میں لٹکائے جاتے تھے اور جیسی کم قیمت اُنکے واسطے دینا پڑتی تھی ان سب باتوں سے انکو بڑا حائل تھا ہماری جماعت کے جو لوگ سن میں کم تھے انھوں نے کوہ وِٹو وِٹس کے جانے کا قصد کیا لیکن میں نے اور انھوں نے خیال کیا کہ ہم لوگوں کے سن اس قابل نہیں تھے کہ جو وہاں جاتے۔ سائیکو جاتے وقت ہم نے چند گھنٹے شہر پائپٹی میں صرف کیے اس سیر سے انھوں نے خوب ہی حظ اُٹھایا اور یہ کہا کہ وہاں کی کیفیتیں ہندوستان اور وہاں کے اوضاع و اطوار اور آدمیوں کو کس قدر یاد دلاتی ہیں۔ مقام سائرٹو میں ہم نے آٹچ وِٹکن اور سٹرین بلنٹ سے شناسائی پیدا کی اور اس شناسائی کے بعد بہت جلد ہماری اُنکی بڑی گاڑی دوستی ہو گئی۔ ہم وہاں دس روز ٹھہرے رہے اور قرب و جوار کے مقامات کو خجرون پر سوار ہو کر کئی مرتبہ دیکھنے گئے لیکن ہم نے ہندوستان کے اُنکے واسطے ایک چھوٹا سا نیز قدم ٹانگھیں اُنکی خاص سواری کے لیے منگوایا تھا۔

اُس زمانہ کی سب سے بڑھ کر کھل بلی کوہ وِٹو وِٹس کا اخراج تھا جو جاری ہو چکا تھا۔ ہم نے بڑے خون کے ساتھ اُنکی کیفیت دیکھی رہ رہ کر ہونا ک صدا پیدا ہوتی تھی اور دن کے وقت دھوئیں کے بادلوں کا اُٹھنا اور شب کو بڑے بڑے شعاؤں کا ٹھکانا ایک حیرت انگیز اور عبرت خیز کیفیت تھی۔ میرے شوہر کو کانوؤں کے اُن باشندوں کو دیکھ دیکھ کر بڑا ترس معلوم ہوتا تھا جو گھبراہٹ میں اپنے کانوؤں سے نکلے جاتے تھے اور ٹپلس سے روزمرہ جو تار برقیان اور پٹھیمان آتی تھیں اُنپر دل پسا جاتا تھا۔ دس روز کے قیام کے بعد انھوں نے وطن جانے کی خواہش ظاہر کی اور اپریل کی آخری تاریخ کو ہم روانہ ٹپلس ہوئے اب آتش فشاں کا بدترین زمانہ ختم ہو گیا تھا اور جو وقت ہم سڑک سے گزرنے لگے تو ہم نے غول کے غول دیہاتیوں کو راہ میں دیکھا کہ وہ اپنے گھروں کو پلٹے جاتے تھے یہاں پھر انھوں نے ہم لوگوں سے کہا کہ وہاں کی کیفیت دیکھ کر مجھ کو ہندوستان کا انتشار یاد آ گیا۔ ہر گھر کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کا اسباب لیے آتے تھے ہاں باپ اپنے اپنے بچوں اور بچوں کو لیے چلے جاتے تھے اور شاید جا بجا خجرون اور ٹوٹوں سے بھی مدد لیتے تھے

سائنس کے بڑے دن کو لائسنس انجینئرن کے ساتھ یا 'جنکو ہم' دفون سے ہانٹنے اور پسند کرنے لگے تھے اور جو ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسکی ہم سچی قد اونٹن کرتے تھے زندگی کے انقباضات ہمارے گھر میں خوب واقع ہو رہے تھے اور ہمارے اطفال اپنے بچنے مکان سے بچتے جاتے تھے یہ شادی ۲۸- فروری کو واقع ہوئی اس کے ایک مہینہ کے بعد ہم گرم ترماک کو ہالے قابل ہو سکے میرے شوہر نے اس بات کو ناپسند کر کے کراکول ہونیکا م ادھر وادھر چھوڑ دیا جائے استغناء دینے کی خواہش ہر کی لیکن انیسے باہر کر گیا کہ ایسا نہ کریں۔ اس واسطے وہ رضامند اپنی نوکری برقرار کریں اور تین مہینے کی غیر ماضی کی رخصت لیں۔

لائسنس پیلے پیرسن کو گئے جو انکو لطف میں اسوجہ سے اور بھی دو بالا معلوم ہوئی کہ فی الحال وہاں جنگ اور قحط واقع ہو چکا تھا۔ انھوں نے تو ریز اور سینٹ کلوئس کے ویرالون اور دوسرے بیرونی قلعہات جنکو چند برس ادھر تو ریز پین ہر ہر گھر کے لوگ جانتے تھے مگر اب بالکل فراموش ہو گئے تھے مہمانہ اتفاق سے انکا پہلا آن انجینئرن اشخاص کے ساتھ ہو گیا جو محاصرہ کے ختم ہونے کے بعد بھوک سے مرنے والے باشندوں کی مدد کرنے آئے تھے اور جو انکی دیکھی سنی باتوں کے متعلق بہت کچھ کہنے سننے کو تھے۔ لائسنس انجینئرن اور ریونیویرا کی عام لطیفہ چولنے انکی تندرستی میں ایک قابل احساس اصلاح کی اور وہ اس قابل ہو سکے کہ ناہل سرزمین رہنے اور اس سخت موسم کے برداشت کرنے سے جو انکو ہنسنی اور انڈینز کے مابین آپٹین پہاڑ پر پڑا تھا وہاں کی کیفیت سے خطا تھا اسکے چنانچہ لائسنس انجینئرن جنکی تحریات میں بہت کم مختصر کرتا ہوں

مہینہ کہ۔

• شہر روم میں ہم نے بڑے لطف کے ساتھ تین ہفتے بسر کیے ہم نے ان چنانے سیر کے مقامات کا معائنہ کیا جنگو تین برس پیشتر ہم باہر کے بعد جب سیر کرنے چلے تھے تو دیکھا تھا اور وہاں بہت سی ایسی باتیں ہمارے دیکھنے میں آئیں جنھیں اس درمیان کے زمانہ کی غنماک اور فرحت آگین بائیں ہکویا د آئیں وہ اپنے آپ میں نہیں تھے اور میں تو کتنی ان ہم سب کے سب اس طرح کی سیر و تفریح میں مشغول تھے کہ ہم نے کافی طور سے آنگے روکنے میں کوشش نہیں کی۔ وہ اس ذوق میں شریک نہیں ہو سکے جسکو ہم میں سے اکثروں نے گزرا گھروں میں چل کیا اور جس وقت ہم لوگ ادھر ادھر گھومنے جاتے تھے تو وہ اضطراب کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے۔ اسی موقع پر انھوں نے خاص کر کے اپنا کسل ظاہر کیا۔ انکو پڑانے شہر میں گھومنا بہت پسند تھا لیکن اگر ہم اپنی سیر میں زیادہ عرصہ نکا دیتے تھے تو وہ بیقرار ہو جاتے اور ہمارے ہم سے جلدی کرنے کی تاکید کرتے جاتے تھے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اور پیدل سیر کرنے جانا پسند کرتے تھے۔ تصویروں اور سنگتشرش کے تصویر خانوں کو بھی وہ پسند کرتے تھے۔ یہ بات نہیں ہے کہ انھوں نے اپنے کو کبھی تصویروں کا عمدہ معرفت خیال کیا ہو یا اس بات کا دعویٰ کیا ہو کہ وہ تصویروں کے حالات سے زیادہ واقف تھے لیکن ہم نے

جنگے بارے میں قطعی طور پر اختلاف رائے موجود ہوگی تو اُسکی کاروائی پر جہتہ داری کا احتمال ہو سیکے گا لیکن کبھی ایسے معاملات میں جنگو وہ نہایت اہم سمجھتے تھے خاص کر کے مذہبی تعلیمات کے مسئلہ میں جسپر بڑی گرجوشتی سے بحث ہوتی تھی وہ یہ کارروائی بھی کیا کرتے تھے۔ اس امر کے بارے میں انھوں نے ہمیشہ یہ خیال ملحوظ رکھا کہ جن مسائل پر ہر فرقہ کے عیسائی متفق ہوں وہ بہ نسبت مختلف مذہبی مسائل کمین زیادہ وقیع ہیں اور ہکوا اختلاف کو نہیں بلکہ اتفاق کو یاد رکھنا چاہیے۔

اسکول بورڈ کے چھوٹے کاموں میں انکے پرنسپل سیکرٹری منسٹر راجکوٹم اور انکی بڑی ناکتھ دایٹی اینجین نے جو اکثر صبح کا پورا وقت انکے کام میں صرف کیا کرتے تھے بلاچون وچرا انکی مدد کی لیکن تردد و خرابی گاس کی روشنی اور بابک کو انکی طاقت مخلوب نہ کر سکی۔ پینڈی لارنس کمتی میں کہ۔

چہار شنبہ کو سہ پہر کے وقت بورڈ کا جلسہ منعقد ہونے والا تھا اور چونکہ میرے شوہر نارتھ ریشن انشورنس کمپنی کے ڈیرکٹری تھے اور انکے جلسے بھی اُس روز سہ پہر کو منعقد ہونے والے تھے اس واسطے وہ دن بھراس روز کام ہی میں مشغول رہے۔ ہکوا اکثر انکی اس حالت سے بہت رنج پونچا جب وہ ایسے موقعوں سے بظاہر نہایت تھکے اور ماندے واپس آئے لیکن انھوں نے کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ انکو بہت کام کرنا پڑا تھوڑی دیر تک قیلولہ کرنے اور ایک پیالی چائے پینے کے بعد وہ بہت تازہ ہو جاتے تھے اور گھر پر خواہ باہر طعام ڈنر کھانے کے قابل ہو جاتے تھے لیکن بھوشن آف لارڈس کی نشست کی حالت میں اپنے مقدمہ پر وہ شام کو جب موسم اچھا ہوتا تھا تو بھی باہر نہیں جاتے تھے۔ سائیکل کے موسم بہار میں جسے گرمیوں بھر رہنے کے لیے پراکٹ ہال واقع ہنزگورڈ شائر میں ایک مکان لیا۔ یہ ایک وسیع اور خوبصورت جگہ تھی اور لارڈ گورڈ کی املاک تھی اننگلش لوگ اس جگہ سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ آخری زمانہ میں لارڈ گورڈ ہنزگورڈ پراکٹ ہال میں رہتے تھے اور اسی مقام پر انھوں نے قضا کی تھی۔ یہاں کئی برس تک ہمنے خوب عیش اٹھایا اور اہالیان خاندان کا یہاں خوب ہی مجمع رہا گو وہ اگلے زمانہ کی طرح اب بہت دور تک ٹھہر نہیں سکتے تھے لیکن بظاہر انکو دیہات کبھی سنسن نہیں معلوم ہوا ہمارے پاس ایک چھوٹی سی گاڑی تھی جسپر سوار ہو کر ہم بڑی دور دور تک لطیف سیریں کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ چوٹ والے گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کرنا بہت پسند کرتے تھے اور ہکوا یاد ہے کہ انکے پاس ایک سبزہ رنگ گھوڑی تھی جو "پینڈی کینٹ" کے نام سے پکاری جاتی تھی اور جسکو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اس گھوڑی کو وہ انکے حال پر چوڑ دیتے تھے کہ جس طرح چاہنے دوڑے اور جو وقت انکی بصارت میں فرق آنے لگا تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم لوگوں کو بچ گئے۔ لیکن اکثر کار کا اثر کم و بیش انپر پڑتا ہی جاتا تھا اور ہکوا دور دور و تردد ہوتا جاتا تھا۔ آخر کار اپنے ڈاکٹر کی صلاح سے بڑی اکرارہ کے ساتھ وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ جاڑے کے موسم میں کچھ دنوں کے لیے باہر ہوائیں۔

لیکن اس اثنا میں ایک ناگہانی تقریب واقع ہوئی جس سے ہم لوگوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ہماری چوتھی بیٹی میری

پندرہ مہینہ باب ۱۱ نہایت

کہ قبول ان کے گورنمنٹ ہند سے دو تمام اصول خارج کر دیے جائیں جو عیسائیت کے خلاف ہیں، کیونکہ اس کی پسند کے اصول سے انحراف ہوتا عیسائی مذہب کا تحمل خیرات اور جامعیت یہ سب باتیں بالاسے طاق ہوں اسی طرح سے اب ان کی طبیعت نے جو غدر کے شکنجے زمانہ میں ان کے قابو میں رہی تھی ان کو ان وقعی فزون کے پھل انصاف کرنے کے لائق رکھا جنہیں سے ایک کی خواہش یہ تھی کہ اگر اس کو اختیار ملتا تو سرکاری امداد کے مدد سے اس کو اسکول کی خواندگی سے خارج کر دیتا۔

مستشرق اور ڈیوڈ ہگکینسن جو اب بڑی بیعت کے ساتھ لارڈ لارنس کی جگہ اسکول بورڈ کی پریزیڈنٹ یعنی صدر بنی اور ظاہر بہت صحیح طور سے بورڈ کے متعلق لارڈ لارنس کی کارگزاری اور ان کی توجہ کا حال بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ۔

اس بات کا خیال کرنا ایک بڑی ہماری غلطی ہوگی کہ لارڈ لارنس اپنی ان نئی خدمتوں کو نہایت ہی شوق اور رغبت کے ساتھ انجام کرنے گئے تھے۔ کیونکہ اگر محوشی انہیں ضرور پائی جاتی تھی اور جس نیک کام میں وہ مشغول ہوئے اس کا ان کو کمال یقین تھا اور جب کوئی کام کرے کو ہوتا تھا تو وہ اپنے امکان بھر کوئی کوشش اٹھائیں رکھتے تھے لیکن تقریر سے وہ بہت تنگ ہوتے تھے۔ انعقاد بورڈ کے پہلے سال ہماری کارروائی کے اصل اصل طریقوں کے متعلق ساتھیوں سے چھٹکارا پا جاتے اور ایک مہینہ تک سیاہ و سپید کا کل اختیار ان کو ملتا چو کہ وہ ایک محض کام کیلئے ملے آتی تھے سو اس سے وہ چاہتے تھے کہ اسکول ہائیں ہمارے طرح کام کرے اور ان اسپینچون سے وہ بہت تنگ ہوتے تھے جن سے غلطی کی کوئی علامت ظاہر کی ہو یہ سکن غامبی طور کی گفتگو میں انھوں نے اپنے اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ قول تھا کہ میں اس طرح کھڑا رہتا ہوں جس طرح خامرو کی حالت میں میں کھڑا رہتا لیکن ہر وقت کام کرنے کے کا منظر رہتا ہوں۔ بلکہ یاد ہے کہ قریب قریب حریفانہ طور پر انھوں نے لارڈ لارنس کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا لوگ لندن کے ان حصوں میں جہاں تعلیم سے نہایت ہی لاپرواہی رہی تھی میں اسکول بلا انتظار ان صحیح بات کے جو تیار ہو رہے تھے جاری کر دیں۔

وہ خود بہت کم بولتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خیریتن ایسے معاملات کی بحث میں کسی طرف شریک ہوگا

اسی طرح چھ مہینے تک برابر پنجگستان میں انکی حالت گذری پھر اپنی بہن کی قبر دیکھنے کے واسطے وہ سرسری طور پر لنکن کو گئے اور وہاں سے پلٹتے وقت انھوں نے ایک مرتبہ کائنات اور ہاتھ کو دیکھ لیا۔ ہمان انکا بچپن اور جوانی گذری تھی اور جزیرہ واپس میں اپنے خاندان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ عرصہ سیر کرتے رہے۔

جب بعد بڑی محنتوں کے مکان ملا اور اسکا سبب وغیرہ فراہم کیا گیا تو مئی ۱۸۵۷ء کے موسم خزاں میں وہ ٹوئنٹس گینٹ پر ۲۶ نمبر کے مکان میں سکونت پذیر ہونے کے قابل ہوئے۔ قرب وجوار کے ہارٹی کچنگسٹن لغات میں جہاں وہ اپنی پرانی استعداد کے ساتھ داخل ہوئے تھے کبھی کبھی گزرت کھیل کا کیلنا اور کبھی ان کو گولف پارک میں جسکو انھوں نے سنہ ۱۸۵۷ء کے موسم خزاں کے واسطے لیا تھا شکار کیلئے جانا انکی مجلس فریحات تحصیل اسکے بعد کے موسم سرما میں سنٹر فارٹس کے بڑے قانون تعلیمات کے مطابق لندن اسکول بورڈ کا پہلا انتخاب شروع ہوا۔ ملک کے بعض بڑے سربراہ اور دھرمک تعلیمات اسمین ممبری پانے کے خواہشمند تھے اور جب لارڈ لارنس سے ملنے کتب خانگی کی طرف سے ممبری کے واسطے کہا گیا تو انکو ذرا عجیب نہیں معلوم ہوئے۔ بہت سے دوستوں نے انکی تندرستی کے خیال سے انکو اس عہدہ کے قبول کرنے کے خلاف رائے دی۔ ہر کام بھی کچھ ایسا نہیں تھا جس میں انکو کوئی خاص مہارت حاصل ہوتی لیکن ہندوستان کی تعلیم کے بارے میں وہ کچھ کر چکے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ اسی طرح سے پنجگستان میں بھی بہت کچھ کام ہو سکتا ہے اور جو وقت ان لوگوں نے جزیرہ انکو اعتماد تھا اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اپنے نام اور اپنے مشورہ سے بھی اسمین عافیت کر سکیں گے تو انھوں نے پہلو تہی نہیں کی اور ایک جماعت کثرت نے انکو منتخب کیا۔

اس جدید بورڈ کا پہلا کام یہ تھا کہ ایک چیرمین منتخب کرے شکست امیدواروں کی لیاقوتوں پر بحث کرنے کے لیے جگہ نامزد ہونے کا احتمال تھا بہت سے خانگی جلسے منعقد ہوئے اور انہیں یہ بات پائی گئی کہ لارڈ لارنس کا رقبہ سواے سنٹر فارٹس کے کوئی نو سیکھا جگہ نئے کٹافز سنٹ لوگ بڑے معین تھے۔ لیکن کٹافز خان میں پہلے جو جلسہ منعقد ہوا اسمین دونوں کے ذریعہ سے سب دعووں کا تصفیہ ہو گیا اور لارڈ لارنس اتفاق رائے چیرمین اور سنٹر زید اسکے ڈپٹی چیرمین مقرر کیے گئے سنٹر زیدون جنھوں نے لارڈ لارنس کے ساتھ بورڈ میں کام کیا تھا لکھتے ہیں کہ۔

ہم اس بات کو بہت ہی قیمت سمجھتے تھے کہ اپنے انکا نام ایک ایسے نامی گرامی بورڈ میں شخص کو افسر مقرر کر کے شروع کیا۔ وراہتہ اسی سے ہمارے اپنے انتخاب کی دشمنی ظاہر ہونے لگی۔ بورڈ میں جو بعض بعض لوگ منافق طبع تھے انہیں انصاف اعتماد اور استقامت پیدا ہونے لگا جو خوب یاد ہے کہ لارڈ لارنس ہمارے مباحثوں کے وقت

پانچویں گھنٹہ کے مہربین یہ شادی ماہ فروری ۱۸۰۱ء میں ہوئی تھی اور اسکی وجہ سے ایک خاندان جو کئی نسلیں
 انگلستان اور افریقہ کے لوگوں کے ساتھ حقیقی ہمدردی لانے کی بابت ممتاز رہا اُس خاندان میں بقربت قریب
 وصل ہو گیا جسے غالباً ہندوستان کی طرف سے اسکے ایک نازک وقت میں اور کسی تنفس خاندان سے کم
 کام نہ کیا ہو گا اسطور پر گھروالوں کا گروہ بہت جلد گھٹا جاتا تھا۔ اس پچھلی شادی کے ہونے کے بعد امین
 (اگر وہ بیٹے شامل نہ کیے جاتیں جو کم و بیش باہر ہی رہتے تھے) صرف دو بیٹیاں اینیلی اور ماڈباقی رہ گئیں
 لیکن ایک تیسری بیٹی مین گاسٹر کو کسی طرح سے فرو گذاشت کرنا لازم نہیں ہے ابتدا میں اُسے سو گھنٹہ
 مکان میں اطفال لارنس کی نگرانی میں بڑی مدد دی تھی جب اُنکے والدین ہندوستان میں تھے لیکن اب
 ایک گرفتار رکھن خاندان ہو گئی تھی اور چند سال کے بعد جب لارڈ لارنس بوجہ نابینائی اپنے بہت سے
 محتاتی کاموں میں معذور ہو گئے تو اُسے بلا شکایت پرنیوٹ سیکرٹری کا بیش قیمت کام انجام دیا۔ آگے چل کر
 میں اُسکی چند یادداشتوں کو بیان کروں گا جس سے کافی طور پر ظاہر ہو جائیگا کہ وہ لارڈ لارنس کی عادات کو
 کس گرجوشتی اور عشق سے پسند کرتی تھی۔

لارڈ لارنس کے اکثر پرانے ماتحت اور احباب کننگٹن میں رہنے لگے تھے اور چونکہ اُنکے بھائی جانج
 اور ریچرڈ اور اُنکے سوانگ گرنی ٹریوٹلین اینڈ کوک رینکین سینٹن کار جان تھا رٹن اڈورڈ تھا رٹن
 اور بہت سے دوسرے اشخاص جو ہندوستان میں اعلیٰ عہدوں پر رہ چکے تھے آیا جایا کرتے تھے اس لیے
 اُنکا مکان ہنزہ ایک مرکز کے تھا جس میں کم سے کم انڈیا آفسن کا لطف تھا اور ہندوستان میں جو کچھ گذر رہا تھا
 انڈیا آفسن کے برابر اُنکے مکان سے واقفیت کامل حاصل ہو سکتی تھی۔

اور پرانے رفقا جنکے نام اس سوانح عمری میں پیشتر مذکور ہو چکے مثلاً کرسٹن سائڈزسن ریت
 چارلس بریڈلی اور اُنکے متعلق وغیرہ کے باعث سے جلسہ کارنگ بدلتا رہتا تھا اور تازگی پیدا ہوتی جاتی تھی
 جو بات تارک الملازمت اینگلو انڈین اشخاص کے گھروں میں بہت کم پائی جاتی ہے خاص کر کے ہراتوار کو
 سہ پہر کے وقت پیشان نامی گرامی اشخاص لارڈ لارنس کے مکان پر انکی ملاقات کو آتے تھے اور
 انہیں سے بعضوں کو اس بات کا اشتیاق ہوتا تھا کہ موجودہ معاملات ہند کے بارے میں اپنے میزبان کے
 خیالات سن آئیں اور لوگ اس سے بھی زیادہ اشتیاق کے ساتھ اُس خرمین واقفیت کی خوشہ چینی
 کرنے آتے تھے جو اُنکو چل تھی اور اسکے سوا اُنکے ذاتی سوانح کیا کم تھے اور سب حالات سے وہ کامل فن
 گورنر جنرل اپنے پورے تجربہ اور علم کے ساتھ ہر ایک شخص سے جو اُنکو سننے آتا تھا اُنکوں کی طرح سیدھے سادے
 طور پر بیان کر دیتے تھے۔

مبارکباد ویتا ہون اُس سے کچھ کم ہوئے آٹ لارنس کو نہیں دیتا ہوں۔
 سر جان لارنس کو جس قدر اس بات کا خیال تھا کہ جو لوگ اُنکے حالات کے نگہبان تھے وہ انکی نسبت عمدہ تر
 دین اُنکا خیال اس سدا کا نہیں تھا جو اسطرح سے اُنکو دی گئی تھی اُنکے سالانہ ۲۰۰۰ پونڈ کے وظیفہ کے بدلے جو انکی مدتِ عمر
 اور اُنکے دوسرے جانشین پر کے لیے ایک پیش مقرر ہوئی (یہ بتا دو وہ تھا جو انڈین گورنمنٹ نے کیا تھا)
 اس سے ظاہر ہو گیا کہ اعلیٰ حکام معاملات ہندو کی خدمتوں کو کیسا سمجھتے تھے۔ اور پھر انڈین گورنمنٹ کی ممبری کو
 دس سال تک محدود رکھنے کے مسودہ کی تائید میں بتاریخ ۱۹-اپریل اپنی بے لوث پیشکش کرنے کے واسطے
 جب وہ استاد ہوئے اور جوئے کی دونوں جانب سے خوشی کے نعرے بلند ہونے لگے تو اُس سے ظاہر ہوا
 کہ اُس منصب کے ممبر جس سے وہ پیدا نہیں ہوئے تھے منصب مذکور پر اُنکے مقرر ہونے کو کیسا سمجھتے تھے۔
 انھوں نے اپنے واسطے "لارڈ لارنس آف دینی پنجاب اینڈ آف گریٹ بری" یہ خطاب پسند کیا اور
 فی الواقع اور خطاب اس سے زیادہ موزوں نہ ہوتا۔ "علاقہ گریٹ بری" اُنکو انکی بہن کی محبت یاد دلانا تھا جو
 میدان سائنسری میں یہ چھوٹی سی املاک اُنکے واسطے چھوڑ گئی تھیں۔ اسکے باعث سے اسکی جدید پیری
 اور مختصر طور کی زمینداری قائم ہوئی۔ اور پنجاب کا نام وہ خدشہ یاد دلانا تھا جسکو صرف لارڈ لارنس ہی
 نہیں بلکہ اپنے اپنے موقعوں اور ریافتوں کے مطابق کل خاندان لارنس نے تاجِ انگلستان کے ایک
 سب سے بچھے اور شاید سب سے زیادہ ضروری حصہ ملک مفتوحہ ہندوستان میں انجام دیا تھا۔ لیڈی لارنس
 اپنے شوہر کے آنے کے چند مہینہ پیشتر سوئٹھ گیسٹ سے آئے گئی تھیں اور گورنمنٹ گیسٹ پر ۱۲ نمبر کا مکان ایک
 سال کے لیے کرایہ پر لیا تھا اور وہ ۱۰ مارچ کو اسی گھر میں سب خاندان کے لوگوں کا جمع ہوا تھا۔ پورے
 پانچ برس کے عرصہ میں اہلیانِ گل خاندان کے حلق بہت کچھ تبدیلی بحالی واقع ہوئی تھی۔ سر جان لارنس
 بعض لڑکے پورے جوان ہو گئے تھے۔ بڑے بیٹے جان نے گننچ کالج میں ڈگری حاصل کی تھی اور اب وکالٹین
 متان دینے کی کتابیں پڑھتا تھا دوسرا بیٹا ہرنی ونگٹن کالج کا استاذ پاس کر کے روزگار کرنے لگا تھا
 سارا بیٹا چارلس نازل بڑا اسکول میں پڑھتا تھا اور چوتھا بیٹا برنی جو خاندان بھر میں سب سے زیادہ محبوب تھا
 سکول میں پڑھنے کے لیے پہلے پہل مکان کو چھوڑتا تھا جسکی جدائی مان باپ دونوں کو کمال شاق تھی۔
 سر جان لارنس کی بیٹیاں بھی گھر بار والی ہو گئی تھیں یا جو نہیں ہو گئی تھیں انکی اب ناخن بندی
 چاہتی تھی۔ سب سے بڑی لڑکی گرنل ریڈن آل کے ساتھ ہندوستان میں بیاسی گئی تھی جسکا ذکر میں
 کر چکا ہوں۔ تیسری بیٹی ماہ جولائی ۱۸۴۷ء میں چارلس وائٹوڈ کے ساتھ بیاسی گئی جو علاقہ سکھ کے
 پیرش کے رکن تھے۔ اور چوتھی بیٹی ہرنی کی شادی فرانسس گنٹن کے ساتھ ہوئی جو اب اینڈو کی طرف سے

۱۶۹ء کو داخل ہوئے اور جیسا کہ دیکھنے والوں میں سے بعض لوگوں نے خیال کیا تھا وہ بہت ستہ دل معلوم ہوتے تھے انکا شکستہ دل ہونا حق بجانب تھا۔ اپنی وائسرائے کے زمانہ میں جیسا کہ وہ خود انکے طبی مشیر خوب جانتے تھے (گو انھوں نے اور کسی شخص کو اس کے جاننے کا ہرگز موقع نہیں دیا) اگر ایک ہی مہلک بیماری میں نہیں تو ایک جاں کاہہ بیماری میں حاضر و رہتا رہا ہے اور اگر اس نے دو چند نہ کیا ہوتا اور اس بات کی ضرورت نہ پیدا کی ہوتی کہ قواعد غذا میں اتنا مرتبہ کی پابندی کی جائے وہ دم بھر کے لیے اپنی تیز دستی موقوف نہ کرنے انکی تمام مدت ملازمت سرکاری میں یہ انکا قاعدہ کلیہ رہا کہ کام باقی نہ رہنے پائے،۔ وہ ایسی حالت میں وائسرائے مقرر ہوئے تھے کہ تمام باقی کام ڈھیر لگا ہوا تھا اور یوں نے نہان لیا تھا کہ چاہے جو کچھ ہوگا انکے بعد جو وائسرائے مقرر ہوا اسکے لیے یہ قباحت باقی نہ رہنے پائے۔ ان ڈاکٹروں سے انھوں نے انگلستان میں مشورہ لیا انکے نزدیک احتیاط کے ساتھ اب بھی کچھ نہ کچھ کام سکتے تھے انھوں نے اپنے معمولی اشغال میں کوئی بات نہیں بدلی وہ ہر ایک موسم میں باہر نکلتے سہتے تھے اپنی تندرستی کے لیے کبھی پریشان نہیں ہوتے تھے اور اسی سبب سے وہ پھر تندرست ہو جایا کرتے تھے۔ محبت اب انکے اختیار میں تھی اُس میں انھوں نے داخل ہو کر فائدہ اٹھایا اور پُرانے اور نئے دوست ب مرتبہ پھر انکے گرد جمع ہونے لگے۔ دنیاوی عزتوں کی انکو بہت کم پروا تھی بلکہ بالکل نہیں تھی جسوقت از خود انکو مل جاتی تھیں تو قبول کر لیتے تھے اور وہ بھی کچھ اپنے خیال سے نہیں بلکہ ان لوگوں کے ال سے جو انکو جان کے برابر عزیز تھے انھوں نے ایسی باتوں کی کبھی خواہش نہیں کی اور کسی مقدار کی باتوں نے انکا کبھی سر نہ پھرایا اور نہ کبھی انکو اس بات کی ترغیب ہوئی کہ وہ اپنے دل پسند اصولوں کا دتوں سے انحراف کرتے اور نہ اپنے پرانے رفیقوں کے دل میں خیال پیدا کرایا کہ وہ سیدھے ساوے ان لارنس ہونے کے سوا کچھ اور تھے۔

سکرٹری آف اسٹیٹ ہند مقرر ہونے کے بعد ڈیوٹ آف آرچل کے پہلے کاموں سے ایک یہ کام تھا جس اعزاز کے سر جان لارنس اتنے عرصہ سے مستحق تھے اور جس میں اس قدر تاخیر ہوئی تھی اس کے واسطے غارش کریں۔ انکے انگلستان میں داخل ہونے کے تھوڑے دنوں بعد سکرٹری آف اسٹیٹ نے انکے نام کی سچھی میں لکھا کہ "چند ہفتہ کا عرصہ ہوا کہ حسب تحریک ڈیوٹ آف آرچل میں نے سفارش کی اور حضور بلکہ عظمیٰ و خاوندی یہ اجازت دی کہ آپ کے اعلیٰ اوصاف اور نامی گرامی خدمتوں کے اعتراف میں آپ کو یہی منصب ملایا جائے۔ اور آج یہ سکرٹری خوشی حاصل ہوئی کہ حضور مدوہ نے جس منصب کی بابت مجھ کو یہ اجازت

دور وہ سپاہ کی قطار کے درمیان جو اُنکے اعزاز کے لیے آراستہ کی گئی تھی وہ پر نسیب گھاٹ کو گئے۔ لارڈ لارنس نے جہاز تک اُنکے ساتھ گئے اور ستر جان لارنس کی دو گارمین انھوں نے بذات خاص ایک خوشی کا نعرہ بلند کیا جسکے ساتھ ہی بڑی سرگرمی سے ہجوم ملا تھا۔ اُنکے نعرہ مارا۔ اور اسطور پر ہر طرح کے اعزاز اور تاسک اظہار کے ساتھ ہندوستان سے اُسکا سرپرست و ایجنٹ رائے ردا نہ ہوا۔ وہ سفر کا امارتا مگر سفر کا کوئی دماغ نہیں تھا اور سفر میں اُنکی جان گئی تھی وہ خمیدہ تھا مگر شکستہ نہ تھا گریٹ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قریب قریب سب سے پچھلا اور نہایت ہی نامی گرامی ملازمان کمپنی کا سربراہ و دروہ شخص تھا اگر اُن سب لوگوں میں سے کسی شخص کی نسبت صحیح طور سے یہ بات کہی جاسکتی تھی تو اُنکی نسبت کہی جاسکتی تھی کہ اپنی چالیس برس کی ملازمت ہندوستان میں اُسکا مقصد یہی رہا کہ ”افصاف سے کام کرے رحم سے عشق رکھے اور اگسار کے ساتھ ہمیشہ خدا کے حکم پر چلے۔“

باب پانزدہم لارڈ لارنس کے آخری ایام ۱۸۶۹ء لغایت ۱۸۷۰ء

باقی احوال بہت جلد بیان کر دیا جائیگا۔ ستر جان لارنس کی زندگی اب دس برس اور باقی تھی۔ لیکن بمقابلہ سالہائے سابق یہ باقی ماندہ برسین آرام اور خانگی عیش کی تحسین میں نے بیشتر کے ایک باب میں اُنکے خانگی طرز معاشرت کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں اُنکی عادات کے متعلق بعض بعض لطائف و ظرائف کی باتیں اور بعض ایسے واقعات بھی جو باعتبار سیاق و سباق اُنکی اس آخری زندگی سے متعلق ہیں بیشتر بیان کر دیے اس واسطے میں جہتاً ہوں کہ اب اُنکے اعادہ میں اس خیال مزید کو قوت نہیں دیکھنا چاہتا کہ جو میں نے ایک ایسے شخص کے خانگی طرز معاشرت کے بارے میں کوشش کر کے پیدا کیا تھا جسکی بیکاری کبھی شغل سے خالی نہ رہی ہوگی جو ضرورتاً یعنی طور پر اپنا کام تلاش کر لیتا اور اُسکو اپنی پوری قوت صرف کر کے انجام کرتا تھا اور جسکی رحمدلی اُنکی راستبازی ثابت قدمی اور جانفشانی کے برابر تھی جو اُنکی زندگی میں گل اوصاف سے ممتاز ہیں۔

انگلستان جاتے ہوئے وہ ایک ہفتہ سیلون میں اس واسطے متوقف ہوئے کہ ملک کی سیر کر لیں اور کافی کی زراعت کا ملاحظہ کریں جس سے اُنکو خاص شوق تھا اور جسکے انتظام کے متعلق اُنکو خیال تھا کہ اُنکے ایک بیٹے کے لیے معقول شغل پیدا ہو جائیگا لیکن وہ ان کی کیفیت دیکھ کر اُنکے خیالات بدل گئے وہ انگلستان

کھڑے تھے اُنکے چہرے پر جھجھکیاں پڑی ہوئی تھیں اور اُنکا درخشاں چالیس برس کی ہندوستانی ملازمت میں خمیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن اُنکا سر سیدھا تھا اور اُنکی آنکھ میں اب تک وہ سُرخ تھی جو ہندوستان کے نہایت ہی گاڑھے وقت میں اس قدر تیز ہو گئی تھی۔ اُنکے گرد وہ آزمودہ صلاح کار کھڑے تھے جن سے عمر بھر اُنکو سابقہ رہا تھا کچھ لوگ نصف دائرے کی شکل سے نیلی اور سنہری پوشاک پہنے ہوئے چپ چپ کھڑے تھے اور اُنکے درمیان چند قرمز و دیوانی چمکتی تھیں۔ زینوں کے نیچے جدید گورنر جنرل فوجوں کی سلامی اور تہیاریوں کی چمک میں پھرتی کے ساتھ گاڑی پر باہر آئے۔ اُنکا بدن بالاتمامند جسم کی ہلکی گرمی کی پوشاک سے ملبوس تھا۔ ایک لطیف ہلکے رنگ کا گلابد اُنکے گلے میں تھا اور چہرہ سے تندرستی اور سُرخ عیاں تھی۔ جس وقت وہ پھرتی کے ساتھ زینوں پر چڑھ آئے لارڈ لارنس ظاہری ناتوانی کے ساتھ تین قدم آگے بڑھ کر اُنکے استقبال کے لیے اُترنے کی جگہ کے کنارے آئے میں اُن افسروں کے غول میں تھا جو گورنر جنرل کے پیشتر اُنکو لے گئے اور جس وقت ہم لوگ جاتے تھے تو ایک دوست نے اُس وقت کی کیفیت کا ایک اُس سے بھی زیادہ یاد دہانہ کیفیت سے جو انہیں زینوں پر واقع ہوئی تھی مقابلہ کیا اُس وقت وہ محنت کا مارا مدبر جس نے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے بچانے کے بارے میں ایسا کام کیا تھا جو اور کسی متفلسفہ انگلستانی سے نہوا ہو گا اب زمام سلطنت ایک تازہ دم جانشین کے حوالہ کر رہا تھا اور تیرہ برس بیشتر لارڈ ڈکنز نے وہ پختہ مغر فرما کر اُسکے برابر اور کسی انگلستانی نے اُس سلطنت کی بنیاد قائم کرنے میں مدد نہ کی ہوگی اس جگہ اس صورت سے نیچے اُترنے کی رسم ادا کرنے آئے تھے کہ اُنکا چہرہ بیماری اور تردد سے اور بھی زیادہ اُترا ہوا تھا اُنکی طبیعت اور جسم اور بھی زیادہ پشیمان تھا اور اُنپر وہ موت سوار تھی جو اُن بڑی خدمتوں کے صلہ میں اُنپر گذر کرنے والی تھی جنکو اُنھوں نے اپنے ملک کی طرف انجام کیا تھا چنانچہ میں سر جان لارنس اور اُنکی گورنرل کے لوگ اپنی معمولی کرسیوں پر میرز کے قریب بیٹھے تھے جان چیف سیکریٹری اُنکے گرد کھڑے ہوئے۔ افسروں کا کرپے میں ہجوم تھا اور وہ انگلش لوگ جنھوں نے گذشتہ زمانہ میں ہندوستان کو فتح کر کے محفوظ رکھا تھا دیواروں سے دیکھتے تھے۔ کلرک نے آواز فصیح حلف پڑھا اور لارڈ میو نے اُس سے رضامندی ظاہر کی اُس وقت وائسرائے کے مینڈنے پائین باغ میں دو گاڑیوں میں گولڈن کی گت بجا کر شروع باہر کے لوگوں کا ایک نعرہ خوشی بلند ہوا اور انیسویں گورنر جنرل ہند کی رعایا نے فرمانروا کے سپرد ہو گئی۔

شب کو جانے والے گورنر جنرل نے آنے والے گورنر جنرل کی شاہی دعوت کی اور چند روز تک سر جان لارنس جیسا کہ پیشتر بند و بست ہوا تھا کچھ تو لارڈ میو کے میزبان اور کچھ مہمان کے طور پر گورنمنٹ ہاؤس میں مقیم رہے۔ اُنکو بہت کھانا اور تعلیم کرنا اور لارڈ میو کو بہت کچھ سیکھنا تھا اور سب سے زیادہ سرحدی حکمت عملی کا مسئلہ تھا جو قریب الوقوع دربار انبالہ میں پھر پیش آنے والا تھا۔ ۱۸ جنوری کو باشندگان گتہ بشپ پادریوں اور مشنریوں کے ایک کانفرنس کا ایڈریس اُنھوں نے قبول کیا اور دوسرے روز صبح کو

آپ کو معلوم ہے کہ جب لازد کو کوئٹہ ہندوستان سے جانے والے تھے تو وہ بہت طویل اور پُر درد و خیرہ و افسردہ صورت کھڑے ہوئے تھے لیکن میرے سوال کرتے ہی وہ میرے پاس پہلے آئے بڑے جوش میں مجھ سے کہا کہ "کلاشکے میں اس وقت کینٹن ہو جاتا اور جب کینٹن ہو جاتا تو اُس وقت ہندوستان کی حکومت نہ کرتا۔" پھر دفعتاً وہ دُش جاتا رہا اور اُنکا چہرہ اُداس ہو گیا اور اُنخون نے کہ وہ نہیں لازد کینٹن تو میرے دوست ہیں میں اپنے بدتر سے بدتر دشمن کو بھی نہ چاہوں گا کہ وہ میرا سا غمگین شکستہ دل اور قریب المرگ شخص ہو جائے۔

اور اب میں اپنا جواب دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے یہ نہیں چاہا کہ میرے عہدہ کی معمولی مدت کم ہو جائے اور اب میں اُسکو بڑھانا نہیں چاہتا اور کچھ دنوں سے مجھے کام کی سختی زیادہ گزری اور اگر میری ملازمت کی مدت بڑھ جاتی تو شاید مجھ میں اُس بات کے کرنے کی طاقت نہ رہتی جو میں اس وقت کرتا ہوں یعنی یہ کہ حکومت ہند اپنے جانشین کو ایسی حالت میں سپرد کر رہا ہوں جب اُسکے اُل محتاجات عہدہ حالت میں ہیں کسی صیغہ کا کام باقی نہیں پڑا ہے اور تمام غیر مجوزہ معاملات خوبصورتی کے ساتھ طے ہو جانے کی طرف راجح ہیں۔ بلکہ صرف اس بات کا تردد ہے اور وہ بڑا بھاری تردد ہے کہ مبادا بعض تدبیریں جو نکالی گئی ہیں اُن فائدوں سے ترقی نہ پائیں جنکو میں غور کامل کے بعد یقین کرتا ہوں کہ وہ صحیح ہیں اگر مجھ کو اپنے عہد ملازمت کے بڑھانے کی خواہش ہوتی تو صرف اس خیال سے ہوتی کہ وہ تدبیریں درجہ تکمیل کو پہنچ جائیں۔ بلکہ اس بات کا مطلق افسوس نہیں ہے کہ میں اُس گل شان و شوکت اختیار یا سرپرستی سے جو اس عہدہ سے تعلق رکھتی ہے استغناء و ان باتوں کی مجھ کو کبھی پروا نہیں رہی۔ وہ وقت میرے بڑے افتخار کا تھا جب میں اس ہوٹس کے زینون پر چڑھا تھا اور اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ بغیر کوئی شک و شبہ کے میں سلطنت انڈیا کے سب سے بڑے عہد یعنی حضور ملکہ مظفر کی قائم شدہ (ڈائیسرائی) کے لیے منتخب کیا گیا۔ لیکن وہ وقت میری اور بھی خوشی کا ہو گا جب میں ان زینون سے یہ سمجھ کر اتر دوں گا کہ میں نے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوشش کی۔

اسکے بعد سرکاری طور کی جو کیفیت واقع ہوئی اُسکو ڈاکٹر پرنس نے جو اس موقع پر موجود تھے خوب بیان کیا ہے۔

گورنمنٹ ہوٹس کے چوڑے زینون کے قریب جدید ڈائیسرائی کے استقبال کا ہونا اور ہندوستان کی سلطنت کا اُنکے حوالہ کیا جانا جو فوراً عمل میں آتا ہے عجیب و غریب کیفیت دکھاتا تھا اس موقع کی کیفیت بس دیکھنے ہی سے متعلق رکھتی ہے۔ سب سے اوپر کے زیر پرستہ مال جنگ آزمودہ ڈائیسرائی پچھلے مرتبہ کے لیے اپنی رونق دار پوشاک پہنے ہوئے

ہمارے حکومت ہمارے خاص علاقوں میں زیادہ قوی اور معزز ہو جائے۔ اگر ہم ایسا کرینگے اور خاص اپنی سرحد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہینگے تو ہم نہایت ہی عمدہ طور سے کسی حملہ کے روکنے کے لیے بشرطیکہ وہ کبھی واقع ہوا تیار رہ سکیں گے اور جسوقت انہوں نے اپنی رخصتی صلاح اور آخر ترین الفاظ کی حیثیت سے اپنے ہموطنوں سے ٹھنڈ و ستانیوں کے ساتھ منصف اور مہربان رہنے کی تاکید کی تو ان لفظوں کے اُنکے منہ سے نکلنے کے ساتھ ہی حاضرین جلسہ نے اس دلسازی سے خوشی کے نعرے بلند کیے اور اتنے عرصہ تک بلند کرتے رہے کہ وہ لوگ جو کلکتہ کے بہت سے عام جلسوں میں شریک ہو چکے تھے کہتے تھے کہ انہوں نے لارڈ ڈوگلسی کے زمانہ سے اسوقت تک کبھی ویسی کیفیت نہ دیکھی اور نہ اُسکے پیشترخ بھی۔ بیشک کوئی شخص جو اُس جلسہ میں موجود تھا اس بات میں شک نہ کر سکا ہو گا کہ اگر مسافر وائیسرائے معمولی اور مبالغہ امیر معنوں کے اعتبار سے بھی ”ہر دل عزیز“ نہیں تھے تو اُنکو ایسی بات حاصل تھی جو اُس سے بھی زیادہ حاصل ہونے کے قابل تھی یعنی اُنکے ہوطن انہیں اعتماد کرتے تھے اور اُنکے معرفت تھے اور وہ اُن کی نہایت ہی عمدہ خدمت کر سکے کہ اُنکے اشرف نفوس کو متحرک کر دیا۔

اُس شب کو وہ گورنمنٹ ہؤس میں گورنر جنرل کی حیثیت سے آخری مرتبہ سوئے۔ دوسرے روز لارڈ ڈوگلسی آمد آمد تھی اور جب سر جان لارنس اُنکی آمد کا انتظار کر رہے تھے تو گورنمنٹ ہؤس کی ایک کھڑکی کے نزدیک ایک ایسی گفتگو واقع ہوئی جو میرے نزدیک اگر درج تواریخ ہو جائے تو کچھ عجب نہیں ہے اور جس سے میرے نزدیک مرصع ساز یا شاعر نقاش یا فسانہ نویس کو من مانی بات مل سکتی ہے کرنل ریڈیل لکھتے ہیں کہ۔

جس روز لارڈ ڈوگلسی کلکتہ میں داخل ہونے والے تھے اور سر جان لارنس اور مین گورنمنٹ ہؤس کی ایک کمرے کی ایک کھڑکی سے جبین میں رہتا تھا سپاہ کا آراستہ ہونا دیکھ رہا تھا جسوقت میں اس سیر میں مشغول تھا تو میں نے اُنسے یہ بات کہی کہ ”اسوقت جب عنقریب آپ اس ملک کی حکومت حوالہ کرنے والے ہیں اگر آپ یہ بتلاتے کہ آپ کے دل کی کیفیت کیا ہے تو میری بڑی تسلی ہو جاتی“ سر جان لارنس نے کہا ”عجب بات ہے کہ آپ بھی اس موقع پر یہی سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ ٹھیک تیس برس کا عرصہ ہوا کہ جب میں لارڈ کیننگ کی آمد کے انتظار میں اسی کمرے میں اور محکومین میں کہ اسی کھڑکی میں کھڑا ہوا لارڈ ڈوگلسی سے باتیں کرتا تھا تو میں نے یہی سوال کیا تھا جو آپ نے ابھی مجھ سے کیا ہے“ پہلے میں وہ جواب بیان کر دینا چاہتا تھا اور اُسکے بعد اُنکا جواب بیان کر دینا چاہتا تھا ”انہوں نے کہا“

لارڈ کٹر جانچ رہے تھے اور میرا خیال فرماتا تھا۔

جب اول جنگ پنجاب کے شروع ہونے پر مقرر اپنی جہت کو لیے ہوئے معرکہ جنگا کو جاتا تھا اور ہر طرف سے یہ سنتا تھا کہ سامان جنگ جان لارنس کے پاس سے آئے گا۔ یا اس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہی سید حاسدا نام مشہور سولتین دکن کا لارڈ ایون کا مرکز تھا اور اسی طرح دوم جنگ افغانستان پنجاب بوزو چیف کشمیری پنجاب اور قند کے زمانہ سے لارڈ جیمز انخون نے ایک نفس شخص کی حیثیت سے بہت کچھ ناموری حاصل کی تھی وائسرائے کے زمانہ میں (چنانچہ مقرر ہوئے بہت صبح بیان کیا ہے) سرخان لارنس اپنا نام اور بھی روشن کر دیا وہ گل کار و ایون کے مرکز سے آخر کار سرخان لارنس جواب دینے آئے انخون نے ایک میسج اور مر قوش آواز سے تقریر کی جو دایک مرتبہ جوش میں رک رک گئی اور صاف سا صرف انخون لوگوں نے سنی ہوگی جو ان کے قریب تھے انخون نے بھی اپنے سوانح پر غور و نظر ثانی کی اور سچی کسر مزاجی سے اپنے سامعین کو یاد دلایا کہ ان کی کامیابی کا ایک بڑا حصہ "ان افسروں کی وجہ سے جو ان کے شریک کار تھے اور ان کے ان ہوطنوں کی وجہ سے جو ہندوستان میں تھے جمل ہوا تھا۔" انخون نے یہ بات بھی فرو گذاشت نہیں کی کہ وہی باشندگان بالائی ہند کی پسندیدہ صفات کا ہمدردی کے ساتھ بیان کریں جن کے درمیان وہ پالیس برس تک محنت کر چکے تھے جن سے وہ اس قدر ہمدردی کرتے تھے اور ان کے حالات کو وہ اس قدر سمجھتے تھے۔ پھر اپنی بیرونی حکمت عملی کا ذکر کر کے جس کے واسطے ان پر اس طرح کا حملہ کیا گیا تھا یوں نے بیان کیا کہ "انخون نے ایسے وقت لڑائی سے کبھی پہلو تہی نہیں کی جب عزت اور انصاف اس کا مضی ہوا لیکن جو ثمان اور ہزارہ میں جنگ کا بعد اس زمانہ کے قائم رکھنا جب اس کا مقصد حاصل ہو گیا تھا لارڈ اور دیکھنا ہوتا۔" اس الزام کی کہ وسط ایشیا کے بارے میں انخون نے ایک مجہول اور غیر متحرک عملی اختیار کی تھی تردید میں یہ دلائل جواب دیا کہ "ان دور دور از ملکوں میں جو کچھ واقع ہوا ہے لڑی ہویشاری سے اس کا نگران رہا ہوں" یہ سچ ہے کہ انخون نے ان تمام تدبیرات کی مخالفت کرنے کا ریا تھا جن سے بظاہر وسط ایشیا کے معاملات میں درحقیقت پھنسنے کا احتمال تھا۔ کیونکہ اس قسم کی قریب قریب یقینی طور پر اس لڑائی کا باعث ہوتی جس کی انتہا کے بارے میں کوئی شخص نہیں گوئی کہ اس کا تھا اور جو ہندوستان کو ایک بحاری دین میں مبتلا کر دیتی یا کسی جدید ٹیکس کی ضرورت پیدا کر دیتی کہ اس کا تھا اور ملکی اعدوم ہماری حکومت مکرہ ہو جاتی، انخون نے بیان کیا کہ "وہ ہماری عملی یہ ہے کہ ایسی پیچیدگیوں سے احتراز کیا جائے ہماری قوت ہندوستان میں اور مضبوطی کی رعایا کے لیے جہاں تک ممکن ہو عمدہ سے عمدہ گورنمنٹ رہے ہر ایک صیغہ میں ہمارا انتظام عمدہ سے رہے کہ کفایت شعاری بھی ہو اور کام بھی اچھی طرح سے نکلے اور اس طور سے

اسطور پر کچھ کہنا چاہا کہ ستر جان لارنس نے بھی اُسکو شل لیا۔ ستر جان نے کہا گستاخی مساف یہ کن لوگوں کا ذکر ہے اور اس موقع پر بھی انکی چشم نمائی اپنا کام کر گئی اس طور پر دربار و انیسرائی انکے زمانہ میں ویسا ہی رہا جیسا خوش قسمتی سے ہمارے اکثر و انیسرائون کے زمانہ میں رہا ہے اور جیسا انگلش دربار حضور ملکہ ونگٹوریہ کے عہد میں برابر رہا ہے یعنی جہان تک اسکے خاص ارکان اُسکو ایسا بنا سکتے تھے وہی ہر ایک شے کام کر رہا جو بالکل خالص اور عزیزا ور ہر طرح سے غلبہ تھی اور اُس سے تازہ چشمہ کی طرح خلوص صفائی عظمت جو اندری جانفشانی اور اُن خانگی امور خیر کے سبق نکلتے رہے جو کم و بیش ہر درجہ کی انگلش سوسائٹی ہندوستان میں پائے گئے ہیں۔ کاشکے اُسکے پیشتر اور بعد بھی ایسا ہی ہوتا۔ خدا کرے اب سے ہمیشہ ایسا ہی رہے خدا کرے ذکی الطبع اور متقی ہندوستانی اشخاص ان فرمانروایوں میں جو عیسائی کہلاتے ہیں انکے اقوان افعال حکمت عملی اور حالات متعلقہ کے اعتبار سے کبھی اس بات کی ضرورت نہ پائیں کہ عیسائیت کے خلاف اپنے نہایت ہی پر زور دلائل پیش کریں۔ لیکن اب ان سب باتوں کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ لارڈ میو اسوقت ہندوستان کی سر زمین میں پہنچ گئے تھے وہ بمبئی کے عجائبات دیکھ چکے تھے اور وہاں کے خاص خاص ہندوستانی منتظون سے ملاقات کر چکے تھے۔ اب وہ بھی کارروائی مدراس میں کر رہے تھے اور امید کی جاتی تھی کہ چند ہی روز کے عرصہ میں وہ دریائے گنگی کے دہانہ پر پہنچ جائیگے۔ ستر جان لارنس نے کسی قدر تاسف سے کہا کہ ”لارڈ میو ایک سرکاری شخص کی حیثیت میں اب اُس جگہ اپنی زندگی شروع کر رہے ہیں جہاں سے میں اب اپنی زندگی ختم کیا چاہتا ہوں“ وہ ہرگز یہ پیشین گوئی نہیں کر سکتے تھے اور انہر کیا موقوف ہے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ کئی برس کے بعد لارڈ میو کے حاکمانہ اور فیاضانہ کارروائیوں کا وعدہ دغا باز قاتل کے حربے سے فسخ ہو جائیگا اور لارڈ لارنس ہوس آف لارڈس اور اسکول ہوزڈمین رہنے اور لندن ٹیمس میں چھپیان چھپوانے کے ذریعہ سے اپنے ملک کی سچی بہادرانہ خدمت کرتے رہیں گے۔

۱۱۔ جنوری کو یعنی جس روز لارڈ میو داخل ہونے والے تھے اُسکے ایک روز پیشتر ٹون ہال کلکتہ میں مسافر و انیسرائے کو ایک رخصتی دعوت دی گئی۔ جہاں تعداد میں ۲۵۰ تھے اور ہر درجہ کی انگلش جامعوں کے وکلاء بھی شامل تھے۔ البتہ تاجران کلکتہ کا ایک قلیل حصہ اس سے مستثنیٰ ہے جسکے نہ آنے کی وجہیں اُسکے حق میں تو قابل تعریف نہیں ہیں مگر ستر جان لارنس کے حق میں البتہ قابل تعریف ہیں۔ سپریم کورٹ (عدالت العالیہ) کے جج اگرنیکوٹو اور یچسلیڈ کوٹسئل کے ممبر بنگال مالک مغربی و شمالی اور پنجاب کے صاحبان نصنٹ گورنر اصل جہان کے بالکل قریب بیٹھے تھے۔ سر ولیم مینٹسفیلڈ گمانڈرائیچیف صدر جج اور ایک ایسیج میں جو مناسب حال تھی اسوقت سے لیکو ستر جان لارنس کے تمام حالات پر نظر ثانی کی گئی

وہ ایک جلیل القدر شخص اُس اخلاقی جوش کے اعتبار سے ہے جس سے اُس نے ہر ایک کام کی اعلیٰ اصول کے اعتبار سے ہے جو اُس کا جاری رہا اور اُس فیاضانہ خانگی حیثیت کے اعتبار سے جو اُس کے سابقین میں سے ہر ایک سے سر بلند ہے۔

اور یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کسی سرکاری آدمی کے عام رعب و اب کے اندازہ کرنے میں (انگلتا سمجھی جاتی ہے۔ بیشک میرے نزدیک یہ امر مشتبہ ہے کہ اس بارے میں سر جان لارنس اور (میں کہہ سکتا ہوں کہ) فرقہ لارنس کے تمام لوگوں نے ہمارے عام ہونٹوں کے لیے جو نظیر پیدا کر دی ہے وہ سر جان لارنس اور اُن کے فرقہ کے لوگوں کی تمام خدمتوں سے جو ہندوستان کے فائدے کے لیے کی گئی ہیں سربراہ اور وہ نہیں ہیں۔ اپنی ابتدائی عمر میں بلکہ دہلی اور پنجاب کی ابتدائی ملازمت کے زمانہ تک بھی جان لارنس اُن دستورات کے باطل خلاف رہے جن کا بھگنا بیان کرنے سے زیادہ آسان ہے اور جو اُس وقت تک ہمارے ہندوستان میں رہنے والے ہونٹوں میں عام طور پر جاری تھے۔ کوئی شخص جس کا چال چلن ان امور کے متعلق مشتبہ نہ تھا ابتدا سے ایام میں اُن کے ساتھ اچھی طرح سے رہنے کی امید نہیں کر سکتا تھا اور اب اُن کے دائرہ سرائی دربار میں تو اور بھی اُس کا گز نہیں ہو سکتا تھا اور اُن کے سامنے کسی قسم کی بد معاشی فروغ نہیں حاصل کر سکتی تھی۔ مرد و زن تک اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اُن کی ریاست سیاست ہے قمار باز فاسق قاجار چالپوس خود مطلب اس قسم کا ہر ایک شخص خوب جانتا تھا کہ اُن کے دربار میں میسر آگزر ممکن نہیں ہے اُن کے سامنے کبھی کسی نے کوئی گندہ لفظ نہ اپنے منہ سے نکالا اور نہ کسی اور شخص کے ایسے قول کا ذکر کیا کبھی کسی نے خود اُن کے خاص مذہب ہندوستانیوں کے مذہب کی توہین نہیں کی اور کبھی کسی شخص نے ہندوستانیوں کی نسبت ایسے حقارت آمیز پخت کلمات استعمال نہیں کیے اور جب کبھی ایسا ہوا تو اُنھوں نے سخت ملامت کی اور بعض اوقات بڑی درشتی سے پیش آئے ایک مرتبہ ایک لیڈر نے جو دائرہ سرائی کی میز کے قریب بیٹھی تھی بیٹول پر کچھ مضحکہ کیا۔ سر جان لارنس نے اُن کو گرا کر اس کی طرف دیکھا اور اپنے پورے جلال کے ساتھ لیکن غصہ کی بہ نسبت افسوس کا زیادہ اظہار کر کے یہ کہا کہ ”آپ ان جوان آدمیوں کے سامنے خدا یا کتاب خدا کے مطابق کیونکر گفتگو کر سکتیں“۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس سے دربارتین کو نے گئے گویا اُس کا کچھ خیال ہی نہ تھا لیکن اُس تنبیہ نے لیڈر کی مذکور اور اُن کی حاضریں جلسہ پر اپنا اثر پیدا کیا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک نوجوان افسر فوج نے جس کی حادثہ پر گئی تھی کہ ہندوستانیوں کا حقارت کے ساتھ کیا کرتا تھا اتفاق سے اُن کے بارے میں ان الفاظ سے کہ ”یہ کاتے لوگ“ ابتدا کر کے

۵۴۵

ہیشہ لاپرواہی اختیار کی گئی تھی بیشک فلائسن نائٹنگیل نے جسے وہ برابر معتد انہ طریقہ سے خطا کتابت کرتے رہے جو کما تھا کہ وہ ہندوستان میں حفظانِ صحت کی تدبیر والی کے بانی مبنی تھے بہت صحیح کہا تھا۔ خزانہ کے متعلق انکی بہت سی تدبیریں عام پسند نہیں ہوئیں لیکن وہ تدبیریں اگر گڑبڑ نہیں تھیں بلکہ برخلاف اسکے عام پسند ہونے کی وجہ سے وہ بہت ہی اچھی تھیں۔ کیونکہ گو وہ سرکاری روپیہ کو ہمیشہ بڑی کفایت شعاری سے خرچ کرنے کی رہے دیتے تھے لیکن انھوں نے اس بات کے مقرر ہو جانے کی کوشش کی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو پبلک اخراجات کا ان لوگوں کے ذمہ جائے جو بخوبی تمام اسکو برداشت کر سکتے تھے اور جنکو وہ مطلق معلوم نہیں ہو سکتا تھا گو شکایتوں انکی صدائیں سب سے زیادہ بلند ہوتی تھیں اسی خیال سے انھوں نے کوشش کی تھی کہ نمک کا محصول کم کر دیا جائے جو ضروریات زندگی کی ایک شے ہے۔ انھوں نے تاکو پرنس لگانے میں مخالفت کی کیونکہ محنت پیشہ اشخاص کے تکلفات کی بس یہی ایک شے ہے۔ اور انکم ٹیکس کے قائم رکھنے کی جو انھوں نے رائے دی تھی وہ اسوچے سے دی تھی کہ دولت مند اشخاص پر پبلک بار کے مناسب حصہ کے ڈالنے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا۔ تعلیم کے بارے میں وہ نہایت ہی سرگرم رہے اور جو لوگ سب سے زیادہ اسکے محتاج تھے یعنی بے بس اور جاہل رعایا بے بنگال کے بارے میں انکی توجہ کچھ کم نہیں رہی اور جسوقت وہ ہندوستان سے روانہ ہوئے تو اس بات مطمئن ہو کر گئے کہ ۹۰۰۰ سرکاری ادا دی اسکولوں میں ۵۰۰۰۰ شاگرد پڑھتے تھے جنہیں ۵۰۰۰ لڑکیاں بھی تھیں۔ مملکت میں سینکڑیں ہوم تصدیق اس امر کی کر رہا تھا کہ وہ جہازیوں کی فکر رکھتے تھے۔ جدید جیلخانے اس بات کو ظاہر کرتے تھے کہ جیلخانوں کی درستی میں انکو سرگرمی تھی۔ اور یہ سب باتیں انھوں نے ایسی ہی مشکوکوں میں کی تھیں کہ انکی طبیعت بخوبی تندرست نہیں رہتی تھی انکے اور بعض نہایت ذمی اختیار ممبرانِ کونسل کے مابین اختلاف رائے رہتا تھا بعض قسم کے اینگلو انڈین اخبارات برابر انہیں معاندانہ حلے کرتے رہے کبھی تو وہ سویٹزرلینڈ اور کبھی پنجابی کے جاتے تھے اور پھر کبھی انکی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک سچے اور معتقد عیسائی ہیں۔ ایک مرتبہ جب وہ اپنی جدید اور وسیع ذمہ داریوں کو اختیار کرنے والے تھے تو انھوں نے ایک مایوسی کی حالت میں سر جانچ گینبل سے کہا تھا کہ ”میں صرف ایک بال پڑا ہوا برتن ہوں۔“ شاید وہ اپنے دل میں ایسا ہی سمجھتے ہوں لیکن ہم بہت اچھی طرح سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کونسا آدمی اپنے شباب کی تندرستی اور قوت کی حالت میں انکی نسبت اس بات میں بڑھ سکتا تھا کہ بلا اظہارِ نالیش بلا افسردگی اور بلا غرض ذاتی ایک فیاضانہ اور یادگار کام کر سکتا ”ویٹر اخبار“ ”فرینڈ آف انڈیا“ نے جو انکی کارروائیوں کو ہوشیاری سے دیکھتا آتا تھا اور جس نے انکی بعض تدبیروں پر بیجا بانگتہ چینی کی تھی بیان کیا کہ ”وہ ایک جلیل القدر شخص اُس کام کے اعتبار سے ہے جسکو آئندہ بحیثیت گورنر جنرل انجام دیا ہے

انھوں نے پورے پانچ برس تک وائسرائے کا بار اٹھایا یہ وہ بارتھا جو انسان کے عالم شباب اور قوت کی حالت میں بھی بہت بھاری معلوم ہوتا۔ انھوں نے ہندوستان کو ایک ایسی چیز دی جسکی اسکو سب زیادہ ضرورت تھی یعنی ہندوستان کو اس بات کی ضرورت تھی کہ وہاں کچھ دنوں اس دامان رہے۔ اور انکی حکومت کے زمانہ میں برابر ہن و دامان رہی وہ غرضہ دراز ملک ہر ایک قسم کی فراحت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنی حفاظت کے متعلق کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے اور جنگو ہر گز یہ بات معلوم نہیں تھی کہ وہ ان کو بھارے ہیں ایک دشوار لڑائی لڑتے رہے انھوں نے طول طویل کوششوں کے بعد آخر میں بیکار پڑی آن پڑی ایک آبپاشی نہروں تالابوں اور پتھوں کی تعمیرات کے متعلق ایک بڑی بھاری تجویز کے منظور کرنے پر آمادہ کیا جس سے ہندوستان کے باشندوں کی ضروریات زندگی کا سامان فراہم ہو جائے اور جو خوفناک حوادث واقع ہوا کرتے ہیں ان سے حفاظت ہو جائے اور یہ بڑے بڑے کام انکی حکومت کے آخری سال میں قریب قریب سلطنت کے ہر ایک صوبہ میں جاری ہو گئے تھے۔ گو انگو یقین تھا کہ آبپاشی ملک کی موجودہ حالتوں کے اعتبار سے زیادہ کی سبب کمین زیادہ ضرورت تھی انھوں نے اب تک اس ریل کے متعلق بھی بیان کیا ترقی کی تھی کہ انکی حکومت کے زمانہ میں پندرہ سٹو میل سے کم سڑک تیار نہیں ہوئی جس میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا ہو گا۔ چونکہ اس بارے میں بھی وہ سب باتوں سے بڑھ کر اس بات کے خواہشمند تھے کہ غیر محفوظ ہندوستانیوں کا فائدہ ہو اس واسطے انھوں نے اپنے ذاتی رعب کے ذریعہ سے ہندوہست کر دیا تھا کہ تیسرے درجہ کے مسافروں کو ہوا اور پانی کے نمونے سے تکلیف نہوا اور سفلیہ مزاج انہروں کے ہاتھ سے ایک جن ہندوستانیوں کی توہین ہوتی آئی تھی وہ نمونے پائے۔ انھوں نے گل محکمہ تار برقی کو بحال رکھا اور ۲۵۰۰ میل نیا تار جاری کیا اور اس بات کا انتظام کیا کہ سلطنت کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک روپیہ میں خبر پہنچ جائے۔ چونکہ وہ ایک سپاہی کے بیٹے (جیسا کہ وہ خود بڑے اشتباہ سے کہا کرتے تھے) اور بہت سے سپاہیوں کے بھائی تھے اس سبب سے پریشانی سپاہی کے فوائد کا انگو ہمیشہ دل سے خیال رہا اور سات مختلف چھاندیوں میں انھوں نے دو منزلہ بارکون کی ایسی عمارت اُنکے واسطے تیار کرادی جسکو آج تک کوئی شخص اُنکے واسطے نہ بنوا سکا تھا اور نہ کسی کو اُنکے بنوانے کا خیال گذرا تھا۔ یہ عمارتیں ایسی بنی ہوئی تھیں جنہیں روشنی اور ہوا خوب پہنچتی تھی اور جن میں پڑھنے کے کمرے پیشہ وروں کی دوکانیں باغات اور نماز پڑھنے کے کمرے بنے ہوئے تھے ہندوستان کے موزوں مقامات پر انھوں نے چھوٹے چھوٹے مستحق قلعے بنوا دیے تھے جو بروقت حاجت بطور امن کے کام دے سکیں انھوں نے حفظانِ صحت کی اصلاح کے متعلق نہایت درجہ کی توجہ کی جس سے باوصف اس امر کے کہ وہ ایک نہایت ہی ضروری بات تھی

ایسے لوگ ہیں جو جابرانہ حکمت علی کی جانب مائل ہیں اور موقع پا کر اپنی گورنمنٹ کو خوشی سے اُس طرف راغب کرینگے اس واسطے انھوں نے یہ تجویز کیا کہ روس سے ”مضبوطی کے ساتھ ملکہ ٹیجی زبان میں“ صاف صاف یہ کہہ دیا جائے کہ وہ افغانستان یا کسی اور ریاست میں جو ہاری سرحد سے متصل ہو دست اندازی نہ کرنے پائے۔ سَرَجَان لارنس ایسے شخص نہیں تھے جو اپنے قول پر قائم رہنے میں کوتاہی کرتے۔ اگر وہ کسی وقت اس سمجھوتے کی خلاف ورزی شروع کرنے کی کوئی علامت ظاہر کرتے تو وہ بالیقین کمزور نہیں بلکہ زور آور فریق کی تنبیہ کرتے اور اگر تنبیہ میں ناکامی ہوتی تو سلطنت کی کل فوج کے بھروسہ پر ناراض مظلوموں کو نہیں بلکہ اصل ظالموں پر آخری درجہ کی کارروائی کا اشتہار دیتے۔ اُس وقت روس ایک جابر سلطنت اور گورنمنٹ بن چکا تھا۔ یہی ایک جابر سلطنت کی حالت میں پایا جاتا اور افغان لوگ اُس وقت سے ہکولہ طور اپنے ظالموں کے نہیں بلکہ مثل اپنے محافظوں اور دوستوں کے دیکھنے لگتے۔

اُس سرکاری کاغذ میں جس کے آخری فقرات میں محول کر چکا ہوں ہندوستان کے بہت سے ذمہ دار مدبروں اور سپاہیوں کی وہ رائیں جو کسی قسم کی حکمت علی کے متعلق ہندوستان بھر میں جمع ہو سکتی تھیں درج تھیں اُسکی ایشٹ پر سر ولیم مینٹیفیلڈ کمانڈر انچیف نے سر ہنری میں مشہور مقنن نے سر رچرڈ ٹیلر نے جو سَرَجَان لارنس کی ہدایت کے بموجب پنجاب میں ترقی کے زینہ پر چڑھنا شروع کر دیا تھا اور سَرَجَان اسٹرنیج نے جو لارڈ ویلنگٹون لارڈ ڈارنلڈ بروک اور لارڈ لٹن ان تینوں گورنمنٹوں کے زمانہ میں یکے بعد دیگرے بعض نہایت ہی ضروری عہدوں پر مقرر ہونے والے تھے ان سب نے دستخط کیے منجملہ اُن اشخاص کے جو اپنی سرحدی واقفیت کے لیے مشہور ہیں اور کسی نہ کسی زمانہ میں اُسکی حفاظت کے ذمہ دار تھے اور جنکی نسبت معلوم تھا کہ مقررہ اصول سے انکی رائے موافق ہے سَر رابرٹ ٹیلر نے سر ڈونلڈ میکلیوڈ اور سر ہنری ڈیویڈ کے دستخط تھے جو یکے بعد دیگرے لٹن گورنر پنجاب مقرر ہوئے منجملہ اُن اشخاص کے ایسے بہت سے سپاہی تھے جو سرحدی واقفیت کے لیے شہرہ آفاق ہیں جیسے سر ہنری مارٹن سر ہنری ڈیویڈ سر ہنری لسنڈن اور سر نیول چیمبرلین۔ پھر ان دونوں شاخوں کے درمیان اُن لوگوں نے جو چشم بینا رکھتے ہیں بعض اُن مُردہ اشخاص کے نام بھی پڑھے ہونگے جو سرحد افغانستان کا حال خود اپنے گھروں کے حال کی طرح جانتے تھے جیسے جنرل جان نکسن سر ہنری ڈیویڈ اور ڈون اور سر ہنری لارنس۔

یہ کاغذ ہم جنوری کو تیار ہوا تھا اور وہ سَرَجَان لارنس کے اہم کاموں میں سب سے پچھلا کام تھا چنانچہ وہ اسی کے شایان بھی تھا۔ ہندوستان میں اُنکے ہاتھ سے جو کام ہونے والا تھا اسکے بعد اُسکا خاتمہ ہو گیا۔

پیدا ہو کر اور مٹا خواہ اپنی حفاظت کے متعلق جاری سطوت میں ہی قسم کی تقویت نہو گی بہم اس بات کو خلاف آئین جہانداری اور مفلان دانستند ہی سمجھتے ہیں کہ ان مشکلات کو چوں کہ اس حالت میں پر سکتی ہیں جب وہ در حقیقت ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال رکھتا ہو کہ دین کیونکہ اگر ہم نے اپنی سرحد چھو کر ایک دشوار گزار ملک یا شاید ایک مخالف یا برنگینتہ آبادی کے دینا اسکا سامنا کیا تو در حقیقت ہی ہو گا ایسی کاروائی میں جبکہ مصافحہ درکار ہوئے بہم بھی سننے اسکی کوئی حد نہیں ہا سکتے اور ہمارے ہندوستان کے لوگوں پر کوئی زاید نگہس لگانے کی ضرورت ہونے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ وہ ایسی تدبیرات کے ہوتے ہوئے جنگو وہ سبھی بھی سکتے ہیں اور قدر بھی کر سکتے ہیں اس قسم کے دباؤ کے تحمل میں ہو سکتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے فوائد سے جن لوگوں کو تعلق ہے اس کے اتفاق سے ہمارے جو کچھ مقاصد ہیں وہ اس طور پر حاصل ہو سکتے ہیں کہ اپنی سرحد ہی حکمت علی کے بارے میں ہم مستعدا و ثابت قدم رہیں اور اپنی گل خیر گیری اور تمام وسائل ان علی اور متعلق نتیجوں کے حاصل کرنے میں صرف کرین خبر و مدن طریقہ سے بلا توسط جہان پوچھا کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نا کسی دولت اجنبیہ کو میسر کرے روس کی سلطنت ہے کبھی ہندوستان پر حملہ کرنے یا عیساکہ زیادہ قرین قیاس ہے ہندوستان میں ناراضی اور فساد پھیلانے کا کبھی در حقیقت خیال ہوا تو ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اس وقت ہماری ہی حکمت علی اور ترقی ترین محافظت ان باتوں سے متصور ہے کہ کابل قندھار یا اسی طرح کی اور کسی بیرونی عامل پر اپنے کو چھانسانے سے محترز رہیں۔ اس بات پر کامل بھروسہ رکھیں کہ ایک مضبوط سامان سے اچھی طرح درست اور قاعدہ دان فوج جاوے خاص علاقوں یا خاص سرحد کے اندر تعین کی جائے۔ عام رعایا اگر خوش نہ ہو تو مانوس و مربوط ضرور ہو۔ حقیقت اور قبضہ کی محافظت رہے کیونکہ اس کے بارے میں جو کچھ ہماری حکمت علی ہے رفتہ رفتہ اسی کی نسبت اصل سرداروں اور دلیسی رئیسوں کے خیالات رجوع ہوتے جاتے ہیں پریش ہند کے اندر ضروری تعمیرات کے کام جاری ہوں جن سے رعایا کو آسائش ملے اور ملکی اور جنگی تقویت ہو۔ ہمارے خزانوں کا کفایت شکاری کے ساتھ بند و بست رہے اور پیداوار مستقل اور دنا افزوں حالت میں قائم ہو جن باتوں کا اندیشہ ہے اس کے لیے خاموشی کے ساتھ تیاری کی جائے اور ان سے ہندوستان کے کسی مدبر کو غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور اس بات پر بھروسہ کر لینا چاہیے کہ ہمارے مقاصد صاف دلی اور سچائی پر مبنی رہیں اور اس قسم کی ہر ایک وجہ شکایت سے احتراز کرنا چاہیے جن سے خواہ کسی اجنبی سلطنت کے ظلم و تعدی یا اپنے ملک کی صلح پسند طبائع میں غارتگی پیدا ہو سکتی ہو۔

اس امر کے متعلق کہ کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیے ہطور پر اپنے خیالات ظاہر کر کے سر جان لارنس نے ایک امر کو جو وہ پہلے خیال کر چکے تھے اور جسکی نسبت بجاو یاد کرنے کی عمدہ وجہ پائی جاتی ہے کہ وہ عمل میں بھی لاسے یعنی یہ بات تجویز کی کہ روس سے اسکی پیش قدمی وسط ایشیا کی بابت صاف صاف ایک سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔ چونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ جس طرح پریش ہند میں ہمیشہ رہے ہیں اسی طرح روس میں بھی

آپ نے جو کچھ افغانستان کے بارے میں لکھا ہے اُسکو اُن نے بڑی دلچسپی سے پڑھا اور آپ کی چٹھی میں نے لارڈ ریشلیئری کو دکھائی۔ ہم اس بات سے رضامند نہیں ہیں کہ کسی طور سے ان پیچیدہ خانہ جنگیوں میں دست اندازی کریں اور جھگڑا پیدا ہے کہ آپ اپنی حکمت عملی پر کہ کسی فریق کی مطلق طرفداری نہ کی جائیگی قائم رہینگے۔۔۔۔۔ میں اُس روسی خولیا کے فرو کرنے میں جو خلافتِ عرب اور خلافتِ دانشمندی بھی ہے آپ کی رائے سے تاملاتفاق کرتا ہوں خوش قسمتی سے وہ روسی خولیا اس ملک میں بہت سُست ہے اور آپ کو کبھی اُس میں کارروائی نہ کرنا پڑیگی۔ بد قسمتی سے خود سراسر افسانہ فرڈنارڈ کوٹ کی نہیں (کیونکہ اُنکی نسبت تو ہمیشہ یہی ظاہر ہو گا کہ وہ اس سے بری تھے) بلکہ اُس کے بعد کے جلسہ وزراء کا روسی خولیا جسکے وہ ممبر ہونے والے تھے ایسا ہوا کہ اُس نے کل جماعت کو جسکے اختیارات میں ایک بڑی بھاری کثرت رائے تھی اور جسکو اُس وقت انگلستان کے کل سیاہ و سفید رپورٹری قدرت حاصل تھی سیدھا دھڑکھسیا۔

ڈیوٹ آف آزر جن کی چٹھیوں یا اپنیچون سے ایک لفظ کا محول کرنا بھی ضرور نہیں ہے کیونکہ اُن کے خیالات اس بارے میں نہایت ہی مشہور ہیں اور اُن سے جلسہ وزراء کی ممبری کی حالت میں اور نہ ممبر ہونے کی حالت میں بھی کبھی علیحدگی اختیار نہیں کی۔

جس وقت تجربہ اور سند کی اتنی باتیں خلاف پیش کی گئی تھیں تو سر برٹری ریشلیئری ہرگز یہ امید نہیں کر سکتے تھے کہ اُنکی مشہور یادداشت کے متعلق جس میں مختلف تدبیریں وسط ایشیا میں روسیوں کی پیش قدمی روکنے اور افغانستان اور ایران میں انگلستان کے دبدبہ اور اقتدار کے قوت دینے کو درج کی گئی تھیں ہندوستان سے زیادہ مدد ملتی۔ اُسکو سراسر افسانہ فرڈنارڈ کوٹ نے ضابطہ کے ساتھ اس غرض سے ہندوستان کو بھیجا تھا کہ اُسکی تجویزات کی جانچ کی جائے اور جو لوگ اُسکی بابت رپورٹ کرنے کی زیادہ قابلیت رکھتے ہوں وہ رپورٹ کریں اس سبب اور خاتمہ جنگ افغانستان کی وجہ سے بھی سر جان لارنس نے قصد کیا کہ اپنے جانشین اور عام قوم کے واسطے وہ سرکاری کاغذ جس کا میں نے ذکر کیا وصیت نامہ کے طور پر چھوڑ جائے اُس کے ساتھ اُن بہت سے آدمیوں کے لکھے ہوئے رسائل بھی تھے جو امر مذکور کے متعلق رائے دینے کا بہترین حق رکھتے تھے اور جو مختلف مقامات سے سفر کر کے اور مختلف رہتوں میں چل چل کر آخر کو عام نتیجوں کی ایک ہی منزل مقصود کو پہنچے تھے۔ یہ نتیجہ سب صحت ذیل محکمہ خارجہ کے ایک ملفوفہ مراسلہ میں یکجا جمع کیے گئے تھے۔ ہیکو اس بات میں عذر ہے کہ معاملات افغانستان میں خواہ کوئی اعلیٰ برٹش افسر (مع گنجنٹ فوج یا بالائینڈ جنٹ فوج) بھیجا یا جا رہی سرحد کے اُس پار کسی خاص مقام یا کسی قطعہ ملک پر جبراً خواہ دوستانہ طور پر قبضہ کر کے دست اندازی کی جائے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالتوں میں اس قسم کی تدبیر سے افغانوں کے دل میں اشتعال و مخالفت اور نفرت

میں اس بات میں آپ سے بالکل اتفاق رائے کرتا ہوں کہ افغانستان کے بارے میں ہماری حکمت عملی یہ ہونا چاہیے
 کہ اپنی سرحد کے اُدھر کے لوگوں کو اُس وقت تک جب تک وہ ہم سے مزاحمت نہ کریں اور ہمیں پرچہ و زمین کے جس طرح چاہیں
 اپنے معاملات کا انتظام کریں۔۔۔۔۔ کسی جاہلانہ یا دست اندازی کرنے کی حکمت عملی میں آپ مجھ کو میرے پیشتر کے
 انڈسٹری آف اسٹریٹجک ہند سے زیادہ آمادہ نہ پائینگے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مواقع ایسے بھی آسکتے ہیں جب
 ہمارے دست اندازی کرنا ضروری ہو لیکن جس قدر آپ دست اندازی کرنے سے کنارہ کش رہ سکیں میرے نزدیک اہمیت پر
 لارڈ کرین بارن نے اپنی عادت کے موافق اس بارے میں اور بھی ٹوک بھوک اور بدگنجی ظاہر کی تھی
 اور جس طرح اُنکے قبل و بعد کے صاحبان سیکریٹری آف اسٹریٹجک کے متعلق مجھ کو آزادی بیان حاصل تھی اگر اس طرح
 لارڈ کرین بارن کے متعلق حاصل ہوتی تو میں (اس مقام پر گویا میں اُن دلچسپ اور بیشمار چٹھیوں کا نفس طلب
 محول کر رہا ہوں جو میرے آگے و ہری ہوئی ہیں اور جنکو دیکھ دیکھ مجھ کو لالچ معلوم ہوتا ہے) ثابت کر سکتا تھا کہ بعد کو
 لارڈ کرین بارن آف سائبرینی نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی اور جن تدبیروں پر اُنھوں نے عمل کیا تھا انکی خوبیاں
 چھٹا لارڈ کرین بارن کے حیرت انگیز مراسلات میں پائی جاتی ہے۔ اس قسم کی چٹھیاں اگر تواریخی کاغذات کے
 طور پر درج نہیں ہو سکتی ہیں تو اُن سے تواریخ کا مادہ تو ضرور پیدا ہو سکتا ہے اور اُنکے پڑھنے کے بعد میرے
 دل میں جو خیال پیدا ہوا اُسکے مطابق اس قدر بیان کرنے کی بہر حال مجھ کو اپنے لیے آزادی حاصل ہے
 کہ لارڈ کرین بارن اُن لوگوں پر مضحکہ کرتے تھے جو ایسے اشخاص کے جنکا خیال تھا کہ روسیوں کے بڑھنے میں
 ہندوستان کے لیے کوئی بڑا خطرہ متصور ہے مذمت کرنے کی حاجت سمجھتے تھے۔ اُنکا خیال یہ تھا کہ دریائے
 کوئی لارڈی اس صورت میں بھی جب روس کا کوئی بکاراہ معسکر بحیرہ اُختر کے نزدیک قریب ترین مقام پر
 قائم ہو روس کے اختیار سے بالکل باہر ہے اور قطع پر قبضہ کر لینے کی نسبت (یہ وہ خاص تدبیر ہے جو
 پیشقدمی کرنے والے فرقہ کے نزدیک اُس وقت اور اُسکے بعد بھی دل سے پسند تھی اور پسند رہی اور اُسکی
 اصل وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ اگر اُس بات کا کسی طور سے ہندوستان ہو گیا تو اُس تدبیر سے
 باقی باتوں کا بند و بست ہو جائیگا یعنی یہ کہ قندھار اور ہرات پر چڑھائی ہوگی ایک سفارت کابل کو روانہ ہوگی
 اور آخر کو گل ناگ پر اختیار یا اُسکا الحاق ہو جائیگا) لارڈ کرین بارن ویسے ہی مسکے ہے جس طرح سر جان لارڈ کرین
 اور دوسرے اعلیٰ درجہ کے افسرین افسرین جو اس بات کو دیکھ چکے تھے کہ اُس میں کیا کیا الجھاوے ہے تھے
 جیسے سر رابرٹ ٹیمپلر جو ہمیں سنسٹیلڈ ستر ہنری تار من سر ڈوئلڈ ٹینکلیوڈ ستر ہنری ڈیویژن ستر ہنری لسنڈن۔
 سترانشا فرڈ نازٹھ کوٹھ جو لارڈ کرین بارن کی جگہ انڈیا آفس میں مقرر ہوئے تھے انکی رائے بھی یہی تھی
 چنانچہ وہ سر جان لارڈ کرین کو لکھتے ہیں کہ۔

اور اس بات کو بیان کرتا ہوں) صرف جان لارنس ہی کی حکمت عملی نہیں مجھ سے ظاہراً انکی طرح اور کوئی
 دائسرا نے اس پورے طریقہ سے اسکی عملدرآمد نہیں کر سکتا تھا۔ کسی دائسرا نے اس دلی شوق
 اور لگائی سے جو انکی جھپکوں سے ثابت ہوتی ہے اس پچھلے جگڑے کے سر انقلاب کی تاک نہ رکھی ہوگی
 اور تمام جہاں جو افغانستان میں مخالفوں نے اور افغانستان میں سرنہیری رائسن اور سرہارنل فریز کی
 محتاط فیہ تجویزات نے پھیلانے تھے انکو جان لارنس کی طرح کسی دائسرا نے دور نہ رکھا ہوگا۔
 بلکہ خود وہ حکمت عملی بہت سے دائسراؤں اور اسے بھی زیادہ صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ کی
 حکمت عملی رہی جو یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔ علی الخصوص سر جان لارنس کی دائسرا کی زمانہ بین
 جو پانچ صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ مقرر ہوئے انہیں سے ہر ایک کی حکمت عملی ہی تھی یہ سب صاحبان
 سکرٹری آف اسٹیٹ یعنی سر چارلس وڈ لارڈ ڈومنی گرے لارڈ کرین ہارن سر اسٹافورڈ کونٹ
 اور ڈیونک آف آرچل یا تو اپنی حاکمانہ لیاقت یا مرتبہ پارلیمنٹ یا ہندوستانی انتظام سے اپنی ذہنیت کا
 بابت مشورہ بین اس بارے میں انہوں نے اپنے پیشمارا قوال جو ظاہر کیے ہیں انہیں سے بعض بعض
 باتوں کو جو انکے خواص خاص کوٹا سہر کرتی ہیں منتخب کر کے میں یہاں درج کرتا ہوں۔ سر چارلس وڈ
 لکھتے ہیں کہ۔۔۔

میں کابل میں وہ بات قائم کرنے کے بالکل خلاف ہوں جو "عوامی سطوت" کے تسمیہ سے موسوم کی گئی ہے۔
 اور پھر لکھتے ہیں کہ۔

میں آپ کے اُس برتاؤ کو جو آپ نے امیر کابل کے ساتھ کیا ہے کلیتہً پسند کرتا ہوں۔ بالکل غیر فخری
 اور عدم مزاحمت انہیں قاعدوں پرین بھی آپ کی طرح عمل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے آپ سے اس بارے میں
 اکثر اٹنگو ہوئی اور ہم دونوں کی رائیں باہدگر متفق ہیں۔ پس مجھ کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ بالکل اُس طریقہ
 کار کو اپنی کر رہے ہیں جو میرے قابل پسند ہے۔۔۔۔

رائسن صاحب کی تجویز کا منشاء یہ ہے کہ بطور حفظ و تقدم ہرات اور قندھار پر قبضہ کر لیا جائے میں انکی
 تجویزات میں کوئی عذگی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک اُنپر عمل کرنا نہایت ہی خلاف صحت معلوم ہوتا ہے
 اسطور سے کہ اپنے مقام سے ہم لوگ اور آگے بڑھ جائیں اور انہیں لوگوں (افغانوں) کی عداوت کو زیادہ تر
 جنہر ہو اس بات کا بھروسہ کرنا پڑے گا کہ وہ حملہ آوروں کی مخالفت کریں گے ہم اپنی اُسی پرانی حکمت عملی پر قائم ہیں
 کہ اگر ہم اس درمیان میں افغانوں سے ہر صلح رہیں گے تو بروقت ضرورت ہم ہمیشہ دوستی قائم کر لیں گے۔
 اور اب دیکھنا چاہیے کہ لارڈ کرین نے جو فی الحال ہندوستان کے گورنر جنرل میں کیا بیان کیا تھا۔

اُسکے فرمانروا کے طور پر اُنکے ساتھ رہتا و کرون۔ میں نے صرف صدق دلی اور راستبازی سے اسطور پر صاف صاف
اور علانیہ جواب آپ کو لکھا ہے۔

لیکن اب حالت بدل گئی۔ کٹسرفوڈ کو گورنمنٹ آف انگلستان جسے سر ایشا فوڈ تازم کوٹ کے ذریعہ سے
اُس امر کی نسبت جسکی سر جان لارنس صلاح دیتے یا جو وہ کرتے اپنا اطمینان ملی ظاہر کیا تھا اُسکی
کامل منظوری سے ساتھ ہزار پونڈ اسیر کو اُس بات کی مدد کے لیے دیے گئے کہ وہ اپنی نوکسب کا دوست کا
استحکام کریں اور عرصہ دراز کی خانہ جنگی سے جو بربادی واقع ہوئی تھی اُسکی اصلاح کریں۔ پھر اُسکو
اُس بات کی جو امیدیں دلائی گئیں کہ اگر وہ اُس بات کو ثابت کر لگا کہ اُسکی حکومت اقوامی منفعت اور بچاؤ
تو آئندہ اُسکے ساتھ مراعات ہونگی ان امیدوں سے وہ مسلم طور پر ہمارا دوست ہو گیا۔ اُسنے ایک بات کی
یہ تجویز کی تھی کہ وہ بذات خاص پنجاب میں آئے اور وہاں خود سر جان لارنس اپنے باپ کے دوست سے
ملاقات کرے وہ خوشی سے منظور کی گئی۔ اور سر جان لارنس نومبر کے مہینہ میں معمول سے زیادہ درخت
اِس خیال سے شاہین متوقف رہے کہ اُسکی خواہش کو پورا کریں لیکن وہ بات نہو نے پائی ناراضی کا جواب
کر ٹیوں کی طرح سناگ سناگ کہ وہاں دیتا تھا اور قریب اُسکے تھا کہ مل اُسے اُس سے شیعہ ملی کو اُس شاہی
تنبیہ ہو گئی کہ جب تک وہ بچہ نہ بلے یا جب تک خاموش نہ کر دیا جائے اُسوقت تک کابل سے جانا
مصلحت نہیں ہے اور سر جان لارنس نے بہتر سے بہتر خود شیر علی یا اپنے بعد کے وائس رائلز اور
دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات کے بارے میں جو کچھ کر سکتے تھے اُس کے اعتبار سے یہ قصد کیا کہ
اپنے بعد اُن تدبیروں کو جو ہمارے تعلقات افغانستان میں رہنمائی تھیں یا اُنکے اُن اصولوں کو جن سے
اُنکے نزدیک ہمارے تعلقات افغانستان کے متعلق رہنمائی ممکن تھی لکھ کر چھوڑ جائیں۔ اِس سے بڑھ کر
قیمتی وصیت اور وہ کیا چھوڑ سکتے تھے اور اُسکا بلا فصل اور صحیح نتیجہ ملا کہ وہ کاست مشہور بار اٹالیا شہر
آئندہ واپس میں اُنکے جانشین نے منعقد کیا تھا۔ اِس دربار میں (گو اُسکی بہت سی درخواستوں کو ضرورتاً
لارڈ وینٹو نے منظور کیا) جس طریقہ سے اُسکے ساتھ برتاؤ کیا گیا اُس پر کمال مقتون ہو کر اور جیسا کہ میں ابھی
بیان کر چکا ہوں اِس بات کی قسم کھا کر واپس گیا کہ مجھ کو جو تم کو اِعتیاد ہوئی ہے اُسکو میں افغانستان کی
حفاظت میں علم کر دینگا۔ اور اُسنے یقین دلایا کہ افغانستان کی بیغرض دوستی سے اُسکو کسی بات کی بیہوشی
اور امید ہر ایک بات کی ہے۔

جس حکمت علی کے مختصر بیان کرنے کا میں نے اسطور سے قصد کیا یعنی افغانستان سے فرحت کر
اور اُسکے ساتھ یہ چاہئے کی حکمت علی کہ وہ زبردست آزاد اور ہمارا دوست رہے (میں ایک مرتبہ

اور جان فروشی کی بے سود فتحندیوں میں اپنے کو مبتلا کر دیا۔

لیکن اگر زیادہ نہیں تو کچھ زمانہ کے لیے جو گنی کا منہ شیر علی کی جانب تھا اسلئے اے کے موسم خزاں میں اُس نے پھر اپنے کو ایک مرتبہ کابل میں پایا کیونکہ اعظم خان جو اُس کے ہیبت ناک دشمنوں میں سے پچھلا دشمن رہ گیا تھا بحالت یاس و مجبوری بلخ کو بھاگ گیا تھا۔ اس سبب سے شیر علی پھر ایک بار امیر حقیقی اور امیر قزوینی ہو گیا تھا اور سر جان لارنس نے آغاز مناقشہ ہذا سے جو حکمت عملی اختیار کی تھی یعنی یہ کہ کوئی دعویدار سلطنت جسکو افغان لوگ سوچ سمجھ کر امیر مقرر کریں وہی امیر تسلیم کیا جائے اُس حکمت عملی کے مطابق سر جان لارنس کو آزادی کے ساتھ یہ موقع مل گیا کہ اُس حکمت عملی پر عمل کریں (اور کی طرف دوستی سے اپنے کو بچا کر جس سے بد نظمی کی ترغیب ہلکے شاید سنہ ہو جاتی) و تفاقاً اُسکی اسطور سے مدد کریں جس طرح کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے کو اسکا مستحق ثابت کرتا رہے۔ امداد یا استقرار امارت کے متعلق ہر ایک درخواست کے جواب میں عام اس سے کہ وہ شیر علی یا اُس کے کسی رقیب کی جانب سے تھی تاہم دوران مناقشہ انسانیت کے خیال اور حکمت عملی کے لحاظ سے بھی وہ بالکل ساکت رہے۔ کوئی امیدوار تو بطور رشوت کے یہ ایجاب کرتا تھا کہ افغانستان اور انگلستان کے مابین دوستی ہو جائے اور دونوں ملکر اُسکی مخالفت کریں اور کوئی اسکے بالکل برعکس یہ دھمکی دیتا تھا کہ ہم افغانستان اور روس کے مابین دوستی قائم کر کے انگلستان کی مخالفت کریں گے۔ لیکن یہ سب بے سود تھا۔ دو بڑے کو ہستانی یعنی اخوند سوات کا بے معنی اور موہومی خوف انگیز آنکھوں کے سامنے بیفائدہ ظاہر کیا گیا۔ انھوں نے کسی بات کی کچھ سماعت نہیں کی کسی طرح کی مدد یا کسی طور پر امارت کا تسلیم کر لینا یا خاموشی کی جو حکمت عملی اختیار کی گئی تھی اُس سے کسی طرح کا انحراف نہ ہوا۔ اُسکے ہوتا کہ تحت افغانستان پر ایک ایسے شخص کے بٹھانے میں مدد دی جاتی جسکو شاید اکثر افغان اُسی وقت مکر وہ سمجھتے تھے اور جسکو شاید اسوقت وہ اور بھی مکر وہ سمجھتے جسوقت ہم اُسکی تحت نشینی کے واسطے اپنی انگلی اٹھاتے۔

اس قسم کی ایک درخواست جو افضل خان کے پاس سے آئی تھی اُس کے جواب میں سر جان لارنس لکھتے ہیں کہ۔

میرے دوست۔ اس گورنمنٹ کے تعلقات افغانستان کے اُن فرمانروایوں سے ہیں جو بالفعل فرمانروائی کرتے ہوں اگر تو زبانی اپنا اختیار کابل میں قائم کر سکتے ہیں اور دل سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ برٹش گورنمنٹ سے دوستی رکھیں تو میں تیار ہوں گا کہ تو زبانی اُن کو اسی طرح سے خیال کروں لیکن میں موجودہ عہد و موافق سے جو امیر شیر علی کے ساتھ ہوئے ہیں انحراف نہیں کر سکتا ہوں اور مجھ کو ضرور ہے کہ افغانستان کے جس حصہ پر انکی حکومت قائم

قدحارین اپنے کو ایک کوٹھری کے اندر بند رکھا اور ساؤل کے پڑانے بھاری رقیب کی طرح ہر ایک دوست اور دشمن پر غیظ و غضب ظاہر کرتا تھا کبھی جگہ کو جانے کے لیے کتا تھا اور کبھی جب اپنے غم و بان اپنے گم شدہ پیارے بیٹے کی لاش کا کچھ بتہ پاتا۔ "اے میرے بیٹے! تینا تم میرے بیٹے میرے بیٹے آیتنا تم شاکے تیرے بدلے میں مر گیا ہوتا۔ اے آیتنا تم میرے بیٹے میرے بیٹے میرے بیٹے۔"

زمانہ میں برسوں تک اپنی ضحیفی کے عصا یعنی اپنے پیارے بیٹے عبدالحمد جان کو روپایا اُسے وحیاء طور لارڈوئیٹو کی تعریف کی۔ "اے بڑی سرگرمی سے اس بات کو ظاہر کیا کہ لارڈوئیٹو نے اُسکو جو تلوار دی تھی اس چھٹی لکھی تھی اُسے چند برس بعد اُن لوگوں سے جو نہ گوش شنوا اور نہ قلب موثر رکھتے تھے بڑی آرزو میں یہ فریاد کی کہ اُسکے ملک میں کوئی انقلاب نہ ہوگا کہ اُسکے اور اُسکے ملک کو پیام موت بھیجا جائے۔ وہ اُسکی حفاظت کی ذمہ داری نہیں کر سکتا۔ بہت صبح تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ دوم افغانستان کی بڑائی میں اس بات سے اور بھی زیادتی ہوگی سلطنت سے نکال کر غربت میں ہرنے کے لیے جلا وطن کر دیا تھا اُس میں وہ غائبیتیں جو ابھی بیان ہو چکی ہیں کہ یہاں کہ وہ ہماری دوستی کا دل سے خواہاں تھا اُسے اپنی لیاقت کے مطابق افغانستان پر عہدہ طور سے منت کی تھی لارڈو لارنس کو بہت معزز بنانا تھا لارڈوئیٹو کا شید تھا اور لارڈو کا رشتہ بڑوٹ سے باوصف اور کے کہ اُسکے زمانہ میں اُسکی بہت سی امیدیں منقطع ہو گئیں کوئی عداوت نہیں رکھتا تھا اور صل تو وہ بعد دیگرے جو گورنر جنرل مقرر ہوئے ان میں سے ہر ایک کی بات کو وہ اُسکی اور افغانستان کی دیر سمجھتا رہا تا کہ ہر ایک ابھی خاصی چونکنا می حاصل ہوئی تھی اُسکے ایک ناخرام وقت یعنی رضی جنوں کی حالت میں ہم نے پہلے کا کیا کرایا سب مٹا دیا اور یکے بعد دیگرے ہر دافتر نے موافقت کی تھی اُن سب کو شکست کر ڈالا اور ایک دوسری جنگ افغانستان کے شرمناک انقلابات

اب شیر علی کا بیان کرنا چاہیے جو قانوناً امیر تھا بشرطیکہ یہ خطاب کسی طور سے ایک ایسے شخص کی نسبت استعمال کیا جاسکتا ہو جسے اب تک یہ ثابت نہیں کیا تھا کہ جس حق کو افغان لوگ ہمیشہ جائز سمجھتے آئے ہیں اُسکو یعنی سب سے زیادہ زبردست ہونے کا حق رکھتا تھا اُسکا مقدر اب تک نئی نئی گردشیں دکھلاتا تھا سر و نیم زمین نے اُسکو اسکے باپ کا ذبح جانشین سر جان لارنس کے داخل ہندوستان ہونے کے قبل مان لیا تھا۔ لیکن ابھی تخت پر بیٹھنے بھی نہ پایا دو گاکہ اُسکو معلوم ہو گیا کہ اُسکو تخت کے واسطے لڑنا پڑیگا۔ چار مخالف و عویدار پیدا ہوئے اور اسکے عہد سلطنت کے ابتدائی دو سال کے ختم ہونے کے بعد ہی (۱۶۶۵ء) جب بظاہر اُنکے زیر کرنے میں کسی قدر کامیابی کے آثار معلوم ہوئے تھے تو اُنہوں نے اور بھی زور شور سے ایک بار پھر سر اٹھایا اور اس مرتبہ اُسکے تباہ ہونے کی باری تھی۔ پہلے تو وہ بلخ سے پھر کابل سے بعدہ قندھار نکال دیا گیا اور آخر کو اُسے ہرات میں (افغانستان میں صرف یہی ایک ایسا مقام تھا جہاں وہ خطرناک حالتیں بھی قائم رکھ سکتا تھا) جا کر پناہ دی اور جس زمانہ میں اُسکے دونوں بھائی یکے بعد دیگرے تخت نشین رہے وہ بھجوری چپ چاپ اُنکی طرف دیکھتا رہا۔

لیکن اسپر بھی اُسے دم نہیں لیا۔ فی الواقع وہ یعنی دوست محمد خان کا یہ بیٹا ایک مشہور شخص تھا اور اُسکی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ پندرہ برس کے اندر وسط ایشیا کے مقدرات سے ایک عمدہ حصہ حاصل کرے۔ اگر میرا یہ کہنا جائز ہو سکتا ہو تو وہ تاریخ افغانستان کا ساؤل۔ وہ اپنے حکم اپنی فیاضانہ خواہشات اپنی دلی محبتوں اپنے مول لیے ہوئے رنج اپنے مجنونانہ حسد اور اپنے عزیز ترین اشخاص پر انتہائے مرتبہ کا غیض و غضب ظاہر کرنے اور بالآخر اُس مرتبہ میں جسکی تعریف کسی زبان سے ممکن نہیں ہے ساؤل کے مشابہ تھا یہ مرتبہ وہ ہے کہ باوصف ہشیار بلاؤں کے جنہیں سے صرف نصف کا وہ سزاوار ہوتا ہے ایک ایسے شخص پر نزل کرنے میں وہ کبھی قاصر نہیں رہتا جسکے اطوار یا گذشتہ حالات میں کوئی عمدگی کی بات ہوتی ہے۔ الغرض اُسکے مزاج میں آدمی شرافت اور آدمی شرارت تھی اُسے اپنے برا اور علاقائی فضل خان کو امن و امان سے رہنے کی اجازت دی تھی قرآن ہاتھ میں لیکر اُسکی وفاداری کا حلف دیا تھا اور فضل خان بیٹے عبد الرحمن (یہ وہی شخص ہے جسکو عجیب طرح کے انقلاب زمانہ سے ہم نے خطرناک تخت افغانستان بٹھایا۔ روسیوں کا پٹیشن خوار روسیوں کی اولوالعزمی کے روکنے کو مقرر کیا گیا ہے) کے ایک تصویر پر سرور بار اُسکو مقید کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر جو لڑائی اسکے بعد ہوئی اُسین اُسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ اپنے حقیقی بھائی کو اپنی جان سے زیادہ پیارے بیٹے کے ہاتھ سے اور پھر اُسی جان سے زیادہ پیارے بیٹے کو اپنے بھائی کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے ہوئے دیکھے۔ اور جیسا کہ اُسے اپنے مراد میں نہایت درمندی کے ساتھ

جو اور زوجہ سے تھا اپنا جانشین مقرر کیا۔ اسکی یہ کارروائی جائز تھی لیکن اس قسم کا انتخاب (گو دستِ محمدیہ کیا تھا) باقی اہلیانِ خاندان شاہی کی سمجھ میں قابلِ پابندی نہ تھا اور عام افغانوں کے نزدیک تو اور بھی قابلِ پابندی نہ تھا۔ اسنے سلاک بیٹے بقید حیات اپنے بھند چھوڑنے تھے اور اسلین سے تین بیٹے براہِ رست تاج کے چل کر نے پر آمادہ تھے۔ اور باقی بیٹے اپنے اپنے صندوقوں پر فرمانروائی کرنے کے خواہشمند تھے پس اس موقع پر (جیسا کہ ہندوستان کے بعض اشخاص نے خیال کیا تھا) سرخجان لارنس کے لیے ایک بڑا موقع اس بات کا تھا کہ وہ اپنی شمشیر خاص علم کرتے اور عام دست بدست جنگ میں ایک اور جنگجو شریک پیدا کر کے انہیں سے کچھ انگلستان کے واسطے بھی چل کر تے اور خود سرخجان لارنس کا جو خیال تھا (یہ بہت وادجی خیال تھا) اس کے مطابق یہ بڑا بھاری موقع اس بات کا تھا کہ بالکل ملحدگی اختیار کی جاتی یہ بات ظاہر کی جاتی کہ ہمارے مقاصد خود غرضی اور غلام سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور افغانوں کو فرصت دی جاتی کہ وہ اپنے جھگڑے اپنے طور پر طے کر لیتے۔ اگر انہیں کم استقلال رہتا تو انکی وائسرائے کی کے کل زمانہ میں یا تو افغانی خونریزیوں کے جھگڑے میں ہم بھی پھنسے رہتے یا یہ ہوتا کہ اپنے امیدوار کو یکبارگی تخت پر بٹھا دینے میں ہکو کامیابی ہوتی اور اس کے بعد ہماری مدد سے یا بغیر ہماری مدد کے طبی انتخاب کے بظالمانہ طریقہ پر بار بار علحدہ آمد ہوتی رہتی۔

جو جو انقلابات ان بھائیوں کے جھگڑے میں واقع ہوئے اور جس کا یہ انجام ہوا کہ (اور جیسا کہ لوگ امید کر سکتے ہیں اس کے مطابق) افغانستان میں بھی علی العموم یہی نتیجہ ہوتا ہے) جو سب میں قابل تھے وہی زندہ باقی رہے قریب قریب پانچ برس یعنی سرخجان لارنس کی وائسرائے کی کے کل زمانے تک یہ جھگڑا اسی طرح زور و زور پر رہا۔ جیسا کہ معمول ہے عجب عجب طرح کی کیفیت دکھائی دی اور بڑے بڑے کھلاڑیوں نے خوب خوب کرتب دکھائے جلا وطنی اور نبرد آزمائی تخت اور دربار (قید خانہ اور گوری محل) کے بعد دیگرے طے ہوتے رہے۔ عجب معمول بار بار قرآن کا حلف دیا گیا اور ہر مرتبہ اسکی خلاف ورزی ہوئی۔ بار بار مصالحوں ہو لیکن آخر کو پھر قلبی عداوت ہو گئی بیتیہ سے فریب سے قتل ہوئے اور بار بار قتل عام واقع ہوا۔ ایک مہینہ میں تو افضل خان قلات غلڑی کے قید خانہ میں گلا گیا۔ دوسرے مہینے میں وہ تخت کاہل پر شکن ہوا اور سرخجان لارنس سے تھک ہوا کہ وہ امیر تسلیم کیا جائے۔ ایک مہینے میں اعظم خان جلا وطن اور سرخجان لارنس کی فیاضی سے راولپنڈی میں پشتمر مقرر ہوا۔ دوسرے مہینے میں وہ ایک جنگی فوج کا افسر ہوا۔ ایک دفعہ تو وہ کابل میں اپنے بھائی افضل خان کے نام سے حکومت کرتا رہا اور پھر افضل خان کے مرنے کے بعد اکتوبر ۱۸۴۱ء سے اگست ۱۸۴۱ء تک محلِ ملک کا اعلیٰ فرمانروا رہا۔

ہم اُسکو ملک کا مالک ذی حق سمجھ کر اُسکے ساتھ اُسی طرح کا بڑا وکریگے جسوقت ایک مرتبہ اُسکی حکومت ملک میں مستقل طور سے قائم ہو جائیگی تو ہم راضی رہیں گے کہ زر نقد بندوق توپ یا سامان جنگ خلاصہ یہ کہ اس قسم کے تحائف سے جو ایک دوست دوسرے کو دے سکتا ہے وقتاً فوقتاً اُسکی مدد کریں۔ لیکن ہم یہ بھی نہ کریں گے کہ اُسکو تخت دلوانے یا (اگر وہ خود اپنی کمزوری یا اپنی بد عملی سے تخت کھو بیٹھے تو) از سر نو اُسکے ہم پو پچانے کے لیے ہم فوج سے اُسکی مدد کریں۔ ہم اُن لوگوں کے ساتھ جو دوستی کریں گے وہ اُنکے پھنسانے کی دوستی نہیں ہے جو بہتر سے بہتر حالت میں بھی یک طرفہ ہوگی۔ کیونکہ ہم اپنے حصہ کے مطابق ایسا سے عہد اپنے اوپر واجب اور لازم سمجھیں گے۔ ہر کو معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات اپنے اوپر واجب و لازم نہ سمجھیں گے۔ گو ہمارے اصل مقاصد بعض اوقات بحسب ظاہر خلاف بھی چاہیں لیکن ہماری خواہش یہی ہے کہ وہ ملک زیر دست متحد مرقہ حال اور دوست رہے چونکہ ہمارا مقصد عہد یہ ہے کہ اُن سے مزاحمت نہ کریں اس سبب سے ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی ہماری مزاحمت نہ کریں گے اور چونکہ ہندوستان کے لیے انتہا مقاصد ہمارے سپرد ہیں نظر بران ہم جیسا کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اس بات کے مدعی ہیں کہ کسی اجنبی سلطنت علی الخصوص ایسی ناقابت اندیش سلطنت کو جیسی روس کی سلطنت ہے اس بات سے متنزع رکھیں کہ وہ جیلتا خواہ صریحاً الیمپون سے خواہ سازشوں سے عہد ناموں کے ذریعہ سے خواہ بزور تیغ کوئی ایسی حالت پیدا کرنے پائے جو ہماری حکمرانی کے خلاف ہو۔ اگر روس نے اسطور پر افغانوں سے مزاحمت کی تو وہ پنجابی تمام ہماری مدد طلب کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اُسوقت ہم اُنکے ملک میں نہ بحیثیت دشمن بلکہ بطور اُن کے دوستوں کے داخل ہونگے اور اِدھر ہمارا کام ختم ہوا کہ ہم پھر اپنی سرحد کو پلٹ آئیں گے اور اُنکی کسی شے پر نہ اپنا تصرف کریں گے اور صرف کرنا چاہیں گے۔

اب یہ وہ حکمت عملی ہے جو قطع نظر اور باتوں کے بہادری راستبازی اور ظلم و تعدی کی مخالفت سے خبر دیتی ہے۔ اس حکمت عملی کا دار مدار اس بحث کے ایک بے نظیر علم پر ہے اور وہ حکمت عملی ایسی ہے کہ گویا جیسا ہوروسی پیشقدمی کے خاص لحاظ سے قائم کی گئی ہے جو بجلت خواہ بدیر بلکہ انڈیا بجلت دریا جیون اور کوہ ہند و کش تک پہنچ جائیگی۔ پس اگر یہ حکمت عملی ۱۸۵۷ء میں جب قطع پر قبضہ کر لینے کی تجویز جنرل جان جیکٹ نے پہلے پہل بتائی تھی صائب تھی تو کسی قدر تبدیلی بحالی کے ساتھ ۱۸۵۷ء میں بھی جب سر سربھری گرین اور سرباز ٹل فریز نے اُسکو نئے طور سے چلا دیا تھا وہ صائب تھی۔ وہ حکمت عملی ۱۸۵۷ء میں بھی صائب تھی جب سرباز ٹل فریز نے جو اُسوقت ولایت کے انڈین اسکول کے ممبر تھے اپنی مشہور چچی سربازان کے نام لکھی تھی جو نصف خرابی کی بانی ہوئی تھی۔ اور بالآخر وہ حکمت عملی ۱۸۵۷ء میں

ایک ایسی آبادی ہوگی جو فتح حاصل کرنے کی حالت میں بھی اُسکا فائدہ آدھاکر دیگی اور شکست پانے کی حالت میں ہیکو بالکل تباہ کرڈالیگی۔ پانچویں وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ جو خطرہ ہمارے پانوں کے نیچے موجود ہے اُس سے فرو گذاشت کر کے ایک آئندہ اور محتمل خطرہ سے حفاظت کی جائے۔ چھٹے وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ انگلش اور ہندوستانی مدبرا ایسے معاملات پر اپنی تمام تو جمع کریں جنہ وہ ایسا کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتے جو قابلِ قدر ہو۔ ساتویں وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ شاہنشاہی حکمت عملی ہند کسی بہشت و دھونڈنے والے غازی کی باد ہوائی گولی یا پیش قبض پر منحصر کی جائے۔ نویں وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ ہماری ہندوستانی فوج ایک ایسی خدمت پر مامور کی جائے جس سے وہ نفرت کرتی ہے اور اسطور پر فوج بھرتی کرنے والے افسر کی مشکلات جو اسی وقت خوفناک طور کی ہیں اور بڑھادی جائیں۔ اور بالآخر وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ گورہاروپہہ پنجا اور پہاڑی ٹیلوں اور سرحد کے ایسے نشانوں پر جو روزِ ناتھ سے نکل نکل جائیں گے صرف کرڈالا جائے اور یہاں ایک ایک روپہ کی گورنمنٹ محکم ہو اور آبادی کا ایک بڑا حصہ جو قریب بمو کوں مرا ہو ایک طرف ٹکس وصول کرنے والوں اور دوسری طرف درحقیقت بمو کوں مرنے سے بچنے کے لیے صدائے فریاد و انیشت بلند کیے ہو۔ ان میں سے ہر ایک تجویز اکثر اشخاص کے نزدیک ایسی پائی گئی ہے کہ اُسکی بعض بعض باتیں مسلم الثبوت ہیں ہر ایک تجویز باقی تجویزات کی مؤید اور اپہر بھی اُن سے بے تعلق ہے اور ہیئت مجموعی ان سب کا اثر یکے بعد دیگرے ہر ایک عصر کے مذهب اور مذاہب کی مدبران ہند پر پڑا ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اس حکمت عملی سے افغانوں کے ساتھ کارروائی کرنے کے شعلق کیا کیا علی نتیجہ مستنبط ہوئے ہیں اور وہ کون سے نتیجہ ہیں جنکی سفر جان لارنس نے بحیثیت چیف کسٹرنڈ نیز بحیثیت گورنر جنرل برابر پیروی کی۔ انھوں نے صد ہا صورتوں پر اُن چھیون میں جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اور جو پچیس برس سے زیادہ مدت کے اندر کی لکھی ہوئی ہیں یہ باتیں بیان کی ہیں کہ افغانوں یقین دلاؤ کہ انکی چند زرخیز گھاٹیوں یا اسکے ہزار ہا پنجر پہاڑیوں سے ایک فٹ زمین کی بھی ہیکو طمع نہیں ہے اور نہ ہم اسکو لین گے ہم کبھی کوئی انگلش سفیر یا ریڈینٹ جبرائیل لوگوں پر تسلط کرنے کا قصد نہ کریں گے کیونکہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انکی موجودہ تندیب کی حالت میں جو عقل حیوانی انکو ہمارے سفیر یا ریڈینٹ کی موجودگی سے کنارہ کش کرتی ہے وہ بہت صائب ہے انکی عقل اپنی ذاتی حفاظت پر نگاہ کرتی ہے۔ ہماری خدمت بلکہ ہماری غرضی بھی نہیں ہے کہ سو سے صلاح یا تمثیل کے ہم کسی طرح انکے مذہب انکے خونیہ جنگلوں انکی خانہ جنگیوں اور انکے موروثی دستورات میں دست انداز ہوں جس فرمان روا کو وہ مقرب کریں گے

یہ صلح دیتے آئے ہیں کہ ہندوستان کے حملہ کی پیش بندی کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے قطع واقع ملک بلوچستان پر فوجی قبضہ کر لیا جائے اور اسکے بعد مقتضائے مصلحت قندھارا اور ہرات پر قبضہ کیا جائے اُن سب اور اگر سب نہیں تو اقل درجہ اُنہیں سے بعض اشخاص نے یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ انگلش اثر افغانستان کے اور حصوں میں بھی اس ذریعہ سے پیدا کیا جائے کہ انگلش سفیر یارزید ٹنٹ اسکے خاص خاص شہروں میں تعینات کیے جائیں اُسکی فوجوں کو قواعد سکھانے کے لیے انگلش افسر روانہ کیے جائیں اور سلطنت افغانستان کی جون آلود عزت کے لیے اب تب جو غاصب مدعی ہوا کرتا ہے ہم لوگوں کی طرف سے بطلانِ اُحیل خواہ بزور تیغ اُسکی مدد کی جائے۔

پنجابی فرقہ جسے سرغنہ سر جان لارنس تھے اور جسکی نام صاحبان سکرٹری آف اسٹینٹ اور صاحبان گورنر جنرل نے یکے بعد دیگرے اور اسی طرح بعض بعض نہایت ہی نامی گرامی فوجی مدبر جو ہندوستان میں کبھی پیدا ہوئے تائید کی اسکے خیالات بالکل فرقہ اول سے مختلف ہیں۔ اُنکی رائے یہ قرار پائی ہے کہ ارباب فرقہ سندھ نے جن تدبیروں کی صلح دی ہے اُنہیں سے کسی تدبیر کا عمل میں لانا بمنزلہ اسکے ہے کہ خطروں کے نصف راستہ تک اپنے کو پہنسا دیا جائے۔ دوسرے وہ بمنزلہ اسکے ہے کہ ایسے لوگوں کا مشہدہ و غنہ اور نفرت اور بڑھادی جائے جو وہی اور بے وفا جنگلی اور متعصب مگر ساتھی اسکے بہادر اور وطن دوست ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم اس وقت تک بھی بہت کچھ ضرر پہونچا چکے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ گو اُن میں کیسے ہی عیوب کیوں نہ پائے جاتے ہوں لیکن نہایت ہی جوش کے ساتھ اپنی آزادی اور اپنے مسکن مالوت ہیں اور (جیسا کہ اُنکو بخوبی محسوس اسکی وجہ پائی جاتی ہے) ہر ایک اجنبی سے نفرت کرتے ہیں اور نہایت افسوس کی بات ہے کہ منجملہ اُن اجنبیوں کے انگریزوں سے کچھ نفرت نہیں کرتے ہیں۔ تیسرے وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ ایٹھکو سیکسن فرقہ کے اُن ظالمانہ نفوس جو انی کو تقویت دی جائے جو ابھی سے بطور کافی اس قدر قوی ہیں کہ ذمہ دار افسروں کو اُنکے اختیار میں رکھنے کے لیے ہر طرح کی تدبیر شعور مستفل مزاجی اور عقل سلیم درکار ہے۔ چوتھے وہ تدبیر بمنزلہ اسکے ہے کہ ہم اپنی ایک قدرتی سرحد کو چھوڑ دین جو اول تو ایک قریب قریب دشوار گزار دریا سے شامل ہے اور پھر اسمین پہاڑوں کی ایک دیوار کے بعد دوسری دیوار واقع ہے یہ وہ سرحد ہے جہاں ہمارے وسائل بالکل ہمارے قریب رہتے ہیں اور اقل درجہ بمقابلہ دوسری سرحد کے یہاں کی آبادی بھی ہم سے برسرِ راہ ہے اور اُسکو چھوڑنے کے بعد ایک سرحد قائم کریں جو ہر جگہ اور پھر کمین نہوگی۔ یہ سرحد شل ایک سُرَاب کے ہوگی جو ہکو اپنے مقام سے دور دراز فاصلہ پر ترغیب دیکر کھینچ لے جائیگی اور وہاں ہکو دشمنوں کے قریب تر لڑنے کے لیے چھوڑ دیگی اور ہمارے چپ و رہت اور پشت پر

اور جو خوش قسمتی سے ایک ایسے ملک میں جو چٹانوں پہاڑوں اور طوفان کی وجہ سے خود ہیبت میں گچھ اُٹنے کم نہیں ہے آباد ہونے کی وجہ سے اب تک ہلکے و بھروسے سے متحدہ کیے ہوئے ہیں۔

قیس برس اور صد ہا میل زندہ خیز قطعات اور ریگستانی ملک روسی اور افغانی چکیوں کے مابین اس طرح پڑا ہوا تھا۔ روسی چوکیاں بچہ درخت اور افغانی چوکیاں دریا سے جیون پر تھیں۔ آج جنوبی حصہ جیون روسی کا شمار کیا جاتا ہے اور روسی پشترتون کے ذریعہ سے اُس سے عبور کیا جاتا ہے۔ خان خواد خان بخارا اور خان قوند کی مینوں ریاستوں کو روس کی سرحدی ٹورٹ سے عمدہ خواہ جسے طو پڑا گئے بڑھتے بڑھتے سطح چاٹ کھایا جیسے تیل کسی کھیت کی گھاس بالکل چر جاتا ہے۔ ہیران روسیوں کی ایک کٹھنبی ہے جو اُس کے اشاروں پر چلیگی۔ ریگستان کے درمیان جا بجا شاداب انقطاع واقع ہیں وہاں کے وہ وحشی ترکستان جو پیشتر دنیا کے کسی شخص سے زیر نہیں ہوئے تھے انھوں نے بھی اب اطاعت قبول کر لی ہے۔ مرقہ کے شاداب حصہ زمین پر دھکی دی جاتی ہے اور ہم نے اکثر سنا ہے کہ مرقہ اور ہرات کے مابین جو زمین واقع ہے وہ دیا سے سیراب رہتی ہے اور ہرات سے بھی زیادہ شاداب ہے۔ مسئلہ وسط ایشیا کے متعلق ابتدا سے جو ایک نازہ اور روز افزون خیال رہتا ہے وہ افغانوں کی پیشقدمی کی وجہ سے نہیں بلکہ روسیوں کی پیشقدمی کی وجہ سے ہے۔ ہم نے بحیثیت قومی اول جنگ افغانستان سے بڑھ کر شاید کبھی جرم اور حماقت نہ کی ہوگی اور چالیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ اسکا ارتکاب پیشتر جو ہم سے ہوا تو صرف روسیوں ہی کے ہٹاؤ کے خیال سے ہوا اور روسیوں ہی کا لگاؤ ہے جو اب فکر کر سکتا ہے کہ آئے ہمارے کھلی ہوئی آنکھوں کے سامنے اُسی حماقت اور جرم کا ارتکاب جنگ دوم افغانستان میں ہم سے بھر کر آیا۔

اس امر عظیم باخطرہ عظیم کا علاج کہ روسی پہلا سرحد ہندوستان کی جانب رفتہ رفتہ پڑھتے آتے ہیں کیا ہے۔ جس شخص نے بنیدگی کے ساتھ اس امر پر غور کیا ہے وہ ہرگز انکار نہ کرے گا کہ وہ بڑا بھاری خطرہ ہے یا اگر بالفعل نہیں ہے تو آئندہ ہو سکتا ہے اس سوال کے دو جواب دیے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ایک جواب تو اس فریق کا ہے جسکو سرحدی حکمت علی سندھ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دوسرا جواب اُس فریق کا ہے جسکو سرحدی حکمت علی پنجاب سے منسوب کرتے ہیں۔

سندھی فرقہ چترل جنگ کو جو ایک بڑے زبردست اور اپنے ذاتی اوصاف کے بڑے خود پسند تھے اپنا بانی بانی قرار دیتا ہے اور اُس فرقہ کے صلاح کاروں میں گویا اپنے علم قابلیت یا بہادرانہ کارروائیوں کے لیے اس قسم کے لوگ شہر میں جیسے سرختری رائیسن تیرا تزل فریز سرختری گرین سب تو رائیسن پہیلی سرخان بزدلوں اور سرختری بزدلوں پر مستند اشخاص گئی برس پیشتر سے کم و بیش مطابقت کے ساتھ

اور جو اپنی رعایا سے نہایت ہی مہربانی کے ساتھ ہمدردی کرنے کے خیالات سے مالا مال تھا۔

اب بیرونی حکمت عملی کا سب سے ضروری مسئلہ باقی رہا جو عوام الناس کے توہم کے مطابق قریب بلا شرکت غیرے سرخان لارنس کے نام سے تیز کیا جاتا ہے حالانکہ یہ نہایت ہی یقینی امر ہے کہ کم و بیش دوراندیشی اور کامیابی کے ساتھ نافرجام گورنر جنرلی لارڈ آکلینڈ کے خاتمہ سے لیکر لارڈ لارنس کی ویسی ہی نافرجام وائیسرائی کے آغاز تک برابر ہر ایک اعلیٰ فرمانروا سے ہندوستان نے اُسی کی پیروی کی ہے۔ اصل میں سرخان لارنس کی حکمت عملی اُنکے ماہق اور مابعد وائیسرایوں سے صرف یا خاص کر کے اس بات میں مختلف تھی کہ وہ وسیع ذاتی واقفیت رکھتے تھے اور اسپر انکی حکمت عملی منحصر تھی۔ انکو ممالک متعلقہ کی اشکال و انواع خود سرحدی لین اور اُنکے دونوں طرف جو قومیں آباد تھیں انکی جداگانہ خاصیتوں سے ایسی واقفیت حاصل تھی کہ اگر کسی وائیسرائے کو کبھی نہیں ہوئی۔ اہل تو یہ ہے کہ قدرتی فوجی تاریخی ملکی اخلاقی ہر ایک پہلو سے اس مسئلہ کی حالتوں کو وہ بخوبی تمام جانتے تھے۔ اس واسطے وہ اس بارے میں زیادہ مستند طور پر تقریر کر سکتے تھے اور ہر مقام پر اُس دباؤ کی مخالفت کرنے کو زیادہ مسلح رہتے تھے جسکو ایسے بیباک سپاہی اور حرصی مدبرانیر ڈال سکتے تھے جو سب کے سب اُنکی حکمت عملی کے چھوڑ دینے کے شائق تھے اور یہ حکمت عملی ایسی تھی جو ناک گہری اور فتاحی سے پاک اور اس بات پر قائم ہو کر کہ ہماری ذمہ داریاں اسوقت بھی بہت بڑھ چکی تھیں خاص ہندوستان کی حکومت اور محافظت کو ایک ہندوستانی مدبر کا مقدم اور کافی مقصد قرار دینے والی تھی۔

سرخان لارنس کی حکمت عملی کو تو اُسکے ایک خاص و مکد صلاحکار نے ان الفاظ سے (یعنی ایک دوراندیشانہ سلوک کی حکمت عملی) تعبیر کیا ہے۔ یہ تعریف اعتراض سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اُس سے وہ علم اور وہ نگرانی ظاہر نہیں ہوتی جو حکمت عملی مذکور کا جزو اعظم تھی۔ اس واسطے اسپر ان مخالفین نے بڑے اشتیاق سے گرفت کی ہے جنھوں نے یہ تصور کیا ہے کہ خود اُسکے نام سے ایک ایسی حجت پیدا ہوتی ہے جو اُسکے اہل مقصود کے خلاف ہے۔ لیکن میرے نزدیک اُسین اس قدر غلط فہمی نہوگی جس قدر عموماً اس قسم کی مختصر تعریفات سے ہوتی ہے۔ سرخان لارنس کی بیرونی حکمت عملی اپنے اوپر اعتماد کرنے اور اپنے گوروں کے رہنے اپنے کو بچانے نہ کہ دوسرے کو ہٹانے اور اس غرض سے منتظر اور نگران رہنے کی حکمت عملی تھی کہ اگر کسی وقت جابرانہ کارروائی کا موقع آئے تو وہ زیادہ سختی کی کارروائی کر سکیں اور وہ کارروائی برسرِ حواب ہو۔ المختصر وہ حکمت عملی یہ تھی کہ اندرونی ملک میں امن و امان قائم رکھیں اور قرب و جوار کے ملکوں علی الخصوص اُن جنگلی جسہ گون کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دیا جائے جو ۶۰ میل کی شمالی مغربی سرحد چرشارت الارض کی طرح بھرے ہوئے ہیں۔

سہ چہ و بگو و بکارتی متبونی۔

کہ اس قسم کی تخیض اور ایصال مکان میں کوئی بیماری اعراض کیا جاتا اعلیٰ الخصوص اس صورت میں جب بہت ہی کم شرح سے انکم گنس لگایا جاتا۔ نسب سے پہلے مرثبہ مجھے اور لارڈ لارنس سے جب ملاقات ہوئی تھی تو انھوں نے اس معنون کی تقریر کی تھی۔

ہندوستان میں گورنمنٹوں کے لیے اس قسم کی ترغیبوں کی کمی نہیں ہے کہ زیادہ دولت مند اور زیادہ صاحب اختیار درجہ کے لوگوں پر نکس لگانے سے انکار کر کے ایک سال اور ظاہری نیکنامی حاصل کریں اور جو وقت یہ لوگ جن کے سوا اور کسی قسم کے نکتہ میں ایسے نہیں ہیں جنکی ساعت کی بجائے پسند کرنے والے ہوں تو کسی ایسی کارروائی کے لیے جو آئینہ جانہ آری اور انصاف کے بالکل خلاف ہو قابل قبول وسائل کا تلاش کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔ دربارن ملک کو یہ بات بھی فرو گذشت نہ کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں جاری سلطوت کے قیام کی اصل بنیادیں اس بات پر منحصر نہیں ہیں کہ بعد و دے چتہ بشور غل کرنے والے اشخاص اپنے فائدہ کی غرض سے کسی تدبیر کو پسند کر لیں تو وہ عمل میں لائی جائے بلکہ وہ اس امر پر منحصر ہیں کہ کھوکھا اشخاص جو ہمیشہ خاموش اور ساکت نہیں رہ سکتے ہیں راضی رہیں اور اپنے دل میں یہ خیال کریں کہ گزودہ لوگ جو انکے سر پرست اور وکیل ہونے کا اظہار کرتے ہوں خود غرضی سے شور و غل مچاتے رہیں لیکن ہوکو گورنمنٹ کے عدل اور انصاف پر دل سے یقین کرنا چاہیے اور یہ کہ گورنمنٹ کا فائدہ انام کے مقاصد کی برابر نگران رہیگی۔ دولت مند درجہ کے لوگوں کو نکس سے مستثنیٰ کر دینا ایک پونیٹیکل غلطی ہے اور وہ غلطی ایسی ہے کہ جیسا عیسازانہ گزرتا جائیگا اور علم و عقل بڑھتی جائیگی اسی طرح وہ زیادہ ضرر برسان جوتی جائیگی۔

یہ لارڈ لارنس کی رائیں تھیں اور یہ بات اب تک ضروری ہے کہ انکی صداقت کا باصرہ تمام اظہار کیا جائے۔ کیونکہ ہندوستان کے زیادہ صاحب اختیار درجہ کے لوگوں کی یہ خواہش کہ اصل میں انکو ہر ایک طور کے نکس سے نجات دیا جائے اب بھی اسی طرح پہچان پر ہے جیسی اور کسی زمانہ میں تھی جو کچھ میں نے ابھی اوپر بیان کیا اس سے بعض اُن درجات کی توضیح ہوتی ہے جسے لارڈ لارنس ہندوستان میں وہ بات حاصل نہ کر سکے جو علی العموم گرنہایت ہی غلط طور پر نیکنامی کے نام سے مقب کی جاتی ہے۔

انکو اس سے کچھ بہتر بات حاصل ہوئی۔ کبھی کسی انجمن شخص کا خاص کر کے شمالی ہند کے رؤساء میں اسقدر اعزاز اور اقتدار نہ ہوا کہ شرفی لوگ اسی کی قدر و منزلت کرتے ہیں جبکہ وہ اپنا زبردست اور اصل مالک سمجھتے ہیں اور خود لارڈ لارنس کی یہ کیفیت ہے کہ باشندگان ہند عموماً اور اپنے قدیم صوبہ کے آزاد اور بہادر آدمیوں پر خصوصاً جس طرح کی نظر محبت رکھتے تھے ویسی دیکھنے میں نہیں آئی۔ جو وقت وہ وائسیرائے مقرر ہوئے تھے اسوقت تک انجمن اشخاص کے دونوں میں سے اعلیٰ کے فسادات کا ہمارا اسی طرح جوش و زن تھا اور ہندوستان کے لیے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہوئی کہ اسوقت اُنکی فرمانروائی کے لیے ایک ایسا شخص ملایا جس پر اس قسم کی تاثیر مطلق اثر نہیں کرتی تھی۔

سخت انحراف کرنا پڑا اور جو خرابی واقع ہوئی تھی اُسکی اصلاح صرف جزئی طور پر ہوئی۔ اگر جان اسٹوارٹ نے اس معاملہ کی خبر نہ لی ہوتی اور عقلندی اور اعتدال کے ساتھ انڈیا آفس کے اختلاف پر اپنا اثر نہ ڈالا ہوتا تو جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں یہ امر مشکوک ہے کہ آیا اپنے چرانے صوبہ کو نقصان سے محفوظ رکھنے میں انکو بالکل کامیابی حاصل ہوتی۔ خوش قسمتی سے وہ وقت گزر گیا تھا جب ان امور کے متعلق لارڈ لارنس کے خیالات کی تائید کرنا ضرور تھی۔ ہندوستان کے لیے بڑی خوش قسمتی کی بات ہوئی کہ اُس نازک زمانہ میں اُسکو ایک ایسا وائیس رائے ملا جو اُس جوش و خروش کا جس سے ہندوستان کے سب سے زیادہ ضروری مقاصد یعنی پیشہ زراعت کو نقصان عظیم پہنچنے کا کھٹکا تھا مقابلہ کر سکا۔ افسوس کہ اب تک بہت کچھ کرنے کو باقی ہے مثلاً اُس حالت سے بڑھ کر اور کس بات کا افسوس ہو سکتا ہے جیسے گزشتہ صدی کے بند و بست استمراری کی رو سے غلط اصولوں کے موثر کرنے سے بعض حصہ جات بنگال کے مزارعین کم ہو گئے۔ جب لارڈ لارنس وائیس رائے تھے اُس زمانہ میں اُس بڑے اور نہایت ہی نازک مسئلہ کے طے کرنے کا قصد خالی از اسید تھا جو ٹھوڑا ہی عرصہ میں ضرور باضر و بہت بڑی وقعت پیدا کریگا۔ لیکن انھوں نے مسئلہ مذکور کے بارے میں کبھی اپنی رائے کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ اور اُسکی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ اس سخت قسم کی مخالفت کو باصرہ تمام دو تہہ زمینداران بنگالہ کے وکیلوں نے کلکتہ میں اُنکے خلاف ظاہر کیا تھا۔

غریب غریب جن لوگوں کے فائدہ کا خیال اُنکے مرکز خاطر تھا ان لوگوں میں صرف اسامی اور کاشتکار ہی لوگ نہ تھے چنانچہ انھوں نے اس بات کو اپنی اس دائمی خواہش سے ثابت کر دیا تھا کہ کس زیادہ و اچھی طور سے لگایا جائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ غریب و غیر و اچھی بارڈ الا گیا اور دو تہہ درجہ کے لوگوں پر اُنکے و اچھی حصہ کا بازمین ہے اور اسی باعث سے باوصف مخالفت روز افزون جو بعض اوقات ایسی قومی ظاہر ہوئی کہ بکامیابی اُسکا مقابلہ نہیں ہو سکا اُنکو ترغیب اس بات کی ہوئی کہ انکم کس کو انتظام خزانہ ہند کا ایک و دائمی مجوز سمجھا اُسکی ضرورت اور جواز کو قائم رکھیں۔

ہندوستان کے قیام کی حالت میں اور وہاں سے روانہ ہونے کے بعد بھی (یہ میں اُس کتاب سے نقل کر رہا ہوں جسکا پیشتر حوالہ دے چکا ہوں) اس امر کے متعلق وہ کبھی متزلزل الہے نہیں ہوئے اُنسے بڑھ کر ہندوستان کا جاننے والا کوئی شخص نہ تھا اور جن تدبیروں میں وہ سمجھتے تھے کہ رعایا پر ظلم اور نا انصافی ہوگی ان کو بڑے شد و د اور بڑی نکتہ چینی کے ساتھ انھوں نے نامعلوم کیا اُنکو یقین تھا کہ رعایا میں سے بعض درجے ایسے ہیں جن پر اُنکے مناسب حصہ فوائد عام کا کوئی بازمین ڈالا گیا حالانکہ اُنسے بڑھ کر کسی درجہ کے لوگ اُس بار کے اٹھانے کے قابل نہیں تھے۔ اُنہر بار اس وقت پڑ سکتا تھا جب براہ رست کس جاری ہوتا اور اُس انتظام کی رو سے جو قتل کی رو سے اچھا کہنا جا سکتا اور جسکی ذمہ داری بیشک ہمارے اختیار میں ہے اس بات کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی

گورنر جنٹل مین لارڈ لارنس نے انکی اس فرضی خواہش کو کہ سابق گورنر جنرل کا تمام کام درہم برہم کر دیا
نظر رعایت سے نہیں دیکھا اور یہ کہ میں ادھر بیان کر آیا ہوں اسوقت کی تمام مخالفت کا اور اضافہ ہوا۔
ایسی حالتوں میں مکن نہیں تھا کہ کوئی اہل اور کامل کامیابی حاصل ہوتی اگر کچھ تھوڑا بہت بھی بچ گیا تو یہ ایک
سبا بکا دکی بگڑ ہے۔ یہی لارڈ لارنس کی کوششیں بیکار نہیں گئیں۔ اودھ کے حقوق اراضی کی جو حالت انھوں نے
پائی تھی اس سے بہتر حالت میں لارڈ لارنس نے انکو کر دیا اور بہت سی صورتوں میں جہاں ظلم اور شرارت کے ساتھ
انصافی کا اظہار ہوا تھا انھوں نے فردوسی کر دی۔ اسامیون ماتحت مالکوں اور دوسرے اشخاص کی حفاظت کے لیے
در اہل جو تہذیب میں اختیار کی گئی تھیں میں بالتفصیل انکے بیان کرنے کا قصد نہ کر دیتا جو امر درجہ تکمیل کو پہنچا وہ بالکل
لارڈ لارنس کے مستقل ارادہ سے انجام ہوا۔ اودھ کی حالت اب تک نہایت ہی غیر قابل اطمینان ہے۔ موجودہ نظام
ایسی ایسی باتوں سے شامل ہے جو خواہ مخواہ اسکو برباد کر دینگی۔ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ قطعی طور پر صوبہ کی حالت اسوقت
درست ہوگی جب بندہ پنج اور باستقلال وہ اصول موثر کیے جائینگے جنکو لارڈ لارنس نے قائم رکھا تھا اور جہاں تک
مکن تھا انپر عمل کیا تھا اس پختہ قصد کا کہ اودھ میں تعلقداری کی بڑی بڑی حکومتیں قائم رہیں ناگزیر نتیجہ یہی پیدا ہوگا
کہ اس میں ناکامی حاصل ہوگی۔

اسی طرح کی ایک کارروائی جسکے متعلق اودھ میں ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ سیکندر آباد بعد از امدین پنجاب میں بھی
شروع ہوئی تھی۔ اہل بند و بست و لگاری کے ترسیم ہونے پر جو اسوقت عمل میں آیا تھا جب پنجاب پہلے پہل پرنسپل سلاطین
صوبہ قرار پایا تھا اس بات کا موقع مل گیا کہ ملک کے قبضہ دار اسامیون کے خلاف انکی بیگنی کے لیے ایک جنگ
قائم کی جائے۔ ان کارروائیوں کی قواعد و ضوابط گورنر جنٹل مین نے ان سب باتوں سے ہم پہنچ سکتی ہے جو قانون اسامیون
پنجاب کے متعلق اور خاص کر کے پرنسپل مین کی پندرہ پندرہ ترقی کے گئے تھے۔

اودھ کی طرح اس پنجاب کے معاملہ میں بھی لارڈ لارنس نے قصد مصمم کر لیا تھا کہ جہاں تک مکن ہو اس انصافی کی
ادوی جائے جو اسوقت تک عمل میں آچکی تھی اور ملک کو نقصان عظیم نہ پہنچنے پائے کیونکہ انکو بہت اچھی طرح سے یقین تھا
اگر اسامیون کے قدیم حقوق جانتے رہینگے تو اسکا نتیجہ وہی پیدا ہوگا اس معاملہ میں بھی بوجہ اس مخالفت کے جو خود انکی
رسل اور مخلصان میں ظاہر کی گئی انکو بڑی بڑی دقتیں لاحق ہوئیں اور اس بات کے سوا اور کچھ مکن نہ تھا کہ جس قسم کا
داد اچھی طرح سے ہو سکتا ہو وہ عمل میں لایا جائے۔

یا ایہ نہ پنجاب کے معاملات کی وہ حالت نہیں ہوئی جو معاملات اودھ کی ہوئی۔ اور اسامیون کے لیے ایک عمدہ
حقوق کا بچ رہا۔ علاوہ بریں پنجاب ایک ایسا ملک ہے جس میں خاص کر کے چھوٹے مالک آپادہین جو آپ اپنی اراضیات کا
رستے ہیں اور اس وجہ سے درحقیقت یہاں کا مسئلہ اودھ کے مقابلہ میں چنداں ضروری نہیں تھا اس پر بھی متحرک اصول سے
ہنہ

جس چوٹ و خروش کو اسطور سے ترقی ہوئی اُس کے سبب سے تسلیم کیا گیا کہ حقوق مقابضت ہم لوگوں نے ایجاد کیے تھے اور دراصل اُنکا کوئی وجود نہیں تھا۔

ضرور ہے کہ ہر مقام پر ایک بڑا زمیندار ہو اور جہاں نہ تو ضرور ہے کہ وہ غیر واجبی طور سے بگاڑ دیا گیا ہو نہایت ہی زائد اہم ضرورت و ذخیرہ ثبوت کے مقابلہ میں جو صرف ہندوستان ہی سے نہیں بلکہ دنیا کے ہر ایک ملک سے اشتنائے انگلستان اور اُسکی نوآبادیوں کے جمع کیا گیا تھا یہ قرار دیا گیا کہ سوائے اُس قاعدہ کے جو ہل میں انگلستان سے خصوصیت رکھتا ہے اور کسی قاعدہ سے یہودی متعوض نہیں ہے۔ یہ قاعدہ ہندوستان میں ہماری حکومت قائم ہونے کے پہلے ہی جاری تھا اور جب اس میں مقام پر لیکن ہو اب بھی اُسکا جاری کرنا ضرور ہے۔

صرف کاشتکاروں اور زمینداروں ہی کے متعلق ترمیم انتظام کا تقاضا نہیں ہوا بلکہ اس بات کی فریاد بلند ہوئی کہ ہر علاقہ میں امر کی سلطنت قائم ہو علاقوں کی تقسیم و ترقیم کی مانع ہوئی۔ خلف الکبر کی جانشینی کا رواج قائم ہوا۔ بعد کو یہی باتیں نہایت ہی زور شور کے ساتھ سرچارلس و گلفیلڈ چیٹ کشر نے اودھ میں پیش کیں۔ کچھ دنوں لارڈ کیننگ نے بھی اُنکو قائم رکھا اور اُسکا نتیجہ وہی عجوبہ ترین کارروائی یعنی گورنر جنرل کا اشتہار بابت خطی مل حقوق متعلقہ اراضیات اودھ کے ہے۔

معاملات اودھ کے متعلق جیسے کاغذات اور اُن اسپیچوں سے جو خود میں نے لجنہ لینڈ ریسل میں قانون لگانے کے بارے میں کہی تھیں لارڈ کیننگ کے اشتہار اور اُن تدبیرات کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جو اُس کے بعد عمل میں آئیں۔ جنگو لارڈ لارنس نے اُس وقت عین اودھ کا گیشٹر مقرر کیا اور میرے ذمہ اُنکے اس مقصد کو تعمیل کرنے کا کام فائدہ ہوا کہ پُرانے حقوق میں سے اُن حقوق کو قائم رکھوں جو بالکل اسطور سے مٹ نہیں گئے تھے جنگی کوئی امید باقی نہ رہ گئی ہو۔ یہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ لارڈ لارنس نے ہمیشہ اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ ایسے انتظامات کی عزت کرنے کے پابند تھے جنکو لارڈ کیننگ نے قطعی قرار دے دیا تھا اور جسے پرنس گورنمنٹ کا ایمان متعلقہ داروں کے ہاتھ بیچ ہو گیا تھا اور علاوہ ہرین وہ انتظامات ایسے احکام اور اسناد کی رو سے بحال رکھے گئے تھے جو ملک اودھ میں قانون کے برابر تاثیر رکھتے تھے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کوئی بات بمشکل ممکن تھی کہ جو لوگ حق مقابضت رکھتے تھے اُنکا حق قائم رکھا جاتا اور جو مالک بیدخل ہو گئے تھے اُنکو اچھی سے اچھی شرائط پر جنگو متعلقہ دار قبول کرنے پر آمادہ کیے جاسکتے تھے یا جنگی گورنمنٹ متقاضی ہوتی تھی اسطور سے حق دیا جاتا کہ لارڈ کیننگ کے احکام کی رو سے جو بند و بست ہوا تھا اُسکی شرطوں میں کچھ فرق نہ آنے پائے۔ یہ بھی ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اس امر کے طے کرنے میں لارڈ لارنس کی مشکلات اس سبب سے اور بڑھ گئیں کہ قریب قریب اُنکی کل گورنمنٹ نے اُنکے خیالات سے سخت مخالفت کی البتہ سرسری بین اور سرسری ڈیپٹل نے مدد مانہ طور پر بہمدی اور اعانت کی۔

اُن میں فعلاً شریک ہو نا پڑا۔

چودھوان باب ۳۳ نہایت

لارڈ لارنس کی تدبیرات حفاظت اسمایان اودھ و پنجاب کے ذیل میں ہوا حالات بیان کیے جاتے ہیں انہیں۔ اکثر باتیں کسی قدر ترسیم کے ساتھ میں اُس خط کتابت سے اخذ کرونگا جو میرے بھائی جنرل پیرڈیو نے لکھی اور سرسبزبان اینڈو کے مابین ہوئی تھی اور جس میں میں بھی کینقد شریک تھا۔ وہ قائم مقام اُن خیالات کی ہے جو خود لارڈ لارنس کے گویہ امر علی العموم مشورہ زمین ہوا لیکن بجا و بیان کو دنیا چاہیے کہ لارڈ لارنس کی اُن کوششوں میں جو اسمایان پنجاب کے کی گئی تھیں بالکل ناکامی کا واقعہ نہونا اس سبب پر کچھ کم نہم زمین ہے کہ سرسبزبان نے اس بارے میں جسکا انکو دل سے خیال تھا ذاتی کوشش کی تھی اور انڈیا آفس میں زبانی اُنہوں نے بہت سی باتیں بڑے شد و مد سے بیان کی تھیں۔

قدیم اینڈ انڈیا کمپنی کے قصورات کو کچھ ہی کیون نہوں لیکن مالکوں اور کاشتکاروں کے متعلق گزشتہ تیس برس سے اسکے خیالات نہایت ہی مہذبانہ رہے تھے۔ گو اکت ۱۰۔ ۱۱ء کمپنی کے معزول ہو جانے کے بعد صادر ہوا لیکن اُس میں ایسے اصول تھے جن پر وہ عرصہ سے عمل کرتے آئے تھے وہ اصول یہ تھے کہ اراضیات ہند کی ترقی بالکل اہل کاشتکار زمین پر منحصر رہے اور حقوق ارضی کے متعلق گورنمنٹ قدیم دستور ملک کے قائم رکھنے کی پابند رہے کیونکہ اولاً تو اُس کا فہم خلائق کا فائدہ مقصود ہے اور وہ سرے بذریعہ شد آمد قدیم اس فیبا و پر گل بسایہ اد کا بندوبست ہوا جاتا تھا مالکان مزارع کا جو بھی بخوبی تسلیم کیا گیا اور جس جس مقام پر اسمی زمین کی ذراحت کرتے تھے وہ ان اٹکا لگان بذریعہ رواج کے محدود کیا گیا صرف مقابلہ کے ذریعہ سے اُسکا انقباض نہیں ہوا۔ حقوق مقابضت بھی ہر حالت پابندی رواج متفقہ محفوظ رکھے گئے۔

خدا رہتے ہی ایک تباہ و لعین واقع ہوا۔ قومی عداوت کو اشتعال ہوا اور بالائی ہند کے ایک بڑے حصہ سے اری سلطنت کے اُس وقت اٹھ جانے پر جب اُسکی خلقی فوج جسپر اُسکے قیام کا ادارہ تھا جاتی رہی کسی کو اس بات کا بھی یقین نہیں رہا کہ ملک پر ہمارا قبضہ باقی رہ سکے۔ بن سب باتوں سے اُس زمانہ کے مدبروں کا ایک قومی فز و خیال کو بگاڑا سلطنت کو قوت اُس وقت مل ہوگی جب انڈیستان کی طرح سے مالکان ارضی کی ایک حکومت ہندوستان میں قائم ہوگی کیا گیا تھا کہ جس وقت ملک کے صاحب اختیار لوگوں کے حقوق ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیے جائیں گے تو اُس سے سلطنت کے قیام کو بڑی مدد پہنچے گی۔ خدا کے بعد کچھ تو اُسکے صریح نتیجے اور کچھ اس سبب سے کہ جن کانون میں سرایہ اور انڈیستان انتظام کی حاجت تھی انکو بہت ترقی دی گئی ہندوستان میں اُن انڈیستان اشخاص کی تعداد نے بڑے طور پر تعلیم پائی تھی جو زیادہ ہو گئی تو اُس سے انڈیستان کی طرح میان بھی زمینداروں کے لیے مجبوزا اُترا ہو گئی۔ اتحاد اراضیات کی بابت جو جوش و خروش بلند ہوا اور جو دو تین اور نا امیدان ابتدا میں اس امر کے ہونے سے پیدا ہوئے کہ قریب قریب ہر مقام پر ارضی کے متعلق اُسکی حقوق موجود تھے وہ سیاسی خیال کی جو حرکتیں

غاطبیانی کا مقابلہ قبول کر لیا لیکن جسوقت طرفین کا فتنہ و فساد فرو ہو گا تو ہم اُس دور اندیشی کی تعریف کرینگے جس سے چند ہزار گانوں کے باشندوں کے معاندانہ خیالات متغیر رکھے گئے تھے۔ اور لارڈ لارنس اپنی کارہ کشی کے وقت اطمینان تمام یہ خیال کر سکتے ہیں کہ انھوں نے ایک ایسے گروہ مزارعین کی طرف سے لڑنے کا ذمہ اٹھایا انکی طرف سے لڑے اور انکے دعوے کو سرسبز کر دیا جنکا کوئی حمایت کرنے والا نہیں تھا۔ اور انھوں نے خوش قسمتی سے اُس قسم کے ایک اختلاف کو فرو کیا جسپر شاید اسوقت ایک جلسہ وزراء کی نیکامی اور ایک قوم کی قسمت متعین تھی۔

مسئلہ حقوق اسامی کے متعلق مندرجہ بالا احوال کے لکھنے کے بعد مجھ کو سر جان ائیسرینچی کی گرانقدر چٹھی سر جان لارنس کی وائیسرائی کی بابت وصول ہوئی جسکے طویل و طویل مطالب اقتباس کر کے مین اوپر پر محول کر چکا ہوں۔ اور اس امر خاص کے متعلق جو وسیع علم اُنکو حاصل تھا اور اُس زمانہ کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ ہندوستان کی حکومت میں انھوں نے جو ضروری شرکت کی تھی اُس سب کا خیال کر کے میرے نزدیک مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گو بعض مطالب جو دوسری عبارت میں بیان کیے گئے ہیں کیسے قدر وہ مکرر ہو جائینگے لیکن اُس چٹھی کا باقی ماندہ حصہ بھی محول کیا جائے۔ مسئلہ حق اسامی کے متعلق ایک مستند رائے ظاہر کرنے کے علاوہ انھوں نے صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ انکم کس ہند کے بارے میں سر جان لارنس کی کیا رائے تھی (یہ مسئلہ نہایت ہی ضروری اور بدرجہ غایت متنازعہ فیہ تھا) اور ایک ایسے لطف کا امر آسین مذکور ہے جسکا اور کا غذات جو میرے ہاتھ آئے ہیں کہیں اشارہ نہیں کیا گیا ہے یعنی آسین یہ بھی بیان ہے کہ حق اسامی کے متعلق انکی رائے تھی جو جھگڑا پیدا ہوا تھا آسین جان اسٹوارٹس مل نے اپنی طرف سے کیا کارروائی کی۔

اسامیوں اور کاشتکاروں کے حقوق کو جائز رکھنے اور انکی حالتوں کو درست کرنے کے متعلق لارڈ لارنس نے جو بیخ گوش مشق کی تھی اسکے متعلق ایک دلچسپ اور ضروری تواریخ بیان کی جاسکتی ہے اور اسوقت وہ خاص کر قابل توجہ کیونکہ اسی طرح کے مسئلے آئرلینڈ کے متعلق شجوزین طلب ہیں۔ زندگی بھر میں اس سے بڑھ کر کسی امر سے اُنکا کام نہوا ہو گا اور اگرچہ اسوقت اُنکی کامیابی نامکمل رہی لیکن ایسی مخالفت کے ہوتے ہوئے جو شاید کسی گورنر جنرل کے وقت نہ رہی ہوگی معقول ہوگا جو انھوں نے بنایا اور قائم رکھا تو اس سے ہندوستان کے حق میں نہایت ہی فائدہ ہوائیں اسوقت یہ بیان لکھنے کا قصد نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ جن کا غذات کا حوالہ دینا ضروری ہو گا اُنکے محول کر لے کامیرے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی آکے مین ایک نہایت ہی ضروری معاملہ کے متعلق جس سے وہ بحیثیت وائیسرائے تعلق رکھتے تھے یکم خاصاموش نہیں رہ سکتا۔ وہ ایک ایسا امر ہے جسکے بارے میں کیسے قدر سنہ کے ساتھ مین لارڈ لارنس کی راپوں اور کارروائیوں کو بیان کر سکتا ہوں کیونکہ بحیثیت چیف کمنشنر اودھ اور اسکے بحیثیت ممبر کونسل اس امر کی بحث میں اور جو کچھ لکھتا ہوں اگر لکھتا ہوں تو دیان کی گین

۵۱۸

شامل تھے۔ ان لوگوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جس تحقیقات کی استدعا کی گئی تھی وہ عمل میں آئی۔ سو کارروائی سرخیز پرنسپل جدید وزیر مال کے اختیار میں گئی اور بتاریخ ۱۹ اکتوبر اس امر پر شلہ میں ایک بڑی بوجھٹ ہوئی۔ سرخیز پرنسپل جن جوامعی (پاکستان) سے واپس آئے تھے ایک طویل طویل اپنیج کے ذریعہ سے سرخیز پرنسپل کو اس میں تجربہ حاصل کر کے اس امر میں بخوبی واقف و ماہر ہو گئے تھے اور سرخیز کو بل پیلز نے سرخیز پرنسپل کو تاکید کی۔ سرخیز پرنسپل کو ریفریڈر خدمت فر تو پر گئے تھے اور سرخیز پرنسپل کو نارمن جو ان کے قائم مقام کی حیثیت میں کام کرتے تھے وہ بھی سودہ کے سودہ تھے اسکے سوا سرخیز پرنسپل کو لارنس نے سودہ کے تاکید مالیات ایک اپنیج میں جمع کیے تھے جن سے ظاہر ہوا کہ وہ اس مسئلہ سے نہایت ہی واقفیت اور اسکے تمام رموز و نکات پر کمال عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ۔

اپنی تجویز کو مفصل حالات کے بیان کے لیے موقوف رکھنے کے مجکو نہایت شذ و عد کے ساتھ اپنے اس اشتیاق کا اظہار لازم ہے کہ یہ مسودہ بغیر اسکے کہ اس کی کسی ضروری بات میں کوئی تبدیلی بحالی ہو، بحیثیت قانون نافذ کر دیا جائے جس میں سلاہ کے حل کرنے کا آمین قصد کیا گیا ہے وہ برسوں سے غور طلب رہ چکا ہے اور اس کو توثیق کے روبرو تین برس سے پیش ہے۔ ایسی تائید کے سامنے مخالفت بالکل دائل ہو گئی اور مسودہ اسی روز بحیثیت قانون نافذ ہو گیا۔ ایک شخص یعنی ڈیپلٹو ٹینسینٹس کزنے جو پردے کی آڑ میں تھے اسطور پر اسکے نتائج جمع کیے ہیں۔ اس قانون کی روسی باعتبار حقوق مقابلت اسامیوں کی حیثیت منضبط اور مشخص ہو گئی۔ اس قانون کی رو سے اس کی حفاظت ہو گئی کہ سوائے خاص حالتوں کے ان پر اضافہ لگان نہ ہو گا۔ اس قانون کی رو سے ان کا یہ حق مسلم ہو گیا کہ اپنے مقبوضات کو منتقل کر سکیں۔ اس سے رعایت حق شیعہ عہدہ ہو گئی اور زمیندار کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا اور انڈین زمین جن جن قانون پر مبنی رہے ان کے احوال تھا قریب قریب پیشین گوئیوں کی طرح اب احوال کر کے قی حالت زمین کی تصریح کر دی گئی جو اسامیوں کے ذریعہ سے عمل میں آئی اور اس سبب سے اس کی بھی صراحت کر دی گئی کے وصول کرنے کی ان کو امید ہو سکتی ہے۔

اور ان کو قید کر دیا گیا ہے۔

دراfterم مذکور اور آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ) لارڈ ڈوگلارفسن نے جو اس بات سے انکار کیا کہ رعایا پر غلبہ کر کے
 داروں کو عروج دیا جائے اس سے آئندہ فصل میں شکرگزاری کے ساتھ اٹکانام بطور ایک خطاب کے قائم رہے گا۔
 نے بیخون و خطر اماندارانہ انداز میں ایک اور خط لکھا ہے۔

وہ حق قرار دیے جائیں اور جو اسامی مالک رہی ہوں اُنکا لگان بجز اُس صورت کے جب کسی عدالت کے فیصلے میں انصافیت اور عداوت کی جائے بڑھایا نہ جائے۔

اسامیان پنجاب کے حقوق کا مسئلہ میں اور اختصار کے ساتھ بیان کروں گا۔ انجلیش فوجیابی کے بعد مسئلہ میں جب پہلے پہل بندوبست ہوا تو موجودہ حقوق بطور معمول درج رجسٹر کر لیے گئے تھے۔ لیکن اُس کے بہت عرصہ کے بعد ظاہر ہوا کہ بہت سے اشخاص نے جو مالکان اکبر ہونے کے دعویدار تھے اُس حیثیت سے اپنے نام درج رجسٹر کرانے میں کوتاہی کی تھی شاید اُس وقت اس امر کو وہ چنداں ضروری نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ امیلاؤتھین کرتے تھے کہ پرنس رواج جو بزور تیغ قائم ہوا تھا ممکن تھا کہ اُسی طرح سے تھوڑے ہی زمانہ میں درہم برہم بھی ہو جائے۔ شاید اُنکو یہ خیال گزرا ہو کہ اپنے کو مالک قرار دینے کی نسبت بحیثیت کاشتکار اپنے ناموں کا مندرج رجسٹر کرانا اُنکے حق میں بہتر تھا۔ لیکن اب جس حالت میں جدید بندوبست ہونے والا ہے اور زمین کی قیمت بہت بڑھ گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ پرنس حکومت زیر و زبر نہوگی تو ان لوگوں نے کوشش کی کہ مالکان ادنیٰ کے حقوق خستہ کر کے اُنکے موہومی حقوق پھر قائم کیے جائیں۔ اور افسران بندوبست پنجاب جنکے سرخندہ اڈورڈ پرنسپ تھے اُنکے دعووں کے بحال رکھنے کے خواہشمند تھے۔ گورنمنٹ کے لیے امر تجویز طلب یہ تھا کہ آیا بہت سے لوگوں کے وہ حقوق جو قدیم الایام سے پائے جاتے تھے اور جنکو ہم پنڈرہ برس سے جائز رکھتے آئے تھے وہ چند لوگوں کے دعاوی کے مقابلہ میں سوخت کر دیے جائیں۔ اس بات کو یاد رکھنا لازم ہے کہ سکون کی حکومت میں حقوق ملک کی تصریح بہت بڑے طور سے کی گئی تھی اور ہماری زیر حفاظت بلا فراحت احدے پنڈرہ برس تک جو اُنکا قبضہ رہا اُس سے بخوبی تمام یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کوئی پنجابی جس طرح سے اپنے حق کا دعویٰ کرنا و بحال رکھنے کے قابل تھا۔ خیال کیا گیا کہ اگر جدید افسران بندوبست کی تجویزات پر عمل کیا جاتا تو ضلع امرتسر میں منجملہ ۶۰۰۰۰ افسران خاندان کے جو سود مند شرح سے اپنے کیمتون پر قبضہ رکھنے کے مستحق تھے۔ ۶۰۰۰۰ مالک صرف ایک کشت قلم سے برباد ہو جاتے اور اُنکی حیثیت مثل غیر و خیل کاشتکار کے ہو جاتی جو جابرانہ شرح لگان اور بید غلی کے سزاوار ہوتے۔ یہ تقسیم اراضی کے متعلق ایک ایسا انقلاب ہوتا جسکا بدلہ بھی غلو میں آتا اور سرخان لائسنس غیب غوا سے جتنی بھری دیتی کرتے تھے اُس سے امید نہیں تھی کہ وہ امر مذکور کو بغیر اس کے کہ اُنکے تیجوں کا اثر کم کرتے اور حقدار رعایا کے زوال پذیر ہوتے وقت اُنکی دستگیری کرتے واقع ہونے دینگے۔

بنابر ان صوبہ میں عرصہ تک تحقیقات ہونے کے بعد ایک مسودہ بابت تصریح و ترمیم قانون متعلقہ حقوق ارضی پنجاب اڈورڈ پرنسپ صاحب نے ۱۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو پیش کیا۔ لیکن فرقہ مخالف مزید تحقیقات کا متقاضی اور جسمن اس موقع کو سترڈیٹ مینٹینڈ کمانڈر انچیف سرسہری ڈیوڑینڈ فوجی ممبر گورنمنٹ اور سرسہری لٹننٹ گورنر بنگال

لیکن جو امر اسکا ٹیکندہ کے حد با شخاص کے حق میں محفوظ ثابت ہوا ممکن ہے کہ وہ ہندوستان کے لکھو کھا شخاص کے منظور ثابت ہو۔

گورے اور کالے چڑے والے آدمیوں کے مابین جھگڑے کا ایک ناگزیر سبب زمین ہے حالانکہ متحدہ امریکہ اور افریقہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے حالات قابل لحاظ ہیں۔ ہر مقام پر بلا اختلاف کیا نتیجہ پیدا ہوا مختصر یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے کہ لوگ معدوم ہو گئے جو گورے چڑے کے نوموطن اشخاص کے سامنے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ایسا ہی نتیجہ ہندوستان میں بھی ظور پر ہو۔ لیکن نا اتفاقی کا وہی سرچشمہ موجود ہے۔ اس واسطے میرا کامل عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اسامیوں کے حقوق ایسی بنیاد پر قائم کر لے میں کا سیاسی اصل کر سکیں جس سے سرمایہ لگانے والے اور نو آباد لوگ ان کے حقوق میں دست اندازی نہ کر سکیں (باوصف پولیٹیکل کانفرنسی کے) اشخاص کی ذات سے نہ صرف ہندوستانی رجعت پر بلکہ انگریزی فوج کو بھی انتہا درجہ کا فائدہ پہونچے گا۔ ایک منفس نوآبادی شخص کبھی ملک میں دوامی حق نہیں حاصل کر سکتا ہے کیونکہ وہ وہاں صرف چند محدود برسوں تک رہ سکتا ہے۔ گوئرمنٹ پر اس امر کا ملحوظ رکھنا اور اسکو اپنا فرض منصبی بھی سمجھنا لازم ہے کہ یکے بعد دیگرے چند عارضی مالکوں کے پیدا ہونے سے لکھو کھا مستقل باشندوں کے حقوق میں نہ اتنا کمی لگی۔

لارڈ کیننگٹن نے مجھ سے کہا تھا کہ بنگال کے دریاؤں کے اوپر وارپنی گزٹنٹ کے قانون کے موافق اسامیوں کے حقوق بصلح و آشتی جو قائم ہوئے اُن سے جھگڑا اسی طرح کا خوف پیدا ہوا جیسا خوف بلود کے نہایت ہی زور و شور کے نتیجہ پیدا ہوا تھا اور لارڈ لارنس نے کہا تھا کہ ایسی صلح و آشتی سے بالائی ہند میں اسامیوں کے حقوق کا نہ قائم ہوا ہی اچھا ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ اسکی قدر کر سکتے ہیں اور میں بطور وصیت کے یہ بات آپ سے کہہ رہا ہوں۔

لیکن جھگڑا لازم ہے کہ یہ طول طویل قصہ مختصر کرنا سرچارلس ونگینڈ نے اس کے موسم بہار میں کنارہ کش پورے اور اُن کے عہدہ چیف کمرشنری اور دہ پر سرنارن اسٹریٹجی مقرر ہوئے۔ وہ سال بھر سے زیادہ عرصہ تک تاناکو شمش کرتے رہے اور آخر میں قلعہ دارون کو ایک واجبی فیصلہ پر رضامند کر لیا۔ گو اس فیصلہ سے شکار دارون کو وہ سب حقوق نہیں ملے جو سر جان لارنس چاہتے تھے لیکن وہ نام بائین اُن کے واسطے عمل کر لیں جو ممکن تھیں۔ اور صوبہ اودھ میں بخوبی امن و امان اور آسائش و اطمینان پیدا کر دیا جو اس وقت کے سے ظاہر ہونے لگا۔ ضروری اصول جنگی بنیاد پر تصفیہ ہوا وہ یہ تھے کہ ایک طرف تو گوئرمنٹ جدید حقوق رکھنے والے اور جرمن مراعات سے اصل میں تشویش قبضہ پیدا ہوا تھا وہ سبھی اُن تمام کاشتکاروں کے جو اب تہذیبی روپ کے ہوں بذریعہ قانون قائم اور بحال رکھی جائیں۔ اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ کاشتکاروں کے جوتہ میں ورت میں جب انکا لگان بڑھ جائے تو اس حق کی بابت جو انھوں نے ترقی ترقی زمین کھاتی ہے

کرم اپنے فرض سے ادا ہو گیا۔

سرفرڈرک کری اور کپتان اینسٹون نے جسے خاص کر کے انڈیا آفسن واقع انگلستان میں سرجان لارنس خط کتابت رکھتے تھے بڑی دلسوزی سے انکی بہت سے کاموں میں اعانت کی۔ اور انکی جو رائے اس سلسلہ میں تھی اسکی طرفداری کر کے بہت قیمتی یادداشتیں لکھیں جس سے انکو کمال خوشی حاصل ہوئی۔ یکم مئی کو وہ اینسٹون کے نام لکھتے ہیں کہ۔

آپ کی یادداشت نہایت عمدہ ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اسکا ایک اثر پیدا ہو گا۔ میں کسی طرح سے تعلق دارون اور کسی قسم کے مالکان اراضی کا مخالف نہیں ہوں۔ لیکن میں کوئی وجہ اس بات کی نہیں دیکھتا کہ انکو چھوٹے حقداروں کے محل جانے میں مدد دی جائے۔ اودھ کے یہ جو بڑے بڑے مالکان آرائی ہیں انہیں سے اکثروں نے الحاق اودھ کے چند ہی برس یعنی کوئی تیس چالیس برس کے عرصہ میں انواع واقسام کی لوٹ مار اور ظلم و تعدی سے ان علاقوں پر قبضہ حاصل کیا ہے اور میرے نزدیک یہ ایک اور وجہ اس بات کی ہے کہ انکی حقداروں کے حقوق کا لحاظ کیا جائے اور سامیون کا حق ایک نہ ایک طور پر بہت ہی قدیم زمانہ سے قائم ہے۔ اور ہندوستان کے اس حصہ میں ہمارے آئین و قوانین کو باختلاف مگر برابر دارن پینٹمنٹ کے زمانہ سے انہیں موثر رہے۔ ”اصول دہاسنی“ جو مشہور ہے سوائے ان قوانین اور اس آئین کے جسکو عام ملک نے تسلیم کیا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

جس وقت سرجان لارنس وڈ نے سکرٹری آف اینٹیٹ ہند کے عہدے سے استعفا دیا اس وقت انھوں نے سرفرڈرک کری کے نام ایک شخصتی چھی لکھی تھی اس چھی سے ظاہر ہو گا کہ وہ سرجان لارنس کے مقصد خاص سے کس درجہ ہمدردی کرتے تھے۔

میں صرف اس بات کو آپ سے بیان کرتا ہوں کہ مجھ کو یقین ہے کہ دوسرے شخص کی حکومت میں ایسی باشندوں کو کوئی مدد نہ پہونچے گی اور پینٹمنٹ کی خود غرضانہ حکمت عملی کو پھر فروغ ہو گا۔ میں اس بات کو کسی قیاسی وجہ کی بنیاد پر نہیں بیان کرتا ہوں بلکہ مجھ کو نہایت وثوق کے ساتھ اس بات کا یقین ہے کہ اگر زراعت پیشہ باشندگان ہند کو معلوم ہوا کہ انکے مدد و حقوق میں دست اندازی ہوگی تو ملک پر سے ہمارا قبضہ ہمیشہ کے لیے اٹھ جائیگا اور اس سے بڑا خوف پیدا ہو گا۔ غیر مذہب ملکوں میں رواج ضیعفوں کا محافظ ہوتا ہے جس طرح زیادہ مذہب ملکوں میں قانون محافظ ہے۔ ہمارا قانون انکے عادات اور خیالات کے اعتبار سے موزوں نہیں ہے ہمارے قوی دست انتظام نے بے شمار مظلوموں کو انکے قدیم طریقہ ”مخالفت بالاسلمہ“ سے محروم کر دیا۔ اور کہاؤ لازم ہے کہ بجائے اس کے کوئی ایسی بات قائم کر دیں جو اس خطرناک ملک کا رگ و سیاه کی قائم مقام ہو سکے۔

پورٹمنٹکل اکونمی ممکن ہے کہ انکے خلاف ہو جس طرح اس سے بائیلینڈ واقع ملک اسکا ٹینڈگی گھانٹیاں تھانوں نے پائیں

اور گو کچھ ہی نتیجہ پیدا ہو مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں نے صرف اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر ثابت کر چکا ہوں سر جارج لائٹس وڈ نے سر جان لائٹس کے مقاصد سے ہمدردی کی اور جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا تھا اس سے انگو صرت اسی بات کا خوف تھا کہ ناشدنی خوف نہ پیدا ہو جائے اور لوگ ان کے بیانات میں غلط فہمی نہ کر سکیں۔ جان لائٹس جواب میں لکھتے ہیں کہ۔

رہا یا سے اودھ کے مفید مطلب جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے وہ صرف اسی وجہ سے اختیار کیا کہ مجھ کو اپنے فرض ذمگی کا ایک بڑا خیال تھا میں اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح سے سمجھتا ہوں اور بند و بست کے کام سے جس شخص کو کوئی سروکار نہ رہا ہو اسکو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے۔ میری ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ میں تعلقداروں کو نقصان پہونچاؤں ہر ملات ان کے میں نہ پاتا ہوں کہ ایک وادی طور سے ان کے حقوق قائم رکھے جائیں..... میرے لیے سم نائل ہے کہ جو دہائیں میں نے دیونیز صاحب کو دی ہیں ان میں ترمیم کروں گوزرٹس انگلستان ایسا کر سکتی ہے۔ پارلیمنٹ بھی جس طرح مناسب سمجھے کر سکتی ہے لیکن میں خود اپنی خوشی سے تحریک نہ کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اس میں میری رائے برسر صواب ہے ایا گوزرٹس ہند کی نسبت کبھی کسی نے یہ سنا ہے کہ بند و بست کے زمانہ میں اسے ایک راجہ کے لوگوں کے ساتھ داجی طور کا برتاؤ نہیں کیا اور ہر مقتضائے وقت کے اعتبار سے احکام کے امتناع یا اجراء میں فاصلہ رہی۔

ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ سر جارج لائٹس وڈ نے خود اس بات کو قبول کر لیا کہ جو کچھ گوزرٹس نے کیا تھا وہ سب داجی تھا لیکن جس بات کا نصف خطہ پیشتر ہی سے انگو تھا دایا کی قدیمتی سے کاروائی تھی تاکہ ختم ہونے پر وہ ایسا ہی ظاہر ہو کہ جو درمیانی حقوق ہمارے تلاش کرنے سے ہندوستان کے اور صدیقین پہلے گئے تھے وہ نوابوں کی سلطنت کے زمانہ میں جیسا کہ اس وقت کا دستور تھا ظلم و تعدی سے معدوم کر دیے گئے تھے۔ جو محنت اور مشقت انھوں نے اٹھائی تھی وہ اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر اٹھائی تھی لیکن اس بات کو سمجھ کر کہ انھوں نے اپنا منصبی فرض ادا کیا تھا وہ اس سب سے بدتر نتیجہ کے لیے بھی تیار تھے۔ اور بتاریخ ۲۰ اپریل گری بی صاحب کو انھوں نے لکھا کہ۔

مجھ کو اس امر کا کئی یقین ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں میری رائے برسر صواب ہے اور بیشک میں اس میں تخفیف نہیں کر سکتا تھا..... میں نے سر جارج لائٹس وڈ کو دیونیز صاحب کی ایک چٹھی روانہ کی ہے جس میں انکی تحقیقات کا نتیجہ قیاساً بیان کیا ہے۔ دیونیز صاحب تعلقداروں کی پیشی پر میں اور تعلقداروں پر ہر دوسرے کیسے ہوئے ہیں۔ کاشنکاروگ جاہل بزدل اور غریب ہیں۔ ادھر تو انکی مالیت القلوبی ہوتی ہے اور ادھر انکو دھکی دیا جاتی ہے۔ غرض یہ کہ تحقیقات کی جو عیاد مقرر کی گئی ہے وہ ختم ہو جائے اور انکا موقع اچھے سے نکل جائے۔ میرا فشاں یہ ہے کہ انکو ایک معقول اور کامل موقع اس بات کا دیا جائے کہ غیر ظار لوگ ان کے معاملہ کی سماعت کریں اور جس وقت یہ بات ہو جائیگی تو میں سمجھوں گا

پیش نہ کیے جائینگے تو آئندہ انکی سماعت نہوگی) اور اس پر بھی چٹک کشتہ یعنی اُس افسر نے جو سب سے آخری نوبت میں
الاشات کو سنا ہے ان تمام انتظامات کی تعمیل میں ایک امتناعی حکم گشتی کے ذریعہ سے مشتہر کر دیا ہے کہ ایک خاص قسم کے
دعووں کی سماعت نہوگی پس یہ کیونکر کہا جاسکتا تھا کہ میں کسی طور سے ان دعووں میں طرفداری کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں
الاشات کو مطلق تجویز نہیں کرتا ہوں اور میری کارروائی اس بارے میں محدود ہے کہ جو امر انکے مناسب عدالت میں
منتقل ہو جانے کا مانع ہے اُسکو دور کر دے اگر لوگوں کو ایسے حقوق حاصل نہیں ہیں یا ان حقوق کو ضائع کیے ہوئے اُنکو
زیادہ عرصہ گزر گیا ہے تو صورت اول میں وہ ایسے و عادی پیش نہ کریں گے اور صورت دوم میں اگر وہ پیش کریں گے تو بھی
مسموع ہونگے اور اسطور پر نتیجہ بھی نکلیں گے کہ تعلقہ داروں کا قبضہ پیشتر کی نسبت زیادہ مخموظ اور مضبوط ہو جائیگا۔

اس معاملہ میں جو جوش پیدا ہوا ہے اُسکا اصل سبب ایک یہ ہے کہ بہت سے انجمنیں اشخاص نے اودھ میں
طلقہ پیدا کیے ہیں۔ بھال میں جو جگہ کافی الحال پڑا ہے اسکی بھی کیفیت ہے اور اس سبب سے قریب قریب تمام انجمنیں
ایک جانب تو ویسی مالکان آراضی کے طرفدار اور دوسری جانب انجمنیں پانچٹر کے جانب دار ہیں۔ یہاں سے خلاف حدت آ رہی ہے۔
لیکن یہ کوئی وجہ اس بات کی نہیں ہے کہ میں اپنے مورچہ پر نہ کھڑا ہوں اور جس امر کو میں واجب اور جائز اقدین کرتا ہوں
و نہ کروں۔ انجمنستان کے لوگ سپائی اور انصاف کا بہت ذکر کیا کرتے ہیں لیکن جب وقت کوئی شخص ان اصولوں پر
عملہ راہ کرنے کی خواہش کرتا ہے تو وہ تو تعمیر ہو جاتے ہیں اور شکایتیں کرنے لگتے ہیں۔ بیشک اس امر کو کہ وہ انجمن صاحب
لارڈ کیننگ کی حکمت عملی کے مشتہر کرنے والے تھے اور برابر اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ سوائے تعلقہ داروں کے
اور نکل حقوق کو مٹا کر اُس حکمت عملی میں رفتہ رفتہ تخفیف کرتے جائیں ایسی دلیاں پر مبنی سمجھنا چاہیے کہ بہ حال ان دلیوں کے
لحاظ سے لارڈ موموچ کا بیان احتیاط قبول کیا جائے۔ میرے دوست لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے اپنی یادداشتوں میں لارڈ کیننگ
کی نسبت منصفانہ باتیں نہیں بیان کی ہیں۔ اسکا میں افسوس کرتا ہوں لیکن مجھ کو یقین ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے
وہ خود انکی چٹھیوں اور کارروائیوں سے پیدا ہوتا ہے۔ بالینہ جس عہدہ پر میں ہوں اُس طرح کے منصفانہ اور جھجکا
اُسکو کرنا پڑتا ہے اسطرح کے کام کرنے والے کے لیے یہ آسان نہیں ہے کہ جو جو لفظ وہ استعمال کرے اُسکو بہت غور و فکر سے
سوچ سمجھ لے اور میں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ اگر میں اپنے دو ایک جہلوں کو اور دھیمی عبارت میں لکھتا تو بہت بہتر تھا۔
ویوینر کی تقریری کے بارے میں یہ ہے کہ میرے نزدیک اُن سے بہتر شخص ضروری اوصاف سے متصف مجھ کو نہیں لگتا
میں نے میوز صاحب اعلیٰ ممبر صدر بورڈ کے ساتھ مالک مغربی و شمالی کے تمام افسروں کی فہرست دیکھی مگر ہم لوگوں نے
ایک نام بھی نہیں پایا جس پر اٹھکی رکھ سکتے۔ مثلاً میری صاحب نے جو تعلقہ داران اودھ کے اول مرتب تھے میرے
انتخاب و توفیر صاحب کو بہت ہی پسند کیا معاملات اودھ کے بارے میں اب میں آپ کو اور تنگ نہیں کروں گا صرف اتنا
کہتا ہوں کہ اگر اس امر پر واجبی طور سے بخوبی تمام لحاظ ہو گا تو مجھ کو اُسکے نتیجوں سے کسی طرح کا خوف نہیں ہے۔

کے جب میں ولایت میں گونسل ہند کا کام کرتا تھا اور خود آپ کے اتفاق رائے سے) میں نے تعلقات داری محکمہ
قباحتوں کے رفع کرنے میں کس قدر کوشش کی تھی اور اس محکمہ کی کو بطور ایک انجام شدہ امر کے قبول کیا تھا۔ وفاق
اتفاق سے معاملات کے طے کرنے میں جہاں تک مجھ سے ممکن تھا میں نے کوشش کی۔ اس واسطے میں آپ کی ذات
امید رکھتا ہوں کہ آپ اس میں میری مدد کیجیے گا گو میں بالکل اپنے ہی اوپر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔
اس کے بعد نو مہینے تک اسی زور اور اسی تہی کے ساتھ یہ اختلاف جاری رہا اور ۱۶ مارچ ۱۹۰۷ء کو انھوں
پکستان اینڈ ٹوکنک کے نام مندرجہ ذیل چٹھی لکھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کے آدمی تھے۔
معاملہ اودھ کے بارے میں میں نے شرح و بسط کے ساتھ سر جارج رنس وڈ کو لکھا ہے اور میری کارروائیوں کے خلاف
جو اعتراضات پیدا کیے گئے تھے ان سب کا میں نے جواب دیا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ کو میری چٹھی دکھائیے۔
بہر حال میری خواہش یہ نہیں ہے کہ میں اپنی تمام دلیلیں آپ کو گویا بھون اور اصل تو یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو بھی مجھے
پیشین ہو سکتا ہے۔ گو میں لازماً کینٹن کی محکمہ علی اودھ کی تقریر نہیں کرتا اور نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کیونکہ انھوں نے
ماکان موضع کے حقوق و مراعات کا تصفیہ بغیر انکی واپسی شکایات کے سننے ہوئے کیا ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ مطلق کوئی شکایت
انکی نہیں تھی اس پر ہی حق تعلقات داری پر فی نفسہ جس کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر قبل از فیصلہ تحقیقات کامل
کرتی گئی ہوتی اور جو کچھ انکو اس وقت حاصل ہے اگر وہی پیشتر ہی ملا ہوتا تو میں ایک حرف اس بارے میں نہ کہتا۔
لیکن گو اس محکمہ علی میں کسی ہی خویاں کیون نمون میں نے بشرائط مجوزہ برسرِ غریب آف اینڈ انٹنٹ انکو قبول کر لیا ہے۔
بلکہ اس امر میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے کہ لارڈ کینٹن کے دل میں سوسائے اسکے اور کوئی بات نہیں تھی کہ تعلقات
اور مالکان موضع کے مابین جو اختلاف عظیم واقع تھا اس کا تصفیہ ہو جائے اور باقی امور حالات کے موافق تجربہ کیے جائیں۔
لیکن عام اس سے کہ انکا مطلب یہ ہوا ہوا انکی عبارت سے ان تمام حقوق کی استثنائیت ثابت ہوتی ہے جو موجود ہوں۔
اس امر سے نہ کینٹن صاحب کو اور نہ گری صاحب کو انکار ہے کہ اگر اس میں کوئی حق مضامنت پایا جاتا ہو تو اسکا لحاظ
کرنا چاہیے۔ پس میری مخالفت کی جو بری دھوم دھام سے تیار کیا گیا تو میں وہ کس بات پر کی جاتی ہیں نہ میری
محکمہ علی کے مخالف کہتے ہیں کہ چونکہ تم لوگوں کی طبیعتوں کو بوجھلانے اور انکے دلوں میں ان شکایتوں کے پیش کرنے
ش و خروش پیدا کرتے ہو جو آپ ہی آپ کبھی نہ پیدا ہوتے اس وجہ سے یہ سب تیار کیا جاتا ہے تو میں۔ اب یہ امر سرگزید
اس خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔ ان بندوبست کی کارروائیوں سے دو مطلب تھے ایک مطلب تو یہ تھا کہ مالکان کی
میں ہو جائے اور دوسری غرض یہ تھی کہ آرمی کے متعلق تمام دعووں اور زمین کے متعلق نکل حقوق کا تصفیہ ہو جائے
غرض سے ہم معمولی عدالت دیوانی کو تا دوران تحقیقات بند کیے دیتے ہیں اور مالی عدالتوں کو حسب ضابطہ
شیل اختیارات دیے دیتے ہیں (اور یہ قاعدہ مقرر کیے دیتے ہیں کہ اگر ایک میعاد میں عدالت کے اندر دعویٰ

ص ۵۵

سپا

اور ظاہر کر دیا کہ انھوں نے سوائے تحقیقات کے حکم دینے کے اور کچھ نہیں کیا تھا۔ یہ تحقیقات ایسی تھی کہ اگر اُس قسم کے حقوق موجود ہوتے تو اُس سے کاشتکاروں کے حقوق بیشک بہت مضبوط ہو جاتے اور نہ موجود ہونے کی حالت میں مالکان اراضی کے حقوق پیشتر سے زیادہ مستقل اور غیر قابل اعتراض ہو جاتے اور اس واسطے انھوں نے اپنے وائٹوں میں لگام دہالی اور گیشٹر خاص کو جو بدایتیں انھوں نے دی تھیں انہیں ترمیم کرنے سے انکار کیا۔ لیکن ان امور کے بارے میں سر جان لارنس ہی کے بیانات سے حقیقت حال کا اظہار کیا جائیگا۔ اور جو ذخیرہ کاغذات میرے سامنے موجود ہے انہیں سے جہاں میں انکی بعض چٹھیاں سر جان لارنس ڈوڈ کے نام کی درج کرتا ہوں وہاں بعض اور چٹھیوں کو جو انکے ذاتی اجاب انگلستان کے نام روانہ ہوئی تھیں ترجیح دیکر درج کر دینگا کیونکہ اُن سے سر جان لارنس کے خیالات اور بھی وضاحت کے ساتھ دریافت ہوتے ہیں۔ میں پہلے سر جان لارنس ڈوڈ کے نام کی اُس چٹھی کو محمول کرتا ہوں جو یادداشت مذکورہ بالا کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔

۲۸۔ جون ۱۸۵۷ء۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں بھی اُس یادداشت کی ایک نقل روانہ کروں جو میں نے اودھ کے بندوبست کے بارے میں تیار کی ہے۔ میں نے اپنے امکان بھروسے بات میں بڑی کوشش کی کہ وہ مفید و صاحب سے اس معاملہ میں تصفیہ ہو جائے لیکن بجا و ناکامی حاصل ہوئی۔ اس وقت امر تجویز طلب یہ ہے کہ آیا یہ بندوبست کی کارروائیاں بالکل تعلقداروں کے فائدہ کے موافق عمل میں آئیں گی یا کہ قدر اُن لوگوں کی بہبودی کا بھی خیال کیا جائیگا جو زمین سے تعلق رکھتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ میں نے لارڈ کیننگٹن کے اُس فرمان کی کبھی تعریف نہیں کی جسکے ذریعہ سے تعلقداروں کے لیے باشندگان وطن کی گردنوں پر چھری پھرائی گئی تھی۔ لیکن اس پر بھی میں نے احتیاطاً اُس انتظام کو قائم رکھا کیونکہ وہ انگلستان سے منظور و چکا تھا جس وقت وہ چٹھی جسکی رو سے فرمان مذکور بحال کیا گیا تھا آپ کے روبرو پیش تھی تو گرمی صاحب اور میں نے یہ شرط کر دی تھی کہ اُن حقوق اراضی کا لحاظ رکھا جائیگا اور آپ نے اس امر پر اپنی رضامندی ظاہر کی تھی۔ اس مضمون کے احکام جاری ہوئے لیکن وہ اصل میں ساقط الاثر رہے۔ اب میری یادداشت اس وقت کوئٹل میں مشتمل ہو رہی ہے میں عجلت سے کوئی کام نہ کر دینگا لیکن یہ کو یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ اس بندوبست کی تکمیل میں بڑی بڑی زمین صرف ہو رہی ہیں اور اگر ترمیم کی ضرورت ہوئی تو اس کام کے بعض حصوں کو کر رہے کہ انجام کرنا پڑیگا۔ اس صورت میں یہ کام جس قدر جلد طے ہو جائے اسی قدر بہتر ہے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ وہ مفید صاحب اودھ میں رد جاتے لیکن اودھ وہ روانہ ہوئے اودھ تعلقدار لوگ صرف اپنے بھروسہ پر رہ جائیگے۔

اسی زمانہ کے قریب اپنے دوست سر فرڈرک گرینی کو انھوں نے یہ چٹھی لکھی تھی۔

میں نے اس معاملہ میں جو تحریک کی تو بجا بہت گراں گزرا لیکن سوائے اسکے اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ آپ کو معلوم ہے

ہندوستان میں بظاہر کئی مرتبہ تاتاریوں اور مرہٹوں کی فتاحی کی موج میں وہ دریا برد ہو گئے لیکن
 سیلاب کے فرو ہونے کے بعد (بعض اوقات بہت برسوں تک) پھر وہ نمودار ہو گئے دوسرے صدیوں میں
 جوہم نے ان حقوق کی تحقیقات کرائی تو اس سے حکو فائدہ اور ناموری حاصل ہوئی اور انکا استغناظ ہو گیا
 سر جان لارنس کے دل پر یہ خیال متفوش ہو گیا تھا کہ جس حالت میں برٹش فتح سے مالک جنوبی و شمال
 اور پنجاب میں یہ تمام حقوق قائم یا از سر نو جاری کیے گئے اور انکا نتیجہ بہتر ہوا تو کیونکر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ
 اودھ میں یہ حقوق سوخت کر دیے جائیں گے اور کوئی بدو نہ ہوگا۔ اس سبب سے انھوں نے اس معاملہ کی تحقیقات
 حکم صادر کیا اور برٹش ریونیو کے ذریعہ جو پنجاب کے افسران ہندو بہت میں سے ایک نہایت ہی لائق شخص تھے خاص کر
 مقرر کیا اور انکو یہ کام سپرد کیا گیا کہ اس قسم کے جس قدر دعوے اُنکے روبرو پیش ہوں وہ اُن کی سبکی
 سماعت کریں۔ انھوں نے اس کارروائی کے عمل میں لانے کا جو حکم دیا تھا وہ محض اس غرض سے دیا تھا کہ انصاف
 لیکن اس سے اُنکے خلاف ایسی فریاد بلند ہوئی جسکے مقابلہ میں پیشتر کی تمام فریادیں ہنر لگو گئے کے اشاروں میں
 تعلقدار لوگ اپنی جائداد کے لیے ڈرنے لگے۔ اخبارات نے یہ غل جمانا شروع کیا کہ ہماری طرف سے حد شکنی
 کی گئی۔ بیان کیا گیا تھا کہ گورنر جنرل نے اپنی سابق کی تجویزوں کے مطابق قصد کیا ہے کہ تعلقداروں کے
 تعلقہ شکست کر دینا چاہیے اور جدید حقوق ایسے ایسے پیدا کرنا چاہیے جن سے اُنکے حقوق جاتے رہیں۔ ایک جمعہ
 بنائی گئی جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ گورنر ہند کی طرف سے خاص گشتہ زادہ کے نام ہے۔ اور ان میں حکم دیا گیا تھا
 کہ مالکان ارضی کا کام تمام کر دیا جائے۔ اس جٹی کو اُن لوگوں نے جو غالباً اس سازش میں زیادہ شریک تھے
 ہندوستان کے اخباروں میں چھپوایا اور ہندوستان کے اخباروں سے وہ انگلستان کے اخبارات فرقت ٹوری میں
 منقول ہوئی جس میں معایہ فریاد بلند کی گئی کہ دیگر وادھہ مرض خطر میں مبتلا ہے۔ لارڈ اسٹینٹنی جو ابی اسی
 زمانہ میں سکرٹری آف اسٹینٹ تھے انکا ایسا بردبار شخص بھی ڈر گیا اور سر جان لارنس ڈوڈ نے بھی جو سر جان لارنس کے
 فاصد سے بالکل ہمدردی کرتے تھے خبر دی کہ لارڈ ڈیگننگ کی حکمت عملی جو انگلستان میں منظور ہو چکی تھی اُنکے پٹنے
 تعلقداروں کے ساتھ کسی قسم کی حد شکنی کرنے میں بڑا نقصان متصور ہے اب دیکھنا چاہیے کہ سر جان لارنس نے
 لارڈ اسٹینٹنی کا مقابلہ کیا۔ معاملہ مذکور میں کسی قسم کی کارروائی کرنے کے قبل انھوں نے ایک یادداشت
 جو سر جان لارنس ڈوڈ کے پاس روانہ کی گئی اور دونوں گورنمنٹوں کے ممبروں کے مابین مشترکہ کرانی گئی۔
 تحریر کو انھوں نے بڑی وقیع عبارت میں لکھا تھا قواعد اور کارروائیاں دونوں ایک ہی طرح کی گرانقدر
 کی گئی تھیں اور بہت سے اُن اعتراضات کا جواب پیشتر سے آمین دے دیا جواب اُنکی کارروائی پر
 لے گئے تھے۔ بنا برآں اب وہ اپنی توپوں کے پاس کھڑے ہوئے جو کچھ انھوں نے کیا تھا اُنکی حفاظت کی

وہ سب بخوشی خاطر پریشن تلج کے بخشے ہوئے عطا تھے۔ اس میں شک نہیں کہ صرف تین برس پیشتر الحاق ملک کے زمانہ میں ہم نے حقوق مالکان اراضی کے بارے میں اس سے بھی زیادہ ضروری دیکھائی تھی اور اب اس طرحی کے فکر کو ایک اور جانب زیادہ تیزی کے ساتھ حرکت دی گئی۔ کیونکہ لارڈ کیننگ کا ولی مقصد یہ تھا کہ انڈیا کی طرح امر کی سلطنت کا ایک بڑا بھاری علاقہ قائم کر لیا جائے یا بلکہ از سر نو پیدا کیا جائے اور ان کے حقوق جدید بند و بست کے پابند کیے جائیں اور ان کے مجموعی اثر سے یہ تصور کیا جائے کہ عامہ خلائق انڈیا کی حکومت کے خلاف کوئی ناراضی نہ پھیلائے پائیں۔

اس میں شک نہیں کہ لارڈ کیننگ کا ہرگز یہ نیا زمین تھا کہ طبعاً خود خود غرضی کی حکومت امر کے ہر ملک کے اور سب حقوق و مافیہ معذور کر دیے جائیں۔ برائے اس کے ہر ایک سند میں جو جائیداد کے ساتھ اس کے قدیم یا جدید مالک کو دی گئی تھی اس میں ایک شرط اس مضمون کی درج کی تھی کہ وہ اس سند کی ایک شرط یہ ہے کہ جہاں تک تمہارے املاک میں ہے تو اپنے علاقہ کی شادابی و راحت میں کوشش کرو گے اور جو لوگ تمہارے ماتحت قبضہ دار ہوں ان کے وہ تمام ادنیٰ حقوق جسے پیشتر وہ مستفید ہوتے تھے محفوظ رکھیں گے۔ اب بند و بست ان میں باہم تعلقات یعنی اعلیٰ مالک اراضی اور رعیت کے جو بعض مقاموں میں صرف غیر ضروری (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) درمیانی درجہ کے بہت سے موروثی کاشتکار علیٰ العموم پائے جاتے ہیں یعنی وہ لوگ جو زیادہ تر قانون کے ذریعہ سے زمین بلکہ ہیریڈ روائ جو مشرقی ملکوں میں اکثر ہیریڈ قانون کے ہے ایک مشروط شرح لگان کے ادا کرنے پر اپنے جوت کے قبضہ کے مستحق ہیں اور یہ لگان ہمیشہ خفیف شرح اور درجہ شرح سے بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ملک کے اور سب حصوں میں ان تمام درجہ کے لوگوں پر جو ہماری دریافت میں بھی بہت موقع تھے کیا گزرنے والی تھی۔ انگلاری کا بند و بست جاری تھا اور ان کے حقوق کے درج کرنے کا اگر کوئی وقت تھا تو وہ وقت ہی تھا۔ لیکن سر جان لارنس نے ان کے حقوق کے بارے میں جب سر جان لارنس نے استفسار کیا کہ ان ماتحت حقوق اراضی کے استحفاظ میں وہ کیا کارروائی کر رہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ ایسے حقوق کی قسم سے ایک حق بھی بیان نہیں پایا جاتا۔ یعنی یہ کہ اب سے اوپر میں صرف دو درجہ کے لوگ اراضی سے سروکار رکھنے والے ہونگے پھر انھوں نے اول تعلقات اور دوسری غیر موروثی رعیت۔ سر جان لارنس اس قسم کی حدیث معاملات سے نہ مطمئن تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ انھوں نے بیشک اس بات کا خیال کیا کہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ نوابوں کی بدنام حکومت بھی جو ہمارے پیشتر ہی تھی ان کے عہد تک بہت سے قدیم اور مقدس حقوق ان کی رعایا کے سوخت کر دیے گئے ہوں لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ حقوق علیٰ الخصوص لگانوں کی جامعہ کے حقوق نہایت مضبوط تھے اور وہ کسی طرح سے معدوم نہیں ہو سکتے تھے۔

ہر حالت میں ایسا ہی کرتے۔ اگرچہ اپنے طور پر وہ بہت کچھ جملہ بازیہن لیکن کم زور و بزدل اور جاہل بین اور سادہ سادے وہ اپنی لڑائی جو داہمی ہے کامیابی کے ساتھ نہیں لڑ سکتے ہیں۔ قواعد قبیل مختص سے بھرہوی مخالفت پیدا ہو جائیگی جسکے دور کرنے میں خوشی سے مدد کر دینگا میں نہیں سمجھتا کہ عمران کو ٹریل در حقیقت موجودہ انتظام زراعت نیل کو پسند کرتے ہیں لیکن جبکہ اس بات کا گمان ضرور ہے کہ اُنکے یقین میں کاشتکار کے مفید مطلب کسی قسم کی تحریک کو زیادہ و رسوخ والے درجن کے لوگ برا سمجھیں گے اور وہ خوشی سے ہی چاہیں گے کہ اس کارروائی میں جو مخالفت متصور ہے وہ پیدا نہ ہونے پائے۔ بنگال کے اکثر پینٹنوں کی یہی کیفیت ہے۔ انکو امید ہے کہ اگر یہ معاملات اپنے حال پر چھوڑ دیے جائیں گے تو آپ ہی آپ وہ حل ہو جائیں گے اس میں شک نہیں کہ اب تک کیس قدر ایسا ہی ہوا تھا۔ جنوبی بنگال میں زراعت نیل رفتہ رفتہ کم ہو گئی لیکن ہندوستان کے اس حصہ کے ہر ہر مقام میں مالکان زراعت اور اسیامیوں کے ہمیں اب تک ایک ایسی بنیاد پر جھگڑا قائم ہے جو قابل اطمینان نہیں ہے حال میں زیادہ تر یہ بات ہمارا اور بالائی حصہ بنگال کی بابت منشی لکھی۔ پارسا سال خاص کر کے اس جھگڑے کی خبر تربہت سے آئی تھی اس سال وہی جھگڑا چپارن میں ہوا۔ باجمہ پینٹنز رفتہ رفتہ قیمت پر خانے پر مضامند ہوتے گئے اور اسطور پر کچھ دنوں کے لیے یہ خرابی دور ہو گئی۔ جبکہ معلوم ہوتا ہے کہ قبیل مختص کی قسم سے پینٹنز اسیامیوں پر اگر کوئی قاعدہ نافذ کر سکتے تو انکو موجودہ انتظام کے قائم رکھنے میں اور بیداری ہوتی اور اسیامیوں کے ہنگامے سے مصیبت ہونے سے یقینی طور پر اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہنگامہ و فساد پر اچھوٹا اور پینٹنز خود تباہ ہو جاتے۔ اور اگر پینٹنز کو سوائے اس چارہ جو نیل کے جو عدالت دیوانی سے ممکن ہے اور کوئی مدد نہ دی جائے اور موجودہ انتظام شکست کر دیا جائے تو وہ مجبور ہونگے کہ اسیامیوں کے ساتھ داہمی طور سے پیش آئیں یا خود نیل کی جو زراعت کرتے ہیں اسی پر انکار کریں۔ ان وجوہات سے یہی رہا وہ قبیل مختص کے قواعد کے خلاف ہے۔

اودھ کے حق اسامی کی بابت اور بھی بیچ و پتچ اختلافات واقع تھے۔ بنگال کی مخالفت سے بڑھکر ان عداوت پیدا ہوئی اور اُس سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ ۱۸۵۷ء کے مشہور شہنشاہ اودھ کے ذریعہ سے جسکا بیان میں پیشتر کر چکا ہوں لارڈ ڈکنینگٹن نے سوائے اُن بعض لوگوں کی جائداد کے جو سب سے بڑھ کر خیر خواہان تاج انگلستان کہلاتے تھے اور ملک بھر کی ایک ایک وجہ زمین ضبط کر لی تھی جیسا کہ انکی کارروائیاں بعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکی خواہش یہ تھی کہ صوبہ بھر میں پیشتر کے نکل و عداوت اور حقوق باطل اور کالعدم ہو جائیں اور اُس کے بعد نئے سرے سے اور حقوق پیدا کیے جائیں۔ لوگوں کو یاد ہو گا کہ نکل ہندوستان میں اودھ ہی ایسا صوبہ تھا جسکے باشندے علم طور پر (اور زمیندار بھی کچھ اُس سے کم نہیں) باغیوں کے شریک ہوئے اسوائے لارڈ ڈکنینگٹن انکی خطاؤں کے درست کرنے میں ایک اور بڑی ظاہری غلطی کے ارتکاب پر آمادہ ہوئے اور اسطور پر ہر شخص کے دل میں یکساں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کو کسی طرح کے حقوق انھوں نے پائے یا قائم رکھے ہوں

کہ آپ اُنکے اجرا کی صلاح نہ دینگے۔ مسئلہ لگان کی حالت اسامیوں کے حق میں بالکل مضر ہے۔ وہ ایک کل اس بات کی ہے کہ اسامیوں سے جبراً اُن معاہدوں پر دستخط کرائے جائیں جن سے وہ بھاگتے پھرتے ہیں اور بعد اُسکے خلاف ورزی کرتے ہیں اس واسطے ہمارا قانون بالعموم اُنکی حفاظت کے اُنکے نقصان اور تباہی کے واسطے استعمال کیا جائیگا۔ یہ میری آزادانہ رائیں ہیں۔ پس مہربانی کر کے آپ مجھے قانون معاہدہ بلکہ اُنکے قواعد کے نافذ کرنے کی استدعا نہ کریں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اُن سے فائدہ کوئی متصور نہیں ہے۔ لیکن نقصان یقینی طور پر رکھا ہے۔

پھر ایک اور موقع پر وہ لکھتے ہیں کہ۔

جواب تعمیل مختص کے اِن قواعد میں اصل عذر مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت اسامیوں کی درکار ہے۔ کاغذداروں کی خطا نہیں درکار ہے۔ اسامی ایک آزاد آدمی نہیں ہے۔ اُس سے جبراً ایسے معاہدوں پر دستخط کرائے جاتے ہیں جو اُسکے حق میں مضر اور تحیف دہ ہیں اور پھر جب وہ اُنکی خلاف ورزی کرنے کی طرف رغب ہوتا ہے تو اُسکو سخت سزا دی جاتی ہے۔ جو بظہر اُن قواعد سے متعلق کی جاتی ہیں اُن سے اُسکے حق میں کوئی فائدہ متصور نہیں ہے۔ اس میں اتنی صلاحیت اور رحمت نہیں ہے کہ اپنے دعوے کی بابت قرار واقعی لڑ سکے اگر اس میں ایسی صفتیں موجود ہوتیں تو وہ معاہدہ پر دستخط ہی نہ کرتا۔ اِن قواعد کا اجرا ہنر لڑا اسکے ہے کہ اسامیوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ گو کوئی معاہدہ نفس الامر میں اغلافاً کیسا ہی خراب کیوں نہ ہو لیکن وہ ضرور نافذ کیا جائیگا۔ اور اس واسطے وہ مجبور کیا جائیگا کہ اُسکی شرطوں کی تعمیل کرے۔۔۔۔۔ میں بڑی سنجیدگی سے امید کرتا ہوں کہ آپ ان قواعد سے اتفاق رائے نہ کریں گے ورنہ وہ ظلم و تعدی کی ایک کل ہو جائیگا۔ اسامی کے حق میں سوائے اُسکے کہ وہ بالکل بیدخل کر دیے جائیں اور کسی طرح کی حفاظت نہیں ہے۔

کاشتکاروں کے حقوق کے متعلق بھی ایک مسئلہ تھا جس میں سر جان لارنس نے ہنری پنن ایسے مستند شخص سے جو ان تمام تکراروں میں اُنکے معین رہے اختلاف کیا لیکن وہ اپنے خیالات عجیب سنجیدگی سے سر چارلس وڈلارڈ وڈی گریس کریٹن ہارن اور سر اسٹافورڈ نارتھ کوٹ اینٹن سے ہر ایک سیکرٹری پر باصرار تمام ظاہر کرتے رہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُنکی وائسیرائی کے آخری زمانہ کی ایک چٹھی میں جو سر اسٹافورڈ نارتھ کوٹ کے نام ہے انھوں نے اُس سرگرمی میں کچھ کمی نہیں کی تھی بلکہ زیادتی ہی کرتے جاتے تھے جو ایک نیک کام کی طرف داری میں اُنکو مد نظر تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

میرے نزدیک کاشتکاران بنگال بہادر اڑیسہ کے لیے یہ ایک نہایت ہی ضروری مسئلہ ہے کہ آیا اس قسم کے قانون کو جاری ہونا چاہیے یا ہرگز نہ ہونا چاہیے اسامی ایک آزاد کارندہ نہیں ہے۔ وہ اس قسم کے معاہدات اپنی خوشی اور رضامندی سے نہیں کرتے ہیں۔ بہر حال اب تک اُن معاہدوں کی سختیوں کو انھوں نے بڑے تحمل سے برداشت کیا۔ وہ دقتاً فوقتاً اُن معاہدوں سے علیحدہ رہنے کی کوشش کرتے رہے اور اگر اُنکو معلوم ہوتا کہ کیا کارروائی کرنا چاہیے تو وہ

سب سے زیادہ تھے) چھپتے جنہیں کا فیصلہ اسی کے مائل ایک اور مقدمہ میں کل جان ہائیگر رش کے روبرو پیش کیا اور اس وقت یہ پایا گیا کہ ستمبر ۱۵ ہجرون کے ۱۴ ہجرون کی راسے یہ ہوئی کہ وہ فیصلہ ستر کیا جائے اور ایک جج جو خود ہارنس پیکانک تھے اس کے خلاف ہوئے۔ انہوں نے اس میں یہ تجویز کیا کہ ملک بنگال میں شخصیں لگان بذریعہ چارٹ نہیں ہوتی ہے بلکہ دستور کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جج میں اضافہ صرف پیداوار کے اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ اسلورپراس لڑائی میں ایک طور سے فتح حاصل ہوئی اور جج تھوٹس سے پیداوار اور غلامانہ کارخانہ داران بل اور دیگر کارخانہ داروں کے حق میں مفید ہوا۔

دوسرے مسلمانین جس سے ستر جان لارنس کے نزدیک رہا ہے بنگال کے حق میں اُس سے بھی زیادہ سختی نہ صورتی انہوں نے اسی طرح کی قطعی مزاحمت کی میان کیا گیا تھا کہ جب تک نیل کے جنگڑے زور و ن پرہیز اُسوقت تک انگریزین اشخاص اپنا سراپہ ملک کے کاموں میں بغیر اسکے کبھی نہ لگاسکیں گے کہ جو معاہدہ است وہ ویسیوں کے ساتھ کرتے ہیں انکا نفاذ مثل اور مہذب ملکوں کے عدالت دیوانی میں نالیش ہر جہدار کر کے دیکھ نہ کیا جائے ہاکی صیغہ فوجداری میں نالیش کرنے کے بعد عہد شکنوں کو قید کرانے کے ذریعہ سے کرایا جائے۔ اس تجویز کے مطابق جو مسودہ قانون تیار کیا گیا تھا ویسیوں نے اُسکا خوب ہی موزون نام یعنی مسودہ غلامی رکھا تھا کیونکہ اگر غلامی نہیں تو اس بے سرو پائی سے اسامی آسانی کا رپر دازان ارضی کی چالاک کی اور لاپرواہی سے شکار ہو سکتے تھے۔ جن معاہدوں پر اُسے زبردستی دستخط کرائے جاتے تھے چونکہ وہ انگو نہ پڑھ سکتے اور نہ انہیں سے اکثر لوگ سمجھ بھی سکتے تھے۔ واسطے بنگال غالب اسکی بعض ایسی شرطوں کی خلاف ورزی کی بابت جنگ انکو علم ہی نہ وہ یکبارگی اپنے کو میانہ میں مقید پاتے۔ مسئلہ امین یہ مسودہ وحیقت پھر مینے کے لیے نافذ بھی ہوگا اور نہ نہان بہتیرے ویسی لوگ اسکی تاثیر سے جیلا نون میں داخل ہو گئے لیکن جب مسئلہ امین یہ نکرا پیش ہوئی کہ آیا مسودہ کو کی تجدید کی جائے یا نہیں تو اُسوقت بڑا اختلاف ہوا۔ لارڈ کیننگٹ اور انکی کونسل ”ان“ اور گورنمنٹ بنگال اور کمیشن نیل مد نہیں“ کہتے تھے۔ اور ستر جان لارنس کو ڈیڑے قطعی طور پر اس آخری رائے کی تائید کر کے معاملہ بدکور کا افسیکہ کیا۔ لیکن اب اُس تجویز کی تجدید جو قواعد انٹینینٹ پرنسپلز میں، کی شکل میں ہوئی وہ بقول ستر جان لارنس ”نیمہ اُس سے کم ضرر نہیں تھی حالانکہ اُنکے سوا اور طور پر برہمی عہد کی سے اسکا بندوبست ہو سکتا تھا۔ ستر جان لارنس ستر جان لارنس دُو کو کہتے ہیں کہ۔

مسئلہ مادہ پنجم کی بابت میں بہت کچھ غور و فکر کرتا آتا ہوں اور اس بارے میں جس قدر زمین زیادہ پڑھتا اور سنتا ہوں اس قدر مجھ کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سود و بینہ صاحب کے "قواعد تفسیل مختص" سے کچھ شہنی ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان قواعد سے رعایا کے حق میں بڑا ظلم ہو گا اور ان کے سبب سے اختلافات عظیم اور غور نری ہوگی اور مجھ کو اس پر

انگلش اور ویسی اشخاص کے مابین اس مسئلہ کی وجہ سے روز بروز مخالفت بڑھتی جاتی ہے۔ اسام اور کچار کو ویسی اشخاص دم دلاسا دیکر طلب کیے جاتے ہیں اور وہ ان پہنچنے پر وہ ان کا ملک اور ان کی آب و ہوا انکو نہایت ناگوار گذرتی ہے۔ بہت لوگ مر جاتے ہیں اور بہتیرے بھاگ جاتے ہیں اور اسوجہ سے شور و فریاد کی جاتی ہے کہ انکی مرزا دہی کا کوئی قانون وضع کیا جائے بعض کارخانداران بر خاستہ خاطر قلیوں کے ساتھ بہ سختی پیش آتے ہیں بلکہ ظلم بھی کرتے ہیں اور اسوجہ سے خرابیاں اور بھی بڑھتی جاتی ہیں۔

ایک اور چٹھی میں انھیں دوست کو لکھتے ہیں کہ۔

گوئی فرمشت ہند کو ان معاملات میں واجب کارروائی کرنا نہایت ہی وقت طلب ہے۔ اگر کوئی بات دیسیوں کی مراد کی جاتی ہے یا اسکے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو چاروں طرف سے شور و غل بلند ہوتا ہے جسکی آواز بازگشت ولایت تک پہنچتی ہے اور وہ ان سے ہمدردی اور اعانت ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو میں بالکل متحیر رہ جاتا ہوں کہ اس معاملہ میں کیا کروں۔ یوں تو ہر شخص انصاف اعتدال اور اسی طرح کے اور عمدہ عمدہ اوصاف کا سامعی ہے لیکن جسوقت کوئی شخص ان اصولوں کے ہر تاؤ پر اسطرح سے آمادہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کے حقوق میں خلل واقع ہو تو وہ سب باتیں بدل جاتی ہیں..... اس میں شک نہیں کہ کسی کارخانہ کے اجراء میں روپیہ لگانے والے یا اس سے فائدہ و حاصل کرنے کے لیے ٹاٹ دو کرنے والے اپنے اپنے طریقہ اپنی بات کرتے ہیں اور جس حالت میں وہ منفعت مزاج ہوتے ہیں تو ان فائدہ و من میں جو انکی محنت سے خلائق کو پہنچنے میں کوئی خرابی لاحق نہیں ہوتی ہے۔ لیکن ایسے بہت لوگ ہیں جنکو سواے اپنے ذاتی فائدہ و من کے اور کسی بات کی مطلق پروا نہیں ہے۔ گوئی فرمشت ہند کو ان میں اسوقت ایک مسودہ پیش ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ کچار اور اسام کے کارخانہ اراں او قلیوں کے مابین فیصلہ ہونے کی بابت کوئی ضابطہ مقرر ہو جائے اور اب عل طلب یہ سوال ہے کہ دونوں کے حق میں انصافانہ کارروائی کیونکر عمل میں آئی۔

سرتاجان لارڈ لائسنس نے بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ جس قانون کی رو سے سرتاجان لائسنس نے اپنے فیصلہ میں اسامیوں کے حق میں ایسی مخالفتانہ رائے ظاہر کی تھی اسکی ترمیم کریں گے۔ انھوں نے کہا تھا کہ دو آئندہ موسم سرما میں ہیکو ضرور ہو گا کہ ایکٹ ۱۰۱۰ء کے مسئلہ پر غور کریں اور میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اس میں ایک بڑی سخت جنگ ہوگی۔ لیکن اگر میں صاحب اس مسئلہ کو سنجیدگی سے دیکھنے لے تو ہیکو کا میاں بائی حاصل ہوگی۔ با اینہم ہیکو اندیشہ ہے کہ اسامیوں کے حق میں انصاف نہ ہونے پایگا۔ اُنکے خلاف کثرت سے اور بڑے بڑے قومی حقوق پیش ہونگے۔ ہمارے سروں پر لعن و طعن کی خوب بھرا ہوا ہوگی لیکن اس سب کو ہم گوارا کریں گے۔ خوش قسمتی سے وضع قوانین کی کارروائی کا موقع نہیں آنے پایا۔ کیونکہ اسامیوں کے رفیقوں کی بڑی بڑی کوششوں سے (اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ ان رفیقوں میں وائسرائے

کوئی منفعت تصور نہ تھی اور پختہ لوگ اسکی کسر ان لوگوں سے یوں نکالتے تھے کہ کبھی تو موجودہ شرح جس سے وہ بالکل تباہ ہو جاتے تھے اور کبھی عیساں شرح سے لگان طلب کرتے تھے اس قسم کا ایک مقدمہ آئندہ شریک ستر بارنس پینکٹ چیف جسٹس کے اجلاس میں دائر کیا گیا اور انھوں نے اسطور پر جس سے کارخانہ اران نیل کاشتکار لوگ اپنے اپنے کمیتوں کے محفوظ رکھنے کے سستی تھے سب سے بڑی شرح لگان "جس پر کارخانہ اردن کو مردہ شرح کے حساب سے کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ اس فیصلہ سے سامیون کے سارے حق کی جڑ کٹ گئی اور جس وقت ستر جان لارنس وائیسرائے مقرر ہوئے تو سب کے پہلے انکا خیال اسی طرف رجوع ہوا۔ انھوں نے بیشک اس معاملہ کے خاطر خواہ تصفیہ میں بڑی بڑی دقتیں دیکھیں۔ بتاریخ ۲۰ اپریل وہ ستر جان لارنس وڈ کو کہتے ہیں کہ۔

میں نہیں جانتا کہ اسامی کس بات میں خوش ہوئی اور ساتھ ہی اسکے زمیندار اور قائم مقام کس بات میں راضی ہونگے۔ لگان کے بہت کچھ اضافہ پر رضامند ہو جائیگی۔ کارخانہ اران نیل اسواسطے اضافہ لگان کا اختیار پاتے ہیں کہ لوگ سیکس جس سے تھوڑے بہت دونوں فریق مطمئن ہو جائیں۔۔۔۔ ہماری مشکلیں اور خطرات انجمنستان اور ہندوستان میں تباہ ہوتے ہیں یعنی اسوقت نہیں بلکہ آئندہ کے لیے اس میں بڑی قیامت دھری ہے کہ انجمنستان اور ہندوستان میں ان دونوں کے مابین عداوت زیادہ ہوتی جاتی ہے اور ان کے حقوق کا تصفیہ برضی طرفین دشوار ہوتا ہے کہ ان باتوں کا خیال روز کسی وقت میرے دل سے دور نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے تصفیہ میں جو فریق عقل اور قورین مصلحت اور دونوں کے بہتر ہوا اختلاف عظیم واقع ہے۔

ستر جان لارنس نے اپنے اجاب انجمنستان یعنی ڈیونک آف ازبیل ستر فرڈرک گوئی ستر ارنگن پیری وٹو بائی ستر فینکٹس اور پکٹان اینٹیوک کو جو چٹیمان لکھی تھیں وہ اس ضروری امر کے تذکرہ سے مابین اور ہر ایک جگہ میں اسی سنجیدگی سے سماعت اور تردید ظاہر کیا گیا ہے۔ پکٹان اینٹیوک کو وہ لکھتے ہیں۔

ن سب سے بھاری دقتیں وہ ہیں جو انجمنستان اور ہندوستانی اشخاص کے مابین واقع ہیں۔ یہی دقتیں آخر کو لکھن پیری کو وہ کہتے ہیں کہ۔

مخالفت کی موجودگی میں اُن لوگوں کی موجودگی میں اُن لوگوں کے لئے سَرَجَان لائسنس وہ سب باتیں حاصل نہیں کر سکے جنکو وہ چاہتے تھے تو اقل مرتبہ اُن لکھو کھا صابرا دیون کے لیے جو اکثر انگلش عمارتیں میں بھی مبتلائے مصیبت رہ کر کوئی فریاد اور بھوکھون مکر اُسکے لیے کوئی علامت ظاہر نہیں کرتے ہیں اُن سب باتوں کا استحکم بند و بست کر دیا جو ممکن التعمیل تھیں۔ بیشک یہ بڑی بہتری کی بات ہوئی کہ باشندگان ہند کو ایک تہہ ایک ایسا وائسرایٹ مل گیا تھا جو معاملات پر دراصل اُنھیں کے خیالات مطابق نظر کر کے یہ بات دیکھ سکا جو لوگ عدل گستری کرانے کا اختیار سب سے کم رکھتے تھے اُنکے حق میں انصاف کیا گیا۔

اس مختصر رسالہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں مختلف پیچیدگیوں کا پورا پورا پتہ لگا کر اُن تمام انقلابات کو بیان کروں جو اس اختلاف کی وجہ سے بنگال خاص اودھ اور پنجاب میں واقع ہوئے۔ لیکن سَرَجَان لائسنس کی وائسرایٹ کا کوئی بیان کامل بلکہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے جس میں اس بات پر بڑی شد و مد سے بحث نہ کی جائے گو اس بحث کے مفصل حالات عام شائقین کی سمجھ میں نہ آتے ہوں یا بے لطف معلوم ہوں لیکن سَرَجَان لائسنس کا خیال اُنکی جانب دل سے لگا تھا اور وہ اسکی تعمیل کرتے تھے اور ہمیشہ بے ریا اطمینان سے اُنکو اس میں کامیابی حاصل ہو سکی۔

پہلے یہ مسئلہ بنگال میں پیش ہوا اور بعض ضروری امور کے متعلق وہاں بہت جلد اُسکا تصفیہ ہو گیا اس واسطے میں نے تجویز کیا ہے کہ پہلے اُسی کو بیان کروں۔ احاطہ بنگال میں رعایا اور زمیندار کے مابین عرصہ سے جھگڑے چلے آتے تھے یعنی مابین اُن کاشتکاروں کے جو نیل بوتے تھے اور جو کارخانہ دار نیل تھے یہ کارخانہ دار اعلیٰ العموم یورپین تھے جو کاشتکاروں سے جبریہ طور پر نیل کی کاشت کراتے تھے اور پھر خود اُسکو تیار کر کے آپ بیچتے تھے جس سے امید کی جاسکتی تھی کہ کمزور فریق کی طرف سے بڑی سستی اور دفع الوقتی اور حیلہ بازی ہوئی اور طاقت ور لوگوں کی جانب سے بہت کچھ تنگ چشمی بدسلوکی اور ظلم ہوا۔ آخر کو ۱۸۵۹ء میں ایک مسودہ موسومہ قانون لگان نافذ کیا گیا جس سے دراصل باظہار مزارعین کے وہ حقوق محفوظ ہوئے جنکو نصف صدی سے زیادہ پیشتر لارڈ کزنو لائسنس نے اُن لوگوں کی نظروں کے آگے پیش کر کے اور اُسکے بعد دراصل مگر محض غیر ارادی طور پر استمراری بند و بست کے زمانہ میں اُن سے نکال لیے تھے۔ ان حقوق کے استخلاص سے خارج کرنے کے معنی اپنی خوشی سے تبدیل کرنا اور اُسی طرح لگان میں اضافہ کرنا نہیں۔ کمیشن نیل نے بھی جو مسئلہ ۱۸۵۹ء میں بصدارت ڈپٹی کمشنر سینٹن کا مقرر ہوئی تھی اچھی کارروائی کی اور اُسکو کارخانہ داران نیل اور رعایا کے باہمی اختلافات فرو کرنے میں کامیابی ہوئی۔

لیکن جھگڑے اب تک زور و روں پر تھے۔ مزارعین اُس پودھے کے بوٹے سے انکار کرتے تھے جس سے اُنکو

باب چہارم حق کاشتکار اور حکمت عملی خارجہ ۱۸۶۹ء لغایت ۱۸۶۹ء

اس باب میں جسکو سر جان لارنس کی وائسرائے کے متعلق میں نے آخری باب تجویز کیا ہے بیان کرنے کے لئے دو مسئلے (ایک داخلہ اور دوسرا خارجہ حکمت عملی کا) میں نے رکھ چھوڑے ہیں جو انکے مجموعی انتظام میں سب سے سربراہ اور وہ ہیں اور جنکی نسبت بلا خوف و خطر یہ بات بیان کی جا سکتی ہے کہ جس روز انھوں نے اپنے اس علی منصب کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اس روز سے اس کام کے چھوڑنے کی تاریخ تک یہ دونوں مسئلے ہر وقت انکے مرکوز ذہن رہے۔ داخلہ حکمت عملی کا مسئلہ وہ ہے جس سے انکو نہایت ہی ہمدردی تھی جسکی بابت انپر بڑے بڑے سخت حملے ہوئے اور بہت سے لوگ انسے ناراض ہو گئے اور جو آخرین ایسی شرطوں پر طے ہوا جسے اشخاص متعلقین کے حق میں بڑے بڑے فوائد مترتب رہ گئے۔ بنظر اختصاص میں اس مسئلہ کو ”مسئلہ حق کاشتکار“ سے تعبیر کرتا ہوں۔ جو امر تجویز کیا گیا اس سے بیشک اسامیوں کے سوا اور درجہ کے لوگوں کی بھی حفاظت ہوگی ان انگلش سابقین میں سے اور ناموں کی نسبت اس نام پر زیادہ خیال ہو گا جو اگر ہندوستان کے حقوق اراضی کے پیچیدہ مسئلے سے واقف نہیں ہیں تو جبراً انکو واقفیت پیدا کرنا پڑی کہ یہ نسبت اور کسی ملک کے جو ولایت سے زیادہ قریب ہے اس ملک میں ان حقوق کے متعلق کیسی دشواریاں لاقی ہیں۔

جس طرح سر جان لارنس یہ لڑائی لڑے اس طرح کوئی وائسرائے نہ لڑا ہو گا کیونکہ دوسرا وائسرائے ان خرابیوں سے جنگا مدارک ضرورت تھا اور ان مقاصد سے جنگا انجام کرنا مظلوم تھا ہرگز اسقدر واقف نہیں ہو سکتا تھا جسقدر واقفیت انھوں نے اپنے تجربہ سے پیدا کی تھی۔ وہ ایسی باتوں کے دیکھنے اور سننے کے کان اور انگلیں رکھتے تھے جو کسی ایسے مدبر کو ہرگز سنائی اور دکھائی نہیں دے سکتی تھیں جسکا تجربہ صرف انگلستان ہی پر محدود ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ وہ کسی ایسے شخص کو نہیں دریافت ہو سکتی تھیں جسے ہندوستان کے مختلف حصوں کے مردہ حقوق اراضی سے جو گورکھ دھند سے کی طرح ہیچ و پرہیز ہیں واقفیت پیدا کرنے کا رہنما نہیں سیکھا تھا اور جو تعلقداروں اور رعایا ہی کے عیوب و نقائص سے ناواقف نہیں تھے بلکہ بیشمار درمیانی طبقہ کے ماتحت مالکان و قابضان اراضی سے بھی نا بلند تھے سر جان لارنس نے قریب قریب یکہ و تنہا بمقابلہ ہندوستانی زمینداروں و کاشتکاروں و اخباروں اور اپنی کوئٹل کے بڑے بڑے ممبروں اور علی العموم تمام یورپین اشخاص عظیم ہندوستان کے متحد غلبہ کے کرداروں اور مظلوموں کی طرفداری کی۔ اور اگر ایسی قوی

وہ اس حکمت عملی کی بنیاد قائم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکے لیکن اُس ضروری تدبیر کی بنیاد قائم کرنے کی بابت وہ بہت شکرگزاری کے تحتی تھے۔
اس چٹھی میں بے ترتیب حالات بیان ہوئے ہیں اور میں اس بات کا قصد نہیں کر سکتا ہوں کہ لارڈ لارنس کے عہد حکومت میں جو خاص خاص تدبیریں عمل میں آئی تھیں انکو مناسب طور سے سلسلہ وار بیان کروں میں انہیں سے بعض باتوں کو جس طرح سے میرے دل میں اُٹکا خیال آتا جاتا ہے بیان کرتا ہوں۔

ہندوستان میں فوج جیلمانہ اور شہروں میں حفظانِ صحت کی تدبیر کرنے والوں میں اول وائسرائے ہی تھے۔ اوپر جو عہدے میں نے محول کی ہے انہیں بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت وہ ہندوستان میں گورنر جنرل ہو کر آئے تھے تو اس وقت کلکتہ اور دوسرے مقامات کی کیفیت حفظانِ صحت کے اعتبار سے کیسی تھی ان امور میں جو دلچسپی انھوں نے ظاہر کی اُسکی یادداشت اسوجہ سے ابھی میرے دل میں زیادہ تازہ ہے کہ پہلے پہل ابتدائے عہد میں مجھے اُس موقع پر انکی ملاقات حاصل ہوئی تھی جب انھوں نے اُس کمیشن حفظانِ صحت کی پرنسپلڈنسی پر مقرر کیا تھا جو اُس زمانہ میں نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ مجکو خوب یاد ہے کہ جب پہلے پہل مجھے اُن سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھے بیان کیا تھا کہ دو کلکتہ کی تندرستی کی حالت کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا اور دیکھا اُس سے میرے بدن کے رنگٹے کھڑے ہو گئے، (اور بیشک وہ یہ بات بہت اچھی طرح سے کہہ سکتے تھے)۔ اور یہ بھی یاد ہے کہ انھوں نے مجھ سے باصرہ تمام یہ کہہ دیا تھا کہ جس وقت واقعات سے بخوبی آگاہ ہو جاؤ تو بلا تامل اور بلا تفتیش سرکاری طور پر انکا اظہار کر دینا اس وقت میرے دل پر انکی قومی اور بجا آمد کارروائی کی عمدگی کا ایک بڑا اثر پیدا ہوا اور اس وقت سے برابر میرے دل پر انکی ایک ایسی عظمت ہو گئی جو ہمیشہ بڑھتی گئی اور اُسی سے میرے اور اُنکے مابین کیساں طور پر ایک دوستی پیدا ہو گئی۔

پرنسپل فوج کی حفاظت اور تندرستی کے بارے میں وہ برابر اصلاح کی کوششیں کرتے رہے اور انہیں انکو نہایت درجہ کا مافیہ حاصل ہوئی۔ یہ صرف انھیں کا باعث ہے کہ عہدہ بارکون اور ہسپتالوں کی تعمیر کے ایسے ایسے کام جاری ہوئے جنہیں ایک کروڑ پونڈ زیادہ صرف ہوئے۔ اب ہندوستان کی فوج کے لیے ایسے مکانات بن گئے کہ دنیا میں فوج کے لیے کسی ملک میں ایسے مکانات نہ ہونگے اور سپاہیوں کی تندرستی میں ایسی اصلاح اور شرح اموات میں ایسی تخفیف عظیم واقع ہوئی کہ اُسکے دیکھنے سے ایک تعجب محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال ہندوستان کے جیلمانوں کا ہے اہل میں یہ سب کام لارڈ لارنس کا شروع کیا ہوا ہے۔ ایک اور ضروری تدبیر جسکے لیے وہ بحیثیت وائسرائے کی خاص اعزاز کے تحت میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے باوصف مزاحمت و مخالفت عظیم کے لگائی و استحقاق جنگلات کا ایک محکمہ قائم کیا جو ہندوستان کے اکثر حصوں میں بڑی تیزی کے ساتھ برباد ہوتے جاتے تھے۔

میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ ویسی ججوں اور عمال عدالت کی تنخواہیں جو ایک محترم تعداد کی تھیں اُنکے متعلق انھوں نے کیا کیا تدبیریں کیں۔ انکو معلوم ہو گیا تھا کہ جب تک یہ تدبیریں عمل میں نہ لائی جائیں گی اس وقت تک ایمان داری سے عدل گستری نہو سکیگی۔ چنانچہ انکی پیشین گوئیان نتیجوں سے ثابت ہو گئیں۔ ہندوستانی عدالتوں کے بڑے بڑے اور ناموری میں بڑی ترقی ہوئی اور یہ نتیجہ زیادہ تر لارڈ لارنس کی تدبیروں کی وجہ سے حاصل ہوا۔

اپنی تمام کوششیں اس بات میں صرف کر گئی کہ عام امن و امان قائم رکھی جائے اور جو فرما کر دیا اور سردار اُسکے دوست ہیں اُنکی حفاظت کی جائے اور اُسکی خاص وفادار رعایا مرادہ حال اور خوش رہے اور پنجاب کے دریا اور دریائے سندھ کو ہندوستان کی گلیاں اور افغانستان کی وحشی قومیں آئندہ سے برٹش فوج اور مغرب جانب سے آنے والے دشمن کے درمیان رکھی جائیں گے۔ فوج اور اُسکے سامان رسد کے درمیان نہ رکھی جائیں گے۔

یہ کلمات، آب زر سے لکھنے کے قابل تھے لیکن اگر سوائے اُنکی انگلیش گورنمنٹ کے افعال و مقاصد انگلیش قوم کے افعال و مقاصد تھے تو وہ صرف نصف درجہ تک صحیح ہیں۔ اس اثنا میں عین اُسی روز جنرل لارڈ لارنس نے اپنا مشہور اشتہار جاری کیا تھا انگلیش تان سے بوائے سی فرہندوستان و دونوں جوان سولین روایت جنگو ایکس کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور جو تمام باتوں میں لارڈ لارنس کے بالکل برعکس قول و فعل اور خیال میں لڑکون کی طرح سیدھے تھے اور اُنکے متدبرین تھا کہ اس عاقلانہ اور اثر مند حکمت عملی پر جو اشتہار مذکور سے تشریح ہوتی ہے عمل کریں اور تمام متعلقین اُسکے نتیجہ سے خوش ہوں۔ اس مضمون خارج از بحث یعنی جنگ اول افغانستان کو جو طول تو ہے مگر میرے نزدیک غیر ضروری نہیں ہے چھوڑ کر اب جان لارنس کی طرف رجوع کرتا ہوں جنہوں نے ہمیشہ ہی رائے دی کہ افغانستان سے سوائے اُس صورت کے جب براہ دیکھتی محض اپنی حفاظت منظور ہو کبھی جنگ نہ کی جائے۔

باب ہفتم

پنجٹیریت پٹی اور سکھوں کی پہلی لڑائی ۱۸۴۲ء

وریا کے سفر کی معمولی سختیاں جھیلنے کے بعد جان لارنس مع اپنی زوجہ کے ۱۴ نومبر ۱۸۴۲ء کو بمبئی میں داخل ہوئے۔ جہاز پر بہت ملاقاتی پیدا ہو گئے تھے مگر برخلاف اکثر جہازی دوستوں کے شیٹن کار کی دوستی پائدار نہ ہو سکی۔ میان بی بی دونوں نے بمبئی کو کبھی نہیں دیکھا تھا اس شہر غدار میں جسکو مختلف قوموں اور زبانوں کا بابل گنا چاہیے دس دن تک انہوں نے خوب سیر کی۔ اُسکے بعد آمادہ سفر ہوئے چونکہ معلوم ہوا کہ ہندیکسٹڈ میں جو مالک مغربی و شمالی کے جانیکا سیدھا راستہ تھا لڑائی ہو رہی ہے اسوجہ سے انہوں نے زیادہ دور دراز دُشوار گزار اور غیر مشہور راستہ سے مالک متوسطہ میں ہو کر آد آباد جانیکا قصد کیا۔ یہ سفر وہی کے لیے پُرخطر تھا چہ جانیکا عورت کے لیے تو اور بھی خطرناک تھا شیش جانی لارنس کو پہلے پہل ہندوستان میں اگر یہ تجربہ ہوا کہ وہ ہضہ کے سخت عارضہ میں مبتلا ہو گئیں مگر اُنکے شوہر کی خبر گیری اور تیمارداری سے افاقہ ہونے لگا تھا۔ اس زمانہ میں دونوں حالتوں کے ساتھ ہی ہندوستان کا سفر نہایت سستی سے قطع ہوتا تھا کیونکہ نہ تو ملین چلتی تھیں اور نہ عوام کے اہتمام سے ڈاک یا اس قسم کی کوئی سواری ملتی تھی چند سرائین اور دو چار سرائین یا بلکہ گڈنڈیاں تھیں۔ مگر یہ سفر ہندوستان کے

شمار کیے جاتے ہیں اور پہلے فوج میں جس حساب سے لوگ مرتے تھے اب اس کے نصف بھی نہیں مرتے ہیں۔ جیٹا فلول، اور قیدیوں کے خطاں صحت کے متعلق جو تدبیریں ہوئی ہیں وہ بھی ایسی نہیں ہیں جو نمودار نہ ہوں۔ شہر اور قصبہ کی حالت پیشتر کی نسبت اب کمین بدل گئی ہے۔ ان سب چیزوں اور اسی طرح کی اور ملکی اصلاحوں کے ساتھ جیسے ترقی تجارت اجرا سے جدید کارہائے صحت اور حرفت ترقی دولت سرکاری انتظام کی ہر ایک شاخ میں بھی تغیر و تبدل ہوا۔ قوانین کے مجموعے بھی مرتب اور مرعم اور آسان کیے گئے یہاں تک کہ دنیا ان پر حیرت کرنے لگی۔ عدالتوں کے انصاف اور پولیس میں انقلاب آگیا تھا اور گورنر جنرل کو پہنچنے سے ان کی حالت اب بھی کیسی ہی ہے کیونکہ ہندوستان میں جان و مال کی حفاظت اور ایما ندری سے عمل گسری کا ایسا ممنوعہ بند و بست ہو گیا کہ کبھی سٹھنے اور دیکھنے میں نہ آیا ہوگا۔ ہم تمام ہندوستان میں مدرسے شفا خانہ، اور دواخانے قائم کرتے آئے ہیں باشندگان ہند کی نسبت ان کے خاص ملک کی حکومت میں ایک بڑے حصہ تک ان کی شرکت تسلیم کی گئی ہے۔ مینونسپل کیٹیاں جو نو ذہن تعلیم کی اول علی تدبیر ہے برٹش ہند کے تمام بڑے بڑے شہروں میں قائم ہو گئیں۔ اور ایک کروڑ میں لاکھ سے زیادہ آدمی ان مینونسپلیٹیوں کی حدود میں رہتے ہیں۔ جو تباہی اسطور سے عمل میں آئے ہیں ان کی فہرست کو اور زیادہ طول دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ لیکن اس بیان کا یہ بھی ایک بڑا ضروری جز ہے کہ اس تمام کام کا انجام اور اس نکل روپیہ کا خرچ جن سے ایک بے حساب درجہ تک باشندگان ہند کی دولت اور آسائش کو ترقی ہوئی ہے اسطور پر ہوا کہ جو کس کا بڑا جمل میں تھا اس میں کچھ اضافہ نہیں ہوا۔“

جس کتاب سے یہ مطالب اخذ کر کے یہاں درج کیے گئے ہیں اس میں بعض خاص وجوہات سے اس بات کا قصد نہیں کیا گیا کہ جن لوگوں کے سبب سے یہ بڑے بڑے نتیجے حاصل ہوئے تھے ان میں سے ہر شخص کی تعریف ان کاموں کی بات فرداً فرداً بیان کی جائے۔ لیکن ان تعریف کے حصوں میں لارڈ لارنس کا حصہ سب سے بڑا ہے۔ بلوچوں کے فروہنے کے لئے لارڈ گینڈیٹک اصلاح کے متعلق زیادہ کارروائی نہ کر سکے اور لارڈ لارنس کی مختصر وائسرائے کے زمانہ میں بھی کچھ زیادہ کام نہیں ہوا۔ یہ امر بالکل خالی از مبالغہ ہے کہ جس وقت لارڈ لارنس وائسرائے مقرر ہوئے تو نصف سے زیادہ ہندوستان میں تمام سرکاری عہدوں کے متعلق کم و بیش از سر نو انتظام کرنا پڑا اس کی اصلاح کی ضرورت ہوئی۔ انھوں نے انتظام ملک کو کسی قدر ازراہ افتادہ حالت میں پایا۔ بہت سے ضروری مسائل کی تجویز کے لیے بڑے بڑے وسائل جمع کیے گئے لیکن اب کوئی مسئلہ نہیں تھا جو ایک مضبوط شخص کے وسط ملوئی یا موقوف نہ رکھا جاتا ہو اس کی تکمیل کرتا۔ ہندوستان کے لیے یہ بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ ایسے وقت میں اسکا وائسرائے ایک ایسا شخص مقرر ہوا جو صرف زور اور ہی نہیں تھا بلکہ ملک اور اس کی ضروریات کے حالات سے بذات خاص کامل واقفیت رکھتا تھا۔ انتظام کے ہر رموز و نکات سے واقف و آگاہ تھا اور جن فنکاروں کی اصلاح کی ضرورت تھی ان کو اس نے بخوبی تمام دریافت کر لیا۔ لارڈ لارنس نے ہر مقام پر

اس بات کی بابت جسکی ہر مقام پر ضرورت تھی زور دیا (اور میں جانتا ہوں کہ انکی دائرہ نظر کی کسے زمانہ کی یہ نہایت فووارات ہے) انھوں نے ہر ہر نگہ میں ملی چل مجادی اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسکا انتظام درست رکھا جائے انھوں نے ہر مقام کی کل کو حرکت دے دی وہ متقاضی ہوئے کہ جو عقلت اور دلاوری اب تک ہوتی آئی ہے وہ متروک کی جائے اور انھوں نے ہر ہر ہر زور دیا کہ جن بڑی بڑی اصلاحوں کی بابت اب تک تو ہاتھ کیے جاتے تھے انکی درحقت تعمیل کی جائے۔

یہ جو کچھ انتظام ہوا وہ بوجہ مثل اس صوبہ کے تھا جس پر بحیثیت چیفٹ کرسٹر وائنٹنٹ گورنر انھوں نے خود عرصہ تک حکومت کی تھی۔ اور اس امر سے اُنکے خاص انتظام سابق کی حد کی کار بہت قلمی بہم پہنچا تھا کہ ایسی اصلاحوں کے متعلق شیڈ اور فرائڈ ہست کہ نہی گئی۔ پنجاب برآمد اور بطور اوجی ہریشہ ایک نوٹہ اس بات کا تصور ہوتا رہا کہ قدیم صوبے انکی تقلید کرتے اور اگر ہم (لارڈ لارنس) سب کے پہلے خود اس امر کو بیان کرنے والے تھے بہت سی باتیں جو انکے انتظام کے لیے بہت ہی تھیں اس ملک کے اکثر حصوں کے لیے ناموزون تھیں جسکی تمدنی اور ملکی حالتیں مختلف تھیں لیکن اس بات سے انکار کرنا ناممکن تھا کہ ہندوستان کے کل صوبوں میں ایسا کوئی صوبہ نہیں تھا جس میں فی راجہ سرکاری انتظام اس اندگی سے ہوا ہوا اور جس میں از سر نو تباہیوں کی ایسی کم ضرورت ہوئی ہو۔

جن اصلاحوں کے متعلق اوپر حالات بیان کیے گئے ان میں کوئی ایسا اثر شکل سے نکلیا جسکو لارڈ لارنس نے بحیثیت وائس رے مضبوطی کے ساتھ انجام دیا ہوا اگر انکی طرف سے کوشش نہ ہوتی تو بعض بہت ضروری باتیں ہوتیوں یا ملتوی رہ جاتیں اور یہ امر خاص کر کے اس ملکی اصلاح کی بڑی بڑی تعمیرات پر اور بھی صادق آتا ہے جسے اعلیٰ کے بہت اہم تجربہ پیدا ہو چکے تھے اور جسکے فوائد گذشتہ زمانہ کی نسبت آئندہ زمانہ میں اور بھی عمدہ ثابت ہو گئے۔ خاص مملکت کے ذریعہ سے متعدد اکثر ریٹوں اور نمروں کے تعمیر کرنے اور اس کام کے لیے جس قدر زمین درکار ہوں اور جو ملکی آمدنی سے دستیاب نہ ہو سکتی ہوں انکو بذریعہ کون بہم پہنچانے کی حکمت علی کے اول محرک لارڈ لارنس تھے۔ اگرچہ وہ اس تدبیر کے موافق نہیں تھے لیکن انکے مشورہ کے تحت ان میں پہلے وائس رے ہی تھے۔ پہلے پہل انھیں انکی حکومت میں اسکا حل در آمد شروع ہوا اور ان میں کی تحریک اور اصلاح سے اس بات کو برکتر بھی آتا۔ آئینہ شہرہ افشاں کیا اور انکے بعد کے گورنر جنرل کو ان نے اسکی تعمیل کی۔

اس حکمت علی اور اسکی خیر انداز ان کا مابانی کے مفصل بیان کے لیے جو کہ اس کتاب کا اولیہ وینالہ تمام تھا جسکے مطالبہ میں اوپر محمول کرچے ہوں۔ حقیقت حال عرصہ سے جو ہر اس امر کے بعد وہ تھی کہ انگلستان میں ہندوستانی معاملات پر بطور معمول ہمیشہ بددہ پڑا رہا ہے۔ لیکن اب واقعات ایسے واقع ہوتے جاتے ہیں کہ شک یا انکار کی کوئی جگہ نہیں ہے اس حکمت علی سے ہندوستانیوں کی دولت اور قومی فلاح اور قومی بلاؤں سے محفوظ رہنے کی یقینی سیلوں میں ایسی ترقی ہوئی ہے کہ جسکا اندازہ کرنا یا بائنا سے بیان کرنا ہرگز ممکن نہیں ہے اور اس سے سرکاری محسوس میں بھی بڑی تخفیف ہوئی اور اگر عقل مند ملاحکاروں کی رائے کو سبقت نہ دی تو آئندہ کے لیے خیر غنائی طور پر بڑی کامیابی کی حالت میں رہے گا۔ اگرچہ اس وقت جب لارڈ لارنس وائس رے تھے

جو واقعات مجھ کو ضروری معلوم ہوتے ہیں انکو میں اس عبارت سے بیان کرتا ہوں۔

۷۷۵ء کے بلوہ کے قبل بھی تبادولوں میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ اس شہر کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے۔
ہندوستان کے ایک بڑے حصہ میں ہماری حکومت قریب قریب بالکل ہانی ہو چکی تھی تبادولے ثابت ہی ثابت تھے مگر یہاں پر بادشاہ نے
(صرف سپاہی نہیں بلکہ ہر ایک درجہ کے (گلشن لوگ) ہندوستان میں اگر نصیب پڑتے تھے۔ جس میں ہر ایک کو
چاہی جاتی تھیں جو ہندوستان میں نہیں تھیں لیکن یہ خیال کیا جاتا تھا کہ انکو ہر درجہ میں سپاہیوں کے ساتھ ساتھ
ریلوں، ٹیلیگرافوں، ٹرکوں اور کمپوں کی تعمیر لازمی تھی رعایا کو بھوکوں مرنے سے پرانے کے لیے ضروریات سے
ضروریات سے تھا۔ ہر کون کا ایک بڑی بھاری یونیورسٹی فوج کے لیے بنانا ضروری تھی اور حفظان و صحت کی سہولیات
جس سے فوج کو فائدہ ہو سکتا اسکی تعمیل بھی لازمی تھی کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کر سکتے تھے کہ پرانے دستوں کو ملحق
ہم اپنی فوج کے لوگوں کو بھیڑوں کے گلے کی طرح مر جانے دیتے۔ المختصر اس زمانہ کے بڑے مہذب ملکوں میں انتظام کے
متعلق جن جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا سامان کرنا ضرور تھا۔ یہ قول کچھ امور سلطنت ہی کے بارے میں
صادق نہیں آتا ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ پر اصلاح کی جن جن باتوں کا تقاضا تھا اسی طرح سے ملک کے ہر شہر اور
ضلع میں بھی اصلاح کی حاجت تھی۔ مثلاً مقابلہ کیا جائے کہ مین برس پیشتر کلکتہ کی کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے۔
یہ شہر جو برٹش ہند کی دارالسلطنت ہے ایک نہایت عمدہ میناس اس بات کا ہے کہ ہندوستان کے دوسرے
مقامات کی حالت کیا ہے۔ اس شہر کا خس۔ نیت ہی خوفناک گڑھیوں میں عین شہر کے اندر سرکراتا تھا
یاد دیا۔ مینگیل میں پھینکا دیا جا۔ بہہ کر آیا جاکر اتا تھا۔ فیصدی ۹۰ باشندگان شہر کو صاف پانی
بے بہن ہر قسم کی گندگی جو تصور میں آسکتی ہے شامل رہتی تھی
اور بھی کیفیت پانی
لی کثافت ہی
چھوڑی جا
نوا اور
۷۷۶ء اور
۷۷۷ء
۷۷۸ء
۷۷۹ء
۷۸۰ء
۷۸۱ء
۷۸۲ء
۷۸۳ء
۷۸۴ء
۷۸۵ء
۷۸۶ء
۷۸۷ء
۷۸۸ء
۷۸۹ء
۷۹۰ء
۷۹۱ء
۷۹۲ء
۷۹۳ء
۷۹۴ء
۷۹۵ء
۷۹۶ء
۷۹۷ء
۷۹۸ء
۷۹۹ء
۸۰۰ء
۸۰۱ء
۸۰۲ء
۸۰۳ء
۸۰۴ء
۸۰۵ء
۸۰۶ء
۸۰۷ء
۸۰۸ء
۸۰۹ء
۸۱۰ء
۸۱۱ء
۸۱۲ء
۸۱۳ء
۸۱۴ء
۸۱۵ء
۸۱۶ء
۸۱۷ء
۸۱۸ء
۸۱۹ء
۸۲۰ء
۸۲۱ء
۸۲۲ء
۸۲۳ء
۸۲۴ء
۸۲۵ء
۸۲۶ء
۸۲۷ء
۸۲۸ء
۸۲۹ء
۸۳۰ء
۸۳۱ء
۸۳۲ء
۸۳۳ء
۸۳۴ء
۸۳۵ء
۸۳۶ء
۸۳۷ء
۸۳۸ء
۸۳۹ء
۸۴۰ء
۸۴۱ء
۸۴۲ء
۸۴۳ء
۸۴۴ء
۸۴۵ء
۸۴۶ء
۸۴۷ء
۸۴۸ء
۸۴۹ء
۸۵۰ء
۸۵۱ء
۸۵۲ء
۸۵۳ء
۸۵۴ء
۸۵۵ء
۸۵۶ء
۸۵۷ء
۸۵۸ء
۸۵۹ء
۸۶۰ء
۸۶۱ء
۸۶۲ء
۸۶۳ء
۸۶۴ء
۸۶۵ء
۸۶۶ء
۸۶۷ء
۸۶۸ء
۸۶۹ء
۸۷۰ء
۸۷۱ء
۸۷۲ء
۸۷۳ء
۸۷۴ء
۸۷۵ء
۸۷۶ء
۸۷۷ء
۸۷۸ء
۸۷۹ء
۸۸۰ء
۸۸۱ء
۸۸۲ء
۸۸۳ء
۸۸۴ء
۸۸۵ء
۸۸۶ء
۸۸۷ء
۸۸۸ء
۸۸۹ء
۸۹۰ء
۸۹۱ء
۸۹۲ء
۸۹۳ء
۸۹۴ء
۸۹۵ء
۸۹۶ء
۸۹۷ء
۸۹۸ء
۸۹۹ء
۹۰۰ء
۹۰۱ء
۹۰۲ء
۹۰۳ء
۹۰۴ء
۹۰۵ء
۹۰۶ء
۹۰۷ء
۹۰۸ء
۹۰۹ء
۹۱۰ء
۹۱۱ء
۹۱۲ء
۹۱۳ء
۹۱۴ء
۹۱۵ء
۹۱۶ء
۹۱۷ء
۹۱۸ء
۹۱۹ء
۹۲۰ء
۹۲۱ء
۹۲۲ء
۹۲۳ء
۹۲۴ء
۹۲۵ء
۹۲۶ء
۹۲۷ء
۹۲۸ء
۹۲۹ء
۹۳۰ء
۹۳۱ء
۹۳۲ء
۹۳۳ء
۹۳۴ء
۹۳۵ء
۹۳۶ء
۹۳۷ء
۹۳۸ء
۹۳۹ء
۹۴۰ء
۹۴۱ء
۹۴۲ء
۹۴۳ء
۹۴۴ء
۹۴۵ء
۹۴۶ء
۹۴۷ء
۹۴۸ء
۹۴۹ء
۹۵۰ء
۹۵۱ء
۹۵۲ء
۹۵۳ء
۹۵۴ء
۹۵۵ء
۹۵۶ء
۹۵۷ء
۹۵۸ء
۹۵۹ء
۹۶۰ء
۹۶۱ء
۹۶۲ء
۹۶۳ء
۹۶۴ء
۹۶۵ء
۹۶۶ء
۹۶۷ء
۹۶۸ء
۹۶۹ء
۹۷۰ء
۹۷۱ء
۹۷۲ء
۹۷۳ء
۹۷۴ء
۹۷۵ء
۹۷۶ء
۹۷۷ء
۹۷۸ء
۹۷۹ء
۹۸۰ء
۹۸۱ء
۹۸۲ء
۹۸۳ء
۹۸۴ء
۹۸۵ء
۹۸۶ء
۹۸۷ء
۹۸۸ء
۹۸۹ء
۹۹۰ء
۹۹۱ء
۹۹۲ء
۹۹۳ء
۹۹۴ء
۹۹۵ء
۹۹۶ء
۹۹۷ء
۹۹۸ء
۹۹۹ء
۱۰۰۰ء

(۵) کا شکار ان چاروں اور اسامہ و دیگر کے قیدیوں کے باہمی تعلقات میں جمع امور متعلق۔

(۶) موجودہ انتظام دہیسی افواج ہند کے متعلق امور علی انصاف میں یہ امر کہ ہر ایک رجسٹر میں کتنے انجیلشن افسروں کو رہنا چاہیے۔

(۷) علیج فارس اور دیگر قیدیوں کے لیے خاص خاص مقامی بحری حکمہ جات۔

(۸) پرنسپل کوئٹہ ٹرنسٹ اور ایران مستطاد اور رنجیا وغیرہ کے باہمی تعلقات اُن امور کے متعلق جو ہندوستان کے مفاد سے سروکار رکھتے ہیں۔

(۹) مجوزہ تدبیرا متعلق خزانہ ہند۔

یہ شخصیات امور نہایت ضروری ہیں بجلی بابت جھکا اضطراب ہے کہ لارڈ ٹرنسبرگ کو ذرا لمبا ڈاکر ناہوگا اور بیشک یہ نہایت

سودمند ہوگا اگر ان سب باتوں کے متعلق وہ آپ سے گفتگو کرتے آئیں۔

لارڈ ٹرنسبرگ کی تاخیر دہیسی ہندوستان میں ہو چکنے کے امین جو توڑا سا زمانہ گزرا تھا اسطور سے اُس زمانہ میں

خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں آخر کو اب اُن کے خاتمہ کا زمانہ آئے لگا تھا۔ اور اس قضیہ سے ضلع ہندوستان میں جو خوش فہمی

سرخ غری لارڈ ٹرنسبرگ اب تک دکھلائے آئے تھے وہ بلا خطرہ اور بلا اختلاف اور طریقوں سے ثابت کی جاسکتی ہے۔

شکلہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۴ء

پیارے سر اسٹیفن فرڈینانڈ ٹرنسبرگ کوٹ۔ میں نے دہیسی ریفرنس میں کابل کی اطلاع کے لیے لکھا کیا معنی بلکہ ہدایت

کی ہے کہ اگر آپ سر شری مل جیسے راؤ لینڈسی پاشا اور میں بھی ملاقات کرنا چاہیں تو میں دہان خوشی سے جا کر اُن کی ملاقات

کر دوں گا۔ چونکہ ہم نے اُن کو کس قدر روپیہ اور تمہیں ساروں سے مدد دینے کی قطعی تجویز کی ہے تو اس سے وہ خوش

ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ وہ ہم سے اپنی جنگوں اور عداوت کی تہذیبہ دن میں شرکت

کے خواستگار ہونگے۔ میری رائے ہے کہ جو کچھ ہم اُن کو دین وہ ایک سالانہ دیکھنے کے طور پر ہو اور وہ وقفہ

بنا کیسہ تمام اس بات پر منحصر رکھا جائے کہ ہوا اُن کی طرف سے اطمینان رہے کہ امیر کا چال چلن ہمارے ساتھ

اچھا رہے گا اور جو عہد و پیمان ہمارے اُن کے امین ہو اُس پر قائم رہیں گے۔ میں نے ایک دیکھ کی قید اس سبب سے

لگائی ہے کہ اُن کے خلاف کوئی خاصہ یہی ہے کہ جو کچھ وہ پائیں ہم لوگوں سے لین اور اُن کے دے میں جہان ہم

ان سے ممکن ہو ہمارے ساتھ کوئی سلوک نہ کریں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ میرے نزدیک اُن سے کسی

ایسے امر کی استدعا کرنا نہ چاہیے جو غیرہ واجبی ہو۔ بلکہ شک اُن سے ہو سوسا ہے اس بات کے اور کسی امر کے لیے

مستاضی ہو نا ضرور نہیں ہے کہ جس جس مقام پر اُن کا علاقہ ہماری سرحد کے متعلق باقرب ہو دہان وہ اپنی رعایا کو

امن و امان سے رکھیں اور ہم سے دوستانہ تعلقات صدق دل سے قائم کریں۔ ایک تو اس ضروری امر اور دوسرے

جو واقعات بجز ضروری معلوم ہونے ہیں انکو میں اس عبارت : "بہت بڑا کھنڈ" سے بیزاریت بیان کر رہا ہوں۔

شہنشاہ کے بارہ کے قبل بھی تباہیوں میں بڑی بڑی ترقی ہوئی تھی۔ اس القاب کے بعد جس سے کچھ دنوں تک ہندوستان کے ایک بڑے حصہ میں ہماری حکومت قریب بالکل باقی رہی تھی تباہی نہایت ہی بھارت سے عمل میں آئے تھے۔ ہزار ہا کھنڈ (شہنشاہ صرف سپاہی نہیں بلکہ ہر ایک درجہ کے (کھنڈ) لوگ) ہندوستان میں اگر گھٹ پڑے تھے۔ دس ہزار بائیس ایسی چاہی باقی تھیں جو ہندوستان میں نہیں تھیں لیکن یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اٹکا جو بڑا ضروری ہے۔ تمام ملک میں ریون لیگراٹون سرکون اور پکون کا تعمیر لازمی تھی رہنایا کو بھوکون مرنے سے بچانے کے لیے نہروں کا جاری کرنا ضروریات سے تھا۔ بارکون کا ایک بڑی بھاری یوزوؤپین فوج کے لیے بننا ضروری ہی تھا اور حفظان صحت کی ہر بات جس سے فوج کو فائدہ دے سکتا اسکی تعمیل بھی لازمی تھی کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کر سکتے تھے کہ پرنے دست و کمر لوفت ہم اپنی فوج کے لوگوں کو میڈیٹون کے گھنے کی طرح مرنے دیتے۔ المختصر اس زمانہ کے بڑے مہذب ملکوں میں اختتام متعلق جن جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کو سامان کرنا ضرورت تھا۔ یہ قول کچھ امور سلطنت ہی کے بارے میں مساوق نہیں آتا ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ پر اصلاح کی جن جن باتوں کا اتفاق تھا اسی طرح سے ملک کے ہر شہر اور ضلع میں بھی اصلاح کی حاجت تھی۔ مثلاً تھا بلکہ کیا جائے کہ میں برس پیشتر کہتے کی کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے۔ یہ شہر جو پرنش بن کی دارالسلطنت ہے ایک نہایت عمدہ میناس اس بات کا ہے کہ ہندوستان کے دوسرے مقامات کی حالت کیا ہے۔ اس شہر کا نس و غاشاک نہایت ہی خوفناک گڑھیوں میں مین شہر کے اندر سر کرنا تھا یاد دیر سے نہیں بچ سکتا۔ یاد دیر سے یاد دیر اور جو اربھا کے ساتھ بہ کر آیا جاتا تھا۔ فیصدی ۱۰۰ باشندگان شہر کو صاف پانی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ دو یا تو دریا کا کثیف پانی پیتے تھے جس میں ہر قسم کی گندگی جو تصور میں آسکتی ہے شامل رہتی تھی یا اور بھی کثیف پانی اوتھلے تالابوں کا استعمال کرتے تھے۔ دریا جو ہزار ہا شخص کی سیرابی کا سرچشمہ تھا اس میں صرف معمولی کثافت ہی کی چیزیں نہیں پڑتی تھیں بلکہ وہ شہر کا قبرستان بھی تھا۔ بلکہ یاد نہیں ہے کہ ہر سال کتنی ہزار لاشیں دریا میں چھوڑی جاتی تھیں اور کتنی سولاشیں گورنمنٹ اسپتالوں اور جیلانوں کی ڈالی جاتی تھیں۔ کیونکہ یہ دستور صرف غرا اور جلا ہی میں نہیں رائج تھے انصران گورنمنٹ اور مینو پلٹی بھی ایک امر و اجی کے طور پر اسکی اجازت دیتے اور پیروی کرتے تھے۔ بلکہ وہ کیفیتیں یاد ہیں جو ان دنوں تمام کنگڈ اسپتالوں جیلانوں بازاروں میں مروج اور شاہراہوں پر دیکھی جاتی تھیں۔ شہر کی نسبتاً جو بہ خرابی استعمال کی جاتی تھی کہ مہذب باشندوں کی آلودہ باش کے قابل وہ ہرگز نہیں ہے۔ اسپتالوں اور اجی شہر میں ہے۔ یورپ میں ایسے شہر زیادہ تر ہوتے ہیں جو کنگڈ کے عمدہ ترین محلوں کے مقابلہ کرنے میں کوئی باک نہ ہو اور دنیا پر شہر ہے۔ البتہ کوئی شہر نکل سکتا ہے جس میں کنگڈ سے بڑا مگر میرٹ انگیز مارت سے ترقی کی۔۔۔ اسی زمانہ میں شاہی کمیشن نے جو اخراج ہند کی ترقی کی کمی نہایت دور بخت کرنے پر مقرر ہوئی تھی یہ تجویز کیا

(۵) کشکھاران پاسے اور سامان اور کھار کے قلیون کے باہمی تعلقات مع جمیع امور متعلقہ۔

(۶) موجودہ انتظام دیسی افواج ہند کے متعلق امور علی الخصوص یہ امر کہ ہر ایک حالت میں کتنے انجمن خیرین کو رہنما بنائے۔

(۷) پلیٹ فارم اور دیگر ہند کے لیے خاص خاص مقامی بحری حکمران۔

(۸) پرنسپل گورنمنٹ اور ایران مستطاد اور دیگر وغیرہ کے باہمی تعلقات ان امور کے متعلق جو ہندوستان کے مفاد سے سروکار رکھتے ہیں۔

(۹) مجوزہ تدبیر اجتماع خزانہ ہند۔

یہ مختلف امور نہایت ضروری ہیں جن کی بابت ہر ایک اضطراب ہے کہ لارڈ کریمز کو فوراً لکھا جائے کہ ہر ایک یہ نہایت سودمند ہو گا اگر ان سب باتوں کے متعلق وہ آپ سے گفتگو کرتے آئیں۔

لارڈ کریمز کی نامزدگی اور ان کے ہندوستان میں پہنچنے کے بعد جو امور سامانہ گورنمنٹ اسطرح سے اُس زمانہ میں کام کر کے ایک بہت عمدہ فرصت تیار ہو گئی۔ اس کے بعد کی چھٹی سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان میں عرصہ سے جو خانہ جنگیوں پر ہوری قیمن آخر کو اب ان کے خاتمہ کا زمانہ آئے لگا تھا۔ اور اس قبیہ سے غلہ ہینے میں جو خوش فہمی سرخان لارڈ کریمز اب تک دکھائے آئے تھے وہ بلا خطرہ اور بلا اختلاف اور طریقوں سے ثابت کی جاسکتی ہے۔

شملہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۷ء

پیارے سرزبانہ فریڈرک ٹوٹ۔ میں نے دیسی ریفرنس شہر میں کام کی اطلاع کے لیے لکھا تھا مگر بدایت کی وجہ سے اگر امیر شیر علی مجھے راولپنڈی پالش اور میں بھی ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو میں وہاں خوشی سے جا کر ان کی ملاقات کر دیتا۔ چونکہ میں نے ان کو ایک قدر روپیہ اور تھیساروں سے مدد دینے کی قطعی تجویز کی ہے تو اس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ وہ ہم سے اپنی جنگوں اور مخالفت کی تدبیروں میں شرکت بنا کر ہم تمام اس بات پر منحصر رہا ہے کہ ہر ایک طرف سے ایک سالانہ رقم کے طور پر جو اور وہ وقفہ اچھا رہے گا اور جو عہد و بیان ہمارے ان کے مابین ہو اُن سے قائم رہیں گے۔ میں نے تاکید کی تھی کہ اس سبب سے ان سے ممکن ہو ہمارے ساتھ کوئی سلوک نہ کریں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان سے کسی ایسے امر کی استدعا کرنا نہ چاہیے جو غیر موافق ہو۔ بے شک ان سے ہر ایک سوا سے اس بات کے اور کسی امر کے لیے متنازع ہو نا ضرور نہیں ہے کہ جس جس مقام پر ان کا علاقہ ہماری سرحد کے متصل یا قریب ہو وہ ان کو اپنی رعایا کو امن دینا سے رکھیں اور ہم سے دوستانہ تعلقات صدق دل سے قائم کریں۔ ایک تو اس ضروری امر اور دوسرے

میری اس خواہش سے کہ جب تک یہ موجودہ سرحدی دشمن ہزارہ میں واقع ہیں اسوقت تک گمانڈرا انجینٹ کے قریب رہیں اور پنجاب سے بہت دور نہ ہونے پاؤں نفع اس امر کی ہوگی کہ میں کلکتہ کو اس قدر جلد جاؤں جس قدر عجلت کے ساتھ ان ضرورتوں کے نمونے کی حالت میں میں دہان جاتا۔

جنگ کوہ اسود چونکہ ناشدنی جنگ بھوٹان کی طرح اس کے مطالب کے حاصل ہونے میں ستر جان لارنس کے حکم سے ختم کر دی گئی تھی معمولی شکایتوں کی باعث ہوئی کہ اس سے فوجی سطوت میں نقصان واقع ہوا۔
شمارہ ۲۴ - اکتوبر ۱۸۵۷ء

اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے افسروں کو جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں جنگ کوہ اسود کے ذیل سے تینوں سے بڑا فوج ہوا۔ جو فوج اس مہم میں روانہ ہوئی تھی شاید وہ ضرورت سے زیادہ تھی اور اس نے جرگن کو مقابلہ سے باز رکھا۔ جنرل بھی خبردار تھے لیکن میں اس بات کو قرین مصلحت یا بائرنہیں سمجھا کہ جس امر کی انھوں نے استدعا کی تھی اور جسکو گمانڈرا انجینٹ منظور کرنا چاہتے تھے اس سے انکار کرنا اور نہ ہی امر قرین مصلحت تھا کہ ہم ایک دوسری جنگ انبیلہ کے خطروں میں اپنے کو پھنساتے۔ افسر لوگ کیس قدر نا عاقبت اندیش ہیں وہ لڑنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں اور اس بات کو خیال نہیں کرتے کہ ایسے موقعوں علی الخصوص کوہستان کی لڑائیوں میں کس قدر صرف پڑتا ہے۔ باہنہ مجھ کو اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ اس مہم سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور غالباً اس سے کوہ اسود اور اس کے قرب و جوار کے ہر گے کچھ برسوں تک امن و امان سے رہیگا۔

ماہ دسمبر میں گنسر و میو جیلے دزرا نے استعفا دیا اور سرائی فارڈ نارٹھ کوٹ کی جگہ ڈیوٹن آف آرمی آف ہندوستان ستر جان لارنس کسی فرقہ کے طرفدار نہ تھے۔ وہ ہمیشہ ترقی تہذیب کے طرفدار رہے لیکن یکے بعد دیگرے ہندوستان میں جو سیکرٹری آف ایڈمنٹ مقرر ہوئے ہر ایک نے علی التساوی ان پر بھروسہ کیا۔ اور اس زمانہ میں خوش قسمتی سے ہندوستان انجلیش ملکی فرقوں کے جھگڑوں سے قریب قریب پاک رہا۔ ستر جان لارنس سرائی فارڈ نارٹھ کوٹ کو لکھتے ہیں کہ۔

کلکتہ ۱۵ - دسمبر

اسوقت میں اس امر کے شکر یہ کی یہ سچھی لکھتا ہوں کہ آپ نے ہمیشہ میرے ساتھ اخلاق و محبت کا برتاؤ کیا اور مجھ کو امید ہے کہ جو وقت میں انجلیش ملکی فرقوں کو واپس آؤ گنا تو ہم لوگوں میں ذاتی ملاقات ہو جائیگی۔
نئے سیکرٹری آف ایڈمنٹ کو وہ لکھتے ہیں۔

کلکتہ ۲۵ - دسمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے ڈیوٹن آف آرمی ملکی فرقوں کی دوستانہ ماری بونی کی بابت آپ کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ مجھ کو اس بات کا

۴۰۔ اپریل۔

.....۔ بلکہ اس امر کا کلی یقین ہے کہ ہندوستان میں ہماری حکومت کے ہر ذل عزیز ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کسی بات کی ترغیب نہ ہوگی کہ ہم ملک کے قدیم ملاقوں کو قائم رکھیں اور سواپے شاذ حالت کے بدعات بنایاے انگریزوں کو بنایاں نہ ہونے دیں۔ مگر میں سب سے بڑھ کر یہی بات کی شکایت پیش کی گئی تھی کہ مالک مغربی و شمالی میں بدعت بنایاے انگریزوں سرکار اور اس سے بھی بڑھ کر کثرت بدعت اجراء سے دیگر اہل عدالت دیوانی ایسے بنایاں عمل میں آتے تھے۔ پنجاب میں ہم نے اس قسم کے بنایاں کو بہت کم جائز رکھا اور وہی قاعدہ زیادہ تر ملک متوسط اور ادوہ میں جائز رکھا گیا۔

سرخ خان لارنس جیسا کہ انکی تمام سوانح عمری سے ظاہر ہے ہمارے ہونٹوں کی اولوالعزمی اور کوشش سے بڑی جلدی رکھتے تھے لیکن مندرجہ ذیل چھی سے ظاہر ہے کہ وہ بحیثیت فرمانروا ان تمام اجراء سے سرگرم و غیر متعلق ہمیشہ کس راہ کو اختیار کرتے رہے جنہیں خود مسافر کے حق میں خون اور مالک کے حق میں خطر اور بے انتہا اخراجات اور غیر منصفانہ جنگ کی پیچیدگیوں لاحق ہوتی ہیں۔ پیوڑا صاحب کا جو انوسٹاک نتیجہ ہوا اور گو اس سے کسی طرح افسوس کی تدبیروں پر الزام نہیں عائد ہوتا ہے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرخ خان لارنس نے سرکاری طور پر جو اس میں حوصلہ نہیں دلایا تھا تو اپنی ذمہ داری منصب کے اعتبار سے وہ ہر سر جواب تھے۔

۴۱۔ جولائی۔

میں یہ بہت قوی رائے رکھتا ہوں کہ سرخ خان لارنس نے جو ڈیوٹین کو ہماری سرحدات کی طرف سے وسط ایشیا میں جانے کی اجازت دینا ایک بڑی بھاری غلطی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ درمستورات اور درمستورات کی جانب سے جو راستہ گیا ہے وہ سب راستوں سے زیادہ خطرناک ہے میں نہیں سمجھتا کہ ڈیوٹین یا بلکہ انگریزین ایسے بیسیں میں آدمی سے گزر سکتا ہو کہ کسی شخص کو کچھ معلوم نہ ہونے پائے۔ وہ بڑا دیرینہ پانچ پانچ کا قیدی طور پر اس کے عوام کی خبر پہنچ جائیگی۔ اگر ایسا نا اسیروں کوئی سامع گزارا تو بکرا آخر میں شکل پڑیگی گو سرخ خان لارنس اس کے خلاف کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اگر ہم سرخ خان لارنس کو قہر آزمائی کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو خاص ہمارے افسروں سے کسی شخص کے ایسی ہی اولوالعزمی ظاہر کرنے پر اس اصول سے ہم اس کو روک سکیں گے۔ اور یہی وجہ ہے جس سے ہم کہتے ہیں کہ اس وقت مشکلات لاحق ہیں۔ موجودہ شرطوں اور قیدوں میں ہم ہرگز کسی امر سے سہولت پیدا کرنے کی طرف راغب نہ ہونگے سوائے اسکے کہ آپ کی جانب سے کوئی قطعی حکم پائیں۔ بلکہ شبہ ہے کہ سرخ خان لارنس کو ہماری مغربی سرحدی اقوام مطلق ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ اور وہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ جو گے کس درجہ یورور وینوں سے عائد رکھتے ہیں.....۔ مسئلہ اس قدر بنیاد کے متعلق بالتفصیل ہم آپ کو تحریر کر چکے ہیں۔ ہم سب لوگوں کی رائے ہے کہ بنیاد کو فارن آفس (یعنی انگریز فارن آفس) کے حوالہ دینا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔ مسقط کا موجودہ مردان ایک بہت شخص ہے

لیکن ایک حد تک ہکوا کی اعانت کرنے میں فائدہ متصور ہے۔ وہ فائدہ یہی ہے کہ اُس مقام کے بحیرون میں امن و امان قائم رہے اور پھر بحری ڈاکہ زنی شروع نہ ہو جائے اور پچھلے پچاس برس کے اندر جو کام ہوا ہے وہ نہ کرنے کے برابر ہو جائے۔ ہماری ناموری اور ہمارا فرض منصبی اسی امر کا مقتضی ہے۔ اگر ہم کوشش نہ کرتے تو اُن ممالک سے ہندوستان کی جو تجارت جاری تھی وہ اب تک کب کی برباد ہو گئی ہوتی۔ محکمہ بحری ہند کا شکست کرنا ایک بڑی بحاری غلطی تھی۔ مناسب طریقہ یہ تھا کہ کجن باتوں کی اُس میں افراط و تفریط ہو گئی تھی اُن میں تخفیف کر دی جاتی۔ اب یہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک اوسط درجہ کے حساب سے وہ پھر جاری کیا جائے۔۔۔۔۔ آئرلینڈ کے کلیسا کا جکوبڑا افسوس ہے جسکی تباہی میرے قیاس میں یقیناً ہی معلوم ہوتی ہے۔ میں اُسکی بے اعتدالیوں اور عیبوں کا مقرر ہوں اور جب دیکھوں گا کہ اُسکی اصلاح ہو گئی ہے تو جکوبڑا خوشی ہوگی۔ لیکن جکوبڑا ہر تہا ہے کہ اُسکی بربادی میں ایک بڑی مصیبت کے واقع ہونے کا احتمال ہے۔ گو میں نے اپنی زندگی کے اس قدر اُپام ہندوستان میں صرف کیے لیکن آئرلینڈ کے حالات بھی جکوبڑا کچھ معلوم ہیں۔ اور جکوبڑا ہمیشہ اس بات پر حیرت ہوتی رہی کہ ناراضی اصل میں مساوی تقسیم اراضیات کے باعث سے واقع ہوئی۔ وہ رعایا کبھی خوش اور غیر خواہ نہیں رہ سکتی ہے جسکے لیے وہ معیشت کا عمدہ ذریعہ باقی نہ رکھا گیا ہو۔ گو آئرلینڈ ایک چھوٹا ملک ہے مگر اُسکی حالت بھی وہی ہے جو ہندوستان کی ہے۔ زراعت وہاں کے لوگوں کا خاص پیشہ ہے اور اسی وجہ سے عام رعایا تنفس ہو گئی ہے۔

مندرجہ ذیل چھ کے بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاتمہ کی ابتدا شروع ہو گئی تھی۔

۲۷۔ جولائی۔

میں میک اس تجویز کو دل سے پسند کرتا ہوں کہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک لاریٹا ہندوستان کے ہمدید گورنر جنرل مقرر رکھے جائیں۔ میں اُنکے راستہ کے صاف کرنے میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے کوشش کروں گا۔ اور جس وقت میرے اُنکے ملاقات ہوگی تو میں فوراً ہندوستان کے نام پر اور وہ اشخاص کی نسبت جنکو اُنسے سابقہ پڑ گیا اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ خاص خاص امور کے بارے میں جنکی جانب اُنکو فوراً توجہ کرنا پڑے گی میں بتائے دیتا ہوں کہ جو خط کتابت انگلستان میں مندرجہ ذیل امور کے متعلق اُنکو ہم پہنچ سکے اُنکا مطالعہ کریں۔

(۱) گورنر جنرل ہند کا تعلق مختلف لوگوں گورنمنٹوں سے۔

(۲) ریلوں کی توسیع اور اُنکا عام انتظام۔

(۳) مسئلہ وسط ایشیا۔

(۴) کاشتکاران نیل اور مزارعین بنگال و ہمارے باہمی تعلقات۔

لہ اسکو لاریٹا نے صدر کے بعد انجام کیا۔ عبارت ہڈیٹنگ صاحب کی بڑھائی ہوئی ہے۔

کہ وزیر اعلیٰ لارنس مرحوم جلد دوم
اور محصول افیون کے باعث جو عمارتیں حاصل ہند میں ایک غیر یقینی رقم ہے خزانہ کی کمی آئی لیکن ان کے
اور وہ مقاموں کے قحطوں کے اور کل حکومت کا جو از سر نو انتظام ہوا اب وصف اسکے اخراجات کے بھی ملے
ایسے بے نظیر طور پر شاداب رہی کہ شہد ۴۶ میں حاصل کی تعداد جو ۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ تھی اب سلسلہ میں
..... ۴۹ پونڈ ہوئی۔ یا اسی بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گیارہ برس کے عرصہ میں قریب قریب
آمدنی ہو گئی۔ لیکن ٹیڈٹ صیفہ میں بھی علی العموم مستعدی رہی اور مسودات قانون مزارعین اودھ و پنجاب
جنگ بارے میں آئندہ باب میں مجکوش شرح و بسط کے ساتھ کل حالات بیان کرنا ہونگے لہذا پندرہ سو کو قوانین
رضخت فرو تو کے ترسیم شدہ قواعد جن سے ہندوستان کے متحد ملازموں کے بڑے بڑے فائدے تصور تھے
آئینہ شہد کو منظوری کے لیے روانہ ہوئے ایک مختصر سی لٹرائی ٹیکٹ ٹوٹنٹین گپنٹن کے نام سے شروع کی گئی
اور تمام کارروائیاں کرنے کے بعد دو مہینہ کے اندر فرخ کر دی گئی تھی یعنی جس وقت اس کا شاداب پورا ہو گیا
تو بغیر ایک قطرہ خون فوجی عظمت یا فوجی رونق کے لیے بہائے ہوئے تمام کر دی گئی۔ فی الجملہ گورنمنٹ کے پیسے
ایسی تیزی اور آسانی سے چلتے رہے کہ سر جان لارنس کی وائسرائٹی کے زمانہ میں اب تک کسی سال
اس طرح نہیں چلتے تھے اور جب لارنس وائسرائے ہوئے تو انکو ایسے نظم و نسق کی
حالت میں ملاکہ خاص قسم کا ایک تردد اور پیمانہ کام نہیں رہ گیا تھا اور اسکے تمام اہل و افراد موزون دستا
طور پر قائم تھے۔

چونکہ اس بات کو ان تین چار چھٹیوں کے خلاصوں پر ختم کرنا ہونے لگا سر جان لارنس نے اپنی ملازمت کے
اس آخری سال لکھا تھا اور ایک اور ضروری تحریر بھی جج کر دینا چاہتا تھا کہ ختم کرنے کے بعد سر جان لارنس
پاس سے وصول ہوئی اور جس میں انھوں نے سر جان لارنس کی وائسرائٹی کے حالات اپنی منقوشات و سنی
کے مطابق جمع کیے ہیں۔

۲۱۔ اپریل ۱۸۵۷ء۔

..... میں نہایت سنجیدگی سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اضافہ اخراجات ہند کا مسئلہ جو ڈیڑھ گھنٹے لگانے سے
ملق ہے ہماری حکومت کے لیے ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے۔ غریب جو بار بار پرتا ہے گو وہ بظاہر کیسا ہی خفیہ کیونکہ
ہمیں ایک کانٹا دھنک ہوئی جسکو وہ بخوبی پس انداز کر سکتے ہیں۔ لیکن ٹکٹن یا انکم ٹکٹن کی بابت جو نفرت ظاہر ہوئی ہے
تحقیق ایک قوی ثبوت اس بات کا ہے کہ جو ٹکٹن ان لوگوں پر لگایا جائیگا وہ انکے نہایت ہی خلاف گریبان لوگوں میں
.....

کوئی حب الوطنی یا ہمدردی ایسی نہیں ہے جو اس نفرت کو دودھ کر کے چل میں تو وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ملک میں رہنے کے کامیابی چاہتے ہیں مگر سرکاری اخراجات کے متعلق ایک جہ بھی نہ دینگے۔ اور اس وجہ سے میں ضرورت اس بات کی دیکھتا ہوں کہ جس تدبیر میں کوئی بڑا خرچ مستعد ہو اس سے احتراز کیا جائے۔

مندرجہ ذیل چٹھی میں ان شکلات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو سر جان لارنس کو ڈیوڑیٹڈ کمپنی کے تھے بنائے ہوئے ہیں واقع ہوئی تھیں۔ اور جو کچھ انھوں نے اس چٹھی میں لکھا ہے دوسرے ممبران گونسل یا اور اعلیٰ منصبداروں سے جو جملہ حالات سے بخوبی واقف تھے گفتگو کرنے کے ذریعہ سے مجاہد بخوبی اسکی تصدیق ہو گئی۔

۱۳- مارچ ۱۸۵۷ء

..... میں بہت صحت سے کہہ سکتا ہوں کہ سر ہنری ڈیوڑیٹڈ کی گونسل میں جگہ دلانے کا باعث میں ہوا تھا اس پر بھی جب سے وہ گونسل میں آئے انکے ہمراہ تصفیہ معاملات میں مجاہد و قنین پڑتی ہی آئیں۔ وہ ایسے اکھڑ مزاج اور سنگلاخ طبیعت کے آدمی ہیں کہ انکے ساتھ نباہنا ٹھیک نہیں ہے۔ انھوں نے مسئلہ نوعیت اراشیات اور زمین ایسی راہ اختیار کی کہ میری ہر بات انکو ناپسند ہی معلوم ہوئی اور شملہ کی بحث میں قریب قریب انھوں نے مجھ پر بھی یہ الزام لگادیا تھا کہ میں ناجائز طور پر کارروائی کرتا تھا اسکے بعد مجھ کو ممبران گونسل کے ذاتی اخراجات کی بابت ایک مسئلہ پر غور کرنا تھا اس میں اخبارات نے بھی کس قدر مخالفانہ تحریریں چھاپنا شروع کیں اور مباغہ آمیز بیانات انہیں شتہ کر دیے گئے۔ میں نے اس امر کو زیادہ تر ممبران گونسل کے فائدے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ ایسی کوئی ایک بات بھی نہیں بیان کی گئی تھی جو خاص ڈیوڑیٹڈ صاحب کے معاملہ میں متاثر ہوتی۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا تھا اسکے ساتھ انھوں نے ایسا برتاؤ کیا کہ اگر بعد کو انھوں نے اپنی تحریر واپس نہ لے لی ہوتی تو یا مجھ کو یا انکو گونسل سے ضرور علیحدہ ہونا پڑتا۔ اس وقت سے مخالفت ایسی بڑھ گئی ہے کہ ویسی کبھی نہ رہی ہوگی۔ میں کئی برس سے سرائیچ ڈیوڑیٹڈ کو جاننا آیاؤں دل سے انکی لیاقت اور چال چلن کا اعزاز کرتا ہوں لیکن جب تک وہ اپنی سمجھ اور تحریر میں کوئی لگام نہ دینگے اس وقت تک سرکاری مقاصد کو خواہ مخواہ نقصان پہونچا کر یگا۔ مجاہدیشک بڑا افسوس معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع انکو کوئی نقصان پہونچاؤں۔ میں صرف اس بات کا استدعا کرتا ہوں کہ جیسا اس وقت سرکاری افسروں کے تذکرہ کا موقع ہے ایسے موقع پر اس بات کا اشارہ کر دینگے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کریں۔ اگر یہ بات انگلستان میں ضرور ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ مذہب دنیا کے تمام ملکوں کے لئے ضرور ہے کہ ممبران گورنمنٹ گورنمنٹ کے ساتھ ملکر کام کریں تو ہمارے ہندوستان کی تباہی کس قدر زیادہ اس امر کی مقتضی تھی۔

ذیل میں ایک ضروری رائے ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ایسی ہے کہ اگر اسکی پیروی کی جاتی تو بہت ہی مناسب ہوتا۔

کہ وزیر اسے خزانہ پر جو انگلستان سے بھیجے جاتے تھے انکا کامل اختیار نہیں تھا اور کچھ قحط آریسہ اخراجات بمبئی اور محصول افیون کے باعث جو مدت محصل ہند میں ایک غیر یقینی رقم ہے خزانہ کی کمی آئی لیکن باوصف باؤ اور دو مقاموں کے قحطوں کے اور کل حکومت کا جواز سرفنا انتظام ہو باوصف اسکے اخراجات کے بھی ملک کی حالت ایسے بے نظیر طور پر شاداب رہی کہ شش ماہ میں محاصل کی تعداد جو ۴۷۰۰۰۰ پونڈ تھی اب سترہ ماہ میں بڑھ کر ۶۹۰۰۰ پونڈ ہوئی۔ یہ اسی بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گیارہ برس کے عرصہ میں قریب دو چاند آمدنی ہو گئی۔ لیکن ٹینٹ صیفہ میں بھی علی العموم مستعدی رہی اور مسودات قانون مزارعین اودھ و پنجاب جنگلے بارے میں آئندہ باب میں منجھو شرح و بسط کے ساتھ کل حالات بیان کرنا ہونگے نفاذ پذیر ہو کر قوانین جنگلے رخصت فرقہ کے ترمیم شدہ قواعد جن سے ہندوستان کے متحد ملازموں کے بڑے بڑے فائدے تصور تھے انگلستان کو منظور کیے لیے روانہ ہوئے ایک مختصر سی لٹرائی ٹیکٹ ٹو ٹینٹ گنپنن کے نام سے شروع کی گئی اور تمام کارروائیاں کرنے کے بعد دو مہینہ کے اندر فتح کر دی گئی تھی یعنی جس وقت اسکا فشار پورا ہو گیا تو بغیر ایک قطرہ خون فوجی عظمت یا فوجی روئی کے لیے بہائے ہوئے تمام کر دی گئی۔ فی الجملہ گورنمنٹ کے پیسے ایسی تیزی اور آسانی سے چلتے رہے کہ سر جان لارنس کی وائسرائے کے زمانہ میں اب تک کسی سال اس طرح نہیں چلے تھے اور جب لارڈ ڈیویڈ آغا شش ماہ میں داخل ہندوستان ہوئے تو انکو ایسے نظم و نسق کی حالت میں ملا کہ خاص قسم کا ایک تردد اور پس ماندہ کام نہیں رو گیا تھا اور اسکے تمام اجزا و افراد سوزن و ستار طور پر قائم تھے۔

میں اس بات کو ان تین چار چھٹیوں کے خلاصوں پر ختم کرنا ہوں جنکو سر جان لارنس نے اپنی ملازمت کی اس آخری سال لکھا تھا اور ایک اور ضروری تحریر بھی درج کر دینگا جو اپنا بیان ختم کرنے کے بعد جبکہ سر جان ڈیویڈ کے پاس سے وصول ہوئی اور جس میں انھوں نے سر جان لارنس کی وائسرائے کے حالات اپنی منقوشات ذہنی کے مطابق جمع کیے ہیں۔

۴۱۔ اپریل ۱۸۵۷ء

۰۰۰۔ میں نہایت سنجیدگی سے آپ کو یقین دلانا ہوں کہ اضافہ اخراجات ہند کا مسئلہ جو رائے گنس لکھنے سے متعلق ہے ہماری حکومت کے لیے ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے۔ غرا پر جو بار پڑتا ہے گو وہ بظاہر کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی انکے لیے کافی بلکہ حیثیت سے زیادہ ہو جاتا ہے اور دو تین درجہ کے لوگوں کے نزدیک جن میں ہمارے وطن بھی شامل ہیں ایک کافور دیکھ ہوئی جسکو وہ بخوبی پس انداز کر سکتے ہیں۔ لیکن کلین یا کنگ گنس کی بابت جو نفرت ظاہر ہوئی ہے وہ درحقیقت ایک قوی ثبوت اس بات کا ہے کہ جو گنس ان لوگوں پر لگایا جائیگا وہ انکے نہایت ہی خلاف گزیر جائے گا ان لوگوں میں

کوئی حب الوطنی یا ہمدردی ایسی نہیں ہے جو اس لذت کو دور کر سکے۔ اصل میں تو وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ملک میں رہنے کے کامیابی حاصل کرینگے مگر سرکاری اخراجات کے متعلق ایک جبر بھی نہ دینگے۔ اور اسوجہ سے میں ضرورت اس بات کی دیکھتا ہوں کہ جس تدبیر میں کوئی بڑا خرچ متصور ہو اس سے احتراز کیا جائے۔

مندرجہ ذیل چٹھی میں ان مشکلات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو سر جان لارنس کو ڈیورینڈ جیٹا کے قح بنانے میں واقع ہوئی تھیں۔ اور جو کچھ انھوں نے اس چٹھی میں لکھا ہے دوسرے ممبران کونسل یا اور اعلیٰ منصبداروں سے جو جملہ حالات سے بخوبی واقف تھے گفتگو کرنے کے ذریعہ سے مجھ کو بخوبی اسکی تصدیق ہو گئی۔

۱۳۰۰- مارچ ششہ ۶-

..... میں بہت صحت سے کہہ سکتا ہوں کہ سر ہنری ڈیورینڈ کی کونسل میں جگہ دلانے کا باعث میں ہوا تھا..... اسپر بھی جب سے وہ کونسل میں آئے انکے ہمراہ تصفیہ معاملات میں مجاہد قہین پڑتی ہی آئیں۔ وہ ایسے اکثر مزاج اور سنگدل طبیعت کے آدمی ہیں کہ انکے ساتھ نباہنا ٹیڑھی کبیر ہے۔ انھوں نے مسابوہیت اراشیات اور دین ایسی راہ اختیار کی کہ میری ہر بات انکو ناپسند ہی معلوم ہوئی اور شملہ کی بحث میں قریب قریب انھوں نے مجھ پر بھی یہ الزام لگادیا تھا کہ میں ناجائز طور پر کارروائی کرتا تھا اسکے بعد پھر مجھ کو ممبران کونسل کے ذاتی اخراجات کی بابت ایک مسئلہ پر غور کرتا تھا اسیں اخبارات نے بھی کیس قدر مخالفانہ تحریریں چھاپنا شروع کیں اور مبالغہ آمیز بیانات انہیں شتہ کر کیے گئے۔ میں نے اس امر کو زیادہ تر ممبران کونسل کے فائدے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ ایسی کوئی ایک بات بھی نہیں بیان کی گئی تھی جو خاص ڈیورینڈ صاحب کے معاملہ میں متاثر ہوتی۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا تھا اسکے ساتھ انھوں نے ایسا برتاؤ کیا کہ اگر بعد کو انھوں نے اپنی تحریر واپس نہ لے لی ہوتی تو یا مجھ کو یا انکو کونسل سے ضرور علحدہ ہونا پڑتا۔ اسوقت سے مخالفت ایسی بڑھ گئی ہے کہ ویسی کبھی نہ رہی ہوگی۔ میں کئی برس سے سرانجام ڈیورینڈ کو جانتا آیا اور دل سے انکی لیاقت اور چال چلن کا اعزاز کرتا ہوں لیکن جب تک وہ اپنی سمجھ اور تحریر میں کوئی لگام نہ دینگے اسوقت تک سرکاری مقاصد کو خواہ مخواہ نقصان پہونچا کرینگا۔ مجھ کو بیشک بڑا افسوس معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع انکو کوئی نقصان پہونچاؤں۔ میں صرف اس بات کا مستعدی ہوں کہ جیسا اسوقت سرکاری افسروں کے تذکرہ کا موقع ہے ایسے موقع پر اس بات کا اشارہ کر دینگے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کریں۔ اگر یہ بات انگلستان میں ضرور ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ مذہب دنیا کے تمام ملکوں کے لئے ضرور ہے کہ ممبران گورنمنٹ گورنمنٹ کے ساتھ ملکر کام کریں تو ہمارے ہندوستان کی حالت کیس قدر زیادہ اس امر کی مقتضی تھی۔

ذیل میں ایک ضروری رائے ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ایسی ہے کہ اگر اسکی پیروی کی جاتی تو بہت ہی مناسب ہوتا۔

فرانز دانی کی اس بڑے تماشے کی کیفیتیں اور صدائیں موقوف ہوئیں تو جنگ آزماؤں نے سرانے
 اس مقام پر گئے اور کئی منٹ تک کھڑے رہے اور ایک مرتبہ پھر خیالات میں محو ہو گئے۔ مصاحب
 ساتھ گئے اور تھوڑے فاصلہ پر کھڑے رہے۔ اس روز البتہ انکو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ آخری روز گشت
 فتحیابی کا تھا۔ پرنیجیابی وہ تھی جسکو انھوں نے بھی شل اپنے بھائی کے محل کیا تھا اور اس خیال سے
 انکو اطمینان اور کچھ جوش اور کچھ حوصلہ پیدا ہوا۔

خیالات سے یہ قرار پایا کہ انکو ابتداء سے ۱۸۶۹ء میں ولایت جانا ہوگا۔ انکے اطفال گذشتہ سال میں برسترا
 سٹریٹس کنٹیکٹن انکے بڑے دوستوں کے زیر نگرانی رہے تھے جنھوں نے مع اپنے اہالیان خاندان سے
 نقل کر کے سوچہ گیٹ میں رہنا شروع کیا تھا اور جو باتیں ان لوگوں کی خوشی اور بہتری کے متعلق انکے
 والدین خود کرتے وہ ان دونوں شخصوں کے کہیں۔ دنیا میں رہ کر جس طرح کے انقلابات اکثر ہوا کرتے ہیں
 اسی طرح کے وہ خاندانی واقعات کیے بعد دیگرے لینڈنی لارنسن کے قیام ہندوستان کے دو آخری مہینوں میں
 لڑے۔ پہلے تو انکی اکوتی بہن سٹریٹس کنٹیکٹن کی سستانی آئی جو آئر لینڈ میں ایک بڑے بیماری اور طبی
 خاندان کی سرغنہ تھیں۔ یہ خاندان کئی شادیوں اور کئی نسلوں کے ذریعہ سے لارنسن کے خاندان سے
 تعلق رکھتا چلا آتا تھا۔ انکے تھوڑے دنوں کے بعد انکی چھوٹی بیٹی کینٹ کی شادی کرنل رینڈال کے ساتھ ہوئی۔
 لوگوں کو یاد ہوگا کہ وہ ترمیو گھاٹ اور بخت گرہ میں جان کنکٹن کے ایڈیٹنگ ہاؤس رہے تھے اور کنکٹن صاحب نے
 مرہٹے کے وقت جو انکی سفارش کی تھی انکے لحاظ سے بعد کو سرخیاں لارنسن کے ایڈیٹنگ ہاؤس مقرر ہوئے اور
 اب انکے داماد ہونے والے تھے۔ لارنسن کے خاندان میں یہ خلافت و متوربات پہلے پہل ہوئی لیکن
 اس صورت میں شادی کے بعد لڑکی کو اپنے باپ کے ساتھ رہنے اور تا حد امکان اپنی ماں کے بدلے
 وائسٹرائے کی ممان نوازیوں کا کام کر لے کا موقع مل گیا۔

یہ شادی ۲۸ جنوری ۱۸۶۹ء کو ہوئی اور ۲۰ فروری کو لینڈنی لارنسن اپنی دوسری اور سب سے
 چھوٹی بیٹی کے ساتھ کلکتہ سے بھارت کو روانہ ہوئیں۔ اپنے بحری سفر کے اول حصہ میں نارمن سٹیکلیوڈ
 انکے ایک نہایت ہی رفیق کا ساتھ ہو گیا۔ وہ عیسائی مکتون کے متعلق جج اسکاٹ لینڈ کے ڈیپٹی کے طور
 پر قریب شاہی شان و شوکت کے ساتھ ہندوستان کا دورہ ختم کر کے کلکتہ میں آئے تھے یہاں انکی
 دعوت ایک بار عام میں کی گئی تھی جسکی صدارت سرخیاں لارنسن نے خود کی تھی۔ فیروزہ وہ دودکش ہے
 سہرام وائسٹرائے آئے اور اس دودکش پر سرخیاں لارنسن نے جو جگہ انکو دی تھی اسکو انھوں نے

بہت خوشی سے قبول کیا انکی سوانح عمری میں انکی زوجہ کے نام کی چھٹی کا منہ رچہ ذیل خلاصہ مجلو تلاش کرنے سے ملا۔

گورنر جنرل اپنے بصرہ پر سوار ہو کر فیروزہ دوکوش پر آئے اور دو گنڈہ تاک بڑی خوشی کے ساتھ مجھ سے باتیں کرتے رہے پنجاب کا غدر ہندوستان اور دہلی وغیرہ کے سوانح اور حکومت کے متعلق انھوں نے مجھے بڑے بڑے دلچسپ واقعات کثرت سے بیان کیے۔ میں انکی نیکی کو دیکھ کر بہت ہی متحیر ہوا اور جب میں نے انکی زوجہ اور بیٹیوں سے ایک سال کی مفارقت ہونے کے وقت انکو روتے ہوئے دیکھا تو مجھ کو انکی اور بھی محبت ہو گئی۔

سرجان لارنس کی وائسرائے کی اس آخری سال میں انکے اعلیٰ افسران گورنمنٹ کے مابین جو تباہی ہوئے انہیں سے اکثر اجاڑے کار کے اعتبار سے نہایت مفید مطلب تھے پیشینی صاحب انگلستان کو واپس آئے اور انکی جگہ رچرڈ ٹیل ممبر مال مقرر ہوئے سرجان اسٹریٹچی اودھ سے طلب ہو کر کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ سرجان لارنس نے کہا تھا کہ ”میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ ان آدمیوں کے آنے سے ہر طور پر کونسل میں قوت آجائگی۔“ ڈیپوٹی کمشنر کارٹھیل کی جگہ فارن سیکرٹری مقرر ہوئے اس عہدہ پر وہ سرجان لارنس کے مابعد گورنر جنرل کے زمانہ میں بڑی کامیابی حاصل کرنے والے تھے۔ میوز صاحب لٹنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی ہوئے اور ڈیوڈ ریڈ صاحب کی جگہ پر جو رخصت فرلو لیکر ولایت گئے تھے نائین صاحب آئے۔ سر ہنری ڈیوڈ ریڈ ایک بڑے لائق اور اعلیٰ درجہ کے وقیع شخص تھے لیکن انکا مزاج ایسا تھا کہ سرکاری معاملات میں اس مزاج کا بڑا و مشکل سے ہو سکتا تھا اور بحیثیت فوجی ممبر کونسل انھوں نے اسطور کی کارروائی کی کہ گویا وہ ریٹوریا کے مشہور کو تو ال ٹینیسن کی طرح سے اس ہر ایک تدبیر کے مخالف تھے جو انکی پیادگی ہوئی نہ تھی یا بہر حال جو گورنر جنرل کے پسند خاطر تھی۔ اسطور پر انکے جانے سے جیسا کہ ان چھٹیوں سے جو میرے آگے رکھی ہیں ظاہر ہوتا ہے سرجان لارنس کو ایک بڑی بھاری مصیبت سے نجات مل گئی۔

فی الجملہ یہ سال بڑے زور و قوت سے معاملات کے جلد انجام کرنے کا تھا اور یہ صرف سا لہذا سابق کی طول طویل اور مضطربانہ کوششوں سے ظور میں آیا آپاشی کے کام جنکی تعمیر کے بارے میں سرجان لارنس نے متواتر درخواستیں بھیج بھیج کر ولایت سے منظوری منگوائی تھی اور جسکی بابت پچھلے دو سال سے جانچ پر مال اور نقد سے ہو رہے تھے اب ہر ہر مقام پر سرگرمی سے جاری ہو گئے۔ ریل کی سڑکیں بڑی عجلت سے بڑھنے لگیں۔ کمشنران خطان صحت جو خاص سرجان لارنس کی تحریک سے مقرر ہوئے تھے اب سلطنت کے ہر مقام میں شائع محنت کر رہے تھے۔ جدید بارکیں اور قلعے تعمیر ہو رہے تھے اور انکی دورانہ پیشی کی بدولت ان تعمیرات کا خرچہ قرض کے سرمایہ سے نہیں بلکہ خزانہ سے دیا جاتا تھا۔ انکے وائسرائے کی ایک سے زیادہ برسوں میں کچھ تو اس سبک

حضور مدد و مدد نے کل ریڈی ٹی ٹی سے ملاقات کی اور ہندوستان کے بارے میں نہایت دلچسپ باتیں انکی زبان پر
حضور ملک شہر کو لے گئے ہیں کہ خوشحال تھا جسے جو مصیبت پڑی تھی وہ گزر گئی ہوگی اور انکی رعایا سے ہندو مدد
حضور مدد و مدد کی عام امن و امان کا حال سن کر بڑی خوشی ہوئی۔

حضور مدد و مدد اپنی رعایا سے ہند کی اسودہ عالی اور ستر جان اور ریڈی ٹی لارنس کی تندرستی کے بارے میں
اپنی دلی خواہش کے اظہار پر اپنی چچی کو ختم فرماتی ہیں۔
اس سال شہر کی آب و ہوا بڑی خواب رہی بیسنہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور کسی تہہ پر سے وہ

دور نہیں ہوتا تھا اور نہ اسکا زور گستاخیا کم نومبر کو ستر جان لارنس اور ریڈی ٹی لارنس پچھلے مرتبہ ساتھ ساتھ
اس مقام سے روانہ ہوئے جہاں وہ اتنے عرصہ تک کاموں میں مشغول رہے تھے اور چند روز دہلی میں اس
غرض سے قیام کرنے کے بعد کہ بیشتر کے بانوس دمر بوٹ مقاموں کی سیر کر لین وہ لکھنؤ کو روانہ ہوئے جہاں
بندوبست کیا گیا تھا کہ ستر جان لارنس اپنا پچھلا عظیم الشان دربار منعقد کریں گے۔ یہ موقع ہر ایک امر کے لحاظ
نہایت ہی دلچسپ تھا۔ تعلقہ داران اور مدد سے بڑے زمانہ کا جو جگر اچلا آتا تھا اور جسکو میں آئندہ باب میں
بیان کروں گا اسکا خاطر خواہ طور پر فائدہ ہو گیا تھا اور اب ہر طرح سے امن و امان اور دوستانہ خیال قائم ہو گیا تھا
ستر جان انسٹریٹی جنھوں نے میان شہر ایک نامی تعلقہ دار کی مدد سے بڑی کوششوں اور ان سے بھی زیادہ
فرز انکی کے ذریعہ سے رخصتوں کی شرطیں طے کرانی تھیں اسوقت چیف کمنڈر اور ڈائریکٹر نے انکے
مہمان ہونے والے تھے۔ سب سے زیادہ خاندانی اور قومی لطف خاص اس بات کا تھا کہ ڈائریکٹر نے انکے
اس شگتہ عمارت کو دیکھنے جاتے تھے جو صدر کے ایام میں ایسے ایسے فشار کے انقلابات میں بہتلا ہو چکی تھی
اور جسکے خاص احاطہ کے اندر اس عمارت کے بجائے والوں میں سب سے زیادہ بہادر شخص یعنی خود ڈائریکٹر
بھائی بیٹے تھے جنھوں نے اپنے منصبی فرض کے انجام کرنے کی کوشش کی تھی اور مرتے دم تک اسکا انجام کیا تھا
دربار کی خارجی کیفیت سب سے بڑھ کر ان سات شوہا تھیوں کا جلوس تھا جو ڈائریکٹر کے شہر میں داخل ہوئے
بعد انکی معیت میں آئے تھے۔

ریڈی ٹی لارنس ناقل ہیں۔

میرے پیارے شوہر کے دل پر کشتوں کے دیکھنے کا بڑا اگر اثر ہوا۔ اور جسوقت ہاتھیوں کا جلوس ریڈی ٹی کے سامنے
راؤ اسوقت کی کیفیت نہایت دلکش تھی کیونکہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ کا اختلاف عجیب سا طور پر دکھائی دیتا تھا۔
وقت توفیر و زندگی کے ساتھ ایک فاتح فرزند کی آمد تھی اور گزشتہ زمانہ کا خیال کر کے غم اور محاصرہ کا بہت ناکثرہ
داتا تھا یہاں میرے شوہر کو وہ سب باتیں بھی جوا انکے بھائی پر گزری تھیں اور ہمارے ہموطن مردوں اور عورتوں پر

جو کیفیت و مصیبت گزری تھی یاد آئی۔ اُن کم حقیقت مورچہ بندیوں کو جو یہاں پائی جاتی تھیں ویکٹر کم لوگ ہشت بدندان
 رہ گئے کہ یہاں کی متعینہ فوج کس طور سے ریزیرٹنسی کو سنبھالے رہی۔ فی الجملہ یہ آمد بڑی یادگار ہے اور بہت طریقوں سے
 بہت کچھ انکی آزمائش ہوئی۔ میں اُس ضروری دربار کا حال نہیں بیان کرونگی جو تعلقداروں کے عرصہ دراز کی شکایتوں کے
 رفع کرنے کے واسطے منعقد ہوا تھا۔۔۔ ہمارے اس سفر کے ذاتی معاملات اور بھی زیادہ لطیف تھے۔ پچھلے اُنکے بھائی کی
 قبر دیکھی اور دوسرے لوگوں کی قبر بھی معائنہ کی جو محاصرہ کے زمانہ میں مارے گئے تھے اس وقت تحریر کرنے پر میرا دل
 ایک اور کیفیت کی جانب متوجہ ہے اور جگو ایک طرف تو پیارے ہنرمیں کے مرنے کا وقت مع شورش جنگ اور انکی
 حالت نزع کی یاد آتا ہے اور ادھر اُس کے مقابلہ میں میرے پیارے شوہر کا اس امن و امان سے ایسے لوگوں کے
 گرد و پیش میں گزرنا جو اُنکے ساتھ ایسی دلی محبت کرتے تھے یا آتا ہے۔ یہ لوگ اس بات کے تو مشکور تھے کہ اُن کے
 زندہ رہنے سے اس طرح کی امن و امان قائم ہوئی لیکن اس بات کے خیال سے اُن لوگوں کی زندگی بارور لگی کہ اُنکے
 درمیان سے وہ محبتی دل اور ہدایت کرنے والا ہاتھ اٹھ گیا جس نے کبھی انکی اعانت میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

سَر جَان لارنس کی پُرماجرا زندگی میں لوگوں نے جو کیفیتیں دیکھی تھیں اُن میں ایک کیفیت بھی
 (جو اُنکے بعض بعض نہایت دفا دار دوستوں نے جو اُنکے ساتھ تھے اس بات سے مجھ کو یقین دلایا ہے) ایسی
 نہیں تھی جو اُنکے دل و لہجہ پر اس طور سے نقش کا لہجہ ہو گئی ہو جس طرح ریزیرٹنسی لکسنو کے سامنے کی کیفیت ہو گئی تھی
 وہاں ریزیرٹنسی کے ایک گوشہ کے نزدیک سَر جَان لارنس سادہ سیاہ کوٹ اور شکاری ٹوپ پیٹنے ہوئے
 کھڑے تھے دونوں ہاتھ سینہ کے قریب تھے اور دھڑکے ہوئے تھے۔ اُنکے مصاحبین اُنکے کچھ فاصلہ پر تھے
 مگر اتنی دور نہیں تھے کہ اُنکے ناہموار چہرہ کی جو کیفیتیں فاضل خیالات سے ساعت بساعت بدلتی تھیں مانگو
 محسوس نہ کر سکتے۔ تعلقدار بڑی دور تک زرتار اور رنگ بزنک ہر طرح کی زرق برق پوشاکیں زیب بدن
 کیے ہوئے ہاتھیوں پر تلائی اور نقری ہو دوں میں صفت بستہ بیٹھے ہوئے تھے اور جب وہ ادھر سے
 گزرتے تھے تو جھجک جھجک کر وائیسرائے کو سلام کرتے تھے اور اطمینان کے ساتھ خواہ اسکے خلاف اپنی
 اپنی کارستانیوں کو دیکھتے جاتے تھے جو لکھنؤ گالیوں اور ہزاروں گولوں کے سوراخوں اور شگافوں سے
 جن سے تمام عمارت مشابک تھی ظاہر ہوتی تھیں۔ سامنے وہ کم حقیقت مورچہ بندیان تھیں جو اُن کے بھائی کی
 آنکھوں کے سامنے قائم ہوئی تھیں اور جنہوں نے گل فوج اور سارے شہر کا اتنے مہینوں تک مقابلہ کیا تھا
 اور اب کس قدر اس خیال سے برابر کر دی گئی تھیں کہ وائیسرائے کا جلوس قریب پہنچ سکے اُنکے قریب
 پشت کی جانب وہ کمرہ تھا جہاں ظالم گولے نے شق ہو کر اُنکے شریف النفس بھائی کا کام تمام کیا تھا اور
 ریزیرٹنسی کی دوسری جانب کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر انکی سادی قبر بنی ہوئی تھی۔ جس وقت

تیرا ان باب شدہ نہایت

اور وہ بھی تندرستی کی ضعیف حالت میں ہیں اور انکو ولایت جانا پڑ گیا۔ لیکن غور کامل اور اپنے دل پر سخت جبرک
میں نے آخر کو تجویز کیا کہ ٹھہر کر قسمت آزمائی کروں اگر میں نے دیکھا کہ اب تجھ سے کام نہوگا تو بیشک میں چلا جاؤں
فی الحال ہر چیز کی حالت درست ہے ملک میں امن و امان ہے اور ظاہر لوگ آسودہ حال ہیں اور اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔

یہ چٹیان پٹیان اینٹوکن نے سسرانہا فردنار تھ کوٹ کو دکلا دین اور سیکرٹری آف اینڈینٹ مذکورہ
گورنر جنرل کے بارے میں جو رابہ رکھتے تھے (میرے نام ایک چچی میں انھوں نے سسرانہا لارنس کی
لکھا تھا کہ وہ ہمارے لوگوں میں ایک اشرف شخص ہیں اور جو خیال اٹھا اس بارے میں تھا کہ عہد
وائس روائی پر انکے زیادہ عرصہ تک رہنے سے ہندوستان کو کین فوائد کے پہونچنے کا غالب گمان ہے
اسکا حال انکے جواب سے دریافت ہو سکتا ہے۔
بالتوریل کم اکثر برعکس ام۔

ص ۹۲

پٹیان اینٹوکن نے مجھ کو ایک چچی دکلائی جو آپ کے پاس سے انکے نام آئی تھی۔ اس چچی کے دیکھنے کے بعد
میں اس بات کو غیر ممکن سمجھتا ہوں کہ آپ کو کچھ نہ لکھوں اگرچہ مجھ کو اسکی برابر یہ بھی غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کچھ لکھوں۔ اس امر کے متعلق
کہ آپ اپنے عہدہ پر دسکین کے ایسی قوی امید ہے یا بلکہ مجھ کو یہ کہنا چاہیے کہ میری یہ خواہش ایسی بڑی ہوئی ہے کہ
میں اس بات پر آپ سے اصرار کروں جسکا بیان کرنا شاید میرے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ آپ
پاکسی و ہر وجہ کے بیان واپس آنے کا خیال نہ کیجیے گا اور اگر میں اس امر پر آپ سے اصرار کروں کہ آپ کسی خطہ عظیم میں
اپنے کو ڈالیے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے کو قصور وار تصور کر دوں گا۔ بائینہ میں آپ سے اس امر کے اظہار کا نہایت ہی
شہنی ہوں کہ عام تو ہر ہندوستانی معاملات پر آئندہ صالح بہت رجوع ہوگی اور غالباً بھنے بڑے بڑے ضروری تبدلات کیا
فطی تجویز یا اگر یہ نوا تو انپر بحث ہوگی۔ ہر حال گمان غالب ہے کہ ہندوستان کے لیے وہ بڑا ضروری سال ہوگا
اور اگر ان مسائل کے تجویز ہونے کی حالت میں ہم لوگوں کو آپ سے جدا ہونا پڑا تو یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہوگی میں
صرف یہ بیان کر سکتا ہوں کہ اگر کوئی بات ایسی ہو جس سے آپ کو ہندوستان کا رہنا زیادہ گوارا ہو سکے تو مجھ کو یقین ہے
کہ آپ اسکو بیان کریں گے بلکہ اندیشہ ہے کہ دو ایک باتوں میں میں نے آپ کو تکلیف دی ہوگی۔ لیکن جس وقت
کوئی شخص ہندوستان کے کسی جلسہ سامعین سے خطاب کرتا ہے تو اسوقت اس بات کا یاد رکھنا بہت مشکل ہے کہ
ایک جلسہ سامعین ہندوستان بھی ہے جسکا خیال رکھنا چاہیے۔ لیکن مجھ کو امید ہے کہ اگر اسطور پر میری ذات سے
بھی آپ کو کچھ رنج پہونچا ہو تو آپ اسکے بتانے میں مجھ سے دریغ نہ کیجیے گا۔
سسرانہا لارنس نے اسطور پر اس چچی کا جواب لکھا۔

ایضاً

کسی شخص کا بار تو آبا دیون پر عائد کر کے کوئی مدبر کٹا ڈالا آٹھریا پر اس جنگی جہاز کے اخراجات کا بار نہ اس سے تجارت قائم رکھنے میں انجمنستان کو کس قدر نفع ہوتی ہے انجمنستان کے لوگ یہاں کی قدر ملازمت پر اخراجات کے ایک حصہ کی بابت طے کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اگر ہماری ہندوستان میں روپیہ خرچ کرنے کے لیے ہم پامال ہوتا ہے (اور ہکو واقعی بہت کچھ خرچ کرنا چاہیے) اور ادھر ہمارے خزانہ میں کمی ہے جس کے پورا کرنے میں ہکو انتہا مرتبہ کی دقت ہے اور جب ہم اس بات کو کرتے ہیں تو بڑی ناراضی پہنچتی ہے ناراضی ایک اور پوئی شکل قباحت ہے۔

انکے سوا اور بھی ضروری امور تھے جیسے وہ تباوے جو ہنگال کے انتظام میں درکار تھے کلکتہ میں دار السلطنت قائم رہنے کے فوائد کو کل گورنمنٹوں کے خزانوں کی آزادی یہی بنک جو اس وقت قائم ہوئی تھی اسکے احسن انتظام کی تدبیر میں ان سب باتوں کے متعلق سر جان لارنس اور سر شافروڈ ٹارنٹ کوٹ کے ہاں اختلاف عظیم تھا لیکن جن امور میں دونوں حکام متفق التراسے تھے وہ اس سے بھی زیادہ کثیر التعداد اور ضروری ہونا تو ضرور ہیں اشخاص علی الخصوص غیر ملازم سرکار یوز فوینٹون کا برتاؤ ہندوستانیوں کے ساتھ گورنر جنرل اور انکی کونسل کا ہر سال شک کو جانا کفایت شعاری کی ضرورت انتہا سے بد انتظامی کی حالت میں ایسی فرمانروائیوں کی معزولی اور حکمت عملی خارجہ کا پورا مسئلہ جو سب پر فائق تھا اور جسکی بابت دوسرے باب میں مجھ بہت کچھ بیان کرنا پڑا ان امور اور دوسری باتوں کے بارے میں دونوں حکام کے پاس بڑے بڑے ضروری خط آتے جاتے تھے لیکن انکے درج کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

سر جان لارنس کو ان تمام باتوں کے متعلق معلوم ہو گا کہ سر ٹری آف انٹیکٹ کی نسبت خود انکی کونسل سے مجاہد زیادہ دقت طلب ہے وہ خیال کرتے تھے کہ انکی کونسل کے بعض ممبران کو عام طور کی وہ مدد نہیں دیتے تھے جسکی ان لوگوں سے انکو امید ہوتی تھی اور ان میں سے بعض لوگوں علی الخصوص سر ٹری آف انٹیکٹ نے بددعا رواں کی تحسین آنے انکی پریشانیوں کا کچھ حال ظاہر ہوتا ہے۔

شملہ ۲۔ اگست ۱۸۵۷ء۔

..... یہاں کی حکومت کے کاموں میں میں دیکھتا ہوں کہ مشکلات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ ضروری اس کے عمل میں لانے کے لیے جس قدر خط و کتابت بحث و مباحثہ تکلیف و پریشانی کا سابقہ رہتا ہے اس کی کچھ حد نہیں ہے اور ممبران کو کونسل کا رعب جیسا آج کل زائل ہو گیا ہے ویسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ یوں صاحب ایک محدود شخص ہیں اور بذاتِ نفس میں انکو گرنے صاحب سے زیادہ پسند کرتا ہوں لیکن وہ ابھی طرح سے تندرست نہیں ہیں اور غالباً وہ دلالت جانے کیلئے مجبور ہو گئے۔ مبین صاحب تین چار مہینے کے لیے ستمبر میں روانہ انگلستان ہو گئے۔ بیسی صاحب آئندہ مارچ میں جائینگے۔ چنانچہ صرف ڈیوڈ ریڈ اور رٹیلر صاحب باقی رہ جائینگے۔ اسطور پر بڑی صفائی ہو جائیگی۔ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کی جگہ ایک ایجا مجمع قائم کر سکتا۔ میری صاحب ایک دلپسند اور شریف النفس آدمی ہیں اور لیاقت اور علم میں بھی کسبِ طبع سے کم نہیں ہیں لیکن وہ ایسے سن رسیدہ ہیں کہ اس عمر میں پہلے پہل ہندوستان میں آنے کے قابل نہیں تھے اور اکلادل نہیں اُن کا فن میں ہے یہاں نہیں ہے۔ جو کچھ ہوتا جاتا ہے اس کی انکو بہت کم پروا رہتی ہے اور کام کرنے کی قوت اُن میں بہت کم ہے۔

میں اس بات کا منتظر ہوں کہ دیکھوں پارلیمنٹ معاملہ اٹریسہ کی غلطیوں اور ہندوستان کے بجٹ کے بارے میں کیا تجویز کرتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ گورنر جنرل کسی طور سے قرار واقعی استحکام کی حالت میں نہیں ہیں۔ اصل میں تو وہ ہر ایک بات کے جوابدہ ہیں جو حل میں آتی ہے لیکن ان ذمہ داریوں کے مطابق انکو اختیار نہیں ہے۔ انکو تو کونسل کا ایک ممبر عاجز اور پریشان کر سکتا ہے مگر وہ نہ تو کسی ممبر کو منتخب کر سکتے ہیں اور نہ کسی طور سے ممبروں کے حقوق میں دست اندازی کر سکتے ہیں۔ سال بسال غیر ملازم سرکاری اشخاص کے حقوق تسلیم ہوتے چاہیں۔ میں ابھی یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ ان سب باتوں کا انجام کیا ہو گا لیکن اُنار بہت بُرے معلوم ہوتے ہیں بعض اشخاص صورتوں میں تو ہندوستانی اشخاص اور باقی صورتوں میں انگلش لوگ اخبارات پر قبضہ کیے ہوئے ہیں اور وہ سوسومہ دو عام رائے، پر انکا اختیار ہو گیا ہے۔

۱۸۔ اگست ۱۸۵۷ء۔

میں بخوبی تندرست نہیں ہوں۔ اور ادھر کچھ دنوں سے اپنی سابق کی دماغی جلالت میں مبتلا ہوں۔ کام بہت ہے اور ایک نہ ایک طور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ محکومین ملکی نہیں ہے کہ میں چھوڑ نہ بھاگوں گا یا بہر حال ایسا نہ ہو گا کہ بجاوہار نہ معلوم ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ سب طرح سے میری طبیعت پر غاصت ہو چکی صرف یہ بات نہیں ہوئی کہ اس وقت سزا سزا فز و ناز مجھ کوٹ کو لکھتا اور اُسے رستہ خاکرتا کہ آئندہ فروری کی پہلی تاریخ جب میری ملازمت کے چار سال پورے ہو جائیں گے تو مجھ کو استعفا دینے کی اجازت ملے۔ میری زوجہ بہت خوشنمذہب ہیں کہ میں ایسا نہ کروں

اس بات کا مسئلہ ہے کہ جس ملک نے سپاہیوں کو نوکر رکھا ہے وہ انکی غذا ادا کرے بن یقین کہ انہوں کو میرا
کہ غدر کے زمانہ میں انھیں ان کی جو فوج یہاں نوکر رکھی گئی تھی اسکا خراج ہندوستان کے خزانہ سے دیا گیا۔ بلکہ
۴۲ عرصہ ۴۸ اور ۵۴ میں ہندوستان کے ذمہ ان بہت سے لوگوں کا خراج بھی ماند کیا گیا جو بجا طور پر انھیں
ڈپٹی میں صرف اس نام سے کہ وہ ہندوستان میں کام کرینگے جمع کیے گئے تھے۔ پھر کچھ جنگ چین میں اس فوج کی گڑ
اور گل اخراجات جو ہندوستان سے چین کو گئی تھی انھیں ان کے ذمہ ماند کیے گئے۔ عرصہ ۵۴ کی جنگ ایران میں
مصروف جنگ اس وجہ سے انھیں ان اور ہندوستان کے مابین منقسم ہوئے کہ فوائد جنگ میں دونوں ملک مشترک ہیں
موجودہ صورت میں ہندوستان کو ہم ایسینیا سے کوئی سروکار نہیں ہے اور اس واسطے میرے نزدیک ہندوستان کو
مطلق کوئی خرچہ اس جنگ کا ادا نہ کرنا چاہیے۔
اور پھر ۲۔ جنوری ۱۸۵۴ء کو وہ لکھتے ہیں کہ۔
جنگو ایسیدہ کہ اگر میں آپ سے کوئی جنگ ہم ایسینیا کی بحث کے متعلق جہاں تک آپ گئے ہیں وہاں تک میں
آپ کی پیروی نہیں کر سکتا تو آپ بلکہ معاف کرینگے۔ بلکہ یقین ہے کہ ہندوستان میں عموماً اور ویسی باشندوں کے دل میں
خصوصاً یہی خیال ہوگا کہ معمولی اخراجات فوج کا بار ہندوستان پر ڈالنا بجا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ کیننگ نے
اس تدبیر کے موید تمام دلائل کا قطعی تصنیف کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جنگ میں کے اخراجات کے کسی حصہ کا بار ہندوستان
کے ذمہ ماند کیا گیا ہو۔ بلکہ یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔ اگر ایسا ایک صورت میں ہو سکتا ہے تو وہ سری صورت میں اور
بڑے بڑے معاملات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اصل تو یہ ہے کہ اس طرح سے انھیں ان پر جو مطالبے ہو کرینگے انکی کوئی حد نہیں ہے۔
میں اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ انھیں ان اور بادشاہ تھیوڈور کے مابین جو نزاع تھی اس میں ہندوستان کو ذرا بھی
تعلق ہے۔ اگر بادشاہ تھیوڈور کو اسکی برادریوں کی بابت کامل سزا دی جاتی ہے تو اس سے ہماری حالت نہ تو بہتر
زیادہ تھی اور نہ زیادہ ضعیف ہو جائیگی۔ ایسینیا ہندوستان سے اس قدر دور اور دونوں ملکوں کا باہمی تعلق بہتہ خفیت
س سے ہندوستان کو خیال بھی ہوگا کہ اس حصہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔
اصل وجہ جسکی بنیاد پر انھیں ان نے ایسینیا سے جنگ کی تھی کہ اسنے انھیں ان کے احواز کا خیال نہیں کیا
اپنے قیدیوں کے چمڑے میں جو کچھ کر کے وہ برسر صواب تھی۔ اگر انھیں ان اخراجات جنگ کو ادا نہ کر سکتا
ہندوستان کی حالت بہتر نہ ہوتی تو گورنمنٹ ہند سے اس حیثیت میں کہ وہ رعایا کے فائدہ کی کارکن ہے اس کے
ملک ہے جمہور عوام کی حالت فی الواقع ردی ہے اور میں کہ سکتا ہوں کہ وہ نہایت ہی خوشحال حالت میں مبتلا ہیں

ہم لوگ یعنی اُسکے فرمانروا ہر طرح سے اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اُسکا نگل اسطور سے بڑھائیں اور سرکاری خزانہ کے نئے وسائل اسطرح سے پیدا کریں جس سے فائدہ ہو مگر بالکل عوام الناس کے خلاف نہ گزرے اور ایسے وقت میں پارلیمنٹ انگلستان نے تجویز کیا ہے کہ ہندوستان پر اُس جنگ کے حصہ کا بار عائد کیا جائے جس میں دراصل اور فی الواقع اُسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندوستان بڑی تاکید سے ہر ہر پریشیں سپاہی کے اخراجات کے ادا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جو ہندوستان میں درکار رہتا ہے اور جو رقم اُسکے بیان رکھنے میں صرف ہوتی ہے وہ بھی اُس سے لی جاتی ہے اور اسپر بھی جب اس فوج کا کوئی حصہ ملک سے باہر جاتا ہے تو اُسوقت بھی اُسکا فوج ہندوستان کے ذمہ عائد کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک ایسا انتظام معلوم ہوتا ہے جو کسی طرح سے جائز نہیں ہو سکتا ہے پھر اس بات کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں اس فوج کے نہ رہنے سے ہندوستان کے سرکاری فوائد کو کس قدر خطرہ رہتا ہے اور بڑی وقت پیدا ہوتی ہے پریشیں جس فوج کے چلے جانے سے پوزیشنل امور کے لحاظ سے بھی ہم لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور بہ نسبت اُن ہندوستانی سپاہیوں کے جو اس محکم میں روانہ ہوئے تھے یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ جن لوگوں کو اب ہم بھرتی کر رہے ہیں وہ بمقابلہ اُن شخصوں کے جو چلے گئے ایک کم حقیقت قائم مقام ہونگے۔

پھر ۲۰۔ جنوری کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

یہ بخوبی ظاہر ہے کہ انگلش گورنمنٹ موجودہ وقت کا نسل کینٹن کو اس بات کی اجازت دینے پر الزام عائد کرنے لگی کہ وہ اپنے مناسب مقام مسوا کو چھوڑ کر ایشیائین جاتے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جطور سے انھوں نے کارروائی کی اسی کارروائی کی انکو اجازت دی جاتی ہے۔ پس ہندوستان کو اُس جنگ کا خرچہ کیوں ادا کرنا چاہیے جو سطور سے سول لی گئی اگر انگلستان ایسے مقامات پر جنگ کرنے جائے جو درحقیقت ہندوستان سے تعلق رکھتے ہوں جیسے شام کی جنگ ایران تو یہ امر بیشک بہت واجبی ہے کہ اُسکی بابت ہندوستان اپنے حصہ کا خرچہ ادا کرے۔ لیکن یہ امر فیہی طور پر معلوم ہے کہ یہ جنگ ایشیائین کسی طرح سے اُس ذیل کی لڑائیوں میں داخل نہیں ہو سکتی ہے۔ انگلستان میں یہ قاعدہ مقرر ہو گیا ہے کہ جو فوجیں ہندوستان کے کاموں کے لیے روانہ ہوں گی اُن سب کے اخراجات ہندوستان ہی کے خزانے سے ادا کیے جائیں گے۔ پس جو فوجیں ہندوستان سے انگلستان کے کاموں کے لیے جائیں اُنکے اخراجات انگلستان کے خزانہ سے ادا ہونا چاہیے۔ میرے نزدیک عہدہ رآمد کا یہ واجبی طریقہ ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جسکی بابت انگلش مدبروں نے ہندوستان کے بارے میں اصرار کیا ہے۔ مجھ کو خود اس بات میں بہت شک ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کو ایک میزان عدل میں تولنے کے بعد یہ نتیجہ نکل سکے کہ ہندوستان ان اخراجات کے ادا کرنے کا پابند ہے۔ لیکن خاند ہندوستان کی قسمتی سے اس میزان کے اٹھانے والے یعنی اس امر کے تجویز کرنے والے وہ انگلش اشخاص ہیں جو ہندوستان کی نسبت انگلستان کے فائدہ کا زیادہ تر لحاظ کر کے دونوں باتوں کا موازنہ کرینگے۔ ہندوستان کے ساتھ

کہ لڑائی شروع کی جائے۔ اور اس بارے میں انھوں نے جو چھیاں سیکر ٹری آف اینڈنٹ کے نام روانہ کی تھیں انہیں ایک شخص نے انھوں نے باصرہ تمام لکھا کہ سترز برٹش پیپرز اعلیٰ کمان پالنے کے سستی میں پیپرز ایک برس کے افسر شاہی انجینئرز میں ہیں۔ سترز برٹش کے خدو میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ ہم چین میں وہ دوسرے افسر کمان اور ہر طور سے جنگ کی لڑائی دروالتھے۔

اس مہم کی تیاری ہندوستان سے کرنا تھی اور چونکہ پیپرز فوج بیٹی کے گمانڈر انجینٹ تھے اس واسطے علاوہ اپنی سابق کی خدمتوں کے اس عہدہ کی وجہ سے ہم مذکور کی کمان کرنے کو شخص ذہنی تصور کیے گئے۔ ستر جان لارنس کی کامل منظوری سے (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پیپرز صاحب اس کا کام بخوبی انجام کر سکیں گے) انٹرنیٹ فوجی پولیٹیکل کل صیغوں کے تمام انتظامات کی جوابدہی انھیں کے سپرد ہوئی جس دوراندیشی سے اس کل مہم کی ہر ہر بات کا بندوبست ہوا اور صرف چند مہینہ کی ایک لڑائی سے یہ کامیاب نتیجہ پیدا ہوا کہ میگلڈالا پر قبضہ ہو گیا تھیوڈور نے خود کشتی کی اور جن لوگوں کو اسے قید کیا تھا وہ زندہ درگور رہنے کی صورت سے بچ گئے یہ سب باتیں ایسی مشہور ہیں کہ جنگ کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نتیجہ سے اس قدر خوشی کیونکہ نہیں حاصل ہوئی جس قدر پیپرز صاحب کے قدیم دوست ستر جان لارنس کو حاصل ہوئی۔ سترز شاؤڈر تارڈ ٹوٹ کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

میگلڈالا کی خبر واقعی بڑی فرورمندی کی خبر ہے جہاں تک تاریقیوں کے ذریعہ سے میں دریافت کر سکا ہوں ہر ایک بات کا نتیجہ نہایت خوشی کے قابل بنتا ہوا ہو کہ وہ سب باتیں حاصل ہوئیں جنکی خواہش ہو سکتی تھی اور عرصہ دراز لڑائی کے قائم رہنے کا خطرہ ہم نے رفع کر دیا۔ میرے نزدیک انٹرنیٹ کو لازم ہے کہ پیپرز کا ایک وظیفہ مقرر کر دے انھوں نے کچھ پس انداز نہیں کیا ہے اور میں اندیشہ کرتا ہوں کہ انکی تندرستی میں بہت کچھ فرق آگیا ہے۔

اس نام اور سپاہی کو جس نے کل امور کی تدبیر کر کے انکا انصرام کیا تھا وظیفہ اور اس کے ساتھ پیر کی کا خطاب بھی دیا گیا۔ اور جس اطمینان کلی سے اور طرح پر جنگ تصدیق جاتی آئیں صرف دو باتوں کی کسر رہ گئی سب ایک کہ آئیں خراج چسپا ہوا۔ دوسرے یہ کہ ہندوستان پر جس کے خزانہ کی حالت ایک تو اس طرح خراب تھی اس جنگ کے اخراجات کے ایک بڑے حصہ کا بار ڈالا گیا حالانکہ وہ جنگ ہندوستان کے مقاصد کے لیے نہیں بلکہ شاہنشاهی مقاصد کے لیے ہوئی تھی یعنی دراصل ایسی اغراض سے ہوئی تھی جنکو جلتا یا صریحاً کسی طرح سے ہندوستان سے تعلق نہیں تھا۔ سترز برٹش پیپرز نے اپنے ابتدائی زمانہ سے (جیسا کہ انکی سوانح عمری کے پڑھنے والوں سے کسی کو یاد دلانے کی حاجت نہیں ہے) کبھی کسی کام کو کفایت شعاری سے انجام کرنے کی پروا نہیں کی تھی۔ خواہ پل خواہ سڑک خواہ نہر خواہ (جیسا کہ اس موقع پر تھا) جنگ کا معاملہ ہوا انکا ہمیشہ ہی خیال رہا

کہ جو طریقہ بہتر سے بہتر ہے اس طریقہ سے بالحاظ اخراجات اور بالحاظ موقع آئندہ اُسکا انجام کیا جائے یہ ایک اڈو العز می کا قصور تھا۔ گو کیسی ہی عمدہ حالتیں ہوں لیکن لڑائی میں ہمیشہ زیادہ خرچ پڑتا ہے اور جس حالت میں ایسے ملک سے لڑائی ہو جسکو اُس لڑائی میں مصروف ہونے کے ایسے بیشمار موقعے حاصل ہوں اور اسطرح سے لڑائی کی ترغیب دلا رہے ہوں تو اُس حالت میں زیادہ افسوس کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور میں اس مقام پر بتلا سکتا ہوں کہ لارڈ ٹینیسن نے اپنے ملک کی جو چند متین کین گو وہ کیسی ہی نادانستہ طور پر عمل میں آئی ہوں لیکن اسی خاصہ طبیعت کی وجہ سے اُنکا وقوع ہوا۔ کیونکہ جس حالت میں اُنھوں نے اپنی مشہور تحریر مورخہ شلہء میں ظاہر اس بات کی صلح دی تھی کہ قندھار پر قبضہ قائم رکھا جائے تو اُس حالت میں اپنے سابق کے دلی ارادے کی پابندی کر کے اُنھوں نے اس بات کو بھی ظاہر کر دیا تھا کہ قندھار پر اس طور سے قبضہ رکھنا کہ وہ باعث تقویت ہو سکے نہ کہ اُس سے اور تردد بڑھے صرف اُس صورت میں ممکن ہے جب بصر فکیر یہ ہم سر کی جائے اور سوائے اس طریقہ کے اُنکے نزدیک دوسری تدبیر مناسب نہیں تھی۔ جو لوگ ایک برس پیشتر اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ گل ملک افغانستان یا اُسکے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا جائے اور اب چاہتے تھے کہ اُنکی حکمت عملی کے مطابق قندھار با استحکام ہمارے اختیار میں رہے اُنکے بارے میں یہ پایا گیا کہ ٹینیسن نے نہایت سچے دل سے اُن سب کو بُرا کہا۔ اور اسواسطے قندھار پر قبضہ کرنا اور دوسری تدبیریں جو اُسکے ساتھ یا بعد ہوئیں مع مساجی سرحد کے تحت اشری کو پہونچ گئیں جو اُن کا مناسب مستقر تھا۔

دوسرا امر یعنی یہ سوال کہ آیا جنگ ابیسنیا کا خرچہ کلایا جزائر ہندوستان کے ذمہ عائد ہونا چاہیے ایسا تھا جسکی بابت سر جان لارنس اور سر اسٹافورڈ ٹرنر کو فک کے مابین اختلاف عظیم واقع تھا۔ گو سر جان لارنس بہت چاہتے تھے کہ دونوں پہلوؤں کا خیال رکھیں اور اُسکو وہ کر نہیں سکتے تھے مگر اسپر بھی اس بات کا دیکھ کر اپنا مشکل نہیں ہے کہ بلکان غالب اُنکی رائے کس طرف راجع ہونے والی تھی۔ اور بالحاظ اس امر کے کہ اب بزمانہ پید جنگ افغانستان کے متعلق یہ مسئلہ جب قدر ضرور ہوا اور بھی ہر ایک زمانہ میں پھر وقعت حاصل کر سکتا ہے میں یہاں اُنکی چٹھوں سے بعض بعض فقرات کا محول کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

انبا کہ ۴۔ نومبر ۱۸۷۶ء۔

مجھکو اس فیصلہ کی خبر سن کر بڑا افسوس معلوم ہوا کہ ملک ابیسنیا میں اس ملک کی جو فوج کام کرنے لگی ہے اُسکے اخراجات ہندوستان ہی دیا کر گیا میرے نزدیک یہ واجبی انتظام نہیں معلوم ہوتا ہے اور میں بخوبی تمام پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ اس سے بہت کچھ جوش و خروش اور کیفیت رطعن و تشنیع بھی ہوگی۔ علی الخصوص اس وجہ سے کہ ہمارے خزانہ کی حالت

کہ مہاراجہ پنڈتہ برس کے ایک کم سن اور معقول شخص ہیں اور اسلئے بڑی ہے کہ وہ بڑے گران و بیل اور شدہ زور پر اگر انتظام معقول رہا اور عمدہ ہدایت ہوئی تو وہ ایک اچھے دیسی فرمانروا ہونگے۔ لیکن ایجنسی والے (یعنی دیہی اشرافیہ) کے منتخب کیے ہوئے ہیں (ان سے ڈرتے ہیں اور ناسمین کو ہر شخص ڈرتا ہے کہ بہادرا ایک روز ایسا جیسے انکو اختیار مل جائے اور شاید ہم لوگوں سے اگر کوئی بہ عنوانی ہوئی ہو تو وہ اسکا انتقام لیں۔

دوسرا سردار یعنی راجہ ناہجہ کا سن اب چوبیس برس کا ہے اور وہ چند روز کا عرصہ ہوا کہ اپنے بھائی کی گدی بیٹھے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو اچھے جدیدہ ملوں کی تعلیم دی ہوئی تھی جنھوں نے انکی صفر سنی کے زمانہ میں ریاست انتظام کیا تھا۔ بڑا بھائی بڑا ہوشیار تھا اور اوضاع و اطوار اور ریاست دونوں باتوں میں اس سے بڑی امید تھی لیکن جوان مر گیا موجودہ رئیس ایک بد قسمت حیوان ناطق ہے جو پندرہ دن اور کفن کسوٹوں کے پالے پڑا ہے اور معلوم نہیں کہ اسکا کیا انجام ہو۔

اس بارے میں ایک چٹھی کا خلاصہ ذیل میں اور مندرج کیا جاتا ہے۔
شملہ ۲۹۔ جون ۱۸۷۷ء۔

۰۰۰۰۔ ایک عجیبے رنگ کی بات کہ کراٹش اور گندوستانی حکومت کے جب وہنر کی بحث میں جو چٹھی میں لکھا تھا اس کے ترجمہ کے بعد ہی محکمہ جنرل اور جنرل گورنر پشاور کے ذریعہ سے سکون کی کھی ہوئی ایک سنہ کا حال معلوم ہوا جس کی رو سے ۲۵ برس کا عرصہ ہوا کہ انھوں نے دو گانوں اس شرط پر لکھ دیے تھے کہ ہر سال پچاس آفریدیوں یا کوہستانی آدمیوں کے سرودہ بھجوا دیا کریں۔ اس آس کو کچھ خیال اس بات کا دل میں پیدا ہوا جیسا کہ انکا سرحدی انتظام کیسا تھا۔ جو سوت در پشاور میں سکون کی حکومت تھی تو انکا کوئی اہلکار بغیر دو سو مسلح آدمیوں کو اپنے ساتھ لیے ہوئے انکے ملک میں داخل ہونے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا اور یوسف زئیوں کے ملک میں کم سے کم ایک بریگیڈ لیے ہوئے بغیر نہیں جاسکتا تھا۔ اب پولیس کے دو سوار کافی ہیں۔ بین سابق کے ایام میں چھ آدمی لیکر تمام سرحد میں گھوم آیا ہوں۔ ٹوٹک ایک مسلمانوں کی ریاست ہے جو نائٹ راجپوتانہ میں واقع ہے وہاں کے نواب نے جو ایک

خالدانہ فعل دغا بازی اور قتل عمدہ کا ارتکاب کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ وائسرائے باوصفت اس امر کے کہ وہ خیم خود مختار ریاستوں میں دست اندازی کرنا پسند نہیں کرتے تھے جیسا کہ بجا و کچور اور جو دپور کے بارے میں انھوں نے کیا تھا ایسی خراب باتوں کو جائز نہ رکھیں گے نواب نے اپنے ماتحت باجگزاروں میں سے ایک باجگزار کو وہ لوگوں کے قتل کرنے کا اگر خود حکم نہیں دیا تھا تو یہ ضرور کیا تھا کہ ان کے قتل کرنے میں مدد دی تھی اور اب سر جان لارنس نے اسکو ریاست سے معزول کر کے نکال دیا۔ ایک مرد انکی کام تھا جس میں ایک قطرہ ن کا بھی نہیں گرنے پایا اور تمام ہندوستان کے لوگوں نے اسکو پسند کیا اور دیسی ریاستوں کے فرمانروایوں کی

کافی طور سے تشبیہ ہو گئی کہ انکو لازم ہے کہ یا تو انکے فرمانروا اپنے اطوار میں اصلاح کریں (جیسا کہ فرمانروایانِ بھوپال دگوا یا رنے عرصہ ہوا کیا تھا اور اب بھی کرتے آتے ہیں) یا اپنے کیے کی سزا بھگتیں۔

خاص ہندوستان کی حدود کے باہر بھی اس سال اور اگلے دوسرے سال گورنر جنرل کے خیالات بہت رجوع رہے۔ افغانستان میں جو بد انتظامی پھیلی تھی اور جسکا چند روز کے لیے اب خاتمہ ہونے والا تھا ہم کچھ اُسکا ذکر نہیں کرتے ہیں مگر ایک بڑی گفت و شنید کے بعد اب شاہِ برہما سے بشرطِ مناسب ایک غمانامہ طے ہوا اسکے بعد ایک تجارتی محمِ یونان کو روانہ ہوئی یہ صوبہ چین کے جنوب مغرب میں واقع ہے جسپر اُسوقت غنیمتِ سبانا لون کا قبضہ تھا یہ لوگ جو گشت و خون کرتے تھے صد ہا برس سے اُسین خفیہ فرحت ہوتی آئی تھی اور اب کچھ دنوں سے انھوں نے اپنی خود سری قائم کر لی تھی اور سفارت کے جانے پر ہم لوگوں سے صلح کرنے پر آمادہ مبالغہ ہوئے۔ یعقوب بیگ کی جانب سے بھی جو بخلا اُن نصافت فوجی اور نصفت مذہبی کارروائی کر چکے اشخاص کے تھا جنکا د اسلام اپنی زوال کی حالت میں بھی ظاہر پیدا کرنے پر قادر رہتا ہے دوستانہ پیام آئے۔ اسنے چینوں کی رعایت سے انحراف کیا تھا اور کاشغیر اور قند اور قشغرہ میں جو دنیا بھر کے تمام ملکوں میں مسیح زیادہ مطلق العنان ہیں انتظام قائم کرنے کے بعد ظاہر اسطرح مائل معلوم ہوتا تھا کہ اپنے قدرتی دشمنوں سے جو ایک ہی وقت میں دو مخالف اطراف سے اُسکو دھکی دیتے تھے یعنی چینوں اور روسیوں سے محفوظ رہنے کے لیے ہلکا اپنا قدرتی محافظ سمجھ کر ہماری جانب متوجہ ہو۔ نان بخارا کو اُنکے ملک کی طرف روسیوں کے بڑھنے سے خوف تھا اسوجہ سے انھوں نے اپنے ایک سفیر کو گلگتہ روانہ کیا اور وہاں بڑے خاق و مذاکرات سے اُس کا استقبال کیا گیا لیکن قطعی طور پر اُنکو اطلاع دی گئی کہ ہم انکی بد دہنیں کر سکتے ہیں۔ جزائر نیو بار کے بعض ایسی مقاموں میں ڈاکہ زنی ہوا کرتی تھی اُسکے اندر کو بھی ٹاپک چھوٹی سی محمِ روانہ ہوئی اور آخر میں ایک جنگ جسکے آثار عرصہ سے نمایاں تھے جسکے متعلق شاید پیشتر سے کارروائی کرنا مناسب تھی ایسینیا سے شروع ہوئی۔

چار برس کا عرصہ گزرا تھا جب سے تھیوڈور بادشاہِ ابیسییا ہمارے سفیر مسوا اور چند باشندگانِ جرمن کو جو ایک انگلش شہر سی سوسایٹی کے ایجنٹ تھے براہِ شہرت مقید کیے ہوئے تھے اُن لوگوں نے اس محالین اپنی قوتِ مزید سے بہت کم کام لیا تھا اور اس امر کے علم سے انگلش گورنمنٹ بے قابو ہو گئی تھی۔ آخر کار اس نامے ایک باشندہ آرمینیا انکی رہائی کے تقاضے کو بھیجا گیا لیکن بادشاہِ ابیسییا نے اُسکو بھی قید خانے بھیج دیا اور وجہ یہ تھی کہ اُسکے وحشیانہ غرور کو سبکدوشی آف ایشنٹ کی ایک فروگزاشت سے صدمہ پہونچا تھا یعنی یہ کہ اُسنے حضورِ ملکِ معظمہ کو کوئی خط بھیجا تھا اور بد قسمتی سے اُسکا جواب نہیں گیا۔ اب جنگ کا اشتہار دیا گیا۔ لیکن قطعی طور پر یہ امر شلہ میں جا کر قرار پایا نہ تھا جان لارنس بڑی سرگرمی سے اس امر کے طرفدار ہوئے

تاپسند ہے تو اسکا سبب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں امن و امان اور حفاظت شادابی اور ترقی نہیں ہوئی۔ ہر مقام پر آبادی کا بڑھنا سرگرمی اور نہروں کا تعمیر ہونا اسپتالوں اور شفاخانوں کا قائم ہونا تعلیم کی اشاعت سخت گیروں اور جاسوسوں ٹھکانوں اور ڈکیتوں کی معدومیت اور طوفان و بار اور قحط کے سبب سے جو بلائیں نازل ہوتی تھیں انکے کم کرنے کی کوشش یہ سب باتیں ایک ایسی گورنمنٹ کی خبر دیتی ہیں جسے گو اس بارے میں بہت سی غلطیاں کی ہوں کہ انکے زمانہ میں ہندوستانی لائق اشخاص کو بہت کم فائدہ پہنچا یا وہ تو اسکا رجمان قوانین جی کے نفاذ پر رہا ہندوستان کے دلی حالات انکے بہت کم واقفیت پیدا کی اور شرقی باتوں کے قائم اور بحال رکھنے کے بدلے وہ مغربی تہذیب کے پھیلاؤ کی بڑی دلدادہ رہی لیکن انکے معائب بھی اوصاف کی جانب منجھ رہے اور انکے اپنی ساری کوششیں وسیع اور عظیم الشان خدمات کے انجام میں صرف کیں۔

سرنجیان لارنس کی سندرجہ ذیل چچی موسومہ سرنجیان لارنس گورنمنٹ میں اس امر پر عام طور سے بحث کی گئی ہے اور وہ ایک ایسے تجربہ کار نتیجہ ہے جو شاید آپ اپنی نظیر ہے۔

شملہ ۲۰ جون ۱۹۰۶ء

... میں کامل صحت کے ساتھ اس امر کو بیان کر سکتا ہوں کہ سوائے معاملات پنجاب کے میں کبھی کسی بھارتی پر اسحاق ملک میں شریک نہیں ہوا۔ اور اس صورت میں جی میرا تعلق صرف اس تدبیر کی تھیں سے، باخاص الحاق کی حکمت عملی سے بلکہ کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑی بڑی دیسی ریاستوں کے شامل سلطنت کرنے کے باوجود سب کچھ بیان کیا جاسکتا ہے علی الخصوص اس امر کے لحاظ سے جس پر بحث میسور کے وقت توجہ دلائی گئی تھی یعنی یہ کہ ذمہ دار اور ذمی عزت دیسیوں کی ملازمت کو نقصان پہنچا۔ لیکن میرے نزدیک معاملہ میسور کے متعلق ظاہر ہوتا ہے کہ تبادلوں سے عوام کو خاص فائدہ حاصل ہوا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے انتظام کی کوئی بات ایسی نہیں ہے جو دل پر شکست ہو۔ میں بخوبی اس امر سے اقرار کرتا ہوں کہ تھنڈے اسکے بالکل برعکس ہے۔ لیکن جس بات کو میں مسلم کہتا ہوں اور سکوتین یقین کرنا ہوں کہ تحقیقات سے ثابت ہو جائیگی وہ یہ ہے کہ ہمارے طریقہ انتظام کے فوائد بہت بڑے اور لطیف ہیں۔

فائرل آفیس کے کاغذات سے یہ امر بخوبی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ جن جن صورتوں میں لازمی بنکٹ نے

کے بڑے بڑے اقطاع قدر کے زمانہ میں بطور جاگیر کے دیے قریب قریب ان سب صورتوں میں لوگوں نے شکایت کی اور بڑی آرزو مند سے استدعا کی کہ ہم لوگ دست اندازی کریں۔ تو اب راجپور و ساراجہ بیکانیر ان پٹالہ و جند نواب بیکم جو پال وغیرہ کا بھی حال تھا اگر ہماری گورنمنٹ ہند دیسیوں کی حکومت سے بہتر نہ ہوتی

تو بیشک یہ نامکن تھا کہ ہم آسٹریلیا پر فوج سے جو ہمارے حصہ میں دی گئی ہے ملک پر قبضہ رکھ سکتے۔ اگر ہم کل ہندوستان کو چھوڑ دیں تو میرے نزدیک پھر اسی طرح کا گشت و خون اور لوٹ مار جاری ہو جائے اور چند ہی سال کے عرصہ میں وہی کیفیت پھر عود کر آئی جس کیفیت سے ہم نے ہندوستان کو نجات دی تھی۔

مجھ کو وہ قصہ سن کر سخت تعجب ہوا جسکو لازماً ذکر کرنی بازن نے سترجی کلرک کا حوالہ دیکر بیان کیا تھا۔ اس بات کو تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ بعض صورتوں میں ہمارے علاقہ کے لوگ اجنبی ریاستوں کو چلے گئے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بات آسانی سے ثابت کی جاسکتی ہے کہ نصف سے کہیں زیادہ صورتوں میں قضیہ اسکے بالکل برعکس رہا ہے ہزار ہا آدمی جو اودھ سے چلے گئے تھے اُس صوبہ کے شامل سلطنت ہونے کے بعد پھر وہاں چلے آئے میری جوانی کے دنوں میں علاقہ دہلی قرب و جوار کی ریاستوں کے آدمیوں سے بھرا ہوا تھا اسکھوں کی حکومت کے زمانہ میں مالکان اراچی کے باعث سے پنجاب کے تمام مسلمان وہاں سے چلے گئے تھے لیکن ہماری حکومت کے قائم ہونے کے زمانہ میں وہ سب پھر چلے آئے۔ اس سلسلہ کے قطعاً عظیم میں بھرپور اور ہندیکھنڈ اور دوسری خود مختار ریاستوں کے باشندے کثرت سے مالاک مغربی و شمالی میں آگئے تھے۔ جن جن صورتوں میں الحاق ملک واقع ہوا یا اسکی صلح دی گئی ان سب صورتوں میں مذکورہ بالا تدبیر کی وجہ اُس صورت سے بڑھ کر محکوم کوئی نہ معلوم ہوئی جو میسور کے بارے میں معلوم ہوئی۔ لیکن اب جس حالت میں ہماری تجویز ہوئی کہ وہ خاندان قائم رکھا جائے تو اب ہمارے لیے صرف یہ بات باقی رہی کہ اُس حکمت علی کو ایک سچے اور ایماندار طریقہ سے عمل میں لائیں اور اسی غرض سے میں نے اُن امور کو بیان کیا جن پر آپ کی چٹھی میں بحث کی گئی ہے۔۔۔۔۔

کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ کی قسم سے کسی حکومت کے قائم کرنے میں ایک بڑی بھاری دشواری ثابت ہوگی۔ ویسی حکومت کا اصول یہ ہے کہ جو سردار کی مرضی اور خوشی میں آئے وہی کیا جائے۔ ہم بھی اکثر ایسا ہی خیال کرتے ہیں دو برس کا عرصہ ہوا جب دھار کے سردار کو لفٹننٹ کرنل میڈ پونلینکل افسر کی راے سے اپنے ملک پر حکومت کرنے کی اجازت دیجاتی تھی تو میں نے یہ شرط کر دی تھی کہ کسی قدر اختیار دیوان کا بھی قائم رہے۔ کوئی دیوان جو حقیقت اچھا ہو بغیر ہماری حفاظت کے مشکل سے اپنی راے پر اصرار کر سکتا ہے اگر ہم مدد نہ دیتے تو سالار جنگ کا اختیار میں مہینہ تاک قائم نہ رہ سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی حالتوں میں دیوان ہی ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی گورنمنٹ کسی طرح کی موجود ہو تو راجہ کے کمزور اور بد معاش ہونے کی حالت میں ایک ناگزیر طور پر انکا اختیار ہو جاتا ہے۔ بطور قاعدہ کلیہ چند اراکین دربار خوشامدیوں کا ایک گروہ بن جاتا ہے جو سردار کو بڑے افعال میں مشغول رہنے کی ترغیب دیتا اور خود ریاست کی آمدنی برباد کر کے اپنی جیبیں بھرتا ہے۔ معزز لوگ ذلیل ہوتے ہیں اور نکال دیے جاتے ہیں۔

میرے سامنے اس وقت پنجاب کی دو ریاستیں بنیالہ اور ناچہ تھیل کے لیے موجود ہیں۔ ریاست اول کا حال یہ ہے

یہ گوارا نہیں تھا کہ گورنمنٹ ہند کے ہاتھ ایک ایسے معاملہ کے بارے میں کو تاد کر دیتے جسکی کیفیت اس سرکاری آف انٹینٹ سے زیادہ معلوم ہونا چاہیے تھی۔ با اینہم بہتر ہو گا کہ اس معاملہ کے متعلق سر جان کاکرین خاص تحریرات محول کی جائیں۔

کالم ۲۸-۱۱۱

پیارے سرزادہ کوٹ... کل ٹوٹن ہاں کلمتہ میں ایک جلسہ بیسٹس ٹکس پر الزام لگانے کی بابت منعقد ہوا۔ اسپچمین اب تک طبع نہیں ہوئی ہیں لیکن وہ اسی راے کی تائید میں تھیں اور اس کے ساتھ معمولی سلفیٹ بھی پایا جاتا تھا۔ میں نے سنا وہ اس بیان کی میں کاپی بیسٹس ٹکس سے انکم ٹکس زیادہ تر موزوں ہے آئندہ کو ٹینٹل میں ہم اس ٹکس پر غور کر کے تجویز کریں گے کہ آیا اس ٹکس کی کوئی ترمیم قرن مصلحت تصور ہے یا نہیں... لیکن اس وقت اس تجویز سے جلویہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اس معاملہ میں جو کچھ ہم لوگ تجویز کریں آپ گورنمنٹ ہند کی امانت کریں گے۔ اگر ہم لوگوں کی تجویز مسترد ہوئی یعنی اگر لیسنل ٹکس متوی رہا تو میں اپنے اس خیال کو آپ سے چھپا نہیں سکتا کہ جو ٹکس کسی طور سے بھی غیر ملازم سرکار انٹینٹس جماعت پر نوٹ ہو گا اسکی علحدہ ادو شمار ہو جائیگی۔ جہاں تک انکم ٹکس سنا جائیگا وہ کسی قسم کے ٹکس کو منظور نہ کریں گے۔ انکی خواہش ہے کہ ہر قسم کا ٹکس ہندوستانیوں پر لگایا جائے اور ان کے ان ہندوستانیوں پر جو زیادہ تر ٹکس ہیں۔ چنانچہ وہ صلاح دیتے ہیں کہ ٹکس کا محصول بٹھا دیا جائے حالانکہ میرے نزدیک اسکی شرح اس وقت بھی بڑھی ہوئی ہے۔ انٹینٹس جماعت نے انکم ٹکس کے لگانے میں غور کیا ہے۔ میں نے ان میں جو انکم ٹکس جاری ہیں جو انکم ٹکس کی وجہ سے جاری نہیں ہو اس سال انہوں نے چاہے قہورہ میں وغیرہ کے بغیر محصول پر بھی جو ہر چاہے والی چیزوں پر لگایا جاتا، اعتراض کیا اور اس کے منظور کرانے میں انکو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سال انکم ٹکس پر ترجیح دیکر لیسنٹس جو جاری کیا گیا وہ خاص کر کے صرف انہیں لوگوں کے خیالات کی تعمیل تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ زائد ٹکس کی کوئی جت نہیں ہے اور سال بھر میں پانچ لاکھ پونڈ کی کمی کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن وہ فراموش کرتے ہیں کہ ہل کی سال بھر کی لاکھ پونڈ کے برابر کی گئی ہے۔

اور ۱۱۱-۱۱۱ اور ۱۱۱-۱۱۱ میں اصل ہم لوگوں کو ایک لاکھ پونڈ فی سال کے حساب سے عرض لینا پڑا۔ انٹینٹس جماعت قریب قاعدہ کیر کے طور پر مختلف اقسام کے زائد مصارف کے ہونے میں اپنا اختیار صرف کیا۔ لیکن جو وقت زائد مصارف کے ٹکس کی بحث آتی ہے تو اس وقت وہ اپنے حسب کے بار اٹھانے میں مخالفت کرتے ہیں۔

۹- اپریل۔

جن وجوہات پر عوام الناس شکایت کرتے ہیں انہیں سے ایک وجہ یہ ہے کہ قانون انٹینٹس ٹکس کے پاس کرنے کی

بہت قلیل مدت کی اطلاع دی گئی تھی میرے نزدیک یہ ایک مضمانہ شکایت معلوم ہوتی ہے اور مجھ سے جہاں تک ہو سکتا تھا میں نے اس بات کی کوشش کی کہ بجٹ کے پیش ہونے کے قبل وہ چھپ جائے لیکن میری کوششوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ہکو اپنے مالی ممبر کا ترغیب دینا کچھ آسان نہیں ہے۔ چند مہینے بیشتر ہکو بخوبی تمام یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ بکس لارڈ لائٹس کی ضرورت ہوگی اور میں نے لارڈ کرین بازن کو بھی بتوضیح و تشریح اس بارے میں لکھا تھا اور ان سے انکم ٹیکس اور لیسنس ٹیکس کے موافق اور مخالفت شافی جواب حاصل کیا۔ موجودہ انتظام کے مطابق جس طور سے فی الحال گورنمنٹ کا کام منقسم ہے اور ایک یا دوسری حالت کے اعتبار سے گورنر جنرل کو جو محدود اختیار حاصل ہے اس سے انکو اس بات میں بڑی دقت ہے کہ وہ کسی بات کو ایسی حالت میں منظور کر لیں جب اس صیفہ کا گورنر اسکو منظور کرنا چاہتا ہو۔

۱۴۱- مئی شلہ۔

..... جدید ٹیکس کی رو سے آمدنی بڑھانے میں ہکو بڑی دقت ہے۔ تمام جدید ٹیکس با تخصیص باشندگان ہند کو لگاوا رہے۔ جو ٹیکس ایک صوبہ کے لوگ برداشت کر سکتے ہیں دوسرے صوبہ کے لوگ اسکو خاص کر کے ناپسند کرتے ہیں جس ٹیکس سے ہندوستانی لوگ رضامند ہونگے وہ انگلش لوگوں کے پسند نہیں ہے جنہوں نے دراصل یہ اپنا ایک ہتھیار تصور کر لیا ہے کہ جب تک ہندوستان میں رہینگے اسوقت تک کوئی ٹیکس نہ دینگے لیسنس ٹیکس کے بارے میں میں بالکل اس امر سے آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ اسکو ایک زیادہ تعداد سے لگانا چاہیے۔ لیکن اسپین یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ دراصل یہ انکم ٹیکس ہو جائیگا جسکو کوئی شخص نہیں چاہتا ہے۔ بیشتر ٹیکس نے ابتدا میں جو تجویز کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ تاجروں پر لیسنس ٹیکس لگایا جائے۔ اسپین نوکر و ن اور پیشہ و زون کے شامل کرنے سے اور اضافہ کیا گیا کیونکہ ان لوگوں کے مستثنیٰ کرنے سے بیشتر ٹیکس کو مستثنیٰ میں مسودہ لیسنس ٹیکس پیش کرتے وقت ناکامی ہوئی تھی گو انکم ٹیکس ہر اثابت ہو لیکن فی الجملہ میرے نزدیک وہ لیسنس ٹیکس سے بہتر ہے۔ کیونکہ اسپین دولت مند و ن کے خزانے خالی ہونے کا کچھ نہ جائیگا اور اگر شرح کم مقرر کی گئی یعنی فرض کیجیے کہ دو فیصدی تو اس سے دونوں میں سے کسی کا بھی نقصان نہوگا لیکن اس صورت میں ہکو صحیح نقشوں کے مطابق اسطور سے کام کرنا چاہیے جہاں تک ممکن ہو سکے لارڈ کرین بازن نے معاملات میسر پر ہوش آفتاب ٹیکس میں بحث کرتے وقت بعض باتیں ہندوستان کی انگلش اور دیسی حکومت کے عیب و ہنر کے بارے میں جو متبادل ایک دوسرے کے بیان کی تھیں ظاہر ہر جان لارڈ لائٹس نے اسکی کامل تحقیقات کی۔ اور انکی ہدایت سے بہت سی رپورٹیں مسئلہ واقعات اور ملکی نقشہ جات اور ذاتی تجربہ سے بھی ہندوستان کے سب سے زیادہ مجاز حکام کے ذریعہ سے تیار کرائی گئیں۔ اس گل کارروائی کا حاصل یہ ہوا کہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں باقی رہ گیا کہ اگر چاربی حکومت ہندوستانیوں کی

تیموجان باب

حکومت کے لیے چھوڑ دینا بمنزلہ اسکے منصوبہ تھا کہ جو کچھ کیا گیا تھا وہ سب ملا دیا جاتا جیسا کہ سرخان لارنس یقین کرتے تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اسکی حالت مثل راجپوتانہ کی ریاستوں کے پیشتر سے بھی بدتر ہو جائے مرنے کے بعد جاتے رہینگے لیکن اگر پسر تہنی اچھا نکلے تو اسکو ایسی شرطوں کے ساتھ ملک کی حکومت دے دی جو اسوقت مناسب معلوم ہوتی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ معاملہ کا کوئی تصفیہ تو نہیں بلکہ اسکا اور التوا تھا لیکن اس سے معاملہ کی کیسوئی ہو گئی تھی کثرت سے لکھا پڑی تھی جو اس معاملہ میں ہوتی تھی وہ موقوف ہو گئی آئندہ حکمت عملی پر یہ معاملہ ان لوگوں کے فیصلہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا جو ایسا کرنے کا عمدہ موقع رکھ سکتے تھے یہ انتظام اور ریلوے کے لیے گورنمنٹ کی ذمہ داریوں کی تجدید بحیثیت سیکرٹری آف انٹینٹ بن لارنس نے باز گورنمنٹ کی آخری کارروائی ان تھیں اور ابتدا سے پانچ مین وہ انڈیا آفس اور گورنمنٹ سے کنرہ کش ہوئے جس کا گورنمنٹ کو بہت افسوس ہوا۔

کلمتہ ۹۔ پانچ خطہ ام۔

پیارے لارنس نے باز گورنمنٹ میں نہایت ہی سچے دل سے اس قلع اور تاسف کے ظاہر کرنے کو یہ چغی لکھا کہ آپ کے عمدہ سیکرٹری آف انٹینٹ ہند سے کنرہ کش ہونے میں ہم لوگوں کو حاصل ہو گا۔ میں اب یہ خیال کرنے لگا تھا کہ ہم عزیز ایک قطعی حکمت عملی اختیار کر سکیں گے میرے نزدیک یہ بڑی قیامت کی بات ہے کہ صاحبان سیکرٹری آف انٹینٹ مستعد جلد تبدیل ہو کر بن جس طرح ان چند مینوں کے اندر اسکی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ آپ نے اپنی تقرری کے زمانہ میں دو بہت ہماری کام کیے ایک تو یہ کہ کیا کہ قدیم لوکل فوج کی شکایتوں کا تصفیہ کر دیا دوسرے ہندوستان کی آبپاشی کے مسئلہ کو ایک متحول اور خاطر خواہ بنیاد پر قائم کر دیا۔۔۔۔۔ میں صرف مستعد اور کوٹھاکہ جگہ آپ کی اتنی میں کام کرنے کی بڑی خوشی ہوئی اور اگر آپ انڈیا آفس میں پھر مقرر ہوں تو میں اس سے بہت خوش ہو جاؤں۔

اس بات کو میں ابھی دکھلائے دیتا ہوں کہ اس زمانہ میں لارنس نے باز گورنمنٹ نے سرخان لارنس کی حکمت عملی سے کمان تک اتفاق کیا اور کمان تک نہیں کیا۔ لیکن جس قدر دانی کا اہتمام مندرجہ بالا چغی سے تا ہے اسکا یہی طبع سے جواب ملا چنانچہ ذیل کی چغی سے وہ بات صاف ہو رہی ہوتی ہے۔

۴۔ مارج۔

پیارے سرخان لارنس۔ ہمارے برقی کے ذریعے سے آپ میں چکے ہوئے کہ میں نے اپنے عہدہ سے استعفا دیا اور شاخہ فزڈ ہند کوٹ میری جگہ مقرر ہوئے چنانچہ ہمارے آپ کے امین تھوڑے زمانہ سے جو سرکاری قلعی راجا اسکا نام تھا وہ

ملہ حال میں بدورم عمر ماراج کے حوالہ کر دیا گیا۔

آپ سے رخصت ہوتے وقت جملہ شکر گزار ہونا چاہیے کہ آپ نے نہایت سچے دل سے بھرائی و خیر خواہی میری اعانت کی اور اس عہدہ پر مقرر ہونے کے وقت اپنی متعلقہ خدمات کے معاملات سے جیسا میں ناواقف تھا ویسے شخص کو سرکاری طور پر کام میں آسانی پیدا کرنے کے لیے آپ نے بڑی رحمت اٹھائی۔ میں آپ کی آئندہ کامیابی اور آپ کی عافیت اور فیاضانہ حکومت کے لیے دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

جملہ تصور فرمائیے اپنا بڑا صادق دوست

کرین ہارن

لارڈ کرین ہارن کی جگہ سیرجان فرڈنارتھ کوٹ مقرر ہوئے جو ہندوستانی معاملات کے فوائد کا اعتبار رکھنے کے خوش قسمتی سے اس سے زیادہ زمانہ تک اس عہدہ پر قائم رہے یعنی مدت تک سابق کے دونوں صاحبان سیکرٹری آف اینڈینٹ ہیٹ مجموعی رہے تھے۔ یعنی بجائے چند ماہ کے دو سال کے قریب اس عہدہ پر مامور رہے پہلا اور نہایت وقت طلب معاملہ بجٹ کا تھا جسکو سینی صاحب مالی ممبر کوئٹن نے پیش کیا تھا۔ خرچ کے تخمینہ سے آمدنی کا تخمینہ کم تھا۔ اخراجات کی تخمینہ ناممکن معلوم ہوئی اور اس واسطے زائد کس کا ہونا لازم معلوم ہوا۔ لیکن جو تجویز کی گئی تھی وہ کئی باتوں کے لحاظ سے ناچسپ تھی۔ کیونکہ گواحول میں کوئی امر خلاف انصاف نہیں تھا (یعنی تاجروں اور پیشہ وروں کا کس جو اس بڑے گروہ کے آدمیوں کے لیے تجویز کیا گیا تھا جو باوصف اپنی بیشمار دولت کے اب تک قواعد عوام کے اخراجات میں شریک ہونے سے پہلو تہی کرتے رہے تھے) لیکن فروعات میں اس پر بڑے بڑے اعتراض ہو سکتے تھے۔ ایک طیش ناک جلسہ جمع ہوا جسکے نعرے ایسے زور سے بلند ہوئے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہاؤس تک آواز جاتی تھی اور ایک درخواست اس ضمن میں کی تیار ہو کر سیکرٹری آف اینڈینٹ کے پاس روانہ کی گئی کہ بجٹ نام منظور کیا جائے۔ اس جوش و خروش سے فی نفسہ کچھ نہیں ہوا کیونکہ جس طرح یکے بعد دیگرے بہت سے صاحبان گورنمنٹ ہاؤس اور سیکرٹری آف اینڈینٹ اپنے الزام کا کچھ خوف کر کے تجویز کو گئے اور جیسا کہ سیرجان لارنس نے اکثر نہایت تلخی کے ساتھ شکایت کی ہے ہندوستان کی انگلیش جماعت کا ایک بڑا حصہ یہ بات تو بڑے شوق سے چاہتا ہے کہ ویسی باشندوں پر مزید ٹیکس لگایا جائے اور بہرہ رسانی میں مزید اخراجات کے لیے شکر کرنا پڑتا ہے لیکن اسکی بابت اپنے حصہ کی مدد دینے سے ہمتا ہے اس معاملہ میں ان لوگوں کو شکایت کی ایک معقول وجہ تھی جس سے لازمی طور پر جوش و خروش پیدا کرنے والے اشخاص فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ سیرجان لارنس کی خود یہ رائے تھی کہ لینس ٹیکس کے بدلے انکم ٹیکس جساری ہو اور چند مہینہ پیشتر وہ لارڈ کرین ہارن کو بھی لکھ چکے تھے انھوں نے مالی ممبر سے بھی اصرار کیا تھا کہ وقت مناسب پر اس معاملہ کو پیش کریں لیکن اسکا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ سیرجان فرڈنارتھ کوٹ جو ایک بڑے ماہر تجربہ کار خزانہ تھے

کہ میرا قصد ہے کہ سرگزر فرماؤں گا کہ ہونے کے بعد اپنی آؤکھنی کے پہلے جاؤں اور وہ ہوا جو ان مجکول سے اس کے فوڈز انٹینشنز کی بخوبی صحیح و سالم رہینگے تاکہ اس وسیع سلطنت کا جو بار عظیم خدا نے آپ پر ڈالا ہے اس کے آپ متحمل ہو سکیں۔ میری خواہش تھی کہ ابھی اور کچھ دنوں تک میرے اس بار کا بنانا میرے مقصود میں رہتا۔

سرفوڈز انٹینشنز اس کے چند مہینے پیشتر ہی مدرس سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور ان کی جگہ لارڈ ڈیوڈنٹز انٹینشنز مقرر ہوئے تھے جنہوں نے اعلیٰ مدرس کے شذائہ قطعی تمام تدبیریں جو ان کے احکام میں تعین تھیں وہ اضلاع میں بذات خاص جا جا کر کی تھیں اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھال آئے تھے کہ کیا کرنا چاہیے۔ سر سینیٹرل بینڈن مارچ کے مہینہ میں روانہ ولایت ہوئے اس طور پر ایک ہی سال کے عرصہ میں بیٹون اعلیٰ میں نے گورنر مقرر ہو گئے۔ بینڈن کی جگہ پر گئے صاحب مقرر ہوئے۔ یہ گورنرل کے ایک سینیٹرل ممبر تھے اور گورنر جنرل نے سیکرٹری آف انٹینشنز سے ان کی سہی کرنے میں ان کو کہا تھا کہ ”یہ بڑے لائق اور مستعد افسر ہیں۔ اس عہد کے لیے اور کوئی شخص ایسا نہیں مل سکتا ہے جو ان سے بڑھ کر اس عہدہ کا استحقاق اور قابلیت رکھتا ہو۔ وہ بڑے بڑے اخلاقی اوصاف رکھتے ہیں اور بڑے ایماندار ہیں اور یہاں کے لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے یہ دو بڑے ہماری اوصاف ہیں جنکی ضرورت ہوتی ہے۔“

سر جان لارنس اس بات کے بہت خواہشمند تھے کہ گریے کی جگہ پر گورنرل میں سرفوڈز انٹینشنز آئے۔ فارین سیکرٹری مقرر ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ تمام معاملات متعلقہ حقوق و دستورات اراضی ممالک مغربی و شمالی میں برطانوی ملک کے مجلو علم ہے۔ سرفوڈز صاحب سے بڑھ کر کوئی شخص واقفکار نہیں ہے۔ وہ اول درجہ کے مشرقی عالم ہیں اور فوڈز انٹینشنز نے بہت اچھی کارگزاریاں کی ہیں۔ جب سے وہ فارین سیکرٹری مقرر ہوئے اس عہدہ کے متعلق بھی بینڈن تھے۔ سرفوڈز گریے کی جگہ اگر وہ ممبر گورنرل مقرر ہونگے تو اس میں بڑا فائدہ تصور ہے۔ سینیٹرل ممبروں کے اعتبار سے ان کے گورنرل کی حالت ضعیف ہے اور جب تک سرفوڈز گریے کی جگہ کوئی ایسا شخص نہ مقرر ہوگا ہماری حالت نیک بہت ہی ضعیف رہیگی۔“

لارڈ ڈیوڈنٹز انٹینشنز کو بھی سر جان لارنس کی طرح یہ خواہش تھی کہ سرفوڈز اس جگہ پر مقرر ہوں۔ لیکن اس عہد میں ان نے اپنے کو اپنی گورنرل کی پر زور خواہشوں کی ہدایت پر چھوڑ دیا جو خود سر جان لارنس کو لایا دیا کہ جسے بھی یہ عہدہ نامی گرامی گزرسے جسے جیتیں سے گزرنے پر ہنری یون اس بات کے واسطے مشہور ہیں کہ وہ ان کے بڑے دوست و حمایت مرغوب الطبع حاضر جواب اور غزلیت رفیق تھے اور دنیا کے علمائے اس بات کے لیے مشہور تھے کہ ان کا ہر آنے بڑھ کر کوئی نہ تھا اور ان کا ہر گز کو تو ٹوٹنے کے بڑے ہی لائق اور فوڈز تھے۔ سر جان لارنس کی تقرری کے غلط

سوائے اسکے اور کوئی بات کہنے کی تھی کہ وہ حیدر آباد میں رزٹرنٹ تھے اور سہ سالہ جنگ اور نظام الملک کے باہمی اہم جھگڑوں کے طے کرنے میں مشغول تھے وہ خود اس تبادولہ کو نہیں چاہتے تھے اور گورنر جنرل کا خیال تھا کہ خالی عہدہ کے لیے اُنسے بہتر امیدوار موجود تھے۔ ستر جان نے بیان کیا تھا کہ مدد کا دعویٰ بہت قوی ہے اور بہت عمدہ شخص ہیں لیکن وہ کونسل کے قابل ہونے کی نسبت کارباری آدمی بدرجہ اولیٰ ہیں۔

یہ معاملہ صرف اُس رنج کی وجہ سے اس مقام پر بیان کرنے کے قابل ہے جو ستر جان لارنس کو اس باعث سے پہونچا تھا کہ اُنکے منتخب کیے ہوئے شخص کی تقرری سے انکار کیا گیا۔ اُنھوں نے اس امر کو ایک اور علامت اس بات کی تصور کی کہ گورنر جنرل سے اسکی آزادی افعال توکل ہی جاچکی تھی مگر اب اور باتوں سے بھی اُسکو محروم ہونا پڑیگا۔ لارڈ کرین بازن کو وہ لکھتے ہیں کہ ”میرے لیے بذات خاص یہ ایک بڑی قیامت اور گورنمنٹ کے لیے ضعف کی بات ہے کہ میں اُس شخص کو مقرر نہیں کر سکتا جس کی نسبت مجھ کو یقین ہے کہ وہ سب سے اچھا شخص منتخب کیا گیا ہے۔ گورنر جنرل کل حکومت ہندوستان کے چلانے کا ذمہ دار ہے اور اسپر بھی اُسپر اس بات کا اعتماد نہیں کیا جاتا کہ وہ خاص اپنی کونسل کے لیے ایک ممبر منتخب کرنے پائے۔ پس کیونکر یہ ممکن ہے کہ وہ اپنا منصب قومی تصور کر سکتا ہو۔ خلاصہ یہ کہ کیونکر اُس سے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ کسی دشواری کے کام میں وہ استقلال سے کام کرے گا۔“

با اینہم ریٹور کو اپنے اعلیٰ افسروں کی خوشنودی کی کامل سند ملی کیونکہ اُنکو یکے بعد دیگرے بہت جلد اول تو سی ایس آئی اور اُسکے بعد کے سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ اور پھر آخر سال میں ڈرمنٹ صاحب کے کنراکشن ہونے پر اُنکو ایک ایسا عہدہ ملا جسکے لیے وہ کونسل کی جگہ سے بھی زیادہ موزون تھے اور اُس عہدہ پر وہ اپنی پوری مدت ملازمت تک اسی طور پر رہے کہ خود بھی نام پیدا کیا اور اپنے محکوموں کو بھی بہت کچھ فائدہ پہونچا یا یعنی فٹنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی مقرر ہوئے۔

ایک وقت طالب امر جمین عرصہ سے کئی صاحبان سکرٹری آف انٹینٹ اور صاحبان گورنر جنرل کے بعد دیگرے مشغول رہے تھے آخر کو اب عارضی طور پر طے ہو گیا۔ ایک بحث یہ پیدا ہوئی تھی کہ آیا موجودہ مدارجہ سپور کی وفات کے بعد ملک کو شامل سلطنت کر لینا چاہیے یا ایسی حکومت کے اختیار میں اُسکو چھوڑ دینا چاہیے۔ ستر جان لارنس کی رائے اُسکو شامل سلطنت کرنے کی نہیں تھی کیونکہ وہ ویسی ریاستوں کے قائم رکھنے کی دلیل اس بنیاد پر قوی سمجھتے تھے کہ اُس سے مستعد ہندوستانیوں کی لیاقت بڑھنے کا موقع ملتا ہے حالانکہ بد قسمتی سے ہندوستانی ریاستیں جو پرنس سلطنت کے ماتحت ہیں اب تک اُس بات کا موقع نہیں دیتی ہیں۔ پھر سپور میں ثلث صدی سے ہمارا اور ہمارے طریقہ کا انتظام رہ چکا تھا اور اب اُسکو بالکل ایک ہندوستانی رئیس کے اختیار میں

افسر مرہٹا نے خود اپنے اور گرنل پنڈت کے مابین اشتہام کے صلہ میں ہمیشہ لیے ہمارے قبضہ کے دستاویز دے دیا تھا۔ وہ ایک برس پیشتر سندھیا کے دل میں رنج ہو چکا تھا انھوں نے دیکھی تھی کہ شکایت کے لیے نہ کو جائینگے اور ریاست سے معزول ہونے کا ذکر بھی ہوا تھا اب یہ سب باتیں بدل گئی تھیں اور وہ اپنے دل میں اور دوسرے ہر ایک شخص سے بھی خوش تھے سر جان کمار سن نے انکی ملاقات کا جو حال لکھا ہے وہ قابل اس کے ہے کہ بیان درج کیا جائے۔

میں نے گواہی کے مختصر سفر سے بڑھ کر اٹھایا چھ میل پاراگر سے دکن جانب ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ غور کے بعد ہم نے اس رات میں ایک عہدہ سرکار دیوادی جی جرمی کی شاہراہ کا ایک ٹرنس میں نے اس سفر کو گزشتہ میں طے کیا۔ ہندوستان کی یہ بڑی کڑی منزل ہوئی۔ قلعہ گواہی ایک بڑی عظیم الشان اور موقع کی عمارت ہے اور ہمارے قی میں اس پر قبضہ رکھنا قوت و فعلاً و ذوقاً سے پورے پورے ایک پختہ کی قوت کے برابر ہے اہل قوت یہ بغیر اس کے ہم مارہا ملت سندھیا میں بمقامت اپنی فوج نہیں رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے قبضہ میں مرہٹوں کی اس بات کہ ہمارے چھاؤنی کوئی پانچ میل کے فاصلہ پر ہے اور درمیان میں حفاظت کے خیال سے ایک بڑا وسیع میدان چھوڑ دیا گیا ہے۔ سندھیا کے پاس ایک بڑی بھاری اچھے طور پر تربیت یافتہ اور نظامہ واحد و طور پر مرتب فوج ہے وادی قواہدا اور بازو سامان میں اس طرح کی فوج میں نے ہندوستان کے کسی اور بار میں نہیں دیکھی ہے۔ سندھیا کی قوتوں سواروں و پیادوں کی تعداد ہمارے متعلق چھاؤنی کی قوت سے کمین زیادہ ہے اور جس طریقہ سے سندھیا نے انکو قواہدا رکھا ہے وہ مشہور ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سندھیا کے سوار اور پیادے کس دشاہت اور رعیت میں ہمارے ہندوستانی سپاہیوں کے برابر ہوتے لیکن اس پر بھی وہ غیر معمولی طور کے اچھے معلوم ہوتے ہیں سندھیا کو اپنی فوج ہی سے خط و سرور حاصل ہوتا ہے ان کو مناسب شاہراہ سے دیے جاتے ہیں اور اچھی طرح سے انکی خبر گیری کی جاتی ہے اور نظامہ اعلیٰ معلوم ہوتا ہے کہ قواہدا بھی مناسب طریقہ رکھائی جاتی ہے۔ لیکن ایک روز نیا سامی ہو سکتا ہے اور غالباً اسی وجہ سے وہ ان کے اختیار سے باہر ہو جائینگے یہ بڑے فوسوں کی بات ہے کہ وہ اتنے آدمیوں کو ایک مقام پر کھینچتے ہیں اور یہ بات انھیں ملے کدی ہے۔ میرے دل پر ان کے رسول اور فوجی دونوں صیغوں کے اشتہام کو دیکھ کر بہت عہدہ اثر ہوا اور نظامہ اعلیٰ کی ایک فوج انکی مشہور ہے جس سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مقتدر علی الملک کو کنگ خیال کرتے ہیں وہ جس سے زیادہ ہماری جانب راغب ہیں۔ برسرے جانے سے انکو بڑی خوشی ہوئی اور جیسا کہ انھوں نے بیان کیا میرے جاننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی ناموری زیادہ ہو گئی جس چیز کے دیکھنے کو میں نے کہا انھوں نے بلا قید و اشتہام کو وہ دھکی لوکا دی۔

باب سیزدہم
بقیہ سرجان لارنس کی وائسرائے کا زمانہ
۱۸۶۷ء لغایت ۱۸۶۹ء

کلاکتہ میں پہونچکر سرجان لارنس دل سے اسی مصیبت کے رفع کرنے کے کام میں مشغول ہوئے جو انکی بہت کچھ اڑیسیہ میں پائی جاتی تھی وہاں اب تک مصیبت کے رفع کرنے میں کوشش کی گنجائش باقی تھی کیونکہ اگست کے مہینہ میں ممانڈی کا ایک بڑا بمباری سیلاب آیا جس سے پندرہ سو مربع میل کا ایک قطعہ ملک برباد گیا اور باشندے بھی ایک ہی مہینہ تک مدد دینے کے قابل ہو گئے سیشن ہاؤس میں جو فریاد دے کے لیے کی گئی تھی سہین فقدان تائید کی وجہ سے یکبارگی ناکامی ہوئی۔ گھر سے بیاریوں اور اسٹراکٹ کے سبب سے انڈسٹان میں اسقدر پریشانی مچی ہوئی تھی کہ وہاں کے خلائق دوستوں کے سارے خیالات وہیں کے معاملات میں صرف تھے۔ اس واسطے کلکتہ کے لیے ہر طرح سے کوشش کرنا لازم تھا۔ ۱۲۔ فروری کو سرجان لارنس کی تحریک سے ایک جلسہ جمع ہوا اور (شاید پریشن انڈیا کی تواریخ میں اسکی نظیر کہیں نہ ٹھیکے) وائسرائے نے اس جلسہ کی صدارت خود کی لوگوں نے بڑی سرگرمی سے اسکا استقبال کیا۔ اپنی تقریر میں انھوں نے سامعین سے بیان کیا کہ جو کچھ خشکسالی نے بچایا تھا اسکو سیلاب عظیم بہا لیکھا اور ایک خمس یا بلکہ بگمان غالب ایک ربع باشندگان جھوٹا اور خشکسالی سیلاب اور انکے نتیجوں سے ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ بطور قاعدہ گلبہ مرگ گرسنگی کے بعد وہاں بے چارے کیسا۔ جو لوگ زندہ باقی رہ گئے ہیں انکی پرورش کے لیے ۲۷ لاکھ روپے ضرورت ہے۔ اس تقریر سے لوگوں کو قوم حاکم کی وہ شجاری قوم محکوم یاد آگئی جو شادابی کے زمانہ میں اکثر متوسل رہتی ہے مگر جب کوئی بڑی بلا نازل ہوتی ہے تو نہایت شد و مد سے اسکا ظور ہوتا ہے وائسرائے نے فہرست کے اوپر اپنے نام دس ہزار روپیہ یعنی ایک ہزار پونڈ کا چندہ دستخط کیا۔ انکی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی طے قرار میں چندہ دیا اور اس تدبیر اور اسی طرح کی دوسری تدبیروں سے اڑیسیہ کی تباہی کا زمانہ کٹ جانے کے قابل ہو گیا۔ ۱۸۶۷ء میں گورنمنٹ ہند کے متعلق زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا لیکن جو تبدیلیاں ہوئیں وہ بڑی بڑی ہوئیں۔ ستر بارٹن فریز لارڈ کرپن بارتن کی کونسل میں جگہ لینے کو ولایت روانہ ہوئے اور انکی جگہ پر سیمونز فریز لارڈ مقرر ہوئے۔

دونوں گورنمنٹوں کے مابین خلیج فارس صیغہ تعمیرات سرکاری اور بینک بمبئی کے متعلق اختلافات انہما کو پہونچ گئے تھے لیکن دونوں فرمانروایوں کے مابین کوئی عداوت دل میں نہیں پیدا ہوئی تھی جو گل خط و کتابت سے صاف ظاہر ہے ستر بارٹن فریز سرجان لارنس کے نام کی آخری چھٹی کے آخری فقرے میں لکھتے ہیں

کہ بعضوں کو اس قدر بیکاری رہتی ہے کہ انکو شغل نہیں ملتا اور وہ اکثر اسوجہ سے تنگ رہا کرتے ہیں کہ انکے مذاق کا کوئی کام نہ
نہیں ملتا ہے۔ پھر اور لوگ اپنے ہسیاؤں سے جھگڑنے میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ یا اپنے ماتحت رئیسوں کے ساتھ
یا اس سے بھی ہاتھیں کا مومن میں اس وقت کو برداشت کرتے ہیں۔

اگر کوئی سردار اپنا خاص فرض منصبی یعنی اپنی ریاست کی خبر گیری نہ کر سکے تو اسکو کیونکر اس بات کی امید ہو سکتی ہے
کہ اسکا نائب مناسب طور پر اسکے لیے وہ کام انجام کر دیجے۔ عہدہ حکومت کے پختہ بندوبست کے لیے عہدہ قوانین اور چیدہ و چیدہ افسر
جن پر وزیر احکام نگرانی کے لیے مقرر ہوں وہ کار میں اسی طرح ایک کافی تعداد پولیس کی اور عہدہ بندوبست کیا ہو اخزانہ و درکار
تاکہ لوگ حفاظت سے رہ سکیں اور اپنی محنت کا ثمر حاصل کر سکیں۔ لڑکوں کی تعلیم کے لیے در سے اور بیساروں کے
طرح کے لیے شفا خانے قائم کرنا چاہیے۔ بعض سردار شاہ دیون میں اور جو طریقہ میں نے بتایا ہے شاہ اُس طریقے سے کارروائی
نہ کر سکیں گے۔ لیکن دوسرے سرداروں کے پاس یہ سب خزانہ جمع ہے اور میں جرت امید کرتا ہوں کہ ہر فرمانروا اپنے
وسائل کے مطابق کارروائی کرے آپ لوگوں میں سے بعض لوگ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں
اور جو مرتبہ انکو حاصل ہے اُس سے سخت کدہ ہوتے ہیں اگر سب لوگ اس بات کی کوشش کرتے کہ ایک دوسرے سے عہدہ
انتظام کر کے سبقت لے جائے تو کتنی عہدہ بات ہوتی اس صورت میں ہر شخص کے لیے کوشش کرنے کی جگہ ہے۔ پرنسپل گورنمنٹ
اُس سردار کا سب سے زیادہ اعزاز کریگی جو اپنی رعایا پر عہدہ طور سے حکومت کرے یا جو مومن کے افسدہ امین کو کوشش تلخ اور
ملک کی حالت میں اصلاح کرے۔ اس دربار میں ایسے سردار بھی موجود ہیں جنہوں نے اس طریقہ سے ماموری حاصل کی ہے
میں انکے زمرہ میں حمارا جہ سیندھیا اور بیکم جہ پال کا نام لے سکتا ہوں فی الحال علیہ حسان نواب بادشاہ کے انتقال کا جھگڑا
بڑا اہل ہوا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ ایک مائل اور فیاض فرمانروا تھے۔ راجہ سیٹا متو واقعہ ماوہ اسوقت نوٹھے برس کے
بورے ہیں اور اسپر ہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا انتظام خوب ہی کرتے ہیں۔ راجہ گڑھ واقعہ جیسور کی بارعام میں
اسوجہ سے عزت ہوئی کہ انہوں نے اپنی اراضیات کا بہت عہدہ انتظام کیا ہے۔ میں جسوقت کسی سردار کو سناتا ہوں کہ
اپنے ملک کا خوب انتظام کیا ہے جو جھگڑی خوشی حاصل ہوتی ہے اور میں اس بات کے ظاہر کر دینے کی کوشش کرتا ہوں
اور ظاہر کیے دیتا ہوں تاکہ اور لوگوں کے دل میں جو صلہ پیدا ہو۔

انکے زمانہ میں بادشاہوں اور سرداروں کو اپنے ملک میں آمد و رفت جاری کرنے کی طرف کوئی رجحان نہیں تھا
وہ اکثر شکل اور قریب قریب و شہر گزارا مقاموں میں رہتے تھے اور اپنی تختی ہوں کو ہر ایک قسم کے حصار سے گھیرتے تھے
جسکے باہر وہ شکل سے بچنے کا قصد کرتے تھے اور اگر جگہ تھے تو جہدہ سپاہی اور ہمراہی انکے جمع کرنے سے ہو سکتے تھے
نکے جمع ہو جاتے پر باہر بچنے کی جسارت کرتے تھے۔ اور ملکوں کے عجائبات دیکھنے کی غرض سے باہر کے سفر کرنے کا خیال
میں انکے دلوں میں نہیں پیدا ہوا یا اگر پیدا ہوا تو نامکن العمل سمجھ کر دور کیا گیا۔ لیکن اب ہندوستان کے سرداروں کو

اپنے علاقوں سے بہت فاصلہ پر ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقل و حرکت کرنے میں تامل نہیں ہوتا ہے۔ بعض سردار ایسے تربیت یافتہ اور دور اندیش تھے کہ وہ اپنے ملک میں اس پار سے اس پار تک سڑکوں کے نکلنے پر راضی ہو گئے اور بہت سے سرداروں نے اس کام کے لیے بڑی بڑی سالانہ رقمیں دینا منظور کر لیں۔ محکوم امید ہے کہ دوسرے سردار ان کی پیروی کریں گے اور سڑکوں نہروں اور کوڑوں کو اپنے ملکوں میں تعمیر کرانے کے متعلق جو کچھ اُن سے ہو سیکے گا کریں گے اور ہر طور پر آپ اپنے کو اور اپنی رعایا کو خوشحال بنادیں گے۔

اب خاتمہ پر آپ لوگوں کے اگر دین آئے کا پھر خیر مقدم کرنا ہوں اور یقین کرنا ہوں کہ جو کچھ آپ نے سنا اور دیکھا ہے اور علی العموم جس طور پر آپ لوگوں کا استقبال کیا گیا ہے اس سے آپ لوگ اس دربار کو بہت دنوں تک یاد رکھیں گے۔ میرا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنی رعایا پر عمدہ طریقہ سے حکومت کرنے کی کوشش کر کے اسی طریقہ سے حکومت کیجیے۔ اور اس طور پر اپنا نام اور ان کا کام کیجیے۔

اس ایجنسی کے بعد اگر وہ عظیم الشان دربار کے لطف کا خاتمہ ہوا۔ اس میں نمودار طور پر کامیابی حاصل ہوئی ایک شخص جس نے اپنا کام سمجھا اس مجمع میں شرکت کی تھی اور جو کچھ دیکھنے کے قابل تھا اُس کو دیکھا تھا اُس نے اس طور پر لکھا ہے کہ۔

باوصف چند غلیکوں کے اس بات میں شک نہیں ہے کہ سرجان لارنس ہر شخص کے نزدیک بظاہر عزیز ہیں۔ ہندوستانی ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں اور یوتروپین اشخاص بجا رہی اور بے ڈول چہرے کو دیکھ کر سچ سچ یقین کرتے ہیں کہ جب تک ان کی حکومت قائم ہے اس وقت تک نہ سردار اور نہ رعایا نہ متعصب اور نہ انقلاب پیدا کرنے والے کو اپنی تدبیر کے حل میں لانے کا موقع ملے گا اور کبھی اس سے اس بات کا قصد نہ ہو سیکے گا کہ سلطنت کی امن و امان میں خلل اندازی کرے۔

جو کچھ اس دربار میں واقع ہوا تھا اس سے سرجان لارنس بذات خاص بھی اُسی طرح مطمئن تھے۔ لارڈ کرین باری کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

عطا کے خطابات ستارہ ہند کی تقریب میں اور وہ دربار جس میں راجپوتانہ اور مالک مغربی و شمالی کے سردار اور بعض شاہیر پنجاب اودھ و بنگال مجتمع ہوئے تھے بڑی خوبی سے انجام کو پہونچا اور اس سے علی العموم ہر شخص مطمئن ہوا۔ دوسرے دربار میں کوئی ۵۰۰ سردار اور ہندوستانی رؤسا موجود تھے اور اگرچہ اگر وہ گرد و پیش اگر دین پورے ایک لاکھ اجنبی اشخاص کے قریب جمع ہوئے مگر اسپر بھی ہر ایک بات اہمیت اور انتظام کے ساتھ انجام کو پہونچی۔

اگر وہ سے سرجان لارنس چند روز کے لیے سندھیا کے دیکھنے کو گئے اور گوالیار کے مشہور قلعہ کا متاع کیا

دیکھتے ہیں آیا جنھوں نے تہا زعمیانا زک جگہ پر قبضہ کیا تھا لیکن ان پر ہوشیاری کے ساتھ غلبہ حاصل کیا گیا
 وائیسرے نے اپنی اسپیش میں خوب ہی انکو آڑے ہاتھوں لیا۔ یہ اسپیش عظیم الشان تھی جہاں تہا سب سنجیدہ
 اور بزرگانہ تھی نہ اس میں رنگین نگاری صرف کی گئی تھی اور نہ کینچ کمانچ کے فقرے تھے اور نہ مشرقی طوں کی نظم و نثر
 الفاظ تھے۔ یہ اسپیش اس زبان میں دی گئی جس زبان سے لاہور میں ایسا ترش پیدا ہوا تھا اور آہستگی سے شہر شہر
 اسکا پڑھنا اور اس آواز کا نکلنا جس سے سہر جان کی انگلیاں اسے چونک کر ہونچتا تھا اُسے اردو کی اسپیش پڑھنا
 اور دوبالا کر دیا جیسا کہ سننے والوں نے بیان کیا ہے۔ ایک شخص جسے اس وقت کی کیفیت خود دیکھی تھی ناقل ہے
 کہ ”جو جو آڑے جمع تھے وہ ہمہ تن گوش اور پاس ادب سے خاموش ہو کر اپنے بادشاہ وقت کے نائب کی تقریر
 سننے لگے جو اگلے زمانہ کے قیوں ویاس یا دشت کو کی طرح آئین جہانداری کے سچے اصول بیان کرنا تھا۔
 لوگوں کو تصور کرنے سے وہ زمانہ یاد آتا تھا جب ہندو بادشاہ اپنے گرد لوگوں سے قانون طرز معاشرت
 اور آئین جہانداری کے اصول پوچھتے اور انکو قبول کرتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو بنی نوع انسان کے حالات
 دریافت کرنے کے بعد پہاڑوں پر جا کر ریاضت کرتے تھے یا جنگوں میں جا کر اسکا دھیان کرتے تھے جو یک
 اور پاک رحیم اور دیشان ہے۔“ سرخان لارنس نے ان راجاؤں سے جو حاضر رہا تھے بشادہ پیشانی
 بیان کیا کہ حکومت اعلیٰ آئندہ سے جس بیانہ کے ذریعہ سے ہر ایک کا اندازہ کر لی وہ قدرست تھا ندان
 یا دولت و اختیار کا بیانہ ہو گا بلکہ خوش انتظامی کے قصد کا بیانہ ہو گا۔ جو سردار اپنی رعایا کو سب سے زیادہ خوش کیا
 اور ان کو رعایت کا سب سے عزیز دوست وہی ہو گا۔ لوٹ مار اور مذہبی قوانین کا زمانہ اب ہمیشہ کے لیے جا رہا
 ہے۔ جہاں صرف جنگی چوپائے یا قزاق رہتے تھے اب وہاں زراعت ہوتی ہے اور گاون کے گاون آباد ہیں۔
 ہر سواروں اور پنداری کو ٹیرن کا زمانہ ختم ہو گیا اور جو کچھ ٹیرن کو بھٹنے نے ملک کی تمام رعایا کے لیے کیا ہے
 رعایا کی مگر بزرگانہ نصیحتوں اور سنجیدہ غلامی دوستی کے لیے میرے نزدیک شاہنشاہ انصافیت کی خود نمونہ ہے۔
 اسے راجہ جہا راجہ سردار ہو۔ جگو بڑی خوشی ہے کہ تین آج آپ سب صاحبوں کو اس مجمع میں جمع پانا ہوں۔
 آپ سب لوگوں کا اس شہر میں خیر مقدم کرتا ہوں جو اپنے مشہور و نہایت محل کے لیے مشہور ہے اور سب سے زیادہ
 ت کے لیے مشہور ہے کہ قدیم زمانہ میں اس شاہنشاہ اعظم کی دار السلطنت تھا جسکی وجہ سے اسکا نام اکبر آباد پڑا ہے۔
 طور پر ایک جگہ مجمع ہونا ہم لوگوں کے حق میں بہت بہتر ہے۔ میں بحیثیت وائیسرے نامی گرامی ملک بنگال دہند
 ت میں اپنا بڑا فائدہ سمجھتا ہوں کہ اس قدر ذی مرتبت اور مشہور سرداران ہند کو دیکھوں اور ان سے شناسائی حاصل کر دوں۔

اور آپ سب لوگوں کے لیے یہ بہت مناسب ہے کہ آپ بالکل بالکل گھٹو کر سکیں اور اپنے اپنے مکمل کے غور و خفا کے تحت
یہ سب چیزیں اور غرضیات ہیں۔

حکومت دہلی سے ملک پر حکومت کرنے کو فن ایک شغل ہے جو صرف بڑے غرض و کجا اور محنت سے حاصل ہو سکتا ہے۔
موجودہ دور میں ہندوستان کے کئی تہذیبی اور سرکاریوں میں شاذ و نادر ہی پائے گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے
اپنے تہذیبی بن پر غور کیا اور آپ اپنا کام کو زمین سے لے کر انھوں نے اس بات کی پروا بھی نہیں کی کہ اپنے بیٹوں کو جو ان کے بعد
آئیں باقی رہ جائیں گے ان کے تعلیم و تربیت کی جوتی اس وجہ سے آئیں ہو کہ جب ایک سرور و مریا تو وہ جو رچے آج کے
فرمانروا کے مشورہ زمین ہو اور اس کی زندگی کی حالت میں اکثر اپنے بیٹوں اور صاحبوں کی تعلیم لینے ہندوستان کے باہر
نہیں لے جاتے ہیں جو ان میں سے جو زمین ہوتے وہ یہ ہیں بات کافی نسبت مسوقت بیان کی جاتی ہے جب وہ اس عالم سے
اُٹھ جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ جو سواری فہم کر سکتے ہیں ان میں سے مل کرنے کے تو ہم وہی نامور ہیں جو ایک عادل
اور فرمانروا سے منسوب کی جاتی ہے۔ فاعلان اور فرمانروا کے نام نہ لگنا اشد ہو جاتے ہیں لیکن ایک اور غلط فہمی
کے اندر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

اب ایک کڑا پوچھتا ہے کہ گوشت و رک و ہندوستان سے گزرنے کے آپ کو کبھی چڑھنے کے نہیں ہیں۔ لیکن جو سرور
مسوقت موجود ہیں شاید ان میں چند ہی لوگ ہندوستان کے اس زمانہ کو یاد کرتے ہوئے اور سجون نے اس زمانہ کے
میں ہوئے جب فرمانروا کو کوئی تخت و سوار نہ تھا اور نہ ہی وہ سلاطین کی سندس عساکرین و اکوٹوں اور
خاک و بران کے ہوتے۔ لیکن وہ دنوں میں تمام مسجون میں ہرادی اور رعیت یہیں تھی اور ملک کے ہر حصے پر
انتظام کے اندر دشمن سے کسی کو فوج میں چار کی روشنی کو بھی جا سکتی تھی ہندوستان میں انھیں حکومت کے توڑ دینے
وہ سب نہیں جانتے ہیں اب ملک میں ویرانہ اور جنگیں اور زلزلہ و ہولناکیاں ہیں۔ اب ان میں زیادہ تر لوگ ان کو
اور نہ ہی حجت بھی جمع ہوتی ہے وہ ہرگز نہیں حکومت میں ہونا چاہتے ہیں کے لوگ زیادہ آسائش سے رہتے ہیں۔

لیکن جس حالت میں ہندوستان کے زیادہ تر حصہ کی یہ کیفیت ہے اسی حالت میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ
جس وقت ہر ملک کے مختلف حصوں کی غور کے ساتھ مختلف کرتے ہیں تو ہر کوئی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اب بھی
ہر ایک کو جو رہتا ہے۔ اب بھی لوگوں پر قہری ہوئی مسیتیں پڑتی ہیں اور اب بھی بہت سے مجرم سلاطین پڑھ جاتے ہیں
کو ان کی ہر زمین ہونے پڑتی۔ ہر کوئی مسیتوں سے جو اس وادہ اور حفاظت کو ترسٹ ہجائے آپ کے خطا قون میں کچھ ہے
اس کی آپ کو کوئی میں سے ہر شخص کو اپنی رعایا کے ساتھ کرنا چاہیے سوئے اُن کے ملک کے خاص فرمانروا کو ان کے اور کوئی
اس کو کوئی نہیں کہیں کہیں ہے اور وہ بھی ہمیشہ ہر کوئی اور کوئی رکھنے کے قریب سے کہہ سکتے ہیں۔ جو باقی میں ان کے
چھوڑ دینے کے لیے ان کو کثرت سے وقت مناسب ہر ایک کے لیے خواہش کھتے ہوں۔ اس میں شک نہیں ہے

کچھ نہ کچھ ذاتی مادہ ضرور ہونا چاہیے اگر یہ مادہ نہ ہوا تو صرف ایک خالی مرتبہ کا اضافہ ہو جائیگا دراصل اسکی کوئی وقعت نہوگی۔
اب جیسا کہ آپ کو ایک ملفوفہ چھپی مسئلہ کزنل ایڈن گورنر جنرل کے انجینٹ متعینہ راجوٹانہ کے خلاصہ سے مہیا ہوگا ہمارا راجہ جو دھپور
نہ تو اپنے مرتبہ کو خود قائم رکھتے ہیں اور نہ انکے ملک کے سرداران کی تعظیم کرتے ہیں۔ ایسے شخص کو ستارہ ہند کے اعلیٰ درجہ کا
خطاب دینا میرے نزدیک ایک غلطی معلوم ہوتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارا راجہ کا نام مندرج گزٹ ہو چکا تھا اور یہ مناسب خیال کیا گیا کہ جو کچھ ہو چکا تھا وہ پامانہ جائے۔
اس واسطے میں نے سسر جان لارنس کی اس اپینج کو جو انھوں نے ہمارا راجہ کے متعلق دربار میں کہی تھی تلاش کر کے
یہاں جو لکھا ہے وہ کس قدر دلچسپی سے خالی نہوگی۔ دشل آدمیوں میں تو ایسے نکالیں گے جو ایسی حالتوں میں
اپنی طبیعت پر جبر کر کے خطاب دینے کا ذریعہ بنتے وقت ظاہری خوشی کا اظہار کرتے۔ لیکن سسر جان لارنس نے
اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ انکے ایڈریس میں ایک شاہانہ اور پدرانہ نصیحت اس بات کی گئی تھی کہ ہمارا راجہ اپنے
اطوار کو درست کریں۔

مجاہدین ہے کہ یوزناٹینس اس اعزاز کی بڑی قدر کریں گے اور میں اعتماد کرتا ہوں کہ وہ محرک اس امر کا ہوگا کہ آپ
ماردار کے عہدہ انتظام میں کوشش کریں گے جو آپ کو تواریخ راجستان کے نامی گرامی موروثوں سے ورثہ میں ملا ہے۔ اس مشہور ملک کے
فرمانروایوں میں جس سردار کا مرتبہ اتنا اعلیٰ ہو اسکو لوگوں کے درمیان انصاف نیکو کاری اور اس خوبی میں بھی جس سے معاملات کا
انتظام ہوتا ہے اسطرح کا رتبہ حاصل کرنا چاہیے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یوزناٹینس کو بھی یہی دلولہ پیدا ہوگا۔

یہاں اس بات کو بھی بیان کر دینا چاہیے کہ جو نصیحت اس موقع پر کہی گئی تھی اُس پر عمل نہیں کیا گیا۔ اور بہت عرصہ
نہیں گزرنے پایا کہ وائسرائے نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ جو کچھ منہ سے کہتے ہیں وہ ہاتھ سے کر کے دکھا بھی سکتے ہیں
ہمارا راجہ بے انتہا بد انتظامی کے سبب سے برطرف کر دیے گئے جس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہوا تھا کہ انکے اور
دوسرے رئیسوں کے مابین خانہ جنگیاں ہونے لگی تھیں اور حکومت ایک گونڈل ریجنل ریجنل کے سپرد کر دی گئی۔

اعلیٰ سرداروں سے گھر پر اور انکے گھروں پر جا کر ملاقاتیں کرنے اور ان سے باتیں کرنے میں کئی روز گزر گئے
۱۹۔ کوہڑے دربار کی باری آئی جو رجاڑے جمع ہوئے تھے ان سب میں مرہٹوں کے دو سب سے بڑے
خاندانوں میں سے ایک خاندان کے سردار ہمارا راجہ سندھیافضل تھے۔ انکے بعد ہمارا راجہ جو دھپور و جیپور تھے
جوراجپوتوں کے خاندان میں سب سے قدیم خاندان رکھتے تھے انکے بعد مشہور بیگم جوبال تھیں۔ یہ ایک چٹوٹی سی
مسلمانوں کی ریاست ہے جو مرہٹوں اور راجپوتوں کے درمیان واقع ہے اور کس قدر عمدہ حکومت کے لحاظ سے
اور ہندوستانی ریاستوں کے لیے ایک نمونہ بنتی آئی اور اب بھی ہے۔ معمولی نذرین گزریں اور خلعتا دیے گئے
اور اسی طرح کا معمولی حسد اور اختلاف ایک دوسرے پر سبقت چاہل کرنے کے لیے ان سرداروں کے مابین

آپا مسلمان افغان جنوبی ہند یا سلطان پور کے علاقہ کا جونگ جیسے شمال مغربی سرحد میں ہیں آیا کہ لوگ ملک میں بھی
 مثل اپنے خاص ملک کے اپنے مالکوں کے حق میں خوفناک ہو گئے میرے نزدیک تو یہ بات بیشک نہیں باقی ہے۔
 میں نہیں سمجھتا کہ ان افواج اور قبائل جو اگامان ملک میں وصول کے بعد امدین باغ چمکلی۔ لیکن اس بات پر تو بیشک جھگڑا ہو رہا ہے
 کہ خود اپنی فوج کے خوف سے آپ اپنے ہی ان وسائل سے لاکھ نہ اٹھائیں بلکہ ہزاروں کے فاحان رومی رومی و فرانسسیسی
 بترہمتے رہے اور ملتی الجھتا زمین انکی بیہودی نتیج ہوئی۔ لیکن آپ کے معاملہ میں ایک خاص حصہ ماضی ہے جس کا علاج
 صاف ظاہر ہے یعنی مستند رصیح البیان ہے کہ آپ نے جو اس پر عمل نہیں کیا تو انکی ایک وجہ موجود ہونا چاہیے آپ کو وقت
 اس بات کی ہے کہ آپ کے سپاہی اس طرح کے ہیں جو آپ سے جدا ہو کر آپ کے خلاف ملکی تدابیر کے لیے نہیں بلکہ آپ کے
 مذہب کے خوف سے سازش کریں۔ مدرس کے ایک مشہور دیوبندی باشندہ کے ذریعہ سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے کہ وہاں
 ذات سے وہاں فتور پیدا ہونے کا گمان ہے شمال مغربی سرحد کی جانب سے ترکوں کی شورش کی خبر سننے میں آئی ہے
 جس سے آپ کے مسلمان سپاہیوں کی وفاداری کی نسبت بڑا اندیشہ ہے اور ہلکا فساد کا تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ
 ہندوؤں کے مذہبی خیالات کیا کیا بلائیں نازل کر سکتے ہیں لیکن آپ کی فوج صرف ہندوؤں اور مسلمانوں سے مشا ہے۔
 آیا یہ امر ضروری ہے۔ کیا آپ کو یہی قریب نہیں مل سکتی ہیں بلکہ مذہب یا قرآن مجید سے کوئی واسطہ نمودار نہ مغزول غلامان
 انتقام انگیز پیدا کیا جہاں جو تیرہ سلطان یا اسکے اور اسکے بڑھکروں سے مقامات سے سپاہی ہم نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

آپ کیلئے کہ اس طریقہ کے جاری کر لے میں خراج بہت پڑے گا۔ اگر اس امر پر غور کیا جائے تو شاید جھگڑا اس بارے میں
 کچھ نہ کھڑا پڑے اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ پر پڑیں سپاہیوں کو افغانستان سے جلا وطن کر کے لاسے کی سبب
 ۵۰۰۰ پر پڑیں سپاہی اور فرض کیجیے کہ جنہی تھا ہمارے سپاہیوں کے رکھنے میں جو مشرقی نسل کے ہوں گے انکو
 مسلمانوں یا ہندوؤں سے کچھ واسطہ نہ ہو کہ خراج ہے تو بیشک یہ عمدہ حکمت عملی ہے کہ ہم پر پڑیں سپاہیوں کو نوکر رہنے دیں اور
 ان کے مصارف سے کچھ روپیہ بچا کر غیر قوموں کے سپاہیوں کو بھرتی کر لے جائیں تاکہ وہ سب ایمان سے چلے جائیں۔
 جھگڑا صرف اندیشہ ہے کہ اس جواب کا اندازہ قیاس کے ذریعہ سے نہیں بلکہ تشہ کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے جو بہت
 ملکوں میں زیادہ زور رکھتا ہے۔ اگر تشہ کی پابندی ہمیشہ کے لیے ہو سکے تو اس سے کیا بترہمتے۔ لیکن میں اپنے اس خیال
 چشم پوشی میں کر سکتا ہوں کہ جو فوج اس وقت ہندوستان میں موجود ہے اس میں سے آئندہ بارہ برس کے اندر تین تین ہزار
 سپاہیوں کا وہاں بلایا جائے گا یہ انداز قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے۔ آپ خوب جانتے ہو گئے کہ گوالیار اور جہان پور
 ایسے لوگ ہیں جن میں جو خوشی کے ساتھ ایسے موقع سے بشرطیکہ وہ موقع آئے گا وہ اٹھائینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس
 آپ کے خیالات کیا ہیں۔ آیا آپ کی باطل یہ رائے ہے کہ جو پر پڑیں فوج اس وقت ہندوستان میں موجود ہے وہی
 قائم رکھی جائیگی یا اگر ایسا نہیں ہوتا تو آپ نے اسکے بدلے میں کوئی اور تدبیر سوچی ہے۔

ہم بیشک یہ قصد نہیں رکھتے کہ اعظم جاہ کو اُنکے دیون کی بابت پچاس لاکھ سے کچھ زیادہ دینگے۔ لیکن ہم اُنکے قرضخواہوں سے کسی طرح کی غمخواری نہ کریں گے۔ اُنھوں نے صرف اس وجہ سے روپیہ دیا کہ پرنس ٹورنٹ کے باہر وہ کچھ پاسکین اور اگر یہ خطرہ واقعی واقع ہوا جسکو اُنھوں نے بیشک بحساب شرح سود سے پیدا کیا ہے تو اُن کو اپنی کرنی آپ بھگتا ہوگی۔

میرے نزدیک اُن تمام پیشندار شاہزادوں کے ساتھ اُس طرح کا برتاو کرنا چاہیے جس طرح کا ہرنا وہم لوگ یہاں کے اطفال نادان کے ساتھ کرتے ہیں اور اُنکو ہم نے بالکل قرض لینے کے قابل نہیں سمجھا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص ۱۰۲ بیسیان رکھتا ہو وہ دوسوا سے نادان ہونے کے اور کیا تہہ کر گیا جائیگا۔

آج کی ڈاک کے ذریعہ سے ہم وہ مراسلہ آسام کے قیدیوں کی تازیانہ زنی کے بارے میں آپ کے پس و انداز لکھتے ہیں جس طریقہ سے انگلش رینجمنٹ جنگی مگرانی نہیں ہوتی ہندوستانین کے ساتھ برسلو کی کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں وہ پرنس کا رخاؤن کو حوصلہ دلائے میں ایک ضروری بحث ہے۔

محکو تصور کیجیے اپنا دوست صادق
کرین بازن۔

آغا زوہر بین سرخ جان لارنس شاہ سے اگر کو رعانہ ہو ہے جہان وہ ایک وسیع عظیم الشان و بارہم عقد کرنے کو تھے۔ یہ دربار کو تاریخی امور کے لحاظ سے دربار لاہور سے بہت ہی ادنیٰ درجہ کا تھا لیکن بعض اچھے مصنفوں نے بعض بعض کینیتوان کے اعتبار سے اُسکو زیادہ دلکش تصور کیا ہے۔ سرخ جان لارنس سے بہتر اس بارے میں کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ ملک مشرق میں دھوم دھام ہی اختیار نہ کیا جاتا ہے اور اس واسطے ہر وقت ضرورت کوئی شخص اس بات پر اُن سے بڑھ کر مستعد نہیں ہو کہ اپنی معمولی وضع کو بالائے طاق رکھ کے گوشہ نشینی سادگی اور معمولی ایام زندگی کی تحریری محنت کو مشرقی بادشاہوں کی شان و شوکت اور سطوت سے مبدل کرے۔ اُنکے درباروں کی رونق بیشک اُن باتوں سے اور بھی بڑھ جاتی تھی جو اُنکی معمولی یومیہ عادتوں کے خلاف پیدا ہوتی تھیں۔ دربار اگر وہ اُلّا اس غرض سے منعقد ہوا تھا کہ راجہ تانہ اور رسلکھنڈ کے دماغدار کو کسی زمانہ کے صاحب اختیار جو اُسے جنم سے ۸۴۔۸۵ء میں حسبِ اطلب حاضر ہوئے تھے جمع ہوں لیکن سرخ جان لارنس نے یہ موقع پا کر تارہ ہند کے خطاب دینے کی ایک تقریب بھی اسی دربار میں ادا کی۔ وہ بخوبی تندرست نہیں تھے اور بہت سے لوگ اندیشہ کرتے تھے کہ دو ہفتہ تک جو روز افزوں بازو توپوں کی چھوٹی رہی اور فوجی قواعد کے معائنہ اور ہال اور پارٹیوں میں شریک ہونے اور عام اور خاص ملاقاتیں کرنے کا کام ایسا ہے جسکو اُن کی قوت برداشت نہ کر سکیگی لیکن وہ ہندوستان کے اس آزمائش میں پورے اترے۔

سیلاب سے حفاظت رکھنے کے لیے باندھ وغیرہ تیار نہ ہو گئے ہوں اور ضرور ان کے انتظام کے قاعدہ میں علی العموم اصلاح نہ ہو گئی ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ ہندوستان کے جو دو بڑے دشمن ایک شکالی اور دوسرا قحط ہے ان پر قطعی فتح حاصل کرنے کی تدبیر میں یقینی طور پر بڑی ترقی ہو گئی تھی۔

سرخان لارنس ریلوے کی سرکوں کی فوری اور کئی ترقی کے اس قدر خود ہمت مند نہیں تھے جس قدر وہ اس بات کے خود ہمت تھے کہ آپاشی کے کام کثرت سے جاری ہوں بارکون کی عمارتیں عمدہ طریقہ سے بنائی جائیں اور علی العموم حفظان صحت کی تدبیریں عمل میں لائی جائیں۔ انھوں نے خیال کیا کہ بہت سی مجوزہ ریلین اور زیادہ عرصہ تک ملتوی رہ سکتی ہیں تا آنکہ ان دوسری باتوں کے متعلق زیادہ کارروائی ہو سکے اور خزانہ کی حالت زیادہ اطمینان کے قابل ہو جائے۔ ریلوے کے معاملہ میں اس اصول کی پیروی کرنے کا انکو میلان تھا کہ "ہیڈ کوارٹر آف دی ریلوے" لیکن باوصف یا بلکہ باحث اس متول کے اعلیٰ حکومت کے زمانہ میں ریلوے کی تعمیر کے متعلق بھی وسیع کوشش کی گئی جسکو میں اس کے بعد دیکھنا سکوں گا۔

جدید سیکرٹری نے اس کے ایام ملازمت کی اس اول شناسائی میں بحث کرنے کے لیے ضروری معاملات کا فقدان نہیں تھا۔ بھادلوپور میں چونکہ عرصہ دراز سے بے انتظامی چلی آتی تھی اس واسطے گورنر جنرل جو تمام اشخاص سے بڑھ کر جاری باجگزار ریاستوں کے اندرونی انتظام میں دست اندازی کرنے سے نہایت ہونا ماراض رہتے تھے مزاحمت کرنے کو مجبور ہوئے خزانہ کی موجودہ وقت و دوسرے سال کے لیے انکم ٹیکس یا ٹینٹنس ٹیکس کا تجویز کرنا عیسوی کی گدی نشینی عظیم جاہ کا قرضہ کا ثیاء اور کا انتظام خراج مدرس کی ناراضی فرانسیسیوں کی ہمہ جہاں فسادات غلیج فارس اور جیسا کہ سرخان لارنس کا خیال تھا وہ ان سرکوں میں ٹیکس کی کسی قدر نظامانہ کارروائی میں یہ چند باتیں علاوہ سلسلہ وسط ایشیا و قفقاز سے اور بعض کی خرابیوں کے تعین چینیان چند مہینوں کے عرصہ میں دونوں شخص بکثادہ ولی بحث مباحثہ کرتے رہے۔

میری اس کتاب میں صرف اتنی گنجائش ہے کہ مندرجہ بالا امور سے صرف ایک ام کے متعلق ایک تہی کو محمول کر دوں اور میں ترجیح دیکر لارڈ کرین بازن کی ایک چٹھی کو جو پریٹشن سپاہیوں کے کثرت اغراجات ہند کے بارہ میں ہے محمول کرتا ہوں جس سے کلام کی وہ شغوفی معلوم ہوتی ہے جسکی نسبت جان لارنس اپنی خفا کا نتیجہ بیان کیا کر۔ تھے کہ اس نے میرے لیے کتاب کا کام کیا۔

۲۰ - دسمبر

پیارے سرخان لارنس! - پشاور کے بارہ مہینہ میں جو اختلاف ہوا وہاں ہے جس سے ان خود فوجی اور بحث مکتفی ہے جو فوجی کا فرائض کہہ سکا کہ کرنے سے جیسے میری زیر شاہ راہ کرتی ہے اور وہ ہے کہ پریٹشن سپاہی کی وجہ سے بڑا فوج پڑتا ہے۔

ایک روز فضول خرچی کے حساب سے جدید بارکون کا تخمینہ پیش ہوتا ہے کہ وہ بوجہ اس امر کے بنوائی جائیگی کہ پرائی بارکین
معمولی آب و ہوا کے مقام میں بنی ہیں۔ دوسرے دن انکی مشق کے لیے چٹانیں ٹک کے حملوں کا تخمینہ پیش ہوتا ہے۔
پھر ایک رقم کثیر گیس کی روشنی کے لیے تجویز کی جاتی ہے کہ معمولی تیل سے انکی آنکھوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ پھر ان کے
کھانے میں اصلاح کرنے کی غرض سے چاول تیار کرنے کی کل نکالی جاتی ہے۔ اور پھر کتبہ لاکھوں کی بیبیوں کے لیے
علحدہ ہنگون کے بنانے کی تجویز ہوتی ہے کیونکہ وہ مرغ و مرغیان پالنا پسند کرتی ہیں۔ اب سب باتوں کا علیحدہ علیحدہ
کہان نام ذکر کیا جائے ہم صرف ایک بات کو بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات نامنظور شدہ پیر شراب کے لیے ایک کثیر تعداد
فرد حساب پیش ہوتی ہے کہ بیشتر منہ بھون برڈ انکے لیے عمدہ شراب نہیں تیار کرتی ہیں۔ ہوتے ہوتے آسین بڑا خرچ ہوتا ہے
اور اس خرچ کی کسی طرح کم ہونے کی علامت نہیں پائی جاتی چونکہ انگلستان میں فوج کے بھرتی کرنے کی بڑی دقت ہوتی ہے
اسوجہ سے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس فوج کے صیفہ میں دلچسپی کی باتیں زیادہ پیدا کی جائیں بشرطیکہ ہم
موجودہ حساب سے بھی اپنی تعداد قائم رکھنا چاہتے ہوں۔ آسین شک نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہمارے یہاں کی ضرورت
استقرار بڑھ جائیگی کہ ہم ۵۰۰۰ برٹش سپاہی کسی حالت میں آپ کے پاس نہ رکھ سکیں گے۔ پس خود بخود دل میں یہ خیال
پیدا ہوتا ہے کہ آیا کسی حد تک انکی جگہ اور لوگوں کا مقرر کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

میں نے اس بحث کو بلاتامل جو بیان لکھا ہے تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے بخوبی تمام استقامت حالات دیکھے ہیں جسے
قرار واقعی محکم معلوم ہو گیا ہے کہ تمام بڑے بڑے حکام ہندوستان میں برٹش فوج کا کثرت سے رہنا اسقدر ضروری سمجھتے ہیں
اُسکو وہاں ضرور ایسے رہنا لازم ہے کہ ویسی فوج جو کثرت سے موجود ہے وہ بلو نہ کرنے پائے۔ اور اگرچہ بیشتر ملکوں کی طرح
بعض اشخاص کی رائے ہے کہ یہ ضرورت ویسی فوج کی تعداد گھٹا کر بہت کم کی جاسکتی ہے لیکن میری رائے نہیں ہے۔
اور آپ نے جو تھوڑی بہت عبارت اس بارے میں لکھی ہے اس سے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رائے بھی یہ نہیں ہے۔
اگرچہ اس قسم کی رائے صرف فوجی اشخاص کے ذریعہ سے آئی ہو تو میں قطعی طور پر اُسکو وقوع نہیں سمجھتا کیونکہ انکا شریعت پیشہ بھی
اس مسئلہ کی طرف رجحان کرنے سے بڑی نہیں ہے کہ گورے چمڑے سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ اکثر اشخاص سے
زیادہ موقع نیک و بد کے تمیز کرنے کا رکھتے ہیں اور آپ کے بارے میں پیشہ کے اعتبار سے کسی جنبہ داری کا گمان نہیں ہو سکتا
اس واسطے میں ماننے لیتا ہوں کہ آپ ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد کم نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اسوجہ سے برٹش گھیلانوں کو
گھٹا سکتے ہیں۔ لیکن آیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ویسی سپاہ ایسے لوگوں سے بھرتی کی جائے جنہیں آتشگیر مادہ کم پایا جاتا ہو۔

جہاں تک میں دیکھ بھال سکتا ہوں ہم لوگ ہندوستان میں خود مختار سلطنتوں کے اس معمولی موروثی اصول کی
پابندی نہیں پاتے ہیں کہ سپاہی جس قدر دور و دراز ملک کے مین انھیں کو بھرتی کرنا چاہیے مشکلات ذات اور مصارف
باربرداری اسکی حلد آمد میں مانع ہونگے۔ کیا آپ کے نزدیک اسقدر بڑا واس بات کا ہوتا ہے جہاں تک ممکن ہے۔

مدم۔ ماہ گذشتہ کی ڈاک پر نوڈنپ کے جانبارات آئے ان سے جگہ معلوم ہوا کہ آپاشی کے کاموں کے متعلق میرے غلط کچھ کاغذات تیار ہو رہے ہیں میں کسی طرح سے اپنے کو اس بارے میں مورد الزام نہیں سمجھتا ہوں جس روز سے میں نے بحیثیت گورنر جنرل ہندوستان میں قدم رکھا سرکاری اور نیم سرکاری طور پر ایسے کاموں کے متعلق جو کچھ مجھے ہو سکتا تھا وہ سب کیا۔ میری حکمت عملی مختصر یہ رہی کہ سرکار کو ایسے کام اپنے ماتہ میں لینا چاہیے کیونکہ یہ امر انتظامی اور مالی دونوں امور کی وجہ سے ضرور ہے۔ لیکن جس حالت میں ایسا ہو سکتا ہو یا ایسا کرنے کو مجی نہ چاہتا ہوں تو میں ان کاموں کو مسلطاً چھوڑ دینے کی نسبت پرنسپل کمپنیوں کے ذریعہ سے آسکے ابرا کو بہتر سمجھتا ہوں۔ میں اس واسے سے اتفاق نہیں کرتا ہوں کہ پرنسپل کمپنیاں مانج کر آپاشی کے کاموں میں مقرر ہوں میں ایسا کرنے کی کوئی مقول یا جائز وجہ نہیں دیکھتا سلطنت ہندوستان کمپنیوں کی نسبت اس کام کو عمدہ اور ارزاں طریقہ سے انجام کر سکتی ہے اور آسکا نفع اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔۔۔۔۔

مجھ کو ہندوستان میں انگلش اشخاص کے کاروبار جاری ہونے پر ذرا بھی حسد نہیں ہے بلکہ غلاف اسکے میں اس سے ہمدردی کرتا ہوں اور اس سے جگہ ذوق ہے اور جس مقام پر ایمانداری سے میں مدد کر سکا وہاں میں نے مدد دی اور جب ایسا موقع دیکھو گا تو مدد کر دوں گا۔ لیکن جس وقت میں دیکھتا ہوں کہ کوئی کارزداری سے رہا یا پر ظلم ہوتا ہے یا سرکار کا انتظام ہوتا ہے تو میں اسکی مخالفت کرتا ہوں خزانہ کے متعلق جب قدرت ہماری عقل کام دے سکتی ہے ہم ہوشیار رہتے ہیں اور ہر ایک کے پس میں جب کسی طرح کی ترقی ہوگی تو زیادہ ناراضی پیلیگی۔ پس کیا یہ ایک قسم کی پرنسپل خود کشی نہیں ہے کہ ہم اپنے پانوں کے نیچے سے ایک بہت بھاری ویسل یعنی آپاشی کے کاموں کو ٹھل جانے دیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسطرح اس میں بیش قیمت پچائش بلکہ سو فیصدی ٹمک نفع ہوگا۔ اسکو میں یقین نہیں کرتا لیکن جو کچھ حاصل ہو سرکار کو حاصل ہونا چاہیے اور جب سرکار کو اس سے نفع حاصل ہوگا تو مزید ٹمک نہ لگایا جائیگا جس وقت موجود ہے اس میں تخفیف ہوگی میرے نزدیک لیکن کام ہونا ہندوستان میں غیر سلطنت کے قائل ہونے کا کالہی علاج ہے۔

لارڈ ڈیرین ہارن کو سر جان لارنس نے فوراً دریافت کر لیا کہ وہ ایک ایسے افسر ہیں جو آپاشی کے ضروری ہونے کے خیالات سے قرارداد میں انکی غمخواری کریں گے۔ اپنی ایک ابتدائی سنجی میں جو تجربہ آپاشی سون کے بارے میں تھی لارڈ ڈیرین ہارن نے قریب قریب وہی الفاظ استعمال کیے تھے جنکو سر جان لارنس نے سر جانرٹن وڈکی چٹھویں میں بکرات و مرآت استعمال کیا تھا۔

سکرٹری کل پکٹنس اور گورنر رینڈال کے مابین انگریزوں کے متعلق جو جگہ سے پیدا ہوا ہے میں ہم انکی نسبت کوئی واسے غماہ کرنے کا قصد نہیں کرتے بلکہ ہم صرف اس بات پر تپا ہے اصرار کرتے ہیں کہ جس طریقہ سے آپ انسب جانتے ہوں آپاشی کے کام جاری کر دیے صرف اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مزید تاخیر ہونے پائے۔ ناقص یا ادنیٰ درجہ کی تدبیر اس سے بہتر ہے کہ اور پانچ یا دس سال اس اختلاف کے طے کرنے میں گزار دیے جائیں کہ سب سے بہتر کون سی تدبیر ہے۔

بستر ہے لیکن جب ہمارے بیرون اخراجات برابر ایک ناگزیر طور پر بڑھتے جاتے ہیں تو تخفیف کی کہیں معقول وجہ سے امید نہیں اور اُدھر کم سے کم پانچ برس کے اندر بار کون کے اخراجات کی تدبیر کرنا ہے تو مجھ کو معلوم نہیں ہوتا کہ ذراعت کے لیے قائل نہج سیکلی۔ سوائے قرض کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اگر بلانچ پرنس کی ابتدائی کارروائیوں میں ہو گئیں تو مجھ کو اس میں کچھ مداخلت نہرنگ کے اخراجات کمان تک ادا ہونگے۔

انگلستان کے تجارت پیشہ اشخاص نے بڑے اصرار کے ساتھ لارڈ وکٹرین ہارن کے آگے ایک یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک بڑی سرک ریلوں سے براہ براہ مغربی چین تک تیار کی جائے اس پر ستر جان لارنس نے ایسے خیالات کے اظہار کا موقع مل گیا جن سے امید نہیں تھی کہ وہ غافل رہتے۔ ملکی مصاصتوں زمین کی قدرتی کمزوری اور کفایت شعاری کے قاعدوں ہر ایک بنیاد سے وہ ایسی سرک نکالنے کے خلاف ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

اس میں شک نہیں کہ ہماری حکمت عملی یہ ہے کہ اپنے ذرائع اور وسائل اصل پر پیش ہند ہی میں جمع رکھیں اور فی الحال بیرونی صورت کو اسی طرح بٹا رہے ہیں اور وہ البتہ بہت برسوں تک یوہین پڑے رہینگے۔ جو بائیں انٹرنیٹ کو فریڈین یعنی ملک کی آمد و رفت جاری اور ہر ایک امر کو ایک یقینی اور مستحکم بنیاد پر قائم کرنا ان کی تکمیل کے لیے ابھی ایک پشت یا اس سے زیادہ عرصہ باقی ہے۔ اس قسم کی کسی تجویز میں جیسی فی الحال پیش ہے ہمارا رویہ اور سامان بے حساب برباد ہوتا ہے اور جو وسائل اس میں برباد ہونگے ان سے اور امور کے متعلق بہتر کام نکالے جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔

ہر ایک سمت ان میں شائین بحال بحال کرانے فائدہ حاصل کیا جائے جس وقت تک یہ کام نہیں ہوتا اس وقت تک اور لینڈ کے نکلنے کی شدت ضرورت ہونے میں ہلکے شہد ہے۔ بعض بہت ضروری لینڈیں اب بھی شروع ہونے کو باقی ہیں لیکن مجھ کو اکثر وہ زمین فائدہ ہونے کی امید مشکوک ہے اور اس وقت خزانہ کی جو دو تین ہلکے پیش ہیں ان کی موجودگی میں میرے نزدیک ان کا موقوف رکھنا ہی مناسب ہے۔ کچھ دنوں تک بہتری اسی میں ہے کہ چلین بن رہی ہیں ان کی تکمیل ہو۔

جدید لینڈ کے بننے سے مجھ کو زیادہ ضروریہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے اکثر حصہ میں عوام اور ان اضلاع میں مان خشکالی پڑا کرتی ہے خصوصاً آبپاشی کے کام جاری کیے جائیں ہندوستان میں معمولی وقت پر بارش نہ ہونے سے پڑا شائی نقصان جان اور مخلصی واقع ہوتی ہے ان لوگوں کے خیال میں نہیں آسکتی ہے جو قحط کے ایام میں ہندوستان میں رہ رہے ہیں۔ پھر عہدہ طو سے خیال کرنے کے بعد آبپاشی کے کام اگر عہدہ طور پر چل میں لائے جائیں گے تو یقین ہے کہ جو زمین میں لگایا جائے اس میں فائدہ ہو۔ اس واسطے جان تک روپیہ ملے وہاں تک اس حصہ کے کاموں کے جاری کرنے میں ماطرت سے کوئی تھرت نہیں ہو سکتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے کفایت سے اس کے انتظام اور انصافانہ طور پر اس کی نگرانی میں جانب سے تساہلی نہوگی۔۔۔ بطور قاعدہ لکھیہ نہروں سے آمدنی نہ بڑھائی مگر سلطنت کی پیداوار میں ترقی ہوگی۔ اور عوام

خوشحال ہو جائیگی۔ بالینہ میں جب سے گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا ہوں اسوقت سے یہ معاملات معرض تعویق میں پڑے ہیں۔ میں نے اپنے ہونچنے کے ساتھ ہی انکی جانب توجہ کی اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا اُنکے قطعی فیصلہ ہو جانے پر اصرار کیا لیکن تین برس بیشتر جو کیفیت تھی اس میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی۔

تاخیر خاص کر اسوجہ سے ہوئی کہ قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا کہ اس کام کے لیے کب اور کس مقام پر ضروری سرمایہ قرض لینا چاہیے۔ ہم لوگوں نے جو ہندوستان میں ہیں تجویز کیا تھا کہ یہ روپیہ انگلستان میں قرض لیا جائے کیونکہ ہم نے دیکھا تھا کہ ہندوستان کی نسبت وہاں کم سود پر روپیہ ملیگا لارڈ ڈیسلنی فائرس اس تجویز کے بالکل خلاف تھے اور اسوقت بھی ہیں۔ لیکن اگر یہ نہوئے والا ہو تو سرکاری طور پر یہ معاملہ کیوں فیصل نہیں ہوتا کہ ہکوالیہ کاموں کے لیے ہندوستان میں قرض لینا چاہیے۔ ہم ایسا کر سکتے ہیں صرف اسقدر اختلاف باقی ہے کہ انگلستان کی نسبت یہاں ہم کو کچھ زیادہ دینا پڑیگا۔

نہروں کے کام میں اب تک جو جھگڑا زیادہ صرف اس بات کا تھا کہ آیا انکو سرکاری یا عوام الناس کے روپیہ سے تعمیر کرایا جائے۔ میری قوی رائے یہ ہے کہ سرکاری روپیہ سے تعمیر ہو۔ لیکن میں امر آخر کو اس امر کی نسبت کہ اب اور نہرین مطلقاً نہ بنائی جائیں زیادہ خوشی سے قبول کرونگا۔

ہندوستان میں پرنیوٹ کمپنیوں کی ترقی ہونے کی بابت جو بڑے بڑے سرمایہ سے قائم ہوتی ہیں اور جن میں انگلستان کے دی اختیار اشخاص شریک ہوتے ہیں یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ ان کمپنیوں کے انجمن اور افسر بڑی قوی خواہش اس بات کی رکھتے ہیں کہ کوئل گورنمنٹ کو چھوڑ کر اپنے ٹورڈو انگلستان میں قائم کریں۔ اور اسطور پر دی اختیار کارپوریشن قائم ہوتی باقی ہیں جنہر حکومت رکھنا اس گورنمنٹ کے لیے دشوار ہے۔ جب تک گورنمنٹ ہندوستان کے انجمنوں سے سروکار رکھتی ہے اسوقت تک تمام معاملہ عدگی سے انجام ہوتا جاتا ہے لیکن جسوقت ہکو انپر قابو چل کر نے یاروکنے کی خواہش ہوتی ہے تو اسوقت کی صورت اور سے اور ہوجاتی ہے یہ بات اس وقت بڑی صفائی سے ظاہر ہوتی ہے جب ہم خرچ میں تخفیف کرنا صحیح حساب اور کارآمد حساب کا محفوظ رکھنا اور اس بارڈر کی ذمہ داری کرنا کہ ریل کے سفر میں ہندوستانی اشخاص کے ساتھ عمدہ برتاو کیا جائے یا اسطرح کی اور باتیں چلائیں۔ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت ایسے ایسے خیالات کی بابت گورنمنٹ انگلستان سے اصرار کیا گیا ہو اسوقت بھی بعض اشخاص سر جان لارنس کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ زراعت کی ضرورتوں کے بخوبی معرّف نہیں تھے۔ ۵۔ نومبر کو رپورٹ مذکور پر انھوں نے مندرجہ ذیل حالات لکھے اور ایک اور قول جو اُنکے بارے میں مشہور ہوا تھا اور اس زمانہ کے بعد کئی مرتبہ سنا گیا کہ وہ انگلش کارخانوں کے ہندوستان میں جاری ہونے کے علی العموم خلاف تھے ضمناً اُسکا صدق و کذب بھی اُن حالات سے روشن ہو جائیگا۔

اور اصرا کرتے آئے تھے وہ جدید سیکرٹری آف انٹیلیجنٹ کی کوشش اور مستعدی سے بہت جلد فیصلہ جو پچھ برس سے اسی طرح دل ہی دل میں آؤٹ رہے تھے اور اب اس قدر بڑھ گئے تھے جن سے اندازہ عوام کو کوئی خطہ نہ پہونچے۔ دوسرے ہندوستان میں آپاشی کے کاموں کو مدحت دینے کا سلسلہ تھا۔ اس مقام پر اس بات کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہر ہر فسر کو کن کن باتوں کی شکایہ اور انکا علاج کیا کیا گیا۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ جو انصافی اور افتخار (شاید ناگزیر طور پر) دونوں فوجی مشمول سے پیدا ہوا تھا اور جسکی وجہ سے دو شاہی کشش متفرج ہوئے تھے انکی بہت کچھ علاج اُس بہادرانہ اور فیاضانہ کردیا گیا جو لازماً کرین بازن کے مقرر ہونے سے ایک مہینہ کے اندر درجہ تکمیل کو پہونچائی گئی تھی اور اُس سے چند اختلافات کے اور سب اختلافات فرو ہو گئے۔

ترقی آپاشی کا سلسلہ اس سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ سر جان لارنس جیسا کہ انھوں نے اپنی یادداشت مفصلہ رپورٹ قطار میں بیان کیا ہے گزشتہ تین برس سے خود ہی گرجوشی کے ساتھ آپاشی کی ترقی میں کوشش کرتے آئے تھے۔ ستر آئزنگ کاٹن نے جنھوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس کام کی ترقی میں اپنے بہت دنوں پیشتر بیان کیا تھا کہ ہندوستان کے لیے پانی سونے کے برابر بلکہ اُس سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ زندگی اُس پر منحصر ہے لیکن ایک وقت کے بعد دوسری وقت پیدا ہوتی چلی گئی اور حکام ہند کی اس امر میں غلطی نہ تھی کہ وہ ایک قطعی تجویز نہ ہو مگر گورنمنٹ کے نگاہوں کے مطابق تیار کرتے۔ ایک اختلاف اس امر میں تھا کہ آیا آپاشی کا کام صرف تنہا گورنمنٹ جاری کرے یا محض عوام الناس کے ذریعہ یا دونوں کے مشمول سے جاری ہو دوسرا اختلاف یہ تھا کہ زراعت ایسے پیداوار کے کام میں قرضہ لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اسکو انجمن میں لینا چاہیے یا ہندوستان میں۔ تیسری بحث یہ تھی کہ آیا ریلوے کو ترقی دینا ضرور ہے یا نہروں کا ترقی دینا ضرور ہے۔ اور اب چیلون اور کوون یعنی بنگال اور مدراس کے انجینئروں میں ایک گھسان کی لڑائی جو رہی تھی کہ دونوں میں سے کس کا طریقہ عمدہ ہے۔ سر جان لارنس نے خیالات انھیں سے اکثر مسائل کے متعلق کبھی مشکوک نہیں رہے۔ بلکہ انکے تمام خطوط میں جو حکام ولایت کے نام روانہ ہوئے اسی بات کا زور دیا گیا کہ جو طریقہ آپ کو سب سے بہتر معلوم ہو وہی تجویز کیجیے جو جنگ آپاشی اور کارہے اور وہ بہت جلد و کارہے ہے۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو انھوں نے سر جان لارنس کو وٹکے نامہ بھی لکھی تھی۔ میں نے ہندوستان میں آپاشی کے کاموں کے اجراء کی بابت کئی مرتبہ آپ کو خطیں لکھیں جس پر راج کل کوگون کا خیال زور شور سے راج ہے۔ مگر ذیل سے امید ہے کہ آپ اس معاملہ میں کوئی قطعی رائے سامنے لائے گا اور ہر ایک کے مطابق عمل کرنے کی

اجازت دینگے جب تک یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائیگا اسوقت تک عوام الناس ہم پر اعتماد نہ کریں گے، مادہ و برین آپاشی جواکاس پڑاؤ میں اس امر کا ہے کہ ہماری آمدنی بڑھے اور ملک کے لوگوں پر کچھ بار نہوا اور جو فصل بعض اوقات خشک سالی سے برباد جاتی ہے، ہنگی، لگاؤ کی خود بخود وصول ہو جایا کرے اسکی نسبت بھی لا پڑاؤ کی متصور ہے۔

ہر ایک وجہ سے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ بہترین طریقہ ساخت کے لیے یہ سب کرائے کے وسائل سے یہ کام ہماری ہو۔ سین رچایا اور سرکار دونوں کا فائدہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے انجینئر لوگ بہت کچھ روپیہ صرف کرتے ہیں لیکن انہیں یقین کرنا ہوں کہ پاک کپنیوں سے دو زیادہ کفایت شعاری کے ساتھ کام انجام کرتے ہیں۔ اگر ہم تمام فوجی عمارات سڑکوں اور دوسرے ضروری (اگرچہ پیادہ اور کے) کاموں کے لیے اپنی آمدنی سے خرچ دیتے ہیں تو ہم زراعت کے کاموں کے لیے بھی روپیہ دے سکتے ہیں ۱۰۰۔ اگر آپ اس رائے سے اتفاق نہ کر سکیں تو پرنسپل کپنیوں کو مختلف کاموں کی اجازت دیجیے اور ہر ایک صورت میں ان کے کاموں کی ایک حد مقرر کر دیجیے اور کسی بیجا حساب سے اختیار نہ دیجیے اور ہمارے امکان میں جتنی کفایت کے ساتھ معاہدہ کا عمل میں لانا ممکن ہو اسی طرح کیجیے۔ ایسی کپنیوں کے ذریعہ سے ہکو بڑی تحفیت اور دقت ہو چکی اور ایسی بہت سی چیزیں ہمارے ہاتھ سے جاتی رہیں گی جو ہکو اپنے قابو میں رکھنا لازم ہیں۔ لیکن یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نہ تو ہم خود کچھ کریں اور نہ دوسرے کو کچھ کرنے دیں۔

سفر چارلس ہوڈ آپاشی کی ضرورت کو بخوبی تمام سمجھتے تھے لیکن انھوں نے دیکھا کہ اس کا رروائی میں وقتیں بڑی بڑی وقف ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ جس حیثیت میں وہ تھے اس کے مطابق ایسے بھاری کام کے جاری کرنے کے قبل جانچ پرتال کی بڑی ضرورت تھی چنانچہ انھوں نے پہلے اسی کا تقاضا کیا۔ بت سوانح ۱۶۔ دسمبر انھوں نے لکھا کہ۔

اب سوائے اس کے اور کچھ ہکو سنائی نہیں دیتا ہے کہ ہکو لاکھوں روپیہ دیجیے اور ہم جس طرح چاہیں گے اس کو صرف کر ڈالینگے۔ ہکو جان تک اس کے اخراجات کے طریقہ سے اب تک آگاہی ہوئی ہے اس سے کہیں زیادہ آگاہ ہونا لازم ہے اور جب تک وہ آگاہی حاصل نہو لگی میں اس قدر رقم کے قرض لینے کی بابت تجویز نہ کرونگا۔ یاد رکھیے کہ آپ اپنے قرضہ کا سود نہیں گننا سکتے ہیں۔ آپ اپنے فوجی اخراجات کو کم کر سکتے ہیں یا بمثلہ آمدنی تک اخراجات تعمیرات سرکاری میں تخفیف کر کے اس کام کے لیے روپیہ نکال سکتے ہیں لیکن اگر آپ ۵۰۰۰۰۰ پونڈ پانچ فیصدی سود کے حساب سے قرض لینگے تو خزانہ ہند پر ۵۰۰۰۰ پونڈ کا دوامی بار پڑ جائیگا جکواسیے نقدے اور تکررے دیکھائیے جنہر اعتماد کیا جاسکتا ہو اور میں قرض لینے پر اسوقت موجود ہو جاؤنگا لیکن ہکو اس بات سے بھی اطمینان ہونا چاہیے کہ اس قرضہ کی بنیاد کیا ہے (سفر پرنسپل نے تجویز کیا ہے کہ قرضہ کی بنیاد پر یہ کارروائی عمل میں لائی جائے اور یہ خیال کے پائونڈ کمرے کرنا ہیں۔

میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے لیے آپاشی کا کام کپنیوں پر چھوڑ دینے کے بدلے خود اپنے ہاتھ میں لانا

بارمران باب ششم

اول ستر جان گینٹیل جو بحیثیت پرنسپل گینٹیل کالج لندن تھا اُن حالات سے جو واقع ہوئے تھے نسبت اور اثر اور اس کے بعد گینٹیل گورنر بنگال رہے ہیں دوسرے لارڈ نارفورڈ جو ستر جان لائسنس کے بعد اس قدر جس کو وہ خط کا انسداد مسطور پر کر دیتے تھے کہ ایک جان بھی ضائع نہیں ہونے پاتی تھی) اپنے پیشتر کے دائرے کی نسبت جس کو کم کامیابی حاصل ہوئی تھی زیادہ سختی سے اسے دے سکتے تھے۔ تیسرے ستر جان فرڈنارڈ گونٹیل سلیم المزاج اور انصاف پسند سکرٹری آف انٹینٹ جنکو رپورٹ خط کی تشریح کا غناک کام کرنا پڑا تھا اور جو لوگ تعریف یا مذمت کے مستحق تھے ان کی تعریف یا مذمت کرنا پڑی تھی۔

میں نے ستر جان گینٹیل سے استفسار کیا کہ آیا اتنے عرصہ دراز کے بعد معاملات پر نظر کر کے وہ خیال کر سکتے ہیں کہ خط لائسنس کی بابت کسی نوع سے ستر جان لائسنس مورد الزام ہو سکتے تھے اور یہ ان کا جواب ہے۔
 اطمینان دیتے رہے کہ خوف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اور یہ بنگال کے ذمہ دار گینٹیل گورنر تھے۔ ان کی غلطی صرف ہتھ دھری یہ بات بالکل بعید تھی کہ بلا ضرورت فوری نوٹ لگوانے کو گینٹیل پر کسی کو ترجیح دیتے۔
 میں نے لارڈ نارفورڈ سے بھی یہی سوال کیا اور ان کا جواب بھی اس طور کا ہے کہ ان کے نزدیک ستر جان لائسنس کسی طرح سے اس معاملہ میں مورد الزام نہیں ہیں انھوں نے جواب دیا کہ۔
 اگر میں لائسنس کی حیثیت میں ہوتا تو میں ٹیکس جی کرتا جو انھوں نے کیا ہے اور میں اُسے اچھا کر سکتا تھا اور کسی وجہ سے کہ مجھ کو اچھا تجربہ حاصل تھا جس سے میں فائدہ حاصل کرتا۔

بالآخر ستر جان لائسنس کے نام کی ایک رپورٹ چھٹی میں جو سب کاروبار کے بعد روانہ ہوئی رٹش فرڈنارڈ گونٹیل حسب صراحت ذیل لکھتے ہیں اور میں نہیں خیال کرتا کہ ایسے بہت لوگ ہونگے جو یہ اتفاق نہ کریں گے۔

رپورٹ لائسنس کے بارے میں میں نے اپنا مراسلہ پہلے ہفتہ کی ڈاک کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور میں شک نہیں کہ ہفتہ کی ڈاک کے ذریعہ سے اس بحث کی رپورٹ بھی آپ کے پاس پہنچ جائیگی جو کل شب کو پوسٹ آف کانٹن میں ہی یہ ایک دلچسپ بحث تھی جس کا رخ برسہ ذمہ میں پرنسپل گینٹیل کے خلاف تھا آپ کی ذات خاص سے علی العموم اس میں بڑی ہمدردی ہوئی اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس بات کے بیان کرنے کی جگہ اجازت دینگے کہ جو کاغذات

میرے سامنے موجود تھے غور سے اُن سب کو پڑھنے کے بعد میرے دل میں یہ خیال مرکوز ہوتا ہے کہ ہندوستان اور
انگلستان بھر میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس غناک بلامین یوزر کسر لٹنہی سے بڑھ کر ہماری کل ہندوئی کا ستھی ہو سکے۔
بیشک یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ ایسی بلا اُس سرزمین پر واقع ہو جو آپ ایسے مشہور خلائق دوست کی تحت حکومت رہی ہو۔
لیکن اس بات کا خیال کر کے میں اپنا کچھ اطمینان کر لینے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب مفید کاموں کے متعلق جو کوششیں کی جائیگی
انہیں ہم لوگوں کو آپ کے مشورہ اور مدد سے فائدہ اٹھانا بہت ضرور ہے۔

میں نے اس امر کے اہتمام میں کہ اُٹریہ کا کل غناک قصہ سلسلہ واریان کیا جائے کہی قدر
تواریخی سیاق تحریر واقعات سے انحراف کیا ہے اور اب میں پھر اُس مطلب پر آتا ہوں جسکو میں نے دریا میں
چھوڑ دیا تھا یعنی یہ کہ سر جارجنس وڈ نے انڈیا آفس سے فروری ۱۸۵۷ء میں کنارہ کشی کی تھی یہاں تک میں نے
بیان کیا تھا۔ اب اُنکے بعد لارڈ وڈی گرے ایسے قلیل زمانہ تک رہے کہ حالات دریافت کرنے اور ضروری امور
موجودہ وقت کی نسبت اپنے خیالات پختہ کرنے کے سوا اور کسی بات کا اُنکو وقت نہیں ملا معاملات خارجہ کے متعلق
سر جان لارنس کی حکمت عملی سے اُنکو بالکل ہندوئی تھی جیسا کہ گورنر جنرل کے نام کی ایک چٹھی میں امرتہ کور کو
انہوں نے بیان بھی کر دیا تھا اور شملہ کو ہر سال جانے کے بارے میں سر جان لارنس نے جو صاف صاف
اُنکو لکھا تھا کہ اگر سرکاری امور کے لحاظ سے یہ دستور ضروری نہ خیال کیا جائیگا تو وہ اپنے عہدہ سے کنارہ کش ہو جائیگا
اُسکے متعلق اُنکی وہی راے ہوئی جو اُنکے پیشتر سر جارجنس وڈ اور اُنکے بعد لارڈ کریٹن ہارن اور سر نائٹ فرڈنرڈ کوٹ
کی راے ہوئی تھی یعنی یہ کہ اس میں ہر ایک شخص ذمی تعلق کا فائدہ متصور ہے کہ شملہ کا جانا جاری رکھا جائے
انہوں نے لکھا کہ اگر آپ کنارہ کش ہونگے تو میں ہندوستان کے لیے اسکو ایک بڑی مصیبت سمجھتا ہوں
اور اُس سے زیادہ مصیبت اپنے لیے سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس عہدہ پر ابھی نیا نیا مقرر ہوا ہوں اور آپ کے تجربہ
اور تجویز سے مدد لینے کی محکوم بہت ضرورت ہے۔“

لارڈ وڈی گرے کی جگہ جولائی کے مہینہ میں لارڈ کریٹن ہارن مقرر ہوئے اُس وقت ہندوستان
اُنکے نزدیک قریب قریب ایک لامعلوم ملک تھا اور نہ بذات خاص وہاں کے خاص خاص فرمانروایوں سے
اُنکو واقفیت تھی۔ لیکن پہلی چٹھی میں انہوں نے سر جان لارنس سے اس کشادہ دلی اور آزادی سے
خط کتابت کرنے کی استعا کی جیسے دونوں کے درمیان سابق کی بڑی گامی ملاقات تھی۔ اس بات کا بیان کرنا
کچھ ضرور نہیں ہے کہ لارنس نے یہی کیا اور جو نوشتہ و خواندہ دونوں کے درمیان ہوئی وہ ایسی لطیف پر زور
اور برجستہ تھی کہ میرے پاس اور جو چھپان رکھی ہیں انہیں بعض بعض اگر ہو گئی تو ایسی ہی ہو گئی۔ حکمت عملی خارجہ
متعلق جیسا کہ میں آگے چکر ثابت کر دینا گئی اتفاق تھا اور سر جان لارنس کو اس امر کے معلوم ہونے سے بھی اطمینان

ص ۹۰

بارہ ماہ باب شصت و نواست

ایک اور چچی میں جسکو بارسخ دیا۔ دوسری چکیشن کی رپورٹ آنے کے قبل انھوں نے لارڈ کرین باؤڈ
لکھا تھا چند ذاتی حالات درج ہیں اور کچھ بھلی چچی کی طرح بیشک پینڈن کے معاملہ میں اس میں بھی زیادہ کثادہ
ظاہر کی گئی ہے۔

ہمکو پچھلے سال کی فصل مثلث ہونے کا حال نومبر اور دسمبر کے مہینہ میں معلوم ہوا۔ ہم نے سنا تھا کہ ایک بڑے قوط
اندیشہ کیا جاتا ہے۔ میں نے نقشہ گورنرسے تاکید کی کہ غلط ہو پھانے کے بارے میں فوری تدبیریں عمل میں لائی جائیں۔ یہ
انھوں نے ٹوکلن خبروں پر وثوق کر کے اس کا ردوائی پر اعتراض کیا اور ٹوکلن کی رائے علی العموم انکے موافق تھی۔ میں
شاید اسکو مسترد کر کے فوری کا ردوائی عمل میں لانے کی بابت اصرار کرتا اور میں خود اپنے کو حکم ٹھہرا تا چون کہ میں نے ایسا
کیوں نہ کیا۔ لیکن تمام ٹوکلن مراتب سلسلہ اور ٹوکلن خبریں اور ٹوکلن حکام میرے خلاف تھے اور میں نے اس بات کا خیال کر کے
کہ اگر معاملات میں کچھ اور خرابی واقع ہوئی تو ہکو ضروری امور کے انجام کرنے کا ادبی موقع ملے گا میں نے اس معاملہ کو
نقشہ گورنرس پر چھوڑ دیا۔ اس مصیبت کی سختی کا حال ایک ایک معلوم ہوا اور اسوجہ سے مدد کے پونچانے میں دقت ظاہر ہوئی۔
فصل کے مثلث ہونے کے بعد سیلاب آنے لگے اور بد نصیب باشندوں کی مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ جب نقشہ گورنرس نے
دیکھا کہ زیادہ مدد دیکر اسے توجہ کچھ انکے امتیاز میں تھا اسکو انھوں نے کیا لیکن کا ردوائی کرنے کا وقت بہت کچھ گزر چکا تھا۔
سٹراٹفورد تارخہ کوٹ جو لارڈ کرین باؤڈ کی جگہ مقرر ہوئے تھے انکے نام کی ایک چچی کا خلاصہ یہ
درج کیا جاتا ہے۔

۲۲۔ اپریل ۱۸۵۷ء۔

رپورٹ گورنر ان قوط آؤریس مع تمام کاغذات متعلقہ کے اس ڈاک پر جو اب جانے والی ہے روانہ ہوتی ہے۔
گورنر مثلث ہند کے مراسلہ کے علاوہ میں نے ایک اپنی تحریری رواد کی ہے یہ ایک افسوسناک بات ہوئی۔ اس میں شک نہیں
میں نے ان میں کیا کہ وہ وہاں غلہ روانہ کرین میں اس امر کی جو خواہش کرتا تھا قوط میں نظر حفظ مقدم کرتا تھا۔ لیکن میری ٹوکلن
سے خلاف تھی اور میرے لیے اسطرح کے مراتب سلسلہ میں موجود تھے جن سے انکے معاملہ کو مسترد کرنا میرے لیے جائز ہو سکتا۔
نہیں میں معلوم ہوتا کہ اس قسم کے امر میں حکام بالادست کی کیا رائے ہوگی۔
اور یہ بیان ایک مرتبہ اور ہم عام انتظام شگالہ کا حال بیان کرتے ہیں جو علاوہ قطعات جان لارڈ کرین اور امور قوط
قدردوامی طور کا ایک لطف رکھتا ہے۔

۱۸ جون۔

بنگال بہار اور آڑیسہ (یعنی نقشہ گورنری بنگالہ) کے انتظام نے سپریم کورٹ کے سایہ میں ترقی کی ہے لہذا انہیں زیادہ تر قانون ہے اور کچھ بھی نہیں ہے ہر ایک صاحب جائیداد منتظمان ملک کی نسبت اس عدالت سے اپنی زیادہ حفاظت کا نظر رہا اور منتظمان ملک سے ہر شخص نے قومی انتظام کی نسبت قانون سے اپنا کام حتی الامکان بخوبی تمام انجام کرنے کے لیے زیادہ حفاظت چاہی۔ چنانچہ نتیجہ یہ ظور میں آیا کہ معمولی طریقہ ہی رہا کہ رعایا اپنے مال پر پھوڑ دی جائے اور معاملات خود جسطور چاہیں انجام پائیں اصلی سوشل حالت میں جو خرابیاں انہیں واقع ہوئیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مالگاری کا دوامی بندوبست کر دیا گیا جنس سے مالکان ارضی نے بہت سی دولت جمع کر لی اور لوگوں کی آمدنی بڑھ گئی اور اسکے ساتھ یہ بات بھی ہوئی کہ اس صدی میں کوئی خشکالی نہیں واقع ہوئی۔ بطور قاعدہ کلیہ ذراعت رعایا کا اصل پیشہ ہے۔ اس صوبہ میں صنعت و حرفت کا کوئی بڑا کارخانہ نہیں ہے نہ کپڑے کی کان کا بھی کوئی بڑا کام جاری نہیں ہے تجارت بھی بہت نہیں ہوتی ہے اور نوکری ملک میں بہت ہی کم ملتی ہے۔ اس وجہ سے جمہور عوام اتنا بے مرتبہ کم غلٹ ہے۔ اور چونکہ گزشتہ چند سال سے غلہ کی قیمت گراں اور شرح اجرت کم رہی اس واسطے بنگالیہ خیال کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ رعایا کی حالت فی الجملہ سالہا بہت کی ایسی نہیں ہے اب بنگالو معام ہوتا ہے کہ گزشتہ ۱۵۰ سال میں جب بنگال کے ایک بڑے حصہ میں خشکالی ظاہر ہوئی تھی اور بڑھتے بڑھتے آڑیسہ میں قحط پڑ گیا تھا تو اسوقت بھی یہی کیفیت تھی جیسا کہ گنپل صاحب نے گنیشن کی رپورٹ میں بیان کیا ہے ہماری حالت قریب اسکے تھی کہ نصف سے زیادہ حصہ بنگال میں بھی قحط پڑ جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قحط کی وجہ سے بہت سے حصوں میں بہت پریشی تھی اور لوگ ہلاک ہوتے تھے میں نے حال میں ریڈیفرنٹ نیپال کی کچھ خط کتابت دیکھی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے سرحدی اضلاع بنگال اور بہار سے بیشمار لڑکے نیپال کو بھیج دیے گئے تھے اور وہ ان غلاموں کے طور پر فروخت ہوئے۔ سرسینیل بیڈن ایک مسلم قابلیت اور رحمدلی کے آدمی ہیں لیکن انکی زندگی کے بہترین ایام دفتر سکرٹری میں گزرنے اور اس سبب سے انھوں نے اصلاح حاصل کرنے کے لئے دوسروں پر بھروسہ کرنا سیکھا ہے اور خود واقفیت پیدا کرنا نہیں سیکھا ہے۔ یہ وہ ہیں اور کچھ چند برسوں سے انکا طیل رہنا میرے نزدیک اس غلطی کا باعث ہوا جسکے وہ مرتکب ہوئے۔ باقی اور کسی نوع سے میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ آڑیسہ کو جاتے اور رعایا کی افسوسناک حالت اور اس بلا کو جو اسپر نازل ہونے والی تھی دریافت نہ کرتے۔

جو چٹھیاں میں نے محول کی ہیں انکے مضامین کی قدر کر رہو گئے ہیں لیکن ان سے اس شخص کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جو بیڈن صاحب کے بارے میں حتی الامکان نہایت فیاضانہ رائے ظاہر کرنے کی جانب رغبت تھا اور اسی حالت میں اس بات کے لیے جسکی بابت اور اشخاص سر جان لارنس کو الزام نہیں دے سکتے تھے وہ اپنے اوپر الزام لینے میں قاصر نہیں رہے۔ واقفکاران حالات اس کل زمانہ میں انکی کارروائی کے بارے میں جو کچھ خیال کرتے تھے اسکا خیال تین حاکموں کی رائے کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے جنکو میں ذیل میں درج کر سکتا ہوں۔

کاروان باب ششم نہایت

وہ خبریں آئیں اور لارڈ لارنس کا انتشار اس امر کے قطعی اطمینان کرنے سے جاتا رہا کہ اس ملک میں کثرت سے موجود ہے اور ویسی بیوپاری معمولی وسائل تجارت سے بخوبی ملک میں غلبہ ہو چکا ہے۔ جس ذریعہ سے یہ خبر پہنچی۔
وہ نہایت ہی اعتماد کے قابل تھا۔ اور اس سبب سے اسپر اعماؤد کے ڈائریکٹرز نے مسئلہ کو چلے گئے اور ۱۰ مئی تک کوئی ایکڑ زمین کپنی کے نام سے ٹرسٹ گورنرز ہتھال کے نام منسلک تھی۔
اپنی پرفورمنس چھٹی میں انھوں نے باصرہ تمام لکھا تھا کہ سرکاری چٹھی براہ رست سر جان لارنس کے پاس

بھجوا دی جائے گی تاکہ زیادہ دیر کرنے کا موقع نہیں ہے اور جاکو فیض نہیں ہے کہ گورنرز ہتھال سر جان لارنس کے برابر اس معاملہ میں جملت کی کارروائی کریگی۔

میں سیدھا پٹریٹ کو چلا گیا اور وہ ان سر جان لارنس کو تنہا پایا۔ انھوں نے چھٹی پڑھی اور مضمون کو دیکھ کر انکو نہایت ہی اضطراب ہوا۔ انھوں نے فوراً حکم دیا کہ ایک فاصدہ گرنے صاحب کے پاس جو ہتھال ڈائریکٹرز کے سرگورنر تھے رقم لے جائے اور انکو فوراً پٹریٹ میں بلا لائے۔ اس وقت گرنے صاحب کی پختہ رائے یہ تھی کہ اس معاملہ میں جو اس وقت تک صرف شک ہی کا معاملہ خیال کیا جاتا تھا صرف ہمارے پر بھروسہ کرنا اور کار تھا لیکن سر جان لارنس نے غور کر کے دیکھا کہ اب ایک ساعت گزرنے کا موقع نہیں تھا اور کثایت شہاری کے متعلق مزید بحث و مباحثہ کو واقعی وقت کا محض ہر بار کو ناک تھا۔

اس واسطے انھوں نے گرنے صاحب کو ہدایت کی کہ وہ فوراً ٹرسٹ گورنرز ہتھال کو تار دین اور کچھ سرمایہ مصیبت زدہ مہلین فوراً ایک جہاز کرایہ کیا لیکن مالک جہاز کی جانب سے چند روز کے توقف ہونے سے ساری جملت بیکار ہو گئی۔ کیونکہ جس وقت وہ جہاز آڑیہ کے ساحل میں پہنچا تو ایک ایسا طوفان آیا کہ اس زور کا طوفان کبھی نہیں آیا تھا۔ ہزار ہا قحط زدہ لوگوں نے رنج و تپ سے ہوئے جہاز کو موجوں سے ٹکراتے ہوئے دیکھا اور چار مہینہ تک کوئی جاندار شخص جہاز اور ساحل کے مابین آمد و رفت پیدا کر سکا۔ آپ جانتے ہیں کہ کس قدر مصیبت تھی اور لارڈ لارنس سے جنگ و جدل و جان سے ہائے جان ہند کی امداد منت کے متعلق کوشش کرنے کا خیال رہا ہٹھکران قحط زدہ لوگوں کی حلیف کا صدر مہ کیسے ہوا ہو گا۔

اولیاء سوال کیا گیا ہے اور وہ حق بجانب ہے کہ سر جان لارنس نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیا عام اس سے کہ گورنرز رضامند ہوئی یا نہ توئی اور جب پہلے پہل اس خطرہ کی انکو اطلاع ہوئی تھی تو ان نے سب جو کم اٹھا کر حکم کیوں نہ دے دیا کہ آڑیہ کو غلہ روانہ کیا جائے۔ اور دوسرے جب انھوں نے مالک بیڈن نے صریحی طور پر حقیقت حال دریافت کرنے کے فرض منصبی میں کو تاہی کی تھی تو پھر سبقت کر کے نجات سے جو خود جان لارنس کو معلوم تھے نیز ہم گورنرز ہتھال کو کیوں اطلاع نہیں دی۔ مگر غلہ کیسے کے معاملہ میں

سَر جَان لارنس نے خود اپنے صاحب خیالات کے مطابق عمل کیا ہوتا اور اپنی کونسل اور لفٹنٹ گورنر اور بورڈ آف ریونیو اور تمام حکام کو جو ان کے خلاف صف آرا تھے نظر انداز کیا ہوتا تو واقعی بہت عمدہ بات ہوتی۔ لیکن یہ بات بہم نتیجہ دیکھ کر اور بعض اُن واقعات کی رو سے کہتے ہیں جو قحط کے کئی مہینے بعد جفاکشی کی تحقیقات کرنے سے معلوم ہوئے تھے۔ ہر ایک مدبر ملک کی نسبت اُس کے وقت کے حالات کو دیکھ کر اسے دینا چاہیے اور اُن واقعات کی رو سے جنکو وہ جان سکتا ہو نہ کہ اُن واقعات کی رو سے جو اُس کو معلوم نہ ہو سکتے ہوں اور چنہ چھوٹے جو انھوں نے مختلف صاحبان سکرٹری آف اسٹینٹ کے نام لکھی تھیں معلوم ہو جائیگا کہ وہ کن کن دقتوں میں مبتلا تھے اس چٹھی میں جو تاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۷ء یعنی قبل اُس زمانہ کے لکھی گئی تھی جب قحط کے واقعات اور اُسکی جوابدہی کی حد بخوبی معلوم ہو سکتی تھی بیڈن کے بارے میں بعض باتیں درج ہیں۔

لیکن سمجھتا ہوں کہ سَر سیسل بیڈن کے خلاف جیسا آپ نے ۱۶ ستمبر کی چٹھی میں لکھا ہے ولایت میں جو جوش و خروش پیدا ہوا سیسل و دکیسٹر خلاف عقل ہے۔ نتائج قحط کے اسناد میں بہت سی کارروائیاں کی گئیں۔ لیکن زمین شناسین کہ لفٹنٹ گورنر بورڈ آف ریونیو اور لوکل افسروں نے نہ تو اُس قحط و خشکسالی کا پہلے سے خیال کیا جو وہاں پڑنے والی تھی اور نہ اسی وقت اُنکو تسلیم کیا جب اُنکا احوال بتایا گیا۔ اس قدر پیشتر یعنی آخر مارچ کو جب تجارتی کالکتہ میں نے سَر سیسل بیڈن کی بڑی تاکید اس بارے میں کی تھی اور باصرہ تمام اُسے ہدایت کی تھی کہ ساحل پر جہاں سے لنگر اور اڑتیسہ کو غلہ بھجوا دیں تو لوکل حکام نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اُس صوبہ میں کثرت سے غلہ موجود نہیں ہے۔ اور جب اس معاملہ میں شک کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی تو تاخیر اور مشکلات حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ ساحل پر کسی طرح کی کشتیاں نہیں تھیں جن پر خراب موٹرین غلہ لا کر کنارے تک جانا اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں تھیں۔ اسی طرح میرے کہنے سے لفٹنٹ گورنر کو اس بات کی ترغیب نہیں ہوئی کہ وہ ایک جلسہ جمع کر کے پرنٹوٹ چنہ طلب کرتے یا غیر سرکاری شخص کو کیٹی کلکتہ میں آنے کی اجازت دے انراول میں شاید انھوں نے اسوجہ سے اعتراف کیا کہ تجارتی معاملات کی حالت سے علی العموم پریشانی ہوگی اور انھوں نے حجت کی کہ اسوجہ سے عوام الناس سے کچھ ملنے کی امید بہت کم تھی یا بالکل نہ تھی۔ مجھ کو چاہیے تھا کہ اُن پر زیادہ کارروائی کرنے کی تا اصرار کرتا لیکن میں نے کوشش کی کہ لوکل حکام میرے ساتھ چلین متجہ زن غلطیوں کا یہ ہوا کہ ایک بڑی بھاری فریاد بے وجہ بلند ہوئی۔ سَر سیسل بیڈن کی تندرستی میں فرق ہے اور سال گذشتہ کے آغاز میں سے وہ کلکتہ میں ٹھہرنے کے قابل نہیں رہے۔ جس وقت یہ مصیبت بہت مشہور ہو گئی اور اُنکا کلکتہ میں آنا ضروری ہوا تو وہ میرے کہنے سے فوراً کلکتہ لوٹے اور اُس وقت تک وہاں ٹھہرے رہے جب تک ڈاکٹروں کی اجازت رہی۔۔۔۔۔ میں ابتدا سے انتہا تک لفٹنٹ گورنر کو تاکید کرتا رہا کہ جو کچھ ضرور ہو وہ سب انجام کریں اور اگرچہ انھوں نے اس بات کے دیکھنے میں کس کس امر کی ضرورت تھی تساہلی کی لیکن اس پر بھی جس قدر انکی تعریف کی جاتی ہے اُس سے زیادہ انھوں نے کام کیا ہے۔

آخر کار وہ آڑیہ کا ایک منہج قوت لایوت " اس نام کی ایک مچی جو کلکتہ سے بتاریخ ۲۵- اپریل ۱۸۵۸ء اخبار انگلستان میں چھپی تھی اتفاق سے ایسی کو اسپر گورنر جنرل کی نگاہ پڑی۔ اس کے مضمون کی بہتر تاثر لینے کی ایک پرنٹ مچی سے تصدیق ہوئی مگر موصوف کلکتہ کے ایک تجارتی کارخانہ کے شریک تھے اور چھپی ڈاکٹر فارگو ہنز وائسٹراس کے پرنٹ طبع کے نام تھی۔ سر جان لائسنس کو اس سے براخود پیدا ہوا وہ انھوں نے بینڈن کو مار دیا کہ قطعی تحقیقات کی جائے مالا مال مغربی و شمالی کے سرمایہ قسط سے جو وہ پہلے فاضل بچا تھا اس کو بینڈن کے اختیار میں دیا اور ان کو لگا کر بشرط ضرورت گورنمنٹ سے جہاں تک ہو سکے گا اپنے وسائل کو کام میں لائیگی اور ان سے استدعا کی کہ وہ خود کلکتہ جائیں اور جس طرح ممکن ہو سکے قسط زدہ صوبہ میں رہنا ہو چنانچہ بینڈن کلکتہ میں بہت مختصر زمانہ تک ٹھہرنے کے بعد دار برٹانیا کو واپس آئے لیکن اس کے بعد بول حکام کی پیشہ کوشش میں دریغ نہیں ہوا۔ ستمبر کے مہینہ میں جب قسط زدہ زورون پر تھا ۲۶۰۰۰۰ مرد و عورتیں اور لڑکے خیرات خانوں میں کھانا پاتے تھے۔ اور آئندہ مئی مہینہ تک بہت سی باتیں جو اس خوفناک قسط کے رفع کرنے کی بابت عمل میں لائی جاسکتی تھیں وہ کی گئیں۔ لیکن برف قسط کی ہر ایک تہذیب میں یہ لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا وقت باقی نہیں رہ گیا تھا اور تخمینہ کیا گیا تھا کہ ابتدا سے انتہا تک صوبہ کی کل آبادی کی چوتھائی حصہ یعنی دس لاکھ آدمیوں سے کم اس ہولناک موت سے نہ مرے ہونگے۔

اور اب وہ مسئلہ آتا ہے جو بالخصوص اس سوانح عمری سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی اس غمناک کام میں سر جان لائسنس نے کیا شرکت کی تھی اور جو کچھ واجبی طور پر ان کے کرنے سے ہو سکتا تھا انہیں کمان تک انھوں نے کوتاہی کی۔ پہلے اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ سوائے تعلقات مالا مال خارجہ کے گورنمنٹ ہند صرف عام نگرانی اور حکومت کے لیے ہے۔ ماتحت گورنر ورن کے خاص خاص کاموں میں وہ بہت کم دست اندازی کرتی ہے اور اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ کامل طور پر اس کو واقفیت نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے ذمہ دار ناہیوں کو یعنی گورنر ورن، لٹننٹ گورنر ورن اور چیف کمشنر ورن پر بھروسہ رکھتی ہے کہ وہ سلطنت کے ضروری امور سے اس کو مطلع کرتے رہیں گے اور اسی اطلاع کے مطابق وہ فیصلہ کرتی ہے۔ خاص خاص کاموں میں وہ ورن کی پرفیڈنٹیشن میں گورنر جنرل کی دست اندازی کرنے سے براہِ حسد پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا طبع بنگال میں کچھ تو اس وجہ سے کہ دار السلطنت کے قریب ہے اور کچھ اس کی عام تواضع اور اس کے ان فرمانروائیوں کے سبب سے جو یکے بعد دیگرے مقرر رہے اس خیال کو وہ ان اور بھی ترقی دہون گورنمنٹوں کا اختلاف اس حالت میں جب طرفین اپنے اپنے پیوں میں بہت بہت ساتیل لگائے رہے اس قدر بڑھا ہوا رہا کہ وہ دونوں بہ نام رہیں۔ اب اور گورنر جنرل اپنے قصور و ارتوہم کی بنیاد پر

جہاں تک کارروائی کرنے کے مجاز ہو سکتے تھے سَر جَان لَارنس نے اُس سے بہت تجاویز کیا چنانچہ یہ امر نہایت قابل بیان سے بخوبی تمام ثابت ہوتا ہے۔ لیکن انھوں نے اس کام میں جو شرکت کی تین اسکا مفصل حال ذکر فرما کر فرما دیا کہ بیان کرونگا جو انکے اسٹاف کے ایک ممبر تھے اور ہمیشہ رفادہ خلائق میں ساعی رہتے تھے اور اس معاملہ کے حالات سے بخوبی تمام واقف و ماہر تھے۔ اس احوال سے اور اُس کے بعد سَر جَان لَارنس کے خاص خطوط موسومہ لارڈ کرین بارن اور سَر اسٹاف فرڈنارن تھے کوٹھ سے پرھنے والے خود دریافت کر سکیں گے کہ اگر کسی نوع سے وہ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں قاصر ہوئے تو کس حد تک قاصر ہوئے۔ ذکر فرما کر فرما دیتے ہیں کہ۔

یکم ذی قعدہ ۱۸۰۱ء کو رات کے میرے دوست ستر اسکاٹ ٹانکرٹ گزبن کپنی تجارتی کھاتے کے ایک شریک گورنمنٹ ہاؤس کے اس کمروں جہاں میں بیٹھا تھا آئے اور اپنے خاص سنجیدہ طریقہ سے نہایت انتشار کے ساتھ انھوں نے بیان کیا کہ اڑیسیہ میں جہاں انکے بعض مشنری دوست رہتے ہیں قحط پڑنے کا سخت اندیشہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ گورنمنٹ کے پہلے یہ امر نہایت غور سے کیا کہ وہ چاول خرید کر اُس ضلع کو روانہ کرے کیونکہ انھوں نے کہا کہ مجاہدین سے کشکالی کی وجہ سے چند ہی مہینہ میں وہاں قحط پڑ جائیگا۔ انھوں نے ایک چورے پر ایک یادداشت تیار کی تھی جس میں اڑیسیہ کے بازار کا نرخ لکھا تھا کہ چاول کی قیمت نہایت ہی گراں ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور برہما میں چاول ارزان ہے۔ اُس میں یہ بات بھی دکھائی گئی تھی کہ اُس زمانہ میں بہت کم خرچ میں قحط زدہ اضلاع تک غلہ پہنچایا جاسکتا تھا۔ اور انھوں نے کہا تھا کہ میں اپنے کارخانہ کے نام مفت گورنمنٹ کے لیے غلہ خرید کر کے اڑیسیہ کو لیجانے کا بندوبست کر دوں گا۔

ٹانکرٹ کے وسائل اطلاع پر یقین کر کے میں نے بلا تاویل و یادداشت سَر جَان لَارنس کے پاس بھیج دی کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ دفع قحط کی تجویز کو جہاں تک ممکن ہو سکے خوشی سے منظور کریں گے۔ انھوں نے ڈنمین آٹھ بجے شریک ہوئے پیشتر اُس یادداشت کو پڑھا اور کہا کہ اپنے کرد میں جا کر ٹانکرٹ سے جنگو وہ جانتے اور قدر کرتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں جہاں تک مجھے ممکن ہو گا عمدہ طریقہ پر غور کر دوں گا۔

میں نے دیکھا کہ کھانا کھانے کے وقت وہ بہت خاموش اور متفکر رہے۔ لیکن اُس شب کو انھوں نے اُس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ معمول کے مطابق صبح کو گھوڑا تیار رکھنے کے بدلے انھوں نے حکم دیا کہ گاڑی تیار رہے اور ساڑھے پانچ بجے صبح کو وہ ٹینٹ گورنمنٹ ہال سے سرکاری طور پر ملاقات کرنے گئے جو تین میل کے فاصلہ پر علی پور میں رہتے تھے۔

ناشتہ کے بعد انھوں نے مجھ کو علیحدہ بلایا اور کہا کہ میں نے ٹانکرٹ کی یادداشت کے بارے میں ٹینٹ گورنمنٹ سے تذکرہ کیا اور انھوں نے مجھ کو یقین دلایا کہ اڑیسیہ سے سرکاری طور پر کوئی ایسی تاکید یا رپورٹ نہیں آئی ہے جس سے ٹانکرٹ کی تجویز کی مہم تذبذب کا عمل میں لانا جائز ہو سکے۔ لیکن میں لوکل افسروں سے فوراً خط کتابت کرونگا اور ان سے تازہ ترین حالات دریافت کرونگا۔

کیونکہ بچا سکیگا۔ ریوٹسٹانے جنگو آخر کار بارٹو صاحب کی تحریک سے اس خوفناک واقعہ کا یقین ہوا ستواڑا راجہ برقیون اور چیمپون کے ذریعہ سے واقعات پر سب بخیدگی اصرار کیا۔ لیکن جو لوگ واقعات سے آگاہ تھے انھوں نے پھر کفایت شعاری کے قوانین پر عمل درآمد کیا اور قحط اسی طرح اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن ایک موقع اب بھی باقی رہ گیا تھا۔ لوگ بھوکھوں فی الواقع ابھی نہیں مرنے لگے تھے اور ماہ فروری ۱۸۵۷ء میں گورنر جنرل کی استدعا سے خاص سے بیڈن اڑیسیہ کو گئے کہ صوبہ کی جو اصل حالت تھی اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے کانوں سن آئیں۔ وہ آئے۔ دیکھا بھالا اور واپس گئے۔ انکے ساتھ بوزڈ آف ریوٹسٹو کا ایک ممبر تھا اور اگرچہ یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ ایسٹ انڈیا رائٹیشن کمپنی ایک مہینہ سے اپنے مزدوروں کی پرورش کے لیے چاول بھجوانے کو مجبور ہو گئی تھی لیکن ان دونوں محققوں نے وہی دیکھا اور سنا جو کچھ وہ دیکھنا اور سننا چاہتے تھے۔ یعنی جو اسے انھوں نے پیشتر قائم کی تھی وہی اب بھی رہی۔ ہکو اس بات کا بڑا تعجب ہو سکتا ہے کہ یہ بات کیونکر ہوئی۔ لیکن اسکی وجہ صاف ظاہر ہے جیسا کہ سر اسٹافورڈ کونٹ نے بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ بارٹو صاحب کے پُر زور بیانات پہلے ایک شکی کشتہ اور اسکے بعد ایک اور زیادہ شکی بوزڈ کے یہاں چھتے تھے اور کلکتہ میں لفٹنگ گورنر کے پاس پہنچتے پہنچتے انکا سارا زور بچر جاتا تھا۔ بوزڈ اور کشتہ اپنے شکوک میں ایک دوسرے کی تائید کرتے تھے اور لفٹنگ گورنر بھی بیشاک اسکے مؤید ہوتے تھے کیونکہ وہ خود بیمار تھے اور اس باعث سے جن لوگوں کا بیان یہ تھا کہ معاملہ مذکور میں کسی خاص کوشش کی ضرورت نہیں ہے انکے یقین کرنے پر بہت جلد مستعد ہو جاتے تھے پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جب بیڈن اڑیسیہ میں گئے تو اسوقت بچارے گلگڑ اور اسکے اور سمجھیں افسروں نے اپنے اعلیٰ افسروں کے ایک زمرہ کثیر کو اپنے خلاف صفت بستہ پایا اور یہ بات اختیار کی کہ اپنی زبانیں بند رکھیں یا اگر کچھ کہا تو صرف سرگوشی کے ذریعہ سے کہنا۔ لفٹنگ گورنر نے گویا اس خوفناک تباہی کی ترقی میں جسکا سامان ہو رہا تھا ایک اور اضافہ کر کے بہت سے دبا اور یونیونی منعقد کیے قحط کے بارے میں دو چار آدمیوں سے کچھ یون ہی استفسار کیا اور چند روز کے قیام کے بعد کلکتہ کو واپس آئے اور سر جان لارنس کا نہایت قطعی طور پر اطمینان کیا کہ انکے ترددات بے بنیاد ہیں اور ملک میں استعد غلہ موجود ہے جو آئندہ فصل تک کفایت کر سکیگا۔

اسطور پر مٹھن ہو کر گورنر جنرل کلکتہ سے روانہ ہوئے لفٹنگ گورنر بھی انھیں کی طرح دارجلنگ چلے گئے اور اگرچہ یہ امر اقطالا اعتبار معلوم ہو گا لیکن فروری کے مہینہ سے جون تک جب لوگ کثرت سے بھوکھوں مرتے تھے اڑیسیہ کی حالت کے متعلق ایک رپورٹ بھی گورنمنٹ بنگال نے سبٹریم گورنمنٹ کو نہیں کی الا اس وقت جب اسکے بارے میں اصرار کیا گیا اور اسوقت بھی جو رپورٹ کی گئی وہ اطمینان دلانے والے طور کی تھی

بڑی بڑی کوششیں کیں لیکن سر جان لارنس اپنا ہاتھ روکے رہے اور جیسا کہ ان کا خدات سے جو میرے آگے
 دھرے ہیں ظاہر ہوتا ہے اس کا ردوائی میں بہتیرے اشخاص اُنکو ناپسند کرنے لگے۔ لیکن بیٹی میں اس خط کو
 انتہا مرتبہ کی ترقی حاصل ہوئی جنگ امریکا کی وجہ سے پچھلے دو سال کے اندر افغانستان میں امریکا کے وسیع اور
 کشادہ بندروں سے بکثرت روئی آئی تھی اور حکام بیٹی خود مقررین کہ اس بھاؤ میں دو بجی بالکل گئی ہو سیکڑوں
 بے ثبات کپٹنیاں قائم ہوئیں جنکے حصے انتہا سے زیادہ تعداد کے مقرر ہوئے لیکن جابلوں کی طرح وہ یکے بعد دیگر
 معدوم ہو گئیں اور جن لوگوں کو اُن سے سروکار تھا وہ تباہ ہی نہیں ہو گئے بلکہ انتہا مرتبہ کی پیشانی اور ولایت
 اُنکو حاصل ہوئی۔ مشہور پارسی میر ذریش سرخیشہ بنی جی جی بھائی بیٹی کے راجسٹری چائلڈ کے وارث کا دیوالہ
 پانچ لاکھ روپیہ کے لیے مل گیا۔ پریم چند راسے چند جوا یک کرو پتی آدمی تھا اور جیشہ جی سے کچھ کم جسکی شہرت
 نہ تھی مبین لاکھ سے کچھ زیادہ زیادہ روپیہ کی ہنڈی میں اُسکا دیوالہ مل گیا۔ اور بد قسمتی سے بنک بیٹی نے
 جو اس خرابی کو رفع کر سکتا تھا اور جسکے ذمہ کروڑوں میں بہت سے لوگ گورنمنٹ بیٹی کے مقرر کیے ہوئے تھے
 باوصف اس امر کے کہ کھلتے سے بڑی تاکید کے ساتھ بکرات و مرآت تنبیہ کی گئی بیباکانہ قار بازی سے اُسکی
 زیادہ ترقی اور تائید کی۔ اور اب ہندوستان اور افغانستان میں مصیبت پر مصیبت پڑتی ہی رہی۔
 تجارتی بنک بیٹی ہینڈسن آف آؤڈنڈ اینڈ گزرنے، کی مشہور بنک اور ہندوستان کے لیے سب سے زیادہ
 بد قسمتی کی وجہ سے اگر وہ بنک کا (یہ وہ بنک تھا جس میں ہندوستان کے رہنے والے انگریزوں کی صد ہوں
 اور تینوں کاروبار جمع تھا) یکے بعد دیگرے کمال رنج و تشویش میں دیوالہ مل گیا لیکن سب سے بڑھ کر
 جس سے نقصان پہونچا تھا وہ بنک بیٹی (باوصف اس امر کے کہ اُسکا نصف سرمایہ تباہ ہو گیا) تھا جو ایک
 اپنے کو اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھنسانے میں کوشش کرتا رہا حالانکہ گورنمنٹ برٹش برٹش کر تے ہے
 اور تار برقیوں اور چھٹیوں کے ذریعہ سے تاکید ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ برباد بھی ہو گیا اور قحط و درو بھی
 ٹھہرا۔ اسکی تباہی اور قصور کی پوری حد ایک کیشن تحقیقات کے ذریعہ سے جسکی مظاہر مون نے استدعا کی تھی
 اور اُسکے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی معلوم ہوئی۔

قحط آریسہ کا قحط بھی ایسا مصیبت ناک ہے۔ زیادہ تر اسوجہ سے کہ خوفناک طور سے آدمیوں کی جانیں
 جو تلف ہوئیں انہیں اگر بالکل اندر انہیں تو تحفیف ضرور ممکن تھی اگر لوکل حکام (یعنی گورنمنٹ آف ریزرو
 واقع کلکتہ اور گورنمنٹ بنگال) نے جن خطرے کے وقت آنکھیں کھولی ہوئیں۔ پہلے میں قحط کے واقعات
 عام طور پر بیان کر دیا اور اُسکے بعد اس بات کے دکھانے کی کوشش کر دیا کہ سر جان لارنس نے انہیں
 کس قدر شرکت کی اور اُسکی جواب دہی انپر کتنی تھی۔

کلکتہ کے جنوب مغرب میں ایک لمبا گریٹا نشیبی قطعہ ملک سمندر کے کنارے واقع ہے جو احاطہ مدراس کے سب سے اتر والے کنارے تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جو قریبی طور پر انتہائے مرتبہ کو بیرونی دنیا کی آمد و رفت سے علیحدہ واقع ہے۔ اسکے پیچھے اور اُسکو شمالی اور وسطین سے جدا کرتا ہوا ایک چوڑا گڑا دشوار گزار پہاڑیوں اور جنگلوں کا واقع ہے۔ اُسکے محاذی اُس لامعلوم ساحل کے برابر برابر ہمیشہ سمندر کے سیلاب سے غرق رہتا ہے دراصل ایک جداگانہ سمندر کا ٹکڑا جو زلزلوں سے گھٹا ہے جہاں سال کے اکثر مہینوں تک گزر دشوار رہتا ہے اور جس فصل میں چند ان جوش و تلاطم نہ ہونا چاہیے اُس زمانہ میں بھی اُنکی ایک اکیلی لامعلوم بندرگاہ تک چند ہی جہاز جانے پاتے ہیں۔ دریائے زخار مہاندی جو ملک کو دو حصوں میں منقطع کرتی ہے اور کئی مہانوں سے اپنا پانی خلیج بنگالہ میں گراتا ہے شل اور ہندوستان کے بڑے دریاؤں کے جہاز رانی کے قابل نہیں ہے اور اُس میں آنا فانا بڑی جہاست اور زور شور کے ساتھ سیلاب آجاتے ہیں۔ اور دریاؤں میں جب سیلاب آتا ہے تو مہاندی کے مہانوں سے ملکر اُس سے ایک بڑا بحاری ڈیلٹا بن جاتا ہے۔ لیکن سال کے باقی ایام میں عربی بولنے والے ملکوں کے وادیوں کی طرح وہ بالکل خشک ہو جاتے ہیں یا خشک دریاؤں کی طرح انہیں خیف پانی رہ جاتا ہے جس سے خشکی کے طور پر آمد و رفت نہیں رہ سکتی ہے کیونکہ جو سڑک ملک میں طولا گئی ہے اور اسطور پر کلکتہ سے جا ملی ہے وہ انہیں دریاؤں میں ہو کر جہاں تک ممکن تھا اچھے اچھے مقاموں پر نکالی گئی ہے۔ و دسڑک تو کیا ہے ایک پگڈنڈی ہے جس پر عمدہ ترین ایام میں بشکل گاڑیوں کا پیہ چکر کھا سکتا ہے اور موسم خراب ہونے کی حالت میں خچروں کا کھلنا بھی دشوار ہے اور انہیں جانوروں پر ہر شے کی آمد و رفت موقوف ہے۔ وہاں ہی وہاں کی صرف ایک ایسی پیداوار ہے جس پر باشندوں کی زندگی کا دار مدار ہے۔ اور اگر پانی مناسب فصل میں نہیں برستا ہے تو وہاں کی فصل ضرور تباہ ہو جاتی ہے اور اسکے ساتھ ہر شے جاتی ہے۔ لوگ دانہ زرد جاہل کاہل اور تجبور ہیں اس واسطے جب تک بڑی بڑی کوششیں قحط کے زمانے میں اُنکے فرمانروا لوگ کشادہ دلی سے نہیں کرتے ہیں اُسوقت تک یہی ہوتا ہے کہ ہزار ہا اشخاص مر مر جاتے ہیں۔ چنانچہ کمیشن قحط نے اپنی رپورٹ میں کیا خوب لکھا ہے کہ بے لیک جنگلوں اور دشوار گزار سمندر کے درمیان بند ہو کر اُنکی حالت شل اُن مسافران جہاز کے ہو جاتی ہے جنکو آب و دانہ میسر نہ ہو۔

ششہ ح کی فصل برسات میں بنگال اڑیسہ اور بعض حصہ جات احاطہ مدراس میں قبل از وقت بارش موقوف ہو گئی اس واسطے خشک سالی اگر حقیقت نہیں پڑی تو اسکے پڑنے کا گمان قوی تھا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو لوکل حکام ذاتی تحقیقات کے ذریعہ سے اس امر کے پابند تھے کہ حقیقت حال دریافت کرتے اُنکے اختیار میں جو چارہ کار تھا اُسکا بندوبست کرتے اور اسکے بعد جو چارہ جو بیان اُنکے اختیار سے باہر تھیں اُنکی بابت شاہی گورنمنٹ

اپنے استخفا کے خبر دینے میں اسطور پر سترخان لارنس کو لکھا۔

آپ سب صاحب اچھی طرح سے اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ جگہ جگہ ویرا اور گورنمنٹ کے اپنے تمام احباب سے جدا ہونا اور اپنے تمام سرکاری مشاغل کو چھوڑنا اور ہندوستان کے انتظام سے جسکا جگہ کمال ذوق ہے شریک رہنے سے دست بردار ہونا بہت شاق گزر رہا ہے۔ لیکن اس جو کم ہن پڑنا جگہ ویرا میں صحت نسین معلوم ہوتا ہے اور یقین کرنا کہ میں نے عقلمندی کی کارروائی کی ہے یہ بات اب عمل میں آنے والی ہے اور لارڈ گورنمنٹ میری جگہ مقرر ہونگے آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہمارے کام سے واقف ہیں میرے ایک بڑے دوست سترخان شریف نے لارڈ گورنمنٹ سے مقرر ہونگے پس میں اس بڑے کرالینان اور خوشی کے ساتھ اپنا آفس نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یہ تو انجمنستان کے معاملات کا تذکرہ تھا اب ہندوستان کے یقین نہیں کر سکتا ہوں کہ میرا افسوس کم ہے۔ جگہ افسوس بلکہ بڑا ہی افسوس اس بات کا ہے کہ میں ہندوستان کی حکومت کے متعلق جو ادھی اور خبر گیری میں آپ کا شریک ہو سکو تھا۔ ہم لوگوں کے مابین بہت کم اختلاف ہوا اور آپ ایسے ایماندار اور راستباز شخص کے ساتھ کام کرنے میں جگہ بڑا ہی اطمینان رہا۔ بائیں میں مجبور ہوں اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ آپ کی حکومت اور معاملات ہند کے متعلق میرا ذہیان کچھ کم نہیں رہا۔ میں ہنس لارڈ لارنس کو جانا ہوں اور اگر کبھی آپ یا آپ کی گورنمنٹ کا کوئی کام ہوگا تو آپ ملن رہے کہ میں اسکو بڑی خوشی سے انجام دوں گا۔ لارڈ لارنس نے گورنمنٹ کے حال میں جو منصب حاصل کیا ہے یعنی اسوقت بڑی لیاقت سے عہدہ گورنمنٹ پر فائز ہوئے وہ متنازعین اس کے اعتبار سے انکی چھی جو لارڈ لارنس کو انھوں نے لکھی تھی ایک لطف خاص مکتی ہے۔ اس واسطے میں اس کے چند الفاظ درج ذیل کرتا ہوں۔

جب سترخان لارنس وڈ نے استعفا دینے کا ارادہ کیا تو لارڈ لارنس نے مجھ سے انکی جگہ مقرر ہونے کی بابت استفسار کیا اور اگرچہ جگہ ویرا وڈ نے اس کے متعلق میں اور جو یقین سترخان لارنس ایسے سکرٹری آف انٹیلیٹ کو پڑیں انکا بڑا تردد تھا اس پر بھی میں فرض سمجھتا ہوں کہ جو انتظام افسر گورنمنٹ نے اپنے نزدیک سب سے عہدہ تصور کیا ہے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دیں۔ اس واسطے میں یقینیت سکرٹری آف انٹیلیٹ ہند آپ کو یہ چھی لکھتا ہوں اور سب کے پتلے آپ سے اس امر کی استدعا جگہ کرنا ہے کہ تمام معاملات کے متعلق اسی شرح دیسٹا اور آنا دی سے خط کتابت کیجیے جس طرح اب تک سترخان لارنس سے کرتے آئے تھے انکی نسبت جگہ آپ کے مشورہ کی زیادہ ضرورت ہوگی اور آپ ہمیشہ جگہ اس امر کا آرزو مند پائیے کہ جہاں تک ممکن ہے اس ہماری عہدہ کے متعلق جیسے آپ اس قابلیت کے ساتھ مامور ہیں وقت طلب موقع پر وہ دونوں جگہ اب سب سے جب ہم لوگ لارڈ لارنس میں تھے تو اس وقت آپ کو میرے حالات سے بخوبی اس قدر آگاہی ہوگئی ہوگی کہ میں ہندوستان کے معاملات اور انکی رعایا کی بیہودی کا کمال ذوق رکھتا ہوں۔ سبکی عہدہ فرمانروائی اور نرفہ مالی کے ہم لوگ ذمہ دار ہیں۔ اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ جگہ اس امر کے جانتے سے بڑا اطمینان ہے کہ جن اصولوں پر میں

ہندوستان کے معاملات کی عملدرآمد چاہو نگاہ وہی ہیں جکی بحیثیت گورنر جنرل آپ ہمیشہ پردی کرتے ہیں۔

میں نے ایک سابق کی چچی مین لارڈ رین کی اُس لطیف یادداشت کو محول کیا ہے جو انھوں نے سرجان لارنس کی طرف سے ابتداءے آیام میں اپنے دلی خیالات پیدا ہونے کی بابت تحریر کی تھی اور جو چشیمان اس جدید تعلق کے پیدا ہونے کے بعد دونوں کے مابین آئی گئیں وہ بعینہ اُسی امر کو انہما کرتی ہیں جسکی اُس یادداشت سے امید کی جاسکتی تھی۔ لیکن یہ تعلق صرف چند روز تک رہا۔ کیونکہ اُسی کے بعد جون میں لارڈ گورنمنٹ کو ایک مسودہ اصلاح کے پاس کرنے کی کوشش میں شکست حاصل ہوئی۔ گنٹنر وٹو فرقہ کے گورنمنٹ پر فائز ہوئے اور لارڈ ڈومنی گرنے لے لارڈ گرین بازن کے لیے اپنی جگہ خالی کی۔ جدید سکرٹری آف انٹینٹ نے جیسا کہ سرجان لارنس نے ہمیشہ خیال اور بیان کیا بڑی مستعدی اور کامیابی سے اپنا کام شروع کیا۔ لیکن جب اُنکی باری آئی تو ایک سال سے کچھ کم ہی عرصہ میں انھوں نے اپنی جگہ سرائٹ وٹو مارٹھ کوٹ کے لیے خالی کر دی۔ گورنر جنرل اور ان تمام صاحبان سکرٹری آف انٹینٹ کے مابین جو یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے نہایت ہی ربط اور ارتباط رہا جس فاران پالسی کو سرجان لارنس نے اختیار کیا تھا اور کچھ بعد آئندہ جیسپر عمل درآمد ہونے والا تھا وہی تھی جسکو اس زمانہ میں لارڈ گرین بازن اور سرائٹ وٹو مارٹھ کوٹ اور اسی طرح سرجان لارنس وٹو اور لارڈ گرین نے دل سے پسند کیا تھا۔ لیکن صاحبان سکرٹری آف انٹینٹ کے اس کثرت سے (سال بھر سے کچھ ہی زیادہ عرصہ میں چار سکرٹری بدلتے بدلتے مین گورنر جنرل کے اس سے زیادہ مستقل عہدہ کا کام اور کیفیت نویسی زیادہ ہو گئی۔ اور اُس سے سوا اسکے اور کچھ نہوا کہ ہندوستان کی ترقی ملتوی رہی۔

یہ پورا سال (۱۸۶۷ء) مصیبت ناک رہا۔ تجارت کے متعلق بڑے بڑے سانحے گذرے کار بار بالکل بند ہو گیا ایک صوبہ میں ایک نہایت خوفناک قحط پڑا اور دوسرے مقامات میں بھی خشکالی رہی بلکہ انہیں سے ہر ایک امر کی بابت چند باتیں بیان کرنا چاہئیں۔

کچھ دنوں پیشتر سے بمبئی کے ہر درجہ کے لوگوں میں روپیہ سے نفع چل کرنے کا ایک عجیب و حشیانہ اور بیباکانہ خیال پیدا ہوا تھا۔ اور اب اُسکا ناگزیر نتیجہ ظور میں آنے لگا۔ قمار بازی سے جو آٹا فائدہ دولت جمع ہو جاتی ہے اُسی طرح ایک طرفہ العین میں وہ ضائع بھی ہو جاتی ہے لیکن بد قسمتی سے خود قمار بازوں پر اُنکی حماقت یا اُنکے قصور کے مطابق جیسی چاہیے ویسی آفت نہیں آتی۔ کلمتہ بھی اس وبا سے کچھ بری نہیں تھا۔ وہاں بھی غیر مزروعہ زمین کے مزروعہ کرنے اور آبپاشی کی تدبیروں کے متعلق بڑے بڑے کام جاری ہوئے تھے جس میں ان لوگوں نے جو ہرجیت سے فائدہ حاصل کرنے میں بالکل نڈر تھے گورنمنٹ کے چھسانے کی

عورت تھیں جو اپنے سن تیز سے یوم وفات تک اُن تمام لوگوں میں جو اُن سے متعلق رکھتے تھے ایک عجیب طرز رکھتی ہیں۔ یہ سختی اُنکے بھائی سر جان لارنس نے بھی وہ عمر بھر کی عزیز تھیں اُنکی یادگار میں بنوائی ہے۔

چنانچہ لارنس پر اُنکی نے مہربانی کر کے لارڈ لارنس کے لاکھوں کو فوج و لایٹ جانا لازم آیا۔ لیکن پہلے تو سر جان لارنس اُسکے بعد سر ہرنیٹ اوڈورڈس اور لارڈ لارنس نے جو اس بات کی ذمہ داری کر لی کہ ہم سال بھر تک سوچے گیٹ والے مکان میں رہیں گے اور وہاں لاکھوں کو دیکھتے رہیں گے تو اس سے لارڈ لارنس زیادہ صاف و شہر کے ساتھ رہ سکیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ۔

یہ سال ہم لوگوں کا بڑے سچ میں ختم ہوا لیکن خواہ سچ میں گذرنا ہو خواہ کسی اور طور پر کام بہر حال کرنا پڑا اور حوثون

کیونکہ میرے شوہر نے دیکھا کہ بارکپور اور گلگتہ کے درمیان ریلوے ٹریک کے جانے آنے میں دقت ہوتی ہے۔ ہم لوگ ہمیشہ بارکپور کی سیر کرنے جایا کرتے تھے۔ گورنمنٹ ہاؤس خود ہی بہت نفیس تھا۔ اور پھر برآمدہ باغ رسنا اور اس روش کے دونوں طرف جو دریا کھلی ہے تو پھر پینا جمالی کی مٹی سے وہاں کی کیفیت اور بھی دلکش ہو گئی تھی۔ ہم دریا کا ٹھٹھہ جاتے تھے

وہاں اسکوٹون کو دیکھتے تھے اور بہت سی ہندوستانی ریڈیوٹون اور ٹیلیفون سے ملاقاتیں کرتے تھے اور ہر ایک بھقاہ

ہمکو اپنے غلط اور خوشی کی بہت سی باتیں بتاتی تھیں۔ علی الجوم گلگتہ کو واپس آنا ہمارا شوق تھا کہ وہاں ہر شے میں

تحفہ اور امارت کا زیادہ لحاظ ہوتا تھا۔ وہاں میں اپنے شوہر کے ساتھ ہمارا کی طرح دیر تک نہیں بیٹھ سکتی تھی اور حالیکہ وہ کام

ہوتے تھے کیونکہ سیکرٹری لوگ ہمیشہ حاضر رہتے تھے اور دوسرے خلیفین کی ملاقات کو آیا کرتے تھے۔ گلگتہ کے اس

حاضری سفر کے زمانہ میں ایک بڑا غلط حال ہوتا تھا کہ ہمارے قدیم احباب پنجاب سے سر جان لارنس اور لارڈ لارنس کے

ملاقات حاصل ہوتا تھا۔ وہ گورنمنٹ ہاؤس میں ہماری ملاقات کو آیا کرتے تھے اور اُسکے بعد جب سر جان لارنس اور لارڈ لارنس

ملاقات حاصل کرتے تھے۔ یہ وہ آخری وقت تک کرتے رہے کیونکہ جب وہ افغانستان میں واپس آئے تو انھوں نے

دن میں ہمارے مکان کے قریب اپنا مکان لیا اور ہمارے عزیزان جو دار و گرانقدر دوستوں میں تھے۔ میرے شوہر

تہہ میں دُلی بھانے کے لیے باغ میں کروٹ کھیلنا کرتے تھے یہ انکا خاص کھیل تھا وہ اس کھیل میں عبس طرح کی خوشی سے

یہ ہوا کرتے تھے۔ دن بھر کی سخت محنت کے بعد اس کھیل سے انہیں نئی طرح کی تازگی پیدا ہو جاتی تھی۔ اکثر تاشاٹون

بڑا جمع ہو جاتا تھا اور بعض اوقات بڑی سرگرمی سے لپ جلا کر شام ہونے کے بعد بڑی دیر تک کھیا جاتا تھا۔ لیکن بالآخر اس قسم کی چیزوں سے ہموچندان شوق نہ تھا۔ یہاں اور ٹھکانے بہر وقت جویش و ہمیش رہتا تھا اگرچہ ہم اسکو تعنیفات ٹیکٹینر اور تصادیر کے دیکھنے سے تبدیل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن ہم دونوں کے لیے وہ بہت ہی سخت تھا۔

جنوری کے مہینہ میں وائیسرائے کے خاگی ملازمین میں بڑے بڑے تباہ ہوئے۔ ڈاکٹر بیٹھ آوے سرجان لارنس کے پرنیوٹ سیکریٹری جسے مین برس کے عرصہ سے وہ گاڑھی ملاقات رکھتے آئے تھے جنھوں نے پنجاب میں جلیخانوں اور اصلاح حفظان صحت کے متعلق بڑے بڑے کام کیے تھے اور اب اس زمانہ خدمتوں کو بڑی سرگرمی اور کوشش اور محنت سے انجام کر رہے تھے انکشتان کو واپس آئے اور بجائے آنکے چیئرس ڈوی گاڑڈن متعلقہ سیول سروس جواب سرجینس گاڑڈن اور ریزیدنٹ میسورین مقرر ہوئے۔ کپتان اینیے فوجی سیکریٹری نے دوسرا عہدہ قبول کر لیا اور انکی جگہ سمرٹھورٹینین مقرر ہوئے کرنل ریڈان کی طرح سے یہ بھی دہلی میں جان ٹکٹن کے ایڈنیکاٹ رہ چکے تھے۔

دوسرے مہینہ میں گورنر جنرل کے سرکاری تعلقات کے متعلق بھی ایک بڑا تباہ واقع ہوا۔ کیونکہ سرجانرس وڈ نے بوجہ علالت انڈیا آفس کے کام سے استعفا دیا۔ اور وہ ہوش آف لارڈس میں لارڈ پٹی ٹاگس کے خطاب سے طلب ہو گئے۔ سرجانرس وڈ بعض بعض گروہوں میں علی الخصوص ان گروہوں میں جنہر انکی ترمیمات کا اثر پڑا تھا عزیز نہیں ہوئے۔ لیکن ہندوستان کے حق میں اُن سے بہتر سیکریٹری کبھی نہیں مقرر ہوا۔ انکی کارروائیوں کی قدر سیول سروس کے لوگ بہت کرتے تھے اور نیل کے جھگڑوں میں یورپین لوگوں کے زور پکڑنے کے خلاف جس بہادری سے وہ کھڑے ہو گئے تھے ہندوستان میں ہمیشہ انکی بابت انکا اعزاز کرینگے۔ وہ بڑی ییافت کے آدمی تھے کام سے وہ کبھی گریز نہیں کرتے تھے اور انھوں نے بہت سی تدبیریں اعلیٰ درجہ کی ضرورت کی انجام کی تھیں۔ اور فائدہ عوام الناس کی جانب ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ ہر قسم کے بڑے اور چھوٹے عہدے کے لیے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ اچھے سے اچھا آدمی ملے اور اس بات کے لینے بھی وہ کچھ کم تعریف کے مستحق نہیں تھے کہ شد آمد قدیم کے تمام خیالات کے خلاف وہ کارروائی کرتے تھے اور جس حالت میں انھوں نے گورنر جنرل کی لیے سب سے بہتر ایک شخص پایا تو اسی کو منتخب کیا۔ اس جدید تعلق میں سرجان لارنس اور انکے درمیان میں بہت خفیہ اختلاف ہوا کیونکہ دونوں قطعی رہیں رکھتے تھے دونوں میں سے ہر شخص ایک خود مختار انہ مزاج رکھتا تھا اور دونوں میں سے ہر ایک شخص معاملات ہندو کچھ تو اس باعث سے واقفیت رکھتا تھا کہ انڈیا آفس میں عرصہ تک ہر ایک کام کر چکا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ سرزمین ہند میں ایک وسیع تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ سرجانرس وڈ نے ۱۹۔ فروری ۱۸۵۷ء کو

سرخان لارنس نے خدمت کی کہ یہ لڑائی بے سود تھی۔ انھوں نے کہا کہ "اگر میں اس وقت وائس رول تو معاً اسکو موقوف کر دیتا مگر صاحب نے بڑا اشتیاق ظاہر کر کے کہا کہ "نہیں ہے مگر آپ اسکا کیا انتظام کریں؟" زرنجن نے جواب دیا کہ "میں وہاں ایک عالت خفیہ قائم کر کے اسکو ختم کر دیتا" اس پر بڑے زور سے قہقہہ اور گفتگو تمام ہوئی۔

اور ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ زرنجن ریجنڈر انسٹرٹی نے ہندوستان کی ریلوں کی بابت ایک نہایت عمدہ غزل لکھا تھا (یہ وہ مضمون تھا جسکی بابت ہر شخص انکو استاد کامل تسلیم کرتا تھا) اور حسب ضابطہ اس کاغذ کو اس غرض سے سرخان لارنس کے پاس لائے گئے تھے کہ اس پر انکا دستخط ہو جائے اور انکا ریٹ قسماً ادا کر کے آف انشینٹ کے نام انگلستان کو روانہ ہو۔ سرخان نے اسکو ملاحظہ کیا دو ایک الفاظ بدل دیے لفظ "ابتدا" کی جگہ "آغاز" بنایا اور اسی طرح کی اور ترمیمیں کر دیں اور اس کے بعد جب اس کے نیچے دوپے "یل" لکھا جس سے وہ کاغذ انکا ہو گیا تو مسکرا کر انکی طرف دیکھا اور کہا کہ "انگلستان والے سمجھیں گے یہ کیا ہی ہوشیار آدمی ہے۔"

انکی تقریر ہمیشہ صاف اور مبہمانہ ہوتی تھی۔ اور جو لوگ کسی عمدہ کی درخواست کرتے تھے اور انکے لائق ہوتے تھے انے یا۔ جو خان لارنس سے کسی کام کے لیے اصرار کرتے تھے جو انکے ناپسند ہوتا تھا ان لوگوں سے بھی وہ اسی طرح کی تقریر کرتے تھے۔ لیکن جواب وہ اس مزے سے ظرافت کے پہلو میں دیتے تھے جس سے انکی نفی جاتی رہتی تھی۔ کسولی میں ایک نیا گرجا گھر بن رہا تھا اور ان میں بہت سارے روپیہ صرف کیا گیا تھا اور سرخان لارنس کے نزدیک یہ روپیہ انکے بنار کی تعمیر میں جو ہنوز ختم نہیں ہوا تھا بیکار صرف کیا گیا تھا۔ تو بنار کا کام ختم ہو جاتا۔ وہ پہلے گرجا گھر کو دیکھ آئے اور یہ معلوم کر کے کہ پیشینہ کی چیزوں کا یا اندرونی سامان کا مطلق کوئی بندوبست نہیں ہوا ہے اور ایک رقم کثیر صرف بنار کی تعمیر میں صرف کر دی گئی ہے انھوں نے کہا کہ "آپ اسی طرح مجھ سے ایک ایسے آدمی کی ٹوپی کا چندہ مانگیں گے جسکی مانگوں میں پاجامہ ہوگا؟"

اسی طرح ابتدا سے ایام میں جب وہ بمقام مرئی نہایت شادہ محنت میں مصروف تھے تو ایک شخص نے اس عمدہ کی درخواست کرنے آیا اور جب وہ اس کمرے میں لایا گیا جہاں چنیٹ گیشترجی سے شام اور شام تک برابر بیٹھ کر کام کرتے رہتے تھے تو اسے مودبانہ طریقہ سے پوچھ کر کلام شروع کیا کہ "یہ یعنی لارنس کیسی ہیں جہاں نے ایک طرفہ العین کے لیے اپنے کام کی طرف سے آنکھ پھیر کر کہا کہ وہ اب آپ کو معلوم ہے کہ آپ ہینڈی سے سفر کر کے یہاں تک جو آئے تو اس بات کے پوچھے کو نہیں آئے ہیں کہ یہ یعنی لارنس کیسی ہیں

آپ کا جو مطالب ہو اسکو بیان کیجیے۔ اس شخص نے اپنا مطالب بیان کیا اور اسکا جواب جہان تگاب نیشنل انٹرنیشنل ملکن تھا جان لارنس نے دے کر کہا اے اب آپ جانیے اور لارڈ لارنس سے پوچھیے کہ وہ کیسی بہن اور لارنس کے وقت تک ٹھہریے۔

اور اسی طرح ایک مرتبہ اور اپنے آخری زمانہ میں جب ایک روز اتوار کو سہ پہر کے وقت ایک دوست جو نیوٹننگل معاملات میں بالکل یکطرفہ رائے رکھتے تھے انکی ملاقات کو آئے اور کنسرونیوٹننگل پر اسکے بہر فعل اور ترک افعال پر جو جنگ روم وروس میں اُسنے کیا تھا سخت الفاظ سے حمایہ کرنا شروع کیا تو ستر جان لارنس نے جوشل اور معاملات کے اس معاملہ کو بھی طرفین کے اعتبار سے دیکھتے تھے کہا کہ یہ ایک بڑا پیچیدہ معاملہ ہے اور امین ایک فریق کوئی برسر صواب نہیں ہے لیکن وہ اپنے دوست کے خیالات میں ہرگز ترمیم نہ کر سکے جوشل اور مدبران وقت کے خیالات کی واقفیت کی نسبت گرجوشی کے واسطے زیادہ مشہور ہے۔ آخر کو عین اسوقت جب انکے ملاقاتی صاحب کمرہ سے جانے لگے تو لارڈ لارنس نے کہا ”خیر بہر حال کنسرونیوٹن فرقہ کے لوگوں نے جنگ افغانستان کے شروع ہونے کے بعد سے ایک اچھی بات ضرور کی ہے جس سے آپ بھی اعتراف کریں گے۔ ملاقاتی نے معترضانہ طور پر کہا کہ ”وہ کیا بات ہے“ لارڈ لارنس نے جواب دیا کہ ”کیونکہ میں اُسے سن گا ستر“ (انکی لائق پندہ می سکرٹری جو ٹوریون کے مضبوط خیالات رکھتی تھیں اور اب بھی کھتی ہیں) کو لبرل بنا دیا۔ یہ سن کر ملاقاتی قہقہہ مار کر ہنسنے لگا اور اس بات سے اقرار کرتا گیا کہ اسقدر بھلائی ہر حالت میں گوزنٹ مذکور نے کی ہے۔

ستہ اے کے آخر موسم برسات میں جب وہ کلکتہ کو واپس آئے تو اسوقت انھوں نے سنا کہ انکی پیاری ہمیشہ ستر سن پنہز کا انتقال ہوا۔ ایسا صدمہ کبھی اُنپر نہ پڑا تھا اور نہ بعد اُسکے پڑنے والا تھا۔ وہ عمر بھر انکی شہیدہ اور دوست رہی تھیں۔ اور جو اعتبار اور تعریف اور محبت وہ اپنی بہن سے کرتے تھے اُسی طرح وہ بھی اپنے بھائی سے کرتی تھیں۔ پہلے پہل جب خبر وفات اُنکو پہونچی تو جوش غم میں انھوں نے کہا کہ اگر میں جانتا کہ اب مجھ سے اور اُسے ملاقات نہوگی تو میں وائیس رائے ہو کر کبھی ہندوستان کو نہ آتا۔ اُسکے چند مہینہ کے بعد اپنی بہن چارلٹونی کی ایک چٹھی میں انھوں نے لکھا کہ جس وقت میں اپنی پیاری بہن کی وفات کا حال یاد کرتا ہوں تو میری حالت دگرگون ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی خوشی سے محکوم گریٹ بی واقع میدان سائبرنی کی مختصر جائداد چھوڑ گئی تھیں جو اُنکو اپنے شوہر سے ملی تھی اور بہت جلد اُسکی شہرت ہونے والی تھی کیونکہ وہ (فیل کثیر سے بلکہ) اول لارڈ لارنس پنجاب و گریٹ لی، کی پورا کرنے والی ہوئی وہ مقام لارنس واقع دیوان شائین دفن کی گئیں جہاں بروقت وفات وہ اتفاق سے ستر تھیں اور ایک رنگین کپڑے کی جو ستر جان لارنس نے

دوسروں نے فریاد بلند کیا کہ اٹھنا ملک سلطنت میں شامل کر لیا جائے اور لوگوں نے یہ شور بلند کرنا شروع کیا۔
 گشت و خون ہو اور انتقام لیا جائے سرخان لارنس جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے اخبار
 نکتہ چینیوں کو بڑے غور سے دیکھتے تھے لیکن ان نکتہ چینیوں کی جانب سے بالکل اپنے کان بہرے
 انھوں نے آغاز نگرار میں غور کامل کے بعد اس امر کو توجہ کر لیا تھا کہ وہ کرن کرن باتوں کو چاہتے ہیں اور
 جو اسکا خاتمہ ہو گیا اور جو باتیں وہ چاہتے تھے وہ حاصل ہو گئیں تو انکی طبیعت اس امر کی جانب راغب
 نہیں ہوئی کہ محض فتنہ دی حاصل کرنے کی خوشی میں وہ انکو اور بڑھا دیتے اور اس راس میں جدید گمان
 سرورینم سینٹیفیلڈ نے بڑی گرمجوشی سے انکی تائید کی۔ سینٹیفیلڈ ایک مدبر ملک اور سپاہی بھی تھے اور انھوں
 ایک نہایت عمدہ یادداشت میں اس امر کا اشارہ کر دیا تھا کہ ان بے نصیب آدمیوں کے دبانے اور اپنے
 گھروں کے بچانے میں انکو سزا دینے سے ہم لوگ ان شخصوں کے نزدیک بھی مورد مطاعن ظلم و جور ہونگے
 جو ہمارے اعتدال کو نہایت اضطراب سے دیکھتے تھے، جو انتظامات اسوقت ہوئے تھے خیف ترسیم کے
 اسوقت سے اب تک جاری ہیں اور انے ہر شخص جو سروکار رکھتا تھا خوش بھی ہے۔ اسطور پر جنگ بھوٹان
 اسی ایک خاطر خواہ طریقہ پر ختم ہو گئی جسکے سوا اور دوسرا طریقہ ممکن نہیں ہے یعنی یہ کہ اسکا خاتمہ بہت جلد
 ہو گیا اور وہی طور پر ہو گیا اور وہ اس بات کے واسطے یادگار رہیگا کہ حکمت اور انصاف کی رو سے جس امر کی
 ضرورت تھی وہ اعلیٰ سول اور فوجی حکام کے کلی اتفاق کے بموجب حاصل ہوئی۔
 سینٹیفیلڈ کے گمانداز خیف مقرر ہونے سے سرخان لارنس کے دل کی جو کچھ کیفیت ہوئی تھی
 اسکا اظہار خود بخود انکی چھینوں سے بکرات و مرآت ہو گیا ہے سینٹیفیلڈ اور میں باتفاق یکدیگر بہت اچھے طرح سے
 کام کرتا ہوں۔ میرے نزدیک وہ ایک بہت اچھے کاروباری تیز دست ہوشیار دوراندیش آدمی ہیں۔ میں اس
 تبادلہ کے لیے ہر روز خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ شملہ کی آب و ہوا اور وہاں کی کیفیت سے بھی وہ بہت بہت
 اور بلاش رہے۔ ادا اپنے مکان میں وہ جس طور سے رہتے تھے اسی کیفیت یعنی لارنس کی چھٹی کے چند الفاظ
 غریب معلوم ہو جائیگی۔

شملہ میں جس طور سے ہم لوگ اپنے گھر میں رہتے تھے اسی بابت کچھ زیادہ کہنے کو نہیں ہے۔ بلکہ تو معلوم ہوا
 بان کار ہنار کی جماعتوں بان اور ہر قسم کی دعوتوں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ میرے شوہر پیشتر جیل سے
 آئے اور وہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کرنے جاتے تھے اور جب وہ کاکتہ میں تھے اسوقت بھی ایسا ہی کرتے تھے اسطرح
 وہ کبھی نہیں جاتے تھے۔ بلکہ وہ بہت سویرے اٹھتے تھے اور نظام پاشی کے قبل بہت سا کام کر داتے تھے اور شام کو
 بن جیہاں پر سوار ہو کر نکلتی تھی تو وہ میرے پہلو میں گھوڑے پر سوار ہو کر یا خرابان خرابان سیر کرنے جاتے تھے۔

وہ اپنے گھروالوں کے لیے دعا کرنا بھی فرود گذشت نہیں کرتے تھے اور میں اور وہ ہمیشہ ساتھ مل کر انجیل پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ کاموں میں نہایت ہی مشغول ہوتے تھے اسوقت بھی اس میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی اس کے علاوہ بیٹھنے کا کمرہ میرے کمرے کے قریب تھا اس سبب سے میں ایک طور پر دیر تک اس کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ ایک بار آمدہ مکان کے چاروں طرف بنا ہوا تھا۔ اس کو وہ گورنر ڈکن کتے تھے اور اس سے انکو بڑا آرام ملتا تھا۔ کیونکہ جب وہ کام کر کے خستہ ہو جاتے تھے تو اس برآمدہ میں ٹپتے تھے اور چاروں طرف دلکش کیفیتیں دیکھتے جاتے تھے اس سے انکی طبیعت تازہ اور درست ہو جاتی تھی اور اپنے کام کرنے کے کمرے میں پھر واپس آکر کام کر لے لگتے تھے۔ شامہ میں ہوا اپنی بجائی دیکھ کر ایک حیرت معلوم ہوتی تھی کیونکہ بجکوا اپنا ابتدائی زمانہ یاد آتا تھا جب فی الواقع ہم لوگ بہت ہی ادنیٰ درجہ کے آدمی تھے لیکن ارکان صحبت میں بہت کچھ تغیر ہو گیا تھا اس زمانہ کے احباب بہت کم باقی رہ گئے تھے اور اب ایک نئی قسم کے دوست پیدا ہو گئے تھے۔ وہ بہت محنت سے کام کرتے تھے اور میں نے ان کے چہرے سے ذوال تندرستی کی کبھی کوئی علامت نہیں پائی بجکوا کہنا چاہیے کہ وہ سابق میں کبھی جیسے مستعد تھے قریب قریب اسی طرح کے اب بھی تھے۔

اب بھی بہت سی پریشانیوں کی حالت میں انکی ہنسی اور دلگی انکو بہت مدد دیتی تھی۔ کچھ دنوں سے ایک معاملہ میں جو کچھ ایسا واقعہ نہیں تھا دو انجینئرفسروں کے مابین بڑا جھگڑا ہوا تھا۔ اور آخر کو وہ معاملہ فیصلہ کے لیے ان کے روبرو آیا۔ اس معاملہ کے متعلق کاغذات کے بیشمار کس تھے اور سر جان لارنس اسطور سے جس طرح ڈاکٹر جانسن کما کرتے تھے کہ میں نے گتے کی طرح اپنی ڈکشنری کی تصنیف میں کام کیا ہے مذکورہ بالا کاغذات کو دیکھنے لگے۔ آخر جب دیکھتے دیکھتے طبیعت گھبرا گئی تو انھوں نے کہا کہ ”قبل اسکے کہ باقی ماندہ کسوں کے کاغذات کو معائنہ کروں بجکوا لازم ہے کہ تھوڑا سا آرام کروں۔ سو اے منازعین کے اور کسی کو ذرا بھی خیال نہیں ہے کہ دونوں میں سے کون برسر صواب ہے ہاں انکو کچھ ایسا خیال ہو تو ہو۔ لیکن میں ہر ایک کا خدا کو بغور دیکھنے کا پابند ہوں۔“ چنانچہ وہ باغ میں گئے وہاں دو ٹیلیان کھڑی کین ایک کا نام گرئل۔ اور دوسری کا نام کپتان۔ رکھا اور پستول ہاتھ میں لیکر چھوڑ آیا کہ کو اور چھ دوسری کو لگائیں۔ اور بعد اسکے یہ کہہ کر دونوں کو گواہ کیا کہ سچ میں نے انکا کام تمام کیا ہے اسی طرح میری خواہش ہے کہ ان کے معاملہ کو بھی ختم کر ڈالوں بعد اسکے وہ پھر کسوں کے پاس آئے اور ان کے دیکھنے کا کام ختم کر ڈالا۔

جب کوئی بحث تھوڑی بہت سنگین طور کی بڑھ جاتی تھی تو وہ اکثر ایک ہنسی کی بات کہہ کر اسکو ختم کر دیتے تھے اور جانہین کے دل میں ایک لطف باقی رہ جاتا تھا۔ وائیسر اے مقرر ہو کر آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک روز وہ سرنہری میں سے بائیں کرتے تھے جو اسوقت اصلاح انتظام عدالت گسٹری اور مالک کے مختلف حصوں میں تھی عدالتیں قائم کرنے میں مشغول تھے۔ رفتہ رفتہ جنگ انیبلہ کا ذکر آیا جو اسی زمانہ میں ختم ہوئی تھی۔

زیرِ دستی ایک عہد نامہ لکھوایا گیا جسکی رو سے اسے انجمن گورنمنٹ کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ دو روپوں کو پس لگا
اور ایک نظرِ آمیز شرط یہ بھی درج کی گئی کہ بھٹیون کی رعایا سے جو لوگ ہمارے یہاں پکڑے گئے تھے وہ رہا کر دیئے جائیں
اُسکے بعد اُنکے ہمراہیوں کو اجازت ملی کہ اپنی جان لیکر وہاں سے چلے جائیں۔

یہ تو بہن کے افعال ایسے نہیں تھے جس پر سرسری نگاہ والی ناواقف نہ تھی۔ ستر جان لارنس نے معاہدہ نامہ کو ہاتھ لگا
اور اس ناشدنی کام میں جو کچھ انھوں نے کیا تھا انہیں کیا تھا اُنکی بابت ستر جان لارنس خود کو اسطور پر تحریر کیا۔

جب مین ملکات میں پہلے پہل ہو گیا تو جو ضروری کام اس قدر کرنا تھا کہ مین نے سفارت بھٹوان کی طرف کچھ خیال
نہیں کیا۔ جب ستر جان لارنس کی چھٹیوں سے جو معلوم ہوا کہ وہ بڑی بڑی دقتوں اور موافقات میں مبتلا ہوئے تو جبکہ
کسی قدر تردد ہوا لیکن مین نے یہ ناپسند کیا کہ انکو واپس طلب کر دے بلکہ ایسی کئی چیزیں مین نے جو جس سے یہ فیصل
جائز ہو سکتا اور علاوہ برینڈن نے خیال کیا کہ اب وقت گزر جا چکا اور برینڈن اتنا رشتہ شکی کوئے ہیں کہ وہاں سے
انکا واپس طلب کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس واسطے مین نے اس بات کا یقین کر کے کہ چھٹیوں میں لگا کہ وہ اپنی ہوشیاری اور
عقلندی سے معاملات کا عمدہ تعصیف کر کے واپس آئیے۔۔۔۔۔ میرے نزدیک اس ملک میں سفارت کو بھیجنا ہی نہیں تھا
اور اسکا بھیجا ایک غلطی تھی کیونکہ وہاں کوئی حکومت ایسی نہیں تھی جس سے گفت و شنود کرنا مناسب ہوتا۔ یہ سن
اس سے بڑھ کر غلطی یہ تھی جو برینڈن بڑھتے چلے گئے حالانکہ انکو معلوم ہو گیا تھا کہ راہ لوگ اُنکے آنے سے خوش نہیں تھے
لیکن بہر حال وقوع واقعہ کے بعد اُنکی تدبیر ہو گئی اور مین نہیں چاہتا کہ برینڈن پر جو ہر طرح سے ایک بڑے معمولات
کوئی الزام رکھوں۔

ستر جان لارنس نے معاہدے کے ذریعہ سے گورنمنٹ بھٹوان کو مطلع کیا کہ مشرقی دو روپوں یعنی آشام کے
زیرِ قید انوں کی بابت بارہ ہزار روپیہ سالانہ کا جو وظیفہ انکو دیا جاتا تھا وہ اب بند ہو جائیگا۔ انھوں نے کٹا خٹکا
کہ پچھلے پانچ برسوں کے اندر زراعتا ہے ہند کے جو لوگ وہاں پکڑے ہوئے وہ رہا کر دیئے جائیں اور اعلان دیا
کہ یکم ستمبر تک ان ہاتھوں کی تعمیل ہو جائیگی تو بزورِ تیغ اُنکی تعمیل کرائی جائیگی۔ اس چھی کا کوئی جواب نہیں آیا
اور عجب نہیں اگر اسی سبب سے نہ آیا ہو کہ تمام گورنمنٹ بھٹوان محفل تھی۔ آئندہ نومبر میں ستر جان لارنس نے
مشتمل کیا کہ مغربی دو روپوں کی بجائے کے متعلق جو دو روپے بھی ضبط کر لیے جائیں اور جو فرج سہرحہ پر
جمع ہوئی تھی اُسکو بڑھنے کا حکم دیا۔ پانچ قلعے جو بنگال کے دو آروں کے حکم مقامات تھے ان پر چند ہفتہ میں
ہمارے پانچ کالمنوں نے چڑھائی کر کے قبضہ کر لیا اور اسمین جہانوں کا نقصان بھی بہت کم ہوا۔ جو دیے
جیسے خیال کیے جاتے تھے اُس سے بھی حیرت من مٹا اُسکے بعد جیسا کہ زمانہ ماقبل و اب بعد اسی طرح کے
موقعوں پر اکثر ہوا ہے فوجی حکام اپنے دونوں میں سمجھنے لگے کہ بس سب طرح کی حفاظت ہو گئی اور اسکا نتیجہ

صفحہ

وہی ظاہر ہوا جسکی امید کی جاسکتی تھی اُس سجنہ ملک کے اصل فرمانروا ٹوٹسو پنپاؤ نے جیسا کہ وحشیوں کے بہادرانہ دستور کے مطابق اکثر پایا گیا ہے انگلش جنرلوں کے نام جنوری سنہ ۱۸۴۷ء کو اس مضمون کی ایک تحریر یہ ٹوٹسن بھیجی کہ اگر سات دن کے عرصہ میں وہ اُس کے قلعوں کو خالی نہ کر دیگے تو اُس زمانہ کے ختم ہونے کے بعد وہ اُسے متاثر کر لیا کہ جیسیستی سے لشکر میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو اُسکی چچی کو پڑھ سکتا۔ اس واسطے جب وہ آیا تو اُسے ہم لوگوں کو تیار نہیں پایا۔ اُسے کوشش کر کے یہ تدبیر کی کہ دیوان گری میں بیماری جو سپاہ نینیات تھی اُسکو پانی نہ پونچنے پائے۔ وہاں کے افسر کمان نے رات کو مقام خالی کر دیا۔ ایک تھلکہ بچایا۔ وہاں کو بار بار دی ہو گئی اور بیماری دو توہین حقیقت بھٹیوں کے ہاتھ چلی گئیں۔

اس حارت سے ہندوستان میں جو لعنت ملاست ہوئی اُسکی کوئی انتہا نہیں ہے اور اُس میں گورنر جنرل نے بھی پوری شرکت کی۔ بہت سے افسروں کو سبقت دی گئی اور ناکیدی حکم جاری کر دیا گیا کہ درون سے کوئی شخص گزرنے نہ پائے۔ جنرل ٹوٹسن جو دہلی میں نام پیدا کر چکے تھے افسر کمان مقرر کیے گئے اور آئندہ مارچ میں ہم لوگوں نے دیوان گری پر اس آسانی سے قبضہ کر لیا جس آسانی سے ہم پیشتر سمجھتے تھے کہ قبضہ ہو جائے۔ سر جان لارنس کی رائے یہ ہوئی کہ آئندہ موسم سرما تک بشرطیکہ اس اثنا میں بھٹیے ہماری شرائط قبول نہ کریں مقام پنا کا پر جو دارالسلطنت تھی قبضہ کر لیا جائے۔ اور انھوں نے حکام ولایت کو اپنے خیالات سے آگاہ اور انھیں کے مطابق تمام کارروائیاں کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ لیکن بھٹیوں نے موقع پر دانائی کی۔ ہمارے سفیر کے جو کاغذات انھوں نے لے لیے تھے واپس کر دیے انکی جو توہین کی تھی اُسکی بابت معذرت کی اور ٹوٹسو پنپاؤ کو اس امر کی طرف رغبت کرنے کا وعدہ کیا کہ دو توہین جو آئے جہیں لی تھیں اُنکو واپس کر دے اور اُسکے معاوضہ میں ہم نے اُسے یہ وعدہ کیا کہ جن دواروں کو ہم نے ضبط کر لیا تھا انکی نصف مالگزار می اسوقت تک ہم بھٹیوں کے حکام کو بھیجتے رہیں گے جب تک اُنکا چال چلن ہمارے اطمینان کے قابل نہ ہوگا۔ یہ ایک ایسا عطیہ تھا جسکی اُنکو کوئی امید نہ تھی لیکن یہ امر اعلیٰ درجہ کی حکمت علی اور انسانیت کے مطابق تھا۔ ہمیں اعلیٰ درجہ کی حکمت علی اس معنی کر کے تھی کہ اُس سے ہمکو بھٹیوں پر قابو مل گیا اور امن و امان اور حکومت قائم رکھنے کی غرض سے وحشیوں پر قابو پانے کا بھی ایک طریقہ ہے کہ اُنکو کچھ امید دلائی جائے اور انسانیت اس معنی کر کے تھی کہ اُنکے ملک کے سب سے زیادہ زرخیز حصہ پر بالکل قبضہ کر لینے میں یہ ہوتا کہ وہ افلاس میں مبتلا ہو ہو کر بھجوری پھر ملک پر حملہ کرنے لگتے۔

ایسی اعتدال آمیز اور برابر کی شرطوں پر صلح کے ہو جانے سے انگلش اخبارات اور انگلش تجارتی دنیا وادیا مجادی بعضوں نے تو اس بنیاد پر غل مچانا شروع کیا کہ اُنکے زعم باطل میں ہمارا رعب کم ہو گیا۔

اور اکثر مصلحتوں سے مضرب ہے اور جا بجا ملک میں اُن وحشیوں کی آبادی ہے جو اپنی مفلسی خواہ لوٹ مار کے اس خیال سے بار بار یہاں آکر آباد ہوتے گئے کہ ”دوار“ یعنی اُن زرخیز میدانوں پر حملہ کیا کریں جو جس قدر خواہ کلا“ برٹش حکومت میں آگئے تھے۔ اس واسطے یہ ملک مثل افغانستان کے تھا جس سے علیحدہ رہنا جس قدر ممکن تھا ہم لوگوں کے لیے اُس قدر بہتر تھا عدو سرحدی فوج اور ظلموں کی نہایت ترقی کرنے کی حالت میں ظالموں کی تنبیہ کرنے کے لیے اتفاقیہ سرحدی ہم کے روانہ کرنے کی بابت بہت کچھ کہا جاسکتا تھا لیکن جس تدبیر کی گورنمنٹ بنگال نے لارڈ ڈیملکن کو پیروی کرنے کی ترغیب دی تھی اُسکی بابت کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے یعنی یہ کہ انھوں نے ایک یورپین سفیر جو بھوٹیا زبان میں ایک بات بھی نہیں کر سکتا تھا تمام لوازمات سفارت اور جنگی ہم کے اعلان کے ساتھ ایک ایسے ملک کو روانہ کیا جہاں حال ہی میں ہر طرح کا انقلاب ہو چکا تھا۔ جہاں کوئی مقررہ ذمہ داریاں ہوشیار گورنمنٹ نہ تھی جہاں کوئی خاص دار السلطنت بھی نہیں تھی اور جو صاف صاف ہماری طرف سے اُن وظائف کے قبول کرنے پر رضامند نہیں تھے جو علی العموم امن و امان کے مانع اور جنگ و الحاق کے محرک ہوتے ہیں۔

لیکن جو کچھ ہونا تھا وہی ہوا اور جو لازمی نتیجہ تھا وہی ظاہر ہوا۔ نیشنلی ایڈن کو جو سفیر مقرر ہوئے تھے گورنمنٹ بھوٹان سے کوئی جواب اس اعلان کا نہیں ملا کہ وہ ایک سفارت کے افسر کے طور پر آتے ہیں اور اس بات میں آسانی چاہتے ہیں کہ اُنکے آنے میں کوئی مزاحمت نہ ہو اور غالباً اُسکی وجہ یہی تھی کہ اُس زمانہ میں کوئی گورنمنٹ ہی نہ تھی جو جواب دیتی۔ اس واسطے وہ مجبور ہوئے کہ ”جنگ پن“ لوگوں یعنی ادنیٰ سرداروں سے خط کتابت کریں جنھوں نے خاص اپنے مقاصد کے لحاظ سے اُنکے ساتھ کارستانیان کین اور جہان تماک ممکن تھا ہر ایک بات میں اُنکی رخنہ اندازی کی۔ سرنیشنلی ایڈن نے کچھ خوف نہیں کیا اور دوار جاناگ سے روانہ ہوئے اور اُس وقت سے لیکر وہاں کے داخل ہونے تک وہ ہر قسم کی مشکلوں بید لیوں اور خطروں میں مبتلا رہے۔ اسپر بھی وہ ایک ایسی بہادری اور استقلال سے اپنے عزم پر اصرار کرتے ہی گئے جو ایک عمدہ معاملہ اور اُنکے نامی گرامی زمانہ کے شایان تھا جب وہ بہ زمانہ مابعد چیٹ کشنبرجہا اور نیشنل گورنمنٹ بنگال رہے تھے۔ بھوٹان بطور معمول کے مثنیٰ گورنمنٹ کا پابند رہا کیس قدر مثل اُس طور کے جیسا کہ کچھ دنوں سے جاپان کا حال ہے وہاں ایک دھرم راجہ اور ایک دیب راجہ جو کم و بیش ٹیکنوں کی طرح کا ہے لیکن جس وقت سرنیشنلی ایڈن کو بھوٹان کی خیالی دار السلطنت یعنی مقام پنا کا تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہوئی تھی تو بد قسمتی سے ان دونوں راجاؤں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ اُس وقت ایک کامیاب غاصب ٹانگو نیلوانے کے اختیار میں یہ ملک آگیا تھا۔ اُسکی ہدایت یا مساحت سے سفیر کی انتہا و مرتبہ کی توہین اور سخت طور کا ذاتی استعمال ہوا۔ اور اُس سے

یلاڈ لائرس مرحوم جلد دوم
 بسا عمدہ ملا جس سے ایک طبعی موافقت واقعات کی بنیاد پر دو تیسرین خلائق لارڈ فیسٹر آف میکڈال
 زراعت آف اوج ہند گورنر جنرل لارڈ اور سب کے بعد ایک روز جسکی بابت اس کتاب کے حصہ میں اتفاق سے
 نے حالات لکھے ہیں قلم کار نے اس میں مقرر ہوئے۔
 ستر جان لارڈنس کے قدیم فلسفون سے استعارہ شخص جو اعلیٰ عددوں پر مقرر ہوئے تو اس سے نہیں
 معلوم ہوتا تھا کہ جو فریاد اُنکے ہندوستان میں قدم رکھنے کے پیشتر ہی بن ہوئی تھی یعنی یہ کہ انکی حکومت کے
 زمانہ میں تمام ہندوستان کا انتظام پنجاب کے طور پر بریگاسکوب اور ترقی ہوئی۔ ایسے الزام کے جواب دینے کی
 جس حد تک وہ پروا کرتے تھے اسکا جواب ستر جان لارڈنس توڈ کے نام کی ایک چٹھی سے جو ایک دوسرے ہی امر کے
 بارے میں تھی میں نے مندرجہ پایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ۔
 اس مضمون پر بحث کرتے وقت میرے نزدیک جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اس بات کا بھی ذکر کر دینا چاہیے کہ میں ان یوں
 اور فوجی افسروں کی نسبت جنہوں نے میرے تحت پنجاب میں کام کیا ہے زباناں رکھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کر لیے
 آدمیوں کو میں خوب جانتا ہوں اور جس موقع پر کسی افسر کی بیعت جاننے کا جھگڑا فی تجربہ حاصل ہے اس موقع پر میں
 اس بات کو نہیں پسند کرتا ہوں کہ انکی نسبت اپنی تجربہ کو ترجیح دوں۔ لیکن قطع نظر اس کے اور قطع نظر اس امر کے کہ بہت سے
 افسروں نے جو پنجاب میں تیار ہوئے نہایت ہی سخت کاموں میں اپنی قابلیت کو ثابت کر دیا صد پُر مذکور میں بکنہ ایک طرف پر
 استعارہ افسر مقرر ہوئے ہیں کہ انہیں سے کوئی مشہور آدمی اس طرح سے آسانی منتخب نہیں کیا جاسکتا ہے جو اس الزام سے
 بری پرکھا جاسکتا ہو۔ لیکن اگر جھگڑا اپنی ذات سے کچھ بھی آگاہی حاصل ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ جس امر کا جھگڑا کاغذ پر
 وہ صرف فائدہ سرکار تھا اور تمام عددوں کے لیے جنگی کوئی وقت تھی جس میں اس افسر کو کسی عہدہ کے لیے
 مسلح قابلیت کی بنیاد پر منتخب کیا۔ جھگڑا ایسی ایک صورت ہے یا وہ نہیں پڑتی جب میں نے کسی افسر کو کسی عہدہ کے لیے
 منتخب کیا ہوا اور وہ اس عہدہ کا کام جیسا چاہیے دیا انجام نہ کر سکا ہوا میں میں اپنی کسی تحریک کا دعویٰ نہیں کرتا
 کیونکہ میرے دشوار منتخب کا اگر اسکے سوا کچھ اور برتاؤ ہوتا تو وہ میرے حق میں سم قائل تھا لیکن ہر حال میں اس میں
 کا سختی نہیں ہونے کی مجھے بھروسہ ہے۔ باوجود بات یا درکنا چاہیے کہ کوئی شخص کو وہ کیا ہو وہ قابل حکومت نہیں
 جسے ان لوگوں کی مدد نہ کی ہو جنہوں نے سرکار کی خدمت کرنے کے ذریعہ سے اسکا کام کیا ہو وہ قابل حکومت نہیں
 جان لارڈنس کے حالات سے جس شخص کو ذرا بھی آگاہی تھی اسکو اس بات میں ہرگز شبہ نہ
 یہ وہ اصول ہے جس میں خطا کرنے پر بھی عوام الناس نے ہیشہ اُن سے ہمدردی کی۔ اُنکے توابا بیان
 اور جانی دوست اکثر اس بات کے شاکی رہے کہ انکی قربت یا دوستی انکی ترقی کی مانع رہی اور اگر
 تو وہ ضرور ترقی کے مستحق ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک بڑے قوی دوست نے اُن سے کہا کہ وہ آج

یہ عہدہ کیون نہیں دیتے مین اسکے پانے کے قابل ویسا ہی ہوں جیسے اور لوگ ہیں۔ گوئز جنرل نے جواب دیا کہ آپ اور ون کے برابر اسکے پانے کے قابل بیشک ہیں لیکن چونکہ آپ ایک قریبی عزیز ہیں اس واسطے آپ کو اور کسی شخص کی نسبت زیادہ قابل ہونا چاہیے اس وقت میرے لیے آپ کو وہ عہدہ دینا جائز ہو سکیگا۔ اس قسم کے معاملات میں وہ بالکل اپنے فرض منصبی کے پابند رہتے تھے لیکن اگر کوئی خاص تمثیل اس بات کے اظہار کے لیے ضرور ہے کہ جس وقت وہ سمجھتے تھے کہ مقامات پنجاب سے بہتر افسر مل سکتے ہیں تو وہ پنجابیوں کی طرف داری نہیں کرتے تو شاید منجملہ اور اشخاص کے سر جان اسٹریٹجی جنرل اسٹریٹجی سر ویلیم گروسے سر ویلیم میوزون ویلیوین سینٹن کار اور آر پی جیمین کا نام لینا کافی ہے جان تک مجھ کو حالات سے آگاہی ہے اسکے موافق میں کہ سکتا ہوں کہ منجملہ ان اشخاص کے توسط یا بلا توسط ایک شخص کو بھی انتظام پنجاب سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ایک خواص اور شاید فرمانروائی کے اعتبار سے ایک نقص سر جان لائسنس کا تھا کہ وہ کسی ماتحت کی تعریف بہت کم کرتے تھے اور جو محبت کا خیال اس کی طرف سے ان کے دل میں ہوتا تھا اس کا اظہار ایکے سامنے شاذ و نادر کرتے تھے۔ ان کی تدبیرات کا سمجھنا آسان ہے۔ اور اسی طرح اس بات کا دیکھنا بھی آسان ہے کہ اگر اس طریقہ سے چند لوگ ان کی زیادہ تعریف کرتے تو ایسے لوگ بہت ہوتے جو رنجیدہ اور پریشان ہوتے۔ جس وقت تعریف بالکل سچی ہوتی ہے اور نیک و بد کی تمیز کرنے کے بعد کی جاتی ہے تو وہ کمتر بیکار جاتی ہے اور جس کی تعریف کی جاتی ہے اس کو اس سے بھی کم ضرر پہنچتا ہے۔ مین یہاں اس کی بابت ایک قصہ بیان کرتا ہوں جو لوگ اس زمانہ میں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور تھے منجملہ ان کے ایسا کوئی شخص نہ تھا جس کے جانے کا افسوس فائدہ سرکار کے لحاظ سے گزرنے پر چڑا اسٹریٹجی کی نسبت ان کو زیادہ ہوتا۔ لیکن جب اسٹریٹجی نے اپنے خیالی تمنا دینے کا حال پہلے پہل اُن سے بیان کیا تو انھوں نے اس بات کو اسی طرح سے سنا جس طرح اس کی اور کسی عام بات کو سنتے اور کوئی مروجہ کلمہ افسوس بھی زبان پر نہیں لائے۔ اس حالت میں اگر اسٹریٹجی اس وقت سے بھگدڑ چلے گئے ہوں کہ ان کے افسر ذرا بھی ان کے ہمدرد اور مشکور نہیں تھے تو کوئی تعجب نہیں ہے۔ چند دنوں کے بعد جس اتفاق ان سے سر فریجی نارمن سے ملاقات ہوئی اور اس بارہ میں جو خیالات ان کے دل میں تھے بلا تفسیر ان کو اسٹریٹجی نے صاحب موصوف سے بیان کر دیا لیکن اتفاق سے اس زمانہ میں نارمن صاحب اور گوئز جنرل خود ملاقات ہوئی تھی اور وہاں بالفاظ نامحدود انھوں نے جنرل اسٹریٹجی کی خدمات کی تعریف کی تھی اور ان کی مقصودہ روانگی پر اپنا نہایت اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ اس معاملہ میں جو زخم پہنچا تھا وہ پہنچنے کے ساتھ ہی مند مل ہو گیا اور اسٹریٹجی غالباً اپنے سردار کی عادت سے زیادہ واقفیت پیدا کر کے گئے ہونگے کچھ کم واقفیت پیدا کر کے نہ گئے ہونگے۔

میں شک نہیں کہ گورنر جنرل انکی تجویز کو مسترد کر سکتے تھے لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ٹریڈ کمپن کو انھوں نے بیان کیا تھا کہ انکم ٹیکس جو ایک مضبوط مگر ناقص مالی کل ہے جو ہر ایک کیل کاٹنے سے دو تہائی ضرورت کی حالت میں ہمد وقت جاری کرنے کے لیے تیار ہے وہ بالاسے طلاق رکھنی جاوے گی (۱) اقل وجہ یہ تھاناک اطمینان بھی حاصل نہ ہو سکیگا تو وہ سمجھنے لگیں گے کہ خزانہ کے تمام معاملات کے تعلق جبکہ ان کا عمل ہوئی ہے اس واسطے کہ گورنر جنرل نے ایسی سخت تدبیر کے عمل میں لانے سے انکار کیا اور یہ دو باتیں جو دیکھائی گئی تھیں کہ باتوں کا کم ٹیکس موقوف ہو جائے اور باہر کو جو تجارتی اسباب روانہ ہوتا ہے اسکا محصول بڑھا دیا جائے سرکاری کے لیے ایک ٹون لیا جائے اور باہر کو جو تجارتی اسباب روانہ ہوتا ہے اسکا محصول بڑھا دیا جائے انہیں سے اس آخری تجویز کو انھوں نے منظور کر لیا۔ سر جان لارنس کہتے ہیں کہ۔

ہمارے بیان کا بحث پہلی تاریخ کو منظور ہو گیا تفصیلات کے محل کرنے کی بجائے حاجت نہیں ہے۔ گل گورنرس جمع ہوئی تھی جس میں ٹریڈ کمپن و دیگر ٹیکسوں کے لیے اور جاری رکھا جائے لیکن اس واسے میں نہیں تھا۔

بتلائے میری واسے یہ ہوئی کہ انکم ٹیکس ایک سال کے لیے اور جاری رکھا جائے اور دسٹ ٹیکس گما دی جس کی نقل عرصہ دراز تک کی بحث کے بعد گورنرس برخواست ہوئی اور میں نے شام کے وقت ایک یادداشت لکھ کر گما دی جس کی نقل میں آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹریڈ کمپن آئے اور تجویز کیا کہ بجائے انکم ٹیکس ان تجارتی اشیاء پر جو باہر ملکوں کو جاتی ہیں محصول لگایا جائے اور ٹیکس کے محصول پر ۲ روپے بڑھا دیے جائیں۔ اس آخری تجویز پر میں رضامند نہ ہوا لیکن میں نے اور محصولوں کو منظور کیا بحث کی صورت ابھی کیل ہوئی ہے اور ٹریڈ کمپن بہت چاہتے تھے کہ وہ ٹیکس لگائے جائے۔ وہ خستہ اور شکستہ دل معلوم ہوتے تھے اور میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ اسکو منوی رکھوں جو چیزیں اس ملک سے باہر جاتی ہیں ان پر محصول لگانا ایک معیبت عظیم ہے اور ایسی بہت سی باتیں ہیں جس میں آؤٹ اور شاید چاروں کو چھوڑ کر اور شاید اس کے محصول لگانے کے خلاف بیان کی جاسکتی ہیں۔۔۔۔۔ اگر میرا کنا کسی طرح چل سکتا تو میں انکم ٹیکس کو قائم رکھتا۔ لیکن اگر میں نے انکم ٹیکس کو منسوخ کر دیا ہوتا تو بھی کثرت واسے کہ اصل کرنے میں بکودت تھی کیونکہ ٹریڈ کمپن کے بہت سے میرے خلاف ہو جاتے۔ میرے نزدیک یہ ایک بڑا خرابی کی بات ہے کہ وہ دفعہ کسی وقت علی الخصوص اس حالت میں عرضہ لیا جائے جب ایک طرف فی الجملہ ہماری حالت ایسی سرسبز اور دوسری طرف ہم پر استبداد طلبات کیے جاتے ہیں۔

آخر کار بحث کو سر جان لارنس وٹو نے نامشور کیا اور مندرجہ بالا چھی سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گورنر بذات خاص اُسے اتفاق کرنے پر رضامند تھے۔ اس اثنا میں وہ شک کو گئے۔ اور ہندوستانی اکاؤنٹ جن جن لوگوں نے اپنے بڑے بڑے کرتب دکھائے تھے انکا کثرت سے کھسکا شروع ہوا۔ بہت سے پیرا

اور کفستون نے ملک سے رخصت لینا شروع کی۔ سر رابرٹ ٹنکرسٹی پنجاب میں بکامیابی انتظام کرنے کی ناموری حاصل کرنے کے بعد مدتوں کی شہرت اور کام چھوڑ کر یہاں سے روانہ ہوئے۔ سر جان لارنس ٹریوٹمین نے بھی وہی کیا جس سے اُنکے خیف کو نہایت رنج ہوا کیونکہ وہ سر جان لارنس ٹریوٹمین سے ہمیشہ قریب قریب پوری ہندوئی کرتے آئے تھے۔ سر رابرٹ اڈورڈس جنکو سر جان لارنس نے قرار دیا تھا کہ ڈونلڈ میکلیوڈ کے بعد کفست گورنری پنجاب کے لیے اُن سے بڑھ کر کوئی مستحق و لائق امیدوار نہیں ہے علیل ہو کر ولایت چلے گئے۔ اُنکی طرح ایسی نو عمری میں بہت کم لوگوں نے ہندوستان میں اس قدر ناموری حاصل کی ہوگی۔ اُنکے افسر اعلیٰ نے اہقر قبل از وقت اُنکے تعلق کے قطع ہو جانے پر کہا تھا کہ ”وہ فرمانروائی کے لیے خلق ہوئے ہیں“ سر رابرٹ اڈورڈس ہندوستان میں کام کر چکے تھے لیکن خاندان لارنس کے ساتھ ابھی تک اُنھوں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ اب اُنکا ارادہ یہ ہوا کہ اُنکی زندگی کے چند روز جو باقی رہ گئے تھے اُس میں کچھ حصہ اپنے بچپن کے دوست اور مربی سر ہنری لارنس کی سوانح عمری لکھنے میں صرف کریں اور دوسرا حصہ بلا شکایت سر جان لارنس کے عیال کی خبر گیری میں گزاریں بے شک یہ اُس شخص کی بہادرانہ خدمت تھی جس کا نمبر محبت میں سر ہنری کے بعد تھا اور سوا اُنکے اور کسی کے بعد نہ تھا سب پر مقدم تھا۔ ۱۸۶۴ء میں سر ٹرین ہنری کے مرجانے سے جو نقصان خاندان میں واقع ہوا تھا اگر اُسکے پورا کرنے پر وہ رضامند نہ ہو گئے ہوتے تو لارنس کو فوراً ولایت جانا پڑتا اور سر جان لارنس اپنی وائسرائے کے باقی زمانہ میں اُس مدد اور آسائش سے محروم رہ جاتے جو سوائے اُنکی زوجہ کے اور کوئی شخص اُنکو پہنچا نہیں سکتا تھا۔

اسی طرح کونسل میں بھی بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں مین صاحب چند روز کے لیے ولایت کو روانہ ہو گئے تھے۔ ہینرنگٹن دوجی طور پر چلے گئے تھے اور اُنکی جگہ پر ٹوٹن ٹیلر مقرر ہوئے تھے۔ ٹریوٹمین کی جگہ پر ٹریوٹمین کی جگہ ٹینٹن مقرر ہوئے تھے اسطور پر سال سابق کی کونسل کے ممبروں سے صرف دو شخص یعنی گورنر جنرل اور گورنر صاحب باقی رہ گئے تھے۔ لیکن خوش قسمتی سے سر جان لارنس کے اطمینان قلب کے لیے اُن قدیم دوستوں میں سے چند لوگ موجود تھے جو ہندوستان میں رہ گئے تھے اور بڑے بڑے ذمہ دار عہدوں پر مقرر ہوئے تھے۔ پنجاب پر میکلیوڈ صاحب کو اختیار حاصل ہوا ملک متوسط پر ٹینٹن کو اور ٹینٹن اپنے پُرانے افسر کے تاکید ہی بیانات سے فوج بیٹی کے کمانڈر مقرر ہوئے ہارنس گارڈ کے لوگوں نے یہ پُرانا عذر پیش کیا کہ اتنی بڑی اعلیٰ کمان ایک انجینئر افسر کو نہ ملنا چاہیے یعنی ایسے شخص کو جو اس ملازمت کی شاخوں میں سے سب سے زیادہ علمی شاخ سے تعلق رکھتا تھا اور جسکی بے نظیر قابلیتوں کا امتحان چین اور اسی طرح پنجاب اور ملک متوسط میں ہو چکا تھا۔ لیکن سر جان لارنس کے اصرار میں کامیابی ہوئی اور سر رابرٹ کو

انکے خاندان کو پڑ سادی ہیں۔

دو ششاک موت کی خبر سن کر کمال رنج ہوا اور وہ صدق دل سے انکے خاندان کو پڑ سادی ہیں۔
 ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گھنٹہ کا طوفان نہایت ہی سخت تھا اور حضور علیہ السلام کو سخت ہوش ہو گیا اگر انکے مشرح اور مہتمم
 اس سے اطلاع دی جائیگی۔ حضور مدد کو اندیشہ ہے کہ باجوہ پر بڑی مصیبت پڑی ہوگی لیکن حضور مدد کو امید کرتی ہیں

پاری لینڈی گینگ کی قہر کو مدد نہ ہو چکا ہوگا۔
 حضور کا مہتمم اس مہم کو لینڈی اس بنیدہ امید کے اہلکار کے ختم نہیں کر سکتی ہیں کہ لینڈی لائسنس بغیر وفاقیت ہو چکی ہوگی
 در اس بات کا نہایت افسوس کرتی ہیں کہ ناشانی سو سے حضور کا مہتمم نے انکی روانگی کے قبل انکو بلا کر دیکھ نہیں لیا

جسکی انکو پڑی حسرت تھی۔
 لیکن اب بچکدو ایسے معاملات کا بیان کرنا چاہیے جو انے بڑھاکر سرکاری طور کے ہیں۔ موسم سرما میں بچام کا گتہ
 سرخان نے چوچسپان تحریک کی تعین و دہشت سے علی ضروری معاملات سے متعلق ہیں چکا سرخان کو دل سے
 اس زمانہ میں خیال تھا۔ جیسے موٹوئی دستور "ہائٹ" "کوٹیشنٹ" کے ذریعہ سے آپاشی کے کاموں کا بڑھانا۔
 ہندوستان بھر میں مدد طور کی بارکین اور معاملات کے مقامات کا تعمیر کرنا۔ پڑی جوریوں کا موقوف کرنا۔ دیکھی
 سپاہ کا از سر نو مرتب کرنا۔ گینگشن فوج کی تعداد کا گھٹانا۔ لیکن سب سے بڑھاکر اور روزانہ فزون تر دو کا سبب ہسکا ہر وقت
 انکو خیال تھا اور اسی کو وہ تمام معاملات میں ظاہر کیا کرتے تھے وہ خزانہ کی حالت تھی۔ ۱۹۶۷ء میں عام
 قحط کی غمناک پیشین گوئی کی گئی بڑے بڑے فوجی کام جو زیر بحث تھے انہیں دیکھ کر واپس لے کر دیکھ کر ہر قسم
 صرفہ تھا۔ چاروں طرف سے علی اہم ترقی تھی خواہ کی چار بجی تھی اور ملازمت کی ہر ایک شاخ میں فوج کی ہر ہر قسم
 برابر بڑھتی جاتی تھی۔ اس حالت میں سب سے پہلا کام ایک بڑھاکر کا خزانہ کے متعلق تھا۔ لیکن اس کام میں
 انھوں نے ہر طرف سے اپنے کو عقیدہ معذور اور مدد دیا پایا۔ قریب قریب وہ تہمت تھے انھوں نے اکثر شکایت کو
 کہ عام طور پر ہر شخص کفایت شعاری پر تیار ہوا ہے لیکن خاص بانوں کے متعلق اور جو بات کفایت شعاری سے
 اصلاح کرنے کی ہوتی ہے اس قسم کی ہر عملی تدبیر کی مکمل مخالفت کرنا ہے۔

انھوں نے سرخارنس وڈ کو بتایا ۶-۲ بجی ۱۹۶۷ء میں لکھا تھا کہ۔
 میں خود بڑے زور کے ساتھ تحقیق پر آمادہ ہوں کیونکہ مزید جس لگانے سے میری اسے بالکل خلاف ہے۔
 شکل سے ہم کہتے ہیں کہ تحقیق بھی ہوا دیکھیں بھی نہ گے۔ ہمارے اخراجات سال بسال بڑھتے جاتے ہیں اور اسی طرح
 بڑھتے جائیگے۔ ترقی ملک کے لیے ہماری آمدنی کفایت نہیں کر سکتی اور یہ کہ آپ کو معلوم ہے ہماری آمدنی کا ایک
 حصہ مودی ہے۔ گتہ ۱۱ میں انکو گتہ موقوف ہو جائیگا جان تک جلد ممکن ہو سکے نقصان پورا کرنا چاہیے
 گینگ لگانے کی توجہ کو بالکل ناہنسن سمجھتا ہوں کیونکہ مجھ کو وہ سچ لگتا ہے کہ جو اس میں لائق ہونگی ایسی بات

ثابت قدم نہیں ہیں۔ ٹکس بڑھانے سے خرچ میں تخفیف کرنا کمین بہتر ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مین نے ہمیشہ اسی حکمت عملی کا استعمال دیا ہے۔ پیئیر کا یہ خیال اور بیان ہے کہ جب کبھی ہکو تخفیف کی ضرورت ہو تو فوج کی جانب توجہ کرنا چاہیے۔ لیکن فوج میں جو اصلاحیں ہوتی ہیں انکا پیشتر سے شمار نہیں کیا گیا اور ان سب اصلاحوں میں روپیہ صرف ہوا۔ مجھ کو اس بات کا بیان کرنا لازم ہے کہ نارتھن صاحب اس بات میں مجھ سے متفق الے ہیں کہ جو تخفیفیں مین نے تجویز کی ہیں وہ حفاظت سے عمل میں آسکتی ہیں۔

لیکن اس سال موسم برسات میں اور سببوں سے اسی طرح کے نتیجے پیدا ہوئے اور اپنے تمام وائیسرائی کے زمانہ میں ستر چار لاکھ لارڈنرٹس نے یہی پایا کہ کفایت شعاری کی صلاح دینے میں ہر طرح سے ملک کا فائدہ ہے سو اس کے کہ لاکھوں آدمی ان کے برخلاف ہو جائینگے۔ اور ہندوستان میں اور ملکوں کی نسبت یہ بات کمین زیادہ ہے کہ بہت اشخاص نہیں بلکہ چند لوگ یعنی امرانہ کہ غرا نہایت آسانی سے اپنی حاجتوں کو ظاہر اور اپنی صداؤں کو سناسکتے ہیں۔ ہم فروری کو انھوں نے لکھا کہ۔

ہمارے خزانہ کے آثار فی الحقیقت بہت بُرے پائے جاتے ہیں اخراجات کا جوش بڑھتا جاتا ہے۔ جدید بارکون کے تعمیر کرنے اور چرائی بارکون کی مرمت کرنے میں ایک رقم کثیر صرف کرنا پڑیگی۔ لیکن لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ ہمیں حد سے زیادہ روپیہ صرف کیا جائے۔ اگر مجھ کو امید کی اعانت ہوتی تو میں اس خرچ کو بہت محدود کرتا لیکن مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ ایسا ہو سکے ستر بیویزورڈ اور پیئیر کو خزانہ کا کچھ خیال نہیں ہے اور فریڈرک سب سے بدتر ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ انھوں نے بیس ایکڑ زمین پر بیہی کے قریب ایک اسٹاکلم تعمیر کرانے کے واسطے چار لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی انھوں نے محکمہ تار برقی کے لیے از خود عمارتیں بننے دیں جس میں عمارتوں کے ختم ہوتے ہوتے پچاس سے پچتر ہزار روپیہ کا صف چھائیگا۔ مجھ کو صحیح صحیح یقین ہے کہ ہندوستان میں ہکو اور آمدنی بڑھانا ممکن نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اکثر اس بات کو بیان کیا اور ایسے وقت بیان کیا ہے جب اس عمدہ پر میرے آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ دوسرے ذریعوں سے ٹکس بڑھا کر آمدنی پیدا کرنا نہایت ہی دشوار ہے اور براہِ راست ٹکس جاری کرنے میں تحقیقات کی ضرورت ہے جس میں پھر ظلم اور ناراضی کا خطرہ ہے۔

نظر بہ حالات مندرجہ بالا گوئفیل نے آخر کو کوکر یا یہ تجویز کیا کہ انکم ٹکس کا اجرا ایک سال اور بحال رکھا جائے اور ستر چار لاکھ لارڈنرٹس نے بھی جنھوں نے اپنے تمام آئندہ فوائد ہندوستان کو خطرہ میں ڈال کر اسپر اعتراضات کیے تھے ظاہر ا وہی رائے دے دی۔ لیکن شیوع بحث کے ایک روز قبل گوئفیل کے ایک جلسہ میں معلوم ہوا کہ انھوں نے مثل سابق پھر اپنی نفرت کی جانب عود کیا۔ اور گوئفیل کے تمام موجودہ ممبروں نے باستثناء گورنر جنرل انھیں کی ہم آہنگی کی۔

میں آج صبح کو بہانہ ہو چکا اور یہاں کا حال اچھا نہیں ہے راستہ بھر ملک کی صورت سے حال کے طوفان کی خوفناک
 تین صاف صاف ظاہر ہوئیں۔ لارڈ ویلنگٹن کے وقت میں کلکتہ اور بارکپور کے امین سرک کے دونوں طرف جو درخت
 صوبہ کے گئے تھے انہیں سے بہتر کے اگر گر پڑے رشتہ بھی افتادہ و رشتوں سے مفروش ہے۔ اہل تہلیان و صیبت و لوگوں
 جو دریا کے کنارے کنارے بھگی سے سمندر تک آباد ہیں ان اشکال میں جان و مال کا نقصان بلے حساب ہوا۔ ہم سے
 جو دھوکہ سنی ہے وہ کر رہے ہیں۔

اور پھر کسے چند دنوں کے بعد کہتے ہیں کہ۔

۱۶- دسمبر

مدرس کی تباہی کی نسبت جو خبر پہلے آئی تھی ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس سے زیادہ مصیبت واقع ہوئی
 ۳۰۰۰۰ جانیں تلف ہوئیں۔ اسی طرح اب بیان کیا جاتا ہے کہ کلکتہ میں جو اندھی آگ
 ستر ہفتہ وینین اندازہ کرتے ہیں کہ ۳۰۰۰۰ جانیں تلف ہوئیں۔ یہ بڑی خوفناک بات ہے۔

آج بھی اسپتار لوگ ہلاک ہو رہے تھے۔ یہ بڑی خوفناک بات ہے۔
 لاہور سے روانہ ہونے کے بعد سرخان لارنس سرسری طور پر دہلی کی سیر بھی کر آئے۔ یہ وہ شہر تھا
 جو دار السلطنت پنجاب کے بعد بشرطیکہ درہل اسکا شمار دہ نہ کرتے ہوں) ہمیشہ انھوں نے اپنی جان کے برابر
 عزیز رکھا اور انکا ابتدائی کام اور ناموری زیادہ تر اس شہر سے منسوب ہے۔ وہ دو تیرے رات کو جب سارا شہر
 سوتا تھا یہاں پہنچے اور لڑکوں کا سیل یعنی قدیم بڑیر پیر کی یا اس مقام میں اگر قیام کیا جو ایک ایک شخص کی زندگی
 یا دوست سے انگوشت ہی غریب صاحب ہو چکے کے بعد چار گھنٹے گزر گئے تو شاہی سلامی کی توہین جوئے لگیں
 تب باشندوں کو یہ معلوم ہوا کہ انکا پرانا کلکتہ اور غریب پیر کی آئے تھے چنانچہ باشندگان شہر محروم رہ گئے جسکا انکو کمال حلق
 کا باری طور پر آئے تھے شاہانہ طور پر نہیں آئے تھے چنانچہ باشندگان شہر محروم رہ گئے جسکا انکو کمال حلق
 ایکس انھوں نے وقت بحال کر مغلوں کی عظیم اثران تنگداج کو انھوں نے بربادی سے بچایا تھا اور جو
 بہ تبدیل حیثیت انجمن قلعہ بنائی گئی تھی دیکھی اس بات کا بندوبست کیا کہ جو فوج وہاں تعینات تھی
 تعدا دیکھنے نہ پائے اس بات کا حکم دیا کہ جو لوگ محاصرے میں مارے گئے تھے انکی یادگار بن جلا تیار ہو
 اور ان سب لوگوں سے زیادہ خود مختار اور بہادری جان نکلیں کی قبر دیکھی۔ ۱۷- ستمبر کو یعنی کلکتہ میں
 قیام کے لیے اگر قیام ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ اپنی زوجہ کے ہو چنے سے خوش ہو گئے۔ ان
 سونے کی شصت ہونے کے ٹھیک ایک ایک سال بعد ملاقات ہوئی۔ اس اثنا میں مارچ کے مہینے میں
 ہندوستان میں پہنچ کر ان کی مفاہرت ہوئی ہے شوہر کا خیال غالب راجا چانچہ اور لڑکوں کو اپنی بیٹی شائیا
 اور ہندوستان میں پہنچ کر ان کی مفاہرت ہوئی ہے شوہر کا خیال غالب راجا چانچہ اور لڑکوں کو اپنی بیٹی شائیا

بمقام سوتھ کینٹ چھوڑ کر ریڈی لارنس اپنے دو بڑے اور ایک سب سے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لیکر ہندوستان کی سبجا روانہ ہوئیں اسکے تھوڑے دنوں بعد ستر جان نے اپنے ایک دوست انگلستان کی چھٹی میں لکھا تھا کہ آپ نہیں خیال کر سکتے کہ میری زوجہ کے پہنچ جانے سے میری حالت کس قدر بدل گئی۔ لیکن جو لوگ ان سے واقف تھے انکے لیے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ گورنمنٹ ہؤس کی عشرتیں اب انکو کس قدر خوفناک معلوم ہونے لگیں۔ اور کیونکہ انکے عہدہ کی ناگزیر پریشانیان فرصت کے وقت میں ان سے باطنیان باتیں کرنے سے اکثر گٹ گٹ بلکہ کٹ کٹ لگیں۔

عہدہ وائسرائے پر مقرر ہونے کے پہلے سال کچھ یہ نہ تھا کہ انکو اپنے ابا یا ان خاندان کے کسی شخص سے صحبت حاصل نہ رہی ہو۔ کپتان اپنی اپنی فوجی سکرٹری نے انکے بڑے بھائی جانج کی بیٹی سے شادی کی تھی اور لارڈ لارنس ستر سترہری کے ایک بیٹے نے ڈاکٹر کینیڈی کی بیٹی سے شادی کی تھی جو ستر جان لارنس کے ایک قدیم دوستوں سے تھے اور آرگنڈ کے قربت مندوں کے رشتہ سے ایک عزیز دار بھی تھے اور یہ چاروں انکے ساتھ گورنمنٹ ہؤس میں رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ ہی خیال کرتے تھے کہ ہنری کے بیٹوں کے ساتھ جس قدر سلوک کرینگے زیادہ نہوگا لیکن ایک خوفناک حادثہ کے باعث سے ستر لارڈ لارنس کا کام تمام ہو گیا اور ایک ششماہہ بچہ اپنے نامی گرامی دادا کے نام و خطاب کا وارث یعنی ستر سترہری کو چھوڑ گئے۔ ستر لارڈ لارنس نے اپنے چچا رچرڈ لارنس کے ساتھ جو اس زمانہ میں ضلع شملہ کے ڈپٹی کمشنر اور کوہستانی ریاستوں کے سٹیرٹنڈنٹ تھے ایک معم پریتیت کو گئے تھے۔ راستہ میں ہوا ایک دشوار گزار بلندی اور خوفناک پستی میں ہو کر نکلا تھا بعض مقامات پر پہاڑ کاٹ کر وہ زمین نکلا تھا بلکہ چوکنوں سے پاٹ دیا گیا تھا اور نیچے اڑکے لیے ستون لگے ہوئے تھے جو چٹانوں میں اُتار دیے گئے تھے۔ زمین سے ایک ترخانہ پر یہ جماعت گھوڑوں پر سوار جا رہی تھی ستر لارڈ لارنس کے آگے تھے اتنے میں پلیٹ فارم کا ایک حصہ کھسک گیا اور سوار اور گھوڑے کو لیے ہوئے دو سو فینٹ تک نیچے بیٹھ گیا۔ کم عمر یود پر جو شفقت اور خبر گیری انکے باپ کر سکتے وہ اس تباہی کے زمانہ میں ستر جان لارنس نے کی اب چھوٹے ستر سترہری کے سرپرست وہی رہ گئے تھے اور یہ ایک ایسی تولیت تھی جس کا کام انھوں نے آخری وقت تک پاک بڑی وفاداری سے انجام کیا۔

حضور بلکہ معظمہ نے خاندان لارنس سے ایسی ہمدردی اور اسکا اظہار کیا جیسی ہمدردی حضور مدد و مدد طوفان کے مصیبت زدوں کے ساتھ ظاہر کی تھی۔

آئبرن ۳۰ جنوری ۱۸۵۷ء

حضور بلکہ معظمہ کو ستر جان لارنس کے بیٹے اور انکے نامی گرامی مرحوم بھائی ستر سترہری لارنس کے بیٹے کی

۴۱۶

میں بیان ۴۱۔ تاریخ کو پونچا اور جو کام کرنے آیا تھا اسکو انجام کر کے آج شام کو روانہ ہوتا ہوں۔ میں نے
لکچر تھلے کو ستارہ ہند کا تمغہ دیا چھ سو سو روپے اور شاہیہ کا جو جتنا سے خیر بیک کے رہنے والے تھے ایک دیا
تھوڑا اور ان سے اپنی ملاقات تازہ کی اور خوش خوش لاکھو رخصت کیا۔ فی البدلہ اس چھوٹے سے سفر میں بخوبی
بیابانی ہوئی۔ زمین صاحب میرے ہمراہی تھے اور جو کچھ انھوں نے دیکھا اور سنا اُس سے انکو نہایت حیرت ہوئی۔
دربار کے مفصل حالات جنکو راقم خط نے اپنی خاکساری یا مختصر نوٹسی کے سبب سے قلم انداز کیا تھا اور
اطراف سے تمام وکمال سفر جائزہ وٹو کے پاس پہونچے اور ان لوگوں میں جنھوں نے اس بیان کو جو اسوقت کے
انصاروں اور پرنسپل ٹیچروں اور چشمہ یگوامہوں کی زبانی بیانات سے منتخب کر کے لکھا گیا ہے پڑھا ہے ایسے بہت کم

۲۵- نومبر ۱۹۶۲ء

آپ کو ہوا اسی طرح سرکاری معاملات کے اعتبار سے وہ اس بات کا عمدہ ثبوت ہے کہ آپ جس عہد و پرہیز اسکے لیے موزون تھے اور آپ کی حکومت کو ہر شخص علی العموم پسند کرتا ہے۔

سر جان لارنس اس بات سے اور بھی خوش ہوئے کہ خود حضور ملکہ معظمہ نے اُن الفاظ پر اپنی کمال خوشی کا اظہار کیا جبکہ بحیثیت قائم مقام وائسیرائے حضور مدوہ انھوں نے عظیم الشان دربار کے سرداروں کے سامنے جو بولن جمع ہوئے تھے بیان کیا تھا۔

آر. م. س. جنوری ۱۹۶۵ء۔

آکر جن ۳۰ جنوری ۱۹۶۷ء -
ملکہ معظمہ سہر جان لارنس کا شکریہ ادا کرتی ہیں کہ انھوں نے دو چٹیان ایک مورخہ ۱۶ ستمبر اور دو سرور
مورخہ ۲۱ اکتوبر بغوفات اور خوبصورت فوٹو گراف کی بھیجیں جس سے بہت عمدہ طور پر اس رونق دار تقریب
کی کیفیت خیال میں آتی ہے جولاہور میں واقع ہوئی تھی ملکہ معظمہ بہت شکور ہوگی اگر سر جے لارنس ان فوٹو گراف
کی اور زمین پنپن بھیج دیں گے
ملکہ معظمہ سہر جان لارنس کے ایڈریسٹون کو بہت پسند کرتی ہیں اور اس بات کے کہنے سے انگوولی
کہ سر دارون کے خیالات عمدہ اور دوستانہ ہیں اور مگر نہیں کہ اس سے آخر میں عمدہ نتیجہ پیدا ہو۔

باب دوازدہم سر جان لارنس کی وائسیرائی کا زمانہ ۱۸۶۵ء لغایت ۱۸۶۶ء

ہندوؤں کی ان کتابوں میں جن میں دیوتاؤں کا بیان ہے ایک دیو کا قصہ مذکور ہے جس کے ہاتھ پانوں کی طرح
بھاری تھے کہ جب اس کے پانوں کا ٹوٹا لے گئے تو بہت عرصہ کے بعد اس کے کانوں تک یہ خبر پہنچی۔ ہندوستان خود
یہ دیو ہے یا شاید پہلے تھا۔ وہ ایک ملک بے انتہا اختلافات کا ہے درحالیکہ اس کے وسیع رقبہ کے ایک حصہ میں
شادابی معلوم ہوتی ہے دوسرا حصہ خوفناک آندھی یا طوفان یا قحط سے برباد ہوتا ہے۔ جب شمالی ہندوستان کی
بہادرؤں سے جو سر جان لارنس کے سلام کو دربار میں آکر جمع ہوئے تھے دیرائے راوی کے سواہل جگہ گئے
تو اس وقت دیرائے بھلی کے کنارے سیلون تک ٹوٹی پانی میں ڈوبی ہوئی کشتیوں اور جرے گئے ہوئے مکانوں
اور جو آہنی چھتیں کا غد کے تختہ کی طرح دوہری ہو ہو گئی تھیں ان خمدار چھتوں اور جو درخت جڑ سے اکھڑا کھڑ کر
گر پڑے تھے اور خس کی طرح گردابوں میں پلک کھا رہے تھے ان درختوں سے مفروش پڑے تھے۔ ملک شہ اور
سمندر کے مابین جو شبیہ زمین واقع ہے وہاں کے بد نصیب باشندوں کی جانی دشمن صرف ہو ہی نہیں تھی
بلکہ بارگاہ فیٹ کی اونچی ایک پانی کی دیوار جو اس کنارے سے اس کنارے تک کی زمین کو چھپا کر ادھر ادھر لکھی ایک
پھیل گئی تھی سمندر سے سنسناتی ہوئی دریا میں آئی اور دریا میں کی ہر ایک شے فصل استادہ اور آتشجار گھاٹوں اور
مکانوں میں گراؤں اور باشندوں کو اپنی رو میں بہا لے گئی۔

اس پریشانی کے کم کرنے میں جو کچھ ہو سکتا تھا وہ سر جان لارنس کے حکم سے کیا گیا لیکن جو کچھ ہوا اس کی
کچھ حقیقت نہیں تھی۔ اور جب وہ کاتہ میں پہنچے یا اس کے بعد وہاں سے بارکپور گئے اور وہاں سے چھان گھس
تو ان چھٹیوں سے ایک عجیب طرح کے ہولناک حالات جو انھوں نے جاکر دیکھے تھے دریافت ہوتے ہیں۔ اگرچہ
وہ نہیں جانتے تھے اور جب تک زیادہ عرصہ نہیں گزرا اس وقت تک کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ پورا پورا نقصان
کہاں تک ہوا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ چالیس جہازوں کے قریب جنہیں سے بعض نہایت ہی عمدہ تھے
دوب گئے تھے یا ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ گئے تھے۔ انگلش ملاحوں کی جانیں بہت کم تلف ہوئیں لیکن
بہت سے ملاح سمجھ کے بھل پانی میں گر گر پڑے۔ ہندوستانی بیحد ضائع ہوئے۔ ساگر کے مایو میں جو دریائے
نہا نے کے قریب واقع ہے ۳۰۰ آدمی آباد تھے منجملہ ان کے دس فیصدی سے زیادہ زندہ نہیں بچے برواں
ملکت تک پہنچو ہر جگہ درخت اکھڑے ہوئے اور تار برقی کی تلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اس کے چند روز بعد
وہ بارکپور سے لکھتے ہیں کہ۔

مہمان خہ کیا اور صفاقت معلوم ہوتا تھا کہ جب کوئی سردار اس قسم کا انکے سامنے اگر تخت کے زینون پر چڑھنے لگتا تھا جسے ششہ اعین کار نمایاں کیا تھا تو انکی پیشانی چمکنے لگتی تھی۔ اسکے بعد وائیسر اسے کی جانب سے سرداروں کو خلعت اور انعامات ملے۔ تقریبی کشتیاں طلائی کلاک گھڑیاں مصح بندوقین ریشمی پوشاکین موتیوں اور دوسرے جواہرات کے ماسے مرحمت ہوئے جو زمین پر پلیٹ فارم سے خیمہ کے دروازے تک داہنی جانب رکھے ہوئے تھے اور یکے بعد دیگرے اٹھا اٹھا کر آتے جاتے تھے۔ وہ ایک بڑی رونق دار کیفیت اپنی اصل حقیقت اور مطالب کے اعتبار سے تھی۔

انتظامات ایسے قابل تعریف تھے کہ جس تقریب کی نسبت امید کی گئی تھی کہ سہ ہر کو تین بجے تک ختم ہوگی وہ اسوقت کے دو گنے پشتر ختم ہو گئی۔ وائیسر نے جس طرح سے آئے تھے اسی طرح توپوں کی گرج و فون کی کرک اور ہتھیاروں کی سلامی میں خیمہ سے روانہ ہوئے اور اسوقت اس بھاری تقریب کا خاتمہ ہو گیا۔ سر جان کے دو سچے دوست جو اس دربار میں حاضر نہیں ہوئے تھے تو انکے افسر کو باوصف اس امر کے کہ وہ ان تقریبات میں مشغول تھے دل سے افسوس ہوا ہو گا۔ سر تیرنٹ اڈورڈس بیماری کے سبب سے نہ آ سکے اور یہ بیماری وہ تھی جس کے سبب سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکی نامی گرامی کارگزاری ہندوستان کا خاتمہ ہو گیا اور نیچہ جیمسن جو آغاز خدین مقام راولپنڈی سر جان لارنس کے سیکریٹری کے طور پر کام کر چکے تھے اور اسکے بعد سے بطور کٹنر دیشا و سرحد کی بہت سی لڑائیوں اور کوہستانی جگہوں سے صلح کی گفت و شنید کے شغل عمدہ خدمتیں کر چکے تھے گذشتہ چند روز کے عرصہ سے شکار دام اجل ہو چکے تھے۔ اتفاق سے سر جان لارنس اسکے قبل کی ڈاک میں سر جان لارنس دڈ کو لکھ چکے تھے کہ جیمسن کی خدمتوں کا معقول طور پر اعتراف کرنا چاہیے۔ لیکن ابھی وہ خط ہندوستان کے باہر ہی نہ جانے پایا ہو گا کہ وہ انسان کی تعریف کرنے اور انعام دینے کی حد سے تجاوز کر گئے۔

دوسرے روز انیسویں تاریخ ساڑھے چھ بجے گورنر جنرل ملتان کی جدید ریلوے کو کھولنے چلے گئے۔ چھتیس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ ایک اسٹیشن پر جو خود ونگل کے درمیان واقع تھا پہنچے اور یہاں انھوں نے ناشتہ تناول کیا اور ایک اسپینج کمی جیمسن انھوں نے اپنی یادداشت کے تمام حالات بیان کیے۔ اسبجے پھر وہ لاہور کو واپس آئے اور اسی سہ پہر کو وہ ایک مرتبہ اور امرتسر اور دہلی کو روانہ ہوئے اور اس یادگار ہفتہ کے لطفوں اور صحبتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جو کچھ بیان انھوں نے کیا اور دیکھا تھا اسکی بابت سر جان لارنس دڈ کو ایک عجیب طرح کی صحیح صحیح اور کارباری طور کی چٹھی لکھی۔

رولانس مرحوم جلد دوم
ہے شمالی ہند کا ہر شخص ڈرتا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ چنانچہ تمام خطروں کی جو کسم پٹھا کر دی اور
سلا بھی پایا۔

آخر کار تعطل کا وہ نفع گننے ختم ہوا اور جو بوقت وائیسرائے کی چو آسپہ گاڑی خیمہ کے قریب پہونچی
پاہیوں نے جو شرک پر دور ویتھار باندھے کھڑے تھے سلامی دی بینڈ بجا بایجنے لگا شاہی سلامی کی پہلے
پ سڑ ہوئی اور اس کے بعد جب ستر جان لارنس اپنے تمام متھے لگائے ہوئے لیکن حاضرین و بار بھدین
سب سے زیادہ سادی وضع کے کپڑے پہنے ہوئے پلیٹ فارم پر چڑھ کر دوزی کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا چڑھے
اور تخت پر جا کر بیٹھے تو ہر شخص سرو پائے تعلیم کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کے دہنی جانب دھاراجہ کشنہ اور ان کے بعد
دوسرے رؤسا و سردار بتریب مارج میسے۔ بائیں جانب ستر بارتھنگلر ستر شہری مین ستر ڈنڈہ ستر کپڑے اور
پنجاب کی مختلف قسموں کے گھڑ ستر بیٹھے اور تخت کے پیچھے ڈیوٹی گھنٹہ اور آسٹنٹ گھنٹہ اور صوبہ کے دوسرے
جوب تین سو کے قریب تھے قطار در قطار بٹھائے گئے۔ اگر سات برس پیشتر امتحان کے زمانہ میں ستر جان لارنس
پیلوٹی کی ہوتی یا متزلزل ہو کر رہ گئے ہوتے اور جوبات انہیں جی اگر دم بھر کے لیے بھی انھوں نے اس کا تاد
نہ کیا ہوتا تو معلوم نہیں کہ اس رونق و اجتماع کے کتنے لوگ اس روز شرک ہوئے کو زندہ نہ رہ گئے ہوتے (اس کا)
اس جماعت کے چند ہی آدمیوں نے نہیں خیال کیا تھا) جو بوقت بھلی توپ کی گرج موقوف ہوئی تو وائیسرائے
اٹھ کر کھڑے ہوئے اور گرجبوشی اور فصاحت سے ہندوستانی زبان میں جس مشترک زبان کو ہندوستان کا ہر شخص
سمجھتا ہے یا ہر شخص کو اسے سمجھنا چاہیے سرداران مجتہدہ دربار سے خطاب کیا۔ ان کے الفاظ سادے اور پر زور تھے
گویا وہ ترجمان دل تھے اور سامعین کے دلوں پر فوراً انکا اثر پیدا ہوا۔ اور جو بوقت انھوں نے جان لارنس کے
رجب دار پر کو دیکھا اور ان کی برجستہ اور بہادارانہ تقریر کو سنا ہو گا تو ضرور ان کو معلوم ہوا ہو گا کہ انہیں جانی اخلاقی
اور دماغی سب طرح کی قوت پنجوبی تمام پائی جاتی تھی۔
ہمارا جو راجہ اور سردار میری تقریر کی طرف متوجہ ہو۔ میں آپ لوگوں کے درمیان تقریر پانچ برس کے
چھڑا ہوں اور جس مہربانی سے آپ لوگوں نے میرا استقبال کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنا ہوں۔ مجھ کو بڑی خوشی ہے
ایستہ قدیم دوستوں کی مجھ کو ملاقات حاصل ہوئی اور جو لوگ گئے گئے ان کے چلے جانے کا افسوس کرتا ہوں۔
میرے اور سردار۔ میری طبیعت بہت خوش ہوئی کہ اس دربار میں تیرہ سو کے قریب آپ لوگوں کو مجتمع پایا
میں اپنے لئے بہت سے دوستوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ میں اپنے پرانے رفیقوں کے بیٹوں دھاراجہ
سجے سردار وندہ وندہ وندہ راجپوت سرداران کو ہستان مسلمان ملکان پٹشاور کو کٹا سرداران دیرہ جان
تہ جوئے سے۔ لوگ اپنے پرانے فرمانروا کی عزت افزائی کرنے کو متبع ہوئے ہیں۔

میرے دوستو جگو بیان کرنا چاہیے کہ نامی گرامی ملک انگلستان ان تمام معاملات کا چہرہ دستاویز کی ہوسکتی
آسائش اور فلاح سے متعلق ہیں دل سے خیال رکھتا ہے جگو آگاہ کرنا چاہیے کہ جب میں اپنے وطن مالوفہ کو واپس گیا
اور حضور ملکہ مغلہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا جگو شرف حاصل ہوا تو کس مہربانی سے حضور مدد سے اپنی مشرقی رعایا کی
خیر و عافیت پر جگو کتنا چاہیے کہ جو وقت ملکہ مغلہ نے جگو دائرہ ہند مقرر کیا تو کس محبت سے یہ کام میرے سپرد کیا کہ
میں آپ لوگوں کی خبر گیری رکھوں شاہزادہ ابراہیم شہر مرحوم حضور ملکہ مغلہ کی عظمت اور خوبیوں کا شہرہ تمام عالم میں مشہور
اس ملک کے متعلقہ حالات سے بخوبی تمام واقف تھے اور ہمیشہ جناب مرحوم کی یہ دلی خواہش رہی کہ ہندوستانی رعایا کو خوش
اور مدد حال دیکھیں۔

میرے دوستو پہلے پہل جب میں نے لاہور کو دیکھا تھا اس وقت سے اب تک اٹھارہ برس کا عرصہ ہوا۔
تیرہ برس تک میں پنجاب میں رہا بہت برسوں تک میرے بھائی سرنہری لارنس اور میں نے اس وسیع ملک پر حکومت کی۔ آپ
سب لوگ ان سے خوب واقف ہیں اور انکی یادداشت ہمیشہ آپ لوگوں کے دلوں میں تازہ رہی کہ وہ ایک ایسے حاکم تھے جو اپنی
رعایا کے سچے دوست تھے میں صحیح صحیح بیان کر سکتا ہوں کہ جس زمانہ سے جگو اس سرزمین کی حکومت حاصل ہوئی اس وقت سے ان کی م کے انجام کرنے میں
جسکی ہم لوگوں نے ذمہ داری کی تھی اپنے وقت اور اپنی محنت اور اپنی تندستی کو ہم نے عزیز نہیں کیا۔ ہم صرف ہر درجہ اور ہر فرقہ کی
رسم و رواج اور خیالات اور حاجتوں سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی اس صوبہ کے چند ہی حصے ایسے ہو گئے جگو میں نے
دیکھا نہوگا اور میں امید کرنا ہوں کہ انگو میں نے جو نہیں دیکھا تو کس قدر اچھا نہیں ہوا جب سے برٹش حکومت جاری ہوئی اس وقت سے
ہر قسم کا کٹن کم ہو گیا نہیں اور سرکاری تعمیر و بنیاد اور تعلیم کے اسکول قائم ہوئے۔ اعلیٰ سے ادنیٰ درجہ تک سب لوگ خوش ہیں
اور خیر خواہی ثابت کرتے رہے جب شاہ میں بڑا فوجی بلوہ ہوا تھا تو اس کے فرو کرنے میں انھوں نے بڑی عمدہ مدد دی۔
سر داروہ نے اپنے بیان کی فوج کے حصے لاکر جمع کر دیے جنھوں نے وفاداری سے کام کیا اور ہزار ہا پنجابی سپاہی ہمارے
جھنڈوں کے نیچے جمع تھے ان لوگوں نے برٹش سپاہیوں کے ساتھ اس نام اور سختیوں میں حصہ پایا جو اس مناقشہ عظیم میں
واقع ہوئی تھیں۔

سر داروہ اور ٹینکینٹو۔ اگر فرمان روا یا ان ملک کے لیے یہ بات قرین عقل ہے کہ وہ رعایا کی زبان کو سمجھیں اور ان کے
خیالات کی قدر کریں تو ویسا ہی یہ امر بھی ضرور ہے کہ رعایا اسی طرح اپنے فرمانرواوں سے واقفیت حاصل کرے۔ یہی ایک طریقہ
ایسا ہے جس سے دونوں درجوں کے لوگ خوشی سے آپس میں بسر کر سکتے ہیں اس بات کے واسطے میں آپ لوگوں سے
اصرار کرنا ہوں کہ آپ اپنے لوگوں اور لوگوں کو بھی تعلیم کیجیے گا۔

انگلش حکومت سے جو اصلی فوائد آپ لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں ان میں سے صرف ایک بات کو میں اور بیان کر دیتا ہوں۔
اس سے ملک میں بہت سے اعلیٰ درجہ کے منتظم تیار ہو گئے ہمارے جو وطنوں سے بعض نہایت ہی لائق اور نہایت ہی مہربان

معاہدہ ہوتا ہے کہ اصل میں کامیابی ہو جان لڑاکر حاصل ہوئی تھی۔ اُن لوگوں میں جان نکلسن تھے۔ مین اُنکو ایسا شخص سمجھتا ہوں جسکی بغیر نکلسن لوگ بھی ہرگز وہی کوفت نہ کر سکتے۔ اب مین اور مین کہہ سکتا ہوں (نعرۂ خوشی) لیکن اُنکو لگا کہ جب تک نکلسن لوگ ہندوستان میں باقی ہیں جان نکلسن کا نام کبھی فراموش نہ ہو گا۔ اُس زمانہ میں بھی افسردہ کی ایک جماعت میرے پاس تھی جو اپنی مستعدی سرگرمی اور لیاقت میں ایسے تھے کہ ہندوستان میں اسطرح کے لوگ اگر کبھی تھے یا تیار ہو گئے تو اُسے بڑھ کر نہ ہو گئے۔ اگر کسی طرح ہم لوگ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ باقی حصہ ہندوستان کے لیے نظریہ ہوں تو ہوا پنا صلیب لگایا۔ لیڈیو اور ڈیٹیلینو چھ برس پیشتر اس ملک سے بہت برسوں تک کام کرنے کے بعد مین ضعیف الجسم ہو کر سان سے گیا تھا لیکن سترز اربٹ فٹنگ مینی کو اپنے عہدہ پر چھوڑ گیا تھا۔ میرا بادہ اُن سے بہتر کسی اور شخص کو پینا یا نہیں جاسکتا تھا اور جو وقت مین اپنے چاروں طرف لگا کر تا ہوں اور خوشحال اور خوشدل لوگوں کے چہروں اور ترقیوں کو جو اُنکے ایام حکومت میں ہوئی ہیں دیکھتا ہوں تو بعض اوقات میرے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ لبادہ جتنا جلد لگا دیا جاتا اسی قدر بہتر ہوتا۔ (نعرۂ خوشی) مجھ کو پنجاب میں آنے کی بہت ہی خوشی ہوئی۔ جو کچھ مین نے دیکھا اُس سے مجھ کو کمال لطف حاصل ہوا اور میری خواہش تھی کہ تمام ملک پنجاب کی سیر کرتا۔ آج اس شب کو آپ سب لوگوں سے ملاقات ہونے کی مجھ کو بڑی خوشی ہے جس تپاک سے آپ نے میرا خیر مقدم کیا ہے اُسکا شکریہ مین ایک مرتبہ پھر ادا کرتا ہوں اور آپ سب لوگوں کی تندرستی اور خوشی کی دعا کرتا ہوں۔ (زور سے دیر تک نعرۂ خوشی)۔

دوسرا روز یعنی اٹھارہ جون تاریخ کا دن وہ تھا جس کے لیے وہ تمام تیاریاں ہوئی تھیں جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اُس روز وہ اسیسرانے کو عالی شان دربار میں ایسے رؤسا اور سرداروں سے ملاقات کرنا تھی جو کسی سلطنت کے اور کسی صوبہ میں جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ شہر ممبئی کی آبادی قریب قریب ۷۰۰۰۰ ہے اپنے مختلف الاقوام باشندوں پر بہت ناز کر سکتا ہے لیکن لاہور کی شہرینہ کے باہر خیوں کا جو بھاری شہر سا تھا اسی میں ۷۰۰۰ مسلح آدمی چھ سو سرداروں کی ہمراہیوں میں تھے جن میں سے ہر ایک سردار کی شکل و شبہت پوشاک رنگ اور زبان ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ قلعہ بابل میں یا یوم پٹی گونٹ کو شکل سے اسطرح کا اختلاف اسنہ شاہہ مین آیا ہو گا۔ اگر شہر مینی ڈیکس (گووچ پشیں مختلف زبانوں پر قدرت رکھتا تھا) صرف اپنے ”پائٹس“ اور قرب جو اگر جبال السنہ ہی کا نہیں بلکہ پنجاب اور اُسکے کوہستانوں کا حاکم ہوتا تو وہ بھی شکل سے اس بات پر فخر کر سکتا کہ وہ انجین کی زبانوں میں اپنی سلطنت کے ہر ایک فرقہ سے کہ سن اور لکھ پڑھ سکتا تھا۔ اس دربار میں پشاور کے ایسے زبردست جنگجو پہاڑی لوگ موجود تھے جو اگر رغبت سنگھ کا زمانہ ہوتا تو کبھی وہاں نہ آتے اور نہ ہی مین مال فیتے اس دربار میں کوہ سلیمان کے جنگلی اور مطلق الغنان لوگ آئے تھے جنکی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ صرف ایک موہومی جھگڑے یا ڈرنے سے مال غنیمت پر اپنے عزیز ترین اجاب کی گردن کاٹ ڈالیں گے۔ اس دربار میں

رہنے کا استقبال اپنے مہمان کے طور پر کر گیا اور وہ شخص ہمیشہ کے سندرست اور نوجوان سترخان بنی ٹنگری تھے۔
 مورخین کے دو ستون نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا (اور سوا اس کے وہ کچھ اور خیال نہیں کر سکتے تھے) کہ
 حیثیت سے انکی وضع کچھ نہیں بدلی تھی۔ ایک شخص جو اس موقع پر موجود تھا بیان کرتا ہے کہ وہ وہی سادی
 ایک پہنے تھے۔ انکے ہاتھ پانوں اور سر سادی زور کے ساتھ حرکت کرتا تھا اور طرز تقریر اسی طرح کا پزور تھا اور
 طرح اشارہ کر کے ہر بات کو کہتے تھے۔ لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر جسکا پہلا چپا پچھ برس پیشتر
 یوں نے اپنے ہاتھ سے کھودا تھا انھوں نے دیکھا کہ تمام درباری اور تمام باشندگان شہر چادری پہاڑی اعلیٰ ان کے
 استقبال کو حاضر تین۔ کرم ہمارا چہ پیا لہ جو چکدار ہیرے لگائے ہوئے تھے اور پندرہ سال ہمارا چہ چند دونوں موجود
 سترخان لارنس دونوں کے ساتھ بہت تپاک سے ملے کیونکہ انکے بزرگوں نے صدر کے زمانے میں انکے منت پر
 انکے شان کی مدد کی تھی۔ ہمارا چہ کپور تعلقہ بھی موجود تھے جنکو سترخان لارنس کے ہاتھ سے ایک یاد و دن بعد
 اپنی مشہور خدمتوں اور ذاتی قابلیتوں کے صلہ میں ستارہ ہند کا خطاب ملنے والا تھا۔ انکے پیش کے باہر ہر خدمت
 جہان مناسب جگہ تھی اور ہر ایک درخت کے سایہ میں جوق جوق ہندوستانی جمع تھے اور سب اس امید میں تھے
 کہ انکی مالوس آوار کو ایک دفعہ سن لیں یا انکے مالوں چہرے کو ایک نظر دیکھ لیں۔ انہیں سے زیادہ لوگ بالکل محروم
 نہیں گئے اور جو لوگ جانتے اور پہچانتے والے تھے انہیں سے بہیرون سے دو ایک الفاظ مہربانی کے کہے گئے
 انکی پشت پر دست شفقت پھیر گیا۔
 لیکن یہ ہفتہ کام کرنے اور بازی کرنے اور دھوم دھام کا بھی تھا۔ اس شب کو سترخان لارنس گورنمنٹ ہسٹری
 ایک انٹینٹ ڈیڑھ تین مدعو کیے گئے۔ دوسرے روز صبح کے وقت یعنی پندرہویں تاریخ شنبہ کے دن دس بجے
 ایک نیو می دربار ہوا اور اسکے بعد بڑے بڑے سرداروں کا ایک خاص دربار ہوا انہیں سے ہر سردار نے
 پندرہ پندرہ ہنٹ ڈائیرکٹ سے باتیں کیں۔ اس ملاقات میں صرف مشرقی طریقہ کی صاحب سلامت
 نہیں ہوئی۔ سترخان لارنس کو اس میں ملکہ نہیں تھا۔ بلکہ سنجیدگی سے عہدگی کے ساتھ مالک کی حالت اور مالک
 راجہ کے علاقہ کی بابت بات چیت ہوئی اور اسکے بعد حوصلہ دلانے اور نصیحت کے طور پر چند الفاظ بیان کیے گئے
 سترخان لارنس نے شالامار باغ میں جو بہت مشہور ہے اور مشرق کے استادوں صنعت شاہ جہان
 سترخان لارنس نے شالامار باغ میں جو بہت مشہور ہے اور مشرق کے استادوں صنعت شاہ جہان
 بنوایا ہوا ہے ایک دعوت کی۔ فی الحقیقت شمال مغربی ہند میں چند ہی ایسے شہر ہو گئے جہاں شاہ جہان
 کوئی وکٹس عمارت نہ بنوائی ہو اور ایسا تو کوئی شہر نہیں تھا جس میں انکا ہاتھ لگا ہو اور وہ ہمیشہ کے
 آراستہ نہ ہو گیا ہو۔
 سولہویں تاریخ اتوار کا روز سیر و تفریح میں بسر ہوا جیسا کہ سترخان لارنس اور انکے تابعین بنجہ۔

ہمیشہ کوشش کی تھی کہ اسکا بندوبست رہے کہ چاہے جیسا کوئی کام یا کوئی تقریب و پیش کیوں نہ ہو لیکن اس روز ضرور تعطیل رہے۔ دو شنبہ کو سترھویں تاریخ ستر جان لارنس ایک برسے کا مہین شہنشاہ ہوئے اور وہ کام ہی تھا کہ گو وہ اس کے بڑے شائق تھے لیکن انکی بھی طبیعت اس روز سیر ہو گئی۔ یعنی چھ بجے صبح کے انھوں نے ستر جان کی بازدید شروع کی۔ ناشتہ کے بعد چار گھنٹہ تک وہ اعلیٰ افسروں سے انجینیری کے چند اہم کاموں کے متعلق جو ملتان شروع ہوئے والے تھے بحث کرتے رہے۔ ظن کے بعد انھوں نے گورنمنٹ اسکولوں کے مدرسون اور طالبہ سے جو آٹھ ستو کے قریب ہو گئے اور ان سے ملاقات کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے باتیں کیں اور ان سب میں انھوں نے خاص خبر گیری کے لیے مولراج کے کم سن بیٹے کو منتخب کیا جو ملتان کا دیوان تھا اور اگر اسے بیباکانہ کاروائی نہ کی ہو تو پنجاب پرنس گورنمنٹ کے قبضہ میں بہت دیر کو آتا یا کچھ عجب نہیں تھا اگر ہرگز اس کے قبضہ میں نہ آتا۔ سہ پہر کو ایک بڑی جماعت کے رو برو انھوں نے راجہ کپور تھلہ کو ستارہ ہند کا متعہ دیا۔ انکی اسپیش ہندوستانی زبان میں تھی چنانچہ جوگ جمع تھے ایک ایک حرف اسکا سمجھ سکے۔ انھوں نے راجہ مذکور کی دوستی اور انکی نامی گرامی خدمتوں کا تذکرہ کیا۔ شام کو لارنس ہال (یہ ایک عمارت ہے جسکو انکے دوستوں نے انکی خدمات پنجاب کی یادگار میں تعمیر کرایا تھا اور جس پر جلی خط سے صرف سادہ سادہ نام ”جان لارنس“ لکھا تھا) حسب ضابطہ کھولا گیا۔ اس محل تقریب کی اصل کیفیت جو دیکھنے میں آئی تھی منہ بگڑی کی سادی اور محبت آمیز پہنچ تھی جس میں انھوں نے اپنے افسر کی تعریف کی تھی اور ستر جان لارنس نے بھی اسی طرح کی سادی اور اس سے بھی زیادہ دلفریب تقریر میں اپنے ہم عصروں اور نامی گرامی فردوں کا ذکر کیا۔ اس موقع پر بہت سے لوگ رونے لگے تھے اور بہتیرے آبدیدہ ہو گئے تھے۔ اسپیش کے ایک تمام پروجہ آسانی سے دریافت ہو سکتا ہے خود گورنر جنرل اپنے جوش غم کو ضبط نہ کر سکے۔

سترنگامی۔ نے بیان کیا کہ۔

جسٹائٹس اور لارڈ لارنس۔ میں اسکو ایک بڑا فخر سمجھتا ہوں کہ جگو وائس رے اور گورنر جنرل ستر جان لارنس کے جانمندی تجویز کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ ۵۴ برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب سے میں ان سے واقف ہوں۔ ہم لوگ آپرینڈنٹس ہم کتب تھے اور اسی طرح انکے نامی گرامی بھائی ہنری اور جانچ لارنس بھی ہم کتب تھے (نعرہ خوشی) ہم لوگ بہت عرصہ تک جدا رہے اور پھر آپس میں اسوقت ملاقات ہوئی جب الحاق پنجاب عمل میں آیا۔ اسوقت میں نے دیکھا کہ ستر جان لارنس جو پیشتر ایک راکے اور اپنی طبیعت کے آدمی تھے اب ایک تجربہ کار اور مستقل مزاج شخص ہو گئے ہیں۔ وہ ظاہر باطن میں یکساں صفات باطن قومی و توانا جفاکش متعصم اور بے لوث شخص تھے۔ ہر شخص ان سے ڈرتا اور انکی عظمت کو تا تھا اور انتظام اور صوبوں کے لیے ایک نمونہ ہو گیا (نعرہ خوشی)۔ ملک پنجاب میں انکی کاروائی دو آہ جالندھر سے شروع ہوئی۔ وہاں کے لیے لارڈ ہارڈنگ نے انکو منتخب کیا تھا اور بعد کو لاہور میں طلبہ اور آخر کا چیف کیشمر مقرر ہوئے۔ انکے بعد عرصہ عرصہ آئے اسکے واقعات ابھی تک لوگوں کی یادداشت میں تازہ ہونگے۔ انکی علمداری کے

باب یازدہم دہلی کا بھاری دربار اکتوبر ۱۷۷۳ء

سرخان لارنس کی وائسرائے مین ایک ہفتہ ایسا ہے جو میرے نزدیک اپنے لطفت اور شہرت کے اعتبار سے سابق اور بعد کے گل ایام پر فائق ہے۔ لاہور کے بھاری دربار کا زمانہ مع اُس کے متعلقہ حالات کے اُن کی زندگی کا ایک ایسا وقت تھا جس سے انگو نہایت ہی افتخار اور مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ اپنے اصلی عہدے کی اشد ضرورتوں کو اس مدت کے لیے انھوں نے عائد کر دیا اور ایک مرتبہ بلا قید اور بلا تاشف اُس کے حبشوں اور شان و شوکت اور فوائد میں مشغول کر دیا۔ سرخان لارنس نے اپنے قدیم صوبہ کی دارالسلطنت کو ایک مرتبہ پھر اپنے بعض بچانے جانی دوستوں کے حلقہ میں دیکھا جو انکی جگہ اُن کے ساتھ بااُنکی ماتحتی میں کام کر چکے تھے۔ ان پر تاشافی کی نگاہ گزری تھی اور تمام ہندوستانی سردار اور جوڑے زرق برق پوشا کین پہنے اُن کے گرد جمع تھے جو تہہ سے جی تھانوں ہا کیس کے ہشتانوں و قیروجات کے دیرانوں تھان کے جلتے ہوئے سیدانوں اور دہلی کے خون آلود شاہی مکانون سے اگر یہاں جمع ہوئے تھے۔ قریب قریب ان سب لوگوں سے بذات خاص انگو اگاہی حاصل تھی جنکو انھوں نے حوصلہ دلایا تھا یا تنبیہ کی تھی یا نہر کیا تھا یا اُن سے صلح کی تھی یا اپنے اختیار میں رکھا تھا اور ان میں سے ہر شخص بلا استثنا اُسے اُحدے کبھی محبت اور کبھی خوف لیکن ہمیشہ غرت اور دہشت کے خیالات سے عجیب طور پر گرا ٹھیں گے (شاید تمام ایشیائی سینوں کا یہی حال ہے) متوحش تھے اور انگو یقینی طور پر شبہ کرتے تھے! ہر گز شامل تھے (شاید تمام ایشیائی سینوں کا یہی حال ہے) حدوت ہو تو اُن کے اٹھا رکایہ وقت نہیں ہے۔ اگر انہیں سے کسی شخص کے دل میں پریش سلطنت سے حدوت ہو تو اُن کے اٹھا رکایہ وقت نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک بھاری دربار جس طرح ہوتا ہے ویسا ہی دوسرا بھی ہوتا ہے اور جسے ایک کو دیکھا ہے سب کو دیکھ لیا ہے۔ اور یہ بھی بہت صحیح ہے کہ قریب قریب ایک ہی رسم سب میں ادا ہوتی ہے۔ وہی ویشا نہ رونق وہی زرق برق پوشا کین وہی بیش قیمت جواہرات وہی کیفیتیں اور صدائیں وہی اختلافات السنہ وہی گھٹوں کی ہاپوں کی آواز وہی ہاتھیوں کا سونڈ اٹھانا وہی دفون کی کرک اور وہی تو پخانہ کی گرج سب درباروں میں ہوتی لیکن اگر ہم اس دربار لاہور کے محض خارجی امور یعنی موجودہ رئیسوں کی تعداد اُن کے علاقہ کی وسعت اُن کے رعب کی کیفیت اُن کے خاندانوں اور فرقوں کی کثرت کی مقدار غور کے ساتھ لحاظ کریں تو بہکو معلوم ہو جائے کہ صرف تماشہ ہی نہیں اگر کریں اور ہر شخص کی اُس ذاتی دہشت اور قہر کے خیالات کا لحاظ کریں جو شک میر مجلس کی نسبت کیے جاتے تو بہکو دریافت ہو جائے کہ جو کیفیت عظمت اس دربار کی تھی دہلی کے قبل یا بعد کسی دربار میں اب تک نہیں پائی گئی

۴۴

ہوا اسے ستر جان لارنس کے کوئی شخص ایسی جمیعت لاہور میں فراہم نہیں کر سکتا تھا۔ رنجیت سنگھ کے امکان میں بھی یہ بات نہیں تھی جس دل سے سردارانِ حاضر و بار ستر جان لارنس کا خیال کرتے تھے اُس طور پر کسی شخص کا خیال نہ کیا جاتا۔ پس اُنکی سوانح عمری میں اگر ایک مختصر باب اُس کیفیت کے بیان کرنے کو ملحوظِ ذکر دیا جاتا جس میں اُنکی مہمونِ فتمندیوں، امید و بیم اور اُنکی پرماجر زندگی کی یادگاروں کا لبِ لباب یکجا ہوا تھا تو کچھ بھی نہ ہو گا۔ وارِ سلطنت پنجاب میں ستر جان لارنس کے پہونچنے کے بہت روز قبل سے گلِ صوبوں میں ایک کُل بلی مچی ہوئی تھی۔ وہی بکے پانڈلی چوک کے نامی جوہریوں نے اپنے یہاں کے پُر آب و تاب جواہرات کے ذخائر و ایسے کے دکھانے کو لا کر جمع کر دیے تھے تمام سرکین (اور گریٹ رینگ رُفڈ کی کیفیت بھی کچھ اس سے کم نہ تھی) ہندوستانی رجواڑوں کے بڑے بڑے جادو سون سے کیا کھپ بھری تعین راستہ بند تھا۔ یہ راجہ ہمارا جہ لوگ ایک دوسرے پر عکس و اقتدار میں سبقت حاصل کر کے کمرِ بلی کے ساتھ جھلٹ کرتے ہوئے اپنے منزلِ مقصود پر چلے جاتے تھے۔ پھر لٹری ہو دے حد سے زیادہ سبے ہوئے پالیکان آتھی اونٹ گھوڑے تجر بیل پیدل سپاہی ڈھلین اور اپنے قد سے طول میں ڈیوڑھی بند و قین لیے ہوئے اور سوار زرہ اور خود پیٹنے ہوئے ان سب چیزوں سے ایک ایسی کیفیت معلوم ہوتی تھی جو بالکل بوقلمونی اور خوبصورتی سے غلط تھی۔

۱۳۔ اکتوبر کو خود مختار باباج گزار رئیسوں میں سے آخری اور سب سے بڑے رئیس یعنی رنیر سنگھ ہمارا جہوں کشمیر پانچ ہزار ہر اسیوں کے ساتھ اُس میدان میں آکر پہونچے جسکو بحیثیت والی ملک شہر کے باہر اُنھوں نے اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اُنکے ہمراہی رونق دار پوشاکین پہنے ہوئے تھے لیکن اُنکی خاص پوشاک سفید بلی کی تھی جو سادہ وضع کی خود نمائی تھی پگڑھی البتہ سادہ وضع کی نہیں تھی وہ کلفت ظاہر کرتی تھی۔ وہ کاہی رنگ اور سفید ریشم کی تھی جس میں سنہرا حاشیہ تھا اور اس میں مور کا صورت ایک پر لگا تھا جو ایک چکدار جوہر میں بندھا ہوا تھا۔ ہمارا جہ پٹیا لہ اُنکے آنے کے کچھ پیشتر داخل ہوئے تھے اور اب سب تیاری ہو گئی تھی صرف و ایسے کے آنے کا انتظار تھا۔

ستر جان لارنس چند روز پیشتر ہی شملہ سے روانہ ہو چکے تھے اور ہر ہر منزل کے بعد زیادہ زیادہ مالوف متین اور کیفیتیں اُنکو نظر آئی دیتی تعین۔ امرتسر میں آتے آتے لارنس نے جو غدر کے نادرک زمانہ میں لاہور کے کشتہ تھے اور اب ترقی پا کر پنجاب کے جوڈیشل کشتہ ہو گئے تھے وہ ٹڈیلکیوڈنے جو آب تک پنجاب کے قیناٹشل کشتہ تھے اور سر رابرٹ منگرنی نے جو دہان کے نقشت گورنر تھے اُنکا استقبال کیا پُرانے دوستوں کی یہ ملاقات عجیب لطیف کی تھی اور اگر اُس تاریخی دن کو کوئی شخص گورنر جنرل کے برابر خوش اور نازان ہوئے گا تو وہ شخص وہی تھا جو کمالِ قابلیت پنجاب کی نقشت گورنری پر مامور تھا اور اب اس بات سے انتہائے مرستے کو خوش تھا

کوئی ایسی بات نکلے جو آپ کو ناگوار معلوم ہو تو معاف کیجیے گا۔ لیکن میں اُن باتوں کا مطلق ذکر ہی نہیں کروں گا کیونکہ مجھ کو امید نہیں ہے کہ آپ کو اس بات کا یقین ہو سکے کہ ہندوستان کے اس حصہ کے ہم لوگ برسرِ قریب ہیں اور ساتھی اُسکے یہ ثابت کیا جاسکے کہ میرے نزدیک ہم لوگ برسرِ غلط نہیں ہیں۔

آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ لارڈ لائسن اور لارڈ کیننگھم کو وکٹس ڈیپارٹمنٹ کے اُس انتظام سے جو بمبئی کے سچ کیا جاتا ہے شکایت کی جب سے یہ شکایت آئے گی اسوقت سے میں خبر گیری کر کے اُن تمام ضروری چھٹیوں کے مسودات کو دیکھنے لگا جو ہر ماہ نابھہ پورجی گئی تھیں اور میں نے ٹیکر سے استفسار کیا کہ کس شخص خاص کو اس کام کا اہتمام سپرد تھا۔ ہمارے پاس چند چھٹیوں جسکی آپ نے شکایت کی تھی لارڈ لائسن میں بھی موجود تھیں اور کچھ چھٹیوں ایسی تھیں جو بھیجے کہ کبھی تھیں۔ اب لارڈ کیننگھم کی تحریر میں اصل عیب یا نہ ہو کچھ ہو لیکن جسوقت کا میں نے انھیں ذکر کیا ہے اسوقت سے گورنر جنرل اور ممبران لارڈ لائسن کی کامل منظوری بالافراد اور بالاشترک اُسکی بابت لی جاتی ہے ہم خیال کرتے ہیں کہ ہر ایک صورت میں زیادہ اُس سے بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ضرورت تھی اور چھٹیوں کا طرز عبارت اور لہجہ بجا طور پر سخت نہیں تھا۔ ہر غلط اسکے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کو آپ کی گورنمنٹ کی شکایت کرنے کی وجہ پائی جاتی ہے جو اصرار کے ساتھ جیٹ کے قواعد کو نسخ اور نسخی کے اعتبار سے اپنہ عمل کرنا چاہتی ہے کیونکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ خرچ پر اصلی دباور رکھنے کا یہی طریقہ صرف ہی قواعد ہیں۔

آپ شامی ہیں کہ تقدیرے طلب کرنے کا طریقہ ضرر اور قابل اعتراض ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ میرا یہ خیال غلط نہیں ہے کہ جن قواعد کے بموجب لارڈ کیننگھم وکٹس ڈیپارٹمنٹ میں فی الحال کارروائی ہوتی ہے وہ اسوقت مرتب ہوئے تھے جب آپ خود لارڈ لائسن کے ایک ممبر تھے لیکن اس سے کچھ بحث نہیں ہے میرے نزدیک وہ قواعد گو کیسے ہی وقت طلب معلوم ہوں لیکن قرین مصلحت اور ضروری ہیں جب آپ کے افسر ہدایتوں پر عمل نہ کریں گے تو اُنکے عملد رآمد پر صرف اصرار کرنے سے کیا ہو گا۔ فی الحال وہ تمام خطا گات جسکی بابت گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ بمبئی کے مابین اختلاف ہوتا ہے وہ جہاں تک جلد مکن ہوتا ہے ولایت کو بھیج دی جاتی ہے اور ہر جگہ جلد معلوم ہو جائیگا کہ ہر ایک معاملہ کی نسبت وہاں کیا خیال کیا گیا ہے مجھ کو یقین ہے کہ میری (اور اصل تو یہ ہے کہ تمام لارڈ لائسن کی) خواہش یہی ہے کہ آپ اور آپ کی گورنمنٹ کے ساتھ ہر طرح کا لحاظ کر کے برتاو کیا جائے لیکن جو اختیار لگانی ہو سپرد کیا گیا ہے اُسکو نہ ہم چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہر جگہ چھوڑنا چاہتے۔ سترخان لارڈ لائسن اور سترخان لارڈ لائسن کے باہمی تعلقات کے اس بیان کو میں صرف ایک فقرہ واحد پر ختم کرتا ہوں جس سے (گو بمبئی میں) بامید نفع اشیاء کے خرید کر رکھنے اور بنکوں کے دیوالہ شکنے کے متعلق تازہ دو تین پیدا ہونے والی تھیں) ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں گورنر جنرل کے ذاتی خیالات اُنکی نسبت کیسے رہے (جیسا کہ وجہ کے ساتھ یہ بات میرے نزدیک پائی جاتی ہے) اور اُسکی ایک بڑی لطیف یادداشت باقی رہ جائیگی سترخان لارڈ لائسن نے ۱۲ فروری ۱۸۵۷ء کو سترخان لارڈ لائسن کے بیان کیا کہ دو میں پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ جماعت ستارہ ہند کے ایک رکن مقرر ہوئے ہم لوگ آپ سے زیادہ لائق شخص اس جماعت میں داخل کرنے کے واسطے مشکل سے پاسکتے تھے۔“

فائل تھیں تصور ہو سکتے تھے اور بعد کو کوئی خصوصیت باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ یہ عادت ظاہر ہے کہ کوئی اہمیت دونوں آدمیوں کے باہمی تعلقات اور سرکاری میں اختلاف بڑھتا جاتا تھا لیکن دل میں باہمی پاسداری اور اعزاز کا خیال رہتا تھا۔ اب بیک وقت یہ بات باقی رہی کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اسکی تشکیل چند چیزوں کے انتخاب سے کی گئی ہے جو سر جان نے اپنے دوستوں اور خود سر جان فریزر کو لکھی تھیں اور اسکے بعد میں ایک اور درجہ کر دوں جو سر جان لائبرس نے وائس کونسل کے رکن فریزر کی آف انشٹیٹ کے نام ایک پریسپ بکٹ پر غامض فرسائی کرونگا۔ سر جان لائبرس نے وائس کونسل کے رکن فریزر کی آف انشٹیٹ کے نام ایک پریسپ بکٹ پر غامض فرسائی کرونگا۔

۱۶- جولائی۔ میں غرض ہوں کہ آپ نے فریزر کو چھی لکھی۔ میں اس امر سے اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنی ہی راہ پسند کرتا ہوں لیکن میں نے انکار کیا کہ کوئی آدمی نہیں دیکھا ہے جو اس طور پر اپنی راہ اختیار کرنا چاہتا ہو۔ لیکن بائیسہ دوڑے لائن افسہ میں اور میں کوشش کر رہا تھا کہ ادا مکان اونکی مدد کروں۔ انکو اس قدر تحمل نہیں ہے کہ بکٹ کے قواعد کی پابندی کریں۔

۱۶- جولائی۔ میں غرض ہوں کہ آپ نے فریزر کو چھی لکھی۔ میں اس امر سے اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنی ہی راہ پسند کرتا ہوں لیکن میں نے انکار کیا کہ کوئی آدمی نہیں دیکھا ہے جو اس طور پر اپنی راہ اختیار کرنا چاہتا ہو۔ لیکن بائیسہ دوڑے لائن افسہ میں اور میں کوشش کر رہا تھا کہ ادا مکان اونکی مدد کروں۔ انکو اس قدر تحمل نہیں ہے کہ بکٹ کے قواعد کی پابندی کریں۔

۱۲- اگست۔ ہمارے اور گورنمنٹ میونسپل کے امین مالی یا عاملانہ کاموں کی بابت جن سے ہم اختلاف کرنا چاہتے ہیں اگر چھوٹے چھوٹے جگہوں کے متعلق یہ ہے کہ فریزر اپنے دل میں ہی غمان ہے میں کہ جو کچھ آئے دل میں آئے گا وہی کرے گی اور اصل میں وہی کرتے ہیں۔ دو طریقوں میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہیے یا تو ان پر لازم کر دیا جائے کہ احکام کی پابندی کریں یا وہ بالکل خود مختار قرار دیے جائیں۔ اس مذہب انتظام سے کچھ شدید فی نہیں ہے۔

۱۲- اگست۔ ہمارے اور گورنمنٹ میونسپل کے امین مالی یا عاملانہ کاموں کی بابت جن سے ہم اختلاف کرنا چاہتے ہیں اگر چھوٹے چھوٹے جگہوں کے متعلق یہ ہے کہ فریزر اپنے دل میں ہی غمان ہے میں کہ جو کچھ آئے دل میں آئے گا وہی کرے گی اور اصل میں وہی کرتے ہیں۔ دو طریقوں میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہیے یا تو ان پر لازم کر دیا جائے کہ احکام کی پابندی کریں یا وہ بالکل خود مختار قرار دیے جائیں۔ اس مذہب انتظام سے کچھ شدید فی نہیں ہے۔

۱۲- اگست۔ ہمارے اور گورنمنٹ میونسپل کے امین مالی یا عاملانہ کاموں کی بابت جن سے ہم اختلاف کرنا چاہتے ہیں اگر چھوٹے چھوٹے جگہوں کے متعلق یہ ہے کہ فریزر اپنے دل میں ہی غمان ہے میں کہ جو کچھ آئے دل میں آئے گا وہی کرے گی اور اصل میں وہی کرتے ہیں۔ دو طریقوں میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہیے یا تو ان پر لازم کر دیا جائے کہ احکام کی پابندی کریں یا وہ بالکل خود مختار قرار دیے جائیں۔ اس مذہب انتظام سے کچھ شدید فی نہیں ہے۔

اور طرز عبارت کا حکم اُن چھٹیوں کو پھر یاد دلاتا ہے جو انھوں نے ابتداء سے ایام میں اس طرح کی حالتوں میں نہیں
یا کائنات کو لکھی تھیں۔

جس طریقہ سے گورنمنٹ کے رویہ کے صرف کر کے کا حال آپ نے بیان کیا ہے علی الخصوص اُس صورت میں جب
پہلے اجازت نہیں طلب کی گئی ٹریبونٹین سخت مقرض ہیں اور اس طرح گورنمنٹ کے دوسرے ممبر بھی اقرار کرتے ہیں انکا
اقرار یہ ہے کہ اگر آپ ایک صورت میں ایک بات کرتے ہیں تو دوسری صورت میں بھی آپ وہی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ایک لاکھ
بطور پیشگی دے سکتے ہیں تو آپ بیس لاکھ بھی دے سکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس انتظام میں خزانے کے متعلق آپ پر
کوئی اختیار نہ رہیگا۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس سے بڑی بڑی باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر صورتوں میں
اس قدر ملت مل سکتی ہے کہ پیشتر سے مستجاب کر لیا جائے اور جب موقع ہو تو اس طریقہ سے کام میں بڑی آسانی ہو سکتی ہے
اور اگر جلدی ہو تو بیشک آپ مار پر خبر دے سکتے ہیں۔ بلکہ بذات خاص لوکل گورنمنٹوں کی کارروائیوں سے کوئی عداوت
نہیں ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بات کا لحاظ کر کے کہ پیشتر جو تائیس کس بلکہ کاسٹا تھا میں اُسے ہمدردی کرتا ہوں لیکن میں
ہمیشہ اس امر کا فائدہ مسلم سمجھتا رہا ہوں کہ سوائے اُن صورتوں کے جب کوئی کام دراصل نہایت ہی ضروری ہو میں تو اس کی
پابندی کروں ایک امر آپ کے بیان کا کل ہمارے بیان پیش ہو جاوے گا میں نے ایک نئے شخص کو اشارہ کا ایک پکا جج مقرر کر دیا
اور یہ اپنی رائے سے کیا اور سال بھر تک اس کی رپورٹ تاک نہیں کی۔ بلکہ جدید تقریروں بلکہ قدیم تقریروں کی تنخواہ کے اضافہ کو بھی
اختیار نہیں ہے۔ آئین شک نہیں کہ اگر پیشتر سے اس کی اطلاع کر دی گئی ہوتی تو بہت بہتر ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم صرف
آمدنی کی بچت کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں۔ جدید قافلے روز ہر ہر ہوتے ہیں اور اگر ہم انہیں لحاظ کر سکتے ہیں تو نہایت ہی
کفایت شعاری کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے خزانے کا اختیار اپنے ہاتھ سے نکال دیا تو یہ کیسی طرح ممکن نہیں ہے۔
آپ مطمئن رہیے کہ جہاں تک اپنے فرائض منصبی کی مطابقت کے ساتھ میں آپ کو مدد دے سکتا ہوں اُس میں
میری طرف سے کوئی تاہی نہوگی۔

۲۔ جون۔

معمولی اوقات میں اور اس وقت جب تاہر برابر خبر آسکتی ہو جس کے ذریعہ سے آپ ہر ہاتھ و اب کے متعلق چند گفتگو
جواب طلب کر سکتے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی اصلی ضرورت ایسی پیدا ہو سکتی ہو جب خزانے کے متعلق آپ کی کارروائی
درکار ہو سکے۔ ہم سب لوگ سمجھتے ہیں کہ اختیار خزانے کے متعلق بحث کے تمام قوانین کی پابندی واجب و لازم ہے۔ اور
ان قواعد کی پابندی کر کے ایک حد تک کارروائی کرنے کی وجہی طور سے آزادی حاصل ہے۔ لیکن جن خاص صورتوں کو آپ نے
بیان کیا ہے اُن صورتوں میں میرے نزدیک آپ کو اس امر میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی کہ آپ اپنے اجلاس میں بیٹھ کر

سماعت کی اور حسب معمول گونسل کی بیسی کثرت رائے میری جانب ہوئی۔ اور اصل تو یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میری طرف
 قلت رائے ہوئی ہوا اور میں نے اس سے گزر کر کیا ہو گا سو اسے دو دستوروں کے میں اس پر قائم ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ اس وقت
 جب میں نے دہلی کی دیواریں گرانے کے خلاف رائے دی تھی اور دوسرے مرتبہ جب مسجد کے شہد کرانے سے میں نے
 اختلاف کیا تھا۔ اور اس آخری صورت میں موقع کا ساتھ کر کے اس بات پر بھی راضی ہو گیا تھا کہ دوسرے مقام کو منتقل کر دی جائے
 میں خود اس بات کو نہیں دیکھ سکتا کہ میں قوی مزاج کے ایک ایسے گاندی رائے خفیہ پرچار عجب ڈال سکتا ہوں جسکو
 بخوبی اس بات کا یقین ہو کہ وہ پسرہ حق ہے۔ میں نہ گاندی رائے خفیہ کو منتخب کر سکتا ہوں اور نہ انکے منتخب کرنے میں
 جگہ زبان لانے کا کوئی منصب حاصل ہے۔ انکو مجھ سے خوف یا امید کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ایک بالکل ہی مختلف
 اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔ انکو میری سمجھ اور پیرے خیالات سے بہت کم بہرہ دی ہے۔ بطور قاعدہ نگلیہ وہ ان دفتروں اور خطوں کی
 طرف خیال نہیں کرتے ہیں جو مجھ کو معلوم ہوتے ہیں۔ پس میں کس طریقہ سے کام کروں۔ آج کل کے گورنر جنرل کے لیے پھولوں کی
 سیج نہیں بھی بنتی ہے۔ اسکا میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں۔ وہ ہر چار طرف سے شکون میں گھرا رہا ہے۔ ملازمان غیر کاری
 اس کے مطلق غمخوار نہیں ہیں۔ بہت سے سینئیرین لوگ اس سے خوش نہیں ہیں۔ اسکی سرپرستی قریب قریب بالکل جاتی رہی۔
 اسکا گاندی رائے خفیہ کی سرپرستی بہت بھاری ہے۔ وہ ایک صاحب اقتدار فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو ہر طرف سے اسکا مددگار ہے۔
 ایک ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ گورنر جنرل جس شخص کو کوئی خطاب دینے کا قرار دیتی مستحق سمجھتا ہو بلا اتفاق رائے گاندی رائے خفیہ
 اسکی سی نہیں کر سکتا۔ پس اسکی تائید کا کیا ذریعہ ہے۔ صرف ارباب گونسل کی پاسداری اور فرض منصبی اور عام رائے میں ہے
 جو اس ملک میں بتالیہ انگلستان شاید بالکل شائبہ ہے۔

مندر چہ بالا بھی میں دہلی کی دیواروں کے گرانے کا جو اشارہ کیا گیا ہے خوش قسمتی سے میں اسکا مفصل حال
 سرخان لارنس کے بیان کیے ہوئے ایک قصہ کے ذریعہ سے بہت اچھی طرح تحریر کر سکتا ہوں۔ اس بات کے
 بیان کرنے کے بعد کہ سرخان لارنس نے سلطنت خلیہ اور فنون اسلام کی عظیم الشان یادگاروں میں بھی
 اور قلعہ (قطع نظر شہر دہلی کے) کو ان لوگوں کے مجنوناہ غصہ سے جو انپر قبضہ کرنے کے بعد انکو سار کر دیا چاہتے
 کیوجہ بچایا تھا۔ وہ دستور سے بیان کرتے ہیں۔

جب سرخان لارنس وائسرائے تھے اور میں انکے ساتھ شملہ میں تھا تو مجھکو اس زمانے کا ایک اور موقع یاد۔
 جب انھوں نے ایک اور ویشانہ حرکت کو جو حفظان علوم دفتروں کے خلاف تھی متنبہ کرنا۔ قلعہ اور شاہی مکانات دہلی
 ایک بڑا بھاری حصار بھاگ دیا تھا۔ وہ بھاگ بھاگ رہے تھے کہ وہ اسقدر بڑا ہے کہ جیسے بھاری
 ہوتے ہیں اور سب لاکر ایک نہایت حکیم الشان عمارت ہے یہاں جو فرج تعینات تھی اسکی نذر رستی چھٹی تھی اور چند عمارتوں
 ملے ساتھ ایک صاحبان گورنر جنرل لنگل کے گورنر بھی رہے اور جنکی سرکات لنگل کی سرپرستی انکو حاصل رہی۔

فوجی حکام کی تائید سے تجویز کر کے بڑے زور سے اصرار کیا کہ اسے فیٹ یہ بڑی دیوار اوپر سے گرا دی جائے جسکی ٹھیک تھراؤ میں بھولنا ہوں اور اسطور پر وہ ہوا جسکی کمال ضرورت ہے وہاں آئے لگیں اور ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ لگی تندرستی میں بڑی اصلاح ہو جائیگی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہندوستان کی ایک عمدہ ترین عمارت اور یادگار قدیم معدوم ہو جاتی۔ لارڈ لارنس اُن طبی تیاسات کو تجویز کرنا خوب جانتے تھے۔ انھوں نے اس مسئلہ کو اور اعلیٰ درجہ کے ڈاکٹروں کو حل کرنے کے واسطے دیا اور اسکا نتیجہ وہی پیدا ہوا جسکی پہلے سے اسید ہو چکی تھی۔ انھوں نے رپورٹ کی کہ اونچی دیوار نقصان پہونچانے کے بدلے باہر کی دہائی ہوا کے روکنے اور اس سے فوج کے محفوظ رکھنے کے لیے نہایت ہی مفید ہے اور وہی ایک علاج ہے۔ اور تمام حزب تدبیروں سے جو عمل میں لائی جائیں اس دیوار کا گرا نا بدترین تدبیر ہے۔ بلکہ خوب یاد ہے کہ لارڈ لارنس کو اس بار بڑی ہنسی آیا کرتی تھی۔ لیکن اگر ڈاکٹروں کا یہ دوسرا کردہ اسکے خلاف رائے دیتا تو وہ کبھی اُس پر رضامند نہوتے۔

میر انشایہ نہیں ہے کہ اس قصہ سے ظاہر ہو کہ وہ فنون کے بڑے شائق تھے کیونکہ میں یہ نہیں سمجھا کہ اس بات کا خیال کہ انھوں نے ایسی کارروائی کی ہو بلکہ اس سے اُنکی ذہانت اور دانشمندی ظاہر ہوتی تھی۔ اور یہ امر بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی سے بڑی الفت رکھتے تھے جس کا ہمیشہ اُنکو بڑا خیال رہا اور جس کے حالات سے ابتدا سے ایام میں اُن کو استفسار واقفیت حاصل ہوتی تھی۔

سرمبارٹن فریزر کے بارے میں سرکاری امور کے متعلق سرسپتو روز سے بھی زیادہ اختلاف تھا۔ یہ بہت دنوں تک قائم رہا اور چونکہ وہ ممبئی کے گورنر تھے اس سبب سے اُنکو اپنے خیالات کے موافق عملدرآمد کرنے اور سرسپتو کو ٹھنڈے کا جبر رکھنے میں ایسی آسانی رہی جو گمانڈر انچیف کو نہیں حاصل تھی۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ سرمبارٹن لارنس اور سرمبارٹن فریزر ایک دوسرے سے وضع اور کاروبار کی عادتوں اور عام خیالات میں بالکل مختلف تھے اور دونوں بڑے لائق اور بڑے خلائق دوست اپنے اوپر اعتبار کر کے والے اور بات کے ایسے دھنی تھے کہ اُنکے مثل شاید ہی کبھی کسی زمانے میں ہوئے ہوتے۔ سرمبارٹن لارنس کے مزاج میں یہ بات تھی کہ وہ سرکاری رویہ کو بڑی ہتھکڑیاں خراج کرتے تھے سرمبارٹن فریزر تمام باتوں میں فیاضانہ خراج پر کرماندھ رہتے تھے۔ جو وقت کوئی بھاری سرکاری کام جیسے تجویز و گذشت اراضی یا ممبئی کا از سر نو تعمیر کرانا اس قسم کی کوئی بات زیر تجویز ہوتی تھی تو سرمبارٹن فریزر کے دل میں پہلے یہ خیال گذرتا تھا کہ آیا یہ کام عمدہ اور بذات خاص قابل قدر ہے یا نہیں۔ سرمبارٹن لارنس کے دل میں پہلے یہ سوال گذرتا تھا کہ آیا ہندوستان اسکا تحمل ہو سکتا ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو آیا مزید گس لگانا چاہیے یا نہیں۔ سرمبارٹن لارنس فیاضی ظاہر کرنے کے قبل اس بات کو دیکھتے تھے کہ امر مذکور قرین انصاف ہے یا نہیں اور اُنکے قبل دیکھ بھال دیا کرتے تھے۔ سرمبارٹن فریزر اکثر دیکھنے کے قبل اُچک جاتے تھے اور بعض اوقات اُن کی یہ کارروائی مفید بھی پڑ جاتی تھی۔ لیکن اُنکو یہ بات بھی معلوم ہونے لگتی تھی کہ اُنکو کام بہت بڑے بڑے کرناہیں

موجود و صورت معاملات کے لیے میرا چارہ کاری ہے کہ گمانڈر ریجنٹ کو کونسل میں بجا نہ لے۔ اسکو ایک اعلیٰ درجہ کا امیر خاں لیکن بصراحت تمام گورنر جنرل باجلاس کونسل کا تحت ہونا چاہیے۔ یہی رائے اور سبائے مالت کے مطابق خط تحریر میں لائے جائیں اور جس اقتدار اور رسوخ کے وہ مستحق ہیں اسی طرح سے انکی وقعت ہونا چاہیے لیکن سوائے اسکے اور کچھ نہ چاہیے۔ اس اثنا میں اسکے لیے ضرور ہوگا کہ جو حکم اسکو ملے اسکی پابندی کرے۔ میں اور کسی تبادلو کو اپنا نہیں پاتا ہوں جس میں فائدہ متصور ہو۔ میں گمان کرتا ہوں کہ ہندوستان میں لازمی طور پر ایک گمانڈر ریجنٹ رکھنا پڑیگا۔ صرف ایک ممبر صیغہ جنگ تنہا کافی متصور نہ ہوگا۔ اگر وہ کافی ہو سکتا تو میں اس تجویز کی آزمائش کرنے پر رضامند ہو جاتا۔ لیکن اس صورت میں مشکل اور ممبران کونسل کے اسکا کوئی اور انشاف یا سرکریٹری کا دفتر نہ ہوگا صرف گورنمنٹ کا دفتر ہیگا۔ خود موجودہ انتظام خود و انتظام ترمیم شدہ جسکامین نے ذکر کیا ہے جاری کیا جائے لیکن جو انسر میجا جائیگا اسپر بہت کچھ موقوف رہےگا۔ اسکو بدرجہ غایت ملےگا یعنی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اس بات کو دیکھ اور مان سکتا ہو کہ سول اور پولیٹیکل امور کے لحاظ سے فوجی انتظامات ترمیم کے پابند رہینگے۔ مثلاً میں ایسے شخص کو ہندوستان میں طلب کرنا چاہتا ہوں جیسے پٹنہ میں ہارڈنگ ہیں۔

مجھ کو یاد ہے کہ آپ نے اس امر کو بہت وقیع گردانا تھا کہ گورنر جنرل اور گمانڈر ریجنٹ دونوں ملکر التا باہ ایک ہی کونسل میں ٹیکہ ایک ہی امر پر بحث کریں اور اپنی چٹھی میں آپ نے ان خدہ ایون کا اشارہ کیا ہے جو اسکے خلاف صورت معاملات پیدا ہوگی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مندرجہ بالا حالتوں سے کوئی اصلی فائدہ ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔ جو وقت دو حکام مختلف الرے ہوں تو میں یقین کر سکتا ہوں کہ ایک جگہ ہونے کے بدلے فائدہ سے کام کرنے کی حالت میں زیادہ بہبودی تصور ہے کیونکہ اس صورت میں اختلاف پیدا ہونے کا گمان کم ہے۔ سر ہنری ڈوڈ اور میں پانچ مہینہ تک شملہ میں ساتھ ساتھ کام کرتا رہا لیکن جگہ نہیں معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فائدہ پہونچا ہو۔ اس گل زمانہ میں جب دو اور لاڈلار جنرل وہاں ساتھ رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سرکاری معاملات پر بحث کرنے کے لیے دو صرف ایک مرتبہ اجلاس میں یکجا بیٹھے اور اس وقت کرل نازمن موجود تھے سر ہنری ڈوڈ اور میں ایسے معاملات کے طے کرنے کو کونسل میں بار بار یکجا بیٹھا کہ تحقیقات کر کے اختلافات آرا کو دور کروں۔ شملہ کی کونسل میں فوجی امور کی بحث کے وقت بے انتہا محنت اور وقت برباد ہوا۔ ہم لوگ ہمیشہ اسے سے اجلاس شروع کرتے تھے اور پانچ کے قبل اگر کبھی برخواست کیا تو بہت کم ایسا ہوا۔ بعض اوقات تو آدھے شام تک اجلاس ہوتا تھا۔ اگر ہر ایک ممبر کونسل سر ہنری ڈوڈ کا ایسا ضدی ہوتا تو سلطنت کا کام ہی سدود ہو جاتا۔ اگر کوئی خطہ رو پیدا ہوا تو اس صورت معاملات سے نہایت ہی خرابی پیدا ہوگی۔

اس امر کو بطور ایک قاعدہ کے مقرر ہونا چاہیے کہ گمانڈر ریجنٹ اس بات کے قیام کرنے کا پابند رہیگا کہ جو سالہ ایک مرتبہ فیصل ہو چکا اسکو گورنر جنرل کی رضامندی بغیر بغیر پیش نہ کیا جائے اور جو وقت ایک سال پر بحث ہو چکی ہو تو اسکے بارے میں پھر رد و بدل کو موقوف ہونا چاہیے۔ میں نے سر ہنری ڈوڈ کی ہدایت خاص بڑی توقیر کی ہے۔ کچھ اگلو گمان ہوا میں نے سب باتوں کی

سلوک کرنے کا کس درجہ شاہزادہ مدوح کو خیال تھا حضور ملک مظفر اس امر کو ایک مقدس وصیت تصور فرمائی ہیں اور پتا چلتا ہے کہ
کرائے کے پیارے شوہر نامہ مار پر حضور مدوح کی رعایا سے ہندوافت سے نظر کرے۔ آخر میں حضور مدوح ستر جان لائیں کی

تندرستی اور بیہوشی کے متعلق ہر ایک خواہش ظاہر فرماتی ہیں۔

ستر جان لائیں نے اپنی گونہیل کے نصعت سے زیادہ مہربان اور اپنے تمام نصعت گورنر زون اور نجف گورنر زون

کے ساتھ بین نہایت عملگی سے اپنے کام کو انجام کرنے کے لائق اپنے کو پایا۔ اس عام اتفاق کے مستثنیات خاص

گما پتر نجف ستر زون اور گورنر زون بیہوشی اور ستر پائل فریڈ تھے۔ ان دونوں نامی گرامی آدمیوں کی وہ بہت قدر

کرتے تھے اور ستر پائل فریڈ کے وہ اپنے دل میں اس بات کے لیے شک و شبہ ہی بہت تھے کہ قدر کے زمانے میں

انھوں نے سچے دل سے مدد دی تھی۔ لیکن ان تینوں آدمیوں کی مرالی خاصیتیں ایسی نمایاں تھیں کہ سرکاری

امور کے متعلق باہر گرا برا اختلاف ہی رہا۔ تا آنکہ ستر پائل فریڈ کا اختلاف اس وقت فرو ہو جب ستر پائل فریڈ نے ان کی جگہ

ستر پائل فریڈ مقرر ہوئے اور ستر پائل فریڈ کا اختلاف اس وقت رفع ہو جب مارج ستر پائل فریڈ نے ان کی جگہ

محنت شاقہ کے بعد پیشہ کے لیے ہندوستان سے رخصت ہوئے گواکویسی ہی نکامی کیوں نہ حاصل ہوئی ہو

اور یہ ناکامیاں ایسی تھیں جو دوسرے برعکسوں میں اس سے بھی زیادہ نودار طریقوں پر ظاہر ہوئیں (لیکن

انھوں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ ہر درجہ کے لوگ اپنے محبت کرنے لگے تھے اور دکن اور ستارا اور سندھ اور

کلکتہ اور بیہوشی میں نہایت نودار اور بیہوشانہ طور پر انھوں نے سلطنت کی خدمتیں انجام دی تھیں۔

۔ عہدہ سی عہدہ حالتوں میں بھی (اعتبار میں امر کے کہ فطرت انسانی کا اثر شب بگیرا ہے) ہندوستان اپنے

ملک میں یہ امر بہت دشوار ہے کہ گورنر جنرل اور گما پتر نجف اتفاق سے کام کر سکیں۔ جب تک طرفین میں

بیحد بردباری استقلال اور سچہ نودا اس وقت تک یہ باٹ خیر ممکن ہے۔ فوج کا تیار کرنا گما پتر نجف کی خاص

خدمت ہے اور تقسیم فوج تنخواہ فوج اور اسی طرح کے اور صد ہا امور میں جنکا گما پتر نجف کو دل سے ٹھکانا چاہیے

سیول گورنر کو نہ کہ گما پتر نجف کو اعلیٰ افسر رہنا چاہیے۔ لیکن یہ اکثر واقع ہوا ہے کہ گما پتر نجف اپنے قیام کی

اس ضروری شرط کے اعتراض کو سو کر گئے ہیں۔ سیول حاکم کو جو اختیار حاصل ہے اور جس پر گما پتر نجف کا قیام

منحصر ہے اسکو اس عہدہ دار نے مداخلت پر تصور کیا ہے۔ اگر یہ اختیار نہ ہوتا تو ہندوستان فوجی سلطنت

خود مختاری کا پابند ہو جاتا اور یہ دستور اس قسم کا ہے جو بہت سی خود مختار سلطنتوں حتیٰ کہ روس میں بھی

جائز نہیں رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے جو ضرر رسان تعلقات گورنر جنرل اور صاحبان گما پتر نجف ہند کے

مابین رہے ہیں اور جو دونوں کے قومی الزام ہونے سے لارڈ ڈونلڈپینی اور ستر جان لائیں کے مابین بر

رہے تھے اس زمانہ میں بھی ظاہر ہوئے۔ ستر جان لائیں کی وائس راج کی کوئی توار

جس کی زیر نگرانی زمین کی تعداد اس کی نعمت اور آبادی نعمت سے بچ کر زیادہ تھی پو پڑ سے کہ نہیں لی جاتی تھی
یا اس امر کو یوں کہیے کہ جو جمع اس وقت پنجابی جنگیں تصور کی جاتی تھی جب زمین کی حالت بالکل ناقص تھی
وہ اب جس وقت مناسب طور سے زمین کا تردد ہوئے گا تب بقا باہر سابق کے بہت ہی کم پائی جاتی تھی اور
اس سبب سے سرکار کا نقصان ہوتا تھا۔ ان باتوں کے خیال سے سترخان لارنس ابتدا میں بنگال کے
قاعدہ کے بالکل ہی خلاف تھے اور مالاک مغربی و شمالی کے قاعدہ کے اسی طرح طرفدار تھے۔ اس آخری
قاعدہ کے بالکل ہی تشخیص میں تین اور تین تیس سال کی طویل مدتوں تک کے لیے کتر شرح سے ہوئی تھی
انتظام کے بموجب گیس کی تشخیص مذکور مستوجب ترسیم اور اضافہ لگان کے قرار دی گئی تھی اور وہی طریقہ تھا
لیکن بعد افضا سے مدت مذکور تشخیص مذکور مستوجب ترسیم اور اضافہ لگان کے قرار دی گئی تھی اور وہی طریقہ تھا
جس سے پنجاب کے انتظام میں انکو ایسی غایان کا سیابی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اور سرکاری افسران کی طرح وہ اس
ابناء طریقہ کے پابند نہیں تھے کہ جرات ایک جگہ ہوئی وہ سب جگہ رہے انکو اس بات میں ذرا بھی خوف نہیں تھا
کہ جب کسی امر کے تبدیل کرنے کی وجہ پائی جاتی ہو تو اسکو بدل دیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ بنگال میں
جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اور جس نا انصافی کا ہم لوگوں سے ارتکاب ہوا تھا انھیں اترا ری بندہ بہت کا کوئی
لگاؤ نہیں تھا بلکہ جن لوگوں نے اسکو جاری کیا تھا انھیں کی جرات اور لاپرواہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ترسیم
سرکار کا صرف اور رعایا کی پریشانی بڑھتی ہے۔ عوام الناس جو وقت صرفہ حال اور خوش ہوں تو ملک کے
سنبھالنے کے لیے جنگی فوج کی ضرورت کم ہوتی ہے اور سب کے بعد یہ کہ کاشتکاروں کو جس وقت معلوم ہوگا
کہ اصلاح ارضی کے متعلق جو محنت و کوشش اسکا فائدہ اٹھو پو پڑ چکا تو اسکو اس محنت کرنے کا موقع دینے میں
بے انتہا فائدہ تصور ہے۔ ان وجوہ اور اسی طرح کی اور وجوہوں سے سترخان لارنس خواہشمند تھے
کہ بنگال میں جو غلطیاں ہوئیں ان سے دوسرے مقامات میں احتراز کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو غلط
بنگال میں بھی انکی ترسیم کی جائے اور بندہ بہت اترا ری کے فوائد مالاک مغربی و شمالی اور پنجاب کے
ان تمام ریاستوں میں پھیل جائے جہاں جنگی دولت زمین فروغ ہو گئی ہے۔ انکے خیالات پر عمل نہیں کیا گیا
لیکن جن تحریروں میں انھوں نے ان باتوں پر زور دیا ہے وہ بہت وسیع سمجھی گئی ہیں۔ اور ذی عاف
اشخاص ہند کی آرا کا جب اندازہ کیا گیا تو کثرت رائے انھیں کے موافق پائی گئی۔ قرن قیاس معلوم ہوتا
کہ زیادہ عرصہ گزرنے کے قبل ہی بنگال میں ان خرابیوں کے خلاف جو جو قدم لے پیا گئی ہیں بہادرانہ
جاری کی جائیں۔ اس طور پر وہ امر جو تمام چیزوں سے بڑھ کر سترخان لارنس کے مرغوب طبع تھا حاصل
کیونکہ رعایا کی ایک ایسی حیثیت ہو جائیگی جو حق انکو حاصل ہے اور جو زمانہ سلطنت سے مختلف دوسری فرائض
وقت میں انکو حاصل رہتا آیا ہے۔

اور امور جنگیہ سرجان لارنس کی چھپیان ظاہر کرتی ہیں کہ گرمی کے دنوں میں مبتلا شہر انہیں وہ مسافر تھو اور جنگی تجویز وسیع خیال سے انہوں نے کی کاٹھیا دار کی حالت مع اُسکے بیشمار غوغا و فتنہ سازوں اور ہاتھوں کی بدانتظامیوں کے اور ہندوستان میں انگلش فوج کی تحفیف جان تک باحتیاط حفاظت ملک ممکن تھی دیکھیں سپاہیوں کی تنخواہ کا اضافہ بنگال کی مالگزاری کا اہم جھگڑا اور میسور کی جانشینی کا سلسلہ جسکا زیادہ حال آگے بیان کیا جائیگا بجا و پور کی بدانتظامی اور انگریزوں کا عجیب و مہر جو اس وقت اور اس زمانے کی ایک بدلتا تھا بڑا بھاری قضیہ رہا یہ اور اسی طرح کی دوسری باتیں تھیں۔ لیکن ایسے معاملات اور اسی قسم کے دوسرے امور سے متعلق جو کچھ اُنکا خیال تھا بخوف طوالت میں اُنکو ظاہر کرنے سے معذور ہوں۔

حضور ملک معظمہ کو اپنی سلطنت کے سب سے بڑے ملک تبوہ کا ہمیشہ جو خیال رہا اور اب تک ہے اُسکو حضور مدوح نے اُس ملاقات میں جو اُنکے نائب اور وائسے رائے کی روانگی ہندوستان کے قبل ہوئی تھی سرجان لارنس پر بڑے حکم سے ظاہر کر دیا۔ لاہور کے دربار اعظم میں جسکا ذکر آئندہ باب میں آئیگا اُنہوں نے سرداران موجودہ دربار سے بیان کیا کہ ”اُس موقع پر حضور ملک معظمہ نے بڑی گرم جوشی سے کھدیا تھا کہ تم پر فرض ہے کہ ہماری کل مشرقی رعایا کا خیال رکھنا“۔ اور اس لحاظ بلکہ مادری خبر گیری کو اُسی ملک نہ طریقہ سے منجملہ اُن چھپسوں کے جو وقتاً فوقتاً اُنکی وائسیرائی کے زمانے میں اُنکے پاس آیا کین ایک چٹھی میں حضور مدوح نے پھر سرجان لارنس پر ظاہر کر دیا۔ حضور مدوح کی پہلی چٹھی سے ایک اس قسم کی دلی محبت ترشح ہوتی ہے جو آپ اپنی نظیر ہے اور اس سے شاہزادہ الہ بٹ کی واقفیت معاملات ہند کا حال جسکو میں اوپر بیان کر آیا ہوں اور جو اسے سرجان لارنس نے شاہزادہ مرحوم کے بارے میں قائم کی تھی عیاں ہو جائیگی۔

آگست ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء

حضور ملک معظمہ کی خواہش اور منشا تھا کہ اس زمانہ کے بہت قبل سرجان لارنس کی چٹھی مورخہ ۱۲ جنوری کی رسید کا اظہار اس امر کے اعتراف کے ساتھ کیا جاتا کہ حضور مدوح کی سلطنت وسیع ہند کی کیفیت کے حالات بہت اطمینان کے قابل ہیں حضور مدوح کو افسوس ہے کہ سرجان لارنس نے پھر کچھ نہیں لکھا لیکن حضور مدوح کو امید ہے کہ سرجان لارنس کی زبانی اُن مختلف مقامات کا احوال سنیں جان کی اُنہوں نے سیر کی ہے اور رعایا اور ملک کی حالت معلوم کی ہے۔ حضور مدوح کو یقین ہے کہ سرجان ہر مقام پر اس بات کو ظاہر کریگا کہ حضور مدوح ہر مقام پر اپنی رعایا سے ہند کے ساتھ دلی محبت کا اظہار فرماتی ہیں اور اس سے دو چند خیال اس وجہ سے فرماتی ہیں کہ اُنکے پیارے اور نامدار شہر ہندوستان سے کس قدر الفت رکھتے تھے اور جس امر سے اُس وسیع سلطنت کی ترقی متصور ہوتی تھی اُس میں برابر مشغول رہتے تھے اور ہندوستانیوں کی بہبودی اور اُنکے ساتھ مہربانی اور انصاف سے

نہی عری لارڈ لارنس مرحوم ہندو

دو بیان چلی تئیں۔ پس اگر آپ میری رائے کے اس امر کے متعلق جو آپ سنا لکھتے کے بارے میں تجویز کریں دو سطروں سے
انکو براہ رست مطلع کرتے تو میں بہت شکور ہوتا۔ چند نظمین کافی ہو گئی کیونکہ میں انکو آپ سے خبر پانے کے لیے تیار کر لکھا
تین جان تک ممکن ہو اس امر کی یادداشت آپ کے پاس بھیج دو گا کہ گورنر جنرل کے بیان آنے میں کیسے۔ ر
خبر ہوتا ہے۔ اگر یہ اختتام مقرر ہوتا تو آئندہ برسوں کے لیے خرچ بہت کم ہو جاتا کیونکہ ہم جنوبی ملک کے جاتے وقت
بہتر اعلیٰ وہیں چھوڑ دیتے۔

اس چھٹی کے عام مقدمہ یعنی اس امر سے سرخائرس و ڈونے بالکل اتفاق کیا کہ گورنر جنرل کا گرمی کے دنوں میں
کوہستان کو منتقل ہو جانا بہت ضرور ہے۔ بطور معمول گورنر جنرل کے ساتھ رہنا چاہیے اور گورنر جنرل کو
وقفاً فوقاً ملک کے مختلف حصوں میں اپنے کو ظاہر بھی کرنا چاہیے علی الخصوص لاہور اور دہلی میں مجوزہ درباروں
منتقل کرنا چاہیے۔ لیکن اسکی جوابدہی اپنے ذمہ لینے میں تامل کیا کہ ہر سال چھ مہینے تک ہمیشہ مقررہ طور پر شام
دار السلطنت رہا کرے اور یہ امر بھی بجانب تھا۔ سرخائرس و ڈونے کہتے ہیں کہ۔

خیال کیجئے کہ اس صورت میں معاملات کی کیا کیفیت ہوتی اگر شر شروع ہونے کے زمانے میں لارڈ کیننگ
شملہ میں ہوتے۔ وہ بالکل صلحہ ہو گئے ہوتے۔ یہ ممکن تھا کہ آپ اور وہ دونوں ملکر پنجاب اور بالائی ہند کا اختتام کر لیتے
لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کلکتہ کے لوگ اس خد میں امن و امان سے رہ سکتے۔ اس واسطے میں یہ کہنے پر آمادہ نہیں ہوں
کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے اس قسم کا اختتام حرج و مرج قائم نہ رکھا جائیگا۔ اگر یہ ضرور ہو کہ گورنر جنرل مع انجلاس گورنر
ہر سال کلکتہ کے باہر جایا کریں تو ایک بات یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ آیا وہ دارجلنگ یا اسی طرح کے اور کسی مقام کو
کیونکہ نہ جایا کریں جہاں سے ایک روز میں پھر کلکتہ آسکتے ہوں اور دار السلطنت سے بالکل علحدہ ہو سکتے ہوں۔ خاص آپ کے بارے میں
ہمکو اس امر کے کہنے کی کوئی وقت نہیں معلوم ہوتی کہ آپ مع گورنر جنرل یا تنہا چھ مہینے کے لیے ٹیسی خوشی سے ہاسکتے ہیں اور اس واسطے
شملہ میں جا کر آپ بغراوت رہ سکتے ہیں۔ اگر آئندہ موسم گرمیاں آپ مدراس اور کوہنگلی میں یا دارجلنگ یا ہمارے
جدید دشنام جھوٹان کو دیکھنا اور وہاں سے پھر شملہ کو واپس آنا چاہتے ہوں تو مجھ کو اس میں کسی طرح کا خدشہ نہیں ہے۔ میں
ایڈمیریٹی لارنس کے دیکھنے کی کوشش کر دھکا۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آپ کے ولایت آنے کی
ضرورت ہوگی بشرطیکہ آپ اسی طرح کے تندرست ہیں جیسا کہ اب تک میں آپ کو سمجھتا آنا ہوں۔ اور میں اس بات کو
بہت پسند کرتا ہوں کہ آپ خوش فانی کل کی طرح نصرت قوت سے کام کرتے رہیں بجائے اسکے کہ آپ کے ہلے اور
کوئی شخص مقرر کیا جائے۔

سرخائرس نے اپنے جواب میں شملہ کے مقامی فوائد کا نہایت دلچسپ حال مسطور سے بیان
اولاً تو مجھ کو آپ کے نہایت ہی محبت آمیز خط کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جسکے میں ہنسنا سہجے کا شکریہ گزارا ہوں

ہر سال شہر میں آیا کرے تو اس قدر کے متعلق آپ کی خیال کرتے ہیں۔ اگر اچانک ایک ریل ہو جائے تو گورنر جنرل اور کونسل اس زمانے میں اسی مقام تک جا سکتی ہے لیکن بتائیں ان وسائل کے جوڑی کو ہستانی مقاموں پر مہیا ہو سکتے ہیں کمانڈ کی زیادہ ضرورت ہوگی اور کھاتے سے نقل کرنے کی حالت میں اگر ہم سب لوگوں کو جانا ہوگا تو بہتر ہے کہ ایک مقام قرار پائے تاکہ جس میں عمارت کی ضرورت ہو اسی جگہ تیار ہو جائے۔ اگر آپ کی رائے اس تجربہ کے خلاف ہو تو میرے نزدیک شام سب سے عمدہ جگہ ہے۔ اب بھی کھاتے سے چھ روز زمین ہمیشہ پہنچ سکتے ہیں اور جو وقت انبار تک ریل ہو جائیگی تو چاروں طرف سب سے عمدہ جگہ ہے۔ اب بھی یہ بات ہے کہ وہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے اور اس گرد و غبار کے باقیہ سے بے پائیدار سوانح سفرانی رو جائیگا شہر میں جہاں یہ بات ہے کہ وہاں کی آب و ہوا مغربی و شمالی تیزاب اور مغربی سرحد کی نگرانی کے لیے وہ مقام نہایت ہی موزوں ہے اور سب سے بہتر میں مل ہے۔ کھاتے کے بار میرے نزدیک شہر کے سوا اور کوئی ایسا مقام تمام ہندوستان میں نہیں ہے جو گورنر جنرل سے اجلاس کونسل کے چھ مہینے تک بیان اور چھ مہینے تک کھاتے میں رہ سکتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تبدیلی دکان شہر کا بہترین مل ہے۔ کھاتے کے بار میرے نزدیک شہر کے سوا اور کوئی ایسا مقام تمام ہندوستان میں نہیں ہے جو گورنر جنرل سے اجلاس کونسل کے چھ مہینے تک بیان اور چھ مہینے تک کھاتے میں رہ سکتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تبدیلی دکان ہندوستان کی دار السلطنت ہونے کے لیے اس سے زیادہ موزوں ہو۔ اگر آباد اگر وہاں وسطیہ زمین سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو شہر کے برابر مشہور ہو سکے۔ لیکن جو وقت ایسا کیا جائیگا کہ چھ مہینے شہر میں گورنر جنرل منتقل ہوا یا کرے اور کھاتے میں رہے تو اس میں بہت سے فائدے متصور ہیں۔

اسی طرح دار السلطنت رہے تو اس میں بہت سے فائدے متصور ہیں۔

اس انتظام کے بعد شاید بہترین طریقہ یہ ہے کہ گورنر جنرل ہندوستان کو منتقل کر دی جائے یہ ایک صحت بخش مقام ہے اور اس میں کیا سہولت کے کنارے ہی واقع ہے یعنی وہ ہندوستان سے صرف ۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس میں سے ہزاروں ریلوے لائنیں ہیں لیکن میں اس انتظام کو پسند نہیں کرتا اگرچہ پونا ایسے مقام پر واقع ہے جہاں انڈیانا سے آہ و رفت بہت عمدہ طور سے قائم رہ سکتی ہے لیکن ہندوستان دیکھتے ہوئے وہ بالکل ایک گوشے میں واقع ہے۔ پونا اور اس پرنسپل مقبوضات ہند کے مابین رامپور ناڈ کی رہائش اور ملک کو ابار ایک بڑی بھاری سہولت ہے۔ ہوش و غروش کے نالے میں ہندی ہند سے آمد رفت بالکل منقطع ہو جائیگی۔ پونا میں جو گورنر جنرل کا دار السلطنت ہونا چاہیے وہاں وہ معلوم کر سکیگا لیکن جو گورنر جنرل چھ مہینے کھاتے میں اور باقی چھ مہینے شہر میں رہیگا وہ اصل مقبوضات ہند جو بڑی بھاری سہولت ہے۔ ہوش و غروش کے نالے میں ہندی ہند سے آمد رفت بالکل منقطع ہو جائیگی۔ پونا میں جو گورنر جنرل کا دار السلطنت ہونا چاہیے وہاں وہ معلوم کر سکیگا لیکن جو گورنر جنرل چھ مہینے کھاتے میں اور باقی چھ مہینے شہر میں رہیگا وہ اصل مقبوضات ہند جو بڑی بھاری سہولت ہے۔ ہوش و غروش کے نالے میں ہندی ہند سے آمد رفت بالکل منقطع ہو جائیگی۔ پونا میں جو گورنر جنرل کا دار السلطنت ہونا چاہیے وہاں وہ معلوم کر سکیگا لیکن جو گورنر جنرل چھ مہینے کھاتے میں اور باقی چھ مہینے شہر میں رہیگا وہ اصل مقبوضات ہند جو بڑی بھاری سہولت ہے۔

میں نے اس خط کو بہت سی ایسی باتوں کے تحریر کرنے کی نظر سے شروع کیا تھا جو زیادہ تر خاص میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اب تک اسی امر کے متعلق لکھتا رہا کہ گورنر جنرل کا مقام کرنے کے لیے بہترین مقام کون ہے۔ فی الحال میری نظر یہ ہے کہ گورنر جنرل کو شہر کے ایک گوشے سے جدا نہ رہے جس میں سرکاری کاموں کے انجام ہونے کے متعلق بڑا فائدہ ہوگا۔ لیکن اب تک اسی امر کے متعلق لکھتا رہا کہ گورنر جنرل کا مقام کرنے کے لیے بہترین مقام کون ہے۔ فی الحال میری نظر یہ ہے کہ گورنر جنرل کو شہر کے ایک گوشے سے جدا نہ رہے جس میں سرکاری کاموں کے انجام ہونے کے متعلق بڑا فائدہ ہوگا۔ لیکن اب تک اسی امر کے متعلق لکھتا رہا کہ گورنر جنرل کا مقام کرنے کے لیے بہترین مقام کون ہے۔ فی الحال میری نظر یہ ہے کہ گورنر جنرل کو شہر کے ایک گوشے سے جدا نہ رہے جس میں سرکاری کاموں کے انجام ہونے کے متعلق بڑا فائدہ ہوگا۔

سلطنت کے تمام کاروبار کو قرار واقعی چلانے کے لیے کافی اکثر سپرنٹنڈنٹ لگا اور ایسے گورنرز جنرل چند ہی پائے جائینگے جو ہر ایک ضروری امر کو تنہا تجویز کر سکیں۔ گورنرز جنرل کو بطور قاعدہ کلکتہ اس بات کا میلان ہو گا کہ ایسے معاملات کو وہ اس وقت تک ہاتھ نہ دے گا جب تک کوئی راستہ دکھائی دے اور وہ گورنر جنرل سے منع کرے اور پھر اگر وہ ایسے معاملات کو تجویز کے لیے گورنر جنرل میں بھیجے تو وہ ان متناقض رائے میں ظاہر ہوگی پس فی الجملہ میرے نزدیک سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ گورنرز جنرل اور گورنر جنرل ایک جگہ رہے۔

اور اب میں اپنا ذاتی حال لکھتا ہوں۔ میری کیفیت یہ ہے کہ میں اس بات کو بھولا نہیں ہوں جو انڈیا آفس میں آپ نے میرے رخصت ہوتے وقت مجھ سے کہی تھی۔ میں اس وقت سمجھا تھا کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیان کی آب و ہوا مجھے برداشت نہ ہو تو آپ منتظر رہیں گے کہ اسکی بابت میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ اب میں اس امر کے بیان کرنے کا اپنا ہون کہ میں چھ مہینے سے زیادہ عرصے تک ہر سال کلکتہ میں قیام کر کے کام نہیں کر سکتا ہوں۔ کلکتہ کی آب و ہوا بہت خراب ہے۔ میرے نزدیک وہاں کی آب و ہوا قریب قریب وہائی ہے یا بہر حال میرے لیے تو ایسی ہی ہے۔ میں وہاں زیادہ طویل نہیں با لیکن کامل طور سے تندرست بھی نہیں رہا۔ اور جیسی جیسی گرمی بڑھنے لگی اسی طرح میں زیادہ بتلا ہونے لگا۔ جس طریقہ سے میں سمجھتا ہوں کہ کام کو انجام کرنا چاہیے اسی طریقہ سے کام ہو سکتا ہے اور مناسب طور پر کام انجام کرنے کا وہی ایک طریقہ ہے۔ میں چھ مہینے حج سے کام شروع کرتا ہوں اور درمیان میں آدھ کلکتہ ناشتے کے لیے توقف کر کے ساڑھے باج بچے شام تک میں اپنی ڈسک پر بیٹھا رہتا ہوں اور برابر سخت محنت چاں تک کہ مجھ سے ہو سکتی ہے کرتا رہتا ہوں۔ بروقت ضرورت گئی یا گھوڑے کی سواری سے اترنے کے بعد پھر کام شروع کر دیتا ہوں لیکن یہ بات بعض خاص صورتوں میں ہوتی ہے۔ اب (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) کلکتہ کی عمدہ ترین آب و ہوا میں چھ مہینے تک ایسا کرنا غیر ممکن ہے پس اگر آپ سرکاری کاموں کے فائدے کے اس قسم کے کسی انتظام سے جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے اتفاق رائے کرنا بہتر سمجھتے ہوں تو میں خوشی سے ہندوستان میں ٹھہرا ہوتا ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہو تو میں اپنے عہدے کو چھوڑ کر آئندہ مارچ یا اپریل کے مہینے میں ولایت چلا آؤں گا۔ مجھ کو امید ہے کہ آپ اس معاملہ کی تجویز بالکل پبلک وجوہات پر کیجیے گا اور اس بات کا یقین فرمائیے گا کہ اس میں بہت خوش رہوں گا۔ میں نے ڈاکٹر ہینڈ آؤسے اپنے پرنٹس سیکرٹری اور ڈاکٹر فارگو ہنر پٹی مشیر دونوں سے یہ کہہ دیا ہے۔ یہ دونوں لائق شخص ہیں اور میری جسمانی حالتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب اور دہلی علی الخصوص پنجاب کے لوگ اس بات کو پسند نہ کریں گے کہ میں جنوبی ملک کو بغیر ان لوگوں کی ملاقات کیے ہوئے چلا جاؤں۔ اگر آپ کو کوئی عذر نہ ہو تو میری تجویز ہے کہ گورنر جنرل اکتوبر کے مہینے ہی سے کلکتہ چلی جائے۔ میں لاہور چلا جاؤں اور وہاں ملک کے تمام سرداروں کا جنمیں سے ہر شخص کو میں بذات خاص جانتا ہوں ایک دربار کروں بعد اسکے دہلی اور وہاں سے کلکتہ جاؤں اور کلکتہ میں یکم نومبر تک پہنچ جاؤں۔ میری زوجہ کی خواہش ہے کہ اگر میں ہندوستان میں رہا تو موسم سرما تک

اس صورت سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہو گیا۔ اگر انھوں نے اپنی مجتمع بدل والی ہوتی اور شل اور گورنر خیر کون کے
 چند ہزار سپاہیوں کو لیکر دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے ہوتے۔
 خود انہیں تھی ہر طرح کی شوکت جس طرح کہ عام شاہزادے
 وقت یہ وہ کس لیے اٹھاتے گھوڑے ہاتھی خیام شکر
 چلتے ہیں برات ساتھ لے کر پہنے ہر اک لباس زردار
 خدا مر بق پیدل اسوار
 ۲۹۔ اپریل کو فوج کے وقت کسولی کے کوہستانی اسٹیشن پر مشہور ہو گیا کہ گورنر جنرل پہنچا چاہتے ہیں۔
 ایک چشمہ یہ گواہ جسکے بیان میں مین بہت کم تر اش و خراش کرنا ہوں اسطور پر لگتا ہے۔
 پریڈ کے میدان میں سرخان لارنس اپنی پُرانی وضع سے ایک جانور پر سوار چلے جاتے تھے ہر شخص کے دل
 لگی ہوئی تھی کہ ایک نظر انکو دیکھ لیجیے۔ اور وہ گو کہ سینہ بڑا یاد ہو گیا تھا اگر کسی طرح کے جان لارنس اب بھی تھے۔
 اعلیٰ مرتبہ پانے سے انکی وضع سلطان نہیں بدل تھی۔ وہ ایک چوٹے سے ہانگن پر سوار تھے جسکی صورت سے ابکا معلوم تھا
 کہ وہ خوب جانتا تھا کہ مجھ کو کس سوار کے لیجانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور وہ طرار سے بھرتا ہوا چلا ہوا تھا سرخان لارنس
 جو ایک بھورے رنگ کی صاف ستھری پوشاک پہنے تھے اور پاجامہ عجیب خوبصورتی سے مٹھون تک چڑھا تھا بڑے چلنے کے
 اور جو لوگ اتفاق سے راستے میں ملتے تھے انکے محبت آمیز سلاموں کا جواب دیتے جاتے تھے اور دوسرے بڑے ڈوڈو رئیس کی
 قیام گاہ کی جانب چلے جاتے تھے۔ کون لارنس انکے پہلو میں گھوڑے پر سوار تھے اور ایسا کون شخص تھا جسکو ان کے
 ایماندار چرسے کی نمکنت دیکھا رشک نہ آتا۔ انکے بھائی گورنر جنرل ہند انکے پہلو میں تھے۔ انکے بعد ستر ہفت اور
 دوسرے اشخاص تھے ایک شخص یعنی سرختری لارنس البتہ نہیں تھے جو اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کی کوشش میں
 مارے گئے تھے۔ لیکن اس کیفیت کو دیکھ کر روح نازہ ہوتی تھی اور ایسے لوگ اس مقام پر شاذ ہی ہونگے جو اپنے
 دل میں یہ نہ سمجھتے ہونگے کہ قطع نظر اس امر کے کہ کچھ نادر شاہی دربار نہ تھا ایسا کوئی شخص اس موقع پر نہ ہو گا جو اپنی
 مناسب جگہ پر نہ رہا ہو۔
 سپر کے وقت سرخان لارنس جواب تک وہی بھوری پوشاک پہنے ہوئے تھے اور کوئی ستارا یا تفس
 غریب سپاہیوں کے ڈرانے کے واسطے نہیں لگائے تھے پریڈ کے میدان میں نمودار ہوئے تاکہ اس منتخب مقام پر
 ان بہادر سپاہیوں کو جو انکی حفاظت میں سپرد کیے گئے تھے دیکھ سکیں کہ انکے مکانات وغیرہ کیسے بنے ہیں۔ ایک
 معتد دوست کی مدد سے جو شل حصا کے انکے برابر تھا جان لارنس نے پلٹن نمبر ۹۴ کی چھاؤنی کی بارکون اور
 اس آخری مقام کی سر کرتے وقت چھاؤنی کے افسران اسٹاف کا بھی ایک معقول مجمع ہرا د ہو گیا تھا

صفحہ ۴۲۲

انھوں نے خود کچھ نہیں کہا لیکن دو تازی گتوں کے رہنے کے مکانون کی بابت جن میں پریشن سپاہی اب تک رہتے ہیں کچھ یادداشت لکھی۔ اسپتال بھی فراموش نہیں ہوا اور اسکے بعد وہ اُس جگہ گئے جہاں جان لارنس کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے یعنی اُس آسائیکم کو گئے جو ان کے شرکتِ انفس بھائی بطور ہیہ کے اپنے ہوطنوں کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ رات گئے پہاڑی کے اُس طرف جدھر آسائیکم واقع ہے آتشبازی چھوٹی۔ پٹری لارنس مرحوم نے انگلیش راکون کو سٹ اور کابل جاتے بچایا اُس شب جان لارنس تکیہ پر سر رکھنے کے قبل اگر اپنے دل میں یہ سوچتے ہو گئے کہ ”لارنس بھائیوں نے اپنی نسل کے لوگوں کے ساتھ کیقدر بھائی کی“ تو انکا یہ سوچنا بہت مناسب تھا۔

شملہ کی سرد ہوا پاکر سہر جان لارنس کو گویا تندرستی اور قوت کا نیا پٹہ مستاجر میا گیا اور سہر جان لارنس کے دل پر اس امر کا خیال کہ گرمی کے دنوں میں وہاں گورنمنٹ کی قیاس گاہ مقرر رہنے سے سرکاری کاموں کے متعلق بڑا فائدہ ہو گا ایسا جم گیا کہ انھوں نے سہر جان لارنس کو کو نہ صرف اپنے فائدہ کی غرض سے (کیونکہ انکو تو ہندوستان انکی اجازت ہی اس شرط پر ملی تھی کہ وہ شملہ میں رہا کریں) بلکہ تمام اشخاص متعلقین کے فائدے کی غرض سے یہ تجویز لکھ بھیجی کہ گورنمنٹ کو ہمیشہ ہر سال چھ مہینے شملہ میں بسر کرنا چاہیے۔ یہ خیال پیشتر بھی بہت برسوں سے رتی کر رہا تھا کہ بہت سی باتوں کے لحاظ سے کلکتہ اس قابل نہیں ہے کہ ہندوستان کی دارالسلطنت مقرر ہو چونکہ وہ ہندوستان کے انتہائے مشرقی سرحد کے کنارے بنگال کے جلتے ہوئے میدان میں کثیف دریاؤں کے ایک جال کے اندر جہاں ہمیشہ آندھیاں اور طوفان اور وبا آیا کرتی تھی واقع ہے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہاں چھ مہینہ تک کا سہرا مثل اسکے خیال کیا جائے کہ یورپین لوگوں کا وہ حمام ہے اور ان میں سے جو لوگ کام کرنے کے خواہشمند ہوں ان سے بھی نصف قوت کا کام ہو سکے۔ یہ بات عرصہ سے کہی جاتی ہے کہ بنگال میں جو سپاہ تعینات ہے انہیں سے ۶۵ فی ہزار سپاہی گویا موت کے منہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں ایک گردہ ہمیشہ ایسا رہا جو ہمیشہ کو اسکی قدرتی دارالسلطنت خیال کرتا تھا۔ لارڈ کیننگ نے ارادہ کیا تھا کہ اپنا صدر مقام وسط ہند کے کسی مقام میں لا کر قائم کریں اور ”کیننگٹن ڈالا“ کے نام سے جو چھپیان چھپی تھیں انکے مشہور راقم نے بڑے شد و مد سے جیلور کو دارالسلطنت قرار دینے پر بحث کی تھی۔ لیکن مفوضہ حقوق کے مخطور ہونے کا گمان ایسا قوی تھا کہ یہ مسئلہ اس مرتبہ پھر ملتوی رہ گیا اور ظاہر سہر جان لارنس نے خیال کیا کہ کلکتہ کے مقابلہ میں دوسرے شہروں کو دارالسلطنت قرار دینے پر جو اعتراضات کیے جاتے تھے اُس قسم کے بعض اعتراضات انکی تجویز کے خلاف بہت قوی پیش کیے جانیگے۔

۳۔ مئی شملہ ۱۸۵۷ء

میں آپ سے اس امر کے متعلق استفسار کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر گرمی کے دنوں میں گورنمنٹ ہلال اور انکی گورنمنٹ

نوعی لادلائس روم ملودوم
 سرحدی حکمت عملی کے متعلق جوچہ انھوں نے کیا اُسکو کرنا مناسب نہیں تھا اور جو کچھ کرنا مناسب تھا اُس میں اُنکو
 ناکامی ہوئی۔ یہ خوفناک دستاویز کیا بین ہو چکا سرخان لارنس کے ہاتھ لگی اور اس کے بعد ٹیل صاحب
 اپنے قدیم فسر اعلیٰ کو سلام کرنے کے لیے گورنمنٹ ہاؤس میں گئے تو اپنے پُزور قلم سے ایک مرتبہ پھر
 نکل کی طرح کام لینا شروع کیا اور اس خطے کا ایسا جواب تحریر کیا کہ پھر کچھ چون و چرا کی جگہ نہیں باقی نہیں رہی
 سرخان لارنس سرخان لارنس وڈو کو لگتے ہیں کہ۔

جس وقت بین ملکیتیں ہو چا تو میرا خیر مقدم ایک یادداشت کے ذریعہ سے جسکی نقل فریئر صاحب نے آپ کی خدمت میں
 روانہ کی ہے اور حسین گورنمنٹ پنجاب پر اس کے قلم سرحدی انتظامات کی بابت الاام لکھا گیا تھا کیا گیا۔ اس یادداشت کا
 جواب تیار کیا گیا ہے جسکی چند نقیبن میں نے آپ کی خدمت میں ارسال کر دی ہیں۔ جگوا مید ہے کہ آپ فریئر صاحب کی
 شہر کو اس جواب کے ساتھ ملاحظہ فرمائینگے۔ دونوں کا فذا ت پڑھنے کے قابل ہیں۔ جگوا علم نہیں ہے کہ کوئی ایسی بات
 فراموش کی گئی ہے جس سے ہم سرحد پر تھوڑے سے خراج میں استحکام کے ساتھ قبضہ رکھ سکتے ہیں۔ جگوا معلوم نہیں ہے کہ
 فریئر صاحب کا ذاتی قلم صرف سرحد سے مک محدود ہے جو بہت سی ضروری باتوں میں سرحد پنجاب سے بالکل مختلف ہے۔
 اطراف سندھ سے اُتر طرف جب قدر آگے بڑھے کہ پستان اور میدانی ملک دونوں مقاموں کے باشندوں کی حالت
 ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ دیرہ جات کے باشندوں کی کیفیت کو بائیں سے مختلف ہے اور پھر کو بائیں کی حالت

باشندگان پشاور سے مختلف ہے۔
 سرخان لارنس وڈو نے ضابطہ کے ساتھ تردید اور جواب تردید دونوں کو ملاحظہ کیا اور دونوں کو پڑھا کر انھوں نے
 جو فیصلہ کیا اس میں کوئی شبہ کی جگہ باقی نہیں رہ گئی۔ سرخان لارنس وڈو لگتے ہیں کہ ”فریئر صاحب نے سرحدی حکمت عملی
 پنجاب پر جس طور سے ملکہ کیا ہے اس سے بڑھ کر بے بنیاد اور بیجا کائنات بہت کم ہوگی۔“.....
 ان امور اور اس قسم کے اور امور کے طے کرنے کے بعد تاریخ ۱۵۔ اپریل سرخان لارنس شملہ کو روانہ ہو
 جس قدر کام تھا حساب صاف کر گئے اور جو کچھ کیا بہت سمجھ بوجھ کر انجام کیا۔ شملہ کا جانا ایک ایسی تدبیر تھی کہ اُنکی
 شہر چھوڑ کر انھوں نے اس بات کو منظور کیا تھا کہ وہ وائس سرائے کے عہد سے پر جا سکتے ہیں اور سرخان لارنس وڈو نے
 یہ پیشکش سے اُسکو پسند کیا تھا اور بکرات و ترات اپنی چھٹیوں میں اصرار کیا کہ اگر کلکتہ میں کام باقی رہ گیا ہو تو بھی
 یہ شہر رہتے بائیں اور اپنی گورنمنٹ اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ اس کارروائی میں اگرچہ نقل و حرکت کے سبب سے
 ضرر نہ ہوئے نہ پڑاؤت کے ہندوستانی ممبروں نے اُسکو ناپسند کیا لیکن سرخان لارنس کی رائے ہمیشہ یہی رہی
 کہ اس وقت کے ہندوستانی ممبروں اور اجراء کے کا کا فائدہ ضرور ہے جو نقل و حرکت سے زیادہ ضروری ہے

اپنی ایک چٹھی میں وہ بیان کرتے ہیں کہ دو مین تئیں کرتا ہوں کہ ہم (یعنی اجلاس کونسل) یہاں (شملین) ایک دن مین اس سے زیادہ کام کرینگے جو ککاتہ مین پانچ دن کے عرصہ میں کرتے۔

شملہ کو جاتے ہوئے الہ آباد سے سرچارنس وڈ کو انھوں نے یہ چٹھی لکھی تھی۔

میں ۱۵ کی شب کو ککاتہ سے روانہ ہوا۔ ایک روز بجا کاپور میں دم لیا اور آفتاب نکلنے لگے آج یہاں پہونچا۔ تیس برس کا زمانہ ہوا کہ میں نے دن رات بیت گھنٹہ ایک ہفتہ چل کر اسی فائٹ کو پانگی کی سواری پر طے کیا تھا اور جس کام آیا تھا وہ بڑا بیش قیمت اور سخت تھا۔ ریلوے کی حالت اچھی ہے لیکن تمام راستہ میں میں نے دیکھا کہ کاروبار کے اجراء میں بڑی سستی ہے۔ نہ تو مال تجارت کمین دیکھنے میں آیا اور نہ ویسی باشندے آتے جاتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ بندہ وٹانینڈک ایشیون پر ٹھہرنے کی جگہ نہونے سے بڑی تحجیف ہوتی ہے۔ میں اسکا خیال کر رہا تھا۔ دریا سے مہنا کا پل ایک بڑا بھاری کام تھا لیکن اسکے تیار ہونے میں دو برس کا عرصہ ہے۔ میں کل صبح کو پانچ بجے کے قبل اس شہر کے ارد گرد جا کر دیکھو گا کہ کیا کام ہوا اور کیا باقی ہے لشکر کو فن جنگ سکھانے کے لیے یہ مقام نہایت موزوں ہے۔ لیکن انگلش سپاہیوں کی تندرستی کے حق میں موافق نہیں ہے۔ اگر عہدہ بارکین تیا کی جائیں تو شاید کچھ حالت بدل سکے۔

میں ریلوں کے کثرت سے ہوانے کی جہا کا نہ راے نہ دنگا ایسی حکمت عملی سے خزانہ کے متعلق جو تین پلید ہو سکتی ہیں میں انکو خوب جانتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں ہمیشہ کنایت شعاری اور خبر داری کا صلاح کار رہا ہوں۔ اور زائد انکس لگانے کے بارے میں میری راے ہمیشہ خلاف رہا کی ہے۔ آپ نے مہربانی سے میرے متعلق جو حالات ہتسار فرمائیں انکا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب میری حالت بہت خیریت ہے۔ کلکتہ میں میری طبیعت ایک مرتبہ ناساز ہو گئی تھی میں سمجھتا ہوں کہ شاید زیادہ کام کرنے سے ایسا ہوا تھا۔ لیکن میں ایسے وقت اپنی جان بچانا مناسب نہیں سمجھتا ہوں جب استقامت موجودہ کام رکھا ہوا ہے۔ اور اسقدر پیشتر کا پس ماندہ کام باقی پڑا ہوا ہے۔ انتظام ناک کی حالت میں ریل و رسائل کے طے کر دینے سے روپیہ اور وقت کی بھی کنایت ہوتی ہے۔

الہ آباد سے روانہ ہونے کے بعد سر جان لارنس نے نہرنگا کو بڑے غور سے ملاحظہ کیا اور جس وقت وہ میرٹھ میں پہونچے تو وہاں ایسے لوگ اور ایسی کیفیتیں انکو نظر آئی دین جو خاص انکی ذات سے تعلق رکھتی تھیں۔ کیونکہ گذشتہ تیس برس کے عرصہ سے وہ ان باتوں سے مانوس و مربوط ہو رہے تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ بات نصیب ہوئی کہ ان لوگوں کی صورتیں دکھائی پڑیں جنکو انھوں نے آزمائش کے وقت دیکھا تھا۔ یعنی انکے بھائی ریچرڈ اور تھمر ہنٹ اڈورڈس خصوصاً اور دوسرے اشخاص عموماً باری باری آکر ان سے ملے اور اب کلکتہ کی تنہائی اور غم بہت کچھ غلط ہو گیا۔ انھوں نے جہاں تک ممکن تھا حشم و خدام میں بہت قصر کر کے اس راستہ کو طے کیا۔ یہ امر فوراً مشہور عام ہو گیا اور اخبارات نے کامل طور سے اس پر نکتہ چینی کی۔ لیکن انکے دیکھنے اور پرمقدم کرنے کا نتیجہ

بالا آتی ملک کو جانے کے قبل جو تین مہینے سر جان لارنس نے کلکتہ میں صرف کیے تھے اُن تین مہینوں انھوں نے تمام پس ماندہ کام ہی نہیں ختم کر ڈالا بلکہ ایک ایسی صورت پیدا کر دی جس سے آئندہ کے لیے عمدہ نتیجہ پیدا ہونے کی امید بڑی۔ اُنکے ہاتھ لگانے سے مختلف صیفوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ ایک کمیشن خطانِ صحت بصدارت جان اسٹرنجی ملک کے شہروں اور چھاؤنیوں کی تندرستی کی حالت کے دریافت کرنے اور اسکی اصلاح کی تدبیریں نکالنے کے واسطے مقرر کی گئی۔ اس اصلاح کی مدت سے ضرورت تھی اور اب بڑی سرگرمی سے اسکا کام شروع ہوا۔ ہندوؤں کو اپنے بیان کے مردوں کے دریاے بھگی میں پھینکنے سے ممانعت کی گئی۔ یہ حکم ایسا تھا جسکی نسبت وائسرائے کے دشمنوں نے ویسی اخبارات میں اور انگلستان کے منافق طبع اشخاص نے (جیسا کہ سر جان لارنس نے انکو خطاب دیا ہے) ظاہر کیا کہ پیورٹین گورنر جنرل نے براہِ عداوت ہندوؤں کے مذہب میں اس فعل سے دست اندازی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ سپاہیوں کے ہین شدت سے بیماری پھیلنے میں کمی پیدا کرنے کے متعلق جو تدبیر کی گئی تھی وہ بڑی خوش آئندگی سے منظور ہوئی۔ "سینلرس ہوم" کی بنیادی رینٹ بعد تحقیقات بلین ایک مناسب موقع پر وائسرائے نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ یہ قصد باشندگانِ کلکتہ کے نہایت ہی مجبور باشندوں کو اُنکے سخت ترین دشمنوں اور خود اُنکے اپنی ذات سے بچانے کے واسطے کیا گیا تھا۔ جنگ سیدناہ ختم ہو گئی تھی اور اس بات کی تدبیریں کی گئی تھیں کہ ہماری فوج کے جن لوگوں کی طبیعتیں نہایت ظالمانہ واقع ہوئی تھیں اُنکی کارروائیوں سے آئندہ برسوں میں پھر وہ از سر نو تازہ ہونے پائیں۔ راجہ صاحب دیال سنگھ پنجاب سے طلب کیے گئے اور انکو لجنہ سلیکشن میں ایک جگہ دی گئی اور اس کام کے لیے شاید ہندوستان بھر میں اُنسے بہتر شخص میسر نہیں ہو سکتا تھا۔ سر رچرڈ ڈیمل وسط ہند میں بجائے ایک کمزور شخص کے مقرر کیے گئے جو اس ملک کی وسیع الاقترار خدمتوں کے لیے موزوں نہیں تھا۔ آغاز اپریل میں سر چارلس ٹریوینلین نے اپنا جٹ پیش کیا اور باوصف تخفیف محصولات و اضافہ تنخواہ ملازمان فوج صاحب موصوف اس بات کو دکھلا سکے کہ خرچ سے آمدنی فاضل بیگی۔

ٹریوینل صاحب آغاز موسمِ بار میں کلکتہ جا کر اپنے سابق چیف کی ایک ایسی خدمت انجام کر سکے جس طرح کی خدمتیں انھوں نے پیشتر کی تھیں۔ سر ہارڈن فریزر نے ایک سال قبل اس زمانے کی سرحدی حکمت عملی پنجاب کی ایک بڑی فصیح تحریر کے ذریعہ سے تردید کی تھی۔ یہ تردید اصل میں لارڈ لارنس کی نگاہ میں پڑنے کے لیے لکھی گئی تھی لیکن اب انھوں نے بلا تفتید گورنر جنرل کی طرف خطاب کر کے بھیج دی۔ خوش قسمتی سے جدید گورنر جنرل وہی ہوئے جنہر فریزر صاحب نے (اقل درجہ قیاساً) اس بات کا الزام لگایا تھا

تھے قدیم زمانے کی ہو گئی۔

مذہب رانا زور اور افتخار ہے کہ یوٹروپ کی بہت کم بادشاہتیں اتنے قدیم زمانے کی ہو گئی۔
جو ذمہ داریاں میں نے اوپر بیان کیں اگر ان کے ذیل میں میں یہ بھی بیان کروں انکو گورنرل کے ہر ایک ممبر
اور ہر ایک محکمہ کے سیکرٹری سے اکثر ملاقات کرنا ہوتی تھی سیکرٹری آف اسٹینٹ انجمنٹ اور گورنر ان
نیشنلٹ گورنر ان و چیف گیشنر ان مختلف حصہ جات ہند سے بڑی بڑی خط و کتابت کرنا پڑتی تھی تقریبوں کے
تعلق پیشاوردوستانوں کو پڑھنا اور جہاں تک ممکن تھا نہایت انصاف سے انکا عمل میں لانا پھر اوس قسم کے کام
جن میں اگرچہ زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں پڑتی تھی لیکن ان کے ضروری اور وقت طلب ہونے میں کسی بات کی
کمی نہیں تھی جیسے بنیادی اینٹ کار کھنا کسی عام جلسہ کی پریشانی کسی کرنا جدید ریلوے یا نہر کو دیکھنا اندر سے کو
معائنہ کرنا چاہنا یا حالات کے مکان کو دیکھنا دوبار کے عظیم اور اہم کام کا انصرام کرنا ایسی وسیع سلطنت میں
تذیب کا پھیلا نا پیشاوردوستان اور تقریبوں میں برابر شریک ہونا تاریکیاں جو رات دن ہر وقت آپا کرتی تھیں
انکا پڑھنا اور جواب لکھنا ان سب باتوں کو ملا کر اتنا کام کرنا پڑتا تھا کہ قومی سے قومی آدمی بھی اپنے قومی ترین
حصہ عمر میں گھبرا جاتا۔

اس میں شک نہیں کہ عنفوان شباب کی حالت میں جان لائسنس نے جس قدر محنت کی ویسی محنت کسی سے
نہیں ہوتی اور اب شباب کے گزر جانے کے وقت اپنے کام کو جس طرح سے اس وقت انھوں نے انجام دیا ہے کہ
اس طرح سے انجام دے سکتے تھے۔ دن بھر ہر محکمہ سے ضروری کاغذات گورنرلٹ ہوٹس میں برابر آنے رہتے تھے
اور وہ سب لالاکر وائسیر کے کے خلوت خانہ میں جہاں وہ ان کاغذات کو پڑھتے تھے رکھے جاتے تھے۔ وہ کاغذات
مستطیل شکل کے خانوں میں جو مگنی کی لکڑی کے بنے ہوتے تھے رکھے جاتے تھے اور اگر وہ وقت پر ان کاغذات کے
ٹپے نہ کرتے اور دوسرے وقت کے واسطے رکھ چھوڑتے تو انکی مقدار اور تعداد معلوم نہیں کس قدر زیادہ ہو جاتی۔
لارڈ کینیڈا میں جان حکومت کے اور اوصاف تھے وہ ان میں جب وہ سوچ سمجھ کر اور بڑے لحاظ سے
اور میں نے چند بدگوہوں کی زبانی سنا ہے کہ قدر کے زمانے میں جب وہ سوچ سمجھ کر اور بڑے لحاظ سے
ایک وقت کام کرنے بیٹھتے تھے تو ان کبسون کی دوسری تھری قطار میں چاروں طرف جمع ہوتی تھیں جو ہر ایک
اونچی ہوتی تھیں۔ سر جان لائسنس جبکی کایا بی کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ کاغذات کی روانگی میں بڑے
پھر تیلے تھے اور جو ہمیشہ اپنی عمر بھران دو اصولوں کے پابند رہے کہ کام باقی نہ رہے اور جو کچھ کیا جائے
سلاہ نہ لے میں گورنرلٹ ہند کے مسائل کے متعلق اگر زیادہ تفصیلات اور حالات مطلوب ہوں تو فوری صاحب کی تحریر ہر دینی محنت علی ہند۔

صوفیان صوفیہ صواع عری لارڈ کینیڈا صاحب جلد اول صوفیان ۱۹۰۹ء اور شیخ کاہرہ کا ایک مشورہ لارڈ و لائسنس کی مذکورہ تحریر
جوانہ بنبرابر ہوئے مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۰ء میں چھپا تھا ان سب تحریرات کو دیکھنا چاہیے۔

کامل طور سے کیا جائے اس وقت تک سوئے نہیں جاتے تھے جب تک پھیلا بکس بھی طے نہیں ہو جاتا تھا اور اس بات کا موقع نہیں رہ جاتا تھا کہ دوسرے روز جو کام آئے وہ از سر نو شروع کیا جائے۔

خوش قسمتی سے جدید وائسیرانے کو کونسل میں بہت سے آدمی اچھے اچھے ملے تھے اور اکثر گورنر اور لفٹننٹ گورنر بھی جو جان لارنس کی وسیع ذمہ داری کے مختلف حصوں میں شریک تھے اچھے ملے۔ کونسل کے مالی ممبران کے قدیم ہندوستانی رفیق سر چارلس رٹنویلیں تھے جنکو سر چارلس وڈسنے ایک فصل نافرمانی بالعد کی وجہ سے عہدہ گورنری بدراس سے واپس طلب کر لیا تھا مگر اب باطنیان تمام انکو معلوم ہو گیا تھا کہ بغیر انکے ہندوستان کا کام چل نہیں سکتا ہے اور اب انھیں سر چارلس وڈسنے کے لئے سے رگوانا ہندوستان کے وزیر خزانہ کے طور پر طلب کیے گئے تھے اور یہ کام بھی کچھ ایسا ویسا نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ مستعد رہتے تھے کہ بدنامی کسی طرح کی نہ آنے پائے اور انکے دماغ میں کفایت شعاری تعلیم اور رفاہ خلائق کی تمام تدبیریں بھری ہوئی تھیں۔ انکے قدم کے نیچے بھی گھاس جھنے نہیں پائی۔

فوجی ممبر کونسل کے سب سے زیادہ عزیز دوست ہنری لارنس رہے تھے اور اگرچہ بیشتر جب وہ پنجاب میں چیف انجینئر تھے تو سرکاری طور پر دونوں کے مابین بہت رد و بدل رہی تھی لیکن انھوں نے سر جان کی عداوت کوئی کام نہیں کیا۔ اس زمانے میں جو انھوں نے بہت سی چٹیمان لکھی تھیں انھیں سے ایک چھٹی میں وہ لکھتے ہیں کہ درابرٹ نیپیر سے مجھ سے بہت سی باتوں میں رد و بدل رہی لیکن وہ شریف النفس آدمی ہیں۔

لیٹل ممبر ہنری مین تھے جو ہندوستان میں آنے کے قبل کتاب موسومہ قدیم قوانین، کو چھپوا کر عقل آرائی اور انشا پر وازی کی ایک دوامی علامت خاص کر چکے تھے اور اس میں شک نہیں کہ بہت سے عاقلانہ قوانین کے ذریعہ سے جنکو اپنے اعلیٰ حاکم کے ساتھ انھوں نے بچتہ کر کے دونوں کونسلوں سے منظور کرانے ہندوستان کی کتب قوانین میں وہ ہمیشہ اپنا نام باقی چھوڑ گئے۔

معمولی ممبر ڈیویو گرنے اور رنچ۔ بی۔ ہیرنگٹن تھے جنکی جگہ تھوڑے ہی دنوں بعد ڈیویو گرنے۔ گرانڈ رنچ چیف سر ہیو رورڈ تھے۔ یہ بڑی لیاقت کے آدمی تھے اور آخر زمانہ قدر میں وسط ہند کی لڑائیوں میں انھوں نے جو کار نمایاں کیے انکی بابت تواریخ میں ابھی تک انکے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ وہ سپاہی کے سچے دوست تھے اور ہمیشہ انکی بہبودی کے لیے عہدہ تدبیرات کی تجویز کرنے پر آمادہ رہتے تھے لیکن انکے اچھے سے اچھے دوست اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ کونسل میں انکی موجودگی سے سرکاری کاموں کا اجرا کسی طرح سے نہیں ہوتا تھا۔ انکی رائے ہمیشہ خلاف اور ناممکن اعلیٰ ہو کرتی تھی انکی ہیشہ کی یہ عادت تھی کہ جس سوال پر ایک مرتبہ بحث ہونے کے بعد اسکی تجویز ہو جکتی تھی یہ پھر اسکو تازہ کرتے تھے۔

یہ لارڈ لائٹس مرحوم جلد دوم کی شکر گزاری اور محبت کا اظہار اسی طرح ہو سکتا تھا۔

شملہ ۱- اکتوبر ۱۸۵۷ء

عالمیجاں گورنر جنرل کو اس امر کے سننے سے کمال افسوس ہوا کہ ریاست ریونیو ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔

یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔

یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔

یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔

یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔
یہ ناگمانی موت سے جان بچ کر تسلیم ہوئے۔ ہندوستان کی کل عیسائی جماعت میں ایسا ایک شخص بھی شامل ہے۔

”ایک طور کا“ میں نے اس سبب سے کہا ہے کہ جو لوگ کینینٹ انگلستان سے آسکا و ماٹل خیال کرتے انکے نزدیک عجیب طور کا یہ اختلاف پایا جاتا تھا کہ گورنر جنرل کو بغیر اسکے کہ پہلے انگلستان سے اجازت منگوا لیتے اپنی کونسل کے ایک ممبر کے مقرر کرنے کا بھی اختیار نہیں تھا اور بیشک وہ اختیار انکو کبھی نہیں حاصل ہوا۔ بطور قاعدہ کونسل کے ہر ایک ممبر کو استحقاق حاصل تھا کہ قبل اسکے کہ کوئی ضروری تجویز صادر ہو پہلے ممبران کونسل کے روبرو پیش کیا اور کل ممبروں کا وزن ہیئتِ مجموعی ایسا تھا کہ سوائے شاذ و نادر اتفاقات کے مخالف ممبروں کی رائے کا پلٹنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ اسطور پر گو گورنر جنرل کا مرتبہ بہت بڑھ گیا تھا یعنی اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ سابق کے کسی گورنر جنرل کو ویسا اختیار نہ ہوگا لیکن انکا اختیار ہرگز اس مرتبہ کے برابر نہیں تھا جیسا کہ سر جان لارنس کو اکثر دریافت ہوا اور انھوں نے اکثر شکایت کی۔

اگر ٹیکوٹو کونسل میں شات ممبران اینٹیت تھے۔ وائسرائے انکے پریسڈنٹ تھے گمانڈرا اینجیفٹ اپنے عہدے کے اعتبار سے ایک ممبر تھے اور باقی پانچ سرکاری عہدوں پر ہونٹو چنڈی، نو جنگی مال اور تعمیرات سرکاری ان پانچ بڑے بڑے محکوم کے پانچ افسر مقرر تھے ہر ایک ممبر اپنے ہی محکمہ کے مقررہ کاموں کا جوابدہ تھا لیکن تمام ضروری معاملات کے متعلق وہ وائسرائے کی مرضی لے لیتا تھا اور ہفتہ میں ایک مرتبہ جلسہ عام نخل معاملات سلطنت پر بحث کرنے کے واسطے جمع ہوتا تھا۔ ایک کونسل اور بھی یعنی ہنسلو کونسل تھی جو اگر ٹیکوٹو ممبروں سے شامل تھی جنکی نسبت خیال تھا کہ وہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے ایک خاص واقفیت رکھتے تھے اور ان باتوں کو بحث میں بیان کرتے تھے۔ اس کونسل کے بھی وائسرائے پریسڈنٹ تھے اور جب تک اجلاس کی مدت رہتی تھی اسوقت تک یہ کونسل بھی ہفتہ میں ایک مرتبہ جمع ہوتی تھی۔

سلطنت کے ان تمام محکوم کی عام نگرانی رکھنے کے علاوہ جو وائسرائے کے عہدے سے خواہ مخواہ مفہوم ہوتا ہے وہ علی العموم معاملات خارجہ کے متعلق آپ اپنے وزیرین اور سر جان لارنس کی کیفیت اپنی مدتِ حکمرانی تک یہی رہی۔ یعنی اولاً وہ ان تمام ریاستوں سے ہمارے تعلقات کے جوابدہ تھے جو بظاہر انکی زیر نگرانی رہنے کی حد کے اندر واقع ہیں جیسے آواز خجارت سقط اور دوسری نیم خود مختار ریاستوں سے (انکی تعداد ۵۰ کے قریب ہوگی) جو ہالیہ اور اس کماری کے مابین واقع ہیں اور ۶۰۰۰۰ میل مربع زمین اور ۵۰۰۰۰۰۰۰ رعایا کی حکومت انکے ذمہ تھی۔ اس وسیع رقبہ کے اندر ایک طرف بڑے بڑے ذی اختیار باجگزار رئیس ہیں جیسے نظام یا سیندھیانا بلکر اور ان لوگوں کی حکومت اسطور کی ہے جو ملک یوزو پ میں خاص طور کی بادشاہت خیال کی جاتی اور جنکے نام سے ابھی حال ہی کے زمانے میں لوگوں کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ دوسرے راجپوت سردار جنہیں سے اکثر نہایت ہی خوشحال ہیں اور جنکو اپنے خاندان کی تہذیب

خفیہ سیبستون اور پیشا زخیر گریون کا چال اس خیال سے بیان کرتے کہ وہ انکی غمخواری کرتا۔ اپنی پرنیوٹ زندگی میں جان لارنس نے جہان ایک ہو سکا اپنی سادی وضع کا برتاؤ کیا۔ جس طرح پیشہ پنجاب میں نہایت کپڑے پہن کر اور کوٹ اور اسٹاکٹ اور کارٹا کر اور استین چڑھا کر اور پیشہ پہن کر کام کیا کرتے تھے اور اسی طرح اس زمانہ میں بھی وہ کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے اپنے آٹے کے تھوڑے سے ہی دونوں کے بعد وہ اور سب طرح سے مناسب پوشاک پہنے تھے لیکن کثرت کار اور پریشانی میں انپیشہ لون کا بدلنا بھول گئے اور اسی طرح کلکتہ کے ذمی رتبہ اشخاص کے ایک ڈپوٹیشن سے ملاقات کی۔ یہ ایک اس قسم کی فروگزاشت تھی کہ جوان لوگوں کو بھی بھلی معلوم ہوئی ہوگی جنکا انکی فراموشی کے سبب سے انکی اصل کیفیت کا حال ظاہر ہو گیا تھا لیکن انہیں بعض لوگ ایسے تھے جنکو یہ بات کبھی نہیں بھولی اور نہ انھوں نے درگزر کیا۔ جب جان لارنس نے سنا کہ ڈپوٹیشن کے بعض لوگوں کو انکے اس برتاؤ سے رنج ہوا تو وہ تھیر ہو کر اپنے پرنیوٹ سیکرٹری کی طرف مخاطب ہوئے اور ایک ایسے بھولے پن سے کہ اگر ڈپوٹیشن کے لوگوں میں سے کوئی شخص سنا تو خود پیشان ہوتا کہ اگر وہ کیون بیشہ آوے وہ انپیشہ تو ابھی بالکل نئے اور بہت عمدہ ہیں ”وہ انکے بیشہ آوے سے بیان کرتے ہیں کہ

لوگوں کو یاد ہو گا کہ چونکہ دو بیسے تک وایسے سے کا عدد خالی پڑا تھا اس سبب سے پس ماندہ کام بہت جمع تھا لال چرٹے کے کس جبین ہر روز ہر وقت رسول قوی اور مال اور دوسرے ملکوں کے مراسلات آیا کرتے تھے بعض اوقات سکے اور جمع ہوتے ہوتے فرش سے کئی فیٹ اونچے ہو ہو جاتے تھے۔ لیکن دہرہ رات گئے کے قبل سب کام طے ہو جاتا تھا اور کچھ کیا جانا تھا وہ کامل طور سے انجام پاتا تھا جس شخص نے سر جان لارنس کو حقوق کا شکار مانا اور دم کے پیشاں کا خدات پر محنت کرتے ہوئے یا حیثیتہ تعمیرات سرکاری یا پاک باخظان محنت کے بے لطف اور پریشان کرنے والے نقشہ چاکہ جانیئے ہوئے دیکھا ہے وہ انکو نیم استین پہن کر گتے ہوئے دیکھ کر متعجب اور اپنے دل میں اس بات پر کھڑ ہوا ہو گا کہ پیشہ پسن ڈپوٹیشن کے آٹے پر انھوں نے اپنا ٹوٹ نہیں بدلا اپنی انھیں سے سیاہی کا ہر ایک وجہ نہیں چھڑایا وایتسے سے ان خلاف دستور باتوں نے انکے اسٹاکٹ کے بعض افسروں کو ہما لگتا تھا۔ لیکن اس میں دل شخص نے نہ لیا۔ وہ اپنے برتاؤ پر اسی طرح قائم رہا گو کلکتہ کے بعض وہ اخبارات برابر نقل چماتے رہے جو صرن کوٹیشن ہوئے کے باہر کے حالات سے نہایت شہی کے ساتھ انکی نسبت اسے قائم کرتے تھے اور جو ایسے بیان کو بڑی خوشی سے قبول کر لیتے تھے جن سے حضور ملک معطر کے قائم مقام کی کسر شان ہوتی تھی۔

اس زمانہ میں سر جان لارنس سے ایک اور ہی وضع کے آدمی سے ملاقات ہو گئی تھی اور اگرچہ اس شخص اور سر جان لارنس کی ملاقات کا حال کچھ طویل دے کر بیان کروں تو لوگ مجھے معاف کرینگے کیونکہ میں مارتز کا لجن میں انکا شاگرد رہ چکا ہوں اور مرتے دم تک انھوں نے جو میری ہدایت اور محبت کی ہے

اُسکا شکر گزار ہوں۔ یہ ذکرِ بَشِپ کاٹن کا ہے اُنہیں اور سَرَجَان لارنس مین گو بڑا اختلاف تھا کیونکہ بَشِپ کاٹن شرکینِ پنبہ دہن متین نہایت حلیم المزاج اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ شخص تھے لیکن اسپر بھی بہت سی باتیں دونوں شخصوں میں مشترک پائی جاتی تھیں۔ کیونکہ تیز فہمی اعلیٰ درجہ کی ہمت کام کرنے کی بڑھی ہوئی قوت اشتیاق خلقِ اللہ کے فائدے اور خدا کے مستحکم اور طفلانہ عقیدے مین دونوں کی کیفیت ایک تھی۔ پس ضرور تھا کہ اس قسم کے آدمیوں کو ایک دوسرے کی بڑی قدر ہو چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں دونوں کے مابین بڑا رُبط و ارتباط ہو گیا۔ بَشِپ کاٹن کی سوانح عمری کا مصنف لکھتا ہے کہ

مارچ ۱۸۴۱ء میں جب بَشِپ کاٹن داخلِ کلکتہ ہوئے تو سَرَجَان لارنس کی ملاقات سے اُنکو بڑا اطمینان ملا۔ سَرَجَان لارنس جو اس زمانے میں ایسے اعلیٰ عہدے پر ممتاز ہوئے تھے اُسکو ہندوستانی اور یورپین اشخاص دونوں نے بہت پسند کیا کہ اس سے ہندوستان کی بڑی بہبودی تصور ہے۔ جدیدہ وائسرائے اسوقت بڑی مستعدی اپنے کام میں مشغول تھے اور ہر ایک صیغہ کے کاغذات کو اُس مشتاق اُنکھ سے جانچ رہے تھے جسکو سلطنت کے ہر درجہ کے کام سے بخوبی واقفیت حاصل تھی۔ پہلے مرتبہ کی ملاقات میں بَشِپ نے دیکھا کہ سَرَجَان لارنس بڑی مستعدی سے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ گلوبند علیحدہ پڑا ہے اور پوشاک تکلف کی نہیں بلکہ کام کرنے کی ہے۔ سَرَجَان لارنس نے صلیب ٹھیک ٹھیک اُس شخص کے طور پر جو پنجاب کا باشندہ ہوتا اور بنگال کی گرم آب و ہوا میں اُسکو رہنا پڑا ہوتا اپنی بے لطفی ظاہر کر کے کہا کہ میری کپڑوں کی گستاخی معاف کیجیے گا اسوقت گرمی بڑی شدت کی ہے۔ اور بعد اسکے جنوبی ہند کے عیسائیوں کے متعلق فوراً ضروری امور کا استفسار کر لے گا۔

بَشِپ کاٹن کو اپنی گونپینٹ ہوئے اسوقت چھٹا سال گذرا تھا۔ وہ نہایت اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے اور اپنی بڑی قوتوں کو ترقی پر پہنچا چکے تھے اور جو لوگ ریگنی اور مارنہرا میں اُنکو دیکھا انتہا مرتبہ کی ثنا و صفت کرتے تھے اُنکی امیدوں سے بَشِپ موصوف اب کہیں بڑھ گئے تھے۔ اگر اُنکی زندگی عمر طبعی تک وفا کرتی تو اُس کا رگزاری کا خیال کر کے جواب تک عمل میں آپہنچتی تھی ہر شخص ہی تصور کر سکتا تھا کہ اُنکے رہنے سے معلوم نہیں ہندوستان میں عیسائیت کو کمان تک فروغ ہوتا۔ لیکن اس بات کا طور نہ ہونے پایا۔ وہ ایک جوش زن دریا میں عین دھارے پر ایک کشتی کے تختے کے اکھڑ جانے سے دریا میں جا رہے اور اُنکی ذات سے جو کچھ فائدہ ہونے والا تھا اور جن جن باتوں کی قدرت اُنکو حاصل تھی اُنکے بحران میں وہ غرقِ بحر ہو گئے اور اُنکے وقت و فوات سے آج تک ہندوستان میں پھر اُنکا سا بَشِپ کبھی نہ آیا۔ اُنکی سوانح عمری کا مصنف لکھتا ہے کہ اُنکا خدا کے ساتھ چلے تھے اور دم بھر میں غائب ہو گئے کیونکہ خدا نے اُنکو اُٹھالیا۔ اور سَرَجَان لارنس نے گوئرنمنٹ کے ایک حکم کے ذریعہ سے اُنکی جوشہادت دی گو وہ خلافِ قاعدہ تھی تو اُس کا باعث یہی ہے

وہ ان لوگوں کو کبھی نہ بھولے ہونگے جو چلتے وقت اسکو نصحت کرنے آئے تھے۔ یہ قصہ آج تک کبھی نہیں بیان کیا گیا تھا لیکن ریشٹر ٹون کے اخبارات کے ذریعہ سے وہ کسی نہ کسی روز باخدا آدمیوں کی اس قلیل جماعت تک ضرور پہنچ جائیگا جو کوسوں کے فاصلہ پر ایک سنان مقام میں دل و جان سے اپنے کام کرنے میں مشغول ہیں۔ اور جس وقت وہ سینٹ جان کی انجیل کے ترجمہ کو جانچنے کے ہاتھ کے بنائے ہوئے موٹے کانٹے چھپا ہے اپنے ہاتھ میں اٹھا کر پڑھنے لگا تو ایک ایسے شخص کی سوانح عمری کا ایک قصہ ضرور یاد آجیگا جسکو شلہ کے وضعدار لوگ ہندوستان کا پیوریٹین گورنر جنرل تو صبر و کریمین گے لیکن اسکا نام ہمیشہ محبت اور فکرگزاری کے ساتھ یاد کریں گے۔

اب میں اس قصہ کے تعلق و ایک مذاق کی باتیں اور بیان کرنا ہوں جنکے میں نے ملازمان انشاف وائس رائے کی رہائی سنا تھا۔ ڈاکٹر آرنوڈ نے کہا کہ آپ نے ان عجیب و غریب ریشٹر ٹون صاحب کو دیکھا ہی ہوگا کہ پہلے کس قطع سے تشریف لائے تھے۔ ہم نے جہاں تک ممکن تھا کپڑے وغیرہ سے انکی حیثیت درست کر دی تھی کہ دعوت میں شرکت ہو سکیں۔ چنانچہ لیٹن صاحب نے اپنا پاجامہ میں سے اپنا قمیص اور وائس رائے نے اپنا چادر رحمت کیا۔“ سر جان لارنس نے ریشٹر ٹون کی خاص سرپرستی کی اور اسکو اپنی داہنی جانب ایک سفر بٹکھایا۔ لیکن اسطور پر بھی انشاف کے ادنیٰ ملازموں میں چند ہی لوگ ایسے تھے جو اپنی ستانت کو سنبھال سکے ہوں۔ وائس رائے نے بڑی دیر تک باتیں کیں اور اس سے پوچھا کہ کس طرح آپ کا کام ہوتا ہے اور کیوں کر رہتے ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس جماعت میں صرف تین شخص تھے۔ یہ لوگ اپنے دوسرے ملازموں سے کونکر آئے تھے اور جسوقت وہ اپنا کام بخوبی انجام کر چکے اور اپنی تبدیلی حالت کے خواستگار ہوئے تو انھوں نے حسب معمول اپنے وطن کے پرنسپل ریشٹر ٹون کو لکھا کہ ہمارے واسطے عورتین تلاش کر کے نکاح کے لیے بھیج دی جائیں۔ وٹھنیں ضابطہ کے ساتھ منتخب کر کے روانہ کی گئیں اور ریشٹر ٹون میں سے ایک شخص انکے لینے اور انکے نامزد شوہروں کے سپرد کر دینے کے واسطے کلکتہ میں آیا۔ لیکن اس جیلہ بائٹھس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ دغا کی اور جو عورت سب سے خوبصورت تھی انکے ساتھ کلکتہ سے روانہ ہونے کے قبل اپنا نکاح کر لیا۔ اور وائس رائے نے اس قصہ کو سن کر اسکی طرف اشارہ کر کے نہایت ستانت کے ساتھ جب پوچھا کہ آپ لوگ اب عیال دار ہوئے یا نہیں، تو اسنے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگلیں زبان میں جواب دیا کہ ”یاگ کے پاس یاگ کے پاس دوٹی اور یاگ کے پاس یاگ بھی ناہیں ہے۔“ یہ فقرہ وہ تھا کہ وائس رائے کو بھی ہنسی کا ضبط کرنا مشکل ہو گیا اور ادنیٰ افسران انشاف علی الخصوص آرگنٹینڈی جو بڑا ناہنہ و بعد سر فریڈرک رابنسن کی مشہور چٹہ حالی میں انکے اندر نیکیا نگاہ تھے یہ لوگ بیاختہ ہنس پڑے۔

صفحہ

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰

۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

ایک اور قصہ کو بھی جس سے سترخان لارنس کی رحمدلی علیٰ انھیں صحت بخوبی ظاہر ہوتی ہے اس کتاب میں لکھ کر محفوظ رکھنا چاہیے۔ آغاز سترخان نے جو دایسرا نے کے رمنہ واقعہ بارک پورن اگر رہا تھا اتفاق سے اُس گرمی کے زمانہ میں گھانے پر ایسی جگہ پہلے پہل ایک انڈیا دیا جان سے گیا۔ اور لومڑی ہر وقت اُس کو اٹھالے جاسکتی تھی۔ سابق میں رمنہ کا جو نگہبان تھا وہ مر جاتا تھا۔ اُسکی ایک لڑکی اٹھ یا نو برس کی رمنہ میں رہتی تھی اُسے اُس انڈے کو دیکھا اٹھایا اور منگلے میں بڑی خوشی سے لگئی۔ چونکہ یہ اپنے وطن کے صحرائی سترخانوں کی عادات کو دیکھ چکی تھی اس سبب سے وہ تھوڑی سفید خشک بالو لے آئی اور اُس کو بے ڈھکنے کے صندوقچہ میں بھرا اور اُس میں انڈے کو ادا کاڑ کر اور ادا باہر نکال کر رکھ دیا۔ دن کو جب شدت کی دھوپ ہوتی تھی تو وہ لڑکی اس صندوقچہ کو اٹھا کر ایسے مقام پر رکھ آتی تھی جہاں ہر جگہ سے زیادہ دھوپ ہوتی تھی اور جب شام ہو جاتی تھی تو وہ لڑکی صندوقچہ کو مع انڈے اور بالو کے ایک مرغی کے نیچے بٹھا آتی تھی اور اُسکے انڈے روز ہالیتی تھی۔ عجیب بات ہے کہ مرغی نے بڑی التفات سے اُس کام کو انجام کیا اور چنہ ہی روز میں سترخان کے انڈے سے بچہ نکل آیا۔ مرغی اس دیوناہ بچے کو دیکھ کر فوراً بھاگ گئی لیکن لڑکی نے اُسکے بدلے خبر گیری کرنا شروع کی اور وہ بچہ لڑکی کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا تھا۔ اُسکے ہنگامہ میں رہتا تھا اور اُسکی کے گھانے میں وہ بھی کھاتا تھا۔ لیکن جب دوسرا نگہبان مقرر ہو کر آیا تو گویا اُسکے واسطے موت کا سامنا ہوا اور اُسے آتے کے ساتھی شاید سب کے پہلے ہی کام کیا کہ سترخان کے بچہ پر جائیداد گورنمنٹ کا دعویٰ کیا۔

چنانچہ وہ بچہ گورنمنٹ کے مرغ خانہ کو اٹھ گیا۔ وہ کم سن لڑکی اپنے پیارے بچہ کے ہاتھ سے نکل جانے کے غم میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ رہی اور آخر کو سخت بیمار ہو گئی لیکن ایک رحمدل فوجی سترخان نے جو اتفاق سے لڑکی کی بیوہ بان پاس اُسکی خبر گیری کے لیے آیا تھا اس افسوسناک قصہ کو سنا اُسکے ذریعہ سے اسکی خبر ملی۔ سترخان لارنس کو پوچھی اور انھوں نے بہ واپسی ڈاک حکم دیا کہ وہ چڑیا فوراً مالکہ ذبح کو واپس کی جائے۔ جسوقت بچہ ملا تو لڑکی بہت خوش ہوئی اور بچہ بھی اُسکو دیکھ کر ہنساں ہو گیا۔ لڑکی کو صحت ہو گئی اور چنہ ہفتہ لگے جب وہ اپنی ماں کے ساتھ ولایت جانے لگی تو اپنے پیارے بچے کو بھی جو ایسے عجیب عجیب اظہار بات کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور پرورش پائی تھی وہ لڑکی اپنے ہمراہ لیتی گئی۔

اس اعلیٰ عہدے کے اول سال میں خانگی عیش و آرام کے متعلق سترخان لارنس کو کوئی بات کم حاصل رہی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مطلقاً حاصل نہیں ہوئی۔ اس زمانہ میں سترخان لارنس کے اہل و عیال سے کوئی شخص ہندوستان میں موجود نہیں تھا اور اس واسطے ایسا کوئی آدمی نہیں تھا جس سے وہ اپنے عہدہ کی

وہ ہندوستان کی دعوتوں میں شریک نہ کرنے کی وجہ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں) بھی اس بات پر محول کیا گیا کہ اس سے ان لوگوں کی توہین کی مراد بھی جنگی بیہودگی کے لیے جان لارنس نے اپنی تمام عمر صرف کر دی تھی۔ چونکہ دنیا میں ہر شخص کی طبیعت یکساں نہیں ہے اس واسطے میں نہیں کہ سکتا ہوں کہ تخفیف خراج کے بارے میں جو تدبیریں کی گئی تھیں سب ملکی امور کے لحاظ سے قرین مصلحت نہیں لیکن جو لوگ جان لارنس کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور حقیقت حالات کو نہیں جانتے ہیں صرف اُنکے فائدے کے لیے میں اس بات کا بتا دینا بہتر سمجھتا ہوں کہ تخفیف خراج یا ناچ رنگ کے جلسوں کی سرپرستی کرنے سے اجتناب کر کے یا کالے پنے کے اسراکت پر ریز کر کے جو قدرے قلیل روپیہ انھوں نے بچایا ہوگا اُسکا سہ چنانچہ لارنس ہونہ چنی ٹرنسیر تو ان رفاد خانوں قہر کم خیرات وغیرہ میں صرف ہو گیا ہوگا اور اس کے علاوہ خاص مذہبی کاموں کے متعلق جو کچھ صرف ہوا ہو اُسکا حساب نہیں ہے۔ بعض وقت تو ایک عجیب طرح کی ناواقفت سے وہی لوگ انکی کفایت شکاری پر بھی حملہ کرتے تھے۔ اور وہی انکی خیرات کی مقدار پر حملہ کرتے تھے۔ اور اس امر کے بیان کرنے سے لوگوں کو بہت لطف حاصل ہو گا کہ جو یادداشت اس وقت میرے سامنے دھری ہے اور جسکی صحت پر کسی طرح کا اعتراض نہیں ہو سکتا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی جیب خاص سے صرف مذہبی امور کے متعلق ۱۸۵۷ء میں ۹۰۰ پونڈ اور ۱۸۵۷ء میں ۵۲۰ پونڈ صرف کیے تھے۔ اُنکے سابقین نے جو کچھ کیا یا نہیں کیا تھا اُنکی نسبت باخرا خیال کر کے انھوں نے گورنمنٹ ہؤس میں فیلٹی پر ریز جاری کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انھوں نے پہلے پل جاری کی قبل اسکے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اور انھوں نے یہ بھی حکم دیا کہ گورنمنٹ ہؤس کے ملازمین و متعلقین ہر اتوار کو محنت کرنے سے بری رکے جائیں۔ ان وجہوں اور اس کے سوا اور وجوہات سے بھی ان اخباروں نے جو میرے روبرو رکے ہوئے ہیں انپر طعن کی کہ وہ پوزیشن فرقہ کے معتقد ہیں لیکن پوزیشن کا نام مثل تقدیم زمانہ کے لکٹر ٹون کے صرف اُسی معنی کر کے جن معنی میں اُنکے متعلق مستعمل ہو سکتا ہے ان کے واسطے ہمیشہ ایک اعلیٰ ترین اعزاز کا خطاب تصور ہو تا رہیگا۔

اس مقام پر مجھ کو ایک قصہ اور بیان کرنا چاہیے جس سے واضح ہو گا کہ جان لارنس کے اکتسہ نہایت قابل تعریف افعال کو محل نویس اخبار کیسے کیسے خلاف مقاصد پر پھینک دیتے تھے اور میں اُس داستان کو ایک ایسے مہرِ نیشانی کی عبارت میں بیان کرتا ہوں جس پر بوجہ اسکے کہ اُس نے اپنے مالک اعلیٰ کے حکم کی تعمیل کی تھی قریب قریب جس جا بدیہی پر لگی تھی۔ کیونکہ اگرچہ جان لارنس کو ان تلوں سے جو انپر اور انکی عام معاشرت پر کیے جاتے تھے بہت رنج ہوا تھا لیکن انھوں نے اپنے دل میں قصہ در لیا تھا کہ ان سب باتوں کو خاموشی سے برداشت کرینگے اور انھوں نے جو حکم دیا تھا کہ سرکاری طور سے انہیں سے کسی بات کا جواب نہ دیا جائے اُس حکم کی

پیشکش کی گئی تھی۔ اور وہ ایک سال کے لیے نہیں

ملک کے حکام کے گوان ایک گاؤں میں ہو کر

ص

بڑی احتیاط سے پابندی کی گئی۔ یہ ماجرا جان لارنس کے آنے کے چند ہی عینے بعد گذرنا تھا۔

چند سال پیشتر سے ٹورنویا کے مشنریوں کی ایک قلیل جماعت لائپز میں جو تبت کی سرحد پر اور شملہ سے ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جہاں اُس وقت گورنر جنرل رہتے تھے مقیم تھی۔ انکی گوشہ نشینی محاسبی اور نیم وحشیوں کے مابین نفس کشی کے ساتھ محنت کرنے کے حال سے صرف چند ہی لوگ واقف تھے اور جب سر جان لارنس کے انسٹاٹ میں سے ایک شخص نے اگر کہا کہ وہ لوگ معمولی کسانوں کی طرح کھیتوں میں مزدوری محنت کیا کرتے ہیں اپنے استعمال کے لیے آپ ہی کاغذ بناتے ہیں اور آپ ہی اپنا کپڑا تیار کرتے ہیں اور اُس نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اُس گروہ میں سے ایک شخص چند روز کے لیے پیکر ہاٹ میں مدعو کیا جائے تو جان لارنس نے بڑی خوشی سے اس بات کو قبول کیا اور خاص قاصد کے ذریعہ سے دعوت کا پیام بھیجا گیا۔ جماعت نے جس مشنری کو اس کام کے لیے منتخب کیا وہ ساری راہ پایادہ چل کر آیا۔ اُس کا لباس اونٹ کے بالوں کا تھا اور کپڑا نہایت موٹی قسم کا تھا جو گاٹون میں بنا گیا تھا اور سب مشنریوں نے آپس میں قطع کر کے اُس کو سیاہ کیا تھا۔ اُس کے پائوں میں جو تے نہیں تھے۔ پٹوہ اور سن وغیرہ کے گھیسے ایسے بنے تھے۔ اور اسباب سفر کے متعلق صرف ایک چائے کی پیالی ایک جیب میں اور انجیل دوسری جیب میں تھی۔ ڈاکٹر فارگو ہنز وائسراے کے سرچرٹن نے جو ایک نہایت ہی رحمدل آدمی تھے اُسکے پوچھتے ہی ایک اچھا جوڑا دعوت میں شریک ہونے کے قابل منگوادیا اور جس جس شے کی ضرورت تھی سب کا بندوبست کر دیا۔ اثنائے گفتگو میں جان لارنس نے کہا کہ مشنریوں کو جاڑے کی شدت کے علاوہ بڑی دقت دواؤں کی ہوتی ہوگی۔ اور انجیل کے ترجمہ میں اس فصل کے چھ عینے تک معذوری رہتی ہوگی کیونکہ اُنکے پاس لمبے ہاتھی کوئی شے نہوگی۔ ایک ذخیرہ گوشتیں اور دوسری دواؤں کا فوراً گورنمنٹ ڈسپنسری سے دلوا دیا گیا اور عمومی بیون کے ٹکڑوں کا ایک بڑا بھاری ڈھیر جبین کئی ہزار ٹکڑے ہونگے اور جو گورنمنٹ ہؤس کے کمروں میں جمع تھا اُسکی نسبت سر جان لارنس کی اجازت سے اُن کے پرنٹوٹ سیکرٹری نے حکم دیا کہ وہ سب ٹکڑے بازار میں اونٹا ڈالے جائیں اور انکی چربی سے سانس کی بتیان تیار کی جائیں۔ بڑے ٹکڑے ایک بیشتر ارشاد ہر دارنہدستانی ملازم گورنمنٹ ہؤس نے اپنے تصرف کے لیے جمع کیے تھے اور چونکہ مشنریوں کی طرف اُسکو کسی طرح کی رغبت نہیں تھی لہذا بتی کے ٹکڑوں کا یہ استعمال اُنکو بہت ناگوار گذرا۔ اور تمام شہر میں فوراً یہ خبر مشہور ہو گئی اور لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ وائسراے اور اُنکے انسٹاٹ کے ایک افسر نے گھر گستی کے متعلق ایک نئی تدبیر نکالی ہے۔

لیکن اپنی روانگی کے وقت جب اُس کا قیمتی اسباب ایک خچر پر بار کیا گیا تھا جو شکر گزاری کے کلمات اُسکے اور آخر میں یہ ذومعنی الفاظ فرط طرب سے جو استعمال کیے کہ ”آپ نے مجھ کو روشنی اور تندرستی عطا فرمائی“

غل مجائے لگین گئے۔ اس شور و غل کو کلکتہ کے حجازی اور اخبارات کا ایک حصہ خوب اچھا لگیا۔ ان اخباروں سے مفصل کے اخبارات نقل کرینگے جنکے موافق وہ لوگ ہیں جن سے کسی زمانے میں بہتر جان لارنس کو ایک ناگوار طریقہ سے پیش آنا پڑا تھا۔ اور اس صورت میں تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکے ایام ملازمت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ جب ڈیزین اینٹنی سے فلک چھوڑنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک اخبار کے ایڈیٹر سے امریکہ میں ملاقات کرانی گئی اور ان سے کس قدر افتخار کے ساتھ یہ پوچھا گیا کہ امریکہ کے انسٹی ٹیوٹیشنوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال تھا تو انھوں نے اپنے مستفسر سے سوال کیا (یہ انھوں نے خود مجھ سے بیان کیا تھا) کہ بیچ بیچ کنوں یا کسی اور طرح پر، ایڈیٹر نے کہا ”نہیں سچ سچ کہیے“۔ اس پر ڈیزین نے جواب دیا کہ ”اچھا اگر یہ بات ہے تو میرے نزدیک آپ کی بہترین انسٹی ٹیوٹیشن (جنکی نظیر انگلستان میں کہیں نہیں ہے) آپ کے کتب خانے ہیں اور آپ کی بدترین انسٹی ٹیوٹیشن آپ کے اخبارات ہیں“۔ ڈیزین موصوف شاید جان لارنس کے وقت کے اخبارات کو بھی اس سوال پر یہی جواب دیتے۔ بعض اخبارات اس سے مستثنیٰ بھی تھے۔ مثلاً فریڈ آف انڈیا یا پریمر انجینئرنگ لاپور کرنگل، نیپلی گزٹ اور ٹینس اور شاید دس بارہ اخبار اور بھی۔ لیکن باقی اخبارات محض جاہلانہ نفسانیت اور بیہودگی سے بھرے ہوئے تھے اور تعلیم تہذیب اور تاریخ کسی بات کے تعلق آنے سے فائدہ نہیں تھا۔ سترخان لارنس خوب جانتے تھے کہ یہ سب اخبارات انکی مخالفت کرینگے۔ اُنکے خانگی طرز معاشرت کی ہر ہر بات کو وہ غلط سمجھتے اور حوام الناس سے انکی بھڑکا ہر ایک قسم کی معاندانہ توہین اور زہر آلود جو انکے دشمن اخباروں میں پھیلاتے اور ہر روز صبح کو ناشتہ کھاتے تھے میز پر لا کر رکھ جاتے اور جان لارنس اور انکے اسٹاف کے افسروں کو وہ اخبار پڑھ پڑھ کر اپنے دل میں ان محسوس محسوس کر رہ جاتا پڑتا۔ بلکہ یہ بھی ایک کام کرنا پڑا کہ اس مجنونانہ توہین کے دفاتر کو ادا سے آؤنٹ ایک مرتبہ پڑھ جاؤں اور ایک مقدس طور کی معاشرت کے تعلق لغو اور عمل شکایتوں کو معائنہ کروں۔ خوش قسمتی سے انگلستان میں اس قسم کے اخبارات اس وقت بہت کم تھے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا اور اب بہت سے ایسے اخبار جو چندان قابل وقعت نہیں ہیں لیکن نقصان پہونچانے بھر کو بہت ہیں اس وقت اور اخبارات کے ذیل میں پائے جاتے ہیں۔ ان اخبارات سے انگلستان کے حتیٰ میں سوا بے خرابی کے کوئی بیہودہ شعور نہیں ہے۔

ایسے پھرؤں کے پھتوں میں جو جان لارنس کے کان کے قریب تھے ہاتھ لگانے سے انھوں نے بھی اجتناب کیا اور یہ بہت عمدہ بات ہوئی کیونکہ اگر انکو اس بات کی کچھ پروا نہ تھی کہ لوگ انکو پسند کریں یا نہ کریں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اس پر بھی وہ اپنی زندگی کی تمام فوٹیوں میں اخبارات کی کلکتہ جینیوں سے بہت کشتہ رہے وہ جانتے تھے کہ مبتذل سے مبتذل اخبار کو بھی بہت کچھ اختیار ہے اور اگر ویاخت داری کے ساتھ وہ انکی کشتہ جینی کا

تو وہ متاسف نہیں ہوتے۔ لیکن یہ امر ہونہیں سکتا تھا۔ اور حکم یہ دیا گیا کہ گورنمنٹ ہوش میں جو باتیں سب سے زیادہ خرابی کی ہوں انکی اصلاح کی جائے۔ اس معاملہ میں اُنکے ایجنٹ اُنکے پرنسپرٹ سکرٹری ڈاکٹر ہینری آف کے تھے جنکو علاوہ اُنکے عہدے کی خدمتوں کے دربار کا اختیار اور پرنسپرٹ تحویل بھی حوالہ کی گئی۔ دربار کی رقم تین ہزار ماہواری سے زائد ملتی ہے اور اُس سے ملازموں کی تنخواہ اور دوسرے اخراجات ادا کیے جاسکتے ہیں جو خالص ذاتی طور کے نہیں ہیں جس وقت یہ تحویل پرنسپرٹ سکرٹری کے حوالہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ اُنکے قبل لارڈ لارن کے زمانہ میں اس مدکارو پیہ زائد بہت خرچ ہو گیا تھا۔ پس اس خاص رقم کے پورا کرنے کا بندوبست نہایت ہی ضرور تھا اور اُس بندوبست کے عمل میں آنے ہی کے زمانے سے بعض بعض اخبارات نے معاندانہ طور پر حملے کرنا شروع کیے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑی آسان بات ہے کہ چند چلون کو الٹ پلٹ کر کفایت شعاری کو ٹھل اور ہر ایک بات کو جس سے فضول طور کا اسراف ظاہر ہوتا ہو طمع ثابت کر دیں۔ اور قریب قریب ہر موقع پر اسی طور سے حملہ کیا گیا تھا سرجان لارنس کا حکم تھا کہ جو شے مہانوں کے لیے انکی میز پر چنی جائے وہ اعلیٰ قسم کی ہو مگر بہت لوگ ایسے تھے جو اسی برتن میں کھاتے اور اسی میں چمید کرتے تھے۔ شلڈا انھوں نے یہ شکایت شروع کی ”شراب ایسی خراب ہے کہ ہم لوگوں سے پی نہیں جاتی ہے۔ لارڈ لارن کے زمانے اور اس زمانے سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔“ اُنکو معلوم نہ تھا کہ سرجان لارنس وہی شراب منگاتے تھے جو لارڈ لارن منگواتے تھے اور وہ لوگ اسی شراب کو پیتے تھے جسکی وہ اسقدر مدح سرائی کرتے تھے اور جس شراب کی مذمت کرتے تھے وہ بھی یہی تھی۔ سرجان لارنس نے بالکلہ کی گھوڑ دوڑ میں سٹوڈنٹ کے دینے سے جو انکار کیا آیا یہ امر اعلیٰ اصول پر مبنی تھا یا نہیں (خواہ اس اصول سے ہمو اتفاق ہو خواہ اختلاف لیکن ہر حالت میں لازم ہے کہ ہم اُسکو گرفتار اور قابل تعریف سمجھیں)۔ اس انکار کا سبب یہ نہیں تھا کہ جس طرح جان لارنس ہمیشہ دل سے اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ جن لوگوں کو بحیثیت افسران ہند محتاط رہنا زیادہ ضروری تھا اُنکو اسراف کی ترغیب نہو (علی الخصوص اُس قسم کا اسراف جس میں بد معاشی بھی شامل ہوتی ہے اور گھوڑ دوڑ کے اکثر مقامات پر اُسکا مناسب مقام ہے) بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ چند پکوند کی کفایت ہو۔ گورنمنٹ ہوش کی دعوتوں سے ہندوستانیوں کو مستثنیٰ کر دینا (ایشیا اور یورپ کے لوگوں کے خیالات رقص وغیرہ کے بارے میں بالکل متناقض ہیں اور جو لوگ اس امر سے قطعاً ملہ جسوقت لارڈ ویلیز ہندوستان میں آئے تو انھیں لوگوں نے اُنکے زمانے کی مذمت اور جان لارنس کے زمانے کی تعریف کی ”اُنکے وقت میں جو شراب ملتی تھی وہ کسی کام کی نہ تھی سرجان لارنس کے وقت کی شراب بہت عمدہ تھی“ لیکن بد قسمتی سے پھر وہی بات پیدا ہو گئی کہ جب لارڈ ویلیز کی باری آئی تو وہ بھی سرجان لارنس کے وقت کی پچی ہوئی شراب خرید کر پلانے لگے۔

ٹھکانا کرتے تھے اور ایک مرتبہ جب ایک زراعتی نمایاں گاہ گلکتہ میں مسخندہ ہونے والی تھی اور ایک بمینا انہیں سے
 محل کر سامنے آگیا تو انھوں نے بڑی دل لگی کی۔ اپنے رفیقوں سے کہا کہ ”دوڑنا نہیں“ اور خود ایک کرطلہ مرد ہو
 اور جو وقت یہ بمینا انکی طرف آگیا تو انکو بھاگنا و شوار ہو گیا۔ جب آگ لگنے کی خبر ہو گئی تھی تو وہ پاپا دہ بازار کو
 چلے جاتے تھے اور گلکتہ میں اپنے کے اول دو ہفتے تک انھوں نے سیکرٹس ہونم کی جگہ تجویز کرنے میں بہت وقت
 صرف کیا۔ پہلا ٹپکٹ کام انھوں نے ہی کیا اور انہیں بڑی محنت اور جانفشانی کی۔ بنیادی اینٹ اپنے ہاتھ سے
 رکھی اور چندہ کی فہرست میں اپنے نام کے آگے ایک جھول تعداد درج کی۔ ایک روز ہی طرح کی سیرین کرنے لگے
 رات گئے وہ چلے آئے تھے جب سپاہی نے انکو روکا تھا جس کا حال دوسرے روز صبح حسب ضابطہ اخبار میں
 درج ہوا اور گلکتہ کے باشندوں میں بڑی ہنسی ہوئی۔ وائیسرائے کی منزل میں جنوبی پھاگ گورنر جنرل کے قریب
 بہت متبرک خیال کیا جاتا ہے اور پرانے چلے کے بعد اس بارے سے وہی لوگ بھٹے پاتے ہیں جنکو گورنر جنرل کی
 طرف سے خاص اجازت ہوتی ہے۔ جیسے ہی اس پھاگ سے ستر جان بھٹے لگے ستر ہی نے پکارا کہ ”اُدھو گورنر“
 ستر جان لارنس نے کچھ اعتنائے کی اور پڑے ہوئے چلے گئے۔ آگے بڑھا تھا کہ سپاہی نے بندوق مان کر
 داغے کا قصد کیا۔ انشاؤف کے لوگوں نے چنگر پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ پڑ گئے تھے ستر ہی سے کہا کہ
 گورنر جنرل ہی ہیں مگر اسکو یقین نہیں ہوتا تھا۔ آئے کما دیکھا کیا سننے میں نے سنا بھی انہیں ہے کہ اتنا بڑا ہوتا
 یعنی لاٹ صاحب پھار پیا وہ پاچتے ہوں۔ جو وقت اس سے لوگوں نے کہا کہ یہ پنجاب کے ”جان لارنس“ ہیں
 بارے خوف کے تھرا آٹھا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ بڑی خیریت ہوئی جو کوئی نہیں چلائی تھی۔
 اس زمانہ کا ایک اور قصہ اس سے زیادہ لطیف خاص رکھتا ہے۔ اتوار کو صبح کے وقت جو وقت جان لارنس
 گورنر ٹیٹ ہاؤس کے سنگ مرمر کے دروازے سے اترنے لگے تو اسوقت دھوپ بڑی شدت کی تھی اور ستر جان لارنس
 اگر دیکھا کہ آگے پڑی گاڑ کے اٹھ سوار گاڑی کے پیچھے آئے ساتھ گر جا کر جانے کو کھڑے ہیں۔ ستر جان لارنس نے
 اپنے ترک و احتشام کی کچھ پروا نہ کی۔ انکو خیال ہوا کہ ان لوگوں کو بیکار دھوپ میں جلانے سے کیا فائدہ ہے
 اور یہ سوچ کر انھوں نے حکم دیا کہ صرف دوسرا ساتھ جائیں۔ افسر انشاؤف نے جا انکو لایا تھا انہیں کچھ حدت کی
 اسپر جان لارنس نے انکو دیکھا کہ اگر میں دوسواروں کی حفاظت میں گر جا کر تک نہیں جاسکتا ہوں تو
 میں ہندوستان کی گورنر جنرل کی کسے قابل نہیں ہوں۔

جس شخص نے ستر جان لارنس کی طرح سے زندگی بسر کی تھی اور جو صرف ان لوگوں کی دوستی کرنے کی
 خواہش رکھتا تھا جو دل سے سرکاری کام کے انجام کرنے کے خواہان رہتے تھے انکے نزدیک دربار وائیسرائے کے حلق
 ترک اور احتشام کی بہت سی باتیں ضرور ناگوار گذرتی ہوگی۔ جو شخص قریب قریب ہر ایک کام اپنے ہاتھ سے کرنے کا

عادی رہا تھا اسکو ہر گز سکر رٹون ایڈریکا ٹون اور باؤمی گارڈون کا خواہ مخواہ ساتھ رہنا بھلا نہ معلوم ہوتا ہوگا اور
حیوانات کی جان مارنے اور شاستی ناچ رنگ اور عوتون کے جلوس میں بھی جوارکان خاندان شاہی اور انکے قائم مقاموں کی
روح اور جان بہن زیادہ خطرہ مٹا ہوگا۔ اسپر بھی ایسی بعض چیزیں انکے فرائض منصبی سے متعلق تھیں اور وہ انہیں
نہیں تھے جو ان باتوں سے دست کشی کرتے۔ لاہور آگرہ اور لکھنؤ میں جو بھاری دربار انکے حکم سے منعقد ہوئے تھے
شان و شوکت میں شاید اور درباروں کے برابر اور تاریخی مقصد کے اعتبار سے ان درباروں سے کہیں بڑھے ہوتے
جو آج تک بھی ہندوستان میں نہیں ہوئے ہیں۔

لیکن اس زمانے میں گورنمنٹ ہؤس کے ملازموں کے متعلق جسکا قائم رکھنا دائیرہ انکے کا کوئی کام نہیں ہے
شکایت ہوئی۔ گوجان لارنس بڑے سخی آدمی تھے چنانچہ اپنے اناس کے زمانے میں لارنس اسٹیلیم اور
لارنس فنڈ کے متعلق جسقدر روپیہ دیا تھا اس سے بڑی انکی سخاوت ظاہر ہوتی ہے لیکن اسپر بھی خود نائی اسرٹا
اور فضوخرچی سے انکو نفرت تھی۔ اپنے ابتدائی زمانہ میں انکو ان باورچیوں جاموں گوئیوں اور رنڈیوں کی نشینیں
مقرر کرنے میں جو رغبت سنگھ کے بتدل جانشینوں کے دربار کو گندہ کیے ہوئے تھیں بہت کچھ کرنا پڑا تھا۔ اس
بیودہ صرف کو یاد کر کے انکا کلیجہ چٹا جاتا تھا۔ انکو بہت دنوں تک اس بات سے غصہ رہا کہ سرکاری روپیہ کے
استقرار نکل جانے سے پنجاب کی اصلی ترقیوں میں خلل پڑ گیا اور انھوں نے بیان کیا تھا کہ حضور ملکہ مظہر کے
قائم مقام کو جس طرح کی حیثیت رکھنا چاہیے اسکے سوا اپنے اختیار بھرا دہر کی قسم کی فضوخرچی نہونے دین گے۔
گورنمنٹ ہؤس کے ملازموں میں کچھ لوگ ایسے تھے جنکی ملازمت کا زمانہ گزر چکا تھا۔ کچھ لوگ مفت کی تنخواہ پاتے تھے۔
کوئی کام انکے کرنے کو نہ تھا۔ بعض لوگ اپنی خانگی ضرورتوں کے سبب سے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے اور
اپنے قائم مقام مقرر کر گئے تھے۔ بعض لوگ ایسے تھے جو سابق دائیرہ انکے کے اسٹاف کے ملازم تھے اور جب
انکے مالک انگلستان کو چلے گئے یا انکو نوکر رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی تو انھوں نے گورنمنٹ ہؤس کی فرسٹین
انکا نام لکھ دیا کہ انکے نوکر رکھنے کا یہ ایک آسان طریقہ تھا۔ ایک ایسی خزانچی اور نائب خزانچی یہ دونوں بیشتر خزان
پاتے تھے اور دونوں کو ہیڈت مجموعی ایک آدمی بھر کا کام بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایک باورچی شہر تیرس کا تھا
جو سالانہ دوسو پونڈ کی تنخواہ پاتا تھا۔ اور ایسی حالتوں میں جیسا ہوا کرتا ہے یہ لوگ غبن بھی خوب کرتے تھے
اور خوب لوٹتے تھے۔ ایسے موقع پر ضرور تھا کہ ایک سرے سے ان سب لوگوں کی صفائی کر دی جاتی لیکن
یہ ایک بڑی جرات کا کام تھا۔

سر جان لارنس اس بات سے خوب واقف تھے کہ اگر انھوں نے کسی شکایت پر جو اس زمانے میں
کثرت سے ہو رہی تھی کوئی حملہ کیا تو وہ سب لوگ جنکو کوئی مفوضہ حق بالفعل یا آئندہ کے لیے حاصل تھا

بند و بست کیا گیا تھا کہ وائیسر اُسے فوراً لاہور کو چلے جائیں جہاں صرف اُنکے ایک مرتبہ جانے سے سرحد میں خاموشی ہو جائیگی۔ لیکن چونکہ انبیلہ کی لڑائی ختم ہو گئی اس سبب سے اُنکو آزادی کے ساتھ کلکتہ میں رہنے اور پس ماندہ کام کے طے کرنے کا موقع مل گیا۔ سر جان لارنس کا ہندوستان میں ہونا ہی مفسدون کی اس آگاہی کے لیے کافی تھا کہ ابھی اُنکی لوٹ مار کا وقت نہیں ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں کے سلا فوٹین بلاشبک و شہنشاہ اسوقت جو فتور پیدا ہونے والا تھا اُسکا ظہور نہیں ہوا بلکہ وہ اور کم بلکہ بالکل معدوم ہو گیا۔ اور پٹنہ وغیرہ کے واپسی مولویوں نے اپنا جوش و خروش اور دوراندیشانہ سازشیں ملتومی رکھیں کہ جب کوئی دوسرا موقع عمدہ ملے گا تو دیکھا جائیگا۔

سر جان لارنس میں پیشتر کی ایسی قوت اب باقی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن اس شخص کی استعداد اُنکا یہ ارادہ کہ جو کام اور لوگ ناہیوں کے ذریعہ سے کراتے یا مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں وہ بذات خاص انجام کیا جائے جو کچھ سننا یا دیکھنا ہو وہ اپنے ہی کا یوں اور آنکھوں سے سنا اور دیکھا جائے یہ سب باتیں ایسی صورتوں سے ظاہر ہوتی تھیں کہ کلکتہ اور گورنمنٹ ہاؤس کے حکام کو ہنسی اور تعجب معلوم ہوتا تھا۔ اُس زمانے میں کثرت سے آتشزدگی ہوتی تھی اور اگر حکام اُن آتشزدگیوں کو اُسی طرح چھوڑ نہیں دیتے تھے بلکہ آگ بجھانے کی کوشش کرتے تھے تو بھی اُنکی کوششوں سے شاید اسوقت تک آگ نہیں بجھتی تھی جب تک تلو یا تلو سے زیادہ جھوپڑے خاک میں اور اُنکے باشندے ہلاک نہیں ہو جاتے تھے۔ ایک دن اسید طرح دیسیوں کے محلہ میں آگ لگی۔ سر جان لارنس نے آدھی رات کو اٹھ کر پوچھا کہ کیا دیسیوں کے محلہ میں آگ لگ گئی ہے اور یہ کھروہ پایا دے دوڑتے ہوئے اُس مقام پر جہاں شعلے بھڑک رہے تھے چلے گئے تاکہ دریافت کریں کہ اُس سے کہاں تک نقصان ہوتا ہے اور اُنکے بجھانے کی تدبیر سوچیں جو آئندہ موقع پر کام آئے۔ کلکتہ میں بہت کم یورپین انخاص پیدل کھتے ہیں لیکن جس روز لارڈ راجین کے گھوڑے وغیرہ خرید کیے گئے تھے اُنکے دو بھتے پشت پر ایسے وقت اور ایسے مقامات پر لوگوں نے جدید وائیسر اُسے کو پایادہ جاتے ہوئے دیکھا جسکی ہرگز کسی کو امید نہیں ہو سکتی تھی۔ اُنکے پرنٹوٹ سکرٹری کا بیان ہے کہ سر جان لارنس جنوری کی سنسان راتوں کو محل کر پایادہ وائیکن گارڈوں میں جاتے تھے اور جس طرح قصہ الف لیله میں سلطان روم کا بیان ہے اُسی طرح مجمع حوام میں داخل ہو کر ہنسی یا مذاق سے اس بات کو سنتے تھے کہ لوگ اُنکے بارے میں کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اتوار کو صبح کے وقت وہ اسکاچ چرنج یا سینٹ جان چرچ کو پایادہ جاتے تھے۔ ایسی پیاری سفید چھتری گر باگھر کے دروازے پر چھوڑ جاتے تھے اور خود اکرتے ہوئے اندر چلے جاتے تھے۔ افسر لوگ انتظار میں رہتے تھے کہ وائیسر اُسے محلِ شامانہ کے ساتھ آتے ہوئے لیکن جب اسطرح سے وہ اچانک آپڑتے تھے تو سب کے سب تھرا اٹھتے تھے۔ پانچ بجے کو وہ میندال میں

اور کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کو انتہاء تہہ کی حد تک افریقہ سے لیکن ہماری خطانِ صحت کی حالتوں کو
چیز لکھو کہ اسیوں کی زندگی منہ سے میرانی کر کے محفوظ رکھیے گا۔

ایسی اخبارات ہند بھی اس تقریر سے انگشت اخبارات کی طرح خوش تھے لیکن اینگلو انڈین اخبار
اصل میں مختلف ارا سے تھے۔ بعض لوگ اس بات کے شاک تھے کہ جدید وائسرائے ایک عام آدمی ہیں۔
بعض کہتے تھے وہ ایک سولڈیئر ہیں۔ بعض انکو نجابی بتاتے تھے بعض نو مرید اور پیوٹریٹ کہتے تھے۔ اور بعض
یہ بیان تھا کہ وہ بالکل لارڈ ڈالہوسی کی وضع کے ہیں جو غالباً لارڈ کیننگ کی حکمت عملی کو بدل دینکا اور شمول حال کا
کا زمانہ پھر اسی طرح عود کر آئیگا۔ لیکن آخر میں شخص نے پرکشیدہ پیشانی اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ اس عہد کی
بہت اچھی طرح یاقوت رکھتے ہیں۔ انکی دیانت مستعدی اور بہت ہے احترام کیا اور اس امر کو تسلیم کیا کہ
ہندوستانی معاملات کے متعلق انھوں نے جو حصہ دراز تک تجربہ حاصل کیا ہے پنجاب کے انتظام میں ان کو
پریمی کیا یا بی حاصل ہوئی ہو سے کے زمانے میں انھوں نے ایسا کام کیا جو کسی سے نہ ہوتا اور وہ ملک رعایا
اور زبانوں اور ہندوستان کی عام حاجات اور اس حکمت عملی سے بخوبی واقف ہیں جس پر عمل کرنا ایسی
حالت میں ضرور تھا۔

سیر جان لارنس ڈاکٹر پیٹھ آؤسکا اپنا پرنٹ سیکرٹری مقرر کر کے لے گئے۔ یہ بڑے مستعد اور بخوبی
آدمی تھے اور حکومت پنجاب کے زمانے میں چلنا نون اور لارنس اساطیر کی بات انھوں نے بڑی بڑی کا لارنس
کی تعین اور لوگ یقین کرتے تھے کہ اپنی طبی یاقوت سے انھوں نے سیر جان لارنس کی جان دو مرتبہ
ایسی حالت میں بھالی جب اسکا برا خطر تھا۔ جو لوگ اعتراض کرتے تھے کہ ایسی خدمتوں سے گو وہ
ہماری خدمت میں تعین ڈاکٹر پیٹھ آؤسکا پرنٹ سیکرٹری کے مازک عہدے پر مقرر ہونے کے مستحق
نہیں ہو سکتے تھے ان سے جان لارنس حسبِ معمول اپنے بھائی پرنس کا حال دے کر جواب میں
کہتے تھے کہ انھوں نے کہا تھا کہ اگر ان کی دوائی سرانے ہوا تو پیٹھ آؤسکا کو لپٹا پرنٹ سیکرٹری
مقرر کر دیا۔

سیر جان لارنس کے سفر ہندوستان کا صرف ایک واقعہ میں بیان کرنا ہوا۔ جہاز پر کچھ تو مندر کی آہ ہوا
کچھ دستِ احباب کی مفارقت کچھ ان ہماری ذمہ داریوں کے سبب سے جو اس مکرور تندرستی کی حالت میں
آپ بڑی تعین جان لارنس کی طبیعت بد مزہ ہو گئی۔ ایک یلدی اپنے ایک شیر خوار بچہ کو لیے جو ہندوستان
جاتی تھی جسکی وہ طلاق خبر گیری میں کرتی تھی اور اسکا انتظام بچہ عام مسافروں سے یسا تھا یعنی رات دن
برابر چلا با کرتا تھا۔ مسافر لوگ حکام جہاز سے سخت شاک تھے۔ جو لوگ طوفان سے پریشان تھے یا جو لوگ

سوئے جاتے تھے وہ ہر چار طرف سے چلا چلا کر یہی کہتے تھے کہ وہ خانہ سالانہ اس لوٹنے کو ہزار سے نیچے کیوں نہیں پھینک دیتا۔ مگر اسکا چیتنا موقوف نہیں ہوتا تھا۔ جدید وائیسراے کو ”بزنٹی“ یاد آگیا اور وہ اس بچہ کے ساتھ کمال توجہ کرنے لگے۔ گھنٹوں تک برابر اسکو اپنی گود میں لیے رہتے تھے اور اپنی گھڑی یا اور کوئی چیز جس سے وہ خوش ہوتا تھا اسکو دکھاتے تھے۔ لڑکے سے وہ ادراک کا آلہ مانوس ہو گیا اور جسوقت وہ لڑکے کو لے لیتے تھے تو وہ خاموش ہو جاتا تھا اور مسافروں کو آرام ملتا تھا۔ مسافروں میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے اس لڑکے کے ساتھ اسقدر توجہ کس سبب سے کی تو وائیسراے نے جواب دیا کہ وہ اس گل جہا زمین وہی ایک ایسا شخص ہے جو کچھ مجھ سے مانگ نہیں سکتا اور اس باعث سے مجھ کو اسکی صحبت میں بڑا لطف ملتا ہے۔

سر جان لارنس ۱۲ جنوری ۱۸۶۷ء کو کلکتہ میں داخل ہوئے۔ دیسی اور ولایتی اشخاص کے ایک مجمع کثیر بڑے تپاک سے انکا استقبال کیا۔ دریائے گنگا میں جہاز کے چلنے کے وقت جہادیوں نے اور خشکی پر اسوقت جب ایک عام حکم کے ذریعہ سے جان لارنس کی آمد کی خبر دی گئی تو سپاہیوں نے جس خوشی کے نعرے بلند کیے اُس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے جدید وائیسراے کے آنے سے کسقدر خوش ہوئے۔

ایشانی لوگ دلائل و براہین کی زیادہ پابندی نہیں کرتے لیکن جب پہلے پہل انھوں نے اُس شخص کو دیکھا جسکے حالات اسطور سے وہ سُن چکے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اگر جان لارنس نہوتے تو غدر و فرود ہوتا انہیں بھی بنگالیوں کی بلینٹون کے مانند ایک طور کا جوش آگیا اور انکے چہروں سے بھی کچھ آٹا اُس جوش کے نودار ہوئے۔ جدید وائیسراے کا حسب معمول گورنمنٹ ہاؤس میں سر و نیم ڈینس گورنمنڈ اس نے استقبال کیا جو اس وقت کلکتہ کو بلا لیے گئے تھے اور جنھوں نے باوصف اس امر کے کہ ایک دور دراز علاقہ سرکار سے ابھی حال میں وہ ہندوستان کو طلب کے گئے تھے اپنی استقلال کے سبب سے جنگ انبیلہ کے ترددات کے زمانے میں بڑی ناموری حاصل کی۔

جود وائیسراے رسولِ سرور س کے درجہ سے ترقی کر کے وائیسراے کے عہدے کو پہونچا ہوا ظاہر ہے کہ اُسپر بہت کچھ نکتہ چینیان ہو سکتی ہیں اور مجھ کو اکثر ان نکتہ چینیوں کا تذکرہ کرنا پڑیگا۔ اگر وفاداری سے انکی تائید کی جاتی (جیسا کہ سر جان لارنس کی نسبت ہر شخص نے اس بات کا اعتراف کیا کہ سر بلینٹون کا زیادہ تر حصہ ہمیشہ انکی تائید کرتا تھا) تو یہی قرین قیاس ہے کہ چند پیرانے اور سربراہان و زعماء اشخاص رسولِ سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو ملحدہ کیا تھا انپر رشک و حسد کرتے۔ وہ لوگ ایسے طریقوں سے مخالفت کر سکتے تھے جنکا جاننا کچھ دشوار نہیں ہے لیکن جان لارنس کے لیے انکی خبر گیری یا روک یا تنبیہ ممکن نہیں تھی۔ جو بھاری کام انکے سپرد ہوا تھا اسکے انجام کرنے کے لیے سر جان لارنس وہی طبیعت رکھتے تھے

طرح رہ جاتا۔ انکی کستور صفین ظاہر ہوئے پانچ جن میں گرامی عہدہ کے لیے انکی خدمات نے اس قدر
 شہور کیا تھا اس عہدہ پر وہ نہ پہنچنے پاتے جس کی سلطنت کو انھوں نے اس طور سے بچایا تھا اس پر وہ حکومت
 کرنے پاتے۔ انکو اپنی یہ انکساری دکھانے کا کبھی موقع نہ ملتا کہ وائیس روائی کے ذیشان عہدہ سے واپس آکر
 سکون ہوئے۔ اس کے لیے لطف عہدہ کا کام کرنے گئے۔ اور سب کے بعد یہ امر ہے کہ اپنی شہرت اور عظمت کا
 نقصان نہ کر کے بلکہ اپنی مدت کو پورا کر کے اور اپنے تجربے اور اختیار کے نور سے اس حکمت عملی کی مخالفت
 نہ کر سکتے جسکو وہ خلاف عقل و ضرورت و انصاف تصور کرتے تھے اور اس طرح اور ان فوجوں کی بابت متنبہ کر سکتے
 جس سے افغانستان کی جنگ دوم کے ہونے کا احتمال تھا اور جسکا تجربہ ہر ایک شخص کو حاصل ہو چکا تھا۔
 کہ پیشتر کی نسبت آخر میں لطف کم ہوتا جاتا لیکن ایسے شخص کی نسبت وہ بات بھی کامل طور سے عہدہ ہوتی
 جس سے افغانستان کی جنگ دوم کے ہونے کا احتمال تھا اور جسکا تجربہ ہر ایک شخص کو حاصل ہو چکا تھا۔

جس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سمجھتے تھے نہ یہ دل میں کبھی مین ہوں بڑا
 سلطنت کے عہد یا اسکی حفاظت کے سوا۔ وہ سمجھتے تھے نہ یہ دل میں کبھی مین ہوں بڑا
 سترخان لارنس کی اس تقرری پر سلطنت کا ہر ایک گروہ اور ہر راسے کے اخبارات افغانستان
 بالاتفاق اپنی رضامندی ظاہر کرنے لگے۔ اخبار پیش جبکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام عالم کے خیالات کا
 معیار ہے لگتا ہے۔

خوش قسمتی سے تجربہ کیا گیا کہ جس قاعدہ کی رو سے اب تک گورنر جنرل کے عہدے پر صرف پیر لوگ مقرر ہوتے تھے
 وہ نکلت کر جاتے اور سلطنت پر جو باریک کاری اور اور آرنی پتہ پتہ کی کوشش سے قائم ہوئی تھی وہ ان ایک ایسے شخص کے
 سپرد کیا جائے جو صرف عوام ہی سے نہیں بلکہ ایک ایسے شخص سے جو بیکار فوجیں اور اسے کبھی تعلق ہی نہیں رہا۔ ہاں یہ جس شخص کو
 گورنر جنٹ نے منتخب کیا ہے اس پر غلطی ریاست میں رہی ہے اور اگر وہ ایسے مگر نہیں پیدا ہوا جو ان میراث میں امارت کے خطاب
 پا لیکر خطاب پیدا کرنے کے لیے وہ خاص صلاحیت رکھتا ہے۔ اس بیان سے ہر ایک شخص سمجھ جائیگا کہ جبکہ گورنر جنرل چند

سترخان لارنس مقرر ہوئے ہیں۔
 سترخان لارنس کے پاس ہر پارٹی کے لوگوں کی چٹیان آئے لیکن اور بالاتفاق سب کی رائے یہی
 تھی کہ کسی خاص پارٹی کے دو سرے پارٹی پر غالب آئے سے نہیں چاہی
 بلکہ کل پارٹیوں پر بہت لیجانے سے مل ہوئی (کہ کوئی سترخان لارنس کسی پارٹی کے طرفدار نہ تھے)
 لارڈ شینڈلر نے جسکی نسبت خوب معلوم ہے کہ وہ ملکی جماعتوں کی طرف داری سے بالکل علاحدہ رہتے تھے
 یہ شہرستان میں ہے اور اسکی ایک کاپی عدالت لارڈ لارنس کے ساتھ ہو کر گئی "میں کہتا ہے۔

اور ایسا کرنے سے انکو اعلیٰ اور اثر و درجہ کا کام ملا جو یہ گورنر جنرل کو لکھا کہ ”آخر کار گورنر ہیرزٹ نے آپ کی قابلیتوں کو تسلیم کیا اور فضل خدا سے آپ عنقریب اس بڑے کام کے انجام کو روانہ ہونگے جسکی آپ نے اس وقت کے ساتھ قابلیت حاصل کی تھی۔“ سابق بشپ و گورنر جنرل نے بھی جنکو لارڈ شیفٹسبری یا سرنجان لارنس کسی کے مذہبی خیالات سے ہمدردی خاص نہیں تھی اسی طرح کی خوشی ظاہر کی چنانچہ بشپ مذکور نے لکھا تھا کہ ”دین بلا تصنع اس بڑی حکمت علی اور انصاف کی کارروائی پر مبارکباد دیتا ہوں جسکی وجہ سے ہندوستان آپ کے اختیار میں دیا گیا۔ خدا کرے جس طرح پیشتر آپ نے وہاں خدمت کی تھی اسی طرح اب بھی اسکو انجام کر سکیں۔“

ڈیوٹ آف آر جرنل نے لکھا ”مجھ کو یہ خبر سن کر بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ آپ نے عہدہ گورنر جنرل کی قبول کر لیا۔“ مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید عیال و اطفال کا خیال آپ کو مانع ہو۔ لیکن آپ ہندوستان کے لیے ایسے موزوں ہیں کہ آپ کا اٹھار کرنا عوام کے حق میں ایک بڑی بد قسمتی کی بات ہوتی۔ مجھ کو یقین ہے کہ حضور ملکہ مظہر آپ کے اس عہدے کے قبول کر لینے سے بہت خوش ہونگی اور خیال فرمائیں گی کہ مدد و حصہ کو بڑی مدد پہونچی۔ اتنے دنوں تک ایمان کام کرنے کے بعد اب ہندوستان کو دوبارہ جانے میں ایک طور کا خطرہ ہے۔ لیکن آپ کو خیال کرنا چاہیے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں آپ بہت کچھ بہودی پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ اسطور سے کام میں مصروف نہ رہیے گا کہ پیاروں پر جانا اور تعطیل کے زمانے میں آرام کرنا یہ سب چھوڑ دیجیے۔ معمولی اوقات میں اعلیٰ انخصوص جب ریل اور نار برقی جاری ہو) کچھ ضرور نہیں ہے کہ کلکتہ ہی میں مقیم رہیے۔ مجھ کو امید ہے کہ چلتے وقت آپ میری ملاقات کرتے جائینگے حالانکہ آپ کو عجلت ہے۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے۔“

سرنجان لارنس کی بڑی پیاری اور معتمدہ دست و چیر آف آر جرنل نے لکھا ”میں ہندوستان کو اور آپ کو بھی مبارکباد دیتی ہوں کیونکہ آپ ایک ایسی جگہ جائینگے جہاں آپ اور لوگوں کے حق میں اور حسبہ شد بہت کچھ کر سکیں گے۔ ہم اس جان کو جو ہم سب لوگوں کے نزدیک بڑی عزیز ہے حوالہ خدا کرتے ہیں۔“

فلارنس ٹائیٹلین نے لکھا کہ ”منجملہ ان بیشمار کاموں اور مبارکبادوں کے جو آپ کو دی جاتی ہیں اس بڑے شکر خوشی اور دعا و خیر کے ساتھ کسی نے آپ کو نہ یاد کیا ہو گا جس طور سے آپ کی ایک عاجز ترین ملازمہ آپ کو یاد کرتی ہے کیونکہ فائدہ پہونچانے کا کوئی کام اس سلطنت پر حکمرانی کرنے سے زیادہ نہ ہو گا جسکو آپ نے ہمارے ساتھ بجا رکھا ہے۔ اور ایک مدبر ملک نے جسکے ساتھ اگر دن بھر نہیں تو پانچ برس تک چند گھنٹہ ہر روز میں نے کام کیا ہے (یعنی سنڈنی ہیرزٹ نے) آپ کی آخری تقرری کی خبر سن کر کہا کہ اس عہدہ جلیلہ کا سزاوار سوا سے جان لارنس

از روزگار پس بر عزم جلد دوم

۶۵۶

حال میں مشتہر ہو چکے ہیں۔ جس وقت کوئی شخص وائس رانے ہند کے محسوس مرتبہ کو پہنچا ہو تو اس کا بیان عام تواریخ کے بیان میں فوت ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ سرخوآن کہنے لگے تھا ہے اس کے مطابق نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ بہت سی سولہ عمر یوں ہیں ان چند برسوں کا حال زیادہ شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

میں کسی شخص کی عظمت سلسلہ عام رہی ہو اور ان برسوں کا حال ویسا نہ لکھا جائے بس میں اس عظمت کے حاصل کر لگا

۶۵۷

۶۵۸

۶۵۹

۶۶۰

۶۶۱

۶۶۲

۶۶۳

۶۶۴

۶۶۵

۶۶۶

۶۶۷

۶۶۸

۶۶۹

۶۷۰

۶۷۱

۶۷۲

۶۷۳

۶۷۴

۶۷۵

۶۷۶

۶۷۷

۶۷۸

۶۷۹

۶۸۰

۶۸۱

۶۸۲

۶۸۳

۶۸۴

۶۸۵

۶۸۶

۶۸۷

۶۸۸

۶۸۹

۶۹۰

۶۹۱

۶۹۲

۶۹۳

۶۹۴

۶۹۵

۶۹۶

۶۹۷

۶۹۸

۶۹۹

۷۰۰

۷۰۱

۷۰۲

۷۰۳

۷۰۴

۷۰۵

۷۰۶

۷۰۷

۷۰۸

۷۰۹

۷۱۰

۷۱۱

۷۱۲

۷۱۳

۷۱۴

۷۱۵

۷۱۶

۷۱۷

۷۱۸

۷۱۹

۷۲۰

۷۲۱

۷۲۲

۷۲۳

۷۲۴

۷۲۵

۷۲۶

۷۲۷

۷۲۸

۷۲۹

۷۳۰

۷۳۱

۷۳۲

۷۳۳

۷۳۴

۷۳۵

۷۳۶

۷۳۷

۷۳۸

۷۳۹

۷۴۰

۷۴۱

۷۴۲

۷۴۳

۷۴۴

۷۴۵

۷۴۶

۷۴۷

۷۴۸

۷۴۹

۷۵۰

۷۵۱

۷۵۲

۷۵۳

۷۵۴

۷۵۵

۷۵۶

۷۵۷

۷۵۸

۷۵۹

۷۶۰

۷۶۱

۷۶۲

۷۶۳

۷۶۴

۷۶۵

۷۶۶

۷۶۷

۷۶۸

۷۶۹

۷۷۰

۷۷۱

۷۷۲

۷۷۳

۷۷۴

۷۷۵

۷۷۶

۷۷۷

۷۷۸

۷۷۹

۷۸۰

۷۸۱

۷۸۲

۷۸۳

۷۸۴

۷۸۵

۷۸۶

۷۸۷

۷۸۸

۷۸۹

۷۹۰

۷۹۱

۷۹۲

۷۹۳

۷۹۴

۷۹۵

۷۹۶

۷۹۷

۷۹۸

۷۹۹

۸۰۰

۸۰۱

۸۰۲

۸۰۳

۸۰۴

۸۰۵

۸۰۶

۸۰۷

۸۰۸

۸۰۹

۸۱۰

۸۱۱

۸۱۲

۸۱۳

۸۱۴

۸۱۵

۸۱۶

۸۱۷

۸۱۸

۸۱۹

۸۲۰

۸۲۱

۸۲۲

۸۲۳

۸۲۴

۸۲۵

۸۲۶

۸۲۷

۸۲۸

۸۲۹

۸۳۰

۸۳۱

۸۳۲

۸۳۳

۸۳۴

۸۳۵

۸۳۶

۸۳۷

۸۳۸

۸۳۹

۸۴۰

۸۴۱

۸۴۲

۸۴۳

۸۴۴

۸۴۵

۸۴۶

۸۴۷

۸۴۸

۸۴۹

۸۵۰

۸۵۱

۸۵۲

۸۵۳

۸۵۴

۸۵۵

۸۵۶

۸۵۷

۸۵۸

۸۵۹

۸۶۰

۸۶۱

۸۶۲

۸۶۳

۸۶۴

۸۶۵

۸۶۶

۸۶۷

۸۶۸

۸۶۹

۸۷۰

۸۷۱

۸۷۲

۸۷۳

۸۷۴

۸۷۵

۸۷۶

۸۷۷

۸۷۸

۸۷۹

۸۸۰

۸۸۱

۸۸۲

۸۸۳

۸۸۴

۸۸۵

۸۸۶

۸۸۷

۸۸۸

۸۸۹

۸۹۰

۸۹۱

۸۹۲

۸۹۳

۸۹۴

۸۹۵

۸۹۶

۸۹۷

۸۹۸

۸۹۹

۹۰۰

۹۰۱

۹۰۲

۹۰۳

۹۰۴

۹۰۵

۹۰۶

۹۰۷

۹۰۸

۹۰۹

۹۱۰

۹۱۱

۹۱۲

۹۱۳

۹۱۴

۹۱۵

۹۱۶

۹۱۷

۹۱۸

۹۱۹

۹۲۰

۹۲۱

۹۲۲

۹۲۳

۹۲۴

۹۲۵

۹۲۶

۹۲۷

۹۲۸

۹۲۹

۹۳۰

۹۳۱

۹۳۲

۹۳۳

۹۳۴

۹۳۵

۹۳۶

۹۳۷

۹۳۸

۹۳۹

۹۴۰

۹۴۱

۹۴۲

۹۴۳

۹۴۴

۹۴۵

۹۴۶

۹۴۷

۹۴۸

۹۴۹

۹۵۰

۹۵۱

۹۵۲

۹۵۳

۹۵۴

۹۵۵

۹۵۶

۹۵۷

۹۵۸

۹۵۹

۹۶۰

۹۶۱

۹۶۲

۹۶۳

۹۶۴

۹۶۵

۹۶۶

۹۶۷

۹۶۸

۹۶۹

۹۷۰

۹۷۱

۹۷۲

۹۷۳

۹۷۴

۹۷۵

۹۷۶

۹۷۷

۹۷۸

۹۷۹

۹۸۰

۹۸۱

۹۸۲

۹۸۳

۹۸۴

۹۸۵

۹۸۶

۹۸۷

۹۸۸

۹۸۹

۹۹۰

۹۹۱

۹۹۲

۹۹۳

۹۹۴

۹۹۵

۹۹۶

۹۹۷

۹۹۸

۹۹۹

۱۰۰۰

۱۰۰۱

۱۰۰۲

۱۰۰۳

۱۰۰۴

۱۰۰۵

۱۰۰۶

۱۰۰۷

۱۰۰۸

۱۰۰۹

۱۰۱۰

۱۰۱

میں کسی شخص کی عظمت سلسلہ عام رہی ہو اور ان پر اس کو شش کرتا آیا ہو لہذا وہی طریقہ سب سے بہتر ہے۔

کوشش کرتا آیا ہو لہذا وہی طریقہ سب سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ اس نے دیدہ و دانستہ اسے حکماء
بہر حال خواہ میری رائے غلط خواہ صحیح ہو میں نے دیدہ و دانستہ اسے حکماء کو مطلع کیا تو انکی ساری وجہ یہ ہے کہ وہ خلع دہلی کے
سرخان لارنس نے جو اس گداب کو جھیل کر طوفان کا مقابلہ کیا تو انکی ساری وجہ یہ ہے کہ وہ خلع دہلی کے
تعلق ایک گوشہ میں ٹھیکر نہایت سخت کام انجام کر چکے تھے۔ وہ آزدے ستیج کی ریاستوں پر جو حال میں
شامل کی گئی تعین اپنی مستعدی اور سرگرمی سے کام کر چکے تھے۔ جنوب پنجاب جو حال میں شامل ہوا تھا اسکے
بخونڈ کی مہرب کر چکے تھے۔ تمام حسداور عداوت کو رفع کر چکے تھے اور امن وامان ہو جانے کے وقت بحیثیت
چیف کشتہ خیاب و انتہاء تبہ کی کوشش اور بانفشانی کر چکے تھے۔ جس وقت سرخان لارنس بحیثیت
نائب وزیر اعلیٰ بن بھیجا اسکے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے اور ہندوستان کے صرف ایک حصہ کے

چیف گیشنیر پنجاب ودا انتہا متنبہ کی کوشش اور جالستانی پر
چیف گیشنیر پنجاب تمام فوج دہلی میں بھیجا کر اسکے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے اور ہندوستان کے سرکار
فرماندہ تھے اس زمانہ کی نسبت وائسرائے کے زمانے میں بیشک سرخان لارنس کی شہرت زیادہ ہوئی۔
لیکن اب اس سے ودا اور تبا و زمین کر سکتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ تواریخ کے اعتبار سے جو امر نہایت کمپ ہے
وہ سو داخ عمری کے اعتبار سے نہایت ضروری بھی ہے۔ پس ہر ایک امر کے لحاظ سے یہی ضرور معلوم ہوتا ہے
کہ وائسرائے کے زمانے کا حال سرسری طور پر کچھ بیان کر دیا جائے یعنی کامل تواریخ نہ لکھی جائے حضرت
عام حالات قلمبند کر دیے جائیں۔ اور یہ نتیجہ جو میں نے نکالا ہے اس سے اس کتاب کے لکھنے کے پیشتر
آج کو کون نے اپنی صلاح کے ذریعہ سے اتفاق کیا ہے جو اس زمانے اور اس زمانے کے آدمیوں کی ذہنی

عام حالات طبعیہ نہایت کمالات کے ذریعہ سے اتفاق کیا ہے جو اس زمانہ کے لوگوں نے اپنی صلاح کے ذریعہ سے اتفاق کیا ہے۔

راے دینے کا سب سے مروج حق رکھتے تھے۔

لیکن اسکایہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا ہے کہ چونکہ مین وائسروائی کے زمانے کو سید اختر نے اختصار سے بیان کرنا قصہ رکھنا ہوں لہذا بجاو ان لوگوں سے بھی اتفاق ہے جنہوں نے بیان کیا ہے کہ اگر جان کارنس اپنے اُس کمال شہرت کے زمانے میں جب غدر کے بعد پلٹ کر انگلستان آئے تھے مر جاتے اور اتنے دنوں تک زندہ رہتے کہ انکو ایسا بھاری کام اسوقت اختیار کرنا پڑتا جب اُسکے اختیار کرنے کی قوت انہیں باقی نہیں رہتی تو یہ بہت بے ہوش ہوتا۔ اگر وہ غدر کے زمانے میں اپنی بہادری دکھلا کر ایسے وقت مر گئے ہوتے جب انکی شہادت و صفات شخص کی زبان پر جاری تھی تو بیشک ان خوا خواہ کی عداوتوں اور ہشیار پریشانیوں اور دلخواں نکتہ چینیوں

یا اس سے بھی بدتر باتوں سے جو نہایت ہی لائق اور عام پسند وائیسرا بیٹوں کے بھی ساتھ ساتھ رہتی ہیں بچ جانے اور محض صناعی کے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ گروہ قدر کے زمانے میں ایک غازی کی موت ایسے وقت میں جب انکے نام اور کام کا ذکر ہر زبان پر جاری ہوتا تو یہ سوانح عمری نہایت موزوں بیان پر ختم ہوتی۔ لیکن قالب انسانی صنعت کی سخت ضرورتوں کا لحاظ کر کے ہمیشہ اسکی تعمیل حکم نہیں کرتا اور یہی بہت عمدہ بات ہے۔ کیا عمدہ بات ہے کہ کوئی بڑا آدمی جو کمال شہرت حاصل کر چکا ہو وہ کچھ دنوں تک اُس سے متعلق ہوئے کیونکہ زندہ رہے اور اُس کے دوسرے پہلو کو دیکھے اس بات پر خیال کرے کہ اُس میں کیا بات تھی اور کیا نہیں تھی اور اس بات کو دکھلا سکے کہ اُس شہرت میں اُسکا کوئی ذاتی لگاؤ نہیں تھا۔ اور لوگ جو خواہش کرتے ہیں کہ آدمی کے لیے بہتر ہے کہ جب کمال شہرت حاصل کرے تو اُس زمانے میں مر جائے یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جن کے اوصاف اعلیٰ درجہ تک نہ پہنچے ہوں۔ مثلاً مارٹن جو ایک بڑا بھاری جنگل تھا اگر وہ جنگ اُکوئی سیکسٹی کے بعد فوراً مر جاتا تو اُس کے لیے بہتر ہوتا کیونکہ ہر شخص یہی خیال کرتا کہ وحشیوں سے اپنے ملک کو اُسی نے بچا لیا تھا۔ اس زمانہ کے سب سے بڑے فوجی نامور کے حق میں بہت عمدہ ہوتا اگر اسٹریٹز میں جہان کے آفتاب کی کیفیت مشہور خلافت ہے قبل غروب آفتاب اسکی زندگی کا آفتاب غروب ہو گیا ہوتا۔

لیکن جب اوصاف اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے ہوں یعنی جب ذکر ایسے لوگوں کا ہو جن میں ذاتی غرض کا کوئی ٹوٹ نہ تو انکی کیفیت دوسری ہے۔ لیکن خیال کرنے سے ہمارے نزدیک یہ بات بہترین معلوم ہوتی ہے کہ نامی گرامی اشخاص ایسے وقت مر جائیں جب ادنیٰ درجہ کے لوگ بہت غنیمت سمجھ کر اپنی عیب پوشی کے لیے مرجانا مناسب سمجھتے ہوں۔ پیننی ہال جو برابر فتح حاصل کرتا تھا اگر وہ جنگ کینٹنی کے بعد فوراً مر گیا ہوتا تو بیشک وہ بہت اچھی موت مرنے والا لیکن ہم مشکل سے اُسکو ایسا نامی شخص تصور کرتے جیسا اس بات سے اب تصور کرتے ہیں کہ وہ سخت کوششوں کے بعد شکست کھا کر گر بیدل نہیں ہو کر اور پسا ہو کر گر با نہیں ہو کر اپنی قسم کی پابندی کر کے جلا وطن ہو گیا اور روم سے مرتے دم تک نفرت کرتا رہا۔ اگر انکی یہ مقام زمانہ اور ڈیوٹ آف ونلنگٹن وائرٹو میں مارے جاتے تو آیا ہر شخص اپنے کمال شہرت کے زمانے میں مرتا یا کسی اور طور پر اور طور سے اُس غلطی کا مرتکب ہوتا یا نہ تو جاسکو فوج کے آدمی ضرور اسوقت کر رہے ہیں جب وہ مدبری میں ہاتھ لگانے کا قصد کرتے ہیں۔ لیکن یہ خواہش بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے کہ وہ اپنی اہلی و عذاری کی پناہ کے لیے مر جاتے تو بہتر ہوتا۔ اور یہی حال جان لارنس کا ہے۔ اگر اُس بیماری سے جس میں غدر کے پیشتر وہ مبتلا ہوئے تھے انکا کام تمام ہو گیا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہ کہتا کہ انکی موت قرار واقعی خوشی اور عظمت کی موت نہ تھی۔ لیکن کتنا کام

اولاد سے نہیں تھا لیکن کسی نہ کسی طور سے اسکو جان کے برابر پیارا ہو گیا تھا اس کے قریب لایا گیا تو وہ اس خیال
 رولنے لگا کہ موجودہ حیثیت سے اس لڑکے کو وہ پھر کبھی نہ دیکھ سکیگا۔ اور ہم لوگوں میں بہت کم ایسے ہونگے جو
 اپنے پیاروں کی قبر پر سینٹ پال کے عالی شان گیت کو جو موت پر فتح چل کرنے کے بارے میں ہنسن چکے ہوں
 اور ان کے دلوں میں ایسے آسانی گیت کے سنتے وقت جبین ہکو لگا وہ یا موعود کیا جاتا ہے کہ عالم بالا میں اور صرف
 میں ہم ایک دور کی نگاہ سے دیکھ سکتے یہ خیال نگہ راہو کہ ہم سب لوگوں کی کیفیت متغیر ہو جائیگی کیونکہ ہکو صرف
 گذشتہ ہی باتوں کا حال معلوم ہے اور اسی کو عزیز رکھتے ہیں نہ کہ نیندہ باتوں کو جو ہکو معلوم نہیں ہیں اور صرف
 امید رکھتے ہیں کہ ایک روز ایسا کر سکیں گے اور یہی وجہ ہے کہ جانتے نہ دیکھنے کے وقت میں جذبات اور شوق زیادہ ہو جاتا ہے۔
 "میں اب تیری کو پھر نہ دیکھنے پاؤں گا" یہی محبت آمیز فریاد بند کر کے جان لارنس نے پھر وہ زور نہ کھالی جسکو
 انھوں نے یہ سمجھ کر رکھ دیا تھا کہ پھر کبھی اس کے پینے کا وقت نہ آئیگا اور اس بہنیت سے روانہ ہوئے کہ جسم کی قوت
 آدمی رو گئی تھی لیکن دل اس کام کے لیے جو بی مضبوط تھا کہ جوئی مشکلیں اور پہلے سے زیادہ ذمہ داریاں
 سپرد ہوئی تھیں ان کے متعلق سب کام انجام کریں۔

باب دہم

سرخان لارنس بحیثیت فائیر سرائے ہند

۱۹۶۴ء

اب میں اپنے کام کی ایک ایسی نو بہت پر ہو چکا ہوں جسکو میں ابتدا سے یہ سمجھتا آیا ہوں کہ وہ بہت دلچسپ
 اور دشوار ہے اور ایک معنی کر کے اور ابواب کی نسبت دلچسپ اور مفید بھی کم ہے۔ پس ایسے کام کو کیونکر
 انجام کرنا چاہیے۔ ظاہر اس کے دو طریقے ممکن اعل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ سرخان لارنس کی
 فائیر سرائے کے زمانہ میں جو کچھ ہندوستان میں واقع ہوا ہے اسکا مختصر حال پراپرٹس کی کتابوں سرکاری رپورٹوں
 چھپے ہوئے مخصوص مطالب کے رسالوں اور آن بٹیاں وغیرہ مطبوعہ خطوط کے ذخیرے سے جو میرے سامنے رکھا ہوا ہے
 بیان کروں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک عام کیفیت کے بیان کرنے کا قصد کروں جس میں دلچسپ تواریخ حال
 مختصر طور پر تذکرہ ہوا اور اصل مقصد یہ ہو کہ جس بارے میں خاص کر کے یہ کتاب لکھی جاتی ہے اسکا کامل طور سے
 بیان کیا جائے۔ صورت اول میں جگو جان لارنس کی فائیر سرائے کے زمانہ کی تاریخ بیان کرنے کا قصد کرنا چاہیے۔
 اور دوسری صورت میں سرخان لارنس کا بحیثیت فائیر سرائے ہند ایک مختصر حال لکھنا چاہیے۔ بہت سی
 وجوہوں سے میں نے قصد کر لیا ہے کہ زیادہ تر اس آخری امر پر اپنے کو محدود رکھوں لیکن اس کتاب کے پڑھنے والوں

اور خاص کر ان لوگوں کے لحاظ سے جنہوں نے جان لارنس کی دائیسرائی کے زمانے میں انکے ماتحت کام کیا ہے اور جو اُس زمانے کو سب سے زیادہ ضروری تصور کرینگے مجھ کو لازم ہے کہ اپنی وجوہات کو بیان کروں۔

اولاً ستر جان لارنس کی دائیسرائی کے زمانہ کی تاریخ اگر شروع کی جائے تو فقط اسی بات کے لیے ایک جلد تیار کرنا پڑیگی اور اس کتاب کا حجم جو یوں ہی بہت بڑھ گیا ہے اُس صورت میں سوانح عمری کی حد سے کہیں متجاوز ہو جائیگا۔

دوسری اور بڑی ضروری وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے جان لارنس کی دائیسرائی کا زمانہ ایسا نہیں تھا جیسے ”بڑے بڑے سانحے“ واقع ہوئے ہوں۔

یہ زمانہ لڑائیوں اور شمول ممالک کانہیں تھا بلکہ امن و امان ترقی تندیب اور رفاه خلائق کا زمانہ تھا جیسے صرف ان آسمانی حوادث عظیم سے رخنہ پڑا ہو ہر ایک زمانہ میں ہندوستان پر پڑتے آئے اور جنگی حفاظت کی کامل تدبیر باوصف اس امر کے کہ اُسکے نہایت سرگرم خلائق دوست اور دوراندیش فرمانروا کو شش کرتے آئے اب تک کچھ نہوئی۔ اگر بالعموم یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ عمدہ لوگ وہی ہیں جو حوادث سے مصون رہے ہوں، تو ہندوستان کے لوگوں پر وہ بدرجہ اولیٰ صادق آسکتی ہے۔ لیکن جو زمانہ ایسا ہو کہ اس عمدہ مفہوم کے اعتبار سے خالی از حوادث رہا ہو وہ علی العموم ہر شخص کو جو اس کتاب کا مطالعہ کرے دلچسپ نہیں معلوم ہو سکتا ہے۔

تیسری اور دوسری سے زیادہ ضروری وجہ یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے حالات کا بیان اس طور پر ممکن ہو سکے کہ اس زمانہ میں جن ضروری مسائل پر بحث ہوتی تھی اور جنگی تجویز کی گئی انکی تمام وکمال صحیح کیفیت بیان کی جائے تو بھی ایک امر یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُس سے کچھ فائدہ ہوگا یا ساری محنت بیکار جائیگی۔ مثلاً بندوبست اراضیات اودھ و پنجاب کا تمام وکمال حال بیان کیا جائے تو جو لوگ ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں انکے نزدیک بھی یہ بیان بیکار ہے۔ جو لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں وہ لوگ نہ سمجھانے سے سبھ سیکینگے اور نہ انکو کوئی لطف حاصل ہوگا۔

آخری اور سب سے زیادہ ضروری وجہ یہ ہے کہ جان لارنس کی دائیسرائی کے زمانہ کی تاریخ کو کیسی ہی صحیح کیوں نہ لکھی جائے لیکن جس شخص کا بحیثیت چیف کمنڈر پنجاب میں ذکر کر چکا ہوں اُسکا نام اُس کے کاموں کے بیان میں فراموش ہو جائیگا اور اکثر یہ ہوگا کہ جو کام چند ان دلچسپی کے نہیں ہیں انکی تفصیل اور توضیح میں سوانح عمری کا مطالب بالکل فوت ہو جائیگا۔ راقم سوانح عمری کو خواہ مخواہ مورخ نہ بن جانا چاہیے۔ تاریخی حالات کے بیان سے اُسکی کتاب کو لوگ البتہ ذاق سے پڑھینگے لیکن ایسے حالات کا مشتمل عوام کرنا اُسپر کچھ فرض نہیں۔ بہت سی باتیں بیان بھی ہو چکی ہیں۔ بہت سی باتیں ان کا غنا کے حوالے سے معلوم ہو سکتی ہیں

رے دل پر یہ اثر پیدا ہوا کہ وہ ایک ہنسا و محض ہیں۔ اگر انکا موقع نہ آتا تو بھی آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کو یہ ایسا آدمی ملتا تھا جو بشرط ضرورت بڑے بڑے کاموں کو انجام کر سکتا تھا اور اس قابل بھی تھا کہ اگر کوئی شخص

نگی بابت تعریف حاصل کرنا چاہتا تو وہ اسکو اسکے بھی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے تھے۔ لارڈ رولسٹن کیل کی جگہ ستر چارلسن وڈو مقرر ہوئے جنہوں نے بحیثیت بوزڈائن اکثر و نل سہ ماہی کے مشہور مراسلہ تعلیمات کو لکھا تھا۔ وہ پھر معرکے پر کامل اختیار اور کٹر منقسم جواب دہی کے ساتھ ایک ایسے زمانہ میں جلب کیے گئے جب عجیب عجیب قسم کی مشکلات واقع تھیں۔ لارڈ رولسٹن کی باوصف اپنی تمام کوشش اور

دوراندیشی کے اتنے قلیل عرصہ ملازمت میں بہت تدبیروں کو جو سب سے زیادہ ضرور تمحیص انجام نہ کر سکے۔ ہندوستان میں ہر ایک طرح کی بد انتظامی تھی اور قریب قریب ہر بات کو از سر نو درست کرنے کی حاجت تھی۔ گورنر جنرل اور محوئی پرنسپل ٹیٹون کی کونسل کا انتظام جدیدہ حد التماے انصاف کا تقریر کسوں کا از سر نو بنیاد

صیفہ مال کا مکرر انتظام کا فذی سکے کا اجرا اجتماع قوانین اور سب سے بڑھ کر حضور ملکہ مظہر کی فوج کا قدیم لوکل ولایتی فوج ہند سے شامل کرنا اور ہر ایک قسم کے متناقض حقوق کا تصفیہ یہ چند باتیں منجملہ ان امور کے تھیں جو جدید سیکرٹری ہند کو نو مرتب کونسل کے ذریعہ سے انجام کرنا تھیں۔ ہندوستان کے لیے یہ ایک خوش قسمتی کی بات تھی کہ ستر چارلسن وڈو ایک ایسے شخص تھے جنکو ہر دل عزیز ہونے کی کچھ پروا نہ تھی اور انتظام ہند کے متعلق

ذرا ذرا حالات سے واقفیت رکھتے تھے۔ وہ ہر ایک امر کے دونوں پہلوؤں کی باہین سننے پر آمادہ رہتے تھے اور سلطنت کے از سر نو قائم کرنے اور فرمانروائی کرنے کے جوش انگیز کام میں دل و جان سے مصروف ہونے پر مستعد تھے۔ انکی تدابیر عظیم کا ذکر اس مقام پر کرنا غیر ممکن ہے بعض بعض باتوں کا ذکر مین آگے چل کر کر دینگا۔ بہت سی یا اکثر باتوں میں ستر چارلسن نے بری دلسوزی سے انکی تائید کی اور اختلاف عظیم نظام ہر صرف قدیم لوکل ولایتی فوج کے قائم رکھنے یا موقوف کرنے میں ہوا۔ کپیتی کے سپاہیوں نے جو کارگزاری کی تھی اس پر واجب طور سے انکار کرنے کے بعد کونسل کے ان لوگوں نے جو بیشتر ہندوستان میں ملازمت کر چکے تھے

اپنی تمام کوشش اسی بات پر زور دینے میں صرف کی کہ وہ لوگ بحال رکھے جائیں لیکن اس غدر سے جسکا حال لوگوں کو کم معلوم ہوا اور جو (اگرچہ ہوائی بیٹھنی کے قصبہ سے موسوم ہوا تھا لیکن بڑا خطرناک تھا) فوج مذکورین اسوقت ہوا تھا جب وہ کسی قدر درستی کے ساتھ کپیتی کی ملازمت سے تاج کی ملازمت کو منتقل کر دی گئی تھی۔ گورنر جنرل نے قصد کیا کہ اس سپاہ کو موقوف کر دے۔ یہ امر حضور ملکہ مظہر کی گورنر جنرل پر منحصر تھا۔ انڈین کونسل پر نہیں منحصر تھا۔ لیکن اپنی کونسل کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جو اپنی رائے ضبط تحریر میں لانے کی خواہش تھی ستر چارلسن وڈو نے اس کے روبرو ایک چٹھی پیش کی جس سے خواہ مخواہ مو توفی سپاہ مذکور کے معنی نکلتے تھے۔

لارڈ رولسٹن کی

نہایت پرورد تھی۔ آخر کو کونج کی ساخت اگلی اور اگلی روانی کے قبل ہم سب لوگ آخری مرتبہ قورائیاتِ رقوم کے
 کشمندان کے کرد پھر منع ہوئے۔ انھوں نے اپنے ہرگز کے تے اپنے حق میں دھا کرنے کے واسطے کہا۔ بڑائی جو
 دو برس کا تھا اُسکو وہ اپنی کودین لیے ہوئے تھے۔ وہ سات بجے شام کو خیر نکلت کر اس کی رات والی داک کھڑی
 جانے کے واسطے روانہ ہوئے اور بسطو پر وہ سو سہرے کو باری نیش کی زندگی کا ایک بہت عمدہ حصہ ختم ہو گیا۔
 اس بیان کے متعلق ایک درد انگیز حال یہ ہے کہ بڑائی جس کا نام اوپر لایا گیا یہ سر جان لارنس کو
 سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور سو تھوڑے وقت میں پیدا ہوا تھا۔ لڑکی کے مری جانے سے جو غم و اہم ہوا تھا اس میں اس لڑکے کے
 پیدا ہونے سے کس قدر تسکین ہو گئی تھی جس وقت سر جان لارنس انڈیا آفس سے کوئٹہ کے واپس آتے تھے
 اور گرمی کے دن ہوتے تھے تو اکثر جان لارنس اس لڑکے کو کودین لیے لیے میدان میں پھرا کرتے تھے اور
 جب وہ اپنے پردان چلنے لگا تو وہ اپنے باپ کے پیچھے پیچھے ہاتھ پشت کی طرف کیے ہوئے جاتا پھرتا تھا اور
 جاتا تھا کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح چلنے لگوں۔ جائزے کے دنوں میں وہ دروازہ پر جا کر شام کو اپنے باپ کے
 انتشار میں کھڑا ہوتا تھا اور جب وہ آتے تھے تو اُنکے ساتھ ساتھ اُس کمرے میں آتا تھا جہاں دونوں آپس میں
 کھلتے تھے۔ جس وقت سر جان لارنس ہندوستان چلے گئے تو اس وقت بھی یہ لڑکا وقت معودہ پر دروازے پر
 جا کر اپنے باپ کے انتشار میں کھڑا ہوا کرتا تھا اور بہت مدت کے بعد لوگوں کے کہنے سے پھر اُسکو اس بات کو
 یقین ہوا کہ وہ دروازے پر کھڑے ہوئے سے اب شام کے وقت نہ آیا کریٹے۔ نئے گورنر جنرل کو وطن سے
 روانہ ہونے میں جن جن مشکلات کا سامنا ہوا میرے نزدیک ان میں سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ہمیشہ کے لیے
 اپنے ملک کی مفارقت اُنکو بڑی شاق گذری۔ سر جان لارنس نے چلتے وقت کہا کہ اب بڑائی کو میں پھر بھی
 کہہ گا کہ وہ کو کیونٹو اور یہ کہ لارنس قومی دل شخص کی اُنکے میں اُنسو دہا آئے۔ یہ بات نہ تھی کہ وہ ہندوستان میں
 اپنے مری جانے کو خیال کر کے استدرستانت ہوئے ہوں بلکہ اُنکو اس بات کا خیال ہوا کہ جس لڑکے کے حالات پر
 وہ نظر کر رہے تھے۔ وہ اسی عمر میں پھر اُنکو دیکھنے کے لیے نہیں مل سکتا تھا۔ اُنکو خیال گذرا کہ وہ بارادیکھنے کے وقت
 اُس سچے کو میں بڑھ جائیگا۔ اُسکے بے لباہال تھلا تھلا کر اُسکا ہاتھ کرنا اُسکے بھولا پن اور اسی طرح کی آواز
 سے بابائیں جو چھوٹے بچوں میں پائی جاتی ہیں وہ ایک نہ رہ جائیگی۔ اس خیال کے متعلق بعض باتیں ایسی نہیں
 جو موت کے خیال سے بھی زیادہ شاق تھیں۔ قطع نظر اس کے مجھ کو ایک شخص کو حال معلوم ہے جو اپنے خاندان کے
 ہر ایک شخص سے جنم بہت سے لوگ تھے نہایت الفت رکھتا تھا اور غائب ہوا وہ بھی اُسکے ساتھ محبت کرتے تھے۔
 جس وقت یہ شخص قریب مرگ پونچا تو اپنے بھائی اور بہن کی مفارقت ایک عجیب طور کے صبر سے اُنکو نہایت غمی لگا
 ان لوگوں سے عالم باقی میں پھر ملاقات ہونے کی امید ہے گوارا کر لی لیکن جس وقت ایک چھوٹا بچہ جا سکی

میر کے دل پر یہ اثر پیدا ہوا کہ وہ ایک بہادر محض ہیں۔ اگر انکا موقع نہ آتا تو بھی آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کو انکی بابت تعریف حاصل کرنا چاہتا تو وہ اسکو اسکے بھی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے تھے۔

لارڈ اسٹینٹن کی جگہ سترجائن کی ڈوڈ مقرر ہوئے جنھوں نے بحیثیت بورڈ آف کنٹرول میں خدمت کے مشہور مراسلہ تعلیمات کو لکھا تھا۔ وہ پھر معرکے پر کامل اختیار اور کٹر منتظم جو اب بھی کے ساتھ ایک ایسے زامینین طلب کیے گئے جب عجیب عجیب قسم کی مشکلات واقع تھیں۔ لارڈ اسٹینٹن کی باومنت اپنی تمام کوشش اور دور اندیشی کے اتنے قلیل عرصہ ملازمت میں بہت تدبیروں کو جو سب سے زیادہ ضرورتیں انجام نہ کر سکے۔

ہندوستان میں ہر ایک طرح کی بد انتظامی تھی اور قریب قریب ہر بات کو از سر نو درست کرنے کی حاجت تھی۔ گورنر جنرل اور چیف پی پیٹنٹس کی کونسل کا انتظام جدید عدالتوں کے تصانیف کا تقریر کسوں کا از سر نو بنیاد صیغہ مال کا مکرر انتظام کا فدی سکے کا اجرا اجتماع قوانین اور سب سے بڑھ کر حضور ملک خطہ کی فوج کا قدیم لوکل

ولایتی فوج ہند سے شامل کرنا اور ہر ایک قسم کے متقاض حقوق کا تصفیہ یہ چند باتیں بنجائے ان امور کے تھیں جو جدید سیکرٹری ہند کو نو مرتب کونسل کے ذریعہ سے انجام کرنا تھیں۔ ہندوستان کے لیے یہ ایک خوش قسمتی کی بات تھی کہ سترجائن ڈوڈ ایک ایسے شخص تھے جنکو ہر دول عزیز ہونے کی کچھ پروا نہ تھی اور انتظام ہند کے متعلق ذرا ذرا حالات سے واقفیت رکھتے تھے۔ وہ ہر ایک امر کے دونوں پہلوؤں کی باتیں سننے پر آمادہ رہتے تھے اور سلطنت کے از سر نو قائم کرنے اور فراموشی کرنے کے جوش انگیز کام میں دل و جان سے مصروف ہونے پر

ستعد تھے۔ انکی تدابیر عظیم کا ذکر اس مقام پر کرنا غیر ممکن ہے بعض بعض باتوں کا ذکر میں آگے چل کر کر دوں گا۔ بہت سی یا اکثر باتوں میں سترجائن لارڈنس نے بڑی دلسوزی سے انکی تائید کی اور اختلاف عظیم نظام ہر صرف قدیم لوکل ولایتی فوج کے قائم رکھنے یا موقوف کرنے میں ہوا۔ کمپنی کے سپاہیوں نے جو کارگزاری کی تھی اس پر واجب طور سے افتخار کرنے کے بعد کونسل کے ان لوگوں نے جو بیشتر ہندوستان میں ملازمت کر چکے تھے

اپنی تمام کوشش اسی بات پر زور دینے میں صرف کی کہ وہ لوگ بجال رکھے جائیں لیکن اس قدر جس جگہ حال لوگوں کو کم معام ہوا اور جو (اگرچہ پوائنٹ میں تھیں) کے قیام سے متوجہ ہوئے۔ یہ امر حضور ملک خطہ کی کونسل پر منحصر تھا۔ ان میں کونسل اس وقت ہوا تھا جب وہ کینڈر دہشتی کے ساتھ کمپنی کی ملازمت سے تاج کی ملازمت کو منتقل کر دی گئی تھی۔ کونسل نے قصد کیا کہ اس سپاہ کو موقوف کر دے۔ یہ امر حضور ملک خطہ کی کونسل پر منحصر تھا۔ ان میں کونسل اس وقت ہوا تھا جب وہ کینڈر دہشتی کے ساتھ کمپنی کی ملازمت سے تاج کی ملازمت کو منتقل کر دی گئی تھی۔

نہیں منحصر تھا۔ لیکن اپنی کونسل کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جو اپنی رائے ضد تحریک میں لانے کی خواہش نہ سترجائن ڈوڈ نے اس کے روبرو ایک چٹھی پیش کی جس سے خواہ خواہ موقوفی سپاہ مذکور کے منہ بھٹکتے تھے

لارڈ اسٹینٹن کا دور

تاخیر اور تعویض سے کس قدر پریشان ہوتے تھے اپنی طبیعت کے حال بنانے میں کیسے نڈر تھے ہندوستان کی آئندہ حالت کے لیے کیسے متروک تھے لیکن اس بارے میں اُنکے خیالات کس قدر واضح تھے کہ ہندوستان کے لیے کن باتوں کی حاجت تھی۔ میں نے جو کس قدر طول کے ساتھ اُن اقتباسات کو درج کیا ہے تو کچھ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُنکے مختلف سرکاری کام ایک ایسے وقت کے انجام کیے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں جو بوقت کی تحریری یادداشتیں ایسے امور کے مطلق کم باقی رہی ہونگی اور کچھ اسوجہ سے کہ اُنکی زندگی کا یہی ایک زمانہ ایسا تھا جس کے متعلق اُس وقت کے روزنامہ سے چند باتیں معلوم ہوئی ہیں جو رافلز مرحوم سوانح عمری کے لیے اس قدر درکار ہوتی ہیں اور ضروریات حالت کے سبب سے لوگ اکثر اُنکو اپنے پاس سے نکال دیتے ہیں۔

آدم برسر مطلب۔ اس زمانہ میں جیسا کہ معدودے چند چھپیوں سے جو میرے پاس ہیں ظاہر ہوتا ہے سر جان کرائسن نے اکثر افسوس کے ساتھ پنجاب اور اپنے احباب پنجاب کا خیال کیا اور جیون جیون عرصہ زیادہ گزر گیا اُسی طرح اس خیال کو اور ترقی ہوتی گئی۔

چنانچہ اُنہوں نے تین چھپیاں سال سال بھر کے بعد جوڈ اکثر کتب خانہ آؤتے کو لکھی تھیں اُن کے اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۲۔ دسمبر ۱۸۵۷ء۔

میں افغانستان کو بخوبی تمام پسند کرتا ہوں اور ہندوستان چھوڑنے کا جھگڑا افسوس نہیں ہے گو میں اس امر کا متوجہ ہوں کہ میرے پڑاٹے احباب پنجاب میرے ہاتھ سے جاتے ہیں۔ میں ان کو یا تو اس کے کام کو پسند نہیں کرتا اور وہ ان کا کام بھی زیادہ تر میرے لیے موزوں نہیں ہے۔ اگر جھگڑا نہ کرنا پڑتا بلکہ اور دھرم کو نہ مانا جاتا کی کیفیت دیکھنا اور کھلے میدان میں ہوا کھانا ملنا تو اس سے کمین بہتر ہوتا۔

دوسرے سال پھر وہ کہتے ہیں۔

۱۸۔ مارچ ۱۸۵۸ء۔

آپ نے انکو اور اُنکے غیرات کا جو کچھ سال بیان کیا اُس سے جھگڑا اُلفت حاصل ہوا اس قدیم مقام سے ہمارے زمانہ میں بہتری کا اور میرا بھی بڑا کام کیا۔ اور جب تک میں ہندوستان میں رہتا جھگڑا میں رہنے پر قناعت نہ کر سکتی تھی۔ میں افغانستان کو فی الجملہ بخوبی پسند کرتا ہوں البتہ افغانستان میں میری دلچسپی کے لیے بھی بہت کچھ ہے۔ حمد و آب و ہوا میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ باہمہ قدیم احباب اکثر ہندوستان کو یاد دلادیا کرتے ہیں۔

۱۹۔ ہندوستان میں یہ تمام شے بہتری بخوبی نے مگر میں پھر نے کے لیے لکھا تھا جو کچھ بہتری اور بہتر کیا اُن کے تینوں رنگوں کا مختلف نام ہے۔

اور اس کے پورے ایک سال کے بعد۔ مارچ ۱۹۱۱ء کو اپنی معصومہ مرحومہ یعنی بیٹی کا اشارہ کر کے انھوں نے یہ چٹھی لکھی۔

پنجاب اور پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے اُسکا مجھ کو بارِ خیال رہتا ہے اور بعض اوقات میرا دل یہ چاہتا لگتا ہے کہ وہاں چلا آؤں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کے بچے آنے کے بعد لوگوں کو ہندوستان میں رہنے کا مزہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ہر بات سرائی اور سچا ہوتی رہتی ہے۔

انگلستان کے پولیٹیکل حالات نے بہت جلد ستر جان لارنس کو اُس لٹن اور اٹلیٹان سے محروم کر دیا۔ لارڈ رڈ اسٹینلی کی ماتحتی میں کام کرنے سے اُنکو حاصل تھا کہ کیونکہ بتاریخ ۱۱۔ جون ۱۹۱۱ء میں ستر جان لارنس نے لارنس کو ممبر کونسل مقرر ہونے کے تین مہینے بعد کنسروٹو جیسٹ و ذرا کو جو تھورسے دنوں سے صاحب اختیار ہوا تھا تیرہ ممبروں کی کثرت اسے سے ہٹو اس آف کونسل میں شکست حاصل ہوئی۔ لارڈ رڈ اسٹینلی نے فوراً استخاد سے دیا۔ بتاریخ ۱۴۔ جون اُنکے بیٹے لارڈ رڈ اسٹینلی نے انگریز کونسل کو ترک کیا اور اسی غم نے جبکی تھوری ہی دور اور محول کر لیا ہون اس کینٹ کو جو لارڈ رڈ اسٹینلی نے علی العموم کونسل کے لوگوں پر پیدا کی اسٹور سے بیان کیا ہے۔ مجھ کو اس بات کے باور کرنے کی عمدہ وجہ پائی جاتی ہے کہ ستر جان لارنس جو اس کینٹ میں شریک تھے۔

ہم کو زیادہ خلیق جفاکش و دشمنی سرکریٹری آف اسٹینٹ ہند چلے دھڑلے نہیں دیکھا۔ اُنکے دل میں ہر دوسری غلطی کو دھیان رہتا ہے۔ وہ سچے محب قوم کی قدر و خشک مزاج اور متین ہیں لیکن ان ہمہ سبائی بہت ہو سکتی ہے اور ہر جگہ سے اطلاع حاصل کرنے کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔

اور اُدھر لارڈ رڈ اسٹینلی اس شخص کی نسبت جس کو انھوں نے اس محنت سے اپنی کونسل میں مقرر کیا کہ جو کچھ خیال رکھتے تھے اُسکو انھوں نے طوالت کے ساتھ اپنی عالیشان تقریر میں جو انھوں نے ٹینٹن ہٹوں کی تھی اور جگہ میں کئی مرتبہ اوپر بیان کر چکا ہوں ظاہر کر دیا۔ کل لیسچ کا لب تباب دو جملوں میں شامل ہے جو اس مقام پر بیان کرنے کے شایان ہیں۔ لارڈ رڈ اسٹینلی نے ایک جملہ یہ بیان کیا تھا کہ خود بخود خواہی کبھی نہ ہو کہ جان لارنس کے زمانہ پر کسی نا تسخ و واقعہ یا کسی نا شائستہ فعل کی بابت الزام عائد کر کے ملے۔ اس پورے منہوم کے معلوم کرنے کے لیے ہم کو صرف یہ یاد کرنا چاہیے کہ وہ کئی زمانہ روز و روشن کی طرح سب آگھوں کے سامنے گزرا اور ہندوستان میں بھی مثل انگلستان کے ہرزو گویوں اور ہرزبانوں کے لب کہیں ہندو نہیں رہتے ہیں اور ستر جان لارنس کی محسوس ہوئی جو ضعیف طبیعت کے آدمیوں کے زہر و نفرت یا غلط فہمیوں کی مستوجب ہی۔ دوسرا جملہ بھی کچھ اس سے کم دانش من ہے۔ یہاں لارنس کی طرف۔

فوان باب فروری ۱۸۴۲ء

۱۴- دسمبر- سرخاں لارنس نے کتا میر سے بنائی بنی نے مجھ سے کتا تھا کہ شہزادوں کے عوامی جن جو کونسل ہنگ
منعقد ہوئی تھی میں ہمیں شریک ہوا تھا اور لارڈ کنگ نے جو کچھ کتا تھا اس میں سے مجھ کو یاد ہے "میں نے کبھی بارہی مگس
اور نہ کبھی ماری جاؤ گا"۔

۱۳- دسمبر- دو روز پیشتر جب میں سرخاں لارنس کے ساتھ مکان پر آتا تھا تو انھوں نے کتا کہ جس وقت
میں پنجاب سے روانہ ہوا تھا اس وقت مالگاری کبیر نہیں بانی تھی۔ میں نے بانی کبھی نہیں رہنے دی۔ میں ہمیشہ
تاکم کا غذا کو خود پڑھتا اور فوراً اُنکے جواب روانہ کر دیتا تھا مجھ کو کام کے اسی وقت انجام کر دینے میں بشرطیکہ اس کا موقع
اور وقت ہوتا تھا کوئی وقت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس صورت میں مجھ کو ذرا وقت صرف کرنا پڑتا تھا۔
بستر خواب سے بیدار ہونے کے وقت سے پھر بستر خواب پر ہانے کے وقت تک دم بھر کی مملت نہیں ملتی تھی۔
اور میں ہمیشہ اپنے ماتحتوں پر نگاہ رکھتا تھا۔ پہل اول درجہ کے کام کرنے والے آدمی تھے۔ وہ میرے حاضرین انشا پر داناؤ
ذی شعور تھے۔ ٹیکٹر سٹن مستعد اور قاعدے کے پابند تھے۔ ہنر برٹ اڈورڈ سن بڑے لائق تھے اور وہ اول درجہ
ممبر کونسل ہو سکتے تھے۔ ٹیکٹر سٹن کو ہندوستان کے معاملات سے خوب آگاہی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہی لوگ مجھ کو
گورنر جنرل بنائیں۔ بلکہ انھیں ہندوستان سب سے اچھے آدمی اور ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ہنر پائل سکتا ہو۔

۱۱- فروری ۱۸۴۲ء- سرخاں لارنس سے گورنر جنرل ہونے کے واسطے کیا گیا تھا انھوں نے اس کا نا منظور کیا
۱۵- اپریل- سرخاں لارنس کے ساتھ ٹوہنی ٹیکٹ صاحب کا کچھ سننے گئے جو سینڈ ہم ڈیوڈ فینڈر وغیرہ کے
زبان کے اخباروں کی بابت دیا گیا تھا جو پیرس میں آئے تھے۔

۷- جولائی- لارڈ لارنس کی ملاقات کو گئے انھوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غلطی ہے کہ کونسل پانڈرٹ سے
علمہ کر دی گئی۔ اس سے کچھ شدید نہیں ہے کہ دنیا تو سی ہوگ رکھے جائیں جو ہمارے کیا نہیں ہی کرتے ہائے ہیں۔ لیکن
سرخاں لارنس زیادہ سن رسیدہ دبران ملک ہند کے قائم مقاموں کے طور پر پیش قیمت نہ ثابت ہو سگے۔

۸- فروری ۱۸۴۲ء- سرخاں لارنس نے فوجی مسئلہ پر جو چیز بحث تھا مخالفانہ طور پر بڑے شد و مد سے بحث کی
تفسیریں اسے پرشات میراد مرشات میراد کرتے۔ سرخاں لارنس کو ذکی اسے پر دارہ اور ۱- سرخاں لارنس نہیں سمجھتے
کہ ہندوستان کے اغراض آدمی کے برابر ہو سکتے ہیں۔

۱۲- اپریل ۱۸۴۲ء- سرخاں لارنس نے کہا کہ اگر میں اپنی ذات کا اکیلا ہوتا تو کسی اور دیار کو چل دیتا۔ میں
۱۳- جون- سرخاں لارنس کے ساتھ فرخہ معصوم کی بنائی ہوئی تصویرات "فرخہ" اور "فرخہ" کے دیکھنے گئے

۱۴- جولائی- سرخاں لارنس کو شطرنج میں ہرا دیا۔

۱۵- جولائی- سرخاں لارنس نے کتا میر سے بنائی بنی نے مجھ سے کتا تھا کہ شہزادوں کے عوامی جن جو کونسل ہنگ
منعقد ہوئی تھی میں ہمیں شریک ہوا تھا اور لارڈ کنگ نے جو کچھ کتا تھا اس میں سے مجھ کو یاد ہے "میں نے کبھی بارہی مگس
اور نہ کبھی ماری جاؤ گا"۔

۳۵۔ فروری ۱۹۵۷ء۔ سو سائٹی آف آرٹس کے ایک جلسہ میں شرکاء ہوئے۔ مسٹر جیمز نے رونی کے متعلق ایک تقریر پڑھی۔ مسٹر جیمز نے صدر انجمن تھے سر جان لارنس نے تقریر کی۔

۱۶۔ مارچ۔ سر جان لارنس کے ساتھ ڈین آف وینٹ مسٹر کے پاس اس بات کی اجازت طلب کرنے گیا کہ اوٹرم کی لاش وینٹ مسٹر بی بی میں دفن کی جائے یا نہیں۔

یہاں بیان کرنا چاہیے کہ سر جان لارنس کی لاش مسٹر جیمز کی لاش کے برابر دفن ہے۔ ڈین آف وینٹ مسٹر سے باضابطہ درخواست کرنے کی اس بارے میں کوئی حاجت نہ تھی اور نہ ایسی درخواست کی گئی اس وقت تمام ملک اور اسی طرح تمام کیتھولک ڈین اور عیسائی ڈین کے سرخیل یعنی ڈین آف آئرش کے متقاضی ہوئے کہ سر جان لارنس کی قبر وہاں بنے اور سر جان لارنس کی مالیشان کی تصویر بنو مسٹر اوٹرم نے بنایا تھا اس مقدس قبرستان کے گل حصہ پر محیط ہے یا ظاہر میں محیط معاوم ہوتی ہے۔

۲۰۔ اپریل۔ ڈین آف وینٹ مسٹر کے پاس سر جان لارنس کے ساتھ اس واسطے گئے کہ مسٹر جیمز کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ساعت مقرر کی جائے۔ اور جب تجویز کی بلے۔ دن بھر میں مختلف خلیوں سے جنازہ کے اختتام وغیرہ میں مشغول ہیں۔ ۲۵۔ مارچ۔ سر جان لارنس اور وٹوبائی کے ساتھ اوٹرم کے جنازہ میں شرکاء ہوئے گئے ریجنٹ نمبر ۷ کے ساجنٹ لوگ ٹارن کا پینٹ سے طلب کیے گئے کہ اپنے قدیم لائیزر کی لاش کو قبر تک پونچائیں۔ اس کیفیت کے دیکھتے ہمارے معلوم ہوتا تھا۔

۲۸۔ نومبر۔ لارڈ راجن کی خبر آئی کہ وہ سخت علیل ہیں۔ انکا جانشین کون ہوگا۔ آیا جلسہ وزرائے انگلی گاہ لارنس کو مقرر کرنے کے واسطے کہیگا۔ یہ تقرری بہت واجب اور میں سمجھتا ہوں کہ عام پسند ہوگی۔ جان لارنس کی خدمتوں کے اعتبار سے یہ صلہ بہت موزوں ہوگا۔ صرف خیال اس بات کا ہے کہ وہ اپنی تندرستی کے اعتبار سے ایسے عہدہ کی ذمہ داری کا بار اٹھا سکیں گے یا نہیں۔

یکم دسمبر۔ آج یہ خبر سننے میں آئی کہ لارڈ راجن کی جگہ سر جان لارنس مقرر ہوئے۔ انکو اور لیڈ بی لارنس کو اسے حال لکھا۔ گو لیڈ بی لارنس اپنے شوہر کے کارہائے نمایاں کے اس اعتراف اور انکی رہنمائی وضع کے اس صلہ سے بہت خوش ہوئیں لیکن عرصہ دراز کی مفارقت کی امید سے انکا دل بہت متروک ہو گیا۔

۷۔ دسمبر۔ میں سر جان لارنس سے رخصت ہوا۔

ان اقتباسات سے فی نفسہ اصل حال معلوم ہوتا ہے اور ہمیں وہ لطف پایا جاتا ہے جو خود سر جان لارنس کے لکھے ہوئے روزنامہ سے ملتا ہے۔ پھر اس میں روز بروز کے وہ حالات درج ہیں جنکا اثر ایک نہایت مبصر اور قدردان ساتھی پر ہوا تھا۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکا کام کس قدر نیا تھا اب تک وہ کس قدر مستعد اور ثابت قدم تھے

گری ہوئی عمارت کو اسوقت سے سرسے تعمیر کرنا تھا پس دیکھنا چاہیے کہ سر جان لارنس اپنے کام کو اور ان کے مجلس ملازم انکے کام اور سر جان لارنس کو کیسا سمجھتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اس عہد کی بہت سی باتیں ایسی تھیں جو جان لارنس کے ایسے تجربہ کار و فکیر اور آزاد منش شخص کے بالکل پسند نہیں پرکتی تھیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اور بھی بوزڈو کی خدمت کی تھی اور اس بوزڈو کے مالک رہ چکے تھے اور قتل درجہ اس امر کے اطمینان سے برابر خوش رہ چکے تھے کہ اس بوزڈو کی تجویزات بری ہی ہانڈا بنیوں اور عرق ریزی کی بجائے انھوں نے مذکورہ بالا بوزڈو کو پسند نہیں کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں تعمیل کی جاتی تھی لیکن اس پر بھی انھوں نے مذکورہ بالا بوزڈو کو پسند نہیں کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں تین لگا مون کا گھوڑا بن کر نہیں چل سکتا ہوں۔ پس یہ امر کہ انکے پسند ہو سکتا تھا کہ ٹلوک گھوڑوں کی گاڑی میں وہ بھی ایک گھوڑا بن کر چلین یعنی ایک ایسے بوزڈو کی مہربی کر بن جس میں صرف مشورہ دیا جاتا تھا اور اس کی تجویزات بظاہر سیکرٹری آف اسٹیٹ نامنظر کر دیا کرتے تھے اور جو ہمیشہ گورنمنٹ کے ساتھ دلتے رہتے تھے اور جنگی راپورٹ جان لارنس ہمیشہ اپنے کو متفق نہیں تصور کر سکتے تھے۔ اس باعث سے لارڈ لارنس نے اپنی زندگی صرف کی تھی اگر شہرت میں اگر شہرت نہیں کر سکتے تھے تو اسے بہر حال دے سکتے تھے لیکن انڈیا آفس کے متعلق جو کام انہیں کرنا تھا اس پر وہ کبھی اطمینان کے ساتھ نظر نہیں کر سکتے تھے۔

اس فورمب گورنمنٹ کا پہلا اجلاس ۱۸۵۷ء کے موسم برسات میں منعقد ہوا اس میں گورنر و اس وقت کے ممبروں کے قدیم اور جدید نام بخوبی تمام شامل تھے ان لوگوں میں ایسے ایسے اشخاص شامل تھے جو ہندوستان میں نہایت مشہور ہیں جیسے گورنر جنرل آرمسٹرونگ و گورنر آرمسٹرونگ اور لارنس۔ لارڈ لارنس نے یہ ریسیڈنٹ تھے اور سر فریڈرک کری کی کو لارڈ لارنس نے وائس پریسیڈنٹ منتخب کیا تھا۔ سر جان لارنس دو سرے سال ۱۸۵۸ء میں کو یعنی ہندوستان سے واپس آنے کے بعد گورنر ہی دنوں بعد گورنمنٹ بوزڈو کے ممبر مقرر ہوئے اور ایک بج کے روز ناچ میں جسکو انکے ایک رفیق نے اصل میں اور کسی کے دیکھنے کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے سمجھنے کے لیے لکھا تھا اور اب اسکو میرے حوالہ کر دیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ چند باتیں میرے مفید مطلب لکھی ہیں جو ایک اعلیٰ درجہ کے لائق بصیر کی سرسری دریافت کی ہوئی ہیں اور اس مقام پر درج کرنے کے قابل ہیں۔

۱۱۔ اپریل ۱۸۵۸ء سر جان لارنس سے ملاقات کی۔ ایک سادہ دل اور خشک مزاج اور راستہ باز آدمی پائے گئے آدمی کام کے ہیں۔ ہندوستان کے انتظام کو بدانا چاہتے ہیں۔ کھنے لگے ہوئے پانے و چائوسے آدمیوں کو نکال دینا چاہیے

قانون سے بڑھ کر آدمیوں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۲۱۔ اپریل۔ دیر تک سر جان لارنس سے ملاقات رہی انکی رائے ہے کہ ہندوستان کی حکومت چلانے کو انتظامین بہت کچھ تبدیلی درکار ہوگی۔ ہکاوچھے اچھے آدمی جمع کرنا چاہیے اور خاص خاص اشخاص کو زیادہ اختیار دینا چاہیے۔

حال کے معرکوں کے متعلق بہت سے دلچسپ حالات بیان کیے ظاہر ابرے کام کے آدمی معلوم ہوئے۔ مستعدی اور ثابت قدمی کوٹ کوٹے بھری ہے اور جواب دہی کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

۳۔ مئی۔ سر جان لارنس کو بظاہر آرام کرنے کی حاجت معلوم ہوتی ہے۔ دوران سیر اور صلح کے شاکل ہیں کہ جب کام پڑتا ہے تو یہ عارضے لاحق ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان کے ڈاکٹر دن نے اُن سے کہا کہ اگر انکی محنت اسیدلج جاری رہی تو دماغ میں خون جم جائیگا۔ وہ اس بات کے نہایت ہی قوی صلیح کا ہیں کہ ہندوستان میں دسی فوج کار ہنا ضرور ہے۔ ہارنس گارڈ کی پلٹن کا انکو کچھ خوف نہیں ہے۔ انکے خیالات اس بارے میں ایسے قوی ہیں کہ انھوں نے کہا اگر اسکے خلاف کوئی قاعدہ مقرر ہوا تو میں گورنرل کے اس عہدے سے مستعفی ہو جاؤنگا کیونکہ مجھ کو بخوبی یقین ہے کہ اس سے بڑی مصیبت نازل ہوگی۔ اس بات میں انکو کوئی عذر نہیں ہے کہ ہندوستان کے سرکاری انسکولون میں ٹیپل کے درجے قائم کیے جائیں جنہیں پڑھنے نہ پڑھنے کا طلبا کو اختیار ہے۔

۳۰۔ مئی۔ ہندوستان کی موجودہ حالتوں سے وہ بہت غیر مطمئن معلوم ہوتے ہیں۔ آئندہ کی نسبت تردد سے خیال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہکو ہندوستان میں ایک لاکھ آدمی ایسے رکھنا چاہیے جو ہر مقام ضرورت پر فوراً جمع ہو سکیں۔ ۱۔ اکتوبر۔ اپنی تندرستی کے بارے میں انھوں نے دیو سی کے کلمات کہے۔ یہ بھی یہاں کیا کہ میں گورنرل کو پسند کرتا ہوں اور میرا قصد استفادہ کرنے کا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ممبروں کو دراصل کوئی اختیار نہیں ہے۔ انھوں نے کہا یہ میری بد نصیبی ہے کہ معاملات ہند کے متعلق میں متعین رہا میں رکھتا ہوں اور انکے اظہار میں کوئی شے میری رائے نہیں ہو سکتی خواہ اس سے شاہزادوں یا وزیروں کو بڑا معادوم ہو خواہ اور کسی کو ناگوار گذرے۔ میں نے آج تک کچھ کبھی نہیں کھائی ہے اور جب تک میرا پس چل سکیگا اسوقت تک کبھی نہ کھاؤنگا۔ میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جو لوگ کچھ کھاتے ہیں انکو پھر وہی اگنا پڑتی ہے۔ انکے نزدیک انڈیا ہوٹل کا انتظام بہت ناقص ہے دھوم دھام سے نفرت ہے لیکن اتنی استطاعت چاہتے ہیں کہ مہانوں کی خاطر منارات کر سکیں۔ انکی خواہش ہے کہ ایک سال کی رخصت لیکر تندرستی حاصل کریں۔ تمام باتوں کے متعلق آزادانہ تقریر کرتے اور دو ٹوک بات کہتے تھے۔ میں انکو بہت پسند کرتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک راستباز متدین اور کرار مول ایسے آدمیوں کی طرح مستعد ثابت قدم اور ہوشیار ہیں۔

۱۔ نومبر۔ سر جان لارنس کے ساتھ مکان پر گیا۔ انھوں نے کہا وہ میں تو چاہتا ہوں کہ گلیڈسٹون کی طرح تقریر کرنے کا قصد کروں لیکن مجھ کو سیدھی سادی بات بھی کرنا نہیں آتی۔ بوڑھے طوطے نہیں پڑھتے۔

یہ بات نہیں تھی کہ وہ بیکار یا اسراف کر کے کوئی شے دے ڈالتے ہوں بلکہ وہ بڑی تحقیقات اور امتیاز کے ساتھ کوئی شے دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ یہ خیال کرتے رہتے تھے کہ بے احتیاطی سے کسی کو کسی شے کے دے دینے میں سخت جواب دہ اپنے ذمہ عائد ہوتی ہے۔ پس بہت کم آدمی ایسے ہونگے جنہوں نے ہزار ہا عمر بانی کے کام کرنے میں اُسے زیادہ نیکی اور اُسے کم نقدان کیا ہوگا۔ اپنے دہنے ہاتھ سے جو کچھ وہ کرتے تھے بائین ہاتھ کو اُسکی مطاق خبر ہوتی تھی۔

اُنکی زوجہ اُنکے مختلف سکرٹری جو یکے بعد دیگرے اُنکی ماتمی میں رہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کس قدر اُنکی سوانح عمری کا مصنف بھی اندازی طور پر معلوم کر سکتا ہے (اور یہ لوگ بھی جو معلوم کر سکتے تو ہمیں تہرجان لارنس کا کچھ قصور نہیں ہے) کہ اُنکے پیشہ دار اور محقق خفیہ افعال خیر کی تعداد اور جس قدر وقت اور محنت اُنکی ساری عمر کا ان افعال بلا شکایت صرف ہوئی ہے اُسکی مقدار کیا ہے۔ جن پادری صاحب کی یادداشت کا میں نے ابھی حوالہ دیا ہے یعنی ریورنڈ میٹر ایچ آف لائپرٹس نے بیان کیا کہ میں نے جان لارنس ایسا سیدھا سادا انارکسی شقی اور بہادر آدمی بہت کم دیکھا ہے۔ وہ مثلاً اُن معدوم چند شخص کے ہے جنکی بابت اپنے مرنے کے وقت میں شکر گزار ہو کر خدا سے یہ کہو گا کہ میں اُنکو جانتا ہوں۔“

اُس عورت نے جو جان لارنس کو سب سے بڑھ کر جانتی تھی کہا ہے کہ ”اُنکا ایسا عمدہ اور ضاف عقیدہ یہی تھا کہ میں نہیں دیکھا۔ خدا کا خوف کرو اور اُنکے احکام مانو۔ اُنکی زندگی کا یومیہ قاعدہ تھا ہم لوگ روز اُس میں اُنہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور میرے پاس جلی خط کی بہت سی جلدیں جنکو وہ اُس زمانہ میں پڑھا کرتے تھے رکھی ہوئی ہیں۔ ان جلدوں میں مختلف فقرات پر جو اُنکے بہت پسند خاطر تھے نشان بنا ہوا ہے۔“

دکستان انیسویں صاحب بنکواپنے لکے ہوئے مضامین کے متعلق تحقیق کا خاص موقع حاصل تھا کہ میں کہ لارڈ لارنس سے بہتر اسکو کوئی نہ سمجھا ہوگا کہ خدا کا ہو کر رہنے کا اول ذریعہ ہے کہ انسان دوسروں کا ہو کر دنیا میں رہے۔ اس عیسائی نیکی کے اعلا میں وہ جس حد تک محنت کرتے تھے اُسکا حال صرف اُنکے دنیاوی تہرقہ کے ساتھی اُنکے پیشہ و کار شریک اور اُنکے ہر ایک باطنی راز کے محرم معلوم ہے۔ اپنی زندگی کے اوپر ہر ایک کام کی طرح اسور خیر میں بھی لارڈ لارنس پر تلق اور چالوسی کا اثر بہت کم تھا تاہم بلکہ وہ قاعدہ پر عمل کرتے تھے اور اس بات کا خیال کر کے کہ خدا اور خلق خدا کا حق اُنکو دیا گیا ہے سب کام کرتے تھے۔ جب سے میری اُنکی ملاقات ہوئی اُسوقت سے میں نے اُنکو ایک پختہ عیسائی پایا۔ وہ صاف دل اور خدا ترس آدمی تھے جیسے یومیہ کاسر میں جان تک اُنکا قابو چل سکتا تھا احکام انجیل کی پیروی کرتے تھے اور اس کتاب مقدس کو وہ ہر روز پڑھے خود کو کشش سے جس کا جگہ نشینی علم حاصل ہے وہ در کرتے تھے۔ میں نے اُنکو اکثر دیکھا ہے کہ جب سے اُنکی بسمارت میں فرق آگیا اور دوسری کتابوں کے پڑھنے کے لائق نہیں رہے اُس وقت سے جلی خط کی ایک

ص ۳۴

جلد دوم

ایک اُداسی برستی تھی لیکن اسپر بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ راضی برضا سے انہی ہیں۔ اور جس وقت میں خیال کرتا تھا کہ ایسے تنومند اور فطرتی آزاد مزاج نے اپنی طبیعت کو یوں مجبور کر رکھا ہے تو میرا دل بھر آتا تھا اور بیباختہ میرا کھونچا آنسو دہڑباتے تھے۔

لارڈ لارنس کی کیفیت دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر وقت اپنے کو ایک نادار مطلق برحیم کل رحیم اور عادل حقیقی کے روبرو تصور کرتے تھے جسپر ٹانگوں سے یقین تھا کہ مرنے کے بعد اپنے گل افحال کی اُس سے جو ادب ہی کرنا پڑے گی۔ وہ اپنی پابندی مذہب کا اظہار کبھی نہیں کرتے تھے اور خود مذہبی ذکر کر نکالتے تھے گورو زمرہ کے مسائل الہیات کے متعلق جب میں کوئی ذکر چھیڑ دیتا تھا تو وہ مستعرض نہیں ہوتے تھے۔ بعض نیک اندیش لوگ مذہبی معاملات کے تذکرہ میں جس طور کے خاص فقرات استعمال کیا کرتے ہیں جان لارنس اُس کے خلاف تھے لیکن جسوقت ایسی باتوں کا ذکر کرتے تھے تو انکی عبارت واضح اور غیر مصنوعی اور انتہا سے زیادہ مذہبی پابندی پر منحصر ہوتے تھے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ان فقرات سے جان لارنس کی طبیعت اور اُنکے خیالات بخوبی مانوس و مربوط تھے وہ ایسی کتابوں کو جو مذہبی کتابیں کہلاتی ہیں بہت کم پڑھتے تھے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ اُن سے بھلا استفادہ نہیں ملتی ہے جسقدر انجیل سے ملتی ہے۔

وہ اپنے باطن اور گارڈ عتیدے کا جو اُنکے گل امور میں ہادی تھا اقوال سے نہیں بلکہ افعال سے اظہار کرتے تھے۔ اُنکے خاص ضروری خیالات جو عیسائیت کے اعتقاد کے متعلق تھے صاف اور تین تھے جیسا کہ میں نے اُنکے منہ سے سنا ہے۔ انکو تاویلات یا نزاع لفظی سے شوق نہیں تھا۔ انھوں نے آزادانہ طور پر اس بات کو تسلیم کر کے انجیل کی بنیاد پر اپنا عقیدہ قائم کیا تھا کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جنکو نہ میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ سمجھا سکتا ہوں بلکہ صرف اس بات پر قناعت کیے ہوئے ہوں کہ وہ بطور کلام الہی قابل قبول ہیں جو خود (یعنی خدا) اپنے عہد زمانہ میں اُن لوگوں کو سمجھا دیا جو اسپر ایمان لائے ہیں۔ مجھ کو خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے دعاے طالب باران پر اعتراض کیا تھا کہ شیت الہی نظام قدرت کو تبدیل نہیں کرتی ہے تو لارڈ لارنس نے بعد کچھ سے کہا تھا کہ ”ہم کو دعا کے لیے خدا نے حکم دیا ہے اور ہماری دعائیں سبجا ہوگی اور میرے لیے فقط یہ عقیدہ کافی ہے۔“

لیکن جس حالت میں سر جان لارنس اپنے بچ کے شغلہ اور عیش میں اسطرح مشغول تھے جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں تو اُسی زمانہ میں وہ انڈین گونسل میں بھی روزانہ کام کرنے جاتے تھے۔

ہندوستان میں گذشتہ تین سال سے جس طرح کا کام وہ انجام کرتے آتے تھے اُس سے یہ کام نوع انھیں دونوں میں کسیقدر مختلف تھا۔ مخالف نکتہ چینیوں نے تو انڈین گونسل کے کام کا نام بیشک ”مشغلہ بیکاری“ رکھا تھا لیکن اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ میں اور اب بھی وہاں کا کام بہت ضروری تھا اور ہے اور اُس زمانہ میں ضروری امور کے تغیر و تبدل کے متعلق اسقدر بحث اور الجھاؤ رہتا تھا جو اب ممکن نہیں ہے کیونکہ اصل میں سلطنت ہند کی

و فقہائے گہرین تو اپنی بیش قیمت تعہیل کی کل مدت تک اہل لوگوں نے ترکوں کی خبر گیری کی۔ لارڈ کلائیسن بعد کے زمانہ میں اکثر لکھتا کرتے تھے کہ میں ایسا کوئی شخص نہیں رکھتا جس کی دوستی پر چارنس بریڈلی سے بڑھ کر جھگوہر و سہ ہو سکے۔

دوسرا نمبر شہزادہ و شہزادی کی شہزادہ کنین و شہزادی لاج واقع بازنط کا ہے جسے اس وقت سے لیکر مرنے تک برابر سبیل تواتر آمد و رفت اور خط و کتابت جاری رہی جس وقت وہ وائسرائے کی خدمتوں کے انجام کرنے میں مصروف تھے اور سر اٹھانے کی انگوہلیت نہیں ہتی تھی تو شہزادہ کنین نے انکی جاندا اور خانگی امور کا انتظام میں بند و بست رکھا تھا تیسرے نمبر شہزادی سنی۔ سناڈزن میں جنگی نسبت مشہور ہے کہ وہ شہزادہ کنین سے بڑھ کر اویس لکھ اس زمانہ تک بڑے مقیم رہے تھے اور ہمیشہ رات کو عرصہ تک کنارہ کش سوئیٹون سے واپس و جت کیا کرتے تھے جس سے دونوں کو بڑا عطا تھا اور لڑکوں کی تفریح کے کاموں میں بھی بہت شرکت کرتے تھے اور کریمش کے کاموں میں بھی انکو گھم کہ مدد میں دیتے تھے۔ اس زمانہ میں سر جان لارڈسن کے بہت لوگ گارڈس دوست ہو گئے تھے لیکن ان میں ان شخصوں کا مرتبہ کسی نے نہیں حاصل کیا تھا۔

پندرہویں نمبر سے انکو بڑا ذوق تھا لیکن وہ کسی مہنی کر کے اپنی عمر کی کسی فہم میں کسی فریق کے طرفدار نہیں ہوئے۔ وہ ہمیشہ آزادی ترقی اور مجبور غلامی کے طرفدار رہے وہ ہر امر کو انکے حالات متعلقہ کے اعتبار سے تجربہ کرتے تھے کسی خاص فریق کی طرفداری سے انھوں نے کبھی کوئی بات نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محض پاکدیشی ہوگی۔ مثلاً روم و روس کے پیچیدہ مسئلہ میں (ایسے وقت جب بین انکے حالات سے خوب واقف تھا) انکی واقفیت اور دوراندیشی ایسی بڑی ہوئی تھی کہ وہ انگلستان کے کسی جادہ اعتدال سے بڑھے ہوئے مکی فریق کی تائید میں اپنے خیالات نہیں ظاہر کرتے تھے۔ وہ دونوں گورنمنٹوں (جہاں گورنمنٹ کو چاہو نہ کو) کے حوالہ کے عیوب سے اس قدر واقف تھے کہ کسی کے جانب دار نہیں ہو سکتے تھے۔ انھوں نے ترکوں کو بحیثیت قوم کبھی بڑا نہیں کہا کیونکہ جو کچھ تھا وہ زیادہ تر انکے فرمانروایوں کے قصور سے تھا اور اس سے بھی کمتر انھوں نے روسیوں کو جیسا کہ بعض فرقوں کے درمیان رواج ہو گیا تھا مظاہرین کا بغرض اور روشن دل وادرس قصور کیا۔ انھوں نے اس تنگ چشمی کے خیال سے کہ ہمارا فائدہ ہو گا کبھی ترک یا بلطی یا سلطنت عثمانیہ کے مسلم رہنے کی طرفداری نہیں کی۔ لیکن یہ بات انکو اور بھی بڑی معلوم ہوتی تھی کہ روسی ایسے لوگ جن کے ملک میں خود انتہا مرتبہ کی بد انتظامی ہے اور جو خود مذہب ملکوں سے اس قدر پیچھے پڑے ہیں ترکوں کی حکومت میں اصلاح کرنے کی غرض سے نصرت بر عظیم جنگ و جدل پھیلا لے کے مجاز ہو سکیں۔ الغرض وہ مسئلہ کہ دونوں پہلوؤں سے دیکھتے تھے اور ایک آزادانہ اور مستعدانہ رائے انھوں نے قائم کی تھی۔

امریکہ کی فائدہ جنگی کے زمانہ میں وہ سوئٹھ گریٹ میں تھے اور یہاں وہ برابر شمالی ملک کے طرفدار رہے۔ اُنوقت بعض مشہور لیبرل لوگوں کے خیالات کچھ اور تھے لیکن سر جان لارنس کو ابتدا ہی سے یقین تھا کہ گو اتر دالون کی تدبیریں برسرِ حق نہ ہوں لیکن اس جنگ کے نتیجہ خواہ مخواہ یہ پیدا ہو گا کہ اُنکی کامیابی کی حالت میں حبشیوں کی آزادی ہو جائیگی۔ اور اگر ناکامی ہوئی تو وہ لوگ مدت تک غلامِ سبغ رہیں گے۔ ممالک متحدہ کی تواضع اور ترقی میں اُنھوں نے ہمیشہ بڑا شوق ظاہر کیا اور وہ اکثر اس بات کا افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مشرق میں لگاتار محنت کرنے سے زمانہ کا یہ کو فرصت دیا جو میں ملک مغرب کی سلطنت جمہوریہِ اعظم کی ایک مرتبہ سیر کر سکوں گا۔

اُنکی ذاتی حاجتیں نہایت ہی محدود تھیں۔ یہ حوائج بھی مثل اُنکی وضع کے سادے طور کی تھیں وہ اپنی ذات پر رویہ کا صرف ہونا گوارا نہیں کر سکتے تھے اور اُنکی زوجہ اور بیٹیوں نے جب کبھی کوئی قیمتی لباس یا زیور لے دیا تو وہ پیار سے بہت تنبیہ کرتے تھے کہ اُسکی کیا ضرورت تھی کیونکہ جو کام اُس سے نکل سکتا ہے وہی ارزان قسم کے لباس سے بھی نکل سکتا ہے۔ اس وجہ سے اُنکے لڑکوں کو بڑی خیرانی رہتی تھی کہ اُنکی سالگرہ کے دن کون سا ایسا تحفہ تلاش کریں جو اُنکے لیے موزوں ہو۔ نہ تو اُنکو حاجت تھی اور نہ وہ فضول چیزوں کو پسند کرتے تھے۔

اور اُدھر لڑکوں کی یہ کیفیت تھی کہ اگر سالگرہ کا دن بغیر کسی موزوں تحفہ کے دیے ہوئے خالی خولی گزر جاتا تو اطمینان نہوتا۔ ایسی حالت میں جان لارنس نے اپنی وفات کے چند روز پیشتر اپنی مستعد لیڈی سکرٹری (سکرٹری) مین گائٹ سے جو کچھ کما تھا وہ کوئی مہنسی دگی کی بات نہیں تھی بلکہ حقیقت میں ایک امر واقع کو بیان کیا تھا۔ اُنکی علالت اُسوقت بھی اُن پر بہت بھاری تھی لیکن اس بات کا کسی کو شک نہ تھا کہ وہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تھے۔ اور ایک روز اپنے اسی ساتھی کو لیکر معمول کے مطابق تھوڑی دیر ٹہلنے کے لیے جب گئے

تو اُنکو مجبوری ایک جگہ اپنے ساتھی کے بازو کا سہارا لینا پڑا۔ گردن جھکنے میں اُنکی نگاہ ایک کھڑکی پر پڑی جس میں ایک ٹوکرا تازہ اسٹرا بری کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ جان لارنس نے اُسکو دیکھا کہ اُنکے ”سمیں سے کچھ پھسل جھکو رہا جاتے تو کیا خوب بات تھی“ اُنکے ساتھی نے جواب دیا کہ ”چلیے اندر چل کر لے آئیں“۔ دونوں آدمی اندر گئے اور اُسکی قیمت دریافت کی۔ دوکاندار نے بتلایا کہ نصف گئی یہ سُکرا اُنھوں نے کہا کہ میں نے اپنی عمر بھر اپنی ذات پر کبھی استغناء صرف نہیں کیا اور یہ لکھ فوراً وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ اور اسی طرح اُنکے مرنے کے بعد

ایک اگلی لپٹیں یا کسی قسم کا کوئی زیور اُنکی ذاتی جائیداد میں ایسا نہ نکلا جو اُنکے قریب ترین دوستوں کو یادداشت کے طور پر دیا جاتا اور اسپر بھی تمام شان دار ملک مشرق“ پر اُنکا قبضہ تھا۔ ایسے سیدھے سادے اور نفس کش آدمی کی ذات جسکے پاس یادداشت کی کوئی شے نہیں نکلی شائد تمام یادداشتوں سے بہتر تھی۔

لیکن جس شے کو اپنی ذات پر صرف کرنے میں وہ اغراض کرتے تھے اُنکو وہ دوسروں پر خوشی سے صرف کرتے تھے۔

نواب فروری علی علیہ السلام

ظاہر اس نے سترخان لارنس کے دل پر بھی یہ اثر پیدا کیا تھا کہ

”ہم بالکل زمین سے محروم ہو گئے۔“

وطن میں رہنے کا جو زمانہ اب شروع ہونے لگا تھا اس کا لطف اس سبب سے اور دو بالا ہو گیا کہ اسی سال جون کے مہینہ میں سترخان لارنس کے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ لیکن یہ لطف محض چند روزہ تھا لوگوں کو یاد ہو گا کہ ٹوبرس پیشتر لاہور میں ایک سچے کے مر جانے سے سترخان لارنس کو کس قدر صدمہ ہوا تھا۔ اُن کی اصل نرم دلی کا حال لڑکوں علی الخصوص چھوٹے بچوں کے ساتھ سلوک کرنے میں ظاہر ہوتا تھا۔ پس وہ بالکل روکے نہیں تھے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ ”روسی آدمی کو کچھ ڈالے تو اندر سے تاناری آدمی نکلتا ہے“ لیکن سترخان لارنس کی کمینیت بالکل اسکے برعکس تھی۔ انکی رکھائی اصل میں بالاسے کمال ہی تک تھی اور یہی ہمیشہ نہیں پائی جاتی تھی۔ آئندہ فروری میں یہ لڑکی بیمار ہو کر مر گئی اور اُسکے والدین کو اس کا نہایت فاقہ ہوا۔ اور سترخان لارنس نے یہ سوچ کر کہ اُنکے اور لڑکوں کو دیہات کی آب و ہوا زیادہ موافقت کیگی قصداً کیا کہ لندن کو چھوڑ کر اور کسی جگہ رہنا اختیار کریں۔ سترخان لارنس اور اُنکی زوجہ کے کہنے سے اُنکو ترغیب ہوئی کہ سوئٹزرلینڈ میں رہیں۔ اور یہاں تین برس تک جان لارنس ایسے اطمینان اور خانگی آسائش سے رہے جو لندن والوں کو اکثر نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا مکان ایک قدیم دیہاتی وضع کا مکان تھا اور مسقدر و وسعت بخوبی اُس میں تھی کہ اُنکی بہن اور بیٹی اور خود اُنکے خاندان کے لوگ بغراخت آسین رہ سکتے تھے۔ اور اُس میں ایک بہت اچھا باغ شات ایکڑ زمین کے رقبہ میں تھا۔ گزشتہ سال کے ترددات میں لوگوں نے جان لارنس کو اکثر کہتے ہوئے سنا تھا کہ ”میں اب وطن بھاؤں گا اور وہاں ستا ہی کر دوں گا اور اب کچھ چھوڑ دے جس امر کو انجام کرنے کے لائق بھی ہوگا۔“ لندن کی پیش حبش سے اُنھوں نے بالکل قطع تعلق کیا اور بالکل دیہاتیوں کے طور پر رہنا اختیار کیا۔ میں نے اکثر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ وہ گھوڑوں کے بڑے شائق تھے اور اب وہ اپنی انتہا سے ترقی کی مسرت کے ساتھ گائیں بھیرٹان بکرٹان اور چڑیان پالنے لگے۔ اُنھوں نے ہر ایک جانور کو خوب ہالایا تھا اور اُنکی فراغت اس بات سے بہت ظاہر ہوئی تھی کہ اُنھوں نے ہر ایک جانور کا نام اُنکی خاص حرکات کے اعتبار سے رکھا تھا۔ ایک ایک بھیڑی یا بکری ہر ایک لڑکے کو اُنھوں نے دے دی تھی جسوقت وہ باپ کے اخراجات مگر لڑکوں کی خبر گیری سے مونی تازی ہو جاتی تھی تو فاصلے کے ساتھ اُنکے اصل مالک اُنکو خرید کر لیتے تھے۔ اور اس سبب سے جانوروں کی پرورش میں لڑکوں کو بھی اُنھیں کے برابر خیال رہتا تھا۔ موسم بہار میں شام کے وقت وہ لڑکے شریک ہوتے تھے۔ سینبر کو سہ پہر کے وقت گھر کے لوگ قرب و جوار میں سواری پر سیر کرنے جاتے تھے۔ اتوار کو شام کے وقت چنگیز پرائرس ”اور معرفت کے گیت پڑھنے جاتے تھے اور سب کے بعد اپنی

یہاں تک کہ سترخان لارنس کے دل پر بھی یہ اثر پیدا کیا تھا کہ

ابتدائی مہمات ہند کے زمانہ کا کوئی قصہ شکار ڈاکہ زنی یا قتل عمد کے بارے میں بیان کرتے تھے جسکو سوائے اُنکے اور کوئی شخص کم بیان کر سکتا تھا اور ان قصوں کو سن کر حاضرین جلسہ نہایت متحیر ہوتے تھے۔ بس اسی طرح کی بے تکلفانہ باتوں میں وہ ہمیشہ اُٹھاتے تھے۔

جو جانور سر جان لارنس کے بہت پسند تھے اُنکی وہ بڑی خبر گیری رکھتے تھے اور اُنکے متعلق جو کام ہوتا تھا وہ دوسروں پر بہت کم چھوڑتے تھے۔ چنانچہ ایک مشہور پادری ریورنڈ جان ایشمٹھ (جو فی الحال لائٹم ریجنس کے وکاز ہیں) کے بیان سے جو نہایت طاقت ور شقی اور نرم دل آدمی تھے ظاہر ہوگا۔ یہ روئی کے قحط کا زمانہ تھا اور بچے ایشمٹھ کو جو اُس وقت شمالی انگلستان کے ایک پیریشن کے مہتمم تھے اور سر جان لارنس سے بالکل واقف تھے اُنھوں نے کہلا بھیجا تھا کہ جب اس گردنوح کے مصیبت زدہ شرکار کا رخا نہ کی فریادیں سننے میں آئیں تو اپنا صدر مقام سوئٹھ گینٹ ہی میں قائم کریں۔ ان لوگوں کو جو تکلیف تھی اور جسکو وہ بہادری سے برداشت کر رہے تھے سر جان لارنس کو اُسکا بڑا قلق تھا اور وہ ہر طرح سے اُنکی بہدردی کے اظہار کے خواہشمند رہتے تھے۔ ایک روز صبح کو اتفاق سے میزبان اور عمان دونوں شخص ساتھ ساتھ لندن کو روانہ ہوئے ایک کو انڈیا آفس جانا تھا اور دوسرے کو ایک جلسہ کی جو مصیبت زدہ شریکوں کی امداد کے بارے میں ہونے والا تھا صدارت کرنا تھی۔ ایشمٹھ کو پیدل جاتے وقت یہ دیکھ کر کہ سر جان لارنس نفل میں ایک گٹھری جو بھدی اور بظاہر وزنی معلوم ہوتی تھی دبائے ہوئے ہیں۔ اُنکے ساتھی نے کہا کہ لائیے اسکو میں لے لوں سر جان لارنس نے جواب دیا کہ ”یہ آپ کی عیاض ہے لیکن میں اسکو کسی شخص کے سپرد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بڑی مالیت کی شے ہے“۔ جب وہ لندن میں پہونچے اور بھیر سے نکل کر ایک گاڑی کی طرف جانے لگے تو اُنکے ساتھی نے پھر وہی بات کہی سر جان لارنس نے جواب دیا کہ ”میں یہ گٹھری کسی کو نہ دوں گا“۔ بعد اسکے جب دونوں آدمی گاڑی پر بیٹھ چکے تو سر جان نے کہا کہ ”میں آپ سے بتا دوں کہ اس گٹھری میں کیا ہے اس میں ایک بکری کا بچہ ہے“ اور بیشک یہ ایک زندہ بچہ تھا جو ایک مشہور نسل کا تھا اور اسکو سر جان لارنس اپنے ہاتھ سے ایک اپنے ہندوستان کے دوست کو دینے جاتے تھے سوئٹھ گینٹ کے قیام کے زمانہ میں سر جان لارنس نے بہت سے نئے آدمیوں سے گاڑھی دوستی پیدا کر لی تھی۔ یہی اُنھوں نے ہندوستان کی ملازمت کے ہر زمانہ میں کیا تھا حتی کہ جب وہ لاہور میں بڑے اہم کام کو انجام کرتے تھے تو اسوقت بھی اُنھوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

ان میں سے میں آدمیوں کا ذکر میں اُنکا نام بتا کر کرتا ہوں سب کے پہلے اور سب سے بڑھ کر سر جان لارنس بڑی بڑی اُنھوں نے دوستی کی جنھوں نے بعد کو اپنی زوہر ہنر میں بریڈنی کے ساتھ نہایت رفاقت کا حق اسطور بڑا دیا کہ جب سر جان لارنس ویتھرنے ہند تھے اور سر ہنر میں پنڈو جنگلی خاطر میں وہ اپنے لڑکوں کو سپرد کر گئے تھے

موسم ہمارے کے باقی ماندہ جینے مقام و درگاہ میں صرف ہوئے۔ اور اپنے لوگوں کی تعطیل کے زمانہ میں سرخان لائسنس اپنے کو بالکل انھیں لوگوں میں مصروف کر دیتے تھے۔ وہ لوگوں کے تمام کیلون میں شریک ہوتے تھے علی الخصوص گز کوٹ میں جو اب متروک الروج ہو گیا ہے مگر جس میں جان لائسنس بہت شائق تھے وہ ہمیشہ شریک ہوا کرتے تھے۔ سہ پہر کو وہ اپنے دونوں بڑے بیٹوں اور لڑکیوں کو ساتھ لیکر انڈول یا کسی اور مقام تیز گھوڑے دوڑاتے ہوئے جاتے تھے۔ جان لائسنس آگے چلتے تھے اور یہ لوگ پیچھے پیچھے اس بات کی کوشش میں چلے جاتے تھے کہ کسی طرح اُنکے قریب رہیں جب تعطیل ختم ہو گئی تو وہ اپنے مولد کی سیر کو گئے جس کی تجویز وہ عرصہ سے کر چکے تھے انکاء یہ مولد ریچنڈ واقع یازک شایر میں ہے۔ وہ اپنے دل میں سمجھتے یا تصور کرتے تھے (اور شاید یہی ممکن بھی تھا) کہ انکا دورہ اب ختم ہو گیا اور ظاہراً انکا وہاں بات کا بڑا اشتیاق معلوم ہوتا تھا کہ اُن پانچوں کو ایک نظر اور دیکھ آئیں جہاں وہ پیدا ہوئے تھے۔

ریچنڈ ہے وہ انوریری کی کاسل کو گئے اور وہاں ڈیوٹک و ڈیچ آرمینل کے مہمان ہوئے اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ جو دوستی اُنکے باہین اسوقت پیدا ہوئی وہ مرنے کے بعد ختم ہوئی۔ انھوں نے ڈیوٹک کو ایک ایسا شخص پایا جو معاملات ہند کے متعلق اُن کی تمام راپوں سے اتفاق کرتے تھے۔ سرخان لائسنس قوت بیان میں اپنے کو ہمیشہ کمزور پاتے اور اسپر افسوس کرتے لیکن ڈیوٹک آف آرمینل بڑے طبعی انسان تھے اور ہر موقع پر ایسی تقریر کرتے تھے جو بلا غرض و فکر اور بھنائی تمام فصاحت میں شل دریا سے روان ہستی تھی۔ ڈیوٹک آف آرمینل نے اسوقت اور اُسکے بعد بھی اپنے نامور مہمان کے باجے میں جو کچھ خیال کیا بخوبی مشہور ہے۔ لیکن ڈیوٹک نے وہ گذشت قندھار کے متعلق آخرین زمانہ میں نہایت شد و مد سے جو بیسیج دی تھی میں اُسکے ایک فقرے کو جو شاید تمام بیسیج کا لب لباب ہے محول کر لیا۔ اُسے اجتناب نہیں کر سکتا۔ ڈیوٹک آف ریچنڈ کا دفتر ہے کہ ہندوستانی معاملات کے تمام مستند و افضلہ دون میں جن سے غم سے سابقہ پڑا ہے انہیں ایسا کوئی شخص سیری نظر سے نہیں آتا جسکا بیسیج اسے وسعت خیال اور پابندی اور سادگی و وضع میں لارڈ لائسنس سے مقابلہ ہو سکے۔“

سرخان لائسنس کی ڈیچ آف آرمینل سے جو ملاقات ہو گئی وہ دونوں کی خوشی کا باعث ہوئی۔ ڈیوٹک بخوبی اور مختلف قوتوں نے جان لائسنس پر بڑا اثر پیدا کیا۔ وہ اکثر گفتگوں کا میٹھے ہوئے آپس میں باتیں کرتے رہتے تھے اور ڈیوٹک کی صلاح بڑا نہ مابعد و ایک نہایت نازک موقعوں پر اپنا اثر پیدا کرنے میں قاصر نہیں رہی۔ انوریری سے وہ گانگلو کو گئے تاکہ شہر کی آزادی حاصل کریں اور وہاں جانے کے وقت ایسے ماکے سے ہرگز گذرے جو سرد انکڑا شکاٹ کے ایسے شائق کو بہت ہی مانوس و مریوط معلوم ہوا ہو گا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔

جان لارنس میں اسکا ٹینڈ کے باشندوں کی بڑی خاصیت تھی اور وہ اسکا ٹینڈ کی اس تجارتی و اسطاعت کو محض خاطر و مدارات کے شہر ہونے کے سوا کچھ اور سمجھتے تھے۔ گلاسگو کے قیام کی حالت میں وہ ڈاکٹر میکینڈ کے ہمان ہوئے اور ایک یادداشت سے جو انھوں نے مجھ کو عنایت کی ہے میں دو ایک فقرات اقتباس کر کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

بزرگسین ٹیکٹ ایلیان شہر کے ایک مجمع کثیر کے روبرو سنی ہال میں اُنکو دیا گیا اور اُسکے قبول کرتے وقت انھوں نے جو اپنے پیچ دی وہ نہایت توجہ سے سنی گئی۔ وہاں نہ تو فصاحت یا شان و شوکت کا کوئی اظہار ہوا اور نہ اُن لوگوں کی تعریف یا تحسین نے اُنکی عزت کی تھی جو شاء کے الفاظ استعمال کیے گئے۔ وہ اکثر ضروری معاملات وقت پر تقریر کرتے تھے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ زمانہ اُنکی نوجوانی کا تھا لیکن ایک بڑے مشکل کام کے ترددات سے اُنکا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔ ایسے شخص کے شیرازہ نعرے کا سامعین پر بڑا اثر پیدا ہوا یہ چند روز اُنکے بڑے عیش کے دن تھے کیونکہ حسن اتفاق سے اُس زمانہ میں سنو شیل سائینس اسوسی ایشن کے جلسے گلاسگو میں منعقد ہو رہے تھے جسکے پرنسپل لارڈ برونو ہام تھے پرنسپل کا نام جو نامی گرامی لوگ موجود تھے سر جان لارنس بھی اُنہیں لوگوں میں تھے اور وہ بڑے فصیح ایلیان شخص نے جبہ کے انشراح کے متعلق جو ایڈریس دیا تھا اُسکو بڑے لطف سے سنا۔ ایک روز میں اُنکو رابرٹ پیئر متونی کے خوبصورت مکان پر لگیا جنھوں نے جہاں پر کارروائی کر کے تمام عالم میں شہرت حاصل کی تھی۔ رابرٹ پیئر اور اُنکے تعلقین کو دیکھ کر سر جان لارنس بہت خوش ہوئے کیونکہ اُنکی تحصیل کی دلکش کیفیت اور شاہی محلات کے دور مہکانوں کی کاریگری دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے۔ میزبان نے تصویریں اور سنگی شبیہیں اور چینی کے ظروف و دستور کے موافق اپنے ہمان کو دکھائے۔ اُنکے ہمان فطرتی خوبصورت تھے شائق تھے لیکن اس بات سے اعتراف کرنا لازم ہے کہ وہ کاریگری کی چیزوں سے دوسری اشیاء کو ترجیح دیتے تھے۔ میرے یقین میں اصل قویہ ہے کہ انھوں نے ریمبرینڈٹ یا ٹیٹن کی نسبت رامبائے کے ناسدان کو زیادہ پسند کیا جس میں بہت سے غائب بنے ہوئے تھے۔ کیونکہ اُسکے حوالہ کرنے میں انھوں نے اُس ہیٹ کو یاد دلایا جسکو ستر وائرنگ کاٹ شاعر نے اپنے شاعرانہ ہنر ذریعہ سے ”نمائش آف دینی بلیک میل“ کے ٹیٹ میں بنایا تھا۔ یہ اشارہ جو کلائٹ قوم کی طرف سے اُس سے صریحی طور پر مجھ کو ظاہر ہوا کہ اسکا ٹینڈ کے اس سفر میں اُن کے دل پر کلائٹ قوم کا بڑا اثر پیدا ہوا۔ انوریریٹی سے جاتے وقت وہ آرمین مشائروں پر شہر شائروں کے پہاڑوں کے مختلف حصوں سے ہو کر نکلے تھے۔ روزہ کو اُنکو انتہائے مرتبہ اس بات کا افسوس (اگرچہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں اُنکا خیال کس قدر سبباً لائق تھی) ہوتا تھا کہ گائیون اور میدانون کی آبادی جو راہ میں اُنکو ملتی جاتی تھیں بالکل تباہ ہو گئی ہیں اور قدیم گھاناں اور گائرو لوگوں کے صرف دیرانوں کا نشان رہ گیا ہے۔ کسانوں اور کاشتکاروں کی جماعت تباہ ہو گئی اور انکی جگہ مستاجر قائم ہو گئے۔ اور مستاجروں وغیرہ کی آبادی بھی اُنہیں بڑے غلامانہ و غورن یعنی ہرن کے جنگلوں کے لیے تباہ کی گئی۔ ستر وائرنگ کاٹ نے اپنی پُرانی غزل متعلقہ ٹیٹنگر کے ریلوے گاؤں میں جو کھنسا ہے

اور جس طرح نئی سن شاعر نے ٹیڈکن آف دی گلڈن کے بارے میں کہا تھا اسی طرح میں انکے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ

کرے انکی پردہ دوری لاکھ خالصہ یہ انکو پریشان نہ ہونا پڑیگا

انڈیا آفین کے متعلق جان لائسنس کو جو خدمتیں کرنا تھیں ان سے ضرور پوچھا کہ وہ لندن یا لندن کے قریب کسی مقام پر رہیں لیکن چونکہ وہ اپنی تمام خواہشوں میں سیدھے سادے اور بے خلعت آدمی تھے اور خود نمائی سے نہایت اکرا کرتے تھے اس سبب سے انھوں نے خان لیا کہ جہاں تک ممکن ہو لندن سے دور رہنا چاہیے لندن کی سوسائٹی میں جو جو باتیں عمدہ تھیں ان سب کے وہ بے شک شریک تھے۔ جو باتیں دنیا داری یا لغو بات یا اس سے بھی زیادہ برائی کی تھیں ان سے وہ الگ رہتے تھے۔ سرٹھنری لائسنس کی چھوٹی بیٹی جسے اسوقت بھی اپنے باپ کی متعدی اور بہت کا کچھ کچھ نمونہ دکھا دیا تھا اپنی بہن سرٹھنری کے ساتھ کچھ دنوں سے رہتی تھیں۔ اور تجربہ کیا گیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو سکے ایک ایسا مکان تلاش کیا جائے جس میں دو نوں گھروں کے لوگ ایک قبیلہ کے طور پر رہ سکیں۔

سرٹھنری لائسنس نے انڈیا آفین کے متعلق ابتدا میں نیا کام کرنے کے بعد اگست کے مہینہ میں پیمپل تعطیل بائی جو شاید اس وجہ سے بھی طور پر کسی شخص نے اسوقت نہ پائی ہوگی۔ اور اپنی زوجہ اور بڑے چاروں بیٹوں کے ساتھ بطریق سیریزنگینڈ فور واند ہوئے۔ ان لوگوں نے ٹرگنی کی سیر کی۔ لکھنؤ کے جنگلوں کو طے کیا۔ لکھنؤ لائسنس کے دونوں بھائیوں نے بیان شمالی حصہ ملک میں قیام کیا اور آخری مرتبہ لکھنؤ کی مذکور کے بچپن کے مکان کو ایک نظر دیکھا جو آب اجنبیوں کے قبضہ میں تھا اور انکے بعد بڑے دن کے پھوٹے ہوئے ایک وسیع مکان جس میں محل جماعت کے لوگوں کی گنجائش ممکن تھی شمالی باؤڈ پارک گارڈن میں مل گیا۔

آرائش مکان اور انخفاہ خانہ داری ان لوگوں کے لیے جو حصہ دراز تک اور ہی حالت سے ہندوستان میں رہے تھے ایک دشوار کام تھا لیکن آخر کو اسکے بھی سب مراتب طے ہو گئے اور سرٹھنری لائسنس کو یونی ورسٹی حاصل ہوا جس کے لیے حصہ دراز تک وہ ہندوستان میں سرد آہن بھرتے رہے تھے یعنی یہ کہ ان کا ایک ذاتی مکان ہوتا اور ان میں انکی پیاری بہن اور سب لڑکے بالے اگر جمع ہوتے۔ بہن کے سبب سے گویا انکے بچپن کا زمانہ پھر عود کر آیا مشترک طرح وہ اپنی بہن سے ہر بات میں صلاح لیتے تھے اور ہر روز شام کو ان کے بستر کے قریب جو آتش دان تھا وہاں بیٹھ کر دیر تک باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ بہت جلد تندرست ہونے لگے اور معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان کی آب و ہوا کا اثر ان پر کچھ زیادہ نہیں ہوا۔ انڈیا آفین کا کام انکی اس بات کے سمجھنے پر کو کافی تھا کہ وہ کامل نہیں ٹھہرتے تھے مگر اس بات کے سمجھنے کے لیے کتابت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تعطیل میں نہیں ہیں۔ فی الجملہ وہ اور انکے سب متعلقین اتنا سے زیادہ خوش تھے۔ لکھنؤ لائسنس لکھتی ہیں کہ۔

نوائے نوری عشرت نایت و سرستہ ارم

اُن دنوں میں ہم لوگ بڑے سویرے اُٹھتے تھے۔ پانچ بجے گھر کے سب لوگ نماز میں شریک ہوتے تھے اور اُسکے بعد تو کون کاغول ہمارے ساتھ ناشتہ کرتا تھا۔ وہ کل جامعیت کی جان ہوتے تھے اور جو لطیفہ وہ بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو کتنے اُچکے پھاندتے پھرتے تھے وہ باتیں مجھ کو آج تک فراموش نہیں ہوئی ہیں۔ دس بجے کے قریب وہ انڈیا آفس کو جاتے تھے اور علی العموم اسوقت پلٹ کر آتے تھے جب شام ہو جاتی تھی۔ لیکن مکان سے روانہ ہونے کے قبل وہ ہمیشہ ذرا ذرا سے خانگی معاملات میں بھی مدد دینے کو مستعد رہتے تھے۔ اس زمانہ میں کپتان انیسٹ وک سے اور ہم سے بڑی گاڑی دستی ہو گئی تھی اور اس زمانہ کے بعد وہ ہمیشہ ہم لوگوں کے بڑے نادرا و گر ان قدر دوست رہے۔ وہ اور میرے شوہر اکثر ساتھ ساتھ ٹہلتے ہوئے گھر پر چلے آتے تھے۔ ہمارے یہاں بہت سے اگلے دوست بھی آیا کرتے تھے اور میرے شوہر کے عزیز و اقربا برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ اس زمانہ میں شام کے وقت اکثر ہم لوگ کم نکلا کرتے تھے کبھی کبھی وہ باہر نکلا کھاتے تھے لیکن ہمیشہ اُنکو اسکی پروا نہیں رہتی تھی۔

وہ کلب میں بھی کبھی زیادہ وقت نہیں صرف کرتے تھے۔ گھر پر اگر وہ اکثر اخبارات کے سینے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ شام کا وقت علی العموم آواز بلند اخبارات وغیرہ پڑھنے میں صرف ہوتا تھا۔ بعض اوقات وہ دل ہی دل میں پڑھتے تھے لیکن اُنکو بالیاں خانہ دان کی صحبت سے کچھ ایسی رغبت تھی اور اتشدان کے قریب تمام لوگوں کا جمع ہونا اُنکو کچھ ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا کہ وہ علیحدہ کتب خانہ میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ آواز بلند ہر شخص کو پڑھ کر سناتے تھے۔ پولیٹیکل معاملات سے اُنکو بڑا ذوق تھا لیکن فعلاً انہیں شرکت نہیں کرتے تھے کبھی کبھی وہ دفتر کا کام گھر پر بھی لایا کرتے تھے اور مجھ کو خوب یاد ہے کہ میں رات رات بھر اُنکے پاس بیٹھی رہتی تھی اور جو کاغذ جتنی جلد وہ لکھتے تھے اتنی ہی جلد میں اُسکی نقل کرتی جاتی تھی۔ اس سے مجھ کو انتہائی کی خوشی حاصل ہوتی تھی کیونکہ ہندوستان کے قدیم ایام بھر یاد آتے تھے۔ اس قسم کے کام کی اب مجھ کو کوئی ضرورت نہیں تھی۔ صرف اپنی طبیعت بھلانے کے لیے میں اُس میں شریک ہوا کرتی تھی۔

اس سال مئی کے مہینہ میں جان لارنس چرنچ مشن کے جلسہ میں جو بھقام اسٹریٹ ہال منعقد ہوا تھا شریک ہوئے۔ اس موقع پر ستر ہزبرٹ اڈورڈس نے اپنی مشہور اسپچ دی تھی۔ یہ وہ اسپچ تھی جسکو ہر شخص یہی کہتا تھا کہ ایسی فصاحت کی تقریر کبھی سننے میں نہیں آئی۔ جسوقت ستر ہزبرٹ اسپچ لکھ کر بیٹھے تو بڑے شور و زور اور گرمجوشی سے لوگ ستر جان لارنس کو پکارنے لگے جو پلیٹ فارم پر موجود تھے لیکن حجاب جو اُنکا خاصہ فطرتی مانع حال ہوا۔ اُنکو اپنے دوست کی کامیابی سے بڑی خوشی حاصل ہوئی زیادہ تر اسوجہ سے کہ ستر ہزبرٹ اڈورڈس کی یہ اسپچ ان اعتراضات کی گنجائش نہیں رکھتی تھی جو اُنکی ایک سال پیشتر کی تحریر پر کیے گئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ستر جان لارنس کی نکتہ جینیون نے تعصب کو یکطرفہ طور پر ستر ہزبرٹ اڈورڈس کے دل سے دُور کر دیا تھا جس سے سرگرمی اور عیسائیت کے دلوں میں کسی بات میں کوتاہی نہ ہونے پائی۔

پیش کی ہے اسکی اہمیت حضور ممدوح کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کر دین چھوگرہ کتاب ہر حالت میں حضور کو خطرہ کے کتب خانہ میں ایک پیش قیمت اضافہ پیدا کر سکتی ہے اسواسطے حضور ممدوح نے جگوہ اس امر کے غماہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے کہ حضور ممدوح نے مزید سرت سے اسکو یہ حکم قبول فرمایا کہ اسکا ایک ایسے شخص نے مذہب یا ہے جس کی خدمات کو حضور ممدوح ہندوستان کے لیے انتہا سے زیادہ وسیع تصور فرماتی ہیں۔

سرخان لارنس سے اکثر مرتبہ شاہزادہ آئبرٹ سے دیر تک ملاقاتیں رہیں اور شاہزادہ موصوف کی مفصل واقفیت معاملات ہند سے اُنکے دل پر بڑا اثر ہوا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بہت سے انگلش ممبر جنکی نسبت جگوہ بڑی بڑی باتوں کی امید تھی محض فضول باب کہنا جانتے ہیں اور ایسے معاملات سے انکو ذرا بھی حظ نہیں تھا۔ لیکن شاہزادہ آئبرٹ کا علم وسیع بھی ہے اور مفصل حالات سے واقفیت حاصل ہے۔ میں ابھی اوپر بیان کر آیا ہوں کہ سرخان لارنس کو اسوقت کس قدر حیرت ہوئی تھی جب شاہزادہ ممدوح نے اُسے کہا تھا کہ میں نے آپ کی اس تحریر کو پڑھا ہے جو دربارے سندھ کو انگلش مقبوضات کی سرحد قرار دینے کے صوابدیکہ کے بارے میں لکھی گئی تھی اور میں اسکو دل سے پسند کرتا ہوں۔ اور یہاں میں اس بات کو بھی بیان کر سکتا ہوں کہ اسکے کوئی دو برس بعد اور اس جوان مرگ کے چھ مہینے قبل جس سے بہت لوگوں کو پہلے پہل پٹیشن کنسٹرنٹ کی اعلیٰ یاقوتوں اور کوش متا اور جفاکشی کا حال قرار واقعی معلوم ہوا سرخان لارنس نے اپنے دوست کپتان اینڈونوک سے کہا تھا کہ مدین کوئی درباری شخص نہیں ہوں لیکن شاہزادہ آئبرٹ نے ہمیشہ میرے دل پر یہ اثر پیدا کیا کہ اُن سے بڑھا ذہنی فہم و فراست شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

ہندوستان کی طرح انگلستان میں بھی لوگوں کو اس بات سے انتہا دیرتہ کی حیرت تھی کہ سرخان لارنس ایسا شخص جسکی قابلیتوں کا ایک عالم نے اعتراف کیا تھا اور فعلاً بیڑہ نہ بنا۔ انگلستان کے ناراض اشخاص کا چارہ کار اور فریادیوں کا بڑا فریادرس اخبار نویس ہے اور اس اخبار نویس کے ذریعہ سے آخر کو عوام الناس کی ناراضی کا اظہار ہونے لگا یعنی جہلیان پیچھے لگیں۔ علی الخصوص ایک چٹھی "انڈین کینیڈا" کے مشہور نام سے چھپی تھی اور آسٹین بیان کیا گیا تھا کہ سرخان لارنس جو فی الحال میڈیونٹ کیے گئے تھے لارڈ لارنس کے وقت میں آپیکہ بہت روز قبل ہی اُنکے واسطے تجویز ہو چکا تھا۔ یعنی خدر کے ایک برس پیشتر اور اسواسطے خدمات سابقہ کے صلہ میں میڈیونٹ خطاب دینے کو کہا تھا اور اس سمجھ کے ایک شہسوار معروف آئبرٹ میں عین دیکھتا ہوں کہ گو تین واسطہ درجہ کے لوگوں کو جو پیری کا عہدہ دے دینا نامہ نگار کو ایک ایسی من لکھی جسکی شرح اُسے خوب نامہ نگار مذکور رکھتا ہے۔

جگوہ شکر گراہو تا چاہیے کہ انگلستان کی خدمت اسوقت تک بڑی شرف انفسی سے کی جاتی ہے کہ اسکو معلوم نہیں

کہ اس طور سے جو لوگ اسکی خدمت کریں انکو صلہ دنیا کیسنا ہوتا ہے۔ اور یہ خیال کر کے اپنا دل سمجھا لینا چاہیے کہ اس سے ستر جان لارنس کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ انکے نام سے عمدہ پیر یعنی عمدہ پیر یعنی کا منصب ان کے نام کو کچھ رونق نہیں دے سکتا تھا۔

ایک اعزاز ستر جان لارنس کے لیے اور رکھا تھا جسکو اگر بین اس موقع پر بیان کروں تو سبب انہوگا۔ طول طویل بحث کے بعد جس میں حضور ملک مظلہ اور شاہزادہ اٹھرنٹ نے بڑے اشتیاق سے شرکت کی تھی جدید درجہ ناپٹ کے قائم کرنے کے تمام مراتب طے ہو گئے اور یہ قرار پایا کہ اس درجہ کو آرڈر آف دینی اسٹارٹ آف انڈیا، کہا جائے۔ تجویز کیا گیا کہ آسین ولایتی اور ہندوستانی ملاکرہ ۲۰ ناپٹ ہوں اور بادشاہ وقت گرینڈ ماسٹر قرار پائے۔ پہلے پہل یہ رسم خطاب دہی تاریخ یکم نومبر ۱۸۵۷ء بمقام فوڈز زکاسل عمل میں آئی اور اس روز ستر جان لارنس کو مع ان کے قدیم دوست لارڈ کلائیڈ ہمارا راجہ ولیپ سنگھ جنرل پاکت اور لارڈ بیرسن کے جدید آرڈر کا خوبصورت تحفہ دیا گیا۔ تحفہ سونے اور ہیرے کے دو ستاروں سے شامل ہے جو آسمانی رنگ کے مینا کا ریشم میں لٹکا ہوا ہے اور آسین یہ مناسب کلمہ (کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب کے موافق ہے) منقوش ہے دو آسمانی روشنی ہماری ہادی ہے۔ کارکنوں سے جس میں کچھ کی شاخیں بندھی ہوئی ہیں شامل ہے اور اس آرڈر کی چپراس و حضور ملک مظلہ کا چہرہ ایک سنگ سلیمانی پر ہے۔

اس امر کو خاص کر کے جس شخص سے تعلق تھا اسکی خوش قسمتی سے ایڈریسٹون کا پیش ہونا اور اسپینچون کا سنا ہمیشہ کے لیے جاری نہیں رہ سکا۔ لندن سوسائٹی کے مقدمہ البیش یعنی ستر جان لارنس کسی شخص کے نزدیک ڈھول کے اندر پول نہیں تصور کیے گئے بلکہ مخرقات رسوم اور تکلفات جنگو انسانی عیش سے تعبیر کرتے ہیں جان لارنس کی نسبت کسی کو جلد تر بے لطف نہ معلوم ہوئے ہونگے اور قبل اسکے کہ انڈیا آفس کے متعلق انکی خدمات کا جو مختصر حال مجھو بیان کرنا ہے بیان کروں پہلے میں کسی قدر اس عیش کا ذکر کرتا ہوں جو انھوں نے چار برس کی عیال داری اور اپنے لڑکوں اور جانوروں اور جدید لڈانڈ سے جن میں انھوں نے ترقی پیدا کی تھی اور پرانے لڈانڈ سے جنگو انھوں نے پھر اختیار کیا تھائے دوستوں سے جواب پیدا کیے تھے باپرانے دوستوں سے جو انکے گرد جمع ہوتے تھے اور پڑھنے لکھنے اور سیر و شکار کرنے سے حاصل کیا تھا ہمیں شک نہیں کہ یہ باتیں بے حقیقت ہیں اور فی نفسہ سوانح عمری کی مروجہ عظمت کے آگے پست تر معلوم ہوتی ہیں لیکن مجھو جو امر مقصود ہے کہ ستر جان لارنس کی کیفیت سرکاری اور خانگی ہر ایک حیثیت اور ہر پہلو سے ظاہر کروں اسکے لحاظ سے مذکور بالا باتیں اجنب نہیں ہیں میں خوب جانتا ہوں (کیونکہ میں ہر ایک امر کو تلاش کامل کے بعد لکھنے کا پابند رہا ہوں) کہ گو وہ عیوب اور ناہمواری سے بھرپور نہیں تھے یعنی وہ فرشتہ نہیں بلکہ آدمی تھے لیکن اسپر بھی وہ ایک سچے بہادر تھے

مشل اور گرہوں کے یونینو مشیائے بھی انکی خدمتوں کی اعتراف کی شائق نصین جان لارنس نے آکسفورڈ اور کینٹربرج دونوں کالجوں سے موسم بہار کے سالانہ جلسہ اعظم میں ڈینی سٹی پل کی انٹرنیری ڈگری پائی۔ دو تین کالجوں میں انکا بڑی گرمجوشی سے استقبال ہوا۔ اور بجاو شاید آکسفورڈ کے موقع کے متعلق چند باتیں بیان کرنا مناسب ہیں کیونکہ جنگی سوانح عمری میں لکھ رہا ہوں پہلے پل ان بزرگوار کو میں نے وہیں دیکھا تھا۔ باوصف اس تمام محنت و مشقت کے جو وہ کر چکے تھے جان لارنس کامل طور سے صاحب قوت اور نوجوان معلوم ہوتے تھے اور جھکو خوب یاد ہے کہ جو وقت تیسٹر کے بڑے پھاگ کھلے اور ان انٹرنیری ڈگریوں کا پانے والا ڈاکٹر پچون واپس چھٹیلنے کے رو برو حاضر ہونے کو درمیان کے کسی کمرے کی طرف بڑھا تو ہر شخص اس بات کی کوشش میں کہ پہلے وہی ایک نظر اٹکودیکھ لے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

انڈر گراجویٹ لوگ انکے نام و ارچہ سے کوو کمکر چند لمحہ کے لیے اپنی حماقت کو بھول گئے تھے ورنہ اگر یہ ہنسنے تو کچھ عجب نہ تھا۔ نیو ڈیپٹ پرائیوٹ ترم جو انٹینی ایملین متعلقہ یونیورسٹی کالج کو ملا تھا اور بالکل عظیم الشان منا اتفاق سے وہ کھنڈ کے معرکے کے متعلق نہایت ہی موزون طور پر نظم ہوا تھا۔ اور جھکو خوب یاد ہے کہ جب سر فری لارنس کی خدمتوں اور موت کے بارے میں چند اشعار پڑھے گئے تو چاروں طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہونے لگی۔

اُسکی وہ بہت مردانہ وہ رعب و صولت
آدمائی ہوئی برسوں کی وہ عقل اور حکمت
دل میں ثابت قدیمی طبع میں وہ تقویت
بیدوں میں بھی جسے دیکھ کے آئے ہمت
ارے او غلم کے گولے یہ کیا کیا تو نے
واسے اسے موت نہ لارنس کو چھوڑا تو نے

لندن کے اس موسم بہار میں سر جان لارنس کی چاروں طرف دھوم مچی ہوئی تھی۔ ایک دو سبت جو ایک اترا شہیدہ لوجان سیمین تھا اور پہلے پہل رخصت فر لیکر آیا تھا اسے سر جان لارنس کے چچہ کیفیت بطور یادداشت کے لکھی ہے جسکو میں ذیل میں حرف بہ حرف درج کرتا ہوں۔

جھکو خیال ہو کر میں نے جان لارنس کے اوضاع و اطوار سے جب وہ صدر کے بعد آئے تھے بڑے نہ دیکھی ہوگی۔ اسپر اس بھاری حیثیت کا نقش متوش تباہ کی وجہ سے انھوں نے محافظہ ہند کا نام عام آسن زمانہ میں دوسرے وقت تھے۔ انکی دعوتیں کرنے کا ایک دستور بندہ گیا تھا۔ حضور مالکہ عظمیٰ اور تمام کہ وہ ہم لوگوں میں لین مگر انھوں نے اپنی وہی نہادگی اوضاع و اطوار اور لذائذ میں قائم رکھا۔ بعد اسے آج سٹھ مہس سے اب کچھ ہی انکی حالت بدلی تھی۔

سر جان لارنس نے سلطنت اور تاج کی جو خدمتیں کی تھیں، سناہی خاندان کے

نوائے نوری نے ثابت دسمبر ۱۹۰۷ء
سوانح عمری لارنس مریم بلند دوم
۲۲۸
نوائے نوری نے ثابت دسمبر ۱۹۰۷ء

کافی طور سے اعتراف کیا۔ منصفانہ اور عادلانہ سرحدی حکمت علیٰ جس نے افغانوں کو سکھایا تھا کہ انگلستان سے کسی طرح کا اندیشہ نہ رکھنا چاہیے اور جس نے اس غدر کے زمانہ میں ہکوارس استقلال کے ساتھ قائم رکھا تھا اسکا طقدار اُس وقت کا دربار بھی ویسا ہی تھا جس طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک پرنسپلٹنٹ بورڈ آف گنٹر وول اور ہر ایک گورنر جنرل اور ہر ایک وزیر اعظم رہا۔ افغانوں نے انگلستان کے نازک زمانہ میں جو اپنے موقع کا خیال نہیں کیا تو یہ اُسی حکمت علیٰ کا سبب تھا۔

انگلستان میں پہنچنے کے بعد ہی سِر جان لارنس کی وڈڈ زمین طلبی ہوئی اور شاہی سیربان بھی بڑے اعزاز کے ساتھ اُن سے پیش آئے۔ چونکہ وہ سیدھے سادے آدمی تھے پوشاک لباس کی بھی کچھ پروا نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک شخص سے میل موافقت رکھتے تھے۔ اسبجکٹ کینے میں تامل کرتے تھے یا بلکہ مینہ جن تھے۔ اس واسطے دربار شاہی ایسا مقام نہیں تھا جہاں دیر تک ٹھہرنا اُنکے ناپسند نہ پڑتا۔ وہ معمولی انگلش سوسائٹیوں کی عادت اور شور و غل سے بھی گھبراتے تھے اور ہندوستان کے غیر آئینی صوبوں کی آزاد ہوا میں بھی جب وہ دم لینے نہیں نکلتے تھے تو اکثر اسپر لوگوں کو ہنسی اور تعجب ہوتا تھا۔ اس واسطے انگلش دربار میں جب وہ پہلے پہل گئے تو اُنکے دوست اُن لوگوں میں سے تھے جو مطلب کی نسبت زیادہ تر تردد کی وجہ سے اُنکو دیکھتے تھے۔ یاد رہے کہ جس شخص نے پیشتر کے ایک موقع پر کوہ نور سے ہیرے کو پا کر ادھر ادھر رکھ دیا ہوا اور وہ گم ہو گیا ہوا اور جس کو تمام درباری پوشاک پہننے والوں کی ہدایتیں اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی تھیں کہ وہ اپنے احکام کو نبھ کر کے مناسب مقام پر رکھ دیتا اُس سے امید نہ تھی کہ وہ ایسے موقع پر کوئی مناسب رسم ادا کرنے بغیر چلا آتا۔ نہیں۔ بلکہ ہر ایک بات عہدگی سے انجام ہوئی۔ حضور ملکہ معظمہ نے اپنے سیربان کی خدمات کے بارے میں جو کچھ خیال کیا خوش قسمتی سے میں اُسکا حال سِر جان لارنس فینس کی ایک چٹھی سے جسکو میں نے اُنکے کاغذات میں تلاش کر کے پایا ہے اور جسکے چھاپنے کی اجازت حضور ملکہ معظمہ براہ فیاضی مجکو عطا فرما چکی ہیں ظاہر کر سکو گا۔

بگنگھم ٹیلیس۔ ۴ جولائی ۱۸۵۹ء۔

حضور ملکہ معظمہ نے مجکو حکم دیا ہے کہ جو لچھپ اور ناد رکتاب آپ نے لیڈی گام کے ذریعہ سے حضور محمد و خہ کی خدمت میں

سلہ یہ کتاب جو فی الحال شاہی کتب خانہ وڈڈرز کاسٹل میں موجود ہے اُس میں ایک عجیب تصدیق کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور عربی میں لکھی ہوئی ہے وہ تنگہ لکھنؤ میں بادشاہ اودھ کے حکم سے لکھی گئی تھی اور اُس میں ہندوستان کے اعلیٰ مسلمان خاندانوں کی عادات طرز معاشرت اور لباس کا سچا بیان ہے۔ سکون نے جب تنگہ پر غدر کے آخری زمانہ میں گولے برسائے تھے تو منہلہ اور مال غنیمت کے یہ کتاب بھی ملی تھی۔ انھوں نے افسر کمان کے حوالہ کردی ہر کتاب اُسکو سِر جان لارنس کے پاس بھیج دیا۔ یہ سپاہ آسین کی تھی جسکو جان لارنس نے اپنے حکم سے بھرتی کیا تھا۔ جان لارنس نے اُسکو حضور ملکہ مندر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

فران ایسٹری وینٹ و بربر

اپنے آنے کی رپورٹ کی اور وہ ان کے حکام نے اور اسی طرح اُنکے لئے اعلیٰ افسر لارڈ ڈیٹن نے بڑے تباہ کن
 انکا استقبال کیا سبب یہ کہ ان کے زیرِ رسون کی چاروں طرف سے پوچھا پڑنے لگی۔ مخالفت عام گروہوں کی جانب سے
 سون اور نہ ہی ڈیٹن نے شہنشاہت خاص اُنکی ملازمت حاصل کرنے کے شائق تھے۔ ہر ایک عام جلسہ میں جہاں
 اُن کے آنے کی امید ہوتی تھی ضرور کثرت سے خلل پڑنے لگتا تھا اُنکی طرف داری کے لیے نہیں بلکہ (جس طرح قدیم زمانہ کے
 آدمیوں نے انگریزوں کے پیشین سے واپس آنے کے وقت کیا تھا) اُس نامور چہرے کو ایک نظر دیکھنے کے لیے
 جمع ہوتی تھی جس نے ہماری مشرقی سلطنت کے بچانے میں اس قدر کوشش کی تھی جس وقت اس زمانہ کے
 شہرہ برس پیشتر وہ انگلستان سے جانے لگے تھے تو سوائے اُنکے چند احزاب اور احباب کے کوئی اُنکے نام سے
 بھی نہیں واقف تھا اور اب جیسا کہ لارڈ ڈیٹن نے لکھا تھا اُنکا اور اُنکے کام کا ذکر ہر زبان پر جاری تھا۔
 عوام اناس کا خیر مقدم اور یادِ فرس ایک ایسے زمانہ میں جب چھوٹی چھوٹی فضول لڑائیاں کثرت سے
 ہوتی تھیں اور جن میں ہمیشہ فتح مندی نہیں حاصل ہوتی تھی ایسے روزمرہ کے معاملات ہو گئے تھے کہ میں بہت سی
 اُن تقریبات کا ذکر قلم انداز کیے دیتا ہوں جو اس وقت بڑی وقت رکتی تھیں لیکن اس زمانہ میں بالکل حقیقت
 سمجھی جاتی ہیں اور جن کم و بیش مشہور آدمیوں کے ساتھ اُنکو کرنا ہوتا ہے وہ کسی قدر پریشان اور شبانہ ہوتا ہے
 لیکن وہ ایک دلکش تقریبات کو جو جان لارنس کے ساتھ کی گئی تھیں سرسری طور پر بیان کیے دیتا ہوں۔
 ۳۔ جون کو آزادی شہر لندن جو ایک سال پیشتر اُنکے لیے جوڑی کی گئی تھی ایک مجمع کے روبرو انگو عطا کی گئی
 اور وہ (جس طرح اُنھوں نے امید ظاہر کی تھی کہ وہ اپنے ہندوستان کی مین پریشانیوں کی حالت میں ایسا
 کر سکیں گے) اس قابل ہو سکے کہ لارڈ لارنس کے ساتھ کی گئی تھی ایک مجمع کے روبرو انگو عطا کی گئی
 لارڈ لارنس نے انگو کے ایشیو کسٹین نے کہا۔

اگر قدیم زمانہ کے شہر روم کو اپنے اقتدار کے عروج پر گارنٹیا کے دو مشہور بیٹوں پر دو جی طور سے فوجی مہمات تھا تو بیک
 پڑیشن کو ہیری اور جان لارنس پر اسی طرح کا ناز ہو سکتا ہے اور یہ لارڈ لارنس سے پیدا ہوئی ہے جس طرح تواریخ میں اکثر
 پیدا ہوا کرتی ہے چند مخصوص جہلوں میں اس بات کے بیان کرنے کا قصد کرنا فضول ہے کہ کس علی دو ماہریشی حیرت انگیز مستند
 حکم ثابت تھی اور کتنا عزت کو آپ نے اپنے صوبہ کی امتش فساد کے بجھانے اور ان میں شاکر وں کے مع کر سکے ہیں
 (جو دہلی پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیے گئے تھے) اور ان سب باتوں کے ذریعہ سے پڑیشن انڈیا میں ہماری عظمت
 قائم رکھنے میں نکلا ہر کیا ہے خوش قسمتی سے میرا کہ جس طرح فضول ہے اُسی طرح غیر ممکن انجیل بھی ہے کہ لارڈ لارنس
 ابھی سے یہ نمودار باب واقعات ہند کا مروج ہو گیا اور آپ کو "سنگھ فوجات" اور "محافظہ ہند برطانیہ" کا خطاب دیدیا گیا۔
 سر جان لارنس کا جواب نصرت سے زیادہ بڑے گراؤں یعنی اپنے بھائی سر ہیری کی خدمتوں کے

منصفانہ اور مجتہد حالات کے بارے میں تھا۔ اپنے بارے میں انھوں نے بہت کم ذکر کیا اور وہ تھوڑا سا بیان جو اپنے بارے میں کیا تھا زیادہ تر ان گفتگوؤں کے بارے میں اور اس امر کے متعلق تھا کہ انکو اب تک جو کچھ صلہ نہیں ملا تھا اسکی پھر تحریک ہو جائے۔ وہ جواب یہ ہے۔

اپنے بارے میں مجھ کو بہت کم بیان کرنا ہے۔ اگر میں نہایت خطرے اور مشکل کی حالت میں تھا تو یہ بات بھی تھی کہ میرے چپ و راست بڑے لائق سیول اور فوجی افسر موجود تھے۔ ان دنوں کے زمانے میں ہم نے ایسا کر رکھا تھا کہ انتشار اور خطرے کے وقت کے لیے تیار ہو رہیں۔ ہم نے ملک میں حکم قانون اور قاعدہ جاری کرنے میں محنت کر چکے تھے۔ ہماری غرض یہی رہی تھی کہ رعایا کی حالت درست ہو اور وہ ہماری دوست اور خیر خواہ رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا کی مدد سے ہم اس طوفان کا مقابلہ کر کے ورنہ وہ ہکویا بالکل تباہ کر ڈالتا۔ مجھ کو اپنی ملک و وقت کی طرف سے اعزاز اور امتیاز حاصل ہوا ہے۔ جب سے میں وطن میں آیا ہوں میرے ہر درجہ کے ہومنون نے پاسداری بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ محبت سے میرا خیر مقدم کیا۔ لیکن مجھ کو ایسا کہ کچھ نہ کچھ صلہ اب بھی ان لوگوں کو ملنا چاہیے جنھوں نے اس خطرہ کی معم میں میری اس طور پر شرکت کی ہے اور جنکی مدد سے میری ان کوششوں میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل ہوئی جو میں نے اپنے ملک کی عظمت قائم رکھنے میں کی تھی۔

۳۴۔ جون کو ولش رومن میں ایک اور گرگوش جماعت کے روبرو سرجان لارنس کو ایڈریس دیا گیا اگرچہ یہ ایڈریس خاص کر کے انکی مذہبی حکمت عملی کی تائید میں دیا گیا تھا جیسا کہ اس مراسلہ میں جسکو میں محول کر چکا ہوں ذکر آچکا ہے لیکن انکی کل خدمتوں کا سرسری طور پر بیان کیا گیا تھا اور اگر ہم اس ایڈریس کے دستخط کرنے والوں کی تعداد اور حیثیت پر لحاظ کریں تو معلوم ہو کہ دراصل اس سے سچی قومیت ترشح ہوتی تھی۔

نمبر ۸۰۰ سے زیادہ آدمیوں کے دستخط تھے۔ دستخط کرنے والوں میں تین آئج بشپ ۲۸ ممبران ہٹس آف لارڈز ۱۷ ممبران ہٹس آف کامنس ۱۰ لارڈ میئر اور میئر لارڈ پروفوونٹ اور پروفوونٹ شامل تھے ممبران گورنمنٹ اپنی سرکاری حیثیت کے سبب سے دستخط کرنے سے منع تھے لیکن مسٹر گلینڈ اسٹون کی ایک چٹھی سے جو اس وقت چینسلر آف انڈسٹریز تھے شاید کل جلسہ وزراء کے خیالات کا اظہار ہو گیا تھا۔ اور اس اعلیٰ قدر دانی اور توصیف کے جس سے لارڈ لارنس ہمیشہ مسٹر گلینڈ اسٹون کو خیال کرتے تھے لحاظ کر کے انکے دستخط کی اس قدر وقعت کی جسد اور کسی دستخط یا کل دستخطوں کو بحیثیت مجموعی وقیع سمجھتے۔ مسٹر گلینڈ اسٹون نے ستر کلنگ آڈوئی سے کہا "میں آپ نقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اس وقت اپنی منفرد حیثیت سے ایسا کر سکتا تو میں بہت خوشی سے ایسے کاغذ پر دستخط کرتا۔ میں سرجان لارنس کی نہایت عزت و توقیر کی گئی ہوتی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنی سرکاری حیثیت سے کسی ایسے ایڈریس پر اپنے دستخط کرنا خلاف مصلحت سمجھتا ہوں جو عام معاملات کے متعلق ہو اور دوسری حیثیت سے مجھ کو سپر غور کرنا پڑے۔"

چونکہ اس فوج پر نہایت عمدہ وعدہ افسر اور کمانڈر مقرر تھے اور ایشیا کے پرنسپل مقبوضات کی جنگی سرحد میں دُور دُور تک ملی والا
آٹھ برس تک خدمت کر کے تعلیم پائی تھی اور زور آور جنگجو پناہی ہر گونہ سے برابر لڑائی کرتے رہے اس واسطے اُنکے سپاہیوں نے
بہت عمدہ کارگزاریاں کیں۔ ایک حصہ اس فوج کا دوسرا حصہ چھوڑ دیا گیا اور باقی ماندہ سپاہیوں کے شروع ہونے ہی کچھ تو پنجاب کے بطن
ہندوستانی سپاہیوں کے خوف دلانے اور کچھ ہمارے ہمدرد ہندوؤں کے ساتھ جنگ ہندوستان کے خطرے اور ناموسری میں
شرکاب ہونے کے لیے روانہ کی گئی۔

ضرورت وقت کے سبب سے جس نئی سپاہ کو مجھے کثرت سے بھرتی کرنا پڑا تھا اُسکا چال چلن بلا استثنا اچھا سا
اور بہت سی سپاہ نے پُرانی رنجشوں کی طرح بہادری اور ہائفانی دکھلائی۔

پھر جو پرنسپل رنجشیں پنجاب میں کام کرتی تھیں اُنکے افسروں اور سپاہیوں کا میں شکر گزار ہوں جنہوں نے اس
خوفناک مہم میں اپنی بہادری اور استقلال کو ثابت کیا۔ انہوں نے جو کام کیے ہیں وہ ہمیشہ مشہور رہیں گے میرے بیان کی کچھ
صاحت نہیں ہے۔ جو وقت سے وہ انجمن رنجشیں جو شکر کے پھاڑوں کی چھاؤنیوں میں رہتی تھیں سنی مشن عوامی
جلتی ہوئی دھوپ میں دہلی کو روانہ ہوئے لیکن اُس وقت سے روزمرہ آپریشنیں مصیبت رہی کہ یا تو دھوپ اور پانی میں نہ پانی
صعوبت اٹھا پڑی یا سر کرکٹنگ میں بیماری اور موت کی سختیاں جھیلنا پڑیں۔ دُور دروج میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا اُن کی
تعداد دلا انتہائی اور دُور دھوپ باغیوں سے بھی بڑھ کر ملک دشمن تھی صرف چند ہفتہ کے عرصہ میں سیکڑوں بہادریاں
بخاریں اور بیٹھ میں مبتلا ہو کر مر گئے لیکن اُنکے ساتھی جو زندہ بچے تھے وہ بیدل نہیں ہوئے۔ مرتے دم تک انہوں نے
بہادری اور موت کا نہایت ایسی کی حالت میں مقابلہ کیا۔ پنجاب میں جو سپاہیوں کو پرتضہ رکھنے کے لیے باقی رہ گئی اُنے بھی
اسی طرح کی بہت اور ثابت قدمی نظر ہر کی سمیت قلیل ایسی ملک اور سامنا ایسے دشمنوں کا جو صرف موقع ہی دیکھا کرتے تھے
کہ کب پھٹ پڑیں ایسی حالتوں میں اپنے ضوابط استقلال اور عمل کا قائم رکھنا انہیں لوگوں کا کام تھا۔

آخر میں اس بات کا میں بڑی خوشی سے اعتراف کرتا ہوں کہ اس صوبہ کے فوجی حکام کا میں اس بات کے لیے بہت
شاکر ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ بڑی محبت اور پاسداری کی۔ شاید اور کبھی اس سے زیادہ میرے ساتھ نہ سلوک ہوا ہو گا
تمام اشتغالات میں جو جنگجو عوام الناس کی حفاظت کے متعلق کرنا پڑے تھے اور جن میں ہم سب متفق ہو گئے تھے انہوں نے ہمیشہ
مستعدی اور سرگرمی سے ہماری شرکت کی۔ جو جنگی تیوڑ آپ لوگوں نے جگہ جگہ جاری اور نہایت اُسکا ایک مرتبہ پھر شکر ادا کر کے
آپ لوگوں کو تندرستی میں رکھ دیا اور اپنے وطن کو سبیل قبیل واپس جانے کی دعا دیتا ہوں۔

۲۵۔ فروری کو ٹنگرینی صاحب آگئے۔ سر جان لارنس نے بغیر اس کے کہ اُنکے دل کو کچھ ناگوار گزرتا حکومت
ٹنگرینی صاحب کے پسر کی اور دوسرے روز صبح کو یہ قصد کر کے لاہور سے روانہ ہوئے کہ اب پھر اسوقت تک
و اس نے آجنگے جب تک گورنر جنرل ہند کی حیثیت میں ترک و اعتشا سے آنا نہ ہو گا۔ میں کوٹ سے وہ آئینہ سحر

دریائے سندھ میں چلے اور اپنے انتہائے مرتبہ کی ناراضی کے اظہار کے لیے بڑی تیزی سے اسٹینز کو ریٹائر دلوادی اور نواب بھادپور جنگی نسبت انکو یقین کامل تھا کہ قدر میں ہماری مخالفت کرنے پر آمادہ تھے لیکن اب اپنے اور ہمہ سنوں کی طرح ساز و سامان لیکر دریا کے کنارے جان لارنس کو سلام کرنے آئے ہیں وہ اپنی طرف کھڑے ہو گئے۔ جید آباد میں جان لارنس بارتل فریزر کشتی سندھ کے یہاں جنھوں نے عین وقت پر پہنچے دل سے اس خلفشار کے وقت میں مدد دی تھی یقیناً رہے اپنی معمولی جہان نوازی کی وجہ سے فریزر صاحب سوچے تھے کہ اپنے نامی گرامی جہان کی ایک عام دعوت کو انجی میں کرینگے بنا برآں اسکی تیاری بھی کر رکھی تھی۔ لیکن وقت تنگ تھا ستر جان لارنس کو اس وقت وطن کا ولولہ تھا۔ ادھر اس اشتیاق اور ادھر (بسیا کہ مین خیال کرتا ہوں) اس بات کے خیال سے کہ انکو شیر نشتا اور اسٹینز دینا پڑے گی اپنی روانگی میں عجلت کی اور آخر کو ہازر سوار ہو کر بمبئی اور وہاں سے انگلستان جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے لارڈ اسٹینز نے اپنی ایک پھیلی چٹھی میں جان لارنس کو لکھا تھا کہ ”آپ کا نام اور آپ کے کام ہر شخص کی زبان پر جاری ہیں۔ آپ اس بات کے واسطے تیار ہو کر آئیے گا کہ انگلستان میں آپ کا استقبال اسطور پر ہو گا کہ بیس برس کے عرصہ سے کسی کا ویسا استقبال نہوا ہو گا۔“

باب نہم

جان لارنس کے انگلستان میں رہنے کا زمانہ

فروری ۱۸۵۷ء لغات و سیر ۱۷۷

ستر جان لارنس سے شہر پیر میں انکی زوجہ اور دو بیٹی بیٹیوں سے ملاقات ہوئی۔ یہاں چند روز انھوں نے قیام کیا اور انکے دوست آر تھیر بریڈر تھ صاحب نے جو انکے ساتھ تھے لکھا ہے کہ دلی میں اس بات کی دخلی دینے سے کہ مین ڈوور کے تیار کو آپ کے آنے کی خبر دوں گا میرے بے تکلف اور سیدھے سادے ساتھی کو کیسا غصہ آگیا۔ چنانچہ انھوں نے بندوبست کیا کہ وہ چیلنگل سے اسطرح نکل جائیں کہ کوئی شخص انکو دیکھنے نہ پائے۔ اسطرح سے ڈوور کے گھاٹ پر جو خلائی جمع تھی وہ منتظر ہی رہ گئی اور لارڈ وائرڈن جماعت کا آئیڈرسن لیے ہوئے کھڑے ہی رہ گئے اور وہ بلا توقف و مزاحمت سیدھے اپنی راہ چلے گئے اور لندن کے مکان نمبر ۶ مینٹینک اسکویر میں جا کر دم لیا۔ حسین کچھ دنوں سے انکی زوجہ اور انکی بہن لڈیشیا رہتی تھیں۔ پندرہ برس کی مفارقت کے بعد اس وقت اٹالیاں خاندان کی ملاقات نے عجب لطف دیا۔ لیکن اس زمانہ میں بہت سی باتیں بدل گئی تھیں۔ انکی ضعیف اولاد انتقال کر گئی تھیں۔ کلپٹن کا قدیم مکان مع اپنے متعلقات کے گر گیا تھا انکی بہن بیوہ ہو گئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ لندن میں ان کے آنے کی خبر پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ انھوں نے اپنا فرض منصبی سمجھ کر بلا تاخیر انڈیا ہوسٹس

سچے دل سے کیا۔ ذاتی واقفیت یا شہرہ عام سے ہم سب لوگوں کو یقین ہے کہ ایسے سخت زمانہ میں آپ کی خوش انظامی اور مہکتالی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے شمالی ہند میں پریشن حکومت قائم رکھنے کا آپ ہی کو ذریعہ قرار دیا تھا۔ بے شک ایسے بہت سے اشخاص ہیں جن کو آپ کا شکریہ اس بات کے واسطے ادا کرنا چاہیے کہ اُس خوشنک زمانہ میں آپ نے انکو اونٹ کے بحال و اطفال کی جاسانوں کو بچایا۔

ہم لوگوں کو اسپر فزو بات کرنا چاہیے کہ آپ کی خدمتوں کا باری فیاض فلکا ورطی اعموم تمام ملک نے اعتراف کیا۔ اور ہم بڑے اطمینان سے اس بات کو دیکھتے ہیں کہ آپ انڈیستان میں ایسی حیثیت پر رہیں گے جس سے اُن اصولوں کو بنا سکیں گے جن اصولوں سے آپ نے پیشہ ہندوستان جن کارروائی کی ہے اور آپ کو اس بات سے یقین نہ رکھنا چاہیے کہ انڈیستان اور انڈیستان کے باہر آپ کے موطنوں میں ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جو آپ کی خوشی سلامتی اور کامیابی کے لیے آپ کے حق میں دل سے دعا کرنا ہوگا جو لوگ پنجاب اور اُس کے مضافات میں آپ سے خلق رہے انکی ذکریں۔

اس لائبرس پر ۴۸۴ سیریلین ۴۷۴ بری اور بحری افسران فوج ۵۰۰ پادریوں اور ۸۰۰ ایسے فیلڈینوں کے دستخط تھے جو گورنمنٹ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اور ایک مرتبہ میں اس بات کو اوریان کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں ہر شخص اُن باتوں کا چشمہ دیدہ گواہ تھا جو لائبرس میں لکھی گئی تھیں۔ یہ لوگ آغا و علماء ہری پنجاب سے جان لائبرس کے ملک کے اندر اور باہر رہے تھے اور اب تک یہی کیفیت تھی یہ لوگ اُس پردے کے پیچھے رہے تھے جس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اُس رستم وقت اور اُس کے پرستاروں کے دربار میں (اگر وہ آئندہ کو پرستار ہیں تو) پڑا رہنا مناسب ہے۔ ان میں سے بعض لوگ اُنکے بڑے بھائی کے پیرو تھے اور اُنکے بھائی کی وجہ سے اب بیدل ہو گئے تھے اور جس طرح سے مرحوم کو لارڈ ڈوگلاس نے پنجاب سے باہر کر دیا تھا اُس سے ناراض بیٹھے تھے اور انکی یہ ناراضی حق بجانب تھی۔ اور یہ لوگ ابتدا میں اُنکے جانشین کی تختی میں کام کرنے کو چند ان رضا مند نہیں تھے۔ اس جانشین کی وجہ سے اُن میں سے اکثروں کو رنج ہو چکا تھا کیونکہ اُس نے اکثروں کو بکرات و مرآت کسی نہ کسی جگہ جیسپر اُن کے دانت لگے تھے اور جسکے لیے وہ اپنے کو متصف بھجوتے تھے نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ وہ سہ کار سی کاموں کے متعلق اپنی انتہا سے مرتبہ کی دلسوزی کے سبب سے دوست و دشمن کسی کو ایسا عمدہ نہیں دیتے تھے جسکو یہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ایسے عمدہ کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اسپر بھی اس لائبرس میں جو کچھ انھوں نے لکھا تھا بہت سمجھ اور اتفاق ماسے سے انکی نسبت لکھا تھا۔ آیا کبھی کسی فرمانروا کو اس سے عمدہ تر یا اس سے زیادہ فضیلت اپنی سرکاری خدمتوں اور ذاتی نیکوین کا لاس ہے۔

لائبرس کا جواب یہ ہے۔

جینٹلمینز۔ میں تو دل سے آپ کو ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہی سچہ خدمت پنجاب کا آپ نے

ایسے چیدہ اور بنجیدہ الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ جگوان فوائد سے بخوبی آگاہی حاصل ہے جو مجھ ایسے افسر کے لیے اپنے تجہنس ملازموں کے اتفاق سے چل کر نا لازم ہیں لیکن میں نے اپنے انتظام کے زمانہ میں ہمیشہ اس سے بھی بڑھ ہوئے خیالات پر عمل کیا ہے آج اس قدر صاحبوں نے جو ذاتی واقفیت اور روزمرہ کے تجربہ سے میری نسبت عمدہ رائے قائم کر سکتے ہیں جس طور پر میری تعلیم کی ہے اُس سے میں انتہا سے مرتبہ کا شکر گزار ہوں۔

مجھ کو عہدہ سے اس بات کا خیال رہا کہ ہندوستان میں دوسرے تمام ملکوں سے اس بات کا خیال رکھنا گورنمنٹ پر زیادہ لازم ہے کہ وہ لائق مستعد اور بلند حوصلہ افسروں کو اپنی ملازمت میں رکھے۔ ایسے افسروں سے جس بات کا انتظام کیا جائیگا عمدہ ہوگا۔ اگر ایسے افسر نہ ہوں تو عمدہ سے عمدہ قوانین اور ضوابط محض ردی ہو جاتے ہیں چونکہ میرے خیالات یہ ہیں اس سبب سے اپنے امکان بھر میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ ایسے ہی آدمی جمع کروں اور اپنے منصب اور ذاتی اثر سے جہاں تک میرا کنٹرول ہو سکے ان میں سے یہی کیا۔ منجملہ اُن بہت سے افسروں کے جنہوں نے پنجاب میں کام کیا ہے اور جو اپنی موجودہ حیثیت براہ راست یا توسط میری مدد سے رکھتے ہیں میں ایمان داری سے تسلیم کر سکتا ہوں کہ اُن میں سے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسکی نسبت مجھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ اُس عہدہ کے لیے وہ شخص سب سے زیادہ موزوں ہے جسکو کبھی کسی شخص کی تقرری میں ذاتی لحاظات یا سرپرستی کے دعووں کا خیال نہوا ہوگا۔ پس اگر میرا انتظام پنجاب قابل تعریف ہے تو وہ خاص کر اسی سبب سے ہے اور بیشک اس کا ردوائی پر عمل کرنے میں مجھ کو بہت معقول صلہ ملا۔

جس وقت ہندوستان میں ویسی فوج کے ایک مجمع کثیر نے پہلے پہل آثار بغاوت ظاہر کیے اور شہر بشہر ناراضی پھیلاتی گئی تا آنکہ ہندوستانی سپاہ یقین پنجاب بھی بدظن ہو گئی اور صرف اس بات کی منتظر تھی کہ بلوہ کرنے کا موقع کب آتا ہے تو مجھ کو اُس وقت پنجاب میں برٹش عظمت قائم رکھنے کے وسائل کو بڑی فکر سے ہم پر ہونا تھا۔ جو سول اور فوجی افسر میرے اختیار میں تھے انکے اوصاف پنجاب کی جو فوج بھرتی کی گئی تھی اور سول گورنمنٹ کے ذریعہ سے جسکی تعلیم و تربیت ہوتی تھی اسکی عہدگی اور رجائون اور رعایا کی خیر خواہی اور اسی طرح برٹش سپاہیوں کی بہادری سے آیا مجھ کو امان میں امن و امان قائم رکھنے اور ہندوستان کو مدد پہنچانے کے وسائل ہم پر ہونے پانچواں۔

پنجاب جو اکثر کمزوری اور خطہ کا سرچشمہ خیال کیا گیا ہے اُس زمانہ میں سلطنت کی حفاظت کا قلعہ ہو گیا تھا۔ پشاور سے دریائے جہانگ صوبہ کے ہر ایک حصہ میں سول افسروں کا ایک ایسا گروہ تھا جنہوں نے ہر مشکل کے کام کو جس پر وہ مقرر کیے گئے انجام کیا۔ ایک افسر نے بھی اپنا عہدہ نہیں چھوڑا دور دراز اضلاع میں افسر لوگ صرف معدودے چند اہالیان پولیس کے ذریعہ سے ایک عام بدظن اور بدخواہ رعایا کے درمیان ملک کو سنبھالے رہے انتظام ملک کی خدمت میں اسی طرح انجام ہوئے جس طرح امن و امان کے زمانہ میں ہوتی تھیں۔

قدیم پنجابی فوج کی قاعدہ ذاتی استقلال اور بہادری کی بابت برٹش گورنمنٹ کو ہمیشہ کے لیے شکر گزار رہنا چاہیے۔

بہار میں تھوڑے دنوں کا ایک ایک اور

کر کاؤ باز ہو اور وہ ایک گنہگار کی حالت میں تو زمین سمجھتا ہوں کہ اُسکو کسی قدر نقبیاں پہنچا سکتا ہوں۔
دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جان لارنس نے اس طرح سے ہر جواب دیا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس
آزمائش کرنے کے خواہشمند تھے۔ آخر آخر میں نڈر خٹہ صاحب لکھتے ہیں کہ مدجکو اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں تھا
کہ وہ دریل کے چلنے میں سخت مزاحمت پیدا کر سکتے تھے۔

جس وقت جان لارنس کی روانگی کا زمانہ قریب آیا تو ہمدردی تعریف اور افسوس کی علامتیں ہر حصہ
ملک کے دیہی اور ولایتی اشخاص کے پاس سے آنے لگیں علی الخصوص جس وقت جان لارنس لاہور سے
روانہ ہوئے ہی کو تھے تو ایک رختی کا ایڈریس اُنکے روبرو پیش کیا گیا جو کیت و کیفیت مضامین مندرجہ فیہ
اور سلاست بیان اور اس ذاتی اور قریبی واقفیت جان لارنس اور کارگزاری جان لارنس کے اعتبار سے
جو اُسکے اکثر دستخط کرنے والوں کو حاصل تھی اُس قسم کے اور ایڈریسوں سے بطور کافی مستاز تھا اور اس
باعث سے جان لارنس کے اس پر جوش زمانہ کے حالات کے خاتمہ پر بیان کرنے کے لیے نہایت
سوزون ہے۔ وہ ایڈریس یہ ہے۔

ہم راقمان فی الذیل افسران محکمہ ریول و فیئر نی وغیرہ ملازمین یا سکناے علاقہ پنجاب اس موقع پر جب آپ
یہاں سے رخصت ہونے پر کرامت کھڑے ہیں متشی اس امر کے ہیں کہ بحیثیت افسر سرکاری اس ملک کو آپ کی ذات سے
جو فائدہ پہنچا ہے اُسکا اعتراف کریں۔

ہم میں سے بہت لوگوں کو کئی سال یہاں رہتے ہوئے گزرے ہیں اور بعض لوگ آغاز عہداری سلطنت برطانیہ سے
برائے یہاں مقیم رہتے آئے۔ پس یہ سب اشخاص عرصہ دراز سے آپ کے کاربائے نمایاں کو بذات خاص معلوم کرتے آئے ہیں۔
ہم میں سے بعض لوگوں کو تاخیر اور دنوں کے قیام ہی زمانہ یہاں رہتے ہوئے گزرا ہے لیکن اتنے دنوں میں بھی انہوں نے
عام انتظام معاملات کے متعلق آپ کی استعداد کے اثر کو بخوبی دیکھ لیا۔

ہم میں سے وہ لوگ جنہوں نے مدبروں اور سفیروں کی حیثیت سے کام کیا ہے خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نازک اور دشوار ترین
ہندوستان کے فرار دایوں کے ساتھ جو اس صوبہ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں کیسا دوستانہ تعلق قائم رکھا۔ اور کہو کر
ساری وسیع انہما اور دشوار گزار سرحدیں جنگلی اور جنگی جگہوں کے ساتھ نباہ اور اپنا کام کیا۔ نہ تو مناسب طور سے اُنکے ساتھ
دست اندازی کی اور نہ اپنی کوئی ضروری شے دب کر انکو دے دی۔

جو لوگ میرٹھ ریول انتظام سے تعلق رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اندرونی ملک میں دیہی جراثیموں اور شیون کو دشمنی اور
نری کے ساتھ آپ نے اپنا دوست رکھا اور ہندوستان کے واسطہ درجہ کے لوگوں میں کاشکاروں کا ریکروڈ اور محنت پیشہ لوگوں
آپ کیسے دوست رہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے بڑی کایا بی سے اس امر کی کوشش کی کہ کس کم ہو جائے۔

جوڈیشل صیغہ میں اصلاح ہو جائے جان و مال کی قرارداد قبی حفاظت ہو جائے خزانے کے معاملات ہوشیاری اور کفایت شعارتی انجام پائیں۔ پیداوار میں ترقی ہو اور جہاں تک گورنمنٹ اپنے مالی اور عالمانہ وسائل سے مدد سے سکے اس کے موافق محکمہ تعمیرات کے کام جاری ہوں۔ دنیاوی تعلیم کا ایک عام پسند انشٹام ہو جائے رمایا کے آگے سچے مذہب عیسائی کی کیفیت اسطور سے ظاہر ہو جائے کہ مذہبی اعتدال کے ان اصولوں میں رخنہ نہ پڑنے پائے جو دسی رمایا کے ساتھ برتاؤ کرنے میں برٹش گورنمنٹ کے ہمیشہ مادی رہے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے بہودی سلطنت کے لیے ہمیشہ کس دلسوزی اور بغیر غرضی سے ملک کا انشٹام کیا۔ سیول افسر ہمیشہ آپ کے ذریعہ سے عمدہ سبق پاتے گئے اور آپ سے عمدہ ترین ہدایات انگو حاصل ہوئیں اور ایسے بہت سے لوگ ہیں جنکو آپ کے کتب سے متعلق ہونے کا افتخار ہے۔

ہم میں سے جو لوگ پنجابی سپاہ میں کام کر چکے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جب پرانی فوج سرحد میں تھی تو اس زمانہ میں کیونکر آپ نے برسوں فوجی انشٹام قواعد اور خدمت کے اس بلند جہت سے قائم رکھنے کی کوشش کی جسکے نتائج اسوقت ظاہر ہوئے جب فوج بنگال میں بلوہ ہونے پر مختلف ریجنٹین دہلی اودھ اور ہندوستان میں گوروں کی سپاہ کے مدگار کے طور پر طلب کیں اور تمام موقعوں پر انھوں نے انگلش لوگوں کے رفیق بننے کی لیاقت ثابت کی۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر ابتدا ہی سے اپنے اس جنگی پولیس کے قائم رکھنے میں مدد کی جس نے شائع کے نازک زمانہ میں سیول اختیار کا قوت بازو اپنے کو ثابت کیا تھا۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر آپ نے اس جدید پنجابی سپاہ کے بھرتی کرنے اور قائم رکھنے میں مدد کی جس نے حال کی مشکلات میں پنجاب کی امن و امان قائم رکھنے میں بہت کچھ شرکت کی اور احاطہ بنگال کے اکثر حصوں میں ایسی ہی بہادری کے کام کیے۔

ہم میں سے وہ تمام لوگ جو فوجی افسر ہیں خوب جانتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے خلفشار سے پنجاب میں کھل بلی چمکی تھی تو جنگی حکام سے اتفاق کر کے آپ نے اندرونی ملک میں امن و امان قائم رکھی اور سرحد کے باہر اور اندر اپنے دوستوں اور رعایا کو اپنے قابو میں رکھا اور جس وقت شمالی ہند میں ہماری حکومت کے قائم رکھنے کا دار و مدار صرف دہلی کے قبضہ پر منحصر تھا تو آپ اس بات کا خیال کر کے کہ امر مذکور انتہا سے زیادہ ضرور ہے اور اس بات کا اندازہ کر کے کہ کم سے کم کس قدر سپاہ پنجاب پر قبضہ قائم رہ سکتا ہے ہمہ تن اس امر میں مصروف ہوئے کہ علی الاطلاق فوج سامان جنگ اور خزانہ ہمارے ہاں رہو وٹوں کی اعانت کے لیے جو محاصرہ دہلی میں مشغول تھے پہنچایا جائے۔ اور اہل تو یہ ہے کہ اس ہمہ عظم کے انجام میں زیادہ تر وسائل آپ نے کیونکر جمع کیے اور پنجاب سے دہان کے وسائل لے کر اس قدر آپ نے دہلی کے معرکے میں صرف کیے کہ پنجاب کی حفاظت بالکل منظور ہو گئی تھی۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ امن و امان کے قائم ہونے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کی ولایتی اور دسی سپاہ کے اسطور سے بندوبست کرنے کی کوشش کی جس سے یہ ضروری صوبہ مضبوطی اور استحکام کے ساتھ قبضہ میں رہ سکے۔

بالآخر ہم لوگوں میں سے ہر درجہ اور ہر پیشہ کے ہر شخص کو اس بات سے آگاہی حاصل ہے کہ آپ نے سرکاری کاموں کے انجام میں انتہا سے مرتبہ کی کوشش کی اور کبھی اس سے افسردہ نہیں ہوئے ہمیشہ اپنے ارادہ پر قائم رہے اور جس بات کا ارادہ کیا

تجانب لائڈز ریس جیسا کہ آسکا اور ہر ایک باشندہ پنجاب کا خیال تھا تمام معاملات کے لئے تھے اور وہی ایک ایسے بھری
واقفکار تھے جو اس جہاز کو سیدھا چلا سکتے تھے۔

جب اس بدست گاہہ سازش کا خطرہ جاننا ہوا تو سرخان لائڈز نے یکم جنوری ۱۸۵۷ء سے پندرہ مئی تک کی
رضعت کے لیے اپنی آخری درخواست روانہ کی۔ اب وہ نہایت خوشی اور اطمینان سے ایسا کر سکتے تھے۔ لائڈز گینگٹن کو
آنھوں نے لکھا کہ "اس پار سے اس پارت تک سارے ملک میں امن و امان قائم ہے۔ واقعی جگہ جگہ یا دہلیوں میں
خیر خواہ اور قلعہ میان کے لوگ میں نے کبھی دیکھے ہوں۔ پچھلے مرتبہ جب میں میان سے گیا تھا اس وقت اور ہونٹکے
مابین پشاور میں نہایت صحتی طور پر فرق عظیم معلوم ہوتا ہے۔ اندرون ملک میں بھی جگہ جگہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
اب صرف ایک امر کا خطرہ باقی رہ گیا تھا اور اس کے بارے میں بھی یعنی اس امر کے متعلق کہ پنجابی فوج کی تعداد بڑا دھڑی
آنھوں نے لائڈز گینگٹن اور اپنے جانشین ٹیکسلی اور ولایت میں لائڈز اسٹیشنری سے اصرار کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔
لائڈز گینگٹن کو وہ کہتے ہیں کہ۔

پنجابی سپاہ کا چال چلن بہت فہیمت ہے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ اسکی تعداد و بیان بہت ہے۔ تمام ہوشیار ایسی
باشندے اس امر کا خیال کرتے ہیں جس وقت جنگ ختم ہو جائیگی اور پنجابیوں کو اپنی جمیعت پر تسلط کرنے کا موقع ملے گا تو وہیں
بڑا خطرہ متصور ہے۔ اُنکے تو خدا کی تعداد قلیل ہے اور اسکو بھی کم کر دینا چاہیے۔ زیادہ خطرہ تو امداد ان پیادوں سے ہے
اور میں جس اصرار کے ساتھ حضور کو لکھوں کبھی اس بات میں سبالت نہیں ہو سکتا کہ حضور عالی انکی تعداد کو گھٹا دیں۔ آئندہ
تین چھینے کے حوصہ میں ہم اطمینان تمام اُن کئی ہزار آدمیوں سے نجات حاصل کر سکیں گے۔ جگہ یقین نہیں ہے کہ فی الحال
ان لوگوں کے دلوں میں کوئی بدی ہوگی۔ لیکن ہندوستانی سپاہی بڑے بیوقوف ہوتے ہیں انکو ایک جمنڈا خیال ہے
کہ انکی جمیعت بڑی وقعت رکھتی ہے اور جس حالت میں ہمارے انتظام کے ذریعہ سے اُن سے بہت کچھ کام مل سکتا ہے اسی
حالت میں انکی ذات سے پریشانی بھی بہت ہوتی ہے۔ ایک کمزور بیوقوف یا ظالم افسر جو مینے میں اُس سے زیادہ نقصان
کر لیا جس قدر فائدہ دینے پر مجبور ہے افسر سال جرمین کر سکیں گے۔ اس بات سے البتہ کہ یہ قدر اطمینان ہے کہ فوج پنجاب مختلف طور پر
لوگوں سے شامل ہے۔ چنانچہ لوگ اپنی پرائیویٹ عملت کے خیال سے سکھوں کی ہر ایک کارروائی میں شریک ہونگے اور ادم
رکے لوگ پٹانوں سے بالکل نفرت کرتے ہیں بلکہ گویہ کہ ایسا ہی خلاف قاعدہ ہو لیکن بعض حالتوں میں وہ متفق ہو سکتے ہیں۔
جب ہم صاحب قوت ہیں اور اپنا اقتدار قائم رکھ سکتے ہیں اس وقت تک کثرت سے لوگ ہمارے مددگار ہو گئے ہمارے دست
صرف اس وقت ہم سے بھر جاتے ہیں جب ہماری حالت کمزور ہوتی ہے۔

خوش قسمتی سے بہت دن گزرتے نہیں پائے تھے کہ سرخان لائڈز اپنے استقامت سے مرتبہ کے اطمینان کے
(شیر وکر وہ خیال کرتے تھے کہ سلطنت کی حفاظت اسی پر منحصر ہے) اپنی پٹھانوں میں اپنے دوستوں کو لکھنے کے قابل ہو سکے

کہ لارڈ کیننگ آخراً اس بات پر رضامند ہو گئے کہ بتدریج مگر زیادتی کے ساتھ پنجابی سپاہ کٹاؤ دی جائے۔ اور بڑوں کو وہ لاہور میں ہندوستان سے روانہ ہونے کے لیے آخری انتظامات کی غرض سے داخل ہوئے لیکن منظمی صواب اور وہ کے معاملات سے فروری تک فرصت نہیں مل سکتی تھی لہذا صاحب چیف کیشنر باوصف اپنے ڈاکٹروں کے اصرار کے پھر اپنے عہدے پر بہادری کے ساتھ بھرے رہے تا انکہ منظمی صاحب نے انکو سبکدوش کیا۔ یہ تھوڑی سی تاخیر کا زمانہ اس امر میں بڑے کام آیا کہ انکے صوبہ کی آئندہ بہبودی کے لیے جو ایک واقعہ ہونے والا تھا انہیں بڑے خودار طریقہ سے وہ شریک ہو سکے۔

۸۔ فروری کو دو تھوہندوستانی رئیسوں اور سرداروں کے سامنے جو پنجاب کے مختلف حصوں سے انکو خیر باد کہنے اور جلسہ دیکھنے کو آئے تھے اور تمام فرقوں اور قوموں کے ہندوستانی باشندوں کے سامنے بھی جو کثرت سے جمع ہوئے تھے اول پنجاب ریلوے کا اول چارواں کے اول لفٹنٹ گورنر نے اپنے ہاتھ سے کھودا۔ یہ امر بھی نہایت موزوں تھا کہ ایک ایسی کارروائی جس سے تاریخ پنجاب کی ایک ایسی ضروری بات پیدا ہوئی جس سے پنجاب کی محنت اور شقت کو ایسی تحریک ہوئی جس سے پنجاب کے وسائل کی اس قدر ترقی متصور تھی اور جس سے پنجاب کی حفاظت دو چند ہو گئی اُس کے مدارالمہام وہ شخص مع اپنے نامی گرامی بھائی کے ہوتے جو پرنسپل عروج کے ابتدا سے آیام سے تعلق رکھتے آتے تھے جنہوں نے بد انتظامی کی جگہ تسلط قائم کیا اور جو کشت و خون اور افلاس کے بدلے بمقابلہ حالت سابق امن و امان اور ترقی دولت کے باعث ہوئے۔ یہ ریلوے امرتسر اور لاہور کو ملتان سے ملادینے کی غرض سے تعمیر کی گئی تھی۔ یہ دو سو چالیس میل کا فاصلہ تھا اور امید کی گئی کہ جس وقت یہ قاعدہ کے ساتھ چلنے لگی اور درپاسہ میں عہدگی کے ساتھ جہاز آنے جانے لگیگا اور ایک اور ریلوے کو ٹری سے کراچی تک تعمیر ہو جائیگی تو پنجاب میں انجمنستان کا آدمی سابق کی نسبت دو ہفتے پیشتر پہنچ سکیگا اور وہ بلا فصل سمندر سے مل جائیگا جو ہماری سرحد کی عمدہ ترین حفاظت ہے۔ اس موقع پر جو تقری پھاؤراجان لارنس کے آگے لایا گیا تھا اسپر یہ فقرہ لکھا ہوا تھا ”ٹائم ٹیکو کو آؤم پین“، جو اس ریلوے اور اس شخص کے بہت ہی مناسب حال تھا جس نے اُسکا پہلا چپا کھودا تھا۔ اور جب اپنی اصل قوت سے سرجان لارنس نے کھدی ہوئی مٹی ننھی گاڑی میں بھر لی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ انکی ایک قوی ضرب سے پھاوڑے کا پھل بڑی دوز تک مڑ گیا تھا۔ اپنی زندگی کے ہر ایک زمانہ میں وہ صیفہ تعمیرات کے متعلق مزدور کا کام بھی اسی طرح سے کر سکتے تھے جس طرح صوبہ کی حکمرانی کا کام کرتے تھے۔ اس کے دو ایک برس بعد ہندوستانی معاملات کی کسی کمیٹی پارلیمنٹ کے چیرمین نے بسبیل اتفاق اُن سے پوچھا کہ کیا آپ یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ تھوڑے زمانہ میں کسی ریلوے کو زیادہ نقصان پہنچنا مشکل بات ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر میرے پاس ایک اچھا

انکی کیفیت رہی۔ بچے۔ انچ۔ بیٹن نے مجھ سے بیان کیا کہ۔

مہمہ امین مین کا پور کا ج تھا اور جب سرکار لارنس کی آخری فتح لکھنؤ کے بعد وہاں فوج واپس آئی تو نیپالی ہڑت جنگ بہادر جالہ آباد میں حضور وائسرائے کی قدمبوسی کو جاتے تھے کا پور میں آئے۔ مین جنگ بہادر کا ایک پڑانا دوست تھا اور کلاؤن میں جب کشتہ تھا تو انکو اکثر مرتبہ دیکھا تھا اور جسوقت وہ یوزوٹ سے واپس آئے کے بعد ان اور پرنس کے گناہ ہالیہ کی برف اور مقدس مندرون میں دھونے آئے تھے اور میرے علاقہ سے گزرے تو میں نے انکا استقبال کیا تھا۔ اب ہم سے انفسہج کے طور پر ملکی معاملات کے متعلق بڑی بڑی باتیں ہوئیں اور انھوں نے جسوقت یہ دون کی لی کہ لکھنؤ میرے ہی سبب سے اصل میں فتح ہوا ہے تو جگو بڑی ہنسی معلوم ہوئی۔ لیکن انھوں نے جو کچھ اسکے متعلق بیان کیا کہ نہ بیک زمانہ میں بڑے بڑے ویسی رجواڑوں کی کیا کیفیت تھی تو اسکو میں نے جسے شوق سے سنا۔ منجور اور باتوں کے ایک بات انھوں نے مجھے یہ بیان کی تھی کہ ”آپ دیکھتے ہیں کہ مین سیند حارہا اور یہ امر اس مصیبت کے زمانہ میں آپ کی گورنمنٹ کے حق میں بہت مفید ہوا۔“ مین نے کہا ”فرض کیجیے آپ سیند سے نہ رہتے تو کیا کرتے۔“ جنگ بہادر نے جواب دیا ”دیکھا کرتا۔“ مین ہمارا فی لاہور کو جان لارنس کے تنگ کرنے کے لیے چھوڑ دیتا اور اسوقت انگلستان کیا کرتا۔“ مین نے مہمہ امین اس قصہ کو سر جان لارنس سے شامہ پر بیان کیا اور انھوں نے کہا کہ جنگ بہادر نے اپنے اختیار کے بیان کرنے میں مبالغہ کیا، لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر ہمارا فی کی طرف سے خروج ہو جاتا تو پنجاب میں سخت کھل بلی پڑ جاتی۔

اور جس طرح سے سر جان لارنس کو نیپال کے دور دراز گوشہ میں لوگ انگلستان کی قوت دور اور تحمل خیال کرتے تھے ہکوفیقین کرنا چاہیے کہ اس سے زیادہ صوبہ پنجاب میں وہ خیال کیے جاتے تھے۔ پنجاب میں تو جان لارنس کا سکھ ہی جا ہوا تھا۔ ویسی لوگ اصل بادشاہ انھیں کو سمجھتے تھے۔ مثلاً جب دہلی میں ہماری فوج کی نسبت کارروائیوں کو دیکھ کر ایک روز انھوں نے راجہ تیج سنگھ سے جو پنجاب کے بڑے صاحب اختیار راجہ تھے کہا کہ دو میں سمجھتا ہوں جگو خود جانا چاہیے، تو تیج سنگھ نے پہلے تو چند لمحہ تک نظر کر اکر انکی طرف دیکھا اور اس کے بعد ہڑاز و ردیکر اس بات کو بیان کیا کہ دو صاحب جوا جھے آدمی ہوں آپ سب بھیج دیجیے اور جتنے آدمی آپ کے دل میں آئیں اسقدر روانہ کر دیجیے مگر خود نہ جائیے۔ جب تک آپ یہاں موجود ہیں سب اچھا اچھا ہوتا جائیگا۔ لیکن ادھر آپ نے پیچھے پھیری اور ادھر جو کچھ ہو جائے بغیر نہیں ہے۔ اور ایک مرتبہ اور جب آرتھر بریڈرٹھ صاحب ایک ڈاک بھی مین جسکا کو چپان ملتان کا ایک ویسی باشندہ تھا اس روز سوار جاتے تھے جس کے دوسرے دن سر جان لارنس انگلستان کو روانہ ہونے والے تھے اور گنگو ہوتے ہوتے اس امر کا تذکرہ آیا تو اس ہندوستانی نے بلا تصنع گہرا کر کہا کہ ”کیا اب پنجاب میں کوئی دغفہ نہیں رہ گیا جو وہ جاتے ہیں،“

انھوں نے اپنے بھائی شہنشاہ فروری

بارکون کی کثافت بیان کی ہے۔ مجھ کو اس بات میں شبہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سبب کے دور کرنے پر پنجگستان کے سپاہی اسی شدت سے ہلاک نہ ہو سکتے رہینگے۔ با اینصہ پنجگستان میں یہ امر آب و ہوا پر مبنی نہیں کیا جاتا ہے اور اس واسطے نقص مکان کی جانب اسکو محمول کرتے ہیں یہ وہی فائنٹ کٹ کا قصہ ہوا جو ایک پیسہ کی روٹی کھا تھا اور دس روپیہ کی شراب پی جاتا تھا۔

مجھ کو بخوبی اس بات کا یقین ہے کہ ولایتی سپاہی بطور قاعدہ لکھنؤ سے زیادہ گوشت کھاتا ہے کثرت سے پانی پیتی سال بھر میں کئی مہینے تک قواعدہ پیشگی ہو سکتی ہے۔ فوج میں آنے کے قبل ان سپاہیوں کو دن بھر کام کرنا پڑتا ہے اور شاید سو سے بانی غذا کے اور کچھ کھانے کو نہیں ملتا ہے۔ آئر لینڈ یا اسکاٹ لینڈ کا محنت پیشہ آدمی غذا کے کھلی بھیر میں کھا گوشت کھاتا ہے۔ پھر شراب کے متعلق خیال کیجیے کہ غلام شراہین کس قدر بے لگبندی دانتے ہیں حالانکہ بچپن سے کوئی اسکا مادی نہیں ہوتا سپاہی غلام نہیں خیال کیا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹر لوگ بھی اسکو ایسا بیان نہیں کرتے ہن الا اسوقت جب اکثر شراب کے واسطے اسکا نام نکل گیا ہو۔ اور اسطور پر مکن ہے کہ کوئی شخص اتنا سے مرتد کا شری ہو اور شراب پیتے پیتے اپنے جسم کی تمام قوت اندر اندر معدوم اور نائل کر دے اور اس پر بھی ایک سنجیدہ اور مستعد سپاہی تصور کیا جائے۔ اس قسم کا آدمی اگر پنجگستان یا راولپنڈی کی ایسی عہدہ آب و ہوا میں رکھا جائے تو بمقابلہ اور قحاک عہدہ تک زندہ رہے لیکن درہ پشاو رائے مقام میں وہ فوراً بیماری میں مبتلا ہو کر مر جائے۔ لیکن خواہ اس مقام میں خواہ وہ ان بطور قاعدہ لکھنؤ وہ اپنی پوری تعداد و عزت تک زندہ نہ رہ سکیگا۔ وہ اتنے دنوں تک بھی زندہ نہ رہیگا جتنے دنوں کوئی غریب مزدور ہمیشہ آدمی جسکو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا ہے زندہ رہیگا۔ میں خود اپنی حالت دیکھتا ہوں کہ سو سے اس صورت کے جب سفر اشاکر کو جاؤں دن بھر میں دو مرتبہ بھیری کا گوشت اسطرح سے نہیں کھا سکتا ہوں کہ کوئی ضرر نہ پہونچے۔ یہاں پاؤں پر بھی ایسا نہیں کر سکتا گو دن بھر میں دو مرتبہ بھیری کا گوشت اسطرح سے نہیں کھا سکتا ہوں یہ کیفیت ہے کہ اگر میں روز ایک قدر نام پاکرون تو مہینہ بھر میں مر جاؤں۔

ہندوستان کی لازمت کے نانہ میں مجھ کو بہت سی پریشانیوں اور افسروں کا حال معلوم ہوا ہے جو بے اقیانسی کٹھانے کے مادی تھے۔ الحمد للہ کہ اب وہ دستور سال بسال نوال پزیر ہوتا جاتا ہے۔ لیکن جسوقت میں پہلے ہل ہندستان کے آیا تھا تو اس وقت علی العموم تمام قوت تھا۔ میں نے اکثر دیکھا کہ ایسی صورتوں میں افسروں کو تھوڑے دنوں تک زندہ رہے اور قبل از مرطبی مر گئے۔ مکان باقوں سے کسی طرح سپاہیوں کو مثال نہیں دی جا سکتی۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ علاج سوچنے کی نسبت خرابی کا دریا فکرت کا بہت آسان ہے۔ لیکن جب تک خرابی مسلم نہیں ہوتی ہے اسوقت تک

انھوں نے اپنی جگہ شہنشاہ فروری کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

ممکن نہیں ہے کہ اُسکا تذکرہ ہو۔ میرے نزدیک صرف یہ بات ضرور ہے کہ سپاہیوں پر اخلاقی اثر پیدا کیا جائے۔ محض احکام اور قواعد کبھی اس نقص کو رفع نہ کر سکتے جب تک ہم لوگوں کے دل میں یہ خیال اور یقین نہ پیدا کر دیں گے کہ جو کچھ ہم کتے ہیں وہ درحقیقت بھلائی کے واسطے کتے ہیں اسوقت تک صرف وہ خط و نصیحت سے کچھ نہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لہجہ اور آواز سے اگر کشتیوں روز اول، زیادہ تر اسکا انسداد اسوقت ہو سکتا ہے جب وہ پہلے پہل ہندوستان میں آئے لیکن تو جہازوں پر انکو شراب نہ دی جائے۔ ان سے باہر رکھا جائے کہ پانی ملا کر شراب پینے سے بدن لاغر ہو جاتا ہے اور پھر شراب کی خریداری میں اُنکے واسطے سہولت پیدا لی جائے جو لوگ مطلق شراب نہیں پیتے ہیں انکو زائد مشاہرہ دیا جائے فسر لوگ انکی صحبت میں جایا کریں اور اپنا اثر ان پر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ منجانباً کہ ان کے سبب سے پشاور میں زیادہ فوج رکھنے کی خواہش نہیں ہے برطانات اسکے میں اُس تعداد سے زیادہ نہ رہنے دوں گا جسکی اہماریہ کو ضرورت ہے۔ لیکن ناواقفیکہ کچھ لوگ نہ رہیں گے خافت نہیں ہو سکتی ہے۔

مری سے سر جان لارنس پشاور کو گئے۔ کائن اور اڈورڈس سے حفظان صحت اور دوسرے امور کے متعلق بہت گفت و شنید کی۔ سرحد کے بہت سے قلعوں کا ملاحظہ کیا۔ اپنی آخری یادداشت و انکڑشت پشاور میں نام و کمال محول کر چکا ہوں تحریر کی اور پشاور کے ان سپاہیوں کو جو اس مقصد سے وہاں صحت آرا ہوئے تھے یہ اہم پڑھ کر سنا یا کہ حضور ملکہ متغزلہ نے براہ راست ہندوستان کی حکومت اپنے اعتبار میں لی ہے۔ اس آخری مرتبہ جب وہ قلعہ کو دیکھنے گئے تھے تو رچرڈ ٹینٹن ان کے سیکرٹری بھی ہمراہ تھے اور انھوں نے اس موقع کی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

جس وقت مشہور ختم ہونے کے قریب آیا تو جان لارنس نے آخری مرتبہ پشاور کے ملاحظہ کی غرض سے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اور میں انکی ہیبت میں تھا۔ جسوقت ہم نے مقام اٹک جہاں تیز دھارے کے کنارے وہاں کا قدیم تجارتی گھاٹی دکھائی دیتا ہے دریائے سندھ سے عبور کیا تو انھوں نے جیسا کہ انٹر اس مقام کی تعریف کی تھی ارشاد کیا کہ یہ بڑا ضروری اور نفیس مقام ہے اور ملکی اعتبار سے بڑی وقعت رکھتا ہے حال میں اس دریائے عظیم کے کنارے کو وہاں کے ماہین کسی بلندی کے مقام پر ایک پارہ زمین پھٹ کر دریا میں آ رہا اور کئی ہفتے تک پانی کو روک رہا اس سے چند ہی گنٹے میں اس مقام سے جان شدت کے سیلاب تک پانی بڑھ کر آتا تھا بیت فٹ اوپر چڑھ گیا تھا۔ دریائے کابل اٹک سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر دریائے سندھ سے مل جاتا ہے۔ اس سیلاب سے دریائے کابل میں دو کناروں کی طرف پانی بہت بڑھ گیا اور مقام اتصال سے بیس میل اوپر نوشہرہ کی چھاؤنیوں میں پانی چڑھ آیا تھا۔ جسوقت ہم ایک بلند سطح سے دریا پشاور کی طرف اترنے لگے اور وہاں سے مقام مذکور کا مل طور سے دکھائی دینے لگا تو جان لارنس نے اس موقع کی وضواریوں کی طرف توجہ دلائی۔ انھوں نے کہا ”ان زرخیز اور آباد میدانوں کو دیکھو جگہ چاروں طرف ناہوار پہاڑیان واقع ہیں جہاں سے

آٹھواں اپریل ۱۸۵۷ء

ملک خاندان کے لئے

بہت پیار ہو گئی تھیں۔ خدا کرے اس چچی کے پونچنے پہنچنے تک وصیت ہو جائے۔ بلکہ امید ہے کہ تم ہیرنی کے ساتھ سیر کر آؤ اور اس وقت میں میرے اچھے مصاحب ہیں۔ حرکات و سکنات میں دونوں باہر گہرت ہی غفلت میں لیکن دونوں جہلے آگے یہاں آجائے۔ بہت خوش ہوں۔ اُن کی وجہ سے بڑی دلچسپی رہتی ہے۔ تم کو اس بات کے سننے سے برا ملائی ہوگا۔ کیریز (اُنکے بھائی) ناراض ہو کر من سخت مبتلا ہوئے تھے۔ یہ برا سخت عارضہ تھا اور یہاں کوئی ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔ صرف ایک وہ ڈاکٹر صاحب تھے جنکو یہاں تو سیلیب کہتے ہیں۔ یہ ایک یوم خیم پورٹے آدمی تھے جنکو سال پہرین ساٹھ پونڈ بٹتے ہیں۔ لیکن ہم نے کوئنٹل جنگ خندق کی تھی اس میں بچاؤ دیکھ کر دو مرتبہ بلایا اُسکے بعد پچاس کیریاں اچھے ہو جانے لگی تھیں اسکے بعد میں اُنکو لیے جو سے نری کو چلا گیا اور وہاں بی بی کی خبر گیری میں کر دیا اسکے بعد میں چپ پانچ یہاں چلا آیا۔ یہ مقام گرم ہے مگر تندرستی کے حق میں مفید ہے۔ اور میں تاریقی کے قریب ہوں جو اس زمانہ میں بہت ضروری ہے۔ بلکہ اپنی طبیعت کے صحیح ہونے کا بڑا تعجب ہے۔ ظاہر اپنی پیشانی بلکہ اچھلکے ہوئے ہے۔ سو اسے اسکے کہ میری بصارت میں کس قدر فرق آگیا اور سب طرح سے بین بدستور سابق کام کرنے کے قابل ہوں۔ بائیں ہاتھ جس وقت وطن جانے کا وقت آگیا تو بلکہ سو آدمین نہ بھرنے پڑی۔ اگر خدا نے میری جان بچا دی تو میں پھر تم سب کو اکڑ دیکھوں گا۔ اس اثنا میں جس قدر مشغول ہو کر میں کام کرتا ہوں اُس قدر جملت کے ساتھ وقت گزرتا ہے۔ ہیرنی نے بلکہ لاکھوں اور اُنکے استقبال کے بڑے دلکش حالات دیکھے ہیں۔ میری زد و جد کو کیا ہی خوشی ہوگی کہ جاتی تھیں امید ہے کہ دو دن بعد آؤں۔ صاحب تمہاری دیر کے لیے یہاں آجائیں اُنکا قصد فور کے مینٹ میں وطن جانے کا ہے اور وطن اس واسطے جاتے ہیں کہ میرے قوت بازو ہیرنی لارنس کی سوانح عمری لکھیں۔ اُنکے لیے ایک بچی بخت کی محنت کا کام ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ آؤں تو میں صاحب سے بڑھکر اور کوئی شخص مرحوم کی داد دیتا۔ میرا قصد ہے کہ آئندہ فردی میں ہندوستان سے روانہ ہوں اور باقی ماندہ عمر وطن میں تم لوگوں کے درمیان بسر کروں۔

تمہارا ہمیشہ کا چاہنے والا بھائی
جان لارنس
سخت ہیضہ نے خروج کیا۔ اس میں صرف ولایتی سپاہی مبتلا ہوتے تھے۔ سپاہیوں کی سلامتی ہمیشہ جان لارنس کی

جان کے برابر عزیز رہی اور ایک شخص نے جسکو حقیقت جال سے آگاہ ہونے کی معقول وجہ تھی مجھ سے بیان کیا ہے کہ جان لارنس اپنے بھائی کے ساتھ روز اسپتال میں آتے تھے اور بیارون اور قریب الگ لوگوں کی جہان ممکن تھا مدد کرتے تھے اپنے خطرہ کا خیال نہیں کرتے تھے اور ڈاکٹروں کے کہنے کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے جنکو تردد تھا کہ مبادا ان کے دشمن کمین اس عارضہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پشاور میں بھی کثرت سے لوگ مر رہے تھے اور سبڈی کاٹن اور جان لارنس کے مابین جو دونوں دل سے اس امر کا خیال کرتے تھے بڑی گرجو جی سے خط و کتابت ہوتی تھی۔ انہیں سے ایک چٹھی میں ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے جان لارنس کے خیالات ظاہر ہونگے اور وہ ہمیشہ کے لیے مفید ہے۔

کوہ عمری۔ ۲۴۔ ستمبر ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے جنرل۔ میں آپ کے کاغذات کو آپ کی چٹھی مورٹلہ ۲۴ ستمبر سمیت واپس کرتا ہوں۔ جو خبر ان سے معلوم ہوئی ہے بڑی افسوسناک ہے اور اُسکے دیکھنے سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے اختیار میں ہے وہ اس امر پر توجہ کریں اور اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کریں کہ ولایتی سپاہی جو اس قدر مرتے جاتے ہیں اُسکا اصل باعث کیا ہے ان بیچاروں سے مجھ سے بڑھ کر کوئی شخص ہمدردی یا اعانت کرنے کی خواہش نہ رکھتا ہوگا لیکن بمکوفین کا مل ہے کہ آب و ہوا کی نسبت یہ امر زیادہ تر طرز معاشرت سے ہوا ہے۔ اس بات کو تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ کیتھدر لوگ آب و ہوا کے بھی باعث سب سے مرتے ہیں لیکن ساتھی اُسکے بمکوفین یقین ہوتا ہے کہ کامل طور سے غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ جو سپاہی ہر سال مرتے ہیں زیادہ تر اپنے طریقہ بود و باش سے ہلاک ہوتے ہیں بقابلہ اُسکے آب و ہوا کے اثر سے بہت کم مرتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں ولایتی سپاہیوں وغیرہ کے کثرت سے مرنے کا اصل باعث یہی آب و ہوا ہے تو کیا وجہ ہے کہ افسر اور میڈیٹین لوگ اس حساب سے نہیں مرتے ہیں۔ کیا باعث ہے کہ چھوٹے چھوٹے تاجر معزز اور اس درجہ کے اور اشخاص ان خرب سپاہیوں کی برابر نہیں ہلاک ہوتے ہیں۔ میرے یقین میں تو اسکا سبب یہ ہے کہ ہمارے سپاہی بڑی آزادی سے رہتے ہیں یعنی جس طرح سے بے نوکری کے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اُس سے بھی زیادہ آزادی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے سب کے پہلے وہی بیمار پڑتے ہیں۔ پھر جسوقت وبا آتی ہے تو زیادہ تر یہی لوگ ہلاک ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ٹیوٹوٹ کے لوگوں کو اگر تندرست رہنا ہو تو یہ بہت اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ انکو انگلستان کی نسبت یہاں زیادہ اعتدال سے رہنا چاہیے۔ انگلستان میں جو شے حفاظت کے ساتھ مستعمل ہو سکتی ہے وہ یہاں بیماری کی باعث ہو جاتی ہے مثلاً قطب شمالی کے قریب لوگ سیرون چربی بلکہ تیل تک حفاظت کے لیے لکھائی جاتے ہیں اور اُسکو اگر مستعمل ملک میں استعمال کریں تو طبیعت اور بگڑ جائے۔ حال میں مکہ خطان صحت فوج کے نقشبات انگلستان میں جیسے ہیں انکو دیکھیے۔ وہاں بھی غام آبادی کے مقابلہ میں فوج کے کیتھدر آدمی زیادہ ہلاک ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیتھدر نے اسکی وجہ

اس نمایاں کامیابی کے ساتھ اسپرکونٹ کی بھی۔

سرخ جاکٹ لائسنس نے اس تبادُلِ حیثیت کو صرف اس وجہ سے عمدہ خیال کیا کہ اس سے اُن کے قائم مقام یابانشین کے لیے آسانی ہوگی محنت کم ہوگی اور بیہودی خلافتی میں کوشش کرنے کے لیے زیادہ موقع ملے گا۔ اور اگرچہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ تندرست ہوجانے کی حالت میں اس سے اُنکے آنے کی خود ہش زیادہ ہوگئی ہے مگر انھوں نے کہا کہ اگر کلرینی صاحب نے جو میرے منتخب کیے ہوئے شخص ہیں اپنے بھاری اور ذمہ داری کے عہدہ پر جانے میں سوائے اس صورت کے جب مستقل طور پر انگو یہ عہدہ دیا جائے انکار کیا تو میں ایسا کرنے کا حتمی وعدہ نہیں کرتا ہوں ایک دفعہ میں جب کہر لگا ہوا تھا کہ ڈوئری پر نوٹ "وہ منگلری صاحب کو کہتے ہیں کہ۔"

ص ۳۳

ماریٹن
کلیئر
۹۴

جھکاؤ پیدا ہے کہ حضور گورنر جنرل آپ کو میرا بانشین مقرر کر کے بیان بھیجیں گے۔ مجاہدین ہے کہ آپ اس کام کو بہتر انجام کریں گے۔ آپ فوج کو درست کیٹنگ سرورڈوں اور ادنیٰ درجہ کے کوگون میں ہر دل خیز بیٹے اور اب تک چوتھا عہدہ جاری تھا اسکو قائم کریں گے۔ میں نے حضور گورنر جنرل کو لکھا ہے کہ کیا آپ کے آنے میں سہولت پسند کرنے کے لیے بشرط ضرورت میں یہ اقرار بھی کر دوں گا کہ میرا بیان واپس نہ آؤں گا۔ یہ بات میں اور صورت میں نہ کرنا سیکونکہ یہ امر مستحقِ قیاس ہے کہ بعض اتفاقات ایسے پڑیں جن سے میرا بیان واپس آنا ضروری ہو لیکن خصوصاً اس صورت میں جب گورنر جنرل انچرفٹان کو اس بات کی خواہش ہو۔ اسے بھی نہیں آپ کی خاطر سے یہ جو کچھ اُٹھانا ہون لیکن براہِ مہربانی یہ بات اسے ہی کہہ دے گا میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں گی کہ حضور گورنر جنرل اس بار میں استفسار کریں گے۔

دوسروں کی بیہودی کے لیے جان لائسنس جس طور پر مستعد رہتے تھے اُسی دلوک میں انھوں نے اپنے ماتحتین کی خدمتوں کے صلہ کے واسطے تحریک کی۔ سرکاری نیم سرکاری اور جج کے طور پر ہر ایک قسم کے مراسلات میں اُن لوگوں کے دعویٰ کے ظاہر کرنے سے انھوں نے کبھی قلم نہیں روکا اور اب جس وقت وہ جی۔ بی۔ جی۔ اور بی۔ ڈی۔ ڈی۔ اور ممبر پریوئی کوئٹنس اور ٹنٹس گورنر جنرل کے اور عنقریب ٹاکس سے جانے والے تھے لارڈ اسٹینٹن کی خدمت میں ایسی عبارت کی ایک چھپی روانہ کی جس سے انگو یہ تین معلوم ہوتا تھا کہ ایک شافی جواب آئے گا۔

مری ۲۳۔ ستمبر ۱۹۵۶ء۔

میرے پیارے لارڈ اسٹینٹن! آج صبح کو آپ کی چھٹی مورننگ ۹۔ گسٹ لارڈ اسٹینٹن کے ذریعہ سے بھولی۔ میں دنوں سے حضور کے مسئلہ کی شکر گزاری کرتا ہوں کہ مدعو میں نے میری خدمتوں کا اعتراف فرمایا میری خواہش ہے کہ ایک اور کچھ نہیں ہے کہ میں اس قدر تندرست اور توانا ہوں گا کہ ہندوستان میں اپنا سکے بٹھانے اور سہولت سے قائم رکھنے کے متعلق

میں مدد دینے کے لائق ہو جاتا۔ کیونکہ اسمین کوئی شک نہیں ہے کہ اب بھی ایک بڑے تودکا کام ہمارے سامنے موجود ہے۔
جھکو امید ہے کہ جس وقت موقع ہوگا تو آپ اُن افسردہ کو فراموش نہ کرینگے جنھوں نے پنجاب کی امن وامان
قائم رکھنے میں اسطرح کی مدد دی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں اپنے انتظام میں کامیابی جمل ہونے کی بابت
بڑا شکر گزار ہوں۔ اور جو نہایت گاڑھے وقت میں میرے گرد مجتمع رہے۔

پنجاب کے حادثوں کی رپورٹ میں میں نے انکی کارگزاریوں کو دو جہی طور سے بیان کرنے کا اقدام کیا ہے۔
اگر آپ بڑے فکرمندی ہرگز نہ اُدور دس نیوئل چیپٹر لین سسٹر فریڈکشنر سندھ جانچ بارٹن آر تھر رابرٹس جانچ کٹس وغیرہ
اس قسم کے لوگ نہوتے تو یہ طوفان کبھی ہمارے فرو کرنے سے فرو نہوتا۔ اگر برٹش گورنمنٹ اُنکو مناسب صابہ عطا فرمائیگی تو
حکومت ہندوستان کو تقویت دینے میں وہ بڑی بھاری کارروائی کریگی اور میرے اوپر احسان فرمائیگی۔

سَر جَآن لارنس ابتدا سے اکتوبر میں مری سے روانہ ہوئے۔ وہ گرمی کے موسم میں یہیں مقیم رہے تھے
کیونکہ ریچرڈ ڈیمیل نے جولاہوں میں کام کرتے تھے اتنا ہی چھپان لکھ لکھ کر ایسے وقت اُنکو وہاں آنے سے باز رکھا
جب بگمان غالب گرمی کی شدت اُنکے حق میں مہلک ہوتی۔ ریچرڈ ڈیمیل لکھتے ہیں کہ میں نے سنا آپ لاہور
آنے والے ہیں۔ میں آپ کے ایک گاڑھے دوست کی حیثیت سے لکھتا ہوں کہ آپ ایسا قصد نہ کیجیے گا۔
میں نے آپ کی طبیعت جو علیل ہو گئی تھی اُنکو یاد کیجیے۔ جھکو اندیشہ ہے کہ آپ کی طبیعت ابھی بالکل صحیح
نہیں ہے۔ آپ کا یہاں آنا چند ان ضروری نہیں ہے۔ یہاں آنے سے پھر آپ علیل ہو جائینگے اور کوئی فائدہ
نہوگا۔ جو کچھ ممکن ہے وہ سب کیا جائیگا اگرچہ ہمارے قینا نشیل کشنر (ظاہر انگلیٹر کا لقب جو اُنکے نام میں شامل
کیا گیا تھا اب تک اپنی خاصیت ثابت کرنا جاتا تھا) کے ہاتھ میں معاملات کم و بیش اُس غلط طریقہ پر چلتے رہینگے
لیکن یورپائی نرس کے موجود ہونے سے بھی کچھ اسکی اصلاح نہوگی۔

سَر جَآن لارنس کے دو بھتیجے ایک سَر انگلینڈر لارنس سَر ہیری کے بڑے صاحبزادے اور دوسرے
چارلس برنارڈ جھکو بزمائے مابعد ایک بڑا عروج ہوا یہ دونوں صاحبزادے ابھی ہندوستان میں آئے تھے
اور اُنکے ساتھ مری میں رہتے تھے جس وقت وہ بمبئی میں پہنچے تو اُنکے چچا نے فوراً اُنکو بلوا بھیجا کہ اُنکو
معلوم ہو سکے کہ وہ کیا کام کر سکتے ہیں۔ اور اُنکی دو چھپوں سے جو اُنکی ہمیشہ ”لڈیشیا“ کے نام ہیں اور
جو خوش قسمتی سے اب تک باقی رہ گئیں میں چند جملے اقتباس کر کے ذیل میں درج کرتا ہوں اور وہ خالگی اور
ذاتی امور کے لحاظ سے خالی از لطف نہیں ہیں۔

راولپنڈی ۲۱۔ مئی ۱۸۵۷ء۔

میری پارہ جان لٹی۔ جھکو ہیری کی پھیلی چٹھی سے اس امر کے معلوم ہونے پر نہایت ہی ملال ہوا کہ تم

مجموعیہ اس بات کی امید ہی کہ حضور نے پنجاب میں فتنہ گورنری قائم کرنے کی جو تجویز کی تھی وہ منظور ہو جائیگی۔
مجموعیہ امید تھی کہ اگر حکام افغانستان زمین کچھ پس و پیش کریں تو بھی ایک ذرا سی توضیح میں وہ وقت رخص ہو جائیگی۔ ایسا
نہیں کیا گیا اور بین نے اس بارے میں تحریک کرنا مناسب سمجھا لیکن اب جس وقت ایک فتنہ گورنر کا شاہرہ پر پیے
مقرر ہوا اور میں غریب وطن جانے والا ہوں (شاہد بیہودی کے لیے) تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ میری کارروائیوں میں غلطی
ہوگی میں باصرہ کرکٹا ہوں کہ یہ تدبیر عمل میں لائی جائے۔ تاہم مسرت محض برائے نام ہو گا لیکن بتانا پڑا اسکے اعلیٰ افسر کو
زیادہ مدد ہو چکی۔ اس سے کاغذی کام اور بہت بے انتہا واپس نہ کرنا پڑینگے اور ضروری کاموں کے لیے بہت محنت
لیگی۔ فتنہ گورنروں کے متعلق جو رائے شائستہ رہتا ہے اس سے وہ بہت سی غلط بات سے بچ جاتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی
باتوں کے متعلق ہوتی ہے لیکن اسکی جانب توجہ کرنا بہت ضرور ہوتا ہے۔۔۔۔۔

جس وقت یہ تبادلے عمل میں آجائینگے اور جدید پنجابی حصص فوج لگانا شروع کرنے کے حوالہ کر دیے جائینگے تو نیکٹر فوجی
اپنے عہدہ کو معزز سمجھنے کے علاوہ مرغوب بھی تصور کریگے۔ اگر تبادلے عمل میں نہ آئینگے تو مجموعیہ ایک کوئی افسرین معلوم ہوتا
جو سب ضرورتوں کو دیکھ بھال سکے۔ میری ادبیات تھی۔ مجموعیہ پنجاب میں رہتے رہتے اب بارہ برس کا عرصہ ہو گیا اور
انتظام ملک کے متعلق جو بات ہوئی سب میرے ہاتھوں ہوئی۔ مجموعیہ جوان کاموں میں انتہا متہجے کی تکلیف پڑی تو اسکی ہر
بطور واجب یہی تصور کی جاسکتی ہے کہ انتظام میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ نیکٹر میں صاحب گورنر کی نسبت نئے ملکوں میں
انتظام کرنے کے لیے زیادہ تر موزوں ہیں۔ وہ غرور و فخر کی طرف سے ویسے آدمی نہیں ہیں جیسے کام کاج کی طرف سے ہیں۔
ملک میں انکو ناکامی ہوگی۔ اگر پنجاب میں اصلاح کر دی جائیگی اور انکو اس بات کا یقین ہو جائیگا کہ میں واپس نہ آؤں گا
تو مجموعیہ یقین ہے کہ وہ اس عہدہ کو ملک میں یا اودھ کے عہدہ سے پسند کریگے۔

اگر نیکٹر میں صاحب پنجاب میں آئے تو اودھ کے لیے ایک افسر درکار ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور کو اس کام کے لیے
شیر باج بارٹن موجودہ گیشنر میں روئے قسمت تبلیغ سے بڑھکر اور کوئی آدمی نہ لیا۔ بارٹن صاحب ایک بڑی لیاقت کے
افسر ہیں اور انکو بیولن سرزوس کے مختلف کاموں کا خوب ہی تجربہ حاصل ہے۔ ملک اودھ کے معاملات کی درستی میں
میں سمجھتا ہوں کہ اراضیات کا انتظام سب سے مقدم ہے اور اس کام کے لیے وہ بالخصوص موزوں ہیں۔ وہ مزاج کے
بہت اچھے اور صاحب شعور آدمی ہیں اور ہندوستانیوں کی بڑی ہمدردی کرتے ہیں اور بہت میں بھی حاضر نہیں ہیں۔
میکلینوڈ اور تھارٹن صاحب دونوں لائق آدمی ہیں لیکن ایک نے ملک کی اعلیٰ بیولن حکومت کے لیے
دونوں میں سے کوئی زیادہ موزوں نہیں ہے۔ نیکٹر میں صاحب کی اتنی میں بھی دونوں مطمئن اور خوش رہینگے اور
بارٹن اور ڈورڈن یا فزیر صاحب کی اتنی میں انہیں سے کوئی خوش نہ رہیگا۔

اب میں کرنل اور ڈورڈن اور سر فزیر کا ذکر کرتا ہوں۔ کرنل اور ڈورڈن صاحب بڑی قابلیت کے آدمی ہیں۔

جو کچھ وہ کرتے ہیں بہت اچھا ہوتا ہے لیکن انکو قاعدہ کے ساتھ بطور سیول افسر کے کبھی تعلیم نہیں ہوئی اور سرکاری کاموں کے بجائے انجام کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہے۔ الغرض آڈوژڈس صاحب بہ نسبت سیول افسر ہونے کے پونیفیکل فہرنگ کام زیادہ عمرگی سے کر سکتے ہیں۔ اگر کم سنی کی حالت میں قرار واقعی انکی تعلیم ہوتی تو ہندوستان کے ہر ایک عہدہ کا کام وہ تعریف کے ساتھ انجام کر سکتے۔

منظمر منی کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ منسٹر فریز غالباً پنجاب کی سیول گورنری سب سے اچھی طرح کر سکیں گے۔ میں بذات خاص ان سے واقف نہیں ہوں لیکن انکی کارروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انتظامی لیاقت انہیں اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہے۔ انکے بارے میں میرے نزدیک بظاہر صرف یہ اعتراض پائے جاتے ہیں کہ وہ ایک بیبی کے سونیٹین ہیں اور اس واسطے ہنگامی افسروں کے نزدیک وہ مشکل سے قابل قبول ہو سکیں گے۔ انکو نہ تو سکھوں سے واقفیت ہے اور نہ وہ پنجاب کے طرز انتظام سے واقف ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ سرحدی جرجون اور سرحد پار کے سرداروں کے متعلق انکی حکمت عملی اس حکمت عملی سے مختلف ہوگی جس پر میں اب تک عمل کرتا رہا۔ ان تمام امور میں میرے نزدیک وہ منظر منی صاحب کے برابر کام نہ دے سکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر منظر منی صاحب پنجاب میں آؤ مٹھ انسٹون ماکس مغربی و شمالی میں اور بارنٹس صاحب اودھ میں مقرر ہونگے تو حضور بہت اچھی طرح سے کام چلا سکیں گے۔ میں نے حضور کو ایسی آزادی اور اس بے تکلفی کے ساتھ لکھا ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہ تھا۔ میرے دل میں اس معاملہ کے متعلق جو ضروری باتیں ہیں انہیں سے کیسکو میں نے فرو گذاشت نہیں کیا ہے۔

اس بات کو دریافت کر کے کہ جان لارنس کو ایسی سخت مشقت کرنا پڑتی ہے لارڈ کیننگ نے اپنے امکان بھر اس بات میں بڑی کوشش کی کہ چند مہینے جو باقی رہ گئے تھے ان میں انکی حالت زیادہ بہتر رکھیں۔ لارڈ مدموچ نے لکھا کہ فوراً ایک پینوٹ سیکرٹری مقرر کر لیا جائے اور اپنے اساتذہ میں اور کوئی افسر جس کے سبب سے کام میں آسانی متصور ہو بڑھالیا جائے۔ یہ عطیہ ایسا تھا کہ گذشتہ آٹھ برس کے عرصہ میں جس وقت دیا جاتا اسی وقت اس سے فائدہ متصور تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے کثرت کار کے زمانہ میں جب انھوں نے اصرار کے ساتھ مدد چاہی ہوتی تو یہ بات قبول کر لی جاتی۔ انتظام پنجاب کے جس تبادلہ کا عرصہ سے تذکرہ تھا اور جسکی بابت لارڈ وٹکویسٹ نے اپنی روانگی کے قبل صلاح دی تھی آخر کو وہ عمل میں لایا گیا۔ اور اول چیف کمنشنر پنجاب بہ حیثیت شخص مستحق وہاں کا اول فٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ یہ تبادلہ ایسی دیر میں عمل میں آیا کہ خود سر جان لارنس کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا لیکن یہ ایک بڑی عزت اور ناموری کی بات ہے اور اب وہ عزت اس امر سے اور بھی دو بالا ہوگی کہ ضلع دہلی کی نسبت حسب ضابطہ اس بات کی منظوری آگئی کہ وہ جدید فٹنٹ گورنری میں شامل کر دیا جائے۔ یہ وہ ضلع تھا جسکو سر جان لارنس نے سلطنت کے لیے بجا لیا تھا جب ایسی ایسی دقیق واقعاتیں اور ابتدائی زمانہ میں

صلح
منظر منی
صاحب

مقرر ہونے کے قابل تھا۔ اس امر کے بارے میں انکو خود بھی بہت تردد تھا اور انکی ایک چٹھی سے جو لارڈ گیننگ کے اُس وقت کے سیکریٹری لیون ٹورنگنگ کے نام تھی ظاہر ہو جائیگا کہ انکا خیال کدھر جاتا تھا۔

میرے دوست ٹنگر ٹنی صاحب اب تک اودھ کے لیے مجھ سے رسول انسر طلب کر رہے ہیں۔ فی الحال بن ہسروں کے اُنھوں نے پھر لکھا تھا میں نے نو جوان کرپٹن صاحب اس ایک انسر کے دینے کا وعدہ کیا ہے جو آج کل گجرات میں ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ میرے یہاں کے اور آدمیوں کی بابت طلبی نہ آئیگی۔ میں اپنے یہاں کے بہت انسر دے چکا ہوں اور اب خود شکل میں گرفتار ہوں۔ اس موسم سرما میں بہت سے انسر اور اچھے اچھے آدمی وطن جانے والے ہیں اگر ضلع کی حکومت کے لیے کوئی خراب یا غافل بھی انسر ملا تو سب معاملات بگڑ جائیگے۔ چھ مہینے میں جو نقصان ہوتا ہے وہ چھ برس میں پورا نہیں ہوتا۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میں خود ایک برس کے واسطے وطن جاؤنگا۔ پچھلے تین سال سے یہاں رہتا ہوں مگر یقین نہ تھا آتا ہوں۔ میری بصارت بہت کم ہو گئی ہے اور اکثر داغی غرض میں مبتلا رہتا ہوں۔ کام انجام کرنے کو بہت ہے اور مددگار میرے اختیار میں کافی طور سے موجود نہیں ہیں۔ برابر کی چیتے رہنا آدمی کا کام نہیں ہے۔ اگر میں تندرست ہو گیا تو شاید اے کے موسم سرما تک پھر آؤنگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب کچھ دنوں کے لیے آرام ضروری امر ہے ورنہ بالکل ٹوٹ جاؤنگا۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ کوشش کر کے دریافت کرنے کی میری جگہ کوئی شخص مقرر ہوگا۔ میرے نزدیک ٹنگر ٹنی صاحب اگر قبول کریں تو بہت اچھے ہیں۔ اگر میرا قائم مقام اچھا تختی اور رعب دار ہوگا تو سب معاملہ بگڑ جائیگا۔ میں وطن جاتے ہوئے بہت پس و پیش کر رہا ہوں کہ مبادا کوئی اتیری نہ پڑ جائے لیکن ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ میرے لیے اب یہ امر بہت ضروری ہے۔ مگر یہ کہ آئندہ جنوری تک اودھ کے بند و بست کو ختم ہو جانا چاہیے۔ اور اسی زمانہ میں میں جانا چاہتا ہوں اگر ضرور ہو اتو میں ایک جیسے اور ٹھہراؤنگا۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کہ چناب کو اودھ سے ضروری سمجھنا چاہیے۔ یہاں کا کام بیش اودھ سے دو چند ہوگا۔ اور عرضت سرحد کے سبب عام مقاصد سلطنت کے لیے یہ عمدہ بہت ضروری ہو گیا ہے۔ اگر یہاں کوئی فائدہ یا کسی خطرہ کا اندیشہ ہو اتو میں ٹھہراؤنگا گو میں کیا ہی کچھ کیوں نہ ہو۔

اس اثناء میں لارڈ گیننگ نے یہ سن کر کہ سر خیاں لارنس کی روانگی کا زمانہ قریب آیا ہے نہایت محبت آمیز الفاظ سے ایک چٹھی میں اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ وہ عارضی طور پر اپنی بیش قیمت مدد اور اعانت دینے سے جہاں ہوتے ہیں اور ٹنگر ٹنی اور ڈورنٹس قریب وغیرہ کے بارے میں جو انکی قائم مقامی کے واسطے نامزد کیے جاتے تھے آزادانہ رائے طلب کی۔ لارڈ گیننگ کہتے ہیں کہ۔

ان سو دنوں یا بیچال میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس کام کے لیے موزوں ہو۔ اس وقت جب اودھ تاکا مغربی و شمالی اور پنجاب ان تمام مقامات میں اعلیٰ افسروں کے مقرر کرنے کی ضرورت ہے تو گورنمنٹ کے ہر ایک مہینے میں

اعلیٰ عہدوں کے لیے لائسنس افسروں کا یہ تعداد کافی بہم نہ پہونچتا ایک افسوس کا مقام ہے۔ اس بارے میں جو کچھ آپ کی رائے ہو میں چاہتا ہوں کہ کامل طور سے اور بلا قید آپ اسکا اظہار کیجیے۔

اس سے سر جان لارنس کو ایک گھلا میداں مل گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جس طرح سے پیشتر لارڈ ڈوگلس کو چھپان لکھی تھیں اسی طرح سے ایک نہایت پُر زور مگر بلا رو رعایت چٹھی تحریر کی اور اس میں نہایت بے نظیر باتیں درج کیں۔

کو دمری۔ ۱۱۔ ستمبر ۱۸۵۷ء۔

مافی لارڈ۔ میں نے چٹھی تاریخ حضور کی چٹھی پائی تھی لیکن اس وقت اس کا جواب نہیں لکھا۔ کیونکہ جس مادہ کے بارے میں وہ چٹھی تھی میں نے چاہا کہ اس پر کامل غور کرنے کے بعد جواب لکھوں۔ اپنے بارے میں مجھ کو یہ لکھنا ہے کہ اگر میری صحت کی کیفیت اس شدت سے مقضیٰ ہوتی تو میں وطن جانے کی ہرگز خواہش نہ کرتا۔ چند سال سے میں برابر دوران سر میں مبتلا رہا اور کئی مرتبے مرتے مرنے لگ گیا۔ پارسال اپریل کے مہینہ میں بھی وہی دوران سر شروع ہوا تھا اور آغاز غدیر میں میری طبیعت واقعی بہت ناساز تھی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جس وقت رو رد کردہ ہو تا تھا تو مجھ سے سرتک نہیں اٹھایا جاتا تھا جبوقت غار کو اور ترقی ہوئی تو میں اچھا ہو گیا تھا اب چند مہینہ سے پھر کچھ علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اس سے کام کرنا نہایت ناگوار گذرتا ہے بلکہ ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ اور میرے طبی مشیر محکو صلاح دیتے ہیں کہ جب تک میں کچھ دنوں آرام نہیں کرونگا اس وقت تک اس بات کا اندیشہ رہیگا کہ مبادا جمپیر فالج نہ گرے لیکن ایک سال تک آرام کرنے کے بعد میں کام کے قابل ہو جاؤنگا۔ انگلستان چھوڑے ہوئے مجھ کو قریب قریب سولہ برس کا زمانہ ہوا اور اس زمانہ میں صرف ایک مہینہ میں اپنے کام سے اس وقت غیر حاضر رہا ہوں جب ۱۸۵۷ء میں بمقام کانکتہ لارڈ ڈوگلس کو نیروادکنے کو گیا تھا میں نے ان باتوں کو صرف اس لحاظ سے بیان کیا ہے تاکہ حضور کو معلوم ہو کہ مجھ کو تبدیل (آب ہوا) کی وحقیقت ضرورت ہے۔ با اینہم میرے جانے کے وقت اگر کسی طرح کا خطرہ ہو تو میں کچھ ہی کیوں نہوا اپنے عہدہ پر رہ جانے کو تیار ہو جاؤنگا۔ میں اس بات کو آپ ہی کی تجویز پر چھوڑ دوںگا کہ مجھ کو جانا مناسب ہے یا نہیں۔

اپنے قائم مقام کے بارے میں میری قومی سفارش یہ ہے کہ سرسٹر ٹنگر می مقرر ہوں وہ ملک اور رعایا کے حالات سے خوب واقف ہیں انکو ہندوستانی اشخاص اور یورپین افسروں کو پسند کرتے ہیں اور دونوں معزز سمجھتے ہیں اور مجھ کو یقین ہے کہ سرسٹر موصوف اس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ پنجاب اور اودھ دونوں میں ضروری کون مقام ہے۔ پھر انتظامات میرے نزدیک بہت آسانی سے ہو جائینگے اور اس صورت میں ٹنگر می صاحب فرغت پا سکتے ہیں پنجاب میں اس وقت جو کام ہے وہ کہیں اس سے زیادہ ہے کہ ٹنگر می صاحب کو انجام کر سکیں۔ اگر مناسب طور پر یہ کام انجام کیا جائے تو بھی ایک آدمی کی قوت سے زیادہ ہے لیکن یہاں بھی تبدیل انتظام میں کچھ دشواری نہیں ہے۔

نور کرنے کا یہ قدر حق حاصل ہے۔ ہندوستان میں بہت کم لوگوں کی اسطورتہ آزمائش ہوئی ہوگی اور اگر میں کسی صلہ کے پاسنے کی امید کروں تو اس میں بیشک کوئی دھماکی کی بات نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس صلہ سے بڑھ کر شکر گزاری کے قابل کی صلہ نہیں ہے جس سے میرے اہل و عیال کو فائدہ پہونچے میرے لیے جو کچھ درکار تھا وہ بخوبی مل گیا۔

پچھلی خشکی کی ڈاک کے ذریعہ سے جاکوہ خیر سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ خیر کی لائسن اپنی کارگزاریوں کے صلہ میں جس اعزاز کے مستحق تھے وہ اعزاز انکے بیٹے کو ملا جنہری کامرنا انکے اہل و عیال سے بھی زیادہ انکے ملک کے لیے باعث سعادت ہواموجودہ نازک حالت میں معلوم نہیں کہ انکی خدمت میں کس قدر پیش قیمت ہو تین ایسے آدمیوں کی بہکومت ضرورت

ہم نے ابھی تک ہندوستان کو فتح نہیں کیا ہے۔ اور جس وقت ہندوستان فتح ہو جائے تو اس سے بھی بڑھ کر مشکل کام انجام کرنا پڑیگا اور وہ یہ ہے کہ رعایا کو خاموش کرنا اور پڑے زخموں کا علاج کرنا پڑیگا۔ یہ ایک ایسا کام ہے کہ بہادر سے بہادر ملال سے ملال آدی بھی اسکی طرف سے اپنا دامن پیشین گے۔ وہ ایسا کام ہے کہ حسین بڑے ہماری آدی کو پشاندلی توڑنا اور اپنی جان کو تعمیل پر رکھنا پڑیگا اور اگر وہ خدا کے فضل سے انجام بھی ہو جائے تو کبھی اسکی قدردانی نہوسکیگی۔

ایسے بہت لوگ تھے جنہوں نے پیشین گوئی کی کہ سرخ جان لائسن کو پیر میں سے بھی بڑھ کر حسد از حاصل ہوگا اور اسکو زیادہ عرصہ نہیں لگےگا۔ ایک انواد یہ آڑی تھی کہ لارڈ کینگڈا کچھ تباہ و زارت اور کچھ عرصہ تک زمانہ شہر کی محنت اور جانفشانی سے (یہ ایسی محنت اور جانفشانی تھی حسین سب سے بڑھ کر لارڈ موصوف ہی کا آنا تصور تھا کیونکہ ہاوصف اپنے تمام شیرخانہ اوصاف کے ایک بڑے ضروری امر میں وہ قاصر تھے جو اس وقت گورنر جنرل کے لیے نہایت ہی شدت سے درکار تھا یعنی یہ کہ خداوندوشت کا کام پرمقہیل حسد انجمام پاتا) اس وقت کے لیے مناسب نہیں سمجھے جاتے تھے اور بہت سے سپاہیوں اور زمینداروں کی آنکھ اور توجہ اس شخص کی طرف پھرنی تھی جسے باوجود طعالت کے بھی سپاہی اور دربار ملک دونوں کا کام کیا تھا اور اس حال کے نازک زمانہ میں درجہ مل ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت کی تھی۔

لیکن ہمیں اس بیان کو چکا ہوں سرخ جان لائسن کی آنکھیں اور رجحان بالکل دوسری ہی طرف تھا۔ انکو اپنا وطن یاد آتا تھا۔ اپنے خیال اطفال کے دیکھنے کا اشتیاق تھا جن سے اتنے عرصہ سے وہ جدا رہ چکے تھے انکو دم لینے کی خواہش تھی (اس دم لینے کے انکو معنی بھی نہ معلوم ہو سکتے کہ کیا ہیں کیونکہ سٹولر برس سے انہوں نے آئے۔ دن بھی کبھی وہ نہیں لیا تھا) پھر انکو داغ میں خون کے جڑ جاسے گا بھی کھٹکا تھا بعض اوقات ان کے حوسر تک بجا نہیں رہتے تھے اور یہ سب باتیں زبان حال سے کہہ رہی تھیں کہ اگر وہ کبھی محنت شاقہ کرنے کی امید رکھتے ہیں تو انکو تو آرام لینا چاہیے۔ اپنے ایک دوست کی چٹی تین وہ لگتے ہیں کہ۔

میں بہت بڑے ہوں اور کام کرتے کرتے تھک گیا اور اب وطن جانا چاہتا ہوں جب تک میرے ہاتھ پاؤں پیتے ہیں

اپنے عہدہ پر بیٹھا رہو گا۔ اور جو کچھ مجھ سے ہو سکیگا وہ کرو گا۔ لیکن یہاں کا کام لڑکوں کا کھیل نہیں ہے۔ ان باغیوں کی سرکوبی کرنا اور مناسب طور سے اپنا رعب جانا بڑی لیاقت سطوت اور کامل قوت کا کام ہے جنکو ایک شخص میں ہیئت مجموعی ہونا چاہیے۔ میں زیادہ زور دے کر نہیں کہتا ہوں صرف اس قدر بیان کرتا ہوں کہ جس طرح سے بڑے بڑے لائق اور بڑے عاقل لوگ یہاں آکر سیدل ہو جاتے ہیں وہ آپ کے خیال میں نہیں آسکتا۔ جنگ کے بعد انیس مہینے گزر گئے اور اب تک ہمارے سرانی کے اوپر نہ بند ہوئے۔

سَر جَان لَارنس بات چیت میں اکثر کہا کرتے تھے کہ ”میں وطن کو بگاڑوں گا اور وہاں کسی گوشہ فحاشی میں بیٹھ کر گھانٹ چیلون یا ہل جو توں گا۔“ با اینہم بڑے بڑے اہم کاموں کے انجام کرنے اور بڑی بڑی ذمہ داریوں کے لینے کا خیال اُن پر وقتاً فوقتاً اس طرح سے اپنا اثر کرتا ہی گیا جس طرح کوئی دوائے مقوی اُس تکے ہوئے پہاڑ چڑھنے والے آدمی پر اپنا اثر کرتی ہے جو کسی چوٹی کی طرف دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ وہاں تک جا کر میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاؤں گا اور پھر وہاں تک جا کر اُسکو معلوم ہوتا ہے کہ اب اُسکو نئے سرے سے پھر اُسی طرح اور بلندی پر جانا پڑیگا۔ وہ تنگدستی صاحب کو لکھتے ہیں کہ۔

مجھکو لارڈ کیننگ کا بڑا افسوس ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس طوفان کو سمجھال لیتے۔ مجھکو گورنر جنرل ہونے کی کوئی خواہش نہیں ہے گو اگر وہ عہدہ مجھ کو دیا جائیگا تو میں اُس سے انکار نہیں کروں گا۔ میرے لیے وطن اور ایک خفیہ مقدار کی نشن بس کافی ہے۔ میں بوڑھا اور کم زور ہوتا جاتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ پیشتر کی نسبت اب آدھا بھی نہیں رہ گیا آپ تو ”دنت سے جوان“ معلوم ہوتے ہیں۔

مجھکو لکھنا چاہیے کہ ایک بات جو ۲۲ برس قبل بھی جب سَر سِر ہرٹ تنگدستی اودھ کی چیف کمنشنری اور جَان لَارنس پنجاب کی چیف کمنشنری ہی پر تھے مجھ کو وہی لطف دیتی تھی جو اس وقت لطف دیتی ہے اس موقع پر قابل بیان ہے۔ سَر کالین کیمپبل کو جنھوں نے نسل اور اشخاص کے یہ امید ظاہر کی تھی کہ سَر جَان لَارنس گورنر جنرل مہند مقرر ہونگے انھوں نے جواب میں لکھا کہ۔

آپ کے پچھلے عنایت نامہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ تبدیلی وزارت سے مجھ کو لارڈ کیننگ کی جگہ پر مقرر ہونے کا زیادہ موقع ملے گا۔ کمان گورنر جنرل اور کمان میں بیچارہ۔ بگمان غالب وہ انگلستان کے کسی نامی گرامی شخص کو ملے گی۔ با اینہم اس سے بھی میرے ارادہ میں کچھ تغیر نہوگا۔ اس وقت تو میری خواہش یہی ہے کہ ہر طرف امن و امان اور عافیت ہو تاکہ میں آئندہ فروری تک وطن کو جاسکوں۔ اس وقت مجھ کو کام کرتے ہوئے ۲۹ برس ہو جائینگے اور اس وقت تک میں اپنے حصہ کے مطابق بہت کچھ گاڑھی محنت کر سکوں گا۔

لیکن اگر جَان لَارنس عارضی خواہ دوامی طور پر وطن کو جانے والے تھے تو انکی جگہ کون شخص

قد دانائی کی علامت ہے اس واسطے قابل قبول ہے۔ میں نے خود کسی معتبر ذریعہ سے یہ عجیب شناسہ کم ہونے کے لیے بھی ان حیاتوں کا قصد کیا کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں بہت خوشی سے قبول کر دیتا۔ مگر وہ نہ میں بھی اسکو دوسری آنکھیں بھوکا چھوٹا سفر میں۔ اتنی عمر میں میں نے جو بے تمام دیکھ بھال لیا کہ انسان کے لیے بہترین حلد ہی ہے کہ وہ اپنے دل میں اس بات کا خیال کر کے کر آئے اپنے مقدور بھر بہت اچھی طرح سے اپنا منصبی فرض ادا کیا ہے۔

سفر فرنگ کر رہی تھی اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ ستر جان لارڈ رولس بہت جلد انگلستان واپس آئے گا خیال کر رہے ہیں انکو کئی بار لکھا کہ بگمان غالب پیر پری کا خطاب انکو دیا جائیگا اور گورنر نے انکی اعلیٰ خدمتوں کے اعتراف میں بحیثیت چیف کیشنر انکی تنخواہ بڑھا دی ہے۔ ستر جان لارڈ رولس نے ایسی عبارت میں جواب لکھا جس سے انکی اور دوسرے اشخاص کی کارگزاریاں بھی ایک طور سے ثابت ہوتی ہیں اور بہت سی باتیں سوانح عمری کے مذاق کی بھی آئین پائی باقی ہیں۔

کوہ مری، ۱۱۔ اگست ۱۸۹۱ء۔

میر کے پاس سے گری عنایت نامہ بدولت خاتمہ مولدہ بھولائی وصول ہو کر کمال شکر گزاری کا باعث ہوا۔ آپ کی عمر کے گزرنے سے جو مہربانی اور رعایت میر کے ساتھ کی ہے اسکی بابت میں آپ کا مد سے زیادہ ممنون ہوں اور گورنر کا بھی اس امر کی بابت بڑا شکر گزار ہوں لیکن وہ رعایت میر سے ساتھ اتنی دیر کے بعد کی گئی کہ اس سے زیادہ فائدہ پہنچنے کا وقت ہمارا میں عرصہ سے طویل تھا اور میر پر بھی ٹھیک رہی۔ فائدہ کہ شروع ہونے ہی کے زمانہ میں درود صاحب کی شدت سے تین بستر ملائی پر ہوتا تھا۔ اب مجھ کو اکثر دروازا ہوا کرتا ہے۔ یہ ہندوستان میں عرصہ تک رہنے اور محنت شاقہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ سو اسے اس ایک مہینہ کے جب آٹھ سو ست نام میں میں لارڈ رولس کوئی بھی کو غیر ہونے کی گمان تھا تو لارڈ رولس کے عرصہ سے مجھ کو ایک دن بھی آرام نہیں ملا۔ اتنے عرصہ دراز تک علی الاطلاق کوئی شخص میر سے حملہ سے پرہیز کر رہا تھا اور بتنی مدد میں لیتا ہوں اس سے زیادہ دوسلے کر اپنا فرض منصبی نہیں ادا کر سکتا ہے بغیر اسکے کہ درمیان میں کچھ دفن آرام کرے۔ کام سال بسال کم ہونے کے بدلے بڑھتا گیا۔ کلکتہ میں گورنر جنرل کے پاس کام زیادہ کھینچ آیا ہے۔ نوٹن حکام کا کام بہت کم رہ گیا ہے اور اس واسطے رپورٹیں زیادہ کرتا پڑتی ہیں۔ پہلے مہینہ تعمیرات پنجاب کا کل محکمہ میر سے سپرد ہوا اور ایک سیکرٹری بھی نہیں ملا۔ اس سبب سے مجھ کو ایسے افسروں کے اختیار میں رکھنے کی کوشش اور بے شکر کار پڑتی تھی جو گو وہ کیسے ہی مستعد اور لائق ہوں مگر عرصہ سے جو انکے دل میں آتا تھا ہی کرتے آتے تھے۔ اب نصف سے زیادہ فوج بنگال میں سفر جمع اور مرتب اور درست کی ہے۔ پھر دہلی کا علاقہ میر سے سپرد ہوا۔ یہ سب کام میر سے بڑے اعزاز کا ہے اور میں اس سے کتنا رکشی کرنے کا خیال بہت دور رکھتا ہوں اور اگر کافی حملہ کے ساتھ میں ملک کا کشت و گوزن مقرر کر دیا جاتا تو ذرا بھی مجھ کو گمان نہ گذرتا۔ گاڈی کام بہت کم ہوا یا اور مجھ کو اپنے عہدے کے اصل کام میں مشغول ہونے کی زیادہ جلدی

لیکن چونکہ میری خاص رعایا کی آبادی کم سے کم ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے اور اسکے علاوہ شہر لاکھ کے قریب باجزار ریاستوں کی آبادی کا دیکھنا بھالنا ہے اور آٹھ تنوکیل کی ایک سرحد ہے جس سے کابل کا دقت طلب کام اکثر متعلق رہتا ہے اس سبب اصل میں یہ نسبت اُسکے بلکہ بہت کم مدد دیتی ہے جو کسی ڈویژن کے ایک افسر کو ملتی ہے حالانکہ اُسکو اپنے کام میں صرف ایک گھنٹہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ اسد خاکی تھی کہ مجھ کو ایک ایسے بڑے ٹیکل افسر کے مقرر کرنے کی اجازت دی جا جو سرجن اور پریوٹ سیکرٹری دونوں حیثیتوں میں کام کر سکے۔ لیکن یہ امر ناممکن قرار کیا گیا۔ میری زوجہ بہت زمانے سے میرے اس آخری منصب کا انجام کیا کرتی تھیں۔ اب جب سے وہ چلی گئیں اسوقت سے جس طرح ہو سکتا ہے میں خود انجام کرتا ہوں۔ میں یہ سب باتیں اس وجہ سے نہیں بیان کرتا ہوں کہ میں بیدل ہو گیا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں آپ سے اس واسطے کہتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کس واسطے مجھ کو وطن جانا ضرور معلوم ہوتا ہے اور ایک امید یہ بھی ہے کہ خواہ میں وطن جاؤں خواہ نہ جاؤں مگر کچھ تباہ کر دیا جائے۔ اس چیف کیشنری کو عہدہ بنیاد پر ترقی دینے میں کچھ زیادہ خچ نہیں ہے بلکہ مجھ کو یقین ہے کہ اس انتظام سے اور کفایت ہوگی ہر ایک محکمہ میں زیادہ عجلت سے کام ہوگا اور تاخیر مطلق نہوے پائیگی۔ جو لوگ ترقی کے لیے کوئٹہ حکومت کی طرف نگاہ کرتے ہیں وہ اُسکے احکام کی خوب پابندی کریں گے۔

عہدہ پیری کے بارے میں اسوقت جو کچھ میں لکھ رہا ہوں بہت عبوری سے لکھا ہوں۔ اگر حضور بلکہ عظمیٰ اس طریقہ میری خدمتوں کا احترام فرمانا چاہیں گی تو بیشک میں بہت خوش ہوں گا۔ لیکن مجھ کو امید ہے کہ اگر کوئی فیشن مجھ کو عطا ہو تو اس صورت میں دوسری پشت تک کے لیے مقرر ہو۔ میں اب بہت ضعیف ہو گیا ہوں اور نہایت ناتوان ہوں اور اس سبب سے اپنے بڑے بیٹے کے لیے تھوڑی بضاعت بھی جمع نہیں کر سکتا ہوں۔ میرے سات لڑکے ہیں اور مجھے سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف اُنکے کھانے پینے کا بندوبست کر دوں۔ مجھ کو اپنے زمانہ میں تنخواہ سے زیادہ کام کرنا پڑا۔ میری حیثیت کے واجبی اخراجات بہت ہیں۔ علاوہ برین جو شخص دن بھر سرکاری کاموں میں مشغول رہتا ہو وہ اپنے خچ کے معاملات کو زیادہ دیکھ بھال نہیں سکتا۔ اگر لارڈ گلف اور لارڈ کین کا یہ استحقاق تصور کیا گیا کہ اُنکا وظیفہ اُنکے بیٹوں کو بھی تو میں بغیر خود مطلبی کے اپنے نزدیک یہ کہ سکتا ہوں کہ اسی طرح کی رعایت میرے ساتھ بھی کی جائے۔ خدا کے فضل سے باشندگان پنجاب کی خیر خواہی اور قناعت نے ہندوستان کو بچا لیا۔ اگر پنجاب نکل جاتا تو ہم لوگ تباہ ہو جاتے شمالی صوبوں مدد پہنچنے کے بہت پیشتر انگلیش اشخاص کی ہڈیاں تک سرگئی مہو تیں۔ افغانستان کبھی اُس مصیبت کو ملت نہ سکتا اور مشرق میں پھر ایسا رعب جانہ سکتا۔ اگر ملک میں عہدہ انتظام نہوتا تو کیا دگرگون نتیجہ پیدا ہوتا۔ مگر لوگوں نے صرف ہماری طرفداری ہی نہیں کی بلکہ لارڈیوں میں ہماری طرف سے لڑانے کے لیے ہزار اسپاہی بھیجے۔ اسوقت ہماری فوج میں سب قسم کی پنجابی سپاہ۔ ۸۰۰۰۰ آدمیوں کے قریب ہوگی۔ کبھی ایک چھوٹے سے بھی نکلوا می نہیں کی۔ برخلاف اسکے وہ بہادری میں برٹش سپاہیوں سے بھی گورے سبقت لے گئے۔ یہ ایسی خدمتیں ہیں جنکی بابت میں سمجھتا ہوں کہ مجھ کو

بلند گورون اور سکون سے جو شخص مل سکا اُسکو دہلی کے مقابلہ میں روانہ کر دیا۔

اس نازک وقت میں سرخ جری لارنس نے مایہ نازت کا دروازہ بہت کھول دیا تھا اور جو لوگ بھرتی ہونے کے خواہشمند تھے اُن سب کو بھرتی کر لیا جس صورت میں ہندوستان کے تمام باشندہ کی طرف سے بے اعتدالی تھی تو ایسی دلیبریاتی تدبیر کرنے میں ایک زیادہ کوشش اور بھی شامل کرنا عجیب نہیں تھا کہ طوفان پھر ٹپٹ پڑا اور سلطنت کا ہماز تباہ ہو جانا لیکن ہم سب لوگوں کو جان لارنس کی کوششوں کا نتیجہ معلوم ہے اور اب ہجو برت اس امر کی خبر گیری کرنا لازم ہے کہ سکون کی فوج پھر پٹنے نہ پائے۔۔۔۔۔

خدا رکابو دعا جو زمین سے دعا ہوئے لگا تھا اُسکو بڑے کلاٹ ڈالنے کی غرض سے بعض بعض مقامات پر انشا مرتبہ کی سخت تدبیروں کی ضرورت ہوئی۔ ہم سب لوگوں کو معلوم ہے کہ انقلاب کا عظیم گلاب پھوٹنے سے فردوسین ہوتے ہیں لیکن اب اتنے دنوں کے بعد بھی نوع انسان کے قتل عام کی جو شخص خبر نہ لگا مگر نہیں ہے کہ اُسکو رنج اور اساعت نو۔۔۔۔۔ میں دو واقعوں کو بیان کرتا ہوں جن سے ثابت ہو گا کہ خود سرخ جری لارنس نے ان سخت تدبیروں کو اشد ضرورت کے وقت جائز کیا تھا۔

جان لارنس کو خواہ مخواہ خونریزی مقصود نہیں تھی بلکہ آٹھوں نے انتقام لینے میں نہایت ہی سنجیدگی اور پابندی کے اصول انصاف پر عمل کیا۔ دہلی اور میرٹھ کے قلعے ہونے کے بعد آٹھوں نے پہلا کام یہ کیا کہ سولہ بیٹوں کو اپنی خوشی اور غری کے موافق ہجروں کے پناہی دینے کا جوا اختیار کیا اُسکو روک دیا اور تمام ہجروں کی تحقیقات کے لیے ایک جوڈیشل کمیشن مقرر کی۔ اس سے بڑھ کر شمس کار روائی سے ہندوستانیوں میں اعتماد اور قرب و جوار کے اضلاع میں امن و امان نہیں پیدا ہوئی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سرخ جری لارنس ابتدا ہی سے میانیاں اور بے اعتباری سے انتقام لینے کے مخالف اور سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے ہمارے ہموطن مردوں اور عورتوں کو قتل کیا تھا اور تمام شخص کی خطاؤں کے معاف کرنے کے مشیر تھے۔ ان تدبیروں سے ثابت ہوتا کہ وہ انصاف کے ساتھ رحم و شفقت قدمی کے ساتھ فلسفہ ساری کرنا خوب جانتے تھے اور بتول ہندوستانیوں کے وہ تمام گرم و دنوں ملج رو سکتے تھے۔ اور ہندوستان کے باشندوں پر حکومت کرنے کی ہی تدبیر ہے۔

یہ سنسکرٹ لکچرنگ ہی نے بیان کیا تھا کہ یورپ کی کسی سلطنت سے ایک مدت معینہ میں ہوں اور فوجی صفوں کے لیے ایسے لائق شخص اسے دنوں میں کبھی تیار نہ کر سکتے ہوتے تھے جس شخص اتنی ہی مدت کے اندر ہندوستان سے تیار ہوئے۔۔۔۔۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سنسکرٹ لکچرنگ نے یہ بہت سچ کہا تھا کہ ہندوستان سے جو نامی گرامی دربار ملک تیار ہوئے میں یقین کرتا ہوں کہ ان میں سرخ جری لارنس سے بڑھ کر کسی کا نام ہر آدوہ نہ ہو گا۔

جس عزت کی نسبت مقدمہ شمس خیال کرتے تھے کہ سرخ جری لارنس اسکے سستی میں وہ مئی ۱۸۵۷ء میں گماڈر انچیف کو دی گئی جنہوں نے فی الحال اپنے عرصہ دراز کے نامی گرامی نام کو گھنٹہ پر پھر قبضہ حاصل کرنے کے ذریعہ سے سرٹنگ کیا تھا یہ اعزاز ایسا تھا جس کے گماڈر انچیف نے جو بی تمام سستی تھے لیکن اسکے دو ایک برس بعد

یہ ساری باتیں
دوسری جگہ پر
میں نے لکھی ہیں

یہ ساری باتیں
دوسری جگہ پر
میں نے لکھی ہیں

لارڈ کلارڈ نے جسکو امید تھی کہ انگلستان جاتے وقت اُنکے دوست کا ساتھ ہو گا لندن میں آئینہ عالمی شہ کے دروازہ پر ملاقات ہونے کے وقت کہ ان کے بھلا جان تمکو کبھی پیر کا خطاب دیا جاتا تھا۔ لوگوں کو لازم تھا کہ میرے بہت پہلے آپ کو پیر کی کا عمدہ دیتے۔ وہی انکساری اور بے تکلفی ایک اور سچی سے جسکو لارڈ کلارڈ نے پہلے پہل سر جان لارنس کو اُس اعزاز کے ملنے کی خبر سن کر لکھا تھا اس خوش اسلوبی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے کہ میں اُسکا ایک اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۲۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے لارنس۔ جسکو امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے اور لینڈنی لارنس کے ذریعہ سے آپ کو خوشخبری پہنچی ہوگی۔ دیکھیے ایسا موقع کب آتا ہے جب ہم لوگوں کو وطن جانے کی صلت ملے۔ جسکو خبر ملی ہے کہ حضور ملک معظمہ براد خاندی جسکو پیر کی کا خطاب عطا فرمانے کا قصد رکھتی ہیں۔ یہ بہت بھاری اعزاز ہے مجھ ایسے کسی بیچارے خوش قسمت سپاہی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا تھا۔ میرا سن اب اُس حد کو پہنچتا جاتا ہے جو انسان کے لیے سائنٹ قرار دیا گیا میرے نبی بی ہے اور نہ لڑکے ہیں میرے پاس بہت روپیہ ہے اور اب اس میں میری ضرورتیں بھی مطلق نہیں ہیں۔ جنگ کرائیفا کے ختم ہونے کے بعد بس میری ایک ہی امید اور یہی حوصلہ باقی رہ گیا تھا کہ کمپ (مسکن) اور قبر کے مابین جسکو تھوڑا سا وقت فرصت مل جاتا اور اسوقت کو میں اپنے بعض پرانے دوستوں کے ساتھ بسر کرتا جو سیدھے سادے نیا آدمی ہوتے اور جو شہروں کے شور و غل سے کنارہ کشی کر کے گوشہ عافیت میں رہتے۔ اگر میرا فوجی مرتبہ رہنے دیا جاتا اور دوسرا مرتبہ جھکونہ دیا جاتا تو میں نہایت شکر گزار ہوتا۔ مگر میرے پیارے دوست آپ کی حالت اور ہے آپ کے خیال و اطفال موجود ہیں جو آپ کے عروج کو دیکھ کر غمزدار و سرست کرینگے اور اس سے آپ کو سچی خوشی حاصل ہوگی کیونکہ اُنکے لیے آپ سے بڑھ کر کسی نے محنت شاقہ نہ کی ہوگی۔ میں ہر طرح سے آپ کی بہبودی کا طالب ہوں۔

آپ کا بڑا صادق دوست
کلرین کیمبل۔

جواب بھی ایسا ہی عظیم الشال ہے۔

۲۱۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے سرکار کلرین۔ مجاہد آپ کی تحریر سے اس امر کے معلوم ہونے پر بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ حضور ملک معظمہ نے آپ کو خطاب پیر دینے کا برادر فیاضی ارادہ کیا ہے۔ اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ آپ اس اعزاز سے مسرور ہونے کے لیے ہمیشہ زندہ رہیے جس کو ایسی عمر دی ہے آپ نے حاصل کیا ہے۔ بیشک آپ کو ایسی باتوں کی چند ان پروا نہیں ہے یا نہیں چونکہ وہ ایک آپ کی

بلکہ کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ مصیبت اسوقت شروع ہوگی جب ان لوگوں کو اوجہ اور دیکھنے کو مانتے انجام پھر کر کے کی فرصت نیکی۔
 ہجوم کو گزشتہ چند مین جو کچھ بتا دلو ہونے والا ہے وہ صرف ظاہرین ہر اسعلوم ہوتا ہے اصل مین کچھ نہیں ہے۔ جدا
 گوئشیل ڈائرکٹر کوئی کی قائم مقام ہوگی صرف اتنا فرق ہوگا کہ آب سے دیر پہلے ان کے ساتھ نشست کرکے کاٹھنہ ٹیڈیگا۔.....
 اس سال اور پارسل آپ نے بنات خاص جو کارگزاری کی ہے اس کے متعلق کچھ میرے دل میں ہے اس کے بیان میں نہ کرنا
 لیکن آپ میری اس بات کو یقین بنائیے کہ ہندوستان اور دوسرے مقامات کی سیاحتی کی جو جو باتیں بتا دیا ہیں ان سب میں
 کسی سے ہمو اس قدر لطف نہیں ملتا ہے جس قدر اس ہفتہ کے حالات سے ملتا ہے جس ہفتہ میں مین لاہور میں آپ کا شریکیت
 رہا اور جس کے بعد پھر ہزارہ کے کپ مین آپ کے بھائی سے ملاقات کی۔

آپ مجھ کو بھیجے اپنا
 دوست صادق

رشتہ نشینی۔

جو آج اب اسطور پر کیا گیا تھا اسکو ستر جان لاؤنس نے آئندہ موسم بہار یا ایسے وقت تک کے لیے جب وہ
 ہندوستان سے روانہ ہو سکتے تھے قبول کیا لیکن اس اشارہ میں اس سے بھی معزز خطاب پیرین جسکی نسبت بظاہر
 ہر طرح سے لاؤنس کی تعلق نے اشارہ کیا تھا نہیں آیا۔ ستر فرڈن گری پیرین کو رٹ آف ڈائرکٹر ٹرنس اپنی سرکاری
 اور غیر سرکاری حیثیت میں گزشتہ مین اس امر پر اصرار کرنے میں خاموش نہیں ہوئے کہ ستر جان لاؤنس نے
 جزدہ تین کی مین انکا مقبول صلہ یہی ہے کہ جان لاؤنس کو پیرین کا خطاب عطا کیا جائے۔ لیکن اس بات کو دیکھ کر
 کہ اس وقت درنا اس خطاب کے دینے پر مائل نہیں تھے صاحب مدوح نے قہدہ حکم کر لیا ہے کہ رٹ آف ڈائرکٹر ٹرنس
 بہر حال اپنے امکان پھر کوشش کرنا چاہیے۔ اور قریب قریب اپنی جان پر کیل کر انھوں نے بالاتفاق ایک ریزولوشن
 صادر کیا جسکو گورنر آف پرنسپل ٹرنس نے اپنے ایک آخری اور نہایت نامی گرامی ملازم کی طرف سے اتفاق سے
 بحال کیا۔

ریزولوشن کی عبارت یہ ہے۔

ستر جان پرنسپل لاؤنس۔ جی۔ سی۔ بی۔ بی۔ کی سچل پرنسپل اور عاقلانہ میریون سے پنجاب کا ایک خد عظیم فرو ہو گیا۔
 اور ایک عالمگیر انقلاب کے زمانہ میں ان ومان کے ساتھ مدوح قائم رہا اور جو اپنی غیر معمولی کوششوں سے سپاہیوں کی وردی
 بہم پہنچانے اور دودو دلازمین کے لیے سالانہ جنگ جمع کر سکنے اور اسطور پر دہلی کے دوبارہ فتح کرنے میں خاص مدد دی اور پھر
 ہماری فوج کو قیام رکھا انکی اطاعت و جسکی قابلیتوں کے صلہ میں اور بطور ثبوت اس امر کے کہ رٹ آف ڈائرکٹر ٹرنس نے ان کے اس
 جلیل طویل اور شہسود زمانہ ملازمت میں انکی کارروائیوں کو انتہائے مرتبہ کا پیش بہا کر دیا۔ ۲۰۰۰ پونڈ سالانہ کا ایک وظیفہ انکو
 دیا جائے اور یہ وظیفہ اس تاریخ سے شروع ہو جب وہ اپنی ملازمت سے کنارت کش ہوں۔

حسن
 جی۔ سی۔ بی۔ بی۔ کا خطاب ستر جان

اس رزؤ کیوشن کو سرفرڈرک گری جیمزین گورنمنٹ نے جو سر جان لارنس کے دوست تھے اور لوگوں کو یاد ہو گا کہ قبل الحاق پنجاب وہ لاہور کے رزیدنٹ تھے تجویز کیا تھا اور اس سبب سے بھیب مقامی اوڈانی قبیلے کے سر جان لارنس اور انکی کارگزاریوں کو بہت عمدہ طور سے بیان کر سکتے تھے کہ پستان اینسٹون ڈیٹی چیزمین نے اسکی تائید کی۔ یہ صاحب جان لارنس سے اب تک بذات خاص شناسائی نہیں رکھتے تھے لیکن ان کے واپس آنے کے زمانہ سے وقت وفات تک اب اس کے بڑے دوست اور انتہائی مرتبہ کے رفیق ہونے والے تھے۔ ابتدا سے عمر میں صاحب موصوف نے سر جان لارنس کی جابرا نہ پر جوش کارروائیوں میں جو بمقام سندھ کی کچھین مخالفت کی تھی۔ اور صاحب موصوف ہندوستانی اشخاص اور اس حصہ ملک سے بڑی واقفیت رکھتے تھے اور ہندوستانیوں کے بڑے غمخوار تھے۔ اس وظیفہ کے عطا ہونے کے وقت صاحب موصوف نے اسکی تائید کرنے میں جو شیخ دی تھی اس کے چند کلمات میں ذیل میں محول کرتا ہوں۔

سر جان لارنس کے دعویٰ اور کارگزاریوں پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ انکی قرائے قدرت کی صداقت و تائید حال کے خوفناک انقلابات ہندوستان کے جن بہت سے نامی گرامی اشخاص کے حالات سے عوام الناس کو خبر ہو چکی ہے ان میں سر جان لارنس کا مرتبہ قدیم زمانہ کے ساؤل کی طرح سب سے بڑھا ہوا ہے۔ عوام ہندوستان اور عوام انگلستان نے ان کے حق میں جو کلمات استعمال کیے ہیں وہ غلط نہیں ہیں۔ اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو ہر شخص کو تحیر اور بالہوسی کیوں ہے کہ ایسے شخص کی کارگزاریوں کے صلہ میں ملک نے پیشتر سے قدر وانی کی علامت کیوں نہ ظاہر کی جس کا نمبر ان سب سے بڑھا ہوا تھا جنہوں نے اپنی وانی ثابت قدمی اور بہادری اور خدا کی مدد سے برٹش حکومت ہندوستان میں قائم رکھی۔ ہم ان جان لارنس نے اپنے معنی اشخاص کی محنتوں کو دیکھ چکے ہیں جو ان کی دھوپ سہکرام کاموں کو انجام کرتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ جو شخص انتہائی مرتبہ کی کوششوں سے وہاں لڑا ہے جس نے عرصہ تک نامور سی کے ساتھ لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے جس شخص نے ایسے صوبوں میں امن و امان قائم کر دی ہے جہاں بالکل گشت و خون ہوتا تھا جس نے جنگجو اور مخالفت اقوام کو برٹش سلطنت کا تابع فرمان بنایا ہے اور نہایت ضرورت کی حالت میں ایک وسیع سلطنت کے وسائل برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ میں دے دیے ہیں وہ اپنے ملک پر شکر گزاری کا واجب طور سے دعویٰ کر سکتا ہے اور اسی طرح سے پنجاب سلطنت اعلیٰ ترین اعزاز کا مدعی ہو سکتا ہے کہ موروثی دولت کا ایک سب سے زیادہ فخریہ پارلیمنٹ کے سرخسہ کا سب سے زیادہ پیازا شریک ہو سکے۔

میرے نزدیک انتظام پنجاب میں سر جان لارنس اور ان کے رفقا کی تعریف کی اس سے بڑھ کر کوئی بات ہوگی کہ جو لوگ ان کے اہتمام سے تعلیم ہوئے تھے اور سرکاری خدمت میں انجام کی تھیں ان کا پال پلن بڑی تعریف کے قابل تھا۔ ... سر جان لارنس اپنے ماتحتوں ہی کے بھروسہ پر اس کام کے لائق ہوئے کہ انہوں نے پنجاب میں امن و امان ہی قائم نہیں کی

انسان کے لیے یہ کیا کم ہے اگر کوئی خیال کریں کہ ان کی زندگی بیکار نہیں گئی اور اپنے محسنوں میں ان کی ذات سے فائدہ ہوا۔
سنہ ۱۸۵۱ء فریڈرک کو بتایا کہ ۱۵ دسمبر وہ لکھتے ہیں کہ۔

میری ذاتی اغراض کے متعلق آپ نے جو امور بیان کیے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص میں خود پیشین گوئی
نہیں کر سکتا کہ ملک ہند میرے نام نہین پنجاب سے ملے گا یا نہیں جس کام میں نفع ظاہر تصور ہوا اسکے متعلق میں اپنے
اسکان کی ہر ایک بات کرنے پر مستعد ہوں۔ اور جب تک پنجاب کی باگ میرے ہاتھ میں ہے خدا کی مدد سے اس وقت تک
تمام معاملات درست رہیں گے۔ لیکن میں ضیعت اور ناتوان ہوتا جاتا ہوں اور کئی خیال کرتا ہوں کہ اب وہ وقت قریب آتا جاتا ہے
جب ہنگواریا پوریا بستر بنجال کر یہاں سے رہا ہو نا پڑیگا۔ گو ہر شخص علی قدر مبالغہ ممت کرنا ہو لیکن اسکی ترقی نام کو بھی
نہیں ہوتی ہے۔ گزشتہ بڑی بڑی تحریریں بڑی بڑی قومیں بڑی بڑی تفصیل میں لکھتی ہے اور جب وقت یہ سب کر دیا گیا
تو اس وقت بھی کافوں پر جان نہیں رہتی۔

مبارکباد دونوں کے ساتھ خطابات بھی آئے گو ویسے ہماری نہیں تھے جن کے ہالے کا وہ تمام اشخاص
جو سرخان لارنس کی کارگزاری سے واقف ہوئے انکو سستی سمجھتے تھے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۱ء میں لارڈ پائیتوز کے
ذریعہ سے انکو خبر ہوئی کہ ”نائب گریڈ گراسن آف دی ہاتھ“ کا خطاب ملنے والا ہے لارڈ پائیتوز نے لکھا تھا کہ لارڈ
حضور ملکہ مظفر اس خطاب کے دینے میں بہت خوش ہے اور جب وقت یہ غیر مشتر ہوگی تو علی العموم عوام الناس بھی
خوش ہوں گے۔“ اور لارڈ گریڈ گراسن نے حسب ضابطہ اعلان دینے میں یہ لکھا۔

دو برس پیشتر جب میں آپ کو خطاب آؤڈ آف دی ہاتھ کے ملنے کا واسطہ ہوا تھا انکی نسبت اس موقع پر
حضور ملکہ مظفر اور آپ کے مابین خطاطے خطاب کے واسطہ بیٹنے کا مرجع تھا جن کو کئی شخص
اس بات کو بہتر نہ جانتا ہو گا کہ اس عزت افزائی کے آپ کقدر مستحق ہیں اور کوئی شخص ان خدمتوں کی بابت مجھ سے برعکس
شکر گزار ہونے کی وجہ نہ لکھا ہو گا جسکے سبب سے یہ خطاب ملا ہے اور نہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوگی کہ
اصل ترین دربار سے ان خدمتوں کا اعتراف کیا گیا۔

۱۵ مارچ ۱۸۵۱ء میں سرخان لارنس کو اطلاع ملی کہ شہر لندن کی آزادی انکو مرحمت کی گئی۔ اور اس
تحریر کے جواب میں انھوں نے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کیے۔

مجھ کو یقین ہے کہ ایک روز میں لارڈ پائیتوز کے واسطہ سے اس خدمت کو اپنی خوش قسمتی تصور کر سکوں گا اور آپ سب صاحبوں
اس قدر دانی کی بابت شکر گزار ہوں گا۔ اس بات کے کہنے کے لیے کہ میں نے نہایت گاڑے وقت میں اپنے فرض منصبی کے
ادا کرنے اور اپنے ملک کی عزت اور مقاصد قائم رکھنے میں کوشش کی ہے سب سے بڑھ کر جس صدارت کے پاس میں میری شہر
کر سکتا تھا وہ اس بات کا معلوم ہوتا تھا کہ میرے موطن مجھ سے ہمدردی کرتے ہیں اور میری محنتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اُسکے بعد کی فعل برسات میں اُنکو خطاب میسر و نیت دیا گیا اور اس کے تموڑے ہی دنوں کے بعد اُنکو پیر پونی کو نسل کی مہر ملی۔ اس اعتراف خدمات کے بارے میں لازوڈ انٹینٹنی نے لکھا کہ۔

اس ڈاک میں بلکو صرف اتنی ہی دولت ہے کہ آپ کی چٹھی کی بابت آپ کا شکریہ ادا کروں اور اس بات کی خوشی ظاہر کروں کہ مجھ سے اور آپ سے سرکاری طور پر تعلق پیدا ہوا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ گورنمنٹ نے ایک (اگرچہ میں بانتا ہوں کہ صرف ایک نامکمل) ذریعہ سے کوشش کی ہے کہ آپ نے ہندوستان اور سلطنت انگلستان کے متعلق جو بیش قیمت خدمتیں کی ہیں انکا اعتراف کرے۔ بلکو یقین ہے کہ ابھی اُن خدمتوں کا خاتمہ نہیں ہوا اور اب جو کچھ آپ کے پیشکش کیا جاتا ہے وہ صرف اس مطالبہ کی ایک قسط ہے جو آپ کی ذات کو واجب الوصول ہے۔

سَر جَآن لَافِیس کی چیمپون کے طرزیان سے اس بات کو دریافت کر کے کہ سَر جَآن لَافِیس جس وقت اعزاز کے ساتھ موقع مل سکتا ہو انگلستان کو واپس آنے کا قصد رکھتے ہیں لازوڈ انٹینٹنی نے دوسری ڈاک میں جدید انڈین گورنمنٹ میں ایک جگہ دینے کی بابت اُن سے ایجاب کیا۔

پچھلی ڈاک کے ذریعہ سے آپ کی جو چٹھی بلکو ملی اُس سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ آپ کی دلی خواہش یہی ہے کہ جس وقت ہندوستان کے معاملات اجازت دے سکیں تو آپ وطن کو واپس آئیے۔ اس بات کو سوائے اُسکے میں کچھ اور نہیں تصور کر سکتا کہ سرکار کے لیے یہ ایک بڑی ہمتی کی بات ہے۔ اور میں اس خیال سے صرف اُسی حالت میں اتفاق کر سکتا ہوں جب بلکو اس بات کی امید واثق ہے کہ آپ کی یہ کنارہ کشی حاضی ہوگی اور اس سے آپ میں اُس کام کے کرنے کی قوت پیدا ہو جائیگی جسکے انجام ہونے کی آپ کے ہاتھ سے انگلستان امید رکھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی خواہش یہی ہو کہ کنارہ کشی کیجیے تو آپ کو انگلستان میں رہ کر ہندوستانی معاملات کے انتظام میں اپنی مدد (اور ایسی بیش قیمت مدد کوئی بھی نہیں دے سکتا ہے) سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ اور اس واسطے جب پنجاب کے معاملات درست ہو جائیں لازوڈ انٹینٹنی آپ کو جدا کر سکیں اور آپ کو وطن آئے کی خواہش اُسی طرح باقی رہے تو میں نے آپ کا نام بیان کی مجوزہ گورنمنٹ ہند کے ممبروں میں بشرط منظوری حضور ملکہ معظمہ (اور آپ کے معاملہ میں یہ منظوری صرف نام کے لیے ہے) درج کر لیا ہے۔۔۔۔۔

با اینہم قطع نظر آپ کے طرز تحریر اور قطع نظر اپنی اس خواہش کے کہ آپ میرے رفیق ہوں میں اب بھی امید کرتا ہوں کہ آپ کی صحت آپ کے موجودہ کام کے انجام کرنے کی اجازت دے سکے اور اُس صورت میں بھی بلکو معلوم نہیں ہے کہ کوئی شخص آپ کی جگہ قائم ہو سکتا ہے۔ چچ برس پیشتر ہم میں سے کسی شخص کو اس بات کا خیال بھی نہیں ہوا تھا کہ کون وقت آتا ہے اور یہی گمان تھا کہ سب لوگ جنگی طرف سے اب تک بلکو ہندوستان میں خطرہ ہے اُسکے محافظ ہو گئے۔ بلکو خوب معلوم ہے کہ ان لوگوں کی تعداد بڑھنے اور وصلہ پیدا ہونے میں کس قدر خطرہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا بارگی ہندوستانی سپاہیوں کی جگہ ایک کرائے میں کیڑی کارروائی اور اپنی قوت کا خیال کرنے لگیں لیکن جب تک اُن کے لیے شغل موجود ہے اُس وقت تک انکی طرف سے

اور اُنکے بعض رفقا اپنے جوش و خروش کی وجہ سے ضرور مبتلا ہو جاسکتے اور وڈوش صاحب کی تجویزات سے جیسا کہ جان لارنس بڑے مذاق سے کہا کرتے تھے ”گاڑی آٹ پلٹ جاتی ہے۔ اسپر عل کرنا خواہ مخواہ خلافت انصاف اور خلافت انصاف ہونے کی وجہ سے ضرور خلافت عیسائیت ہوتا۔ اور صرف اس خیال سے چند برس بعد جب بحیثیت گورنر جنرل جان لارنس کو کثافت گورنری پنجاب کے لیے ایک امیدوار کی تلاش ہوئی تھی تو انھوں نے وڈوش صاحب کے دعویٰ پر جو اسی طرح سے بدرجہ اولیٰ افضل تھے وڈوش صاحب کے دعویٰ کو ترجیح دی تھی کیونکہ وڈوش صاحب کے مزاج میں نرمی اور طاقت اندیشی اور وڈوش صاحب سے زیادہ تھی۔ ہم ابھی یہ بیان کر چکے ہیں کہ جان لارنس نے مسجدوں اور مندروں کو کس طرح سے بچا دیا تھا جسکے منہدم کر ڈالنے کی بات خدا کے جوش و خروش میں اُن کے بہت سے دوستوں نے اصرار کیا تھا۔ اور ایسے مغز مذہبی اعتدال کا خیال اُس وقت بھی جان لارنس کو ہوا تھا جب گورنر جنرلی کے زمانہ میں اُنکو معلوم ہوا کہ قدر کے زمانہ سے آگاہ کی مسجد صرف اس حیل سے اب تک بند رہی کہ وہ قلعہ کے قریب تھی اور اس واسطے عوام الناس سدا کرنے کی حالت میں اُسکے اندر اپنی مخالفت کر سکتے تھے۔ انھوں نے حکم دیا کہ وہ فوراً کھول دی جائے اور اُسکے دیہی مالکوں کو واپس لے لے اور اُنکے جان بیتیوں (جنھوں نے بحیثیت گورنر آگاہ کی اطلاع دی تھی) اور جان لارنس (جنھوں نے یہ نا انصافی دور کی تھی) کا نام مسجد کے غازی ہر روز نماز کے وقت یاد کرتے ہیں اور اُس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوئی ہے کہ مالک پر جو ہمارا قبضہ قائم ہے تو مذہبی اعتدال کے باعث سے قائم ہے اُسکے خلاف کسی کارروائی سے نہیں قائم ہے اور اس سے بڑے بڑے متعصب لوگوں کے دل میں بھی ہماری جگہ ہو گئی ہے۔

وڈوش صاحب کا لارنس کا فکری تاج ۱۲ اپریل ۱۸۵۷ء میں قائم ہوا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ کے قریب حضور پاک کی صاحبِ راسے اور سچے خیال نے اسی طرح سے حضور مدوحہ کو بھی بعض اُن فقرات کی مخالفت کرنے پر آمادہ کیا جسکی نسبت تجویز کیا گیا تھا کہ حضور مدوحہ عنان سلطنت ہند اپنے دست مبارک میں لیتے وقت اُن فقرات کو استعمال کریں۔ لارڈ لارنس نے اُس اشتہار کے مسودہ میں جو انھوں نے حضور مدوحہ کی خدمت میں پیش کیا تھا ہندوستانی مذہبوں کی یکجہتی کے متعلق حضور مدوحہ کے اختیار کا تذکرہ کیا تھا اس فقرے پر حضور مدوحہ نے فوراً برہمی سختی سے اعتراض فرمایا اور اُسکے بدلے ایک نہایت تعریف کے قابل فقرہ اُس مضمون کا تجویز فرمایا کہ حضور مدوحہ کو خاص اپنے مذہب کی جو مخالفت ہے وہ ہندوستانیوں کے مذہب اور دستورات میں دست اندازی کرنے کے قصد کی مانع ہوگی جو حضور مدوحہ کو اپنے مذہب کے برابر پیارے ہیں۔ اور جس وقت آخر کو یہ فقرہ منظور ہوا اور تاج ۱۴ اکتوبر ۱۸۵۷ء میں اشتہار ہوا تو اُس سے لوگوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی اور اشتہار پھر میں سب سے نمودار رہا۔ چنانچہ قرآن شامی کی عبارت یہ ہے۔

عیسائی مذہب کے حق ہونے پر مستحکم وثوق کرنے اور اس بات سے کہ مذہب سے انسان کو تسلی حاصل ہوتی ہے بشکریہ اعتراف کرنے کے بعد ہم اپنی رعایا میں سے کسی شخص پر اپنے عقائد کی پابندی لازم گرداننے کے حق اور خواہش دونوں سے یکساں طور پر دست بردار ہوتے ہیں۔ ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری شاہی مرضی اور خوشی یہی ہے کہ مذہبی اعتقاد یا اعمال کی وجہ سے ہماری رعایا سے کسی شخص کے ساتھ کسی طرح نہ رعایت کی جائے نہ رنج دیا جائے اور نہ نفل انگیزی کی جائے بلکہ ہر شخص ایک طور پر بلارور رعایت قانونی آزادی سے مستفید ہو۔ اور ہم ان تمام اشخاص کو جو ہمارے تحت حکومت ہیں نہایت تاکید سے ہمیشہ اور ہدایت کیے دیتے ہیں کہ وہ ہماری رعایا میں سے کسی کے مذہبی عقیدے یا عبادت میں مداخلت نہ کریں اور نہ ہکو انتہائے ترک ورجی صدمہ ہوگا۔

ان عالی شان جملوں سے لارڈ کینگنگ اور سر جہان لارنس کو یکساں اطمینان ہوا۔ اور ان سے ایک طرف تو عیسائی ریشتر یون کو کامل آزادی حاصل ہو گئی اور اورادھر ہر مذہب اور ہر قوم کو ہندوستان کی مذہبی آزادی کا نیگنا چارٹا مل گیا۔

باب ہشتم اعتراف خدمات

جنوری ۱۳۴۶ھ لغایت فروری ۱۳۴۶ھ

ہندوستان میں سر جہان لارنس کے کام کا زمانہ اب قریب اختتام پہنچا جاتا تھا۔ امن و امان کا سکہ تمام صوبہ پنجاب میں میٹھا جاتا تھا۔ اور ویر کے ساتھ مگر درستی کے ساتھ باقی جزیرہ خلیں بھی امن و امان قائم ہوتی جاتی تھی۔ ملک پنجاب کی خاص خاص مشکلات طے ہو گئی تھیں یا اب طے ہوتی جاتی تھیں۔ ہندوستان کی حکومت جو اتنے عرصہ سے کمپنی کے اختیار میں تھی اور اس آخری زمانہ میں اس خوش اسلوبی کے ساتھ کی گئی تھی اب اس کے اختیار سے نکل کر اراکین سلطنت کے ہاتھ میں آگئی تھی اور ان کے ذمہ سب جو ابدی تھی اور انھیں کا سارا اختیار تھا۔ اور سر جہان لارنس آخر کار دور سے اس آرام کی راضی نہ لگے جس کی انکو اتنے عرصہ دراز سے حاجت تھی اور جو اتنے زمانہ سے ملتوی رہی تھی۔ فتح دہلی کے بعد جو مبارکبادین کثرت سے جہان لارنس کے پاس آتی تھیں انکو وہ ایسے طریقہ سے قبول کرتے تھے جو انھیں سے خصوصیت کامل رکھتا تھا۔ مثلاً ۱۸ نومبر ۱۳۴۶ھ کو جہان لارنس نے جو مبارکبادی تھی اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ۔

میرے لیے بہترین صلہ جو میں پاکستان ہوں وہ کامیابی ہے جس نے ملک پنجاب میں صرف میری ہی کوششوں کو نہیں بلکہ ہم سب لوگوں کی کوششوں کو سر بلند کر دیا۔ چکو اور کسی بات کی تمنائیں ہیں اور اس واسطے میں نا امید نہیں ہو سکتا ہوں۔

محرم ہوتے وقت جان دینے پر مستعد ہو جائینگے۔ لیکن عوام الناس کا مزاج اگر کبھی دھما پڑا یا اگر ہلکواں لوگوں میں ایک جماعت کے پیدا کر دینے میں کامیابی حاصل ہوئی جو ان ویسی قوانین کے خلاف ہو تو قانون جاری کرنے کا اس وقت پر پیدا ہو جائیگا۔ اس عنوان کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ واضعاً ان قانون ہندو دیون کے قانون جاری کرنے اور نو میسائیون کی رسول معذوریوں اور قانونی مجبوریوں کے رخ کرنے سے دو بہت بڑے بیماری کام کیے ہیں۔

۸۔ سادس آئین اور نو میسائیون کی رسول معذوریوں اور قانونی مجبوریوں کے رخ کرنے سے دو بہت بڑے بیماری کام کیے ہیں۔ صحت بستہ نو لے پائیں۔ اس بات سے صاحب چیف کٹسٹر ناکل متفق اسے بین اور بین یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انکی مذہبی امور کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ صرف ایک کارروائی پولیس کی ہے۔ ویسی لوگ خود اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان مذہبی گشتوں سے مختلف المذہب فرقوں کے مابین اور عداوت بڑھتی ہے عمدہ انتظام ہونے کی حالت میں بھی سخت جھگڑا پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسے موقعوں پر جو وزیر بنیں ہوتی تو یہ صرف ان گشت سلطنت کا حرب ہے۔ ان گشتوں کی مانعیت میں مذہبی رسوم کے متعلق کسی طرح کی دست اندازی تصور نہیں ہے اور ممکن ہے کہ مسلمانوں کا محرم بھی بغیر گشت نکلنے کے انجام دے کہ اس انسداد کے علمدار کے متعلق صاحب چیف کٹسٹر کو یقین ہے کہ وہ ایک مناسب استقلال اور صاحب راے سے دہلی میں جان پڑی دھوم دھام اور اعتقاد سے محرم کے دونوں میں تابوت نکلنے میں اسکی مانعیت کر سکتے ہیں۔ اس عنوان کے متعلق متنع کر دی گئی ہیں۔ صاحب چیف کٹسٹر اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس قسم کی ہر ایک اشتنا سا قطعاً لائٹ کر دی جائے اگر کوئی صورت اس طرح کی نکالی جائے جو عام تہذیب میں علانیہ عمل ہو تو ایسے موقع پر قانون کا موثر ہونا لازم ہے۔

۱۱۔ بحث کے لیے جو مختلف امور درج کیے گئے تھے ان پر نظر ثانی ہو چکی۔ قبل اس سبھی کے ختم کرنے کے بلکہ بیان کرنا چاہیے کہ لائٹ ہوم کے ترقیب ہونی کو برٹش لوگ قوم میسائی سے ہو کر ہندوستان میں عیب و قصور کی کن باتوں کے رنگ ہوئے۔ جو امور کٹر لڈ کے مراسلہ میں بیان کیے گئے ہیں ان پر غور کرنے میں صاحب چیف کٹسٹر تامل سے اس بات کے ذریعہ سے خیال کر کے چیف کٹسٹر موصوف کسی اور بات کے خوف کر لے بغیر اشتنا سا نکالی پیر دی کرنے کی کوشش کرینگے اگر ہم اس کام میں ہاتھ لگائینگے تو خدا کے فضل سے اسکا انجام چندان دشوار نہ ہوگا اس بات کی تجویزات بیشک رتب کی گئیں کہ میسائی سلطنت کو انکا عمل کرنا نہایت ضرور ہے لیکن انکی نیل فی الواقع نہایت مشکل بلکہ ممکن ہے لیکن زیادہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ تجویزات عیسائیت سے تعلق نہیں رکھتی ہیں بلکہ بالکل اس کے خلاف ہیں۔ سر جان لائٹس دل سے نہیں کیے

۲۹۳

کہ وہ تمام تدبیریں جو دراصل سچی عیسائیت سے متعلق ہیں ہندوستان میں عمل میں لائی جا سکتی ہیں اور اُن سے بڑھ کر سلطنت کو کچھ خطرہ نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے اسکی پائیداری کے حق میں مفید ہیں۔ صاحب چیف کیشنر کو یقین ہے کہ عیسائیت کی تہذیب عیسائی طریقہ سے جب عمل میں لائی جائیگی تو اُن سے منکر لوگ مخالفت نہ کریں گے۔ اس قسم کی باتوں میں ایسے اوصاف ہیں جو بے اعتمادی نہیں پیدا کر سکتے ہیں اور نہ اُن سے مخالفت زیادہ ہو سکتی ہے۔ نقصان اور خطرہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب امور خلاف عیسائیت عیسائیت کے نام سے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ ملکی جھگڑوں متناقض تمدنی خیالات اور خود غرضی کی امید و بیم کے درمیان جس سے انسانی انصاف میں غلطی واقع ہوتی ہے صفائی کے ساتھ اس امر کا دریافت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ عیسائی مذہب کی رو سے ہم پر کیا لازم اور کیا نہیں لازم ہے جس وقت یہ معلوم ہو جائے تو پھر اسکا تعمیل کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ سر جان لارنس کو اس بات سے بخوبی اطمینان ہے کہ جو حلقے اُنکے زیر حکومت ہیں اُن میں وہ اُن تمام تدبیرات کو جو درحقیقت عیسائیت کے اعتبار سے فرض ہیں گورنمنٹ کی جانب سے عمل میں لاسکتے ہیں۔ اور انکو یہ بھی یقین ہے کہ ان تدبیروں سے کوئی خطرہ نہ ہوگا مخالفت کے بدلے موافقت پیدا ہوگی اور آخر میں لوگوں کے باہن راتقی پھیل جائیگی۔

۱۴۔ آخر میں صاحب چیف کیشنر تسامحی ہیں کہ ان تدبیروں اور اس حکمت عملی پر جب گورنمنٹ عالیہ بخوبی غور کر کے کوئی بات تجویز کرے تو اُس سے علامہ اقرار کیا جائے اور تمام سلطنت ہند میں اُن پر عملدرآمد ہو۔ تاکہ عملدرآمد میں اختلافات اور جا بجا احتجاجات مخالفت کی کوششیں نہ ہوں جن سے فی الحقیقت یقینی طور پر بے اعتمادی پڑھتی ہے۔ اور لوگ دیکھ سکیں کہ ہماری کارروائیاں ناگہانی یا خلاف اعتماد نہیں ہوتیں۔ اور لوگ اس بات کو دیکھ سکیں کہ ہم لوگوں میں ایسا اتفاق اور ربط پیدا ہو گیا جو اُس عیسائی قوم کے شایان ہے جسکی کوشش یہ ہو کہ اپنا فرض منصبی ادا کرے۔

۱۵۔ اس مراسلہ کے بھیجے میں بلکویہ بیان کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ کزن اڈورڈس کی اصل یادداشت کو صاحب چیف کیشنر نے بشرط ضرورت ایک موقع پر استعمال کرنے کے لیے انگلستان کے ایک مقام اعلیٰ کو روانہ کر دیا ہے اور اس واسطے صاحب چیف کیشنر کی رائے ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو اس رپورٹ کی ایک نقل انگلستان میں بھیج دینا نہایت قرین معلوم ہے۔

آؤر ٹپنل

سیکرٹری چیف کیشنر پنجاب

اس عظیم الشان مراسلہ میں بعض فقرات ایسے ہیں جو اس وقت کی سمجھ کے مطابق مذہبی اعتدال کے موافق نہیں ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک تعجب کی بات تھی کیونکہ اعتدال کے خیال کو ضرور ترقی ہونا چاہیے تھی اور پچیس برس کے عرصہ میں جب سر جان لارنس نے اُسکو لکھا تھا اُسکے متعلق بہت کوششیں کی گئیں لیکن اصول اب تک وہی ہیں۔ اور سر جان لارنس کی مٹھن مدبری اور سیدھے سادے اور سچے عیسائی خیالات نے جو خاص کر کے مندرجہ بالا بیش بہا فقرات سے جن پر لکیر کی گئی ہے ظاہر ہوتے ہیں اُنکو اُن غلطیوں اور خطروں سے بچالیا جنہیں اڈورڈس صاحب

اودھائی درجہ کی اودھ قوام کے لوگ عدالتوں میں آنے سے محروم ہیں اور کرنل موصوف کو ایسا کوئی موقع یا دھمیں ہے جب یہ اس گروہ کا کوئی شخص بحیثیت گواہ عدالت میں گیا ہو۔ لیکن صاحب چیف جسٹس نے تجربہ کے مطابق بہت سی ایسی صورتوں کو یاد کر سکتے ہیں جب یہ لوگ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ اور گواہ کی حیثیت سے بھی حاضر ہوئے۔ ان کو یقین ہے کہ ایسا اکثر ہوا کرتا ہے۔ ان لوگوں کو عدالت میں حاضر ہونے سے باز رکھنے کے لیے کوئی شے حرکت نہیں ہو سکتی ہے، لیکن ایسی بھی ویسی افسرانِ حال ان کے ساتھ بجاتر پیش آتے ہیں اور ہمارے افسروں کو لازم ہے کہ جہاں کہیں ایسا خیال پایا جائے اسکو روکیں اور یہ بات ہرگز روانہ نہ رہے۔ اس عنوان کے متعلق جگہ یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ہمارے اہل انظام کی اودھائی درجہ کے لوگ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی نسبت زیادہ تر مزدور محال ہیں۔ اودھائی درجہ کے لوگ محنت اور زحمت میں مشغول رہتے ہیں اور اکثر یہ ہوسا ہے کہ ان کو ایسے امور میں کامیابی حاصل ہوئی ہے جن میں ان سے بہتر درجہ کے لوگوں کو ناکامی حاصل ہوئی۔ یہ کیفیت خاص کر پنجاب کی ہے جہاں کے ہر زمین اور راجپوت کا شکار میں اس کی کٹر کامیاب ہوتے ہیں۔ یہاں اگر کسی شخص کی ترجیح دی جاسکتی ہے تو اودھائی درجہ کے کاموں کو دینا چاہیے۔ آخر میں کرنل اودھو نے یہ راسخ دی ہے کہ یہاں کے قیدیوں کی ذات کو کھانے پینے کے انظام سے نہ بچانا چاہیے۔ زمین دیکھتا ہوں کہ ملک پنجاب میں اس انظام سے قیدیوں کی ذات میں کوئی غلط نہیں پڑتا ہے کیونکہ تمام کاماں ہر زمین پاتا ہے۔ لیکن اگر ایسا نو تو بھی کب قدر وقت اور خرچ برداشت کرنے کے بعد چھوٹا ہے۔ اصل کر پھر اپنی ذات درست کر سکتا ہے۔ پس یہ خیال بہت مناسب طور سے کیا جاسکتا ہے کہ عارضی طور پر نقصان ذات کا وقع نہ ہوا۔ گویا ایک جزو سزا ہے۔

۶۔ راجا کرنل اودھو نے صاحب کی یہ تجویز یہ کہ سرکاری دفاتروں میں دیسی متاوردن کی جو تعینات ہوئی ہیں ان میں سے موقوف کر دینا چاہیے۔ صاحب چیف جسٹس نے تجویز کو صائب نہیں قرار دیا کہ اودھو نے یہ بھی اس کے خلاف ہیں ان متاوردن ایام کی تعداد کو محدود کر دینا چاہیے کہ جس روز ہندوؤں کا اسلامائوں کی خاص تعزیم ہو صرف اس روز تعزیم رہے۔ لیکن اس امر سے تو ہم ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی تعزیموں میں شریک ہوں۔ اس سے انکار کرنا اصل میں نہ نہ ان کے ہے کہ ہندوستانی آدمی اس وقت تک ہماری نوکری نہیں کر سکتا ہے جب تک اپنا مذہب ترک نہ کرے۔ یہی ان کی مذہب کے کسی اصول سے اسطور پر نگہ کرنے سے مخالفت کرنا ہمارے نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی ان لوگ مسلمانوں کی سلطنت میں بھی دنیا کے مختلف حصوں میں بکثرت نوکریں۔ اگر ان کی ملازمت اس شرط پر مشروط کی جائے کہ اگر کسی شخص نے ہندو اور گروہ کو دے کو بھی انکو کام نہ کرے پڑے تو وہ اپنے دل میں کیا کیسے لگے پس دیسی اشخاص کی ملازمت کے بارے میں بھی انہیں کے اس اصول کی پابندی لازم ہے کہ وہ اپنے ہر خود نوکری ہندوستان میں نہ لگائیں۔ اس عنوان کے متعلق اس امر کے بیان کرنے سے بھی جگہ غفلت نہ کرنا چاہیے کہ شریک گروہ کے حکم کا قاعدہ کے بموجب ان علاقوں میں انوار کے دن تمام سرکاری دفاتر بند رہتے ہیں اور کل سرکاری کام منقطع رہتا ہے۔

ملک ہندوستان
لاہور
صاحبانِ خدمت
محکم دہلی

۱۔ "سائیکس" اڈوڈرٹس کی یہ رائے ہے کہ ہمیشہ قومی اور بیرون اختلافات میں بڑی تاکید کے ساتھ اب تک شائستہ شرح کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن اس رائے سے صاحب چیف کفشتر اتفاق نہیں کرتے۔ اسکے خیالات نہ شائستہ کیونے جو اسے ظاہر کیے ہیں۔ صاحب چیف کفشتر اس سے بہت متفق ہیں۔ قانون فوجداری کے متعلق خود کزن اڈوڈرٹس نے بڑی تحقیقات اور لیاقت سے ثابت کیا ہے کہ وہ برسر کہہ غرضہ میں ہمارے داخلان قانون نے مخالفت اور موافقت کر کے فقہ اسلامیہ سے ہر ایک قابل تفریق کیونکہ خارج کر دیا ہے۔ مگر یہ کہ ہمارے قوانین فوجداری ہندو میں بہت سے عیوب ہوں اور انکی جگہ جدید مجبوحہ تعزیرات ہند کا قائم کرنا زیادہ تر مناسب ہو۔ لیکن اسپر بھی جن اصولوں پر عملدرآمد ہو گا ہے وہ اخلاق اور تہذیب کے موافق ہیں۔ بیرون قانون کے بارے میں اختلاف کزن اڈوڈرٹس نے لکھا ہے کہ ہمارے سوا اور جو خارج ہو گا وہ پیشتر سے اپنا قانون جاری کر دیا۔ اب صاحب چیف کفشتر جان تک خارج اقوام کی تواریخ اور حکومت غلبی کو سمجھتے ہیں اسکی رو سے یقین کرتے ہیں کہ یہ رائے غلط ہے۔ اسپر شک نہیں کہ خارجوں نے جن معاملات کو ضروری تصور کیا اسپر انہوں نے ہمیشہ اپنے ہی قواعد جاری کیے لیکن غرض بیرون معاملات میں جو شاہی حکومت غلبی سے سروکار نہیں رکھتے ہیں اور صرف رعایا کے فیما بین عائد رکھتے ہیں صاحب چیف کفشتر کے نزدیک اسپر زمانہ اور ہر ملک کے قانون میں اسے اتنا حق ہے کہ اپنے خاص مقامی قوانین کی حلفہ مادہ کی اجازت دی ہے۔ ہم نے ہندوستان میں (اور اسی طرح ہر ملک میں) یہی کیا ہے اور ہر ملک لازم ہے کہ برابر ہی کارروائی جاری رکھیں۔ بہت سے ضروری مسائل وراثت وغیرہ میں دیسی قوانین مثل اور اقوام کے قوانین کے عہد ہیں انکو سوچ کرنا اور بجائے انکے اپنا قانون جاری کرنا غیر ممکن مگر اصل ہے اور اگر کسی طرح سے انپر عملدرآمد ہو سکے تو بھی ایک طور کا ظلم اس سے متصور ہے جو مذہب عیسائی کے باطل خیالات ہے۔ صاحب چیف کفشتر اس بات کو یقین نہیں کر سکتے کہ کزن اڈوڈرٹس بھی اس حد تک تجاؤ کر کے اپنے تجویز کا اناناد چاہینگے۔ بعض شائستہ قانون کی البتہ ایسی ہیں جن کے بارے میں دیسی قوانین غیر ممکن ہیں اور ان میں سے کزن اڈوڈرٹس قانون کے جاری کرنے کی تجویز بہت مناسب ہے۔ ہا ایندہ دیسی قوانین میں دو باتیں اس قابل ہیں کہ جب ہم انکا عملدرآمد ہو سکے تو اصل میں انکی جائے۔ یعنی ایک کثیر الامرواجی اور دوسری عقائد کثیر الاموالان بذریعہ والدین متعلقین۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دستورات بالکل ہی خلاف تہذیب ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ یہودیوں اور ان کے مسند داران قسبہ میں تیرن بھی جہاں اسی تھے اور یہ امر کہ عیسائی مذہب میں وہ جاری نہیں رکھے گئے فی نفسہ اس امر کا ارفع نہیں ہو سکتا کہ مذہب عیسائی اسکو اختیار کریں۔ اگر ہم ہندو قانون معاملات میں اس پر بیجا ویراستہ انداز میں کریں گے کہ وہ عیسائیت کے خلاف ہیں تو ہم مذہب اس امر کے ہونگے کہ لوگوں کو دنیوی امور کے لیے عیسائی ہونے پڑیں۔ مجبور کریں۔ لیکن کثیر الامرواجی اور پیچیدگی کی شادی تمدنی اصول کے لحاظ سے قابل اعتراض ہے اور عوام الناس کی ہمدردی بہت غفلت والی ہے پس صاحب چیف کفشتر اس وقت بہت خوش ہونگے جب بشرط امکان یہ ترمیمات جاری ہو جائیں گی۔ لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ لوگ ان دستورات کو جان سے لگائے ہوئے ہیں اور بعض مقامات کے لوگ ان سے

شہر و زمین ہے کہ بعض قوموں کا لحاظ کیا جائے اور دوسروں کو غتہ دلایا جائے۔ ہکو نہ مذہب عیسائی اور نہ
 حکمت عملی کی رو سے اس بات کی اجازت مل سکتی ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک بات کو عمل میں لائیں۔ بایں نہ
 بھرتی کرنے میں ہکو قومیت سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ اگر صورت معاملات ان طرح سے چھوڑ دی جاتی تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بعض قومیں
 زیادہ فوجی صلاحیت رکھتی تھیں جیسے راجپوت وہرین انگو غلبہ ہو جاتا اور سابقین کی غلطی پھر تازہ ہو جاتی۔ ہم کو قوم
 بھرتی کرنے میں اس بات کی یادداشت اور انتظام رکھنا چاہیے کہ ہر ایک رجسٹریٹ مختلف اقوام کی مختلف تعداد و اشخاص
 بھرتی کی جائے کسی خاص قوم کے لوگوں کو سبقت نہ دی جائے علی الخصوص اعلیٰ درجہ کی قوموں کو یہاں سرخ نہ دیا جا
 اس میں شک نہیں ہے کہ ضروری امر یہی ہے کہ خاکروب اور برہمن ایک ساتھ فوج میں رکھے جائیں لیکن خاکروبوں کی
 صاحب چیف کیشنر تحریر فرماتے ہیں کہ آیا فوج بنگال میں دو فوجوں کے لوگوں کا ایک رجسٹریٹ میں بھرتی کرنا ممکن ہے
 یا نہیں۔ اس بات کا اگر قصد کیا جائے تو بھاری فوج سے بہت سے ایسے لوگ مل جائیں گے کہ بھرتی کرنا ممکن ہے
 لیکن خاکروبوں کی رجسٹریٹ کا بھرتی کرنا پنجویں ممکن ہے۔ رجسٹریٹ سنگھ کی سکون کی فوج میں ایسا ہی کیا گیا تھا اور خدا کے بعد
 پنجاب میں پھر اسکی آزمائش ہوئی۔ ہکو کسی امر کا خیال کر کے اس سے باز نہ آنا چاہیے۔ لیکن گو قوم اعلیٰ یا ادنیٰ درجہ کی ہو
 ہر حالت میں یہ ایک قاعدہ کلیہ مقرر کر دینا چاہیے کہ کسی شخص کے مذہب میں اگر دست اندازی نہ کی جائیگی تو سامعی اُس کے
 یہ بھی ہو گا کہ قومیت خواہ کوئی اور سبب کسی جنگی خدمت یا کسی اور مناسب کام (جو ضرور ہو) کے انجام کرنے میں مانع نہ ہو گا۔
 ہندوستانی اشخاص جو عیسائی مذہب قبول کر چکے ہوں انکی رجسٹریٹوں کے بھرتی ہونے کا جب زمانہ آئیگا تو یہ بڑی خوشی کی بات
 بھرتی کرنا چاہتے ہوں تو اسکو منظور کر لینا چاہیے۔ لیکن صاحب چیف کیشنر یقین کرتے ہیں کہ سلطنت کے بعض حصے
 ایسے ہیں جہاں عیسائی رجسٹریٹ بھرتی ہو سکتی ہیں جیسے جنوبی اضلاع جزیرہ نما ہند ملک کارن چوٹا ناگپور کشن کر
 جو شاید بنگال کی سرحد پر ہیں۔ اگر ایسا ہو تو صاحب چیف کیشنر بہت تاکید سے ان لوگوں کے بھرتی کرنے کی رائے دیں گے
 اس تدبیر کی ضرورت جس عبارت سے بیان کی جائے مبالغہ آمیز نہیں خیال کی جا سکتی ہے۔ جمہوریت اس قسم کی فوج
 زیر کمان ہوگی تو اسوقت یہ بات کسی جاہل کی گوریشن حکومت کی نئی جڑ ہندوستان میں قائم ہوئی ہے۔ ہندوستانی سپاہیوں
 عیسائی ہونے کی بابت بہت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ رعایا کے دوسرے گروہوں کے مقابل میں فوج بنگال پریشہر یونین کو
 بہت کم اثر پڑا ہے۔ سپاہیوں کے لیے اس امر کی آسانی پیدا کرنا چاہیے کہ اگر وہ چاہیں تو مشہر یونین سے صلح و شہ
 کر سکتے ہیں جو سپاہی و عظامتے اور کتاہین پڑھنے کے شائق ہیں رجسٹریٹ لوگ انکو مدد دے سکتے ہیں لیکن کل رجسٹریٹ
 دعا کا کہنا قابل اعتراض ہے۔ اسوقت جو مزاج ہندوستان میں کا ہو رہا ہے اُسکے لحاظ سے کوئی رجسٹریٹ ایسی
 بھرتی نہیں ہو سکتی ہے جسکے سپاہی خوشی سے ان تدبیروں کو منظور کریں۔ لیکن غالب اس قسم کی کوئی تدبیر عمل میں لائی جائے گی

اگر کسی طرح سے اسکی تعمیل ہو سکے تو وہ صرف گورنمنٹ کے ذریعہ اور گورنمنٹ کے اثر سے ممکن ہے۔ اس صورت میں گورنمنٹ کو اپنا اختیار عیسائی بنانے کے انجن کے طور پر عمل میں لانا پڑیگا اور اس قسم کی حکمت عملی اصولاً اس تدبیر سے متنازع ہوگی کہ دنیاوی صلوات یا ادب یا ایذا رسانی سے عیسائی مذہب پھیلایا جائے۔ یہ بیانات ہندوؤں اور مسلمانوں کی ان جھڑپوں سے البتہ متعلق ہیں جو خاص اپنے فرقہ کی پابند ہیں مگر ہماری فوج میں نیم وحشیوں کی رجحانیں بھی ہو سکتی ہیں جو کسی قطعی مذہب کی پابند نہیں ہیں یہ اگر عیسائی وعظ سننے سے ناخوش نہوں تو کچھ عجب نہیں ہے اور اس صورت میں بہت ضرور ہوگا کہ انکے گرد ہوں کے سامنے وعظ کھی جائے اور اس بات کا ہر ایک موقع ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں اور آپس میں ایک دوسرے سے اسکی صداقت بیان کریں۔ اگر جائز طریقوں سے ایک ایک کر کے سپاہی عیسائی کیے جائیں گے تو یہ شکر کا مقام ہے۔ لیکن صاحب چیف کمنشنر خیال کرتے ہیں کہ جو سپاہی اسطور سے عیسائی ہو جائیں انکو علی العموم ایک خرز طریقہ پر انکی رہنمائی سے علیحدہ کر کے اور کوئی کام دینا چاہیے یا ایسے مقام کی سپاہ میں تبدیل کر کے بھیج دینا چاہیے جہاں وہ عیسائی ساتھی پاسکین۔ اگر وہ اپنے منکر ساتھیوں کے ہمراہ رہ جائینگے تو ان پر خراب اثر پڑیگا اور انکی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ اگر وہ فوج میں رکھے جائینگے تو اس سے سپاہیوں کا دل عیسائی مذہب کی طرف بہت کم رجوع ہوگا بلکہ انکے دل میں اپنا تھال پیدا ہوگا اور وہ گورنمنٹ پر اعتماد نہ کریں گے۔ صاحب چیف کمنشنر کی رائے ہے کہ جو شخص عیسائی ہو گیا ہو اور اپنی فوجی جگہ پر رہ سکتا ہو وہ وہاں سے تبدیل نہ کیا جائے۔ لیکن اسوقت جب کسی شخص کے رہنے سے اسکے تمام ساتھیوں کے فیما بین ایک ظلم ہوتا ہو۔ ایسے شخص کو اس جگہ رکھنا بالکل عیسائیت کے خلاف ہے۔ سول محکمہ کی جانب متوجہ ہو کر صاحب چیف کمنشنر بیان کرتے ہیں کہ اس محکمہ میں قومیت کا ایسا لحاظ نہیں کیا گیا ہے قواعد ان پولیس اور اسی طرح کی اور ادنیٰ درجہ کی لوک پوتن قومیت کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ کی قوم کے لوگ ان میں بہت کم ہیں اگرچہ بطور قاعدہ کلیہ وہی ادنیٰ درجہ کی قومیں یہاں یا غیر قواعد ان پولیس میں پائی جاتی ہیں اور اس آخری صیفہ میں بہت ہیں۔ کچھ یہی بات نہیں ہے کہ صرف سول افسروں نے تقسیم اقوام کی طرف توجہ رکھی ہو بلکہ یہ امر اپنے فطرتی طریقہ پر چھوڑ دیا گیا اور اسی وجہ سے بعض جہن بعض راجپوت بعض اوسط درجہ کی قوم کے لوگ اور بعض مسلمان پائے جاتے ہیں۔ ویسی افسران عامل علی العموم کالیستہ اور بنی یعنی تجارت کرنے والی اور لکھنے پڑھنے والی قوم سے پائے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے سوا معدودے چند برہمن اور مسلمان بھی ہیں۔ جب تک تعلیم اور لکھنے پڑھنے کا علم صرف کالیستہ اور بنیوں پر اس طرح سے محدود رہیگا اسوقت تک خواہ مخواہ فضیلت دنیا لازم ہوگی۔ ویسی جوڈیشنل افسروں اور دوسرے اعلیٰ درجہ کے مسلمان کثرت سے ہیں۔ اگر ویسی عیسائی لوگ چاہینگے تو اس صیفہ میں بھی انکو نوکری مل سکتی ہے لیکن صاحب چیف کمنشنر اس رائے میں ششستر بینکلیڈ سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہکو ویسی عیسائیوں کو نوکری دینے میں علی الخصوص اس حالت میں جب خود نمائی کے ساتھ انکو دی جائے تو اس بات پر خبردار رہنا چاہیے کہ صرف دنیا کی طمع سے یہ لوگ عیسائی نہوئے پائیں۔ گرنل اوڈوڈس ظاہر اقصین کرتے ہیں کہ خاکروب

اس وقت تک اس کے حاضر ہو گئے اور جب جبرہ ہوگی تو شک پیدا ہوگا اور کچھ قداس بات کا بھی خیال ہے کہ چچین خالی ہو جائیگی اس کے سوا صاحب چیت گشتہ بطور قاعدہ نگیتہ یہ یقین کرتے ہیں کہ اگر ہمارے انتظام اشاعت مذہب عیسائی میں جبر کی قسم سے کوئی بات شامل کی گئی تو اس مذہب کے قوام کی شک خلافت و رندی ہو جائیگی اور کچھ بھی اس بات کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ اپنی نافرمانی سے فائدہ حاصل کریں۔ اچھی بات کے لیے جبر سے وسائل کے عمل میں لاسے سے خرابی متصور ہے اور جس موقع پر ہم کو کون کو ایک امر کی ترغیب دے سکتے ہیں اسی موقع پر ان کے دل امر مذکور کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

ہم۔ ثنائی گزٹل اور روشن اس بات کے سامنے ہیں کہ سرکاری خزانہ سے جو عطایا یا عیاضیات دہی مذہب کے نیلے جائز رکھی گئی ہیں وہ بکلم مضبوط کر لی جائیں۔ صاحب چیت گشتہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر ناگن اعلیٰ کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے یہ سب عطایا یا ساتھی کے ہیں بلکہ بہت سے قدیم زمانہ کے ہیں ہمارے سابقین نے انکو رد اور کھا ٹھکت مذہب کی سلطنتوں نے کئے بعد دیکرے انکو مغز خیال کیا رفتہ رفتہ وہ ایک قسم کی الماک ہو گئے اور بادشاہ وقت کی طرف سے اس قسم کی ایک ذمہ داری ان کی نسبت ماحصل ہو گئی کہ عمدہ چال چلن کی حالت میں اس معافی یا انگریزی سے تعرض نہ کیا جائے جس وقت سلطنت ہمارے ماتحتین آئی تو ہم نے ان عطایا کو شل بعض مذہبی پیشانی پویشیوں کی الماک کے ٹھیکہ اٹھایے سے تصور کیا جس طرح روشن پویشیوں کے ہاں میں گزٹلشن کی اراذیات اموال موجود تصور کیا جاسکتی ہیں ہم نے ان کی نسبت سو اس کے کچھ اور زمین خیال کیا کہ وہ ایک جاہلاد ہے جو بعض شرائط پر قبضہ میں ہے۔ انکو ہم نے کچھ زمین خیال کیا کہ خود او خود ہم نے یا تو ہو بہا ایتیم یا عوام الناس نے مذہبی طور سے وقف کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ہم نے اس قسم کے جبرہ عطایا نہیں پیدا کیے اور جو پیشتر کے دیے ہوئے تھے ان کے کم کرنے میں بھی جان تک ہم سے ہو سکا ہم نے کو شش کی۔ پنجاب میں بہت سی جاگیریں جو مد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں گھٹا دی گئیں۔ اگرچہ اس بات کی اعتبار رکھی گئی کہ تقیض اسطور پر عمل میں آئے جس سے خلاف انصاف جبر کیا جائے۔ بعض صورتوں میں جائداد موقوفہ فرما کر ایک ذمہ داری پویشی کی وفات کے بعد کے بعد دیکرے گھٹا کر پان تک کر دی گئی کہ کفایت کے ساتھ خرچ ادا ہو سکے۔ غیر خواہی اور ایک پیشانی کی شرط لگا کر ہم نے ان کی پولیٹکل وقت اور ماتر کشا دیا۔ الغرض ہم نے کسی طرح سے انکو ترقی کرنے کا حوصلہ نہیں دلایا۔ لیکن اب بکلم انکو بازاں کھولنا ایک عہد شکنی ہے (کیونکہ کم دیش قانونی اجازت سے ہم نے خود ان کی ذمہ داری کی) اور وہ مضبوطی پائے اور اسے مشابہ ہے اور اس بنیاد پر انکو مضبوط کر لینا کہ وہ ان پویشیوں میں سنکر دن کی ہیں گویا سنکر دن کو مینا پوچھا ہے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ عیسائی مذہب میں اس قسم کی ایذا رسانی کی متاع کوئی بات داخل یا جائز ہوگی۔ اس بات کا خوف البتہ ہے کہ ہماری جاگیر اس قسم کا اگر کوئی قصد کیا جائیگا تو اسکو خود ناکامی حاصل ہوگی خداوند کریم کا انصاف ایسے کی نفاق کی شکل میں ظاہر ہوگا جو ملک بھر میں پھیل جائیگا اور ایسی نفرت کی کیفیت میں ناوہ پر ہر ہوگا جس میں ہر ایک ذی اختیار پادریوں کا فرقہ کامرت کو مبتلا ہوتے ہوئے فوراً دیکرے سکے گا۔ اس قسم کی تدبیر سے عیسائیت کو شیوع تو نہیں بلکہ برخلاف اس کے اور منزل پر ہر ہوتے گا

۵۔ لگائن ہے اور ہر کو لوگ ہمیشہ ایک ناجائز فائز نگری کے بانی مبنی تصور کرتے رہینگے لوگ جو ہم پر اعتماد کرتے ہیں تو ان کی اول بہ ہمیشہ یہی خیال کی گئی ہے کہ ہم نے تمام فرقہ کے لوگوں سے جو ہمارے متضاد ہیں اپنے برابر بار و رعایت تصور کیا ہے۔ یہ ہمیشہ ہماری قوت کے ستونوں کا ایک ستون رہا اور باسی کے ذریعہ سے ہم نے کھوکھا آدمیوں کو اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ یہ تحمل اور منصفانہ ناظریت کشی بالکل ہمارے حقیقہ مذہب کے موافق ہے اور صاحب چیف کیشنر یقین کرتے ہیں کہ نکل عیسائی مذہب کے اشخاص اسی کارروائی کے عمل میں لاسٹ کی صلاح دینگے۔ آیا اس کارروائی پر عمل کرنے کی حالت میں ہم اپنے خاص عقائد میں کافی طور سے مستعد اور سرگرم رہے یا نہیں رہے یہ ایک خور کرنے کی بات ہے۔ چیف کیشنر کو شبہ ہے کہ ہم لوگ اس بارے میں جیسا کہ کرنل اڈورڈس اور دوسرے اشخاص یقین کرتے ہیں غافل رہے لیکن وہ اس کی تسلیم کرتے ہیں کہ آئندہ کے لیے اس سبق سے جو حال کے واقعات نے ہمو سکھایا ہے ہمارے اپنے اطوار کی تحقیقات کر کے اس میں اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ اس امر کے متعلق مجھ کو یہ بات بھی بیان کرنا چاہیے کہ جب سے پنجاب ہمارے قبضہ میں آیا اس وقت سے ہمارے افسر منکرین کے مناروں یا انسٹی ٹیوشنوں کے انتظام سے متعلق یا اور کسی طرح سے سروکار رکھنے والے نہیں رہے۔ اگر اس قسم کی کوئی بات کبھی چیف کیشنر کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فوراً اس کا نامہ کر دیا۔

۵۔ ثنائی اعتراف قومیت کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس کے ایک گروہ کے خیال میں گورنمنٹ نے قومیت کو ایک ایسے طریقہ سے سلسلہ عام بنا دیا ہے کہ جس سے اس کے ضرر رسان اثرات کو اشتعال اور وسعت حاصل ہو سکتی ہے اور قومیت کا وجود کس قدر اس اعتراف پر منحصر ہے۔ لیکن اصل تو یہ ہے کہ سوائے فوج بھگارت کے گورنمنٹ نے کسی خاص طریقہ سے قومیت کو جائز نہیں رکھا ہے اور اس کا اقرار یا انکار اس غیر معمولی انسٹی ٹیوشن سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا ہے۔ یہ بیشک ہوا ہے کہ ہر مہنوں اور راجپوتوں کی اکثر بلا شرکت غیر سے بھرتی ہوئی ہے کیونکہ ایک زمانہ میں فی الحقیقت وہ تمام لوگوں سے جو بھرتی ہو سکتے تھے قوی اور توانا اور عمدہ تھے اور ظاہر ان اخلاقی اوصاف میں بھی وہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ایسے سپاہیوں کی اولاد میں تھے جو ابتدا میں پہلے پہل ہماری فوج میں لڑے تھے۔ چونکہ اس قسم کے بھارتیہ اور نوکری کے نوابان لوگ اودھ میں کثرت سے پائے جاتے تھے تو اکثر وہیں کے لوگوں کی بھرتی ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ دستور کہ برہمن اور راجپوت ہی قریب قریب بلا شرکت غیر سے بھرتی کیے جائیں ایسا جاری ہو گیا اور ہمارے افسروں کے دلوں پر یہ بات ایسی جم گئی کہ بطور قاعدہ کلیہ وہ اور اقوام کے آدمیوں کو نہیں بھرتی کرتے تھے اور اسی طور پر قریب قریب ایک ہی قوم ایک ہی زبان آنھیں اضلاع آنھیں محبتوں اور علی العموم اسی قبیلہ اور اکثر ایک ہی تعلق اور رشتہ کے اور ایک ہی لہجہ کی رہنمائی اس طور سے باہر گر گئیں کہ جیسے حقیقی یا عموزاد بھائیوں میں ربط ہوتا ہے اور ایک عام خیال سب کا ہو گیا۔ اور مزید برآں بنگال کی قوا اعداؤں فوج کے درمیان بڑی کجیستی اور آپس میں بڑی گارھی محبت تھی۔ یہ یقینی بات ہے کہ قومیت کا تعصب اسوجہ سے زیادہ ہوا کہ افسروں نے قومیت کا بڑا خیال کیا۔ لیکن آئندہ کے لیے اس غلطی سے بچنے کے واسطے

پڑھانے کے لیے جو پڑھنے پر رضامند ہوں مندرجہ بالا قسم کے ایک لائق شخص کو خاص انجیل پڑھانے کے لیے مقرر کرنا چاہیے۔
 اس بات کی بڑی امید پائی جاتی ہے کہ حاضری کم ہوگی لیکن گو حاضری کیسی ہی کم کیوں نہ ہو مگر کلاس قائم رہیں تاکہ عیسائیت کے
 متعلق عوام الناس کے فائدے کا جو کام ہم پر فرض ہے اسکا انجام ہوتا رہے اور امید ہے کہ اس نظیر کا نتیجہ اچھا پیدا ہو۔
 انجیل پڑھانے کے جو کلاس بعنوان شائستہ جسقدر اسکولوں میں ممکن ہو سکیں ان میں قائم کیے جائیں اور دوسرے شعبہ تعلیم کی
 شاخ کے طور پر تصور کیے جائیں۔ انسپکٹر ٹوٹن کو یہ کلاس اسی طرح سے قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے جس طرح سے وہ
 اؤکلاسنوں کی ابتدائی اصلاحین کرتے ہیں اور کتابوں کی تمام موقت رپورٹوں میں تصریح ہونا چاہیے لیکن صاحب چیف کیشنر
 اس بات کو تسلیم نہ کریں گے کہ جو اسکول بغیر عیسائی تعلیمات کے قائم کیے جائیں ان میں یہ دلیل کی جائے کہ بغیر انجیل کے درجہ کے
 اسکول کا قائم ہونا ممکن نہیں ہے۔ اگر گورنمنٹ کسی موضع میں بغیر اسکے کہ وہ ان انجیل پڑھانے والا کوئی شخص مل سکے اسکول
 نہ قائم کرے اور وہ ان لڑکے انجیل پڑھنے پر رضامند ہوں تو اس میں شک نہیں کہ اکثر صورتوں میں پہلے یہ شرط
 پوری ہو سکیگی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ روشنی اور علم سے کافہ عوام محروم رہیں گے۔ صاحب چیف کیشنر یقین کرتے ہیں کہ اقل درجہ
 ہندوستان میں خالص دنیاوی طریقہ کی تعلیم کا رواج مذہبی اثرات کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ بات ہے کہ جب تک
 اس تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم نہ ہو اس وقت تک دنیاوی تعلیم بیکار ہے۔ برخلاف اسکے ہندوستانیوں میں انگریزی تعلیم کی
 اشاعت عیسائیت کی ترقی کی رہنما ہوگی۔ اقل درجہ بالائی برہما کے مشنریوں کی رائے اعتماد کے ساتھ اس بارے میں
 محول کی جاسکتی ہے۔ پس جس وقت متعدد و بھر تمام انجیل کے کلاس قائم ہو جائیں گے انکی تعداد کی ترقی میں انتہا متبہ کی
 کوشش کی جائیگی اور قواعد تعلیم سے دنیا کے نام لوگوں پر ظاہر کر دیا جائیگا کہ ہم انجیل کا پڑھانا اور سکھانا مقصود رکھتے ہیں
 تو ہم بقول ان مشنری ٹیکوڈیہ امید کر سکتے ہیں کہ ہماری دنیاوی تعلیم کے فوائد سے عوام الناس محروم نہ رہنے پائیں گے۔ لیکن
 جو ان مذہب سے واسطہ ہے صاحب چیف کیشنر خیال کرتے ہیں کہ تعلیم کو خالصتہ اور کلیتہ دنیاوی ہونا چاہیے
 ان مذہب کو سرکاری اسکولوں میں نہ پڑھانا چاہیے یہ تعلیمات بیشک زائد از ضرورت ہوں گی۔ دینی اشخاص خود اسکے
 کافی وسائل رکھتے ہیں اور اس میں انکو مذہب کی حاجت نہیں ہے۔ لیکن اگر انکو حاجت ہوئی تو ہمارا فرض ہے کہ انکو مدد دیں
 لیکن عیسائیت کی کینیت اور ہے۔ اس مذہب سے دیسیوں کو بغیر ہمارے واسطہ کے واقفیت نہیں حاصل ہو سکتی اور
 جہاں تک ممکن ہو ہو چکا ہے کہ یہ مذہب علیحدہ سکھائیں کیونکہ ہم پر واجب و لازم ہے کہ جس مذہب کو ہم اپنے علم یقین میں
 سچا سمجھتے ہیں اسکو اپنے ترجیح دیں۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اسکولوں میں صرف عیسائی مذہب کی تعلیم ہونا چاہیے
 تو صاحب چیف کیشنر خیال کرتے ہیں کہ انجیل کے کلاسوں پر حاضری کی قید اور پابندی نہ لگا دینا چاہیے۔ یعنی
 اگر کتنے اڈورڈن کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک طالب علم جو اسکول میں حاضر ہو اسکو انجیل کے درجہ میں بھی حاضر ہونا چاہیے
 (بشرطیکہ ایسا کوئی درجہ ہو) تو صاحب چیف کیشنر اس رائے سے بالکل غیر متفق ہیں جب تک حاضری اختیاری رہیگی

اور انکی واقفیت دیکھ کر دم بخور ہو گئے تھے۔

اب ہندوستان کے مذہبی اشخاص نے اس بات پر غور کیا کہ اگر سپاہیوں کو دقتیت عیسائی مذہب سے کچھ واقفیت حاصل ہوتی تو وہ کبھی اس بات کی کوشش نہ کرتے کہ وہ واقفیت نہ پیداکرین انکو کبھی یہ خیال نہونے لگا کہ انگریز گورنمنٹ نے عرصہ تک لگانا غار خارجی تدبیریں کرنے کے بعد انکو عیسائی بنانا چاہا تھا یہ بات بہت عجیب ہے اگر زمانہ اسن دامان کا ہوتا تو اسکے خلاف کوئی بات قابل بیان نہ تھی لیکن زمانہ اسن دامان کا نہیں تھا اور خوف علی انحصار مذہبی خوف کے زمانہ میں جتنی زیادہ ساقط الاعتبار لغو و ناممکن بات ہوتی ہے اتنی ہی جلد بھل کی آگ کی طرح دور و دور تک پھیل جاتی ہے۔ بہر حال جب رفتہ رفتہ مدبر و ہوا تو ہندوستان میں مذہبی حکومت علی کے کینظم بدل دینے کی پکار مچ گئی۔ پھر انگلستان کے مذہبی پینٹ قانون پر سبائف کے ساتھ اسکا تذکرہ ہونے لگا اور آخر کو ہندوستان میں ہر پینٹ آؤور ڈنس انگریزوں کی حد اوٹن کی قوت نامطلق بن گئے۔ ہر پینٹ آؤور ڈنس سترخان لارنس کے ایک نہایت مشہور نقشبند اور پڑے رنگین نگار اور جیسا کہ اس سوانح عمری میں برابر بیان ہوا گیا نہایت ہی رعب دار شخص تھے۔

یہ زمانہ مذہبی
کئی مذہبی
وادیوں میں
ہوا اور جو
مذہب سے

ہر پینٹ آؤور ڈنس نے اپنے ان دوستوں سے جو پشاور میں انجمن کی طبیعت کے پاسے ہاتھ بٹھالے صالح کرک اپنی مشہور یادداشت کو جو اس بارے میں تھی کہ نظم و نسق مملکت ہند سے وہ تمام اصول جو عیسائی مذہب کے خلاف ہیں خارج کر دیے جائیں، مشتہر کیا۔ ہماری حکومت علی کے متعلق جن باتوں کو وہ خلاف عیسائیت جانتے تھے اور جنکے اوپر انکا حکم کیا گیا تھا وہ یہ تھیں کہ انجیل اور عیسائی مذہب کی تعلیم سرکاری مدرسوں سے خارج کر دی گئی۔ ویسی مذہبوں کے لیے خزانہ عامہ سے وظائف مقرر ہیں۔ ذات کی تعمیل تسلیم کی گئی ہے۔ سرکاری دفاتروں میں ہندوستانی تنواروں کی تعمیل ہوتی ہے۔ انگریز اشخاص ہندوؤں اور مسلمانوں کے قانون سے انکے مقدمات فیصلہ کرتے ہیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی گشت شائع عام میں لگتے ہیں۔ گورون کو ہندوستان میں شادی کرنے کی ممانعت ہے اور گورنمنٹ تجارت افیروں سے تعلق رکھتی ہے۔

صالح

یہ بڑا بھاری پروگرام ہے کہ گورنمنٹ چاہیے کہ سترخان لارنس نے کیونکر اسکا فیصلہ کیا جو کچھ میں بیان کر چکا ہوں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس یادداشت میں بعض باتیں ایسی تھیں جن سے انکو دل سے اتفاق تھا۔ لیکن اس میں بہت سی باتیں ایسی بھی تھیں جنکے بارے میں انکی رائے موافق نہیں بلکہ مخالف تھی اور ہر سچے۔ بہر حال رائے یہی ہوتی بیان کیا کہ خود آؤور ڈنس صاحب کے فرقہ کے لوگ اگر مسند ہی طبیعت سے خیال کرتے تو یہی رائے ظاہر کرتے۔ انھوں نے اس یادداشت کا جواب لکھا ہے وہ بہت بسیط اور عاقلانہ ہے اور ایسا جواب انکے قلم سے شاذ ہی ملتا ہو گا۔ لیکن قبل اسکے کہ میں اسکے زیادہ ضروری فقرات کو محمول کروں میں انکی دو ایک پزیرنے جیموں کے ذریعہ سے

ان کا
کی ذہن

ثابت کرونگا کہ مدرسوں میں انجیل کا جاری ہونا اور عیسائی مہتمموں کی دل سے تائید کرنا ان دو ایک باتوں میں وہ
اڈورڈسن صاحب کی راہ کے کیسے کیسے برابر چلتے تھے لیکن خاص کر انکو اس امر کے خیال کرنے میں اختلاف تھا
(اوپرست کم لوگ اس بات سے انکار کریں گے کہ انکی راہ برسر صواب نہیں تھی) کہ گورنمنٹ اسکولوں میں انجیل ہرگز
اسوقت تک نہ پڑھائی جائے جب تک طلباء اور شاہ طلباء اس بارے میں اپنی صریحی خواہش ظاہر نہ کریں۔
سرخان لارنس ٹریوینٹین صاحب کے نام کی چٹھی میں ۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو لکھتے ہیں کہ۔

آج کل اس بات کا بڑا جھگڑا ہے کہ ہمارے اسکولوں میں انجیل جاری کی جائے یا نہ کی جائے میں سمجھتا ہوں کہ وہ جاری
کی جائے اور اگر وہ جاری اور احتیاط سے وہ پڑھائی جائے تو عوام الناس کبھی غدار نہ کریں گے۔ ہر صورت اس بات کا لحاظ ضرور
رکھنا چاہیے کہ انجیل کا پڑھنا ان لوگوں کے لیے اختیاری کر دیا جائے۔

اور وہ اپنے دوست ولیم آرنلڈ ٹیٹن ڈاکٹر آرنلڈ ڈاکٹر سر سر تھ تعلیم خراب کو جنہوں نے بڑے شد و مد سے
اختلاف کیا تھا اور یہ حجت کرتے تھے کہ خود باپنی مذہب عیسائی نے اس تہذیب کو ناپسند کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ۔

میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خواہش یہ تھی کہ اگر جبراً فریب نہ کیا جائے تو انجیل کا جاری ہونا یقیناً
انصرت کے پسند خاطر ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ انجیل سچی ہے اور ہماری نجات کا وہی ایک وسیلہ ہے۔ ہر کونینک لازم ہے کہ رعایا کو
اس سے واقف کر لے کی کوشش کریں۔ اگر ترک اپنے عقائد پر عمل کریں تو وہ صرف قرآن پڑھنے کی صلاح دینے میں اپنے مذہب کا
باندہ ہو سکتا ہے لیکن اب اسے یہ فعل غلط یا صحیح کیا ہے کسی بہت بڑے منصف کے تجویز کرنے کی بات ہے۔ میرے نزدیک انجیل کی
ترویج جس قدر حکمت عمل کے لحاظ سے مناسب ہے اسی قدر اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے بھی قرین صحت ہے۔ اگر غافلانہ اور انصافاً
طور سے انجیل پڑھائی جائے تو رفتہ رفتہ اس کتاب کو لوگ پڑھنے لگیں گے۔ میرے دل میں یہ خیال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ
مہتمموں کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پھر ہندوستان میں ہماری حکومت کی جنگی عیسائیت کے پھیلنے کی نسبت اور کسی بات سے
زیادہ متعذر نہیں ہے۔ ظاہر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو عیسائی بنانے کا جو قصد کرتے ہیں تو اس میں احتیاط مذہبی کے
اصول کی تحریک ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی سرکاری عہدے پر ایک مغز شخص کی جگہ ایک قابل الزام اور عقلمند کی جگہ
آحق اور محنت کی جگہ کاہل شخص کو ترجیح دینے سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان اصولوں کی تحریک ہوئی۔ میرے نزدیک یہ کل جھگڑا صرف
ایک لفظ "اعتدال" میں آجاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے معنی درگزر کرنے کے ہیں یعنی یہ کہ ہر مختلف عقائد کے لیے ہر نوع انسان پر
سختی نہ کرنا چاہیے بلکہ عمل کرنا چاہیے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ہم غریب کے ساتھ ان لوگوں کو جو بیڑے راستے جاتے ہیں
راہ ہت پر لانے کی کوشش نہ کریں۔

اب میں ان کے جوابات یا یادداشت ہر ہرٹ اڈورڈسن صاحب کو صرف ان چند فقرات کے چھوڑنے کے بعد
جو چند ان ضروری نہیں معلوم ہوتے بیان کرتا ہوں۔

ایک اور اصول پر جسکو ملک مشرق کے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک جماعت اُن مفرد اشخاص کے افعال کی جوابدہ ہے جن سے وہ شامل ہے۔ سر جان لارنس نے یہ حکم جاری کیا کہ ایک ضلع میں خاص خاص اشخاص کا جھگڑا نقصان ہوا ہے وہ تمام ضلع پر جبرانہ کر کے اُسکی کل تعداد سے ادا کیا جائے۔ اور اس طور پر ایک سال کے اندر پنجاب کے ہر ایک خیر خواہ باشندہ شہر کو اُس نقصان کا معاوضہ مل گیا جو آئسٹن نے اٹھایا تھا۔

اس بات کو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ فتح دہلی کے بعد غورنری کی جو فریاد بلند تھی اور اب تک بھی اُن اضلاع میں جن پر ہماری حکومت نہیں رہ گئی تھی جاری تھی اُس کے بارے میں جان لارنس نے کیا برتاؤ دیا۔

لیکن ایک فریاد اور تھی جو انگلستان اور ہندوستان میں بھی بلند ہوئی تھی اور جس کے لیے فکر و دراندیشی اور استقلال اور ایک عیسائی مدبر ملک کے تحمل کی کچھ کم ضرورت نہیں تھی۔ یہ فریاد اب اس بات کی بلند تھی کہ وہ تمام اصول جو عیسائیت کے خلاف تھے گورنمنٹ ہند سے اٹھا دیے جائیں۔ جس طور سے اس کام کا انجام ہوا اُسکے لیے تشریح کی ضرورت ہے۔ انگلش گورنمنٹ اب تک ہمیشہ اس بات کے لحاظ کو قبول کرتی آئی کہ اپنی محکوم اقوام کے متضاد عقائد کے درمیان مطلقاً بے سروکاری رکھے۔ ابتدا سے زمانہ میں البتہ وہ اس بہت تنہا و زگر گئی تھی۔ کیونکہ جس حالت میں کسی قدر دوراندیشی کے خیال سے اور کچھ کچھ مذہبی لاپرواہی سے اُس نے بعض نہایت متذلل دستورات یا ظالمانہ اور خلاف اخلاق مذہبی رسوم رعایا کو اعتدال اور چارواں بلکہ حوصلہ بھی دیا تھا اُسی حالت میں آئسٹن ہندوستان میں عیسائی مذہب پھیلانے کے قصد کے قاعدے کے ساتھ مل گئی تھی۔ وہ دن اب گزر چکا تھا۔ عیسائی ریشتر یون کو اب بالکل اس بات کا اندیشہ نہیں رہا تھا کہ حکام لوگ انکی چشم نمائی کریں گے۔ لیکن انجیل کا پر حانا اُن لوگوں کے واسطے بھی جو اُسکے پڑھنے کے خواہشمند تھے تمام سرکاری مدارس میں منع کر دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور صرف اپنی بولی کی وجہ سے اپنے ہمجنس ہم وطنوں کی تحریک سے ہر قسم کی نوکری پائے سے متنع ہو گئے تھے انھوں نے دیکھا کہ اہل میں اُنکے فاتحوں نے انکو ملازمت سے بھی متنع کر دیا ہے۔

لیکن اب غور ہو گیا تھا جو باعث اس امر کا ہو کہ لوگ کارروایاں کرنے کی طرف کچھ غور و فکر بھی کریں۔ اور حکومت اور کارروائی کے متعلق بہت سے مسائل جو اب تک اصول مسلمہ تصور ہوتے چلے آئے تھے معرض بحث میں لائے گئے اور اُس انقلاب عظیم یعنی قدر کے سبب سے لوگ انکو جدید اور خوش فک اور شاید غلط رنگ آمیزی سے بجا تحقیق کرنے لگے۔ ملازمان آئسٹن انڈیا کمپنی کے زمرہ میں ایک غول ایسے آدمیوں کا ہمیشہ رہا جسکے مذہبی عقائد بہت قوی تھے اور جو اپنا مذہب جماعتی کے پیچھے چھپانا نہیں چاہتے تھے اور جو چھپنی کی حالت میں اکثر شل

منزل

ابتدائی زمانہ کے نیم عیسائی لوگوں کے اپنے دل میں خیال کرتے تھے کہ آیا کپہنی اور حضرت عیسیٰ دونوں کی اطاعت کے ناممکن ہے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینا لازم ہے۔ یہ لوگ اصل میں اس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے جو ایونجیلک کہلاتا ہے۔ وہ ایک طور کا ایسا فرقہ ہے جو مثل فرقہ پیوٹریٹن کے جسکی وہ فرع ہے تنگ چشم اور شوہا اور نامخیر ہو گیا ہے۔ لیکن انگلستان کی نہایت چرب زبانی اور بیدلی کے زمانہ میں جو مذہب کی کوئی صورت قائم رہ گئی ہے تو فقط اسی گرمجوشی کے اعتقاد اور خالق و مخلوق کی دلی محبت کے سبب سے رہ گئی جو اسکے خاص مروجین مذہب کا شیوہ ہے۔ اور یہ بھی انھیں کا باعث ہے کہ چند نہایت مسلم اصلاحین طرز معاشرت کے متعلق اور بڑی بڑی کامیاب مذہبی سوسائٹیاں اور حد سے بڑھی ہوئی اور بھاری انٹیلیجنٹ خیر انگلستان وغرہا بات کرتا ہے قائم ہوئیں اور اب انکو ترقی ہوتی جاتی ہے۔

جو لوگ اس قسم کے پکتے مذہبی عقائد رکھتے تھے چند سال سے انکی تعداد ہندوستان میں ہست بڑھ گئی تھی اور پنجاب کی طرح کسی مقام میں اس قدر وہ ایک جگہ مجتمع نہیں تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیکھتے تھے کہ خدا ہر مقام پر موجود اور ہر جگہ انھوں نے اس قدر کے زمانے میں خدا کو حاضر و ناظر مانا اور اس بات کا خیال کر کے کہ ہندوستان خدا کی طرف سے انکی قوم کا ایک امتحان ہے قدیم عبرانیوں کے طور پر انھوں نے ہاتھیں باتوں کو دریافت کر کے خارج کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کا جان لارنس نے اپنے کو طرفدار پایا جو سب انکے رفیق تھے لیکن انکی ہمدردی ہر بات میں ہرگز نہیں کی۔ سر جان لارنس کا مذہب نہایت سچا تھا بالکل بچوں کا سا اعتقاد تھا۔ ان سے بڑھ کر شاید ہی کوئی شخص زیادہ سچا عیسائی کسی زمانہ میں رہا ہو۔ وہ جدمر جاتے تھے اور خدا کو حاضر و ناظر خیال کرتے تھے۔ عمر بھر وہ ہمیشہ صبح کی نماز کے ساتھ انجیل پڑھا کرتے تھے اور اسی کو اپنی نجات کا کافی وسیلہ خیال کرتے تھے۔ لیکن وہ مذہبی امور پر بہت کم بحث کرتے تھے اور زیادہ متعصب مذہبی اشخاص کے گروہ میں جو فقرات مروج ہیں انکو اور بھی کم استعمال کرتے تھے جو مذہبی فقرات وہ اپنی چھٹیوں میں بیان کرتے تھے نہایت سیدھے اور طنزناہ طریقہ کے میں غدر کے زمانہ میں وہ کثرت سے استعمال کیے جاتے تھے لیکن انکی عام حیثیت میں کوئی تغیر نہیں کرتے تھے اور اس بارے میں اپنی آخر عمر تک انھوں نے کبھی کوئی تغیر نہیں کیا۔ انکے اکثر کارٹھے دوست جنھوں نے اپنے مذہبی اصول مقرر کیے تھے اور جیسا انکے بھجنوں کا دستور ہے کہ اس بارے میں گفتگو کرنے سے کبھی پہلو ہتی نہیں کرتے تھے اس امر خاص کے بارے میں انھوں نے اکثر جان لارنس کے عیوب پر افسوس کیا ہے۔ انھوں نے کم و بیش اپنی راہ پر لانے کا بہت کچھ قصد کیا اور ایک مرتبہ کچھ تو انکو ہنسی آئی اور کچھ حیرت و استغایر ہوئی جب بعض لوگوں نے جن سے انکو پوری ہمدردی نہیں تھی اس بات کی ترغیب دے کر کہ وہ پیکیٹ فارم پر جا کر مذہبی اختلافات کے بحث پر ایک تقریر کریں انکو اس زمانہ میں جب وہ غدر کے فرو کرنے کے بعد بہادرون کی طرح اپنے وطن کو واپس آتے تھے خفیہ کرنا چاہتا تھا

باستثناء چند پھر ان کے عہد سے دے دینا چاہیے۔ یہ تدبیر ایسی تھی کہ جس وقت اور جس طریقہ سے عمل میں لائی جاتی
اُس سے خطرہ متصور تھا اور اس اثنائے میں بے انتہا پریشانی اور غلط فہمی پڑنے کا اُس سے اندیشہ تھا۔ دوسرے
لوگوں کی رائے یہ تھی کہ بلاتمیز سب کو نکال دیا جائے لیکن جس شخصانہ رجحانہ اور ساتھی اُس کے دہر اندیشانہ طریقہ کی
سُرخان لارنس نے صلاح دی تھی اُسی کو سبقت حاصل ہوئی۔ اس بات سے یقین حاصل کر کے کہ سب سے پہلی
بیتصور تھے اور وقت کی دیوانگی میں مبتلا ہو کر بیٹے میں چلے گئے انھوں نے جہاں تک اُسے ہوسکا ہتھیار رکھو لے لیا
اپنے امکان بھرائے ساتھ کہ سختی کی۔ علی الخصوص گائمن صاحب کی اس تجویز کو کہ یہ سپاہی جبریہ طور پر پشاور کی
عام سڑکوں پر تعینات رکھے جائیں اس کام کے متعلق مخالفت اور غریزی کا خیال کر کے انھوں نے دست اندازی کی
اور اس سے بڑھ کر حکام لاہور کی اس تجویز میں انھوں نے مخالفت کی کہ چھاؤنی یا فیمیر کے سپاہی اس طور سے
قید کیے جائیں جیسے سسٹر جنرل کے تمام مجرم قیدی تھے گو اُن سپاہیوں کے امرا وے کچھ ہوں لیکن ہر ایک سپاہی
ہتھیار رکھنے کے وقت سے لیکر اب تک ان طول طویل مہینوں میں اس طرح رہا ہوگا جس سے سو مرتبہ مزاحمت تھا۔
ہم بیان کر چکے ہیں کہ فدر کے سکردا جندانی نانہ میں سُرخان لارنس نے لارڈ کینیڈا سے ہندوستانی تھی کہ سپاہیوں میں
جو لوگ ہمارے مخالفت نہیں تھے وہ اپنے اپنے مکانات کو بھیج دیے جائیں اور آخر کار اب انکو اجازت دی گئی کہ جھوٹ
مناسب سمجھیں اس کام کو انجام کریں۔ اس کے متعلق تمام باتوں کا انکو اختیار دیا گیا اور انھوں نے جو تدبیر کی وہ محض
سیدھی سادی اور بے جوہر تھی۔ تینوں مقاموں میں سے میں میں غیر مسلح آدمیوں کے دو دو غول ہر روز
روانہ ہوتے تھے اور ایک مسلح ہر دفعہ کے ساتھ ہر غول تین مختلف راستوں سے فی یوم دس میل کے حساب سے
سرحد کے اُس مقام کو جاتا تھا جہاں سے ہر ایک کا وطن سب سے زیادہ قریب ہوتا تھا اور وہاں سے اُن کو
اجازت دی جاتی تھی کہ آپ اپنے مکانات کو چلے جائیں۔ اس انتظام سے باغیوں کے متفق ہونے کا ہر ایک خیال
غیر ممکن ہو گیا۔ دسویں پٹن متعینہ دیمہ خاڑی خان جواب تک خیر خواہ رہی تھی اُس کے خفیہ فساد اور پٹن نمبر ۶
دہر ۶۹ متعینہ نشان کے اُس سے زیادہ سنگین فساد (اور یہ دونوں فسادات بلا وقت فرو کر دیے گئے تھے)
پیدا کرنے سے سُرخان لارنس کو یقین ہو گیا کہ اُن لوگوں کا گھروں کو چلا جانا اب بہ نسبت سابق کے کم نہیں
بلکہ زیادہ ضرور ہے۔ پنجاب بدوں اسکے کہ کوئی واردات واقع ہوتی چند ہفتوں میں دشمنوں سے صاف ہو گیا
جنہیں سے ہر شخص اور لوگوں کے ساتھ کمین زیادہ خوفناک دشمن ثابت ہوا لیکن اب باستثناء چند وہ مسلح اور
آشتی سے زمین جوتے نکلیا پولیس کی حیثیت سے پھر سامانہ کر ہوا۔ معدودے چند غیر متعینہ بننے کوئی وجہ شکایت
نہیں پیدا ہوئی تھی اور جن کے ہتھیار صحت احتیاط رکھ لیے گئے تھے عام سزا سے مستثنیٰ کر دی گئیں اور عہد کے

صح

میں لارڈ لارنس

انگو انکے ہتھیار واپس لے۔ دسی پیادوں کی پلٹن نمبر ۹۵ کے بارے میں مگنسن صاحب نے امرتسر میں ہتھیار رکھوائے خود اپنے حاکم سے کہا تھا کہ غدر کے ختم ہونے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا جائے۔ پلٹن نمبر ۹۵ منجینہ راولپنڈی کی حالت بھی ایسی ہی تھی جسکو ستر جان لارنس نے باوصف اُسکے عارضی خوف کے ہتھیار رکھنے کی ترغیب دی تھی اور جسکی نسبت انگو ایک طور سے گویا اس بات کا خیال ہوا کہ میں اُسکا محافظ ہوں۔ اور غفلت باغی رجنٹوں کے متفرق دستوں کی بھی حالت ہوئی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ساتھیوں کے باغی ہو جانے پر انکی شرکت نہیں کی جو خزان اُنکے سپرد تھے انکی حفاظت کی اور اپنے افسروں یا افسروں کی ازواج و اطفال کی جانیں اپنی جانوں کو جو کھم مین ڈال کر بچالیں۔ ستر جان لارنس کی سفارش سے ان دستوں کی ایک نئی غیر قواعد ان چھٹ تیار کی گئی اور اُسکا نام ”وفا دار پلٹن“ رکھا گیا۔

اور انعامات (اور وہ کچھ تنگ دلی کے ساتھ نہیں) راجگان پٹیا لوجیند و نابھہ اور کیو رتھلہ کو دیے گئے جو یوفاؤن مین و فاوارٹھکے تھے اور جنہوں نے ایسے وقت ہماری مدد کی تھی جب ہماری کامیابی کی کچھ امید ہونے لگی تھی۔ اس موقع پر جان لارنس خیال کر سکتے ہیں کہ انہیں کی حکمت عملی سے یہ دسی رئیس ہمارے طرفدار ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے جنرل آئینسن سے ایسے وقت فوراً حملہ کرنے پر اصرار کیا تھا جب صدر مقام کا ہر ایک سربراہ و فہر تاخیر یا مال اندیشی کی راے دیتا تھا اور اگر اُنکے بیانات کو کامیابی نہ حاصل ہوئی ہوتی تو جینا اور ستلج کے درمیان کے نکل ملک مین بغاوت پھیل جاتی اور جن سرداروں نے ہمارا اسطور سے کام کیا تھا وہ باغیوں کے طرفدار ہو گئے ہوتے۔ دہلی کے فتح ہونے کے زمانہ سے انہوں نے گورنمنٹ عالیہ سے اس امر پر اصرار کرنے میں کوتاہی نہیں کی کہ سرداروں کو فوراً صلہ دینا چاہیے اور صلہ ایسے طریقہ سے دینا چاہیے جسکو ہندوستانی فرمان روا جان کے برابر عزیز جانتے ہیں یعنی انعامی اراضیات دینا چاہیے۔ آخر کار انکی سفارشوں کی تعمیل کی گئی اور خیر خواہ راجاؤں کو ایسی شرطوں کے تحت صلہ دیا گیا جس سے ہمارے اُنکے مابین رشتہ اتحاد اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور انہوں نے قرب و جوار کے ڈاکو گروہوں کی سرکوبی میں ہماری مدد کی ابتدا سے غدر میں چھ فیصدی سود کا جو قرضہ مختلف اضلاع پنجاب سے ستر جان لارنس کے حکم کے بموجب وصول کیا گیا تھا وہ کس قدر وقت سے (کیونکہ کس تحصیل کرنے والوں کا انا بھی گوار نہیں معلوم ہوتا اور زر پرست رکھ لوگوں سے امید نہیں تھی کہ وہ ایک مشکوک الاقتدار سلطنت کی مدد میں فوراً اپنا روپیہ دے دیتے) مگر بہر حال جس طرح ہو سکا لیا گیا۔ اور یہ بڑی ہماری حکمت عملی ثابت ہوئی۔ کیونکہ اُس سے ہمکو ایسے وقت سرمایہ مل گیا جب اُسکی سخت حاجت تھی اور اُس سے مالکان اراضی اور تجارتی ایسے رشتوں سے ہماری گورنمنٹ کے شریک ہونے کے پابند ہو گئے جنکی قوت کے تسلیم کرنے میں وہ قاصر نہیں رہ سکتے تھے۔ اور اب ایک سال کے اندر بڑی دیانت داری سے وہ روپیہ مع شوداد اکریا گیا جس سے دس لوگ تیرہ گئے۔

اور ناکامی پیشتر سے دریافت ہو جا تا ہے مکن ہے کہ کوئٹہ پتہ میں ہم کو کوئی جنگ کا پڑے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وسط ایشیا میں کچھ فساد اٹھے۔ امیر دوست محمد خان کے رستے سے کابل اور خراسان میں بڑے بڑے انقلاب پیدا ہونگے۔ ان سے مکن ہے کہ ہماری مغربی سرحد میں کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو جس کا تاراج جنگ میں ہم مشغول ہیں مکن ہے کہ اسکی وجہ سے ملک کے مختلف رجواڑوں میں اتفاق پیدا ہو جائے۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ ہمارا راجہ گویا خود اپنی سلطنت سے ذلت کے ساتھ خارج کر دیے گئے انگورس بات کی کوئی مخالفت نہیں ہے کہ یہ فساد انکی فوج میں بھی پھیل جائیگا۔ اگر وہ یہ خیال کریں تو کچھ عجب نہیں ہے کہ چڑھاؤ کی طرف جاکر فوج سے لڑنے کی نسبت ہٹاؤ میں پھرتے چلے جانا بہتر ہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ جدید ہمارا کج شیر کی حالت کسی طرح سے قابل اطمینان نہیں ہے اور انکی سپاہ کسی قدر بھڑکی ہوئی ہے ہر ایک پور سپاہی جو سرحد میں کی طرف جاتا ہے وہ گروہا ہارا حریت بن جاتا ہے۔ ان میں سے بارہ ہزار سپاہی غیر مسلح ہیں اور بہت سے ہماری توپوں کے پیر پڑاؤ اٹے پڑے ہیں۔ جس دوام کے خوف آخری تجربہ کی لاعلمی اور جسے ارادہ ان کے اشغال نے ان سب کو باطل بیاک کر دیا ہے سنا کو سوا ہے اسکے اور کسی امر کا نہیں نہیں ہے کہ ہم سب لوگ انکو ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس وجہ سے ہمارے ضرر ہو چکا ہے انھوں نے کوئی عقدہ اٹھائیں رکھا۔ ذرا خیال فرمائیے کہ جس دلت ایسے لوگ ہماری فوج میں ہو گئے تو ہماری حالت کیا ہوگی اور غلطیاریا حملہ کی حالت میں ہم لوگ کیسے پابزخیر ہو جائیں گے۔

میں اب کچھ اور نہ بیان کر دیتا۔ میں آپ کی طبیعت سے فریاد کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ ایک انجمن میں اور صوبہ قوم کے آگے بڑھ کر ہماری مشکوں میں ہماری مدد کیجیے۔ مکن ہے کہ افغانستان کو اسوقت تک خبر نہ ہو جب موقع آتے ہے جانا رہے۔ اب اس بات کا قیاس کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ لارڈ آسٹن کی ایسے دہرناک پرہیزی چھی کا ایک اثر پڑا ہو گا۔ اسپین جو کیفیت اصل میں گذری تھی وہ میرٹ ہو میریاں کی گئی تھی جیسی ہو نا چاہیے تھی یا جیسی ہونے کی خواہش گورنمنٹ کو تھی اس طور پر بیان نہیں کی گئی تھی۔ یہ تصویر نہایت سیاہ رنگوں سے کھینچی گئی تھی لیکن صرف اس آئینہ ایسا کیا گیا تھا کہ جسوقت ان سے نتیجہ مقصود حاصل ہو گا اور سب لوگ جو سرور کار رکھتے ہیں متفق ہو جائیں گے تو اسکو دوسرے رنگوں اور شقائق جلا سے درست کر دیا جائیگا۔

لیکن اس بات کو کہ یہ رنگ زیادہ سیاہ نہیں نمایاں ان بہت سی چیزوں کے محول کرنے سے ثابت کر سکتا ہوں جو سر جان لارنس کی کارروائیوں کے مرکز سے تحریر کی گئی تھیں اور ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی تھیں جس سے ایسا نہ تھی کہ اگر حقیقت حال زیادہ اسی ظاہر کرنے کی مقصدی نیتی تو وہ ایسا کرتے۔ جنرل سینٹینیلہ نے دفعہ گورنمنٹ سے ۳۰۔ مئی کو لکھے ہیں کہ۔

مجھ کو اس بات کے بیان کرتے ہوئے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ نے سپاہیوں کے ساتھ کٹاؤ دلی کے برتاؤ کرنے کی کوئی علامت نہیں ظاہر کی ہے۔ مجھ کو اسکا کچھ سبب نہیں معلوم ہوتا۔ ہم نے کھنڈے کٹنے سے بچنے کے بعد

فوراً اس بارے میں تحریک کی تھی۔ گورنر جنرل کے فوجی سکریٹری نے استصواب کیا اس کے بعد سرکار لن الہ آباد کو گئے لیکن اب تک گورنر جنرل اس بارے میں کوئی کارروائی نہیں کرتے ہیں۔ گیشنر گورکھ پور کے پاس بعض آدمیوں کی خطائیں معاف کرنے کے بارے میں جو ہدایتیں کی گئی تھیں مین نے انکی ایک نقل کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ اس قدر مختصر اور چھوٹی چھوٹی شرطوں سے مشروط ہیں کہ شاید کوئی انسان فانی انکو قبول کر کے اپنا گلا گٹانے نہ جائیگا۔ یہ بیشک بڑے افسوس کی بات ہے اور اسے روز بروز اور مشکلات بڑھتی جاتی ہیں۔ مین دیکھتا ہوں کہ ایسی شرطوں پر جنگ کا خاتمہ ہرگز ممکن نہیں ہے بلکہ برخلاف اس کے انکا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر مقام پر خدا اور فساد برپا ہوتا رہیگا اور لڑائیاں ہوتی رہیں گی۔ مین دیکھتا ہوں کہ اگر گھنٹوں کے فتح ہونے کے بعد فوراً بقیہ ضرور دن کا جرم معاف کیا جاتا تو ہماری مشکلیں آدھی رہ جاتیں۔ لیکن اب اس صورت میں اسکا فائدہ آدھا رہ گیا اور ہر ہر مقام میں چھوٹی چھوٹی متفرق لڑائیاں ہونے لگیں اور برسوں تک اس سے خراب تر حالت قائم رہیگی۔ ۱۰۰۰۔ سرٹیفیکٹوں کی فوج کا زیادہ تر حصہ جھانسی اور کالپی کی حفاظت کو تھوڑی تھوڑی سپاہ چھوڑ کر فوراً گوالیار کو روانہ ہوگا۔ اودھ کی حالت ایسی خراب ہے کہ تو بہ ہی بھلی۔ اگر دیسی کالم فوج یکبارگی حملہ آور ہو تو شاید وہاں کا فساد فرو ہو۔ محکمہ یقین ہے کہ کوئی شخص نہ کہہ سکیگا کہ اتنی فوج کہاں سے آئیگی مین امید کرتا ہوں کہ کچھ دنوں کے بعد مدد آئیگی۔ اس اثنا میں ہر چار طرف سے مدد اور سپاہ کی پکار مچی ہے اور آردہ وغیرہ کے قریب کے اضلاع کی حالت بالکل ایک معمولی جنگ کی حالت کے مشابہ ہے۔ لیونگڈ صاحب جو وہاں ہیں بڑی منت اور آرزو سے مدد مانگ رہے ہیں لیکن ہمارے پہونچانے سے مدد نہیں پہونچ سکتی ہے۔ مدد وقت پر پہونچگی مگر بہاؤ وقت بھی تو ملنا چاہیے۔ بہر حال ہکو سپاہ کا انتظار کرنا پڑیگا۔ چند دنوں سے اموات کی تعداد بہت بڑھتی جاتی ہے اور بعض مخفی حصوں میں تو نہایت ہی بڑھی ہوئی ہے لیکن جو موسم اب ہے آسمان بھی ہونا لازم تھا۔ ہم فوراً الہ آباد کو جاتے ہیں۔

خوش قسمتی سے جب معاملات کی صورت انتہا ہے مرتبہ کو خراب تھی اسی وقت سے اصلاح ہونے لگی۔ گوالیار پر جو باغیوں کے ایک دلیرانہ حملہ سے نکل گیا تھا پھر ہمارا قبضہ ہو گیا اور یہ حملہ سرٹیفیکٹوں نے اُس سے بھی زیادہ دلیری کے ساتھ کر کے مہینہ کے ختم ہونے کے قبل اُس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور گوالیار پر قبضہ ہو جانے اور رابرٹ نیپئر کے فوراً تعاقب کرنے سے مرٹون کی ریاست مین فی الحال خطرہ پیدا ہونے کا خیال بالکل دور ہو گیا اس سے بڑھ کر عمدگی کی بات یہ ہوئی کہ آخر کار گورنر جنٹ نے سپاہیوں کے مسئلہ میں زیادہ کشادہ دلی سے پیش آنے کی علامت ظاہر کی اور یہ علامت اُس طور پر ظاہر کی گئی جسکی بابت سر جان لارنس نے پیشتر ہی صلاح دے دی تھی۔ پنجاب میں غیر مسلح سپاہی پندرہ ہزار کے قریب قریب تھے۔ یہ لوگ مشکوک اور شکی تھے اور جس جس مقام پر پائے جاتے تھے وہاں دبان انکی ذات سے خطرہ تھا اور جو لوگ خود اندیشہ مین تھے انکی باعث سے انکا اندیشہ اور بڑھ جاتا تھا۔ بعض لوگ اس امر کے ساعی بھی پائے جاتے تھے کہ جس وقت غدر ختم ہو جائے تو سپاہیوں کو

یہ نہیں ہے کہ انکا یہ خیال قائم رہنے دیا جائے۔

اب تک جو حکمت عملی قائم رہی اس کے بارہن میں بھی چند باتیں بیان کر دینا۔ بلکہ برابر معلوم ہو گا کہ اخبارات اور مؤرخین کی سنو سائیڈوں اور گورنمنٹ نے بڑی دون کی لی ہے۔ انجیلش لوگ جن کو اکثر یہی غل مچا رہے ہیں کہ ایک ایک باغی کو جین جن کے ہلاک کر ڈالنا چاہیے مگر اس بات کو بالکل فراموش کر جاتے ہیں کہ اس حکمت عملی کے موافق ہمارے لیے کتنی قوت درکار ہے۔

اب میں دیکھتا ہوں کہ محمد علی اور انسائیت کے تمام خیالات سے قطع نظر کہے بلکہ اس قسم کی حکمت عملی کے موافق کارروائی کرنے کے وسائل نہیں مل سکتے ہیں۔ اگر ہر ایک مفید یا ہر ایک باغی کو پھانسی دینے یا جیس دوام بھور دریا سے خود کرنے کا ارادہ ہے تو دو لاکھ گوزے درکار ہونگے اور اس صورت میں بھی ہم پنج برس کے عرصہ میں تمام مخالفت فرو زمین کر سکتے ہیں۔ آیا انجیلشٹان مقدس

بھیجے پرتیا رہے۔ آیا انجیلشٹان اس بات کے واسطے تیار ہے کہ بیس ہزار سے تیس ہزار تک سپاہی ہر سال جو ناگمانی اتفاقات سے گھٹ جاتے ہیں انکی کمی پوری کر دے۔ اگر وہ اس بات کے واسطے تیار نہیں ہے تو آپ سب لوگوں کو مناسب ہے کہ

حمہ طور سے مشکون پر غور کیجیے اور قطعی طور سے اس بات کو تجویز کیجیے کہ کیا کارروائی کی جائیگی۔ ہمارا رعب جانا رہا اور ہمارا اقتدار رفتہ رفتہ زائل ہوتا جاتا ہے۔ جس حکمت عملی کا حل میں آنا ممکن نہیں ہے اس کے نفاذ کے قصہ میں ہمارے خاص

شرقی سلطنت کا خطرہ تصور ہے۔ میں اس امر کا صلاح کا نہیں ہوں کہ جن سفاکون نے ہماری عورتوں اور لڑکوں کو مار ڈالا ہے انکی خطائیں معاف کر دی جائیں۔ میری رائے ہے کہ ایسے سب لوگ قتل کر ڈالے جائیں لیکن اس کام کو تدریجی انجام کرنے کے لیے باغیوں کے مابین امتیاز کرنا چاہیے فی الحال جو شخص پکڑا جاتا ہے اسکو پھانسی دے دی جاتی ہے۔ ایسی

حالتوں میں کون اطاعت قبول کرے گا اسطور سے تمام باغی اور مفید لوگ آپس میں اتفاق کر کے اپنی غارتگری کی قوت بیکار نہ آتا ہو جاتے ہیں جس وقت ہم نے اپنی بڑی بڑی فوجیں اور لائٹ فوجیں اور غنناک توپخانے لیکر چڑھائی کی تھی تو ہلوکھنا چاہیے تھا کہ سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے بیکار نہ عورتوں اور بچوں کو قتل کیا ہے اور سب لوگ چھوڑ دیے جائینگے۔ جو لوگ

ستحکم قلعوں میں محفوظ تھے ان میں سے بہت کم ہماری اطاعت قبول کرتے۔ لیکن ہمارے کہنے کا حال سب کو معلوم ہو جاتا اور اس سے آپس میں تنازع اور نا اتفاقی پیدا ہوتی اور انکی حالت غیر محفوظ ہو جاتی جس وقت مفید لوگ ایک مرتبہ کھنڈ سے نکال دیے گئے تھے تو ہمارے اشتادات سے بڑا فائدہ ہوتا اور جو لوگ پہلے آئے اگر ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جاتا تو

اور لوگ بھی انکی پیروی کرتے۔ اس وقت تک ہزار آدمی جو آب شمشیر کی پھر رہے ہیں بلکہ غالب اس میں اتنا اپنے اپنے گانوں میں بیٹھے ہوتے۔ ہم نے ایک بہت عمدہ موقع اتنا سے عمل جانے دیا اور اس سے اپنی مشکون کو اور بڑھا دیا۔

لیکن اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ بلکہ چاہیے کہ چلے تو جن لوگوں کی خطا کم ہے ان کے اور سفاکون کے مابین امتیاز

کرین اور پھر جو لوگ شمشیر کی پھر رہے ہیں انکی بھی خوب سرکوبی کریں۔ ہمارے جو افسر زندہ رہ گئے ہیں اور جنکو اپنی جان کی

حفاظت ہے وہی طاقت پانے پر بہت عمدہ عمدہ کام کر سینگے۔ ہکو ایک ہاتھ میں نشان صلح اور دوسرے میں تلوار لیے رہنا چاہیے۔ اس کام کے انجام ہونے کو ضرور ہے کہ انگلستان سے جس قدر آدمی بھیجے جاسکیں انکو وہ روانہ کرے ایک تنفس کے بھیجنے میں بھی دریغ نہ کرے۔ یہاں ابتدا سے اکتوبر تک سب فوج کو پہنچ جانا چاہیے ہکو لیٹ کیوری کی بہت ضرورت ہے۔ دو تین ہزار کران ہل جتے جسوقت خاص کام کے لیے منتخب کیے جائینگے اور دو تین برس کام کرینگے تو وہ بخوبی کام دے سکیں گے ہمارے بھاری انگلش رسالے سوائے اسکے جب جم کر کسی مقام پر لڑائی ہو اور صورتوں میں قریب قریب بیکار ہیں جسوقت گورنوں کی کثیر اور ہمارا فوج جمع ہو جائیگی تو جس قدر ہندوستانی سپاہی درکار ہونگے انکو ہم بھرتی کر سکیں گے۔ جب تک مدد کے لیے یہ سپاہ کثرت سے نہ بھیگی اسوقت تک نہ تو ہم ملک کو دوبار فوج کر سکتے ہیں اور نہ فتح کرنے کی حالت میں اسپر اپنا قبضہ قائم رکھ سکتے ہیں جسوقت گورنوں کی فوج کافی طور سے موجود ہوگی تو عمدہ طور سے قواعد سکھانے اور اچھے گمانیروں کی ماتحتی میں رکھنے سے ہندوستانی فوج بھی بے نظیر ہوگی۔ سب سے بڑھ کر اس کام کے لیے ہکو اس شخص کی ضرورت ہے جو انگلستان بھر میں سب سے اچھا ہو۔ اور اس شخص کو پیدا اختیارات دینا چاہیے۔ معاملات کو کامیابی کے ساتھ انجام کرنے کے لیے لائق اور رعب دار اور تجربہ کار شخص کی حاجت ہے۔

مہربانی کر کے یہ نہ خیال کیجیے گا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا اسکے متعلق میں کوئی اپنا ذاتی فائدہ چاہتا ہوں۔ اب تک میں اپنے عہدے کے سنبھالنے اور اپنے مقدور بھرنایت عمدہ طریقہ سے اپنا کام انجام کرنے میں ساعی رہا۔ اب مجکو ہندوستان میں کام کرتے ہوئے ۲۹ برس گزرے ہیں میرے حصہ کا جو کام تھا اسکو میں انجام کر چکا۔ اب میری صحت بہت متزلزل حالت میں ہے اور میری ساری خواہش یہی ہے کہ کسی طرح اپنے وطن کو واپس جاؤں اور اپنے عیال و اطفال میں اپنی باقی ماندہ عمر کو بسر کروں۔ مجکو ہندوستان کی ملازمت کا حوصلہ نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جس وقت یہاں سے کنارہ کشی اختیار کروں تو نیلگامی کے ساتھ جاؤں بعد اسکے میں یہ کام ایسے وقت کرنا چاہتا ہوں جب ہندوستان کا اصل خطہ جاتا رہے۔ میں نے فروری گذشتہ میں وطن جانے کا قصد کیا تھا لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ اب میری خواہش آئندہ فروری میں وطن جانے کی ہے۔

میں اس طول و طویل خط کی معذرت نہیں کرتا ہوں۔ آپ کے منصب کا شخص بہت کچھ کام کر سکتا ہے مجھ سے سوائے اسکے کچھ اور ممکن نہیں ہے کہ بیان کے حمل حالات ظاہر کر دوں۔ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو آپ اصول موضوعہ کے طور پر تسلیم کر لیجیے۔ اسکو اپنی اطلاع کے وسائل سے جانچے جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اسکو اس سے مقابلہ فرمائیے جو اور اشخاص بیان کرتے ہوں اور اسکا حال آپ پر اخبارات سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ لو فرض کیا میں نے مشکلات کو مبالغہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہو تو اس صورت میں بھی کوئی ذی عقل شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا ہے کہ ہماری حالت بہت ہی نازک اور خطرناک ہے کفایت شعاری کے لحاظ سے بھی برسوں اس معاملہ کو پڑے رہنے دینے سے اسوقت اسکا رفع دفع کر دینا زیادہ تر مناسب ہے جتنے دن لڑائی بڑھتی جاتی ہے مشکلیں آسیدر زیادہ ہوتی جاتی ہیں

ذرا بھی موقع ملا میں وطن کو چلا آؤں گا۔ انجمنستان کے ذمی اختیار شکن اس کو میرا یہ لکنا بیکار ہے وہاں میرا کوئی رسوخ نہیں ہے۔ میرے لارڈ آپ کی حالت کچھ اور یہی طرح کی وقع ہوئی ہے آپ نے ہندوستان کے لیے بڑے بڑے کام کیے۔ اگر آپ سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور جلسہ وزیر کو قلعی کارروائی کرنے کی ترغیب دیں گے تو اب انجمنستان کے لیے اس سلطنت اعلیٰ کے بچانے کا دھڑ ہو سیکے گا۔ خلاصہ یہ کہ ہندوستان میں زیادہ گورن کی حاجت ہے اور ایک اسکا حکم دے گا رہے۔

لارڈ لائسنس (جنگو شاہزادہ آئرنسٹ نے ڈیرہ کی کے انتظام میں لارڈ لائسنس کے اعتراضات متعلقہ اشتہار اور وہ کے چھپنے کے بعد غنایت موزوں طور پر دو ایک جدید نام حسن خضر کا کہا تھا) کے مستحق ہونے سے وہ جلسہ وزیر جس کے لارڈ مذکور ممبر تھے گیا اور ایک ایسے شخص بجائے اس کے مقرر ہوئے جو اپنی صاحب راسے اور ادا و کلاع و اطوار اور قوم کی مدبرانہ واقفیت اور ہندوستان کی الفت (جسکو لائسنس کے سفرون سے جنبش ہوئی تھی مگر ہر گز غلطی نہیں ہوئی تھی) سے ایسے وقت میں اسکی خواب حالتوں کی نگرانی کرنے کو سب سے زیادہ موزوں تھے جب وہ کہیں کے برا سے نام اختیار سے اراکین سلطنت انجمنستان کے اختیار میں منتقل ہوتا تھا۔ اور خدا کی وجہ سے جو فوجی ملکی اور غیر ملکی جھگڑے اٹھے تھے ان کے بندوبست میں مدد کرنے کے لیے زیادہ صلاحیت رکھنے والے تھے ہم نے ابتدا کے ایک باب میں بیان کیا کہ لاہور کی سیر اور سرحد ویرہ جات کے سفر سے لارڈ لائسنس کی جان لارڈ لائسنس اور ہرنی لائسنس کی وضع سے کہ قدر واقع ہو گئے تھے اور کمان تک اسکو پسند کیا تھا۔ اور یہ انجمنستان اور ہندوستان کی بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ ایسے نازک وقت میں سر جان لارڈ لائسنس نے اپنی بے انتہاء واقفیت ہندوستان سے لارڈ لائسنس کو مدد دینے پر مستعدی ظاہر کی اور لارڈ لائسنس نے جیسا کہ تمام سچے مددگار قسم کی واقفیت کے شائق ہوتے ہیں کس خوشی سے اسکو قبول کیا۔

فروری ۱۶ جون ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارڈ لائسنس! میں نہیں سمجھتا کہ لاہور میں حضور سے نیاز حاصل ہونے کے بعد کچھ بھی حضور کی خدمت میں میں نے وسطوں کو کبھی کوئی عریضہ بھیجا ہو۔ ہم دونوں بھائیوں کی مابین ایسی جدا جدا چیزیں اور دونوں ایسی عظیم العزم چیزیں بتلا رہے کہ خط کتابت کا کبھی ذرا بھی موقع نہیں ملا۔ با اینہما اب ہم ہندوستان کی ایک بڑی گاڑی وقت کو کاٹ چکے ہیں اور اس کے معقول انتظام سے اس بڑے علاقہ انجمنستان کی آئندہ بہبود ہی تصور نہیں ہے بلکہ انجمنستان کے جوڑ کے اور رکیان میان رہی ہیں انکی حفاظت تصور ہے جس طرح انجمنستان کے لوگ خیال کرتے ہیں اسی طرح خدا طر خواہ طور پر ہرگز ہماری حالت ترقی پر نہیں ہے۔

جب تک دہلی فتح نہیں ہوئی تھی اس وقت تک جان بچانے کی شکل تھی۔ اس کے بعد معاملات میں بڑی اصلاح ہوئی۔ اسے حقیقت خدا پر ایک بڑی کاری ضرب پڑی۔ دہلی فتح ہونے کے بعد کچھ زور دکھلایا گیا ایک دو تیرن فوج نے

دشمن کا تعاقب کیا اور انکو بہت کم دم لینے دیا۔ بریگیڈوں نے ملک میں گشت کی اور بہت سی حالتوں میں لوگوں کو مطیع کیا۔
 انگلستان سے زیادہ سپاہیوں کی جب ملک آئی تو باغیوں اور غنڈوں پر ثابت ہوا کہ اب ولایت سے ملک آنے لگی ہے بائیمہ لکھنؤ پر
 حملہ آور ہونے کی تاخیر اور وہاں کے بہت سے آدمیوں کے بھاگ جانے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ علی العموم ہر موقع پر باغیوں کے
 نکل جانے اور اس حکمت عملی سے جو قائم کی گئی ہے بڑا ضرر ہوا میں یقین کرتا ہوں کہ دہلی کے فتح ہونے کے بعد سے اب تک
 کبھی ویسی خراب حالت نہیں رہی جیسی اسوقت ہے۔ اب باغیوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم سے کس طور پر لڑنے میں فائدہ ہے۔
 انھوں نے سارے ملک میں اپنے کو منتشر کر دیا ہے اور ادھر ادھر لوگوں کو ڈراتے اور خوف دلاتے پھرتے ہیں۔ وہ
 ہمارے دوستوں کو ٹوٹے اور مارتے ہیں اور مالگزاری وصول کرتے ہیں۔ جس وقت ہم ایک طرف بڑھتے ہیں تو دوسری طرف
 چل دیتے ہیں۔ پھر آج وہاں بھی ہماری دشمن ہے اس سے صدمہ ہوا کہ ہزار آدمی مرتے ہیں۔ جسوقت موسم سرما آگیا تو جنگی
 کارروائیاں شروع ہو گئی اسوقت ہمارے لیے میدان میں سپاہیوں کی کافی تعداد کو ہونا چاہیے۔ چکواوہ از سر فتح کرنا ہے۔ صوبہ نڈ کو زمین
 توپ کے پتہ بھر کے سوا اور ایک وجہ زمین پر ہمارا قبضہ نہیں ہے۔ گوالیار باغیوں کے ہاتھ آگیا اور بجوا اندیشہ ہے کہ تیل لکھنؤ
 بھی باغیوں کے ہاتھ آگیا ہوگا۔ جب تک وہ دوبارہ فتح نہ ہو جائیگا (اور یہ امر بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے) اسوقت تک یہ پیشین گوئی
 کی جاسکتی ہے کہ تمام سرشار یا ستون میں علی العموم خلفشار رہیگا۔ وسط ہند ایک زور آور ملک ہے اور جنگی کارروائیوں کے لیے
 سنگدل ہے اور کثرت سے روپیہ خرچ کرنے پر وہاں پیشہ سہا ہی جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم نے روہیلکھنڈ پر قبضہ کر لیا لیکن اس صوبہ
 اور دوا پور لنگا اور بنارس اور بہار میں جابجا بڑے بڑے گروہ لوٹ مار کرتے پھرتے ہیں۔ رہا یا کثرت سے لوٹ مار کی عادی
 ہوتی جاتی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ہندوستان میں ہماری حکومت قائم ہونے کے پیشتر جو کیفیت تھی وہ پھر عود کرتی آتی ہے۔
 انگلستان کے لوگوں کے نزدیک یہاں اسی ہزار یا ایک لاکھ کی سپاہ ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن جس وقت
 تمام حصہ جات ملک میں اس کے منقسم رہنے کا خیال کیا جاتا ہے تو اتنی تعداد درحقیقت اس کے لیے بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ پھر
 منجملہ اس تعداد کے اموات کی بابت بڑی سنہائی درکار ہے۔ پس قبل اس کے کہ شہداء میں ایک رجمنٹ بھی ولایت سے آئی ہو
 ہماری فوج کی تعداد آٹھ ہزار سے لیکر دس ہزار تک گھٹی ہوئی ہوگی اس کے بعد ہزار آدمی مر گئے اور ان سے زیادہ بیمار ہو گئے۔
 مجھ کو شبہ ہے کہ اسوقت کام دینے والوں میں پچاس ہزار سے زیادہ آدمی موجود ہوں۔

پنجاب میں دریائے جمن کے کناروں تک بھی خاموشی ہے لیکن روز بروز ہندوستان کی کیفیت اپنا اثر دکھاتی جاتی ہے۔
 صاحب حکمت علی کے خلاف مگر ضرورت لاحقہ کو دیکھ کر ہم نے بہت سے پنجابی سپاہی بھرتی کیے اور اب بھی بھرتی کرتے جاتے ہیں۔
 ان میں سے ۶۰۰۰ آدمی میرے رجسٹرون میں درج ہیں۔ ہکو صرف پنجابیوں سے ملک پر قبضہ رکھنا اور ہندوستان کو
 از سر نو فتح کرنا ہے اب تک پنجابی سپاہیوں نے نہایت عمدہ برتاؤ کیا لیکن یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے کہ وہ اس امر کا خیال
 نہ کرتے کہ ہکو ان کی کس قدر ضرورت ہے اور موجودہ مہم میں کامیابی حاصل کرنا کس قدر اہم ہے۔ پھر یہ عقیدہ ہے کہ انسانی دامن جہاندار

ہلکے وینا پر اس بات کو ثابت کروینا لازم ہے کہ ہلکے کی قدر رحم کا بھی خیال ہے۔ ہم کو باغیوں پر یہ بات ثابت کر دینا لازم ہے کہ انکی حالت یکطرفہ خوف کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ہماری حکمت عملی سے ہمارے دشمنوں میں نا اطمینانی اور بددیانتی پھیل جائیگی اور اب جو وہ اپنے دل میں ٹھانے بیٹھے ہیں کہ مرتے دم تک مقابلہ کیے جائیں اور اسکے وسائل کو محال بین یہ باتیں جاتی رہیں گی۔

سرخ جان لارنس نے قریب قریب اسی رنگ پر مزید تھوٹون شند صاحب لائق ڈیڑھ اخبار فریڈز آف انڈیا (یہ وہ اخبار ہے جو انکے زمانہ میں اور انکے پیشتر کے چیف گزٹیر جان آئرلینڈ اور انکے جانشین ڈاکٹر جانج آئرلینڈ وقت میں بھی واقفیت یافتہ اور آزادی میں تمام انگلش اخبارات ہند پر سبقت رکھتا تھا اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ جس قدر بہرہ رومی اور اعانت اسکو درکار ہوئی وہ دی گئی) کو بھی چھی لکھی لیکن یہ بھی ارادہ رہا کہ جہاں تک ممکن ہو گورنمنٹ انگلستان پر بھی اپنا اثر اسی طرح سے ظاہر کریں۔ اور اسی لحاظ سے انھوں نے بتایا ۱۶ جون لارڈ ڈکنوینی کو جو اسی زمانہ میں مالٹا سے انگلستان کو واپس آئے تھے اور لارڈ آئرلینڈ جو حال ہی میں بورڈ آف گزٹریل کے پرنسپل مقرر ہوئے تھے جیساں لکھیں۔ لارڈ ڈکنوینی کے نام کی چھی لکھی انکی لکھی ہوئی آخری چھی ہے جو لارڈ مدوح کے نام گئی تھی اور انکی ہر ہر سطر غور کرنے کے قابل ہے۔ لارڈ آئرلینڈ کے نام کی چھی منجملہ بہت سی مشورہ جیوں کے جو لارڈ مدوح کے نام بھی گئی ہیں اور جنکو میں افسوس کے ساتھ اس مقام پر محول نہیں کر سکتا اول چھی ہے۔

مقام ہری ۱۶ جون ۱۸۵۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ڈکنوینی جب سے قدر شروع ہوا اس وقت سے میں نے آپ کو زیادہ خطوط نہیں لکھے اور انکی وجہ یہ کہ ہلکے کام کی بڑی کثرت تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ آپ عیالات میں مبتلا ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب میں نازک حالت کی ایک ایسی نوبت میں ہوں جب ہلکے صرف یہی ضرور نہیں ہے کہ آپ کو چھی لکھوں بلکہ آپ کی زبان سے ہلکے اب تک قوت حاصل ہے مدد مانگنا بھی ہلکے کو نہایت ضرور ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ یہاں ہندوستان میں بڑی مشکوک میں پھنسے ہوئے ہیں اور میں یہ نہیں خیال کرتا ہماری حالت سے کسی طرح انگلستان کے لوگ واقف ہوں یا انکی قدر کرتے ہوں۔ انگلستان نے ہمارے واسطے بہت کچھ کیا ہے لیکن اگر ہلکے کو ایسا جواب دیا جیسی ہوئی تو پھر چل کرنا ہے تو ہلکے بہت کچھ کرنا پڑیگا۔ لک کے پیچھے میں جو اس نے باخبر کیا اسکو سب جانتے ہیں کہ پہل بات ناکامی کی ہی ہوئی۔ اس سے ہلکے کو نقصان پہونچا۔ اس سے ہزار بار اشخاص جو لک آئے پر ہمارے طرفدار ہوتے باغیوں کے شریک ہو گئے۔ ہم نے اس غلطی کو کبھی نہیں سمجھا اور ہم حکمت عملی اب تک اختیار کی گئی اس سے ہماری مشکلیں بہت بڑھ گئیں۔ ہماری تمام فطرتی خراب حرکتوں کو جوش ہوا۔ یہ لڑائی باغیوں کے

نیت دنا بود کر دینے کی تھی اور بہت سی صورتوں میں مفسدوں کے بھی خلاف تھی۔ یہ لڑائی کیس قدر قوموں کی لڑائی ہو گئی تھی نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ہکو ایک سخت کام کرنا پڑا بجگو کھنا چاہیے کہ ایک ایسا کام کرنا پڑا جو ہمارے وسائل اور اختیار سے باہر تھا۔ ہم نے دشمنوں سے کینہ کشی کرنے کا قصد تو تمام ملک میں مشتہر کر دیا لیکن ہر موقع پر ہم نے انکو اپنے قابو سے نکل جانے دیا۔۔۔۔۔ دہلی میں ہم کو انکے سزا دینے کا ذریعہ نہیں تھا۔ دوسرے مقامات پر ہم نے انکو نکل جانے دیا اب اکثر جگہ متفرق طور کی چھوٹی لڑائیاں اس کثرت سے ہونے لگی ہیں جو ایک بڑی بھاری جنگ کی صورت کو پہنچ گئی ہیں۔ جینا کے پورب پٹن توپوں کے ٹپہ سے زیادہ فاصلہ پر کسی جگہ حفاظت نہیں تھی ہم رفتہ رفتہ اپنے بھاری کالون کو باغیوں کے تعاقب میں روانہ کرتے ہیں جس وقت ہم قریب آجاتے ہیں تو وہ منتشر ہو کر دوسرے مقام پر جمع ہوتے ہیں۔ ہر مہینہ آب و ہوا کی خرابی کے باعث سے ہمارے بہت سے بہادر آدمی ہلاک ہوتے ہیں۔ ٹوٹریوں کے پیچھے بن ڈاگ کو دوڑانا اور ہندو تائیونک تعاقب میں گورون کو بھیجنا دونوں برابر ہیں۔ ہم کو اس کام کے واسطے دیسی سپاہ کی ضرورت ہے اور سواے پنجابی سپاہیوں کے اور کسی قسم کے ہندوستانی سپاہی قابل ذکر نہیں ہیں۔ چرانے اور نئے سپاہی ملا کر اس وقت مندرج بہت ۹۹ ہزار آدمی ہیں اور اگر ہر درجہ کے لوگ شمار کیے جائیں تو ۶۰۰۰۰ سے زیادہ ہیں۔ اور سپاہیوں کے بھرتی کرنے کی خواہش کی جاتی ہے لیکن زیادہ سپاہیوں کا بھرتی کرنا خطرناک ہے۔

ہکو انجنگٹان سے گورون کی اور سپاہ اور لٹ گینوٹری کے عمدہ سواروں کی ضرورت ہے ہمارے لیے حکمت عملی کا یکظم بال جانا بہت ضرور ہے۔ ہکو اس بات کی حاجت ہے کہ جن لوگوں کی خطا معاف کر دینے کے قابل ہو معاف کر دی جائے یعنی سواے آن لوگوں کے جنہوں نے بے گناہ آدمیوں کو قتل کیا ہے اور لوگوں کو اس شرط پر کہ وہ قانون کے پابن ہیں انکو اپنے اپنے گھروں کے جانے اور اسن واماں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ ہکو ایک ایسے شخص کی بھی ضرورت ہے جو ہلی قوت اور مستعدی سے تمام معاملات کی نگرانی کر سکے یعنی ایک ایسا شخص بجگو درکار ہے جو ایک پٹن میں تمام معاملات پر نظر کر کے جو کارروائی مناسب ہو اسکو فوراً عمل میں لائے۔ اگر آئندہ اکتوبر تک کوئی معقول فوج روانہ ہوئی اور انتظام جنگ کا مناسب طریقہ جاری ہوا اور اسکے ساتھ زور اور دراندیشی کی حکمت عملی بھی اختیار کی گئی تو ایک ہم عمدہ کارروائی کر سکتے ہیں۔ ورنہ معلوم نہیں ہم پر کیا گذرے اور بجگو بالکل یقین ہے کہ یہ بغاوت بہت برسوں تک ختم نہوگی۔ رعایا کو معلوم نہیں ہے کہ درجہل ہکو کیا مرتبہ حاصل ہے اب صرف خرچ کا لحاظ کر کے سالہا سال گذر جانے کی یہ امر زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت روپیہ صرف کیا جائے اور باغیوں کے پسا کرنے کی کوشش کی جائے۔

میں لگاتار کام میں مشغول رہنے اور محنت شاقہ کرنے سے فی الحال بہت معذور ہو گیا ہوں۔ میں نے گزشتہ فور پٹن مکان جانے کا قصد کیا تھا لیکن غدر کی وجہ سے یہ نہو سکا۔ با اینہم میں یہاں سے نکلنے کا بہت خواہشمند ہوں اور بجز اس خیال کے کہ میرے نام پر کوئی حرف نہ آئے اور کسی باعث سے میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ جس وقت بجگو

ساقان بابت خبر سے نہایت بر ملائی

ملک کے لوگ علی العموم غیر محفوظ حالت میں ہیں اور بدھ اور دھڑا ایمان ہوتی باقی ہیں۔ اگر یہ معاملات خود بخود سلیک گورنر سے روانہ کرنا پڑینگے۔ تو ان تجاویز پیش اور آئندگی اور عجمی ہماری فوج کی تعداد کو کم کر دیگی۔ آخر کار دشمن لوگ روسیہ کی خدمت سے نکال دیئے گئے لیکن بدھ و دھڑا کی گروہ کے وہ ہلاک نہیں کیے گئے۔ انھوں نے دوبارہ ستر کا لین گیمین کو ہلا دیا اور اس کے بعد پھر ایک جدید لڑائی شروع کرنے کے لیے اودھ کی طرف آئے۔ (یہ لڑائی بغیر سرد موسم آنے کے شروع نہیں ہو سکتی تھی) اس اثنا میں دوسرے روسیہ کی طرف سے اپنے دل ہلاتے تھے اور جن گانوں میں اس زمانہ قائم تھی ان میں کشت و خون اور آتش زنی کرتے تھے اور قبل اسکے کہ ہماری فوج مدد کے لیے وہاں جا سکے پھر لیٹ آتے تھے۔ خاص اودھ میں جہاں تک توپ کا گولہ پہنچ سکتا تھا اسکے باہر بھی ہمارا قبضہ نہیں تھا۔ اور اس سے بڑھ کر خرابی کی بات یہ ہے کہ ابتدا سے جون میں شہر گوالیار (اگرچہ خوش قسمتی سے اس کا مشہور قلعہ نہیں) باغیوں کے ہاتھ آ گیا اور ہمارا جہ کو اپنی جان لیکر بھاگنا پڑا ستر جان لارنس جانتے تھے کہ ہمارا جلد ممکن ہو فتح کر لینا نہایت ضروری بات ہے گواہین کچھ ہی کیون نہ کرنا اور ستر جان لارنس سے کسی ہی ملک منگنا اور ہمارے زیادہ بے قصور دشمنوں کو ایک مرتبہ اور بازگشت کا موقع دینے کے لیے گورنر جنٹ سے استدعا کرنا پڑے۔ اگر ستر جان لارنس باغیوں پر حملہ کرنے اور ان کے ہٹا دینے کے قابل نہ ہو سکے تو ہم پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ اس ملک میں عام فساد ہر جا ہو جائیگا جو بگمان غالب وسط ہند تک پھیل جائیگا۔ چونکہ گورنر جنٹ باغیوں کی خطا معاف ہونے کے بابت کسی امر کی سماعت نہ کریگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگوں کو موسم سرما میں ایک بڑی ہماری لڑائی کے لیے ہماری کرنا پڑیگی۔ ہمارے واسطے یہ بات نہایت ضرور ہے کہ یا تو ان باغیوں کی جو بے کم خطا دار میں خطا معاف کر دیں یا ان کو ہلاک کر ڈالیں۔ اگر بغیر ہلاکت کے انکو شکست دی جائیگی تو اس سے امن وامان اور حفاظت قائم ہوگی۔ ان کے واسطے کوئی جاہ ایسی نہیں ہے جہاں بھاگ کر جائینگے۔ ان کے ساتھ ضرور شرائط کے انکو چھوڑ دینا چاہیے۔ ورنہ وہ اسی طرح لڑتے رہینگے۔ میں نے اکثر ہال کیا ہے کہ جس وقت کسٹمر پڑھائی کی جائیگی یا بہر حال جب باغی لوگ شہر سے نکال دیئے جائینگے تو اس بات کا وقت ہائیکا کہ سوا سے ان لوگوں کے جنھوں نے بے گناہ آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور لوگوں سے بشرط صلح ہو جائیگی۔ وقت انکو راہ پر لانا بہت دشوار ہو جائیگا کیونکہ آب و ہوا کی سختی کے باعث سے ہم لوگ کافی طور سے ان کے ہار کرنے کی کوشش نہ کر سکیں گے۔

میری صلاح تو یہی ہے کہ سوا سے ان لوگوں کے جو خراب ترین مجرم ہیں اور سب لوگوں کی خطائیں معاف چاہیے۔ نام اس سے کہ یہ بات قبول کی جائے یا نہ قبول کی جائے اس سے فائدہ ہو گا کیونکہ اگر اس امر سے

اپنی خونریزی کے لیے مشہور تھے۔ ایک شکاری فوجی افسر اور نامہ نگار جس نے پجری سے اپنی رسوائی اور اپنی وردی کی بدنامی کا حال از خود ظاہر کر دیا تھا لکھتا ہے کہ ”شکاری چڑیاں تیرا اور پانڈے ساتھ ہی اور پڑھتے تھے۔ پانڈوں کا شکار سب سے بہتر تھا۔“ انہیں سے ایک شخص کا نام ”آؤنچو“ اور دوسرے کا ”ایلا“ پڑ گیا تھا۔ جن لوگوں کا خیال یا کارروائی اسکے خلاف تھی ان پر چٹپک زنی ہوتی تھی یا پجری یا دعوت میں توہین ہوتی ہے۔ ایچ بیکن جج کا پورنے جو جنوری کے مہینے میں اگر اسی وقت سے ان باتوں کے انصار میں مشغول ہوئے تھے سرچشمن آؤنچو سے جو اس وقت کے سب سے عمدہ اور بہادر نرسون (کالین کیمپل مینٹنفلڈ پوٹ گریٹنٹ اور انگلن صاحب) کی طرح معرکہ جنگ میں یا قانونی تحقیقات کے بعد مجرم کے سوا خونریزی کرنے سے ہمیشہ پہلوی کرتے تھے کہ ”میں کیا کروں۔“ سرچشمن نے جواب دیا کہ آپ خدا سے ڈرتے ہیں یا انسان سے۔ اگر خدا سے ڈرتے ہیں تو جو کر رہے تھے وہی کیے جائیے اور جو طعن و تشنیع ہوتی ہے اسکو گوارا کیجیے اور اگر آپ انسان اور دعوتوں کا خوف نے ہیں تو جتنے آدمی آپ کو مل سکیں انکو پچاسی دیتے جائیے۔“

اسطور پر عام صورت معاملات روز بروز تیز ہوتی جاتی تھی اور سر جان لارنس نے ۱۹ مئی کو ٹریونیٹن جٹا کے نام یہ چٹھی لکھی۔

ہمارے یہاں کچھ بھی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔ ہر لوگ ترقی کر رہے ہیں مگر اسکی رفتار بہت دھیمی ہے۔ ایک نہ ایک سبب سے ہمارے کے موسم میں نہایت پیش قیمت وقت ضائع ہو گیا اور آخر کو جس وقت گھنٹہ پر علم ہوا تو بہت سے باغیوں کو اس بات کا موقع دیا گیا کہ وہ ہمارے قابو سے نکل جائیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ اور مقامات میں بھی یہ کیفیت واقع ہوئی۔ اس بات کو دیکھ کر کہ وہ کھلے میدان میں یا اصل تو یہ ہے کہ حصار کی آڑ میں بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے اور انکی اکثر توپیں ضائع ہو گئیں اور حق تعالیٰ کی کوئی ایسا زمین ہے وہ اپنے چھوٹے چھوٹے خول جا بجا قائم کر رہے ہیں اس طریقہ پر وہ ہماری فوج کو بہت تنگ اور عاجز کرتے ہیں اور بجاؤں کی انتہا کچھ نہیں معلوم ہوتی ہے۔ بد انتظامی کی وجہ سے ملک کے لوگ کسی قدر ہمارے خلاف ہو گئے تھے لیکن ہمارا اصل دشمن آب و ہوا ہے جتنے عرصہ میں ہم ایک میل طے کرتے ہیں اتنے عرصہ میں باغی لوگ تین میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں ان لوگوں کا تعاقب تو کسی قدر آسان ہے جس طرح ٹوئیرن کے پیچھے بیل ڈاگ چھوڑے جائیں۔ اس کام کو نہ تو ولایتی پیاوے اور نہ ولایتی سوار انجام کر سکتے ہیں۔ کچھ توڑی بہت کارروائی ہوتی ہے وہ پنجابی رسالہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ لیکن لوگوں کی نفی یہ ہے کہ بڑے بڑے ہماری بریگیڈز جھکوں اور غیروں کے ساتھ ایسے کام انفرن کی پختی میں روا نہ ہوں جو چاہتے ہیں کہ خطرہ کسی قسم کا نہاد بالکل جنگی قاعدہ کی رو سے چڑھائی کی جائے۔

اب اس موقع پر جس طور کے انتظام کی حاجت ہے وہ کچھ اور ہی طور کا ہے۔ بلکہ صدر مقاموں پر قبضہ کر لینا چاہیے اور کتنی ہی فوج ان مگر تجربہ کار سپاہیوں کے ذریعہ سے سیدنا چاہیے جو فی الحقیقت اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ کہاں کچھ بیل ڈاگ چھوڑیں جن کو قتل کر

کارروائی درکار ہے۔ اس قسم کی سپاہ اگر ایسے اسباب کے ساتھ جو ٹوٹوں اور خچروں پر روانہ ہو سکے ضرورت کے وقت تیس جالینٹ میل تک کا سفر کر کے باغیوں کو کاری ضرب دے تو اس سے بہت جلد عمدہ نتیجہ پیدا ہو سکیں گے۔ فی الحال مالک مغربی و شمالی مین بالکل خاموشی ہے صرف دریائے گنگا کی طرف سے ڈاکوؤں کے گرد و کے حملہ کرنے کا خوف ہے اور دیر سے جنما کی داہنی جانب سے کالپی کی طرف سے بھی ان لوگوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ ہے۔ ملک اودھ میں ایک وجہ زمین پر بھی کمین ہمارا قبضہ نہیں ہے صرف شہر لکھنؤ کے گرد و شل میل تک یا کانپور سے لکھنؤ کو جو سڑک گئی ہے اُس کے کنارے کنارے ہمارا قبضہ ہے۔ ملک دہلی کی تسلط کی حالت میں نہیں پایا جاتا ہے۔

ہم نے بریلی پر قبضہ کر لیا اور کل شمالی روہیلکھند کو از سر نو فتح کر لیا۔ مین سمجھتا ہوں کہ اُس صوبہ میں تسلط ہو جائیگا۔ ہندو لوگ ہر طور سے ہمارے طرفدار ہیں کیونکہ وہ ان کے مسلمان خراب اور بے وفائے۔ ہندو لیکن ہندو مسندوں کے اختیار میں ہے۔ وسط ہندو بہت کچھ خلفشار ہے۔ ناگپور میں فساد کی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ لیکن گورون کی فوج بجز دوسرے ملک پر قبضہ رکھنے سے بالکل مجبور ہے۔ ہم ہر قسم کی پنجابی سپاہ ساٹھ ہزار کے قریب رکھتے ہیں آسین مین ہزار سے زیادہ زیادہ ہندوستانی لوگ ہیں لیکن اگر ہم باغیوں کو کیقلہ نیست و نابود کر دینے کے ارادہ سے تو اس قدر لوگ ملک کے زیر کرنے میں معذور رہیں گے۔

لیکن ظاہر سخت تدبیروں کا برتاؤ ایک قاعدہ کلیہ ہو گیا ہے ہر شخص کی یہی پکار ہے کہ چھری سے باغیوں کے گلے ریت ڈالو مگر اس بات کو کوئی نہیں دیکھتا ہے کہ اس قسم کی حکمت عملی کے برتاؤ کرنے کا ہر موقع نہیں ملتا۔ اگر کوئی تباہی عمل میں نہ آیا تو جو کیفیت اس وقت پائی جاتی ہے ایک سال یا اس سے زیادہ زمانہ تک قائم رہیگی۔ کوئی باغی کبھی اطاعت قبول نہیں کرتا ہے کیونکہ جو گرفتار ہوتا ہے اُس کو اسی وقت گولی مار دی جاتی ہے یا پھانسی دے دی جاتی ہے پس لوگوں کو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ لڑکر مرنے کا چاہیے لازمی ہے مین سمجھتا ہوں کہ اگر ہم باغیوں میں سے اُن لوگوں کو جو سب سے کم قصور وار ہیں جان بخشی کی امید دلائیں تو وہ لوگ خود آگے بڑھ کر اپنے ہتھیار رکھ دیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں جس وقت ایسا ہو تو بعد اسکے ہم ان لوگوں کو پولیس کی حرمت میں رکھ سکتے ہیں۔ اس اثنا میں ہم کو مملکت مل جائیگی کہ اپنی عورتوں اور لڑکوں کے قاتلوں کو شکار کریں۔ لیکن جب تک سب کے سب ایک ہی لاٹھی ہانکے جائیں گے تو سب متفق رہیں گے اور جب تک جان رسگی اس وقت تک ہمارا مقابلہ کرتے جائیں گے۔ مجھ کو اس بارے میں بڑا تردد ہے کیونکہ ہماری حالت تمام ملک میں ضعیف ہے اور پنجاب میں بھی کچھ کضعف کم نہیں ہے۔ دریائے جنما کے کناروں سے دہلی سمیت کچھ تک صرف دس ہزار گورے ہمارے پاس ہیں اور بمثلہ ان لوگوں کے پیشاد میں زیادہ تعداد درہتی ہے۔ ہکو پورے اٹھارہ ہزار ہندوستانی سپاہیوں سے اپنی محافظت کرنا ہے پس اصل میں ہمارے ہاتھ پاؤں گویا بندھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی فساد اٹھا تو پندرہ سو آدمیوں کا جمع کرنا بھی دشوار ہو جائیگا۔ ایک خطرہ اس بات کا بھی ہے کہ مبادا پنجابی لوگ ہمارے ضعف کا خیال کریں اور موقع پا کر جو کچھ اُنکے اختیار میں ہو کر گزریں اُس وقت معلوم نہیں ہماری کیا کیفیت ہو۔

کام کر سکتے ہیں۔ ویسی قواعد وان سواروں نے جو بہت کم کام پیدا کیا وہ تو اسکا باعث ہی ہے۔ ہندوستان میں سب سے عرصہ رسالہ کے افسر وہی ہیں جو قواعد وان رسالہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

اسکے بعد ایک یہ قاعدہ جو فی الحال ہندوستان میں رائج ہے اسکا میں بہت قوی صلاح کار ہوں یعنی یہ کہ مذکورہ میں اسکا واقعہ ہونے کا کل افسر فوجی کا سون پر مقرر ہوں اور اس بات کا مانع ہوں کہ یہ فوجی افسر ہوں ملازمت حاصل کریں۔ اور اول کی نسبت کو فریڈلنگ کے یہ بڑے فائدے کی بات ہے کہ وہ اس طریقہ سے لائق سپاہی نوکر رکھ سکتی ہے میں اس امر پر نظر کرتا ہوں کہ یہ خرابی کے انتظام میں یہ سولینٹون اور فوجی آدمیوں کے شامل ہو کر کام کرنے سے یہ فائدہ ہوا۔ اس سے ایک نہایت عمدہ خواہش متاثر کی پیدا ہو گئی۔ اگر ہم لوگ انتظام پنجاب کے بابت وہ حقیقت کسی تقریر کے تحت چہن تو اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم ہر بار انتظام دیکھیں اصلاح کی کوشش کرتے گئے۔ ہم نے مستعد اور لائق اشخاص کو حوصلہ دلایا اور لائق افسروں کے نکالنے میں جہاں تک ہم سے ہو سکا کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہاؤسٹ تنائیس کے بھی ہم کو ایسی کامیابی حاصل ہوئی جو بہت ہے۔ ماکام مغربی ڈسٹرکٹ سولینٹون اس نوکری کو ایک حق موضوع سمجھتے ہیں۔ یہاں یہ بات نہیں رہی۔ پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ لائق سپاہی ہوں لایا دے کر فریڈلنگ میں کیے گئے۔ بلکہ میرے نزدیک تو بالکل اسکے خلاف ہوا اور سول ملازمت سے انکو جو موقع حاصل ہوتا اسکی نسبت اس انتظام سے وہ بڑے لائق سپاہی ہو گئے۔ فوج میں سب سے بڑھ کر اس بات کی حاجت ہے کہ افسروں کو انتظام ملک کا تجربہ ہو۔ سول سروس کے عہدہ کو لوگوں سے یہ نقص رفع ہو گیا۔ جنرل جان جیکب جان جیکب جنرل ہرٹزفیلڈ اور ڈسٹرکٹ ہیرے جیائی ہرٹزفیلڈ یہ سب اچھے سپاہی تھے (یاد ہیں) اور انکی سول سروس کی بات سے انکی طبی صلاحیتوں کو اور ترقی ہو گئی جس طریقہ سے انکے اشخاص کام کرتے ہیں وہ بالکل خلاف عمل ہے۔ جہاں سول سروس میں ایک حضور ملک کی خط کی فوج میں کام کرے اسکے بعد اسکو سب سے اعلیٰ فوجی عہدہ دیا جاتا ہے اور اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن جب کوئی افسر ہندوستانی فوج کا تجربہ حاصل کر کے اور اپنی طبی صلاحیتوں میں ترقی کرنے کے بعد سول ملازمت کا تجربہ بڑھا چاہتا ہے تو ہر طرف سے شور و غل ہو جاتا اور اسکی ملازمت میں ترقی ہوتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسئلہ بہت مشکل ہے۔ آپ کی تجویز لازماً پاموشوں کی تجویز سے نظر انداز کرنا ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر میرا کوئی فیصلہ نہ ہونے دینگے تو انکو کافی طور سے اس بارے میں کارروائی کرنے کا موقع نہیں مل سکتا ہے۔ کسی امر کو اسکی ہر پہلو پر خیال اور اسکے تمام فروع پر لحاظ کرنے کے بعد اگر کوئی اعلیٰ افسر جو اسکو سمجھ نہ سکتا ہو کسی کی رائے کو بالکل منسوخ کر دے تو فیک یہ امر غصہ اور دشمنی پر محمول ہو گا۔ بلکہ امید ہے کہ وہ ملی میں اب اچھی طرح کارروائی ہوئے لیگی۔ میں نے مختلف سول افسروں کو جہاں خوشی اور خورانی سے کام کرتے تھے حوصلہ دیا اور ایک کیشن مقرر کر دی ہے۔ اسوقت سے معاملات میں اصلاح معلوم ہوتی ہے اور ہندوستانیوں میں پھر اعتماد قائم ہوتا جاتا ہے۔ وہ ملی میں ایک نہایت بدلیب شخص کو اختیار تھا۔ اسکی ذات سے بہت کچھ نقصان ہوا لیکن اب وہ رفع دفع ہو گیا۔ بلکہ اگر وہ راج کے لیے بلکہ خود افسوس تھا لیکن

مجھ کو یقین ہے کہ اُسکو اپنی کرنی کی سزا مل گئی۔ گو اُسکے اصل خیالات اور خواہشیں کچھ ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ اُس نے متفق طور پر ہماری مخالفت کی تھی۔

مالاک مغربی و شمالی میں آہستہ آہستہ معاملات کی اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ باغی دم بھر بھی ہمارے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ مفسدون کی ہر مقام پر تنبیہ کی جاتی ہے لیکن ہم نہ انکو مارتے ہیں اور نہ انکی خطا معاف کرتے ہیں۔ وہ بھاگ بھاگ اُدھر اُدھر ٹوٹ مار کرتے پھرتے ہیں۔ ہم کو آج کے بہت پیشتر ان لوگوں کا جرم جو قصور وار نہیں تھے معاف کر دینا چاہیے تھا یعنی جن لوگوں نے ہمارے ہموطن مڑوں اور عورتوں کو بے گناہ قتل کیا ہے انکو چھوڑ کر باقی لوگوں کی خطا معاف کر دینا چاہیے۔ جسوقت اُدھر اُدھر پھرنے اور بیماری میں مبتلا ہونے سے ہمارے چند ہزار آدمی اور ضائع ہو جائینگے تو اسوقت یہ ضرور ہوگا۔

سول گورنمنٹ کا از سر نو انتظام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ گورنر جنرل نے جنکو انکے انجام کر سکنے سے پیشتر ہی زیادہ کام کرنا پڑا تھا مالاک مغربی و شمالی کا کام بھی اب اپنے ذمہ لیا ہے۔ منگلنئی صاحب شاید اودھ کے لیے سب سے زیادہ لائق شخص ہیں۔ انھوں نے یہاں بڑی تعریف کے قابل کام کیا اور میں انکا بڑا شکر گزار ہوں۔ مجھ کو امید ہے کہ انکی خدمتوں کا اعتراف کیا اور صلہ دیا جائیگا۔ جنرل لین کاٹن اور ہربرٹ اوڈورڈس نے بھی جیسا چاہیے ویسا کام کیا۔

لیکن گورنمنٹ اب تک اسی راے پر قائم رہی کہ عفو جرم کی کوئی امید نہیں ہے۔ اسپیشل کمشنر اب تک مرگ و زیت کے ان اختیارات کو جو لارڈ کیننگ نے نہایت ہولناک صورتوں کی حالت میں سپرد کیے تھے عمل میں لا رہے ہیں اور اکثر تو یہی ہو رہا ہے کہ ناجائز طور پر انکی تعمیل ہوتی ہے۔ لارڈ مدوح جانتے ہیں کہ یہ اختیار ناجائز طور پر عمل میں آرہے ہیں اور انکو اسکا کمال افسوس ہے اور بہت سی صورتوں میں جب حقیقت حال مدوح پر ظاہر کی گئی تو انھوں نے اپنے مقدور بھر ظالموں کی سخت تنبیہ کی۔ لیکن مدوح نے اب تک یہ نہیں کیا کہ عام طور پر وہ اختیار چھین لیتے۔ پس لارڈ مدوح نے صرف علامات مرض کا معالج کیا اسباب مرض کا علاج نہیں کیا اور نتیجہ اُسکا یہ ہوا کہ بعض ضلعوں میں کسی ہندوستانی سپاہی بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی ہندوستانی باشندے کو اس بات کی امید نہیں رہی کہ اُسکی جان بچ جائیگی۔ جو کیفیتیں میں نے دہلی کی بیان کی ہیں کانپور بنارس الہ آباد اور دوسرے مقامات پر اُس سے بھی زیادہ سخت گزری ہیں۔ ایک شخص جو خدر کے زمانہ میں سلطنت ہند کی اعلیٰ ترین عہدوں سے ایک عہدہ پر ممتاز تھا مجھ کو لکھتا ہے کہ ”اُس زمانہ میں ایسی ایسی باتیں ہوتی تھیں اور انپر فخر کیا جاتا تھا کہ بادشاہ آشتی کے نام میں بھی اُس سے دھبہ لگتا“۔ جو لوگ اسوقت انصاف اور ہمدردی کا دم بھرتے تھے انکی زبان پر ”سفید پانڈے سفید پانڈے“ کا کلمہ جاری تھا جس سے اشارہ یہ تھا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب بجز اصل باغیوں اور قاتلوں کے اور کسی کو سزا نہ ملنا چاہیے۔ پھانسی دینے اور گولی مارنے کی خواہش کو بھڑکانا تو آسان ہے اُسکا رفع کرنا مشکل ہے۔ بعض سولیتین اور فوجی افسر ایسے تھے جو ہندوستان بھر میں

والی تھی۔ ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے محسن انعام سے اس میں ۳۴۰ روپے اور رازکیان (سب گورنوں کے لیے) ایک گھروار تعلیم اور بہت سی صورتوں میں ایک وجہ معیشت پانے اور یہ سب بائین ایک ایسے مہینہ میں ہو گئیں جو گورنوں کے واسطے انتہائی کمزور تھا۔ اگر اس قسم کا آسان کم شکست ہو جاتا تو شاید اسے افسوس کی بات ہوتی اور جان لائسنس بھائی کے خیال اور اپنی کشادہ دلی سے بھی دل سے اس نام میں شغول ہو گئے۔ انھوں نے براہ راست گورنمنٹ کو ایک چھٹی لکھ کر ایک وظیفہ حاصل کر لیا تھا۔ اور اب اس میں ریونیو کمیشن صاحب سے خط کتابت کر کے انکو اس بات کا موقع ملا کہ لندن میں جو کمیشنیں صدر کے معصیت زدوں کے چندہ کی تقسیم کے واسطے قائم ہوئی تھی اس پر ایک دوامی وقت کا دعویٰ کریں۔ انکی تحریک اور کوششوں کا نتیجہ ہوا وہ لائسنس آسان کم ہی کے قائم رہنے سے ظاہر نہیں ہوا بلکہ کسولی آگوا اور آواکنڈ میں لائسنس آسان کم کے قائم ہونے اور انکے فوائد سے طور میں آیا۔

انکی ایک اور چھٹی موسومہ ریونیو کمیشن صاحب حوام الناس کے لیے بذریعہ امتحان مقابلہ عدد بیول تیزوین دینے کے بارے میں ہے۔ اور ان میں بہت سی خاص رائیں اور کیفیتیں مندرجہ ہیں جن میں سے بعض بعض اگر اس وقت صحیح معلوم ہوں تو یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت وہ بید قیاس یا ظاہر میں ایسی ہی معلوم ہوتی تھیں۔

خیمہ گاہ قریب دہلی نہراری دہلی ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۴ء۔
میرے پیارے ریونیو کمیشن۔ ڈاک مقرب روانہ ہوا چاہتی ہے اور مجھ کو آپ کی چھٹی مورخہ ۱۱۔ مارچ کے جواب لکھنے کا بہت کوفت ہے۔ ہاں یہ آپ نے اپنی یادداشت میں جن امور پر بحث کی ہے ان میں سے اکثر امور پر میں نے بار بار خیال کیا ہے۔ اور انکے بارے میں جان تک میرے امکان میں ہے عہدہ سے عہدہ واسطے ظاہر کر دے گا۔

میں اس بات کا بہت قوی صلاح کار ہوں کہ امتحان مقابلہ کا قاعدہ فتح کے تمام سیفوں میں جاری کیا جائے۔ بلکہ کمیشن ہے کہ اس سے کام بہت اچھی طرح چلیگا۔ اب تک بیول تیزوین میں درجی طور پر آزمائش کر کے کام میں نہیں دیا گیا لیکن بیول تیزوین کے جو لوگ پنجاب میں تیار ہوئے وہ بہت عہدہ فوٹے تھے۔ ان میں سے تین بیول کمیشن ہکوٹے تینوں تیزوین کوئی شخص ایسا نہ تھا جو سال بھر سے زیادہ کام چکا ہو۔ اور سب کے سب اچھے تصور کیے جاتے ہیں اور واسطے سب بڑے ہوئے ہیں۔ خاص کر ایک شخص (ریونیو کمیشن) بڑا ہوشیار اور فاسر معلوم ہوتا ہے۔ ریونیو کمیشن صاحب اودھ کو گئے جہاں لوگ نہایت افسوس ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ (ڈاکٹر دان کے تعلق) یہ خیال کرنا ایک غلطی کی بات ہے کہ ایک چالاک اور جس نے ہکوٹ میں اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کیا ہو وہ بہادری کے بہتوں میں طاق نہیں ہو سکتا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ محض کتاب کے کیرے اور خوش سول تیزوین کی امید داری نہ کر سکیں گے۔ اگر کوئی لڑکا سائے آکر ایک عہدہ کا امتحان مقابلہ دینے کو کھڑا ہو جسکی مروجہ خواندگی کی چیز میں مشکل ہوں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مزاج

کسی قدر ثابت قدمی پائی جاتی ہے، طلاوہ بریں لگائیں بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ چند کتاب کی لکھڑوں نے سیول سروس میں کوئی جگہ حاصل کر لی ہے تو وہ بعض خاص صیفے میں جو ان کے لیے موزوں ہیں اور جنہیں وہ عمدہ کام کر سکتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بحیثیت افسر سربکاری ہر ایک بات میں گڑبوں سے اچھے ہیں۔ سیول سروس کا کام بڑا مشکل کام ہے۔۔۔۔۔

اس سے بڑھ کر کوئی بات ضروری نہیں ہے کہ فوج کے لیے ایک گروہ ایسے افسروں کا جو حقیقت میں لائق ہوں تیار کیا جائے اور یہ گروہ ایسے آدمیوں سے شامل ہو جنہوں نے عمدہ تعلیم پائی ہو اور جنہیں سے اپنی دماغی قوتوں کے کام میں بلائے کے عادی ہو رہے ہوں۔ جس فوج کے ایسے افسر مقرر ہوں ان کے اوپر نا لائق کمائیر مقرر کرنا گورنمنٹ کے لیے ناممکن ہے۔ عام راسے ایسی خرابیوں کو جائز نہ رکھیں گی فی الحال اعتدالی قاعدہ مردہ جام ہے قابلیت کی صرف امید رہتی ہے۔ عام ہمدردی فوج میں بھی ادنیٰ لیاقتوں کے حاکم کی موذ ہے ایسے شخص کو جدا کرنا ظلم سمجھا جاتا ہے۔ مناسب شخص کے منتخب کرنے میں کوئی امر ساعی نہیں ہو سکتا سوائے اسکے کہ جس وقت کوئی بلاناہل ہو تو حقیقت حال کا یقین ہو جائے۔ جو مستعدی سرگرمی لیاقت اور اصل تجربہ خرابیوں کو دفع کر سکتا ہے وہ اعلیٰ حکام میں بہت کم پایا جاتا ہے۔۔۔۔۔

میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ سیولینٹون کے لیے امتحان دینے کی جو عمر مقرر ہے اسکے گنا دیئے میں فائدہ تصور ہے ہم کو اچھے تعلیم یافتہ شرفا کی ضرورت ہے اول درجہ کے طالب علموں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لوگ زیادہ عمر کے پادریوں اور مفتونوں کے طور پر ہندوستان میں آتے ہیں وہ کمتر ملک کو پسند کرتے ہیں اور وہ ویسی باشندوں سے جیسا کہ ان کے لیے لازم ہے ہمدردی نہیں کرتے۔ میری رائے تو بیشک یہ ہے کہ امتحانات کا اختیار ایک ایسے محکمہ کو دیا جائے جس کے افسر نہایت ہوشیاری سے منتخب کیے گئے ہوں۔ اور صورتوں میں ممکن ہے کہ کاغذات امتحان ایک مساوات کا درجہ قائم نہ کر سکین اور ایک ہی چیز کے امتحان میں بزمانہ مختلف ایسے نتیجے پیدا ہوں جو مناسبت میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔ پادریوں کے عمدہ اعلیٰ درجہ کے امیدواروں کو دینا چاہیے۔ ہندوستان میں بعض بعض پادری نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں لیکن ہیئت مجموعی وہ ایسے نہیں ہیں جیسا آنگو ہونا چاہیے۔ ہم کو ان میں وہ ایسا انداز اور استعداد نہیں دریافت ہوتی ہے جسکی استعداد ضرورت ہے پھر ایک اس امر کا میں ساعی ہوں کہ افسرین کو پہلے رسالہ میں اور اسکے بعد پلٹن میں نہ مقرر کرنا چاہیے۔ میں تو اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ سب لوگ پلٹنوں میں نوکر رکھے جائیں۔ افسر کے لیے اس امر کا تجویز کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے کہ دونوں صیغوں میں سے وہ کس صیغہ کی ملازمت کے لیے موزوں ہے الا اس وقت جب وہ کچھ دنوں کے لیے کام کر چکا ہو۔ عمدہ افسر رسالہ کے لیے خاص قسم کی صلاحیتیں درکار ہیں۔ اگر افسر رسالہ موقع کے موافق کام نہ کر سکے تو ساری رجمنٹ بیکار ہو جاتی ہے۔ بعض افسرین کی عمر جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس قدر اس کام کے کرنے کی لیاقت ان میں کم ہوتی جاتی ہے وہ بہت موٹے ہو جاتے ہیں اور بدن قابو میں نہیں رہ سکتے۔ انکی اعضائی قوت جاتی رہتی ہے اور رسالہ کی فسری عمدہ طور سے نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں بالخصوص یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن ایسے افسر پلٹن کے ہر ایک درجہ کی خدمت

حکام کی ترغیب و تحریک صاحب ہی نے دی تھی اور سب کے پہلے غنیم کے مورچہ پر دوہی پہونچے تھے۔ اگر نیکو کار چاہتا ہے وہی جن درجہ دوم کے انجینئرز تھے لیکن جن مکہ ماہر تہذیب و ن سے علمین کا مباحی حاصل ہوئی اُن سب کے بانی مباحی اور بندوبست کرنے والا وہی تھے اور پہل علمین بھی شمل اور خودار لوگوں کے آنھوں نے شرکت کی۔

جس وقت سے دہلی فتح ہوئی تمام باتیں خوش اسلوبی سے ہوتی باقی مہین - شبہ اور مائل اور تاخیر بہت کچھ ہوتی مگر کارروائی برابر چلی گئی - باغیوں نے ایک آدمی بھی ایسا سامنے نہیں کھڑا کیا جو لڑائی یا اولوالعزم ہوتا - وہ لوگ بڑے پرست تھے - جب تک ہم تیاری نہ کرتے اس وقت تک وہ کبھی نہیں بڑھتے - جو دھچور کی سپاہ ہمارے قابو میں آگئی گواہ کیا باغیوں نے جنکے دہلی میں آ جانے سے باغیوں کو ضرر و فتنہ حاصل ہوتی حرکت ہی نہیں کی - اگر انھوں نے تعاقب کر لے والے کام سے جو کرنل گرنٹ کی ماتحتی میں تھا زحمت کی ہوتی تو بڑی مصیبت نازل ہو جاتی - لیکن ایسا نہیں ہوا وہ متوقع رہے اور کناپور پر ایسے وقت حملہ کیا جب آٹھ سو گورے انکے مقابلہ کو موجود تھے - مین سمجھتا ہوں کہ غدر کی گردن اب کٹ گئی - کوئی فوجی گر وہ ایسا نہ رہ گیا ہو گا جسکو شکست نہ دی گئی ہو - اور دوسری مرتبہ قوت کے ساتھ کھیلے میدان میں اگر کوئی لڑا نہ لڑیگا - ہم نے انکی توپوں کا زیادہ تر حصہ لے لیا اور جب قدر توپیں انکے پاس باقی رہ گئی ہیں موقع پا کر وہ بھی لے لی جائیں گی - ہائینہ ڈیرس بات کا ہے کہ سب اد متفرق طور کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پھر نوے لگیں - پھر ابھی سب سیروں انتظام درست کرنا باقی ہے اور فوجی انتظام از سر نو کرنا ہے - بلکہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب انتظام کس طرح سے کیا جائیگا -

میری اپنی کیفیت یہ ہے کہ میرا دل وطن میں لگا ہے بلکہ یہ امید نہیں ہوتی کہ کوئی وقت ایسا آئیگا جب مجھ کو اپنے کام سے کنارہ کشی کرنے کا زادہ عہدہ موقع ملے۔ بلکہ اس بات کی ترغیب کسی امر سے نہیں ہو سکتی کہ اپنی باقی ماندہ عمر جلا وطنی میں بسر کروں۔ جب تک مجھ سے کام ہو سکتا ہے میں چیت کشنریں پنجاب رہوں گا لیکن اس سے میں کبھی اس قابل نہر سکون کا حتمی فیصلہ نہ کر سکتا ہوں۔ میں اس بات کا تمام تعلق یہ نہیں کہتا بلکہ صرف اپنے ارادوں کے اسباب بتاتا ہوں۔ میں نے بندوبست کیا تھا کہ اسی مہینے میں اپنی زوجہ کے ساتھ ولایت چلا جاؤں لیکن اپنے نام اور کام کا خیال کر کے پھر مجھ کو اپنے عہدے پر پڑا رہنا پڑا۔ بلکہ امید ہے کہ آئندہ سال تک اس بات کے لیے بخوبی مطلع صاف ہو جائیگا کہ میں حسب طلبہ رخصت ہو کر میان سے ہاسکون۔ میری بی بی چند روز ہو سے نہایت بدمزگی کی حالت میں دستان سے ولایت کو گئی ہیں۔ باہنہ ہاں بلکہ اس امر کی بڑی خوشی ہے کہ میرے خیال و اطمینان وطن پر ہوئے گئے۔ ہندوستان بہت برسوں تک انجمنش عر قرون کے رہنے کا مقام نہ ہو گا۔

میرے بھائی پرنس بیچارے اپنے عہدہ کے کام میں بڑی ماموری کے ساتھ مارے گئے۔ انکی عقل اور ذوراندیشی کے لیے فوج تیار کرنے کے شہر جس کو لشکر ازراہو ناپا ہے۔ ہم لوگوں نے جو اغیوں کو اس قدر نیا دکھایا وہ سب انہیں دور اندیشانہ تدبیروں کی بدولت جوا ہے۔ ہمارے گل نفسان نے عہدہ خدشیں انہاں کہیں جن میں جنرل سنڈی کا ٹن ٹرنٹ ڈوڈو سن رائٹ ٹنگرینی

میرے بھائی رچرڈ اور رنڈل کزنٹ کزنٹ نیکفرتین بالخصیص قابل ذکر ہیں۔

مجھ کو اس بات کے سننے سے بہت افسوس معلوم ہوا کہ نصیب دشمنان آپ کی طبیعت اب تک اس درجہ ناساز ہے۔ اگر میرے جانے کے وقت آپ مالٹا میں ہوئے تو میں وہاں اتر کر ضرور شرف ملازمت حاصل کرونگا۔ میری جانب سے لینڈ می سنسٹن صاحبہ کو بہت بہت پوچھ دیجیے۔

ایک اور مبارکباد کی چٹھی کو جو قریب قریب لارڈ ڈلہوسٹی کی چٹھی کے وصول ہونے کے زمانہ میں آئی تھی انھوں نے اسی طرح کی خوشی سے قبول کیا ہوگا۔ سرجنٹس ٹریوینٹن بھی قریب قریب سرجنٹ لارنس کی طبیعت کے آدمی تھے اور انکی طرح سے وہ بھی مستعد اور دور اندیش اصلاح کے جانی دوست بے ایمانی کے پکے دشمن اور مظلوموں اور عامہ خلایق کے دوست تھے۔ مکالمے صاحب نے جو تھوڑے دنوں کے بعد ان کے نسبتی بھائی ہونے والے تھے اپنی ایک نہایت پر زور چٹھی میں سرجنٹس ٹریوینٹن کا اسطورہ پر ذکر کیا ہے۔

وہ ایک بڑے دھوم دھامی مصلح ہیں۔ لارڈ ولیم بینٹنک نے قبل اسکے کہ کیرسٹی کے بارے میں انکے خیالات کو کوشی مشاہدہ کیا ہو مجھ سے کہا تھا کہ یہ شخص ہر امر میں اکثر برسر صواب رہتا ہے اور یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ جس وقت اتفاق سے وہ برسر خطا ہوتا ہے تو اسکو انتہا مہربانی پریشانی ہوتی ہے جس سے وہ گھبرا جاتا ہے۔۔۔ اس ملک کے لوگوں میں تعلیم کا رواج دینے کے لیے وہ ہر قسم کی تدبیریں اختراع کرنے کی جان تھے۔ وہ شخص کچھ کم گو نہیں ہے اسکا دماغ اخلاقی اور عقلی تدبیروں سے بھرا ہوا ہے اور تقریر میں اسکی گرمجوشی اسکو انتہا سے زیادہ مشتعل کر دیتی ہے۔ عام صحبتوں میں بھی اسکی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے دریا بہتا ہے۔ ملک کے لوگوں کی تعلیم عمدہ خدمتوں کی مساوات مشرقی زبانوں میں بجائے عربی حروف کے رومن حروف کا قائم کرنا یہ سب اسکی اہم وجہ سے ہوا ہے۔

ٹریوینٹن صاحب سلسلہ ۱۸۳۷ء میں بنگال میں جیسے نوجوان تھے ویسے ہی عمر بھر رہے اور اب اس سلسلہ ۱۸۴۷ء میں جب میں اس کتاب کو لکھ رہا ہوں وہ ویسے ہی ہیں۔ سلسلہ ۱۸۴۷ء میں وہ ”انڈورفلٹس“ کے نام سے اخبار نویس میں ایک نہایت عمدہ چھپوون کا سلسلہ چھپواتے رہے۔ اس واسطے صاحب موصوف بخوبی مستحق اس امر کے تھے کہ جن ضروری سوالوں کے حل ہونے کی بابت ہندوستان میں غوغا مچا ہوا تھا ان سے شرح و بسط کے ساتھ مطلع کیے جاتے۔ جان لارنس نے جو بہت سی چھپیاں صاحب موصوف کو لکھی تھیں میرے نزدیک وہ انکی نہایت عمدہ چھپوون سے ہیں۔ لیکن میں صرف چند ضروری فقرات کو اس میں سے بیان کر سکتا ہوں۔

خیمہ گاہ واقع سرک ملتان ۱۶۔ دسمبر ۱۸۴۷ء۔

میرے پیارے ٹریوینٹن۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰ اکتوبر اور مشفقانہ مبارکباد کی بابت آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سوانح عمری لارڈ لارنس جلد اول ص ۳۸۷۔

بمحل گئے تھے مگر اس واقعہ نے پھر اسکو تازہ کر دیا۔
 مائٹا ۲۸۔ نومبر ۱۹۱۵ء

دہلی کے فتح ہونے کے زمانہ سے تمام اطراف سلطنت انگریزیت سے مبارکباد کی جو جو چٹیاں بتعداد و کشیدہ
 سر جان لارنس پر پھولوں کی طرح برساتی گئیں دہلی کے اقباسے اُن سب میں اُنکے سابق حاکم لارڈ ڈوگن کی
 پینھی ہے۔ اپنی اندرونی حالات سے جو برابر ترقی کرتی جاتی تھی اور ان اعلیٰ درجہ کی کارگزاریوں سے خستہ ہو کر
 جبر عارضی طور سے بوجہ اسکے دھبہ آگیا تھا کہ الحاق پنجاب سے لوگ غدر کے پیدا ہونے کا گمان کرینگے اور وہ
 لارڈ ممدوح کی تحریک سے عمل میں آیا تھا لارڈ ڈوگن کو یہ نیا تئمانت آمیز خاموشی مگر بڑی توجہ اور شوق سے
 اس بات کو دیکھ رہے تھے کہ اُنکے دلپسند صوبہ اور خاص افسٹ پر کس شدت کا طوفان آیا ہے۔ اگر الحاق کی وجہ
 یہ طوفان ذرا بھی پیدا ہوا ہوتا تو لارڈ ممدوح اقل درجہ یہ ضرور خیال کرتے کہ جس صوبہ کو میں نے شامل سلطنت
 اور جس افسٹ کو وہاں مقرر کیا تھا زیادہ تر اسی کے سبب سے یہ طوفان آیا ہے پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے
 کہ لارڈ ممدوح نے اپنے بارے میں کچھ منہ سے نہیں نکالا بلکہ اپنی کارروائی کے نتیجے کو آئندہ نسل پر چھوڑ دیا اور اب
 جان لارنس سے اسطور پر اپنی ہمدردی ظاہر کی۔

مائٹا ۲۸۔ نومبر ۱۹۱۵ء

میرے پیارے جان۔ اس آفت کے زمانہ میں میں نے آپ کو اپنی کسی ٹیجی کے کھنسنے سے جو ٹیکٹ مین دی تو کسی دہر
 ہے کہ جب کو بس امر کا کل یقین تھا کہ آپ کو اس امر میں ذرا بھی شبہ نہ ہو گا کہ میں آپ کی تدبیروں اور اُنکے نتیجوں کو کس خود
 سے لحاظ کرتا رہا ہوں گا۔ اور اُس حالت میں میں نے خیال کیا کہ میرے لیے مناسب ہے کہ آپ کے اوقات سے چند منٹ بھی اور
 میں صرف نوٹے دوں لیکن چونکہ اب ہاؤ لون میں ذرا ذرا سی پسیدی نمودار ہونے لگی ہے اور گزرتے ہی بولنے لگا تو میں بھی
 نے روزہ نوشی کو توڑا ہوں اور آپ نے جو رڈ برن (خطاب جی جی جی) اس غفلت و شان سے چل کیا ہے اُس پر آپ کو
 کہا دیتا ہوں جس طور سے یہ مرتبہ آپ کو ملا ہے کبھی کیسے نہ ملا ہو گا اور ملک کے کبھی ایسے اتفاق رائے سے عطا نہ کیا ہو گا۔
 آپ بہت آسانی سے خیال کر سکتے کہ ان بڑے معرکوں میں میں آپ نے جو کارروائی کی ہے اُس پر جبکہ کس قدر افتخار حاصل ہو رہا
 ہے اس طرح سے ایسی مصیبت کے زمانہ میں غامض و بے ہوشان کو بچالیا اُس پر جبکہ کس قدر ناز ہے آپ کو یقین کرنا چاہیے کہ آپ کے
 درندستوں کی آپ کے ہم وطنوں نے کامل قدر کی اور جو بیش قیمت کام آپ نے انجام کیا اور جس میں منجھڑی صاحب اور
 صاحب اور میری واقفیت کے مطابق آپ کے ماتحتوں میں سے ہر شخص نے مدد کی اُس سے آپ کے ہم وطن بخوبی
 اور شکر گزار ہیں۔

ن ایک مرتبہ تہ دل سے اور محبت کے ساتھ آپ کے خطاب اور اُس خطاب سے جو آج آپ کو چل ہوا اُس پر مبارکباد
 انجمن سے روانہ ہونے کے قبل جبکہ معلوم ہوا تھا کہ جس نے ذرا آپ کے احوال اور قدر دان کی ایک سے زیادہ

نایابت ظاہر کرنے کا قصد رکھتا ہے اور ان سب باتوں سے جھکو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ خدا کرنا آپ کے بھائی پینزرنی بھی اس عزت کے حاصل کرنے کو زندہ رہتے جو ضرور انکو دی جاتی اور آپ کے دوستوں کے ساتھ وہ بھی اس خوشی میں شریک ہوتا جو انکے فیاضانہ اور محبت آمیز دل میں اپنے پہلو پہلو آپ کا عروج دیکھ کر محسوس ہوتی۔ لیکن وہ اس وقت سے کسی گھوڑا شہزادی کر قبر میں آرام کر رہے ہیں اور انکا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔

براہ مہربانی مفکر مہرشی ادورڈ ڈش اور ریکٹ اور پرائس نے جمع سے اور جن لوگوں کو دیکھے گا انکو میری یاد دلائیے گا جیسا کہ ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ خیال رہیگا۔

پینزرنی سٹون بھی بغیر اسکے مٹھن نہوٹنگی کر انکی طرف سے آپ کے بارے میں انکا بہترین لحاظ ظاہر کیا جائے اور مبارکباد دی جائے۔ ہم اس جزیرہ میں موسم سرما کا رہینگے جھکو امید ہے کہ یہاں جھکو فائدہ ہوگا کیونکہ میں بالکل کم طاقت ہو گیا ہوں۔

میں آپ کو میرے پیار سے جان
آپ کو نہایت صادق دوست
ڈوگلوئس

جان لارنس نے مذکورہ بالا چٹی کا یہ جواب لکھا۔

خیمہ گاہ ماہین راہ ملتان دلاہور۔ ۱۴۔ جنوری ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے لارڈ ڈوگلوئس۔ جھکو آپ کی چٹی مورخہ ۲۸۔ (میر کر) بابت تہ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے۔ جھکو اس ار کے دریافت ہونے سے ایک سر شہر خوشی مل گیا کہ میرے اجاب اور ہر وطن میری کوششوں کے مقروض ہوں۔ انسان کو اس بات کے خیال کر لے کے بعد کہ اسنے اپنا فرض منصبی ادا کیا اور اپنے ہم وطنوں کو فائدہ پہونچایا ہر شخص کا بہترین سلسلہ یہ ہے۔

بانیہ جو تازہ خطاب آپ نے جھکو دیا ہے اس سے جھکو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگوں پر ایک بڑی گڑھی مصیبت کو زمانہ پڑا تھا۔ جب تک دہلی فتح نہیں ہوئی تھی اس وقت تک تمام ہندوستان زیر و زبور رہتا تھا۔ ہر درجہ کے پنجابیوں نے بڑی تعریف کے قابل کام کیا اور پنجابی سپاہیوں کی مستعدی اور ہمت میری امیدوں سے کسین سبقت لے گئی۔ بانیہ اگر دہلی فتح نہوتی تو ہم لوگ تباہ ہو جاتے اگر ہماری فوج پلٹ آتی تو سب برباد جاتی۔ اگر حملہ میں ہکو ناکامی ہوتی تو بھی ہر طرح سے ہماری بربادی مقصود تھی۔ ہکو جو یہ کامیابی حاصل ہوئی اصل میں انگلش صاحب الگنڈر ٹیلر (افسر انجینئر) اور نیول چیئیرمین کے سبب سے حاصل ہوئی چیئیرمین صاحب دہلی میں پہونچتے ہی جھکو بھی ہو گئے۔ اور جب تک اصل طوفان بڑے جوش پر رہا اس وقت تک زیادہ تر صاحب موصوف بیکار رہی بیٹھے رہے لیکن جب وقت ہماری فوج اندر داخل ہوئی اور انگلش صاحب کے ٹھکانہ زخم لگا تو چیئیرمین صاحب بیکار رہے۔ اگر کھڑے ہوتے ہم لوگوں میں فتنہ کے مارنے کا جوش قائم رکھا اور سپاہیوں کو خوب لڑاتے رہے۔ جان انگلش جب وقت سے فوج میں آئے وہی فوج کی جان تھے۔ اپنے جانے کے قبل پنجاب کے باغیوں کو وہی ایک کاری ضرب لگا گئے تھے۔

سب سے بہتیار نہیے جاسکتے اور اس صورت میں معلوم نہیں کیا ہو گا۔

ایسے شخص کی جدائی بیشک شاق تھی علی الخصوص ایسی حالت میں جب اس قدر بانیان فساد اب تک پنجاب میں موجود تھے۔ لیکن سر جان لارنس نے اپنے قدیم رفیق کی راہ نہیں روکی۔ منگلگری صاحب الحاق کے زمانہ سے پنجاب میں تعینات رہے تھے۔ وہ دونوں لارنسوں کے دوست تھے اور ان میں دونوں بھائیوں کے متضاد خیالات اگرچہ اختلاف نہیں پائے جاتے تھے تو دونوں کا ساتھ ضرور تھا۔ پس وہ اس کام کے لیے بڑے لائق شخص تصور ہو سکتے تھے۔ مگر صوبہ اودھ کو جو از سر نو داخل سلطنت ہوا تھا اور جس میں اب بھی مخالفوں کی کثرت تھی ضبط قانون میں لاکر سرخبر می لارنس اور سر جنرل آڈرٹم صاحب دونوں کی ہاشمینی کرتے اور محض اشتہار اودھ کو ساقط الاثر کر دیتے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پنجاب کے بڑے بڑے لائق سپاہی کمال اشتیاق کے تھے مگر دہلی میں مجید پگٹھے جیسے نکلن اور سر جنرل لین صاحب کوئی دینی اور اگر نینڈر ٹیلر صاحب وغیرہ وغیرہ۔ اب پنجاب کو ایک ایک کر کے اپنے بہترین سولیتین بھی ہندوستان کے کٹھن اور ضروری صوبہ جات کو بفاصلہ دور دراز بھیجا پڑے۔ یہ وہ لوگ جو جان لارنس کے مدرسہ میں تعلیم پانچکے تھے اور انہیں کے اصول اور طبیعت اور کام کرنے کی انتہائے رغبت اور اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کمال خواہش سے مصروف رہنے والے تھے۔ اس انتظام میں پنجاب اعلیٰ افسروں سے خالی ہو گیا اور یہ طریقہ برابر جاری رہا۔ سر رابرٹ منگلگری ان بہت سے سولیتینوں میں سے جو یکے بعد دیگرے سرگرم اندیشہ کیونڈو سرخبر می ڈیوینر سر جان کٹھن سر رچرڈ ٹیلر یا سر جان لارنس (قطع نظر خود سر جان لارنس) کی طرح سلطنت کے بعض اعلیٰ ترین عہدوں پر ترقی دیکر بھیجے گئے اور قریب قریب یکساں کامیابی کے ساتھ انکے متعلقہ کاموں کو انجام دیا۔

اسطور پر پنجاب ہندوستانی مدبروں اور ہندوستانی بہادروں کا گویا تربیت گاہ ہو گیا تھا اور جس وقت اور صوبوں کے نامی گرامی سولیتینوں نے لارڈ کیننگٹن کی مخالفت کی (جو بالکل غیر واجبی بھی تھی) تو لارڈ وڈوہلے صرف یہ جواب دیا کہ مجھ کو اسکا بڑا افسوس ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں ایسے وقت میں میرے کے مقدمات پر بالکل ناممکن و متصور قدرت یا تا بط صرف میری شخص سمجھ جاسکتے تھے جو سب سے لائق حل سکتے تھے۔

اصل تو یہ ہے کہ ہندوستان کے فائدہ میں پنجاب کا نقصان ہوا جن لوگوں کے نام ملک پنجاب میں انڈیا کی حکومت قائم ہونے کی تاریخ کے ساتھ ہمیشہ یاد کیے جائینگے انکے عہدے بیماری موت یا دوسرے مقامات کام کی ضرورت سے اسی وقت خالی ہو جاسکتے تھے۔ سرخبر می لارنس کٹھن میں سوتے تھے۔ منگلگری چین کشن اودھ مقرر ہو گئے تھے اور ریکٹر سن صاحب کو سر کالین کٹھن نے اودھ کی لڑائی میں اپنی مدد کے لیے طلب کر لیا تھا۔ فرنی صاحب جانج لارنس کی مدد کو راجپوتانہ گئے تھے اور رابرٹ ٹیلر صاحب جو ابھی انڈیا سے واپس

آئے تھے وہ ملاک مغربی و شمالی اور وسط ہند کی فوجی لیاقتوں کے میدان میں اپنی جگہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن اب بھی پُرانے افسروں میں سے بطور کافی اس قدر لوگ باقی رہ گئے تھے جو بہت کو قائم رکھتے اور پنجاب کی بہترین سلسلہ کے ساتھ دوسروں کے لیے چھوڑ جاتے۔ اپنے اعلیٰ افسر سمیت ڈانلڈ مینا لیوڈ جو بعد کو صوبہ کے فنانس گورنر مقرر ہونے والے تھے پیچھے صاحب بخارٹن صاحب ڈوورڈس اور جیمس صاحب ٹیل اور بارٹنس صاحب لیٹ اور پاکٹ صاحب رابرٹس اور ریکٹس صاحب ڈگلنس فورسائٹھ اور رینیل ٹیلر صاحب یہ لوگ اب بھی موجود تھے۔ اور ان کے سوا جو لوگ چلے گئے تھے ان کی جگہوں پر زیادہ تر ایسے ہی اشخاص مقرر ہوئے جنکو غدر کی ضرورتوں کے سبب سے باہر جانا پڑا تھا۔ مگر اب ایک ایک کر کے واپس آنے لگے تھے۔ چنانچہ رچرڈ لارنس فوج جموں اور ضلع جھجر کے انتظام سے سبکو دوش ہو کر بجائے میٹکفرسن صاحب اپنے بھائی کے فوجی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ نیول جینیئر لینن جنکی تقرری سے سر جان لارنس انتہائے مرتبہ کو خوش ہوئے اچھٹن جنرلی فوج بنگالہ کو چھوڑ کر سرحدی فوج کی کمان پر گئے جس پر عرصہ سے انکا دانت لگا تھا۔ ہیری ٹسڈن بھی جو اپنے بھائی پیٹر کے ساتھ قندھار میں قید تھے اور جنکو بعض اوقات اپنی جان کا بھی خطرہ ہوا اور جو ہمیشہ ہندوستان غدر کے زمانہ میں معزز کام پانے کے مشتاق رہے تھے آخر کو اپنی خطرناک قید محض سے خلاصی پا کر گائیڈنس کا پلٹن کے افسر کمان مقرر ہوئے جسکی ابتدا اؤ بھرتی کرنے میں انھوں نے بڑی مدد دی تھی۔

لوگوں کو یاد ہو گا کہ ٹسڈن صاحب کابل کو اسی غرض سے سفیر مقرر کر کے روانہ کیے گئے تھے تاکہ اس بات کی دریافت کریں کہ انگلش گورنمنٹ کی طرف سے امیر کو امداد کے طور پر اس وقت جو روپیہ دیا جاتا تھا وہ مناسب موقع پر استعمال ہوتا تھا یا نہیں۔ لیکن ٹسڈن صاحب کی سفارت کے لوگوں نے وہاں اس بات کی کوئی علامت نہیں دیکھی۔ قندھار میں مقیم بقید تنہائی کر دیے گئے اور وہاں ان لوگوں کو افغانستان کا حال اسی قدر معلوم ہوا جو جس قدر کسی اجنبی ملک کے آدمی کو جو کسی جرم میں قید ہوا ہو لندن سے یارک تک جانے میں ریل گاڑی کی کھڑکیوں سے انگلستان کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اس سبب سے جس وقت وہ واپس آئے تو ان کے دل میں یہ بات بالکل گہبی ہوئی تھی کہ انگلستان کی طرف سے کسی انگلشمن کو ایسے خود سر مشکوک المزاج دغا باز اور خونخوار آدمیوں میں جیسے کہ افغانستان کے لوگ ہیں بھیجا نہایت بیوقوفی اور خطرہ کی بات ہے۔

ٹسڈن صاحب کی سفارت نے اس وقت اور آئندہ بین سال تک انگلستان کو افغانستان کی سفارت سے باز رکھنے میں بڑا کام کیا۔ اور بعد اُس کے پھر یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو مصیبت برٹنس اور منگٹائن صفا پر ۱۸۵۶ء میں پڑی تھی اور جو ٹسڈن صاحب پر ۱۸۵۶ء میں اگر پڑتی تو کچھ تعجب نہیں تھا وہی مصیبت پھر اسی حماقت کے عو کے گئیو گرنی صاحب پر ۱۸۵۶ء میں پڑی۔ ٹسڈن صاحب کی سفارت سے جو سبق حاصل ہوا تھا اُسکو تو لوگ قریب قریب

اگر باغی لوگ اس بات کو دیکھ کر اٹکواں خواہ مخواہ سرفروشی کرنا پڑیگی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بہت گران قیمت پر اپنے سر پہنے جس میں ہمارا فائدہ تو کم مگر نقصان اور تردد زیادہ متعور تھا۔

یہ انوکھا اشتہار جن حالتوں اور تدبیروں کے لحاظ سے تیار کیا گیا تھا کسی قدر لارڈ کیننگٹن نے آخر زمانہ میں اُسکی توضیح کی لیکن جہاں کیننگٹن کی کیفیت لوگوں کو معلوم ہوئی اُس سے اور خوف پیدا ہوا۔ اسپر ہندوستان اور افغانستان دونوں ملکوں میں الزام لگایا گیا تھا۔ سر جان لارنس نے بھی اُسکو اسی طرح ناپسند کیا جس طرح سر جنرل آڈرنم نے ناپسند کیا تھا۔ زیادہ تر اُسکے سبب سے لوگوں کو اس معنی کر کے گھبراہٹ ہوئی کہ دونوں ممالک رجسٹر ہندو بلند جو صلہ شخص کی نوک قلم سے نکلا تھا جس نے خوف اور غضب اور انتقام کی وحشیانہ فریاد کو جو انگلستان اور کھلتے سے اوائل غدریں بلند ہوئی تھی خاموش کیا تھا۔ جو لوگ ایک قلم کی جھونک میں اُس شے سے جو انکو جان کے برابر عزیز تھی محروم ہونے والے تھے کسی معنی کر کے پریشان رہا یا نہیں ہو سکتے تھے اور بے شک جس قلیل زمانہ تک ہم سے اُنسے تعلق رہا تھا اُس میں انکو بہت کم فائدہ پہونچا تھا۔ اس بار سے بین افغانستان کے لوگوں کی طبیعتیں ایسی برہم تھیں کہ جن سخت چو آمیز الفاظ سے پر نہیں دنت بورڈ آف کنٹرول نے جو خود گورنر جنرل سر لارنس کے چکے تھے حکم منبلی کو نسخ کیا تھا وہ اس موقع کے لیے بہت کم تر زور خیال کیے گئے یعنی اگر پریسیڈنٹ مونسون نے بطور خفیہ مراسلے کے اپنی گتہ میں کے سبب کو معمولی الفاظ میں لکھا ہے بعد ازاں تو اسپر حارس سے زیادہ الزام لگایا جاتا۔ لارڈ لائبر نے اپنے مشہور پیغام میں کہا ہے جیسا تھا کہ۔

دوسرے قاتلوں نے مخالفت فرد کو لے کر کیا اب جو لے کے بعد ہی چند آدمیوں کو پیشک مستفی کر دیا ہے وہ سنی سزاتھے لیکن فیاضانہ حکمت علی سے کاغذ غلطی پر ہم کیا۔

اُس نے ایک اور ہی طریقہ پر عمل کیا ہے۔ آپ نے مستحقین میں سے چند لوگوں کو رعایت خاص کے لیے ہمارا کس اور کاغذ غلطی کو ایسی سزا دی جسکو وہ لوگ سخت ترین سزا قرار دے کر بیٹھے۔

ہم بھرتے کے کچھ آدمیوں میں خیال کر سکتے ہیں کہ جن نظائر سے آپ نے انحراف کیا ہے وہ آپ کی پیدا کی ہوئی نظیر سے زیادہ دانشمند ہی پر وال معلوم ہوئی۔

اس قسم کے اعتراضات ایسے نہ تھے جن پر دنیا کے لوگ خیال نہ کرتے جن سے دو ایک مینیجی لارڈ لائبر نے باقی اور اس سبب سے لارڈ مونسون (جو صندلی پچانک کے قابل تنبیہاں شہر کے بانی مانی تھے) نے بغیر اسے اپنے جلسہ وزرا سے صلاح لیتے یا گورنر جنرل کو جسکے طرف خطاب تھا اُسکی توجیہ ترسیم یا اسی کا موقع دیا۔ اس مراسلہ کو افغانستان میں چھپوا دیا اور لارڈ کیننگٹن کی جنگی میں ایک ایسے وقت زور لگایا جب ہر ایک قسم کی تائید تھی کہ ناچاہیے تھی۔ ایک اٹلی انسرہ کاری پر اس کا حملہ تباہی جلسہ وزرا کے لیے کافی تھا اور اگر لارڈ لائبر نے فوراً

استغفانہ دے دیا ہوتا تو بیشک یہی ہوتا۔

خوش قسمتی سے یہ ضبطی اصل میں براے نام نکلی اشتہار میں جو کچھ مشترک کیا گیا تھا وہ ہرگز مقصود نہ تھا۔ چنانچہ یہ بات لارڈ کیننگ کی سابق کارروائیوں سے بخوبی ثابت ہے جس جوش سے لارڈ ممدوح نے اوٹرم صاحب اور دیگر اشخاص کے کہنے سے اشتہار کے آخر میں ایک استثنائی ضمن قائم کر دیا اور جس طریقہ سے تعلقہ داروں کے اطاعت قبول کر لینے پر وہ اشتہار پاک محض تقویم پاریشہ کر دیا گیا اس سے بھی امر مذکورہ بالا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ سر جان لارنس تاریخ ۶۔ مئی ۱۸۵۸ء صاحب کو لکھتے ہیں کہ۔

اول تو اشتہار اودھ سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ متصور نہیں تھا۔ عوام الناس سے یہ کہنا کہ انکی تمام جائیداد ضبط ہو جائیگی اور انکی خطامعاف نہوگی بمنزلہ اسکے تھا کہ انکو بالکل ناپوس کر دیا جائے دوسرے اس سبب سے وہ اور بھی خلاف صحت ہو گیا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا پس یہ کیوں نہیں کیا گیا کہ جس حالت میں ایک طرف باغیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سزا دی جاتی تھی دوسری طرف انکے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا جاتا۔ میں نے سنا ہے کہ اشتہار مذکور میں آخر کو ترمیم کر دی گئی تھی اور محکومین ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ نہرانی کر کے میرے بیان کو محول نہ کیجیے گا۔ میں اس قسم کی کسی بات کا کہنا گوارا نہ کر سکتا ہوں لارڈ کیننگ کے خلاف گذرے کیونکہ لارڈ ممدوح کو ایک بڑا کٹھن کام کرنا ہے۔ میں نے اس امر کو فقط اسی لحاظ سے بیان کر دیا ہے کہ انگلستان میں آپ کے رتبہ کے لوگ آپ کی ترغیب سے اس حکمت عملی کی طرف رجوع کریں کہ سوائے ان لوگوں کے جنکا چال چلن نہایت خراب ہے اور بد باشندگان ہند کے ساتھ اشتی کا برتاؤ کیا جائے۔

لیکن باغیوں کے موقع دینے سے فوجی اور پولیٹیکل امور کا بار جو چیف کسٹرن اودھ پر پڑنا لازم تھا اس شخص پر نہیں پڑا جس نے معرکہ عالم باغ میں اپنی جان پر کھیل کر کام کیا تھا اور جو ضبطی کی حکمت عملی (جس کا اس زمانہ میں بڑا ابھار ہونے لگا تھا) کے اس قدر خلاف تھا۔ اوٹرم صاحب کو گورنمنٹ نے اپنے اختیار کے اعتبار سے سب سے بھاری صلہ خدمت دیا یعنی صاحب موصوف کو فوجی ممبر کوٹسل مقرر کیا اور رابرٹ منگلہری پنجا ب سے انکی جگہ پر مقرر کر لے کے لیے طلب کیے گئے۔ لیکن چند سطرین جن سے انکے اعلیٰ افسر کی قدر دانی کا حال ظاہر ہوتا ہے اور جو ایسے وقت لکھی گئی تھیں کہ جدائی کا خیال بھی نہیں پیدا ہوا تھا اب لطیف کے ساتھ پڑھی جائیگی کیونکہ اتنے عرصہ دراز کی یکجائی کے بعد اب حقیرب دونوں شخص اپنی اپنی راہ پر چلنے کے قریب تھے یعنی سر جان لارنس نے منگلہری صاحب کی نسبت پیشتر مندرجہ ذیل خیالات ظاہر کیے تھے۔

وہ ایک معقول شخص ہیں جو بہادری میں شیر اور حلم میں بھیڑی ہیں۔ جگہ ہندوستان میں ایسا کوئی شخص نہیں معلوم ہوتا جو گورنمنٹ سے صاف پانے کا آنسے زیادہ سستی ہو سکے۔ جس وقت بلوہ شروع ہوا تھا تو میں راولپنڈی میں تھا۔ لاہور میں جو امن و امان قائم رکھی گئی تو یہ بالکل سرزابرٹ منگلہری ہی کی ہمت استقلال اور دو راندیشی کا باعث ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ہندوستانی

۲۵۰

ساتھ ان کے ہاتھ میں تلواریں تھیں اور وہ

کہ وہ کیونکر حمل میں آئیگا۔ اسے جس وقت ہم دہلی پر قبضہ کر چکے ہو کہ جنگ میں باغیوں کے ہر ایک گروہ کو شکست دی اور فوج
پھر اوہم پر حملہ کر کے کوئٹہ میں تو اس وقت اس دشمنوں کے ہتھیار جاری کر دینے سے معاملات میں بڑی سہولت پیدا ہو جائیگا
جن ہجرتوں نے اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کیا ہے یا عورتوں یا لڑکوں کو ہلاک نہیں کیا ہے اور اپنے ہتھیار رکھ دیے ہیں
امانت ہے کہ اپنے دشمنوں کو جانیں اور وہ ان کو کوئی شخص نہ ستائیگا۔ اس طرح ہم عام فسادوں کے ساتھ رہنا و گزرتے ہیں
جس وقت یہ ہو جائیگا تو فسادوں کے ساتھ اچھی طرح سے ہم سلوک کر سکیں گے۔ فی الحال اپنی برائیوں کے سبب سے سبک دے
ایک لاشی سے ہانکے جاتے ہیں۔ اگر یہ کیفیت جاری رہی تو مقام نہیں کب تک میں امن و امان قائم ہو جس حالت میں دشمنوں
بتعداد اکثر پر دہلی آئیں نہ رو سکیں گے تو وہ چھوٹے چھوٹے فوجوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور ہر ایک لڑائی میں قائم رہیں گے۔
اس وقت ہتھیاروں کی تلاش دشمنوں کی یہ مصلحت ہے کہ باغی لوگوں کی ایک سرگرمی سے جنگی کی جائے اور وہ کبھی خیال نہیں کرتے
کہ اس طرح کی کارروائی ہمارے حق میں کیسی مفید ثابت ہوگی۔ اسی طرح سے دشمنوں نے غلطیوں سے جنگی کی جائے اور وہ کبھی خیال نہیں کرتے
اور اس بات سے بالکل غافل بلکہ محض باہل تھے کہ ایسی تدبیر کرنے کا وقت نہیں تھا۔ یہ کمزوریوں کی دونوں لڑائیوں میں جو فوج
میں ہو گئی تھی اور امن و امان قائم رہی تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اپنے دشمنوں سے عاقلاً نہ سلوک کیا تھا۔ جنگ اول کے بعد
ہم نے یہ کمزوریوں کو کشادہ دلی سے ایک قوم کے لوگوں کی طرح تصور کیا۔ دوسری جنگ میں ہم نے اسی طرح سے یہ کمزوریوں کو کشادہ دلی سے پیش آئے۔
تصور کیا جس وقت ہم نے جرم کو قوی یا تھ سے موقوف کیا تو گذشتہ باتوں کی نسبت نرمی اور کشادہ دلی سے پیش آئے۔
میں بخوبی اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت ایک اور ہی قسم کے دشمن سے ہم کو سابقہ پڑا ہے تاہم یہ کہو بات کبھی فراموش
نہ کرنا چاہیے کہ ہمیشہ فرمانروا سے ملک ہماری جانب سے ہی تصور راہ دور اندیشی میں کوتاہی ہوئی ہے اور یہی اصل سبب ہے
ہم نے باغیوں کو طمع کرنے اور وقت فرصت کے پا جانے کا موقع دیا جس کا انہیں اور دیشور ہو گیا۔ صدمہ بلکہ ہزار ہا شفا میں صدمہ
وقت کو دیکھ کر باغیوں کے طرف راہ ہو گئے۔ ایک طرف تو ان کا خوف تھا اور دوسری جانب فارگری اور
اتفاق کے فوائد ان کو گدگداتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے درنگ نہ کیا بلکہ ہمارے اختیار میں آگ اور خون کا خوف تھا اور دوسری جانب فارگری اور
کیا یہی ان کو کوئی امید نہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب ہماری کیا ایک ہمارے اختیار میں آگ اور خون کا خوف تھا اور دوسری جانب فارگری اور
کہ ہتھیار ہتھوں کی فوج انہیں صوبوں سے بھرتی کی جاتی تھی جن کو یہ لوگ دیران کر رہے تھے۔ ظلم اور تعدی اور غارتگری کی آہستہ
میں سے اب وہ خود ڈاکو اور لوٹے ہوئے ہو گئے اور یہی کیفیت ہمارے دشمنوں کی ہے۔ گروہ ہلاک کیے جائیں گے تو ممکن نہیں کہ ان کے
تعلقین و متوسلین کو ڈمک ہو سکے۔ فوج بھرتی کے ایک ناکہ باغیوں کے متعلقین غالباً پہنچ لاکھ سے کم نہ ہونگے۔ پس کیا یہ امر
بصواب نہیں ہے کہ دشمنوں کی تعداد اس طریقہ سے بڑھائی نہ جائے جب تک معاملات کو دور اندیشی اور انصاف سے
بہت نمونہ اور ہمیں ہماری شخصیں دشمنوں پر قبضہ ہو جائے کہ بعد بڑھنے کی بجائے باغیوں کے سکون اور ایمان خاصانہ ان
میں ہر دو آگے بڑھ کر جائیں گے۔ وہ سب کے سب منتشر ہو جائیں گے اور ہر مقام پر ہمارے خدشہ جوئی ہوئی

لڑائیوں لڑتے رہینگے۔

سبحان اللہ کیا خط ہے کہ انہیں جمانداری اور انسانی ہمدردی کا اگر اسکو نمونہ کہیے تو بجا ہے۔ جو خیالات اس خط میں درج تھے سترہویں اور ٹرم نے محصور مقام عالم باغ اور پٹرل سٹیشن فلڈ کرنے جو انکی رہائی کی تیاریاں کر رہے تھے اپنی تیاریوں کے مرکز سے اسکی تائید کی۔ لیکن بعض وجوہ سے حصہ تک اسپر عمل نہیں کیا گیا تا آنکہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا اور ایسے نتائج پیدا ہوئے جنکی پیشین گوئی ستر جان لارنس پہلے ہی کر چکے تھے۔

۲۸۔ فروری کو سرکار لن کینسل ایک کثیر التعداد انگلش فوج کی سرکردگی سے جو کبھی ہندوستان میں جمع نہ ہونی ہوگی (یعنی بین ہزار سپاہ اور ۱۰۰ توپوں سے) اور ٹرم صاحب کے بچانے اور لکھنؤ کو دوبار فتح کرنے کے واسطے روانہ ہوئے۔ اب انڈھے سے اندھے باغی بھی دیکھ سکے کہ آئندہ سے فرنگیوں کی حکومت صرف اخلاقی ہی اصول پر قائم نہیں رہیگی اور انگلش فوج میں ایسا کوئی شخص نہ تھا جسکو اس بات کا یقین ہو کہ باغی لوگ کو انکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی میدان میں ہمارا مقابلہ کرینگے خواہ اسے سخت قاحوں کی آڑ میں دیر تک مخالفت کر سینگے۔

لیکن اب یہ ضروری سوال پیدا ہوا کہ آیا دشمن کو بطور جنگی فوج کے برباد کرنا اور اسطور سے اور ملکوں میں جہان و مشکل سے پھر کلمہ بچہ ہمارا مقابلہ کر سکیں منتشر ہو جانے کا روکنا ممکن ہوگا یا نہیں۔ یہ ایک ایسا سوال تھا جسکے طرف سے عالم باغ کے بہادر بچانے والے اور اسی طرح گمانداز انچیف نے نہایت دل لگا کر خیال کیا۔ کئی دن کی سخت لڑائی کے بعد شہر لکھنؤ جو نو عینے کے طول طویل زمانہ سے ہمارا مقابلہ کرتا آیا تھا ہمارے اختیار میں آگیا۔ لیکن ایک بدقسمت حکم کے صادر ہونے سے (اور سترکار لن کینسل کی خاتم تدبیروں میں صرف اسی بات کی ایک غلطی ہوئی) اور ٹرم صاحب بھاگنے والی فوج کو کڑی ضرب پہونچانے سے جو اگر عمل میں لائی جاتی تو باغی لوگ بھاگنے میں یا تو تباہ یا بالکل ہلاک ہو جاتے (جیسا کہ اور ٹرم صاحب خیال کرتے ہیں) باز رہے اور بطور باغی فوج کئی عینہ تک برابر لڑتی رہی۔

اگر ان لوگوں سے جو کم تصور و ارتھے انکے جرموں کی معافی کی بابت اب بھی کہا جاتا تو پگمان غالب باغیوں میں ناراضی ضرور پھیل جاتی انکی تعداد گنت جاتی جو لوگ جانبری کے سختی تھے انکی جانیں بچ جاتیں اور رعایا کو ہماری طرفدار می ظاہر کرنے کی جرات ہو جاتی۔ بد قسمتی سے ایک اشتہار کچھ دوسرے ہی طور کا مشہر ہوا یہ اشتہار صرف بے امتیازی کے ساتھ عفو جرم کی بابت نہیں تھا بلکہ بے امتیازی کے ساتھ قریب قریب انکی جائداد ضبط کرنے کا تھا۔ اصل میں اس اشتہار کی رو سے بعض مجمل قیود کے ساتھ او دھ کی کل زمین ضبط کرنے کا اعلان دیا گیا تھا جن لوگوں کے پاس کچھ تھا ہی نہیں انکو کس بات کا خوف ہوتا (غیر وزوئے غم کالا) پس عین میں تھا

اقتدار کیا جاسکتا ہے۔ دیر بہ بات کے پٹھان ہمارے پنجابی سپاہیوں میں سب سے زیادہ محتربین۔ باقی اور مسلمان مثل ہندوؤں میں اور ضلع ہنسی میں انھوں نے بلاتامل وہاں کے مسلمانوں سے جنگ کی۔ اصل امر یہ ہے کہ بعض سورتوں میں اور بعض حدود تک آپ ویسی سپاہیوں پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ پنجابیوں نے اس وقت دہلی میں ہمارا ساتھ دیا جب ہماری حالت نہایت خطرناک تھی اور اب جس وقت ہکو فتح حاصل ہوئی ہے تو وہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ اگر آئندہ کونہیں تو اقل درجہ اس وقت ضرور ساتھ دینگے۔ ہائیمہ میں اس بات کی صلاح نہ دوں گا کہ صاحب گمانڈرا انجینئر روہیہاگنڈ سے بغیر گورون کی فوج کے روانہ ہوں اور اس طرح آگے بڑھے چلے جائیں۔ میری رائے ہے کہ گورون کا تو پختانہ اور ایک رجمنٹ ولایتی پیادوں کی اس سوہین رکھ لی جائے۔ یہ اور دو حصے پنجابی پیادوں کی پلٹن کے اور ایک رسالہ سواروں کا بشتریکہ افسر معقول ہو سب بندہ و بست کرچا۔ ہائیمہ میری رائے ہے کہ سکے سواروں کا ایک بڑا حصہ روہیہاگنڈ میں چھوڑ دیا جائے جہاں مسلمانوں کی جانب سے حفاظت درکار ہے اور اودھ میں مسلمان سوار زیادہ دلینا چاہیے جہاں کے باغیوں میں ہندو لوگ کثرت سے شریک ہیں۔ ہائیمہ جیسا کہ میں سابق میں بیان کر چکا ہوں صرف وٹوئین صاحب کے رسالہ کو چھوڑ کر جیسین رامہرن اور گلا کاٹ لوگ بھرے ہوئے ہیں میں مسلمان رسالہ جو آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے معزز اور متخذ سپاہیوں کا گروہ سمجھتا ہوں۔

انگلستان کی ملک اب آخر کار پونچھنے لگی۔ پانستو آدمیوں کے قریب سپاہی لین ڈوری کے ساتھ آئے ہیں فیوز پاپہ میں کی ساتویں پلٹن حیدرآباد میں ہے اور نویں پلٹن کا زیادہ تر حصہ کرانچی میں پہنچ گیا ہے۔ بلکہ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ غلطی عموم پنجابی سپاہ کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ پنجابی سپاہی پلٹنوں اور رسالوں اور تو پختانوں اور بیلہاروں اور پولیس کے سواروں اور پیادوں میں نوکر میں اندازاً سب پنجابی سپاہ پچاس ہزار سے کم نہوگی اب یہ بات ظاہر اٹلینڈی اور دوراندیشی سے بعید معامد ہوتی ہے۔ اگر ہم نے پنجابیوں کو اس بات کے سمجھنے کا موقع دیا کہ وہ قوت رکھتے ہیں تو ایک روز ہکاد آگے ہاتھوں سے بھی وقت اٹھانا پڑیگی جو ہندوستانیوں کے ہاتھ سے اٹھانا پڑی ہے مجھے جہاں تک ہو سکا وہاں تک میں نے کوشش کی لیکن جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں سو اسے یہاں کے ہندوستانی فوج کے بھرتی کرنے میں بہت کم کارروائی ہو رہی ہے۔

خوش قسمتی سے فوج کرنے کی فریاد اب تک بلند تھی اور سر جان لارنس نے جنرل اپنی رائے کی بہادری نہ ظاہر کرنے کا الزام ہرگز لگا یا نہیں جاسکتا معافی جرم کے بارے میں اپنے خیالات کے موافق لارڈ وکیننگٹ سے اصرار کرنے کے متعلق یہ چھی لکھی۔

یکم فروری ۱۸۵۶ء۔

کافی لارڈ۔ بلکہ معلوم نہیں ہے کہ اودھ اور دوسرے مقامات کے ان باغیوں اور مشددوں کے بارے میں جو سب کم تصور وارہین جنو جرم کی قسم سے کوئی جگہ آپ کے دل میں ہے یا نہیں۔ لیکن میری طبیعت یہی کہتی ہے کہ اس قسم کی تدبیریں ہندوستان کے بہت موافق ہوں گی۔ لوگوں کو اس بات کی صلاح دینا تو بہت آسان ہے کہ تمام مجرم ہلاک کر ڈالے جائیں مگر یہ کوئی شخص نہیں ثابت کرتا

لکھنؤ سے سرکار کننگھم صاحب کا چلا جانا ایک دلیل کمزوری کی تھی لیکن یہ اعتراف کمزوری ایک اچھے اور ہوشیار سپاہی نے کیا تھا انکی عدم موجودگی میں دیکھنا صاحب پر بھروسہ کیا اور آئی تھی وہی بیان بھی نازل ہو جاتی۔ سرکار کننگھم نے فتح گڑھ اور فرخ آباد کو فتح کیا اور بغیر اس کے کہ انکی فوج کو کوئی سخت نقصان پہونچتا بہت سی لڑائیوں میں سرکار کننگھم نے دشمنوں کو شکست دی اور انکی فوج کو مشکل سے کوئی نقصان پہونچ سکا۔ جان لارنس بڑے پیش میں لگتے ہیں کہ (اور وہ جوش اس زمانہ میں بطور معمول نہیں پیدا ہوتا تھا) توہلی کے فتح ہونے کی تاریخ سے لیکر آج تک کبھی ویسی خبر نہیں آئی جیسی آج آئی ہے۔ اب ہم نے ان باغیوں کے اخیر گرد وہ بھی جنہوں نے ہمارا مقابلہ نہیں کیا مگر نکال دیا اور ۸۴ توپیں یعنی ۷۳ توپیں کا پورا دبا سکے گرد و نواح اور ۱۱ توپیں فتح گڑھ کے قریب سے چھین کر لائی گئیں۔ اور باوصف ان سب باتوں کے ہم کو کچھ ضرر نہیں پہونچا۔

اُسٹی وسمبر مہینہ کی ۱۴ تاریخ سواروں کی طلبی کے متعلق یونانی حرفوں (کیونکہ اس زمانہ میں اصطلاحی مراسلات لکھنے کا یہ طریقہ سب سے زیادہ مروج تھا) میں لکھی ہوئی ایک بہت تاکیدیں چھی جڑل تینٹیفیلڈ صاحب کے پاس سے سر جان لارنس کے نام آئی انہوں نے اسکا یہ جواب لکھا۔

خیمہ گاہ واقع سرگھمٹان ۱۶- دسمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے تینٹیفیلڈ دو دن کا عرصہ ہوا کہ جس وقت میں غمان کو روانہ ہو رہا تھا تو سواروں کی طلبی کے بارے میں آپ کی چھی جگہ وصول ہوئی تھی۔ میں نے جڑل اپنی سے طے کر لیا ہے کہ وہ صدر مقام میں سکون کے اول رسالہ کو جس میں ۳۰ سواروں کے قریب ہیں دہلی سے بھیج دیں۔ مجھ سے جہاں تک ہو سیکے انکی جگہ اور لوگوں کے بھرتی کرنے کی کوشش کر دینا اور میں نے حکم دے دیا ہے کہ جلد یہ سپاہ کے دو تہاں اور لاہور میں بھرتی کیے جائیں۔ جگہ بھی امید ہے کہ میں اس رسالہ کو ایکٹ یا اس سے کم ہمیش عرصہ میں پورا کر دینا۔ اول رسالہ سکھ کا باقی ماندہ حصہ اس وقت سے کہ ان میں رہیگا اور باقی ماندہ سپاہ کے ساتھ جنوبی ملک کو جائیگا۔ اس سے آپ کو ۳۰ سوار اور مل جائیگے۔ لاہور کے کنگز ترمی (نورینین لوگوں کا رسالہ) کو بھی جانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ گائڈنس کے لوگ اب پشاور جاتے ہیں اور انبالہ کے قریب پہونچے ہونگے میں نے افسر گان کو لکھ بھیجا ہے کہ اس رسالہ کو لیے کوچ کے ذریعہ سے جلد بھیج دیا جائے۔ جس وقت یہ لوگ پشاور میں پہونچیں گے تو میں سکون اور پٹھانوں کے دوسرے رسالہ پنجاب کو جس میں اکثر چڑانے سپاہی ہیں آپ کی طرف بھیج سکونگا۔ جگہ امید ہے کہ ایک مہینے کے اندر لاہور سے ہزار سوار بھیج دینا جس سے رسالہ کی لگ بھگ سواروں کے قریب ہو جائے۔ جگہ اطلاع دیکھے گا کہ یہ تعداد کافی ہے یا اور لوگوں کی ضرورت ہوگی ہر تہم کے سپاہیوں کے گرد و پیش میں ملے گا وہ دہتے جائیگے کئی کئی گھنٹوں اسکی اطلاع دیتے جائیگے۔ بالائینہ امید ہے کہ مندرجہ ذیل تاریخوں تک وہ پہونچ جائیں۔

۱۵ فروری ۱۸۵۷ء

سکون کا اول رسالہ

لاہور کے سوار	۱۳۰	یکم مارچ
پنجابی سوار متعلقہ ٹیمز قوا عدد ان رسالہ نمبر ۱	۸۰	۱۵- مارچ
دو اسکواڈرن دوسرے رسالہ پنجاب کے	۱۶۰	یکم اپریل
مختلف قسم کے پٹھان سوار	۶۶۰	یکم اپریل

۱۵۹۰

میزان کل

آپ نے اس طرح رکھے کہ ان کو جلد بھیجنے کے متعلق جہاں تک مجھ سے کوشش ممکن ہے اس میں کوئی عقدہ اٹھانہ رکھو نکاح آپ احکام صادر کر سکتے ہیں کہ آپ راستہ میں چلتے ہوئے آئین چلتے ہوئے نہ آئیں۔ سب سیدھے میرٹھ کو جائینگے۔ اگر آپ کو گورے پیادوں کی ان تین رجمنٹوں سے جو کراچی کی راہ سے پنجاب کو آتی ہیں کبھی ضرورت ہو تو میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو مطلع فرمائیے۔ میں بہت غنیمت سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہاں رکھنا کیونکہ ہکو انکی بڑی ضرورت ہے بالینہمہ اگر ضرور ہو تو اس میں سے ایک رجمنٹ بھی آپ کے لیے بچا سکتا ہوں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو توپخانہ کی حاجت ہو تو مجھے اطلاع دیجیے گا۔ ہم آسانی سے آپ کو ایک یا بڑی یا تپ اور کشش کر کے دو بھی دے سکتے ہیں گو جنرل گوڈن اس راے کے بالکل خلاف ہیں بالینہمہ وہ رضامند ہو گئے ہیں۔ ہکو امید ہے کہ کائینس کے لوگ جس وقت پشاور میں پہنچ جائینگے تو ہم ایک پرائی اور ایک نئی دو پنجابی پلٹینیں بھی اس زمانہ یعنی ۲۰۔ فروری تک بھیج سکتے ہیں۔ اور جس وقت سندھ سے کوئی بلوچی یا بمبئی کی پلٹن آجائینگے تو ہم ایک تیسری رجمنٹ کو بھی آپ کے پاس بھیجنے کی کوشش کریں گے۔ میں سوار اور بھرتی کر سکتا ہوں لیکن اسکے لیے وقت درکار ہے اور جو عجلت میں بھرتی کیے جائینگے وہ ایسے اچھے نہ ہوں گے۔

ہکو یقین ہے کہ کانپور میں آپ کی فتح ہونے کی خبر صحیح ہوگی۔ یہاں پنجاب میں سب طرح کی خیریت ہے لیکن یہاں جو تمام پانڈے لوگ جمع ہیں انکے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ وہ بہت عاجزی سے برسرِ راہ آنے کو ہیں مگر انکو لیکر کیا کیا جائے۔

اس قسم کی کچھی جس وقت سسرکار لن کو پہنچی ہوگی جتنکے پاس ایک قلیل فوج تھی تو ضرور انکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہماری مدد کے لیے سسرکار لن لارنس کی ذات سے کیسی فوج محفوظ تیار ہے وہ فوج محفوظ تیار ہے جو ہر ضرورت پر کام آئی انکے اعلیٰ افسر شرافت جنرل میتھسفیڈ نے انتہا سے مرتبہ کو رہیں منت ہو کر کہا کہ ”اس قدر سواروں کے بھیجنے کا وعدہ“ بیشک بڑی شکر گزاری کے قابل ہے۔ ہکو انتہا سے مرتبہ کی اس وقت جو ضرورتیں لاحق تھیں ان سب سے زیادہ یہی ضرورت تھی۔ بڑی لڑائیوں میں تھوڑی دیر کے لیے پیادوں پر فتح حاصل کرنا کسی کام کا نہیں ہے تاوقتیکہ تعاقب کرنے کے لیے سواروں کا ایک پہاڑ موجود نہ ہو۔

اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ سسرکار لن لارنس نے جو کچھ زبان سے وعدہ کیا تھا اسکو کر کے دکھلا دیا۔ بلکہ کہنے سے بھی زیادہ کیا۔ انھوں نے وسط فروری تک صرف ۱۶۰۰ آدمیوں کے بھیجنے کا

متحدہ اگر کے ذریعے اسکو زیر تسلط کر لیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ روہیلکھنڈ بھی کچھ دنوں کے لیے اسی طرح پڑا رہیگا اور اودھ کے بارے میں جسقدر جھگڑا بیان کرتا ہے اس سے زیادہ حال آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ٹوٹا لگنے سے بڑی اولوالعزمی کا کام کیا ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ صاحب موصوف اور رائی فوج نے امید ہے بڑھ کر کام کیا ہے۔ جگہوں بات کے دیکھنے سے خوشی ملاحظہ ہوئی کہ انڈیہ میں ٹوٹا لگنے کا صاحب پر سبقت نہیں حاصل ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ گورنر کی دو نئی برقیٹیں پشاور میں اور اسقدر راجپور میں گریٹھڈ صاحب کی فوج کی کمک کو بھیج دینے سے سب معاملات درست ہو جائیگے۔۔۔۔۔

جگہ بڑا اشتیاق ہے کہ تسلط ہو جانے کے بعد لائن انسرور کی ایک گینشن جدیدی فوج بھار کے لیے کسی عمدہ تدریس کے نکلانے میں ہو۔ جب تک یہ نہ ہوگا اسوقت تک اسی پرانے سٹریٹ طریقہ پر باؤن رکڑتے رہینگے جس سے شاید اس سے بھی زیادہ خطرے کا احتمال ہے۔ جگہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے انسرور سے کمین یہ خطہ نہ پیدا ہو کہ ہندوستانیوں کی بغاوت کا خیال کر کے وہ چاہیوں بھرتی کر لے۔ اے دیں۔ ہم کو چاہیوں پر ہندوستانیوں سے کچھ بہت زیادہ بھرہ نہ کرنا چاہیے۔ ہم بغیر ہندوستانی فوج کے کچھ نہیں کر سکتے لیکن ہمارا قصد کسی حالت میں یہ ہونا چاہیے کہ جس تعداد کی انتہا سے مرتبہ کو ضرورت ہے اس سے زیادہ لوگ رکھ چاہیے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ گورنر کی سپاہ کو اسقدر زیادہ ہونا چاہیے اور اس عہد کی سے اسکو اختیار میں رکھنا چاہیے کہ اسکا مقابلہ نہ کرے۔ جس ساعت دہلی فتح ہوئی اس ساعت سے قدر کا مرکز لکھنؤں گیا جس کی طرف کئی حیدر آباد تمام لوگوں کی نظر اسقدر توجہ اور افتخار کے ساتھ متوجہ رہی۔ اور اگر ہم کو وہ پاسی معلوم کرنا ہو جسکی تسر جان لارنس نے صلاح دی تھی تو مختصر طور پر انقلابات محاصرہ اور متواتر امداد اور محاصرہ کے حالات کو پڑھنا چاہیے۔ ٹوٹا لگنے کے بعد دیگرے جو بہت سی قوتوں حاصل کی تھیں ان سب کا آخری اور نودار نتیجہ یہ تھا کہ ۲۵ ستمبر ۱۸۵۷ء کو ریزیدنسی خلاص ہوئی اور اسکے لیے سر جینسن آؤٹرم کی نفس کشی بھی عرصہ تک یادگار رہی لیکن اصل میں وہ مخلصی، مطلق نہیں تھی۔ ۹۲۷ گورنر اور ۹۶۵ ہندوستانیوں کی قلیل سپاہ نے (جسکے ہر ہر شخص سپاہی نے بالافراد اور بالاشتراک گویا ستر شہری لارنس اپنے ہر دن عزیز حاکم کے آخری الفاظ کی پیروی کر کے) ۱۲ ہفتہ کے ایک محاصرے میں اپنے مفروض منصب کے ادا کرنے کی کوشش کی اور صد ہا جانفین اور مصیبتیں ایسی اٹھائیں جسکے زمرہ میں جنت رائی کا درجہ سب سے زیادہ گننا ہوا تھا۔ چنانچہ ٹیٹن سن شاخ نے اپنی پر جوش غزل میں اسطور پر اسکا حال نظم کیا ہے۔

انسان کو اپنی مصیبتیں فراموش ہو جاتی ہیں مگر کیسے ہوئے کام نہیں بھولتے۔ ہم جگہ کر سکتے ہیں لیکن دن بھر یہ گری اذات بھر جی داری نہیں کر سکتے جس میں ہر وقت سرنگ ہر وقت حاکم کا خوف ہماری بائیں اور آں باؤن کا خطرہ آندھیرے میں بھگون اور تیسروں کا بھنا ہندو توں اور توہنوں کی گرج تلواریں کی جھنکار ہر وقت ایک کام جو چاہتے آدھوں کا سہ پانچ آدمیوں کو کرنا۔ ہر وقت اس بات کا خطرہ کہ ایک آدمی کا زہرہ پچا ممکن نہیں۔ دن بھر اس بات کا کشاکش کہ چاروں طرف کی بوجھار سے معلوم نہیں کس وقت

جان ہلاک ہو جائے۔ رات بھر بے دفن و کفن مردے کی طرح زمین پر پڑا رہنا۔ گرمی وہ کہ جیسے دوزخ کا دہانہ کھل گیا بارش وہ کہ گویا طوفان نوح آگیا۔ پڑا نے مڑے ہوئے گھوروں کی عفویت نکھیوں کا بھر مٹ۔ سہی کی گرم ہوا جو انکھ کش رزمگاہ دین بہتی تھی سہیضہ اوچیک اوچیکاریہ سب زخم ایسے تھے جن کا کوئی علاج نہ تھا۔ دردناک ظالمانہ چھریوں سے اعضائے بدن کا کٹنا۔ بیکار شور و فساد کا بند ہونا کیونکہ اس سے کسی طرح جانبری ممکن نہ تھی۔ اُن نازک اندام عورتوں کی بہادری جو اسپتال میں پڑی ہوئی تھیں۔ کسی کا مرجانا کسی کا دم توڑنا اور اس سے عورتوں کا خون دم توڑتے ہوئے بچوں کا غم اور رونے کا موقع نہیں۔ جفاکشی وہ جس کو ڈرتے ڈرتے لوگ تھک گئے تھے اور خلاصی کی کوئی امید نہیں تھی۔ ہونڈیاں اُس بات کے واسطے جو ہکو معلوم ہے ڈرتے ڈرتے گرمی ہوئی دیواروں تک پہنچنے کے لیے رات دن برابر کوچ کرتے ہوئے چلے آتے تھے لاکھوں ہندوؤں کی گویاں اور توپوں کے ہزاروں گولے برستے تھے۔ لیکن انگلستان کا جھنڈا ہمہ وقت مکان کی چوٹی پر لہراتا ہی رہا۔

لیکن اب آخر کو ہونڈیاں اور آؤٹرم صاحب پہنچ گئے اور فوج کو معلوم ہوا کہ اُسکو اور اُسکے ساتھ ہونڈیاں اور آؤٹرم کو بھی دشمنوں کی کثیر تعداد سپاہ نے بہت قریب آکر گیر لیا ہے۔ فوج متعینہ لکھنؤ کے لیے یہ گویا ملک آئی تھی خلاصی کی سپاہ نہیں آئی تھی۔ کھانے والے دو چند ہو گئے اور رسد کا کوئی سامان نہیں کیا گیا تھا۔

انجام کار سِرکالین گیمبل کلکتہ سے روانہ ہو سکے اور ہم۔ نومبر کو کانپور میں داخل ہوئے صاحب مدح نے اُس چار ہزار فوج کی سرکردگی سے جس میں مختلف مقامات کے سپاہی تھے اور جو انتہا درجہ کی کوششوں سے انھوں نے جمع کیے تھے لکھنؤ روانہ ہوئے اور باغیوں سے جنگ کی۔ اور ۱۷ تاریخ انگلین ہونڈیاں اور آؤٹرم اور کالین گیمبل چاروں جنرلوں نے ریزیدنسی کو جو عرصہ دراز سے محصور تھی فتح کر لیا۔ آخر کو محاصرہ ختم ہوا اور سولہ تین یعنی عورتیں اور بچے جو زندہ باقی رہے تھے حفاظت کے ساتھ کانپور اور وہاں سے الہ آباد روانہ کیے گئے۔

اسطور پر غدر کا ایک دوسرا معرکہ ظاہر میں ہر طور پر ہمارے مفید مطلب ختم ہوا۔ لیکن اب تک وہ ظاہر ہی نہ ختم ہوا تھا۔ کیونکہ سِرکالین گیمبل (جیسا کہ انھوں نے تین کیا) اپنی فیل فوج سے جسکی تعداد اب آؤٹرم ہو گئی تھی اتنے بڑے شہر کا فتح کرنا یا اُسکو حفاظت میں رکھنا ناممکن دیکھ کر ریزیدنسی کو چھوڑ دیا اور آؤٹرم اور ہونڈیاں صاحب کو عالم باغ پر قبضہ رکھنے کے لیے چھوڑ کر خود کانپور کا راستہ لیا۔ لیکن ہونڈیاں صاحب اب اپنی آخری لڑائی فتح کر چکے تھے۔ وہ اپنے بستر مرگ پر تھے اور پیش کے عارضہ میں قضا کر گئے تھے۔ اسطور پر لکھنؤ غدر کے دو نہایت نامی بہادروں کا مدفن ہوا۔ عالم باغ میں پیورٹن سپاہی سہر سہری ہونڈیاں کی قبر ہے اور ریزیدنسی اسوقت تک جب تک ہندوستان میں انگلستان کی حکومت سبکی ایک مذہبی تعظیم کا مقام خیال کی جانیگی۔ کیونکہ اول تو محاصرہ کے واقعات یادگار ہیں اور زیادہ تر اس سبب سے کہ اس میں سہر سہری لائسنس کی قبر ہے۔

لارنس کی بیٹی نے فریڈرک کو ڈانٹ کر فریڈرک کو لارنس کے پاس بات میں بہت شک تھا کہ دیکھیے وہ پھر کبھی ہندوستان کو آئیگی یا نہیں۔ اور ہم انکی بعض بچیوں میں دیکھ سکتے ہیں کہ انکو ایک رحلت کرتے ہوئے سمیر کی آرزو کر جوشی اور باطنی رجحان انھیں فطرت کی طرح آخری نعمت بلند کرنے کا شوق کس قدر بڑھا ہوا تھا۔

اول بھی جو جدید گماندار شیفت کے پاس سے آئی اس سے ظاہر ہو کہ ستر جان لارنس کی صلاح یا مدد کو دی جانے کی محنت سے قبول کرنے کے خواہاں تھے۔ ستر جان گنپل لکھتے ہیں کہ۔

قطع نظر طمانات قریانہ کے جس سے بلکہ لازم آتا ہے کہ اس نازک وقت میں جو رانظامات میرے اختیار سے ہو سکیں ان سے آپ کو وقتاً فوقتاً مطلع کرنا ہوں میرے پیارے لارنس صاحب بلکہ میں ہے کہ آپ کی بھی وہی راسے ہوگی اور بلکہ واقعی بہت خوش ہوگی اگر میں آپ سے اور آپ مجھ سے وقتاً فوقتاً اپنے خیالات ظاہر کرتے رہیے۔ یہاں پہنچنے پر میں نے افسروں کو قتل درجہ بڑھانے کی گمانگری یا قطع نظر تمام اعتبارات کے چھوٹے کاموں کی افسری پر مقرر ہونے کا خواہش پائی۔۔۔۔۔ بڑی کوششوں کے بعد تیولاک صاحب کے پاس مدینے میں بلکہ کاسیابی ہوئی چنانچہ انکی فرج ۱۵ سالہ مال ایک تین ہزار سے اوپر اور پر ہوساگی۔ ستر جان اور فریڈرک کیسول لارنس کے ساتھ جاتے ہیں۔ دیکھیے کہ گنوین ہارے دوستوں کے پچالے میں دو کیسی عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔ میں نے اس قدر کے شروع ہونے ہی کے نام سے پنجاب پر بہت شوق سے نگاہ رکھی ہے اور میں تو اس کا بڑا شکر گزار ہوں کہ خوش قسمتی سے گورنمنٹ نے اس حصہ ملک میں طوفان فو کرنے کے لیے آپ کو مقرر کیا تھا۔

ستر جان گنپل نے اس جدید عہدہ کے قبول کرتے وقت گورنمنٹ سے صرف ایک امر کی درخواست کی تھی اور وہ یہ ہے کہ جنرل ٹینسنیڈ جنہوں نے ہندوستان کی سابق لڑائیوں میں صاحب موصوف کے زیرِ کمان بڑی عمدگی سے کام کیا تھا اور اس سے طلب کر لیے جائیں جہاں وہ اپنے ملک کی ایک مشہور و گرجا اور ہی قسم کی خدمت کر سکیں اور ان کے انصاف کے اعلیٰ افسر مقرر ہوں۔ یہ درخواست منظور کی گئی اور چونکہ جنرل ٹینسنیڈ اپنی باقی ماندہ عمر کے زیادہ حصہ میں اس سوانح عمری کے صاحب سے بہت قریبی تعلق رکھنے والے ہیں اس واسطے میں ان کی راسے کو جو ستر جان لارنس کی فوجی اور کیسول خدمتوں کے بارے میں (جو اس زمانہ میں انجام کی گئی تھیں) ظاہر کی گئی محول کرتا ہوں۔ ستر جان لارنس کے نام کی ایک بچی میں وہ لکھتے ہیں۔

خیمہ گاہ متصل فتح گڑھ یکم جنوری ۱۸۵۷ء۔

میں دل سے چاہتا تھا کہ آپ کا بالکل اطمینان مالک کے کام میں مشغول ہوتا۔ یعنی مانے کہ جس قدر پنجاب میں الحاق کے وقت اسکی ضرورت تھی اس سے زیادہ یہاں ضرورت ہے۔ میں آپ سے خفیہ اور انٹیلیجانت مباحثوں کر جو لوگ یہاں کے کام پر مقرر کیے گئے ہیں وہ مستعد نہیں ہیں۔ موقع سے جو کچھ وہ مراد لیتے ہیں میں اس کا مطلب سمجھ نہیں سکتا اور بلکہ اس بات میں بہت شبہ ہے کہ کلکتہ کے لوگ اصل صورت معاملات کے سمجھنے کی اپنے میں صلاحیت پیدا کر سکیں۔۔۔۔۔ جس سخت

کا نگاہ ہر طرح سے اس دوران قائم ہو جائے۔

لینڈنی لارنس گھنٹی بزن کر۔

میرے بشوہ اس عرصہ وارت کی پریشانی اور ترو کے بعد تابت غلیل اور شہنہ معلوم ہوتے تھے لیکن انگلو کام سے کبھی خدمت نہیں ملی اور نہ انھوں نے کبھی آرام کیا میں بھی تندرست نہیں تھی اور اس بات کا خیال کر کے کہ محالاً ہند کی حالت یہی مذہب جمی انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر جگہ یہ معلوم ہو کہ تم انگلستان میں خلعت سے رہو گی تو جگہ بڑی پریشانی سے نجات مل جاتی یہ ہم دونوں کے لیے سخت آزمائش تھی لیکن میں جانتی تھی کہ انکی باسے صحیح ہے اور اگر میں رضا مند ہوئی تو اس سے انکو اور پریشانی ہو گی پھر انھوں نے مجھ سے بتلایا کہ جگہ ادھر ادھر پھر ناپڑیگا اور چونکہ تم میرے ساتھ ساتھ پھر نہیں سکتی ہو اس واسطے بہتر ہے کہ تم اپنے بچوں کے پاس جاؤ۔ ہماری چوٹی لڑکیوں کو گئے ہوئے قریب قریب آٹھ برس کا عرصہ گزر ا تھا اور اب بیشاک وقت آگیا تھا کہ اگر ممکن ہو تو انکے لیے اس بات کا موقع پیدا کیا جائے کہ وہ اپنے والدین کو پہچانتے گلیں۔ چنانچہ ہم ۱۵ دسمبر کو مسان کی طرف روانہ ہوئے یہ ایک نگلیں کا تھا اور چون جن دن گزرتے جاتے تھے جگہ امید ہوتی جاتی تھی کہ کوئی نو کی بات ایسی مل آئے جس سے یہ جدائی ٹوٹنے پائے۔ جب آخری صبح (۶ جنوری) پہونچی تو ہم نے حسب معمول پرنسپل پرنسپل شروع کی اور شہنہ نے گیت گیت گیت گیت کے وقت بیکر پڑھا تھا جب میں پڑھتی ہوں تو وہ حسرت ناک وقت جگہ یاد آتا ہے میں اسوقت تک بھی ایسی حساس ہوا تھا اور اسی جی رہی کہ میں نے ان سے اپنے ٹھکانے کی اسد عانہ کی جس سے انکو مفارقت کا زمانہ اور جی شقی ہو جائے لیکن یہ ممکن نہیں تھا اس واسطے افسردہ دل بلکہ شکستہ دل ہو کر میں اس چھوٹے اینٹیز پر سوار ہوئی جو ساؤتھ ڈریا کے راستہ سے لیکر انکی کو پہونچانے والا تھا۔ اینٹیز پر وہ بھی میرے ساتھ آئے اور جان تک ممکن تھا میری آسائش کا بندہ ہاٹ کر دیا اور خط کے لکھنے کے وقت اب انکی وہ تصویر میرے زیر نگاہ پھر رہی ہے جبکہ میں نے چلتے وقت دیکھا تھا جب وہ پہلے اینٹیز پر آئے اور پھر جب اینٹیز چلا تو جہاں تک سامنے دکھائی دیتا رہا اسوقت تک انکو وہ دیکھا کیجے۔

کراچی میں لینڈنی لارنس بڑی تعظیم و تواضع سے سربازنگل فری پرنسپل کشر سندھ کے مکان میں مہمان آئین جو عام مقصد کی اس دوسوڑی سے ان کے شوہر کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ سربازنگل لارنس جو علیل تھے اور جنھوں نے دو برس سے آرام نہیں لیا تھا اسی طرح لاہور کو واپس آئے اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ جب تک اپنے مشدور کی سب بائین یعنی حریف یہی نہ ہو لگا کہ ہر شے کا کامل طور سے انتظام ہو جائے بلکہ اس بڑی جنگ کے لیے جو عنقریب مالاک مغربی و شمالی میں شروع ہونے والی تھی جدید گمانڈرائیجٹ کے پاس مدد نہ جائیگی اس وقت تک اپنے صوبہ سے کہیں نہ جائینگے۔

باب سہمتم جان لارنس کا صلح آمیز زمانہ ستمبر ۱۸۵۷ء لغایت جولائی ۱۸۵۸ء

اول جولائی میں جب جنرل آئین کے ہرنے اور گل فوج بنگالہ میں تعینل غدر کے پھیل جانے کی خبر انگلستان میں پہنچی تو باغیوں کو جو آب تک خطرہ کی وسعت اور غد کی نسبت شبہہ کرتے آئے تھے اقل درجہ اسکی اہمیت کا کچھ کچھ خیال ہونے لگا۔ جیسا کہ آپ لوگوں کو بہت اچھی طرح سے معلوم ہے حضور ماکہ معظمہ اور شاہ زادہ آلبرٹ کو ابتر اہی سے حقیقت حال کی طرف نگاہ تھی اور مخبر الینما حیرت انگیز اور عبرت خیز مراسلات کے ایک سلسلہ کے ذریعہ سے گورنمنٹ پر اس امر کی تاکید کرنے میں قاصر نہیں رہے تھے کہ امر مذکور کی جانب توجہ کرنا ضرور ہے جہاں تک جلد ممکن تھا ملکات کے لیے بڑی بڑی فوجیں تعینل تمام طلب کی گئیں۔ اور سرکار لرن کینسل سے ہندوستانی فوج کی اعلیٰ کمان دینے کے واسطے کہلایا گیا۔ لارڈ پامرسٹن نے یہ ایجاب کرتے وقت پوچھا کہ ”آپ روانگی کے لیے کب تک تیار ہو جائیگے؟“ اس معرکہ آرا سپاہی جواب دیا کہ ”کل تک“ اور صبح کو تاریخ ۱۲ جولائی درحقیقت وہ یہ لکھ روانہ ہو گئے کہ میرا خرچ مجھ کو ملکتہ میں ملے۔ سرکار لرن کی تقرری سے باوصف تمام مشکلات لاحقہ کے سر جان لارنس کو صدر مقام سے خط کتابت کرنے کا بہت قریبی موقع مل گیا۔ یہ دونوں شخص قدیم اور آزمودہ دوست تھے۔ اور سپاہ اور صلح اور صلح کو جس سے چیف کانسٹیبل پنجاب نے اسطرح سے بلاتامل فوج معرکہ دہلی کے ہر ایک گمانیز کو یکے بعد دیگرے مدد دی تھی اب سرکار لرن کی اس آزادی کے ساتھ طلب کیا جس آزادی سے انھوں نے موجودہ اہم کاموں کی تکمیل یعنی اس مقصد کے واسطے دے دیا کہ لکھنؤ بچایا جائے اور دھروہا بھاگنڈ اور دوآبہ لنگ از سر نو فوج کیا جائے اور سب سے زیادہ ضروری کام یہ انجام پائے کہ فوج بنگالہ قطعی طور پر پھر مرتب کی جائے اور گورنمنٹ ہند کا کل انتظام از سر نو کیا جائے۔

سر جان لارنس کو بعض باتوں کا خیال جو انکے دل میں آئندہ سولہ مہینے تک جسکے بعد وہ ولایت کو روانہ ہوئے ہر وقت گذرتا تھا صوبہ پنجاب کی حفاظت سے بھی زیادہ تھا اور میرا مقصد ہے کہ اس باب میں جہاں تک ممکن ہو انھیں کی عبارت میں انکا کام اور تدبیریں اور انکی امید و بیم کو بیان کروں۔ اس امر کا خیال کر کے میں اسقدر آزادی کے ساتھ جہاں تک اس کتاب میں ممکن ہے اور اسقدر کم توضیح اور تشریح کے ساتھ جس میں مطلب واضح رہے ان مشہور ہٹھویوں کے سلسلہ سے جو مندرجہ ذیل اشخاص کے نام روانہ کی گئی تھیں انکے اقتباسات محول کروں گا۔ یعنی لارڈ کیننگ سرکار لرن کینسل اور جنرل مینٹفلڈ کے نام ہندوستان میں۔ سر جان لارنس ٹریولین کے نام جو انکے پرانے دوست تھے اور اب خزانہ انگلستان کے سیکریٹری تھے انگلستان میں اور بنام مسٹر مینگلنس چیرمین کونٹ آف ڈارنگٹرسن و بنام

سرفروژ ریگٹ بینکڈینی صاحب تخت گورنر بنکال کا شکر گزار ہوں جنکو بحیثیت گورنر لارڈ گینگ سے نہایت قریبی تعلقات رکھنے کا موقع رہتا تھا وہ کہتے ہیں کہ۔

آپ جانتے ہیں کہ ۷ جون ۱۸۵۷ء کو درمضان قانون ہند نے ایک ایکٹ صادر کیا ہے جس میں ہماری فوج کی اطاعت میں سخت لاپرواہی کر کے اور برائی طرح کے سراسر زور سے موت قرار دی گئی ہے۔ حکمران کی اعلیٰ حاکم مقام اس وقت قیام کر چکا اور تحقیقات تخت گورنر لارڈ گینگ یا ایک یا کسی کشتران مقررہ توکل گورنر گینگ کے ذریعہ سے عمل میں آئی۔

لارڈ گینگ نے ان میں سے بعض عدالتوں (جس میں کراچی میں کئی عدالتیں کورنٹ لائسنس کی موجودگی کی کارروائیوں میں آئے تھے) میں آئے کہ توڑے ہی دونوں بعد دست اندازی کرنے کی ضرورت دیکھی اور نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے گالیوں کی بجھا ہوئے گی۔ پہلے یہ صداغشتان سے آئی جو ان اخبار نویس نے لارڈ گینگ کا نام بھگت سی گینگ کہا۔

کوئی شخص اس بات کو قیاس نہیں کر سکتا کہ جس بارے میں لارڈ مدوح کی کارروائی سے آگے بارے میں انگریزوں کے خیالات کیسے درست اور وحشیانہ ہو گئے۔

میں نے ایک عالم پرانہ شہریتین کو بڑی سنجیدگی اور ظاہری صدق دلی سے کہتے ہوئے سنا کہ میری خوشی تو یہ ہے کہ لارڈ گینگ سہراپا کیس بٹول مارو پتا اور اس کا اعلیٰ درجہ کی قومی ہمدردی اور لیاقت کا ایک نفل تصور کرتا۔

میں نے ایک روڈ لارڈ گینگ سے اس بات کا ذکر کیا اور انھوں نے اس بات کو مجھے مخفی نہیں لکھا کہ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ میری تہذیب و ن سے لوگ میرے دشمن مہ گئے ہیں اور جس نفرت اور حسرت سے میری طرف بنال کرتے ہیں اس سے مجھ پر اصرار صدمہ گذار ہے۔ لیکن ان کا فضا کو دیکھیے، اور وہ کا فضا لائسنس مدوح نے اپنی سیز کے دروازے کھالے تھے۔ لارڈ گینگ نے بڑی خبر گیری تحقیقات کرائی تھی کہ جب سے ذکر ہوا بلا عدالتیں قائم ہوئی ہیں اس وقت سے بعض بعض عدالتوں میں کیا کارروائی ہوئی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ نہایت وحشیانہ اور غناک طریقہ کا ظلم اور سنگدل اور نا انصافی عمل میں آئی ہے اور وہ سب کا فضا اسی تحقیقات متعلق تھے اصل تو یہ ہے کہ بعض خوف سے ان عدالتوں نے وہ کارروائیاں کر کے اپنے گلے میں طوق لعنت پس لیا جن کو مدائن ڈیکریٹ جودیشل سرڈرٹس کے تسمیہ سے بطور جائز و موسوم کر سکتے ہیں اور جو کا فضا صاحب مدوح نے جکو دینے آئے اور جو کہ رجسٹری ثابت تھا۔

سرفروژ ریگٹ بینکڈینی کے بیانات کو دیکھ کر میرے صاحب کی تاجی ہند کے مندرجہ ذیل اقتباس سے مقابلہ کرو۔ میرا رورہ باقیوں کے ساتھ انتقامی انسان بہت کچھ کیا لیکن جی صدائند تھی کہ اور انجام لینا چاہیے اور خوریزی کرنا چاہیے لارڈ گینگ نے غناغنا اور ہندوستان میں لائسنس کی لوچار برائی تھی اہمہ امین لارڈ گینگ نے ہر ذی اختیار شخص کو ذمہ اختیارات سپرد کیے لیکن جو کہ لوگ بلا قید قتل کیے جاتے تھے لہذا بغاوت اور غناغنا کر ہوئے پر لارڈ مدوح نے دیکھا کہ اب اسکے روکے کی ضرورت ہے اور ۱۶ جولائی کے حکم کے ذریعہ سے قضا دغاوت کردی۔ اصل مجرم کچھ کم سزا بابت نہیں ہو چکے تھے لیکن مشتبہ موضوع کا بلانا اور بلا تشدد گون کا قتل کرنا میں وقت پر موقوف کر دیا گیا۔

جیسا کہ آپ قیاس کر سکتے ہیں میں نے ان ظلموں کی بابت اپنا خوف بیان کیا مگر یہ بھی بیان کیا کہ جس وقت آپ کی تازہ کار و ایون کے جواز کا استدراوت آپ کے پاس موجود ہے تو آپ اپنے الزام لگانے والوں کے خلاف ایک کامل جواب تیار کر کے اسکو مشترک کرینگے۔

لارڈ ممدوح نے کاغذات کو میرے ہاتھ سے لیکر دسازمین بند کر دیا اور اسمین قفل لگا دیا اور بند کرتے اور قفل لگاتے وقت یہ جواب دیتے رہے کہ دو جگہ کو اپنے اوپر الزام لینا گوارا ہے مگر مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ اپنے ہوطنوں کو دنیا بھر میں اس انتہا مرتبہ کی ذلت اور رسوائی سے بدنام کروں۔ پس استدراوت کافی ہے کہ آئندہ کے لیے میں نے انسداد کر دیا۔

جیسا کہ فضل آئندہ سے معلوم ہوگا لارڈ گینٹنگ کو بد قسمتی سے یہ خیال نہایت ہی یقین کے ساتھ تھا کہ میں نے آئندہ کے لیے اس قسم کی تمام کار و ایون کو روک دیا۔ پس انہی صرف کچل دیا گیا تھا مارنمین ڈالا گیا تھا۔ لیکن اس شخص کی عاقبتی میں کوئی شک نہیں جس نے اپنے ایسے مشکل زمانہ میں اسطرح کے اقوال اور افعال صادر کیے۔

جس زمانہ میں سر جان لارنسن کو اس بارے میں اور اسی طرح کے دوسرے امور کی بابت تردد تھا اسی زمانہ میں انھوں نے عیال و اطفال کی ملاقات سے بھی ایک قلیل زمانہ کی خوشی حاصل کی تھی اور اس امر کے بیان کو بھی یکھم فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے کہ انکے قریبی دوست خوب جانتے تھے کہ زوجہ کی مفارقت سے ابتدائی زمانہ عزیزانگی پریشانی کس قدر بڑھ گئی تھی۔ اسمین شک نہیں کہ ضرورت کے وقت وہ ہر موقع پر ایڈمنی مدد کو طلب کر سکتے تھے اور اس خیال سے طرفین کو اطمینان تھا لیکن مرنی کے پہاڑ پر اور بھی بہت سی اینڈریان یقیناً ان کے ملک کی نسبت زیادہ اطمینان اور شاید زیادہ حفاظت کے ساتھ رہتی تھیں اور چیٹ کیشنر نے اس بات کا خیال کر کے کہ بڑوں کی بیرونی ہر شخص کرتا ہے۔ اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جسکی اور لوگ بھی تقلید کریں اور اوائل غدر میں شملہ پر جو خوف پھیلا تھا اسی طرح کا خوف یہاں بھی پھیلا سکیں۔

لیکن اب خطہ کی گاڑ کٹ گئی تھی اور جاڑے کی فصل پہنچ گئی تھی۔ اس سبب سے ہم۔ نومبر کو وہ جہلم میں اپنی زوجہ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے جہاں وہ کوہ مرنی سے اتر کر میدان کے ملک کو جاتے ہوئے آنے والی تھیں اور ۹۔ نومبر کی ایک دوورقی چٹھی میں منجھو اس مانوس و مربوط سوا و خط کا پھر نشان ملتا ہے جو غدر کے شروع ہونے تک شاذ و نادر نظروں سے اوجھل ہوا تھا۔ لیکن اس عیال داری کی مسرت کا زمانہ بہت قلیل تھا۔

سر جان لارنسن اپنے بھائی جانچ لارنسن کو جو بحیثیت ریزیڈنٹ راجپوتانہ اپنی بے نظیر محبت اور استقلال سے وہاں کے طوفان کو فرو کر رہے تھے لکھتے ہیں کہ ”ہیری اور بچے ۲۶۔ دسمبر کے ایڈمنٹر پر ملتان کو روانہ ہونے والے ہیں۔ ملتان تک میں ہمراہ جاؤں گا۔ میرا قصد تھا کہ بیماری کا سٹریٹنگٹ لیکر ایک سال کی رخصت پر اپریل کے مہینہ میں انگلستان کو روانہ ہوں کیونکہ میری آنکھیں دکھا کرتی ہیں اور انکے لیے آرام اور اصلاح کی حاجت ہے لیکن اب اسکا کوئی ذکر نہیں ہو سکتا میں دیکھتا ہوں کہ منجھو ایک سال تک اور ٹھہرنا واجب و لازم ہے۔“

فخاون کے زمرہ میں شمار کیے جاتے یہ نہ تو تاکہ جس طرح ہم اب امید کر رہے ہیں اُسکے مطابق اُن لوگوں سے زمرہ میں ہمارا شمار کیا جاتا۔ ہم ہرگز اس بات پر فخر و مباہات کرنے کے قابل نہ رہتے کہ ہم نے زیادہ تر مختلف ہندوستان کو فتح کیا ہے اور اپنے متقدمین سے مختلف مقاصد کے لیے اُسپر قبضہ رکھا ہے۔ ہم کو اس بات کا گھما سنے کا موقع نہ ملتا کہ ہماری کارروائی اور مقصد حفاظت اور بہرہ رومی کرنا اور عروج دینا تھا خونریزی اور فساد اور ہربا وی مقصود نہ تھی۔

پس وہ لوگ ہر طرح کی عزت کے مستحق ہیں جنہوں نے قدر کے شرائط گنیز زمانہ میں اپنے دل و دماغ کو صحیح طور پر ہکوبندل خود بینی سے بچایا اور کینہ کشی کے سودا سے خام میں مبتلا نہ ہونے دیا۔ حالانکہ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ یہ بڑے عرصہ تک چلا کر گئی اور اس سے کچھ چل نہوگا۔

میں نے فتح دہلی کے بعد کی کارروائیوں کو جو اس شج و بسط کے ساتھ بیان کیا تو کچھ تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ میرے نزدیک جان لارنس کی سوانح عمری کے متعلق وہ نہایت ہی ضروری اور تھے اور اُنکا حال مطلق کسی کو معلوم نہ تھا اور اُنکی سچی طبیعت کا حال معلوم ہوتا ہے اور کچھ یہ وجہ بھی ہے کہ گو یہ واقعات لوگوں کو کم معلوم ہیں اور بعض حالات اُن میں سے نہایت ہی درو تاک ہیں مگر میں یقین کرتا ہوں کہ یہ سوانح عمری زمانہ حال و مستقبل کے لیے نہایت ضروری سبقوں سے مالا مال ہے۔

اس بات کو لوگ فوراً یقین کر لیتے کہ سر جان لارنس کے جن رجمانہ خیالات کو میں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے ہندوستان اور پنجوستان کے اعلیٰ ترین شخصات نے یعنی ہندوستان میں لارڈ ڈیفنسٹون اور لارڈ ولکنگٹون اور پنجوستان میں خود حضور بلکہ معظمہ نے ہمدردی کی۔ لیکن گذشتہ کے الزام اور آئندہ کے لیے بہبودی کے شاگون کے طور پر چند کلمات ہر ایک کے اس مقام پر محمول کرنے کے شایان ہیں۔

لارڈ ڈیفنسٹون نے ۲۵ نومبر کی چٹھی موسومہ سر جان لارنس میں تحریر کیا کہ۔
بعض نہایت افسوسناک حالات اس امر کے متعلق معلوم ہوئے ہیں کہ دہلی کے فتح ہونے کے بعد ہمارے سپاہیوں نے وہاں کیا کارروائی کی۔ دوست دشمن کے ساتھ یکساں سلوک کیا گیا۔ اس زمانہ میں نادر شاہ کے وقت سے بھی بڑھ کر دہلی میں لوٹ ہوئی یہ بہت صحیح ہے کہ ہمارے مقتول ہونے والوں کا انتقام لینا چاہیے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مقصود باہشتانہ مجرموں کے لیے کیوں رہا نہ ہے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انصاف اور صاحبِ مکت علی اس امر کی مقتضی ہے کہ بہت جلد ان قانون کا انسداد کیا جائے۔

لارڈ ولکنگٹون نے ۲۵ ستمبر ۱۸۵۷ء کو جو عرضداشت حضور بلکہ معظمہ کی خدمت میں ارسال کی تھی اُس میں لارڈ ممدوح نے بیان کیا تھا کہ۔

جسباب تخریب شدہ نہایت فوری

اس طور سے اس اختیار کو اس بڑے طور پر استعمال کیا ان سے فوراً اس اختیار کے چھین لینے کی اجازت حاصل ہو۔
انکی جگہ پر سول اور فوجی حکام کی ایک شامانی کمیشن مقرر کی جائے جو مفیدہ کے مقدمات کی تحقیقات کرے اور بلا منظر
تجربہ کسی کو سزا سے موت نہ دینے پائے۔ ایک چٹھی میں انھوں نے لارڈ کیننگٹن کو لکھا "میں نے فساد اور بے وفائی
بنات واحد سزا سے موت دینے کا جو اختیار دیا گیا تھا اس انضمام میں کوئی بیہودی نہیں ہوئی"۔ ساتھی اسکے انھوں نے
کوشش کی کہ اصل بیانیہ فساد میں سے ایک خاص شخص ملک کے کسی اور حصہ کو بھیجا جائے جہاں اسکی حرص بڑھ نہ سکے
اسطور پر فساد کی جڑ اکھڑ جائے۔

دہلی میں زیادہ تر سر جان لارنس کی طبیعت کے موافق اُنکے سکرٹری رچرڈ ڈیپنٹل تھے جو اس نازک زمانہ میں
خصت فریق لیکر انجمنستان جانے کے سبب غیر حاضر رہے تھے اور انجمنستان سے واپس آکر جب کلکتہ میں اترے تو عجب
قسم کی مستعدی سے اس بات کا بندوبست کر لیا کہ اس ملک میں جو آب و ہوا باغیوں سے بھرا ہوا تھا گذر کر کبارگی لینے
ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس پہنچ جائیں۔ سر جان لارنس کہتے ہیں کہ "میرا ڈیپنٹل تو اب کے مرتبہ بہت موٹا تازہ اور بڑی بڑی
سے چونچو کا لایا تھا انھوں نے حرف بحرف اسکی تصدیق کی کہ دہلی کے فتح ہونے کے بعد پورے پانچ مہینے تک ہمارے اختیار میں
دہلی کی کیا کیفیت رہی تھی۔ انھوں نے بیان کیا کہ "شہر میں بالکل خاموشی اور امن تھا خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔
لیکن غارتگری اور غریزی اب تک جاری تھی۔ لوگوں کے چہرے فقی تھے اور اب بھی کثرت سے گرفتار ہوتے جاتے تھے
اور ان میں اکثر لوگوں کو پھانسی دی گئی یا قید کیے گئے"۔ سر جان لارنس یہ امید کر کے کہ اب ان تمام باتوں کا خاتمہ
ہو چکا دہلی سے ایک قرب دوا کے ضلع کو گئے جہاں بہت کچھ کام کرنا تھا۔ لیکن چند فوجیوں اور افسروں کو جو باہر شکا کیل
رہے تھے اور اپنے طور پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے یہ کہتے ہوئے سن کر کہ اب بھی شہر میں جابرانہ حکومت چل رہی
جاری ہے اور ایک گوجر جسکو جان لارنس کے آفس کے پیشتر پھانسی دینے کا حکم دیا گیا تھا بے اتفاقی سے خواہ کسی
اور طور پر لیکن برخلاف حکم جان لارنس آئیکے ہشت پھرے ہی پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ سر جان لارنس نہایت غضبناک
ہوئے اور اپنے سکرٹری سے کہا کہ "یہ جو کچھ ہوا ہے اسکے بارے میں ایک نہایت سخت مراسلہ روانہ کرو اور اس پر الزام
دن لے اپنے سکرٹری سے کہا کہ "یہ جو کچھ ہوا ہے اسکے بارے میں ایک نہایت سخت مراسلہ روانہ کرو اور اس پر الزام
کر دو"۔ ڈیپنٹل صاحب نے حکم کی حرف بحرف تعمیل کی اور جان لارنس نے کہا کہ جس قدر زور دیکر تم نے کہا جسکے مقدر
دیکر اس بات کو تحریر کرو۔ اور اسکا نتیجہ جو کچھ پیدا ہوا شاید اس سے بخوبی تمام آنکھوں کی کیفیت کا اظہار ہو گیا۔
فقت چینیٹہ کشن زور آئے سکرٹری گنجی پرسو اور دوا کر جانے لگے تو چٹریٹ شہر گورے کو دوا کر پاس گیا اور بہت

آرزو منت سے کہنا کہ بعض قسم کے کمالات میں اعتدال کر دیا جائے مگر ستر جان لارنس نے کہا کہ ”نہیں اس میں ایک لفظ بھی بدلنے کے قابل نہیں ہے جس سخت عبارت کا لکھنا کافی ہوتا اسکا نصف زور بھی اس تحریر میں نہیں پایا جاتا۔“

اب خوف کا زمانہ ختم ہو گیا اور ستر جان لارنس قلعہ اور ناؤ کے پل کی حفاظت بعض بروجوں کے انہدام اور مسلمانوں کے شہر میں واپس آنے اور سب سے ضروری امر یعنی واپس آنے کے بعد انکی حفاظت کے بندوبست کا بابت بجزل گمانیر سے لکھ راہ مارچ کے تیسرے ہفتہ کو اس شہر سے روانہ ہو گئے جسکی فتح اور اسکے بعد حفاظت کے لیے انھوں نے اس قدر کوشش کی تھی۔ دہلی کی مسجد میں منہدم نہیں کی گئیں باشندگان شہر آورہ وطن نہیں ہوئے کل شہر مع اپنی رونق دار عمارتوں اور تواریخی یادگاروں کے سباز نہیں کیا گیا اور اسپر پل نہیں چلا یا گیا۔ خلاصہ یہ کہ قیصر کو روم شہر کا قلعہ اور گورنمنٹ کے مسمار کرنے سے جو طوق لعنت پہن لیا تھا اور جبکا حال تواریخوں میں چھپ گیا ہے اس قسم کی باقیین انگلش لوگوں کی ہندوستان پر حکومت کرنے کی تواریخ میں جو درج نہیں کی گئیں تو اقل درجہ زیادہ تر یہ سب جان لارنس کے انصاف انسانیت مذہبی اور عیسائیت کے سبب سے ہوا ہے۔ جو آتش مزاج لوگ انکے گرد جمع تھے اور جن میں سے اکثر لوگ ایسے بھی تھے جو یہودیوں کے غضبناک پیغمبر کا ساتھ دیتے مظلوم یا معصوم خلائق کا ساتھ نہ دیتے ان لوگوں سے ستر جان لارنس ان علوہتی اور تقدس کے الفاظ سے تقریر کرتے تھے کہ کیا میں لوگوں کی جانیں ہلاک کر ڈالوں۔ کیا میں اس شہر کو جو تینوں کے مقابلہ کا ہے نہ بچاؤں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار باشندوں کے قریب بستے ہیں اور جنگو اپنے دامن سے بائیں ہاتھ کے تیز کرنے کا بھی شعور نہیں ہے بلکہ مثل چوپایوں کے ہیں۔ انگلش اور اسی طرح کل شاہنشاہی اقوام میں ایک فرقہ جنگلی چوپایوں کا ہے۔ ایک میلان طبع ایسا ہے جسے ایک مرتبہ اور اشتعال اور خوف کے زمانہ میں بلکہ جب وہ زمانہ جاتا رہا تھا تو سوچ سمجھ کر محض کینہ کشی کی حالت میں جب کسی طرح سے انتقام جائز نہیں ہو سکتا تھا اور کوئی عذر و حیلہ باقی نہیں رہا تھا اسی وحیانہ حرکت کو دکھلایا۔ باوصف ہمارے ان سب لٹاکس کے (اور جس شخص نے ہندوستان میں ہماری سلطنت کے عروج پانے کا حال پڑھا ہے وہ ان عیوب کے جاننے سے اندھا نہیں رہ سکتا) شاہنشاہوں کی ایسی کوئی قوم نہیں ہوئی جسے محکوم رعایا کی مومہ داریوں کا انگلش قوم سے زیادہ خیال رکھا ہو۔ اگر شہر دہلی (جسنا کہ اکثر لوگ اسوقت جوش غضب میں چاہتے تھے) مسمار کر دیا جاتا تو زیادہ عرصہ نہ لگتا اور عوام الناس کے غضب کو جو لوگ اقوال و افعال سے ظاہر کرتے سب کے پہلے انھیں پر آفت آتی۔ لیکن اسکا موقع نہ رہتا اور ہماری ڈھال پر جو دھبہ آ جاتا وہ چھوڑائے نہ چھوٹتا۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے صرف اسی بات کی پیروی کی ہوئی جو ترکوں تاتاریوں افغانوں اور ایرانیوں ان فتاحوں نے یکے بعد دیگرے ہم پر پیش کی تھی۔ ہم سے بس یہی وقوع بین آتا کہ زندہ شہر کے گرد مردوں کے جو شہر آباد ہیں اور جو زبان حال سے متواتر غارتگوں کی کارگرداریاں ظاہر کر رہے ہیں ان میں ایک شہر کو اور بڑھا دیں۔ لیکن اگر ایسا کرتے تو ہم ان اگلے

جرم ثابت ہو گا تو فوراً سخت سزا دی جائے گی لیکن جو غارتگری اس وقت برابر ہو رہی ہے اس سے یہ بات ضرور ہونے والی ہے کہ رفتہ رفتہ غارتگری بڑھ جائے گی اور ہمارے آگے درمیان اس وقت جو ختم ہوا تھا وہ اور بھی بڑھ جائے گا اور ہمیشہ کے لیے قائم رہے گا۔

جھگڑا دیا تو زمین ہو سکتا کہ مالک مغربی و شمالی میں فوج یا پولیس کی سپاہ بھرتی کرنے میں کوئی کارروائی ہوئی ہے پنجاب میں کی غلطی اب کس جا رہی ہے میں نے ایک نئی بنیائیں کو جو فی الحال یہاں بھرتی ہوئی تھی دہلی بھیجا ہے اور ایک اور بنیائیں بناس میں سرکٹر جینرل پی۔ گرنٹھ کی ضرورت کے لیے بھرتی کر رہا ہوں۔ زمین شک نہیں کہ بشرط ضرورت میں اور سپاہ بھرتی کر سکتا ہوں لیکن میری رائے اسکے خلاف ہے۔ یہاں کی تو زمین ہندوستان کے باشندوں سے زیادہ جنگجو اور جفاکش ہیں لیکن انکی انہیں ہفتوں لے ہمارے لیے اور خطرہ پیدا کر دیا ہے۔

اسی زمانہ کے قریب انھوں نے لارڈ ڈیفنس ٹون کو یہ لکھا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ دہلی کی کارروائیوں کی بابت جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ یقیناً صداقت ہے۔ یہ خبریں فی نفسہ غلط نہیں سمجھا جا رہے ہیں انتہا کم کہ وہ ضرر ہیں اور ان سے ہمارے اور ہندوستانیوں کے مابین اور رشتہ ٹھنڈے کا گمان ہے۔ مجھ سے جانتا کہ جو سکا دہان تاک میں نے ان خرابیوں کے رفع کرنے کی فکر کی لیکن جھگڑا اپنی رائے کے نافذ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جنرل کو الزام لگاتے ہیں مگر وہ کچھ نہیں کرتے۔ میں نے کئی بار لکھتے کوٹھیان کمیشن لیکن کوئی جواب نہ پایا۔ دہلی میں جنگی قانون کو موقوف ہونا اور کارپردازان مال غنیمت کو موقوف کر دینا چاہیے۔ اگر ان باتوں کی اصلاح کر دی جائے اور کوئی مستعد اور صاحب الزام اسے افسر فوج کا کمانڈر مقرر کیا جائے جو سپاہیوں کو اپنے قابو میں رکھے تو پنجابی اصلاح ہو جائیگی۔

سرنجوان لارڈ کنس نے ان امور کی بابت متواتر تار برقیات اور چٹھیان لکھتے کو روانہ کیں لیکن کسی کسی وجہ اور زیادہ تر اس سبب سے کہ انکی اکثر تار برقیات اور چٹھیان پہنچنے سے پہلے انکا کوئی جواب نہ آیا۔ ذیل میں انکی بھیجی ہوئی ایک تار مورخہ ۳۰ نومبر درج کی جاتی ہے۔

چیفٹنٹ گرنٹھ بہت زور دے کر یہ صلاح دیتے ہیں کہ کارپردازان مال غنیمت دہلی موقوف کر دیے جائیں اور امید کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ نے اس دست انداز کو ہکا بشتندوں کو مزید غارتگری سے بچا لے گی۔ ان میں سے ہزار یا اشخاص نے ہماری مخالفت کی شرکت نہیں کی لیکن عام تباہی میں سب کے سب مبتلا ہیں۔

آخر میں اور زیادہ زور دیکر انھوں نے جنرل پنی کو جو کمانڈر جنرل اور حذا اور تمام اشخاص سے زیادہ ذمہ دار افسر تھے اس مضمون کی چٹھی لکھی کہ دہلی میں جو کچھ گزر رہا ہے سخت کارروائی کے ذریعہ سے اس میں جنرل موقوف کیوں مزاحم نہیں ہوتے۔

میرے پیارے جنرل۔ کیا مال غنیمت کے بارے میں گورنمنٹ کی جانب سے آپ کے پاس کوئی جواب آگیا ہے میں آپ کو اس امر کی ترغیب دے سکتے کہ خود ہمیشہ کرتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں دست اندازی کرتے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس طرح سے ہم نے

ہر درجہ کے لوگوں کی ٹوٹ بلا تفتید جائز رکھی ہے اُس سے ہمیشہ کے لیے ہم پر جوازِ اِزام رہیگا۔ لیکن ہر حالت میں دو مہینے کی ٹوٹ کافی ہے۔ میں نے اس بارے میں بیٹی سے بھی شکایتیں سنی ہیں۔ میں نے آج راجپوت رانے ایک بابو کی چٹھی کی نقل روانہ کی ہے جس نے شکایت کی ہے کہ انکوش افسر عجیب طریقہ سے اُسکے ساتھ پیش آئے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے اگرچہ وہ نامکن ہے کہ افسر نے باہر نکل کر دیسی باشندوں کو بے سبب قتل کرنا شروع کیا۔ آپ یقین رکھیے کہ میں ایسی باتوں کو بغیر اس کے کہ اُس پر لحاظ کروں واقعہ نوٹ نہ دوں گا۔ اگرچہ ہم سے اعلیٰ دماغ کی کارروائیاں نہیں ہو سکتی ہیں تو معمولی حکمت عملی کے اظہار سے بھی ہم لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے ہم وطنوں کو ظلم و تعدی سے باز رکھیں۔ مجھ سے بڑھ کر باغیوں اور قاتلوں کو پھانسی دینے اور گولی مارنے پر کوئی شخص آمادہ نہ ہو گا لیکن جب تک ہم دوست و دشمن میں تمیز نہ کر سکیں اُس وقت تک یہی کمٹا رہیگا کہ سب کے سب ہٹارے مخالف بن جائیں گے۔ ہر ہر مقام پر متفرق طور کی راہیاں ہونے لگتی ہیں مکہ رفتہ رفتہ دیران ہو جائیگا اور آخرین استدار گرم ہو جائیگا کہ ہمارا رہنایاں دشوار ہو جائیگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس چٹھی کا فوری اثر پیدا ہوا اگر اور باتوں میں نہیں تو کارپردازان مالِ ضمیمت کی کاروائیوں کے روکنے میں ضرور پیدا ہوا۔ کیونکہ ایک دوسری چٹھی میں جو جنرل پنی کے نام اُسکے ایک ہفتہ کے بعد لکھی گئی تھی انھوں نے تحریر کیا کہ۔

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے خانداری کے روکنے میں نہایت تعیل کے ساتھ کارروائی کی۔ مجھ کو اس بات کے سننے سے بھی خوشی حاصل ہوئی کہ گشت و خون میرٹھ کے بارے میں جو خبریں مشہور ہوئی تھیں وہ غلط ہیں۔ بے شک اس بات کو سن کر نہایت افسوس کرنے کی جگہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ بے سبب اُن دیسی باشندوں کو مار ڈالتے جنکے جرم بامقصور ہی پر لحاظ کرنے کا انکو اختیار نہیں تھا۔

لیکن اس بات کو دیکھ کر معاملات میں خواہش کے مطابق جلد اصلاح نہیں ہوئی پنجاب میں تساط ہو جانے کے بعد وہ فوراً اس صوبہ کے مقصد سے دہلی کو روانہ ہوئے کہ جہاں تک ممکن ہو خوریزی اور خانداری کا انسداد کیا جائے۔ وہ تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء فیروزپور سے سوار ہوئے اور لودھیانہ اور انبالہ سے گذر کر اپنے افسانوں اور اُن دیسی سرداروں سے جنھوں نے ایسی ایسی عمدہ خدمتیں کی تھیں ملاقاتیں کرتے ہوئے ۲۴۔ فروری کو دہلی میں داخل ہو گئے۔ پہلا کام وہاں جاکر انھوں نے یہ کیا کہ دہلی کے تمام خاص خاص افسرین کو طلب کیا۔ چارٹس سائڈز سرن فلیٹ ایجنٹین پٹیول چیئرمین اور دوسرے اشخاص اس جلسہ میں اگر حاضر ہوئے۔ اسپیشل کسٹرون کی کاروائیوں کی بابت سر جان لارنس نے نرمی کے ساتھ تقریر کی۔ پہلے اس امر کو تسلیم کیا کہ خاص صورتوں میں انسداد کی خاص تدبیریں جائز ہو سکتی تھیں۔ لیکن پھر بیان فرمایا کہ بہر حال اب اُس قسم کی تدبیروں کا زمانہ غصبہ ہوا کہ گذر گیا اور اب صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں میں امن و امان اور اعتماد قائم کیا جائے۔ اُسکے ساتھ انھوں نے بذریعہ تار برقی لارڈ کیننگٹ سے استفسار کیا کہ جن لوگوں کو پھانسی دینے اور رہا کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اور انھوں نے

۵۷۷ کیونکہ ہر شخص جو ان ظالمانہ کارروائیوں میں شریک تھا وہ سب کے بعد انکو انکی خیر کرتا۔ انھوں نے سائڈزس صاحبہ
 بتایا ۲۳۔ اکتوبر تحریر کیا کہ جس طریقہ سے سپاہیوں کو ٹوٹ کی اجازت دی گئی وہ بہت ہی خراب ہے۔ اگر یہ
 جاری رہی تو سپاہی خود دو ٹکڑا کر دیں گے۔ اسکے چند روز بعد انھوں نے سیو فریزر چیف کیشنر مالک مغربی و شمالی کوئٹہ
 شہر اور قلعہ دہلی کے بارے میں مین لکھتے لکھتے تھا گیا۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ شہر بنیاد سے سب توہین اٹھائی جائیں
 جس قدر قلعہ میں لگائی جا سکیں وہاں لگا دی جائیں تاکہ شہر پر خوف رہے اور عوام الناس واپس آسے لگیں۔ میں اس بات
 خوش ہوں کہ بشرط ضرورت دہلی میں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ جو کچھ کرنا ہو وہ میری پیٹھ پر گذر جائے۔ آپ نے جو ہرانی کے کلا
 لکھے اسکا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے اور بہت سے لوگوں نے اپنا اپنا
 بالکل میری طرح ادا کیا ہے۔

کارپروازان مال غنیمت کے بارے میں کرنل پنہام برن نے سنگدلی اور بیرحمی کا جو کچھ حال لکھا تھا اس کے
 جواب میں انھوں نے یہ لکھ بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ کارپروازان مال غنیمت دہلی کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ غیر لین صاحب سے جا کر کیے
 اگر آپ اس بارے میں تحریک کن نہیں چاہتے ہیں تو بھوکا اسکی تحریک میں کوئی غرض نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے
 اس سے ہماری قوم کے چال چلن پر دھبہ لگتا ہے اور جہاں تک جلد کن ہوا سکور و کنا چاہیے۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں جان لارنس کے بعض احباب نے انکو لکھا کہ انکو دل سے اس بات کی امید ہے
 کہ دہلی پر ایک سرے سے ہل چلا دیا جائے اور وہ لے لے لکھا کہ اگر شرنمیں تو جامع مسجد ضرور مستحکم کر دی جائے۔ اس
 آخری درخواست کے جواب میں انھوں نے پنہام برن صاحب کو جنھوں نے ان سے صلح پوچھی تھی لکھا کہ اس بات میں
 میں کسی طرح سے رضامند نہ ہوں گا۔ نہ میری عمارتوں کے انہدام سے ہوا کو بہت احتراز کرنا چاہیے نہ دوستوں کی خوشی اور نہ
 دشمنوں کی بے رحمی کے واسطے ایسا کرنا لازم ہے اور جب انکے صوبہ کے بعض ذی اختیار افسرین اور دلی دوستوں نے
 کہا اور بعض لوگ اصالتاً تحریک کرنے کے واسطے حاضر ہوئے اور بطور ایک یقینی دلیل کے بیان کیا کہ مسجد دہلی دنیا بھر
 سب سے بڑی ہے اس کے انہدام سے ہر مقام کے مسلمانوں کے مذہب پر ایک ضرب پڑ جائیگی تو انھوں نے پہلے بڑی
 سہولیت سے حجت و دلیل کی لیکن جب دیکھا کہ کہنے کا کچھ اثر نہیں ہوتا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہیں سے
 آیت شخص کی پشت پر زور سے ایک گھونسہ مار کر کہا کہ وہ دیکھو میں تمکو اس کا حال بتاتا ہوں۔ ایسی بہت سی چیزیں ہیں

۵۷۸ جس بات کو بیان کرنا غالی از لطف نہیں ہے کہ شریطان لارنس اورنگ زیب علی بہت ہی شہرینی دونوں ایک طبیعت کے آدمی تھے جبوت شہر شہرینی لارنس
 شہر سے نہ بڑے نہ کے اندیشہ سے قلعہ بھی ہوں کہ ستمگر کر رہے تھے اور ان سے اسرار کیا گیا کہ قرب دھواں کی گل بھاری عمارتوں اور بیض بلند مساجد کو
 نہ نہت سے نہ نہ نہت کی چیزیں لارنس نے جواب دیا کہ وہ مقدس مقامات کو بچھڑو دینا چاہیے۔ تاویح کے صاحب مرتبہ باب دوم۔

جنگل کرنے کی ترغیب تم مجھ کو دے سکتے ہو لیکن تم گھونسہ مارنے کی ترغیب مجھے نہ دو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اس بات کے واسطے تکلیف نہ کرو۔“

ہاؤسٹن صاحب نے دہلی کے بعض بڑے بڑے مجرموں سے انکی جان بخشی کا وعدہ کیا تھا۔ سائڈزن صاحب نے ستر جان لارنس سے استفسار کیا کہ آیا ان وعدوں پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔ جس طور پر ایسی صورتوں میں ہمیشہ انھوں نے کیا تھا اسی طرح اب بھی جواب دیا کہ قول کی پابندی ہر حالت میں کرنا لازم ہے گو کیسا ہی نقصان کیوں نہ لگتا ہو پڑے۔“ ہاؤسٹن صاحب نے جو ذمہ داریاں کی ہیں میرے نزدیک ان پر عمل کرنا چاہیے اس سے کچھ مطلب نہیں ہے کہ کس سبب سے وہ وعدے کیے گئے تھے۔ گمانڈرا چیفٹ اور ان کے جانشینوں نے ہاؤسٹن صاحب کو بڑے بڑے اختیارات دیے تھے اور اگر صاحب مذکور نے ان اختیارات کا نام بدنام کیا تو یہ امر ہاؤسٹن صاحب اور ان کے ایمان اور ہاؤسٹن صاحب اور گورنمنٹ کے درمیان ہے۔۔۔۔۔ میں نے ایک خبر یہ سنی ہے کہ راجہ بلجہ گڈھ کا مزاج کس قدر ہلکا ہوا ہے اگر یہ صحیح ہے تو کمیشن کو حسب ضابطہ اطلاع دینا چاہیے۔ ہم ایسے لوگوں کو پچانسی دینا نہیں چاہتے جو آپ اپنی خبر لینے کے قابل نہیں ہیں۔ ہم ستمبر کو انھوں نے لازڈ گنڈینٹ کی خدمت میں اس عبارت کی ایک چٹھی روانہ کی جس سے کمال حلم و رحم ترشح ہوتا تھا۔

مائی لارڈ۔ آمدورفت کی مشکلات کے سبب سے میں اس امر میں اب تک قاصر رہا کہ پور لارڈ شپ نے سرکاری طور پر میری خدمتوں کا جو احترام فرمایا اس کا شکریہ ادا کروں۔ ہم سب لوگ جڑتے تھے تو اپنی جانوں کے لیے نہیں بلکہ جنگی حفاظت سب پر مقدم تھی انکی یعنی اپنے خیال و اخطال کی حفاظت کے لیے لڑتے تھے اور میں نہیں کرتا ہوں کہ ایسے لوگ شاذ ہی ہونگے جنھوں نے اپنے مقصد و مقصد کے لیے اس بارے میں کوشش نہ کی ہوگی۔

مجھ کو خوش نصیبی سے اپنے ماتحت افسر بہت اچھے ملے تھے جنھوں نے فائدہ دیکر کے لیے نہایت جوانمردی اور لیاقت سے کام کیا۔ اس بارے میں جس قدر میں سترنگٹن کی گزٹل اور ڈوڈس اور گزٹل بینکٹن کا شکر گزار ہوں اتنا کسی کا شکر گزار نہیں ہوں لیکن میرے بہادر اور جالیشان دوست جان ٹکسن جنگی خدمت میں بیشک نہایت ہی بیش قیمت ہیں وہ خاص شکر گزاری کے مستحق ہیں۔ مجھ کا امید ہے کہ گورنمنٹ آف ڈائرکٹرز صاحب موصوف کی خدمتوں کا مسئلہ انکی بیوہ مان کو ایک عہدہ پنشن دینے کے ذریعہ سے ظاہر کریگی۔

مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ پور لارڈ شپ نے دہلی کے بارے میں کیا تجویز کیا ہے لیکن اگر اسکو بحیثیت شہر قائم رکھنا منظور ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کارپر دوازان مال غنیمت کی کارروائیوں کو روکنا چاہیے۔ میں اس بات کا بھی ساعی ہوں کہ شہر مذکور جنگی قانون کے اثر سے بری کیا جائے۔ دہلی کے لیے صرف ایک مستعد اور بہادر اور عمدہ چال چلن کے سپاہی کی اس بات کے واسطے ضرورت ہے کہ مچھپاہ کو اپنے اختیار میں رکھے اور ایک قوی پولیس اور ایک عمدہ جیسٹرنٹس اور وامن کو قائم رکھے۔ جب تک ویسی باشندوں کے جان و مال کی کوئی حفاظت نہ کی جائیگی اس وقت تک اس وامن کا قائم ہونا دشوار ہے۔ میں بہت قوی صلاح کار اس بات کا ہوں کہ جن لوگوں پر

صاحب خیف گشت خیال کرتے ہیں کہ باشندگان دہلی کو واپس آنے کی اجازت دینا ایک صاحب مکت علی ہے۔ شہر دہلی کو ایک بڑی تیار نگاہ اور تہذیبی اور ملکی لحاظ سے ایک بڑا ضروری مقام ہے۔ اسپر قبیلہ رکنا ہر ایک امر کے لحاظ سے اُسکے بہادر کرنے کی نسبت زیادہ مفید ہوگا۔ گو اُسکے بعض باشندے کیسے ہی تصور وادار کیوں نمون لیکن اس امر سے صاحب خیف گشت خیال کے یقین میں کوئی غیر طرفدار آدمی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ ان میں سے اکثر اشخاص شریک بغاوت نہ تھے اور اگر ہم لوگوں کو اختیار حاصل ہوتا تو انہیں سے اکثر اشخاص ہمارا ساتھ دیتے۔ لیکن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے وہ ایک بے رحم اور مطلق انسان سپاہ کے اختیار میں تھے۔ اسپر بڑی مصیبت پڑی اور اس واسطے یہ عمدہ مکت علی معلوم ہوگی کہ جو لوگ اپنے گھر دن کو واپس آنے کے لیے زہر رو گئے ہیں انکو اس بات کی اجازت دی جائے۔

لیکن سر جان لارنس کی شکایتوں کی طرف اب تک بخوبی توجہ نہیں کی گئی انکو کارروائی کرنے کا کوئی اختیار تھا وہ صرف اصلاح دے سکتے تھے۔ دہلی کی حالتیں بالکل خلاف قاعدہ تھیں اس میں کوئی شک نہیں ہے شہر جیسا کہ میں پیشتر ثابت کر چکا ہوں جنگی گورنر کرنل پٹنام بہن کے اختیار میں تھا۔ ایک جنگی کمیشن ان تمام مجرموں کی تحقیقات کے لیے جن پر بغاوت کا جرم ثابت کیا گیا تھا مقرر ہوئی تھی اور اُسکے احکام سن کر کی پڑتو و شست ڈارنٹل تعمیل کرتا تھا۔ لیکن چونکہ گویا یہ اموجی انصاف کے لیے کافی نہ تھا لہذا ایک خاص کمیشن مقرر کی گئی تھی جسکے ہر ممبر کو چھوڑنے اور پھانسی دینے کے کامل اختیار تھا۔ سپرد ہوئے تھے اور اس کمیشن کو تیسری نم کو تیشٹ نے مقرر کیا تھا۔

پس کچھ حیرت کی بات نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے اس میر جی کے طریقہ کو دیکھ کر مرگ و زیست کا اختیار ایسے لوگوں کو دیا گیا تھا جن میں سے بعض اشخاص اقل درجہ مطلقاً انصاف کرنے والے نہیں تھے انہیں خوفناک حقوق کا خود دھوی کر کے آپ اسکی تعمیل کی۔ اور اس بات کا بھی کوئی تعجب نہیں ہے کہ ان تمام بڑی خوفناکیوں سے ہوتا تھا اور اور اسوقت ایسی باتیں چوتی تھیں کہ جو لوگ اُسکے دیکھنے کے لیے اسوقت مجبور کیے گئے تھے اب تک وہ باتیں یاد کر کے کٹ افسوس ہتے ہیں۔

اوائل میں جب فاتحان کا خون بہت جوش میں تھا تو اس وقت شہر اور باہر کے بہت سے انجمنش اشخاص کو لسان افسوس ہوا۔ پائرس سنڈرس صاحب جنہوں نے کسی شخص کو سزا سے موت نہیں دی تھی اور جنہوں نے جمعیت بادشاہ اور اُسکے بیٹے کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا جو جلیل القدر شخص کے ساتھ مصیبت پڑنے اور بڑھاپے کے وقت کرنا چاہیے اور جو ان سخت دنوں سے جو اُنکے قریب تھے آخر تک یہ الزام پاتے رہے کہ اُنکی رحمت مقتولانہ وقت کے

ملکہ تیراج مہاراجہ دہلی (مسنو ۱۸۷۰ء) لالائی اور صفحہ مزج صنعت شہر دہلی اور قادیان کرنا ہے کہ جو مجرموں کو فائدہ پہنچے تھے وہ جنگی کمیشن کے سپرد کیے جاتے تھے اُنکے مقدمات کی تحقیقات ہوتی۔ یہ کام عری شالی سے ہوتا تھا۔ سزا سے موت کے سوا اور کوئی سزا نہیں دی اور ہر مقدمہ کی تحقیقات کا نتیجہ عری ہوتا تھا کہ مجرم یا نہ تھا۔

خلافت تھی ان لوگوں کو روک نہ سکے۔ پھانسی دینے کے لیے ایک شارع عام پر جہاں پر کثرت سے لوگ اکٹھا ہو جاتے تھے چارکیاں گاڑ کر ایک ٹکھی بنائی گئی تھی۔ ایک جانے بوجھے ویسی دوکاندار نے یہ بندوبست کیا تھا کہ وہ اپنی دوکان کے سامنے چند کرسیاں لاکر بچھاتا تھا اور ان کرسیوں پر بیٹھ کر انگلش افسر جرنل پیتھ تھے اور ایک فیلڈ رقم دے کر ان لوگوں کی حالت نزع دیکھنے لگتے تھے جو چاروں ستونوں سے غول کے غول کیبارگی لٹک پڑتے تھے اور فوراً صفائی ایک چکارے میں جو نیچے کھڑا ہوتا تھا تھے اوپر ڈال دیے جاتے تھے تاکہ اگر گشتوں کے لیے جاگہ ہو رہے۔ ایک مرتبہ دس بارہ آدمیوں کا ایک غول کنیشن کے روبرو لایا گیا۔ ان لوگوں کے خلاف کوئی امر کا فی ثبوت سے ثابت نہیں ہوا تھا۔ لیکن بیان کیا گیا کہ وہ سپاہیوں کے ایسے ظاہر میں معلوم ہوتے تھے یا ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا انھوں نے کبھی ہتھیار باندھے تھے اور یہ بات کافی ہوگی۔ سب کے سب اسی وقت دار پر چڑھا دیے گئے۔

ہم پرہیزگار قبیح جسم قائم کیا رکھیں انکی خودہی نامد

یہ باتیں لاہور میں پوری پوری نہیں معلوم ہوئیں بہت دنوں کے بعد معلوم ہوئیں اور اس بات کے لکھنے میں مجھ کو خوشی معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ جنکو جان لارنس نے ایک اپنی ابتدائی چٹھی میں کسیتہ رظرافت کے ساتھ درخو اراں دہلی، کہا تھا وہ لوگ جو دہان کی غل میں لائی ہوئی مستعدی یعنی خوزیری کی ابتدائی خبریں سن کر خوش ہوئے تھے اور وہ لوگ جو مسجد کے منہدم کرنے اور شہر کے کوہو ڈالنے کی پکار پکار کر صلاح دیتے تھے حقیقت حال کے ظاہر ہونے پر ان افعال انتقام پر الزام لگانے کے واسطے فوراً تیار ہو گئے جو برابر اس چارمینے کی حکومت جتانے اور اسکو بدنام کرتے رہے تھے جو شہر پر قبضہ ہو جانے اور تمام مخالفت کے موقوف ہونے کے بعد قائم رہی تھی۔

ان لوگوں نے جو کم و بیش ان افعال سے تعلق رکھتے تھے اور جن پر سر جان لارنس کا بہت بھاری الزام آیا بیان کیا ہے کہ انھوں نے اس بارے میں مخالفت اُسوقت کی جب ایسا کرنا ممکن تھا۔ یعنی جس وقت عوام انگلستان اپنی رائے ظاہر کر چکے تھے کہ اب زیادہ خوزیری نہ ہونے پائے اور انکو ہندوستان میں اپنا اختیار ظاہر کرنے کا موقع ملا۔ یعنی اصل میں وہ بلا امتیاز انتقام کی رائے کے اُسی وقت طفرہ دار تھے جب خوب انتقام ہو رہا تھا اور رحمدلی اُسوقت ظاہر کی جب غلاموں کا زیادہ فریاد بلند کرنا شروع کی جن چٹھیوں کو مین اوپر نقل کر چکا ہوں اور جو (ایک مرتبہ اور اس بات کو بیان کیے دیتا ہوں) تسخیر دہلی کے چند ہی دنوں بعد سے لکھی جانے لگی ہیں ان سے بخوبی یہ ثابت ہو گا کہ امر مذکورہ بالا کہاں تک خلاف اصل ہے اور اب میں اُسی قسم کی اور چٹھیوں کو محول کرتا ہوں جو سب ایک ایسے وقت کی لکھی ہوئی ہیں جب تک بہت کم لوگوں نے اعتدال یا ترجمہ کا نام لیا تھا۔ دہلی میں دراصل جو کچھ واقع ہو رہا تھا اُسکی خبریں اصل میں رفتہ رفتہ کر کے اُنکے پاس پہنچتی تھیں

اسیہ باتیں اور انکے سوا اور حالات جنکو میں نے بیان کیا ہے خاص کر جنرل پٹنام ہرن اور جنرل جیمز گیلن کے ذریعہ سے جو بارہ دہلی کے ذمہ دار افسر تھے دستیاب ہوئے ہیں۔ پس ان سے بڑھ کر اور کون متمدن مل سکتی ہے۔

یہاں ہم بڑی خاصیت فرمیں گے کہ لارڈ لائسنس نے پہنچ گئی جس پر لارڈ لائسنس نے معلوم ہوا ہے کہ شہر ہمارا تھا ہونے کے دن ہی ہونے بعد یہ چھٹی گئی تھی۔

باشندگان شہر کی نسبت میری رائے یہ ہے کہ قلعہ کی حفاظت کے لیے فوج کی طرف سے جو قوت سب بند و بست ہو جائے تو وہ رفتہ رفتہ اتنا قلعہ کے ساتھ واپس طلب کر لیے جائیں۔ شہر کی تمدن کے لیے اگر ایک عہدہ تو بن جائے اس کے ساتھ جو چاندنی چوک کے عوامی زمین واقع ہے لگایا جائے گا تو ہر طرح سے اطمینان رہے گا۔ حال کے مفید زمین جو لوگ سرخند اور مسند جمے میری رائے ہے کہ ان سب کو پھانسی دی جائے لیکن اور لوگوں کے ساتھ بلا غلط پیش آنا چاہیے۔ فیصدی ۱۰-۱۵ دیوں کو اس قدر سے کوئی علاقہ نہ تھا اور ہم خود اپنی یہ قوتی اور کبروری کی بابت سو دلائل ہیں۔

چارلس سائڈزٹن صاحب ایجنسی چیف کسٹمر منتیڈہ مالک مغربی و شمالی کے نام جو دہلی میں تھے انھوں نے تاریخ ۱۸- اکتوبر ۱۹۰۱ء چھٹی گئی تھی۔

..... بجاو اس امر کے استماع سے خوشی ہوئی کہ شاہزادوں کے خلاف آپس کے نزویاک کافی ثبوت پایا گیا۔ سزا اس قسم کے لوگوں کو دینا ہوگی۔ باقی عوام اناس کو توفیق دے گا کہ خلاف ورزی کی مخالفت کا جرم نہ ثابت ہو ہرگز سزا نہ دینا چاہیے۔ میری رائے کہ مناسب شرطوں کے ساتھ عام باشندگان شہر واپس طلب کر لیے جائیں اب سب سے زیادہ عاجز اور سب سے زیادہ متبعہ وہی شخص ہیں حقیقت ہے.....

دوسرے روز لارڈ لائسنس صاحب کو یہ چھٹی گئی۔

اگر کسی کا نام فوج نے اپنی پروا کی سی سفارت کا کام بخوبی انجام کیا تو میں دہلی کے گائذنگٹ جنرل کو صلاح دوں گا کہ سپاہ مذکورہ فوج کے مقابلہ میں جو کچھ بھیج دی جائے۔ میری رائے ہے کہ ان سے اطاعت قبول کر لے کہ کون اور اور اسی طور سے آگے مقدمہ کی تحقیقات کر لے گا ورنہ کروں۔ جنرل موصوف کو لازم ہے کہ سندھ خان اور دوسرے مسند وں کو بھی زیر کرین۔ اس بات کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ وہ صرف ہمارا ہنگامہ اور پریشانی کو ٹھنڈی کر دیتے ہیں جسے بلا دراصل ہمارا بانیہ اور ہمارے۔ اگر اسنے اطاعت قبول کر لے گا پھر کیا تو میں ایک گمشدہ کا وقت نہ کروں گا اور خوارا سپہ اور اسکے مددگاروں اور مصیبتوں پر حل کر دے گا۔ اسکے بعد پھر گڈہ کے راجہ اور ان کے فرخ گڑ کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا ہوگا مطلق الخصوص جواب کے ساتھ ضرور کرنا ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ پھر گڈہ کے راجہ کا راجہ چمک بہک گیا ہے اور اسنے خاندان پھر میں شادی بھی کی ہے پس مجب نہیں اگر وہ کچھ دنوں تک بے اختیار رہے۔

نیوٹن پینٹیر بزنس کو بتایا کہ ۸- اکتوبر کو یہ چھٹی گئی۔

میں کسی طرح سے اس بات کی حلاج نہیں دیتا کہ شاہزادے یا اس قسم کے اور حرامزادے سے بلا تحقیقات قتل کیے جائیں۔ بر خلاف اسکے میں ضرور ان سب لوگوں کو تحقیقات کا موقع دوں گا۔ پورے بادشاہ اگر بھاگ گیا ہوتا تو میں ضرور اس کو گولی مار دینے کی رائے ہوتا لیکن اگر وہ بھاگتا تو میں یہ رائے نہیں دیتا۔ یہ تو میں فی الحقیقت ہمیشہ سمجھتا رہا کہ اسنے متفقہ آواز دینے کی حکم کیا۔ قیصر

پنجابی سپاہی اگر اپنے ملک کو واپس آئینگے تو میں بہت خوش ہو گا لیکن ابھی اس وقت تو یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انہیں سے بعض لوگ اور آگے بھیجے جائیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آئنگے بغیر فی الحقیقت فوج کام نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ میں نے قلعہ اور قلعہ کے قریب والے حصہ سرحد قبضہ کرنے کی رائے اس سبب سے دی تھی کہ باشندگان شہر واپس آنے لگیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت قلعہ پر ہمارا قبضہ رہیگا اور اسکی دیواروں پر چند توپیں چڑھی ہوں گی تو مجاہدین ہے کہ دو ہزار سپاہی نکل باشندوں کو خوف دلانے اور انکو اپنے اختیار میں رکھنے کے لائق ہو سکیں گے۔ پنجاب کو واپس آنے کی کب تک آپ تجویز کرتے ہیں۔ جس وقت آپ اور سیکرٹری صاحب واپس آئینگے تو جگہ بڑی خوشی ہوگی۔ ایک نہ ایک طور سے کام کرتے کرتے ہم تھک گئے اور اب ہمارے انجام کرنے کی قوت سے کام زیادہ ہے۔ اسی روز انگریز ریٹائر صاحب کو انھوں نے یہ چٹھی لکھی۔

میں ہمارا کہا دیتا ہوں کہ آپ کو دہلی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ میں خوب جانتا ہوں کہ دہلی پر اصل میں قبضہ کرنے والے آپ اور بیچارے نکلسن صاحب تھے۔ علی الخصوص چیمبر لین صاحب کے زخمی ہونے کے بعد آپ ہی لوگوں نے کام کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی کارگزاریوں کی تعریف ایک زمانہ کرے گا۔

آپ نے جو یادداشت اس بارے میں لکھی تھی کہ دہلی کے محفوظ رکھنے کا سب سے بہتر کون طریقہ ہے ابھی اسکو میں پڑھ رہا تھا۔ اب میں اس بارے میں چند باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اُدھر خیرل ولسن اور آپ اور اُدھر میں اسی دو باتیں چاہتا ہوں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اب امر تجویز طلب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے دراصل کس کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر غرض یہ ہے کہ شہر دہلی محفوظ رکھا جائے تو دونوں باتیں بہت صحیح ہیں اور مجکو پھر کچھ اور کہنا نہیں ہے لیکن فرض کیجیے کہ اگر یہ ضرور ہوا کہ باشندوں کو واپس آنے کی اجازت دی جائے (اور میرے نزدیک زیادہ تر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے) تو قلعہ کی دیوار پر چند توپوں کے چڑھنا کا بندوبست کیا نہ ہو سیکے گا در حالیکہ یہ بات شہر ت کو کھلانے کے لیے ہوگی۔ جو دیواریں چوٹی پر نو فیٹ چوڑی ہیں ان پر نو فوٹ والی توپیں بیشک چڑھ سکیں گی اور اگر چند توپیں محوری بائرنکلی بیگلی تو اسکا نتیجہ اور بھی عمدہ ہوگا۔ اگر ہکو باہر کی لین کا بچا نا ہوا تو بیشک ہکو نکل ضرور عوام الناس سے حفاظت کرنا ہوگی۔ لیکن آخر کن لوگوں کے مقابلہ میں یہ حفاظت کی جائیگی۔ میرے علم میں باغیوں کی ایسی کوئی سپاہ نہیں رہ گئی جو مخالفت کے لیے آسکتی ہو۔ ہماری فتح ندری کی شہرت اس بات کے واسطے کافی ہے کہ اگر دشمن کوئی موجود بھی ہوتا تو حملہ نہ ہو سکتا چہ جائیکہ اب دشمن معلوم ہی نہیں ہوتا۔ میری رائے یہ ہے کہ عوام الناس کو مناسب شرطوں پر واپس آنے کی اجازت دے دینا چاہیے اور جس وقت یہ امر مسلم ہے تو کیا قلعہ کو چند توپوں سے مسلح کر کے جسکے باعث سے لوگوں کو خوف رہے ہماری حفاظت نہیں ہو سکتی ہے۔ عوامانی کرکے فرصت کے وقت اس چٹھی کا جواب کیجیے۔

جس حیرانہ حکمت عملی کی بابت ستر جان لارنس کو حکام دہلی سے بے ضابطہ طور پر تاکید کرنے کی ایسی خواہش پیدا ہوئی تھی سرکاری طور پر پیر فریم گورنمنٹ سے اسکی بابت اصرار کرنے میں بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ ۹۔ اکتوبر کو انھوں نے لارڈ لائسنس کے نام مندرجہ ذیل چٹھی روانہ کی۔

شاکا ہو کر حکام لوگ پوری کارروائی کرنے نہیں دیتے انھوں نے شوق سے یا تو اس کارروائی کو کرنا شروع کیا یا دور
فاصلہ سے جھپٹوں کو (جنہیں سے بعض اس وقت تک میرے آگے دھری ہوئی ہیں) لکھ لکھ کر انہیں ہزاروں بات پر
کیا کہ زیادہ قوت دکھانا اور سب کو پامال کر کے انتقام لینا چاہیے بعض لوگوں نے بالکل وحشیانہ روم کی طرح جوش ہیر
یہ اصرار کیا کہ خاص شہر کو جو یادگار اور تاریخی دارالسلطنت اور ہندوستان کا روم ہے شمار کر کے برابر کر دینا اور اس پر
بودینا چاہیے۔ اور لوگوں نے اس سے بھی خراب تر مذہبی تعصب کے جوش میں اس بات پر اصرار کیا کہ جامع مسجد
جو دینا بھرمین مسلمانوں کی سب سے عمدہ عمارت ہے کو دو کھینک دینا یا اگر یہ نہیں تو اس کے مینار پر صلیب کو لگا دینا اور
بیست مجموعی اسکو عیسائی گر جا لکھ کر دینا چاہیے۔ عیسائیوں کی فتنہ مندی کی یہ ایک عجیب علامت عیسائیت کے خلاف
ہوتی۔ اس بات پر بہت سے لوگوں نے اصرار کیا کہ قلعہ کو شہدم کر دینا چاہیے تاکہ جو شخص اگر دیکھے وہ خیال کرے
کہ خاندان مغلیہ کی آخری شاخ تک نیست و نابود ہو گئی۔

جن لوگوں نے یہاں تک اس سوانح عمری کو پڑھا ہوگا انکو اس بات کے قیاس کرنے میں بڑی مشکل ہوگی
کہ اب تک سرخجیان لائسنس کا جو اختیار دہلی میں محسوس ہوا تھا اس سے اس قسم کے مسائل کے بارے میں کیا تجویز
کیا گیا ہوگا۔ شہر اور ضلع دہلی کے فتح کرنے پر جو سوالات پیدا ہوئے تھے ان میں سے بعض بیشک بہت ناگوار اور مشکل
لیکن اور وسائل ایسے تھے جنکے بارے میں انکے قومی اور پُر زور خیال انصاف سے امید تھی کہ غیر صاحب اثر اور جاگی
اور لاشعزادے تھے۔ انہیں سے بہت لوگ جو ۲۹ء کے کم نمونگے قریب و دور شہر میں ادھر ادھر امان لینے میں لگا
کئے گئے اور وہاں ایسے آدمیوں کی کمی نہ تھی جو انکے سیر اہل اور آؤٹ رینی طریقہ کا ساوک کرنے کے خواہشمند تھے۔
سرخجیان لائسنس نے کہا (اور انکے اکثر خطوط کا یہی طرز بیان تھا) کہ وہ نہیں انکی تحقیقات واجبی طور سے کرو اور اگر وہ
اس بات کے مجرم پائے جائیں کہ انھوں نے انگلیش عورتوں اور لڑکوں کے قتل کرنے کی اجازت یا مدد دی تھی تو ہر طور سے
انکو سزائے موت دو۔ لیکن اس طرح کسی کے ساتھ پیش نہ آؤ جس طرح ہاؤسنگ صاحب اپنے گشتوں کے ساتھ پیش آئے ہیں
جو بھجور اور تہہ گڑھ ایسے اضلاع کے راجہ اور نواب تھے ان لوگوں نے تاج انگلستان سے موافق رہنے کی قسم کھائی تھی
اور بعض لوگوں نے اپنی جان اور مال کو انگلیش لوگوں کی سرپرستی میں دریغ نہیں کیا تھا لیکن یا تو وہ خود دشمنی سے
ضرورت کے وقت ہم سے غلط فہم ہو گئے تھے یا درحقیقت ہمارے دشمن کے طرفدار ہو گئے تھے۔ یہاں پھر سرخجیان لائسنس
بمقام مساوی انصاف کیانہ کمی کی اور نہ زیادتی کی۔ انھوں نے کہا کہ انکو اپنی جنگی سطوت اس طور پر کہ جس میں بیجا
خونریزی نہ ہونے پائے دکھا کر اپنی اطاعت میں لاؤ۔ ان سے وعدہ کرو کہ وہ واجبی طور سے انکا انصاف کیا جائیگا اور
وہ قصور وار پائے جائیں تو ہر شخص کو حالات مقدمہ کے مطابق سزا دو۔ اس کے بعد جو کون مرتے اور زیادہ
بے قصور شہر کے باشندے تھے جنکو ہم نے انکے مکانوں سے نکال دیا تھا اور جنگی نسبت ہمارے اکثر حکام کی یہ سزا

کہ وہ جوان ہیں وہیں چھوڑ دیے جائیں چاہیں زندہ رہیں چاہیں مرجائیں لیکن سر جان لارنس کی یہ رائے ہوئی کہ جہاں تک جائیداد کا معاملہ مناسب مخالفت کے ساتھ شہر میں واپس طلب کیے جائیں اور جب شہر میں آجائیں تو وہ شیانہ سنگدلی سے جو اس لڑائی کی وجہ سے ہمارے بعض انٹرن کے دلوں میں پیدا ہوئی تھی محفوظ رکھے جائیں۔

لیکن اس بارے میں اور اس قسم کے اور امور کی نسبت جو نہایت ضروری ہیں انکی خاص راپوں کو انھیں کی عبارت میں بیان کرونگا اور اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں اس زمانہ کی لکھی ہوئی چھٹیوں سے ان انکسٹ کو نقل کرتا ہوں جب رحلی اور اعتدال کے ذکر کو بہت سے لوگ بزدلی اور قومی نمک حرامی کی علامت تصور کرتے تھے پس ان چھٹیوں سے انکی سچی وضع ظاہر ہوتی ہے۔ آیا ان سے ظاہر ہوتا ہے یا نہیں کہ وہ قہقہہ کی بجائے رحم دل ہو سکتے تھے جس طرح لغزش کے زمانے میں مستعد اور سرگرم اور درشت ہو سکتے تھے۔ آیا اس مشہور پورٹ جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ مجھ کو سب کے پیلے ضرب لگانے کا اشتیاق تھا لیکن اب بھی وہ سب سے پہلے اس امر سے اجتناب کرنے کے شائق ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں کہ انھوں نے اپنے احوال کو اپنے افعال سے ثابت کر دیا۔ پھر اس سے ایک بات یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ ہماری سخت قائم رکھنے کے لیے جن جنگی امور کی ضرورت تھی ان پر انکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور کیونکر انکو اس بات کی دل سے خواہش تھی کہ جو کچھ ہم فتح کر چکے ہیں انکی کامل مخالفت رہے اور تعاقب کی فوج فوراً روانہ کی جائے۔

جنرل ولسن کے نام جنکو ایک مہینہ پیشتر سے انھوں نے لکھا تھا کہ باغیوں کے تعاقب کا بندوبست ہر طرح سے کر لینا چاہیے لیکن جنرل مذکور جنس کا انکا خیال ہے اُن میں قاصر رہے بتاریخ ۲۶ ستمبر چٹھی لکھی تھی۔

اس امر کے دریافت ہونے سے اطمینان ہوا کہ تعاقب کا کام فوج روانہ ہو گیا۔۔۔۔۔ قلعہ مشک ایسی عمارت نہیں ہے جو قواعد و ان سپاہ کے مطابق میں محفوظ رکھی جاسکے لیکن برخلاف اسکے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ ایک عجیب طریقہ سے دریا کے نام پر نہایت محوط ہے اور انکی عمارت بھی بجاری اور مضبوط ہے۔ دو دوسرے جنگی انجنیئر لوگ ایک ہفتہ میں تیار کر سکتے ہیں اگر انکے سامنے بادیے جائینگے تو گمان غالب وہاں سے ہر قسم کی مزاحمت دور ہو سیکگی اور شہر کی بھی تہدید ہو سیکگی۔

یہ بھی بہت صحیح ہے کہ آپ کی بکار آمد فوج نہایت قلیل ہے اور اس سے بے انتہا کام لیا گیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب ہمیں کوئی چارہ نہیں ہے ہم کو بہر حال اس وقت آگے بڑھ کر منصفہ کو فرو کرنا لازم ہے ورنہ وہ پھر ہر پامو جائیگا اور ہم لوگوں کو تباہ کر دے گا۔ سپاہیوں نے بیشک بڑا کام کیا ہے لیکن فی الحال انکو محنت جو بڑا آرام کرنے کا موقع نہیں ہے۔

میں خیال نہیں کرتا کہ آپ کو کچھ اس بات کا خوف ہو سکے کہ دہلی پر کسی طرف سے حملہ ہونے کا موقع آئے اور اسکے باشندے اگر وہیں آئے تو میں ان سب کو عیبزدہ کو جو فی الحال ان پر گزری ہیں قطع نظر کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری حکومت میں بچاؤ پر اس کے عرصہ سے کبھی انہوں نے کسی قسم کی شور و پستی نہیں کی اور اگر ہماری اپنی فوج نے غدر نہ کیا ہوتا تو بچاؤ پر اس تک مدد و مدد خواہش رہتے باز نہ آتے تھے میری ہمت کے بوجہ پر چند سرون کے لگا دینے سے ہر قسم کی طرح کا خطرہ نہ رہیگا۔

لاہور ہلال غایت سنہ ۶

خود سپاہیوں کے منتخب کیے ہوئے پٹنہ پٹنہ مقرر کیے گئے جنکا کام یہ مقرر کیا گیا تھا کہ تین دن کے ختم ہونے کے بعد جو کچھ باقی رہ گیا ہو وہ جمع کیا جائے اور تین ہی قیمت کو فروخت ہو اسی قیمت پر فروخت کر کے زرخشن لوگوں کے امین تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن ان اجنبیوں نے جو کارروائیاں یا خبر گیری کی وہ محض برائے نام تھی سکھوں اور پنجابیوں کے ٹوٹنے میں کسی اطمینان نہ کی طرح کمال جھل تھا اور ان سے ایسا نہیں تھی کہ اپنے آبائی علم کو محض انٹاری شخص کی طرح استعمال کرتے شکاری کتوں کی طرح غلاف اوڑھ کر لوگ ہنگامی اور کوچہ میں پھرتے ہر دو دیوار پر کامل کا پرکھون کی طرح آپسکی دی صحنوں اور زمین پر پانی چھوڑا کر دیکھیں زیادہ کس مقام پر جذب ہو تا ہے اور پھر اس طور سے جیسے انکو عقاب کی آنکھیں اور رُخزاندہ بن کے کان اور شکاری کی گتے کی ناک ملی تھی سیدھے جا کر وہ درازیا چور طاق یا زمین میں گڑے ہوئے گھرے کو دھنکے جن میں پشت پاشت کا بچا بچا یا اسباب رکھا تھا۔ خوش قسمتی سے جس شہر کو یہ لوٹ رہے تھے وہ بالکل شہر خوشان تھا انکو کوئی جاندار مخلوق جس سے معلوم ہوتا کہ وہ اہم نہ باشندہ دن کا یہاں مالی بھرا ہوا ہے سوا سے چند تھیوں کے نہیں ملا جو اپنی عجیب قسم کی معافی غیر خواہی سے ان مکانوں کے کنارے گھومتی پھرتی تھیں جنہیں انکے مالک انکو چھوڑ گئے تھے یا ایک مکان سے دوسرے مکان کو انکی فضول تلاش میں گھومتی پھرتی تھیں۔ تیم آقا دھاتین سڑی ہوئی یا نیم خوردہ لاشیں وہ قیمتی اسباب جسکے اٹھا کر لیجانیے میں قیمت سے زیادہ صرف تھا اور جو خواہ لوٹ گیا تھا یا سرگون پر اٹھا کر پینک دیا گیا تھا۔ اور بے بس اور اگر بالکل نہیں تو نیم مقصود باشندے جو گرواج کے گالوں میں پڑے ہوئے ہلاک ہو رہے تھے ان سب کیفیتوں کی مجموعی ہیئت سے ایک ایسا سامان بندھا ہوا تھا جسکو دیکھ کر تھوڑا بھی دل کھیل جاتا۔

۲۳

لاہور ہلال غایت سنہ ۶

کبھی کبھی دیکھا کہ انھوں سے آستو تم نہیں سکتا کبھی کبھی سوچ کر دل زیر ہو تو تم نہیں سکتا
پنہام بزن تیرہ بزن ساندزن صاحب اور دوسرے افسروں نے کوشش کی کہ غارت عام سے ان بعض دولت مند باشندوں کی گلیاں بچ جائیں بجلی نسبت معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ہمارے غیر خواہ میں اور جو خود اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ سے اس قبیل مدت سلطنت مغلیہ میں لوٹ سے کافی نقصان اٹھا چکے تھے۔ لیکن انکی کوششوں میں کامیابی بہت کم حاصل ہوئی۔ ہاؤسن صاحب اور انکے لشکریوں نے تمام باقی ماندہ اشخاص سے غارتگری میں بھی اسی طرح تجاؤ دیکھا جس طرح لڑائی اور بہادری میں ان لوگوں سے تجاؤ دیکھا تھا اور یہ لوگ اعتدال یا انسانیت کے کسی خیال سے روکے نہیں جاسکتے تھے۔ خود ہاؤسن صاحب ہر مقام پر قیمتی چیزوں کے بڑے بڑے ذخائر جمع کرتے ہوئے دیکھے گئے اور اس ذخیرہ کا مال پہلے پہل ان لوگوں کو دریافت ہوا جسکے ذمہ ہاؤسن صاحب کے گھنٹوں مرنے کے بعد انکے صندوق کو لے کر درزاگ خدمت سپرد کی گئی تھی۔

لاہور ہلال غایت سنہ ۶

لیکن جس کیفیت پر تواریخی امور کے خیال کرنے والوں کی زیادہ تر نظر پڑ سکتی تھی وہ قلعہ کی کینیت تھی۔ قلعہ کے دیکھنے سے بعض نہایت نامی گرامی مشرقی بادشاہوں کا دانا یا دانا تھا بلکہ ابھی حال میں تھی کہ انکے لوگوں کو انکے اختیار حاصل

۱۳

ہونے کی حالت میں بھی اجازت دی گئی تھی کہ اُنکا قلعہ اسقدر بمعاشیوں اور شرارتوں کا سندی مقام ہے اور جو اس سے بھی
 قریب زمانہ میں اسقدر انگلیشن عورتوں اور لڑکوں کی قتل گاہ ہو چکا تھا۔ یہ وہ کیفیت تھی جس سے اقل درجہ بعض اُن لوگوں کو
 بخون نے یہ کیفیت دیکھی شہر ٹرائے اور قلعہ ٹرائے اور آخر بادشاہ ٹرائے کی ہر میت کا دردناک قصہ جو دوسری کتاب ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵}

خلو تین وہ سچی سچائی ہوئی
 شب کو دولہہ دولہن کے رہنے کی
 نیگیں رشک زہرہ و ناہید
 جن سے بہتیرے وارثوں کی امید
 سونے چاندی کا ہر طرف اسباب
 ٹوٹ کا مال بیشمار و حساب

یہاں بیچارہ بوڑھا بادشاہ جو مجبوری سے باغیوں کے ہاتھ کا کھلونا بن گیا تھا اپنے قلعہ سے نکلا ہوا ایک علمبردار لے کر مین بیٹھا ہوا تھا جسکے پھانسی دینے کے بارہ مین عنقریب تجویز ہونے والی تھی اور جو افسروں اور سپاہیوں کی فائیان اور گھڑکیاں سن رہا تھا اور اسکے گرد شاہنشاہ بیگم اور شاہزادیاں کیونگیاں اور اسکی بیٹیوں کی طرح نامحرم کی نگاہ سے بچنے کے لیے جو مشرقی خواتین کے لیے بدتر از موت ہے ایک دوسرے کی آرمین چھپ چھپ کر پریشان ہو رہی تھیں کہ مبادا سی نامحرم یا ظالم کا سامنا ہو جائے۔ اس بے نصیب جماعت میں سب سے زیادہ خوش یا یہ کہیے کہ سب سے کم ناخوش نودار شاہ تھا جسکو ظاہر اپنی مصیبت یا تہک حرمت کا کچھ خیال نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بقول شاعر

جو فرط پیری سے ہوش گم تھے تو بچنے کا سا طور کچھ تھا نہ سامعہ تھانہ باصرہ تھانہ ذائقہ تھانہ اور کچھ تھا

بعض انکشافی اشخاص وہاں ایسے تھے جنکو یہ حالت دیکھ کر بہت رحم آیا اور جنھوں نے اپنے اسکان بھر حکم احکام اور فعال سے انکی مصیبتوں کے کم کرنے میں بہت کوشش کی۔ دوسرے لوگ ایسے تھے جو اپنی ازواج اطفال یا احباب اسباب کے ضائع ہو جانے سے بدحواس اور جیتیوں کی طرح خون کا ذائقہ چکھ کر اور خون کے پیاسے ہو رہے تھے اور اس کے

سلسلہ کتاب موسومہ ”میر سے زمانہ کے آدمی اور واقعات ہندوستان“ کے صفحہ ۱۱۱ میں ”سری پرنسپل صاحب جنھوں نے چار مہینے کے بعد خود اپنی انکوائری
اور حالات دیکھے تھے جبکہ انھوں نے اس کتاب میں درج کیا ہے بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے دیکھا کہ یہ بوڑھا بادشاہ قلعہ کے ایک تارک کر سے میں
بُھا ہوا تھا۔ ناک سبک سے درست قحطاب دار ابرو باندھنی سنا لوارنگ زردی مائل شست چہرہ چلتی اٹھکیان تسبیح ہاتھ میں شکایت اسیسز
ہستہ پوئی اٹھڑی ہوئی تقریر دل ہی دل میں غصہ قیافہ سے علامت بخار ظاہر۔ ان سب باتوں کی ایک عجیب تصویر معلوم ہوئی تھی جسکو دیکھ کر اس
غصے سے کبھی بے رحم کھائے ہوئے نہ رہا جانیگا جو ایشیائی تواریخ سے واقفیت رکھتا ہے۔

جہاں باجپڑی میں ملاقات ہو

کہ اس بات کو روکیں یا دشمنوں سے انتقام لیں۔ انپڑی کا گڑھا وقت تھا۔ اور اب بستی میں ملگن غلطیاں کرنے کے وقت اُن کے جب اُنکا ناپسند اور مشتبه ہونا بہت ہے ایسے لوگوں پر بھی نہیں رو گیا تھا جو غمہ حالتوں میں اُنکو بدست اور انپڑی بھر دسہ کرتے۔ اُنکی قسمت نے انپڑی کا ظلم کیا تھا اور پھر سے گریخت صاحب اُنکے انجنت اور قائم مقام مسک کر چکے تھے اُنکے مرنے کے چند ہی روز بعد ہماری مین آخری فتح حاصل ہونے کے وقت ملک تدم کو سدھارے۔

اسطور پر دہلی میں کوئی سیول ناظم باقی نہیں رہ گیا۔ گزنی فریزر جو کانون صاحب کی جگہ چیف کسٹمر مالک مغربی ہوشامی مقرر ہوئے وہ اب بھی دوڑ تک بناوٹ پھیلنے کے سبب سے دارالسلطنت سے جدا پڑے ہوئے تھے۔ اس بہت سپاہیوں اور سوبائیوں کے اتفاق رائے اور اسقدر پختل و نسن صاحب کی زبانی درخواست اور کمال موزونیت معاملات سے سرسری طور پر غور کر کے یہ بندوبست کیا گیا کہ شہر مفتوحہ کا سبیل چانچ مع اُسکے علائق وسیع اور لاحقہ و شوریوں کے اندر کے خاموش ہوتے ہی ایک مرتبہ اور اُنسی شخص کے سپرد کیا جائے جسکو ہر شخص اس کام کے لیے سب سے زیادہ وزون تسلیم کر سکتا تھا۔ یہ کوئی ایسی خدمت نہیں تھی جسپر لوگوں کو رشک ہوتا مگر نہ زبان لارڈز کی ببارگی اپنے کامل اختیارات کے ساتھ جنگی بابت اُنہوں نے بار بار درخواست کی تھی دہلی کو چلے گئے ہوتے اور اگر وہ اپنا گل وقت اور گل محنت اس کام میں صرف کر لے کے لیے آمادہ ہو سکتے تو جو عالم انتشار اسوقت برپا تھا اُس میں بیشک بہت سی ایسی چیزیں جنگا ہونا بھی مناسب نہیں تھا وہ جو باتیں اور بستی سی باتیں اُنکے کوشش کرنے پر بھی ایسی روچاں جھکا ہوا جالنا سب تھا لیکن یہ امر آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فوجی کارروائیوں میں کس قدر جوش پیدا ہوا تھا کس قدر جہاد اور جج جاتی اور کتنے بے قصوروں کی جان باقی ہو جاتی۔ تہمتی سے یہ نہوسکا اُنکو اپنے ہی صوبہ کا کام کثرت سے تھا۔ علاوہ برین چونکہ دہلی کی آبادی اسوقت ڈاکہ زنون کے بیچ میں تھی اور باغیوں کے بڑے بڑے غول اب تک اُنکے گرد و نواح میں موجود تھے اور فوجی حقوق جو شہر پر قبضہ کرنے سے پیدا ہوئے تھے اسقدر موثر تھے تو جنگی قانون کی شاید ضرورت نہ تھی۔

سکتے تھے بھی زیادہ خوفناک ہے (اور وہ فتح ہے) تو ہم بیشک اُسقدر صداقت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جن حالتوں میں اُن پر ہمارا قبضہ ہوا تھا اُس حالت میں اُنکے فاتحوں اور مفتوحوں پر حکومت کرنا اُنکی شہرناہ کے سامنے حملہ کے کرنے سے کم مشکل اور خوفناک تھا۔ خوش قسمتی سے پختل و نسن نے جن فوجی گورنروں کو ان وقتوں کے رفق کر لے کے ملے بھر کیا تھا وہ گزنی پختل و نسن صاحب تھے۔ اُنسے جان لارڈز نے خوب واقف تھے اور اُنکو بہت محبت تھی اور اُنکا اختیار جان تک پھیلنا وہ ان تک اعتدال اور انسانیت سے کام ہو سکتا تھا اگر تہمت صاحب کا وعدہ نہ ساندز صاحب کو جو ایک پراسپیکٹو بیجیٹریٹ اور جان لارڈز اور پختل و نسن دونوں کے دوست

اور جو فضول خوزیزی کے انھیں کی طرح دشمن تھے سپرد ہوا۔ بدانتظامی کا رفع کرنا مجرموں کو انصاف کے ساتھ سزا دینا
بیتصور یا قابل عفو عوام الناس کی حفاظت کرنا یہ باتیں پلٹاؤم بہن صاحبہ و سائڈزٹس صاحبہ دونوں کے مد نظر تھیں۔
لیکن اپنے خیالات کا دوسروں پر اثر پیدا کرنا اور جس جوش کی حالت میں اس وقت لوگوں کی طبیعتیں ٹھنیں اُس میں
جان و مال کے ہر قسم کے حلون کا روکنا دشوار بلکہ محال تھا۔

فتح محمد فوج چونکہ مختلف قوموں اور مذہبوں کے لوگوں سے (بسیب اسکے کہ گورے انہیں بہت کم تھے) مشاغل تھی
اس واسطے اسکی حالت جیسا کہ امید کی جاسکتی تھی اُس سے زیادہ تردد کے قابل تھی عرصہ تک خاصہ کے قائم رہنے سے
قواعد کی پابندی سے بھی چھٹکا رامل گیا تھا۔ سپاہیوں نے بہت کچھ دلیری کی تھی اور بڑی بڑی مصیبتیں انہوں نے
بردشت کی تھیں اور اب اس سولی پر چڑھے ہوئے شہر کو دیکھ کر شراب پیئے تو تنے اور انتقام لینے کا اور ولولہ اُن کے
دلوں میں پیدا ہوا جن سپاہیوں نے نکلوانی کی تھی اور جو قناحون کی دیلون کی رو سے سب کے سب نکلش عورتوں
اور بچوں کے خون کے کیساں طور پر پیا سے تصور کیے جاسکتے تھے اُنکو کوئی جگہ رہنے کی نہیں دی گئی لیکن ان لوگوں میں سے
ایک بڑے حصہ نے قلعہ کی طرف ہمارے بڑھنے میں مزاحمت کر کے جوہوں کی طرح سورخ کے اندر مارے جانے کے بدلے
اس بات کو پسند کیا کہ تن پر سلاح جنگ سبجے ہوئے باہر نکل پڑیں اور کسی دوسرے مقام پر جنگ قائم کریں۔ ہماری اور اپنی
خوش قسمتی سے شہر کے باشندوں کا بھی ایک بڑا حصہ ہمارے داخل ہوتے ہی باہر نکل گیا۔ پس جیسا دستور ہے کہ حملہ کر کے
کسی شہر کے فتح ہو جانے کے بعد وہ شہر مع اپنے مجبور باشندوں کے بے رحم سپاہیوں کے بس میں آ جاتا ہے اور اس وقت
انواع و اقسام کے شدائد اور ظلم ہوتے ہیں وہ بات نہیں ہونے پائی۔ اُن چند دیسی باشندوں کے حق میں البتہ خرابی ہوئی
جنہوں نے ہماری خیر خواہی کے بھروسہ پر یا اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ سے اُن پر جو صعوبتیں پہنچی تھیں اُنکا خیال کر کے
اپنی جانوں کے بچانے کی نسبت زیادہ تر اپنے مکانوں یا باقی ماندہ جائداد کے محفوظ رکھنے کی فکر کی۔ لیکن خیرل ولسن کے
احکام اور انگلش افسروں کی بہادرانہ کوششوں کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ عورتوں اور لڑکوں پر رحم کیا گیا اور جہاں تک ہوسکا
وہ اسطور پر شہر کے باہر چلے گئے کہ اُنکو کوئی ضرر نہیں پہونچنے پایا۔

حملہ کی تاریخ کے ایک دن کے بعد خاص ہماری فوج سے جو ہلکوکٹھا تھا وہ خیرل ولسن کے اس حکم سے کہ واپس اور پش
تمام اقسام کی شرابیں فوراً پینک دی جائیں بہت کم ہو گیا لیکن فاجحون کی جانب سے اب زیادہ برا فروغلی کے پیدا ہونے کا
ٹوٹ کی وحشیانہ خواہش سے خیال ہوتا تھا۔ ”لوٹ“ ایاب مشرقی زبان کی لفظ ہے اور گدشتہ دو سو برس سے (یعنی جب سے
شاہنشاہ مغلیہ نے سکھوں کے گرو کو مار ڈالا تھا اس وقت سے) سکھ فرقہ کے زیادہ محبت قوم اشخاص دہلی کے لوٹنے پر کمر باندھے
بیٹھے تھے۔ اُنکو خوب معاوم تھا کہ دہلی میں بے انتہا قیمتی اسباب اور جواہرات اور روپیہ بھرا ہوا ہے اور اگر حکام نے میں دن
لوٹ کے اُنکے واسطے مقرر نہ کیے ہوتے تو وہ آپ مقرر کر لیتے۔ غارتگری کے اس خیال کو کب قدر محدود کرنے کی غرض سے

لوگ بھرتی کر کے رکھ دے۔ ان کا وہ سپاہیوں کو اکثر ستر جان خود ملاحظہ فرماتے تھے اور جب تھک جاتے تھے تو اس کے طرف اشارہ کرتے تھے۔

جدید بھرتی کی فوج کے لیے ولایتی افسروں کے انتخاب کرنے کا ایک کام ایسا تھا جس میں انھوں نے بڑی سختی کی۔ ہر ایک سائل ملازمت کو اجازت تھی کہ وہ ان کے لائق فوجی سیکرٹری (سٹرٹنٹن سیکرٹری متونی) سے ملاقات کرے۔ ایک ایک اور ہر شخص کو جو اسے پرانے کے ساتھ لانا گیا اور انتخاب بلار اور عایت محل میں آیا۔ ہمارے چکر کوئی کی تدبیروں اور فٹنٹ کا۔ ان کی فوجی کمزورتوں پر ٹھیک ٹھیک سپاہی کی طرح وہ نگاہ رکھتے اور اس پر بحث کرتے تھے۔ صرف فوجی ہی میں ان کا مقصد کام کرنا تھا۔ ہر ایک آدمی کے انعام کرنے کے لیے بھرتی کی کافی تھا انھوں نے سیکرٹری کے متعلق بھی اپنی خدمات کے حوالے سے اور ہر ایک کے انعام دینے میں کبھی دیر نہیں کیا اور اب چونکہ اس کلمہ سے ہمیں خاصہ کے پارہینے سے برابر وہ بچنے ہوئے تھے چٹا گڑھ رائل گیا تھا تو اس کام کے انعام کی طرف تازہ سندی شے نکل ہوئے۔

فائبرٹ اور پرنٹنگ مشینیں معاملات کے متعلق ان کو انھیں بڑا کام کرنا تھا۔ سرحد پنجاب اور بلوچستان کے ہر گونہ کی حالت خاص پنجاب کے بعض سرداروں کا برتاؤ یا بیرون کی تقریر قبضہ یا بنا دے تھے ان بعض افسروں کی کا۔ وہ ایمان اور گورنمنٹ ایمان و فائبرٹ کا مابین رولز انفرم انٹائی پر سب باتیں نہایت ہی ضروری تھیں اور ان کا بکند و بہت دیکر تھا۔

جس وقت وہ جلی کے سفر میں ہائے تھے بغاوت کا طوفان پلٹ گیا۔ اور واپس کے انھیں ہر طرح کے سختی کی اطلاع کرتے تھے۔ سب سے زیادہ تردد کی سخت جان لائسنس کو ان لوگوں کے ساتھ بنا کر گولے کی تدبیر میں کھانے میں کوئی بڑی بیخون نے غد میں شرکت کی تھی۔ ظاہر میں جو وہ درشت اور سخت معلوم ہوتے تھے تو وہ اصل میں ان کے صدق مقصد اور پابندی وضع کا ثبوت تھا۔ وہ ایک سیدھے سادے عیسائی اور فطرتاً رحیم اور نہایت منصف مزاج تھے اور میں بانٹا ہوں کہ وہ مناسب سمجھتے تھے کہ انھان کے سامنے رحم کیا جائے اور اس وقت کے بعض لوگ سختی کرنے کے زیادہ خواہاں نہ ہوتے تھے تو ان کو بہت رنج ہوتا تھا۔

ہر ایک اہمیت کی تمام ضروری رپورٹیں اور مراسلات بلکہ ستر جان لائسنس چاہتے تھے کہ گورنمنٹ کے نام روانہ کیے جائیں۔ وہ آزادی کے ساتھ سمجھ دیتے تھے۔ وہ سب کو نہایت غور سے سمجھتے تھے اور ہر ایک پر تازہ یاد دہشتیں بناتے تھے۔ ہر پھر یا معمولی حکم صادر کرتے تھے۔ وہ فٹنٹ گورنمنٹ کو روانہ ہو میری یاد دہشتیں ایک مفروضہ میں جن کی بامین اور روٹنگی کے قبل ان کو کوئی نہ ہائے۔ وہ ایک بڑے تیز دست اور ساقی ان کے بڑے پختہ کارا تھے۔ علمی انھوں نے وہ اس بات میں فی ہر طوئی لکھتے تھے۔ ہر ایک کے سامنے پیش ہونا تھا اور اس کی تحقیق و تدقیق کے کے فتویٰ کو تاج کر دیتے تھے اور ہر امر پر ان کے کو فرائض کو سمجھتے تھے۔ اس سبب سے جو اسے کار کرتے تھے وہ ہمیشہ واضح دلائل اور فیصلے ہوتی تھی۔ وہ اسے بعض خاص صورتوں کے باج کا خزانہ ضروری، "کانٹیکٹا ہوتا تھا وہ کبھی اس نامہ سے انھوں نے نہیں کرتے تھے کہ جس ترتیب کے ساتھ کام دینا سیکرٹری سے آیا ہوتا تھا۔ سب سے اگست لائن فرامین۔ اگر دفتر کے کس کے کوٹ پر صیغہ تھیں ان سرکاری کے کسی سبب لفظ کا لفظ کے نیچے ملکی معاملات کا کوئی

لیجسپ کا غمزدہ تھا تو بھی جب تک اوپر والا پولہ اڑا جاتا تھا تو کبھی اس پر نگاہ نہیں کرتے تھے۔

اپنی معمولی خدشات میں علی الاطلاق غفلت کرنے کے علاوہ وہ دن بپاردن اور مجرمان کی امداد کے لیے جو وقتاً فوقتاً دہلی کے محکمہ سے آتے جاتے تھے اپنے اسکان بھر ہر طرح کی کوشش کرتے تھے اور جو سپاہی کام آتے تھے انکی بیویوں اور بچوں کی آرام و دلجوئی بھی فکر کرتے تھے۔ انھوں نے لاہور اور مٹان کے امین قافلہ باربرداری کے بندوبست اور جو بیواہیں اور لڑکے انجمنستان کے جانے کے لیے بندرگاہ کو جہاز پر سوار ہونے جاتے تھے انکی سواری کے اہتمام میں کمال شوق ظاہر کیا۔ جگو خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیوی کی ججی کے پہنچنے پر جس کا شوہر دہلی کے قریب مارا گیا تھا اسے حیوانی لارنس نے ایک نہایت ضروری مراسلہ کو کھانا بنوڑ دیا اور اپنا نہایت بیش قیمت وقت پیچیدوں کے کشمیں صرف کیا تاکہ اسکی نیشن کے پیشانی دوا نہ اور لاہور سے بھیجی تاکہ پہنچانے کا بخوبی بندوبست کر سکتے۔ اس عورت سے جان لارنس باہل نا آشنا تھے لیکن صرف اتنی شناسائی کافی تھی کہ اس کا شوہر غدر میں مارا گیا تھا۔

میں نے اپنی قلیل ملازمت کے زمانہ میں انکی اہلی نیکی اور فیاضی اور سببیت زندہ لوگوں کی غمخواری کرنے کی بہت سی صورتیں مشاہدہ کیں۔ یہ سب باتیں بالکل خاموشی سے بلاناہیش غمخوہیں آتی تھیں اور یہ باتیں سوائے ان لوگوں کے جگو ان سے بالافصل قربت رہتی تھی اور کوئی بات ان سے مخفی نہیں رہ سکتی تھی اور کسی کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ جگو ان کے یہاں سادے طریقہ زندگی کو دیکھ کر بری حیرت محسوس ہوتی تھی۔ جب میں انکا مہمان تھا تو وہ بہت سویرے بھج کر اٹھتے اور صبح سے لیکر شام تک کام کیا۔ بڑے تھوڑی دیر میں گزاری اور کھانا کھانے میں اس سے بھی کم وقت صرف کیا۔ سارا دن کام کرنے اور ان لوگوں سے ملنے میں صرف ہوا جو ضرورت کے لیے کثرت سے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے یا اصلاً عرض و مردض کرنے آتے تھے۔ شام کے وقت وہ سوار ہو کر بعض اوقات قبرستان کو جایا کرتے تھے جہاں وہ تباہ چپ چاپ عرصہ تک اپنے ایک پیارے بچے کی قبر پر چولاہور میں بہا رہا تھا بیٹھے رہتے تھے۔ کھانا دیکھ کر کوٹھڑی دیر پوسیدہ اخبارات اور واقعات پر بحث کرتے تھے اور پھر سویرے جا کر سو رہتے تھے۔

لیکن جس زمانہ کا میں ذکر کر رہا ہوں اس زمانہ میں تردد کا سبب سے بھاری سبب اس شہر اور ضلع کی حالت تھی جسکو ستر جان لارنس بہت جانتے اور پسند کرتے تھے جس پر انھوں نے نہایت خوش اسلوبی اور باشندوں کے فائدہ کے ساتھ سالہا سال تک حکومت کی تھی اور جو غدر کے عجیب اور عالمگیر انقلاب سے پھر انکی حکومت میں آنے والا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کالون صاحب لائق اور خبردار (شاید ایسے اوقات کے لیے بہت ہی خبردار) ٹائنٹ گورنر ہاؤس مالک مغربی و شمالی بنگے زیر انتظام دہلی طرز سے شہر دہلی تھا عرصہ سے اگر وہیں ہند پڑے ہوئے تھے اور باہر سے خط کتابت نہیں کر سکتے تھے اور ۹ ستمبر کو یعنی دارالسلطنت مغلیہ پر حملہ ہونے کے پیشتر گراسی وقت جب حملہ ہونے کو تھا عارضہ جسمانی اور انتشار دماغ سے قضا کر گئے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ ایک ایک ضلع کر کے بہت سے اضلاع انکی حکومت سے نکل گئے تھے وہ سن چکے تھے کہ مرد عورتیں اور بچے انکی قیام گاہ کے باہر والے مقامات میں قتل ہو گئے تھے اور ان کا بس نہ چل سکا

پتہ نہ پا سکیں گے۔ لیکن یہ پتہ لگا سنے والے تلاش کر کے لو کر رکھے گئے اور پتہ پتہ لائن صاحب کئی گھنٹے تک جاسون کے ساتھ پتہ کر کے پوچھتا رہا۔ مقامات سے پندرہ سو چو پائے اور ہزار بجھیریاں اور ہزار بڑی خوشی میں تلاش کر لائے۔ انکی قیمتیں اس بلوہ کی سرکوبی کا بہت کچھ خرچ وصول ہو گیا اور وسط نومبر تک یہ وقت طلب کام انجام کو پہنچ گیا۔

یہ کسی طرح سے خیال نہ کرنا چاہیے کہ یہی بلوہ جسکا حال وضاحت کے لیے میں نے تمام وکالی بیان کیا ہے اس تردد و پریشانی کا اکیلا یا اصل سبب تھا جو تسخیر دہلی کے بعد چار مہینے تک قائم رہا تھا۔ ایک خاص امر کی بابت جسکا فصل حال میں ابھی بیان کروں گا (یعنی جس شہر اور جس ضلع میں وہ خطرہ تھا) سر جان لارنس کو سب سے زیادہ تردد تھا۔ لیکن اسکے علاوہ انکو پنجاب میں اپنی بعض رجمنٹوں کو واپس بھی طلب کرنا تھا جنکی جگہ انھوں نے سواروں اور پیادوں اور پولیس کے آدمی تازہ تازہ نو بہنو تک کے لیے ان فوجی کارروائیوں کے واسطے روانہ کیے تھے جو مالاک مغربی و شمالی میں سو رہی تھیں۔ ۲۰ اکتوبر کو انھوں نے دہلی صاحب کے نام لکھا کہ

میں نہایت خوشامد ہوں کہ گاڈس کے لوگ پنجاب کو واپس چلے آئیں۔ اور جس وقت وہ آجائیں گے تو انکے زخم رسیدہ چروں کو دیکھ کر مجھے بڑی خوشی حاصل ہوگی۔ مجھ کو افسوس ہے کہ آپ کا بازو ایسا بیکار ہو گیا۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ شاید عرصہ کے بعد انکی حالت درست ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب مطلع صاف ہوتا جاتا ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ گاڈس کے لوگ بالکل غارت جائیں گے۔ لیکن اودہ کا دوسرا نو بند و بست کرنا ہنس نہیں ہے۔ کون شخص اسکا انتظام کرے گا۔ میں کئی دن سے بہتر عزالت پر پڑا ہوں اور اب تک طبیعت ناساز ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ نیشنل فائنڈ صاحب نے سرکار کی شرکت کی ہے۔ لیکن دیکھیے ایک دوسرا سٹاٹ کے دونوں چیئرمین جنرل پر مشور ہوئے کا یہ انتظام کیونکر چلتا ہے۔

آز تھیر بریڈر تھ جو سر جان لارنس کی تمام عمر کے نہایت نازک زمانہ میں چار مہینے تک انکے پرنسپل سیکرٹری رہے تھے بند و بست کے کام کو طلب ہو گئے تھے اور آئندہ چار مہینے کے لیے انکی جگہ اڈورڈ پاسکٹ صاحب کے از برادران عموماً و لیکٹ صاحب مقرر ہوئے تھے اور انکی ایک خاص یادداشت میں چند نہایت دلچسپ فقرات محول کرتا ہوں جن سے ہادی اینڈری میں معلوم ہو جائیگا کہ اس زمانہ میں سر جان لارنس کیا کیا کارروائیاں کر رہے تھے۔

جس وقت میں نے عدد سیکرٹری کا چارج لیا اس وقت دہلی کو فتح ہونے دو ہفتے گزرے تھے اور لاہور میں پہونچ کر مجھ کو معلوم ہوا کہ سر جان لارنس اس فوج کی ملک دینے میں بڑی سرگرمی سے مشغول ہیں جو محاصرہ کے کاموں سے فرصت پا کر وہیلکینڈ مالاک مغربی و شمالی کے منتشر باغیوں کی سرکوبی اور وہاں سے پھر اودھ میں جمع ہو جانے کے لیے گشتی فوجی حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ جس غفلت اور مستعدی کو فوج محاذی دہلی کی ملک کرنے میں انھوں نے ظاہر کیا تھا ظاہر وہی مستعدی دہلی پر قبضہ ہو جانے کے بعد گشتی فوجی حصوں کو ملک پہونچانے میں ظاہر کی گئی۔ قدیم اور غیر خواہ سرداروں سے اصرار کیا گیا کہ وہ اپنے اپنے آدمی بھیج دیں۔ انسران ضلع نے پہاڑوں سے سکھ مسلمان اور کوہستانی راجپوت فرقہ کے سپاہی اور تہذیب آفریدی وزیریں اور دوسرے سرحدی برادران

منو جائے اس وقت تک گورون اور توپون کو دین رہنے دیجیے۔ انکے رہنے سے بڑا کام نکلیگا۔ اگر فوجیہ گورہ میں تندرہ
اور صحت کے مقام میں جو مناسب معلوم ہو تو ہم کیجیے۔ اپنا کام زور آوری سے انجام کیجیے۔ تاکہ بد معاشوں سے صلات کر
پیس کو بچر تا تم کیجیے اور جس فرقہ کے لوگوں نے جو کون کو خراب کیا ہے ان سے زیادہ آدمی جو حفاظت کے لیے درکار ہوں
ص ۲۳ اس سے انکو آئندہ سے عذرہ برتاؤ کرنے میں بہت ہلایا گیا۔ کل ماہواری خرچہ کا بائنائین لوگوں کے ذمہ ماند کرنا چاہیے۔۔۔۔۔
لوگوں کو کھال دیجیے مگر اسطور سے کہ وہ نہایت خوف کھا جائیں۔

اس اثنا میں حکام قتان بھی مثل حکام لاہور مستعد ہو گئے۔ بکراؤ فوجیہ بکریٹن صاحب اپنے بستر عمارت
آٹھنے کے بعد اپنے معتد سواروں کو ہمراہ لیکر خطرہ کے مقام کی طرف بڑھ چکے تھے۔ اگرچہ انھوں نے جنگل کے تمام
توہول بچے تھی لیکن کسی مقام پر مزاحمت نہیں ہوئی۔ ہر مقام پر پش پش جاتا تھا کہ یہاں دشمن لوگ موجود ہیں مگر کسی مقام
کوئی دکائی نہیں دیتا تھا۔ وہ سراسے چاوتی میں جا پہنچے وہاں پوچھنا تھا کہ وحشی فرقہ کے پہاڑی لوگ چھوٹیوں
طرح نکل پڑے۔ ان میں سے ہر شخص پر چھین اور تیر و کمان سے مسلح اور جان لڑانے پر آمادہ تھا۔
ایک حصار کے ذریعہ سے (جو کہ کوئی تندرہ کے حصار سے مشابہ تھا لیکن شاید ویسا کام بہت مشکل ہے کہ اسکا
جو سواروں کے زینوں اور بیٹوں اور بستر و وغیرہ کے ذریعہ سے بنایا گیا تھا کہ انکو فوجیہ بکریٹن صاحب نے پہنچ دیا۔
غیر التعداد دشمنوں کو سنبھالے رکھا۔ باقی لوگ بیکار کو صاحب موصوف کی پریشانی کے بندہ وستانی افسر علی برکت علی کے
پاس جس نے اپنی مشہور و فاداری سے کئی مرتبہ قتان میں اپنے آقا کی جان بچائی تھی یہ پیغام لیکر آئے کہ اگر وہ انکی
فوج سے مجھے اور پانچ فرنگیوں کو جو فوج کے ہمراہ تھے انکے حوالہ کر دے تو وہ لوگ افسر کو کوز کو اپنی فوج کا سپہ سالار
مقرر کر دیں گے۔ برکت علی نے جواب دیا کہ اگر تم فرنگیوں کو چاہتے ہو تو پہلے جنگو قتل کرو انکے بعد انکو لیجاؤ۔
آخر کار ادھر لاہور اور ادھر قتان سے فوج آگئی تو فوجیہ بکریٹن صاحب نے بائیزن کو جنگلوں کی طرف بھگا دیا اور
اب انکے مارنے کی شکل اسقدر باقی نہیں رہی جسقدر انکے تلاش کرنے کی دشواری باقی رہی۔ یہ برسات کا زمانہ تھا
اور عین بارش کے دن تھے۔ گھاس وغیرہ معمول سے کمین زیادہ بڑھ گئی تھی اور وہ بانی اعراض اس سے پیدا
ہوتے تھے اور بارش کے سبب سے وہ اسقدر خشک بھی نہ تھی کہ جلادی جائے۔ انکے فنی راستے دشمنوں کو معلوم نہ
اور ہم لوگوں کو نہیں معلوم تھی۔ ہمارے آدمی اگر اس میں ایک مرتبہ پھنس جاتے تو پھر انکو تلاش کرنے سے رہتہ نہ تھا۔
ایک۔ تیسرا اتفاق ہوا کہ ہمارے چند سوار لا علی سے اندر چلے گئے اور جب انکو راستہ نہ ملا تو نصب صلاح کرنے کے
سے ایک جگہ جمع ہوئے کہ ہم لوگ کمان آگے ہیں۔ چند منٹ سے وہ ایک مختصر گروہ میں ہاتھ دگر باتیں کر رہے تھے
کایک منٹ کے درمیان سے ایک کم سن بچہ کے زونے کی آواز آئی۔ تھوڑے روزان لوگوں نے اسے گونے سے اچکاٹے

مناسب و غیر مناسب
عبرت جو جائے تو فیصدی دیش سے کم کو سزا سے موت دیجیے۔
منو جائے اس وقت تک گورون اور توپون کو دین رہنے دیجیے۔
انکے رہنے سے بڑا کام نکلیگا۔
اگر فوجیہ گورہ میں تندرہ
اور صحت کے مقام میں جو مناسب معلوم ہو تو ہم کیجیے۔
اپنا کام زور آوری سے انجام کیجیے۔
تاکہ بد معاشوں سے صلات کر
پیس کو بچر تا تم کیجیے اور جس فرقہ کے لوگوں نے جو کون کو خراب کیا ہے
ان سے زیادہ آدمی جو حفاظت کے لیے درکار ہوں
ص ۲۳ اس سے انکو آئندہ سے عذرہ برتاؤ کرنے میں بہت ہلایا گیا۔
کل ماہواری خرچہ کا بائنائین لوگوں کے ذمہ ماند کرنا چاہیے۔۔۔۔۔
لوگوں کو کھال دیجیے مگر اسطور سے کہ وہ نہایت خوف کھا جائیں۔
اس اثنا میں حکام قتان بھی مثل حکام لاہور مستعد ہو گئے۔
بکراؤ فوجیہ بکریٹن صاحب اپنے بستر عمارت
آٹھنے کے بعد اپنے معتد سواروں کو ہمراہ لیکر خطرہ کے مقام کی طرف بڑھ چکے تھے۔
اگرچہ انھوں نے جنگل کے تمام
توہول بچے تھی لیکن کسی مقام پر مزاحمت نہیں ہوئی۔
ہر مقام پر پش پش جاتا تھا کہ یہاں دشمن لوگ موجود ہیں
مگر کسی مقام کوئی دکائی نہیں دیتا تھا۔
وہ سراسے چاوتی میں جا پہنچے وہاں پوچھنا تھا کہ وحشی فرقہ کے پہاڑی لوگ
چھوٹیوں طرح نکل پڑے۔
ان میں سے ہر شخص پر چھین اور تیر و کمان سے مسلح اور جان لڑانے پر آمادہ تھا۔
ایک حصار کے ذریعہ سے (جو کہ کوئی تندرہ کے حصار سے مشابہ تھا لیکن شاید ویسا کام بہت مشکل ہے کہ اسکا
جو سواروں کے زینوں اور بیٹوں اور بستر و وغیرہ کے ذریعہ سے بنایا گیا تھا کہ انکو فوجیہ بکریٹن صاحب نے پہنچ دیا۔
غیر التعداد دشمنوں کو سنبھالے رکھا۔
باقی لوگ بیکار کو صاحب موصوف کی پریشانی کے بندہ وستانی افسر علی برکت علی کے
پاس جس نے اپنی مشہور و فاداری سے کئی مرتبہ قتان میں اپنے آقا کی جان بچائی تھی یہ پیغام لیکر آئے کہ اگر وہ انکی
فوج سے مجھے اور پانچ فرنگیوں کو جو فوج کے ہمراہ تھے انکے حوالہ کر دے تو وہ لوگ افسر کو کوز کو اپنی فوج کا سپہ سالار
مقرر کر دیں گے۔
برکت علی نے جواب دیا کہ اگر تم فرنگیوں کو چاہتے ہو تو پہلے جنگو قتل کرو انکے بعد انکو لیجاؤ۔
آخر کار ادھر لاہور اور ادھر قتان سے فوج آگئی تو فوجیہ بکریٹن صاحب نے بائیزن کو جنگلوں کی طرف بھگا دیا اور
اب انکے مارنے کی شکل اسقدر باقی نہیں رہی جسقدر انکے تلاش کرنے کی دشواری باقی رہی۔
یہ برسات کا زمانہ تھا اور عین بارش کے دن تھے۔
گھاس وغیرہ معمول سے کمین زیادہ بڑھ گئی تھی اور وہ بانی اعراض اس سے پیدا ہوتے تھے اور بارش کے سبب سے وہ اسقدر خشک بھی نہ تھی کہ جلادی جائے۔
انکے فنی راستے دشمنوں کو معلوم نہ اور ہم لوگوں کو نہیں معلوم تھی۔
ہمارے آدمی اگر اس میں ایک مرتبہ پھنس جاتے تو پھر انکو تلاش کرنے سے رہتہ نہ تھا۔
ایک۔ تیسرا اتفاق ہوا کہ ہمارے چند سوار لا علی سے اندر چلے گئے اور جب انکو راستہ نہ ملا تو نصب صلاح کرنے کے سے ایک جگہ جمع ہوئے کہ ہم لوگ کمان آگے ہیں۔
چند منٹ سے وہ ایک مختصر گروہ میں ہاتھ دگر باتیں کر رہے تھے کایک منٹ کے درمیان سے ایک کم سن بچہ کے زونے کی آواز آئی۔
تھوڑے روزان لوگوں نے اسے گونے سے اچکاٹے

اور بیگانہ گمان کے نیچے جو ان کے سر تک بند تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ ویسی عورتوں اور لڑکوں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا ہے اور اسے خوف کے انہیں سے ہر ایک کا چہرہ رفتی ہے۔ خوش قسمتی سے اس روز باغیوں کا یہی ایک پتہ لگا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ان عورتوں اور بچوں کے ورثا ان سے زیادہ دُور نہ گئے ہونگے۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ عورتوں اور بچوں کا خوف چیمبر لینن صاحب کے نامور سپاہیوں کی مہرانی سے اُس وقت رفع کر دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ ایسے سنگدل اور دشوار گزار ملک میں اگر ہینون لڑائی رہتی تو وہ بھی تھوڑی تھی۔ یہ مفید و بذات خاص چند ان خوفناک نہیں تھا (کیونکہ ان باغیوں میں سے اکثر لوگ لائمیون اور پتھرون اور دوشاخی لکڑیوں سے مسلح تھے) لیکن جب تک یہ جنگاریاں سلاستی جاتی تھیں اس وقت تک خوف تھا کہ ایسا نہ کہ ان میں ہلاک جائے اور وہ آب سے دو آب تک یہ آتش زدگی پھیل کر کل جنوبی پنجاب کو خاک سیاہ کر دے اس سے پیش کش کرنے اپنی چٹیوں اور کاروائیوں سے اس بات کی بڑی خواہش ظاہر کی کہ جہاں تک جلد ممکن ہو سکے یہ مناقشہ رفع کر دیا جائے۔ انھوں نے لاہور میں یہ اور حمار سے فوجیں طلب کیں جو فوراً ان اضلاع کو جن پر باغیوں نے قبضہ کر لیا تھا چاروں طرف سے گھیر لیں۔ کوٹ کمالیہ اور ہریپا ایسے بعض ضروری مقامات پر جو باغیوں کے ہاتھ آگئے تھے آسانی سے قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہ کام چند ان آسان نہیں تھا کہ مجرموں تک رسائی ہوتی اور اس بات کا بندوبست ہو جائے کہ ان کے افسر ایک جنگل میں ایک دوسرے سے جدا ہو کر ہر ایک ساتھ آپرنگ کر سکتے۔ میں اس مقام پر سر جان لارنس کی بعض چیمپینوں کو محول کرتا ہوں جس سے اگلی احتیاط اور زور آوری اور تاخیر میں تحمل کرنے کا حال ظاہر ہو جائیگا۔

بڑے قیاس کی بات ہے کہ تین گشتی کالم فوج ان اطراف سے جنگوں میں نہ بنادیا تھا بائیں اور آپ باغیوں کی سرکوبی نہ کر سکیں۔ ہر سراسرے میں باہر نکلنے کی راہ دیکھ کر اگلی اور پتھر کے پھوٹے پھوٹے دھس بنائے۔ اگلی آڑ میں سپاہیوں کو متحکم کر دیجیے اور ایک ہتھ کی خوراک دیاں جمع کر دیجیے اور اس بات کی کوشش کیجیے کہ راستہ گھٹا رہے اور ڈاک برابر آتی جاتی رہے۔ ارد گرد اگر برابر آوری ہوتی رہے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ ان مقامات پر جان خطرناک کئے جنگل میں درویشاؤ کی طرح چمانے جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ توہین ایک اور بار ہوگی۔ اُن سے ہمارا کوئی کام نہیں نکلتا اور ان کے سبب سے فوج بے حرکت نہیں کر سکتی ہے۔ اُن کو داپس کر دیجیے کیونکہ وہ صرف چھاونی کے کام ہیں۔

کرانفورڈ چیمبر لینن صاحب کو جنگی نسبت اُنکی خواہش تھی کہ اُنکو ان گل کارزوائیوں کے لیے گائیڈز متفہم رکھیں جان لارنس نے چٹھی لکھی تھی کہ۔

آپ کو اس تمام فوج کی گائیڈری کرنا ہوگی جو اس وقت پائن صاحب کے پاس ہے۔ ہم کو بہت سے موقعے باغیوں کی سرکوبی کے ملے گا تاکہ سب سے جاتے رہے۔ کبھی تو یہ ہوا کہ توہین سے کچھ کام نہ نکلا۔ اُنکا انتظام خراب رہا اور قبل از وقت چلا دی گئیں وقس علی ہذا۔ دوسرے وقت یہ ہوا کہ سواروں نے بند و قین نہیں بلکہ توہین کی حفاظت کو پہلے آگئے۔ اور ان میں باقی کے سپاہیوں نے

گورون کے کم بچانے سے محکوم بڑی شکل ہوگی۔ اس وقت ہمارے پاس چار ہزار آدمی نہیں ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ پناہیوں کو اپنی قوت خانہ میں جانتا ہوں کہ انکو اس بات کا خیال ہے۔ خدا کرے وہ اس کے اظہار کا قصد نہ کریں۔ جب تک انگریزستان سے بدیدہ فرنگین نہ آئیں اس وقت تک گویا ایک کوہ آتش نشان دھواں دے رہا ہے جو ممکن ہے کہ اس وقت آتش فشاں کی کیفیت لگے۔۔۔۔۔

میرے پیارے پرنس آپ یہ خیال نہ کیجیے گا کہ میں فوجی معاملات میں دلائل و براہین پیش کر رہا ہوں۔ یہ بات سیں ہے۔ میں بالکل متنع و محنت کا بند وستان میں کام نہیں کیا ہے جتنے عرصہ سے میں کر رہا ہوں اور جو موقعے مل جاتے ہیں وہ کسی کو نہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ قصد بھی نہ کرنا چاہیے کہ انکی تعداد اس قدر بڑھائیں جس سے وہ ہمارے باہر کے دشمنوں کا ساتھ دے سکیں۔ سب کے پہلے ہمارے یہ قصد کرنا چاہیے کہ اس کے رکھنے میں کامل طور کی حفاظت کرنی جائے۔ میں نے ان سب باتوں کو اس لحاظ سے بیان کیا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کی تمام تقریروں کی محض توجہ ماحرص سے تائید نہیں کرتا ہوں۔ پہلے یہ بات تجویز کرنی جائے کہ دہلی فوج کی کیفیت اور ترکیب اور قوت کیا ہوگی اس کے بعد پھر ان لوگوں کو جو اس کام کے لائق ہیں اپنی کارروائیوں میں مشغول ہونا چاہیے۔

دہلی پر حملہ ہونے کے بعد ملتان اور لاہور کے درمیان کے جنگی جرگے جو ہر روز منظر کرتے تھے اُس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بالا حکمت علی کسترد و ساندیشی کی تھی۔ اس ملک میں جو دریائے ستلج کے دہنے کنارے سے لیکر دریائے راوی تک پھیلا ہوا تھا صرف اُن گواروں اور خانہ بدوشوں کی آبادی تھی جو زراعت قلیل کرتے تھے لیکن مویشی پرست نہیں تھے۔ اس ملک میں تمام کئی ہوئی جھاریاں اور لمبی لمبی لہلاقی موٹی گھاس کے قطعات جنہیں کسی مقام پر ایک نہیں تھی دور دراز فاصلہ تک پھیلے ہوئے تھے اور یہ گھاس اس قدر لمبی تھی کہ اس میں جو کہ خوش چلتا تھا وہ اسی کے اندر چھپ جاتا تھا۔ یہ مویشی کے پالنے والوں اور جانوروں کے چورون کا غلطی مسکن تھا۔ سیکھوں کی دو فوجیں اس کے صاف کرنے اور اندر داخل ہونے میں برباد گئیں اور انگریزی حکومت کے قائم ہونے سے اگرچہ جھاریوں کے درمیان چند پگڈنڈیاں بن گئی تھیں اور جنگی باشندوں کی ٹوٹ مار روک دی گئی تھی لیکن انکی جڑ بالکل نہیں اُکھڑنے پائی تھی۔ اس زمانہ کے چند سال پیشتر سرخان لارنس کا جب اس مقام پر گئے ہوا تھا تو انکو خود اس بات کا بڑا تعجب ہوا تھا کہ

موجودہ میں اب بھی مویشی کے چورون کی کتنی علاقہ تین پائی جاتی ہیں۔ اور اب دہلی کے فتح ہونے میں جو عرصہ لگا ہوا ہے اس تصور کیا اور سب زمین جا کو جمع ہو رہے اور وہاں کے شست اعتقاد باشندوں سے یہ کہہ کر پائیشین کو، ان کے کہ انگریزی طرح جاتا رہا انکو اس بات پر یقین کر دیا کہ پادشاہ دہلی خود چلے آتے ہیں۔

۱۶۔ ستمبر کو ملتان سے لاہور یا لاہور سے ملتان کو ڈاک نہیں پہنچی (اور اس سے حکام اور بھی خائف ہوئے)

یہ کہتے کہ دار اساطعت پنجاب سے باہر کی دنیا کی آمد و رفت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس مزارعت کی وجہ سے بلاتاخیر بیان کی گئی۔
یونکہ شام کے وقت بڑے عرصہ کے بعد گوگیرہ سے لفٹننٹ انسٹون کا ایک قاصد بجلت تمام آیا اور اسی گھبراہٹ میں
سینٹ کیشنر کو یہ خبر دی کہ فرقہ کمرال کے ۱۰۰۰ آدمی مسلح ہو کر بادشاہ دہلی کے حکم سے گوگیرہ کے جانے اور لوگوں کے
ٹوٹنے کو چلے آتے ہیں۔ کشتیوں نے نشان کی ڈاک روک دی۔ گھوڑوں کو چھین لے گئے اور سڑک کی پولیس سے ہتھیار لیے۔
اب اس وقت لاہور میں ایک تنفس بھی ایسا نہیں تھا جو وہاں بھیجنے کے لیے کاموں سے جدا کر کے منتخب کیا جاتا۔
بلکن چیف کیشنر کی استعدادی اور ثابت قدمی کا آفتاب ایک مرتبہ اور چمک اٹھا۔ انکے پاس یہ خبر آئی کہ رات کو
پونجی اور وہ اسی وقت میانمیر کو سوار ہو گئے کہ دیکھیے وہاں سے کچھ آدمی روانہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اُسی شب کو
انہیں رسالہ وٹمن کے دو سو سوار معاً بھیج دیے گئے اور تین توپیں اور ایک کمپنی بیدل گوروں کی اور پچاس
پولیس کے سوار اُسی کے دوسرے روز صبح کو روانہ ہوئے اور یہ سب لوگ چیف کیشنر نے تعجیل تمام اور اپنے نہایت
مستعد دلی سردار نہال سنگھ کی ماتحتی میں اپنی آنکھوں کے سامنے بھیج دیے۔ سواروں نے اس ۲۰ میل کے نکل فاصلہ
ایک لگا تار منزل میں طے کیا اور باقی ماندہ سپاہ اُسی کے پیچھے پیچھے جہاں تک جلد ممکن ہو سکا چل کر ایسے وقت گوگیرہ میں
پونجی جب ایک گھنٹہ حملہ کرنے کو باقی رہ گیا تھا یہ عین حفاظت کرنے کا وقت تھا۔ ان لوگوں نے حملہ آوروں کو ہٹا دیا
اور دوسرے روز خود حملہ کر کے احمد خان سردار فرقہ کمرال اور اُسکے بیٹے کو مار ڈالا اور اصل موضع کو جلا دیا اور
بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔

لیکن سر جان لائسنس سختی کے ساتھ مفسدہ کے فرو کرنے میں اس قدر مستعدی سے تیار نہیں ہو جاتے تھے
جس قدر مستعدی سے وہ مجرموں کی سزائیں تخفیف کرنے اور کسی اہل یا جائز استغاثہ کی سماعت کرنے پر آمادہ
ہو جاتے تھے۔ لفٹننٹ صاحب کے نام کی ایک تحویلی میں جو گمک کی فوج کے ساتھ تھے جان لائسنس کہتے ہیں کہ
میں نے سنا ہے کہ کمرال فرقہ کے لوگوں کو پولیس والوں نے تگ کیا تھا۔ گوڑے وغیرہ انکے دست اندازی سے بہ نسبت اُس
قیمت کے جو انکے مالک لوگ مانگتے تھے کم قیمت پر خرید کیے گئے اور جن لوگوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا انکی جگہ اور اشخاص طالب
کیے گئے۔ اب یہ سب ہاؤس اور خراب اور اخلاقی اور آرائین جہانداری کے رو سے بھی ناجائز ہیں۔ جگہ امید ہے کہ آپ ان سب باتوں پر فوراً
گماخ کریں گے۔ زمین شک نہیں کہ غدر کی قسم کے ہر فساد کو قوی ہاتھ سے روکنا چاہیے لیکن شکایتوں کے تمام سباب کو بچانا اور جہاں کہیں وہ
اسباب پیدا ہوئے ہیں انکو رفع کرنا چاہیے۔

اور پھر دس روز کے بعد جب پہلے پہل کامیابی حاصل ہوئی تو انھوں نے لکھا کہ
جگہ آپ کی تنجیابی کا حال سن کر بڑی خوشی ہوئی آپ چند بائیان فساد کی حقیقتات کر کے انکو سزا دے موت دے سکتے ہیں۔ مگر
بہت سے لوگوں کو پچاسی نہ دیکھیے میں کہتا ہوں کہ وہل فیصدی سے زیادہ آدمی ہلاک نہ کیے جائیں اور اگر اس سے کم ہیں اور لوگوں کو

اس معاملہ میں جان لارنس کو اپنی زوجہ کی شرکت کرنے پر زور بھی ملا زمین تھا۔ چنانچہ پختہ صاحب کے نام کی ایک بچی میں گئے ہیں کہ

مجھ کو دل سے یقین ہے کہ کمال فرقہ کے لوگوں نے دھونڈھون کی سازش چھوڑ دی لیکن میری زوجہ کی اسے اسکے خلاف ہے۔ میری زوجہ کے مدبر ملک ہو جانے پر آپ کو ہنسی آگئی۔ لیکن آپ کو ضرور اس امر سے مطلع ہونا چاہیے کہ دھونڈھون کے قدر کرنے کے ارادہ کی خبر پہلے پہل انھیں کو ملی تھی۔

جان لارنس نے دو بچی جیمین لیدنی لارنس نے اس معاملہ کی کیفیت لکھی تھی اوڈورڈس صاحب کے پاس بھیج دی۔ انکسٹریج ذیل جواب عالی از مذاق نہیں ہے۔

میں آپ کو آپ کی زوجہ کی سچی واپس کرتا ہوں۔ وہ ایک خوش سلیقہ اور ہوشیار عورت ہیں اور محکماتین ہے کہ غرض کے وقت وہ میری کا کیا بانی کے ساتھ چا سکتی ہیں۔ جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ نہایت صحیح ہے۔ ہم کس کس جگہ کے لوگ غرض نہیں ہیں یہاں تک کہ ہزارہ کے لوگ بھی ناخوش ہیں اور میری کے لوگ تو ہزارہ کے لوگوں سے بھی زیادہ ناراض ہیں پہلے لوگوں نے ہو چھے ہمارا غیر مقدم کیا کہ ہم نے سکون کی بد نظمی سے انگو نہات بخشی اور جب تک ہم غزون کا ملان کر لے رہے ہیں اس وقت تک ہر دل عزیز ہے لیکن اب مرہٹوں اچھا ہو گیا اور وہ دیکھتا ہے کہ ڈاکٹر زخم کو بٹھا رہا ہے۔ اس بات کا کوئی علاج نہیں ہے کہ ہر سلطان میں ہیں اور نہ لوگوں کے حق کھاتے بیٹے اور نہ باہر بگڑ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ صاحبہ نعمان اور صاحبہ قوت رہیں اور دنیا میں اس سے زیادہ اور کون زخم خونناک ہو گا۔

جس وقت میری کی بابت یہ خطہ ہو رہا تھا اسی حالت میں گوگروہ کے جھگڑوں میں ایک اور فساد برپا ہوا تھا۔ تفسیر دہلی کے قبل بلا فصل سر جان لارنس کی جو حالت تھی اس کو ہم اس وقت چھوڑ دیا کہ زمین کے زیادہ عہدگی کے ساتھ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ کس قدر خطرہ تھا اور اس کے رفع کرنے کے کمان تک وسائل موجود تھے۔ پنجاب میں اس وقت تک ۹۰۰۰ پوری سپاہی موجود تھے اور بمقام ان لوگوں کے ۸۰۰ سپاہی ایک ملک صلح تھے۔ اس فوج کثیر کی تہذیب اور مل ملک کی خلافت کو ۱۲۰۰ گورے ۲۰۰۰ پنجابی سپاہی تھے اور پنجابیوں میں ۲۰۰۰ آدمی ایسے تھے جنکی سرشت اکل ہندوستانی سپاہیوں کی سی تھی اور دھندلادہ لوگ مشتبہ تھے۔ ایسی حالتوں میں سر جان لارنس نے اپنے اوپر اس بات کو خیر سمجھا کہ جب تک مطلع صاف نہ ہو جائے اس وقت تک زیادہ سپاہ بھرتی کرنے کی تمام تجویزوں کی مخالفت کی جائے عام اس کہ وہ کسی شخص کی طرف سے پیش کی جائیں اور ان میں کسی ہی شدید تاکید کیوں نہ کی گئی ہو چنانچہ اوڈورڈس صاحب کو وہ لکھتے ہیں کہ۔

جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں گا کہ ملک میں اور گورے آگئے اس وقت تک میری طبیعت ہرگز اس بات کو قبول نہ کرے گی کہ زیادہ دن کی ایک چٹن اسواروں کا ایک سال بھی بھرتی کیا جائے۔ تمہارا پر بڑا مجروح ہو رہا ہے اور دل میں اپنی قوت کا خیال پیدا ہوتا ہے میں خفا ہوں۔

جسکے ملک میں رہنے کی انتہا سہیجہ کو ضرورت تھی خالی کر دیا۔ اور اس مہم میں جس طور سے انھوں نے مدد کی گوئیٹھ ہندو بھی اُس سے اعتراف کر چکی ہے۔ سترخان لارنس کا فوج عاڈی دہلی اور بریش قوم پر شکر گزاری کا بڑا دین ہے اور مذکورہ بالا فوج کو تو شک بھی اُنکی شکر گزاری فراموش نہوگی۔

آخر کو جب دہلی پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو اُسکی آخری رپورٹ میں جنرل وکسن نے بطور پراپنے خیالات ظاہر کیے اور ہم خوب اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ اپنے منزل پذیر اختیارات کا جیسا جیسا حال اُنپر ظاہر ہوتا جاتا ہو گا اُنیقہ انگوار اس بات کا بخورسہ ہوتا جاتا ہو گا کہ جان لارنس کا سا قومی بازو اور روشن ضمیر اور ثابت قدم شخص اُنکی پستی پر ہے مجھ کو یقین ہے کہ اگر میں اس علانیہ طور پر اس نہایت ضروری اور بیش قیمت اعانت کو بیان کر دیتا جسکی بات میں خفیہ کفتر پنجاب سر جان لارنس کیے ہیں۔ پتی۔ کابھون ہون اور جسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب سے جس قدر فوج جو سکتی تھی اُسکے جیسے میں خفیہ کفتر موصوف نے کبھی درج نہیں کیا اور میں بتا تامل کہ سکتا ہوں کہ ہماری کامیابی کا یہ عمدہ نتیجہ اُنمیں کے سبب سے پیدا ہوا تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے

خدا اور فساد کے زمانے میں سول افسروں کی خدمات کی بابت لازمی گینگٹ نے جو عاقلانہ یادداشت لکھی تھی اُس میں سے میں صرف ایک فقرہ محول کرتا ہوں۔

اب پنجاب کے بھاری اور ضروری صوبہ کا حال باقی مہم میں افسروں کی بہادری اور قابلیت سے وہ ملک محفوظ رہا اُنکو احوال اُنکے اعلیٰ اور نامی افسر سترخان لارنس نے اس تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کچھ اور بڑے حاشے کی حاجت نہیں۔ سترخان لارنس نے جو کچھ کیا اُس سے کوئی شخص واقف نہیں ہے دہلی پر اُنمیں کے ذریعہ سے قبضہ ہوا۔ اور ملک پنجاب جو پیشتر سے بھی کمزور زمین تھا بڑا طاقت ور ہو گیا۔ اگر سترخان لارنس نہ ہوتے تو شمالی ہند پر انگلستان کو قبضہ کرنے میں ہتھ جانا اور مال تلف کرنا پڑتا جو خیال کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔ ایسے وقت میں سترخان لارنس نے جو یاقوت اور کوشش اور استعدادی ظاہر کی اُسکی جس قدر تعریف کی جائے بجا و سزا ہے۔

ماہِ شمس
جان لارنس کی فتاحی کا زمانہ
ستمبر ۱۸۵۷ء تا اعلیٰ فوجی ۱۸۵۹ء

دہلی کو جس وقت فتح ہونا چاہیے تھا اُس سے ایک دو زبیر بھی دفع نہیں ہوئی کیونکہ آغاز ستمبر میں پنجاب کے دو مقاموں میں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے فساد اُٹھ کھڑا ہوا جس سے اُن لوگوں پر جو پردہ کی آڑ میں تھے یا جو حقیقت مال سے چشم پوشی کیے ہوئے تھے ظاہر ہو گیا کہ اور اُس بات کو جان لارنس نے اپنی کامل واقفیت اور

بحاری جواب دہی کے باعث سے کبھی اپنے لیے مخفی نہیں رکھا) اس بارے میں کوشش کرنے کی زنجیر بیان تک کھینچی گئی جس سے قریب ہے کہ اسکی کڑیاں ٹوٹ جائیں اور باشندگان پنجاب جو اس امر کے منظر تھے کہ ہکو فتح ہوتی ہے یا نہیں آخر کو یہ خیال کہ ہکو غریب شکست ہوئے والی ہے جیتے ہوئے فریق کی طرفاری کرنے پر تیار ہونے لگے۔ ان میں سے ایک فساد کوہ مری میں اور دوسرا جو اُس سے زیادہ ہولناک تھا لاہور اور ملتان کے خود رجو جنگلوں کے مابین پیدا ہوا۔ مری کا فساد اسکے مقابلہ میں چنانہ وقعت نہیں رکھتا تھا لیکن اس سوانح عمری کے اعتبار سے ایک ذوق خاص رکھتا ہے کیونکہ مری میں جسکی حفاظت کے لیے صرف ستر دسے چند سپاہیانہ پولیس تعینات تھے سر جان لارنس کے عیال و اطفال اور بہت سی دوسری یو پرنین لارڈ لارنس کے مقیم تھیں۔

آغاز تسمیہ میں حاکم خان نے جوائنڈی لارنس کے ذاتی ملازموں سے ایک ملازم اور محمد اپنے فرقہ کا بڑا صاحب خیتا شخص تھا لید می مدوحہ کو اطلاع دی کہ اگر چار دن کے عرصہ میں شہر دہلی سنہوا تو ہزارہ میں علی العموم فساد اٹھ کھڑا ہوگا۔ اُس نواح کے کھراں اور راولپنڈی کے قریب کے پہاڑی دھوندھ لوگ ابھی سے اُس کام کے لیے سازش کر چکے ہیں اور مری پر جان رہنے والے قریب قریب بالکل غیر محفوظ ہیں سب کے پہلے حملہ ہوگا۔ اس اطلاع سے بڑا کام نکلا۔ حفاظت کی جو تدبیریں ممکن تھیں وہ کر لی گئیں۔ فرقہ کھراں کے تین سو آدمیوں کے ایک حصہ نے جو خازگری کے خواہان تھے اور جنکا قصد کوئی مخالفت کرنے کا نہیں تھا رات کو قبل از وقت حملہ کیا اور آسانی سے انکی سرکوبی کر دی گئی۔ دوسرے دن دھوندھ فرقہ کے لوگ جب آئے تو اس بات کو دیکھا کہ جن موضوعوں سے سازش کر گئے تھے وہ بالکل غائب ہو گئے ہیں پچھلے پانوں پلٹ گئے اور اسکے بعد فوراً تحارث میں صاحب نے راولپنڈی اور بیچر صاحب نے ہزارہ سے جو کمک بھیجی اُس سے مری اور ان لوگوں کی جو مری میں مقیم تھے بخوبی حفاظت کر لی۔

جان لارنس کہتے ہیں کہ دھوندھ فرقہ کے لوگ مری کے قریب جمع ہو رہے ہیں اور اُسکے ٹوٹ لینے کا انھوں نے عزیمت کیا ہے۔ خوش قسمتی سے میری زوجہ کو اسکی خبر ہو گئی اور انھوں نے حکام کو حفاظت کے لیے بھیجا۔ وہاں ایک آدمی مارا گیا اور دو آدمیوں کے گولی لگی اور بڑی ٹوٹ گئی۔ یہ امور قابل تسکین نہیں ہیں اور رعایا خیال کرتی ہے کہ ہم کم زور ہیں اور اپنی حکومت قائم نہیں رکھ سکتے۔ خدا نے چاہا تو اٹھایا یہ دہم ہم نکال دیں گے۔

ایک اور دوست کی چٹھی میں وہ صاف صاف اپنی کم زوری کا اظہار کرتے ہیں۔ پنجاب میں ہماری حالت بہت ضعیف ہے یعنی جس قدر ضعف میں گوارا کر سکتا اُس سے کمین زیادہ ضعیف ہے۔ لیکن اس میں ہر اچھے اختیار نہیں ہے یہ بات ہم پر واجب تھی کہ دکن طرف جان تک مدد ہمارے پہونچنے کے مستعد ہو جائیں۔ اگر ہم نے کمک بھیجی ہوتی تو دہلی کے محاذی کی فوج اب تک ضائع ہو گئی ہوتی۔ میں نے جنرل ولسن کو لکھا ہے کہ دہلی کے سخر ہو جانے کے بعد گورنر کی ایک سپاہ بیان واپس بھیج دیں۔ اور ولسن صاحب مجھے مستعدی میں کہ میں وہاں سے اور فوج طلب کران لیکن یہ امر صریحاً غیر ممکن ہے۔

اُن لوگوں میں سے بہت لوگ ایسے ہونگے جو اپنے کو حاکم بنا سکتے تھے اور سرخان لارڈنسن سے مساوات کا
 خصیلت کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ مگر یہ کہ منکر یعنی صاحب اُن سے زیادہ مستعد اور سفاک منکر من صاحب اُن سے زیادہ
 بازک دماغ اور خود سر آؤر ڈوس صاحب اُن سے زیادہ متزلزل والا اسے اور غلوب انضباط اور سٹیل صاحب اُن سے
 بڑے ہونے منشی بے بدل اور جادو لسان ہون لیکن باوصف اس امر کے کہ ہر شخص اپنے اپنے فن کا کامل حصہ
 انہیں سے کس شخص نے سبکو ایک بلکہ لاکر جمع کیا اُن میں سے کون شخص ایسا تھا جو سبکو اپنے پنجہ میں لیے رہتا۔ کس
 شخص کا خیال ایسا وسیع تھا۔ اُن میں سے کس شخص نے اس شعر پر عمل کیا تھا کہ

نہ ہر جا سے مرکب توان ہفتن کہ جا پاس پر یاد اندہ نستن

اُن میں سے کون شخص اس بات میں امتیاز کرنے پر مستعد ہو گیا کہ جس وقت ہم باغیوں کو ملزم
 تھراتے ہیں تو ہم خود بھی الزام سے بری نہیں ہیں۔ اُن میں سے کون شخص ایسا تھا جو دیو کی قوت ثابت کر کے
 بچوں کی طرح بھی اُس قوت کے استعمال کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو۔ انہیں سے کس شخص نے دورانیشی کے ساتھ دیری
 سادگی کے ساتھ چالاکي قتل کے ساتھ فہم مولیٰ کے منغم کرنے کا بندوبست کیا تھا۔ انہیں سے کون شخص بغیر ہتھیار
 کرنے کے ایسا مستعد تھا کہ ہر مقام کی خبر جمع کرتا اور طریق سے جو کچھ کما جاتا اسکی ساعت کرتا۔ اُن میں سے
 کون شخص اپنے مضبوط اور سیدھے سادے عقیدے کے ذریعہ سے جو طریقہ لارڈنسن صاحب کا خاصہ تھا تمام مذہبی
 تنگ نظری یا تعصب کے رنگ سے اور مہذا اُن خطرات سے اپنے کو بخوبی بری رکھنے کے قابل تھا جنہیں اُس زمرہ کے
 بعض اشخاص علی الخصوص آؤر ڈوس صاحب قدر کے بعد اپنے نومریدانہ تعصب کے جوش سے ضرور بھینس جاتے۔
 انہیں سے جو سب کے سب محنتی اور مشقتی تھے کہ کو اپنے کام کے حیرت انگیز طریقہ سے انجام کرنے کا زیادہ خیال تھا
 جسکو وہ کبھی گردن سے ہار تارنے کے طور پر ختم نہیں کر ڈالتے تھے بلکہ اپنے اسکان بھر بخوبی تمام کوشش کر کے
 خوش اسلوبی سے اسکو انجام کرتے تھے۔ انہیں سے کس شخص کے مزاج میں ایسی خدا داد طاقت پائی جاتی تھی جو
 اتفاقاً خیال کرنے سے انسان کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ اور سب کے بعد یہ بات ہے کہ سرخان لارڈنسن
 کے ماتحتوں میں سے کون شخص ایسا لائق اور مفتی اور غلائق دوست تھا جو اس خطرہ کے زمانہ میں اُنکے تخت پر
 بٹھایا جاسکتا۔ یا اگر ایسا کیا جاتا تو وہ لوگ اُس شخص کی اُسی تحمل غیر خواہی اور سرگرمی سے اطاعت کرتے جس طرح
 انھوں نے سرخان لارڈنسن کی اطاعت کی تھی۔ پہلے کسی شخص سے جو حقیقت حال اور لوگوں کی کیفیت سے بخوبی آگاہ ہو پڑتا
 پوچھیے پھر دیکھیے کہ وہ کس طور پر یہ کہتا ہے کہ پنجاب کو سرخان لارڈنسن نے نہیں بلکہ اُنکے ماتحتوں نے اُنکے بدلے بچایا ہے۔
 پہلے تو اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اُن ماتحتوں میں سے سب سے زیادہ لائق اور مستعد اشخاص نے خود
 کیا۔ ان کیا ہے (اور انہیں کی تحریرات پر مبن چان لارڈنسن کی زندگی کی اس سب سے بڑی کارروائی کے احوال

ختم کر دوں گا)۔ فوج محاذی دہلی کے اعلیٰ افسرن کا کیا قول ہے اور ملک کے سب سے ذی اختیار رسول حکام نے کیا کہا ہے۔ پہلے امر کی نسبت سربراہِ فتنہ گری اور سرسبز بڑے اڈوں و دس کے اقوال بطور نمونہ کے بیان کرتا ہوں۔ دوسرے امر کے بارے میں سرسبز بڑے نازق اور سرسبز آنچ ڈیل ولسن کی تحریریں پیش کرتا ہوں اور امثالہ کے متعلق لارڈ کننگھم کی رائے کو ظاہر کرتا ہوں جو نہایت وافی و کافی اور نہایت ضروری اور سب سے زیادہ ذمہ دار شاہد ہیں۔

سہارا برٹننگٹن نے اپنی رپورٹ خدر (اور معذایہ رپورٹ ایسے معاملات کی تھی جنکی نسبت صاحب ہوش
بابا بالغہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے ایک بڑے درجے تک انہیں شرکت کی) میں جان لائن کا دستور پڑا کر دیا ہے۔

سب پر قدم ستر جان لارنس، جی سی بی چیف کشتہ بین۔ مین انکی کمال مشکوری ظاہر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جو تجویز
ملکواٹ کے پاس بھیجا ضروری معلوم ہوئی اسکی انھوں نے ہمیشہ بڑی تائید کی اور مین تہ دل سے انکی اس حاکمانہ حکمت عملی کا اعتراف ہوں
جنگے بانی سبانی اور انتہا تک انجام دینے والے (یعنی کامل کامیابی تک) وہی تھے اس بات کے کہنے میں کہ ہم لوگوں نے انکے ذریعہ
ملک کی خدمت کرنے میں ایک بڑا بعماری استحقاق تصور کیا مین صرف اپنی اور صوبہ پنجاب کے ہر ایک افسر کی رائے ظاہر کرنا ہوں۔
سسر ہربرٹ اڈورڈس نے خود جان لارنس کو فتح دہلی کی خبر سننے کے روز جو چٹھی لکھی تھی اُس میں اپنے پرزور
قلم سے یوں خامہ فرسائی کی تھی۔

آپ کی چتر مینہ کی کوششوں کا جو یہ نتیجہ حاصل ہوا اسکی بابت تہ دل سے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ دہلی میں حکومت یا انگلستان ایک روپیہ یا ایک سنگین نہیں آنے پائی۔ دہلی پر صرف آپ اور آپ کی فوج کے وسیلہ اور خدا کی مدد سے فتح حاصل ہوئی۔ بس تو انجمن صحیح طور سے یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ فوج بنگال کے ایک لاکھ سپاہیوں کا بلوہ صرف بالائی ہند کے انگلش اشخاص کے ذریعہ سے کامیابی کے ساتھ فرو کیا گیا۔

اور اسکے چند سال کے بعد ستر جان لارنس کے مرغوب طبع استعارہ کو مستعار لیکر آڈو وژن صاحب نے غور و فکر کے بعد اسطور پر اپنی رائے ظاہر کی تھی۔

جان کو چبانے بڑا نام اور گاڑی کے گھوڑوں نے بڑا کام کیا۔ کوچ جس پر سو اے اُسکے اور کوئی نہ تھا اور سارا بار وہی اپنے گاندھے پر اٹھائے ہوئے تھا۔ پس سو اے اُسکے اور کوئی تصویر حسین اُسکی شکل مقدم جگہ سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ بنائی جا چکی۔ اُسکو بالکل غلط کر دیگی۔

فوج دہلی کے اعلیٰ حکام کپتان نازمن اسٹینٹ ایجنٹ جنرل فوج بنگال اور جنرل آنچ ڈین ولسن گمانڈر چیف جسٹس
دوبارہ لکھا بیان کیا تھا۔

معرکہ فوج دہلی کے حالات (جبکہ میں بہت ممنون ہوں) کے خاتمہ پر ستر فرہنگی نائن صاحب بیان کرتے ہیں۔

ہم نے خود بھرتی کر کے قواعد سکھائی اور انکو مسلح کیا تھا اور دلاسلطت شاہان مغلیہ نے جو توارخی اوج اور مروٹی قوت
جمل کی تھی وہ سب ہانک بھی ہمارے حملہ کا جواب نہ دے سکے۔ اب اس سے بڑھ کر کسی شہر کیسی فوج کو اور کیا کامیابی
جمل ہو سکتی ہے۔ اسپن شکستین کہ مالک مغربی اور شمالی اور وسط ہند میں یہ قدر پلٹ کر بہت دنوں تک پھیلا رہا
لیکن یہاں کے باغیوں کی طرف سے جو حرکتیں ہوئی تھیں انکا دفعہ سلطنت کے واسطے نہیں تھا بلکہ لوگوں کی جانوں
و لستے تھا۔ بالعوض اسکے کہ یہ باغی لوگ قدم چاکر کسی مقام پر حملہ کرتے (سوائے گھنڈو کی فوج کے) جس مقام پر وہ ظاہر
ہوے وہاں سے فوراً بھاگ گئے۔ اور اب ہمارا خاص شکل کام یہ باقی رہا کہ ایک ایک کو ڈھونڈ کر انکا شکار کیا جائے
یہ نہیں کہ جمل جائے اسی کی سرکوبی کی جائے۔

آیا وہ کون شخص تھا جسکے سبب سے اور ہر شخص سے بڑھ کر یہ نتیجہ پیدا ہوا۔ اور اس زمانہ میں جب اسکے کارہائے
نمایان کی یادداشت تازہ تھی اور ہر شخص حقیقت حال سے اس قدر واقف تھا جسکے سامنے اسے اہل بات کے
اور کچھ بیان کرنا ناممکن تھا تاہم انگلستان اور ہندوستان کس شخص سے فسوب کر کے یہ بات کتا تھا کہ اسکے باعث سے
یہ فتح نمایان جمل ہوئی۔ وہ شخص سوا سے چھٹ کر شہر پنجاب کے اور کوئی نہیں ہے جس نے اپنی تیز اور دور اندیش
آنکھیں پہلے ہی سے جب غدر کی بو معلوم ہوئی تھی اس مقام پر گڑا کر ملی تعین اور جسے کہہ دیا تھا کہ جب ملک وہ دہلی کے
سر کے کا بخوبی بندوبست کے آخرین اسکو فتح ہوتے ہوئے نہ دیکھ لگا اسوقت تک وہ اور کسی مقام کی طرف رخ نہ کرے گا
جان لارنس وہ شخص تھے جنہوں نے ہندوستان کے سب سے زیادہ جنگ جو اور سب سے زیادہ فساد ہی تھے
حکومت کے اسکو ہندوستان کا صلہ خانہ اور لشکر اور فوج بھرتی کرنے کا میدان بنا دیا اور اسکو اپنے ہاتھ میں ر
یا کہ یہ کیسے کہ پتے کی طرح چنگی سے پکڑ کر تمام ابتدائی غدر و فساد جو اسکے صدر مقام میں ہوا تھا رفع و دفع کر دیا تھا
مسلح اور غیر مسلح آدمی اپنے تابع رکھے ملک کا سول انتظام جاری رکھا اور انگریزی اسطور سے وصول کی جیسے
بالکل امن و امان کا زمانہ تھا اور اس بجاری فوج کے اہل افسروں سے ملک کو خالی کر کے جسکی نسبت کیے۔
دیگر سے ہر ایک گورنر جنرل یہ خیال کرتا آیا تھا کہ پنجاب اور ہندوستان کی حفاظت کے لحاظ سے اسکا دیاں رہنا
نہایت ضروری ہے چنٹ بعد چنٹ بسبیل تعمیل و تواتر دہلی میں بیحدی اور چھرا سنی حکومت کے انصاف
بہرہ رسد کے براہ دور اندیشی رکھ پنجابی آفریدی اور ہند اور اسی طرح اور دوسرے بارہ فرقے کے نئے سپاہیوں
جیتنے کے انکی جگہ پر کر دیا یہاں تک کہ انکو اس بات پر متاثر کرنے (اور وہ انہماک رہا ہے) کا موقع ملا کہ تیسرا
آئیے یہ مستند یاد کی ایک اور فوج تیار ہو گئی۔

جیمز کنگ مین کہ ہندوگان پنجاب نے عموماً اور جان لارنس کے کتب میں تعلیم پائے ہوئے ہر درجہ کے
سوں اور تیسرے ہندو خاص اس عا نتیجہ کے پیدا کرنے میں بڑی مدد دی لیکن ہم بہت اچھی طرح سے یہ سوا

کر سکتے ہیں کہ جس طرح پنجاب میں سر جان لارنس تھے ویسا قومی دست اور سچے ارادے کا اعلیٰ افسر کب اور کس صورت میں رہا ہے یہ جو کچھ کام ہو سب پنجاب کے بدولت انجام کو پہنچا سو اسے اس قلیل حصہ کے جو میرٹھ سے آیا تھا یا جو مدد فریڈرکسٹین سندھ سے بھیجی تھی اسکو مستثنیٰ کر کے مگر دہلی کی فوج کی امداد کو کل ہندوستان کے کسی حصہ سے ایک تفس آدھی یا ایک روپیہ یا ایک توپ یا بار برداری کا جانور نہیں آیا۔ پس یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے اگر گورنمنٹ ہند کے نامی افسروں یا گورنمنٹ انگلستان کے مشاہیر یا اعلیٰ افسران دہلی نے جو حقیقت حال سے بخوبی آگاہ تھے اور انکے ماتحتوں میں سے زیادہ لائق تھے (باوصف اس رشک حسد اور غلط فہمیوں کے جو خواہ مخواہ ایسے موقع پر پیدا ہوتی ہیں) بالاتفاق یہ کہا کہ ہندوستان کے بچانے میں سر جان لارنس سے بڑھ کر کسی شخص نے فکر نہیں کی۔

غدر کے کئی برس کے بعد بعض اُن فوجی اشخاص نے جنھوں نے شاید اپنے مطالب کے لیے سولہیلین کی طرح شکاری سے شکار کیا ہے اور چند ستم کش مدبروں نے بھی جو انکے اس ارادے سے جلنے لگے تھے کہ وسط ایشیا کے پورے قتل معاملات اور اور جنگ میں پھنسانہ چاہیے کنا یہ اور اشارتاً (گو صراحتاً نہیں) بیان کیا ہے پنجاب کو سر جان لارنس نہیں بچایا تھا بلکہ انکے بدلے انکے ماتحتوں نے بچایا تھا۔ یہ الزام آپ اپنی دیسلون سے باطل ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سوانح عمری کے پڑھنے والوں میں سے بہت کم لوگوں کو اس بات کے یاد دلانے کی حجت ہوگی کہ یہ امر غلط ہی نہیں ہے بلکہ سچ بات کے بالکل برعکس ہے۔ اس مختصر انتخاب کے ذریعہ سے بھی جو میں نے پندرہ دن کا غارت سے تیار کیا ہے وہ لوگ خود دیکھ سکیں گے کہ آیا جان لارنس حکومت پنجاب کی رُوح اور ہیروں کے دل میں جرأت پیدا کرنے والے اور بیباکوں کو روکنے والے اور کولے لنگڑے اور نالائق آدمیوں کو القط کرنے والے تھے یا نہ تھے۔ آیا جان لارنس اس سچی حکمت عملی کے قائم کر دینے والے اور باوجود تمام مشکلات کے اسکو انجام حاصل کر دینے والے تھے یا نہ تھے جو عمل کرنے کے قابل تھی۔ آیا جان لارنس وہ شخص تھے یا نہ تھے جو ہر ایک حرکت اور ہر ایک اجتماع حرکات کی ڈوری اپنے ماتحتوں میں لیے ہوئے تھے۔ آیا یہ انھیں کی کارروائی تھی یا نہ تھی کہ انکے ماتحت افسروں کو جو سب سے زیادہ لائق تھے انکی طرف اسطور سے خیال کرتے تھے کہ گویا وہ اُن لوگوں کے آقا تھے اور انپر انکی خدمت کرنا واجب و لازم تھا۔ حال کلام یہ کہ آیا جان لارنس ہی کا رعب ہر شخص پر چھایا ہوا تھا یا نہیں تھا اور سوائے انکے اور کسی کا کوئی حکم چلتا یا نہیں چلتا تھا۔

میں پھر اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ سر جان لارنس کے ماتحت لوگ نہایت تعریف کے قابل تھے اور میرے نزدیک انکی لیاقتوں میں سے یہ سب سے بھاری بات ہے کہ انھوں نے اپنی قومی اور عجیب کارروائیوں اور اپنے ماتحتوں کے ذریعہ سے ایسا انتظام کر لیا کہ ہر شخص انکے گرد جمع رہا اور ہر شخص اپنی مناسب جگہ پر رکھا گیا اور ہر شخص نے بالائے فرد و بالاشترک انکو بطور اپنے بادشاہ کے خیال کیا۔

پشاور کی سرحد پر اور سخت کام کرنا تھا۔ لیکن نکادل دہلی کے کسپ ہی میں جہان انگلن صاحب زخمی پڑے ہوئے تھے لگا تھا۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ مار بقی کے ذریعہ سے وہ انگلن صاحب کے کمرے کے دروازے ہی پر بیٹھے ہوئے انکی زندگی کو جبکہ پایہ نہ ختم ہونے پر تھا دیکھ رہے تھے۔ آخر جو قوت یہ خبر جبکہ عرصہ سے خوف لگا ہوا تھا اور درویشاں نظر کیا جاتا تھا پہنچی انگلن صاحب کا کام تمام ہو گیا تو اوڈوڈن صاحب نے آخری صفحہ کے طور پر ایک کتبہ لکھ بھیجا جو اس خاص زمانہ و مکان سے پڑھنے والوں اور ان اشخاص کے نزدیک جو انگلن صاحب اور انکی کارگزاریوں سے واقف نہیں تھے بہت ناامنی معلوم ہو گا اور اگرچہ امین کی بعض باتیں بیشک قابل اعتراض ہیں لیکن ان بہت سے لوگوں کے نزدیک جو انگلن صاحب کو جانتے تھے امین و جرجی اتون سے کچھ زیادہ نہیں بیان کیا گیا ہے۔ گزرتی زندگی ان صاحب لکھتے ہیں کہ جہان انگلن کے بارے میں جو خیالات میں رکھتا ہوں وہ پہلے انکی سطوت سے پیدا ہوئے جو انکی کم سن پر اپنا نقش منقوش کرتی جاتی تھی لیکن یہ نقش محو ہونے کے قابل نہیں تھا اور نہ اس جدائی سے جو انکی موت سے اور نہ اس مفارقت سے جو بذریعہ امتداد ایام پیدا ہوئی محو ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک تو انگلن صاحب علو ہستی اور اولوالعزمی اور سچائی کی جسم تصور تھے۔ ”مجھ کو بھی بیان کرنا چاہیے کہ یہ کتبہ صرف کشمیری پناہک میں انکے مزار پر لگانے کے واسطے نہیں لکھا گیا تھا (کیونکہ اس مقام پر جہان انگلے کا رہا ہے نایاب بہت اچھی طرح سے آخری وقت ظاہر ہو چکے تھے کسی کتبہ کی ضرورت نہ تھی) بلکہ بہترین واقعہ ملک آئر لینڈ کے دور دراز جگہ میں لگانے کے واسطے جہان انگلن صاحب اور انکے بھائیوں کی ماں اب تک زندہ موجود تھیں وہ تیار کیا گیا تھا۔ انگلن صاحب کے ان بھائیوں میں سے آخری خانہ دہلی میں ایک کے اعضا اور دوسرے کی جان جاتی رہی تھی۔

اس سوانح عمری کے پڑھنے والوں میں سے کسی کو اس بات کے یاد دلانے کی حاجت نہیں ہے کہ جہان انگلن اور جہان انگلن کے امین جنہیں سے ایک شخص کو ایسا حکومت کا اقتدار تھا دوسرے کو اپنی مرضی کے موافق کام کرنے کی عادت پڑی ہوئی تھی ایک کو اعلیٰ اختیار حاصل تھا اور دوسرا بالکل اپنے دل کا بادشاہ تھا اور کسی کے روکے نہیں دیتا تھا کہ قدر اختلاف تھا لیکن اس مقام پر مجھ کو یہ کہنا بہت ضرور ہے کہ کسی شخص کے دل پر (خفی کہ ان فقیروں پر بھی جو اپنے گرو کی طرح انگلن کی پرستش کرتے تھے اور جنہوں نے صاحب موصوف کی خبر وفات سن کر اس قدر غم کیا کہ ان میں سے دو شخصوں نے یہ ٹھکانہ لی کہ جس دینا سے انگلن صاحب اٹھ گئے امین ہم بھی نہ رہیں گے اور ایک شخص نے اپنے جوع تہیہ یہ قصد کر لیا کہ اب مجھے سوا سے اس خدا کے جسکی پرستش انگلن صاحب کرتے تھے اور کسی کی پرستش نہ کرینگے انگلن صاحب نے اس قدر اثر نہ پڑا کہ اس قدر انکے صاحب خلیفہ پر پڑا تھا جس نے انکی خلق اولوالعزمی کو دریافت کر کے یہ قصد کر لیا تھا کہ جب تک پنجاب میں انکی ریاست کا کام رہیگا اس وقت تک صاحب موصوف کو (گو امین کچھ ہی کیوں نہ ہو) اپنے ملک سے جانے نہ دیں گے اور انکے بعد جب انکو معلوم ہوا کہ دہلی میں میدان سے بھی بڑھ کر اولوالعزمی کا کام کرنا ہے تو یہ ارادہ کر لیا

کہ اب چاہیے جو کچھ ہو مگر نگلشن صاحب کو دہلی کی جانب روانہ کرینگے۔

جس وقت نگلشن صاحب کے مرنے کی خبر (یہ خبر تسخیر دہلی کے بعد جو جان لائسنس کی زندگی میں سب سے بڑی کارروائی تھی) لاہور میں پہونچی تو جان لائسنس بھوٹ بھوٹ کر رونے لگے اور اگرچہ اُنکا کبھی یہ قاعدہ نہیں تھا کہ وہ اپنے آنسوؤں سے آستینوں کو تر کرتے یا جس وقت اُنکو اہم کام کرنا ہوتا اُس وقت وہ طول طویل عبارت کی چٹھیاں تحریر کرتے لیکن نگلشن صاحب کے مرنے کا اُنکو ایسا غم ہوا اور اس قدر صاحب مرحوم کی وہ قدر کرتے تھے کہ اپنی بیچ کی چٹھیوں اور سرکاری کاغذات میں بھی نگلشن صاحب کے مرنے کا افسوس ظاہر کیا۔ نیول چیمبرلین صاحب کی ایک چٹھی میں جان لائسنس تحریر کرتے ہیں کہ ”ہمارے بہت سے اچھے اور اولو العزم سپاہی ضائع ہوئے لیکن اُن میں جان نگلشن صاحب کے مقابلہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ وہ ایک ذیشان سپاہی تھے اور اب بہت زمانے کے بعد ہمو اُنکا ثانی مل سکیگا۔ اپنے عام حکمنامہ میں اُنھوں نے شہر کیا کہ ”جنرل نگلشن کے مرنے کا بہت افسوس کرنا چاہیے۔۔۔۔۔“

مرحوم میں سپاہی کے بعض بعض اعلیٰ ترین اوصاف پائے جاتے تھے۔ ایسا بہادری عقیل اور مستعد شخص کا ہے کو پیدا ہوگا۔ فوج بنگالہ میں نگلشن صاحب سے بڑھ کر کوئی سپاہی اولو العزم اور لائق نہ ہوگا۔“ اور غدر کی رپورٹ میں جو اُس وقت نہیں تحریر ہوئی تھی جب اُنکا غم تازہ تھا بلکہ اُس نازک زمانہ کے اختتام کے بعد لکھی گئی تھی جب وہ تماشائی کی نگاہ سے اطمینان کے ساتھ یا جو سانحہ گذر تھا اُس کے مصنف کے طور پر قلم فرسائی کر رہے تھے سوچ سمجھا اُنھوں نے لکھا تھا بعد بڑی گریہ و زاری نگلشن اب انسان کے اختیار مداحی وصلہ دہی سے تجاوِ ذکر گئے لیکن جب تک برٹش حکومت ہندوستان قائم ہے اُس وقت تک اُنکی شہرت زائل نہیں ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص اسی معرکے کے لیے فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ اگرچہ اُنکی عمر نے وفانہ کی لیکن دہلی کے فتح ہونے کے قریب زخم کھاکر اُنھوں نے اپنی زندگی کا نام کر دیا۔ چیف کمنڈر س بات کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں کرتے ہیں کہ بغیر نگلشن صاحب کے شہر دہلی مسخر نہیں ہو سکتا تھا۔“ اور جس بات سے مجھ کو ایک ذوق حاصل ہے اُسکو اس مقام پر ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اپنی زندگی کے مابعد زمانہ میں جس کا حال مجھ کو اپنے انجاب سے معلوم ہوا اور اُسی طرح مرنے کے قبل چند سال تک جیسا کہ مجھ کو اپنی قلمی یادداشت سے معلوم ہے پنجاب کے افسروں میں ایسا کوئی شخص نہ تھا جس کے تذکرے پر جان لائسنس دل سے متوجہ ہو جاتے ہوں یا جس کے کاموں (نگلشن صاحب کے جن کاموں سے غدر کے وقت جان لائسنس کو بہت بچ بچھا اُنکو بھی شمار کرنا چاہیے) کو بعض اوقات اُس قدر تفریح اور ہمیشہ ویسی ہمدردی اور حیرت سے بیان کرنے اور سُنانے پر تھے رہتے ہوں جیسے نگلشن صاحب کے تذکرے اور اُنکے کاموں کے بیان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

دہلی کے فتح ہونے سے باغیوں کی آس ٹوٹ گئی خطرے کی گاڑھ کٹ گئی کیونکہ غدر کی اصل جڑ کاٹ دی گئی تھی جن قلعوں کو ہم نے خود بنایا اور اُنکی مرمت کی تھی اور جن ہتھیاروں اور سامان جنگ کو ہم نے خود جمع کیا تھا جن سپاہیوں

کہ مذکورہ بالا شرط پر بادشاہ کو دہلی میں لے آئیں۔ اپنی اور اپنی شاہزادی بیگم اور پیارے بیٹے کی جان بخشی کی بابت دو گھنٹہ تک گفت و شنید کرنے کے بعد بوڑھا بادشاہ کا پتا ہوا باہر آیا اور اسی طرح قید کر کے ایک بیل گاڑی پر سوار کر کے جہانپور شہر اور قلعہ کو بھیج دیا گیا اور وہاں سول حکام کے حوالہ کر دیا گیا۔

لیکن بادشاہ کے سوا اور لوگ بھی خاندان شاہی کے ہایوں کے مقبوضین تھے جنکا حال ہاؤسٹن صاحب کو اپنے غمخواروں کے ذریعہ سے معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ ہاؤسٹن صاحب اپنے مشہور رسالہ سے ایک متنو سوار لیکر ہایوں کے مقبوضین کو گئے اور تین گھنٹہ تک گفت و شنید کرنے کے بعد تینوں شاہزادوں نے زمین سے دو بادشاہ کے بیٹے اور ایک پوتا تھا بلا شرط اپنے کو حوالہ کر دیا۔ آگے ہتھیار اُٹھائے گئے اور ہاؤسٹن صاحب کے چند سواروں کی حفاظت میں وہ بھی بیل گاڑیوں پر دہلی کو بھیج دیے گئے۔ اپنے یاقیمانہ سواروں کو لیکر ہاؤسٹن صاحب اس کثیر اور خائف مجمع سے ہتھیار رکھوانے کے لیے پیچھے رہ گئے جو انکی رعب دار صورت کو دیکھ کر اس طرح سے دم بخود ہو گیا تھا جس طرح بے گلہ بان کی بکریاں ہوتی ہیں۔ بکریاں بھی یکساں کی جست کر کے کچھ وحشیانہ رعب پیدا کر سکتی ہیں لیکن اس مجمع سے اتنا بھی نہیں سکا۔ بعد اسکے وہ اپنے شکار پر دوڑے اور قبل اسکے کہ تینوں شاہزادے دہلی کی دیواروں تک پہنچنے پاتے یہ اسکے سر پہنچ گئے۔ اپنے سپاہیوں میں سسکی کی ایک قراہیں لیکر اسی جگہ اپنے ماتہ سے یکے بعد دیگرے عمامتینوں کو ہلاک کر ڈالا۔ ان تینوں آدمیوں کا قتل کرنا بالکل باطل بن اور سر اسر ظلم تھا۔ یہ شاہزادے اُنکے قیدی تھے اور انھوں نے کسی طرح کی مخالفت نہیں ظاہر کی تھی۔ اور اس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا اور نہ پیش ہو سکا کہ ان شاہزادوں نے ہمارے ہبوطنوں کے قتل میں کسی طرح کی شرکت کی ہو۔ اس بارے میں صرف ایک دغا باز بد معاش سی مرزا آگئی بخش کی بے بنیاد شہادت تھی جو ایک اسطح کا آدمی تھا کہ اگر اُسکو کچھ ٹھنکی امید ہوتی تو اپنے گاڑھے پیاروں کی قسم کھا لیتا۔ اگر ان شاہزادوں کے مقدمہ کی تحقیقات کی جاتی تو ضرور بالضرور اصل بنیاد غدر کے متعلق بہت بڑی بڑی باتوں کا حال کھل جاتا۔ انکو صرف اُنکے جرم کے مطابق سزا دی جاتی اور قانونی تحقیقات اگر مناسب طور سے عمل میں آتی تو انکا قصور بہت کم ثابت ہوتا۔

جسوقت دہلی کے معرکہ اعظم کی آخری کارروائیاں عمل میں آ رہی تھیں اور ہماری فوج آہستہ آہستہ قلعہ کی چٹائی پر جاتی تھی تو وہ نوجوان بہادر جبکہ مستقل بارادہ اور زور آور بازو سے ہماری فوج کی تدمیرین وہاں کے ہر شخص سے زیادہ عمل میں آئی تھیں جو تب کے پہلے فیم کے مورچہ پر جا کھڑا ہوا اور جہان سے جا کر قلعہ سے کہیں زیادہ بندی پر چڑھ کر اس مقام کا مشاہدہ کیا جس پر عرصہ سے ہم لوگ اس قدر تردد اور پریشانی میں مبتلا تھے کہ کپ کے اندر ایک مکان میں پڑا ہوا آہستہ آہستہ دم توڑ رہا تھا۔ یہ نکلن صاحب کا ذکر ہے۔ اُنکے بچنے کی ابتدا ہی سے کوئی قوی امید تھی۔ گوئی اُنکے داہنے پہلو میں لگی تھی اور پیچھے سے گذر کر بائیں بازو کی طرف نکل گئی تھی لیکن جب تک صاحب صوفین

تھوڑی بہت جان (جو لوگوں کو اس قدر عزیز تھی) باقی رہی اس وقت تک لوگ انکی جانب سے بالکل مایوس بھی نہیں ہوئے اور جس برقی تار پر ہر روز بلکہ دن میں دو مرتبہ پنجاب کے دور دور از حصوں میں محاصرین کی کارروائی کی خبر جاتی تھی اسکے ساتھ نکلسن صاحب کی کیفیت کا حال بھی ظاہر کیا جاتا تھا۔ اس بات کا بیان کرنا مشکل ہے کہ لاہور اور پشاور میں دونوں قسم کی خبروں سے کس خبر کی بابت لوگوں کو زیادہ اضطراب اور انتشار تھا۔

ہوٹل گرینٹ صاحب جنھوں نے نکلسن صاحب کو بستر مرگ پر جا کر دیکھا تھا بیان کرتے ہیں کہ وہ اسطرح اپنے بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے جس طرح بلوط کا کوئی درخت جس پر بجلی گری ہو چڑے سے علیحدہ ہو کر گر پڑا ہو۔ اُن پر انتہائے مرتبہ کی صعوبت گذر رہی تھی۔ لیکن جس وقت ذرا بھی ہوش آتا تھا تو یہ پوچھنے لگتے تھے کہ محاصرہ کی کیا کیفیت ہے اور انھوں نے ایک خبر بھی سُن کر جان لائرس کے پاس بھیجی اور اپنی اجازت سے اُن سے یہ استدعا کرانی کہ وہ جن موقوف کیے جائیں اور انکی جگہ چیمبرلین صاحب مقرر کیے جائیں۔ ایسے ستم دیدہ اور آفت رسیدہ قریب مرگ شخص کی جوتیارداری اور تسلی اور تسفی ہونا چاہیے تھی چیمبرلین اور ڈینی صاحب نے اُسی طرح کی غور و پرداخت کی۔ اور نکلسن صاحب اس خبر کے سُننے کے زمانے تک زندہ رہے کہ دہلی بالکل ہمارے اختیار میں آگئی اور بادشاہ قید ہو گیا۔ جو ہندوستانی آدمی نکلسن صاحب کے پاس یہ خبر لیکر آیا تھا اُس سے صاحب موصوف نے کہا کہ ”میری خواہش یہ تھی کہ دہلی میرے مرنے کے قبل ہم لوگوں کے قبضہ میں آجائے اور وہ خواہش اس وقت پوری ہو گئی۔“

۲۳۔ تاریخ تک وہ اور زندہ رہے اسکے بعد ایک ایسی موت مر چلے گئے کہ شاید اُنکے دوست سرنہری لائرس کی موت سے بھی لوگوں کو اُسکا زیادہ رشک ہوا ہو گا کیونکہ انھوں نے انتہائے مرتبہ کے خطرہ کے وقت نہیں انتقال کیا تھا بلکہ ایک ایسی فتح کے بعد مرے تھے جو زیادہ تر انھیں کے سبب سے حاصل ہوئی تھی۔ دوسرے روز صاحب موصوف کشمیری پچھاگ کے سامنے اُس مقام کے قریب مدفون ہوئے جہاں وہ اپنی آخری مرتبہ کی کارروائیوں کو دیکھ کر چلے گئے تھے۔

غدر کے شروع ہونے کے تھوڑے ہی دن پیشتر ہر برٹ ادورڈس نے لاؤڈ کیننگٹ سے کہا تھا کہ ہندوستان میں کبھی کوئی بیباکی کا کام کرنا ہو گا تو اُسکے انجام کرنے والے نکلسن صاحب ہیں۔ اور چھ ہی مہینہ کے اندر ہوتی مردان ترمیو گھاٹ بجھ گدھ اور دہلی کے معرکوں سے (دہان کی جن تنگ گلیوں میں دشمن لوگ جمے ہوئے کھڑے تھے اور گولیوں کی بارش مار رہے تھے وہ غنیم کے مورچہ پر جانے سے بھی بڑھ کر خطرہ کا کام تھا) صاحب موصوف نے ثابت کر دیا کہ ہر برٹ ادورڈس نے جو کچھ پیشین گوئی کی تھی وہ غلط نہیں کی تھی۔

نکلسن صاحب نے جب وہ اپنے بستر مرگ پر پڑے ہوئے غصہ میں کروٹیں لے رہے تھے ایک مرتبہ اور اپنے دوست کے طلب کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر کچھ فائدہ نہوا۔ یہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ ادورڈس صاحب کو

اور ابھی انکی کچھ شہرت نہوئے پائی تھی الا اسوقت جب وہ عین خطر کی حالت میں سامنے آکر کھڑے ہوئے اور رستم جگمگ کر دیو کے ہاتھ پیر دکھلا دیے شاید غدر کے تمام بہادر و نر میں سے (برادران لاٹ لائسنس کو مستثنیٰ کر کے) اس موقع پر پختنشن صاحب کا مزہ بند و ستان کو سب سے زیادہ شاق گذرا ہو گا۔ صاحب موصوف نے التجا کی کج بینک دہلی ہماری نہو جائے اسوقت تک جگمگ اور جگمگ پڑا رہے دو۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا اور انکے ہر اسی انگ پھاڑی پر جو انکی پٹیاں قیام گاہ تھی اٹھا لے گئے۔

موسم ہرات کا وہ بڑا دن، ختم ہوا اور ہم لوگ دہلی میں پہنچ گئے لیکن دہلی ہرگز ہماری نہوئی۔ ۶۶-۶۷-۱۰۰ اسپاہی (یعنی کل فوج کا قریب قریب ایک ٹلٹ حصہ) کام آئے اور اب تک شہر کا چٹھا حصہ بھی ہمارے قبضہ میں نہیں آیا۔ اسوقت یہ سوال جو پوچھا جاتا تھا کہ باقی حصہ کے فتح کرنے کے بعد ہمارے پاس کتنے آدمی باقی رہ جائینگے تو یہ واجب تھا۔ ہم لوگ سوچوں کی اس قطار پر مجبور ہوئے کہ کیا تھا اور جو حصہ شہر بلا فصل اس سے ملتی تھا اسی پر قبضہ کیے تھے سو اسے اسکے دہلی کا اور کوئی حصہ ہمارے قبضہ میں نہ تھا۔ لاہوری پچھا مک سیکرین جامع مسجد اور قلعہ میں اب تک ہاتھ نہیں لگا تھا اور خرابی کی ایک بات یہ تھی کہ بہت سے سپاہی لالچ میں مبتلا تھے (اور یہ لالچ خفیہ کے لوگوں سے بھی زیادہ خوفناک تھا) اور ایک طرح کی غوث میں مت تھے۔ اس اثنا میں دشمن کو شہر کے باہر ایک مورچہ قائم کرنے کا موقع مل گیا اور اگر اسوقت بھی غیب سے کوئی اچھا جنرل آنکھ مل جاتا تو ممکن تھا کہ وہ ہمارے کپ پر حملہ کرتے (کیونکہ اسکے محافظ صرف بیار اور لوئے لنگڑے لوگ رہ گئے تھے) اور ہماری فوج کے ایسے ایسے چیدہ افسروں کو جیسے ڈیمنی اور گوگن اور رینڈ اور چیئیرمین اور شاؤ ورنس اور سینٹن صاحب تھے اور جن پر دور سے لڑائی کا تاثر دیکھنے کا الزام لگایا گیا تھا شکست فاش دیکر ایک مرتبہ اور پھاڑی کو اپنا قرار دے سکتے۔

غدر کی تمام مدت میں شاید ایسی خطرناک جنگ کبھی نہیں ہوئی جیسی جنگ ہماری اعلیٰ قومندی کے بعد رات کو واقع ہوئی۔ جنرل ولسن نے تو جیسا کہ انکے ایسے ضعیف الذہن اور غیبت الجملہ شخص کی ذات سے امید کی جاسکتی یہی تجویز کر دیا تھا کہ توپوں کو ہٹا کر پھر کپ میں چلے آئیں اور لگاتار پونچنے کا انتظار کریں۔ اس بات کے بیان کی حاجت نہیں ہے کہ اگر ہماری فوج لگاتار کپ کے پونچنے تک پھاڑی پر اپنے مورچے قائم رکھ سکتی تو بھی جان کو جو کچھ میں ڈال کر جو کام کیا گیا تھا وہ سب برباد جاتا۔ لیکن چونکہ پیرڈا ہشتہ صاحب مدد سے انکے مخصوص نے زبانی اور چیئیرمین صاحب نے پٹھانوں کے ذریعہ سے نہایت مبلغ اصرار کیا اور شاید اس سبب سے بھی کہ اس قریب مرگ بہادر کی آواز بھی جنرل کے کانوں تک پہنچی ہوگی جو اپنے بستر مرگ پر بڑا ہوا اپنی ظالمانہ قسمت کو جھیک رہا تھا اور جس نے اس تجویز کو سن کر مارے طیش کے سرخ ہو کر یہ کہا تھا کہ "مخدا کا شکر ہے کہ اس شخص کے گولی مارنے بھر کو اب بھی تم میں سکت باقی ہے۔"

جنرل ولسن ایک بار اور اپنے ارادے سے باز آئے۔

دوسرے روز ۱۱- تاریخ بمبئی عریات کی سہارا باتو لین جن سے ہمارے آدمیوں میں اسقدر فتور پڑ گیا تھا جنرل ولسن کے حکم سے پھیلکھی گئیں اور اسل تو یہ ہے کہ گلیوں میں بیڑ و اینٹیں اور برائے ذی شراب کے دریا بہہ تھے اس اثنا میں فوج کے لوگ نشہ میں چلنا چوتھے اور ۱۲- تاریخ جنگ کے کام پھر جاری کیے گئے۔ اس روز میگزین لے لیا گیا اور اس کے گولے اور گولیوں کے بڑے بڑے ذخائر اور دوسرا سامان جنگ اسل مالکوں کے ہاتھ آ گیا۔ رفتہ رفتہ کر کے اور تین دن کے عرصہ میں ہم نے مکانوں میں ہو کر سرنگ نکالے تاکہ گلیوں میں ہکوڑا نہ پڑے جس سے ایک تہہ پھر انگلش لوگوں کو اسقدر نقصان پہنچ چکا تھا۔ آہستہ آہستہ کر کے گزرا لیتے ہیں ہم نے دشمنوں کو اس شہر کی تنگ گلیوں میں ہٹا دیا جسکی نکاسون پر اب تک وہ قبضہ کیے ہوئے تھے۔ بہت سے لوگ ڈوبتے ہوئے جہاز کے چوہوں کی طرح ابھی ساتھ چھوڑنے لگے۔ اور اب غیر مسلح باشندگان شہر اس ایسا سے جوق جوق پھاٹکوں کے باہر نکلنے لگے کہ اگر کچھ اور نہ کر سکیں تو اپنی اپنی جانیں ہماری تیغ انتقام سے بچا کر بھاگ جائیں ۱۹- تاریخ بادشاہان مغلیہ کا قلعہ جسکے سامنے ایک زوال پذیر خاندان کے آخر شخص نے حرکت مذبحی کی تھی اور ظالمانہ طور سے انگلش مرد عورتیں اور لڑکے مارے گئے تھے ہمارے ہاتھ آیا۔ اور انوار کے دن ۲۰- تاریخ کل شہر (جسکے نصف سے زیادہ حصہ میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں) ہمارے اختیار میں آ گیا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ خود بادشاہ اور مجلس اس کے شاہزادوں کی کیا کیفیت تھی۔ یہ سب لوگ ہالیون کے مقبرے کو بھاگ گئے تھے جو ایک بڑی بھاری عمارت ہے اور ہدات خاص ایک شہر کے برابر ہے اور زمانہ حال کے شہر دہلی سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہاں کسی نہ کسی طور سے اب اپنی فوج کے زیادہ دلیرو گون کی ترغیب سے جو بادشاہ سے مصر ہو کر گئے تھے کہ تم سپہ سالار لشکر بنو اور آخر دم تک (اولاد تیمور اور بابر ہو کر) لڑے جاؤ اور دوسرے اپنی نوجوان نوجوان کی آرزو منت سے جسکو اپنی اور اپنے بیٹے ولیعہد سلطنت کی جان بچانے کا بڑا اندیشہ تھا اور پھر ایک شاطر دغا باز کی تحریک سے جو ہاؤسن صاحب کی ملازمت میں تھا اور جو اپنے افسر خاندان کو مصالح کی صلح دے کر بادشاہ کو اسوقت تک روک رکھنے کی فکر میں تھا جب اسکو یہ موقع مل سکتا کہ بادشاہ کو اپنے مالک کے حوالہ کر دیتا اور مالک مذکور سے اسکا معاوضہ حاصل کر سکتا پچارہ بوڑھا بادشاہ تذبذب اور مایوسی میں چند گھنٹہ کی پادشاہی اوگھ اوگھ کر پابو قونی سے کاٹ تھا جو اب بھی اسکو بنا بھی سکتی تھی اور بگاڑ بھی سکتی تھی۔

اس دغا باز کا مطلب حاصل ہوا اور ہاؤسن صاحب جو زور اور زور دونوں میں کارروائی کر سکتے تھے اور دونوں باتوں میں ید طولی رکھتے تھے اپنے ہکار دوست کے ذریعہ سے یہ دریافت کر کے کہ بادشاہ جان بخشی کے دعوے پر اطاعت قبول کر لینے کو راضی ہے ولسن صاحب کے پاس گئے اور ان سے اس بات کی اجازت حاصل کی

لہرانے لگا اور مختلف جہتوں میں بگل کے بچنے سے اس بات کی مہلت دی گئی کہ لوگ فتح حاصل ہونے سے ایک دو ستر کو
 مبارکباد دے سکیں اور جو لوگ زندہ بچے ہوں انکو شمار کریں اور مردوں کی تعداد کا اندازہ کر کے انہیں افسوس
 کریں۔ ہولناک قسم کے قلعوں اور حصاروں اور ان کے بہادر محافظوں کو بیشک ایک حبیب صلہ ملا۔
 چوتھا کالم سیریزڈ ٹی ماتحتی میں جسکا معین کشمیری حصہ فوج تھا اور جسکے افسر رچرڈ لائسنس صاحب تھے اسکو کم
 کامیابی حاصل ہوئی۔ ریڈ صاحب اپنے وفادار گورکھاؤں کے ساتھ ہندوراؤ کے مکان پر قبضہ کیے ہوئے تھے
 جو ایک عزت اور خطرہ کا عہدہ اور ہمارے کل مورچے کی کنجی تھی) اور جب تک محاصرہ رہا اسوقت تک اسی طرح برابر
 قبضہ کیے رہے اور حبیبیل حملوں کا مقابلہ کیا لیکن اب ایک اور مشکل بلکہ مین تو کہتا ہوں کہ ایک دشوار کام اُنکے سپرد
 کیا گیا۔ وہ صبح کے وقت زخمی ہوئے اور اُنکے کالم کے لوگ غنیم کو ہٹا کر لاہوری پھانک ٹانٹ پیونچ سکے۔ اس ضروری
 مقام پر ہمارے دشمن اب بھی فوج سے قبضہ کیے ہوئے تھے اور اُنکے توپخانہ کے گولے کاہلی پھانک کی طرف چلائے
 جاتے تھے وہ ہمارے قدم نہیں جھنڈے دیتے تھے۔ نکلسن اور جونس صاحب سے جو اپنے اپنے کالموں کے افسر تھے او
 نکلے پھرے مارے خوشی کے تہلے تھے آپس میں یہاں پر ملاقات ہوئی اور نکلسن صاحب نے اس بات کو دیکھ کر کہ
 اسوقت بھی بہت کچھ کام ہو سکتا تھا اُسکے انجام کرنے کا قصد کیا۔ صاحب موصوف نے واکٹیرون کو طلب کیا اور وہ
 لوگ سامنے آکھڑے ہوئے لیکن جس اکیلے راستہ سے لاہوری پھانک تک انکا آنا ممکن تھا وہ اور مشرقی شہروں کی گلیوں کی
 طرح استدرنگ تھا کہ چڑ آدمی شانہ میں شانہ ملا کر ایک ساتھ شکل اُسپر چل سکتے تھے۔ خبردار اور ہوشیار دشمنوں نے
 اس میں روک لگا دی تھی۔ وہ روک دوسرے کنارے پر ایک توپ کے ذریعہ سے اڑ گئی تھی اور کھڑکیوں اور کالوں
 دونوں طرف کی سطح چھتوں سے گولیوں کی بارڈر چل رہی تھی۔ اگر اس حالت میں جب ہر طرح پر موت کا سامنا تھا
 بہادر سے بہادر آدمی بھی سمٹ کر رہ جاتے تو کچھ تعجب کی بات نہیں تھی۔ نکلسن صاحب نے صورت معاملات پر
 نگاہ کی اور اس بات کو سمجھ کر کہ اگر اُنکی فوج نے کچھ تامل کیا تو سب کا کام تمام ہو جائیگا لشکر کے آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے
 اور اپنی تواریشل ایک عام قسم کے پتھان کے اپنے سر پر ہلا کر یاواز بلند اپنی فوج سے کہا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلے آئیں۔
 اگر صاحب موصوف جنگاہ کی صفوں میں اسطور سے کام کرتے ہوتے کہ ہر شخص اُنکو دیکھ سکتا تو اُنکی رعب دار صورت
 غنیم کے حکمی گولہ اندازوں کی چال مار ہی بن گئی ہوتی لیکن اس حالت میں بھی جب وہ آگے بڑھ کر دشمنوں کی
 گولیوں کے بیچ میں ہو رہے اور وہاں سے احکام اور اشارات کرنے لگے تو بھاگنا ناممکن ہو گیا۔ ہر ایک کھڑکی اور
 مکانوں کی ہر ایک بلندی سے موت کے پیام آرہے تھے اور جس ملک گولی نے اب اپنا کام کیا وہ بھلے ان بہت سی
 گولیوں کے چھیٹنی چوٹ اُس صورت میں نکلسن ہی کے دل پر پڑتی جب وہ دشمنوں سے تیغ آزمائی نہ کر چکے ہوتے
 صاحب موصوف زخم ملک کھا کر گر پڑے اور ساری حسرتیں دل میں لیے چلے گئے کیونکہ وہ ایک کڑیل جوان تھے

ساعت، عینہ کے پہنچنے سے بہت پیشتر ہمارے آدمی لڈ لو کا سئل میں پہنچ گئے یہی مقام ٹکے جمع ہونے کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور عجیب بات ہے کہ اسکے بہت برس پیشتر جان لارنس کے رہنے کا مقام ہی تھا۔ حمایہ کرنے والی فوج کے چاکالم تھے۔ بندوبست یہ کیا گیا تھا کہ ہلاکالم کشمیری بیچ کے اہل شگات پر اور دوسرا کالم پانی کے بیچ پر حملہ کرے اور دوسرا کالم اس وقت جب کشمیری پھانگ کو قویہیل جاعت حسین کا ہر ایک شخص اپنی جان اور باروت کا تھیلہ تھمبیل سی پر لٹکے ہوئے تھا شگات لگا کر اڑا دے تو شگات کی جانب سے اندر داخل ہوا اور چوتھے کالم کے لیے جو ٹھیکہ دسڑ کی جانب حکم دیا گیا تھا کہ پہلے وہ اس بات کا قصد کرے کہ جن باغیوں نے جماعت کثیر لظرافت کشن گنچ میں حکم مورچے قائم کیے تھے ان کو دبان سے نکال دے اور ان کے بعد لاہوری پھانگ کی راہ سے اندر آہتہ پیدا کرے۔

معزز عہدہ نگار صاحب کو دیا گیا اور یہ امر داہمی تھا۔ صاحب موصوف کو جان لارنس نے یہ حکم دیکر بھیجا تھا کہ وہ دہلی پر قبضہ کر لیں۔ اور دہلی پر قبضہ کرنے کے لیے فوج میں ہر شخص کی سی رے تھی کہ نگار صاحب جائیں۔ اس واسطے انکو بذات خاص اول کالم کا افسر بنکر چلنا پڑا اور اسکے سوا حملہ کرنے کی حامی ہمتیں بھی بتانا پڑیں ایک چشمہ یہ گواہ بیان کرتا ہے کہ جس وقت یہ چاروں کالم اپنے اپنے مورچوں پر جمے ہوئے تھے تو دہلیوں سے دو چند آگ برساتی جاتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو فوج کے لوگ شگاتوں سے پیچھے ہٹا دیے جائیں۔ اس وقت کرن پھوٹ رہی تھی تو پٹنہ سے گولوں کی گرج بجلی کی کرک کی طرح آرہی تھی کہ یکبارگی چاروں طرف سے خاموشی برسنے لگی۔ اور ہر شخص کے کان میں اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز آنے لگی۔

گوکہ انداز لوگ حمایہ کرنے والے کالموں کو آرمین رکھنے کے واسطے آگے بڑھ کر گولیاں چلانے لگے اور جو لوگ اس خیالی سے زمین پر پڑے تھے کہ جب تک انکی طلبی نہ ہو اس وقت تک اپنی جانوں کو بچائے رہیں وہ آپک کر کھڑے ہو گئے اور چاروں طرف سے آواز بلند افتخار کے ساتھ یہ نعرے بلند ہوئے لگے کہ جہتہ راجد مکن ہوشہرہ نیاؤ تاک پہنچ جائیں۔ محاصرین کی طرف سے اولوں کی طرح گولیاں برس رہی تھیں اور اسی پوچھا رہیں یہ تینوں کالم جو انفرادی سے اپنا کام انجام کر رہے تھے۔ اور بڑی کامیابی سے انکو انجام کیا۔ یہ تینوں کالم فوراً پٹنے کے آس پار نکل گئے اور لاشوں کے پٹے پیچھے چھوڑ گئے۔ اسکے بعد وہ خندق میں پھاندے جہاں مردے اور قریب مرگ لوگ ایک دوسرے پر لڑے ہوئے پڑے تھے۔ لیکن سیرھیان خندق کی ڈھالوں میں کی آرمین لگائی گئیں اور چند منٹ میں قلعہ پر زربان لگا کر چٹھنے کا کام ختم ہو گیا۔ نگار صاحب نے عہدہ کی طرح خطرو میں بھی سب پر تقدیم کی اور اپنے کالم میں سب کے آگے ہوئے۔ دوسرا کالم پانی کے بیچ کی طرف گیا تھا اسے بھی اسی وقت دھنس کر راستہ نکالا۔ اور دوسرا کالم قریب قریب بلاترہمت کشمیری پھانگ لڈ لو گیا جسکو ایک قلیل جماعت نے گرنل جماعت کو جو کہ میں ڈال کر اڑا دیا تھا فوراً ان تمام مورچوں کی قطار جو پیاری کے سامنے تھے اور جنہوں نے کئی عینہ سے ہکو استعداد رنگ کیا تھا ہمارے ہاتھ آگئی۔ پڑٹن جہتہ راجد مکن پھانگ پر

۷۔ ستمبر کو شام کے وقت میدان جنگ تیار کیا گیا۔ شب کو انگریزینڈ ریٹرنز (یہ وہ شخص ہے جسکی پیشین گوئیوں کو شاید میرے ناظرین کتاب میں سے کسی شخص نے فراموش نہ کیا ہوگا) کی ذاتی ہدایتوں کے بموجب اول باٹری موری بیچ سے سات سو گز کے فاصلہ پر قائم کی گئی صاحب موصوف کی موجودگی سے جوش اور ولولہ میں اگر سب سپاہیوں نے اپنی جانوں کیل کیل کر کام کرنا شروع کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انکے سبب سے کیا نتیجہ پیدا ہوگا۔ لیکن باوصف انکی تمام کوششوں کے پہلے پہل جسوقت ہمارے دو چنانہ میں انکی چکی تو اسوقت صرف ایک توپ لگی تھی جسپر اور جسکے ہر ہر آدمی پر جیسا جیسا وہ نشانہ پر آتے گئے بغیر کے مورچے سے حساب لگ رہی تھی۔ آخر کار باٹری کامل ہوئی اور اسوقت قلعہ اور برجوں وغیرہ کی گج کے ٹکڑے اڑنے لگے۔ یہ ایک عجیب و غریب امر دیکھنے میں آیا تھا۔ صبر کے ساتھ انتظار کرنے اور جو حملے بار بار ہوتے تھے ان کے روکنے اور ایک ایسے دشمن پر جو ظاہر اہم فتح حاصل کرنے کی بے انتہا امید رکھتا تھا اور جس کے مورچے اڑنے کے لیے بے شمار تھے بدقت فتح حاصل کرنے کا وقت اب ایک قصہ پارینہ ہو گیا تھا اور اٹلی سیٹی چلانے کا وقت پہنچ گیا تھا۔

اسکے بعد کے پانچ دن اور پانچ راتوں میں انہیں مشکون بلکہ ان سے برمی ہوئی مشکون کی حالت میں تین باٹریان (دو بے) اور قائم کی گئیں۔ ان میں سے ایک باٹری پانی کے بیج سے صرف ۱۶۰ گز کے فاصلہ پر تھی اور بھاری توپوں کو وہاں تک گھسیٹ کر لے جانا پڑا جس حالت میں غنیم کی طرف سے گولیوں کی بوجھار پڑ رہی تھی۔ شہر شہری ناظرین صاحب کہتے ہیں کہ گولیوں کا جیسا غنیم کی طرف سے برس رہا تھا ٹرائیون میں ویسا ہنٹ کم کر رہا ہے۔ چھ دن کی گولہ اندازی میں ہوشیاری بہادری استقلال اور مستعدی کے جو کارنامے نمایاں طور میں آئے۔

بکھریے مندرجہ ذیل اشخاص کے نام ہمیشہ عزت کے ساتھ زبان پر جاری ہونگے۔ یعنی پیر ذرا شہر صاحب چیف انجینئر فحون نے تمام تدبیریں نکالی تھیں۔ انگریزینڈ ریٹرنز جنھوں نے ان تدبیروں کی تعمیل کی تھی اور ہر ہرات اور ہر مقام میں ہمدرد دیکھتا ہوں اور دھرتی تو ہے

معلوم ہوتی تھی۔ پرائیڈ صاحب فونسن صاحب گینٹیل صاحب اور اسٹاکٹ صاحب جو اپنے اپنے دمدون کے کماحقہ ہر معلوم ہوتا تھا کہ گرمی اور کھلے میدان اور اضطراب اور خطرہ عظیم سے ان لوگوں کے دلوں میں کام کرنے کا اور وہ جوش اور ولولہ پیدا ہوتا جاتا تھا۔ ۱۲۔ تاخیر چاروں دمدے پہلے پہل یکبارگی شہر کی دیواروں پر باڑھ مارنے لیے تیار ہو گئے اور پہلے ہی مرتبہ جب چاروں دمدون سے یکبارگی گولے چلے ہوئے تو میباک سے میباک باقی اپنے دل میں یہ سمجھنے لگے ہوئے کہ اب بازی ہاتھ سے جاتی رہی۔ ۱۴۔ توپوں کی ضرب اور گزوں کی چھٹکارا سب شہر کو یکبارگی ہلا دیا ہوگا اور جسوقت ہر ضرب کا دھوان پھٹا اور بڑے بڑے برج زمین پر گر رہے ہونے دکھائی دیے۔ لوں کے ٹوٹنے سے مورچے شکست ہوئے اور انکے محافظ جان بیکر آرمین یا بلکہ شہر کے اندر بھاگنے لگے تو ہمارے

فوج میں خوشی کے نعرے ہر چار سمت سے گونجنے لگے۔ اسکے بعد ہم گھنٹے تک ایک طرفۃ العین کے لیے بھی گولیوں کی سنسناء نہ ہوئی اور توپخانہ کی گرج موقوف نہیں ہوئی تھکے ہوئے گولہ انداز (جسوقت انکی جگہ والا ٹیڑھ لوگ بلا کر مقرر کر دیے جاتے تھے) بعض اوقات عجلت میں چند لمحہ آنکھ لگانے (بلکہ غافل نیند میں سو جاتے تھے) کے لیے توپوں ہی کے نیچے لیٹ جاتے تھے اور پھر اٹھ کر دو چند جوش کے ساتھ اپنا کام کرنے لگتے تھے۔ پرانے سیکھ جو توپخانہ میں تھے اور جنکو جان لارنس نے بذات خاص اس کام کے لیے منتخب کیا تھا اور مذہبی سیکھ بھی جو جان لارنس کے بھیجے ہوئے تھے انکی ہر دباری اور بہت خود ولایتیوں کے مانند ظاہر ہوئی۔ اور سب سے زیادہ تعجب کی بات تو سقون اور یوسی خد شکار جبریل تھیں جنکے ساتھ رنگ، اور قوم کی اس عداوت میں جو اس خوفناک لڑائی سے پیدا ہوئی تھی انکے آقاؤں نے عمدہ سلوک نہیں کیا اور وہ آقاؤں کی خدمت کرنے پر گولے اور گولیوں کی ایسی بوچھاڑ میں دست بستہ کھڑے تھے۔ غنیم کے لوگ باوصف اس امر کے کہ وہ مورچوں سے ہٹا دیے گئے تھے اور بہت سی توپیں مورچوں پر سے اتار دی گئی تھیں اب تک مایوسی میں ہمت باندھ کر لڑتے جاتے تھے۔ انھوں نے چھوٹی اور ہلکی توپیں سامنے لگائیں جنکے گولوں سے ہمارے دمدوموں میں جا بجا سوراخ ہو گئے۔ انھوں نے نہروں اور باغات وغیرہ کو جو شہر کے سامنے واقع ہیں حکمی گولہ اندازوں سے کچا کھپ بھردیا تھا اور ان لوگوں نے ہمارے گولہ اندازوں کو جو کام میں مشغول تھے چُن چُن کر گولیاں ماریں اور انکے بالا پوش گولیوں سے سوراخ دار کر دیے۔ ایک مرتبہ انھوں نے عقب سے بھی ہم پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ اور آخر میں جب وقت باقی نہیں رہا تھا تو انھوں نے گرے ہوئے دمدوموں کے پیچھے ایک دیوار بھی اٹھانا شروع کی جس سے وہ نہایت محفوظ ہو جاتا۔

صبح آتا ہی رات کو معلوم ہوا کہ گولہ اندازی نے بخوبی اپنا کام کیا اور چار نو جوان افسران محکمہ انجیری یعنی اگر تینچہ صاحب اور ہٹوم صاحب اور رینڈلے صاحب اور لینگٹ صاحب باغوں میں چپکے چپکے غنیم کی چھیڑ چھاڑ کرنے والے آدمیوں کے پیچھے جا کر خندقوں میں اتر گئے اور دیکھ بھال آئے کہ کہاں کہاں پر شہر نہاد کی دیوار ٹوٹ گئی ہے۔ اور یہ خبر لائے کہ وہاں کے شکاف ایسے نہیں ہیں جو دیوار توڑ دین لیکن اگر تدبیر کی جائے تو ممکن ہے کہ گر جائیں۔ اس امر کے معلوم ہونے سے کہ شکافوں کی زمین کیا ہو رہا ہے کونسل جنگ کو اس امر کے قطعاً تجویز کرنے کی ترغیب ہوئی کہ جس وقت یہ تدبیر ممکن العمل ہے اسی وقت ہم کے سر کرنے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ چنانچہ ساتھ ہی اسکے وہ خوفناک حکم جسکا عرصہ سے اس اشتیاق کے ساتھ انتظار کیا جاتا تھا اور جو بہت سے شائقین جنگ کے لیے پیام موت تھا کپ کے اندر ایک آدمی کے منہ سے جاری ہوا کہ ”آج تین بجے رات کے حملہ ہوگا“۔ یہ بڑی فریفتگی کی ساعت تھی مگر ساتھ ہی اسکے آدھی رات کا وقت تھا۔ تدبیریں سب پہلے ہی سے تجویز ہو چکی تھیں اور تین گھنٹہ توقف اور تیاری کے لیے جو دیے گئے تھے وہ رفتہ رفتہ تمام ہو گئے۔

دے رہے ہیں کہ جنگی کارروائی کریں تو اسکی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ فوج اب ہرگز خاموش نہ رہے گی۔

آپ کا بڑا صادق دوست

جے ٹکسن

اس عجیب طور کی سخت تحریر کے بعد ٹکسن صاحب کے لکھنے پڑھنے کا کام جسکو وہ اسقدر ناپسند کرتے تھے ختم ہو گیا۔ صرف انکی تکلی تموار کا کام باقی رہا۔ یہ خبریں کہ سر جان لارنس نے دہلی کے فتح ہونے کے بعد وہاں کی کمان کے لیے ٹکسن صاحب کو نامزد کیا ہے اور انکی سفارش ایک اور عہدہ کے واسطے جسکو وہ شہر کی کمان سے بھی مرجع جانتے تھے یعنی تعاقب کرنے والے حصہ فوج کی افسری کے لیے نامزد کیے گئے اور پھر اس دامن قائم ہو جانے کے بعد کشمیری تیرہ کے واسطے منتخب ہوئے ہیں حملہ کے بعد ہی زمانہ بعد کیے بعد دیگرے صاحب موصوف کو خبریں پہنچیں اور اگر انکو کبھی شک تھا تو اب اس بات پر ضرور یقین ہو گیا ہو گا کہ انکے افسر اعلیٰ سر جان لارنس انکی خدمتوں کے نہایت ہی معترف تھے۔ آخری ٹپچی (۹ ستمبر کو) جو جان لارنس نے ٹکسن صاحب کے نام بھیجی تھی اس میں لکھا تھا کہ وہ جو یقین ہے کہ اس ٹپچی کے پونچنے تک آپ دہلی میں داخل ہو جائینگے اور آپ حملہ کے خطرہ سے بچ جائینگے اور مزید اعزاز حاصل کرینگے، ٹکسن صاحب کو مزید عزت، بیشک حاصل ہوئی لیکن کشمیری تیرہ پر مقرر ہونے یا جس شہر پر اس جنگ کے بعد انھوں نے قبضہ کیا تھا اس پر حکومت کرنے یا تعاقب کرنے والے کام فوج کے رہنا ہونے کے ذریعہ وہ اعزاز مزید نہیں حاصل کر لے پائے۔

گولہ اندازی اور غلطی تحریر دہلی کے متعلق شرح اور تفصیل حالات لکھنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے صرف جماعتوں کی بڑی بڑی کارروائیوں کے مختصر حالات جو ابتدا سے انتہا تک انکے متعلق واقعات کے زمانہ حال کی کسی لڑائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے بیان کرنے کے لیے کافی ہیں۔ حملہ کے لیے شہر بنہ کا جو حصہ منتخب کیا گیا تھا وہ حصہ وہ تھا جو پہاڑی کے محاذی واقع تھا اور دریا سے جتنا سے لاہوری پہاڑ تک کل شہر بنہ کا ایک ٹکٹ تھا۔ آہیں پوری اور کشمیری برج اور اور دریا کے برج بھی داخل ہیں جن میں سے ہر ایک پر چودہ چودہ توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ہر ایک زیادہ تر ہمارے ہاتھوں کا بنایا ہوا تھا اور ہر ایک برج سے پچھلے دو عینہ کے عرصہ میں انکے اصل بنانے والوں پر برابر ہر روز گولے اور گولیاں برستی رہیں اور دریا میں ایک روز بھی توقف نہیں ہوا۔ شہر بنہ کی دیوار ہٹور کی نہیں بنی ہوئی تھی کہ اس پر ہتھیاری توپوں کے دھکے لگنے سے بھی جو پٹ فیٹ بلند اور بارہ فیٹ چوڑی تھی۔ اگر وہاں تین ہزار آدمی جو حکم دینے کے ساتھ ہی ہر وقت تیار ہو سکتے تھے اس کام میں لگا دیے جاتے تو چند ہی روز کے عرصہ میں وہ ایک حصہ جن میں قائم کر سکتے تھے۔ عین صحن چند ہی توپوں کے چڑھانے سے جو وہاں موجود تھیں سارا مورچہ ستم ہو جاتا اور بہت مشکل سے شکست ہو سکتا۔ مگر معصومین نے یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا یا اب اسوقت بھی انھوں نے اس کام کے اہم کا قصد کیوں نہیں کیا۔ اگر باغیوں نے

اب بالکل خاموش ہے اور اُن کا یہ خیال صریح البیان۔ کہ اُن سے غلطی ہوئی۔

لیکن جس بیباکی میں وہ گذشتہ زمانہ کے ایک مہینہ کو بھول گئے تھے اُسی بیباکی سے آئندہ زمانہ کے قیاس کرنے میں بھی ایک مہینہ اُن کو فراموش ہو گیا چنانچہ اُس کے بعد کی چٹھیوں سے صاف ہوا ہے۔

مقام محاذی دہلی مورخہ ۹۔ اگست (ستمبر) ۱۸۵۷ء

آج صبح کو بائریاں تیار نہیں ہو سکیں لہذا ہم لوگ آج صرف موری کو خاموش کریں گے۔ کل ہم گویان اور گولے چلائیے اور گیارہویں تاریخ جو ایک عجیب قسم کی مطابقت سے پہلے مرتبہ دہلی کے فتح ہونے کا دن پڑا ہے ہم لوگ حملہ آور ہو گئے۔ کشتی لیتے کی ہکو بڑی شکر گزاری کرنا چاہیے۔ معلوم نہیں کہ چارے ٹھیکے راس صاحب (کشنر سابق) کس سبب سے قنا کر گئے۔ گریٹنڈ صاحب کے نام آپ نے جو چٹی بھیجی تھی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور ٹیکٹ صاحب دونوں بکاش ہو گئے۔

لیکن اب ٹیکٹ صاحب کی ایس دین اور بڑے کلین۔ کچھ تاخیر اور ہوئی اور ۱۱۔ ستمبر کو صاحب موصوف نے ایک اور چٹی لکھی جو ایک غناک لطف رکھتی ہے کیونکہ وہ کیا بلکہ ہر شخص کے نام کی یہ آخری چٹی تھی۔

مقام محاذی دہلی ۱۱۔ ستمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارنس صاحب۔ بائریوں کے سبب سے ایک دن کی اور تاخیر ہوئی لیکن مجھ کو معلوم نہیں ہوتا کہ اب اور تاخیر کس طرح ہو سکیگی۔ بازی اس وقت بالکل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم صرف ایک بازگیر چاہتے ہیں جو بتائی ہوئی چالیں چلا کرے خوش قسمتی تمام قسم کے عذرات اور رخنہ انداز یوں اور ایک مرتبہ اور اس بات کی دہکلی دینے کے بعد کہ تو میں واپس کر لی جائیگی اور قدمہ حریف کر دیا جائیگا ولسن صاحب نے ہر ایک شے انجیروں کے سپرد کر دی اور دہلی کے فتح کرنے کی تعریف کے وہی ستھی ہو گئے سوائے اُن کے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر ولسن صاحب نے تو یوں کو ہٹا لینے کی دہکلی پر عمل کیا ہوتا تو میں بالکل اس بات پر آمادہ تھا کہ فوج سے لکڑا لگو عالجہ کر دوں اور اُن کی جگہ دوسرے شخص مقرر کروں۔ میں نے اپنے زمانہ میں بہت سے بیکار جنرل دیکھے ہیں لیکن جیسے جاہل اور غوغائی اور رخنہ انداز یہ میں دیکھا کوئی نہ تھا اور جس وقت یہ مقام فتح ہو جائیگا تو کسی بات سے مجھ کو اس امر کی ترغیب نہو گی کہ میں ایک دن بھی اُن کی ماتحتی میں کام کروں۔ انجیروں کے جواب میں پچھلے مرتبہ جو خبر بھی گئی تھی اُسکی عبارت یہ ہے۔ میں انجیروں سے بالکل مختلف الراے ہوں۔ جو تدبیر وہ سوچے ہیں اگر بالکل نامکن نہیں ہے تو اُن میں مشکلات حد سے زیادہ لاحق ہیں لیکن چونکہ میری رائے میں اور کوئی تدبیر نہیں معلوم ہوتی ہے اس واسطے میں چیف انجیر کی شکایتوں کو جو اصرار کے ساتھ کی گئی ہیں منظور کرتا ہوں۔“ مندرجہ بالا الفاظ قریب قریب وہی ہیں جنکو ولسن صاحب نے استعمال کیا تھا۔ اور اسپر بھی صاحب موصوف نے ہرگز اُس زمین کی جانچ نہیں کی جن پر برٹش پانک باٹریئر قائم کرنے کی انجیروں نے تجویز کی تھی میں یقین کرتا ہوں کہ میرٹھ میں جو سامنے گذرا اسمین جنرل نیوٹ کی کوئی خطا نہیں تھی صرف ولسن صاحب کی خطا تھی۔ اور ہر طور سے یہی پایا جاتا ہے کہ ہندوؤں کی لڑائی میں وہ زبردستی بھیجے گئے تھے اور کوئی بس اُن کا نہ چل سکا وہی اب بھی کہا جاسکتا ہے۔ وہ انجیروں کو اجازت

شعبہ پر حملہ کرینگے۔ ہر ایک امر کے خیال کرنے سے یہی رائے صاحب معلوم ہوتی ہے۔ میں نے یہ سب باتیں
 جنرل ولسن کو لکھ کر بتا دی ہیں۔ اب اس سے زیادہ میں نہیں کچھ کر سکتا آپ ہی لوگ انہیں اپنا اثر ڈالنے کے وسائل ہیں۔ اگر ہم
 جنوبی ملک سے ملک پونچنے کے انتظار میں تاخیر کی تو یہ خدایا کو معلوم ہے کہ کیا گزریگی۔ جب نہیں ہے کہ نفع فوج بیماری میں
 مبتلا ہو جائے۔ جھگڑتین ہے کہ چیئر برٹن اور ٹکٹن صاحب فوراً جنگی کارروائی کرنے کی رائے رکھتے ہوئے بیشک جھگڑا بھی طرح سے
 اس بات کا یقین نہیں ہے کہ ہندوستان کا کوئی واقعہ کارروا کر آدمی کوئی دوسری رائے دیکھا۔ ہر ایک روز کی تاخیر
 اور الجھاؤ پیدا کرتی ہے اور معاملات میں شک میں ڈالتی ہے۔ ہر روز ایک نہ ایک خیریت اور باغی ہوتی ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں
 کوئی ہندوستانی سپاہ ہمارے طرف راہ نہ رہ جائیگی۔

اسی طرح وہ ہنرونی گریٹنڈ صاحب کو کہتے ہیں کہ۔

مجھ کو امید ہے کہ آپ اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ تو چنانہ محاصرہ کے پونچنے پر فوراً سختی اور نقصان رسانی کی کارروائی
 شروع کی جائے۔ میرے نزدیک حملہ کرنے کی نسبت تاخیر میں زیادہ خطرہ ہے۔ یہ بھی ایک عمدہ حکمت علی ہے کہ ہماری طرف سے سخت
 حملہ ہو جائے جب باغی لوگ دبے ہوئے ہیں۔ آپ اسٹراٹون یا سپریم گورنمنٹ کے پاس سے آپ کے نام کوئی ایسا بھی حکم آیا ہے کہ
 دہلی کے سقوط ہو جانے کے بعد کیا کارروائی کرنا ہوگی۔ یہ ایک بڑی بھاری بات ہے کہ دشمن کو کواری ضرب پونچائی جائے تاکہ پناہ گزین
 بریگیڈ منکرین جرم نہ سکے۔۔۔۔۔ بیان ہم لوگ غیرت سے ہیں لیکن پشاد میں بیماری بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اگر آفٹالون نے
 دھرم کیا تو ہکومت شکل بریگی۔ دہلی بہت جلد سونپیں ہو سکتی ہے۔ پشاد میں اب تک۔۔۔ ہندوستانی سپاہی موجود ہیں
 حسین سے۔۔۔ ہم صلح ہیں۔

لیکن گوجان لارٹن حملہ کرنے کے کیسے ہی خواہشمند کیوں نہ رہے ہوں وہ اپنے بعض صلاح کاروں کی
 طرح اس بات کے خواہشمند نہ تھے کہ حملہ کے قبل یا بعد جہان ناک خونریزی ہو سکے کی جائے۔ وہ ان سکھوں کو جو دہلی
 میں تھے باغی سپاہیوں کے ساتھ سزا دینی سے بچانے کے بہت خواہشمند تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ جن سپاہیوں نے
 اپنے افسروں کو عداوت مار ڈالا ہے ان کے اور ایسے سپاہیوں کے مابین جنھوں نے اور قسم کے شکار کیے ہیں اختیار کیا جائے
 ان کے اور ولسن صاحب اور ٹکٹن صاحب کے درمیان اس بارے میں بڑی خط کتابت ہوئی۔ ولسن صاحب چاہتے
 کہ ان نیم بے قصور سپاہیوں کے عذرات کی سماعت کی جائے لیکن اس کام کی جوابدہی وہ اپنے ذمہ نہیں لینا
 چاہتے تھے۔ انھوں نے سر جان لارٹن کی طرف متوجہ ہو کر ان سے صلح پوچھی اور ان کی چٹھی کا انھوں نے
 جو جواب دیا وہ یہ ہے۔

آپ کو خوب معلوم ہے کہ مجھ کو دہلی یا معاملات دہلی کے بارے میں کسی طرح کا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں
 کہ ہر ایک افسر کو اپنے امکان بھر کر کار کی مدد کرنا چاہیے اور جس مقام پر جوابدہی کی ذمہ داری کا موقع ہو وہ ان جوابدہی بھی اپنے ذمہ

لے لینا چاہیے۔۔۔۔۔ سناؤں ایسی کثرت اور غدر اس عام طور پر ہوا ہے کہ ہر شخص کے خلاف کینہ کشی کے ارادہ سے جنگ کرنا غیر ممکن ہے ہم اُن تمام باغیوں کو جو ہم سے لڑے ہیں قتل نہیں کر سکتے جسکی خطا کم ہے اُسکے لیے عفو کا دروازہ بتنی جلد ہی ہم کو ملے گا۔
اسبقدر ہر شخص کے واسطے بہتر ہے۔

نیکلسن صاحب نے اس بارہ میں جان لارنس سے تمام تر اتفاق رائے کیا۔ وہ ہمیشہ جنگ کے لیے خیمہ ٹھوکے بیٹھے رہتے تھے اور جب طرح بندھا ہوا کتا مارے ہوئے شکار کو دیکھ دیکھ کر ہاتھ پاؤں مارتا ہے انکی بھی وہی کیفیت تھی۔ لیکن سر جان لارنس کے نام اعلیٰ کمان افسروں کی نالائقی کے بارے میں نیکلسن صاحب نے جو چٹھیاں لکھی تھیں انمیں ایک یہ بات بڑے لطف کی پائی جاتی ہے کہ انھوں نے اُن لوگوں کے فوائد کا بڑا لحاظ رکھا جنہیں باوصف اس بات کے کہ اُن سے صرف حال ہی میں انکو تعارف حاصل ہوا تھا انھوں نے آئندہ کے لیے استعداد اور امید دریافت کر لی۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اگرگزیدہ ریلر کی انھوں نے کس قدر خبر گیری کی یہاں اُسکا ایک اور نمونہ دکھلایا جاتا ہے۔

میں رینڈال صاحب افسر چٹھ نمبر ۹ کو اسٹافٹ صاحب والی سپاہ کے آئیٹن کا عمدہ دیتا تھا لیکن وہ صرف اپنی ادنیٰ درجہ کی تنخواہ پر مبین کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ شاید مجھ پر کوئی واردات گذر جائے تو آپ اسکا خیال رکھیے گا کیونکہ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ وہ اسٹاف کی ملازمت سے انکار کر کے اپنی چھٹیوں کی تنخواہ پر بلا ترقی عمدہ قناعت کرے اور خندقوں میں کام کرنا منظور کرے۔ اسکے سوا رینڈال صاحب بڑے ثابت قدم ہوشیار اور ایماندار شخص ہیں۔

اس بات کا بیان کرنا خالی از لطف نہیں ہے کہ جس افسر کی بابت نیکلسن صاحب نے ٹیمو گھاٹ اور دہلی کے خندقوں کے قریب افسر مذکور کی جن کا ردائیوں کو دیکھ کر قریب قریب اپنے دم دایسین کے وقت اپنے جین سے اس دلسوزی کے ساتھ سفارش کی تھی وہ جان لارنس کے گورنر جنرل ہونے پر انکا انڈیگناٹ مقرر ہوا انکی بڑی بیٹی سے اُسکی شادی ہوئی اور اُنکے مرنے کے چند ہی روز پیشتر دنیا کے لوگوں کے سامنے لارڈ لارنس کے والد گذشتہ پشاور کی ٹھیک ٹھیک حکمت علی کا جالی پیش کرنے کا مقدس کام اُسکے سپرد ہوا جسکو صاحب موصوف نے اب میرے سپرد کیا ہے اور میں نے باب آخر میں اُس فرض کو ادا کیا ہے۔

محاصرہ کا تو یہ زمانہ ہے۔ ستمبر کو پہونچا اور اُسکے بعد فوراً ہی جموں کی سپاہ اور وائیلڈ صاحب کی چٹھٹ پہونچی۔ اور اب جان لارنس اُس سب کا ردائی کو کرچکے جو اُنکے امکان میں تھی اور اس اہم معرکہ کی اخیر کارروائی کے لیے ہر شے تیار تھی بلکہ محکو یہ کہنا چاہیے کہ کمان کے جنرل کو چھوڑ کر ہر ایک شے تیار تھی۔ جان لارنس بائٹل فریج حکمت خوشی میں لکھتے ہیں کہ۔

محاصرہ کا تو یہ زمانہ کل دہلی میں پہونچ گیا۔ ہکو چاہیے کہ دس دن کے اندر شہر پر قبضہ کر لیں۔ اگر نیکلسن صاحب کمان پر تھے

ضرورت تھی کہ لوگوں کو مستعد رکھیں۔ میرٹھ میں غدر شروع ہونے کے زمانہ سے لیکر اب تک انٹرنیشنل بٹار فوج اور وائسن ہر ایک جنرل کو روزانہ دیکھ کر تھے کہ دلیری کی کارروائی کرنا انہیں ضرور ہے۔ یہ بات بخوبی تمام کی جانچ کی کہ دلیری کی جو کچھ کارروائی ہوئی سر جان لارنس ہی اس کے بانی مہمانی تھے اور جنرل وائسن کے نام کی چٹھی جسکو میں ذیل میں نقل کرتا ہوں اور جو اس وقت لکھی گئی تھی جب جنگ دہلی کے دن کم رہ گئے تھے ان تمام ضروری باتوں کے لحاظ سے جو کامل طور سے چٹھی مذکور میں درج کی گئی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پرزور نظم کی ان سب باتوں کو یاد دلایگی جو جنرل وائسن کے نام اس وقت بھیجی گئی تھیں جب علانیہ یہ تکرار پیدا ہوئی تھی کہ ہائی شہر پر چڑھائی کرنا چاہیے یا اس قصد کو بالکل فسخ کر دینا چاہیے۔

۲۹۔ اگست لاہور ۱۸۵۷ء

مافی ڈیئر جنرل۔ وائس صاحب کی چٹھس اس چٹھی کے وصول ہونے تک انبار میں پہنچ جائیگی۔ جنوں کی سپاہ ایک دن بعد پہنچے گی۔ یا مستحکم اگر آپ اپنے ارادہ پر قائم رہیے تو یہ سب فوجیں دہلی میں ہوں گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس وقت شہر پر حملہ کرنے کے لیے آپ کی حالت بخوبی مستحکم ہو جائیگی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی ایسی بات کرنے کا اصرار نہ کروں جو صاحب حکمت علی کی رو سے ہائز ہو سکے۔ لیکن اس بات کے کہنے میں بھی میں تاثر نہیں کر سکتا کہ اگر فوجی وسائل کافی طور سے موجود ہوں تو حملہ کرنا نہایت ہی ضرور ہے۔ مجھ کو خود امید ہے کہ اگر آپ ایک مرتبہ شہر کے اندر اپنی مسطرت قائم کر لیتے تو پھر مقابلہ چنداں سخت نہ کرنا پڑے گا۔ مجھ کو یقین ہے کہ باقی لوگ نفاق کر کے اور امداد منتظر ہو جائیں گے اور بہتیرے اپنے ہتھیار بھی پھینک دیں گے جو کہ نہایت ہی ہین وہ مجتمع ہو کر گوا لیا کو چلے جائیں گے۔

لیکن انھوں نے شہر بچانے کا قصد کیا تو یہی انکو ناکامی ہوگی اور کوئی محمول کارروائی نہ کر سکیں گے۔ رعایا کو انکی طرفدار میں بڑا نقصان پہنچا ہے۔ اور دہلی کو بیسالوگ خیال کرتے ہیں اس طرح وہ مستحکم نہیں ہے کہ شہر میں پناہ سے لیکر دہلی کے پناہ تک اگل مشرقی حصہ کشادہ اور کھلا ہوا ہے۔ اس حصہ شہر میں صرف قلعہ کی عمارت مستحکم ہے۔ اور اماند جانے کے بعد یہ پہلے ہی گھربائی جاسوکتا تو میں گولے برابر برساتے جائیں گے تو اسکے اندر کے لوگ بالکل گر جائیں گے۔ دہلی کی تمام شاہراہیں چوڑی اور سیدھی ہیں اور وہ خاص خاص پناہ گون کو گئی ہیں مخالفت کی حالت میں ہماری فوج مستحکم مقامات پر قبضہ کر سکتی ہے جیسے جامع مسجد اور وہ زمین جو کشمیری پناہ گاہ اور سیکرین اور گلاب کے درمیان ہے۔ بیگم صاحب کے مقبرے کا باغ اور اسکے قریب بادشاہ باغ اور چاندنی چوک کے درمیان والی مسجد ان سب مقامات پر کامل حفاظت کے ساتھ قبضہ کر لینا چاہیے۔ اگر حملہ ہونے کے قبل گل تھری کی درستی ہوگئی اور اسکا حال افسروں کو سمجھا دیا گیا اور افسروں نے سپاہیوں کو اپنے اختیار میں رکھا تو میں یقین کرتا ہوں کہ جس وقت ہماری فوج اندر داخل ہو جائیگی کسی قسم کی سخت مخالفت نہ ہوگی۔

یہ وہ ہیں محکوم اس بات کے واسطے بہت قوی معلوم ہوتی ہیں کہ جس قدر جلد حملہ کرنا ممکن ہو کیا جائے۔ ہر ایک دن کی

لاہور ۱۸۵۷ء میں لارنس صاحب کی طرف سے

تاخیر میں خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ ہر روز ناراضی اور فساد پھیلتا جاتا ہے۔ ہر روز یہ کھٹکا زیادہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی روٹسا ہمارے خلاف سازش کرتے جاتے ہیں پنجاب میں ہم لوگ کسی طرح سے مستحکم حالت میں نہیں ہیں پشاور ایک پولیٹیکل کوہ آتش فشاں ہے جس میں سے ہر روز آتش فشاں کا خطرہ رہتا ہے۔ منجملہ تین ولایتی پلٹنوں اور ایک توپخانہ کی سپاہ کے ہمارے پاس صرف ایک ہزار آدمی کام کے لائے ہیں۔ باقی ماندہ اشخاص بجا میں مبتلا پڑے ہوئے ہیں۔ ہکو ۱۰۰۰ ہندوستانی سپاہیوں کی حرست کرنا ہے ایک جہت یعنی پلٹن نمبر ۱۱ ابھی کل بغاوت کی عجب نہیں کہ اس زمانہ میں کسی نہ کسی روز افغان لوگ ہماری گردن پر آکر سوار ہوں۔ اگر کوئی بات اس کی طرف سے ظور میں آئی تو بیشک افغانوں کو زیر کرنا پڑیگا پیاری کی فصل اب شروع ہونے لگی ہے تمام ملک میں ہکو ہر وقت مقابلہ کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے ہندوستانی سپاہیوں کو معدودے چند ولایتی اور سکھ سپاہیوں سے نگاہ رکھنا اور ڈرانا پڑتا ہے۔ ہر روز ہمارے پاس فوجوں کے باغی ہونے کی خبریں پہنچتی ہیں۔ وسط ہند میں ہماری حکومت محض برائے نام رہ گئی ہے۔ احاطہ کبھی کی حالت نہایت ہی نازک ہے۔ اور دوسرے میں جنرل ہوٹلک صرف وہاں کی جنگ کو سنبھال سکتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

مجھ کو امید نہیں ہے کہ جنوبی حصہ ملک سے آپ کو ملک پہنچ سکے ابھی تو بہت دنوں تک وہاں کی ملک پہنچتی معلوم نہیں ہوتی ہے۔ دہلی میں موسم نہایت خراب ہے۔ موجودہ حالتوں میں عرصہ تک وہاں فوج کثیر کا کچا رکھنا بھی خالی از خطرہ نہیں ہے۔ گوالیار کی سپاہ بہت دن پیشتر حیدر پور آ کر گئی ہوگی اور باغیوں کو اس سے بڑی ملک پہنچی ہوگی ان سب وجوہوں سے ہم لوگوں کو جہاں تک جلد ممکن ہو کارروائی کرنا لازم ہے۔ ہر ایک امر کے لحاظ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحالت کارروائی کی جائے۔

میں اس بات کی بھی سفارش کرونگا کہ آپ پولیٹیکل افسروں کی بابت یہ صلاح پوچھیے گا کہ دہلی کے مسخر ہو جانے کے بعد کیا کارروائی کرنا ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ ایک فوج باغیوں کی اصل جمعیت پر فوراً دھاوا کریگی۔ اور بلاشبک ایک گشتی کا لم فوج دواہ گنگا سے اس پار جا کر تمام ملک کی گشت کریگا۔ علاقہ دہلی کے قریب چھوٹے چھوٹے گشتی فوجی حصوں کی ضرورت ہوگی کہ باغیوں کی تنبیہ کر کے انکے ہتھیار چھین چھین لیں۔ میری رائے ہے کہ جو فوج دہلی میں چھوڑی جائے وہ قلعہ پر قبضہ کر لے۔

ہم نہ اپنی پنجابی رجمنٹوں کے کسی حصہ کو اور نہ اس توپخانہ کے کسی حصہ کو جو پنجاب سے کیا ہے طلب کریں گے۔ لیکن اگر ممکن ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک ولایتی رجمنٹ واپس چلی آئے۔ اسکی مدد سے انگلستان کی ملک پہنچنے تک ہم بخوبی کارروائی کر سکیں گے۔ اس چٹھی کے پہنچنے کا اثر خود توپخانہ محاصرہ کے اثر سے کچھ کم نہ پڑا ہوگا جو قطعی تدبیروں کے عمل میں لانے کی عرض سے اس زمانہ میں دہلی میں آکر داخل ہوا لیکن سر جان لارنس نے اب بھی صرف اپنی تحریرات پر قناعت نہیں کی۔ وہ چیئر مین اور مگلسن ڈپٹی اور نارمن اپنے پاس کے ان نہایت مستعد آدمیوں کے ذریعہ سے بھی جنرل کو مستعد رہنے پر آمادہ کرنے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ وہ نارمن صاحب کو لکھتے ہیں کہ۔

مجھ کو یقین ہے کہ توپخانہ محاصرہ کے پہنچتے ہی جنرل ولسن دلسوزی سے کام شروع کریں گے۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکیگا

بہر حال اس راستہ کا معلوم کرنا بہتر ہو گا میں نہیں خیال کرتا کہ شرمین زیادہ متاثر کرنا پڑے میں ابھی سے حکم لگائے دیتا ہوں کہ باغیوں سے کچھ لوگ قلعہ پر قبضہ رکھنے کی کوشش کرینگے اور باقی اشخاص فی الفور بھاگ کھڑے ہو گئے۔ تو میں قلعہ کی دیواروں پر نمین لگ سکتی ہوں اور ایک دن کی گولہ اندازی سے قلعہ کی فوج اطاعت قبول کر لیگی۔ لیکن اگر شرمین اپنے کو سنبھالے رہا اور باغی لوگ اپنے مکانوں پر قبضہ کیے رہے تو ہم لوگوں کو چاہیے کہ جامع مسجد اور چاندنی چوک کی دوسری مسجد پر قبضہ کر لیں جو ہساری فوج کے لیے قلعہ کا کام دے گی۔

لاہوری بھاگ کا راستہ چاندنی چوک ہوتا ہوا قلعہ کو گیا ہے وہ اتنی فیت کے قریب قریب چڑھا ہے۔ اس راستہ اور جامع مسجد کو اپنے قابو میں کر لیجیے پھر باغی لوگ کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔

ملک پائینی یعنی بنگال وغیرہ کی کوئی خبر چند دنوں سے نہیں آئی ہے۔۔۔۔۔ پانڈے لوگ گجود دالے بھاگت کی طرف سے ٹکڑے آ رہے ہیں۔ وہ سب ایک ٹکڑے کو چلے جائیں گے۔ وسط ہنگوا اپنے سوار رکنا پڑینگے تاکہ باغیوں کا قلع قمع کر ڈالیں۔ رسالہ لپٹاؤ کے دوستو چالیس سوار کج رات کو مجھ کو مشغول کی مانتی میں روانہ ہو گئے۔ اس وقت یہ بہت قیمت ہیں۔

لیکن اس وقت بھی جب معلوم ہوتا تھا کہ نتیجہ کے ظاہر ہونے میں زیادہ عرصہ نہ لگیگا دہلی میں صورت معاملات قابل اطمینان نہیں تھی۔ بیماری بڑی شدت سے پھیلی ہوئی تھی۔ چھانوئوں میں اول تو یوں ہی کبھی تند بستی میں رہتی تھی مگر اس سال معمول سے بھی زیادہ لوگ وہاں ہلاک ہوئے کیونکہ نہر کے کنارے شکست ہو گئے تھے اور ملک میں سیلاب آگیا تھا کثرت کار اور حدیم الفرستی میں حفظان صحت کی قریب قریب سب تدبیریں فراموش ہو گئیں۔

آرمیوں اور جانوروں کی لاشیں ہر چار طرف اس طرح پڑی ہوئی تھیں گاڑا تو پنا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور جو وقت طیفانی موقوف ہوئی اور تیز دھوپ شری ہوئی چیزوں پر پڑی تو آرزو تپ سیخہ (اور یہ تو موقوف ہی نہیں ہوتا) انوار و اقسام کی بیاریاں پھیلنے لگیں۔ اور کپ میں دو چند خوف طاری ہوا اور کام کرنے سے بہت لوگ معذور ہو گئے۔ ایک ریجنٹ جو حال میں آئی تھی اس میں چھ تو آدمی تھے لیکن اس بیماری اور دوسری وجوہوں سے تین ہفتہ کے اندر صرف

۲۴۲ آدمی کام دینے کے قابل آسین رہ گئے۔ لیکن صاحب جو اس زمانہ میں روز سر جان لارنس سے نامہ و پیام کرتے تھے قریب قریب ہرات کی جو ہوتی یا ہوتی تھی بڑے زور اور اصرار سے شکایتیں کرتے تھے۔ اور چونکہ ان کی شکایتیں بہت ہی ایسی ہیں جکا کچھ بہتہ نہیوں اختیار نہیں اور دوسرے اشخاص کی جھیون سے بھی جو اس وقت میرے پیش نظر ہیں

لکھا ہے اسوجہ سے ہم تمہارا خد کر سکتے ہیں کہ فی الجملہ وہ شکایتیں مقبول نہیاد پڑتی ہیں۔ اور وہ ایسی نہیں ہیں جنکو ان جھیون سے تاہید نہ ہونے کی حالت میں ہم صاحب موصوف کی بخیری اور مضطربانہ سرگرمی پر محول کریں اگر ان ٹھپوٹے تاہید نہ ہونے کی تاہید نہ ہی کر کے چھین لیں صاحب نے بار بار اس بات کی شکایت کی کہ ملک کے جن مدبروں کے پاس ایسی خبروں کو دریافت کر کے انہیں علم نہ کر لے گا صاحب موصوف کو حق حاصل تھا شکے ذریعہ سے وہ آگے بڑھ کر کام کی

کارروائی کر سکتے تھے انکی رائے اصل معاملہ کو نہیں پہنچتی ہے اور وہ چاہتے تھے کہ سرجان لارنس اسطرح کے لوگوں کو یکبارگی موقوف کر دیں مگر جان لارنس کو اس میں کچھ اختیار حاصل نہ تھا۔

میں اس بات کو مبالغہ نہیں بیان کرتا ہوں کہ اگر ضروری اطلاع پہنچانے کے لیے میرے پاس کوئی عمدہ پولیٹیکل افسر ہوتا تو میں سخت گڑھ کے معرکے کے دوسرے ہی دن بریلی پر ننگیدہ کام تمام کر دیتا۔ لیکن مجھ کو اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں پہنچی اور نہ کوئی ایسا شخص میسر ہوا جسکو میں راستہ میں اپنا رہنما بنا تا اور اگر میں نے اپنی رائے پر عمل کیا ہوتا اور بہادر گڑھ کو چلا جاتا تو اس مہم میں کوئی فائدہ ہوتا۔ میرے نزدیک اس بات کا خیال کرنا ممکن ہے کہ گریٹ بھارت اور متحدہ صاحب کے برابر کے عمدہ داروں میں ایسے دو شخص بہت کم کلینکے جسکو خاص اپنی علمداری میں ان سے کم اختیار اور واقفیت حاصل ہو اور ان دونوں سے فرائض منصبی کے انجام کی جستہ رسید کی جاسکتی ہے اسکے بارے میں افسران مذکور سے کم کسی کو خیال ہو گا۔

اگر میں اس آفت سے بچ گیا اور اسکے بعد پھر مجھ کو کمین کا لم فوج کے ساتھ جانا پڑا تو بشرطیکہ کوئی اچھا شخص نہ ملا میں آپ اپنا پولیٹیکل ایجنٹ بنونگا۔ میں اس بات کو قبول کرونگا کہ اس صورت میں میرے پاس صرف ۲۰۰۰ آدمی ہیں لیکن ایک نالائق شخص کے ساتھ ۴۰۰۰ آدمیوں کا لینا پسند نہ کرونگا۔ اگر آپ میری رائے سے اتفاق کیجیے تو مجھ کو اس بات کی اجازت دیجیے۔ کیونکہ ولسن جیسا اپنے ذمہ جواب دہی نہ لینے کے اور مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھے حسد کرتے ہیں کہ بہادر کبھی مجھ کو اپنے حصہ سے زیادہ غلطی نہ حاصل ہو جائے۔ وہ فی الحال مجھ کو رکھنے کی تدبیر بھی نہ بتائیگی اگرچہ مجھ کو بخوبی اس بات کا یقین ہے کہ انکی اعصابی کمزوری وقت کے پہنچنے کے قبل اسے یہ کام کراچھوڑگی۔ جسٹس ولسن کی یہ شکایتیں جو کی گئی ہیں وہ بالکل بے بنیاد بھی نہیں ہیں۔ میرے پاس ایسی تسفق اللفظ شہادت موجود ہے جس سے اس بارہ میں مجھ کو شک نہیں ہو سکتا۔ جنرل ولسن اور جنرل کون کی نسبت بہت اچھے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ تک کام کرنے سے انکی تندرستی میں فرق آگیا تھا اور ان میں اعصابی قوت یا ہمت (استقد) باقی نہیں رہی تھی کہ استقد خوفناک بلا کا جو نازل ہوئی تھی اسناد کر سکتے۔ دم بھرنے والو غصہ آجاتا تھا اور کسی کا کہنا نہیں مانتے تھے اور تھوڑی دیر میں گماتے اور حریف ہو جاتے تھے۔ ایک روز تو انکی یہ رائے ہوتی تھی کہ فوراً کارروائی عمل میں لائی جائے دوسرے دن اور اسکے بعد کئی دن تک تذبذب میں وقت گزارنے یا محاصرہ کو یکدم چھوڑ دینے کی رائے دیتے تھے۔

۲۶۔ اگست کو جنرل صاحب نے لکھا کہ

ولسن صاحب کہتے ہیں کہ ہماری توپوں کے پہنچنے پر میں اپنی طرف سے حمایت کرنے کی کارروائی کرونگا۔ لیکن وہ اس بات کو ایک غیر مستقل طریقہ سے کہتے ہیں جس سے مجھ کو شک ہوتا ہے کہ وہ ایسا کریں یا نہ کریں اور ارادہ پر قائم رہیں یا نہ رہیں۔ پس آپ انکو ارادے پر قائم رکھ سکتے ہیں۔ وہ بالکل اس نازک کام کی صلاحیت نہیں رکھتے اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ خود اپنے دل میں اس بات کو تصور کرتے ہیں۔

اس قسم کی صلاح ایسے شخص کو دینا تحصیل حاصل تھا۔ سرجان لارنس کو اس بات کے یاد دلانے کی

بات میں زیادہ نقصان نہیں ہے کہ انکی نسبت مشتبہ ہونے کا تو ہم کیا جاتے۔ انکو کسی دور و زمانہ میں بھی نہ

عہدہ بات ہے۔
 دن دیکھتا ہوں کہ ہمارے بعض احباب دہلی اب تک یہ امید کرتے ہیں کہ میرے بھائی ہنری لارنس ہنوز زندہ ہیں لیکن
 ن معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ ہونٹاگ صاحب انکو خوب جانتے تھے اور اگر یہ خبر مشکوک ہوتی تو صاحب موصوف
 موصوف رکھتے۔ اسکے سوا میں دیکھتا ہوں کہ لکھنؤ کی کمان پرینٹنگ صاحب بھر میں اسے پیار و ہنری جکو بھی اسکیا خیال
 ہوا تھا کہ وہ مارا جائیگا۔ جکو خیال تھا کہ اُسکے پاس بہت زیادہ پیشہ مرد و بیوہ گئی ہوگی۔

کانپور میں جاگزا حادثہ واقع ہوا اُسکے خیال کرنے سے بدن کے رونے کوڑے پوتے ہیں۔ اگر وہ گدھا
 باد میں نہ ہوتا تو وہ ان کے معاملات میں ایسی چھید کی بھی نہ پڑتی وہ پشیمون پر کانپور کے پچانے بھر کو بخوبی فوج جاکستی تھی۔
 مونس چا سید رشورس ہوئی وہ بھی کانپور کے بلوہ کی وجہ سے ہوئی۔

ہم سب لوگ جنوبی حصہ ملک کی خبروں کے منظر پر تھے مگر آدمی کوئی خبر بیان نہیں پہنچتی ہے یہی ہے آخری
 ہم سب لوگ جنوبی حصہ ملک کی خبروں کے منظر پر تھے مگر آدمی کوئی خبر بیان نہیں پہنچتی ہے یہی ہے آخری

لاہور۔ ۱۵۔ اگست ۱۸۵۷ء۔
 میرے پیارے بھائی صاحب۔ آپ کی چچی مورٹھ ۱۱ اگست پہنچی نہایت مشکوک ہوا اور اسکو میں اردو رئیس صاحب

پاس بھیج دیتا ہوں۔ دہلی کے معاملہ میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسکو شکوکے بڑا مال ہوا۔ لیکن ہکو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو
 عہدہ طور سے اسکا بندوبست کریں۔ دو دن کا عرصہ ہوا کہ میں نے حضور گورنر جنرل کی چچی مورٹھ ۱۵ ماہ گذشتہ کا خلاصہ
 چینی لین صاحب کے پاس روانہ کیا تھا۔ اس سے جکو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنوبی حصہ ملک سے بہت دنوں تک ایک ایک
 اسیندین کی جاکستی ہے جکو کھانا چاہیے کہ جب تک انھیں کھانا سے فوج نہ آئیگی اسوقت تک یہ بات بھی ممکن ہوگی چینی لین
 اس چچی کا خلاصہ آپ کو ضرور دکلائیے اور اسوقت آپ خود اصل حال دریافت کر لینگے۔ میرے نزدیک ہونٹاگ صاحب
 اسی ایک طریقہ سے دہلی کو کوچ کر سکتے ہیں کہ لکھنؤ کے باغیوں کو شکست دیکر وہاں سے ہمارے سپاہیوں کو لے آئیں۔

حفاظت سے صرف ایک تھیل سپاہ چھوڑ آئیں باقی لوگوں کو لیے ہوئے دہلی کو اپنے آئیں۔
 کل جنرل رنس کی ایک چچی بھی میرے پاس آئی تھی وہ کس قدر پریشان معلوم ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ گورنری
 سپاہ چاہتے ہیں۔ سپاہیوں کی سپاہ نہیں چاہتے ہیں۔ اگر ہم گورن کی سپاہ انکو زیادہ دے سکتے تو ضرور بھیج دیتے لیکن
 چونکہ وہ سپاہ ہمارے پاس وہاں بھیجے کے لیے نہیں ہے اس واسطے جو فوج ہمارے پاس موجود ہے اسی میں سے بھیجے ہیں۔ جکو معلوم
 ہوتا ہے کہ کتافرو والی سپاہ سے کوئی مناسب کام نہیں نکلا ہے ہم نے تجویز کیا تھا کہ وہ سپاہ سامان چور جائے اور وہاں سے
 اگر کیا دن کی سپاہ میرے گورنر کی بلٹن نمبر ۱۰ میرے دہلی گورنر کی ہائے چو کا نصف سپاہ دہلی کو جا چکی اسوا

یہ انتظام ہنسی رہا۔ میں نے ولسن صاحب کو لکھا ہے کہ جو فوج یہاں سے جائے اسکی بابت انکو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں روانہ کریں ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے یہ اچھا کام ہے کہ جس طور سے زیادہ فائدہ دیکھیں اسطور سے تقسیم کریں اور اس امر کو جانچ لیں کہ انکی تقسیم کے مطابق عملہ راند ہوا ہے۔

انکو جہوں کی سپاہ کی بابت بھی ظاہر اشدہ معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے مجھ سے استفسار کیا ہے کہ آیا وہ سپاہ قرار دینی اعتماد کے قابل ہے یا نہیں اور اس طرح کی اور باتیں دریافت کی ہیں۔ میں کیونکر کہوں کہ وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ وہ قابل اعتماد ہے اور اگر میں ولسن صاحب کی جگہ پر ہوتا تو ضرور اس سپاہ پر اعتماد کرتا۔ مگر انکا دل پورا نہیں ہو سکتا ہے تو پھر اس سپاہ کو اپنے کام میں رکھنا ہی کیا ضرور ہے۔ یا ایسی غالت میں دہلی کے میو اور کسی مقام کو وہ سپاہ کیوں روانہ نہیں کر دیتے۔

اسکے چند روز کے بعد نصر جان لارنس نے ایک چٹھی میں دہلی کے خاص خاص حالات جن سے انکو بڑی واقفیت حاصل تھی اس امید سے تحریر کیے تھے کہ حملہ کی حالت میں وہ بہت بجا راند ہو سکتا اور عجب نہیں کہ اسے انکس صاحب ایسے بیباک بہادر اور بے نظیر فیر کی جان بچ جائے۔ وہ کہتا کرتے تھے کہ نہ بڑا ہارنٹ (ٹکٹن) ایک من جلا آدمی ہے اور نہ کن نہیں ہے کہ اسکو کوئی نیچا دیکھا سکے۔

لاہور۔ ۱۹۔ اگست ششہ۔

میرے پیارے ٹکٹن صاحب۔ وائیلڈ صاحب آج صبح کو گل فوجیں لیکر روانہ ہو گئے اور ڈاؤن صاحب والی سپاہ جاندھر سے لیٹے انکو امید ہے کہ چوٹی تارنگ تک دہلی پہنچ جائینگے اور اسوقت تک آپ کے لوگ حملہ کے لیے تیار ہو جائینگے۔ اگر آپ کو ریگنڈ کشمیری بچا تک کی راد سے بچے تو یاد رکھیے کہ اسوقت اندر کے آٹھ گوشے والے کمرے سے بچنے کا سامنے ایک کھانا پیدا میدان نظر پڑیگا جسہیں گرجا گھر ہے۔ اس میدان کے بعد دو گلیاں ہیں جو شہر کی طرف چلی گئی ہیں۔ اگر آپ حامد علی خان اور اسکے صاحب ان دونوں شخصوں کے مکانوں کو قابو میں کر لیجیے گا تو دونوں گلیاں آپ کے اختیار میں رہیں گی اور کسی ناگہانی حملہ سے ملحق ڈرنہ رہیں گے۔ اور میں حلاج دیتا ہوں کہ اس گلیے ہوئے میدان میں آپ اپنے آدمیوں کو مرتب کر کے اپنی توپیں آگے کر بیٹھیں اور اسکے بعد صحت دیکھا کر آگے بڑھیں گے رزیزنسی سے جواب کو لچ ہو گیا ہے گزرنے کے بعد آپ چرائے میگزین پر آئیے گا اور وہاں سے نہر کے پل پر ہو کر قلعہ کو پہنچ جائیگا کالج اور میگزین کے اگلے حصہ کی طرف جو میدان واقع ہے اور سلیم گڑھ سے بلندی پر ہے وہاں سے اگر آپ قلعہ میں گولی آتا رہے گا تو بڑا فائدہ ہوگا اور جہاں تک جگہ زیادہ ہے بہت اچھی طرح سے اسکا خیال کر میں کہتا ہوں کہ نہ سلیم گڑھ اور نہ قلعہ کا کوئی گولہ آپ کو چھو سکیگا۔۔۔۔۔

گر جاگھر کی پشت پر ایک پختہ مکان ہے جس میں ایک بڑا بھاری تہ خانہ ہے اور اس تہ خانہ سے شہر کے باہر دیا کی طرف تہ خانہ گیا ہے۔ اگر کشمیری بچا تک پر حملہ کرنے کے ساتھ ہی اسکی جانچ کی جائیگی تو یہ بہت عمدہ بات ہوگی لیکن ایک رہنما دار کا رپو

ہست کم بھرتی کرو گھا جات میوالی بندہ لکھنؤ کے لوگ جیل ان قوموں کے لوگ پولیس کے واسطے زیادہ تر مناسب ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی نسبت زیادہ تنخواہ دینا پڑیگی۔ ہمارے پولیس کے سپاہی پانچ روپیہ مہینہ پاتے ہیں آپ جو آدمی بھرتی کریں انکو چھ روپیہ ملنا چاہیے۔ قیمت آٹھ سو روپے سے سچ کے سپاہیان پولیس کو جو مین نے پانچ روپیہ دے تھے اسی کے اعتبار سے یہاں بھی پینٹل پانچ روپیہ کی شرح مقرر ہوئی۔

دہلی کے علاقہ میں آپ کی مدد میں بہت کچھ کر سکتا ہوں اور جو وقت آپ خواہیں کرینگے مین بیشک اس کام کو انجام کر دوں گا۔ لیکن پینٹل آپ کو ہر ضلع سے چیدہ آدمی بھرتی کرنا چاہیے اس قسم کے افسر جیسے ————— اور اسی قسم کے اور افسر کسی کام کے نہیں ہیں۔ مین اس بات کو بخشاد کھتا ہوں۔

سب کے پہلے جاؤنگی قانون کے بابت اشتہار دینا اور باغیوں کی سخت تنبیہ کرنا چاہیے باغیوں اور مفروروں کا قزاق دہلی تعاقب کر کے انکی تنبیہ کرنا چاہیے جب تک یہ لوگ طلق العانی کے ساتھ ادھر ادھر پھرا کرینگے اسوقت تک کوئی حفاظت نہوگی دودھوچٹو شستی کا لم فوج موسم سرما میں جنسا کے کچھ طرف کی تمام بغاوت کو فرو کر دینگے۔ جو پانچویں سپاہ و ان کو ٹوٹ کینڈہ صاحب کی ہاتھی میں فی الحال بہت کم ہے۔ وہ ان اضلاع اور ضلع رتھک کی حفاظت کو کافی ہے۔ تاکہ کے تاک اور راگڑی آبادی کو چھوڑ کر پانی پت کے ضلع میں آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے۔ چند بار باغیوں کی تادیب و تنبیہ کے بعد دہلی آپ ہی زیر ہو جائیگی۔ گورگالوں کے بارے میں بھی وقت پڑنے کی امید نہیں پائی جاتی ہے۔

جو حالات میرے پاس پہونچتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کڑھیلکٹ میں کوئی مشکل کام نہ کرنا پڑیگا۔ تمام ہندو رعایا یہی چاہتی ہے کہ چھ ہمارا تسلط ہو جائے۔

روپیہ کے بارے میں ہماری حالت خاصی ہے۔ ہم نے فوج میں زر خرید بھیجا ہے اور اس پر بھی تھوڑا بہت روپیہ ہمارے پاس موجود ہے سکے سرکاروں اور دھاراجہوں نے ہماری مدد کی یہی سب سے پچیس لاکھ روپیہ آیا ہے یا اب آیا چاہتا ہے اور کچھ روپیہ ہمارے پچہ فیصدی کے قرضے سے جمع ہوا ہے۔ مین نے تین تین مہینے کی تنخواہ بھی شخص کی روک رکھی ہے۔ سچ کی تمام مالگاری ہم نے وصول کر لی اور نقد روپیہ جو ہمارے خزانے سے ٹٹ گیا ایک لاکھ سے زیادہ نہ تھا اور یقین ہے کہ اس سے زیادہ نہوگا راستہ براہ راست کھلا ہوا ہے۔ مین چار پانچ لاکھ روپیہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بلا وقت بھیج سکتا ہوں۔ ہم نے ایک لاکھ روپیہ منظور کر بھیجا ہے اور اس مہینہ سے لیکر دس لاکھ اور لاکھ روپیہ کے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

اگر دہلی کا معرکہ فوٹا نہ ہو گیا اور امید ہے کہ آئندہ دو ہفتہ تک سر ہو جائے تو تمام زمین اچھی اچھی ہوگی لیکن اگر دس تھک جھٹل سپاہ کا کوئی تعداد کسی ہی تحلیل کیوں نہ ہو جمع ہو کر کام کر جائے گا مگر معلوم ہوتا ہے شہر سنوٹو تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم لوگوں کی اتنی کراہیگی ایرانیوں نے ہات خالی کر دیا اور اس سبب سے اسطون کے افغان کے لوگ محفوظ ہیں اب وہ کچھ عجب نہیں ہے کہ پشاور کا نکرین و ان ہزاری تین ولایتی حوثین ہیں لیکن ان میں سے ایک ہزار آدمی بھی معرکہ میں کام دینے کے قابل جن میں سے ہو سکتے ہیں باقی

اور سب آدمی بیماری میں مبتلا پڑے ہوئے ہیں سپارٹین سکون کی ہیں لیکن یہ چارون پلٹنیں ٹی ہیں۔ زمین لوگون اور بارہ سٹو پٹھان سواروں سے حکومت کی حفاظت کرنا اور بغاوت کو فرو کرنا اور درویشاوری میں آٹھ ہزار ہندوستانی سپاہیوں کی تنبیہ کرنا ہے۔ میں نے یہ خبر کل رات کو سنی تھی کہ پلٹن نمبر ۴ کے لوگون نے سکون کی ریفٹ کے ہتھیار چھیننے کا قصد کیا تھا۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ سب تباہ کر دیے جائیں گے۔ اندرونی ملک میں اب تک ہماری حالت خفیف ہے۔

میں نے پادون کی گیارہ پلٹنیں ابھی سے بھرتی کر چکا ہوں اور مختلف قسم کے سوار بھی میں نے بھرتی کیے ہیں۔ جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں گا کہ انگلستان سے گورن کی فوج یہاں اترنے لگی ہے اس وقت تک اور سپاہ بھرتی کرتے ہوئے مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے۔ فی الحال سکون سے بڑھکر ہمدانی میں ہمارے پاس اور کوئی سپاہ نہ تھی لیکن کیا عجب ہے کہ ہکو اُسے بھی لڑنا پڑے۔ جو غلطی ہوئی (اور یہ غلطی بنائی گئی تھی مگر کسی نے سماعت نہیں کی) وہ یہ تھی کہ ہندوستانی سپاہ کثرت سے بڑھائی گئی اور ولایتی سپاہ کی تعداد دراصل بہت گھٹ گئی۔ ہمارے اسر جو یہ مجنوناہ خیالات ظاہر کرتے رہے کہ ہندوستانی سپاہ پر اعتماد کرنا چاہیے اُس سے انگلستان کے لوگون کو بھی یہ حقیقت ہو گیا کہ ہم ہندوستان کو اس سپاہ کے ذریعہ سے قبضہ میں نہ کر سکتے ہیں۔ اور اسی سبب سے اب آخر میں ردنا پڑا۔ اب میں انتظام مالک مغربی و شمالی کی بابت چند باتیں بیان کرنے کی کوشش کروں گا جسکی تجویز میں نے آپ کے پاس روانہ کر دی ہے۔ لیکن میرے پاس کام بہت کثرت سے ہے۔ اور طبیعت بھی کسی طرح سے تندرست نہیں ہے۔۔۔۔۔

اب میں اُن خطوط کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جنکو ستر جان لارنس نے اپنے صوبہ کے افسروں کے پاس علی الخصوص اُن اشخاص کے نام روانہ کیے تھے جنپر دہلی کی قریب الوقوع جنگ کی بابت اُنکو بڑا بھروسہ تھا۔ اس سے ظاہر ہو گا کہ ہر ایک بات جو وہاں ہوتی تھی اسپر اُنکا کیسا اثر پڑتا تھا اور اصل میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ فرمانرواے ہندوستان وہی ہیں۔

لاہور ۱۱ اگست ۱۸۵۷ء

میرے پیارے چیئرمین صاحب۔ کل محاصرہ کا تو پٹھانہ بلوچی پلٹن کے پرے اور جدید پنجابی سپاہ کی چار کمپنیوں کی حفاظت میں روانہ ہو گیا۔ اگر آپ انتظام کر سکیے تو میں چاہتا ہوں کہ یہ آخر الذکر سپاہ انبالہ کو واپس طلب کر لی جائے۔ اس سپاہ کو ایک اور فوج کے ساتھ جسکو آئسے کبھی نہیں دیکھا تھا رہنا ہو گا۔ گولہ اندازوں کی پلٹن نمبر ۶۶ سے چار سو آدمی لیکر بجائے اُنکے نصیری تالین یا پنجابی سپاہ کے چھ سات سو آدمی میں روانہ کروں گا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ میرٹھ کے حصہ فوج کو کچھ نہ کچھ کام کرنا پڑے اگر باغی لوگ دو چھٹوں کو ہانسی کی طرف بھیج دیں تو کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ایک سپاہ اُنکے تعاقب میں روانہ کی جائے اور اُنکا قلع فتح کر ڈالے۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ اُنکے پیشتر دہلی میں پہنچ جائیے اور اگر یہ نہ ممکن ہو تو میرے نزدیک مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک فوج اُنکے تعاقب میں روانہ کی جائے۔ عمارتہ زیر سرنگ کی سپاہ اگر موسم موافق رہا تو چند راتوں تک بالآخر میں پہنچ جائیگی۔ مجھ کو اس بات کی برسی امید ہے کہ وہ سپاہ بہت بکار آمد ہوگی۔ مجھ کو امید ہے کہ جب تک وہ اعتماد کرنے کے قابل ہے اس وقت تک اسپر اعتماد کیا جائیگا۔ اس سے

دہلی کے سامنے جا کر مقیم ہوئی ہے اب تک باغیوں کو کسی نے ایسی ذک نہیں دی جس سے نکلنے صاحب نے وہاں جا کر پہلے پہل باغیوں کو دبی ہے نکلنے صاحب نے انکو خوب ہی زیر کیا اور انکی سب توہین چھین نین اور سخت گدہ میں ان کو گونے جو کپ قائم کیا تھا انکو بہاد کو ڈالایہ وہ فوج تھی جو ظاہر احصا کر کے اس انگلش توپخانہ کو راہ میں روکنے لگی تھی جو فی الحال کرنال کے قریب گیا ہے اور دہلی کو جاتا ہے۔ آپ کو اس خیر کے سننے سے خوشی حاصل ہوئی ہوگی کہ ایران نے ہرات کو خالی کر دیا اور افغان لوگ اپنے عہد نامہ کی پابندی کر گئے۔ لیکن جب تک دہلی سفر نہ ہو جائے اس وقت تک ہم افغانوں پر کوئی بھروسہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہرمانی فرما کر گورنمنٹ سے اس امر کے اصرار کرنے میں کو تا ہی انفرمائیے گا کہ انگلستان سے ہندوستان کو توپخانہ کے بہت آدمیوں کے بھیجنے کی ضرورت ہے۔ موسم سرما میں تین چار ہزار آدمیوں سے کم کیس طرح نہ بھیجا جاسیے۔ توپخانہ میں ایک ترب پانکینی بھی پوری نہیں ہے اور ہکو بطور قاعدہ کلیہ دہلی آدمیوں کو اس کام میں مقرر کرنا لازم نہیں ہے۔

محکو اندیشہ ہے کہ کہیں آپ یہ خیال نہ فرمائیے کہ میں بلا ضرورت خوف ظاہر کر رہا ہوں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے میں ابتدا ہی سے اپنی یہ حالت دیکھ کر کہ ہم لوگوں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی یہ پیشین گوئی کرتا تھا کہ بڑی بڑی آفتیں پیدا ہونگی اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے فہر اس بات کے دیکھنے سے معذور رہے کہ ہمارے سامنے کون نہنگ نہ پھیلانے چلا آتا ہے اس خطرو کی طرف سے آنکھ بند کر لینا عین حاققت ہے بانیہم اپنی حالت منبھالنے کے لیے ہم لوگوں سے جہاں تک سعی اور کوشش ممکن ہے اس میں کوئی بات اٹھانہ رکھینگے اور ہکو ہر طرح سے امید ہے کہ خدا کی مدد سے ہم لوگوں کو کامیابی حاصل ہوگی۔ لیکن یہ جھگڑا کٹھن ہے اور خیال کرنے سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کتنی جانیں تلف ہونگی جس فوج سے ہکو ہندوستان قبضہ رکھنا ہے اُنکے ہمارے میں ہکو اپنی حکمت علی باطل بدل دینا چرگی۔ ایک دہلی فوج ہم لوگوں کی ٹاکسٹن ضرور رہی لیکن جس تعداد تک اُنکی اشد ضرورت ہے اس سے بڑھنے نہ پائیگی اور اُنکے مقابلہ میں گدروں کی تعداد زیادہ کرنا ہوگی اور گوروں کی فوج کو انتظام کے ساتھ رکھنا ہوگا۔ قواعد دان فوج کے انتظام کو اٹھانہ دینا چاہیے اور اُنکی جگہ غیر قواعد دان فوج کے انتظام کو قائم کرنا چاہیے۔ سب سے بڑھکر یہ بات ضرور ہے کہ ضعیف اور نالائق لوگ اعلیٰ کمانوں پر جو مقرر ہیں انکو موقوف کر دینا چاہیے۔ ضررٹن پینوٹ کی نالائقی مسند ہی تھی اور عرصہ سے وہ نالائقی کے لیے اپنی فوج میں بدنام تھی۔ جس وقت وہ پہلے پہل ایشا کو بھیجے گئے تھے تو ہرٹن اس امر کو بیان کر دیا تھا۔

اگر کمان پر لائق نہ ہو تو جگہ اگر وہ کاتبہ کچھ اور ہی فوج ہوتا۔ وہاں کی چھاؤنی جلائے دی جاتی اور ہمارے سپاہی قلعہ میں گھر نہ جاتے۔ ہندوستان میں ہر شخص کا خیال یہی ہے کہ پرائماطریقہ قائم رکھا جائے۔ لوگ ممکن الوقوع واقعات پر یہ مجرب کر رہے ہیں کہ اُنکے وقت میں تباہی نہ آئیگی اور اس واسطے وہ نہیں چاہتے کہ پرائماطریقہ لائق لوگوں سے بے پروائی کی جائے بہر حال اب میں اپنی اور رائیں ظاہر کر کے آپ کو حلیف نہ دوں گا۔

گالون صاحب کو جنہوں نے اس زمانہ کے وقت مالک مغربی و شمالی میں نہایت عمدہ خدمتیں انجام دی تھیں

لیکن جو غدر کے متعلق حد سے زیادہ کوشش اور محنت کرتے کرتے علیل ہو گئے تھے سرجان لارنس نے ایک جتنی لکھی جس سے پنجاب کے فوج سے خالی ہو جانے اور وہاں کی عام کیفیت کی ایک نہایت واضح تصویر آنکھ کے سامنے پھر جائیگی۔

مقام لاہور ۲۹ - اگست ۱۸۵۷ء -

میرے پیارے کانوں صاحب - آپ کی یادداشتیں پہنچیں۔۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرٹھ کے لوگوں نے جو اور فوج کے لیے شور و فریاد بھائی تھی اور گولہ اندازوں کی پلٹن کی شکایت تھی کہ وہ واپس طلب کر لی جائے یہ رائے محض غلط ہے اس میں شک نہیں کہ میرٹھ میں ایک بہت عمدہ فوج کارکنانہایت ہی مفید ہے لیکن جو ضرورت اس وقت دہلی میں پیش ہے اس کے سامنے میرٹھ کا خیال چنداں ضروری نہیں ہے۔ دہلی کو فتح کر لیجیے اس سے سب بن جائیگا۔ جب تک شہر دہلی باغیوں کے قبضہ میں اس وقت دوامی طور پر کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

دہلی کے سنو کرنے کے بعد دو آگے لنگا کے صاف کرنے اور جنوبی ملک میں دو ترک آور و رفت قائم کرنے کی تدبیر نہایت ضروری ہے باہنمہ ہر ایک افسر خاص اپنے ذمہ کے کام کو انجام کرنے کے لیے بہت لائق ہے لیکن عام باتوں کے خیال کریں غفلت کرتا ہے۔ میں جس قدر فوج بچا سکتا ہوں وہ جنرل ولسن کے پاس بھیج دیتا ہوں میں نے صرف اُن سے کام لینے کا طریقہ جو میرے نزدیک مناسب معلوم ہوا بتا دیا ہے اور باقی کے لیے جنرل ولسن کو اختیار دے دیا ہے۔ اس تدبیر کا نہایت عمدہ طور پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ ہم نے سکھوں کی ایک فوج جس میں سات سو پادے اور گرنل ڈاؤننگ کے ولایتی سوار اور پچاس سوار پٹھانوں کے رسالہ نمبر ۹ کے جسکے افسر میجر اسٹونکس صاحب ہیں میرٹھ کو روانہ کر دی ہے اس کے بعد تلو سوار اور بھیجے گئے ہیں اور غالباً وہ بھی میرٹھ کو جائینگے۔ میں نے تلو کے قریب پڑانے سکھ سوار بھی جمع کیے ہیں اور پولیس کے کام کے لیے تلو سوار اور وائس صاحب کے پاس بھیجنے کو جمع کرونگا وائس صاحب گھوڑوں اور وردی کا سامان کر دیں گے اور ان لوگوں کو دلوں پہنچنے تک سات روپیہ ہا سوار لینگے اور جو روپیہ وردی وغیرہ میں صرف ہو گا وہ رفتہ رفتہ تنخواہ میں وضع ہوا کریگا۔ پہلا حصہ کل روانہ ہو چکا ہے اور دوسرا حصہ آج روانہ ہوگا۔ دس روز کے عرصہ میں یہ لوگ آگے نکل جائینگے اور فوراً پارسلون کی ڈاک گاڑی میں سوار ہو جائینگے۔

شمال مغربی ملک کے انتظام کی تجدید اور اصلاح میں بیشک بڑی دقت ہوگی لیکن اگر مستعدی اور ثبات قدمی سے کام کیا جائے تو اسکا انجام ممکن ہے۔ باغی فوج کو ایک مرتبہ نیست و نابود کر دیجیے اور رعایا کے ہتھیار رکھوا لیجیے پھر رفتہ رفتہ سب تسلط ہو جائیگا۔ لیکن بجز اسکے کہ ولایتی اور ہندوستانی علی الخصوص ولایتی سپاہی جب تک بتعداد کافی جمع نہونگے اس وقت تک کچھ نہوسکیگا۔ ہم پولیس کے لیے پنجابیوں سے آپ کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ باوصف شقی ثابت قدم ہونے کے زیادہ ہوشیار نہیں ہیں اور آپ کو اس بات کا خیال رکھنا بہت ضرور ہوگا کہ مختلف فرقوں اور قوموں کے ہندوستانی اشخاص بھرتی کیے جائیں۔ میں چند سال تک سلمان مذہب کا کوئی ہندوستانی بھرتی نہ کرونگا اور بہن اور پٹو بھی

کہ بمقابلہ گورون کے ویسی فوج نیا دوسرے اور اب جو کچھ واقع ہوا اسکے بعد اچھی طرح سے معلوم ہوا کہ گورون کی تعداد کا بڑھا ہوا تھا۔ بہت ضرور ہے یہ ہم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک ایسی سپاہ کفایت شکاری کے ساتھ نہ رکھی جائیگی۔ میں صرف اسی بات کی صلاح نہیں دیتا کہ مختلف قوموں کے لوگ فوج میں بھرتی کیے جائیں جو بالاتفاق سب کی رائے ہے بلکہ میری رائے یہ بھی ہے کہ ہندوستانی فوج میں مختلف درجوں کی ہونی اول لین کی فوج دوسری غیر قواعدان سپاہ تیسری پولس کی سپاہ۔ اگر لوگوں کے بھرتی کرنے میں احتیاط کی جائے تو ان لوگوں میں باہر گہت کم ہمدردی پیدا ہوگی۔ خچ پرانی فوج کی نسبت کم پڑے اور سدا بہت سارے سپاہی جو گورون کی سپاہ کے زائد خچ میں لگایا جائے۔

ہم لوگ یہاں سب خیریت سے ہیں کل چنے سنا کہ ہماری سپاہ نے دہلی میں باغیوں کی چار توپیں چھین لین گو کیسٹنگ نقصان ہم لوگوں کو بھی پہونچا۔ سپاہی بخوبی بہت باندھے ہوئے ہیں اور جگوڑی امید ہے کہ شہر مذکور پر قبضہ کرنے کی کوشش مغرب کی جاگی۔ چیئر مین لین کا زخمی ہونا ہمارے واسطے ایک بڑا بھاری نقصان ہوا۔ بائینہنگٹن صاحب انکی جگہ مقرر ہو گئے۔ حضور عالی کی یہ رائے بہت ہی صاحب ہے کہ آہ آباد پر استحکام کے ساتھ قبضہ رکھا جائے۔ اگر یہ مقام کہیں ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو شامی صوبوں کی آمدورفت کا پھانک بند ہو جائیگا۔

لاہور ۲۰ اگست عشرہ

قاری ڈیز لارڈ لارنس ٹون۔ ہم لوگ زرقند کی بابت آپ کے بڑے شاکور ہوئے۔ دہلی اور کرہستان کے لوگ حضور علی ہمارے ہی ہجر دوسرے پر فوجی کام کر رہے ہیں۔ نالائق جنرل لون کے موقوف کرنے کی دقت کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس پر اچھا نہیں ہو سکتا اگر وہ موقوف نہ ہو تو اب بھی اس دقت کے زائین تباہی اور ذلت رکھی ہوئی ہے۔ ایک ایک شخص کو اپنی جان جو کھ میں ضرور ڈالنا پڑیگی۔ حقارت کی باتیں سننا اس امر سے بہتر ہے کہ جو مقامات جگو بہت عزیز ہیں ان پر قبضہ کیے ہیں اور مہر کر فیم کے حوالہ کر دیں۔ فہوس جگو اختیار نہوا کہ دو ایک آدمیوں کو بالائے طاق کر دیتا۔ میں میں خیال کرتا کہ ہماری فوج کو دہلی چھوڑ دینا چاہیے اور شاید وہ چھوڑ بھی نہیں سکتی ہے۔ ہمارے پاس سوا بہت کم ہیں درجہ میں وہ ادنیٰ درجہ کے ہیں ہماری آمدورفت بند ہو جائیگی۔ سامان رسد شکل سے پہونچ سیکے گا کیونکہ سسلوٹ ہی باقی رہیگی۔ دہلی ہرگز چھوٹ نہیں سکتی جس طرح ہو جگو دہلی فتح کرنا چاہیے یا اسکے فتح کرنے کی کوشش میں اس مقام پر رہنا چاہیے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ سر جان لارنس نے ابتدا سے غدر میں بینگٹن صاحب کو ایک بڑے جوش و خروش کی چٹھی لکھی تھی جسکو میں اس مقام پر تمام و کمال درج کرتا ہوں اسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ چٹھی بایں امید لکھی تھی کہ حکام انگلستان کو معلوم ہو جائے کہ فوج میں ترمیم و تبدیل کی اسوقت اشد ضرورت ہوگی جب غدر فرو ہو جائیگا۔

مقام لاہور ۲۰ اگست عشرہ

میرے پیارے صاحب۔ میں آپ کی چھٹی مورخہ ۱۔ مادہ حال کو پا کر کمال شگور ہوا آپ کو اسکے بہت پیشتر معاوم ہو گیا ہوگا اور آپ یقین کر چکے ہونگے کہ میں نے جو پیشین گوئیاں کی تھیں وہ پوری نہیں نکلیں اور اصل میں کچھ اور واقع ہوا قواعد دان اور غیر قواعد دان فوج بنگال کے زیادہ تر حصہ نے غار کیا اور جو ظلم و ستم ان لوگوں نے کیے ویسے اس ملک میں کبھی نہوے ہونگے۔ ہم نے جو ان لوگوں کا مقابلہ کیا تو یہ صرف خدا کی مدد تھی جنگ ایران جس وقت فتح ہوئی اگر اس وقت ختم نہ ہوئی ہوتی اور چین کو جو فوجیں روانہ ہوئی تھیں اگر وہ راستہ سے ادھر آکر۔ پارسی شریک نہو جاتیں اور سب سے بڑھایا یہ بات ہے کہ اگر پنجاب کی رعایا اور فوج ہماری خیر خواہ نہ رہتی تو اسکا حال خدایا کو معلوم ہوگا کہ ہمارے اوپر کیا گزر جاتی۔ اب تک بھی ہماری حالت نہایت خطرناک ہے۔ مجاہدین ہے کہ امدادی خیر خواہین خشکی کے راستہ سے آتی ہوئی کیونکہ انکی مدد بغیر کسی طرح سے ممکن نہیں ہے کہ ہم لوگ اس فساد کو سنبھال سکیں پنجاب میں ہم لوگوں کی حالت ہندوستان کے اور ہر ایک احاطہ سے اچھی ہے۔ لیکن بیان بھی مجھ کو امید نہیں ہے کہ اگر تین چار مہینے تک انگلستان کی فوج نہ آئی تو ہم بغیر انتشار اور تردد کے یہاں رہ سکیں گے۔ گورون کی تین جہتوں اور توپخانہ کی ایک بڑی سپاہ میں سے اب پشاور میں صرف ایک ہزار آدمی کام کرنے کے قابل رہ گئے ہیں اور پشاور کو چھوڑ کر باقی تمام ملک پنجاب میں خیر خواہ سپاہیوں کی تعداد ۲۰۰۰ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے اندرونی ملک میں سوائے پولیس اور جدید پنجابی جہتوں کے کوئی نہیں ہے۔ یہ ہم پر ایک بڑی بھاری بلا نازل ہوئی تھی کہ ہندوستانیوں کی سپاہوں حالت میں وہ اتنی اس حالت میں گورون کی تعداد میں خیر خواہی کا بھر دسہ ہے اسکی نسبت دو تین سو سپاہیوں کی کمی تھی۔ اس وقت دہلی میں جو لوگ گر رہے ہیں وہ چھ شہادت سو سے زیادہ نہیں ہیں۔ ہماری حالت تو پچھانہ کے متعلق بھی خراب ہے۔

اس حالت کو مخفی رکھنا اور بھی حماقت ہے ہم لوگ بیشک جہان تک ہو سکیگا آخری وقت تک کوشش کریں گے اور رٹے جانیں گے لیکن درحقیقت ہکونہایت ضرورت اور بڑی حاجت اس بات کی ہے کہ انگلستان سے جہان تک ہماری مدد ممکن ہے اس میں کوتاہی نہو۔ آپ نے میرے بھائی سر فرینچ لارڈس کے حادثہ جانگزا اور اس سے بڑھکر سربیشو ہو پلاز اور ہمارے ہوطنوں پر جو مصیبت پڑی اور کانپور میں ہمارے ہوطنوں پر جو بلا نازل ہوئی اسکا حال سنا ہوگا۔ ہکوہندوستان میں جو رعب و اقتدار چل تھا اسکو بڑا شہر ہو پلا اور ویسی فوج کی از سر نو ترتیب اور مسلک مغربی و شمالی کا انتظام کرنے کے بارے میں ہمارے لائق ترین افسروں کو اپنی اپنی لیاقت اور کارگزاری صرف کرنا پڑیگی۔ فی الواقع مجھ کو نہیں معاوم ہوتا کہ ایسے لوگ کہاں سے ہم ہو پلائے جائیں گے جس کام کو انجام کر سکیں گے۔ ہمارے تمام پرائے سپاہی اس قابل نہیں ہیں کہ ایسے نازک وقت کو سنبھال سکیں اس میں شک نہیں کہ ہماری فوج میں بعض بعض سپاہی نہایت ہی عمدہ ہیں لیکن وہ نہایت ناخوشی سے سرحد کی طرف جمع کیے گئے ہیں۔

دہلی اب تک اپنے کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اور اگر کمانیر کا ایسا ایک آدمی بھی اور ہوتا تو وہی ہفتہ میں شہر سخر ہو جاتا۔ جنرل ولسن اپنے ساتھیوں سے کہیں اچھے ہیں لیکن اس کام کے لیے بہت کم لوگ انکی موزونیت پر اتفاق کرتے ہیں۔ مجھ کو صرف چیمبر لین اور جان ٹیکسن کی طرف سے اہل امید ہے۔ ٹیکسن صاحب ایک بڑے رعب دار افسر اور ثابت قدم ہیں جبکہ ہماری فوج

اپنی آخری کوشش کے لیے آرام کر رہی ہے تو ہجو چاہیے کہ اُس ہیشیا خط کتابت سے جو اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے چند ایسی چٹیاں نقل کریں جنکو ستر جان لارنس نے اپنی علمداری کے باہر شملہ لٹریٹورل کیننگٹ لائبریری میں محفوظ کیا ہے۔ ستر جان لارنس فریڈرکسٹر کا نوٹ افشنت گورنر مالک مغربی و شمالی آئرلینڈ کے چیف کمشنر گورنر آف ڈیپریکٹنس انگلستان کے نام روانہ کی تھی۔ ہجو چند ایسی چٹیاں بھی محول کرنا چاہیے جنکو انھوں نے اپنی علمداری کے اندر آئرلینڈ کے چیف کمشنر کے نام بھجوا دیا ہے۔ جن میں سے پہلی میں روانہ کیا تھا سلسلہ اول سے نہایت عمدہ طور پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ستر جان لارنس کے قبل اُنکے وسیع خیالات کی رسانی کہاں تک تھی گو اُنکو اپنے صوبہ کے معاملات سے دم بھر کی فرصت نہ تھی اور تمام معاملات کو دیکھنا تھا مگر اس پر بھی انھوں نے دہلی کے لیے کس قدر کوشش کی اور بیرونی معاملات کا کس قدر خیال رکھا۔ دوسرے سلسلہ کی چٹھیوں سے ظاہر ہو گا کہ اُنکو تمام تفصیلات سے کس درجہ آگاہی تھی اور اُنکا ارادہ کس قدر مصمم تھا۔ یہ چٹیاں زبان حال سے کہ نہ بہی بہن کہ دہلی کے مسخر کرنے میں مجھے جو کچھ ممکن تھا اُسکو میں نے اتنا کہہ دیا ہے۔ اب اُن لوگوں کی باری ہے جو دہلی کے سامنے صف آرا ہیں۔ اور جس وقت کسی بات کا موقع آجائیگا تو جو ان تک میرا اختیار مل سکیگا اب کسی بات کو پٹھنے نہ دوں گا اور نہ دوں گا۔

پہلی چٹھی جو مین نے قرار دی ہے وہ لازماً ڈیگنیٹن کے نام ہے اور منجملہ دوسرے معاملات کے جو بڑے ذوق کے مہین ایک اُنکے اس تار کا جواب ہے کہ ”پشاور پر آخری وقت تک قبضہ کیے رہے گا۔“

مقام لاہور ۱۴۔ اگست ۱۹۵۶ء

• مائی کڑاؤ۔ میں کہاں ادب متمس ہوں کہ ۱۵۔ ادا گذشتہ کا مغفرت نامہ کل بجگو وصول ہوا۔ ہماری مغربی سرحد کا مسئلہ نہایت دقیق اور پیچیدہ ہے اور اس کے بارے میں پٹاڑ اور دریا دونوں حصاروں کے متعلق بہت کچھ بیان کرنے کے قابل ہے میں پٹاڑوں کو اپنی سرحد قرار دینے کے بارے میں بہت شکوک و شبہات رکھتا تھا۔ لیکن زمانے کے گزرنے اور تجربہ کے حاصل ہونے کے بعد میرے وہ خیالات اب بدل گئے۔ ہم حضور کی خواہش کے مطابق آخری وقت تک اپنا اور پرتغیزہ رکھیں گے اور اگر ضرورت ہو ایک مناسب وقت کے منتظر ہو گیا تو ہر ایک بات ابھی ہوگی لیکن جب تک یہ نہ ہوگا اس وقت تک ہماری حالت مثل اس شخص کے رہے گی جو کسی دریا کے کنارے ہوئے کڑاؤ کے کنارے کھڑا ہو۔

جنرل ہیونڈلک کو بڑی بیماری فتح حاصل ہوئی۔ آج صبح کو ہم نے شناختا کہ گھنٹوں کے راستہ میں جنرل موصوف کو ایک اوفتخانیان
مصل ہوئی۔ خدا کرے صبح ہوا در سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ وہ ایسے وقت گھنٹوں میں پہنچ جائیں کہ وہ ان جو ہمارے ہیوٹن ہستے میں
انکو پالیا ہیں۔ بلکہ امید ہے کہ انتظام کیا گیا ہوگا کہ اس کام کے ختم ہونے کے بعد جنرل مذکور وہ ان کے آدمیوں کو لینے ہوئے کانپور
پہنچ جائینگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارے واسطے اودھ کا چھوڑنا مناسب ہے ہم اسکو آسانی سے پھر فتح کر سکتے ہیں اگر کریں تو انکی

اس امر کے کرنے کی کوشش کریں تو ہکو بخوبی کامیابی نہوگی اور دوسری جگہ ہکو زیادہ دقت اٹھانا پڑیگی۔

جسوقت پنجاب کی تمام لگی فوج پہنچ جائیگی تو وہاں فی الحال پندرہ ہزار آدمی ہو جائینگے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی فوج دہلی کے فوج کر لینے بھر کو بخوبی کافی ہے۔ لیکن اگر اس فوج کو اپنے قصد میں ناکامی ہوئی یا اگر اسے حملہ کر کے دہلی پر قبضہ کر لینے کا قصد نہ کیا تو وہاں کی فوج کو ملک بھیجنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی جائیگی۔ اگر ہم اس غدر کو رفع کرنا چاہتے ہیں تو ہکو دہلی کا لینا واجب و لازم ہے دہلی ایک زبردست مقام ہے اور ملکی معاملات کے اعتبار سے بہت وقیع جگہ ہے اور اس واسطے ہماری سلطنت کے قائم رہنے کے واسطے دہلی پر قبضہ کر لینا ہر طرح ضرور ہے جسوقت شہر دہلی باغیوں کے ہاتھ سے کھلیا گیا تو وہ بالکل بے اختیار ہو کر منتشر ہو جائینگے۔ اس بات کی وہ بیشک کوشش کر سکتے ہیں کہ گوالیار کی جانب چلے جائیں لیکن گمان یہی پیدا ہوتا ہے کہ وہ منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جائینگے۔

جدید سپاہ کی نسبت میں بہت زور دیکر سفارش کرتا ہوں کہ حضور عالی گورکھاؤں اور بندا لیکھنڈیوں اور سناتیوں اور جٹوں اور راجپوتوں اور ٹھیکوں اور سنٹالیوں کی بھرتی کرنے کا حکم صادر فرمائینگے۔ جیل اور سنٹال اگر اور لوگوں میں شامل کر کے بھرتی نہ کیے جائیں تو بہتر ہے باقی اور لوگوں کو شامل کر کے بھرتی کرنا چاہیے۔ یکم اکتوبر تک ہم پنجابی سپاہ کے بیس دستے کامل علاوہ سات پولیس کی پلٹنوں کے بھرتی کر سکیں گے اور جو لوگ بطور چند روزہ بھرتی ہوئے ہیں انہیں سے پانچ چھ جاغین اور تیار کر سکتے ہیں۔ مجھ کو اس بات کی بڑی احتیاط ہے کہ اسطور سے زیادہ لوگ بھرتی نہ ہوں تاکہ ایسا نہ ہونے پائے کہ انکو اپنی جمیعت کا خیال پیدا ہونے لگے لیکن جسوقت سے گورنر کی فوج اس ملک میں اترنے لگیگی تو حضور کی خواہش ہونے کی حالت میں میں اور جاغین بھرتی کر سکتا ہوں ہماری رجمنٹوں کے لوگ خوب ہی مخلوط ہیں دس کمپنیاں اتنی استی آدمیوں کی ہیں یعنی چار مسلمان چار سکھ اور دو کوہستانی آدمی۔

میں اس بات کی صلاح نہیں دیتا ہوں کہ آفریدی لوگ کثرت سے بھرتی کیے جائیں اور نہ درحقیقت سرحد پار کے ہمت سے پنجانوں کی بھرتی کرنا چاہیے۔ ہکو جو دباؤ خاص اپنی رعایا پر حمل ہے وہ دباؤ ان لوگوں پر نہیں ہے یہ لوگ دریائے سندھ کے اس پار کے مسلمانوں کی نسبت جو ہماری سرزمین میں رہتے ہیں تابع فرمان رکھنے کے لیے زیادہ کٹھن اور متعصب اور غیر مطمئن ہیں۔ آفریدی لوگ بہادر اور مضبوط ہیں لیکن قواعد سے بہت ناخوش اور مضطرب رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے گھروں کے قریب نوکری کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ میجر ٹنسنڈن اور میجر گوگ کے سے افسر بخوبی انکو قاعدے سے رکھ سکتے ہیں لیکن اور بہت کم لوگوں کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ پنجابی گوہ اندازوں کی چوتھی پلٹن کے نو آدمی کپتان وائلڈ ایسے افسر کی تہی پر بھی دریائے سندھ کے اس پار آتے ہی اسوجہ سے بھاگ کر چلے گئے کہ انھوں نے سنا تھا کہ وہ دہلی جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے لیے دیسیوں کی ایک فوج رکھنا لازم ہے اور جسقدر جلد یہ فوج تیار ہو اتنا ہی بہتر ہے لیکن میرے نزدیک جس تعداد کی فوج یہاں درکار ہے اس سے آدمیوں کو زیادہ ہونا چاہیے مجھ کو عرصہ سے اس بات کا یقین تھا

ن چنانچہ کلکتہ صاحب نے منظور کر سوائے قدیم پنجابیوں کے اور کسی شخص کو کچھ حال معلوم ہونے پر اس
 دم لیا جس کے وہ بہت جلد ایک اولوالعزم افسر مقرر ہونے والے تھے۔ ان کے بڑے مہر شہادت آئینہ اور شک
 رانگی تقری کے متعلق حالات سے لوگ انکی طرف توجہی نظروں سے گھا کر تے تھے۔ کلکتہ صاحب نے جنکو انکے
 ت ہنگام روس کا خود سر شہنشاہ کا کار کرتے تھے یا تو اپنی رعیت دار شکل دکھا کر سبکو اپنا قلام بنالیا یا یہ ہوا کہ
 انکے دشمن ہو گئے۔ دوسرے روز اپنے فوجی خدمتے اور فوجی افسروں کا بندہ دست کے مع اپنی سپاہ کے
 واپس آئے۔ اور ۱۴ تا ۱۵ کے افسر کی حیثیت سے پھر انکے پیش گوشت کو سوار ہو کر آئے۔ فسر کی حیثیت
 ہے کہ حیثیت گشتہ پنجاب نے اس مہم کے انجام کے لیے جواب تک نام نہ پڑی تھی بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اب تک وہ
 ہی نہیں ہوئی تھی جو جیسا اب نو مین روانہ کی تھیں ان سب کے فسر ہی مقرر ہوئے۔
 ہمارے کی قبیل فوج کو جسکی تعداد ہر قسم کے سپاہیوں سے بڑھتے بڑھتے اب آٹھ ہزار کو پہنچ گئی تھی زیادہ
 دی کے ساتھ کارروائی کرنے کا موقع ملا اور محوڑے ہی دنوں کے بعد اسدویم کا وعدہ اس نئے فسر کے سپرد
 دیا گیا۔ محاصرہ کا تو پناہ اب تک راہ میں تھا جس سے باقی لوگ بخوبی واقف تھے اور پتہ چل گیا کہ بالخصوص اس کے
 فوجی بھی ساتھ تھا دہلی سے اسکا راستہ روکنے کے لیے روانہ ہوا لیکن کلکتہ صاحب نے قصد کیا کہ بالخصوص اس کے
 ہر اسکا ہتہ روکیں گے۔
 دوسرے روز علی الصباح کلکتہ صاحب اپنے دو ہزار آدمی لیکر روانہ ہوئے۔ جبکہ میں تمام پانی بھرا ہوا تھا اور
 بارش نہایت شدت سے ہو رہی تھی اور گھوڑے چری تو مین بالکل دلدل میں دھبی جاتی تھیں۔ بہت سے خنزل ایسے
 وقت میں اس مہم سے منہ پھیر لیتے لیکن کلکتہ صاحب نے دوسرے وقت یہ بات سن کر کہ غنیم کے لوگ مہیل آگے ہیں اور
 نہایت گڑبگڑ ہو چکے ہیں محض جبر پر طور پر اپنے جھکے ماندے آدمیوں کو آگے بڑھایا۔
 غنیم کے لوگوں نے کلکتہ صاحب کے آدمیوں کو غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پیشتر دیکھا۔ اور اسی وقت
 اسی مقام پر کلکتہ صاحب نے اپنے حملہ کیا اور چند ترے نہایت لیاقت کے ساتھ حملہ کر کے انکو جگہ دیا اور انکی ساری
 تو مین جو ۱۳۰ آدمی تھیں جہیں لہیں۔ بریلی پر گیند جواتے فاصلہ پر تھا جہاں توپ کی آواز پہنچتی تھی اس بات کو سن کر
 کہ پہنچ والی فوج پر کیا مصیبت نازل ہوئی پچھلے پاؤں دہلی کی طرف واپس چلا گیا اور اس سے آٹا بھی نودا
 کہ ایک وار بھی کرتا۔
 یہ بات بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ اس کے بعد پھر کپ مین سے کسی شخص نے کلکتہ صاحب کو
 حقارت سے نہیں دیکھا کیونکہ اب تک انہیوں کو ایسی فاش زرک کہی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ ستر جان لائبر
 اپنے سنے پر گیند پر خنزل کی اس کارروائی کو جو پہلے پہل دہلی کے سامنے عمل میں آئی تھی سن کر نہایت ہی خوش

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

اگرچہ کثرت کا بہ مجکوم ہارنے کی مہمت نہیں ہے لیکن آپ کی اس فقیہی کی مہار کما د ایک سطرین تحریر کرتا ہوں۔ افسوس مجھ کو اختیار نہ ہوا ورنہ اسی مقام پر میں آپ کو نایث کا خطاب دیدیتا۔..... محاصرہ کے تو پچانہ کے پاس جس قدر گولہ باروت ہے جب تک وہ باغیوں پر صرف نہ ہو جائے اس وقت تک آپ حملہ نہ کیجیے گا۔ اور اسکے بعد پھر خدا کا نام لیکر آپ ہلک کر بیٹھیں اور وہی آپ کی حمایت کریگا۔

ننگلشن کو اس بات کی تو کچھ پروا نہ تھی کہ وہ اسی مقام پر نایث بنا دیے جاتے لیکن انکو اس بات کا البتہ خیال تھا کہ انھوں نے کیا کیا خدمتیں انجام دی ہیں اور ان کے جیٹ نے انکی نسبت کیسی رے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ حسب موصوف نے جان لارنس کو اس چٹھی کے جواب میں تحریر کیا کہ

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۷۔ مارچ ۱۸۵۷ء میں اپنی کمال شکرگزاری نکل کر تار ہون۔

مجھ کو کسی قسم کے اعزاز کی امید نہ تھی۔ لیکن اس قدر کہ میں اس قدر خوش ہوں۔..... مجھ کو اپنی کامیابی حاصل ہونے کی بابت آپ کی بڑی شکرگزاری ظاہر کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ دونوں بریکیا ہمارے غیب میں پہنچ جاتے تو بیشک انکے باعث سے سخت نقصان پہنچتا۔

اڈورڈسن صاحب نے جان لارنس کو جو چٹھی لکھی تھی اس میں اپنے دوست کی فقیہی کی بابت انھوں نے بھی بڑی سرگرمی ظاہر کی ہے اڈورڈسن صاحب نے جب سنا تھا کہ ننگلشن صاحب ان سے علیحدہ کر کے دہلی کو روانہ کیے جائینگے تو اس وقت مخالفانہ کلمات تحریر کیے تھے لیکن اب انکے دل سے وہ بات جاتی رہی اور آخر کو اڈورڈسن صاحب نے بھی لکھا کہ۔

ننگلشن صاحب کے چلے جانے سے ہمارا بڑا نقصان ہوا لیکن دہلی کے اطراف میں انکی ذات سے بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ خدا کرے انکی ذات سے زیادہ کام نکلے اور کامیابی حاصل ہو اور وہاں سے خلافت پر نگریمان واپس آئیں۔..... چیمبرلین اور ننگلشن صاحب دونوں کی تقرری بہت عمدہ عمل میں آئی ہے۔..... مجھ کو اس بات پر بڑا ناز ہے کہ یہ دونوں شخص ہمارے سامنے کے مورچہ اور ہماری سرحد سے طالب ہو کر دہلی بھیجے گئے۔ تو اعدادان فوج کی سمار عمارت کے درمیان یہ دونوں بے ڈول ستون جو باقی رہ گئے ہیں ہر قسم کے حادث کو خوب ہی برداشت کریں گے اور مجھ کو امید ہے کہ دہلی کے ”اوپر دوکان پیکل پوان“ اور افسر خروار کی ساخت سے سبق حاصل کریں گے۔

لیکن اب بھی کچھ عرصہ اس بات کے لیے باقی تھا کہ محاصرہ کا تو پچانہ اور جہون کا لشکر اور پنجاب کی آخری اگلی فوج کسپ میں پہنچ جاتی اور ننگلشن صاحب اس قابل ہو سکتے کہ شہر میں داخل ہو کر اسکو حاصل کرتے۔ اور جس حالت میں دہلی کے سامنے ہماری فوج (جو اب تک محاصرہ تو نہیں بلکہ محصور تھی اور اب پہلے پہل محاصرہ ہو چکی تھی)

دہ ترقی میں صحت ہے۔ ہاؤسن صاحب کے جاسوس خبر لائے کہ علی احمد شہر کے باشندوں اور فوجی لشکرانہ
دور بار میں بھی نفاق اور عداوت انتہا سے زیادہ برپا ہوئی ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر جانتا ہے انہوں نے
بیان کیا کہ لاٹ زن لوگ سردار بادشاہ کی توہین کرتے ہیں۔ فوج کے جنرل بادشاہ کے سامنے اڑتے جھگرتے ہیں۔
بادشاہ کے بیٹے ایک دوسرے کے خلاف اپنے باپ کو تخت سے اتارنے کے لیے سازش کرتے ہیں خزانہ بالکل خالی
ہو گیا ہے اور قسمت مہاجنوں سے تیسرے مرتبہ جبراً جو قرض لیا گیا اسکی وجہ سے ان لوگوں کی حالت اب ایسی
ہو گئی ہے کہ غیر خواہی یا روپیہ وغیرہ کے معاملہ میں انکی ذات سے کسی طرح کی امید باقی نہیں رہی۔ خاندان مغلیہ کے
اس شہنشاہ اعظم نے ان فوجی آدمیوں کو جنہوں نے عین شاہی باغ کے اندر اپنے خیمے کاڑھے تھے حکم دیا کہ یہاں
وہ لوگ چلے جائیں مگر انہوں نے صاف انکار کیا۔ بادشاہ نے طعن کی کہ انکی فوج کو متواتر شکستیں چل رہی ہیں
اور اسے غیم سے جسکی تعداد ستر قلیل ہے ایک توپ بھی نہیں لی۔ مگر بادشاہ نے دیکھا کہ نہ طعنوں سے کوئی اثر
ہوتا ہے نہ دھمکیوں کا کوئی رعب مانتا ہے۔ بادشاہ ابھی سے انگلیشن لوگوں کو پیام بھیجے لگے کہ اگر وہ بین کازمیر
تو میں تخت آنکے حوالہ کروں اور شہر کے پھاگ کھولوں۔ یہ بات بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ جان لائیں
جسکو ظلم سننے سے ظلم کرنے کی احتیاط زیادہ تھی اس بات پر بالکل ہوسے کہ اگر انگلیشن لوگوں کی جان تلف کر لے گئے
بتصور ثابت ہو سکیں تو یہ درخواست منظور کر لی جائے لیکن یہ گفت و شنید پوری نہیں ہوئی اور اب وہ بجا بضعیت اہل
بادشاہ تخت چھوڑے اور ج کے لیے کہ مقرر جانے کا تذکرہ کرتا تھا۔ اس مقام کو بادشاہ اپنے پیرا باغ ہونے کے لیے
قرن اوسط کے راکون کا جادہ سمکھ ضلع دہلی کے کسی متصل ضلع میں سمیٹے تھے اور یہ جانتے تھے کہ محاصرے سے دو چاروں
راہ سے کچھ زیادہ دور نہ ہوگا۔ اس اثنا میں روز بروز باغی لوگ مسلح باہر سے آتے جاتے تھے اسی طرح بازار میں
گراfi اور قحط پھیلنا جاتا تھا۔ بعض شخصیتیں جب شہر میں پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ شہر والوں نے اس
آئے ہی پھاگ بند کر لیا کیونکہ جو لوگ اندر موجود تھے وہ چاہتے تھے کہ سارا مال ہمیں لوٹ لیں۔ اور لوگ
ات پر ناراض تھے کہ جو مال غنیمت تقسیم ہو چکا تھا اسکا حصہ نہیں ملتا تھا۔ تمام شہر مطلق العنان سپاہیوں
اور جرمین تھا۔ مستورات کی عفت پر بھی دست اندازی ہوتی تھی اور عزت اور جان شل مال کے غیر محفوظ تھے
پس ناظرین جو ہم تک پہنچے تھے ان سے ثابت ہوتا تھا کہ اگر ہم محصور شہر کے باشندوں کو وقت دیتے
وہ آپ اپنی زمین کاٹ ڈالتے اور ہکا بکا کی رحمت نہ دیتے۔ باغیوں کے ایک بیاک غول نے البتہ خ
بادشاہ کے عہد ملاست کرنے سے اشتعال پا کر ایک ہفتہ تک باہر ہم لوگوں سے جنگ قائم رکھی
ہم صرف جواب دینے لیکن آخر میں ۱۲۔ اگست ہم نے بھی ہشتادویں کی اور انکو شہر کے اندر بھاگ کر لے کر
اگرچہ یہ نقصان البتہ ہوا کہ ہر گزیر شہر اور بیچ کوک محاصرہ کے باقی ایام تک کام دینے۔

نہیں رہ گئے کیونکہ وہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ مندرجہ ذیل حالات ہم ایک چشم دید گواہ کی زبانی جس نے محاصرہ دہلی کے بارے میں ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی ہے تحریر کرتے ہیں۔

اس زمانہ میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک عجیب وضع کے آدمی نے ہمارے قراولوں کو معائنہ کرنا اور ہر ایک شے کو دیکھنا بھان
اوانا کی قوت اور تواریخ کی تلاش اور تجسس کرنا شروع کیا۔ اُسکے لباس سے اُسکے عمدہ کا کوئی پتہ نہیں لگتا تھا۔ ظاہر صاحب لباس ک
اُسکی کوئی پروا نہیں معلوم ہوتی تھی۔ علاوہ بریں اُس ہڑکے زمانے میں ہر شخص اپنی مرضی کے موافق ورودی پہنتا تھا۔ شاید ایسے
دو افسر بھی ہو گئے جو ایک طرح کی پوشاک پہنتے ہوں۔۔۔۔۔۔ وہ ایک ایسا انسان تھا جس کا جسم شاید کسی دیوڑا کے قالب میں ملا لیتا تھا۔ صر
بڑا چوڑا سینہ اور نہایت قوی اعصاب تھے اور صورت سے وجاہت اور سرگرمی ظاہر ہوتی تھی اور مزاج میں نہایت روکھا پن تھا۔ چنانہ
اچھا تھا کہ اُس سے تشدد برس رہا تھا اور اڑھی بڑی لمبی اور آواز گھن گج تھی۔ اُسکے محل اوضاع و اطوار اور اعلیٰ فرمانرواؤں کی اُس
سطوت سے جو بادی النظر میں دیکھنے والوں پر اپنا اثر پیدا کرتی ہے انتہا مرتبے کا زور اور شعور اور ثابت قدمی ظاہر ہوتی تھی۔ اُسکی
شائبہ روش جو کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتی تھی اور جو کم رُو آدمی کے لیے سخت سمجھی جاتی بعض اوقات اُسکے زیادہ خود مختار ہونٹوں ک
دکھ دیتی تھی لیکن نرم دل ایشیائی لوگ تو اُسکے بندے تھے۔ ظاہر اسو اسے حاملانہ حاکم اعلیٰ کے وہ ہر ایک شخص سے نفرت کرتا تھا اور
معمولی صحبت میں بہت کم باتیں کرتا تھا۔ اس قسم کا آدمی پلٹنوں کی افسری سے ترقی کر کے بہت جلد قیصرانِ روم کے تختِ تاج
پہنچ سکتا تھا۔ لیکن برٹش لوگوں کی نوکری میں ایسے وقت جب وہ ترقی پا کر صرف پستان ہو سکتا تھا ریگنڈیر جنرل ہی کے عہد پر
اُس کا مقرر ہونا عجائبات سے تصور کیا جاتا تھا۔

اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ جس اجنبی شخص کا اس تفصیل سے حال بیان
کیا گیا وہ نکلسن صاحب تھے۔ نکلسن صاحب اول تو اپنے کالم کو لیکر بجالت طی الارض کر رہے تھے اور باد صحر جنرل کو
نہایت تاکیدی عبارت سے ایک چٹھی جو لکھی تو ۲۰ اگست کو پا کر نکلسن صاحب نے اور بھی عجالت کی چٹھی کا مضمون یہ ہے۔
نبوت گدھ کے گھاٹ پر باغیوں کے بنائے ہوئے پل کو جو چھنے گرا دیا تھا اُسکو پھر اُنھوں نے بنالیا اور اب اس ارادہ سے
استحکام کے ساتھ قنیم کے لوگ وہاں اکو جمع ہونے ہیں کہ علی پور کی طرف بڑھیں اور عقب سے ہماری آمد و رفت بند کر دیں۔ ہو
میں بہت منت کے ساتھ آپ کو لگتا ہوں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو آپ بڑھے چلے آئیے اور ان لوگوں کو ہمارے عقب سے ہٹا دیں
اور اپنا مورچہ قائم رکھنے میں ہکود و دیکھیے۔ جھکو اندیشہ ہے کہ پانی راہ میں آپ کو بھی پڑا ہو گا اور مار کڈ امانے کی وجہ سے آپ کو
ٹھہرنا پڑا ہو گا لیکن مہربانی کر کے بڑھے ہوئے چلے آئیے۔

اس حکم کا اتباع کر کے نکلسن صاحب نے بڑی عجالت کی اور جب دہلی سے پنچ چھ سنہ ل کے راستہ پر آ گئے تو
جنرل ولسن نے اس مضمون کی ایک دوسری چٹھی نکلسن صاحب کو لکھی کہ وہ اپنی فوج سے کچھ پیشتر آکر بیان ہم سب سے

کہ دونوں کو بحیثیت مجموعی دیکھا ایک شخص کی بہادری اور فیاضی اور ہمدردی اور دوسرے کی قوت اور علم و ہمتی اور
اور جس لارنس کا، نام اب اور ہمیشہ ہندوستان کے لوگوں کے سامنے مجسم انگلش حکومت (یعنی بیخبری) اور غیر ظالمانہ اور
نیک اور مستعدانہ اور خاقانہ اور انصافانہ حکومت کو پیش کرتی رہی۔

سرخ جان لارنس شخص کو پنجاب سے روانہ کر چکے تھے اب ایک آدمی بھی باہر بھیجے کو باقی نہ تھا لیکن اب اب
وہ قانع نہیں ہوئے تھے کہ چیکے بیچ رہتے۔ لیکن صاحب کا کالم دہلی کے قریب پہونچا تھا تھا اور ڈوڈا صاحب کا
تو بچا نہ اس کے پیچھے جاتا تھا لیکن کشمیر سے اب اب گولڈو کا کیا جاسکتا تھا۔ رہنبر سنگ گلاب سنگ کے ہاتھ میں مقرر ہوئے تھے
اور اگرچہ کشمیر تہہ و بہتہ کر سکتے تو وہ اپنے باپ کی تمام ذمہ داریوں کو بھال لائے۔ لٹنٹ آئرنسٹن جویشا ورس کے اسٹنٹ کپٹن
خدر کے زمانہ میں ایک قسم کی خصمت جلالت پر اتفاق سے کشمیر میں تھے جس طرح پہلے صف شکن لیکن صاحب ہاں گئے تھے
معدنہ اگلاب سنگ اور گلاب سنگ کے فرزند سے لٹنٹ موصوف ہی کو ابتدا ہی گفت شنید کرنا پڑی اور اسکا نتیجہ ہوا کہ لٹنٹ
موصوف نے بڑے اصرار سے یہ صلاح دی کہ جو دھماکہ موصوف دینے کو کہتے ہیں وہ مقتضائے وقت پر خیال کر کے
قبول کی جائے۔ لٹنٹ موصوف خیال کرتے تھے کہ گلاب سنگ ایسے حیار نہیں تھے جو ہمارے دوست نہ ہیں۔ بہت ہی
خدر میں فرمانروا کے کشمیر اور لٹنٹ آئرنسٹن سے ایک کشتی پر جو چین وسط دریا میں لنگر تھی ملاقات ہوئی اور یہ وقت
ہمارا جو موصوف نے ایک ابر کے لگہ کی طرف جو اس وقت آسمان میں اڑا ہوا چلا جاتا تھا اور آٹا آٹا آٹا پ کو چپا کر سٹا
اشارہ کر کے لٹنٹ آئرنسٹن سے کہا کہ خدر اس بادل کی طرح آٹا آٹا دوڑ ہو جائیگا، لیکن دہلی کو فوج روانہ کرنے کا انتظام
اور اس کام کی ساری ذمہ داری کا بار سر جان لارنس پر پڑنے والا تھا۔ سر جان لارنس کو پہلے اس امر سے یقین
چھل کر نہ تھا کہ وہ ان کے سپاہی بخوبی متہین اور وہ اس معزز کام کو بخوبی انجام کر سکیں گے۔ اور اس کے بعد اس کے ذہن
چھل کر اس امر کی ترغیب دینے کا دشاوڑ کام تھا کہ جو خدشہ وہ انجام نہیں کر سکتے ہیں انہی امور کے ان
سپاہیوں کو یہ بات کہیں اور نہ کہی جانب سے شک و شبہ ظاہر کریں جس میں انتہائے زیادہ نقصان متصور ہے۔
ڈوڈو بڑا سزا جاب کہتے ہیں کہ۔

خدر آئرنسٹن کی مٹی سے بخوبی معلوم نہیں ہوا کہ وہ اپنے عہدہ کی صلاحیت یا قابلیت رکھتے ہیں۔ پہلے بیان کیا گیا تھا کہ ہم
مہون کی فوجی طالب کرچکے، پھر لکھا گیا کہ "ہم فوج کو نہ منگوائیں گے"۔ اس کے بعد پھر لکھا گیا کہ "جسٹس سے مکن ہو اس فوج کو بھیج دیتے
اور جان تک مکن ہو اس کے پیچھے میں جلت کرچے"۔ اب جمع ہوتی جاتی ہے ایسی مذہب راے کا خیال کر کے میری طبیعت گھبراتی ہے۔
جان لارنس خود و لٹنٹ صاحب کو کہتے ہیں۔

جہاں تک عجب و صواب دیکھنے کے وسائل حاصل ہیں وہاں تک میں کہہ سکتا ہوں کہ جون کی فوج قابل اعزاز ہے۔ اگر میں
اپنی جگہ پر نہ ہوتا تو جب تک کوئی غلاف و چرمین پائی جانی اس وقت تک میں خود اس پر اعتماد کرتا مگر جان لارنس کہتا ہے کہ اس فوج کے

اندھے ہو گئے یا اگر یہودگی سے انکی وفاداری کے بارے میں خیال نہ کیا جائیگا اسوقت تک یہی ہوگا کہ جب وہ سپاہ انبالہ میں پہنچ جائیگی تو اسکی نسبت افسران مذکور واجبی اور قرین انصاف رائے ظاہر کر سکیں گے۔ اگر اسوقت تک میرے بھائی کو کوئی وجہ اسکی بے اعتمادی کی نہ پائی گئی تو میں یہی کہوں گا کہ جسطور سے ہوا اسکو دہلی بھیج دیا جائے۔ اگر برخلاف اسکے انکو بے اعتمادی کی وجہ پائی گئی تو میں مذکور سپاہ کو میرے بھائی کو لے کر لے گا کہ وہ انکا ہمہ اور فساد رفع کرے۔ اپنے دل سے تو مجھ کو یہی امید ہے کہ وہ سپاہ خیر خواہی کریگی۔ یہ جب کوستانی آدمی ہیں اور وہ پوریا لوگوں کی غجواری نہ کریں گے۔

اور پھر اس بات کا خیال کر کے کہ مذکورہ بالا سپاہ کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر اسکی قابلیت کا حال صحیح صحیح معلوم ہو جائیگا اور ذاتی ملاقات ہونے سے انکی خیر خواہی کو استحکام ہوگا جان لارنس اپنے عین ضروری اشغال میں اس سے ملنے کو روانہ ہوئے اور جالندھر میں اس سے ملکر سپاہیوں کو معائنہ کیا اور اسے وعدہ کیا کہ جو لوگ مجروح ہو گئے انکو انعامات اور جوڑائی میں کام آئیں گے انکے ورثا کو پنشنیں دی جائیں گی اور پانچزار روپیہ سپاہیوں کو انعام دیئے اور یوسی افسروں کو خلعت دیا۔ اور اسکے بعد وہ لوگ اپنے دلوں میں نہایت ہی خوش ہو کر جو روانہ ہوئے تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ جان لارنس نے اڈورڈس صاحب کو لکھا تھا کہ یہ لوگ نہایت اچھے سپاہی ہیں اور نوجوان اور مستعد اور سڈول اور بالکل کوستانیوں کے ایسے سپاہی ہیں لیکن سکھ لوگوں کی ایسی ہڈیاں اور گوشت ظاہر کرتے ہیں۔ اس نکل قصہ سے پھر ثابت ہوتا ہے کہ جان لارنس میں دوسری کرنے کی بے انتہا قابلیت تھی جسکا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔

اس اثنا میں دہلی کے معاملات کو جوش ہوتا جاتا تھا کانپور اور لکھنؤ کی وار و اتون کی خبر کمپو میں پہنچ چکی تھی اور یہ صاف ظاہر تھا کہ گوئہ نیاک صاحب کی خواہشیں کچھ ہی کیون نہوں اور انکی فتح مند یوں سے کیسی ہی رونق پھیلے لیکن وہ بہت دنوں تک اتر طرف نہ بڑھ سکیں گے انگلستان کی کمک کی نسبت جس صاف ظاہر تھا کہ اسوقت تک نہ پہنچ چکی جب تک اس نازک حالت کا خاتمہ نہ ہو جائیگا۔ کیونکہ انگلش گورنمنٹ صریحاً اپنی مہتما سے ناواقفیت سے نزدیک تر راستہ سے فوج بھیجنے کے بدلے کیپ کی راہ سے رجسٹرون کے روانہ کرنے میں مفت دو مہینے برباد کر رہی تھی پس باہر سے کمک پہنچنے کی امید جان لارنس کے سوا اور کسی شخص کی طرف سے باقی نہ تھی۔ جنرل و عاقلاً نہ حکمت عملی یہ تھی کہ اپنی فوج جہاں تک ممکن ہو کمپ کی حفاظت میں رکھی جائے ساآن جنگ محفوظ بنائے اور پنجاب سے جس قدر آدمی اور توپیں آسکتی ہیں جب تک آئے لیکن اسوقت تک انتظار کیا جائے اور اگر ممکن ہو گا جو راہ میں تھے آئیں اور پھلو را و فریڈرپور سے محاصرہ کے لیے جو توپیں آنے والی ہیں وہ بھی بھیج جائیں خوش قسمتی سے شہر کے اندر کی جو جو خبریں حکمہ مخبر سے جسکے ہتھم ہاؤسن صاحب سے لائے شخص مقرر تھے آتی تھیں ان سے ثابت ہوتا تھا کہ اپنی طرف سے زیادہ پیش قدمی کرنے کے بدلے خیم کی جاکون کا خاموشی سے روکنا

کہ پھر مکمل نہ سکین۔ یہ لوگ بیشک عام حفاظت کے لیے بے قیاد اور بلا توقف ہنرئی لارنس کی خواہش کے مطابق اسوقت بھی کام کرتے تھے جب پہلے پہل نہایت جگر خراش خبریں سننے میں آئیں۔ لیکن اسکے بعد ان لوگوں نے ہستی سے کام لیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے (اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے اکثر ان طبعی خیالات کو ظاہر بھی کیا ہے) کہ ہنرئی لارنس کے مرنے سے اب ہندوستان کی حفاظت آدمی ہو گئی۔ اسکے چھ ہفتہ کے بعد اسوقت جب تنوئی کی جگہ پر ایک شخص اور مقرر ہوا تھا تو ہنرئی لارنس نے جان لارنس کو لکھا تھا کہ وہ دہلی کے نکل جانے سے پنجاب پر بڑا نازک وقت ہو گیا۔ افسوس اس سے ہمارا کس قدر نقصان ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لکھنؤ اور دہلی کے ساتھ میری پبلک (سرکاری) زندگی کا لطف جانا نہ ہو گا۔ پہلے دس سال سے ہندوستان میں اچھلتا چلنے والا تھا وہ لیا پھر بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جان لارنس جو اب میں کہتے ہیں کہ بیشک اس سے ہم سب لوگوں پر بڑی بلا نازل ہوئی۔ ہندوستان میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کا جانا اسوقت ہنرئی لارنس سے بہتر تصور ہو سکتا ہے۔ آفت ہمارے اوپر اسوقت بجلی کی طرح گر رہی ہے۔۔۔۔۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہنرئی لارنس اب کوئی اپنے سے زیادہ لائق اور بہتر شخص اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گئے ہیں۔ اسوقت میں انکا جانا ایک قسم کی قومی آفت ہے۔

پنجاب کے لیے ہنرئی لارنس (ان تمام باتوں کے متعلق جو کبھی مردہ ہو سکتی ہیں) پانچ برس پیشتر سے مرچے تھے۔ انکی قسمت میں خود اپنی موت اور اپنے جنازہ کا دیکھنا اور یہ سب اہم میں لکھا ہوا تھا جب وہی اور دہلی میں تمام معتقد باتوں کے ایک بیڑے گروہ کے ساتھ ہنرئی لارنس اپنی مرضی سے پنجاب کو چھوڑ کر باہر کے شورا انگیز ملک کو پہنچے تھے۔ اس دن کے ساتھ انکے لیے موت کی نفی بھی گزر گئی۔ لیکن جو باتیں انکے ساتھ زندہ رہ سکتی تھیں وہ سب اس گولہ کے ٹوٹنے کے بعد بھی جیسے لکھنؤ میں انکا کام تمام کیا تھا باقی رہیں۔ اور آج کے دن تک ہندوستان میں ان تمام لوگوں کے دلوں کے اندر جبکہ دلوں میں انھوں نے دلوں پیدا کیا تھا اور جو اسوقت کام کرتے تھے اور اب بھی کام کرتے ہیں وہ باتیں موجود تھیں اور اب بھی موجود ہیں کیونکہ ہنرئی لارنس اور جان لارنس نے ملکر جو عہدہ عبارت گورنمنٹ کی قائم کی تھی اور جو نہایت سرگرمی سے انھوں نے برقرار رکھا تھا اور اسکے بعد جان لارنس نے تن تنہا اسکا کمال اور ترقی اور حکام کیا تھا وہ اصل میں دونوں کی بڑی بھاری اور متجاہد ہفتوں سے تعمیر ہوئی تھی۔ میں بھی اس بات کو بیان کر چکا ہوں کہ ان باتوں میں ہنرئی لارنس اور جان لارنس اختلاف عظیم رکھتے تھے ان میں بھی جان لارنس نے رفتہ رفتہ ہنرئی لارنس کی حکمت عملی اسوقت اختیار کی جب ایک مرتبہ ان دونوں کا باہمی اختلاف رفع ہوا۔ اور اس صوبہ میں جو اسوقت طوفان کو فرو کر رہا تھا اور کل ہندوستان کا لنگر تھا ان تمام سرداروں کی خیر خواہی جو ہماری امداد کے لیے رسالہ کے سبواں بھرتی کر رہے تھے اور دہلی میں کام کرنے کے لیے ہفت خدمت کرنے کو کہتے تھے یہ خیال کی جا سکتی ہے کہ ہنرئی لارنس کی یادگار کا خاص حصہ تھا سطح سے عوام الناس کی قناعت اور یہودی جان لارنس کے باعث

خیال کی جاسکتی ہے۔

ہنری لارنس کی قبر جو ایک سنگ مزار اس ریزیدنسی کے سامنے قائم ہے جس پر مرتے دم تک انھوں نے قبضہ رکھا اسپر خاص اُنکے بتائے ہوئے یہ الفاظ منقش ہیں ”یہ قبر ہنری لارنس کی ہے جسے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی کوشش کی تھی“۔ یہ ہنری لارنس کی سوانح عمری کا خلاصہ ہے۔ چند سال کے بعد جب ہنری لارنس کے چھوٹے بھائی بحیثیت گورنر جنرل ہند واپس آئے تو انھوں نے اس مقدس مقام کی زیارت کی اور لوگوں نے مجھے بیان کیا ہے کہ جس وقت ہنری لارنس قبر میں اتارے گئے تو اُنکا دھوپ کا جلا ہوا پتھر جس پر کوٹا ہرکرتا تھا اُسکو دیکھنے والے کبھی نہ بھولے ہونگے۔

ہزار باتوں کا اُس وقت دل میں دھیان آیا مگر قلق سے نہ ایک حرف تا زبان آیا لیکن جو غلط فہمیان اُس وقت تک رفع نہیں ہوئی تھیں اور جو دل کے پھولے بخوبی سمجھے نہیں تھے اُن کے افسوس کے ساتھ اُس کام میں جسکے انجام کرنے کا انھوں نے بندوبست کیا تھا اور اُس زندگی میں جسکو انھوں نے بسر کیا تھا اور اُس موت میں جو وہ مرے تھے ایک شریفانہ تکنت برستی تھی۔ اب وہ بھی رحلت کر گئے۔ رحلت کر کے کس ملک کو سدھارے۔

وہ ملک جہاں ہے شریہ دہشت وہ ملک جہاں ہے امن و رحمت وہ ملک جہاں کی کوئی بات اگر ہکو بہ یقین معلوم ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ ایسی متفرق روحیں ایک علی درجہ عظیم وحدت کا جز بنیں گی۔ مروجہ جسم ایک وسیع ایسی میں دفن ہے جو اپنے بھائی کے جسم سے چوتھائی دنیا کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اُس شخص نے جسکو گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں ہنری لارنس کی مجمل تجزیہ و تکفین اور لکھنؤ میں اُنکے سادے مزار کا خیال گذرا تھا اُس نے یہ تجویز کچھ نامناسب نہیں کی تھی کہ لارڈ لارنس کی قبر پر وہی کتبہ ہونا چاہیے جو اُنکے بھائی کی قبر پر تھا صرف اس قدر فرق چاہیے تھا کہ وہ ہنری لارنس نے خود لکھا تھا اور اسکو لارڈ لارنس کی طرف سے اس صورت پر لکھنا زیادہ مناسب ہوتا کہ ”یہ قبر جان لارنس کی ہے جو مرتے دم تک اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہے“۔

ان دونوں بھائیوں کے اوضاع و احوال ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے لیکن اس اختلاف میں بھی ایک مشابہت ہے۔ کیونکہ دونوں میں ایک طور کے اعلیٰ اور شریف مقاصد اور ایک ہی قسم کی بے غرضی اور ہندوستان کے باشندوں سے ایک ہی طرح کی الفت اور کام میں دل و جان سے مصروف ہونے کا ایک ہی طور کا ولولہ پایا جاتا تھا۔ اس بات کا کتنا دشوار ہے کہ دونوں میں سے کس نے سلطنت کا عمدہ تر کام انجام کیا لیکن اس بات کا کتنا کچھ دشوار نہیں ہے (اور یہ بھی اسطور پر کہ دونوں میں سے کسی کے عجب پر کوئی پردہ نہ ڈالاجا)

اسی جگہ بندھے گئے۔ اسکے بعد پٹنن نے نوکر کے سپاہی بلوہ کو کہے باہر دیہات کی طرف بھاگے اور فوراً اسی جانب اٹکا تعاقب کیا گیا۔ چنانچہ کوئی کے انحرافات بہت دور ہوئے کسی طرح کی بے عزتانی نہیں ہوئی۔ اخیر غیرہ اور جید بھرتی کے سپاہی سب متعہ تھے اور سبکی طبیعتیں قابل اطمینان تھیں۔ اور نوچین بھی خیر اگر کھڑی ہوئیں اور دو گینٹہ میں سب چلے گئے۔ جیتن صاحب دنانیوں کی ایک سپاہ لیے ہوئے اب تک تعاقب میں ہیں۔

یہ سن سمجھتا ہوں کہ میں نے ایک مختصر دورہ کا جو قصد کیا ہے وہ بھی بیکار نہ ہو گا لیکن دوپہر کو دوپ کی بڑی شدت ہوتی ہے۔ میں تین کرنا ہوں کہ ہماری طرف کا ایک آدمی مجروح ہوا تھا۔ ہارٹسٹ اور ایک افسر کو زخمیہ لوگ تالاب کے اندر تک لیے چلے گئے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح ڈوب جائیں لیکن اسپین انکو کامیابی نہیں ہوئی۔ ڈرنیڈ کی گورٹ آتش بھی ہو رہی ہے۔ اس سے حالات بہت بگڑ جائینگے۔ ایک حصہ فرج سے تو نجات لگائی اور اب غالباً دوسرے کو بھی ہم قید کر لینگے۔

آپ کا دوست صادق

ہرٹز ہنی۔ اوڈورڈ سن

مگر یہ کہ جیتن صاحب ابھی واپس آئے ہیں بالکل تھکے اندہ ہیں۔ انھوں نے ۵۰ میل تک پورہوں کا تعاقب کیا ایک ایک آدمی کو مار ڈالا انکے غول نے کسی شخص کو گرفتار نہیں کیا۔ کرنل کابل نے ایک طرف اور تعاقب کر کے سو آدمی مارے اور ساتھ آدمی قید کر لیے ہیں۔ اس سے بہت لوگ صاف ہو گئے۔

اور پھر ام۔ تاریخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ۔

پٹنن نمبر ۴ کے قریب قریب لگی سپاہی چن چن کر مار ڈالے گئے۔ سات سو سے زیادہ اب تک مارے جائیکے میں تیار پانچ سو اندر وقوع غیر کو چاہے گئے اور وہ ان کو خیل سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی حیثیت میں انکو کابل چلے جانے دینگے لیکن ہندوؤں کی حیثیت میں نہ جانے دینگے اور اسطر پر وہ لوگ بھی بگڑے مسلمان کر لیے گئے۔

جس وقت صوبہ پنجاب کے بیرونی اضلاع میں یہ ہیبت ناک سانحے گذرے تھے تو اس وقت بھی جیتن کشنر کا کام دارنہ سلطنت میں کچھ کم نہ تھا انکی خط و کتابت ظاہر شوق اور ضرورت میں بڑھتی جاتی تھی کیونکہ اب سامنے کی طرف پچھلی لگاتار جا چکی تھی اور وہ اس اصلاح اور اطمینان کے کام کی طرف تگڑا کر رہے تھے جو شکست دہلی کے بعد عمل میں آنے والا تھا۔ ۵۔ اگست کو انھوں نے ولیم ٹیڈر صاحب کو (جو انکے نزدیک بالکل انجینی تھے لیکن بعد انکے بڑے یا زار ہوئے کیونکہ گورنمنٹ ویسٹ رائے کے زمانے میں ایک نہایت ذمہ داری کے عہدے پر مقرر ہوئے) ان بہت سی ضروری چیزوں میں سے ایک چٹھی لکھی جن میں ہرنلڈن صاحب کی نقل و حرکت کے بعد ایسے مضامین لکھے گئے جن سے انتہا متبہ کا افسوس معلوم ہوتا ہے اور ان میں لکھا گیا کہ اگر آپ نے لکھنؤ کی کوئی مقبرہ خریدنی ہو تو میرا مہربانی دو کہ میں بھیجے اس چٹھی کی ایک نقل میرے بھائی کے پاس بھی بھیج دیجیے گا۔ دو لکھنؤ کی مقبرہ

دوسرے روز صبح کو آئی اور اُس سے معلوم ہوا کہ جان لارنس کے شریفِ انفس کجائی انتقال کر گئے۔ انکی موت سپاہیانہ طور پر ہوئی۔ یہ موت ایسی ہوئی کہ شاید سب سے زیادہ اُنھیں کو اسکی طبع تھی کیونکہ ریڈیٹنسی لکھنؤ کو باغیوں بچانے میں وہ ہلاک ہوئے۔

جنگ کے زمانہ میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ لائق سے لائق اور بہتر سے بہتر شخص یعنی ایسا آدمی جسکا نام ہر شخص کی زبان پر جاری ہوتا ہے اور جو سب کے نزدیک ہر دل عزیز ہوتا ہے وہی اٹھ جاتا ہے اور اُنکے دلون پر اپنی محبت کا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ قبر پر چند کلمے ناز کے پڑھے گئے چند ٹوکری مٹی پر لگی اور معدودے چند خیر خواہوں کے دو ایک آنسو نکلے اور اسکے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ جسوقت زندہ لوگوں کی سلامتی کے لیے خون کی حالت میں کوششیں کی جاتی ہیں تو مردوں کا نام بھول جاتا ہے۔ دہلی کے کپ مین سرنہری بڑنارڈ سے بڑھکر کوئی شخص زیادہ ہر دل عزیز نہ تھا اور جسوقت وہ ہیضہ سے ہلاک ہوئے تو تمام کپ مین وہ کرام چاکہ جسکا قرار آدمی بیان سرنہریان بکنے خوب لکھا ہے۔ لیکن مین نیول چیئرمین کی ایک چٹھی میں جو سرنہریان لارنس کو بڑنارڈ صاحب کے رفون ہونے کے دو ہی دن کے بعد لکھی گئی تھی یہ درخواست الفاظ دیکھتا ہوں کہ مظلوم ہوتا ہے کہ فوج کے سپاہی بپارے بڑنارڈ کو ابھی سے قریب بھول گئے اس جاب شہرت کا بھلا کیا اعتبار ہے۔

کچھ جنگ ہی کے زمانہ میں یہ نہیں ہوتا ہے کہ ایک بڑا اور نیک آدمی مر جاتا ہو اور لوگ اُسکو فوراً بھول جاتے ہوں۔ وفات کے چند دن بعد تک اخبارات بیشک اُسکے حالات سے پڑھتے ہیں اور اُسکا نام ہر شخص کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ شاید اسقدر جاری ہوتا ہے کہ زندگی بھر میں کبھی ویسا نہیں ہوتا ہے لیکن اس آتشی تیزی یعنی جلدی اور کھل بلی اور ٹوکلی گھوڑوڑاؤ اس امر کے حاصل کرنے کی متواتر کوششوں میں جو حاصل نہیں ہے (یعنی اعلیٰ درجہ کی زندگی جو اس زمانے کے خواص میں ہے) اُسکو لوگ اسطرح سے بھول جاتے ہیں کہ گویا وہ کبھی دنیا میں موجود ہی نہیں تھا۔ جو عہدہ اُنھوں نے خالی کیا وہ کسی نہ کسی طرح چھوٹے آدمیوں سے بھرا گیا اور جو معدودے چند ایسا نادر لوگ تھے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شگاف ہرگز بند نہیں کیا گیا اور نہ اس نقصان کا تملکہ کیا گیا۔

لیکن اسطور سے (اگرچہ سلطنت اور بھان کی حین لڑائی میں جس قسم کی لڑائی کے واسطے انگلش لوگوں کو بہت کم اپنی کوششیں جمع کرنا پڑی ہوگی) سرنہری لارنس کی رحلت نہیں ہوئی اور نہ اُس قسم کا خیال لوگوں کو ہوا جیسا خیال سرنہری لارنس نے اُن لوگوں کے دل میں پیدا کیا تھا جو اُسے خوب واقف تھے۔ دہلی اور لاہور اور راجپوتانہ اور ہزارہ اور پشاور اور ملتان میں وہ وہ لوگ پائے جاتے تھے جو صالح اور مشورت اور میدان جنگ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جنہر سا راجپوتانہ اُسوقت آسرا لگائے ہوئے تھا اور جیسے دنوں میں سرنہری لارنس نے اپنے کارنامے دکھلا کر دلوں میں پیدا کیا تھا۔ اور محبت اور عزت کی گریہوں سے اپنے کو ایسا استوار باندھ لیا تھا جنگ و موت ہی اسقدر سخت تھی

ناراض ہوئے۔ اڈورڈس صاحب کو جان لارنس لکھتے ہیں کہ۔

آپ نے دسویں رسالہ کی بغاوت کا حال سنا ہوگا۔ اُسے جس وقت لوگ کھانا کھا رہے تھے لوگوں سے توپوں کے لینے
تصدیک۔ ایک گولہ انداز اور ڈاکٹر لائنس وینٹری سرجن مارے گئے اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ بریگیڈیئر نے فوجی مصلحت سے
پھاڑی کو ان لوگوں سے خالی کر دیا جسکے معنی صاف انگلش زبان میں یہ ہوئے کہ بریگیڈیئر نے انکو اجازت دی کہ تم لوگ یہاں سے
بھاگے ہو۔ چلے جاؤ۔ میں نے سنا ہے کہ ایک کمپنیز نے جو قلعہ کے اندر جانے کی کوشش میں تھی اُنکی ٹانگ پر ایک تلوار پڑ گئی۔
جسکو شبہ ہے کہ یہ لوگ اپنی لینوں میں تواریں چھپائے ہوئے رکھے تھے۔ مائزڈن صاحب اور پولیس کے لوگ اُنکے نقاب میں
گئے۔ میں۔ یہ چھپی خنجر لے گا۔ کون کو بھی دکھلا دیجیے۔ حد سے زیادہ احتیاط ممکن نہیں ہے۔ یہ لوگ ہر رات ہر کام پر نظر رکھتے ہیں
اور ہمہ وقت تیار رہتے ہیں کہ اگر ذرا سی بھی غفلت ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر آخر میں یہ معلوم ہوا کہ توپوں پر کوئی
افسر موجود تھا تو مجھ کو ذرا بھی حیرت نہ لوگی۔

پھر ۲۸۔ اگست کو انھوں نے اڈورڈس صاحب کو لکھا کہ۔

آپ کیا تصور کرتے ہیں۔ بریگیڈیئر انٹیلیجنس کوری (رسالہ نمبر ۱) کے باغیوں کے گرفتار کرنے یا مارنے میں ناکام ہو کر سڑک
سواروں کے شمول میں دوڑے ہوئے چلے گئے جو فوری طور کی توپوں کی حفاظت میں تھے اور دیکھتے تو دیوں کے قریب بریگیڈیئر مذکور نے
ہلاک کیے۔ غالباً اس کام کے لیے انکو ناپاک کا خطاب عطا ہوگا۔

اس پرنسپل بریگیڈیئر کو ناپاک کا خطاب تو نہیں ملا کہ اُسکے بدلے دوسروں کو اسپرترجج دی گئی۔ باہینہ اس بات کا
کھٹانا ناگوار نہ گذرے گا کہ غلطی کے زمانہ میں عجلت سے اُنکے حق میں جو فیصلہ صادر ہوا تھا وہ اس زمانہ میں مسترد کر دیا گیا جب اُنکے بعد
خاموشی ہوئی اور سوچ بچار کرتے ہوئے صادر ہوئی اور ایک بہادر افسر بجائے اُنکے مقرر کیا گیا۔

دوسرا بلوہ پٹا وریں ہوا۔ اور اُسکا نتیجہ بالکل مختلف ہوا۔ اگر کائن صاحب اڈورڈس صاحب یا جین صاحب
کچھ عرصہ تک اپنے عہدوں پر غافل سوتے رہے تو اُنکا چونکا ناپاک ایک بے سلیقگی کی بات تھی۔ یہ لوگ مثل
ایک شخص واحد کے اتفاق سے کام کرتے اور معاملات پر نظر رکھتے تھے اور سولیتین لوگ ہر ایک جنگی کام کے لیے مثل
فوجی حکام کے مستعد رہتے تھے۔ مثلاً جولائی کے مہینے میں قلعہ نیکن پر جو درہ کو ہاٹ کے جمانہ کے قریب واقع ہے
اندر سے مفد سپاہیوں اور باہر سے افیدیوں نے جب حملہ کیا تو اڈورڈس صاحب نے اُسکو اپنی حسن تدبیر اور بہت سے
بچالیا۔ اور اس طرح کی کوشش کر کے موضع نارنجی کو جو ہماری سرحد پر یوسف زئی لوگوں کے ملک میں واقع ہے اور جان
غازی لوگ کثرت سے جہاد کے واسطے جمع ہو رہے تھے دشمنوں سے صاف کر دیا۔ اگست کے مہینہ میں خرابیان ہنہ
پیدا ہوئیں اور اُنکی اہل وجہ یہ ہے کہ سرحد کے اکثر بدعاشوں کی ہماری فوج میں بھرتی کر لی گئی۔ لیکن یہ غلط سب سے
بڑھ کر تھا جسکو جان لارنس ابتدا ہی سے خیال کرتے تھے اور وہ غلط برساتی تپ کا تھا۔ اگر پوریا سپاہیوں کو

اُس سے بہت نقصان تھا تو گورون کو اُن سے بھی زیادہ تھا۔ اور یہ ہتھیار سے ابھی سے اپنا حملہ کام کرنے کو تیار ہو گئے تھے اس اثنا میں معلوم ہوا کہ ہتھیار کثرت سے فروخت ہوتے ہیں اور اسوقت بھی ان تین رجمنٹوں کی لیننیں جنکے ہتھیار لے لیے گئے تھے چھپائے ہوئے رکھے تھے۔ پس ممکن تھا کہ سب لوگ جو ہتھیاروں سے مسلح تھے جسوقت چاہتے چلے دیتے اور دوسرے جنکے ہتھیار اب تک نہیں رکھوائے گئے تھے وہ بھی ان لوگوں کے شریک ہو جاتے۔ اب یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ باوصف احتمالات غد صلح آمیزنی کا خیال کیا جاتا۔ ۲۵۔ اگست کی صبح کو حکم دیا گیا کہ رجمنٹ نمبر ۴ کی لینن میں تلاشی لی جائے اور جسوقت تو آموزش سکھ اور افغان سپاہی مزے سے اپنے موروثی دشمنوں کے جھوپڑے لوٹنے میں مشغول تھے کل رجمنٹ ایک زبان ہو کر باغی ہو گئی اور جو ہتھیار اُسکے ہاتھ لگے اُنکے ذریعہ سے اُن کے بعد مغلوب اور مغرور کی گئی۔ پشاور سے جہڑ تک کا تعاقب ایک بڑا دور دراز شکار تھا جس میں کسی جگہ نہ تو لوگوں نے ٹھہرنے کی استدعا کی اور نہ اُسکی اجازت دی گئی۔ اور جب ۸ مئی گھنٹہ کے بعد پریٹ کے میدان میں توپوں سے ایسے شخصوں نے جو بعد تعاقب اس کام کے لیے منتخب کیے گئے تھے اپنا میزب کام ختم کیا تو ۸۷۔ آرمیوں کی کل رجمنٹ جنکے نشانوں پر پنیار پنجاب ملتان اور گجرات ایسے ایسے فخر کے نام منقش تھے نیست و نابود ہو گئی۔

اڈورڈس صاحب نے اس بارہ میں جان لارنس کو عجا لٹا جو چھپاں لکھی تھیں اُنکو سنکر بدن کے روگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور میں خدا کا شکر بجا لا کر کہتا ہوں کہ اب اس سے بڑھ کر خوفناک واقعہ مجھ کو کوئی بیان نہ کرنا پڑے گا۔ گو پش صاحب کی چھٹیوں کا حال جو میں اوپر لکھ چکا ہوں اُن سے یہ جنس ہی میں نہیں بلکہ نوع میں بھی مختلف ہیں لیکن اُن سے بافوس یہ امر ہوا کہ موتا ہے کہ کیونکہ بعض نہایت رحمدل انگلش لوگ بھی جان بچانے کے اضطراب اور خوف سے قتل عام ہوتے ہوئے دیکھ کر آنکھیں پھیر لیتے تھے اور کچھ تو جہنم میں کرتے تھے حالانکہ اگر اسکے قبل یا بعد کوئی ایسا واقعہ گذرتا تو وہی لوگ انتہائے مرتبہ کا ہول اور ترغظاں کرتے۔

پشاور ۲۸۔ اگست ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے جان۔ میں ابھی نمبر ۴ دیسی پلٹن کے بارہ میں ایک تار آپ کو بھیج چکا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ اُسکے بارے میں کچھ اور بیان کروں۔ کچھ دنوں سے ان لینن میں کھل بلی مچی ہوئی تھی اور غنی ہتھیاروں اور سامان جنگ کی افواہیں اُڑتی تھیں اور جنرل دوہرا آرمیوں کی فوج اس کام کے واسطے جمع کر رہے تھے۔ آج جنرل مذکور نے لینن کی تلاشی لی نتائج بہت سارے آئے ہیں لیکن ہتھیار کوئی نہیں نکلا جو غالباً چھپا لیے گئے ہونگے۔ پھر انھوں نے پوریوں کو گورون کی قواعد پر جانے کا حکم دیا۔ نمبر ۴ دیسی پلٹن کے لوگوں نے اپنی لینن کی علیحدگی پسند نہ کر کے جدید سکھ فوج پر دھاوا کیا اور اسوقت خالصہ کے لوگ کھانا کھاتے تھے۔ خالصہ کے لوگوں نے کھانا چھوڑ کر فوجیابی حاصل کرنے کی کوشش کی اور جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا انھوں نے پناہ لینی

بچار کے جائیں تاکہ بشرط ضرورت وہ لوگ باغیوں کو توپ پر اڑا سکیں۔ یہ سیکر لوگ ایسے مشتاق تھے کہ سیدھے وہاں سے روانہ ہوئے اور کوہ پڑ صاحب جس وقت قیدیوں کو ہمراہ لیے ہوئے واپس آئے اپنے گئے تو نصف راستہ میں جہاں سے آدھو ریا اورادھر تھانہ ۲۲ میل تھا۔ ہلاکت کا کام شروع ہونے کے وقت ہر قسم کے قیدیوں کی کل تعداد ۲۸۲ تھی اسکے علاوہ اور بہت سے کپو کے متعلقین تھے جو موضع والوں کی حفاظت میں چھوڑ دیے گئے۔

اب صرف ایک وقت یہ باقی رہ گئی تھی کہ لاشیں کیا کی جائیں گی کیونکہ ان کے گھلے پڑے رہنے سے بیماری پھیلنے کا خوف تھا۔ چونکہ اس وقت ہم لوگوں کی قسمت ہر طرح سے تیزی سے اسوجہ سے پلپس سے تنوگڑ کے قافلہ پر ایک خشک کنواں بھی مل آیا اور اب وہ وقت بھی برف ہو گئی کیونکہ تجرید کیا گیا کہ ان بغیرت سپاہیوں کی لاشیں اسی کنوین میں بھردی جائیں۔

جس وقت یہ خیال کیا گیا کہ یکم اگست کو بقرعید ہے جو سیلا لوں کی قربانی کا ایک بڑا تہوار ہے تو یہ موقع اور بھی موزوں معلوم ہوا۔ پس ایک بڑا عہدہ جیلہ ہندوستانی سلطان سواروں کو امر ترسیر میں جید کرنے کے لیے بھیجے گئے واسطے لگایا۔ اور ایک کھلا مہائی جسکو انکی موجودگی سے کسی طرح کی پریشانی نہ تھی خیر خواہ سکون کی مدد سے ایک اور بھی قسم کی قربانی (جسکا حال ابھی معلوم نہیں ہوا تھا) دوسرے روز کرنے کے واسطے رکھا تھا جس وقت وہ صبح آئی تو قصبہ کی سرگروں پر چاروں طرف سے سنتری کھڑے کر دیے گئے کہ تماشا بینوں کے نکاس کو روکے بہین سرکاری افسر طلب ہوئے اور ان سے بیان کیا گیا کہ اس قسم کی کیفیت مخفی رہے انکو دیکھنا پڑیگی۔

وٹن وٹن کر کے سپاہی بلوائے گئے ایک دوسرے کا نام یکے بعد دیگرے لیا گیا سب کے سب بازوؤں کی تہی باندھ کر بعد ایک میں جاکر اس مقام پر لائے گئے جہاں انکو ہلاک کرنا تھا اور توپ پر ان کے لیے ایک خاص گروہ مستعد کھڑا تھا۔ جس وقت دوسرے بازو چھوٹی تھی تو یہ زندگی سے بالوس لوگ یہ خیال کر کے کہ اب موت آگئی عجیب عجیب طرح کا تیافہ ظاہر کرتے تھے۔ حیرت قصہ حیرانہ یا بوسی محض جبر یہ خاموشی غرض کوئی کیفیت ایسی نہ تھی جو اپنے چہروں سے یہ لوگ اس وقت ظاہر نہ کرتے ہوں۔ جب ۱۵۔ آدمیوں کے قریب ہلاک ہو گئے تو ہلاکوں میں سے ایک شخص کو غش آگیا (یہ سب میں ضعیف تھا) اور اسکو آرام کرنے کے لیے خود ہی دیر کی محنت دی گئی۔ اسکے بعد پھر کام شروع ہوا اور ہوتے ہوتے ۱۶۔ آدمی اور ہلاک ہوئے۔

اتنے میں افسر ضلع کو اطلاع دی گئی کہ باقی لوگ برج سے نہیں نکلے ہیں جہاں وہ حاضری طور پر چند گھنٹہ پیشتر سے مقید کر دیے گئے تھے نیاریاں کی گئی تھیں کہ اگر وہ یکبارگی حملہ نہ کر بیٹھیں یا مقابلہ نہ کریں گے تو ان کے بھاگنے کا اندسا دیا جائے لیکن اصل میں جو خوفناک حالت انکی واقع ہوئی تھی اسکا حال کیونکہ معلوم نہیں تھا۔ وہ اسکے چند گھنٹہ پیشتر ہی ہلاک ہو چکے تھے۔ جس وقت دروازہ کھولا گیا تو سب مردہ پائے گئے۔ ہال والی صاحب کے بیٹے ہال کا قصہ ہوا تھا وہی یہ بھی ہوا لیکن اسکا حال کسی کو معلوم نہ تھا رات کو سوار اور پلپس اور تحصیل کے چوکیداروں اور اور کاروانوں کے گھبرائے ہوئے لوگوں کے شور و غل سے ان لوگوں کی کوئی آواز نہ تھی۔ ۱۷۔ آدمیوں کی لاشیں جو خوف اور ہراس اور مار مار مار اور گرمی اور شہوت نفس سے مرنے لگے تھے کھینچ کر روشنی میں لائی گئیں اور

دوسری لاشوں میں شامل کر کے گانوں کے خاکروہوں نے ایک ہی غامین سب کو بھردیا۔۔۔۔۔

ایک کنواں کانپور میں ہے (اس قصہ کا راقم اپنی مکروہ داستان کے خاتمہ پر فحشہ سے گھستا ہے) اور ایک اجنا لائین بھی ہے۔

مطلب یہ کہ گوپڑ صاحب ناز کرتے ہیں کہ میں نے ایک زمان اور ایک مکان میں اپنی تدبیر سے اُن دونوں خوفناک غم کے افسانوں یعنی بلیکٹ ہول کالکتہ اور چاہ کانپور کے واقعات کو جو ہمارے ہوطنوں پر مشرق میں اگر پڑتے اکتھا کر دیا تھا۔ اس بات کا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کہ گوپڑ صاحب نے عورتوں اور بچوں کو ہلاک نہیں کیا تھا اور انھوں نے بے قصور متعلقین کپ کو (جیسا کہ وہ بڑے رحم سے بیان کرتے ہیں) گانوں والے سکھوں کے سپرد کر دیا تھا لیکن جسوقت میں سراج الدولہ اور فرورڈک گوپڑ کے مابین تعلیم اور تہذیب اور مذہب کے اختلاف عظیم پر نگاہ کرتا ہوں تو کجا اس امر کا یقین کلی نہیں ہوتا کہ انٹیشن اور عیسائی شخص نے اچھا کیا ہو گا اس سرسری اور ماک سزا کے بارے میں گو کیسا ہی اختلاف آراء واقع ہو لیکن جس طریقہ سے اُنکے حالات تحریر کیے گئے اُس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ لارڈ کینگڈا نے یہ یادداشت متعلقہ خدمات سول فہران میں لکھے ہیں کہ برٹش گورنر کی تحقیقات اُنکے افعال سے ہوئی جو اشد ضرورت وقت اُن سے صادر ہوئے تھے اور اسکا جو کچھ بیان انھوں نے خود کیا ہے اُس طرز بیان کے اعتبار سے ہوگی۔ گوپڑ صاحب جن آسان اور سادہ جی کارروائیوں کا حال اس اشتہال کے ساتھ تحریر کیا تھا اُسکا بیان لارڈ لارنس ہمیشہ وہ مکروہ مراسلہ، ان الفاظ سے شروع کیا کرتے تھے اور اُس میں شک نہیں کہ اس سے بہتر اور کوئی نام نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

لاہور میں خدر برپا ہونے کے بعد ہی پنجاب کے دو اور ضروری مقامات میں بھی اسی طرح کی چٹھنوں نے جنکے ہتھیار لے لیے گئے تھے بغاوت شروع کی۔ اور اگر ثبوت کی ضرورت ہو تو اس گل کیفیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ صوبہ جسکی فوجی قوت بالکل جاتی رہی تھی کیسی خطرناک حالت میں تھا اور پنجاب اور ہندوستان کے برقرار رکھنے کے لیے دہلی کا مسخر کرنا کیسا ضرور تھا۔ جہلم اور سیالکوٹ کے مفسدہ کے بعد فیروزپور میں بھی یہ ضرور سمجھا گیا کہ رسالہ نمبر دس سے گھوڑے ہتھیار چھین لیے جائیں۔ یہ رسالہ اب تک اپنی وفاداری کے لیے مشہور تھا اور اب بھی اُنکی عاجزانہ حالت سے امید ہوتی تھی کہ ایک روز ایسا آئیگا جس روز اسپر بخوبی اعتماد ہو سکیگا۔ ان لوگوں میں سے اکثر ان کے گھوڑے تو بچانہ اور چٹھنوں کی اُس فوج کی ضرورتوں کے لیے جو دہلی کو روانہ ہو رہی تھی ابھی سے لے لیے گئے تھے اور جس وقت بتایا کہ ۱۱۔ اگست یہ حکم دیا گیا تھا کہ جن لوگوں کے پاس اُنکے گھوڑے باقی رہ گئے ہیں وہ بھی واپس کرین تو کل چٹھن کے لوگ باغی ہو گئے اور جو جانور اُنکے ہاتھ لگا اُسکو لیکر سب کے سب دہلی کو چلے گئے۔ اُنکے تعاقب کا کوئی ایسا بندوبست نہ ہوا جو کارگر ہوتا اور اس رسالہ کا زیادہ تر حصہ ہانسی میں ہو کر اپنے منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

چیف کسٹمر صاحب جنکو خیال تھا کہ جو ریگنڈ پیرکمان پر تھا اُسی کی بد انتظامی سے یہ امر واقع ہوا نہایت ہی

سجائے انہیں تو یہ خیال کر کے کہ ان کے ساتھ جو رقعہ مذکور کی تاریخ ۲۰ اگست ہی کی تھی جسوقت تک سوائے ان چھ باتوں کے جنگی پر لوٹ انہوں نے لارڈ کینگنگ سے کی تھی اور کوئی حال معلوم نہیں ہوا تھا۔

میرے پیارے گورنر صاحب۔ آپ نے عیدین توین ہندوستانی ٹپن پر جو فتح حاصل کی تھی اسکی بابت میں مبارکباد دیتا ہوں آپ اور آپ کی پولیس نے بڑی کوشش اور محنت سے کام کیا اور انکی بابت آپ سرکار سے متحمل صلہ پانے کے سخی ہیں جسکو یقین ہے کہ ان سپاہیوں کا جو کچھ انجام ہوگا اُس سے دوسروں کو عبرت ہو جائیگی۔ جو لوگ اب تک اور اُدھر پہلے ہوئے ہیں انکی گرفتاری میں بھی ہر ایک طرح کی کوشش کرنا چاہیے۔

لارڈ کینگنگ اور سر جان لارنس جو یہ خیال کرتے تھے کہ ایسی حالتوں میں سڑے قتل دینا ضروری تھا اور انکی ریلوں پر اسلحہ کئی مہینہ کے بعد لارڈ کینگنگ کی ایسی صلہ پسند شخص نے اسوقت جب یہ معاملہ پانچٹنٹ میں پیش ہوا اور وہ ان لوگوں نے بڑی بڑی کتبہ چینیان کین اسیر کر دیا تو اس سب کیفیت کو سنکر شاید اکثر لوگوں کے دلوں کو افسوس معلوم ہوگا۔ لیکن جسوقت اس کشت و خون کے مفصل حالات معلوم ہو گئے جو رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگے اور قتل کرنے والوں نے خود بافتخار تحریر کیا تھا تو اسوقت ان لوگوں کی کیفیت دوسری ہو جائیگی۔ جو افسر کسی مصیبت ناک کام کو کسی خاص سرکاری فائدے کے لحاظ سے انجام کرنے کو اپنا دل خواد کا بنا لیتا ہے اُس سے ہر ایک خدا شناس آدمی محبت اور غمخواری کرتا ہے لیکن جسوقت وہ کام حسب وخواہ انجام ہو جاتا ہے اور جسوقت اس کے نہایت نامقبول حالات بعد کو امن و امان کے وقت چرب زبانی کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں تو ہماری غمخواری اور محبت کے خیالات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک بے لطف امر ہے جسکے چرہ بیان پر میں خوشی سے اظہار غمخواری ڈالے دیتا ہوں لیکن انگلستان کی سلطنت تمام دنیا میں پھیلی ہے اور اسکو بہت ہی ضعیف قوموں سے بھی سابقہ رہتا ہے۔ اس کے افسر اکثر اپنے خون اور رنگ اور سلطنت پر نوحہ کرنے میں اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہیں فعل سے انسانی ہمدردی گھٹی نہیں بلکہ برہمنی ہے۔ جو کارروائیاں گورنر صاحب نے کی تھیں اُس کے بہت حد تک منہ بھر دینا چاہیے۔ اُس واقعہ کے پیدا کرنے والوں نے ہونہواری سے اس طرح لکھا ہے کہ اُس قصہ کو زیادہ تر اُس کے بانی کار کے بیان پر چھوڑ دینا چاہیے اور شاید اسطور سے

نہایت پسند آئندہ کم واقع ہو۔

جسوقت کہ صاحب موقع پر پہونچے تو باغیوں کا اصل گروہ چالیس میل تک بھاگنے اور دریا پر کے

لکھتے ہیں کہ۔

اب صرف یہ کام باقی رہا کہ یہ غول گرفتار کیا جائے اور بعد گرفتاری یکبارگی اسکو سزا سے موت دیجائے۔۔۔۔۔ وہاں صرف دو کشتیان اور وہ بھی بوسیدہ تھیں اور ملاح بالکل اناڑی تھے۔۔۔۔۔ انھوں نے بڑے جوش سے تینس تینس سوار ایک ایک کشتی میں بٹھائے۔ کشتیان پانی میں کیتقدردھارے کے رخ جانے لگیں لیکن کسی نہ کسی طور سے ایسا بندوبست کیا گیا کہ مین سنٹ کے عرصہ میں جزیرہ تک پہنچ گئیں۔ یہ ایک عجیب مقام تھا جہاں عرصہ سے کسی آدمی کا گزر نہیں ہوا تھا اور لمبی لمبی گھاس لگی ہوئی تھی پانی بڑھتا آتا تھا اور ایسی حالت میں رات بھر حفاظت رکھنے کے لیے یہ مقام بالکل ہی نامنوں تھا علی الخصوص ایسی حالت میں جب لوگ پانی میں بیٹھے ہوئے اور پیدل اور بھوکے تھے اور نہ کھانے کے لیے غذا اور ڈاگ تھی اور کپڑے بھی خشک نہ تھے۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا اور شفق پھول رہی تھی اور جسوقت یہ حرام نصیب لوگ کشتی پہنچے ہر جگہ ایک طرف ٹاٹھ بندوقین اور تیغچے اور پیش قبض وغیرہ چک رہی تھیں ہاتھ جوڑے ہوئے گرد اگر جمع ہوئے تو پانی میں ان سب کا سایہ دیکھ کر انہر اور بھی خوف طاری ہوا۔ چالیس پچاس آدمی بالکل یاس کی حالت میں دریا کے اندر کود پڑے اور تھوڑی دور جا کر نظروں سے غائب ہو گئے اور پانی کے ریلے میں جو بڑھتا چلا آتا تھا بے چلے گئے۔

دوبتے ہوئے آدمیوں پر گولیاں چلانے کا جو حکم نہیں دیا گیا تو اس سے ظاہر اسپاہیوں کو بقول گوپڑ صاحب یہ مجنونانہ خیال ہوا کہ تھوڑی دیر کے آرام کے بعد گورٹ مارشل کے ذریعہ سے انکے مقدمہ کا تصفیہ ہوگا، اور اسی جہت سے انھوں نے اپنے غول کے غول بندھوا دیے اور خاموشی سے کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے کو اس پابند کیا کنارے پہنچ کر وہ کس کس کر باندھ گئے اور تیغچے اور مالے وغیرہ کاٹ ڈالے گئے اور اسی خوفناک حالت میں انکو اُنکو ایک سڑک کے رستہ سے گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر آجنا لاکے تھانہ کو جو وہاں سے ہیل کے فاصلے پر واقع تھا جانا پڑا۔ ایک ایک چالان (بقول گوپڑ صاحب) حفاظت کی ایسی ایسی تدبیروں سے آتا را گیا جس سے انکو لوٹری اور راج ہنس اور جی کی ٹھوٹھوں والا قصہ یاد آتا تھا اور وہ کہتے ہیں کہ جسوقت میں نظیر دیکر اس قصہ کو بیان کرتا تھا تو رستہ میں سیکھ سوار سنہسی کے مارے فرش ہوئے جاتے تھے۔

کوئی آدمی رات گئی ہوگی کہ یہ سب لوگ حفاظت سے تھانہ میں بند کر دیے گئے اسوقت کیتقدرد شرح ہو رہا تھا اس سبب سے ان لوگوں کے ہلاک کرنے کا کام موقوف رکھا گیا اور کم دیا گیا کہ رات بھر لوگ آرام کریں۔ ابھی صبح نہوئے پانی تھی کہ ۶۶۔ آدمیوں کا ایک غول اور پونچا اور چونکہ تھانہ اسوقت بالکل بھر گیا تھا اس سبب باقی آدمیوں کو ایک برج میں بچھ دیا۔ اوسر سے تعاقب کرنے والے غول کے ہمراہ روانہ ہونے کے قبل ڈپٹی کمشنر (خود گوپڑ صاحب) یہ حکم دے چکے تھے کہ اگر گرفتار شدہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ نہو اور انکا پھانسی دینا ممکن ہو تو بہت سی رتی منگو کر لی جائے کیونکہ درخت وہاں کیاب ہیں اور اگر گل باغیوں کو جو گرفتار ہو آئین ہلاک کرنے کی ضرورت ہوئی تو اس کام کے واسطے بھرتی کے پچاس سوار بھی

باغی لوگ ہر وقت اڑا سکتے ہیں۔ اڑھائی چھینے کے عرصہ میں ان سپاہیوں نے جکے ہتھیار رکھوالیے گئے تھے برابر میں دو امان قائم رکھی اور وہ بیشک یہ سمجھا اپنی جھینٹوں کو برداشت کرتے تھے کہ اگر انہیں سے ایک شخص نے بھی کسی وقت کوئی مخالفہ کارروائی کی تو اس کے ساتھ سب کی جائیں تلف ہو جائیگی اور وہ ہذا وہ ضرور اپنے دل میں یہ خیال کر رہے ہونگے کہ جس وقت کوئی موقع ملے فوراً وہاں سے نکل کر بھاگ جائیں۔ اس بات کے بیان کرنے سے اجتناب کرنا غیر ضروری اور غلط انصاف بھی ہے کہ ان پجاریوں کی حالت کمان تک قابل رحم اور لائق عفو تھی اور جو اپنے سچے دل سے اس بات کے یقین کرنے میں کہ ان کے مذہب پر رائج آنے والی ہے ہتھیاروں سے محروم اور سیرت کیے گئے اور اب جا بجا اپنے بھی خوف طاری تھا کہ وہ کسی طرح اپنی جان لیکر بھاگ جائیں اور اس بات کی بھی انکو بہت کم امید تھی کہ اپنی جان لیکر بھاگ سکیں گے۔ ان سپاہیوں کی بابت کچھ کہنے یا لکھنے میں گو اس وقت اکثر انھیں لوگوں کی رائے کچھ ہو لیکن جان لارنس بار بار اپنی جھینٹوں میں ہی ظاہر کرتے تھے کہ میرے نزدیک ان لوگوں کی معافی جرم کی بابت بہت سی باتیں بیان کی جاسکتی ہیں اور میں بخوبی تمام جانتا ہوں کہ انہیں سے بہت لوگ ایسے ہیں جو طبیعت میں ہم سے موافق تھے لیکن صرف دھارے کے زور سے بے چلے گئے۔ جان لارنس کی یہ رائے کسی اور سبب سے نہ تھی بلکہ انکو معلوم تھا کہ ہر ایک ولایتی کی جان اس حالت میں بچ سکتی تھی جب باغیوں کے روکنے کی تدبیریں سختی سے فوراً عمل میں لائی جائیں اور اسکے واسطے انھوں نے جائز رکھا کہ پنجاب میں جو فساد پیدا ہونہایت سختی سے وہ فرو کیا جائے۔

آخر کار ۳۰ جولائی کو وہ موقع جسکی عرصہ سے راہ دیکھی جاتی تھی آگیا اور جھینٹوں پٹن نے اس موقع سے افادہ حاصل کرنا چاہا۔ ان لوگوں نے شورش مچا کر اپنے افسر کمان میجر انپنسٹر کو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ میجر صاحب سالہا سال سے ان لوگوں کے درمیان رہ چکے تھے اور انہیں شک نہیں کہ انہیں سے اکثر لوگ میجر کو رو سے اہت اور انکی عزت کرتے تھے۔ بہت سے آدمیوں کو مقتول اور مجروح کرنے کے بعد وہ ایک غول باندھ کر روانہ ہوئے۔ کچھ تو ایک آندھی کی وجہ سے جس سے انکو وہ راہ جو انھوں نے اختیار کی تھی بھول گئی تھی اور کچھ اس سبب سے کہ زمین اور زمینیں جکے ہتھیار لیے گئے تھے وہیں موجود تھیں اور اندیشہ کیا جاتا تھا کہ بھادایہ بھی انہیں کی پیروی اختیار کریں ان سکھوں اور گوروں نے جو موقع پر موجود تھے یہ نہیں کیا کہ انکا تقاب کر کے اس جگہ سب کو قتل کر ڈالتے۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ۔

وودن کا عرصہ ہوا کہ یہاں ایک عجیب افسوسناک اور خراب واقعہ گذرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھینٹوں پٹن کے لوگ سامان سفر کے لیے دو دن سے اپنا اسباب بیچ رہے تھے۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو یہ سب لوگ تیار ہوئے اور راستہ کی روٹی کھا کر پکے تھے کہ سیکندرباغبغلی سے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور میجر انپنسٹر اپنے مکان سے جو لین کے قریب ہی واقع تھا نکھر مری دار با جامہ پہنے ہوئے چلے گئے۔ وہاں کو انرا ٹرا سٹرا جنٹ بھی میجر کو رو کے شریک ہوئے۔ ظاہر ہے میجر کو رو ان لوگوں

ناموش کر چکے تھے کہ اتنے میں دوسری کمپنی اُنکے گرد اکڑ جمع ہو گئی اور ایک شخص نے پیچھے سے آکر ایک تبر ایسا مارا کہ میجر اسپنسر اسی جگہ سر دھوکہ کر گئے تو اُن کا سر سنا جھٹ اور حوالہ اریٹجز اور دو آدمی اور میجر اسپنسر کے ساتھ مارے گئے۔ پنڈت بھی قریب مار ڈالا گیا تھا۔ اسکے بعد یہ لوگ سیدھے چھاونیوں میں ہوتے ہوئے چلے گئے اور اگرچہ اُنکو بہت سے لوگوں نے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور سکھوں کی جھنڈا اس جگہ موجود تھی لیکن کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ آخر کار توپوں کے ساتھ گورون اور سکھوں کا ایک غول روانہ کیا گیا جو تین میل تک دوڑتا ہوا گیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُسے چند آدمیوں کو ہلاک بھی کیا اور بعد اسکے واپس آیا۔

مکمل گری صاحب پٹن اور رابرٹ صاحب کشن رائے خبروں سے اڑھائی بجے دن کو مطلع ہوئے اور تین بجے کے قریب وہاں جا کر پہنچے۔ ہم لوگ اُنکے تعاقب میں گئے لیکن جب کسی طرف اُنکے جانے کا نشان نہ پایا تو تعاقب کرنے والوں کو اندازہ طور پر ہم نے امرتسر اور ہر کی اور حصار کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ سڑکین دریاے ستلج کے مختلف گھاٹوں کو گئی ہیں۔ اب ہم مشتے ہیں کہ یہ لوگ جنگی تعداد چھ سو کے قریب تھی تھوڑی دور تک ٹھیک پورب جا کر وہاں سے اتر طرف گھومے اور دو آپس ٹھیک چالیس میل آگے نکل گئے اور کل صبح کو دریاے راوی کے ایک گھاٹ پر دیکھے گئے تھے اور ظاہر اُس سے پار اتر کر ریاست جموں میں جانا چاہتے ہیں۔

جس روز جان لارنس نے یہ احوال لکھا تھا اُسی دن کی رات کو وہ لارڈ کینیڈا سے یہ رپورٹ کر کے کامرہ پورس نے پانچ چھ سو باغیوں کا کام تمام کر دیا۔ بہت سے لوگ تو مارے گئے اور دریاے راوی سے پار اترنے کے قصد میں ڈوب ڈوب گئے اور ۲۴۰ آدمیوں سے زیادہ زیادہ جو گرفتار کیے گئے تھے دوسرے روز صبح کو اُنکے گولیاں مار دی گئیں۔ اسطور پر جو سپ سے بڑا کھٹکا تھا وہ جاتا رہا گورنمنٹ پنجاب (اگر ہم حالات متعلقہ کو واجبی طور سے جانچنا چاہتے ہیں تو اس امر کو ضرور ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ) پر اہل میں اس وقت بڑی بھاری مصیبت نازل ہوئی تھی۔ پنجاب کی مدد کو جو آخری شے اور سب سے زیادہ بھروسہ کی شے باقی رہ گئی تھی وہ بھی جا چکی تھی اور گھٹس صاحب جنھوں نے قریب سیالکوٹ کی ایسی ہی حالت میں وہاں کے باغیوں کو نیچا دکھایا تھا اب جیسا کہ ہر ایک بدخواہ کو بخوبی معلوم تھا انبار میں گچے اور نہایت ثابت قدمی سے دہلی کا رخ کیے ہوئے تھے۔ ایسی حالتوں میں باغیوں کے ایسے بھاری غول کے نکل جاسے ممکن تھا کہ پنجاب کے اُن تمام سپاہیوں میں جنکے ہتھیار رکھو لیے گئے تھے فساد پھیل جاتا اور میانمیر کی تین جھنڈوں کو ضرور اس بات کی ترغیب ہوتی کہ وہ اپنے لوگوں کی راہ اختیار کریں۔ اگرچہ یہ انتقام بہت سخت اور انسان کی جان کا صلہ اسطور سے تلف ہونا نہایت افسوسناک تھا لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ خاص اس فعل پر کوئی الزام عائد کیا جاسکے اور یہ خیال خود سر جان لارنس کا تھا جو (مطابق اُنکے جیسا کہ میں بار بار ثابت کر چکا ہوں) کبھی بلا ضرورت سختی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس افسوسناک واقعہ کے اصل انجام ہو جانے والے کے پاس سے پہلے پل جس وقت تار آیا (اور یہ تار وہ ہے جسکو اُس شخص نے بعد کو ایک نہایت ہی مختلف مقصد کے لیے محول کیا) تو جان لارنس نے

اس وقت تک یہاں چھوڑ دیا جائے جب تک کہ چٹرن لائن دہلی سے نہیں گئیں کہ محاصرہ کے نیے اسکی بھی کمال حالت تین (ٹکٹن صاحب کو منظور تھا کہ مجھے چاہیے آج آجائے مگر تو چنانہ کو کوئی ضرر نہ پہونچے) انکی جگہ کام کر کے اسوجہ سے ٹکٹن صاحب نے دو دنوں پر اپنا ہاتھ صاف کیا اور دو دنوں کو لیے ہوئے دہلی کی جانب چل دیے۔ انکے چکر جو عرصہ سے مصیبت میں مبتلا تھے ۲۸ جولائی کو کھاکر۔

آپ دو دنوں تو چنانہ لیکر بدلے اور اتنا بھی نہ کیا کہ چٹرن یا کسی اور شخص سے ایک بات بھی کہتے یا کسی شخص کی بھی اجازت طلب کرتے۔ اسنے نتیجہ یہ ہوا کہ ٹکٹن (گوون) ناراض ہو گئے اور دو جہات کہنے میں لگا پڑا وقت ضائع ہو رہا ہے میرے نزدیک کوئی شخص یہ نہ پہنچا ہو گا کہ وہ چچا طاق پر شادیا ہلے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس بات کو اور بھی پسند نہ کرتے ہونگے۔ میں تو پنی طرف سے اس بات میں بہت خوش ہوں کہ فوج یا اسکی حرکتوں سے کوئی واسطہ نہ رکھوں انا اسوقت جب افسر لوگ قاعدہ و انتظام کے ساتھ کارروائی کریں۔ ایک جان کن میں پل دینے اور سب چیزوں کے درست کرنے میں ہلاک ہوتی ہے۔ کوئی افسر فیہ کچھ کہے ہوئے کوئی فوج لیکر چلا جاتا تو آپ اسوقت کیا کہتے۔

ٹکٹن صاحب نے جو کچھ اُن سے ہوسکا وہ جہات کہے لیکن ابھی معذرت نامہ کے حرفوں کی سیساہی خشک بھی نہوے پائی ہوگی کہ انھوں نے اپنی رائے سے پھلور کے گولہ اندازوں کا ایک گروہ اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم۔ اگست کو جان لارنس نے کچھ تو بیشک خمدین اور کچھ ہنسی اور قہج سے لکھا کہ ”جگو اندیشہ ہے کہ آپ کی کارروائیوں کا کوئی انداز نہ ہو سکتا پس جگو لازم ہے کہ آپ کو آپ کے مقدر پر چھوڑ دوں۔ لیکن یاد رکھیے کہ اگر آپ آدیوں کو دکھائیں اُن کے بدلے انکی موافقت سے کام کیجیے گا تو جی ویساہی اچھا اور اسکی نسبت زیادہ آسانی سے اپنا کام انجام دے گا۔“ لیکن جان لارنس اب بھی خواہشمند تھے کہ اگر ممکن ہو تو اپنے نئے بریگیڈیئر چٹرن کی خواہشوں کو پورا بن اور ڈاؤنر صاحب کو اُنکے حوالہ کر دیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ دو جہات و ایلڈ صاحب پیونجین اور تو چنانہ اس کے نیلے روانہ کیا جاسکتا ہو تو وہ (بشرطیکہ میرے انتظام میں خلل نہ آئے) بھیج دیا جائے۔ ہائینمہ ہم بہت کمزور ہیں۔

ٹکٹن صاحب کی تقریری میں بس اس قسم کی بعض باتوں کی خرابی واقع ہوئی لیکن جان لارنس کو کبھی نے ختم نہیں ہوا کہ جان ٹکٹن کی تقریری میں وہ ہر صواب نہیں تھے۔ اس ضرورت کے زمانہ میں تو انکا ایسے ہی اشخاص کے ہاتھ میں دے دی جاتی۔ جان لارنس کی تاکید کی شکایتوں نے گورنر چٹرن اور چٹرن کے

آخر میں نیوٹ صاحب اور جالسنٹون صاحب کے ترجیح دینے پر اسی طرح مائل کر دیا جس طرح انکی سفارشوں سے باوجود تمام اُن امور کے جو فوجی شان کے خلاف تھے میجر ٹکسن کو یکبارگی بریکنڈ ریجنرل کا عہدہ دینے پر جنرل ریڈ کو آمادہ کر لیا تھا۔
ایا جان لارنس ان دونوں باتوں میں برسرِ صواب تھے یا نہ تھے۔

اتنے عرصہ دراز کے بعد جب جان لارنس لاہور کو واپس آئے تو ضرور تھا کہ انکی تمام یومیہ کیفیات زندگی (طرز معاشرت) میں ایک اختلاف عظیم محسوس ہوتا۔ راولپنڈی میں جان لارنس قریب قریب تنہا رہتے تھے ہمیں شک نہیں کہ قریب وجوار کے ہر ایک حصہ کے لوگ برابر اُن سے خط و کتابت رکھتے تھے لیکن جیسا کہ اکثر لوگ جب اُنکو اپنی تمام قوت پیش کرنا ہوتی ہے دل کا دل سے رگڑنا پسند کرتے ہیں اُس طرح جان لارنس نے نہیں کیا۔ انکی عجیب مستعدی اور لیاقت سے جو تمام چشموں سے ظاہر ہوتی ہے اور اُنکے احکام سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس امر کو غیر ضروری سمجھتے تھے شیل اور کم عمر سیولینٹوں کے اُنھوں نے بھی اُس زمانہ میں بمقام پانی پت و گوڑگاؤں اپنے کو گوشہ تنہائی کا (تنہائی جہان تک کہ گورے چہرے کے لوگوں سے تعلق رکھتی تھی) عادی کر لیا تھا اور وہ ہر طور سے اس امر کی صلاحیت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اگر ضرورت ہو تو اپنی زندگی کے اس آخری زمانہ میں بھی وہی امر اختیار کریں۔ لیکن پھر ایک مرتبہ اُن "گرگ باران دیدہ" لوگوں کی صحبت اُنکو اُس تنہائی سے کچھ کم ناز کی بخشے والی معلوم نہوئی ہوگی جو اُنکے لیے ایسی عہدہ خدمتیں انجام کر رہے تھے اور اُنکے وسط صوبہ کے متعلق اُنکو تمام ترددات سے بری کر دیا تھا۔ جیسے کہ ٹنگمڑی صاحب جتنے چہرے پر کبھی اُداسی نہیں معلوم ہوتی تھی اور ہمیشہ تیزی اور جرأت کے ساتھ مستعد رہتے تھے۔ اور ٹنگمڑی صاحب اُنکے مائٹری سیکرٹری جتنے سر تمام جھگڑے بکیرے کا انتظام تھا کیونکہ تمام ملک سے نئی سپاہ وہی بھرتی کرانے کا انتظام کرتے تھے اور آرتھر رابرٹسن صاحب کسٹمر جان لارنس کے قدیم رفیق دہلی جو عین اُس وقت لاہور میں آئے تھے جب انکی عہدہ خدمتوں کی یہاں اشد ضرورت تھی۔

اور یہ بھی نہیں ہوا کہ افسران لاہور کی خدمتیں صرف دارالسلطنت یا اپنی ہی قسمتوں پر محدود رہی ہوں۔ رابرٹ صاحب ٹکسن صاحب کے ساتھ ٹرمیو گھاٹ گئے تھے۔ اور ریجنرل لارنس سیالکوٹ میں غدر مہونے کے بعد ایک فوج وہاں سے لائے اور جا بجا اپنی ہی جنگی پولیس کے بعض بعض آدمیوں کو سزاے موت دے رہے تھے جنھوں نے انکراچی کی تھی اور شاید غدر بھر میں سوائے اس واردات کے اس قسم کا سانحہ اور کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور اب وہیں ہر ایک ایک فوج جموں سے لیکر دہلی پر چڑھائی کر رہے تھے جس فوج کے آدمیوں کو جان لارنس بڑے ذوق سے مگلاب کی کلیان "کما کرتے تھے۔

لیکن اس اثنائ میں حکام لاہور کو تاکید دی خبریں دی جاتی تھیں کہ وہاں چار جنٹلمین کے جو ہتھیار رکھ لئے گئے اور گورنری رجسٹ کا صرف ایک قلیل حصہ اُنکے روکنے کے لیے موجود ہے تو گویا ہم لوگ ایک سڑنگ کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں جسکو

شت و خون واقع ہوگا۔ اب وہ وقت پہنچا تھا جب انکو اپنی گورنمنٹ کے صدر مقام میں بہ نسبت بالائی ملک کی سی اور مقام کے ٹھہرنا زیادہ ضرور تھا۔ اور جسوقت فساد میرٹھ کی خبر پہلے پہل اُنکے پاس پہنچی تو وہ اتفاق سے دین دو مہینے دراصل یا بظاہر ایک عمر کے برابر معلوم ہوئے ہوئے۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے بے انتہا سانحے واقع ہوتے گئے ورنل ہیڈ راکے سر کے ایک خطرہ کے بعد دوسرے خطرہ کی بات پیدا ہوتی گئی اور ہر ایک اور تمام امور کا باری باری ہی انتہائے ثابت قدمی اور ہمتائے مستعدی سے انسداد کیا گیا۔

مری کے آنے جانے میں ۲۳۔ جون کو سر جان لارنس نے اس گل زمانے میں ایک موقع پر محنت آرام کا عیسا کہ میں پیشتر بیان کر چکا ہوں حاصل کیا تھا۔ لیکن جو دو چند مستعدی اور تازگی روح اور تقویت قلب اپنی زوجہ کی صابرانہ ہمت دیکھنے سے اُنکو حاصل ہوئی اس روز وری کی ملاقات سے اُسکا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اب ۱۵۔ جولائی کو باوصف اس امر کے کہ جہلم اور سیالکوٹ میں غدر کی وہی شورش تھی اور رستہ میں جو بہت سے خشک نالے اور لیا کے مزار پڑتے تھے ممکن تھا کہ اُس میں کوئی قاتل چھپ کر بیٹھ رہتا سر جان لارنس معمولی ڈاک گجھی پر صرف اتر کر پڑ پڑتے صاحب کے ساتھ اور بجز اسکے کہ پولیس کا ایک سوار بھی حفاظت کے لیے اُنکے ساتھ ہوتا لاہور کی جانب روانہ ہوئے۔ اگر باغیوں کو ذرا بھی خبر پہنچی ہوتی یا یہ موقع اُنکو مل گیا ہوتا یا کوئی حکمی گولی یا پیشتر کسی بہشت ڈھونڈنے والی غازی کی جان لارنس کا کلیجہ دریافت کر لیتی تو دہلی کی پٹاری پر جو لوگ محاصرے کے لیے جمع تھے انکی امیدوں کی کیفیت کچھ اور ہی ہو جاتی۔ اس سوال کے جواب سے کسی قدر معلوم ہوگا کہ اُسوقت اور اس تمام غدر کے زمانے میں ہندوستان کے لیے سر جان لارنس کی جان کیسی قیمت تھی۔

۱۹۔ تاریخ وہ مع الخیر والعافیت لاہور میں داخل ہوئے اور اب ہر روز ولسن صاحب اور دوسرے اشخاص کے پاس سے علی الاتصال اور سبیل تعیل وہ تاکید چھیاں پہنچنے لگیں جنکا جواب باوصف اس امر کے کہ پٹا ور سے بھی اسی طرح کے شکایت آئیں خطوط آتے تھے جان لارنس نے اپنے صوبہ سے جسکی فوجی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی چار ہزار آدمیوں کا ایک گردہ ٹکسن صاحب کے ساتھ اور روانہ کر کے تحریر کیا کہ ”ہمکو اور ہر ایک خیال سے درگزر کوکے اس فوج کی کمک کرنا لازم ہے جو دہلی کے مقابلہ میں مجتمع ہے۔“

چونکہ اس فوج کے فسر ٹکسن صاحب تھے لہذا اس امر سے اطمینان تھا کہ راستہ میں بلا ضرورت کسی قسم کی تاخیر ہونے یا نیکی۔ ٹکسن صاحب کا پہلا کام ایک عجیب طور کا تھا اور وہ ایسا تھا کہ بزمانہ با بعد جان لارنس ہمکو بہت ذوق سے بیان کیا کرتے تھے۔ پنجاب میں بالکل توپوں کی کمی تھی لیکن چونکہ دہلی کے لیے شائد یہاں سے بھی زیادہ ضرورت تھی اس واسطے حقیقت گشت اور گمانیز جنرل کے ماہین یہ بات قرار پائی کہ تو ریشتر کا توپخانہ کالم فوج کے ساتھ جائے اور اس بات کی نسبت صریح حکم دے دیا گیا کہ ڈاؤنیز صاحب کا توپخانہ (اسپر بھی ٹکسن صاحب انت لکھائے ہوئے)

ہو تھا باب

یہ سوانح عمری لارڈ لارنس مرحوم جلد دوم

شجاعانِ ملت کو جوش و ہمت تھی یہی بہت
 پہلے جنگیں پرچم کے ہوتی تھی عجب صورت
 عجب جوش شجاعت تھا نہ بڑھتا تھا نہ گھٹتا تھا
 اس کے چند سال بعد جب سرجان لارڈ لارنس اس سلطنت کے
 ویرانہ علاقہ میں سرجان لارنس اور لارڈ لارنس سے غدر کی کوششوں اور خطروں کا ذکر کرتے تھے تو یہ
 اور پھر ایک عجیب طرح کے استحضار طبع کے ساتھ لارڈ لارنس کی طرف سے جواب دیا کہ میں لوگوں سے فوجی
 ہنر میں متوجہ ہو کر جان لارڈ لارنس نے کہا کہ جب میں وقتاً فوقتاً اپنے دل میں مایوس ہوتا تھا تو آپ کے بھائی کے
 سندر جہ ذیل اشعار کو پڑھ کر مجھ کو تسلی ہو جاتی تھی۔
 ہو مرد تو اس زبست سے بیزار رہے
 مٹی میں نہ ٹٹنے دے بزرگوں کا نام
 اور ہمیشہ میری طبیعت تازہ ہو جاتی تھی اور انکا شکریہ ادا کرتا تھا۔
 اور اگر (جیسا کہ اسطو نے خاص خاص صفات کی تحقیقات میں کہا ہے) یہ سچ ہے کہ شرفِ بہت اہل میں اس شے
 قربان کر دینے پر منحصر ہے جو اس سے تعلق رکھتی ہو پس ایمین کوئی شک نہیں رہا کہ سرجان لارڈ لارنس میں نہایت اعلیٰ
 درجہ کی بہت تھی وہ ایک بڑے شجاع اور معرکہ آرا تھے۔

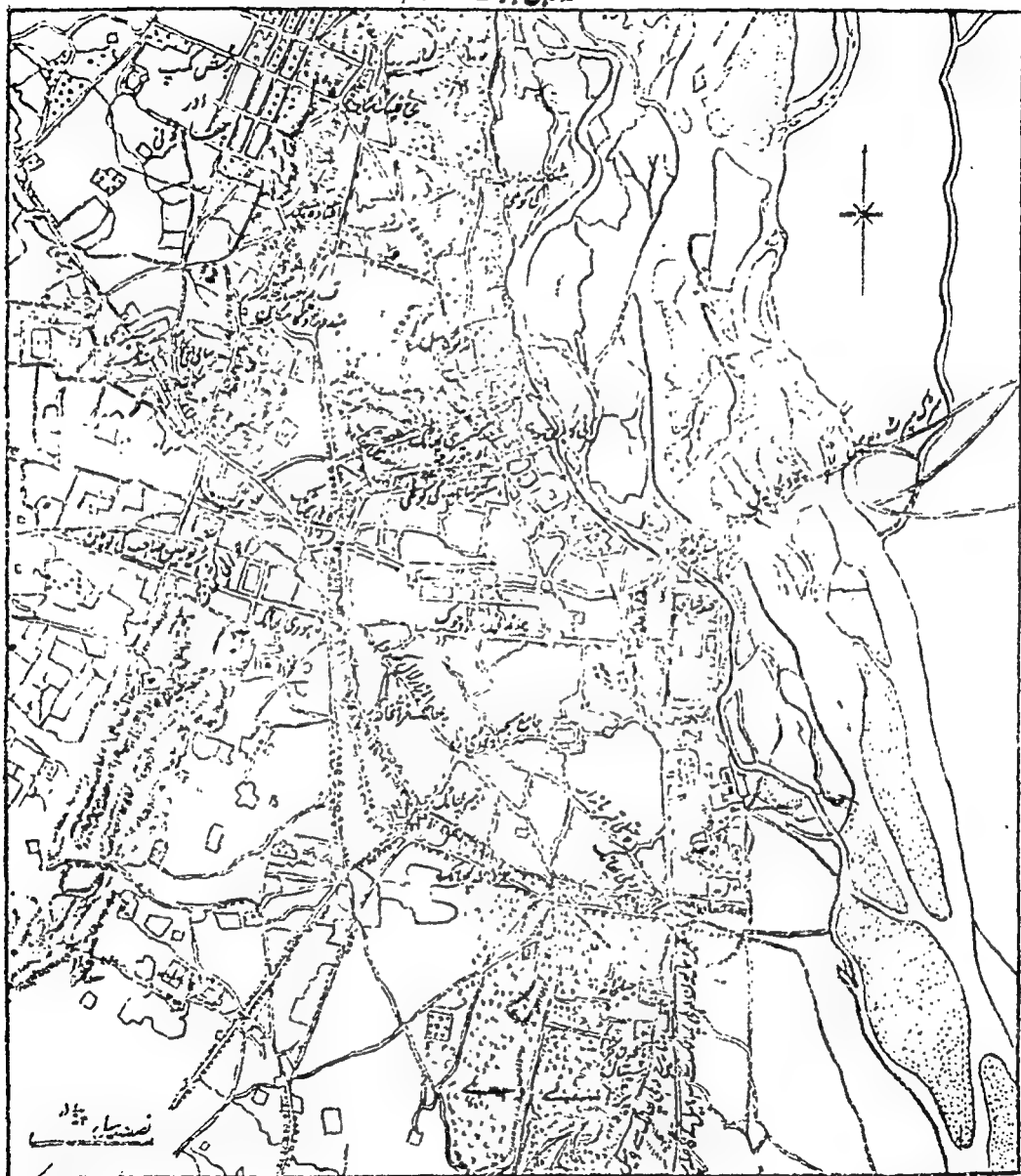
باب پنجم

محاصرہ و تسخیر دہلی

جولائی لغایت ستمبر ۱۸۵۷ء

مسئلہ واکہشت پشاور پر اس طریقہ سے جو اسکے لیے مناسب تھا بحث کرنے کی غرض سے یعنی اس وجہ سے
 ایک سلسل قصبہ کے طور پر بیان کیا جاوے میں مجبور ہو گیا تھا کہ تیسرے باب تک جو باتیں میں بیان کر گیا تھا اسکے
 بعد کے مطالب کا بھی تذکرہ کروں اور اب اس مقام پر پھر میں پہونچا ہوں۔ سرجان لارڈ لارنس کا بیان
 اس جگہ ہے جو آرا ہے جب وہ راولپنڈی میں تھے اور وہ جولائی کو جو فساد (خاص کر اسوجہ سے کہ انھوں نے
 حفاظت کا مطلق خیال نہیں رکھا تھا) شروع ہوا تھا اسکی نسبت یہ خیال ہوئے تھا کہ اس میں انتہا درجہ کا

متعلقہ صفحہ ۱۲۶ جلد دوم سوانح عمری
نقشہ دہلی بابت ۱۵۷۷ء



نقشہ دہلی
نقشہ دہلی

اس نقشہ کو مرتبہ صاحب کا
کاریہ تحقیق تھا اور اس

کامیابی کا نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور کسی خفیت و قوت اور پچیدگی سے جو اور جگہ پیدا ہوتی تھی آئین کچھ ناپسندیدہ واقع ہوتا تھا یہ سب باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مثلاً اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ جان لارنس میں اس بات کے متعلق ایک عجیب طبع کی جرأت تھی کہ جب کوئی وقت اچھا نہ ملتا تو وہ حسب اقتضا وقت جو ابدی کو قبول کر لیتے تھے۔ اور جب کوئی بالادست ختم یا ران پر بار اُتاتا تھا تو فوراً اسکے حکم کو ماننے لگتے تھے چنانچہ جب لارڈ ڈکنس نے افغانستان کے متعلق عہد نامہ کرنے کی خواہش ظاہر کی یا جب لارڈ کینیڈا نے حکم دیا کہ پشاور پر آخری دھڑک قبضہ رکھا جائے تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔

رابعاً یہ غور کرنے کے بات ہے کہ جو لوگ خاص خاص مقام پر کام کرتے تھے ان کے ذریعہ سے ہر امر کی واقفیت حاصل کرنے کا جان لارنس کو کتنا اشتیاق تھا۔ ایسی تحقیقاتیں دوراندیشی اور انصاف اور ضرورت کے نہایت صحیح خیالات سے کی جاتی ہیں لیکن کامل تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ حکام ہندوان باتوں کو ہمیشہ بلا اختلاف جائز نہیں رکھتے ہیں بلکہ درآباد و قانون دونوں باتوں کے متعلق یہ ایک اصول قائم ہو گیا ہے کہ خاص مقام کی نسبت میں کچھ تجربہ حاصل نہ کر دیکھا۔ اور اس سے ہر وقت جنگ افغانستان کے مثل کسی نہ کسی آفت کے پیش آئے گا احتمال ہے۔ لیکن خاص اسی امر سے کہ مقامی تجربہ کو ہمیشہ وہ حکام بھی جو بالکل اپنے محکوم ملک میں تازہ وارد ہوئے ہیں جائز نہیں قرار دیتے ہیں یہ بات زیادہ مشہور ہو گئی ہے کہ جس شخص کا مقامی تجربہ اور واقفیت ایسی بڑھی ہوئی تھی وہ کبھی اس امر کی سماعت کرنے سے ناراض ہوتا کہ ایک بڑا ہی تجسس کار اور ماتحت و ماتحت افسر بھی اُس مقام کے بارے میں جان وہ ملازم ہے کیا کتا ہے۔ جیسا کہ میں برابر اس سوخ عمری میں دیکھتا آتا ہوں جان لارنس کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ قبل اسکے کہ وہ کسی ضروری کام میں ہاتھ لگائیں ان لوگوں کی صلاح ضرور لیتے تھے جو خاص مقام کے حالات سے واقف اور متحدہ مقامی امورات کے متعلق صحیح تجربہ رکھنے میں سب سے بڑھ کر لائق ہوتے تھے۔

خامساً اور شاید سب سے ضروری امر یہ ہے کہ کاغذات متعلقہ پشاور سے سرخان لارنس کی ہمت انتہا مرتبہ کو ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جان لارنس یا ہیرٹز ڈون چاہے جس شخص کی جانب ہم میلان کریں لیکن اس امر میں مشکل سے شبہ پڑ سکتا ہے کہ سرخان لارنس کی حکمت عملی ایسی تھی جس کے واسطے اعلیٰ درجہ کی بے نظیر ہمت درکار تھی۔ جان ایک پنجاب سے سرور کار ہے سرخان لارنس کی حکمت عملی جبین انکی جان کا خطرہ تھا "تنگے بڑھنے" کی تھی دوپچھے بیٹنے، "کی نہ تھی۔ اگر بعض حالتوں میں وہ سرحد کی اس طرف کچھ ہٹ آنے کی تجویز کرتے تھے تو دوسری جانب انکی حکمت عملی یہ تھی کہ جتنا ہو سکے آگے بڑھتے چلے جائے۔ ہیرٹز ڈون کے اس حصہ خط کتابت سے گو کچھ کیوں نہ سمجھا جائے لیکن یہ شکل ہے

کہا جاسکتا ہے کہ اُس میں کوئی علوتہ تھی پائی جاتی تھی کیونکہ اُنکے مؤیدین بار بار یہی کہتے تھے کہ ”وہی لنگر ڈالو“۔ جو آدمی تمہارے پاس ہو اُسکو اپنے پاس رکھ چھوڑو۔“۔ دخاص اپنے صوبہ کو بچاؤ اور دہلی کو اُسی کے حال پر چھوڑ دو۔“۔ دہلی کے لیے دنیا بھر کی کوشش ہو چکی اب پنجاب کا بھی خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ امر صاف ظاہر تھا کہ اگر فرما کر دیا کہ پنجاب نے ولایتی اور ہندوستانی ہر قسم کی فوج جو آخر جون تک اُنکے صوبہ میں موجود تھی اپنے ہی گرد جمع کر رکھی ہوئی تو بغیر کسی بڑی کوشش کے ممکن تھا کہ وہ ملک کی حفاظت کا پختہ وعدہ کر لیتے مگر باقی ہندوستان بالکل ہاتھ سے جاتا رہتا لیکن سر جان لارنس نے اس امر سے انکار کیا کہ ہم خالی احتمال سے اپنی آسائش کا خیال کر کے اپنے صوبہ کو تمام ہندوستان سے علیحدہ کر کے اُسی کی بہبودی کے جو یار ہیں۔ سر جان لارنس کی ہمت اُنکے اور ماتحتوں کی ہمت سے فوج ہی میں مختلف نہ تھی بلکہ زیادہ تر جنس میں مختلف تھی۔

ہمت کی دو قسمیں ہیں۔ انسان میں ایک تو خلقی ہمت ہے جو دموئی المزاجوں کو منجانب احدیت موقع ملتی ہے۔ اس ہمت سے جو شخص متصف ہوتا ہے وہ کسی خطرہ کا لحاظ نہیں کرتا اور وہ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوشدلی سے کانوں اور ہاروت کے میگزینوں میں کام کرتا ہے اور برابر اُن گولیوں کی بوجھ میں جو غدر کے دو ابتدائی مہینوں میں قریب قریب ہر روز لاہور سے پڑتی رہیں یہ لکھا کرتا ہے کہ ”پنجاب میں ہر طرح کی خیریت ہے کوئی تردد کا مقام نہیں ہے۔“۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کیفیت اُس نے لکھی تھی اُسکو ظہور میں لا کر دکھا دیا۔ اس بات کا بیان کرنا فضول ہے کہ ایسی ہمت خود بڑھتی جاتی ہے اور صرف انہیں سب لوگوں کے بارے میں قابل وقعت نہیں ہے جو اپنی حیثیت اعتبار سے آئندہ حالات پر بعید نظر نہیں ڈال سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ضرورت کے زمانہ میں پنجاب کے بہت سے خاص افسروں کی ہی خواہش ہوتی تھی اور میں خیال کر سکتا ہوں کہ بدرجہ اولیٰ سر رابرٹ ٹنگر ہی کا یہی حال ہوا۔ لیکن ہمت کی ایک قسم اور ہے اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو وہ کہیں اس سے اعلیٰ درجے کی ہے۔ وہ ہمت فرمانروایان ملک کی ہے جو نیک و بد پر اطمینان کے ساتھ غور و فکر کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور ایسے شخص میں ہوتی ہے جو اپنی آنکھ کسی شے کی طرف سے بند نہیں کرتا ہے خطرے کے تمام شعبوں پر نظر گرائے رکھتا ہے اور اپنے دل میں اس بات کا خیال اور اس امر کی خبر لیے رہتا ہے کہ جس مقام سے وہ خطرہ پیدا ہونے والا ہے وہاں کی کیفیت کیا ہے اور اسکے بعد اپنے وسائل کو جمع کر کے اور ناکامی کے یقین یا گمان کو تسلیم کر کے اس امر پر مصمم ہوا کہ چھٹا ہے کہ اپنے اختیار بھر جس طور سے ہو سکے احتمالی امر یعنی اور ناممکن ممکن بنایا جائے۔ یہ امر ایسے ہی شخص سے ہو سکتا ہے اور سوائے اُسکے دوسرے سے نہیں ہو سکتا ہے کہ ”بیشتر سے ہر بات پر لحاظ کرے۔“۔ جس امر کو دیکھے مگر نہ نگاہ سے نظر کرے۔“ اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اور لوگ کیا کہیں گے۔ یعنی تعریف یا مذمت کریں گے۔ یہی اپنے دل میں ٹھان لے کہ جو امر حق ہے وہی انجام کیا جائے گو کچھ ہی واقعہ کیوں نہ ہو اور اپنے عہدے پر کیسی ہی آج کیوں نہ آئے۔ میرے نزدیک

گودوسری جانب سے کچھ ہی کہا جائے (اور کئے کو بیشک بہت کچھ ہے) لیکن اس بات سے بہت کم لوگ انکار کریں گے کہ یہ بڑا ضروری سرکاری کاغذ ہے۔ اس بات سے بھی جیسا کہ جان لارنس یقین کرتے تھے بہت کم لوگ انکار کریں گے کہ اگر افغانوں کو پشاور جو انکی جان کا کڑا اور سلطنت کا تاج ہے دے دیا جائے تو وہ لوگ بڑی بڑی فائدہ دار یون سے ہمارے بڑے مطیع رہتے کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے دل میں ہی سمجھے کہ ہمارے دوستی میں ان کا ہر طرح سے فائدہ اور مخالفت میں ہر ایک قسم کا نقصان ہے۔ جو قوت ہماری دوستی کے صلہ میں افغانوں کو پشاور پر قبضہ حاصل ہو جاتا تو ہر حالت میں روسی اس امر سے بے اختیار ہو جاتے کہ وہ افغانوں سے دوستی پیدا کرتے۔ اس سے بجز لارنس اور شیر علی کے باہر ہرگز دوستی قائم رہنے نہ پاتی۔ اور گورنمنٹ ہندوستان معمولی دو رائیسی اور نیکی سے اپنے معاملات کو دیکھتی بھالیتی رہتی تو دوسری اور تیسری جنگ افغانستان کا احتمال دو چند کم ہو جاتا۔

بہر حال سر جان لارنس نے اپنی یادداشت میں جو اسے ظاہر کی تھی حال کے دو بڑے شعلے اور بہادر سپاہیوں نے جو تاریخ ہندوستان میں مشہور رہینگے یعنی سر جنرل آڈرن اور سر جنرل چیپٹر لین نے اسکی بڑی نائید کی چنانچہ ۱۱ جون ۱۸۴۰ء کو چیپٹر لین نے لارنس صاحب کو ایک تحریر میں مندرجہ ذیل مطالب لکھے تھے۔

اس زمانہ میں سرحدی مقامات کے معائنہ کے لیے جہان جہان میر سے جانے کا اتفاق پشاور میں نے مسلمانوں کے تعلقات کا برا خیال رکھا۔ اور اہل بین تو میں یہاں تک کہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی سرحد کے اندر دینی اور بیرونی معاملات اور اپنی فتنہ سے ریاست کے مطابق مسئلہ پشاور کے تعلق موجودہ سرکاری معاملات سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے ہر قسم اور ہر درجہ کے لوگوں سے ملاقات کی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب چلائی گذشتہ (۱۸۳۹ء) میں اس معاملہ پر ہم لوگ بحث کرتے تھے تو اسوقت اگرچہ مجھ کو کچھ ہٹنے کی صلاحیت بہت قریب صحت معلوم ہوتی تھی تاہم اس امر کا خیال مجھے غالب رہا کہ کتنے ہٹنے میں کسر شان ہے اور میں نے بین میں ایک طریقہ یہ بتایا تھا کہ ان اضلاع پر قبضہ رکھا جائے لیکن ایسا بندوبست ہو کہ روپیہ اور گورون کی جائیں کم کٹ ہوں۔ بایں منصب میری رائے یہ ہے کہ یہ ملک افغانوں کے حوالہ کر دیا جائے اور بارگ لڑی فرقہ کے لوگوں سے نجات حاصل کی جائے کیونکہ اگر دوست یا کسی اور سلطنت یونپ کے اثر سے سرحد کے پچانے کی کوئی تدبیر ہم لوگ کر سکتے ہیں تو وہ طریقہ یہی ہے اور اس طریقہ سے سرحد میں زیادہ تر امن و امان قائم ہو سکتی ہے اور بجز اسکے اور کسی امر سے یہ ممکن نہیں ہے کہ حاکم افغانستان ہماری دوستی کا پابند رہے یا روسیوں سے بالکل قطع تعلق اختیار کرے۔

اگر ہمارے پاس سپاہ (گورون کی) اور دو پیہ اس قدر ہو تاکہ ہر وقت ہر ملک کے ہر ایک دشمن کا مقابلہ کر سکتے تو اس سے بہتر اور کون بات تھی لیکن کون ایسا شخص ہے جو ہندوستان کے اصل معاملات سے واقف ہو کر ایسی بات بیان کرے۔

اس بارے میں سر جنرل آڈرن کے جو خیالات تھے ان سے اگلی سال کے لیے صاحب موصوف کی سوانح عمری مستفادہ سر جنرل آڈرن کو لارڈ لائسنس دیا چھوٹا ۱۱ اور جلد دوم تہ (۱) صفحہ ۲۸۷ کو دیکھا جاتا ہے۔

ہماری کمزوری اور حضرت کے لیے اس شخص کو جو حقیقت حال سے آگاہ ہے ابھی بہت کچھ خطرہ معلوم ہو سکتا ہے اور اس لحاظ سے ایک مین ہوں جو اس بات کو دیکھ کر بہت خوش ہو گا اگر افغانستان کو ایسا کوئی لالچ دے دیا جائے جس سے وہ ہمارے طرف راہ رہیں۔ اس بات پر مجھ کو بیان تک وثوق ہے کہ اگر کل میری موت آئے اور آج مجھ کو یہ معلوم ہو کہ ہم لوگ یہ دونوں حصے افغانستان کے حوالہ کیے دیتے ہیں تو میری روح نہایت اطمینان کے ساتھ رہے گی۔ اگر مین اس ملک میں روس کا جاسوس بن کر آتا تو یہ سمجھتا کہ اگر وہ نسل ہزار فوج میرے پاس ہو اور دریائے سندھ تک ملک مجھ کو دے دیا جائے تو ملک پر ایک ایسا طوفان برپا کر دیا جائے کہ اس کو فرو کرنا انتہا سے زیادہ مشکل ہو جائے۔ اور جب تک مدتوں ہم لوگوں کے دماغ اس کے حل و عقد میں پریشان نہ رہیں اس وقت تک کچھ ہرے مجھ کو اس مقام پر کچھ اس باعث سے نہیں کہ یہ معاملہ بذات خاص بہت وقیع ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ حال کے معاملات کا وہ بیان کر کے اس کا لکھنا خالی از لطف نہیں ہے یہ بیان کرنا چاہیے کہ خاتمہ غدر کے بعد جب سر جان لارنس انگلستان میں آئے تو انکی وفادار زمین طلبی ہوئی اور ہندوستانی معاملات کے متعلق شاہزادہ آلبرٹ سے بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ جان لارنس کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ شاہزادہ مدوح کو ذرا اسی باتوں سے واقفیت ہے اور ہندوستان کے فوج مسائل سے اس قدر ذوق ہے کیونکہ اور جن انگلش مدبروں سے اس وقت جان لارنس نے ملاقات کی ہے ان میں اور شاہزادہ مدوح میں زمین و آسمان کا فرق پایا گیا۔ جو وقت سر جان لارنس رخصت ہونے لگے تو شاہزادہ مدوح نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ میں پشاور کے چھوڑنے کے متعلق آپ کی تحریر کو پڑھ چکا ہوں اور میں بالکل آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں، اپنی وفات کے کچھ روز پیشتر جان لارنس نے اس قصہ کو سر جان بنگ سے بیان کرتے وقت جن سے مجھ کو یہ حال معلوم ہوا ہے کہ اس کا مدد مجھ کو اس بات سے بڑی حیرت ہوئی کہ شاہزادہ آلبرٹ کو ایسے کاغذ کے دیکھنے کی کیونکر رغبت ہوئی جسکی نسبت مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہوم گورنمنٹ کے پاس غور کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے یا نہیں اور زیادہ تر تعجب مجھ کو اس بات کا معلوم ہوا کہ جس حصہ ملک میں میرے خیالات پر لوگ ایک مخالفت عظیم کے ساتھ نگاہ کرتے ہیں وہاں شاہزادہ مدوح نے اس صغائی سے انکو پسند کیا ہو۔

پشاور کے متعلق سر جان لارنس کے کاغذات سے اقتباسات میں نے درج کیے ہیں میرے نزدیک (اور ص ۱۲) اس مقام پر مین گرئل ریڈنڈل کی کچھ عبارت اشتعال کرتا ہوں) اُن سے سر جان لارنس کی خصالت کے متعلق بہت سی نمودار باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں۔

اولاً اُن سے نظر کی وہ وسعت اور تیزی ظاہر ہوتی ہے جس سے وہ فوراً اس بات کو سمجھ سکے کہ تمام کارروایاں اس امر پر موقوف ہیں کہ جب قدر جلد ممکن ہو دہلی کی جہم سر کی جائے۔

ثانیاً اُن سے وہ مستعدی جس کو خود جان لارنس نے فوراً اپنے مشہور مقام میں دکھلادیا تھا اور وہ کوششیں جن سے اوروں کے دل میں بھی انکی سی خواہشیں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ استقلال اور ثابت قدمی جس سے وہ ایک

جس سے سرحد پر فساد برپا ہونے کی حالت میں پشاور سے پیچھے ہٹنے کی تجویز کی گئی تھی۔ لیکن اس بات کا بھی انکو کچھ کم خیال نہ تھا کہ جو تدبیر اس وقت مقرر معلوم ہوتی تھی بعد کو وہی ہماری کل بشرقی سلطنت کی تقویت اور استحکام کا باعث ہوگی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ لارڈ کلینٹنک نے جب انگوینہ میں معلوم تھا کہ پنجاب میں سوارے اسکے جو جان لارنس کی بعض چیمبروں سے (جو انکے پاس پونچھین) دریافت ہوا تھا کیا ہو رہا ہے ہندوستان کے اور اطراف میں چیمبران لکھتے وقت خیال کیا کہ یہ نتیجہ حد سے زیادہ اعصابی حرکت کی پیدا کی ہوئی غلات کا ہے جیسا کہ ایسے نازک وقت میں بڑے بڑے ہمداروں کا حال ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اقتباسات میں نے محل کیسے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کیفیت نہیں تھی۔ چنانچہ جان لارنس کے اس قطعی بیان سے (اگرچہ وہ اتفاقیہ طور پر ۱۸۶۱ء جون کی ایک چیمبر بھی جو سوسے اڈونڈوس صاحب میں درج کیا گیا تھا) بخوبی ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”آپ کی دعا سے میری صورت ہمہ جود اچھی ہے میرے سر اور دل کا درد ایک عجیب طور سے آپ کے جانے کے ساتھ ہی جا رہا ہے“۔ اسکے متعلق ایک بات یہ بھی خیال کرنے کے قابل ہے کہ جب غدر پنجاب فرو ہو گیا اور سلطنت کی اصلاح پر بحث ہونے لگی تو انھوں نے سوچ سمجھ کر ایک نہایت عاقلانہ یادداشت میں جس کا خلاصہ میں آگے چل کر محول کرونگا درہ پشاور سے ہٹ آنے کی تجویز مندرج کی اور جب تک وہ زندہ رہے کبھی اس سے انحراف نہیں کیا۔

درہ پشاور پر قبضہ کئے کی حریفانہ تدبیریں جو نیول چیمبرلین اور ہیریزٹ اڈونڈوس نے پیش کی تھیں ان پر طوالت کے ساتھ بحث کرنے کے بعد سر جان لارنس اپنے خیالات اسطور پر ظاہر کرتے ہیں۔

..... لیکن چیت پشتر پنجاب بہت مضبوطی سے اس رائے کی طرف مائل ہیں کہ سب سے عمدہ حکمت عملی یہ ہے کہ لارڈ پشاور اور کوہاٹ افغانوں کے حوالہ کر دیا جائے اور ہم لوگ دریائے سندھ کو اپنی اس طرف کی سرحد بنالیں۔

صاحب چیت پشتر نے یہ نتیجہ بہت خوش ذکا کے بصاوت نہایت مجبوری سے نکالا ہے انکے خیالات اس سے بالکل مختلف تھے یہ رائے رفتہ رفتہ عرصہ تک غور و فکر کرنے کے بعد قائم ہوئی ہے۔

دریائے سندھ کو پناہوں کے مقابلہ میں اپنی سرحد قرار دینے سے مندرجہ ذیل باتوں کا فائدہ مقصور ہے۔ یہ سرحد نہایت چھوٹی ہے اور ہندوستان کی حفاظت کے لیے قلیل پناہ دے گا۔

اول تو دریا خود ہی ایک بڑا ہماری مورچہ ہے کیونکہ نہایت چوڑا اور گہرا ہے اور بہت تیز بہتا ہے۔ پھر زمین کوئی مقام نہیں ہے جہاں پانی پایاب ہو مگر اگرچہ زمین سگنے لگے البتہ اپنے سواروں کو لیکر ایک مرتبہ یوسف زئی فرقہ کے لوگوں پر چڑھائی کرنے کے لیے جابریلا مقام میں عبور کیا تھا لیکن اس میں ہمارا جو موصوف کے بیچ سوادھی کام آئے۔ اگر کوئی لافنی پختہ ہو تو وہ تھوڑے سے فوج میں دریائے سندھ کے بائیں جانب والے کنارے کو ایسا بنا سکتا ہے کہ کوئی حملہ آور گذر نہ کر سکے کشتیاں سب کی

ہماری طرف رہنگی اور ہمارے توپخانہ سے محفوظ رہنگی۔ دریاے سندھ کے واسطے کنارے کی طرف بیڑا وغیرہ بنانے کے لیے بشرطیکہ کوئی غنیمت ایسا قصبہ بھی کرے لکڑی دستیاب نہیں ہو سکتی ہے۔

صاحب چیف کیشنر اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ دریاے سندھ سے کسی حالت میں فوجی گروہ کو عبور کرنا دشوار نہ ہوگا لیکن جس وقت کوئی معمولی قوت کا غنیم موجود ہوگا تو بائین کنارے پر اترنے والوں کو نہایت ضرر پہونچے گا۔

پھر دریاے سندھ کے اس پار جب تک حالت میں رہینگے تو اس پار کی نسبت یہاں کے لوگ زیادہ مذہب اور فرمانبردار ہونگے۔ کالاباغ تک دریاے سندھ کا کنارہ بہت گہرا اور اونچا اور نامہوار ہے اور یہاں تک سال بھر دفانی جہاز چل سکتے ہیں جس سے ہماری قوت کو اور بھی مدد پہونچتی ہے۔ اور اگر دریاے سندھ کے بائین کنارے کو مستحکم کر کے وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا تو پشاور پر کس غرض سے قبضہ کیا جاتا۔ ان اضلاع میں عموماً انتظام ہونے کی حالت میں بھی آمدنی کا چار چاند خرچ ہے۔ یہ روپیہ اگر اور کاموں میں صرف کیا جاتا تو اس سے ہمارے وسائل میں بڑی کمی پڑتی ہو سکتی تھی۔ اہل تو یہ ہے کہ ہم نہ یہاں کی رعایا اور نہ دفانی قوم کو خوش کر سکتے ہیں۔ اگر افغانوں سے دوستی پیدا کرنا ہو اور اگر ان کی دوستی کسی کام کی ہو تو وہ غرض صرف ان ضروری مقبوضات کے چھوڑ دینے سے حاصل ہو سکتی ہے جو افغانوں کے واسطے نہایت بیش قیمت ہیں لیکن ہمارے لیے اُن سے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے سبب سے ہمیشہ جان و مال کا خطرہ رہیگا اور خرچ بڑھیکے گا۔ اگر ہم دریاے سندھ کو بھون تک اپنا حصہ کرینگے تو تقریباً وہاں ہزار آدمیوں کی ہندوستانی فوج سے ہکو سرحد کے محفوظ رکھنے کی ضرورت نہونگی۔

یہ حجت قائم کی جاسکتی ہے کہ اگر ہم پشاور اور کوہاٹ کو چھوڑ دینگے تو آخر میں ہکو دیر جات اور شاید سندھ بھی چھوڑنا پڑیگا۔ صاحب چیف کیشنر نہیں خیال کرتے ہیں کہ یہ امر ضرور ہوگا۔ دیر جات سوا سے اس کام کے کہ دریاے سندھ کے دونوں کناروں پر قبضہ رکھا جائے بیشک اور کسی امر کے اعتبار سے قبضہ رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ دیر جات کی آمدنی کبھی خرچ کو کافی نہیں ہونگی لیکن وہاں کے لوگ کوہاٹ اور پشاور کے لوگوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اس قرب و جوار کے کوہستانی لوگوں پر بہ نسبت اور آگے کی سرحد کے باشندوں کے زیادہ آسانی سے حکومت ہو سکتی ہے۔ پھر دریاے سندھ میں کالاباغ تک جو بیڑے چل سکتے ہیں اس سے بھی بہت فائدہ متصور ہے۔ باہینمہ اگر کچھ طرف سے کوئی خوفناک حملہ ہوگا تو اس وقت یہی سلاہش ہوگا کہ آیا ہکو کچھ دنوں کے لیے دیر جات چھوڑ کر دریاے سندھ کے اس پار رہنا چاہیے یا نہیں۔

دریاے سندھ کو چھوڑ کر کوہ سلیمان کو اپنی سرحد قرار دینے سے پنجاب یا ہندوستان کی حفاظت ایک ذرہ ہر بار بھی زیادہ نہیں ہو سکتی ہے۔ جب تک ہم اندرونی ممالک میں زبردست رہینگے اس وقت تک کٹنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ پیشین گوئی بلاتامل کی جاسکتی ہے کہ کچھ کی طرف سے صرف ایک حملہ ہوگا جو ہمیشہ خوفناک معلوم ہوگا۔ اور جب تک ہم اپنے وطن میں جانتا رہینگے اس وقت تک صرف ایک ہی حملہ ہمیشہ واقع ہوتا رہیگا۔ ہندوستان میں جو ہمارا خطرہ ہوا تھا وہ (جیسا کہ بعض لوگوں نے پیشین گوئی کی تھی) ثابت ہو چکا کہ باہر سے نہونگا اگر ہوگا تو اندر ہی سے ہوگا۔

اور نگلش گورنمنٹ نے خدا کا حال سنتے ہی حکم دیا کہ ہندوستان کی لگاتار کو فوجیں روانہ کی جائیں۔ جو لگاتار صاحب اپنے
 مشہور کوچ میں فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے کانپور کو پہنچ گئے اگرچہ انھوں نے اب تک دہان کے آدم کش قصابوں سے
 شہر کو صاف نہیں کیا تھا اور عنقریب لکھنؤ کے بچانے کے بعد آگرہ اور دہلی کی طرف آئے والے تھے۔ گلاب بیک اگرچہ
 ہر گئے تھے لیکن ان کے فرزند غیر سنگہ نے صلح آمیز طریقہ اختیار کیا اور ۱۷۵۸ء میں آجیون کا ایک دستہ برچرڈ لارنس صاحب کی
 ماتحتی میں دہلی کو روانہ کرنے والے تھے جس میں تین چھٹیوں کے سپاہی مغلوب کر لیے گئے تھے اور چرن جن کرا ایک ایک
 آڈو لال گیا۔ اور افغانوں نے ہوا کا رخ دیکھ کر کہہ چل رہی ہے ہندوستان پر حملہ کرنے کے بدلے جیسا کہ آڈو لارنس صاحب
 لکھتے ہیں ہندوستان کو ہمارے لیے از سر نو فتح کرنے میں مدد دینے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور اس طرح سے قبل اسکے کہ
 لارڈ کینیڈا نے سر جان لارنس کو براہ راست دہلی جو یہ خبر پہنچی تھی کہ آخری وقت تک پشاور پر قبضہ کیے نہیں،
 ان کے پاس ساتویں تاج پونہ کی چاروں طرف سے باغیوں پر طوفان اٹھ چکا تھا اور سر جان لارنس آڈو لارنس صاحب کے
 یہ مضمون امر مذکور کے تعلق تحریر کر کے "مضمون گورنر جنرل بہادر جنگو حکم دیتے ہیں کہ پشاور پر آخری وقت تک قبضہ کیے ہو۔
 بائیںہ میں نہیں دیکھتا کہ کسی نازک وقت میں ہلکے پھینسا ٹرے طوفان قطعی طور سے دہلی کے باغیوں پر آ رہا ہے اور جنگو
 امید ہے کہ زیادہ عرصہ گزرنے کے قبل یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے جس میں لارنس کا ایک سپاہی بھی بچ کر جانے نہیں پاتا
 اور ہم نے باقی سپاہ کو چھاونیوں میں توپوں سے گھیر کر قید کر دیا ہے۔"

اسطور پر پشاور کا قصہ تمام ہوا۔ لارڈ کینیڈا صاحب کے فیصلہ کے پہنچنے کے قبل اس مسئلہ کی گراگرمی جاتی ہو
 تھی اور اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ جان لارنس نے اپنی بلینج کو ششوں سے ایسا کر دیا تھا کہ پشاور پر قبضہ رکھنا اب ناممکن
 نہیں تھا۔ میں نے اس بحث کو جن جہوں سے ہندو مل دیکر لکھا ہے انکو میں اور پریان کرچکا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص
 جو مخالفانہ طور پر میرے ان خلاصوں کو دیکھ گیا (یعنی خواہ وہ اس امر کے خیال کرنے میں کہ ضروری مقام پشاور پر دہلی تھا
 آڈو لارنس صاحب سے شفق الراس ہو خواہ جان لارنس سے اتفاق کرے) وہ کبھی لارڈ کیرن برٹون کے حال میں
 پھینسنے کی جرأت کرے یا ان کے قول سے سوا ہے اسکے جو لارنس صاحب کا خیال تھا کچھ اور سمجھ گیا کیونکہ جو جیساں میں محول
 کر چکا ہوں اُسے بیشک و شبہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سر جان لارنس نے چند خاص حالتوں میں پشاور چھوڑنے کی
 تجویز کی تھی جو اگرچہ واقع نہیں ہوئیں لیکن محال تھا کہ اس وقت واقع ہو میں اور اگر جان لارنس نے ایسی ہمت اور بلینج کو شش
 نہ کی ہوتی تو ہر وقت اُسے خطرہ متصور تھا۔ ان خلاصوں سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ جان لارنس کو بخوبی یقین تھا
 کہ اگر شہر دہلی ایک مناسب وقت میں فتح ہو گیا تو اس پر ہماری حکومت نہیں بلکہ بالائی ہند کے ہر ایک انگریز (انگریز)
 کی زندگی منحصر ہوگی اور اگر وہ مقصد پنجاب کے قربان کرنے سے چل ہوتا تو یہ کوئی بڑی قربانی نہیں تھی۔ پس (اور میں
 ایسے مقام پر بعض اوقات اپنے اس دوست کے الفاظ محول کرتا ہوں جسے حسب تحریر لارڈ لارنس پشاور کے تمام

کاغذات کو بغور کامل پڑھا ہے اور جنگی اسے سے میں خود ان تمام کاغذات کو شخص غیر کی طرح دیکھ کر اپنے کو متفق اسے
 یانا ہوں) دہلی کا محاصرہ جو کیا گیا تو وہ سلطنت کی حفاظت سے کتنی تعلق رکھتا تھا جسوقت ہر ایک سپاہی جو پنجاب سے
 جاسکتا تھا دہلی کو بھیج دیا گیا تھا اگر اسوقت بھی گمانہ خبر نہ لے یہ بیان کیا ہوتا کہ جو کام انکو انجام دینا ہے اُسکے واسطے فوج
 کافی نہیں ہے یا اگر وہ حملہ میں کامیاب ہوتے تو کونسا طریقہ اختیار کرنا قرین مصلحت ہوتا۔ آیا یہ طریقہ بہتر ہوتا کہ پشاور پر
 قبضہ رکھو اور دہلی کی فوج کو اس بات پر چھوڑ دو کہ یا تو وہ اپنی حالت سنبھالے رہے یا کر مال کی طرف ہٹ جائے اور
 فتحیاب سپاہیوں کو تعاقب کرنے کا موقع دے اور سامنے اور دہنے اور بائیں جانب سے مخالفوں کے درمیان اپنے کو
 محصور کرادے۔۔۔ یا یہ طریقہ مناسب تھا کہ دپشاور کو چھوڑ دو اور انک پر استحکام کے ساتھ قبضہ رکھو اور راستور پر جو فوج
 کثرت سے بہم ہوا سکودہلی روانہ کرو۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ دور اندیش لوگ یہی کہتے کہ عاقلانہ طریقہ وہی تھا جسکو
 اس شخص نے اختیار کیا تھا جو کل صوبہ کا ذمہ دار تھا اور جو برابر یہی کہتا رہا کہ مجھکو اپنے صوبہ یا کسی خاص مقام کا لحاظ نہیں ہے
 بلکہ مجھکو سلطنت کا خیال ہے وہ جانتا تھا اور پنجاب بھر میں سوائے اُسکے اور کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ اس مقدمہ کے
 کل واقعات کیا ہیں۔ صوبہ کے ہر ایک حصہ سے ہر ایک مقام کی حاجتوں اور وہاں کے خطروں کی رپورٹیں اس شخص
 یعنی سر جان لارنس کے پاس آتی تھیں اور ڈورڈن صاحب یا کنگسٹن صاحب یا کائٹن صاحب کے پاس نہیں
 آتی تھیں۔ نہال سنگھ ایسے دہسی باشندہ دن اور اغیار کے دشمنوں کے ذریعہ سے جان لارنس ہی کو ٹھیک ٹھیک
 اس بات کی خبر پہنچتی تھی کہ جو تاکس مقام پر کاٹ رہا ہے اور پنجاب کے لوگ کہاں تک خیر خواہ اور کہاں تک
 بدخواہ ہیں۔ سر جان لارنس ٹھیک ٹھیک اور ڈورڈن صاحب اور کنگسٹن صاحب اور کائٹن صاحب صرف
 قیاساً اس بات کو جانتے تھے کہ اُنکے فٹنٹوں کی درخواستوں کی تعمیل کر لے میں سر جان لارنس نے اپنے
 صوبہ کو بالکل خالی کر دیا تھا تاکہ سرحد قائم رہے۔ غلی انخصوص سر جان لارنس نے بارٹن صاحب اور
 وان کورٹ لینڈ صاحب وغیرہ کو جو چھینان لکھیں اُنسے آرزوئے ستلج کی ریاستوں کی حالت اور اس بات سے بخوبی
 آگاہی حاصل ہو سکتی ہے کہ جس باغی ملک میں ہماری فوج کو رہنا تھا اگر اُسکو شکست ہوتی تو کیکم ہلاک ہو کر رہ جاتی۔
 یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ جان لارنس نے یہی نہیں تجویز کیا تھا کہ پشاور خالی کر دیا جائے اور اپنے حال پر
 چھوڑ دیا جائے بلکہ انھوں نے یہ بھی تجویز کی تھی کہ پشاور مضابطہ کے ساتھ افغانوں کے حوالے کر دیا جائے لیکن
 سر جان لارنس نے سرحد کے ہندوؤں اور پنجابیوں اور پٹھانوں کے حالات سے اسقدر واقف ہونے اور
 اس امر پر بخوبی خیال کرنے کے بعد کہ اس سے روس کی طرف سے اسوقت یا آئندہ کسی زمانہ میں ہندوستان کا خطرہ
 تصور ہے جو یہ کارروائی کرنے کی تجویز کی تھی تو وہ ہماری مضرت کے لیے نہیں کی گئی تھی۔ فی الحقیقت سوائے
 اشد اور شاہنشاہی ضرورت یعنی بجز اس امر کے کہ سلامتی رعایا بہترین آئین سے آنگو اور کوئی خیال نہیں تھا

..... اگر صورت معاملات بہتر نہ نکلی اور اگر زیادہ مدد دیا نہ جوی اور گورنمنٹ نے یہ معاملہ مجھے چھوڑ دیا تو میں کو باٹ اور شپاور کی فوج کو واپس طلب کر لوں گا اور جو شخص مجھ کو ہم پہنچ سکے گا اسکو دہلی کی طرف روانہ کر دوں گا اور یہ لوگ جو پیچھے جا سکیں گے زیادہ تر گورے اور پنجابی لوگ ہونگے۔ میرے نزدیک شکست یا فتح کچھ ہوگی وہ دہلی میں ہوگی۔ اگر ہماری فوج دہلی سے ہٹی تو گویا برباد گئی۔ سوا سے بدنامی اور تباہی کے کچھ نہوگا اور اگر وہ مضبوط قائم رہی تو میں مدد نہوںے کے سبب سے اسکو برباد ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکوں گا۔ یہ امر نہایت ناشکری اور رسوا تہدیری کا ہوگا اگر اسکی زیادہ تعداد زیر ہوگئی تو ہمارے بنائے ایک نہنگی ہمارے پاس ان لوگوں کو ملا کر جو کراچی روانہ ہو چکے ہیں اور اب رستہ میں ہیں۔ ہم انکو راون کے قریب ہونگے ہم ملتان اور لاہور کو زیادہ عرصہ تک رکھ سکتے ہیں پیچھے ہٹنے یا مدد بھیجے کا راستہ ملتان ہی ہے۔ ملتان پر جب تک ہم سے بندوبست ہو سکے گا قبضہ رکھینگے لاہور کے قلعہ میں فی الحال تمام عورتیں اور بچے پناہ گزین ہیں اور وہ بالکل بھرا ہوا ہے جسوقت بیرونجات کی اور عورتیں اور بچے آئینگے تو ہم کیا کر سکیں گے۔ پشاور پر قبضہ قائم رکھنے کا قصد صرف اپنا موقع اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے یہ وہ موقع ہے کہ اگرچہ ہزار آدمی فوج متعینہ دہلی یا اسکی باقی ماندہ جگہ کے ساتھ ہو جائیں گے تو ضرور ہلکوا کیاجائی حاصل ہوگی۔ اگر معاملات میرے اختیار میں رہے تو میں یہی ارادہ رکھتا ہوں جو بھی بدلے والا نہیں ہے۔ لارڈ لائسنس کے روبرو چنگے پاس سے اب تک کسی طرح کی کوئی خبر نہیں آئی سی دونوں پہلوؤں کی تجویز ایک سے تہہ اوپیش کر کے جان لارڈ لائسنس نے یہ لکھا کہ۔

اب یوزلارڈ ڈیشپٹ (حضور عالی) کو تجویز فرماتا چاہیے کہ ہم کون سی راہ اختیار کریں۔ دہلی میں مصیبت پڑنے کے وقت ہلکوا کرنا چاہیے۔ آیا ہلکویہ لازم ہے کہ اسکو اسکے حال پر چھوڑ کر اپنے صوبے کے بچانے کی کوشش کریں یا پیشتر سے دیا ہے سیکھ اس پارا کر اپنے وسائل سے پنجاب کو مستحکم کریں اور شہر پناہ دہلی کے قریب جو جنگ چھڑی ہے اسکو برقرار رکھیں۔ میں التجا کرتا ہوں کہ حضور اس امر کو قطعی طور پر تجویز فرمادیں گے کہ دو باتوں میں سے کون سی بات اختیار کی جائے۔ اگر یہ باتیں ہمارے فیصلہ پر چھوڑ دی جائیں گی تو بیکار کی بحث میں وقت برباد ہوگا اور جس وقت تک ہم لوگ اس بات کو تجویز کر سکیں گے کہ کون سی راہ اختیار کرنا مناسب ہے اسوقت تک اس پر عمل کرنے کا وقت باقی نہ رہیاجا۔

میں نے حضور سے یہ امر اردو دوسرے ضروری امور اپنی راہ کے مطابق انجام کرنے کے لیے پورے اختیارات کی استدعا کی تھی۔ اختیارات سے قوت زیادہ ہو جائیگی اور متحدہ کارروائی ہو سکیگی۔ میں کمان کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ افسروں کو جو ہم پہنچ سکتے ہیں منتخب کر کے گورنمنٹ کو خطروں سے بچانے کی کوشش کروں گا اور بالآخر آدمیوں کو فوراً خارج کر دوں گا۔ لیکن میں حضور سے اس امر کیسی دوسرے امر کی بابت زیادہ اصرار نہیں کر سکتا ہوں۔ فائدہ سہرا کر کے متعلق جو کچھ میرے اہلکار میں سے وہ کر دینگا اور باقی امور ایک اعلیٰ اختیار کے لیے چھوڑ دوں گا۔ پنجاب میں بعض لوگ بہت اچھے ہیں اور اب تک جس طرح کا اتحاد ہے وہ بخوبی مشہور ہے۔ میں نے فطرتاً صاحب کو ملک کی فوج لیکر دہلی کی جانب روانہ ہونے کی اجازت دے دی ہے کیونکہ ہندوستان کے اس طرف سب سے لائق سپاہی وہی ہیں۔

اسکے چند روز بعد (۳۰ جولائی) کو انھوں نے جنرل گھٹن کو لکھا کہ۔

آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دہلی کے مقابلہ میں ۵۰۰۰ کام کرنے والے گورے دیسی سوار اور پیادے بھی نہیں ہیں۔ ۱۱۰۰ آدمیوں کے قریب مجروح یا علیل پڑے ہیں۔ خدا کرے ہماری ملک بروقت پہنچ جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ۱۱۰۰ گورن اور ۳۰۰ پیادوں کی مدد ۱۵-۱۷ آئندہ تک پہنچ جائیگی۔ میری حکمت عملی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو فوج کو مدد دی جائے اگر اسکو ناکامی ہوئی تو ہمارے میں ناکامی حاصل ہوگی۔ ہمارے انجام کا یہ بڑا نازک وقت ہے۔

بیشک یہ بڑا نازک وقت تھا چیمبرلین اور رازمن صاحب دہلی اور ولسن صاحب سب کے سب جان لائسن کو یہی کہتے تھے کہ وہ کسی قسم کی بھرتی کے لوگ جو قواعد وغیرہ سے آگاہ نہ ہوں نہیں چاہتے ہیں بلکہ وہ قواعد دان گورن اور ہندوستانیوں کو چاہتے ہیں اور جان لائسن نے آخر میں دیکھا کہ ایسے لوگوں میں سے اب ایک شخص بھی لنگے جمع کر کے جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ ”مجھ سے جس قدر آدمیوں کا بھیجنا ممکن تھا ان سب کو میں نے بھیج دیا شاید میں نے اتنے آدمی بھیجے جس قدر مجھ کو بھیجنا لازم نہ تھا۔“ بیچ کے باغی ابھی سے دہلی میں پہنچ گئے۔ کانپور میں عجیب ہولناک طریقہ کاشت خون واقع ہوا اور جس سخت طور پر دغا بازی کی گئی اور عورتیں اور بچے جانوروں کی طرح ذبح کیے گئے اور زیر ہوئے اور ان سب باتوں سے جن پر اس وقت یقین کیا گیا اور (یہ غلط یقین کیا گیا تھا) جیسی بیعتی حاصل ہوئی جس سے موت کمین اچھی تھی اسکے حالات سن کر دہلی کے نہایت نفس کش سپاہیوں کی رگوں میں بھی خون جوش کھانے لگا اور خوشیوں کی طرح انتقام کی فریاد بلند ہونے لگی اور جب تک اُنکے سامنے اس گناہگار شہر کے لوگ مجبور ہو کر بسل نہیں ہوئے اس وقت تک اُنکا غصہ فرو نہیں ہوا۔ خاص لاہور کی یہ کیفیت ہے کہ جس وقت چیف کسٹرن پنجاب و بان پہنچے تو اُنکے پہنچنے کے ساتھ ہی اُنکے روبرو چھبیسویں لیٹن کے سپاہی جنکے ہتھیار عرصہ سے رکھوا لیے گئے تھے بگڑ کر غم اور کشت و خون پر آمادہ ہو گئے۔ اور بطور مرتب فوج کے وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔ مختلف مقامات سے متوحش مضمون کی چٹھیاں آتی تھیں کسی میں تو یہ خبر درج ہوتی تھی کہ گلاب سنگھ (گور عایا کے ساتھ کیسے ہی ظلم کیے ہوں لیکن جو ان لوگوں کے خیر خواہ تھے جنھوں نے اُنکو مسند پر بٹھایا تھا قریب مرگ ہیں اور فرمان روا کے بدلنے سے حکمت عملی بھی عجب نہیں ہے کہ بدل جائے۔ کمین کوئی چٹھی قندھار سے لسنڈن صاحب کی لکھی ہوئی آتی تھی اسمیں سرجان لائسن کو خبر دی جاتی تھی کہ دہلی کے مسخر کرنے میں جو تعویق ہو رہی ہے اس پر لوگوں کا خیال بہت رجوع اور افاقان لوگ اس گھات میں بیٹھے ہیں کہ ہم پر چھاپا ماریں۔

لیکن بیان اور دوسرے مقاموں پر بھی سب سے زیادہ تاریک گھنٹہ اس وقت محسوس ہوا جب آفتاب نکلنے کا وقت قریب پہنچا۔ یکم اگست کو ہارٹی کی قلیل فوج نے باغیوں پر ایک کاری فتح حاصل کی۔ اور خبریں آئیں کہ جو فوج چین کو جاتی تھی اسکا راستہ روکا گیا اور اسوجہ سے وہ کاکتہ میں اُتری ہے اور ہند کو روانہ کی جاتی

اصول رہا اور آخری چند مہینے میں بھی اُسکا کچھ کم خیال نہیں رہا۔ میں نہ تو نام کو دیکھتا ہوں نہ بذنامی کو دوتا ہوں میں صرف اس بات کو دیکھتا ہوں کہ میرا منجھی فوج کیا ہے اور اپنی سلطنت اور ان لوگوں کو جو سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں محفوظ رکھنے کا لحاظ کرتا ہوں۔ یہ وہ عظیم الشان الفاظ ہیں کہ جن لوگوں نے حال کی ظالمانہ جنگ کے نازک وقت میں سسر جان لارنس پر ”حجاب سے پیچھے ہٹنے“ یعنی انکی خلقی جرأت پر طعن کی تھی اُنکے لیے بہتر تھا کہ الفاظ مذکور کے سمجھنے کی کوشش کرتے۔

اور اب دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے جنرل آئیڈیل ولسن کی تاکید کی شکایت کا کیونکر جواب دیا۔ اصل سرعت خیال (باہر حال اس قدر عجلت کے ساتھ جس طرح برقی تاخیر ہو چکا تھا) فوراً یہ جانفزا خبر جواب میں بھیجی گئی۔

جھکواپ کی چٹھی مورخہ ۱۸ جولائی وصول ہوئی۔ ہم ابھی آپ کے پاس ۱۰۰ آدمی حسب صراحت ذیل روانہ کر سکتے ہیں۔

حضور بلکہ مظہر کی ریشٹ نمبر ۵ آدمی

جنگی پولس کے لوگ ۴۰۰

کلاؤن کی ہاٹری ۴۰۰

مستانی سوار ۲۰۰

نو نوڈ والے توپخانہ کے لوگ ۱۰۰

اُنکے بعد ۲۰۰۰ آدمی اور روانہ ہونگے۔ آپ میرے فوج سے ایک حصہ کیون نہیں طلب کرتے ہیں۔

یہ وہ خبر ہے جس سے پہاڑی کی قلیل فوج کی جان میں جان آئی ہوگی جس پر فوج کے متواتر حملوں سے معلوم نہیں

کیا گذر رہی ہو اور جو دن بھر دوپہ میں جلتی تھی اور بالکل خستہ تھی اور بیاریون میں مبتلا تھی اور جس میں سب مکر صرف

۲۰۰۰ آدمی ایسے ہونگے جو کام دے سکتے۔ لیکن جان لارنس اس سے بھی زیادہ فوج بھیجے کا قصد رکھتے تھے اور

چاہتے تھے کہ اگر ممکن ہو تو دہشتے کا لفظ اس معنی میں مستعمل نہ ہو جس معنی میں دہلی کے کپ کے لوگ استعمال کرتے تھے۔

اور انھوں نے ٹائمن صاحب سنسٹ ایجنٹ جنرل فوج اور ڈیٹی صاحب فسر سیاہ گاہڑوں کو جنگل سے سمجھتے تھے کہ

جو کچھ انکو لکھا جائیگا وہ بیکار ہو گا مندرجہ ذیل مضمون تحریر کیا۔

لاہور ۲۲ جولائی۔

میرے پیارے ٹائمن صاحب۔ آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ ملک سمجھنے کے بارے میں مجھ سے جو کچھ ہو سکتا تھا ان

میں نے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ آئندہ دو ہفتے کے اندر آپ کے پاس کلاؤن کی ہاٹری اور حضور بلکہ مظہر کی ریشٹ نمبر

اور پٹن نمبر ۱۶ کا پتہ اپنی چاہیگا اور اُسکے علاوہ پنجابی پیادوں کا ایک دستہ جو کلاؤن اور امرتسر کی پولیس کی ہاٹریوں سے

تیار کیا گیا ہے وہ بھی روانہ ہو گا انہیں سے کسی ہاٹری میں کوئی فوریا نہیں ہے۔ گر تین صاحب کی فوج کو بھی پوریا لوگوں کو

خارج کر کے دکن جانب روانہ ہونا چاہیے الغرض جھکامید ہے کہ جسوقت ملکک پہنچ جائیگی تو آپ کی حالت بہت مضبوط ہو جائیگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسکے بعد میں گورن کی اور سپاہ روانہ کر سکوں گا۔ پشاور کی فوج کو چھوڑ کر ہمارے پاس ۳۰۰۰ پیادے ہیں جس سے ہکو ملکک سنبھالنا اور چٹھون کو جتنے ہتھیار لیے اور جتنے نہیں لیے گئے ہیں دباؤ میں رکھنا ہے۔ اب اگر آپ اس تازہ ملکک سے بھی دہلی کو فتح نہ کر سکیے تو اپنا مورچہ سنبھالے رہیے اور اس بات کا موقع آنے دیجیے کہ پوریالوگ آپ کے وچڑھانے پر اسکرٹین۔ اس حکمت علی سے آپ اسکو کم زور کر دیں گے۔ لیکن پیچھے ہٹنے کی سزا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو آخر کو خرابی اور بربادی ہوگی۔ میری رائے یہ ہے کہ جنرل وٹسن کو چاہیے کہ جدید حصہ فوج یعنی پنجابی پیادوں کی چٹھٹ نمبر۔ انشاؤں صاحب کی ہاتھی سہارا پور سید یا جائے اور وہاں سے گورکھاؤن کی فوج طلب کر لی جائے۔ میں گرتین صاحب کی فوج کا ایک حصہ میرٹھ کو بھی بھیجوں گا اور گورکھاؤن کی چٹھٹ نمبر ۶ کا ایک بڑا حصہ دہلی کو روانہ کروں گا پھر جسوقت بلوچی سپاہ دہلی میں پہنچے گی تو وہیں کو جا لیں گی اور گرتین صاحب کا پر اچلا آئیگا۔ اسطور پر دہلی میں آپ کے پاس سب سے عمدہ سپاہی ہو جائیں گے۔ دوسرے درجہ کے سپاہی میرٹھ اور آخر درجہ کے سہارا پور میں رہیں گے جو گورن اور دوسرے برعاشوں کی سرکوبی کے لیے بخوبی کافی ہوں گے۔ پنجاب میں بھی ہر طرح سے خاموشی ہے اور جہان ملک میں دیکھتا ہوں لوگ خیر خواہ ہی معلوم ہوتے ہیں خدا کرے یہی رہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ اگر دہلی مسخر نہ ہوئی تو ہمارا اختیار جاتا رہیگا۔ نہ تو پنجاب اور نہ کوئی دوسرا مقام روکیگا۔ چچی جنرل وٹسن کو بھی دکھلا دیجیے گا۔

جان لارنس ڈیلی صاحب کو لکھتے ہیں کہ

اگر دہلی میں ہمزیر کر دیے گئے اور ہکو پیچھے ہٹنا پڑا تو ہماری فوج برباد ہو جائیگی۔ اسوقت نہ تو پشاور کچھ کام آئیگا اور نہ پنجاب سے کوئی فائدہ نکل سکیگا۔ دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے پھر پشاور کو ہاتھ کی فوج کو ۹۰۰۰ آدمی اور ۳۰۰ توپیں دے دینا چاہیگی۔ اب اس قسم کی فوج اگر بہ وقت میدان میں لا کر کھڑی کر دی جائیگی تو وہ اس ہل چل کو فرو کر دیگی یا بہر حال موسم سرما تک اسکو فکریں گی۔ لیکن جسوقت دہلی والی فوج برباد جائیگی اور پنجاب میں بغاوت پھیل جائیگی تو اس فوج کو ایک عام حملہ گولے کی طرح اڑا لے جائیگا۔ جھکوی امید اور یہی آرزو ہے کہ فوج کی ہلاکت کا موقع نہ آنے پائیگا لیکن ابھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے واسطے کیا رکھنا ہے۔ اور یہ امر نہایت ضرور ہے کہ ہم بحیثیت بد ملک اسپر لحاظ کریں اور اس امر کو تجویز کریں کہ کس پہلو کی حکمت علی ہکو اختیار کرنا چاہیے ورنہ جسوقت وہ صیبت کا وقت پہنچ جائیگا تو کچھ ہمارے بنائے نہ ہینگی۔ اس چچی کا مضمون چیئر مین صاحب کو پڑھا کر سنا دیجیے گا اور جھکوی لکھیے گا کہ انکی رائے اس بارے میں کیا ہے۔ میں لاہور اور ملتان کو آخری وقت تک سنبھالے رہوں گا اور اگر دہلی میں کوئی اتہرانی قلعہ ہو تو عورتوں اور بچوں کو کرانچی کی طرف روانہ ہونے دوں گا۔

جان لارنس نے اڈورڈس صاحب کو بیشک اپنی حکمت عملی پر عمل کرنے کے بعد اسکی بابت اطلاع دی اور ایک مرتبہ اپنی تلخیر قبل ارادے سے اڈورڈس صاحب کو اور خبر دی۔

کہ صورتِ معاملات فوراً بدل گئی۔ صبح کو لوگ شہرِ تپاؤ کے اندر بھاگے اور دوسرے ہفتے میں لوگ دیکھ سکیں گے کہ ہم دہلی کے مالک بنے بیٹھے ہیں گو ایسا ہاتھ سے نکل گیا۔ دو ایک دن کے بعد سننے میں آیا کہ گنبد اکا ملک بھی جا رہا ہے اسکے بعد انکو بکری باری آئیگی اور جسوقت یہاں سے گورون کی فوج باہر ہوگی تو دراصل ہکو سا رہندوستان از سر نو فتح کرنا پڑیگا۔ آپ صرف ہی بات کا لحاظ کیجیے کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہمارے ہم وطن ہندو اور عورتوں پر اس زمانہ میں کیا گذر رہی ہے چنل نہ ہوئے ملی مال لاتی سے، ایسی کے ساتھ نے جو خرابیاں پیدا کیں اور دھندا دہلی پر چڑھائی کرنے میں تاخیر ہوئی اسکا نقصان شاید آئندہ پچائش برس تک لوگوں کو معلوم ہوتا رہیگا۔

میں اس مقام پر ۲۵ جون کے ایک مراسلہ موسومہ لارڈ گینڈنگ کا ایک خلاصہ درج کرتا ہوں جن میں سرخان لارڈ نے اپنے اور اپنے مخالفین کے خیالات کا مقابلہ کر کے اسطور پر انکا بیان کیا ہے۔

اگر ہم نے پشاور کو برقرار رکھا اور پنجابی فوج خیر خواہ رہی تو ہم اب جو چاہیں گے وہی کر سکیں گے لیکن اگر وہ ہم سے باغی ہو گئی تو ہکو جا کر اپنے قلعوں میں اسوقت تک پناہ لینا پڑیگی جب تک انھوں نے اپنی فوج بیان اگر پنجاب کو فتح نہ کر لی۔ برخلاف اسکے اگر ہم پشاور کو ہٹ کر چھوڑ دیتے تو گمان غالب ہم دریائے سندھ کے اس پار کے ملک پر قبضہ کر سکیں گے۔ اور بہر حال ہمارے گورون کی تمام فوج ہر وقت کام کرنے کے لیے مستعد رہیگی۔ ہم ایک نئی آئینہ آزادی میں بیٹھیں گے پشاور کی طرح مخالفوں کے درمیان نہ بیٹھیں گے چیف گنڈنگ کے جو جو خیالات ہیں انکے مطابق عمل کرنے سے ہم لوگ پشاور پر قبضہ رکھنے کی نسبت زیادہ قوی رہیں گے۔ بگنڈنگ کے کائن کرل راؤ دونوں اور گنڈنگ صاحب اس تہمیر کے خلاف ہیں اور انکی یہ رائے ہے کہ پشاور پر آخری وقت تک قبضہ نہ کرنا چاہیے حتیٰ کہ پشاور اور لاہور کے مابین جو مقامات ہیں اگر وہ سب چھوٹ جائیں تو ہمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم پشاور سے اگر ہٹیں گے تو ہمیں حفاظت نہیں ہے اور اگر ایسا کیا جائیگا تو گویا اس بات کی علامت ظاہر کر دی جائیگی کہ ہندوستان میں ایک خدبر پارک دیا جائے یہ صورت شاید دریائے سندھ کے اس پار ہو سکتی ہے لیکن ہماری فوجوں کو چالیس میل سے زیادہ آگے نہ جانا پڑیگا اور اگرچہ انکو ایک دریا ملے کرنا پڑیگی لیکن راہ ہماری تو چون کے ذریعہ سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ دریائے سندھ اس پار آخری وقت تک خدبر نوگا کیونکہ یہی نہیں ہے کہ اُدھر کے لوگ ہمارے دوست ہوں بلکہ انکے پاس ہتھیار بھی نہیں ہیں۔ ہمیں شک نہیں کہ خطرہ دونوں باتوں میں ہے اور میں جب تک کچھ ایسا ہی بت نہ پڑیگا دونوں میں کسی کو اختیار نہ کر دے گا۔ لیکن دونوں میں سے ایک بات ضرور اختیار کرنا پڑیگی۔ اور اگر وہ غلط ملکی تو تیسری شکست بت ہوا ہوگا۔

اول اہل جولائی میں ہندوستان کے تھانہ صاحب کے پاس سے ایک چٹھی آئی جس میں صرف یہی خبر نہیں دی گئی تھی کہ ملکر کرنے کا خیال ملتی لکھا گیا بلکہ (ہو صفت اس امر کے کہ پنجاب سے روز بروز ملک پہنچتی جاتی ہے) یہ بھی کچھ مغلق الفاظ میں نہیں بیان کیا گیا تھا کہ ملک کے بعض بعض بڑے دلیروں اور اہل العزم اشخاص جن میں یقیناً صاحب کو بھی داخل ہے۔ شکوہ کرنے سے بچنے کے لیے ہمیں کہہنا چاہیے۔

۴- جولائی ۱۸۵۸ء

حملہ کر کے دہلی کے فتح کرنے کی جو تجویز ہوئی ہے دو مرتبہ اُس پر عمل ہوتے ہوتے رہ گیا اور اب مجھ کو کسی طرح سے یقین نہیں ہے کہ وہ تدریجاً پھر اس نوبت تک پہنچے۔ اور فرض کیجیے کہ میری رائے صحیح ہے تو یہ سوال پیدا ہو گا کہ آیا سب کو اپنی موجودہ حالت سنبھالنا چاہیے یا محاصرہ کرنا چاہیے اور اپنی فوج سے تا وقتیکہ دوسری لڑائی شروع ہو اس طور پر کام لینا چاہیے حسین عوام الناس کا فائدہ ہو۔ اسکے دو ہفتے کے بعد اس سے بھی زیادہ وحشت اثر چھٹی خود جنرل آئج ڈیلن ولسن کے پاس سے آئی حالانکہ جیسو جنرل مذکور بچائے جنرل ریڈ مقرر ہوئے تھے تو سر جان لارنس اور دوسرے اشخاص نے اُن پر بڑی بڑی ایس دین کی تھیں اور یہ کچھ بے وجہ نہیں تھیں۔

۱۸- جولائی

میں نے کرنل بیرڈ وائٹ فوج سے صلح کی اور ہم دونوں کی رائے یہ قرار پائی کہ اب اگر دہلی پر حملہ کرنے کا کوئی قصد کیا جائیگا تو اسکا انجام شکست اور تباہی ہے۔ اس وقت فوج میں ۲۲۰۰ گورے اور ۵۰۰ ہندوستانی یعنی کل ۲۷۰۰ سنگین ہیں۔ ۵۰۰۰۔۔۔۔۔ بائیسہ اگر مجھ کو اس کام کے قابل ہونے کا موقع دیا جائے تو کثرت اور عجلت سے ملک پہنچنا چاہیے میں نے سنا ہے کہ دکن جانب جو فوجیں جمع ہو رہی ہیں اُنکو مدد دینے کا بہت کم موقع چل رہا ہے کیونکہ وہ اودھ کی طرف توجہ کیے ہوئے ہیں اس واسطے میں مشت کے ساتھ آپ سے متقاضی ہوتا ہوں کہ جس قدر جلد آپ سے جان نکال ملک ممکن ہو وہ پنجاب کی فوج سے مجھ کو دیجیے۔ ۵۰۰۰۔۔۔۔۔ میں دوستانہ طور پر آپ سے کہتا ہوں کہ تا وقتیکہ عجلت کے ساتھ مجھ کو ملک نہ پہنچائیے یہ فوج لڑائی اور بیماری سے ہلاک ہوتے ہوتے بالکل کم ہوتی جاگی اور سوائے اسکے اور کوئی چارہ باقی نہ رہیگا کہ ہم لوگ کرنال کو پلٹ آئیں اس بنصب کاروائی کا جو نتیجہ ہوگا اسکی تباہیوں کا میں اندازہ نہیں کر سکتا ہوں کہ کمان تک ہوگی۔ میں التجا کرتا ہوں کہ آپ تار پر فوراً اسکا جواب دیجیے اور یہ بیان فرمائیے کہ آپ ملک کے لیے کس قدر فوج میرے پاس بھیج سکتے ہیں اور کب تک میں اس بات کی امید کروں کہ وہ فوج کپ میں داخل ہوگی۔

اب کیا کرنا چاہیے تھا۔ اڈورڈس صاحب اور کائن صاحب اور ٹکسن صاحب بار بار جان لارنس کو آگاہ کرتے تھے کہ وہ پنجاب کو فوج سے اس طرح خالی کرتے جاتے ہیں جس سے خطرہ متصور ہے اور انکو اب کسی طرح سے ایک راجہ دہلی کی ملک کے لیے نہ بھیجنا چاہیے انھوں نے جان لارنس کو یہ بھی لکھا تھا اور وہی لکھا تھا کہ دہلی کی فوج کو ملک پہنچانے کے لیے دنیا بھر کی کوششوں کے کرنے کے بعد اگر وہ اپنے صوبہ کی حفاظت کریں گے اور ان خطروں کے دیکھنے سے انکار کریں گے جبکہ نہ دیکھنا انکے لیے آسان تھا تو ان پر کوئی شخص الزام نہ لگائیگا۔ بیشک کوئی شخص الزام نہ لگائیگا لیکن جان لارنس دل میں جب وہ کوئی کام کرنے جاتے تھے تو کبھی یہ خیال نہیں گذرتا تھا کہ وہ لوگوں سے پوچھیں کہ اُس کام کے واسطے انکی تعریف یا مذمت ہوگی۔ سر جان لارنس نے بارنس صاحب کو یہ مضمون ایسے الفاظ میں لکھا تھا جو تمام عمر انکا

ہم جمع کر چکے ہیں اس سے زیادہ اب جمع نہیں کر سکتے سوا اس کے کہ راولپنڈی اور ان کے بعد پشاور کو چھوڑ دیں مگر سکھوں نے بلوہ کیا تو دریا سے سندھ کے اس پادھاری حالت بہت ہی ستیر ہو گئی۔ اگر پشاور کی فوج اسطرح آجائے گی تو ایسے مضبوط ہو جائینگے کہ کوئی ہمارا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ اسلئے اعمین پتوئین کو جو شکست حاصل ہوئی تھی تو سوا سے ضد کے اسکی اور کوئی وجہ نہیں تھی اور ضد پتوئین نے یہ کی تھی کہ پٹنن کی تباہی کے بعد پتوئین نے دریا سے الٹ کو اپنی سرحد قرار دی یہ نہ کیا کہ دریا فی ملک کو چھوڑ کر یکبارگی دریا سے رائن کو سرحد قرار دیتا۔ اسطور پتوئین نے اپنی تمام فوجیں دریا سے الٹ کے اس پار اتار دیں اور جہوقت اسکو مرکز جنگ میں شکست حاصل ہوئی تو ان لوگوں کو اطاعت قبول کرنا پڑی لیکن اگر باؤٹرن اور دوسری لڑائیوں میں چون پٹنن کے بعد ہوئیں یہ فوجیں اس کے ساتھ ہوتیں تو ضرور ان کے ذریعہ سے فتح حاصل ہوتی لیکن اب اس بارہ میں کمان کمان کیا گیا پنجاب میں سب سے بڑھ کر ابتری ماہ جون کے آخر اور جولائی کی ابتدا میں واقع ہوئی۔ دہلی سے لگ بھگ کئی روز پر وزیر آبادہ شور و فل سے فریاد بلند ہوتی تھی اسکی خواہش کا پورا کرنا یوٹا فوٹا زیادہ دشوار ہوتا جاتا تھا اور اڈورٹوٹن صاحب اور سرداران پنجاب کی رائے اس حکمت عملی کی مخالفت میں روز پر وزیر متبرقی جاتی تھی کہ پنجاب کے فوج سے خالی نہ کرنا چاہیے۔ حکام دہلی نے اڈورٹوٹن صاحب اور لائسن صاحب سے کچھ کم اس بات کی امید نہیں رکھی تھی کہ ابتدا سے جولائی میں جب ۳۲۰۰ سپاہیوں کی نئی فوج پاڑی پر پہنچ جائیگی تو جس حملہ کا مدت سے التوا ہے وہ شروع ہو جائیگا۔ لیکن یہ امید قطع ہو چکی تھی۔ جان لارڈ لائسن نے ۲۹ جون کو اڈورٹوٹن صاحب کی جھڑپ میں لکھا تھا کہ وہ جہوقت ہمارے لگ بھگ کی سب فوجیں پہنچ جائیں گی تو اسوقت میرے انداز میں شات ہزار سے لیکر آٹھ ہزار آدمی تک دہلی کے مقابل میں جمع ہو جائینگے لیکن بجو اس بات کے بیان کرتے ہوئے اسس معلوم ہوتا ہے کہ باغیوں کی تعداد کے مقابل میں اس جماعت کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ لوگ تو اپنے عقب کی آمدورفت کے متعلق بھی حفاظت نہیں رکھتے۔ لارڈ لائسن کے پاس سے اس امر کے متعلق ابھی تک کوئی خبر نہیں پہنچی کہ اگر صورت معاملات نازک حد تک پہنچی تو اسوقت کیا کرنا ہوگا۔ اور اب تک ہر ایک بات سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ وقت اب بہت قریب آ رہا ہے جب یہ مسئلہ احتمالی اور قیاسی ہی نہ رہیگا بلکہ عین وقت اور عملہ ہمارے ملکی معاملات کے متعلق تصور کیا جائیگا۔ اور اسوقت ان دو باتوں میں سے ایک بات جو ریزنا پڑیگی کہ آیا خفیہ گشت پشاور سے فوج واپس کرنے کا حکم دینگے یا یہ قرار دینگے کہ اب ان کے پاس دہلی پہنچنے کے لیے ایک آدمی بھی ہے یا نہیں ہے۔ جان لارڈ لائسن نے خود اپنی طبیعت میں ایک رائے قائم کر لی تھی کہ دہلی ایک نازک مقام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو آدمی میں وہاں کے لیے جمع کر سکتا ہوں اسکا بچانا میرے واسطے واجب و لازم ہے۔ حکام پشاور کے خیالات بھی اسی طرح واضح ہو گئے تھے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں انھوں نے اتفاق کر کے دوشترک شکایتیں لکھی تھیں جنکو میں کئی مرتبہ صراحت کے ساتھ محول کر چکا ہوں۔ اب پیادہ گورے پنجاب میں صرف ۲۰۰۰ تھے منجملہ ان کے نصف کے قریب درہ پشاور میں تعینات تھے اور جو باقی رہ گئے تھے وہ غیر قواعد وان سپاہیوں کے ساتھ

رہاسطنت کی حفاظت کرتے تھے اور قلعہ متان اور گوبند گڑھ اور سلخ خانہ پھلور و فیروزپور اور چھاوئی راولپنڈی
 راجاندھر اور انک کے قریب دریاے سندھ کے راستہ کی حفاظت پر تعین تھے۔ ان لوگوں کو ۸۰۰ آدمی اپنی
 ساعت کے گشتی کالم فوج کو چھ سات اُن پوریا رجنٹوں کی حفاظت کے لیے جواب تک اپنے ہتھیار لیے ہوئے تھے
 کہ وہ فساد نہ کرنے پائیں اور جن رجنٹوں کے ہتھیار رکھوائے گئے اُنکو اس بات سے باز رکھنے کے لیے بھیجتے تھے کہ وہ
 دہلی کے باغیوں کی شرکت نہ کرنے پائیں۔ پس ایسے وقت میں جس وقت بلوہ ہوجاتا کچھ بعید نہیں تھا اور
 سر جان لارنس نے اُن تمام باتوں کی تیاریاں کیں جنکے ذریعہ سے وہ اپنی قلیل فوج سے فائدہ اٹھا سکتے تھے
 ورنہ تمام ضروری مقامات کی حفاظت کر سکتے تھے اور پوریا رجنٹوں سے ہتھیار رکھوا سکتے تھے اور وقتاً فوقتاً گوروں کی او
 پٹیشنیں دہلی کو روانہ کر سکتے تھے۔

لیکن اُنکے خطوط سے انتہا مرتبہ کا تردد و ظاہر ہوتا ہے ۲۶۔ جون کو جان لارنس لکھتے ہیں کہ
 اگرچہ میں سے لکاک کی فوج جلد پہنچ گئی تو ہم اب بھی بہت عمدہ کارروائی کر سکتے ہیں لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو میں خود ابھی نہیں
 ہٹ سکتا ہوں کہ ہم اس عوفان کو فرو کر سکیں گے علی الخصوص اُس صورت میں جب آپ سب لوگ دریاے سندھ کے اُس پار ہینگے۔
 پشاور کو چھوڑنے سے (یہ جان لارنس جارج ہارٹس کو لکھتے ہیں کیونکہ اُنھوں نے جارج ہارٹس اور سر ہارٹل فریرز اور
 ولیم جیمز لارنس کو بھی اپنے خیالات اس بارے میں لکھے تھے) ۳۰۰۰ گورے ۲۴ توپیں اور چار عمدہ دستے پنجابی سواروں کے قوت
 جائیں گے۔ یہ ایک ایسی تدبیر ہے جس میں خطرہ تصور ہے لیکن جو کچھ ہو دہلی کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے اگر ہم دہلی کو فتح نہیں کر سکتے ہیں
 تو ہم اُسکو چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ بیشک پشاور کا چھوڑ دینا ایک کم زوری کی علامت ہے لیکن کیا ہم کم زور نہیں ہیں۔ اگر
 کم نہیں کہ ہم ایسے نہیں ہیں تو یہ محض ہٹ دھرمی ہے۔ دریاے سندھ کے اُس پار اگر ہم تمام کو ہستانی جبرگن اور قفقانون وغیرہ کو
 ہیر کر سکیں گے اور اپنے اقتدار کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھ سکیں گے اور فوج کو مرتب کر سکیں گے۔ اور دریاے سندھ کے اُس پار کے مقبضات کا
 رت اگر ایتھو جہر ہینگے تو ہم برباد ہو جائیں گے اور پھر کسی طرح اصلاح نہوگی۔

اور پھر تاریخ ۱۱۔ جون اڈورڈ سن صاحب کو لکھتے ہیں کہ

جو کچھ اس بارے میں میں نے بیان کیا ہے وہ بہت غور و فکر کے لکھا ہے۔ میں نہ تو ہندوستانی ملکی معاملات کا شائق ہوں
 ورنہ میں اُن اصولوں کی تصحیح کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میری رائے غلطی پر ہو لیکن مجھ کو خود وہ غلطی معلوم نہیں ہوتی ہے میں موجودہ
 سرحد کی بہتری سے اعتراف کرتا ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اُسکے رکھنے سے ہم لوگوں کا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ اور اگر خرچ کے اعتبار سے
 ہم اُسکو سنبھال سکیں حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ممکن ہو تو بھی اسوقت تجویز طلب امر یہ ہے کہ آیا اس نازک وقت میں ہم اُس سرحد
 قائم کر سکتے ہیں یا نہیں۔ میں اپنی طبیعت کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ یہی کہتی ہے کہ پشاور خوشی سے چھوڑ دیا جائے اور اُسکے بدلے
 گوروں کی فوج اور پنجابی سپاہ جو اسوقت دریاے سندھ کے اُس پار ہے دہلی کو روانہ کی جائے جسوقت ایسا ہوگا تو معلوم ہوگا

نہوں نے دیکھا اور سر جان لارنس نے انکو ناکہ نہیں ہونے دیا۔ اور اتنی بڑی لگاک کی فوج دہلی کو روانہ ہو چکی اور
 اور حضرتان بیڈ نے خاص گشتی کا لم فوج کو طالب کیا۔ اس مطالبہ کو جان لارنس ابھی تک پورا نہیں کر سکتے تھے۔
 جان لارنس اس امر میں اذکورفٹ صاحب سے بالکل متفق رہا اسے تھے کہ انکو دہلی کے قلعہ کرنے پر بھی توجہ دے کر
 پنجاب پر اپنا قبضہ قائم رکھنا چاہیے لگے یہاں پہلے اختلاف سرحد کے بارے میں تھا کہ آیا جنگ شروع ہونے کے وقت
 تین ہزار گوردن اور ایک بڑے ہندوستانی فوج کے گردہ کو پشاور میں رکھنا زیادہ قرین صحت تھا یا یہ مناسب تھا کہ
 ملک پنجاب میں امن و امان قائم رکھی جائے اور دہلی پر محاصرہ کرنے کے لیے فوج بڑھائی جائے۔ سر جان لارنس
 خوب جانتے تھے کہ پنجاب میں گشتی کا لم فوج کے رہنے میں کچھ پنجاب ہی کی حفاظت مختصر نہیں ہے بلکہ انہیں یہ بھی صحت ہے
 کہ چرسات پوریا جینٹ جسے ابھی تک ہیمانین لینے گئے تھے انکی بغاوت کو بھی ہی فوج روکے رہی اور اگر ممکن ہو اتوں لگے
 ہتھیار بھی رکھوا لیں۔ اور جو وقت اُنسے ہتھیار لینے جاتے تو گشتی کا لم فوج کو مع انکے افسر خزانہ لارنس کے سر جان لارنس
 دہلی کی طرف روانہ کر دیتے۔

جس وقت نکلے تین صاحب اس کالم کی کمان لینے کے لیے راولپنڈی میں ہو کر جاتے تھے تو سہر جان لارنس نے صاحب موصوف سے پشاور کے بارے میں خود گفتگو کی تھی۔ لیکن نہ تو اس مشہور پاسبان سرحد کی شکایتوں اور نیکو شہر پشاور کی رگین نگاریوں سے سہر جان لارنس کی ثابت قدمی میں فرق آیا۔ اور چون کو وہ کہتے ہیں۔

مجھ سے اور نکلن صاحب سے بڑی دیر تک اہمین زمین اور پشاو پر قبضہ قائم کرنے کی حکمت علی کے متعلق جو کچھ نکلن بیان کرتا تھا میں نے وہ سب سنا۔ آپ اور نکلن نے جو کچھ اس بارے میں کہا میں نے اسکو ہر طرح اور ہر ملو سے دیکھ جانا لیکن میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا ہوں۔ بلکہ اس امر کی جانب خیال ہوتا ہے کہ اگر کوئی بڑی ہماری مصیبت کا وقت آیا تو سب سے عمدہ ہماری حکمت علی ہی ہوگی کہ پشاو اور کوہاٹ کو جو بڑی زمین میں اسی امر کو تینا قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ ہماری کل فوج ایک جگہ جمع ہو۔ اگر پشاو و ہمارے ہاتھ میں ہو گا اور باقی ملک میں غدر و فساد قائم رہا تو فوج پشاو و جسطرح ہوا پر تھی اسی طرح یہیگی۔ وہاں یہ فوج کو بغیر منتقل پڑی ہے۔ دیر سے سنا ہے کہ اس بارے کے صرف ایک ٹکٹ کی ضرورت ہوگی اور درودشت جنوبی ملک کی فخر کام کرنے کے لیے بھی جاسیگی۔

میں یقین کرتا ہوں کہ سوساے پشاور اور لاہور کے سکے لوگ اور معاون پر بھی قابض تھے مثلاً وہ عثمان اور کرہستان کاؤنٹ اور ہزارہ پر بھی استحکام کے ساتھ قبضہ کیے ہوئے تھے لیکن جگہوں پر بات کے درمیان کو انھوں نے کیا کیا اور کیا انکو کرنا چاہیے تھا اور بس اگر کہ درمیان کے ہماری مکت علی کیس ہونا چاہیے تھی کہ میں مطلق نہ پائی گئی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ دو آب و دیاسے سندھ کے دہشت کے رسد پر کسی بھی نہیں ہے۔ میان کی تو میں مختلف ہیں اور ان کی ملکی اور ترقی یافتہ عرصہ سے مختلف ہیں۔ سکے لوگ دیاسے سندھ کے اس بارانے سے پیشتر آئے ہیں۔ میان کے ملاوٹوں پر قابض رہ چکے تھے پشاور ویشے ان کی کمزوری اور غلط کام ایک منہج راہنمیت نگہ ضرور اسکو چھوڑ دیتے لیکن غوث کی وجہ سے

انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بزنس صاحب ۱۳۷۷ء میں اس امر کے متعلق تحریر کر چکے ہیں۔

پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ رکھنے میں ہمارا پانچ لاکھ روپیہ ہر سال صرف ہوتا ہے۔ اگر ہم اس طوفان کو صاف کرین تو ہمیں مشکل ہو کر رہے گی کہ جدید انتظام جو ضرور ہو گا اس کے خرچ کا ہم کیونکر بندوبست کر سکیں گے۔ اس وقت بھی ہم لوگوں کا ایک سے دو لاکھ روپیہ تک بیجا بار خزانہ پر پڑتا ہے۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ پشاور ایک ضروری مقام ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے قبضہ سے چندان فائدہ نہیں ہے مگر خرچ اور دغدغہ البتہ رہتا ہے۔ ہمارا انتظام ہو گا اس بات کی اجازت نہ دے سکیگا کہ پشاور اور کوہاٹ اس قسم کے مقاموں پر حفاظت کے ساتھ قبضہ رکھ سکیں یہاں کی کمان کسی نہ کسی روز ایک آجوق الحق اسے فوج بنگال کو ملے گی۔ بہر حال میں آپ کو زیادہ تکلیف نہ دوں گا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ چونکہ ہمارے دشمن اس قدر قوی ہیں لہذا جس قدر خروج کرین اتنا ہی اچھا ہے۔

لیکن لارڈ لائسنس صاحب بھی مثل اپنے چیف کے مصہم بالقصد اور ثابت قدم رہے اور ۲۲ جون کو جان لارڈ لائسنس نے لارڈ لائسنس صاحب پر اپنے خیالات اسطور سے بھر ظاہر کیے۔

میں نہیں سمجھتا کہ سرحد کے بارے میں جو دلیلیں میں نے پیش کیں ان کو آپ قرار واقعی روز نہیں دیتے ہیں اور پورے طور سے ان وقتوں پر لحاظ نہیں کرتے ہیں جو آئندہ سندھ کی سرزمین پر قبضہ کرنے کی حالت میں ہمارے لیے رکھی ہیں۔ یا کہ اب اس بارہ میں میں کچھ اور نہ کہوں گا۔ میں دریائے سندھ کے اُس پار کے اضلاع پر قبضہ رکھنے میں بہت سے فائدے دیکھتا ہوں اور کسی زمانہ میں میرا خیال تھا کہ ان پر قبضہ رکھنا بہت مناسب ہے۔ لارڈ لائسنس نے جب قبل الحاق اس بارے میں مجھ سے صلاح لی تھی تو وہ میں ہی تھا جس نے یہ مشورہ دیا تھا۔ لیکن امتداد ایام اور تجربے نے میرے خیالات بدل دیے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہمارا صرف بہت ہے۔ اُس میں ہر سال اس قدر روپیہ خرچ ہوتا ہے جو ہم لوگ مشکل سے بچا سکتے ہیں۔ یہ خرچ ہر سال بڑھتا جاتا ہے۔ قبضہ رکھنے میں بڑی دقت اور خطرہ ہے۔ وہاں اگر کوئی بلاناہل ہوگی تو اس کا التماس سخت دشوار ہو جائیگا۔ وہاں کی آب و ہوا تندرستی کے حق میں مضر ہے اور وہاں کی جنگ ہمارے قومی اور عادات کے مطابق نہیں ہے۔

میں ذمہ کرتا ہوں کہ دریائے سندھ کی سرحد کو جس فوج کے آوے جسے میں جو دریائے ستلج کے اُس پار کی سرحد کے لیے درکار ہوگی بچا لوں گا۔

اب ہماری موجودہ حالت پر لحاظ کرنا چاہیے۔ یہاں ہم لوگوں کے پاس تین رجنٹ گورون کی اور ایک بڑا بھاری توپخانہ ہے اور کچھ ہماری دیسی فوج جو تمام دیسی فوج سے اچھی ہے دریائے سندھ کے اُس پار مقید پڑی ہے۔ یہ وہ فوج ہے کہ اگر دہلی میں تکی تو ایک ہفتہ میں وہاں کا قضیہ طے کر دیتی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ باقی تمام ملک پنجاب کے لیے ہمارے پاس کس قدر فوج ہے۔ اس کے واسطے ہمارے پاس صرف دو ہزار گورے ہیں (مجموعاً اس تعداد میں بھی شہر ہے) جو پھلور گوئندہ گڑھ فیروز پور اور ملتان کے قلعوں پر قبضہ کیے ہوئے ہیں اب ہمارے پاس گورے رنگ کا ایک آدمی بھی نہیں ہے جس سے اپنے ملک کو بچا سکیں جس قدر فوج

نہیں مل سکتے ہیں۔ اور جب قدر آدمی آپ کے پاس بہن خواہ اُن سے دہلی فتح کیجیے خواہ جنرل ملک سے ملگ ہو یا اپنے یا دہلی کا محاصرہ چھوڑ کر تنج کی طرف پھریے۔ آپ حد سے زیادہ کوشش نہ فرمائیے۔ یہاں ہم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جہاں تک ہم لوگوں سے ممکن ہے اس قدر کارروائی کیجیے۔ پنجاب پس (پاس ہے جو کچھ ہو) قبضہ کرنا چاہیے اور اس کام کے لیے گوردن کی ہرج و مرج درکار ہے زمین سے ایک شخص کو بھی جدا کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ سرحد کی ایک انچہ زمین بھی نہ چھوڑیے اپنی فوج میں ایک ہجے کیجیے اور صرف پنجاب کے بجائے کلاپنہ کو باندھ رکھیے۔ یہ حکمت عملی جو عملاً ممکن ہے اسی پر عبور رکھیے۔ یہی جو آدمی آپ نے دہلی کو روانہ کیا ہے جن اگر کسی جنرل یا تمام دیگر فوج رکھیں تو ضرور دہلی کو ہانے دیجیے۔ جس بار میں فوراً غلطی رائے کیجیے اور پنجاب کو قبل بارش غزوہ فساد سے صاف کر رکھیے۔ جس راہ جنرل ریڈ بولٹ نے جن اس راہ سے انچہ انچہ زمین طے کر کے اپنے کو پنجاب پہل کے حوالہ کیجیے۔ انگو اپنی دو تین بہن اور ہم لوگوں کو اپنی دو تین بہن۔ آپ نے جنرل ریڈ بولٹ کے لیے انتہام تہ کی کوشش کی اور اب اس کے بعد اگر آپ اپنے صوبہ کے لیے کوشش کیجیے گا تو انکا خیال کر کے کوئی شخص آپ پر لانا نہیں دے سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہنا کہ آپ سلطنت کو قربان کر کے اپنے صوبہ کو بچائیے ہم کسی اور صوبہ کو بغیر پریشانی یا شک کے قربان کر سکتے ہیں لیکن سلطنت کا اس قدر فوج ہونا پنجاب پر منحصر ہے۔۔۔۔۔ بلکہ تو تین ہے کہ جو فوج ملک کے لیے اس وقت بھیجی گئی ہے جو قوت دو پہونچ یا نیکی تو دہلی فتح ہو جائیگی۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہزار گورے اور بیچنے سے پانسہ پٹ نہیں سکتا ہے لیکن انکے چلے جانے سے پنجاب البتہ مختل ہو جائیگا۔ میرانی نوکر اپنے صوبہ کا لٹا لٹا کیجیے۔ یہ خود غرضی نہیں ہے زمین سلطنت کی ہیودھی تصور ہے آپ دہلی میں جب کہ اپنے کو چاروں طرف سے محصور نہ کر لیجیے۔

اور اسکے چند روز بعد ۳۰ جون کو اوڈو وٹوٹس صاحب نے پھر یہ لکھا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ نے جنرل ریڈ کی حمایت کے لیے پنجاب کو ایسا قائل کر دیا کہ اب خوف معلوم ہوتا ہے اور میں بہت منت کے ساتھ آپ سے مستعدی ہوتا ہوں کہ آپ آدمی بھی وہاں بھیجیے گا۔ اور اس فوج میں بیٹا جگدیز سنگھ کو کچھ اور آگے روانہ کرنا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ فی الحال ہماری قوت زیادہ ہے اور یہاں اس فوج کو رکنا خود غرضی معلوم ہوتی ہے لیکن جس حالت میں ہرج و مرج کمزور ہے تو ایک تمام کو مضبوط کرنا لازمی امر ہے۔ اور سرحد کو ہر حالت میں مضبوط رکنا مناسب ہے۔

دہلی کو زیادہ فوج نہ بھیجنے کے بارے میں بازار بارالغہ آمیز شکایتیں جو کوئٹہ انڈیشی سے کی جاتی تھیں اگر جان لارنس نے انکو منظور کر لیا ہوتا تو اسکا کیا نتیجہ ہوتا۔ سوا اسے اسکے اور کچھ نہ ہوتا کہ ہماری تمام فوج اسی جگہ ٹک کر رہ جاتی۔ وہاں کے جنگی حکام نے قرار دیا تھا کہ جب تک پنجاب سے ملک کے لیے کثرت سے فوجیں نہ آجائیں اس وقت تک حملہ کر لینے کا یہاں کوئی امید نہیں ہے۔ یہ تو ظاہر تھا کہ قاعدے کے ساتھ محاصرہ کرنا غیر ممکن تھا۔ دشمنوں کے پاس سرور و بلکہ ہر ہتھیار ملک کی سلاہ جنرل ملک یعنی ہاکسٹری و شمالی سے ملک کی کوئی فوج نہیں۔ حتیٰ کہ ہاکسٹری و شمالی خود اپنے ہی صوبہ کے بہت کچھ کرنا تھا۔

فوجیں پہنچتی جاتی تھیں۔ اور انکے پاس بے حساب سامان جنگ موجود تھا۔ یہ شکایت جو اوپر بیان کی گئی ہے اور اس قسم کی دوسری شکایتوں کا جان لارڈ لائسنس نے جو جواب دیا اسکا صریحی اور بکار آمد جواب ہندوستان کے نام کی ایک پیشتر کی چٹھی مورخہ ۱۷ جون کے خلاصہ سے شاید بہت عمدہ طور پر نقل سکتا ہے جنھوں نے دہلی سے سر جان لارڈ لائسنس کو لکھا تھا کہ دشمنوں کی سپاہ کی تعداد دو فٹا بڑھ گئی اور تو پچانہ کا کام وہ لوگ خوب جانتے ہیں اور اس میں نہایت مشاق ہیں۔ وہو ہذا۔

ہم جو سپاہی بھیج سکتے تھے ایک ایک کو روانہ کرتے ہیں میں اندازاً گنتا ہوں کہ یکم جولائی تک آپ کے پاس ہمارے بیان کے ۳۲۵۰ آدمی ہو جائینگے اور انکی تفصیل یہ ہے۔

حضور بلکہ معظمہ کی چٹھی نمبر ۷ کی ایکینیاں (پوری چٹھت) ۶۰۰ آدمی

ایضاً نمبر ۶ کی ۵ ۴۵۰

تو پچانہ کے گورے ۲۰۰

پنجابی گولہ اندازوں کی پٹن (کوکن صاحب) نمبر اول ۸۰۰

سیکھ ایضاً (رڈوٹھی) نمبر ۸۰۰

پنجابی سوار ۴۵۰

اُسکے پندرہ روز کے بعد ہم اول رسالہ پنجاب جو اس وقت ملتان سے روانہ ہو چکا ہے اور راستہ میں ہے یعنی پانسو سوار اور غالباً اسکے بیس روز کے بعد پنجابی گولہ اندازوں کی دوسری پٹن جو فی الحال ملتان میں ہے روانہ کرینگے۔ یہ دوسری پٹن اُس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی ہے جب تک سکڑے بلوچی پٹن پہنچ نہ لگیں۔ کیونکہ یہ اُس ویسی سپاہ کی نگرانی رکھیں گی جس سے ابھی ہتھیار رکھوائے گئے ہیں۔ اس قدر فوج بھیجنے میں بھی ہکوا اپنے صوبہ کو بہت کچھ کم زور کرنا پڑا ہکوا اب بھی تیس مسلح ہندوستانی پٹنوں سے اپنی نگرانی کرنا اور آٹھ سو میل کی ایک سرحد کو بچانا باقی ہے رفتہ رفتہ کامیون کی پٹن سے بھی کام نکل سیکے گا اور میرا ارادہ ہے کہ اُسکو بھی بھیج دوں۔ انہیں چار سو آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ ابتدا میں مجھکو اُس پر شبہہ کرنی کی وجہ پائی گئی ہے اور اس سبب سے میں نے اُسکو ایک گوشہ میں ڈال دیا تھا جہاں وہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اُسکے بعد مجھکو جو بات ثابت ہوا کہ وہ ہم سے باغی نہیں ہے اور اس واسطے میرا ارادہ ہے کہ اُسکو بھی بھیج دوں۔ اس پٹن کے لوگ اس بات کی بڑی آرزو رکھتے ہیں کہ گورکھاؤں کی جو پٹن اس وقت فوج کے ساتھ ہے اُسی کی طرح یہ بھی اپنی نیک چلنی ثابت کریں۔

پس ایسی حالت میں اُس فوج نے جو دہلی کے محاذی پڑی تھی اگر یہ خیال کیا تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ جن حالت میں ہم ایک ایسا شخص رکھتے ہیں جو اسطور پر لکھتا اور اسطرح پر ہے وعدہ اور پھر اسطور سے اُسکا ایفا کرتا ہے اور جسکی ذات ہماری کارروائیوں کا مرکز اور سچ خانہ اور گمشدہ ریٹ اور حصہ دارانیت ہے تو چاہے جو کچھ ہو مگر وہ ہکوا کی طرح سے ناکام

جب تک جگہ کامیابی کی امید ہے اسوقت تک میں پشاور کو نہ چھوڑ دنگا۔ لیکن مجھ سے بغیر اس امر کی پیشین گوئی کرنے کے رہا نہیں جاتا کہ ماہ اگست اور ستمبر میں گورون کا ایک بڑا حصہ علالت میں مبتلا ہو جائیگا۔ اسوقت یہ لوگ اسطرح ہلاک ہو جائینگے کہ دشمنوں کو زیادہ وقت نہ ملے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بھی مہینوں تک اُن سے کوئی کام نہ نکل سکیگا۔ وہاں ۳۵۰۰ سے زیادہ گورے مع توپخانہ کے لوگوں کے ہیں۔ یہ جاعت ایسی ہے کہ اگر لوگ تندرست رہے اور اچھی طرح سے اختیار میں رکھے گئے تو بمیل ہزار ویسی سپاہیوں کو زیر کر سکیں گے۔ لیکن یہی سپاہی اگر بیماری سے متحمل اور باغیوں کے بڑے بڑے گروہوں کی لڑائیوں جو خاموش ہونگے بلکہ اُن کے گرد جمع ہوتے رہیں گے بیدل ہو کر ممکن ہے کہ ایسے کم زور ہو جائیں کہ اگر اُن کا زیادہ تر حصہ دریائے سندھ کے پاس پار اتر جائے تو بھی اس قضیہ میں جو اسوقت پڑا ہوا ہے اُن سے بہت کم کام نکلیگا۔

میرے نزدیک خود پشاور یا کوہاٹ سے سوائے اسکے اور کوئی فائدہ نہیں ہے کہ مغرب جانب سے عام حملہ ہونے کی حالت میں جنگی کارروائیوں کا یہ ایک بہت عمدہ معرکہ اور ہمارے فہروں کی عملی تعلیم کا ایک بہت اچھا درسہ ہے۔ لیکن بہت سے سپاہی یہ کہتے ہیں کہ دریائے سندھ اُس سے بہتر سرحد ثابت ہوگی۔ پشاور کے چھوڑ دینے کی ایک بہت عمدہ دلیل یہ ہے کہ اُس سے افغان لوگ ہمارے زیادہ دوست ہو جائینگے اور ہمارے مقاصد کو اپنے مقاصد سے متحد سمجھیں گے اور یہ باتیں سوائے اسکے اور کسی بات سے کم ممکن ہیں۔ جب تک پشاور پر ہمارا قبضہ رہیگا اسوقت تک افغانوں سے اس بات کی امید رکھنا حاصل ہے کہ جس صورت میں عام طور کا بڑا حملہ ہو گا تو وہ لوگ ہماری ہمدردی کریں گے۔ فہر لوگ بیشک مصر ہونگے کہ پشاور سے ہٹنے میں بڑی تباہی متصور ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ کوئی فوج جسکو شکست نہ چل ہوئی ہو اگر وہ پیچھے چلی آئے تو اُسی طرح کامیاب متصور ہوگی جس طرح آگے بڑھنے کی حالت میں ہوگی زیادہ تر بھروسہ کمانیر پر ہوتا ہے اور خوش قسمتی سے وہاں کے کمانیر بہت اچھے ہیں۔

یہ بات مشکل سے خیال میں آسکتی ہے کہ دہلی کے نکل جانے میں کیا کیا قباحتیں متصور ہیں۔ ویسی لوگ اسوقت بھی خیال کرتے ہیں کہ دو آہنگ لگا کے بالائی حصہ میں بالکل بے انتظامی ہے قزاقوں کے تمام گروہ بے کھٹکے گھومتے پھرتے ہیں دہلی سے ٹھیک پچھم جانب بھاو پور اور بیکانیر کی سرحد تک ملک کی حالت اور بھی خراب ہے۔ اگر دہلی کے غدر کی خبر آنے کے ایک ہفتہ بعد بھی انگلستان سے فوجیں روانہ ہوں تو بھی امید نہیں ہے کہ وہ کلکتہ بمبئی اور کراچی میں قبل اکتوبر اور شمالی ملک میں قبل دسمبر پہنچ جائیں گی۔ معلوم نہیں اسوقت تک ہماری کیا کیفیت ہو۔ حضور عالی اس بات پر بھروسہ فرمائیں کہ میں اپنے اختیار بھر اس طوفان کے فرو کرنے اور اپنی سطوت کے قائم رکھنے میں کوئی بات اٹھانہ رکھوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضور عالی پنجاب کے اس خلفشار کے زمانہ تک اپنی طرف سے کام کرنے کی اجازت عطا فرماتے تو نہایت مفید ہوتا۔

حکام پشاور سے امید نہیں تھی کہ وہ اپنے چیف کی رائے کو جو پشاور اور دہلی کے بمقابلہ ایک دو نمبر کے کے ضروری ہونے کے بارے میں تھی قبول کرتے اگر وہ ایسا کرتے تو ہرگز کوئی قباحت عظیم طور میں نہ آتی انھوں نے

گنجائش ہوتی تو کہیں تو جینا یا تائید کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ ایمین کو ملی پروہ کی بات نہیں ہے۔ تشریح کر سنے یا رابطہ دینے کی کوئی عبارت جو ضرور ہوگی اسکو جہاں تک اختصار کے ساتھ ممکن ہے میں لکھتا جاؤنگا اور باقی امور ات خود سترجیان لائبرس کی عبارت میں محول کر دوں گا۔

ہم اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ غدر کے کس قدر بیشتر پشاور کے خطروں اور ان کے پشاور میں جو دوست تھے انکی نصیحتوں نے سترجیان لائبرس کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ انھوں نے مشہور گھائی کے بچانے کے لیے دہلی کی طرف جو دور ٹھہرے روایتی تھے وہ واپس طلب کر لی جائیں۔ انھوں نے وہی بات کی جسکے انجام کرنے کے وہ پابند تھے اور اس امر کو انھوں نے بلا شکایت انجام دیا۔ لیکن آئندہ حالت پر لحاظ کر کے اور اس بات کو دیکھ کر کہ دہلی کے باغیوں کو روز بروز کس طرح ملک پہنچتی جاتی ہے و چون کو انھوں نے اپنے پشاور کے رفیقوں کو اطلاع دی کہ اگر اس امر کے لیے کہ سرحد پر زیادہ سپلائی ہو سکے محاصرہ دہلی کی قوت کم کرنا دیکھا جاتا تو میں اس سرحد کی طرف فوجوں کے کھینچنے پر تیار ہو جاؤنگا۔

مقام راولپنڈی و جون ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے اڈورڈز ٹن۔۔۔۔۔ میرے اسکان میں جہاں تک تمام کر دہلی کے واسطے قوت اور محنت کی تاکید کی اور اسکو اس وقت موقوف کیا جب جگہ معلوم ہو کہ اب اس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوگا۔ تاخیر سے بڑھ کر صرف شکست میں قیامت ہے۔ جگہ صدر مقامات کے لوگوں پر بھروسہ نہیں ہے اور سکو اسے اس کے نیچے خدا کو کوئی خاص مدد پہنچے جو مصیبت ہم پر واقع ہو وہ تو بڑی ہے۔۔۔۔۔

اگر شہر دہلی کی بارگی مسخر ہو یا اگر وہاں کوئی بلانا ازل ہوئی تو تمام قواعد و ان فوج اور غالباً کل قواعد و ان رسلے باقی ہو جائینگے۔ کل شب کو (جائیدہ زمین) دیسی پیداوون کی دو ٹینٹیں سوائے ۱۰-۱۱ آدمیوں کے اور قریب قریب کل رسالہ نمبر ۷ باقی ہوگا۔ ٹھیکہ زمین نمبر ۳۰ ہندوستانی ٹینٹیں نے انکھ ساتھ دیا۔ تاج کی ڈاک میں یہ افواہ اڑی ہے کہ نصیر آباد میں ٹینٹ نمبر ۱-۱ اور نمبر ۳ نے غدر چاچا ہے اور بریلی کا پرچہ بگڑا باغی ہو گیا ہے اور یہ بیطخ اور بغاوت پھیلتی جاتی ہے۔ روز بروز اور فوج ٹینٹیں باغی ہوتی جاؤنگی۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگوں کو بیشتر سے خیال کر کے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اگر دہلی میں کوئی بلانا ازل ہوئی تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا میری تظنی یہ ہے کہ اس صورت میں ہر ایک جگہ جمع ہونا چاہیے۔ ہماری ساری حفاظت اسی بات پر منحصر ہے۔ اگر ہم کل ملک پر قبضہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہماری سلطنت پارہ پارہ ہو جائیگی پنجاب کے ضروری مقامات پشاور، لٹان اور لاہور میں اور امرتسر کو بھی ان میں شامل ہونا چاہیے۔ اگر ہم بیشتر پشاور سے ہٹنا چاہتے تو آسانی سے ممکن تھا لیکن اب اس آخری وقت میں مشکل کی بلکہ محال ہے۔ اس بات پر تکیہ نہ کیجئے کہ اگر یہ ناراضی قائم رہی تو تمام غیر قواعد و ان سپاہیوں میں حتیٰ کہ پنجاب کی سپاہ میں بھی وہ پھیلتی چلی جائیگی۔ وہ لوگ ضرور اس بات پر خیال کرینگے کہ گورن کی فوج قلیل ہے اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر بھی آگے بڑھینگے اور پشاور کے چال کرنے کی کوشش کرینگے۔

میں اس وقت مقتضائے وقت پر عمل کرونگا میں امیر کو ادھر بڑھنے کی دعوت کرتا ہوں اُن سے پشاور کی خبر گیری کی تہنہ کرتا ہوں اور اُن سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر وہ ہم لوگوں کے خیر خواہ رہے تو گوڑ ٹرنٹ پشاور کو اُنکے حوالہ کر دیگی وہ اگر کسی بات سے ہمارے دوست ہو سکتے ہیں تو وہ بات یہی ہے۔ بیشک وہ پشاور پر ہمارے دوست بن کر قبضہ کرینگے دشمن بن کر نہ کرینگے۔ پشاور سے اُنکی دلی خواہش پوری ہوگی اور افغان لوگ زیادہ اُس سے ہمارے دوست ہو جائینگے جس قدر وہ ہمارے اختیار کی اور کسی بات کے ہونے سے ہو سکتے ہیں۔ اس وقت ہم انکے پر مضبوطی کے ساتھ قبضہ قائم رکھ سینگے۔ اور دریائے سندھ کو اپنا حصار قرار دینگے۔ اگر اچھی طرح سے ہتھمال کیا جائے تو یہ بڑا مہولناک حصار ہے۔ یہاں ہم اپنے گورون کی رخنہ کو کثرت سے لاسکتے ہیں اور بخوبی تمام نکو ترب کر سکتے ہیں۔

پشاور سے ہمارا فائدہ صرف اُسی صورت میں متصور ہے جب کوئی حملہ کیا جائے۔ باقی اور باتوں میں پشاور کی وجہ سے کمزوری اور خرچ متصور ہے اُسکے دے دینے سے ہم اپنے کو بہت سی بچیاں گیون سے آزاد کیے لیتے ہیں لوگ یہ کہیں گے کہ اگر ہم پشاور کو چھوڑ دینگے تو کوہاٹ اور دیرہ جات بھی ہم کو چھوڑنا پڑینگے۔ میں فی الحقیقت کوہاٹ کو پشاور کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔ دیرہ جات کو میں بہر حال اس وقت ضرور قبضہ میں رکھوں گا لیکن میں مقرر ہوں کہ اگر ضرورت ہوئی تو میں اُنکو بھی ایک قلم چھوڑ دینے پر آمادہ ہوں۔ میرے نزدیک ہمارے مالک کے اطراف پر قبضہ رکھنے کی اُس صورت میں کوشش کرنا محض حماقت ہے جس صورت میں اُنھیں کے بچانے کے لالے پڑے ہیں۔ اگر صورت معاملات اُسی نہج پر رہی جیسی اس وقت ہے تو سلطنت تو کیا جان کے لالے پڑ جائینگے چھ سات ہزار تندرست اور بہادر گورے اور سامان حرب اور توپیں جو افراط سے موجود ہیں اُنکے ذریعہ سے بگمان غالب ہم اپنے ملک پر قبضہ رکھ سکیں گے اور اپنے میگزینوں کو بچا لینگے۔ اور کچھ نہیں آپ اسی بات کا خیال کیجیے کہ آب و ہوا سے مضمحل اور ہم پر یکے بعد دیگرے جو مصیبتیں پڑتی جاتی ہیں اُن سے بیدل ہو کر گستاخ اور تمبر کے مہینہ میں ہمارے اُن گورون کی جو پشاور میں تعینات ہیں کیا حالت ہوگی۔ جو غیر قواعد دان سپاہ اس وقت ہم بھرتی کر رہے ہیں ممکن ہے کہ اُنھیں کے ہاتھ سے یہ گورے شکار کیے جائیں۔

لیکن اگر آب و ہوا موافق ہوئی اور آبادی ہماری دوست رہی تو ہم راولپنڈی سے موسم سرما میں جدھر چاہینگے بڑھنے کے لیے تیار ہو جائینگے اور اُس زمانے تک ہمیں ہزار گورے انڈیستان سے اور آجائینگے۔

ایک حجت یہ البتہ قائم کی جاسکتی ہے کہ پیچھے ہٹنے سے ہماری سطوت میں فرق آجائیکا۔ لیکن میرے نزدیک یہ ایک ضعیف دلیل ہے۔ سطوت اگر ایک حد تک قائم رکھی جائیگی تو اُس میں ہر طرح کا فائدہ ہے لیکن جب اُس سے تجاوز کیا جائیگا تو وہ بمنزلہ ایک کم زور چھڑی کے ہوگی جسکے سہارے کوئی چلنا چاہتا ہو۔ گورون کی فوج اچھی طرح سے مرتب ہو کر اور اچھے آدمی کے اختیار میں عمدہ ذریعہ سے جب آگے بڑھتی ہے تو اس وقت اُنکے رعب کے ساتھ سطوت اور بڑھتی ہے۔ لیکن اگر وہ اچھی طرح سے مرتب نہ ہوئی اور اُنکی کارروائیوں میں خلل واقع ہو تو پھر اُنکا کوئی رعب نہیں ہے۔ حضور ملکہ عظمیٰ کی جرنیل

اگر ہم نے انکس کی طرف واپس آکر دیکھا تو یہاں سے سندھ کی گتھن کو اپنا حصار کر لیا ہوتا اور بطور برتین ہزار گورے ایک ایسے مقام سے خلاصی پا جاتے جو سال کے تین مہینہ تک گورون کا اسپتال رہتا تھا اور جب تک ہم اُس پر قبضہ کیے نہ ہوتے تھے اس وقت تک یہ خوف کیا جاتا ہے کہ وہ گورون کا قبرستان رہیگا تو اس صورت میں ایک بڑا حصہ اس فوج کا جو پشاور سے منظور علیحدہ کیا جاتا ہوا رہت واپس کو بھیج دیا جاتا اور محاصرہ کی کارروائی بالیقین پہلے ہی ختم ہو جاتی۔ اور پشاور کو جو حال ہی میں سلطنت افغانستان سے تعلق رکھتا تھا اور یہ سلطنت ہمیشہ اُسکے حاصل کرنے پر دل و جان سے کوشش میں رہی امیر دوست محمد کے حوالہ کر دینے سے جیسا کہ سرخان نے خیال کیا اس امر کے متعلق کہیں زیادہ فائدہ حاصل ہوتا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہمارے دوست ہو جائینگے اور اگر باہر سے کوئی حملہ ہوگا تو سرگرمی ہماری اعانت کریں گے۔

پس اگر سلطنت کی حفاظت یا محاصروں میں جو اس موقع پر اُنکے نزدیک اسی کے برابر تھے مقتضی ہوتا تو سرخان لائسنس اسی امر کے کرنے پر تیار تھے۔ سرخان لائسنس خاموشی سے جو اس فریاد کا مقابلہ کرنے پر تیار تھے جو اس وقت اس تجویز سے اُنکے فتنون (شعبہ پشاور) اور اُسکے بعد ہندوستان اور افغانستان کے تمام کوترا اندیشوں اور غیر واقفکاروں کے باہرین بلند ہوتی انکی باطنی ہمت کا کوئی ادنیٰ ثبوت نہیں ہے سرخان لائسنس جو خاص پنجاب اور اُسکے ساتھ تمام سلطنت کی حفاظت کے خیال سے اس مسئلہ پر نگاہ کی تو اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ مذکور کو ایک مدبر ملک اور سپاہی کی نظر سے بھی دیکھتے تھے۔

پس تجویز مذکور کے لیے بذات خاص کسی تائید یا توجیہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر میں ظاہر ہی ضرورت سے زیادہ اسکی توضیح کرتا ہوں تو اسکی تین وجہیں ہیں۔ اولاً بحیثیت راقم سوانح عمری سرخان لائسنس اُن چھوٹے ہونے کے جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اس بات کے دیکھنے میں کہ وہاں نہیں کر سکتا ہوں کہ اُس انتشار کے زمانہ میں بھی سرخان لائسنس نے اس مسئلہ پر کس قدر غور و فکر کیا تھا۔ ثانیاً جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس مسئلہ پر جس طور سے اُنھوں نے لحاظ کیا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنکا لحاظ بحیثیت مدبر ملک انکی باطنی ہمت کے کچھ کم نہ تھا۔ ثانیاً اور خاصہ اس وجہ سے کہ ملکی گروہوں کے جوش سے جو بد قسمتی سے اس زمانہ میں ہندوستان میں معاملات کے متعلق بھی مؤثر ہونے لگا تھا اعلیٰ درجہ کے ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جنھوں نے جہالت یا دوسری وجہوں سے اپنے مقاصد کے لیے اُس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور معذراً لارڈ لائسنس کی اُس منت فائدہ اور علاقہ سرحدی حکمت عملی پر صرف رکھتے ہیں جسکے لیے اُنکا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یادگار رہیگا۔ جنگ افغانستان کے متعلق جہاں گورنمنٹ کی حکمت عملی فی الحال ہلکے بھگے ہوئے لگی تھی وہ دسمبر ۱۸۱۷ء کو ہوش آف لارڈ لائسنس میں جو مباحثہ ہوا تھا اُس میں لارڈ کرزن برٹون نے جو اس وقت ریکریٹری آف انڈینٹ ہند تھے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال

تھے۔ دیا آپ کو امیر کابل سے ایک دوستانہ سفارت اس غرض سے اُنکے پاس بھیجنے کی استدعا کرنا چاہیے تھی
 نئے اور آپ لوگوں کے مابین جن دوستانہ تعلقات کو قائم ہونا چاہیے اُنکی تصریح کی جائے یا جیسا کہ ایک نامی گرامی
 نے سابق کے ایک موقع پر حجاب کے ساتھ علمی کی اختیار کی تھی اُسکے مطابق انگلستان سے اس امر کا متقاضی
 چاہیے تھا کہ وہ دریائے سندھ کے اس پار ہٹ آئے۔ اُسی شب کی ایک پُر زور اسٹیج مین (یہ وہ اسٹیج ہے
 جس کا لفظ لفظ کچھ اسی بات کی خبر نہیں دیتی تھی کہ کیا واقعہ ہوا ہے بلکہ ایک سنجیدہ اور الہامی پیشین گوئی اس امر کی تھی
 بندہ کیا واقعہ ہو گا اور جس سے بشرطیکہ اُنکی سماعت کی جاتی انگلستان کی ہزار ہا جانیں اور لکھو لکھا روپیہ ویسی سی
 ین جو انگلستان کو اُن دونوں سے بھی زیادہ عزیز تھیں بچ جائیں) لاڑو لارنس نے اسی عظمت کے ساتھ جس سے
 درجہ اُنکے سامعین میں ایک شخص تو ضرور کس قدر حقیر معلوم ہوا ہو گا بیان کیا کہ میں ایک مناسب وقت اور مناسب
 مہر پر اس حکمت علی کی جو ابہری کرنے پر جو میں نے ۵۷۷ء میں تجویز کی تھی آمادہ ہوں بشرطیکہ اُس حکمت علی پر
 راضہ کیا جائے۔

اصل میں ایسا معاوضہ نہیں کیا گیا اور لاڑو لارنس نے خیال کیا کہ لاڑو گرین بروک نے صرف ملکی گروہوں کی
 مدداری کے خیال سے جیسا کہ واقعہ میں تھا اُنکی تفسیح کی جو متفرک کی شان سے بالکل بعید تھا۔ بائیں لاڑو لارنس نے
 یہ خواہش ظاہر کی کہ اس جملہ کا جواب کوئی ایسا شخص تیار کرے جسکو اُنکے تمام کاغذات تک دسترس پہنچ سکے اور
 اس سے اُنکا مطلب زیادہ تر یہ تھا کہ اُنکے نام پر کوئی حرف نہ آنے پائے (کیونکہ نہ وہ خود اور نہ کوئی دوسرا شخص جسکی
 اس بارے میں قابل وقت تصور ہو سکتی یہ خیال کرتا تھا کہ ایسی اصلاح کی حاجت ہے) بلکہ اصل خواہش
 بھی کہ دنیا کے لوگوں پر اصل اصل وہ حالات معلوم ہو جائیں جنکی وجہ سے بعض صورتوں میں اُنھوں نے پشاور کے
 پورے کی تجویز کی تھی۔ اس خواہش کو اُنھوں نے آئندہ جو ان کے مہینہ میں اپنے ایک عزیز قریب اور دوست سے
 ہر کیا تھا۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ کام شروع ہوتا دوسرے ہی ہفتہ میں تمام انگلستان اور کل ہندوستان نے جگر خراش
 سوس کے ساتھ جسکو آئندہ دو برس کے اتفاقات نے کچھ کم نہیں کیا سنا کہ لاڑو لارنس نے رحلت کی۔

اب مجھ کو صرف اس بات کا تجویز کرنا باقی رہا کہ لاڑو گرین بروک کے طعنے (یہ طعن بعد کو ملکی گروہوں کی طرف سے
 لیا جاتا ہے بہت سے چھوٹی آدمیوں نے بھی کی) کا اگر کوئی جواب دیا جائے تو کیا دیا جائے۔ میرے نزدیک اُس
 خواہش سے جسکو گرین بریڈال سے لاڑو لارنس نے اپنی وفات کے چند روز پیشتر ظاہر کیا تھا یہ مسئلہ حل ہوتا ہے
 ورنہ ایک مقدس خدمت قرار پاتی ہے کہ پشاور کی نسبت اُنھوں نے جو کچھ تجویز کیا یا نہیں کیا تھا وہ جہاں تک ممکن ہو
 خاص اُنکے الفاظ میں بیان کیا جائے۔

مشکل یہ امر ہے کہ کیا لکھا جائے اور کیا چھوڑ دیا جائے۔ اگر اس کتاب میں مجھ کو تمام خط کتابت کے درج کرنے کی

عمدہ ویسی سپاہی ایسکریٹ باغیان دہلی کو بے انتہا ہمت دلانے کے لیے شہر میں پھونچ جاتے۔ لیکن جو سامعہ ووقع ہوا
اسکی رو سے پورے ایک ہزار باغی ہلاک ہوئے اور جن جن سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لیے گئے ہیں وہ اس تباہی سے
نہایت خائف ہو جائینگے۔

سرتاجان لارنس کا ہمیشہ یہ قاعدہ رہا کہ وہ ہر ایک واقعہ کو اس کے قریب اور بعید دونوں نتیجوں کا
خیال کر کے دیکھتے تھے۔ وہ چرکوئل کے طور پر تصور کرتے تھے اور اب انھوں نے اس امر کی تصریح کرنا
شروع کی کہ سیا لکوٹ کی کارروائیوں اور جالندھر روہیلکھنڈ اور میرٹھ کی کارروائیوں میں کیا فرق ہے۔
جالندھر اور روہیلکھنڈ کے فسادوں نے دہلی کے باغیوں سے اتفاق کر کے برٹش فوآئڈ کے خلاف جو
انقصان پہونچایا ہے وہ بہت بھاری ہے۔ صاحب چیف کیشنر تعین کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ نہ پوچھتے تو شہر اب تک
کب کا ہمارے قبضہ میں آگیا ہوتا یہ امر جو زیادہ لحاظ کے قابل تصور کیا جاتا ہے تو اسکی کچھ یہ وجہ نہیں ہے کہ اس سے
باغیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی (اگرچہ اس صورت میں بھی امر مذکور نہایت وقیع ہے) بلکہ زیادہ تر لحاظ کرنے کے قابل
یہ بات ہے کہ سپاہیوں کے ان گروہوں کو قریب قریب فتح مندی حاصل ہوتی اور آگے بڑھنے سے باغیوں پر ظاہر ہوا کہ
برٹش گورنمنٹ کا اختیار ملک کے وسیع اور ضروری حصوں پر قریب قریب بالکل باقی نہیں رہا۔ اس واردات کا انداز
اثر بہت بڑا پیدا ہوتا۔ اور یہ نتیجہ ہماری غلط فہمیوں کا تھا جو اس امر کے خیال کرنے سے آپ ہی آپ ظاہر ہو جائیگا کہ ہماری
فوج پر زیادہ ثابت قدمی اور قوت کے ساتھ ہمیشہ ہر تہہ جدید لگ آئے کے دوسرے دن محلے کیے گئے۔

اب سرتاجان لارنس نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ پنجاب کی کسی پوری یا رقبہ منٹ کو سوائے اس صورت کے
جب انتہا متہیج کی ضرورت ہو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ چوتھی ہندوستانی بٹن متعینہ کا نگرہ اور
نور پور سے رینیل ٹیلر نے ہتھیار رکھوا لیے تھے اور نمبر ایکٹ کیو لڑی (رسالہ) فیروز پور کے ہتھیار دار گھوڑے پر بٹیکہ باندھنے
کے حکم سے لے لیے گئے انہیں سے کسی خبر منٹ پر ٹھیک ٹھیک شعبہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن سیا لکوٹ میں غدر
ہونے سے ضرور ہوا کہ اس وقت کے زمانہ میں جو ذریعہ فساد پھیلنے کا ہے وہ چین لیا جاسکے حتیٰ کہ جو لوگ ہتھیار باندھنے
خواہشمند نہوں ان سے بھی ایسے وسائل چین لیے جائیں۔ اور اب جان لارنس نے جو آخر کار واپس منڈی کی
سنان چھاؤنی کو جان انھوں نے ایسی ایسی تدبیریں کی تعین چھوڑ چکے تھے لیکن صاحب کو لاہور میں
طلب کیا اور بے انتہا خوشی کے ساتھ جنرل موصوف کو دہلی پر حملہ کرنے کا منصب عطا فرمایا جسکے انتظار میں وہ
عرصہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔

باب چہارم والگداشت پشاور

جون اخایت گشت ۱۸۵۷ء

اب تک میں سسر جان لارنس کی جو چھیاں محل کرتا یا انکی جو کارروائیاں لکھتا رہا وہ سب کم و بیش اس قیاس پر مبنی تھیں کہ شہر دہلی عنقریب مسخر ہو جائیگا۔ اور سسر جان لارنس نے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ سب کارروائیاں جو ایک آدمی کے اسکان میں ہیں اسی جہت سے کیں کہ شہر مذکور فوراً مسخر ہو جائے اور علی العموم اُسکے سبب سے عذر کی کارروائیوں میں خلل پڑ جائے۔

لیکن اب میں اس امر کا ذکر کرتا ہوں کہ اگر شہر دہلی مسخر نہ ہوتا تو اس وقت کیا ہوتا۔ جان لارنس ویسے مبرا ہوتے جیسے وہ ہو گئے ہیں۔ وہ پنجاب پر ویسی حکومت نہ کرتے جس طرح وہ کر چکے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی آنکھ دوسری بات جسکے سوا اور کچھ ممکن نہ تھا پھیر نہ لیتے یعنی یہ کہ ہم لوگوں کی طرف سے اگر آخرین حملہ کیا جاتا تو اُس میں ناکامی ہوتی اور ہمارے فیل اور سخت مجبور فوج کو جو پہاڑی پر تھی (بشرطیکہ اُس سے ایسا نہ ہوتا) پنجاب کی طرف واپس نہ پڑتا سسر جان لارنس خوب جانتے تھے کہ اُس صورت میں دریا سے جہنا اور تلج کے درمیان کا ملک ہمارے خلاف بغاوت کرے گا قواعد دان سوار جو آب تک خاموش رہے تھے وہ علانیہ باغی ہو جائینگے غیر قواعد دان سوار بھی انھیں کی پیروی کرینگے اور بگمان غالب باشندگان پنجاب بھی علی العموم وہی راہ اختیار کرینگے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ سکھوں میں بھی ایک حد تک خیر خواہی ہے جسکے بعد پھر کچھ بھی نہیں ہے جان لارنس اس خیال سے کوسوں دور رہتے تھے کہ ہندوستانی لوگوں سے گہرے کسی طرح سے اپنے حکومت کی جائے کبھی یہ امید ہو سکیگی کہ وہ چپ چاپ خوشی اور رضامندی سے ہماری حکومت قبول کرینگے جو خود عادات اور خصائل اور زبان اور رنگ اور مذہب میں بالکل مختلف ہیں اور سسر جان لارنس اسی کے مطابق اپنی تدبیریں کیں۔ بارعام میں وہ ہمیشہ ہشاشت اور جوش دلانے والی تقریر کرتے تھے لیکن وہ اپنے دل اور اپنے زیادہ معتمداتحتوں سے کبھی اس بات کو پوشیدہ نہیں کرتے تھے کہ ناکامی کے احتمال کا بھی انکو خیال تھا۔ اگر وہ ہمیشہ سب سے عمدہ بات کی امید کرتے تھے تو وہ ہمیشہ سب سے خراب بات کے لیے بھی تیاری کرتے تھے۔ اور اگر خرابی کے بعد خرابی پیدا ہونے کی حالت میں وہ کسی امر کے عمل میں لانے کی تیاری کرتے تھے تو اپنی ذمہ داری کا خیال کر کے کمال عاقبت اندیشی (وہ عاقبت اندیشی جو بہادر آدمی سے منسوب ہے) کے ساتھ اکثر ابتدائی ہی کوشش کے زمانہ میں اپنے اُن رازداروں کو جنکو وہ سمجھتے تھے کہ اُسکے معلوم کرنے کے مستحق ہیں امر مذکور سے آگاہ کر دیتے تھے۔

اگر صورت معاملات اُس حد تک پہنچتی تو سسر جان لارنس اس خیال سے امیر دوست محمد کو پشاور پر قبضہ کرنے کی ترغیب دینے پر آمادہ تھے کہ اگر وہ ہمارے خیر خواہ رہینگے تو بعد خاتمہ جنگ ملک مذکور اُنکے حوالہ کر دیا جائیگا۔

اور توپ کی اور گولیاں پر سوار تھے وہ درختوں کے شاخوں کی چھانے لگائے ہوئے تھے اور جس وقت تازہ دم ہو کر کوچ کیا تو اس وقت کی موٹی طراقت اور غفلت قسم کی سوار یوں کا ہجوم اور اس کے بعد پیدا ہونے کے غل ڈزنی۔ دن کی اس سرک کو بادول لاتے تھے جو مقام فیض کو گئی ہے۔ لیکن یہ کیفیت عرصہ تک نہیں رہی لوگ سرک پر غش کھانے اور مرنے لگے اور اس کوچ کی ایک کیفیت جس کو میں سمجھتا ہوں کہ اب تک کسی نے نہ لکھا ہو گا پتھر لگائی عادت سے اس قدر تعلق رکھتی ہے کہ وہ اس مقام پر فرو گذشت کرنے کی قابل نہیں ہے۔

جس وقت دھوپ انتہا ترسہ کی تیر تھی تو جنرل کی فوج ایک باغ کے قریب پہنچی جہاں سایہ دار درخت لگے ہوئے تھے۔ بعض افسروں نے اپنے سپاہیوں کی حالت متغیر دیکھ کر پر اسے دی کہ اگر دو ایک گھنٹہ کا مقام تو لوگ اس باغ کے سایہ میں دم لینے اور زمین پر پڑ پڑینگے۔ جنرل انگلنڈ نے ترش ہو کر جواب دیا کہ زمین ہم اس طرح چلے چلیے، لیکن جب زیادہ مدت مسافت کی گئی تو جنرل مذکور رضامند ہوئے اور تنگے ماندے لوگ فوراً درختوں نیچے لیٹ گئے اور سونے لگے۔ اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص بیدار ہوا تو اس نے پوچھا کہ جنرل کہاں ہیں جب ان لوگوں میں جو زمین پر پڑے سو رہے تھے اس نے جنرل کو نہ پایا تو اس نے سرک کی طرف جھوٹ کر لوگ ان میں آئے تھے مجاہد کی اور وہ ان میں سرک پر مل جاتی ہوئی دھوپ میں اس نے جان انگلنڈ کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے پر اہل خاموش بیٹھے ہوئے بیگاری سے انظار کر رہے ہیں کہ ان کے سپاہی آرام کر کے کس وقت آتے ہیں جس کا حال کسی کو معلوم نہیں تھا خاموشی کی مخالفت نے اپنا کام کیا اور جب تنگے ماندے لوگوں میں ایک عجیب طرح کی قوت اٹھنی چلی سر دہن جان سما جائے تو سب پر کے وقت کل فوج نے گرد اس پور کی طرف کوچ کیا۔

دوسرے دن صبح یہ خبر پہنچی کہ باغی لوگ دیارے راوی سے ٹھٹھو لگاٹ پر عبور کر رہے ہیں جو ٹیل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اب تاخیر کا موقع نہیں تھا اور اسی شدت کی دھوپ میں دوسرے کوچ کے بعد جان انگلنڈ باغیوں سے انتقام لینے کے لیے ان کے سر پر پہنچ گئے۔ باغی سوار انھوں نے سیا لکٹ میں بڑی شورش مچائی تھی جس کا بھنگ کی ترنگ میں دیر سے انگلنڈ صاحب کے سواران پولیس پر گولیاں چلانے لگے اور ان کو سیدھا بھاگایا۔ یہ بھاگ کر دس پور تک پہنچ گئے۔ لیکن باغیوں کی پانیاں پیش بند و قون کا ایفیلڈ نقل سے کوئی مقابلہ نہیں تھا اور نہ وہ پرانی ٹوٹی ہوئی اکیلی توپ جو باغی لوگ سیا لکٹ سے لے بھاگے تھے انگلنڈ صاحب کی توپوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ باغی فوراً دریا کی طرف ہٹا دیے گئے۔ دریا کا پانی چڑھ رہا تھا اور پہلے جس مقام پر یہ لوگ پایا اب آڑے تھے اب وہ ان اسٹور سے آڑے نہ آ سکتے تھے۔ وہ لوگ ہتھے ہتھے ایک ٹاپو میں آکر گھر گئے جو ج دریا میں واقع تھا جنرل انگلنڈ تو دریا کے ایک کنارے سے ان کو خوف دلانے لگے اور دوسرے کنارے سے جیساکہ باغی گھر یقین کرتے تھے جہلم کی فوج ان کے تعاقب کو آتی تھی۔ اگر انگلنڈ صاحب کے سواران پولیس ثابت قدم رہتے

و مکن تھا کہ وہ باغیوں پر گھوڑے ڈال کر اسی وقت کاٹ کوٹ کر رکھ دیتے جب یہ لوگ دریا کی طرف بھاگے جاتے تھے۔ لیکن جنرل مذکور کے پیادے جو اتنے دور دراز سفر سے بالکل ماندے ہو گئے تھے اب تعاقب کا کام نہیں کر سکتے تھے۔ بہر کیف جنرل نکلسن اس وقت توقف کر سکتے تھے کیونکہ باغی لوگوں کے پاس کشتیان نہیں تھیں اور بغیر کشتیوں کے وہ جزیرے سے بھاگ نہیں سکتے تھے۔ فوج کو آرام دینے اور کشتیان جمع کرنے کے لیے تین دن کافی ہوئے اور ۱۶ تاریخ جب باغی لوگ نکلسن کی ۹ توپوں کی طرف گھبراہٹ سے خیال کر رہے تھے تو جنرل مذکور نے جزیرے کے ایک نشیبی سمت جا کر اورشل ایک چھوٹے افسر کے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ باغیوں کے پاس جو ایک توپ تھی وہ ادھر لگائی گئی اُسکو ایک بڑا بوڑھا حوالدار جو ظاہر ا جان پر کھیل کر اس کام کے لیے آیا تھا چلاتا تھا۔ نکلسن صاحب جو ہمیشہ سے تیغ آزمائی میں مشہور تھے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے اُسکے سرتاک پہنچ گئے اور کاندھ پر ایک ترچھی تلوار لگا کر اسی ایک ضرب میں حوالدار کو دو پارہ کر دیا نصف دھڑتلوار کے ادھر اور نصف دھڑ دھڑ سے گر پڑا رائڈ ایل صاحب اُنکے ایڈیٹنگانگ جو پہلو میں کھڑے تھے اُنکے طرف مخاطب ہو کر جنرل نکلسن نے اطمینان کے ساتھ کہا کہ ”کیونکہ فاش کچھ خراب نہیں آتری“ اور یہ کہ لکڑی بھگوڑے سپاہیوں پر حملہ کیا اور دریا تک اُنکا تعاقب کر کے ایک ایک کو مار ڈالا اسطور پر غدر شروع ہونے سے ایک ہی ہفتہ کے اندر سیالکوٹ بریگیڈ کا کام تمام ہو گیا۔

سُر جان لائسنس کو اپنے نئے بریگیڈیئر جنرل کی اس کارروائی سے نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی کیونکہ وہ خیال کرتے تھے اور بہت واہبی خیال کرتے تھے کہ اس سے علی العموم تمام ملک میں غدر پھیل جائیگا۔ اپنے سگڑی کے ذریعہ سے جان لائسنس نے اس بارے میں اپنے خیالات اسطور پر ظاہر کیے۔

گوڈ فریڈ کو اس امر کا ثبوت دینے کے لیے کہ جولا ئق افسر اپنے دشمن کو مغلوب کرنے کی خواہش کرے وہ کیسا کر سکتا ہے مجھ کو تحریر کرنا چاہیے کہ نکلسن صاحب کی سپاہ نے ۱۱ جولائی کی شب کو چالیس میل کا سفر طے کر کے پھر باغیوں پر چڑھائی کی اور پہونچنے کے بعد ہی اُنکو شکست دی۔۔۔۔۔ اسطور پر کل ۴۶ سپاہیوں کے نقصان سے زمین سے فقط بارہ شخص ہلاک ہوئے بریگیڈیئر جنرل نکلسن نے ویسی پیادوں کی ایک رجمنٹ اور قواعد ان سواروں کی ایک رسالہ کا کام تمام کر دیا جس سے علی طور پر معلوم ہو گیا کہ ایک حقیقی لائق افسر کی کام انجام کر سکتا ہے۔۔۔۔۔

یہ بڑا بخاری معاملہ تھا اسکا اثر تمام ملک پر بہت عمدہ پڑیگا۔ لیکن اسکا اصل نتیجہ یہ ہوا کہ ظاہری خواہ باطنی طور پر ہندوستان اور پنجاب میں علی العموم باغیوں کے اتفاق میں خلل پڑ گیا۔ سیالکوٹ کے باغیوں کو جالندھر کی فتحیابی سے جسوقت حوصلہ پیدا ہوا تو انھوں نے ظاہر اکل ملک میں بغاوت پھیلانے کے قصد سے چاہا کہ نمبر دوم غیر قواعد ان رسالہ جسکے ساتھ وہ کچھ سمجھوتہ کر چکے تھے گرداس پور سے اور ویسی ہاٹن نمبر ۴ کو نور پور اور کانگرہ سے اور بگمان غالب رجمنٹ نمبر ۳۳ و نمبر ۳۵ کو جالندھر اور امرتسر سے لیکر اپنے ساتھ کر لین اور شاید وہ لوگ تین چار ہزار

نگلنسن صاحب نے راولپنڈی سے روانہ ہوتے ہی براہ راست جنرل گورڈن کو اس مضمون کی چھٹی لکھی کہ گورڈن کی فوج واپس طلب کرین خواہ سر جان لارنس اس بات پر رضامند ہوں خواہ ہوں۔ وہ عجیب طرح کی بیباکی سے اپنے افسر کو کھتے تھے کہ ہم نے یہ کام کیا ہے اور اس کے بعد یہ حاشیہ لگاتے تھے کہ اتنا کمنا بہت ضرور ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اپنا فرض منصبی سمجھ کر کیا ہے۔ سر جان لارنس بھی اس طرح کی عجیب غلط طور پر بات کو جواب دیتے ہیں کہ مجھ کو افسوس ہے کہ راولپنڈی کے بارے میں آپ کی جو رائے ہے اس سے میں اتفاق نہیں کر سکتا ہوں۔ جب تک گشتی سپاہ کے ساتھ آپ گورڈن کی ایک تحریک رکھتے ہیں اس وقت تک میں نہیں سمجھتا کہ حضور ملکِ عظمیٰ کی لیٹن منبر ۲ کے گورے یہاں رہنے کے مقابلہ میں کوئی دوسرا کام کر سکیں اور وہ تو مرصحت ہو۔ لیکن جن وجوہات پر آپ نے جنرل گورڈن کو چھٹی لکھی تھی میں انکو خوب سمجھتا اور تسلیم کرتا ہوں۔

نگلنسن صاحب جاندھر کے کالم میں ۲۱۔ جون کو جا کر شریک ہوئے اور انکی پہلی ہی کارروائی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ایک کامل سپاہی میدان میں آیا ہے۔ نگلنسن صاحب کو ایسا طور پر کہ جیسے وہ سیدھے دہلی کو جاتے تھے دو دن دیر کر کے روانہ ہوئے اس سے کالم کے لوگ نہایت تعجب اور مسرور تھے لیکن نگلنسن صاحب کو ادھر ہی باؤنگ نیال تھا۔ اور بہت سی تعریف کے قابل کارروائیاں کرنے کے بعد جن میں سے ہر ایک کا بروائی ٹھیک ہر طور سے جیسا مناسب تھا عمل میں لائی گئی نگلنسن صاحب نے آٹھ سو گورڈن کے ذریعہ سے نمبر ۳۲ و نمبر ۳۴ دو دنوں میں ہتھیار کھول لیے۔ ان میں سے ہر ایک تحریک ان کے کالم میں داخل ہو چکی تھی اور اگر دہلی تک پہنچی تو وہ باغیوں کے شریک ہو جاتی۔ دوسری تحریک جسکو حکم ہوا تھا کہ موٹیاں پور سے جا کر راستہ میں نگلنسن صاحب کی فوج کے شریک ہو جائے وہ بھی مشتبہ تھی۔ نہ تو ایک گولی چلی اور نہ کوئی قطرہ خون کا گرنے پایا۔ سر جان لارنس اس فعل ہی سے خوش ہوئے اور جس طریقہ سے یہ کام انجام ہوا اس سے انکو اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ لیکن جب نگلنسن صاحب نے مفصل حالات بالکل تحریر نہ کیے تو انھوں نے ایک خطی کے ذریعہ سے جسکا مضمون میں اوپر محول کر چکا ہوں اتنا بتایا کہ جو کچھ کیا جائے اس کام سے اور جس وجہ پر وہ کام کیا جائے اس وجہ سے مجھ کو ابھی معلوم ہونا چاہیے۔ مجھ کو اس بات میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کارروائی بالکل صائب ہے اور میں کسی طرح کا شک نہیں کرتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو کام کیا جائے اس سے اور جس وجہ سے کیا جائے اس وجہ سے مجھ کو مطلع ہونا چاہیے اسکے لیے چند لفظیں کافی ہیں۔ میں پنجاب کا حاکم ہو کر اگر گورنمنٹ کو لکھوں کہ اسی اور اسی بات ہوئی اور انکی کوئی وجہ نہ بیان کروں تو کتنا مصل معلوم ہوگا۔ اسکی وجہ بروقت لکھ کر بھی گئی اور جان لارنس نے اسی وقت بتا دیا۔ جو لائی یہ جواب لکھا آپ کی چھی مورخہ ۵۔ وہ حال سے مجھ کو کمال اطمینان ہوا آپ یہ نہ خیال فرمائیے کہ میں آپ کو تنگ کر رہا ہوں میں یہ ایسا نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہوں کہ تمام دن آپ دھوپ میں پھر کر مجھ کو طو مار کا طو مار لکھا کیجیے گا۔ ایسے موقع پر دوسرے دن کا

ایک نیم سرکاری رقعہ کافی ہے اس سے بڑی دلچسپی ہو جائیگی تا آنکہ باضابطہ رپوزٹ وصول ہو۔ میں صرف یہی جانتا چاہتا ہوں کہ کیا کام کیا اور کس وجہ سے کیا گیا۔“

اب نکلسن صاحب پھلور سے امرتسر کو واپس آئے اور اس بات کو سن کر کہ جہلم میں جو قسدا اٹھا تھا اُس میں نصف کے قریب کامیابی حاصل ہوئی ہے جنرل موصوف نے وہاں کی تحنٹ سے تھپتھپا کر کھوالیے دو دن کے بعد اس سے بھی بدتر خبر ہو گئی کہ باغیوں کو سیالکوٹ میں کامل کامیابی حاصل ہوئی اور وہاں کے سواروں کے ایک پرے کی طبیعتوں کا خیال کر کے نکلسن صاحب نے دوسرے پرے پر بھی اسی طرح کا شبہ کیا اور اُس سے بھی تھپتھپا کر کھوالیے اور پھر اپنے آدمیوں کو جمع کر کے باغیوں پر نمایاں طور سے حملہ کرنے کی تیاری کی جو اپنی کامیابی پر نازاں تھے اور انکو ہرگز اس بات کا خیال نہ تھا کہ جنرل موصوف اتنے فاصلہ پر ہیں جو انکی سرکوبی کر سکیں اور وہ سیالکوٹ سے دہلی کی طرف رخ کر کے روانہ ہوئے انکا راستہ گرد اس پور ہو گیا تھا جو دریا سے راوی کے قریب واقع ہے اور نکلسن صاحب بھی سمجھتے تھے کہ گمان غالب وہ اسی راستہ سے جائیں گے یہاں سے اُن لوگوں کا ارادہ تھا کہ نورپور اور مویشارپور کو جان اور ہر مقام کے قواعد دان یا غیر قواعد دان باغی سواروں یا پیدلوں کو جو پیشہ سہ وقت بڑھتے جاتے تھے اپنے ساتھ لیکر عقب سے ہماری اُس سپاہ پر حملہ کریں جو دہلی کے سامنے جمع تھی اور انتہا متنبہ کی پریشانی میں مبتلا تھی آیا جنرل نکلسن صاحب ایسے وقت گرد اس پور پہنچ سکتے تھے کہ اس کا ردائی کو روک سکتے گرد اس پور چائیں میل سے زیادہ فاصلے پر واقع تھا۔ باغی لوگ پورے دو دن کے کوچ پر جنرل نکلسن صاحب سے دور تھے اور جولائی کی دھواں جو جنرل موصوف کے اکثر گوروں کے حق میں مہلک تھی سپاہیوں کی بہت کم یا بالکل غفلت انداز میں ہو سکتی تھی۔ جنرل نکلسن صاحب کا باغیوں پر دھاوا کرنا گویا جنگی لبط کا تعاقب تھا۔ لیکن جو لوگ جنرل نکلسن سے واقف ہیں وہ کئی مرتبہ اس بات کو دیکھ چکے تھے کہ جنرل مذکور نامکن کو بھی ممکن کر لیتے تھے۔

۱۰۔ جولائی کا پورا دن اس بات میں صرف ہوا کہ جنرل نکلسن ہر ایک گاڑی اور چھکڑے اور گھوڑے اور ٹوکوں کو لاہور اور امرتسر کے درمیان کی سڑک پر مل سکا اپنے کپ میں لالاکر جمع کرتے رہے بہت سے سپاہی جنھوں نے کبھی گھوڑے کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی اپنی جان کو جو کچھ میں ڈاکڑاں سواروں کے گھوڑوں پر چڑھنے سے تھپتھپا کر لے لیے گئے تھے سوار ہوئے اور جن کیوں پر صرف دو دو آدمیوں کی اجازت تھی اُن پر جبراً تیار چار آدمیوں کو جگہ دی گئی۔ اسپر بھی وہ لوگ کچھ کم نہیں رہ گئے تھے جنکو پیدل جانا پڑا۔

چراغ جلے کوچ شروع ہوا۔ اور رات کو جب دن کے مقابلہ میں کمین زیادہ ٹھنڈک تھی تو پولوں کی گاریاں اور خد سے زیادہ لہے ہوئے چھکڑے اور پیدل چلنے والے آدمی چھبیل میل کا سفر کرنے کے لیے تیار ہوئے لیکن انھارے میل کا سفر بھی اُنکو اور طے کرنا باقی تھا اور اس سفر کو عین جولائی کی تمارت آفتاب میں طے کرنا پڑا جو لوگ یہ

رکھو العین اسکے بعد پھر تھپتھپار لینے کا وقت باقی نہ رہ گیا۔ اب تک اُن لوگوں نے بٹلنی کی گوتی علامت علانیہ نہیں
 ظاہر کی تھی اور پرنسپل ڈیڑھ پانچ گھنٹے کشادہ دلی سے اپنی حفاظت اور اپنے افسروں کی حفاظت سپاہیوں کو کٹا کر حاصل
 کرنا ناپسند کر کے اپنی جرأت اور بہت سے اُن لوگوں کو سیدھا کر لیا۔ وہ جانتے تھے کہ میں ایک باروت کی میسگرین پر
 بیٹھا ہوں لیکن اس امر کو غندہ پیشانی انجام کرنے کا اپنے کو پابند تھے۔

آخر کار باغیوں نے اُس طرفہ العین کی کامیابی سے جو جملہ میں اُنکو حاصل ہوئی تھی شورش مچانا چاہی۔
 پیادوں نے اپنے افسروں کے بجائے میں کہ کی لیکن سواروں نے جو زیادہ خونخوار تھے جس افسر کو پایا مار ڈالا
 خود پرائیڈ اور ایک شہرہ کی جو جو اُنکے عیال کے ساتھ تھا اور وہ نہایت معزز اکثریوں کو بھی ہلاک کیا۔ اسکے بعد لوٹ
 شروع ہوئی۔ جملہ کے تمام مکان ویران کر دیے کچھ ریان برباد کر ڈالیں جتنی تھ توڑ ڈالا اور قیدیوں کو نکال دیا اور
 سب سے خراب بات یہ ہوئی کہ پنجاب کی جنگی پولیس کے چند افسروں نے ہمارے ساتھ وفا کی لیکن خدربھر میں ہوا
 اسکے اور کوئی واردات اس طرح کی واقع نہیں ہوئی نوڈی غلام کابجلی خیر خواہی علی العموم ضرب المثل تھی اپنے
 مالکوں سے پھر گئے۔

لیکن اسپر بھی باغیوں کے افعال میں بہت سی باتیں درگزر کرنے کے قابل تھیں ظاہر انھوں نے اپنے
 افسران علی الخصوص کرنل فارگوٹ ہرنسن اور کپتان گال فیلڈستعلیٰ جیٹ نمبر ۶۷ کے ساتھ سچی بہدروی کی۔
 باغیوں نے پہراٹھا کر دن بھر انکی حفاظت کی اور اسکے بعد انکو اجازت دی کہ بھاگ کر نکل جائیں۔ اُننے غصت
 ہونے کے وقت بہت سے سپاہی روئے اور اُنکے قدم چومتے تھے جو ہندوستانیوں میں ایک بڑی تخطیم تصور
 کی جاتی ہے اور انکی مفارقت پر نہایت افسوس کرتے تھے جسوقت باغیوں سے کپتان نے اصرار کر کے کہا کہ تم لوگ
 خدربھر میں شرکت نہ کرو تو انھوں نے کہا کہ اس بات میں ہم مجبور ہیں ہکو فائدہ سرکار کے لحاظ سے ضرور کرنا چاہیے۔
 انکو اپنی کامیابی پر مستعدر بھروسہ تھا کہ انھوں نے کرنل فارگوٹ ہرنسن سے انتہا کی کہ اگر آپ ہمارا ساتھ دیں اور
 اپنی کمان پر قائم رہنے سے ضماندہی ظاہر کریں تو ہم دو ہزار روپیہ ماہواری آپ کو دینگے اور پہاڑ پر رہنے کیلئے
 مکان بنوادینگے یہ انرا ایسا تھا جسکا اثر جان لارنس پر بہت ہوا (اور جسوقت انھوں نے سنا کہ یہ باغی سپاہی
 سب کے سب ہلاک کیے جائینگے تو انکو وہ قصہ پھر شوق سے یاد آیا) اور وہ مقتضی اس امر کا تھا کہ جسقدر لوگ
 ہلاک کیے جاتے اسقدر کم تھے۔

لوٹ کے ختم ہونے کے بعد باغیوں نے جملہ کی ایک چرائی توپ کو جو اُنکے ہاتھ لگی تھی لیکر عمدہ انتظام کے ساتھ
 دہلی کی جانب کوچ کیا اور گمان غالب وہ دہلی پہنچ ہی جاتے لیکن سر جان نکلسن اپنے کالم کے ساتھ اُن لوگوں کے
 رہتے سے اتنے فاصلے پر تھے کہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ صاحب موصوف کے لیے انکی راہ روکنا بالکل غیر ممکن ہے۔ اس شہر

ترہ چھ کوچ کے ذریعہ سے حسین معجزے کے طور پر تعجیل اور ثابت قدمی کی گئی سَر جَان نکلشن نے یہ بندوبست کیا کہ اُنکے عین راستہ میں صاحب موصوف کی فوج اگر خلل انداز ہو۔ نکلشن صاحب نے اس قلیل گورون کی فوج کو عجیب طرح سے آفت میں ڈال دیا تھا جو اگر سیالکوٹ میں رکھی جاتی تو وہاں باغیوں کو حد سے زیادہ خوفزدہ کرتی۔ اسکا ذکر کچھ آگے چلکر بیان کریں گے۔ اس اثنائ میں ہکو جید بریگیڈیئر جنرل کی ابتدائی کارروائیوں اور اُن باتوں کو بیان کرنا لازم ہے جو جنرل مذکور کے تذبذب اور خود رائی سے تعلق رکھتی ہیں اور اس سوانح عمری میں درج کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ بیان کیا ہے کہ جس وقت نکلشن صاحب کو پہلے پہل ایک فوج کی سہراوری کی حیثیت میں رزمگاہ آنے کا موقع ملا تو لوگوں کو ضرور عجیب عجیب باتوں کے وقوع ہونے کی امید ہو گئی اور تھوڑے دن نہ گزرنے پائے کہ انھوں نے باوصف عمدہ ارادوں کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ اپنی بیباکی اور زافرمانی حکام بالادست کے بارے میں اپنی عادت کے سچے پابند رہینگے۔ نکلشن صاحب نے سَر جَان لارنس کو ایک چٹھی میں جسکو میں نقل کر چکا ہوں لکھا تھا کہ میرے بارے میں یہ تصور کرنا چاہیے کہ ”الماضی لا تذکر“۔ اور جو کچھ انھوں نے کہا وہ بہت اچھا ہوا کیونکہ شکایت اور غلط فہمی کی بہت سی وجہیں اُس قسم کے جوش و خروش کی بڑھی ہوئی خواہشوں کے پورا کرنے کو پیدا ہو جاتیں۔

جَان لارنس نکلشن سے دوڑ کر دیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام سرکاری معاملات میں میں اپنے فرائض منصبی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس مقام پر میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی کاروائیوں اتفاق کے قابل پاتا ہوں وہاں اتفاق کرتا ہوں اور جان نہیں پاتا وہاں اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ جہاں مجھ سے ممکن ہو اُنکا دل کم دکھاؤں۔

راولپنڈی سے روانہ ہوتے ہی نکلشن صاحب نے ایک ایسی تدبیر کی تھی جو اُنکی عہد شکنی پر منجر ہوتی تھی۔ صاحب موصوف نے زبانی گفتگو کے وقت جَان لارنس سے اصرار کیا تھا کہ گورون کی ایک ٹیم جو راولپنڈی اور جہلم کے سپاہیوں کو روکے تھی اور جس سے آخرین اُنکے ہتھیار لینے کا کام انجام کرایا گیا اُنکے کالم کے ساتھ کر دیں۔ سَر جَان لارنس نے جواب میں لکھا تھا کہ کالم کی تعداد اُس ضرورت سے زیادہ ہے جو پنجاب میں واقع ہے اور راولپنڈی سے اُسکو جدا کرنا بمنزلہ اُسکے ہے کہ لاہور اور پشاور کے مابین آمدورفت بند کر دی جائے۔ اور قرب و جوار کے اضلاع میں بد انتظامی پھیلا دی جائے۔ اُنکو کسی طرح سے ایسی خطرناک کارروائی کرنا لازم نہ تھی الا اس وقت کہ جب دہلی کی حالت اور بھی نازک ہو جاتی اور وہ اس بات پر مجبور ہو جاتے کہ ایک ایک آدمی کو وہاں بھیج دیتے اپنے پاس کسی کو بھی نہ رہنے دیتے۔

کیا عمدہ بات ہوتی اگر سرخان لارنس کی اس سچی اور اسی طرح کی دوسری چھبوں نے ان تمام باتوں کو غدر کے زمانہ میں اور اس سے زیادہ اس خطرہ کے دور ہونے کے بعد واقع ہوئی تھیں سب جگہ پھیلا دیا تو ہر کوئی تعجب نہ مونا چاہیے کہ ایسا نہیں ہوا لیکن اس امر سے انکار کرنا غیر ممکن ہے کہ اگر ویسا کیا جاتا تو انگلش شاخ خاص اس ہمدار نہ جنگ کے حالات کو ایسے سچے اطمینان سے خیال کر سکتے جو آب شکل سے انکی طبیعت کو حاصل ہو سکتا تھا اس زمانے کی انگلش اور ہندوستانی تحریات میں ایسے اقوال اور افعال کے حالات درج کیے گئے ہیں جنکو جائز قرار دینا بالکل افسہ در گذر کرنا بھی غیر ممکن ہے جن لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ علی الاتصال کئی جیسے تک غیر آدمیوں کی ایک جمیعت کثیر کے باہر سرکھٹ پھرنا کیسا ہوتا ہے اور جو لوگ ایک بعید فاصلہ زمان و مکان کے بعد ان تمام باتوں کو جو اس وقت واقع ہوئی تھیں آہستگی سے اس وقت خیال کرتے ہیں انکے لیے ایسے لوگوں پر ہدایا کیے ہیں ان کے لئے گناہ بہت آسان بات ہے ہنگے دل و دماغ کی قوت اس جائگہ کی حالت میں کیسے قدر جاتی رہتی تھی لیکن ان چند آدمیوں کی تعریف کرنا البتہ آسان نہیں ہے جنہوں نے ان دونوں قسم کے آدمیوں کو اپنے اختیار میں رکھا یعنی ایک وہ لوگ کہ جس وقت لڑنے کی ضرورت ہوئی تو اپنی جان پر کھیل کر لڑ گئے لیکن جس وقت تلوار کو میان میں رکھنا ممکن ہوا تو میان میں رکھ لیا۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے سختی سے انصاف کرنے میں نرمی سے اسکی اصلاح کرنا فریاد گزشتہ نہیں کیا اور کل قوم پر جسہ ائمہ یا جمالت یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے نادانستہ خوف کا الزام لگانے سے انکار کیا۔ اور ان لوگوں میں میرے نزدیک سرخان لارنس کی جگہ ہمیشہ سب سے ممتاز رہی۔

جہلم کا کام چنداں عملگی سے انجام نہیں ہوا لیکن صاحب چیف کٹھنر کی بابت الزام نہیں دے سکتے تھے ہتھیار لینے کا بند و بست اگر زیادہ نہیں تو راولپنڈی کے برابر جہلم میں بھی کیا گیا تھا۔ راولپنڈی میں جس قدر فوج رکھی گئی تھی اس سے کہیں زیادہ یعنی ۱۵۰۰ آدمی اس خاص کام کے لیے عائد کر دیے گئے تھے اور جان لارنس خود بڑی تاکید سے کمان افسر کو یہ صلاح دے دی تھی (اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے) کہ جس صورت میں سپاہی کینٹون میں جا کر پناہ لیں تو ہم لوگوں کو سننے یعنی اس سمت سے جدھر توپیں لگی ہیں حملہ کرنا چاہیے بلکہ عقب سے حملہ کرنا چاہیے جدھر کوئی حفاظت نہیں ہے ویسی ریجنٹ نمبر ۱۷ متعینہ جہلم عرصہ سے بدنام تھی اور ساتویں تاج صبح کو جب اس ریجنٹ کے آدمیوں نے دیکھا کہ راولپنڈی کی فوج پہنچتی جاتی ہے تو اپنی ہتھیار کر کے کینٹون کی طرف ریلہ کر کے جانے لگے۔ ہم لوگوں نے سامنے حملہ کیا اور باغیوں نے سخت نقصان پہنچا کر ہمارے آدمیوں کو بھگا دیا۔ دن بھر خوب لڑائی ہوئی جس میں باغی کبھی تو ہٹ گئے اور کبھی پھر کھیت میں جرم کر پڑے رہے۔ اور جب رات ہوئی تو بڑی شکل سے باغی لوگ ایک قریب کے موضع کی طرف بھاگے گئے۔

اور ہماری ایک توپ اور تینلو سوار اور ڈیڑھ سو پیادے ضائع ہوئے ظاہر تھا معلوم ہوتے تھے کہ دوسرے دن پھر جنگ ہوگی۔ لیکن رات کو باغی سپاہیوں کے دل چھوٹ گئے اور دوہی ایک ہفتہ میں ایک نہ ایک طور سے سب کے سب ہمارے ہاتھ آ گئے۔

سَرَجَان لارنس جو راولپنڈی میں تھے اُنکے پاس گھنٹہ گھنٹہ کے بعد بالتفصیل خبر پہنچتی جاتی تھی کہ لڑائی کا رنگ کیا ہے۔ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں اُنکو خود دوسرے روز بہت کچھ کھٹکا تھا۔ لیکن اُنھوں نے اپنی کوٹھی میں ایک کونسل جمع کی اور اپنی رائے پر بھروسہ کر کے اور اس امر کو بھٹکا کہ آئندہ وہاں کے فساد کے گمان تک پھیل جانے کا اندیشہ ہے اپنی باقی ماندہ سپاہ کے نصف آدمی اور جہلم کو روانہ کر دیے۔ یہ لوگ اس مضمون کا تاکید حکم پا کر فوراً روانہ ہوئے کہ جس طرح بنے پہلے دن تین میل اور رات کو چالیس میل کا سفر طے کریں۔ تاکہ ۲۳ گھنٹہ سے زیادہ کسی حالت میں اس مفسدہ کے فرو کرنے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ بریٹنڈر نے جتنا بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو خوب یاد ہے کہ اُوقت باروت ضرورت بھرنے نہ تھی اور سَرَجَان لارنس نے وقتاً بہ وقت حکم دیا کہ تمام لوگوں کو لگاک کے لیے بھیجا جائے اور ہم لوگ صرف گزٹل کا کٹن پر چھوڑ دیے جائیں کہ رات کو وہ کیا کارروائی کر سکتے ہیں۔

باغیوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی اُسکے قیام کا زمانہ بہت ہی خلیل تھا لیکن بد قسمتی سے اتنی مدت بھی سیالکوٹ میں فساد پیدا ہونے کو کافی ہو گئی جس کا ایک عرصہ سے کھٹکا تھا اور بعض غیر معمولی دقتوں کے سبب سے اب تک اس میں تاخیر ہوئی تھی۔

سیالکوٹ میں بریٹنڈر نے برائینڈ کی ماتحتی میں ۱۰۰ مسلح ہندوستانی پیادے اور ۲۵ سوار تھے گورون کی جو سپاہ اس بڑی چھاؤنی میں غدر کے شریع ہونے پر کامل بحث اور ذمہ داری کے پورے خیال کے بعد تعینات کی گئی تھی اُسکو سَرَجَان لارنس نے گشتی کا لم فوج میں شریک کرنے کے لیے طلب کر لیا تھا۔ چند اور شکل ملے سو ق سَرَجَان لارنس کے روبرو پیش تھے۔ لوکل حکام نے جو ایک لازمی امر ہے اپنے مقام کی حفاظت کے خیال کیا اور جہاں تھے وہیں بیٹھے رہے۔ لیکن صاحب چیف کشتہ نے اس بات کو دیکھ کر کہ کل مقامات میں گورون کی فانی تعداد موجود نہیں ہے اور گشتی کا لم فوج کو بھیج بات بنا کہ ضرورت کا لحاظ کرنا ضروری امر ہے اُس تدبیر پر عمل کیا۔ سمین کم خطرہ تھا اور گورون کو ایسے مقام سے واپس طلب کر لیا جس کو سَرَجَان لارنس نے پیڑ کے سوا اور کسی شخص نے زیادہ ضروری تصور نہیں کیا تھا اور جسکی نسبت خود اُنکو یقین تھا کہ اس وقت بھی مہاراجہ گلاب سنگھ کے کسی حامی کا وہاں کھٹکا نہیں ہے اور ساتھی اسکے سَرَجَان لارنس نے بریٹنڈر نے برائینڈ کو صلاح دی کہ اگر اُنکو اپنے ہندوستانی سپاہیوں پر بدظن ہونے کا گمان ہو تو جو گورے وہاں باقی رہ گئے ہیں اُنکے ذریعہ سے مشکوک سپاہیوں کے ہتھیار

دوسری جگہ کی حفاظت کی جاتی۔ جان لارنس نے دو باغی کپتانیان جہلم سے راولپنڈی کو طلب کیں اور انکی جنگی پولیس کا ایک قوی گروہ ان سواروں اور تنخواہدار بنادون سے جن پر شبہ نہ تھا لیکر تعینات کیا جان لارنس خیال کیا کہ اسوقت موقع بھی ہے اسطور پر ہر جگہ کا خطرہ برابر کر کے دونوں مقاموں میں ایک ساتھ ہتھیار رکھوا لینے قصد کیا جائے۔ جان لارنس کے پاس جو چند توپیں اور ایک قلیل تعداد گورون کی تھی انہیں سے نصف توپز نصف گورے جہلم کو بھیج دیے اور باقی ماندہ گورون اور توپوں سے جنگی تعداد محض قلیل تھی راولپنڈی میں باغی ہتھیار لینے کی تیساری کی۔

یہ جولائی کی ساتویں تاریخ تھی جنگی حکام نے اس تدبیر کی بڑی ہنگامی کر لی تھی لیکن اسوقت جان لارنس اپنے آدمیوں کو اشارہ کرنا چاہتے تھے وہ خائف ہو کر بظن ہو گئے اور اپنی کینٹون میں جا کر انھوں نے اپنے کو مسلح کر لیا۔ لیکن عدہ انتظام اور ترتیب نمبر مذہ کے فیسروں کے رعب سے جنھوں نے بڑی تعریف کا کام کیا قریب قریب کل آدمیوں نے ہتھیار رکھ دیے کوئی چالیس آدمی کے قریب بھاگے ہوئے لیکن انکا تعاقب کیا گیا اور وہ مقتول یا گرفتار ہوئے۔ سر جان لارنس نے لارڈ گینڈنگ کو صاف صاف اور بلا رنگ آمیزی جو کچھ لکھا اُسکا یہی حال ہے۔ جان لارنس کا بھی یہ طریقہ نہیں رہا کہ جس کام کو انھوں نے خود انجام دیا وہ اسکو افتخار کے ساتھ بیان کرتے۔ اور جان لارنس نے اس زمانے کے واقعات کے حلق اپنے دوستوں کو جو چٹیان لکھی ہیں انہیں سے کسی سچی بہن کسی مقام پر نہیں لے کوئی اس قسم کی بات نہیں دیکھی جس سے معلوم ہو سکتا کہ انکی حالت تباہی قریب ہے یا انپر کوئی بڑا خطرہ واقع ہے یا انھوں نے کوئی بڑی بھاری تدبیر نکالی ہے۔

خوش قسمتی سے جان لارنس کے قائم مقام سکریٹری آرتھر برنزڈرٹھ صاحب ایسے نہ دہن نہ تھے اور اب جسوقت لارڈ لارنس کی تعریف یا مذمت انسانی اختیار سے باہر ہو گئی تو سکریٹری مذکور نے انکی ذاتی ہمت اور رعب کے بارے میں (جو اس نامی گرامی وقت میں ظاہر ہوئی تھی اور جسکو شاید انکے منہ سے کسی نے نہ سنا ہوگا) مجھے تذکرہ کیا ہے۔

(آرتھر برنزڈرٹھ صاحب کا بیان ہے کہ) جھکو لارڈ لارنس کا یہ تردد خوب یاد ہے کہ سپاہیوں سے ہتھیار رکھوانے میں ایسا بندوبست کیا جائے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی طرح کی خوریزی نہ ہونے پائے۔ وہ ایسے سپاہیوں کو تیار بناتے اور اس بات کو خوب پہچانتے تھے کہ انہیں سے بعض بعض لوگ حقیقت ہم لوگوں سے کیسے بظن تھے اور جہالت اور حماقت سے انہیں اکثر شخص کو کیونکر ترغیب ہوتی تھی اور روٹسا اور دود کے چالاک جاسوسوں نے کیونکر انکو اپنا شکار بنایا۔ اس ہتھیار رکھانے کی کارروائی نے لارڈ لارنس کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ تو بخاندہ کو حکم ہوا تھا کہ باغی لوگ جسوقت انسداد کریں فوراً انپر بارہ ماری جائے اور وہ کینٹون میں جا کر پناہ لینے نہ پائیں جہاں وہ اپنے کو بچا سکتے تھے۔ ایک

سوار کی قراہین اتفاقہ طور پر چل گئی اور اس سے باغی لوگ خائف ہو کر لارڈ لارنس کے آگے سے نکل کر بھاگنے لگے جنکا معمول تھا کہ اپنی جان کبھی نہیں چھپاتے تھے اور ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور انکو فی الفور سمجھانے لگے۔ اگر بریگیڈ بیکر ٹرنل کینپٹن نے جو تو پچاند کے ایک تجربہ کار فسر تھے پچاند لیا ہوتا تو لارڈ لارنس اور انکے غول کے لوگ یکبارگی توپوں کے گولوں سے اڑ گئے ہوتے۔ معاذ باغی لوگ اپنی لئیٹون کی طرف بھاگ نکلے لیکن لارڈ لارنس نے معاملے کو سمجھنے پر اٹھو اسرہٹ دوڑایا اور جس متعدی سے وہ لوگ اپنی چاروں طرف باڑھیں مار رہے تھے انکا کچھ خیال نہ کر کے انکو لکارا کہ کھڑے ہو اور کیوں اپنی جان ہلاک کراتے ہو۔ ان لوگوں کے پچاند کے اشتیاق میں جان لارنس کو اپنی حفاظت کی کچھ پروا نہ تھی اور کرنل بارٹون کی مدد سے انکو کامیابی ہوئی جسوقت ہم لوگ سوار ہو کر لئیٹون میں پہنچے تو ان سپاہیوں کی عجیب حالت تھی کہ خوف کے مارے بالکل گھبرائے ہوئے تھے۔ اسوقت تک سب کے سب اپنی اپنی بندوقین تیار کر چکے تھے اور اگر ذرا باغی غلطی ہوتی یا جھوٹا قدم پڑتا تو پہلی آواز چوٹ جاتی اور اسوقت ہمارے روکنے سے وہ لوگ نہ رکتے لیکن ایسے چیٹ کے سامنے دلائل اور براہین سے ہر شخص نے اس امر کی کوشش کی کہ ان لوگوں کا بھروسہ ہم پر بدستور قائم رہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس میں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ لارڈ لارنس کی جو اسقدر ترقی ہوئی وہ سب اسی ذاتی کام کی بدولت ہوئی جسکو انھوں نے نہایت اشتیاق سے انجام کیا تھا۔

بہی نوع انسان کی جانوں کے بچنے سے ستر جان لارنس کو جسقدر خوشی حاصل ہوئی تھی (اور وہ انکی کوششوں کا نتیجہ ہے) وہ ایک چٹمی سے جسکو انھوں نے چند ہی روز کے بعد جنرل سڈنی کاٹن کے نام لکھا تھا بخوبی دریافت ہو سکتی ہے شاید جنرل موصوف کو اسطرح کے اکثر موقعے ملے ہونگے۔

مجھکو یہ بات کتنا واجب و لازم ہے کہ رجسٹ نمبر ۵ کے سپاہیوں کو جو گولی نہیں ماری گئی تو اس سے مجھکو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ہماری بردباری کا ایک بہت عمدہ نتیجہ نکلا۔ سوائے اس بڑاؤ کے اور کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے سپاہیوں کو یقین ہوتا کہ ہم لوگ دل سے انکے پچاند کے خواہشمند تھے عین نے اس روز سپاہیوں سے بات چیت کرنے کے وقت پوچھا کہ تم لوگ بھاگ کیوں گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا ”اسوجہ سے کہ آپ لوگ ہلکے توپوں پر اڑانا چاہتے تھے“۔ میں نے پوچھا ”اگر ہم لوگوں کا یہ قصد تھا تو پھر کیوں اس سے باز رہے۔ جسوقت تم لوگ بھاگے اور ہم نے تم کو گولیاں نہ ماریں تو ہا حقیقت حال تم پر کھل گئی ہوگی“۔ انھوں نے پھر کہا کہ ”تو آپ ہمارے ہتھیار کیوں لیتے ہیں۔ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا ہے“۔ میں نے جواب دیا ”سچ ہے تم لوگوں نے کوئی قصور نہیں کیا لیکن تمہارے قراہندوں و دوستوں اور ہم وطنوں نے کیا ہے۔ ہم یہ کارروائی صرف اپنی حفاظت کے لیے کر رہے ہیں۔ ہتھیار تمہارے نہیں ہمارے ہیں گو رجسٹ کو اختیار ہے چاہے انکو لے چاہے چھوڑ دے“۔ افسردہ نے نہایت عمدہ بڑاؤ کیا اور یہ حصہ فوج جان تک کہ میں تیز کر سکتا ہوں بہت اچھا ہے لیکن ابھی ہم کسی پر اعتماد نہیں کر سکتے ہیں۔ بعض بعض صورتوں میں خود ہمارے پنجابی سپاہی بگڑ بگڑ گئے ہیں۔

دہلی سے انارک تک ہنگے امین ۱۰ میل کا فاصلہ ہے گل کٹرن پر حملہ ہو سکتا ہے۔ چٹرن بڑا ٹوٹنے والا گزشتہ کی جنگ کے بعد کا جو حال ہماری مخالفت کے بارے میں لکھا ہے اس سے نہایت پیدلی ہوتی ہے۔ اور اگرچہ چٹرن مذکور نے کئی ایک چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں ہماری فوجیابی کی خبریں بھیجی ہیں لیکن اس پر بھی اب تک یہ ہوا کہ غنیمت کے لوگ کھلے میدان میں اگر از سر نو لڑائی کرنے سے روکے جاتے جنوبی ممالک سے ہمارے پاس کوئی معتبر خبر نہیں پہنچتی ہے ایک روز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سترانچ ہوٹل کا پور میں مھوڑ ہو گئے ہیں اور بڑی مشکل میں اپنے کو سنبھال رہے ہیں دوسرے روز یہ خبر آتی ہے کہ وہ اگرچہ حملہ کر رہے ہیں لیکن معتد خبر جن مقام سے آتی ہے وہ سو سے فساد اور غدر کے اور کوئی بات نہیں ظاہر کرتی کہ یہاں تک میں کو کچا تھا کہ دہلی سے میرے پاس یہ خبر آئی کہ کل سترانچ بڑا ٹوٹا بیضہ سے مر گئے۔ اس بہادری سے جیسا چاروں طرف ڈھکناچ رہا تھا کہ لال میں جا کر وہاں کی فوج پر حملہ کیا اور وہاں سے پھر دہلی میں آیا جان گا لارنس کی پٹن کے کچھ لوگ ضائع ہوئے لیکن بارش کا زمانہ آگیا تھا اور ایک مرتبہ کی بارش سے اسکی جان جاتی رہی اس فصل میں او شاید دو مہینے آئندہ تک اس سے بھی زیادہ بیماری رہے گی۔

بریکنگ ٹیرن چٹرن میں گاؤں کے لئے جھکوا ایک چٹھی لکھی تھی وہ کئی روز سے میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔ اب اس خط میں اسکا مضمون بھی میں ظاہر کیے دیتا ہوں۔ اس خط میں ایک نہایت عمدہ رائے ہندوستانی تختہ بٹون کے افسروں کی تقریبی کے لیے جس وقت وہ اس ملک میں پہنچیں ظاہر کی گئی ہے۔ ہندوستان میں پہنچ کر بہت کم ناخوش اشخاص اس بات کو یقین کر لیتے کہ ہنگامہ کی وجہ سے کہ قدر ملک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ دن بھر باہر رہتے اور بیمار ہو جاتے ہیں اور ہر ایک شہر (میں نے ڈاکڑی کے فسر) اس بات کو نہیں جانتے ہیں کہ جلد ترنگے معاملہ کی طرف متوجہ ہونا کہ بقدر ضرورت ہے۔ میں نے اکثر بتایا ہے کہ ملازمت کے پہلے سال میں جس قدر سہاوی مرتے ہیں دوسرے اور تیسرے سال میں اتقدر ہلاک نہیں ہوتے ہیں اب میں سمجھتا ہوں کہ چٹرن لارنس نے جو تدبیریں بتائی ہیں ان سے بہت سی جائیں بچ جائیں گی۔ یہاں پنجاب میں ہر طرح کی خاموشی ہے۔ نئے آدمی بڑی دھوم دھام سے بھرتی ہو رہے ہیں۔

اتماس مکر۔ اگر حضور بہتر سے بہتر منتخب کر کے مقرر فرمایا جاتے ہوں تو میرے نزدیک بریکنگ ٹیرن چٹرن میں کو فوج دہلی کی کمان پر بھیجا جاسکتا ہے۔

جس وقت سترخان لارنس دہلی کی فوج کو سنبھالنے کے لیے وہ وہ تدبیریں کر رہے تھے جو ان جیسوں سے ظاہر ہوتی ہیں تو اس وقت خاص اُنکے صوبہ میں سخت خطرے پیدا ہوتے جاتے تھے۔ یہاں لوٹ جہلم اور راولپنڈی ان تینوں چھاؤنیوں میں فساد کا دھواں نکل رہا تھا اور ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں اُنکے شعلے بھڑک نہ اُٹھیں۔ ہر چھاؤنی میں ہندوستانیوں کی ایک یا زیادہ چھوٹی تین تین اور ان تختہ بٹون کے اکثر لوگ اس وقت بھی لغزش کر رہے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دہلی میں کسی اُنکے نتیجہ کے پیدا ہونے یا عرصہ تک وہاں تساہلی رہنے سے

یہ سب ہم سے لُغی ہو جاتے۔ سیالکوٹ اور جہلم میں ہمیں کایا ایک گورابھی نہ جاتا۔ راولپنڈی میں صرف ۵۰۰ گورے اور کچھ توہین اور کچھ تو پچانے کے سپاہی تھے اور باغیوں کے مقابلہ میں ان سب کی کیا بساط تھی۔

سیالکوٹ کو ابتدائیں سرچارلس نیپئر نے چھاؤنی قائم کرنے کی جگہ تجویز کیا تھا تاکہ وہاں سے گلاب سنگھ کی کارروائیاں روکی جاسکیں۔ اس خطرہ کی ابتناک کوئی اہلیت ثابت نہ ہوئی لیکن اب ممکن تھا کہ وہ خطرہ اصل معلوم ہو سکے کیونکہ اس وقت کم زور اور چلہ باز دو گراہچوتوں کی تلوار بھی بشرطیکہ اُسکا انسداد نہ کیا جاتا ہمارے مقابلہ میں علم ہوتی۔ جہلم اور راولپنڈی یہ دونوں مقام بڑی سڑک کے اُس حصہ پر واقع ہیں جولاہور اور پشاور کے مابین پڑتا ہے۔ اور یہ صاف ظاہر تھا کہ ان مقاموں میں سے اگر کسی مقام پر کامیابی کے ساتھ فساد اٹھتا تو پنجاب و حصوں میں منقسم ہو کر نصف ادھر اور نصف اُدھر ہو جاتا۔ اور صطح جان لارنس بڑے شوق سے اس نگیں عبارت میں بیان کرتے تھے ہزارہ اور پشاور دونوں ہوا میں اڑ جاتے (تحت الشریٰ کو پہنچ جاتے) آیا یہ امر ممکن تھا کہ اس قباحت کے انسداد میں دہلی کے فتح ہونے تک تاخیر کی جاتی جس سے امید پڑتی تھی کہ وہ خطرہ خود بخود جاتا ہوا یا بہتر تھا کہ بیٹوں مقاموں میں سے ایک نہ ایک مقام پر باغیوں کے ہتھیار لینے کا قصد کیا جاتا اور علی العموم ہر جگہ پچا غدر ہو جاتا لیکن ہتھیار لینے کی ضرورت کوشش کی جاتی۔

اس وقت حل طلب سوال یہی تھا۔ سر جان لارنس نے پہلے تو تاخیر کی آرایش کرنے کا قصد کیا اور بیٹوں جہادین کو فوجی افسروں کو ہدایت کی کہ جو لوگ بڑے چال چلن کے پائے جائیں وہ نکال دیے جائیں اور جو شخص عمدہ خدمت کرے اُسکو خطاب دینے کا وعدہ کیا جائے اور جو لوگ باغیوں کے مقابلہ میں مفت فوجی خدمت کریں اُنکو حوصلہ دلایا جائے اس آخری تدبیر کے متعلق بیشک ہمارے افسروں کو فریب سے بے فکر رہنے کی بہت کم ترغیب ہوگی لیکن ہاں اُس سے یہ کام البتہ نکل سکتا تھا کہ لوگ مشغول اور محفوظ کیے جاتے اور جو لوگ متزلزل ہوتے انہیں ثابت قدمی پیدا کی جاتی اور بدظن لوگوں کے حوصلے پست ہوتے جان لارنس نے اس بات کو دیکھ کر کہ راولپنڈی کی ٹیمٹ نے از خود یہ کام کرنے کو کہا ہے انہوں نے اُنکے روہرو ایک سپینچ دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں میں سچی سرگرمی پیدا ہوئی اور جب وقت وہ سپینچ دے چکے تو لوگ کیٹون کو پلٹے وقت خوشی کے نعرے بلند کرتے رہے چنانچہ بڑی دوڑ تک اُکلی آواز جان لارنس کے کانوں میں پہنچتی رہی۔

لیکن دہلی پر قبضہ ہوا اور نہ کوئی علامت اس بات کی پائی گئی کہ وہاں کے باغیوں کے ہاتھ سے شہر نکل جائیگا ان غیر محفوظ چھاؤنیوں کے سپاہیوں میں ”بیچینی کی علامتیں“ (یہ الفاظ ہر شخص کی زبان پر جاری تھے) ظاہر ہونے لگیں اور تھوڑے ہی زمانہ کے بعد دراصل بڑی پھیلنے لگی۔ جہلم میں سب مقامات سے زیادہ خطرہ تھا اور جان لارنس نے پہلے وہیں کا انسداد کیا۔ انسداد کا صرف ایک طریقہ تھا کہ اپنے قریب خطرہ اور زیادہ کر کے

ناراضی پھیلی تو مجھ کو کوئی تعجب نہ معلوم ہو گا۔ میں ملک پنجاب میں جس قدر آدمی چاہوں تین فیصد کے اندر بھرتی کر کے جو انتظام عمل میں آچکا ہے اس سے ۲۴۹۰ پیدا کر کے جمع ہو سکتے ہیں اور بشرط ضرورت سترہ سترہ حصوں (یعنی بلا مشول گارڈینز) کی سترہ نئی رجمنٹیں قائم ہو سکتی ہیں اور اس طور پر ۷۸۵۰ آدمی اور بڑھ سکتے ہیں۔ پس ہمارے پاس تین رجمنٹیں پنجابی پیداواری اور ۱۴ اہل لٹن پولیس کے سپاہیوں کی ہو جائیگی جو ۳۱۲۸۰ سپاہیوں کے برابر ہوتی ہیں۔

اگر حضور عالی اس تجویز کو پسند فرمائیں اور مجھ کو مضابطہ اسکی اطلاع بخشیں تو میں اس تدبیر کی تعمیل شروع کر سکتا ہوں تاکہ جس وقت انگلستان سے توہین ہو چکے یا اسکے تھوڑے ہی زمانہ بعد تک یہ زمانہ خوشنیتیں تیار ہو سکیں۔ دہلی پر قبضہ ہو جائے یا اسکے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد میں اپنی یہ رائے ظاہر کر دوں گا کہ جو جو ہندوستانی سپاہی اپنی لوگاریاں چھوڑنا چاہتے ہوں انکو اس بات کی اجازت دی جائے اس وقت جس بنیث سے وہ لوگ بین محض خراب اور بیکار ہیں کیونکہ انکی ذات سے ہر وقت کھڑا رہتا ہے اور صرف بھی زیادہ پڑتا ہے۔ ہکو صرف یہی نہیں کرنا پڑتا ہے کہ انکی خواہ ادا کرتے ہیں بلکہ ہمارے غیر خواہ سپاہیوں پر انکی نگرانی کرنے میں سخت مصیبت پڑتی ہے۔

میں حضور سے بہت شد و مد کے ساتھ اس امر کو مضابطہ کیا کرتا ہوں کہ گورن کے پہونچنے کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو سکے ملک میں آگے بڑھنا اور حضور کی طرف کے تین چار سب سے بہتر فسادوں کو جو ملک میں ہوں مقرر کرنا چاہیے۔ لیکن جب تک یہ نہ ہوگا اس وقت تک مینے کے مینے گذر جائیگا اور کوئی اصلی فائدہ حاصل ہوگا اگر ہم دہلی کو لیے لیتے ہیں تو پورے نزدیک ناراضی کبھی نہ پھیلے یا ایسی سیابہ حال اسکی قوت جاتی رہیگی جس وقت توہین اور دوسرا سامان یعنی کوئی مضبوط قلعہ پناہ کے لیے باقی نہ رہیگا تو باغیوں کی جمیعت خود ہی منتشر ہو جائیگی۔ لیکن اگر دہلی پر قبضہ نہ ہوا تو اکثر اور نو ممبر کے مینے تک جسکے قبل میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی ہماری فوج ملک کے لیے پونج نہ سیکلی ہوگا اپنی سطوت کا فائدہ کرنا ایک امر دشوار ہوگا۔ ہا انہیں اگر لائن آف فٹنگ کر کے کمان پر مقرر ہوں تو اس صورت میں بھی ہم ملک کو منہ حال لینگے جس جلدی کے ساتھ ملک ہمارے ہاتھ میں آجکل گیا ہے اسی طرح سے پھر فتح ہو جائیگا میں دیکھتا ہوں کہ اگر خوشنیتیں کثرت میں اور خوشنیتیں مالائیں ہیں۔ کیا حضور عالی کثرت سے دوتین رجمنٹیں طلب نہیں فرما سکتے ہیں۔

۲۔ بچہ شب۔ دہلی سے ایک خبر آئی ہے جسکی نقل میں نے اپنی سرکاری چٹھی میں منسلک کر دی ہے۔ اسکا مضمون ہے کہ بچہ کو گولے علی پور کو فوج کر لیا اور باغیوں کو کھال دیا اور اس امر کا ذکر بھی اس میں کیا گیا ہے کہ پادشاہ نے شہر مارے جو اکر دینے کو کہا ہے۔

دوسرے روز پھر جان لارنس شہر کرتے ہیں۔
۴۔ جولائی۔

کل شب کو میرے پاس گانا نڈر خبیث کی ایک خبر آئی تھی۔ انکی نقل اور اپنے جواب کی نقل میں اس چٹھی کے ساتھ منسلک کیے دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں خبر نڈر سے بیان کر چکا ہوں مجاہد جنوور کے نیالالت سے آکا ہی نہیں ہے لیکن مجاہد خود اپنے دل سے یہ یقین ہے کہ جو حکمت علی میں نے ظاہر کی ہے وہ منتقصاے وقت کے مطابق ہے۔

اگر ہمارا بس چل سکتا تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ مصامت اس میں تھی کہ دہلی کو اڑا دیتے اور باغیوں کو قتل کر ڈالتے یا کال دیتے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ ہم باقاعدہ محاصرو کر کے شہر پر قبضہ نہیں کر سکتے ہیں اور اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ حملہ کرنے میں ناکامی ہوگی۔ اس آخری ضرورت میں ہکو انگلستان سے کمک کی فوج آئے تاکہ انظار کرنا پڑے اور اس وقت تک فوج مشغول ہے دست و پا اور بیل ریل کی۔ ابھی کون جانتا ہے اور کون یہ دیکھ آیا ہے کہ کمان ایک ٹکڑے میں ناراضی اور غدر پھیلے۔ بڑی بڑی فوجیں ہکی باتوں کی بابت اس وقت البتہ پیشین گوئی ہو سکتی ہے جب شہر دہلی باغیوں کے ہاتھ میں آئے۔ بادشاہ کے عزول ہو جانے سے کل سداں باعث بے دست و پا ہو جائیں گی جس وقت بحاری توہین اور استحکام قلعہ ہوئے تو وہ خود بخود منتشر و متفرق ہو جائیں گے۔ ہکو اس بات میں بہت شک ہے کہ بادشاہ دہلی کو ہمارے حوالہ کر سکیں اور علی ہذا القیاس وہ ہکو اس بات میں بھی نہیں کر سکتے ہیں کہ بغیر نقصان اٹھائے ہوئے ہم دہلی کو لے سکیں۔

خبر نڈر کی چٹھی مورخہ یکم دہریہ حال سے مجھے منکشف ہوئی ہو تاکہ وہ ہماری حالت سے مطمئن ہوں۔ میں انکی تحریر سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اگر یہ معاملہ انکی رائے پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے کو بیزار و دال کر جانے لگیں۔ لیکن انکو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اخیر کرنا سے کتنی دقتیں اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ وہ شخص علی حدائق کو جو انکی حالت سے سروکار رکھتے ہیں سنبھال نہیں سکتے اس میں شک نہیں کہ تاخیر سے بڑھکار اور کسی امر میں خرابی نہیں ہے لیکن ناکامی ہونے کی حالت میں بے انتہا غصہ و کینہ ہوگی۔

میں یقین نہیں کرتا کہ بنگال پرنسپلٹن کی لین میں خبیث خبر دے کر گورکھ کو چھوڑ کر ایک خبیث بھی ایسی ہو جو ہم سے بدظن نہ ہو جائے۔ پنجاب میں ہندوستان کی ایک خبیث بھی ہو جو ایسی معلوم نہیں ہوتی ہے جس میں بھروسہ کر سکیں۔ پنجابی سپاہیوں کو چھوڑ کر کمانوں کی لپٹن اور قواعد ان رسالہ خبر اول ہی ایسا ہے جسکی نسبت ثابت قدم رہنے کا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ دہلی کے سامنے جو فوج پڑی ہے وہ بہت نازک حالت میں ہے۔ اگرچہ ایسے میدان میں جان جم کر لڑائی ہو وہ بخوبی جنگ کرنے کے قابل ہے لیکن اسکو اپنے مورچے سنبھالنے میں بڑی دقت ہے کیونکہ فوج کی تعداد قلیل ہے اور زمین عجیب طرح کی ہے اور ایسے سوار بہت کم ہیں جنپر اعتماد کیا جاسکتا ہے جس وقت باغی لوگ عقب سے حملہ کریں گے تو وہ اپنے اور باغیوں کے مورچے برابر اکٹھے کر سکیں گے اور گورکھ ہمارے سپاہی باغیوں کو ہٹا دیں لیکن وہ پھر حملہ کیا کریں گے۔ اگر دشمنوں کو یہ بات سوچتی کہ وہ ایک بحاری دستہ فوج کا آگے بڑھا دیتے تو میں نہیں دیکھتا کہ ہماری آمد و رفت اور رسد کا آنا کیونکر بند نہیں ہوتا ہے۔

ہم لوگ پنجاب میں عمہ کا رزوالی کر رہے ہیں۔ سو عایا نے غیبی نیک چیلنی اور پنجابی سپاہیوں نے جس طرح کی سرگرمی اور ہمارے افسروں نے جس طرح کی استعدادی اختیار کی اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ پیشتر والے سیکھ ہر چار سمت سے لو کہی سکے۔ یہ چاہتے ہیں۔ پنجابی سپاہ اور جنگی پولیس کی تعداد وہینہ نہ وزیرد وہینہ من پالیش ہزار تک پہنچ جائیگی۔ میں جس قدر فوج بھرتی کرنا چاہتا ہوں اس قدر بھرتی کر سکتا تھا لیکن اب میں زیادہ آدمی جمع کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میں اس حکمت عملی کو بہت صائب سمجھتا ہوں کہ جب تک گورنر سے کثرت سے یہاں میں نہ آجائیں اس وقت تک زیادہ ہندوستانی آدمی بھرتی نہ کیے جائیں۔ جس وقت براہِ راست جھکوئے خبر پہنچی کہ گورنر کی پیشین گوئی سچی ہوئی تھی اسی وقت میں ہندوستانی سپاہ کو براہِ حالہ لگانا کہ آئندہ موسم سرما میں ابک جمعیت کٹر یہاں سے بھیج سکوں۔

گورون کے بعد پھر ہکوریہ درکار ہے۔ شمالی مغربی صوبے (ملاک مغربی و شمالی) اس وقت گورنر ہاتھ سے نکل جائیگا ملک میں چاروں طرف ڈاکہ زن لوگ ٹوٹ مار کرتے پھرتے ہیں۔ تجارت بالکل بند ہوئی ہے۔ اراضی کا تردد نہیں کیا گیا اور بار سال کی فصل جو کھیتوں میں استاداہ تھی وہ بھی برباد گئی۔ بین سمٹا ہوں کہ انڈوشان کو ایسے نازک وقت میں ضرور قدم اٹھانے چاہیے اور جنگ کے لیے جو چیزیں درکار ہیں انکو بھرپور بچانا چاہیے۔ ہکو بندو قین (ریفل اوٹنیکٹ) اور گولی باروت ان تمام قسم کے سامان جنگ کی بھی ضرورت ہوگی۔ انفیڈر رفل بندو قین جو فی الحال استعمال میں کچھ دنوں کے بعد انکے استعمال کے لیے بھی گولی باروت کی کمی پڑیگی فیروزپور کے میگرن میں اس وقت چار ہزار بندو قین اس قسم کی رکھی ہوئی ہیں لیکن اسی وجہ سے گورون کو تقسیم نہیں کی جاتی ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ دس لاکھ سے زیادہ عمدہ قسم کے کارٹوس بچا رہ سکیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی باروت کے بنے ہوئے ہیں۔ میں نے انڈو انفیڈرٹون کو لکھا ہے کہ اس قسم کی باروت ہم بچانے کی کوشش کریں۔ میں نے جنرل زید کو لکھا ہے کہ اگر آپ کسین تو میں گلاب سنگھ کی سپاہ کے دو ہزار آدمی کرناں سے آمد رفت جاری رکھنے کے لیے پیچیدہ دن اس کارروائی میں دیشک کی مقدار ضرور ہے لیکن جو خطرہ اس کام کے لیے آدمیوں کے نمونے سے ہوتا ہے انکی نسبت مذکورہ بالا کارروائی میں بہت کم ہے۔ اگر ہمارے بددق کے سپاہی ضائع ہوئے تو نہایت خرابی واقع ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ امیر دوست محمد کی امداد جاری رکھنا پوزیشن کو خیالات کے اعتبار سے قرین صحت ہے۔ اس وقت امدادی روپیہ کے بند کر دینے سے کوئی کام نہ ہو سکیگا۔

پھر بتاؤ ۵۔ جولائی جان لارنس لازڈ کیننگ کو لکھتے ہیں کہ:-

سبز انچ ہزار ڈونے دہلی سے بجلا ایک چھی لکھی ہے جسکی قتل میں اپنے خطا کے ساتھ مناسک کر کے روانہ کرتا ہوں
اس چھی سے ظاہر ہو گا کہ یکم ماہ حال کو صاحب موصوف ہم لوگوں کی آئندہ حالت کے بارے میں کیا خیال کرتے تھے
اس خطا کے پہنچنے کے بعد ماہ حال کا ہماری فوج کے کچھ لوگ باغیوں کے دھمکانے کو آگے بڑھے تھے لیکن سوائے
اسکے اور کچھ شے میں نہیں آیا کہ وہ لوگ پیچھے ہٹا دیے گئے فوج سے جو بیجاں آئی میں انکے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے

کہ باغی لوگ بڑی مستعدی ظاہر کر رہے ہیں لیکن بجز توپخانہ کے اور لوگ کچھ اچھی طرح نہیں لڑتے ہیں۔ یہ البتہ ایک تعجب کی بات ہے کہ ان کے توپخانہ کا کام بہت اچھی طرح سے انجام ہوتا ہے اور اسکا اتہام بہت عمدہ ہوتا ہے لیکن میں اس بات پر یقین نہیں کرتا۔ ہماری طرف کے مقتولوں اور مجروحوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن تمام ویسی لوگ بڑی چالاک کی سے میدان میں کھڑے ہوتے ہیں اور ہمارے افسر بطور قاعدہ کلیہ سیدھے بڑھے سب سے بڑھ کر خرابی کی بات یہ ہے کہ باغیوں کے گروہ برابر لگاکے لیے آتے جاتے ہیں اور اسطور پر انکی تعداد ہی نہیں بڑھتی ہے بلکہ ہمت بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے افسروں کو باغیوں کی تنبیہ کے بہت اچھے موقع ملے لیکن انھوں نے کچھ پروا نہ کی۔ جسوقت میں نے جنرل ریڈ کو لکھا کہ جنرل ہینوٹ سے کمان فوراً لینا چاہیے تو طواہر وہ یہ سمجھے کہ جنرل ہینوٹ نے عمدہ کام کیے تھے کوئی خراب کارروائی نہیں کی تھی۔ مجکو یقین معلوم ہے کہ فوج ایسی رائے نہیں رکھتی ہے اور اگر ہم لوگ موجودہ طوفان کو رفع کرنا چاہتے ہیں تو ہکو جنرل ہینوٹ سے بالکل مختلف طور کے کاما پر مقرر کرنا چاہیے۔ لٹننٹ جنرل ڈیوی اور بہت سے اور لوگ جنکے نام میں بنا سکتا ہوں اگر ایسے ایسے سپاہی ہوتے تو وہ ہیکل کھنڈ بریگیڈ کو دیا پار نہ اترنے دیتے اور اگر وہ دیکھتے کہ ریل کھنڈ بریگیڈ پار اتر گیا تو دہلی تک پہنچتے پہنچتے اسکو سخت نقصان پہنچاتے۔ افسر لوگ تسلیم کرتے ہیں لیکن میں یقین نہیں کر سکتا کہ باغی لوگ آٹھ سو چھارے اور ہاتھیوں اور خزانے کو لیکر چلے گئے اگر عمدہ افسر ہو تو وہ دو تین سو آدمی سے ایسے موقع پر کامیابی حاصل کر سکتا ہے جہاں کئی سو آدمیوں کے ساتھ بھی ایک نالائق افسر ناکام رہے بلکہ ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلا سکے۔

پنجاب کے بارے میں ہم لوگ اپنے ہی وسائل سے بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن میں اندیشہ کرتا ہوں کہ ہم لوگ گمانڈر انچیف کو کوئی اور بھاری مدد نہ دے سکیں گے یا بہر حال گورون کی سپاہ سے اعانت نہ کر سکیں گے علی الخصوص اس حالت میں جب ہم پشاو پر قبضہ رکھنے کے قصد پر قائم ہیں گے۔ گمانڈر انچیف کے ہمراہ ہمارے ہاں کی تین پنجابی بلتھیں اور گارڈس کے لوگ اور نمبر اول پنجابی اور نمبر ہر پلٹن رکھ موجود ہیں اول دوحصے ہماری افواج میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ پنجابی رسالہ ہر گز عمدہ نہیں رہا اور اسکی نصف جماعت ہندوستانیوں سے شامل ہے۔ ہم نے سیکھ اور پٹھان سواروں کا ایک بڑا گروہ بھرتی کیا ہے۔ انہیں سے کچھ لوگ دہلی بھیجے گئے ہیں۔ بعض لوگ تو انچھوین کے محافظ بنکر گئے ہیں اور زیادہ اشخاص سرحد کو سنبھالے ہیں یا سنبھالنے میں مدد دے رہے ہیں لیکن ہم اس سے کہیں زیادہ لوگ بھیج سکتے تھے اور لکھا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بھیج دیں۔

مجھکو یقین ہے کہ حضور عالی نے گورنمنٹ انڈسٹان کو تاکید کے ساتھ لکھا ہو گا کہ گورون کی فوج کثرت سے یہاں روانہ کی جائے۔ ہندوستان کو اگر زیادہ فوجیں روانہ کی جائیں گی تو کچھ بیجا نموگا۔ انڈسٹان جسقدر سپاہی اور روپیہ بھیج سکیگا اسیقدر آخرین اسکو فائدہ پہنچے گا۔ اگر بمبئی کی فوج میں جو بہت سے ہندوستانیوں سے شامل ہے

ایک پرافیزو پورٹلے کو گن صاحب کی رفل ٹرنٹ سکون کی بیٹن نمبر ۲۸-۲۹۔ اور کچھ پنجابی سوار اور توپخانہ کے گور سے بھیج رہا ہوں۔
 بیٹنی پروفیزو پورٹلے کا ایک دستہ ۲۸-۲۹۔ ہا حال کو ملتان میں پہنچنے والا ہے اور محکوم امید ہے کہ باقی گروہ بھی زیادہ عرصہ
 نہ لگا بیٹنگے۔ چونکہ سب سے اپنی قواعد وان ویسی تنظیموں کو جد کر دیا معہذا ہمیشہ اور کو چھوڑ کر پنجاب کے اور تمام حصوں سے
 گور سے اور پنجابی سپاہی بھرتی کر سکتے ہیں۔ پنجابی سواروں کا اول رسالہ ملتان سے فیروز پور کو جاتا ہے اور اس وقت
 اٹھارہ رات میں ہے ہم نے تھوڑا دریا سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ اور چندا وجھن فوج سرسپر قبضہ حاصل کرنے کی کوشش اور
 وہاں سے دہلی کی طرف اور بڑھنے کے لیے روانہ کیا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ صدر مقاموں میں کوئی شخص زیادہ قابلیت کا ہو۔ اسلاف بحرین سب سے عمدہ سرگشتان ناہون
 ہیں جنہوں نے پشاور میں بڑی بڑی خدمتیں انجام کی ہیں لیکن وہ کم عمر آدمی ہیں اور چندان عالی ہمت نہیں ہیں جنرل ریزر
 خود ناتوان اور نڈیہ ہیں اور اپنے عہدے کے کام کے لیے بالکل ناقابل معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے انکو لکھا تھا کہ پگنڈیز پگنڈیز
 یا لکھتے کر قتل ہٹسٹن ان دو افسروں میں سے جو کو پسند کریں اسکو لین جو دونوں اول درجہ کے سپاہی تھے۔ وہ
 چچنہر بلین کو لینا چاہتے ہیں لیکن اس صورت میں ہٹسٹن کو پگنڈیز پگنڈیز مقرر ہونا چاہیے اور گشتی کا لم فوج پر تعینات
 کرنا چاہیے یہ عہد کسی معمولی آدمی کو دینا بزنز کر سکے ہے کہ وہ اسی طرح خالی چھوڑ دیا جائے۔ اگر کبھی میرے پرانے قاعدے کو
 شکست کر کے مشکل مقاموں میں لائق افسروں کو مقرر کرنے والے ہیں تو وہ وقت اب ہے جب ہندوستان کی محل حکومت
 خطہ میں بڑی ہے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ حضور عالی اس کام کو درجہ اتمام پر پہنچا دیں گے۔

ہمارا چھ گلاب سنگھ بڑی کشادہ دلی سے خدمت کر کے کوکتے ہیں اور میں نے ان سے کہا ہے کہ شاید محکوم آپ سے
 کچھ روپیہ قرض لینا پڑیگا۔ اس حصہ ملک میں بہت سے لوگ پیشین گوئی کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مخالفین کے طرف دار
 ہونگے لیکن محکوم ابھی تو اس کے کچھ آثار نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ اس عمر اور اپنی جسمانی صحت کی اس کیفیت میں ہمارا جو پیشو
 تیا جھگڑا پیدا کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ علاوہ بریں خود ہمارا چھ گلاب سنگھ کی فوج کے جن باغیوں کو سزا دی گئی اس سے
 ان کے دل پر بڑا اثر پیدا ہوا ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا چھ گلاب سنگھ کو کور کا فرزند ہم لوگوں کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے مزاج میں کینہ
 حرص ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں اس قسم کا فساد خود اس کے ملک میں پیدا کر کے اسکو خاموش کر سکتا ہوں۔ ہر حال
 محکوم ابھی وہاں کوئی خطرہ کی بات نہیں معلوم ہوتی ہے۔ آنزوے ستلج کی ریاستوں کے سکھ سرداروں نے نہایت تعریک
 قابل ہمارے ساتھ برتاؤ کیا اصل تو یہ ہے کہ میرے منہ نہیں ہے جو ہمارا چھ گلاب سنگھ کی کوششوں کی تعریف
 کر سکوں۔ اگر انھوں نے مدد کی ہوتی تو میری فوج اور محاصرے کا تو پتہ نہ کبھی دہلی کو نہ پہنچ سکتا۔ میں ویسی سزاؤں کا
 شائق نہیں ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ انکی ذات سے بڑی بڑی خرابیاں واقع ہوئی ہیں۔ لیکن یہ کہنا مجھ پر واجب
 و لازم ہے کہ یہ دونوں سردار اس ہر ایک صلہ کے قریب قریب حق ہیں جس کا دینا تو لازماً ڈیڑھ پٹ کے اختیار میں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر انکے پاس فوراً ایک خطرہ نہ کیا جائیگا تو اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو ان سے کس بات کی حاجت ہوگی۔

سِرْحَاجُ لَارِنس برابر لارڈ کیننگ کے نام چٹیان بھیجتے تھے لیکن حدیم الفرتی اور ملک کے فساد سے لارڈ کیننگ نے سِرْحَاج کو بہت کم چٹیان لکھیں اور جس قدر تحریریں ان میں سے بہت کم سِرْحَاج لارنس کو مین۔ لوگوں کو یاد ہوگا کہ پنجاب اور دارالسلطنت کے تمام رسائل کراچی اور بمبئی کی طرف سے گھوم گھام کر ان تک پہنچتے تھے۔

راولپنڈی ۲۹ جون ۱۸۵۷ء۔

لامی لارڈ۔ ۲۶۔ ماہ گذشتہ سے مجھ کو حضور عالی کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اللہ آباد اور کانپور کے ادھر کی کوئی خبر نہ تک نہیں پہنچی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ان مقامات کی خبریں بھی محدود و چند پہنچتی ہیں۔ میں سنستا ہوں کہ لکھنؤ اب تک اپنے کو نبھالے ہوئے ہے اور گوروں کی جن جن رجسٹرون کے آنے کی امید تھی وہ سب آگئی ہیں۔ دہلی کے لیے جو شخص ہمارے بچے کو سکا اسکو ہم نے روانہ کیا اور اب جو بچتا ہے اسکو بھیجتے ہیں اور دہلی کے سامنے سات آٹھ ہزار آدمیوں سے کم فوج موجود ہوگی۔ لیکن اب باغیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہوگی اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے فرتی ہیں وہ برابر اس کو شش میں رہتے ہیں کہ ہمارے دلہنے اور بائیں جانب بتری پیدا کر کے کمال کی آمد و رفت بند کر دیں پہاڑ کی ایک پست چوٹی کی طرف مارا مورچہ بہت شکم سے خرابی صرف اسقدر ہے کہ ان میں وسعت زیادہ ہے اور دھڑی جانب شہر کے سامنے پست میدان واقع ہیں ہمارے پاس اسقدر فوج ہوتی کہ کل میدان میں جتنا کی نہر تک اپنا استحکام کر سکتی تو بیشک ہکو بڑی تقویت ہوتی۔ مجھ کو اس میں بڑا شبہ ہے کہ موسم سرد کے قبل یا اسوقت تک کہ انھوں نے گوروں کی فوج نہ آجائے دہلی کو فتح کر سکیں۔ ہمارے پاسی بڑے حیرت انگیز طریقے سے لڑتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے فیس بھی بخوبی لائق اور مستعد ہیں۔ قدرت کا پرانا فیاضی قاعدہ اب تک جاری ہے۔ نیول چینیز لینن اپنی جگہ پر آئے لیکن جب سے آئے ہیں اسوقت سے اب تک بیمار ہیں ورنہ شاید یہ حالت تکمیل سفر سے ہوئی ہے۔ اگر انکی تندرستی نے مستعدی سے کام کرنے کی اجازت دی تو وہ بذات خاص ایک لشکر کے برابر ہیں۔ میں نے جنرل ریز کو بتا کید لکھا تھا کہ میرٹھ میں جنرل ہیوٹ پر ترجیح دیجیے لیکن انھوں نے نہ مانا اور وہ اپنی خام خیالی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جنرل ہیوٹ سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ یو لارڈ شپ اس امر کو یقین فرمائیں کہ اس قسم کے سرے چاروں طرف سنا پڑ جائیگا۔ جب تک وہ کمان پر رہیگے اسوقت تک میرٹھ کی فوج کچھ بھی نہ کرے گی۔ تمام فوج میں صرف ایک رائے ہے۔ اگر کوئی مستعدا فسر ہوتا تو جو وسائل جنرل ہیوٹ کو حاصل ہیں انکے نصف وسائل میں بڑے بڑے کام انجام کرتا مثلاً وہ روہیلکھ کے پرگنہ کو لٹکا پارتا رہنے سے روک سکتے تھے۔ وہ دریا سے جہنا کے داہنے کنارے پر کے ملک کو محفوظ رکھ سکتے تھے اور گوروں کو انظام سے رکھ سکتے تھے۔

جنگو جان لارنس نے صدر کے زمانے میں جمع کیا تھا۔ اب یہ امرادی النظر میں معلوم ہو سکتا ہے
 فوج خاص کر کے سکون پنجاب کی دو ایک اور مشہور قوم کے لوگوں سے جمع کی جاتی تو اس سے کہ
 متصور تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ شرف صاحب ہمیشہ ہوشیاری اور خبر گیری سے کام کرتے تھے اور یہی
 وہ جان تک ممکن تھا مختلف قوموں سے جو باہد گرد مذہب مولد عادات اور زبان میں ایک دوسرے
 عظیم رکعتی تھیں شامل تھے۔ اس میں دو ہزار کوہستانی شخص خاص آٹھ ہزار ہندو اور ہندوستانی لوگ اور
 اور جو میں ہزار مسلمان تھے۔ یہ بات خیال کرنے کے قابل ہے کہ مسلمان لوگ نصف کے قریب تھے
 مختلف فرقوں کے تھے جنکے مابین سوا سے شرکت کلہ کے اتفاق کی اور کوئی بات نہیں تھی۔ اور ان میں
 بہت لوگ سکون سے بالکل اجنبی تھے اور خود ہندوستانیوں کی یہی کیفیت تھی "و تنظیم بالتقسیم" کے اصول
 جو یہ قدر چالاک سے شامل ہے کسی فرمان روا نے اسطور سے بہت کم عمل کیا ہو گا کہ اسے خود غرضی کی کوئی
 کی ہو اور اسکا ایسا مفید اور فیروز منہ نتیجہ فوج ہوا ہو۔

ڈیوٹی صاحب متعلقہ گارڈن کو جان لارنس اسی عجیب جو انفرادی سے لکھتے ہیں۔
 مقام راولپنڈی ۱۵ جون ۱۸۵۷ء۔

میر کے پیار سے ڈیوٹی صاحب۔ آپ کی چٹی مور ۱۰۔ ۱۱ جون پہنچی اور اس خبر کے سننے سے کہ گارڈن سن سے
 لوگوں نے بہت تک ہلائی کی جھکوا انتہا مرتبہ کی فوشی چل ہوئی۔ یہ چار دن بٹائی پل بسا۔ ہم سب لوگ اس کے لیے بہت
 افسوس کریں گے۔ ہم آپ کے پاس راتھنی کی پلٹن سے اور لوگ کی رختنت اور رسالہ پنجاب کے لوگ اور ڈیڑھ رختنت
 گورون کی اور دو سو سپاہی تو پخانہ کے یعنی ہر شخص کو جو ہمارے جمع کرنے سے جمع ہوا روانہ کرتے ہیں۔ ہم ہنٹن صاحب کا
 رسالہ بھی مرتب کر رہے ہیں اور امید ہے کہ بہت جلد اسکو روانہ کریں۔ میں ابتدا سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ دہلی میں ہندوستانی
 سپاہیوں کی بڑی ضرورت ہوگی۔ اب تک تو راتھنی کی پلٹن سے اور رختنت صاحب کا رسالہ آپ کے پاس پہنچ گیا تو
 لیکن پٹنل پائسنون کی سادہ لوحی سے انہیں غل ہو گیا۔ میں نے لکھا ہے کہ پٹنل پائسنون صاحب دو لون میں جسکو پٹنل پائسنون
 پسند کریں میں اسکو پٹنل پائسنون کی طرف بھیج دوں۔ اور یہ جو شخص مقرر ہو گا وہ گشتی کا کام کا کیا کرے ہو گا۔ دو لون شخص اول درجہ
 سپاہی ہیں۔ وہ صلاح مشورہ میں اچھی رہے دینگے اور جنگ میں بھی خوب کام کریں گے اگر ایسے چند سپاہی بھی اور ہوتے
 تو یہی عہدہ بات تھی۔ جھکوا امید ہے کہ پٹنل صاحب جو واپس جاتے ہیں کل میان داخل ہو جائیں گے کیونکہ میں جانتا ہوں
 کہ جو سوت اٹھا جواب آئے تو میں راستہ سے انکو جا کر لے آؤں۔ گارڈن کے لوگوں سے کہیے گا کہ میرے اختیار میں جو کچھ لکھ لے
 لے ہے اس سے جھکوا گا کریں۔

سُر جان لارنس نے لارڈ گینگ کو جو چھپیان لکھی تھیں (اور وہ سب چھپیان بڑی دشمنندی سے خبر دیتی ہیں) نہیں سے تین چار اس مقام پر منتخب کر کے وچ کی جاتی ہیں۔

مقام راولپنڈی ۱۴ جون ۱۸۵۷ء

ما فی لارڈ۔ ہم سب لوگ جو اس حصہ ملک میں رہتے ہیں خیریت سے ہیں اور فوج دہلی کی کمک کے لیے دل جان کر کوشش کر رہے ہیں ایسا نہیں ہے کہ صرف پنجاب ہی کے معاملات کو دیکھتے ہوں سب سے زیادہ ہکو پشاوڑ کا تردد تھا لیکن قومی تدبیروں سے جو عمل میں لائی گئیں اب وہاں ہر طرح سے حفاظت ہے۔ یہ ایک بڑی قسمی کی بات تھی کہ فوج پنجاب کے نصف آدمی رخصت فرگوں پر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سب لوگ واپس آکر اب جمع ہوتے جاتے ہیں اور نہایت عمدہ و لولہ ظاہر کر رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ ہکو اس بات کی حاجت ہے کہ یورپین سپاہی کثرت سے ہم پہنچائے جائیں لیکن اس وقت دہلی میں ہر ایک ہندوستانی سپاہی مثل گوروں کے ہماری رفاقت کرتا ہے جو موسم آج کل ہے ایسے موسم میں اگر محض گوروں کا کوئی گروہ ہو تو وہ بغیر ہندوستانی سپاہیوں کے ضرور تتر بتر ہو جائیگا۔ میرٹھ کی بدانتظامی اور صدر مقامات کی تاخیر سے کہ جو امرض ایک طرح کا دنگ تھا اسکی حالت بدلتے بدلتے اس نوبت کو پہنچ گئی کہ سلطنت کے لیے جناب کرنے کا معرکہ پیش نظر ہو گیا۔ اس وقت میں نہیں خیال کرتا کہ احاطہ ہنگال کی دیسی پلٹنیں خیر خواہ ہوں اور قواعد دان سواروں کے اکثر رسالوں اور ہندوستان کے غیر قواعد دان سواروں کی حالت بھی اسی طرح کی ہے۔ قواعد دان رسالہ مسلمانوں نے جہاں جہاں غدر کیا وہاں ہندوؤں سے زیادہ تیزی اور کینہہ کشی اور تعصب ظاہر کیا۔ لیکن یہ حرکتیں قومی خواص سے تعلق رکھتی ہیں۔

چند سال کا عرصہ ہوا جب جنرل ہیوٹ پشاوڑ میں مقرر کیے گئے تھے تو اس وقت میں نے کہا تھا کہ جنرل مذکور اس عہدے کی بالکل لیاقت نہیں رکھتے ہیں تین برس تک وہ اس عہدے پر رکھے گئے اور اسکے بعد میرٹھ کو تبدیل کیے گئے۔ حضور ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس زمانے میں انھوں نے کیا کر رکھا ہے۔ لیکن اگر جنرل مذکور نے اپنی چھاؤنی کے گرد پانچ میل تک بھی ملک کی حفاظت کی ہوتی تو وہ امن و امان قائم رکھ سکتے تھے اور بار برداری چھل کر سکتے تھے۔ جس وقت گوروں کی پلٹنیں پہاڑ سے اترتی تھیں تو انکے پاس صرف دسٹل باڑھوں کی گولی اور باروت تھی اور ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ چالیس باڑھوں کی گولی باروت تھی۔ محاصرے کا تو چنانہ جو حفاظت سے پھلو کو پہنچ گیا یہ گویا ایک طور کا معجزہ ہوا۔ اسکی حفاظت کے لیے صرف راجہ ناچھ کا ایک حصہ فوج ہمراہ تھا۔ اب تک ہم پر سب سے بڑھکر اس بات کی مصیبت رہی کہ جالندھر کی دیسی سپاہ بغاوت پر آمادہ رہی۔۔۔۔۔

جنرل ریڈ ابھی سے ملک کے لیے فوج طلب کر رہے ہیں میں حضور ملک مغلہ کی پلٹن نمبر ۱۰ جالندھر سے پلٹن نمبر ۱۱ کا

روانہ کی ہے جس کی نقل اس جگہ کے ساتھ منسلک کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ اگر راستہ میں باغیوں نے اپنی حفاظت نہ رکھی اور یہ امر نہایت قریب قیاس ہے کہ ایسا نہ ہوگا تو وہ سوچیدہ پیادے اندر گھس کر کشمیری چھاگیاں پر ایسے وقت قبضہ کر لینگے کہ پوچھا سپاہیوں کو خبر بھی نہوئے پائیگی۔ ایسی مہم کے لیے گائیڈنس کے لوگ بہت موزوں ہیں جو ضرورت کے وقت ان کو ان کی طرح لپٹے چلے جائینگے اور کسی کو خبر بھی نہوگی۔ اس طرح کی دیوار ایسی بنی ہے کہ جب تک کوئی اسکے پشت پر چڑھ کر نہ جھانکے اس وقت تک نیچے کی کوئی شے دکھائی نہیں دے سکتی ہے۔ ہر گزیدہ بزرگان کو اس بات پر مجبور نہ رکھنا چاہیے کہ میرے اہلکار ان جہان تک جس بات کی مدد ہے نہیں کسی طرح کی کوتاہی نہ کر دینگے جن خاص خاص باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے انکے بارے میں جھگو اپنی جان تک عزیز نہیں ہے۔

پنجاب کے اس تمام نازک زمانہ میں سر جان لارنس کو سب سے زیادہ اپنے نقصانوں کی سیاسی سرگرمی کی عظمت کا نظریہ ہے۔ یہ تصور مائل بصواب تھا اس سے جان لارنس کو ہر طرح کی ہمدردی تھی اور انھوں نے خود اس کی ہمدردی سنی کی تھی اور اس کے زمانہ میں اگر ایسا کیا جاتا تو کبھی بیجا نہ خیال کیا جاتا۔ لیکن انھوں نے خیال کیا کہ ایسے زمانہ میں جب تک قوی ہاتھ سے اسد ادھوگا اور بخوبی تمام یہ نہ دیکھا جائیگا کہ کس مقام پر کیا کیا کارروائی ہو رہی ہے تو مشکل سے یہ ظاہر ہوگا کہ نہیں کم خطرہ ہے بلکہ اسکے ہلکس ثابت ہوگا۔ ابتدا سے آخر تک اگلی کارروائی یہی رہی کہ اس واماں قائم رکھنے اور ہندوستان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کو جس قدر لوگ درکار ہیں ان سے بڑھ کر لوگ بھرتی نہ کیے جائیں۔ سر جان لارنس کا خیال اور بیان بھی یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہے پنجابی لوگ اس قابل ہونے سے مستثنیٰ رکھے جائیں کہ ملک میں انھیں لوگوں کو قوت حاصل ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھنے پائیں کہ پنجابی لوگ پریشن سلطنت کے داہنے ہاتھ ہیں۔ لیکن جب وقت سپاہیوں کے بھرتی کرنے کی ایک مرتبہ اجازت دی گئی تو ہر ایک ہمارے طبعاً اس بات کا خواہشمند ہوا کہ اپنی کوششوں کی جگہ پیدا کرے اور جہاں تک آدمیوں کا بھرتی کرنا ممکن ہو انکو بھرتی کر کے (بعض اوقات بلا مشورہ اپنے چیت کے) اپنی استعدادی ظاہر کریں۔ ہر ایک ہمارے شمع بیشک اس بات کا جانتا تھا کہ موافق زمانہ میں وہ خود کس قدر بے سودی کر سکتا تھا لیکن شاید وہ اس بات کو نہ سمجھتا ہوگا کہ تھوڑی تھوڑی خرابی پیدا کر کے تمام صوبے میں بیہشت مجموعی کس قدر ابتری ڈال سکتا ہے۔ چیت کشنتر اس بات کو خوب جانتے تھے اگلی نظر ہر ایک حصہ ملک پر گڑی ہوئی تھی اور بعض اوقات انکو آگے کی بھی خبر لینا پڑتی تھی۔ اس مقام پر انکی دوا یک چشمیان نونہ کے طور پر لگھی جاتی ہیں جو اس امر سے متعلق ہیں اور جسے بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ وہ پنجاب کی ہر ایک قوم سے کس قدر واقفیت رکھتے تھے۔

مقام اولہ پٹنڈی، ۱۰ جون ۱۸۵۷ء۔

گائیڈ بزرگان (سنڈی کاٹن) میں سمجھتا ہوں کہ یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ آپ کس قدر شجاعت و ہمت کی ایک تجلشن ہیں

بھرتی کرتے ہیں۔ ایک افسر چٹانوں پر منحوس ہے دوسرا سکھوں پر جان دیتا ہے تیسرا پوریا لوگوں پر مرتا ہے وٹس علی ہذا۔ گو سیکندر
خبر داری کی گئی تھی مگر اسپر بھی کچھ زمانہ ہوا کہ ہماری پنجاب کی سپاہ قریب قریب بالکل پوریا لوگوں سے مسموم تھی۔ ان لوگوں کی
طبیعت پوریا لوگوں کی سی واقع ہوئی تھی۔ لیکن اسکے افسداد اور علاج کیا گیا۔ ہوشیار افسر آپ کو بتا سکتے ہیں کہ چٹان
لوگ کو ہستان کی جانب اول درجہ کے رفیق ہیں۔ لیکن وہ بود سے اور نکام حرام اور متعصب ہیں۔ جو شخص آج آپ کو اپنا
سہریتا ہے وہ کل کلا کاٹنے کو مستعد ہوتا ہے۔ بیکہ لوگ اگر چہ چٹانوں سے زیادہ بہادر نہیں ہیں شاید وہ زیادہ قالم بالاد
ہمت رکھتے ہیں۔ پھر چٹان لوگ صرف اس واسطے نوکری کرتے ہیں کہ وہ تھوڑا سا روپیہ جمع کریں اور اسکے بعد الگ ہو جائیں
اور سکھ لوگ اپنی نوکری میں جان لڑائے رہتے ہیں۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ زیادہ چٹان
بھرتی نہ کریں دسٹل کمپنیوں کی ایک جھنڈ کے لیے میری تجویز یہ ہے کہ اسیں چار چار سکھ دود پھاڑی راجپوت دود
پنجابی مسلمان اور دود و چٹان ہوں۔ پشاور میں اگر آپ چاہیں تو ایک لٹ چٹان بھرتی کر سکتے ہیں۔ پنجابی مسلمان
ایک بہادر سپاہی ہوتا ہے شاید چٹانوں کی طرح وہ ڈانٹ ڈپٹ کم رکھتا ہے لیکن ان سے ثابت قادی میں زیادہ اور تعصب
اور خوشخواری میں کم ہوتا ہے۔

اسی رنگ پر جان لارنس نیکمرنی صاحب کو لکھتے ہیں۔

۲۱۔ جون ۱۸۵۷ء۔

میرے پیارے نیکمرنی۔ ہکو بہت دوڑ کر چٹانا لازم نہیں ہے۔ ہکو پنجاب میں حد سے زیادہ آدمی خواہ وہ مسلمان
ہوں خواہ سکھ بھرتی کرنا لازم نہیں ہے۔ حد سے زیادہ پنجابی لوگوں کے بھرتی کرنے سے ممکن ہے کہ آخرین خراب نتیجہ
پیدا ہو۔ میں نے اس وقت چالیس ہزار پنجابی سپاہیوں کا بندہ و بست کر لیا ہے یعنی میں ہزار پرائسے اور میں ہزار نئے حصہ
فوج کے لیے۔ یہ تعداد بہت ہے۔ اس سے زیادہ میں خطرہ متصور ہے۔ علاوہ بریں اس تعداد میں ہندوستانی ریاستوں کے
سپاہی اور نئے پولیس کے گھوڑ چڑھے پیادے داخل نہیں ہیں جنکی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہوگی۔ یاد رکھیے کہ ان لوگوں کو
انتظام کے ساتھ قائم رکھنے کے لیے ہم لوگوں کے پاس صرف ساڑھے سات پلٹنیں گورون کی ہیں۔ لوگ بہت دوڑ کر چلتے ہیں
میں دیکھتا ہوں کہ ہارٹس صاحب ہندوستانی تنخواہدار سپاہی جمع کر رہے ہیں اور اب گورون کو انکے افسر مقرر کرنا چاہتے ہیں
جھکو اسکا کچھ حال معلوم نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اکتوبر تک بشرطیکہ پنجابی ثابت قدم رہے ہم لوگ... قواعد و ان
سپاہی ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے گورون کی مدد کو وہاں بھیج سکیں گے لیکن اس اثنا میں اگر پنجابی لوگ کثرت سے ہوسے
تو انکی ذات سے بڑا خطرہ رہیگا۔ مہربانی کر کے یہ خط اپنے آجیٹن جنرل میکفرسن کو دکھلا دیجیے گا۔

اس موقع پر اگر یہ امر بیان کیا جائے تو خالی از لطف نہ ہوگا کہ باوصف کل موافق کے جان لارنس
ان اصولوں کا کمان تک برتاؤ کر سکے جنکو انھوں نے اس ہوشیاری سے قائم کیا تھا۔ غدر کے ختم ہونے کے

اس بات کو مین ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ستر جان لارنس نے اپنے عہدہ سے عہدہ افسرون اور متحدہ سپاہیوں سے اپنے صوبہ کو کس طرح خالی کر دیا تھا اور خبیثانہ فتنہ کا احوال ختم ہو گا اس وقت تک یہ بات برابر ظاہر ہوتی رہیگی۔ لیکن بغیر جوبن اور رویون اور بابر برداری کے جانوزون کے صرف آدمیوں سے کیا کام اکل سکتا تھا۔ اس واسطے یہ سب چیزیں بھی اور ہر ہر شے پنجاب سے ہم بھونچائی گئی۔ دو محاصرے کے تو بھانے پہلا ماہ مئی میں محاصرہ دہلی کے شروع کرنے کو اور دوسرا ماہ اگست میں اس کے خاتمہ کے لیے جو روانہ کیے گئے ان میں ہر ایک شے پنجاب ہی کے مسلح خاتمہ پھلور اور فیروز پور سے بھی گئی تھی۔ اور وہ فوج بدلتہ پنجاب اور سندھ ہی سے آئی تھی جسے محاصرے کے دونوں تو بھانوں کو بھانٹ دہلی تک پہونچا دیا تھا وہ ملک پنجاب ہی تھا جان سے بیشمار باقی اور اونٹ اور بیل اور چکڑے بارسن اور بونگش صاحب کے اہتمام سے جمع کیے گئے اور عجیب طرح کی ہوشیاری سے ایک بابر برداری کے قافلہ میں انکی ترتیب دی گئی اور امین سے تیس چکڑے ہر روز انا لہ اور لودھیانہ اور کرنا ل کے بڑے بڑے ایشیونوں سے روانہ ہوتے تھے وہ پنجاب ہی کے خزانے تھے جو تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے اور جان لارنس اور ٹنگرینی صاحب کے عین وقت پر تہذیب کرنے سے بچ گئے اور دہلی میں سپاہیوں کی تنخواہ اور دوسرے اخراجات جو لاقی ہوئے وہ انہیں خزانوں سے ادا کیے گئے۔ اگر ٹیچرڈون کے لیے ہالو کے بورون کی ضرورت ہوئی یا سواروں کے واسطے کاٹھیوں کی حاجت ہوئی یا یوروپین فوج کے لیے خیموں کی احتیاج ہوئی تو یہ سب چیزیں پنجاب ہی سے دستیاب ہوئیں۔ لودھیانہ کے جولاہے اگر چہ بظن تھے لیکن جس وقت جانچ کرکٹس نے دباؤ والا تو تین ہزار گزیر بنانے کا کپڑا جو انہوں نے اپنے لیے تیار کیا تھا انکو دینا پڑا۔

پس جان لارنس کی حکومت میں پنجاب نے اپنے حصہ مطابق بلکہ اس سے کمین زیادہ ہندوستان کی حمایت کی۔ جون اور جولائی کے مہینہ میں جان لارنس نے جو جیمیان لکھی تھیں انہیں سے صراحتاً جیمیان میر پاس بین اور انہیں سے چنانچہ بیون کو جو میں اس مقام پر بوج کر تا ہوں وہ خود اس قصہ کو ظاہر کر دینی چاہتا ہوں میں نے آفرین چھوڑا ہے اور جان لارنس نے ہر ایک امر میں جو شرکت کی ہے اس کا حال تفصیل کے ساتھ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا۔

جنرل ریز کو جو بحیثیت گورنر جنرل پنجاب راولپنڈی سے دہلی کو جاتے تھے جان لارنس نے شہر خلیل دہلی کی قلیل واقفیت سے ایسی عمدہ عمدہ رہن دین۔

مقام راولپنڈی یکم جون ۱۸۵۷ء۔

میر سے چارے جنرل۔ جب سے آپ اس مقام کو چھوڑ کر دہلی کی طرف روانہ ہوئے اس وقت سے اب تک بیان ہر نوع غیرت ہے۔ پشاور میں اب تک خاموشی ہے اور اس انسان میں ہندوستانی سپاہی فوج میں بھرتی کرنے کو

میتے جاتے ہیں۔ جگوا مید ہے کہ آپ کو اس سفر میں زحمت نہ ہوگی۔ ایسے موسم میں بیشک سفر کرنا قیامت کا سامنا ہے۔
 مین صلح دیتا ہوں کہ دہلی میں پہنچ کر آپ مغزین شہر کے نام اس مضمون کے اشتہارات جاری کرینگے۔
 کہ وہ لوگ باغیوں کو چھوڑ کر ہمارے سایہ میں چلے آئیں۔ مین اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ قتل عمد کے مرتکب
 نہیں ہوئے ہیں اور وہ ہماری اطاعت قبول کر لینگے مین انکی جان بخشی کرونگا۔ مثلاً نمبر ۱۰۰۰ ہندوستانی پلٹن کے سپاہیوں کی
 نسبت بیان کیا گیا ہے کہ آخری وقت تک انکا چال چلن اچھا رہا اور انھوں نے اپنے افسروں کی حفاظت کی۔
 اگر یہ امر صحیح ہے تو انکی جان بخشی بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ اُن سے پھر عدو نہ پر مقرر کرنے کے سوا
 اور ہر طرح کا وعدہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ عدل کے ساتھ نرمی اور درشتی کا برتاؤ کیجیے گا تو اُسکا بدست عمدہ نتیجہ ظاہر ہوگا۔
 آپ جسوقت ان اشتہاروں کو جاری کریں گے تو محض اُنکے جاری ہونے سے باغیوں میں نفاق پڑ جائیگا اور وہ ایک
 دوسرے سے بے اعتماد ہونے لگیں گے۔ مین نہیں خیال کرتا ہوں کہ باغی لوگ دہلی پر قبضہ قائم رکھ سکیں گے لیکن اگر وہ ایسا
 کر سکیں اور آپ یکبارگی انپر حملہ کر کے انکو نکال دیجیے تو میری رائے ہے کہ آپ ایک قومی فوج محفوظ مرتب رکھینگے ورنہ جسوقت
 شہر کے ٹوٹنے کے وقت ہنگامہ برپا ہوگا تو آپ کے آدمی کٹ جائینگے۔ شہر کے باشندے اپنے امکان بھر جنگ نہ کریں گے
 اور مین تو کہتا ہوں کہ وہ مطلق نہ لڑینگے۔ اگر شہر تاحہ آجائے تو قلعہ (محاصرہ) پر قبضہ کر لیجیے قلعہ سے ہر مقام کی حفاظت ہوتی ہے
 اور اگر اُس میں ۵۰۰ یا ۱۰۰۰ آدمی ہونگے تو دس ہزار آدمیوں کے بلوے کو روک سکیں گے ہندوؤں پر فتح حاصل کرنے سے
 ہم لوگوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

اسکے چند روز کے بعد جان لارنس نے اڈو ورس صاحب کے نام کی ایک چٹھی میں دہلی کی قلعہ بندیوں کا
 مختصر حال دستور پر لکھا ہے جو خالی از لطف نہیں ہے۔

دہلی کے واسطے بیشک یہ بات بہت خراب ہوگی اگر شہر پناہ کے سامنے ضروری تدبیریں کرنے میں تاخیر ہوگی۔
 اور پھر حملہ کرنے میں بھی بڑی ہوشیاری اور دیہی درکار ہے۔ ہم تین برس سے اُس مقام کو مستحکم یا بلکہ مسلمانوں کی
 قلعہ بندیوں کو درست کرتے آتے تھے اور اُس میں کئی لاکھ روپیہ ہم نے صرف کیا شہر پناہ کی دیواریں ترشے ہوئے پتھروں
 چوکھٹوں سے جوڑی ہوئی ہیں اور بہت بلند ہیں۔ سات آٹھ فٹ کا آثار ہے اور ہم نے دیواروں کی حفاظت کے لیے
 بہت سی برچھیاں بھی بنوائی تھیں۔ لیکن اصل حفاظت کھائی سے ہے جو بہت ہی گہری اور نہایت چوڑی ہے اور اب تک
 اپنی حیثیت اصلی پر قائم ہے میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر حملہ ناگہانی کرنے کے لیے کوئی غیر محفوظ مقام نہ پایا جائے تو اسکی
 تدبیر یہ ہے کہ جو مسجد اجیر والے پھاٹک کے باہر بنی ہوئی ہے اسکی آڑ سے چڑھائی کی جائے اور اُسی مقام پر ہمارے
 سپاہی متوقف بھی ہوں اسکے بعد دیوار یا مورچہ کے بالائی حصہ کو جو تین فٹ سے زیادہ چڑا ہوگا گولوں سے اڑا دیجیے اور دشمن
 اس بات سے روک رکھیے کہ وہ پھاٹک سے اپنی حفاظت نہ کرنے پائیں الخ۔ لیکن مین نے کل رات کو اب تک تجویز نہ فرمائی ہزار گنا

اور ایک دوسرے کی تحریر کا مقابلہ کر کے ہر ایک کے بیان کو مناسب وقت دیتے تھے۔ اگر وقت ہوتا تھا تو ہر ایک مجوزہ کارروائی کے متعلق جان لارنس کی پیشتر سے صلاح لی جاتی تھی اور یہ صلاح کچھ اس وجہ سے نہیں لی جاتی تھی کہ وہ خود یہ خواہش رکھتے ہوں بلکہ اس وجہ سے کہ جو لوگ دہلی کے سامنے کپ قائم کیے ہوئے تھے وہ بھی یہی چاہتے تھے۔ ہر روز دن بھر کی کارروائیوں کے حالات سے پہلے جان لارنس کو خبر دی جاتی تھی اور اس کے بعد بشیار چشم دید گواہ تحریر اس کی شہادت تفصیل ہو جاتے تھے ہر ایک جنرل شل ایٹسن و برٹنارڈ ورنڈ و آرنج وین و لن کے بعد دیگرے اکثر اپنی رائے سے کل حالات اسطور پر لکھتے تھے کہ گویا وہ سب کا اعلیٰ افسر تھا اور اگر باقی ماندہ جنرلوں کی رائے مختلف ہوتی تھی تو اپنی مجبوری ظاہر کر کے اُن سے اختلاف کرتے تھے۔ یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ جس وقت محاصرے کا زمانہ رفتہ رفتہ طول کھینچنے لگا تو دہلی کے متعلق آنکلی خط و کتابت رکھنے والے اشخاص کی تعداد اور اس کا ذوق بھی بڑھتا گیا۔ محاصرہ کی گذشتہ موجودہ و آئندہ کارروائیوں کے متعلق صرف گمانڈرائف ہی مفصل حالات اور پیشین گوئیوں کا روزنامہ نہیں بھیجتے تھے بلکہ گرنیٹھڈ اور وین و آرنج اور ورنڈ و آرنج وین اور ٹکسن سب اپنی اپنی مصیبتوں اور امیدوں کے حالات جگر خراش خیالات اور داسور الفاظ اور ان ٹھیسوں کے ذریعہ سے لکھ کر روانہ کرتے تھے جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اور اگر وہ پوری پوری نقل کی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کل حالات پر لحاظ کر کے اس محاصرہ کی وہ کیفیت ظاہر ہو جو آج تک دنیا کے کسی محاصرہ میں ظاہر نہ ہوئی ہوگی۔

چونکہ یہ چٹیمان نہایت لچکپن اس واسطے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اس مختصر سالہ میں اُن باتوں کو وضاحت کے ساتھ ظاہر کروں جو میں نے جان لارنس کے بارے میں بیان کی ہیں اور اس مقصد کے لیے میں اُن ٹھیسوں کے خلاصے محول نہ کروں گا جو جان لارنس کو لکھی تھیں بلکہ اُن ٹھیسوں کے خلاصے محول کروں گا جو جان لارنس نے اور اشخاص کو تحریر کی تھیں جس سے معلوم ہو جائے کہ اُس صوبہ میں جہان کے ہر مقام پر آتش فساد و متعل تھی اپنی حسن تدبیر سے جان لارنس نے اُن باتوں کو بالکل نیست و نابود کر دیا جسے انواع و اقسام کے خطرے تصور تھے اور خطروں کے بدلے تقویت کے جدید آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور کیونکہ اپنے زور و مدد سے جو اکثر فرماؤ و ایوں میں بہت کم دیکھا گیا ہے اُس تمام کثافت فساد کو جو افراط سے جمع ہو سکتی تھی نکال کر باہر پھینکا یا اور اس طرح سے محاصرہ دہلی کی جب جب جو ضرورت ہوئی اُس کو رفع کر دیا۔ اور کیونکہ وہ دور دراز کے نتیجے پر اپنی نظر اگر لڑا کر ایسی تدبیریں کرتے تھے جو نامناسب نہیں ہوتی تھیں اور جو شے اُن کے پانوں کے نیچے آ جاتی تھی اُس پر سری نگاہ نہیں ڈالتے تھے لیکن ان تمام امور کے متعلق یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ میں نے اُن تدبیروں اور کارروائیوں کو صرف دود و سطر میں بیان کر دیا ہے جنہر جان لارنس کو پہلے تو راولپنڈی میں نہایت تردد کے ساتھ اپنی رائے

ابھی اس بات کو بیان کر چکا ہوں کہ ستر جان لائسنس نے ابتدا سے زمانہ خیر میں جو طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے کام کا خاتمہ ظاہر کر کے غافل ہو سکتے تھے اور کسی ضروری کاروبار کی کمی نہ ہو سکتے تھے اور اسکے بعد پھر خواب غفلت میں ہر سرت ہو کر غاموش ہو جاتے تھے غالباً اس طریقہ سے انکو تکلم کا کامی نہیں ہونے پائی۔ لیکن یہ وہ ایہ فطرت (یعنی خواب غفلت) جس پر لارڈ کو لوریاں دیے نہیں آئی۔ اور بات یہ ہے کہ جس قدر لارڈ ناز و کوئی نیکو خیال نہیں اور بہتر تر اور بہتر جہد و جہد کے موجود ہونے سے جو بڑے لائق اور مستعد فہم تھے اور محاصرہ کا کام کیا کیسا کی شروع کرنے کے لیے بڑے اشتیاق سے ۳۔ جولائی کو بیان آئے تھے برسی تقویت تھی لیکن یہ وہاں نہ رہنے دیکھا کہ کوئی سامان میا نہیں ہے۔ اور زارون اور زورون کا بالکل قیض تھا۔ بالو کے تھیلے مطلق نہ تھے اور بھاری بند و تین صرف محدود سے چند تین سب سے بڑھ کر خرابی کی بات یہ تھی کہ توپ اور بم کے گولے ایک نہ کیا گولہ انداز ہی بھر کو بھی نہ تھے۔ اس واسطے وہ مجبور ہوئے پینسٹریلین اور نیڈا و نوڈ اپنی تجویز کی موٹی تدبیر پر جسکو انھوں نے قار ہاؤس کا تھ یعنی پانسہ کہا تھا عمل کرین یعنی فینیم پر حملہ آور ہوں۔ لیکن لکنا شیر پرنس کے حکم سے نہ تو یہ پانسہ بھینک گیا اور نہ مضابطہ سے محاصرہ کرنے کی کوئی کارروائی کی گئی۔ پینچ اہل لارڈ ناز و پیر ہو چکے تھے اور اسطور پر روزگاہ دہلی کے دو شہلے ایسے وقت لگا ہوں سے غائب ہو گئے جس وقت تک دہلی پر قبضہ کرنے کی ایک کارروائی بھی عمل میں نہیں آنے پائی تھی۔

جون کے مہینہ میں واقعات دہلی کی حاکم کیفیت اور محاصرہ کی عام صورت یہ تھی۔ تو کیا وجہ ہے کہ یہ ہم باہمی خیال کر کے چھوڑ نہیں دی گئی اور کیا ایسا سبب ہوا کہ متواتر ہمارے آدمیوں کی تعداد کے گھٹنے اور ہمارے وسائل کے سدود ہونے پر ہمارے کپ کے دلیر آدمیوں نے بھی یہ صلاح نہ دی کہ ایسی فضول مہم سے دست کشی کی جائے۔

اسکی ایک وجہ تھی اور سوائے اسکے دوسری وجہ نہ تھی۔ ستر جان لائسنس دہلی پر چڑھائی کر کے پہلے محاصرہ کر کے اور کپ کا ہر ایک شخص جانتا تھا کہ انکے اختیار میں جہاں تک کوئی مدد ہے امین کو تباہی کر سکے اس مہم کو ہاتھ سے نہ جانے دیگے لیکن حالات اور واقعات کے اثر نے کل شمال مغربی ہند کے بارے میں انکو اس مشیت میں کر دیا کہ وہ بالکل نرا لے تھے۔ ایک دور دراز حصہ ملک تک فخر کے پیدا ہو جانے سے لارڈ کیننگٹن اور ستر جان کو ان کی خط کتابت جو دہلی سے منقطع ہوئی تھی تو اس سے کیا بات پیدا ہوئی اور کیا لکنا شیر پرنس کے بعد جو مر گیا یا طلب باہر قریب مرگ ہو کر ہارون کی طرف چلا گیا تو اس میں کیا سراج ہوا تھا ورنہ حالیکہ ستر جان لائسنس جو لکنا شیر پرنس کے بلکہ لارڈ ناز و پرنس سے بڑھ کر تھے انکے سر پر سلامت تھے۔ چنانچہ لائسنس ناؤ لینڈ می میں تھے اور وہاں ہر بات سن رہے تھے اور ہر ایک شے کی جانچ اور ہر امر کی تجویز کرتے تھے اور ہمارے متعلق حکم دیتے تھے بلکہ جو خبر لکنا شیر

وسائل اُن تک خبر ہو چنے کے مہیا تھے اور اُنکے صوبہ کا محکمہ فوجی جیسا بے نظیر تھا اُس سے کہا جاسکتا ہے کہ بات بات کو دیکھتے تھے۔ جان لارنس کی طبیعت اسی واقع ہوئی تھی کہ وہ زمانہ آئندہ کے حال کو مثل زمانہ گذشتہ اور زمانہ گذشتہ کے حال کو مثل زمانہ آئندہ کے خیال کر سکتے تھے جان لارنس وہ شخص تھے جنکے ہاتھ میں دہلی سے پشاور اور پھر پشاور سے ملتان بلکہ (بارٹل فریڈرک شریک) کی ہر ایک فوجی اور ملکی کارروائی کے اُلجھے ہوئے دھاگے کھینچے ہوئے تھے۔ جان لارنس ہی کا نام ہر ایک شخص کی زبان پر جاری تھا اور ہر شخص کے خیال میں جان لارنس ہی کی تصویر متخیل ہوتی تھی۔ دہلی کے آگے ہمارے آدمیوں کا جو کمپ قائم تھا اسپین جان لارنس کا ایسا رعب چھایا ہوا تھا کہ اکثر ہندوستانی پلٹنوں کے لوگ کہنے سے بھی یقین نہیں کرتے تھے کہ وہاں جان لارنس موجود نہیں تھے جو شہر دہلی میں اُنکے نام سے لوگ ایسے لڑتے تھے اور یہ عقیدہ کہ سوا جان لارنس کے اور کوئی شخص اُنکی فوجیابی میں مغل نہیں ہے ایسا مضبوط جم گیا تھا کہ جسوقت باغی لوگ ہمت ہارنے لگے تو سوا اسے اسکے اور کوئی تدبیر انکو کارگر نہ معلوم ہوئی کہ ایک نہایت قومی ہیمل اور گورے جیسے کشمیری کو جسے وہ کسی حملہ میں گرفتار کر لائے تھے دہلی کی سڑکوں پر لاکر کھڑا کیا اور شکستہ دل عوام الناس کی تالیف قلب کی کہ اُنکا قیدی جان لارنس ہی ہے اس تدبیر سے بغاوت کے سرخناؤں نے نہایت دلسوزی سے جنگ کی حالتوں کو دیکھنا شروع کیا۔ ہم یہ سوال بہت اچھی طرح سے کر سکتے ہیں کہ اگر جان لارنس پر کوئی افتاد پڑتی تو اُنکے ہاتھ سے عمان حکومت کون شخص لیتا۔ کون ایسا شخص تھا جو اس نازک وقت میں انتظام ملک اور سپاہی کا کام بھی انجام کرتا اور کیونکر اور کسوقت بلکان غالب شہر دہلی فتح ہوتا۔

میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ دہلی میں جو کچھ واقع ہوتا تھا ستر جان لارنس کو اُسکی ذرہ ذرہ کیفیت معلوم تھی اور شاید اگر وہ خود چڑھائی کے مقام پر ہوتے تو اُس سے بہتر حال دریافت نہ کر سکتے جو انکو راولپنڈی میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوتا تھا۔ جیسا کہ میں نے خاص پنجاب کے حالات میں بیان کیا ہے اُنکو کل حال اسطرح سے معلوم تھا جیسے آسمان پر چڑھ کر کوئی چڑیا نیچے کی تمام کیفیت مشاہدہ کر لیتی ہے۔ اگر جان لارنس یہ مقولہ جو ظاہر میں قطعی معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر اُسکے عجیب غلط فہمی واقع ہوتی ہے کہ میں خود وہاں موجود تھا اور اسوا سطر میں جاتا ہوں کہ وہاں کی یہ کیفیت ہے، ”استعمال نہیں کر سکتے تھے تو وہ یہ بیشک کہہ سکتے تھے کہ ”میں وہاں تو نہیں تھا لیکن اس فاصلہ زمان و مکان سے اُن تمام رپورٹوں کا جو مجھ کو وصول ہوئیں مقابلہ کر کے محاصرہ کے آثار کی تمام کارروائیوں کے متعلق ایسی صحیح رائے دے سکتا ہوں کہ اکثر اُن لوگوں میں سے جو موقع پر موجود تھے ویسی ایسا نہیں دے سکتے تھے۔“ فی الحقیقت وہ اپنے ہر ایک نامہ نگار کی قوت اور کم زوری کو جانتے تھے

کثرت سے آتی تھیں اور ہر مرتبہ ہمارے ۹ آدمی اُن سے مرتے اور چار زخمی ہوتے تھے ہمارے بڑے گولے اور گولیوں کی
 فوٹا کم ہونے لگیں اور ہر گولہ انتہا مرتبہ کی کفایت شکاری اختیار کرنا پڑی یہاں تک کہ فتنہ کی طرف کے جو گولے ہمارے
 دھڑکتے تھے انکو لوگ خوشی سے اٹھالیتے تھے اور پھر شہر کی طرف انکو آتے تھے۔ دہلی کے مسلح خانوں سے ہمارے
 دشمنوں کو گولیوں اور گولوں کا ایک ہیشمار ذخیرہ ملا اور انکو یہ لوگ موقع پا کر سیدھ ٹھک صحن کرتے جاتے تھے۔
 یہ لوگ دیکھتے تھے کہ ہمیں انکا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے اور فائدہ کی ہر طرح امید ہے۔ لرزہ ہمارا اور بیہوشی ہمارے
 ہماری فوج میں پھیلا ہوا تھا جس سے ہمارے آدمیوں کی تعداد روز بروز گھٹتی جاتی تھی اور اسپتال بھرے جاتے تھے۔
 توں بھی اپنے اختیار بھر ہم لوگوں کی ہلاکت میں درج نہیں کرتی تھی اور ہمارے رو بہ باز دشمنوں نے لڑائی کے لیے
 وقت بھی ایسا منتخب کیا تھا جب ماہ جون کی گرمی بھران پر تھی اور دشمنوں کو نہایت خوفناک ٹھکانے کا موقع حاصل تھا۔
 یونانیوں کو کمپوین خبریں پہنچتی تھیں کہ باغیوں کے تازہ گردہ اپنے افسران اور بعض جوانوں میں انکے اہل خیال کے
 خون میں ڈوبے ہوئے شہر کی فوج کو تقویت دینے کے لیے پونج رہے ہیں اور چند روگ ہمارے سپاہیوں نے ہلاک کیے
 اُن سے زیادہ نئے آدمی انکی طرف آگئے ایک روز ابتدا سے محاصرے کے زمانہ میں صبح کے وقت سب دہندوستانی پلٹن کے
 لوگوں کی نسبت جسے جنرل ٹنٹن کو انہاں میں بھیجا رہا لینا چاہیے تھا نہ شک سے دہلی میں اگر جمع ہونے کی جگہ آئی۔
 دوسرے روزہ انجن کو نصیر آباد کے بریگیڈ کے پہنچنے کی خبر سننے میں آئی جس میں ڈویژنٹ اور پچھ توپن تھیں تیسرے روز
 معلوم ہوا کہ جالندھرا اور ٹیلور کی چارپوری فوج ٹنٹن داخل ہوئی ہیں یہ وہ فوج تھیں جن میں کہ اگر جنرل گانن نے اس فساد کو
 شروع ہونے کے وقت اپنا فرض منصبی ادا کیا ہوتا تو انہیں سے ایک شخص انکا حال بیان کرنے کو بھی باقی نہ رہتا۔ پھر
 بریلی یا دہلی کے گولہ باریگیڈ تھا جس میں چار ہزار مسلح آدمی تھے اور اسکی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ عتقرب پہنچا جاتا ہے
 اس سے بڑھ کر خوفناک گولہ باریگیڈ فوج کا حصہ تھا اور جب وقت یہ چل کر وہ اگر سے کے محاصرے کے لیے جمع ہو رہا تھا
 تو اندیشہ کیا جاتا تھا کہ اسکا ایک حصہ دہلی کو بھی روانہ ہوگا۔ باغیوں کے ہر ایک تازہ گردہ کے پہنچنے کی یہ علامت تھی
 کہ ہم لوگوں کی زوال پذیر جمیعت پر اور بھی سرگرمی سے حملہ کیا جاتا تھا۔ اور آج اگر ہماری طرف کے لوگ چند ہلاک
 ہوتے۔ تجھے تو ہر شخص کے لیے نہایت سخت افسوس کیا جاتا تھا۔ ایک روز تو ٹنٹن بینائی افسر ٹنٹن گارڈن کا کام
 تمام ہوا اور اس حصہ فوج بھر میں سوائے ایک شخص کے اور کوئی ایسا باقی نہ رہا جو زخمی نہ ہوتا۔ دوسرے روز
 بجائے برداروں کی نوین ٹنٹن میں کزنٹن جو ایک بڑے نامی گرامی فوجی افسر تھے مارے گئے اور آٹھ بچے کو آٹھ
 جنرل فوج مذکور اور نوینی صاحب جو گارڈن کے شکستہ دل افسر رہ گئے تھے زخمی ہوئے تیسرے روز نیول چیمبر لین ایک
 زخم کھا کر محاصرہ کے باقی ماندہ زمانہ میں سرگرمی کے ساتھ کام کرنے سے معذور ہو گئے۔ اب جنگ دائرہ تو کی یا کیسی سی
 (۱۸-جون) کا دن تھا جب ان لوگوں کی آزمائش کا وقت آیا جبکہ آبا و اجداد ہمیں شریک ہوئے تھے اور پھر

جنگ پلاسی کی تلوہری کی تاریخ (۲۳-جون) تھی جس روز ہماری آخری تباہی ظاہر ہونے والی تھی جیسا کہ علامتوں اور خوابوں سے پیشین گوئی کی جاتی تھی۔

اس مجبے ترتیب اور طوالت آمیز لڑائی کے قبیح اثر کے دفع کرنے میں جو تدبیریں کارگر ہو سکتی تھیں بدقسمتی سے فوجی حکام انکو عمل میں نہیں لائے۔ آرام سکون کا بھی کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ اور اس سبب سے صحت کسی خطرہ کی خبر دی جاتی تھی اور یہ رات بھر میں دو دو تین تین مرتبہ ہوتا تھا تو سپاہ کے ہر ایک شخص کو جو کسی کرنا پڑتی تھی اکثر یہ ہوتا تھا کہ خطرہ کی خبر غلط بھی دی جاتی تھی لیکن اس غلط خبر کے ہونے سے لوگ کچھ نہ نہیں خیال کرتے تھے کہ اُس کا نتیجہ کم مغرب یا ملک ہوگا وہاں نہ کوئی قید تھی نہ مہلت تھی۔ کیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو علی الاطلاق چند گھنٹہ آرام کر سکتا ہو یہ امر تو اتفاقاً کہا جاسکتا ہے کہ جنرل برٹنارڈ اس ملک میں نئے نئے آئے تھے اور ایک ارگی اُن پر ایک ایسا کام پڑ گیا تھا جس سے کمپنی کے نہایت تجربہ کار اور سرگرم افسر عاجز ہو جاتے تھے کہ اس میں جنرل برٹنارڈ کی رے یا کوشش کا کوئی قصور نہیں ہے جو ان پریشانیوں اور مصیبتوں کے کم کرنے کی تدبیریں عمل میں نہیں لائی گئیں۔ جنرل برٹنارڈ کی طرف سے کبھی کسی امر میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ وہ رات دن ہر وقت کمپ کے تمام مقامات میں موجود رہتے تھے اور لوگوں کو ہمت دلاتے تھے اور انکی غمخواری کرتے تھے اور شتاباش دیتے تھے انکا اصل قصور یہ تھا کہ وہ ثابت قدم نہیں رہتے تھے اور شاید ایسی عجیب حالتوں میں یہ امر ناگزیر بھی تھا۔ انکی رے صلاح کاروں کے کہنے سے کبھی کچھ اور کبھی کچھ ہو جایا کرتی تھی۔ کبھی تو انکا قصد یہ ہوتا تھا کہ حملہ کیا جائے اور کبھی یہ قصد ہوتا تھا کہ محاصرہ ہوا اور کبھی پھر خطہ کا عزم ہوتا تھا اور کبھی جان لارنس کے نام کی بعض چٹھیوں میں اس بات کا تذکرہ کیا جاتا تھا کہ فوج واپس کر لی جائے۔ اصل میں جنرل برٹنارڈ نے آخری بات کو قبول کیا تھا۔ شاید جنرل برٹنارڈ (جیسا کہ انھوں نے یہ امر بھی جان لارنس کو لکھا تھا) ایک ہی معرکہ جنگ میں جنرل ریڈ صوبہ کے گمانڈرائیجیف کے موجود ہونے سے اور بھی پریشان تھے۔

سر جان لارنس عرصہ سے اس بات کی علامتیں ظاہر کر چکے تھے کہ اُن پر اس انتہا سے مرتبہ کی پریشانی پڑنے سے ناکامی حاصل ہوگی اور اب سرگوشیان ہوتی تھیں کہ غفلت نے انکی ناکامی کا کام شروع کر دیا ہے۔ یہ خانہ کا آغاز تھا۔ تیننی بال اسکندر اعظم قیصر روم جنرل ونگلٹن بادشاہ پرتولین یہ سب شجاعان اعظم اس بات کے لیے مشہور ہیں کہ جب وہ چاہتے تھے تو اس وقت غفلت ظاہر کرنے کا بڑا بھاری مادہ انہیں موجود رہتا تھا یہ قدرت اگرچہ سلباً حقیر تصور کی جاسکتی ہے لیکن اگر وہ نہ ہوتی تو یہ لوگ ایسے نامی گرامی شجاع بھی مشہور نہ ہوتے۔ میں

اسکی سرشت میں داخل ہے صاحب موصوف نے کبھی ہاؤسن کو پنجاب میں مقرر نہیں کیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لیکن ہاؤسنوں نے سنا کہ جنرل آئسن نے اسکو کام دیا ہے حسین انکا ساتھی کوئی نہیں ہے اور جنرل کی اس کارروائی میں انکے چند ہم عہد اشخاص متفق ہوئے ہیں تو انھوں نے فکری صاحب کو اجازت دی کہ ہاؤسن کے لیے کچھ آدمی لاہور میں بھرتی کیے جائیں اور وہ دہلی کو بھیج دیے جائیں جہاں یہ لوگ ہاؤسن صاحب کے شوہر والہ کے محل سوار قرار پائے۔

اب اس زمانہ میں دہلی میں کیا ہو رہا تھا بعض لوگ (اور وہ حسب معمول کوئی بڑے دھڑی المراج نہیں تھے) یقین کرتے تھے کہ دہلی کو اب اسوقت دیکھینگے جب امسین جاکر سیر کرینگے اور جسوقت ہم وہاں پہنچ جائینگے تو باغی لوگ ہمارا صرف خفیہ مقابلہ کرینگے اور وہاں کی رعایا یکبارگی ہماری طرف دار ہو جائیگی یہ نتیجہ اس صورت میں بگمان غالب ضرور پیدا ہوتا اگر جنرل ہیونٹ نے معمولی فرست یا قوت سے کام لیا ہوتا اور ایسی کسی شب کو مفروضہ سپاہیوں کا دہلی کے قبل اسکے تعاقب کر لیا ہوتا کہ شہر بظاہر بے قصور و ن کے خون سے آلودہ نہ ہوتی اور خاندان مغلیہ کی کمزور اولاد میں یہ عقیدہ فاسد پیدا نہ ہو جاتا کہ اسوقت بھی وہ سلطنت مغلیہ کو برقرار رکھ سکتے تھے۔ پھر ایک یہ احتمال تھا کہ جسطورہ لارڈ لارنس نے یقین دلانے کی کوشش کی تھی اگر اس طرح دو ہفتہ پیشتر دہلی پر دھاوا کیا جاتا تو بھی یہی نتیجہ پیدا ہوتا۔ لیکن یہ ایک احتمالی امر تھا اور قرن قیاس کسی طرح سے نہ تھا جس طرح انگلستان میں بہت سے لوگ اس امر کے شاکھی تھے کہ جنگ آٹا کے بعد فوراً سینکڑوں نوئل پر دھاوا کیوں نہ کیا گیا اسی طرح سے اکثر ہندوستانی جنگ ہادلی کی سرے کو اسوجہ سے نصف شکست کے برابر خیال کرتے کہ اس کے بعد فوراً دہلی پر قبضہ نہیں کیا گیا۔ بیشک یہ عقیدہ کہ ہمارے سپاہیوں کے پونچھتے ہی دہلی فتح ہو جاتی ایسا عام تھا کہ وسط جزیر کے قریب تمام دور دورہ راند مقامات میں یہی یقین ہو گیا تھا کہ شہر دہلی فتح ہو گیا۔ چوبیس گھنٹہ تک لارڈ لارنس کی گینٹات بھی یہی یقین کرتے رہے لیکن جنرل بربنارڈ نے پہاڑی پر اگر ایک مرتبہ نگاہ کی اور یہ قطعی رائے قائم ہو گئی کہ سلسلہ وار طریقہ سے محاصرہ کی تدبیریں کرنا فضول ہیں۔ آیا اسوقت حملہ کرنا یا چھاپا مارنا ممکن تھا۔ نوجوان اور زیادہ اولوالعزم افسران کپ نے رائے دی کہ ہاں یہ ممکن ہے چنانچہ جنرل مذکور کی اجازت سے (لیکن انکی مرضی سے نہیں) حملہ کرنے کے لیے یہ بندوبست کیا گیا کہ چار فہرناؤن چار وائز فوئرس گرنیڈ صاحب چینی صاحب اور ٹائسل صاحب منتخب کیے گئے پچانک آڑے کے لیے باروت کی تھیلی تک آپکی تھی حملہ کرنے کے لیے صفیں آڑستہ ہو گئی تھیں اور وہ چلنے پر مستعد اور کان لگا لے تھیں کہ استے میں بریگیڈیئر گریونسن نے جنرل بربنارڈ سے آکر چند نصیحتیں کیں (یہ وہ نصیحتیں تھیں کہ یونانی انکو "فہمی" اور رومی اپنی زبان میں "سوائس آپر جونی فہمیسا" یعنی صدائے آلفٹ بھی سمجھ کر آسمانی بیج بچاؤ تصور کرتے) اور لگی کارروائی موجود وقت کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ چند روز کے بعد ایک جنگی کونسل میں پھر اسکی بحث ہوئی نہروئے گریٹ تھا اور نوجوان انجینیر ڈن نے فوراً حملہ کرنے کی تائید میں جو نو نصیحتیں دلائیل پیش کی تھیں وہ ٹل انھیں دلیوں کے جھکاوے پر چلنے والے تھے۔

اور ریزہ اور برتنارڈ نے حملہ کرنے کے خلاف بیان کیا تھا لاجواب ہیں۔ اس صورت میں سب سے زیادہ ہوشیاری یا جیسا بعض لوگ خیال کرتے ہیں سب سے زیادہ ہزدلی کی صلاحوں پر عمل کیا گیا۔ اور جو سائے اس کل محاصرین واقع ہوئے اور سرنچول چیمبرلین یا سرنچری نارتھن ایسے اشخاص علانیہ جو انہیں ظاہر کرتے رہے انہیں لگا نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ کیا گیا بہت اچھا تھا۔

اس اثنا میں انگلش کیمپ کے اولوالعزم اشخاص کے لیے لڑائیوں کا بیڑا کافی موجود رہا۔ ایک کوئی دن نہ گذرا ہو گا جس روز ہمارے سامنے یا عتب میں کسی نہ کسی مقام پر پیشیا ر دشمنوں کے گروہوں سے سخت مقابلہ کرنا پڑا ہو جگہ مذہبی اور ملکی تعصب کو بھنگ کے پالوں نے جو پیالے پیے جاتے تھے اور بھی بھڑکا دیا تھا اور وہ ہماری قایل سپاہ پر رو کر حملہ کرتے تھے۔ ان حملوں کے روکنے میں ہماری طرف کے ایسے ایسے لوگوں نے بالافراد اور بالاشتراک داد و شجاعت دی مثلاً ریزہ صاحب نے گورکھاؤں کی پلٹن سے ڈینی صاحب نے اپنے گائیڈس کے لوگوں سے ٹوئس ہرنڈ آلفرٹس رینی اور فیکٹن نے تو پچانہ سے ہٹوپ گرنیٹ اور وائسن اور برٹون نے سواروں سے اور ٹاؤرسن اور ریشٹن اور گوگن نے پیادوں سے اور ہاؤسن صاحب نے ہر وقت اور ہر مقام پر ایسے نمودار کام کیے کہ بیساخت تفصیل وار ہر ایک بات کے بیان کرنے کو دل مائل ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اس قدر تفصیل درکار ہے اور غدر کی ہتھکڑیاں تواریخوں میں اُنکا بیان ہو چکا کہ میں اس محدود رسالہ میں اُنکا تذکرہ نہیں کر سکتا ہوں۔ بس اس قدر کہ دنیا کافی ہے کہ جب غنیم کے لوگوں نے حملہ کیا تو بے انتہا نقصان اُٹھایا اور زک فاش چاہل ہوئی۔

لیکن یہ سوال بار بار پیدا ہوتا تھا اور سوالات اس کے اور کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ اُن روز مرہ کی نعمتوں سے آیا ہو کچھ حاصل ہوتا تھا یا باعتبار اس امر کے کہ غنیم کی تعداد زیادہ اور ہماری تعداد کم تھی ہمارا نقصان ہوتا جاتا تھا۔ اصل میں ہر ایک امر ہمارے خلاف تھا۔ اس بات کو چاہے ہم جسطہ چھاپیں مگر اصل یہ ہے کہ ہم محصور تھے محاصرہ تھے۔ غنیم کی توپیں ہماری توپوں سے بھاری اور کثیر التعداد تھیں اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نسبت غنیم کی توپیں اچھی طرح چلائی جاتی تھیں جنرل برٹنارڈ نے اپنی ایک جٹھی میں بیان کیا ہے کہ غنیم کی توپیں ہماری توپوں سے چار چند تھیں اور دوسری جٹھی میں بیان کیا ہے کہ میں نے جنگ کرائیٹیا میں بھی اس سے بڑھ کر تو پچانہ کے لوگ شاق نہیں دیکھے تھے غنیم کے گولے ٹھیک ٹھیک ہم لوگوں پر گرتے تھے اور ہمارے پہونچانے سے غنیم کے لوگوں تک اصل نشانے پر نہیں پہونچتے تھے۔ ہمارے گولے اکثر ایسے جلتے تھے کہ اُن سے غنیم کے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا تھا بلکہ اکثر تو یہ ہوتا تھا کہ شہر یا دھاک گولہ نہیں جاتا تھا صرف اطراف شہر کے باغات تک پہونچ کر رہ جاتا تھا۔ غنیم کی ہارٹھیں اُس مقام پر جہاں ہمارے آدمی کثرت سے جمع ہوتے تھے یعنی ہر ایک کیمپ گاہ پر اور جھنڈے کے برج کے گرد اور پیرانے رصد خانہ کے چاروں طرف اور ہندو راؤ کے مکان کے اُس پاس جلد جلد

اور گورنمنٹ آف انڈیا کے کونسلر کو غدار کی وہ کیفیت جو گمان غالب واقع ہونے والی تھی ایسی صاحب صاف صاحب تحریر کی کہ اس کے واسطے
جہان لائسنس کی دورانہ پیشی اور دماغی عرصہ تک یادگار رہیگی۔

اس کے بعد پرنسپل فخر صاحب نے اپنی ذاتی واقفیت سے ایک ایسی حکمت عملی کو بیان کیا ہے جو ان چیمبروں
جسکو جہان لائسنس نے اپنے دوستوں کے نام تحریر کیا تھا اور نہ ان تقریروں سے جو ان دوستوں نے مجھے کین
اس وضاحت سے حال معلوم ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے میں نے انکی عبارتوں کے محول کرنے کے بشیر اس کے ذکر سے
فرو گذشت کی ہے۔ وہ ہو ہذا۔

پھر جہان لائسنس نے ایک ایسی تدبیر کی جسکو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں لیکن درہل اس تدبیر نے شمالی ہند کو بچا لیا۔
صاحب موصوف نے بڑے نہال لکھ کو جو سرفراز کرچی اور غور صاحب موصوف کے سکریٹری تھے طلب کیا اور اس کے
ذریعہ سے ان تمام سکے سرکاروں کی فرست تیار کرائی جنہوں نے جسٹس اعظمی کی بنا دیت میں صدر انڈیا تھا اور قبل اس کے کہ لوگوں
یہ خبریں معلوم ہوئیں ان سے اصرار کیا کہ اپنے سابق چال چلن کو بھول جاؤ اور اپنے چیمبروں کے ساتھ فوراً اپنے آؤ اور ان
آدمیوں کی تعداد بھی لکھ دی۔ جسوقت یہ لوگ آئے تو ستر جہان لائسنس نے انکو تڑپ کر کے دلی بھیجا یا بجھو یا دے کہ جہان لائسنس
بہت خاص ہر سردار اور اسکے چیمبروں سے ملاقات کرنے اور اس بات کے دیکھنے میں کہ اس سے کہاں اب کام چل سکتا ہے
بڑی کوششیں کیں اور قدیم سکے رسالہ کے نوٹریس اور ان کے مرتب کرنے میں انہوں نے بڑا اشتیاق ظاہر کیا۔ پھر کنگڈم
پریس بحث کرنے کے انہوں نے ان کے لیے ایک افسر کی تلاش کرنے میں بڑی کوشش کی جو ان پر اختیار کر سکتا اور افسر مقرر
کرنے کے بعد انکو دلی بھیجا۔ یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ انکی دورانہ پیشی سے ایک ایسا کام انجام ہو سکا۔ ہم لوگوں کو جلد
معلوم ہو گیا کہ ملک کے اکثر خطرناک حصوں میں اس موقع سے مستفید ہونے کے لیے سرخاناؤں کی بہر سائی کی جستجو تھی۔
ایسکن کوئی پائپسین گیس۔ کیونکہ وہ تو دہلی میں تھے اور بہت سی چیمبروں سے جو راہ میں گرفتار ہوئی تھیں ظاہر ہوا
کہ ان میں سے اکثر سردار اپنی غلطی سے واقف ہو گئے تھے کہ وہ دیکھتے تھے (کیونکہ اس زمانہ میں وہ دہلی میں تھے) کہ اب انگلش
لوگوں کی طرف سے لڑنے کے بجائے کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔

نہال سنگھ چاچی ہر ایک امر کے اعتبار سے ایک مشور آدمی تھا۔ ستر جہان لائسنس نے جن جن ہندوستان کے
ملاقات کی تھی ان سب میں نہال سنگھ چاچی کو انہوں نے زیادہ باوقار سمجھا تھا اور اس لحاظ سے وہ متقی اس امر کا
کہ محض سرسری ہی طور پر اسکا بیان نہ کیا جاسے بلکہ سیکرٹری فیصل سے اسکے حالات لگے جائیں۔ وہ شل شیر کے
بہادر اور نہایت عقلمند شخص تھا اور ہندوستان کے لوگوں میں جو صفت شاذ و نادر ہوتی ہے (اور اسکا سبب
یہ ہے کہ یہ لوگ عرصہ سے غیر ملکوں کے ماتحت رہنے اور انکا ظلم و جبر سننے کے عادی ہو رہے ہیں) وہ بھی انہیں
پائی جاتی تھی یعنی وہ از بس متدین تھا۔ علاوہ برین وہ انگلش حکومت سے بہت نفرت رکھتا تھا اور یہ الفت اسطوکی تھی

(جسطح سے ہمارے بہت سے ہندوستانی بھائی کرتے ہیں اور ایسا ہی کرنے کی انکو ترغیب دی جاتی ہے) کہ جو کچھ انکی حکمران قوم کے اُسکو اختیار کر لیں اور ہر بات میں ہان میں ہان ملا تے جائیں بلکہ آزادی کے ساتھ خیال کر کے وہ ایسا سمجھتا تھا خواہ اُسکی رائے مطابق خواہ مخالف ہو ایسے آدمی کی نسبت یقینی طور سے معلوم ہے کہ وہ جان لائسنس کا عقیدہ ہو گا اور غدر کے ایسے نازک وقت میں اُسکی رائے بہت سی باتوں میں لائق سے لائق انگلش انشورن کی نسبت یاد دہانے قابل تھی۔ کیونکہ ہندوستانی ہونے کے سبب سے وہ ایسے راز کی باتوں سے آگاہ کر سکتا تھا جو ہمارے ہموطنوں کی ایک کثیر تعداد کو اُنکے محکوموں سے علیحدہ کیے ہوئے ہے۔ جلال آباد کے گئیریزن والوں میں وہ ایک نامی گرامی شخص تھا اور اُسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ جلال آباد کے بچانے والوں سے ہر شخص کی کیفیت سے اُسی طرح آگاہ تھا جسطح جلال آباد والے خود اپنا حال جانتے ہونگے۔ وہ ایک عرصہ دراز تک اڈوڈ تھارٹن کا رفیق رہا جنکے ڈویژن میں وہ رہتا تھا اور جان لائسنس کا بھی بڑا دوست تھا جو ہمیشہ اُس شخص کی بات کو جسکے پاس خبروں کے پہنچنے کا کوئی خاص ذریعہ ہوتا تھا گوش دل سنا کرتے تھے اور اپنی تیز اور عمدہ سمجھ سے نیاک و بدین امتیاز کرتے رہتے تھے اور اپنے اس بے نظیر دوست کے ذریعہ سے پنجاب کے ہندوستانیوں کی دلی خیالات دریافت کیا کرتے تھے۔

ابتداء کے زمانہ عذر میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ستر جان لائسنس اپنی اُس ہوشیاری سے جو کسی وقت اُنکے خیال سے دور نہیں ہوتی تھی قدیم سکھ لوگوں کو ہتھیار دیتے وقت اُس خطرناک اور محتمل الضدین تدبیر کو دوبار سوچ سمجھ لیا کرتے تھے کیونکہ چند برس پیشتر ہی لوگ ہم سے لڑ چکے تھے۔ نہال سنگھ نے کہا ”بہتر ہے کہ آپ انکو نوکر رکھ لیجیے ورنہ وہ آپ کے خلاف کارروائی کریں گے“ فیصحت بالکل یقینی بھی نہیں تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ ادبھی محتمل الضدین ہے۔ لیکن جان لائسنس نے وہی امر پسند کیا جو خیال کرنے سے اُنکو کم مخطور معلوم ہوا اور قبل اسکے کہ بڑے خطرے کا زمانہ آئے پُرانے سکھوں کو ہمارا طر فدار بنا دیا۔ اُسی زیرک مبصر خدائے انسان نے ایک مرتبہ تھارٹن صاحب سے کہا تھا کہ ”چیف کمنشنر صاحب ہاؤسن صاحب کو کیوں مقرر نہیں کرتے۔ صاحب موصوف کو چاہیے کہ ہاؤسن صاحب کو مقرر کریں۔ کیونکہ وہ دہلی میں بڑا کام کریں گے“ تھارٹن نے جواب دیا کہ ”ہاؤسن صاحب بیشک اچھا کام کریں گے لیکن ہندوستان میں جو تین انگلشمن ایسے ہیں کہ اُنپر کسی طرح کا اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے انھیں تینوں اشخاص میں ہاؤسن صاحب بھی داخل ہیں“۔ یہ سنکر نہال سنگھ کچھ دیر تک خاموش رہا اسطور سے کہ گویا یہ اُسکو معلوم ہی نہ تھا اور اُسکے بعد کہا کہ ”بھائی یہ نقطہ تین ہندوستانی ایسے معلوم ہیں جنکے سوا اور کسی ہندوستانی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے“۔

جان لائسنس ہاؤسن صاحب کے حالات کو نہال سنگھ سے بھی زیادہ جانتے تھے اور اس شخص اور اُسکی کمزوری اور قوت سے مطلع ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ اگر وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے سرگروہی کے لیے موزوں ہے تو ٹوٹ کی عادت بھی

جان ہون کو روانہ ہوئے اور اسکے دوسرے دن چلے گئے۔

میں اپنی روانگی کے قبل دو ایک ہاتھوں کا آپ سے بیان کرنا بھول گیا تھا۔ ایک امر تو یہ تھا کہ میں نے اپنی تقریر کی بار آپ کی مشکوری میں غلطی کی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے بظرفائہ سرکار میری سفارش کی اور میں بھی اسی طرح اپنے کو آپ ممنون اور مشکور سمجھتا ہوں۔ دوسرا امر جو کہ میں فراموش کر گیا ہے کہ میں نے پرانی شکایتوں کو (خواہ وہ اصلی خواہ فرضی ہوں) اپنے دل سے دور کر دیا اور اپنی طبیعت سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بدھنی، ہضی، مجھ کو امید ہے کہ اس خط کے جواب میں آپ غلبت پانچتی سے سیری جانج نہ کیے گا۔

جس وقت جان نکلسن ایک قلیل عرصہ کی انگریزی میں ریگنڈیز ہٹل بنکر روانہ ہوئے تو بیشک ہر ایک شخص امید کرتا تھا کہ دلیری کے کاموں اور حکومت اور اختیار کی توہین کے متعلق عجیب عجیب باتیں ظہور پذیر ہوں گی۔ اور پلیدہ ایسی نہ تھی جس میں یا دوسری واقع ہوتی لیکن اسکا ذکر میں اس کے بعد بیان کر چکا۔

اب اس اثنا میں جان لارنس رفتہ رفتہ اپنے نہایت بھرپور کام کے سپاہیوں اور افسروں سے جھگوڑا ہوا جانتے تھے کہ اگر یہ جناب میں کوئی فساد شروع ہوا اور یہ لوگ قریب ہوئے تو قلعہ سے بڑھ کر مخالفت کا کام کرینگے اپنے صورت کو غالی کرتے جانتے تھے۔ روتھنی گونڈ، چیچنیز، اور دیگر وہابی کو جانچتے تھے اور نکلسن صاحب اپنے کام کو لیے ہوئے پشاور اور اپنی پہلی رزمگاہ کے مابین کسی مقام کو انبار کی جانب شہاب ثاقب کی طرح تیزی اور تھیل میں چلے جاتے تھے اور اب یہ سوال پیدا ہوا کہ نکلسن صاحب پشاور میں جو چاک چھوڑ کر آئے تھے اسکو کون روک کر گیارہ صد کے وحشی جروگن کے خوف سے بیشک کسی شخص کا دل ٹھکانے نہ تھا کہ دیکھئے اسکا مال کا کیا ہوا۔ اور تمام جناب میں صرف ایک شخص ایسا تھا جسکو پشاور کے کام اور پشاور کے لوگوں سے کسی طرح کی زیادہ واقفیت حاصل تھی۔ یہ ہفت جنس تھا تھے چٹیل صاحب کی رخصت کو نوپور جانے کے وقت سے جان لارنس کے سکرٹری کی قائم مقامی کرتے تھے اور جب سے صدر شروع ہوا تھا اس وقت سے برابر ان کے پہلو میں رہتے تھے اور انکی تمام تدبیروں اور کل طریقوں سے واقف ہونے لگے۔ وہ بیشک اس کام سے چھوڑا کر دوسرے کام کے لیے منتخب نہیں کیے جاسکتے تھے لیکن باوصف صلاح تیز بہت اڈورڈس جنکو انکی موجودگی سے بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہفت جنس صاحب خاص کام کے لیے رکھے گئے جان لارنس نے کہا آپ کو پشاور جانا ہو گا اور میں اور کسی شخص سے اپنا کام چلاؤں گا۔

یہ شخص آخر کو معلوم ہوا کہ اگر تھریز ہٹل تھا تو یہ بڑے مستعد اور لائق آدمی تھے اور اسکے بعد وہ کئی برس تک اس عہدے پر رہے جس سے جان لارنس نے پہلے پہل عروج حاصل کیا تھا یعنی ریاستہائے آفرستہ یعنی جان بھر شہر تھے اور جو اس روز سے ستر جان لارنس کے نہایت گارڈے دوستوں میں سے ایک دوست ہو گئے۔ لیکن پھر بھی فطرتاً ان میں بعض ایسے اوصاف نہیں پائے جاتے تھے جو ایسے کثرت کار اور تردد کے زمانہ میں ایک

پراویٹ سکرٹری کے لیے لازم تھے انکے چیف نے ہنسکر کہا تھا کہ ”وہ ایک نہایت عمدہ سکرٹری ہیں اور میں انکو اپنا داماد بناؤں گا لیکن نہ تو انکی کسی ہوئی کوئی بات سنوں گا اور نہ انکی لکھی ہوئی کوئی سطر پڑھوں گا۔“ اور آخرتھر صاحب نے اپنے موقع پر کچھ اخبارتیس کے نام کی ایک چٹھی میں جو لارڈ لارنس کی وفات کے بعد فوراً لکھی گئی تھی اور کچھ اسوقت جب مجھ سے بات چیت ہوئی تھی اپنے چیف کے کام اور طریقہ کا نہایت پراثر اور قابل قدر احوال بیان کیا۔

میں پہلے پہل مارچ ۱۸۵۷ء میں لارڈ لارنس کی حضور میں لایا گیا مجھ کو لارڈ موصوف نے طلب کرایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لارڈ لارنس چار ہانچ منشیوں کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے محنت شاقہ میں مشغول ہیں اتنے عرصہ میں سرکاری کاغذات کا ایک بکس آیا۔ اسکی کنجی نہیں ملتی تھی ابھی جا بجا لوگ دیکھ ہی رہے تھے کہ جان لارنس کی بارگی بول اُنکے ”قفل توڑڈالو قفل توڑڈالو“۔ قفل توڑا گیا تو اسکے کاغذات کو ایک نظر جان لارنس نے دیکھ لیا اور جب کاغذات دیکھ چکے تو مجھے دوستانہ طور پر باتیں کیں اسوقت تک کوئی بات نہیں کی تھی جسوقت باد جون ۱۸۵۷ء میں جنینس صاحب کی جگہ قائم مقام سکرٹری کے عہدے پر کام کرنے کے لیے آیا تو انھوں نے مجھے کہا کہ ”کیون بریٹنڈر تھے آپ میرے سکرٹری کا کام کرنے آئے ہیں ایسا سٹے آئے ہیں۔ یاد رکھیے کہ ہر سکرٹری کو راز کی بات پوشیدہ رکھنا لازم ہے لیکن جنین صاحب کی طرح بھی راز پوشیدہ نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ وہ راز کی باتوں کو مجھے بھی بتانے میں احتراز کرتے تھے۔“

اور اخبارتیس کے نام کی ایک چٹھی میں جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں آخرتھر بریٹنڈر تھے نے اپنے چیف کا حال ایسی عبارت میں بیان کیا ہے کہ جو واقعات اس سولنخ عمری میں درج کیے گئے ہیں وہ بخوبی تمام پایہ تصدیق کو پہنچ جائینگے۔

ایسی عظمت اور قدرت کہ چند ہی آدمی اسطور کے گزرے ہوئے جنگو اس عظمت اور قدرت کے ساتھ اپنی ذات کا طلق خیالاتی نہوا ہو جیسے چپ چاپ آئے اور چلے گئے ہوں مجھ کو خوب یاد ہے جب میں غدر کے بعد اُنکے ساتھ انگلستان کو آیا تھا اور (ہنسی میں) میں نے اُنکو یہ دھکی دی تھی کہ میں میا ز آف ڈوور کو اُنکے آنے کی خبر کروں گا تو اُنکو یہ امر بہت ہی ناگوار گذرنا تھا اور چونکہ وہ اپنی کسی تعریف بلکہ تذکرہ کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور ہندوستانی اخبارات میں اپنے مراسلات کو شائع نہیں ہونے دیا یہی سبب ہے کہ کبھی بھی یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ ہندوستان کے اس بڑے غدر کے زمانہ میں اُنھوں نے کیسے کیسے انتظام کیے اور کہاں تک انکی تعمیل ہوئی چونکہ غدر کے زمانہ میں نصف سے زیادہ مدت تک میں اُنکے ساتھ ایک ہی میز پر کام کرتا رہا اسواسطے مجھ کو اُنکے کام کے قرار و اچھی جانچنے کے خاص خاص موقع ملے اور میں چاہتا ہوں کہ میں انکی غیر معمولی دورانیشی کا کچھ حال لکھتا ہوں ایک مدت دراز کے بعد اپنا نتیجہ پیا کرتی تھی۔ وہ اپنے کاموں میں نہایت سرگرمی سے مشغول رہتے تھے۔ اپنے احکام نہایت صاف اور تاکید سی جاری کرتے تھے لوگوں سے عجیب طور کی واقفیت رکھتے تھے اور ہیشیا رچی ہر شخص کو ہر خاص کام کے لیے منتخب کرتے تھے جسوقت اُنھوں نے فساد میرٹھ کی خبر پہلے پہل سنی تو لارڈ کیننگ

بہت کچھ فتنہ کر کے رکھتے تھے جس دلولہ سے وہ دونوں اپنا کام اور خدمت انجام کرتے تھے وہ ہم لوگوں پر ضرور ظاہر ہو جاتا تھا۔
 پہلے عمر بنی لائش نے اسی کارروایاں کیں کہ ہم لوگ اُسے الفت کرنے لگے اور اسکے بعد جان لائش نے اپنے انتظام اور
 قاعدہ اور کام سے ہم لوگوں کے دل میں جگہ پیدا کی۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنی خوش اسلوبی سے اچھے اچھے دوست
 پیدا کیے تھے جو انکی رفاقت میں رہتے تھے۔ منگرنی آڈو ورتوش نکلسن چیمبرلین پیچمرین تیلنکیر ہیری ہنڈن وغیرہ
 یہ سب اچھے آدمی تھے اور بڑی خوشی سے اپنا کام انجام کرتے تھے۔ ہم لوگوں میں مطلق کسی طرح کا رشک نہ تھا لیکن یہ ایک لازمی
 امر تھا کہ جان لائش اور رابرٹ پیچمرین سے دو دلولہ العزم اشخاص اور جان لائش اور نکلسن صاحب جو کبھی غصہ بنا کر
 اور جاہر تھے یہ سب ایک ہی اعلا میں کیونکر کر سکتے تھے۔ ہر عمر بنی لائش اور جان لائش کی کیفیت تو یہ ہے کہ وہ دونوں مستعد
 اور سرگرم اشخاص تھے اور ہر ایک کی دلی خواہش یہی تھی کہ جو کام ہو وہ بہتر طریقہ سے انجام کیا جائے اور دونوں میں ایک بھی
 ایسا نہ تھا جو دوسرے کا مطیع ہو سکتا یا ہوتا۔ اسی زمانے میں تمام خیاب بحرین کا راسے ضروری اور فرائض منصبی اس اُچھے پر
 انجام پاتے تھے کہ اُسکے پیشرو اسکے بعد پھر کبھی دیکھنے میں نہ آئے۔ جمکو خوب یاد ہے کہ جب میں رخصت فر لڑ پراختستان کو گیا تھا
 تو اسوقت کسی قسم کی تاکید تھی لوگ اپنے اپنے قدم کی خیر مراد ہے مے بلند وصلگی کا بالکل فقدان تھا جس سے ہماری
 طبیعت بالکل مست اور پست ہو جاتی پھر جب ہم گئے تو اپنی طبیعت کو اور بھی پست اور بالکل مغموم پایا۔ اور عالم ہی نیا نظر پڑا۔
 ”غصہ بنا کر اور جاہر نکلسن کے پاس سے میں ایک قصہ جسکو خود تیلر صاحب مجھے بیان کیا کرتے تھے اس بات کے
 دکھانے کے لیے یہاں بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت سے یہ دونوں شخص کیونکر ایک مشترک مقصد کے لیے ایک ساتھ بھیجے گئے
 اور زیادہ اس لحاظ سے یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس قسم کے پوجاریوں سے یہ قصہ متعلق ہے انکی بابت اکثر تحقیقات
 ہوئی۔ ستر اگرتیلر تیلر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جب میں اپنے چھوٹے بھگے واقع عبد الحسن میں چوراہہ لپنڈی اور اہلکے
 درمیان پہنچا ہوا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی مین آدمی کے قریب لمبی ٹوپیاں اور نفیس کپڑے پہنے ہوئے ایک
 دوسرے کے پیچھے قطار بند چلے آتے ہیں قریب اگر ان لوگوں نے نہایت مودب ہو کر سلام کیا اور اسکے بعد ایک تعظیم
 سب کے سب زمین پر پاتھی مار کر بیٹھ گئے مگر منہ سے ایک حرف بھی نہیں بولے۔ میں اس عجیب انصاف جماعت کو
 دیکھ کر نہایت ہی حیران ہوا میں انکی طرف وہ میری طرف دیکھتے تھے تا انکہ آخر انھوں نے خود اپنے خیالات اور قصہ
 ظاہر کیے کہ ہم لوگ نکلسنی (غروب نکلسن صاحب) فقیر ہیں۔ اور چونکہ آپ گورے آدمی ہیں اس جہت سے
 ہم لوگ آپ کی تعظیم کرنے آئے ہیں کہ نکلسنی فرقہ سے آپ کو بھی تعلق ہے۔ تیلر کے فرشتوں کو بھی اس بات کی
 خبر نہ تھی کہ نکلسنی کوئی فرقہ قائم ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک بائیں کرنے کے بعد تیلر صاحب نے انکو رخصت کر دیا اور
 وہ دھن کی جانب دیرہ اسمیل خان کے رخ چلے گئے اور وہاں اپنے مسجود کو جا کر تلاش کیا۔ کمان تو یہ لوگ زمت
 صاحب کے سلام کو آئے تھے اور کمان انھوں نے اُسکے بے جیسا کہ انکا معمول تھا تا دیا نے لگائے۔

مقرر کئے گئے صاحب ان لوگوں کی مخالفت اور تنبیہ کرتے تھے اسی قدر افراط سے یہ لوگ انکی پرستش کرتے تھے۔ یہی ہے جو مقام لٹرنٹین پائل اور برٹنائس کا ہوا تھا۔

ایک عجیب قصہ اس امر کا کہ لارڈ لارنس نے دہلی کو بھیجے گئے (جو ٹیکڑ صاحب کی زبانی نہیں ہے لیکن انھیں کے برستند شخص یعنی اڈورڈو تھارٹن صاحب کی زبانی ہے) اس موقع پر قابل فرو گذاشت نہیں ہے صدر کے پیشرو یا سینئر میں انکو برابر اسطرح سے کام کرنا پڑا کہ گویا تلواروں اور سنگینوں اور بھاری توپوں کے بدلے گدالی اور پھاوڑے تھوڑے ڈولٹ (بلندی اور دوری ناپنے کا ایک آلہ ریاضی) انھیں حربوں کا دنیا میں رواج تھا۔ انکا کام تو پینڈو ٹیکٹ رُوڈ میں تھا لیکن انکا دل اس سے بہت دوری پر یعنی دہلی میں رکھا تھا اور وہ روز بروز اس قسم کی بریں جمع کیا کرتے تھے کہ وہاں کیا کارروائی ہو رہی ہے اور چیف کسٹرن نے جکے پاس تمام مقامات سے خبریں لیا جاتی ہیں کس کس خبر کا ظاہر کرنا قرین صحت سمجھا ہے۔ ایک روز اڈورڈو تھارٹن نے جو کسٹرن ضلع تھے ٹیکڑ صاحب کے عیہ معمولی کام میں مشغول دیکھ کر کہا کہ کیوں ٹیکڑ صاحب آپ اس سڑک کا کیا کام کر رہے ہیں آپ کو دہلی میں جا کر بدقون کا کام بنوانا چاہیے، ٹیکڑ صاحب نے جواب دیا میں بسرو چشمہ دبان جانا پسند کرتا ہوں لیکن میرا کام یہاں ہے میں ڈالٹیر ہونا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ تھارٹن صاحب چیف کسٹرن کے پاس گئے اور جو کچھ گفتگو ہوئی تھی ان سے بیان کی۔ جان لارنس نے مختصر یہ کہا کہ انکو بھیج دیجیے اور تھارٹن اُس خبر کو لے کر واپس آئے۔ بڑے کسی شخص کی طرف جکے پاس کھڑا تھا دیکھ کر بالکل صاف دلی سے کہا کہ ”تمہارے پاس کوئی تلوار ہے“ تلوار کا تھا کہ ٹیکڑ صاحب اسکو لیکر دہلی چل دیے۔

اب صرف اس بات کا بیان کرنا باقی رہا کہ دہلی میں خندقوں اور مدھمن کے بنانے کی ہر ایک کارروائی میں بات کا دار و مدار ٹیکڑ صاحب ہی پر تھا ”وہ ہر وقت بشاش اور مستعد رہتے تھے کبھی کسی کام سے منہ نہیں چھپاتے تھے ہر شخص کو تحریص اور ترغیب اور مدد دیتے تھے“ وہ نوجوان افسروں کی جان تھے اور جسطرح کنگلن صاحب نے اپنے ہم دید واقعہ مجھ سے بیان کیا ہے سب سے بہادر اور بہرہ رک سپاہی ہمہ تن اس امر میں ساعی نہیں بلکہ جان لے دیتے تھے کہ ٹیکڑ صاحب پر کوئی آج نہ آنے پائے اور جو وقت آخری حملہ کی پیشتر والی شب کو پیرڈو ٹیکٹ کی مدد ہدایت اور ٹیکڑ صاحب کی کوششوں سے تو چنانہ اپنا کام کر چکا تو انکے دوست نے (اور تحریری کلام میں یہ کابجھلا کلام ہے) پکار کر کہا کہ اگر میں کل تک زندہ رہا تو تمام عالم پر ظاہر کروں گا کہ دہلی کو اپنا ٹیکڑ ہی نے فتح کیا۔ گشتی کالم فوج کی کمان لینے کو جو وقت کنگلن صاحب راولپنڈی سے ہو کر گذرے تو اپنے چیف سے ایک کے متعلق جبین حاکم پنجاب اور اسکے اکثر ماتحت افسروں میں اختلاف عظیم تعادیر تک بات چیت کی کنگلن صاحب

یہ امر بالکل صحیح نہیں ہے جیسا کہ غدر کی بہت سی کتابوں اور لارڈ لارنس کے فوجی اشتہاروں میں بیان
 کہ جان لارنس نے خود اپنے علم سے پکستان چھوڑنے کو ریگینڈیز چھوڑنے کے عہد سے پر مقرر کر دیا وہ تقریری
 کہ جان لارنس کو اسکے عمل میں لانے کا اختیار بننے لگا تھا کہ وہ آج بھٹ آف کٹر ترقی کے عہد سے پر
 مقرر کرتے، لیکن یہ امر نہایت صحیح ہے کہ اس دلیری کا خیال پہلے پہل انہیں کے دماغ میں گذر تھا اور اس کو
 جانز رکھا اور اس طرح سے سرخان لارنس کی خواہشوں اور خیالات کو تمام فوجی حکام نے مانا تھا۔ اور اس شد
 صحت چندان تقریری کو تمام فہمروں نے جن پر سبقت دی گئی تھی دل سے پسند کیا۔ سرخان لارنس میں حکوم
 کرنے کے جو ذاتی اوصاف تھے اور جس طور سے سرخان لارنس پر لوگوں کو اعتماد تھا اس سے بڑھ کر اس کا
 ثبوت نہیں مل سکتا ہے کہ جان لارنس نے صرف اس قدر رکھا کہ "جان لارنس قابل اسکے ہے اور سرخان لارنس
 حکم دیا ہے" اور اسی پر ساری کارروائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سرخان لارنس کی ایک نوٹس میں جو نہایت قابل
 ساتھ فوجیوں کے بارے میں تیار کی گئی تھی اور اسی میں سے مذکورہ بالا فقرہ محل کیا گیا ہے کہ سرخان لارنس پر
 سپاہی بہت بھروسہ رکھتے تھے یہاں تک کہ لوگ اکثر کہا کرتے تھے کہ ملک بھر میں وہی ایک ایسے سولجین ہیں جو کل
 فوج کی اس طور سے کمان کر سکتے ہیں کہ انہیں کا کوئی فہمستغنی نہ ہو۔

اسی طور پر یہ واقع ہوا کہ جن دو شخصوں کو چیف کٹر نے اپنی غیر متلون زیر کی اور مستقل مزاجی سے
 آج تک اپنے صوبے میں بچا رکھا تھا اب انکی رائے یا حکم سے اپنے اپنے عہدوں (یعنی ایک نے سرحدی فوج کی
 کمان اور دوسرے نے ریفرنس کی کپتانی) کو چھوڑ کر نہایت ہی ذمہ داری اور وقعت کے عہدوں کو اختیار کیا۔
 پہلا شخص تمام لوگوں میں سرور آور وہ ہو چکا تھا لیکن محاصرہ دہلی کی کارروائیوں میں زخم کھا کر بیکار ہو گیا۔ دوسرے
 شخص نے اپنے کالم فوج سے پنجاب میں تیزی اور عقلندی اور بہادری کے عجائبات دکھلا کر آخر کو اپنے صد و مقام
 دہلی کا قصد کیا اور شہر شاہ دہلی کے قریب جو قطعی کارروایاں کی گئی تھیں ان میں اور دہلی پر حملہ اور قبضہ کرنے میں
 بڑے بڑے کام کیے۔

نیپول چیمبر لینن صاحب ۴۳ جون کو دہلی میں پہنچے لوگ نہایت اشتیاق میں انکی راہ دیکھ رہے تھے اور
 کپڑوں کے ہر ایک شخص نے تشریف نہی بڑا نڈ سے لیکر عام سپاہی تک بڑے تپاک سے اٹھا استقبال کیا۔ لوگ کہتے تھے کہ
 جس وقت چیمبر لینن صاحب آجائیں گے تو پھر ہر ایک کام ٹھیک طور سے انجام ہونے لگے گا اور غنڈی کو پری کے لوگ
 (کو تر اندیش) جو اس بات کو نہیں سمجھتے تھے کہ نیپول چیمبر لینن کے پہنچنے پر شہر شاہ دہلی شل شہر شاہ کو فتح ہو جائیگی
 سلائے کی تشریف۔ جولائی ۱۸۵۸ء

و وہی کہتے تھے کہ نپول جینرلین کا وہاں پہنچ جانا ہزار آدمیوں کے پہنچ جانے کے برابر ہے نپول جینرلین کچھ
ایکے نہیں آئے تھے۔ اُنکے ساتھ آرگنٹینڈز (اسکندر) ٹیلر بھی تھے جو پیشتر کئی برس تک رابرٹ ٹیلر کی ماتحتی میں
انتظام لوگوں کا ایک بڑا بھاری کام ہندوستان میں کر چکے تھے یعنی گریڈ ٹرنکٹ سڑک کو ٹیلر صاحب ہی نے بڑھایا
اور لاہور سے پشاور تک جو ۲۵۶ میل کا فاصلہ ہے تیار کر لے گئے تھے ٹیلر صاحب نے سکون کی دونوں لڑائیوں میں
کام کیا تھا۔ اور محاصرہ ملتان کے زمانہ میں رابرٹ ٹیلر کے ساتھ گئے تھے۔ اور گورنر صاحب نے جو دیشیانہ طور پر
گجرات سے دریائے خیر کے داخلہ تک افتخاروں کا تعاقب کیا تھا تو رابرٹ ٹیلر نے اُنکا بھی ساتھ دیا ہے۔ بعد الحاق
پنجاب اُنھوں نے سڑکیں تعمیر کرانے کا کام اختیار کیا جو ایک یکساں طور کا تھا مگر وقت میں کچھ کم نہ تھا اور اُس وقت
اب تک یہ کام نہایت تاکید سے جو حکومت پنجاب کا خاص طریقہ رہا ہے انجام ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس میں چاروں
طرف سے مشکلات واقع تھیں۔ ملک میں نہ کوئی سڑک نہ اُسکا کوئی نقشہ تھا۔ چنانچہ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ
عجب مجھ سے کہا گیا کہ تم کو ایک سڑک وزیر آباد ویا جہلم تک بنانا ہوگی تو پہلے میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ وہ مقامات
کہاں واقع ہیں اور بہتر سے بہتر کون طریقہ ایسا ہے جس طریقہ سے میں وہاں تک پہنچ سکتا ہوں۔ اس کام کو نہایت
انجام کرتا تھا۔ رابرٹ ٹیلر آپ اپنے نقشہ کش اور محرر اور سٹوڈینز اور جریب کش تھے۔ صاحب موصوف کو نرمی اور
گرمی سے قرب و جوار کے اخلع سے مزدور بٹوانا پڑے حساب کتاب وہ خود لکھتے تھے جس میں نہایت الجھاؤ تھا اور
سلسلہ وار اپنے اعلیٰ افسروں کے پاس روانہ کرتے تھے یہ وہ دستور تھا جسکے لحاظ رکھنے میں اُس قدر عزت نہیں کی جاتی تھی
جس قدر ترک کرنے میں عزت کی جاتی تھی۔ اور یہی وجہ ہے جس سے لارڈ ٹیلر اور اُنکے ساتھیوں کے حصہ میں
کفایت شعاری آئی اور اُس کفایت شعاری سے لوگوں کی ناراضی کا باعث ہوا۔ اور مجھ سے اور رابرٹ ٹیلر سے
جو باتیں حلافا ہوئی تھیں انہیں سے چند امور میں اس مقام پر خلاصہ کے طور پر بیان کرتا ہوں اور اُس سے پنجاب
اور سرداران پنجاب کی دلچسپ اور پُر اثر تصویر اُنکوں کے سامنے پھر جائیگی۔

اس میں شک نہیں کہ جان لارنس بڑے ممتی آدمی تھے وہ خود محنت شاقہ کرتے تھے اور ہر شخص سے اسی طرح کام لینے کے متقاضی
رہتے تھے۔ اور اب انہیں ہوتا تھا کہ اُنکو اکثر نا کامی ہوتی وہ سال بھر میں ایک مرتبہ دیکھنے آتے تھے کہ گریڈ ٹرنکٹ رُود
کہاں تک تیار ہوئی ہے اور اگر قسمتی سے کسی ایسے مقام پر پتھروں کا کوئی انبار لگا رہ گیا جہاں اُسکا ہونا مناسب نہ تھا اور
جان لارنس کی گنجی آگئی تو غضب ہو جاتا تھا۔ جان لارنس کہا کرتے تھے کہ میرا کام یہ نہیں ہے کہ جو کچھ تم کر چکے ہو اُسکی تعریف
کروں بلکہ زیادہ تر یہ کام اس ہمارا دیا فٹ کرنا ہے کہ تم کو کیا کام کرنا باقی ہے۔ بایںہہ اگر وہ خوش ہوتے تھے تو بتا دیا کرتے تھے
کہ ہم تم سے خوش ہیں۔ وہ ایسے تھے کہ تمہارا ہر ایک عند سن لیتے اور اگر تم مستوجب سزا ہوتے تو تم کو اُسی وقت سزا دیتے اور
تم سے بات بھی نہ کرتے۔ جان لارنس اور ٹیلر صاحب دونوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ذاتی تجویز اور آزادی

رٹے کھڑے وہ خطاب آپ کو دے دیتا۔ وہاں تک ممکن تھا جان لائسنس لے پرنسری لائسنس کے کسی دوست کو چھوڑ نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ ٹکٹن صاحب کا قصور معاف کر دیا جو ایک حیرت انگیز امر ہے۔ سر جان لائسنس کو بخوبی معلوم تھا کہ سن صاحب اُنسے خوش نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ اُنکے خلاف بولتے تھے۔ لیکن اس سے اُنکے یا کسی دوسرے شخص کے ہر باتوں کی فرق نہیں آیا۔ سر جان لائسنس کی فطرت میں حقارت یا کینہ پن کی کوئی بات نہ تھی اور وہ کینہ کشی اور بد ہی سے قن نہ تھے مین نے ”اتنا بڑا آدمی“، کبھی نہیں دیکھا ہے۔ مین اُنکو سرحد کا ”ہادشاہان“، کہا کرتا تھا اور اسی وجہ سے ان اب تک اُنسے محبت کرتا ہوں۔

گشتی کالم فوج جیسا کہ مین پشتیر بیان کر چکا ہوں پنول چیمبر لینن کے زیر کمان تھا اور اُس زمانہ میں وہ راولپنڈی کے جہلم اور وزیر آباد سے گذر جا چکا تھا اور لاہور کے قریب پہنچ گیا تھا چیمبر لینن کو جنرل آئسنس نے اُس کمان کے لیے اینڈریوز جنرل کا عہدہ دیا تھا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو تمام کارروائیاں خراب ہو جاتیں اور جس مقصد سے یہ کالم فوج تیار تھا وہ ہرگز حاصل نہ ہوتا۔ وہ کسی فوجی چٹاؤنی مین بغیر وہاں کے بریگیڈیئر کی اجازت کے داخل ہی نہ ہو سکتے اور اگر ملی اجازت لی جاتی تو اُسکے حکم سے کام کرنا پڑتا یہ کالم فوج م۔ جون کو لاہور میں پہنچا اور اُسکے آنے سے اُس روائی کی تکمیل ہو گئی جو باغی فوج سے ہتھیار لینے کے واسطے کی جاتی تھی اور ۱۳ مئی کو اُن لوگوں کے ہتھیار بھجوائے گئے۔ نمبر ۱ لاپٹ کیولر مینی چٹنٹ (رسالہ) کے ہتھیار لے لیے گئے تھے لیکن اُنکے گھوڑے نہیں لیے گئے تھے۔ واسطے اب تک اُنکی طرف سے خوف ہو سکتا تھا اور کچھ حالات میں یہ بھی پائی جاتی تھیں کہ اگر وہ مخالفت کریں تو کچھ بید نہیں ہے۔ لیکن ہوشیاری سے ایسی تدبیریں کی گئیں کہ اُنکے گھوڑے لے لیے گئے اور کشت و خون مین ہونے پایا یہ البتہ نہیں ہوا کہ فساد بھی نہ ہونے پاتا۔ اسکے چند روز کے بعد جالندھر مین بغاوت شروع ہوئی اور چیمبر لینن صاحب ہاکا لم لیے ہوئے تھیں اترتے سر کی طرف روانہ ہوئے اور دہلی کو چلے گئے اور مین کے ذریعہ سے وہاں پہنچ گئے اور مین وقت پر مئی ایسے زمانہ مین پہنچے کہ وہاں کے بھڑکے ہوئے باشندے کوئی جوش و خروش نہیں کرنے پائے تھے اور گوبند گدگدہ تک کام کر دیا گیا کہ اگر کوئی حمایت ہو تو اُسکی حفاظت ہو سکے۔

لیکن اب سر جان لائسنس کے پاس کرنل چیمبر لینن جنرل فوج دہلی کی مسانی آئی۔ سر جان لائسنس کو وہ معلوم تھا کہ چیمبر لینن صاحب نے پنجاب مین کیسی کارگزاریاں کی تھیں اور اُنھوں نے خیال کیا کہ دہلی مین وہ نئے بڑھکے کام کریں گے۔ اور اپنی معمولی منکسر المزاجی سے اُنھوں نے جنرل ریڈ کو تار دیا کہ وہ اس خیالی عہدے پر چیمبر لینن صاحب خواؤ نکٹن صاحب کو مقرر کر دیں لیکن اگر چیمبر لینن صاحب مقرر کیے جائیں تو ٹکٹن صاحب وصف گل خیالات تقدیم اور بزرگی سن کے (کیونکہ وہ صرف ایک چٹنٹ کے کپتان تھے) کالم کی کمان پر مقرر کیے جائیں اور اُنکو بریگیڈیئر جنرل کا عہدہ دیا جائے۔ یہ فوجی ادب اور عظمت کے دیکھنے کا موقع نہیں تھا۔ غدر اور فساد

تیسرا باب

مقام کرنے کا حکم دیا گیا تھا کہ چیف کشتہ اسکو خود دیکھ کر روانہ کر دیں اور ہنری نے جی جی کے سرگروہ تھے اور جنرل ہنری کے اور ہنری نے آؤ ورنٹس سے جو ابھی وہاں آئے تھے صلح و مشورہ کر سکیں۔ ہنری نے (جو ایک عیب قسم کی سلطنت کے ساتھ اس وقت جب کہ میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں ہندوستانی گنجانٹ کے لوگوں کو بے شکے لندن کی سیر کر رہے ہیں اور وہاں کی بات چیت سنا رہے ہیں اور یہ وہ کام ہے جو انکو یاد دلانا ہو گا کہ جس زمانے میں وہ انگریزوں کے لوگوں کے آفسر تھے تو گویا انکو شہر یابل کی قوموں اور زبانوں اور مذہبوں سے سابقہ پڑا تھا) اپنے آدمیوں کی پریشان خاطر جان لارنس سے بیان کی اور جان لارنس نے اسی وقت یہ وعدہ کر لیا کہ ہم انکے اہل و عیال کو راولپنڈی میں بلا بیٹھیں گے اور خود انکی نگرانی کریں گے۔ اور جان لارنس کی ایک چٹھی موسومہ ہنری نے جی جی سے جو انبلا لیا اسی جگہ کے کسی مقام پر اس جنت کو لی ہو گی ثابت ہو رہا ہے کہ انھوں نے جو زبان سے کہا تھا اسکو کر کے دکھادیا۔ چٹھی مذکور کا مضمون یہ ہے۔ ”میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ خیریت سے ہو گے اور دہلی کی لڑائی میں شریک ہونے کے لیے ایسے وقت پہنچ جاؤ گے کہ ویرنہو نے پانیکی میں تمہارے پاس تمہاری جنت کی ان لیڈیوں کی ایک فہرست بھیجتا ہوں جو مردان سے یہاں پہنچی ہیں۔ وہ سب خیریت سے ہیں اور میری حفاظت میں میرے احاطہ کے اندر رہتی ہیں۔ جب تک تمہاری کوئی چٹھی نہ آئیگی اس وقت تک میں ان لیڈیوں کو اس قدر رجحان دے جاؤں گا جو ان کے شوہروں نے انکے دینے کے لیے کہا ہے۔ اگر ان لیڈیوں کے شوہر ان رقموں میں کوئی تبدیلی بجالی چاہتے ہوں تو مجھکو مطلع کرنا چاہیے کہ ہر ایک لیڈی کو کس کس قدر روپیہ وہ دینا چاہتے ہیں۔“

سرخان لارنس کی سوانح عمری میں میرے نزدیک ان سے بھی چند باتیں زیادہ پسندیدہ اور ناگزیر ہیں۔ چیف کشتہ پنجاب قدیم زمانے کے مریدوں کی طرح ٹل گرجاؤں کا خیال کر کے حد سے زیادہ مشقت کرتے تھے جہاں تک کہ تندرستی میں فرق آجاتا تھا اور اس پر ایک عاجز لیکن کی طرح ابتدائی چرخ میں شریک ہوتے تھے اور وہ دیکھتے تھے کہ صرف بیوہ ہی نہیں بلکہ شوہر دار عورتیں اور لڑکی بھی اپنی یومیہ نماز سے غافل نہیں ہوتے بلکہ ان میں بٹ کے سپاہیوں کی عورتیں شاید دہل بارہ فرقوں سے متعلق ہوئی اور پانچ چھ طرح کی مختلف زبانوں کی بولنے والی ہوئی لیکن سب انکی نگرانی میں حفاظت سے انکے احاطہ میں رہتی تھیں اور انکے دست خاص سے باد ٹیک اس قدر رقرقراتی تھیں جنکو انکے کفایت شعار خواہ کشادہ دل شوہر دہلی سے انکے حوالہ کرنے کو ہنسند تھے۔ اس میں ایک بڑی دشمنی کی بات تھی جسکو جان لارنس خود بہت ہی پسند کرتے تھے لیکن اگر ہندی سے کوئی شخص اپنے اوپر حلیف گوارا کرتا ہے تو وہ بھی موقع تھا۔ اور اگر سچے مذہب کا مقتضایہ ہے کہ ان اور یوں کی منیبت میں خبر گیری کی جائے تو جان لارنس میں اس سے کچھ بڑھی ہوئی صفت پائی جاتی تھی۔

اور اس مقام پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جس طریقہ سے سَرَجَان لائسنس نے اس وحشی اور عجیب جرنٹ کا دل لکھایا بیان کیا ہے اُس سے کس قدر شفقت و دراندہ کی بویدا ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلے پہل جب اس جرنٹ کے لوگوں کو اکاسیابی حاصل ہوئی تو سَرَجَان لائسنس نے ڈیلی صاحب کو لکھا تھا کہ ”مہربانی کر کے گائیڈس کے لوگوں سے کیسے گا کہ انکے عمدہ چال چلن سے میں نہایت ہی خوش ہوا۔“

دوسرے موقع پر جب اُن لوگوں نے خوفناک غنیم کے مقابلہ میں جنگ کی تھی تو جَان لائسنس نے لکھا تھا کہ ”ہیچارے گائیڈس کے لوگوں پر بڑی مصیبت پڑی اور غنیم کا مقابلہ اور ادھر ہیضہ کا زور دیکھیے کیونکہ انکی جان بچتی ہے۔“ کوشش کرو کہ وہ صاف ستھرے رہیں اور بھان رطوبت اور تری ہو دیا نہ رہیں۔ ہیضہ سے محفوظ رہنے کے لیے یہ بڑی بھاری تدبیریں ہیں۔

جس وقت دہلی پر قبضہ ہو گیا اور گائیڈس کے لوگ اپنے حصہ کا کام بخوبی تمام انجام کر چکے تو کسی جرنٹ یا جرنٹ کے باقی ماندہ لوگوں کو پھر پنجاب میں واپس طلب کرنے کے لیے سَرَجَان لائسنس کو ہتھکڑیاں ترو نہ تھا جس قدر گائیڈس کے لوگوں کے لیے تھا۔ جَان لائسنس نے لکھا کہ ”اگر گائیڈس کے لوگ اب آسکتے ہوں تو انکو واپس بھیج دیا جائے۔ میں انکے مدت سے مرجھائے ہوئے چہروں کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہو گیا۔“

ان خلاصوں میں ایک عجیب طرح کا سلسلہ محبت بھرا ہوا ہے اور جسے انکو تحریر کیا ہے اُسکے حال پر نگاہ کر کے بیشک وہ قابل یادداشت معلوم ہوتا ہے۔ اسکا باعث کچھ تو یہ تھا کہ جَان لائسنس ہنری لائسنس سے جنھوں نے ابتدا میں اس پلٹن کو بھرتی کیا تھا اور ہنری ڈیلنی سے جو اس وقت اُسکے افسر تھے بدرجہ غایت مالوف تھے اور کس قدر یہ بڑھ چکی تھی کہ وہ خود ان لوگوں کے وحشی اور پر جوش اور زبرد چال چلن کو بہت پسند کرتے تھے اور یہ چال چلن ایسا تھا کہ ابتدا میں جَان لائسنس کو اُسکی غمخواری دل سے منظور تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ گائیڈس کی جرنٹ سے سَرَجَان لائسنس کا زیادہ تر الفت رکھنا اسوجہ سے تھا کہ یہ جرنٹ سَرَجَان لائسنس کی دشمنی اور سرگرمی سے تیار ہوئی تھی جو اب تک اپنے بھائی کی چھپیوں میں ان لوگوں کی بہبودی کے خیالات ظاہر کرتے تھے۔

جب میں گائیڈس کے لوگوں کے ساتھ آیا (یہ ہنری ڈیلنی نے جو دونوں بھائیوں کے دوست تھے مجھ سے ایک مرتبہ بسبیل تذکرہ بیان کیا تھا) تو ایک دن راولپنڈی میں رہ گیا تاکہ سَرَجَان لائسنس سے ملاقات کر لوں چار یا پانچ بجے شام کو جب ہم لوگ کوچ کرنے پر تھے تو میں سَرَجَان لائسنس سے رخصت ہونے گیا اسوقت وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور درد اعصاب میں مبتلا تھے جسوقت میں انکے کمرے سے واپس آنے لگا تو انھوں نے مجھ سے کہا ”افسوس۔ آپ میرے بھائی ہنری کو مجھ سے بیشتر دیکھیے گا۔ انکو لکھنؤ میں ایک ہیبت ناک طور کا شکل کام انجام کرنا ہے۔“ اُس سہ پہر کو وحشت ناک خبروں کی متواتر تازہ رقیان سَرَجَان لائسنس کے پاس چلی آتی تھیں جنہیں بیان تھا کہ لکھنؤ کی رز پرنٹری گھیر لی گئی ہے اور کل ملک باغی ہو گیا

تیسرا باب پنجاب و دہلی کا بیان ماہ جون لغایت ماہ جولائی ۱۸۵۷ء

سٹر جان لارنس نے اپنے صوبے کی سرحد کو محفوظ رکھنے اور دکان کے قلعوں اور مسلح خانوں کو مستحکم کرنے اور باغی سپاہیوں سے ہتھیار رکھوانے اور انکی حفاظت کرنے اور جدید سپاہ بھرتی کرنے اور مختلف مقامات پر بھجے اور اپنے معمولی انتظامات کے عمل میں لانے کی جو تدبیریں کی تھیں اب میں ان باتوں کا احوال اس زمانہ کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں جو آخر باب اول تک پہنچا تھا اور جب تک یہ سب تدبیریں ایسے مقصد کے چل ہونے کے لیے نہیں کی گئی تھیں جو دہلی کی معرکہ آرائی سے سمجھا جاسکتا ہے لیکن یہ مقصد بھی پھر اس سے کم ضروری اور وقت طلب نہ تھا۔ اور اس السلطنت مغلیہ میں جن لوگوں نے غدر کیا تھا اب وہ بڑا عرصہ تک تنبیہ سے بچ نہیں سکتے تھے۔ باغیوں کی روک ٹوک صرف دہلی تک کارگر تھی دہلی کے باہر کوئی متشدد نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر باغیوں کے جدید گروہ اب بھی بلا مزاحمت انکے (پنج سدس) حصہ اطراف سے داخل ہو سکتے تھے تو اس پر بھی وہ لوگ شدید قلعہ کی دیواروں کے اتر طرف نگاہ کر کے دیکھ سکتے تھے کہ اسی کے متصل بلندی پر برٹش جمنڈ اثر رہا ہے اور انکو معلوم ہو سکتا تھا کہ نیچے کی طرف جن چھاویوں سے چند ہفتہ پیشتر ہمارے افسرین کشت و خون کی حالت میں نکل بھاگے تھے اب وہاں برٹش فوج کا مرکز ہے اور فوج یہ ٹھکانے ہوئے بیٹھی ہے کہ جب تک دہلی فتح نہ ہو جائے اسوقت تک تمام لوگوں سے جو اسکے مزاحم ہوں مقابل کیا جائے یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ جس روز ملتان کے سپاہیوں سے ہتھیار رکھوائے گئے تھے اس روز گانڈی کے لوگوں کے پہونچنے پر دہلی کی جنگی فوج کو اس بات کا چشم دید ثبوت ملا کہ جان لارنس نے اپنی مہم تحسین کی تکمیل کے لیے کیا کارروائیاں کی ہیں اور کیا اسوقت کو یہ ہیں اور آئندہ کے لیے کیا کرتے جاتے ہیں۔ اسکے دوسرے دن پشاور میں باغیوں کو سزا دینے کے لیے صف آرائی ہوئی تھی اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہ سزا اسطور سے نہیں دی گئی کہ بے دیکھے بھلے اور بلا شرط اور قید لوگوں کی گردن کاٹ ڈالی گئی بلکہ دوحی طور سے انکی تنبیہ کی گئی۔ اس بات کا بیان کرتا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ ملتان میں باغیوں سے ہتھیار رکھانا اور دہلی میں گانڈی کے لوگوں کا پہونچنا اور باغیوں کی سزا دہلی کے لیے صف آرائی کا ہونا ان تینوں کارروائیوں میں سے جو چپس چپس گھٹنے کے بعد عمل میں آئی ہیں کس سے اس نامی گرامی شخص اور اسکے کام کی کیفیت قرار واقعی منکشف ہوئی تھی۔ لیکن سب باتوں پر ہیئت مجموعی نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روح و جسم اور تحمل اور تعمیل اور وسیع خیالات اور چھوٹی باتوں کا لحاظ اور تحمل کے ساتھ انصاف پر نظر کرنا اور بھر

تھا۔ درجہ کی سرگرمی کا ہونا یہ سب اضداد و عجب طرح سے مجتمع ہوئے تھے جو برابر ظاہر ہوتے گئے اور جن سے ستر جان لارڈ لائسنس کا نام انکے نہایت لائق اور نہایت ہی مستعد ماتحتوں سے بڑھا رہا اور جس سے وہ اپنے ہماز کو اس طوفان میں بچا سکے اور ظاہر نہ کوئی ایسا حکم دیا نہ اس طرح کی جیٹھی لکھی اور نہ کسی ایسی خاص کارروائی کے عمل میں لانے کی اجازت دی جسکے نظر میں انکے کرنے میں کچھ ہاک ہو یا اس وقت بھی جب ہم عرصہ دراز کے بعد اسکا خیال کرتے ہیں تو ہکوا سیمین کی کوئی بات ناگفتنی ناوشننی یا ناگردنی دکھائی دیتی ہو۔ گائڈنس کے لوگ ۹۔ جون کو دہلی کے سامنے پہنچے۔ ان لوگوں نے ۵۸ میل کا فاصلہ بائیس وزین طے کیا تھا اور طرہ یہ کہ وہ موسم شدت کی گرمی کا تھا۔ اس گل کوچ میں صرف تین مقام اور وہ بھی خاص حکم کے رو سے کیے گئے۔ ہندوستان میں اب تک اتنے فاصلہ دراز کا کوچ کبھی نہیں کیا گیا تھا اور تیز روی (یعنی اوٹا ۲۶ میل فی یوم) کے اعتبار سے میرے عقیدے میں اب تک ایسا کوچ نہیں ہوا ہے۔ بدقسمتی سے یہ لوگ ایسے وقت میں پہنچے کہ ببادلے کی سرائے والی جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ ستر جان لائسنس شکاف کی ایک بے موقع درخواست جو اپنی جان بچا کر دہلی سے بھاگ گئے تھے ان لوگوں کو اپنا شریف کام جو انکو منظور نظر تھا چھوڑ کر ایک دہشت کام میں مشغول ہونا پڑا تھا یعنی یہ کہ راستہ میں جو گائڈنس پڑے تھے انکو جلا دیا جائے۔ لیکن جس روز یہ جنگ ہوئی انکی صبح کو محاصرہ کی کسی کارروائی کے شروع ہونے سے پہلے یہ لوگ اس حالت سے دہلی میں داخل ہوئے کہ سفر کے سبب سے گرد و غبار میں آلودہ تھے لیکن تھکے اندے نہ تھے دل بشاش تھا اور پاؤں تیز اٹھاتے جس کام کے لیے بھیجے گئے تھے اسپرنا زان تھے۔ اپنے سرگرد و اور اپنے کوچ اور اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ستر جان لارڈ لائسنس نے ملک کے لیے دہلی میں جعفر فوجوں کے اتارنے کا قصد کیا تھا ان سب کا مقدمہ پیش ہم ہی لوگوں کو بنایا ہے دہلی میں ایک قلیل فوج نے جسکی ملک کے لیے اس شان و شوکت سے یہ لوگ آئے تھے انکو دیکھ کر خوشی کے نعرے بلند کیے جو عرصہ تک گونجتے رہے۔ کپ میں ابھی چند گھنٹے بھی ٹھہرنے نہ پائے تھے کہ انکو باغی سوار دن کا مقابلہ کرنا پڑا جنکو انھوں نے بھگا کر شہر بآہک ہٹا دیا انکی بدقسمتی کی صرف ایک بات ہوئی کہ گونٹن بیکائی کمانیر دوم نے جو ایک ہونہار اور بڑے شجاع افسر تھے ایک مہاک زخم کھایا اور گولی سے ہلاک ہو کر زمین پر گر پڑے۔

اوائل کوچ میں گائڈنس کے لوگوں علی الخصوص عیالدار اشخاص کو ایک امر کا بڑا تردد ہوا تھا جسکا انتظام ستر جان لارڈ لائسنس نے خود کر دیا تھا۔ ان لوگوں کو مجبوری اپنے اہل و عیال کو مردان میں چھوڑ کر اپنا بڑا تھا۔ اور یہ عیال دار لوگ اکثر خیال کرتے تھے کہ مبادا باغی سپاہی یا سرحد کے وحشی لوگ جو مردان کے متصل رہتے ہیں انکو کسی طرح کا صدمہ پہنچائیں یا بے عزت کریں۔ اس فوج کو راولپنڈی میں اس غرض سے

کے زمانہ میں غیر قوادان سواروں کے جو لوگ رخصت پر گئے تھے وہ طلب کر لیے جائیں کیونکہ یہ لوگ جتنی
امر کے تھے کہ اگر فوراً سپر علیہ رآد کیا جاتا تو شاید بہت سے خیر اندیشوں کی انہی کمزوری سے نجات ہو جاتی اور
وسن صاحب کی افسوسناک کارروائیوں کی نوبت نہ آتی۔

اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں لارڈ گزیکٹ نے اسی دلولہ میں اس بات کا خیال کر کے کہ چند ستانی
سپاہی آزاد دی جاتے ہوں انکو رہائی دینا نہایت عمدہ حکمت علی ہے ایسی ہی اسے دی تھی۔ جان لائسنس نے
خیال کیا تھا کہ اس تدبیر سے بدخواہ لوگ اجازت پانے پر اپنے گھروں کو چلے جائیگے اور بے اختیار ہو جائیگے اور
غیر اندیش لوگ رہ جائیگے اور ان سے دو کام نکلیگا۔ اور میں ایک مرتبہ جان لائسنس کا دلولہ اور بیان کرتا ہوں
جسکی تحریک سے انھوں نے چٹل کار بنے متعینہ لاہور اور چٹل کار بنے متعینہ پشاور کو صلاحت دی تھی کہ وہ ایسے
سکون پانچالی سہلانوں یا پیارسی آدمیوں کو جنھوں نے خیر خواہی کی ہو پھر انکے ہتھیار واپس کر دیں تاکہ وہ
اپنے بندوستانی سپاہیوں سے علیحدہ ہو جائیں اور ایک مرتبہ پھر انکو نوکری کرنے کی اجازت دیا جائے۔
جان لائسنس نے بیان کیا تھا کہ میں نے اسوجہ سے ایسی راے دی ہے کہ اول تو میرے نزدیک وہ اپنے پوتے
ساتھیوں کے غمخوار نہیں ہیں اور اپنا کام انجام کرنے پر اپنی رضامندی ظاہر کر چکے ہیں پھر مجھکو غیث نمبر ۷ کے
افسروں سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس غیث کے قریب قریب سٹو سپاہی جو ہم قوم تھے اپنے افسروں کی شرکت
کرنے اور باقی ماندہ لوگوں سے لڑنے کو کہتے تھے۔ جان لائسنس کے صوبے بھر میں ایسی مقول تدبیریں عمل کیا گیا
اور اسطرح سے سکون کا ایک نیا اور کارآمد فوجی گروہ تیار ہو گیا جس روز جملہ میں لوگوں کے ہتھیار رکھو ایسے گئے تھے
آگے ایک روز پیشتر ستر جان کے حکم سے سونفر کھ سپاہی جو اپنی باقی ماندہ کمپنیوں سے علیحدہ ہو گئے تھے آڑیں کے
دن اپنے افسروں کے طرفدار ہوئے اور خوب داد شجاعت دی یہ بات شکل سے بیان ہو چکی ہے کہ اس حکمت عملی نے

جواب اہل ستر جان لائسنس کی تھی کہ بے قصور آدمیوں کو کشت و خون سے بچالیا۔
آخر میں ستر جان لائسنس نے اس بات کو دیکھا کہ گناہ گار غیث نے اس عام اشتہار کے جاری کرنے میں
غفلت کی جس سے خیال کیا گیا تھا کہ جو لوگ حالت تذبذب میں ہیں وہ اطاعت قبول کر لینگے اور ہمارے
رعوب و اقتدار سے انکو آگاہی ہو جائیگی بتاؤ کہ ہم جن خود ایک اعلان تیار کر کے اپنے صوبہ کے تمام مقامات
روانہ اور شتم کرے۔

سپاہیوں نے سنا ہوگا کہ فوج بنگالہ کے بہت سے پادوں اور سواروں نے تیر ٹھوکی اور غیر ذہین نمک حرامی کی
غیر ذہور میں بہترین کو سنز بھی مل چکی ہے اب ایک فوج جمع ہے اور وہی کے قریب پہنچ گئی ہے جس کا ارادہ ہے کہ

اور مفسد دن کو جو دہلی میں جمع ہوئے ہیں سزا دے۔

سپاہیوں۔ میں تمکو متنبہ اور تمہاری نصیحت کرتا ہوں کہ تم ناک کا پاس کرنا اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کرنا جو تمہارا
جداد کو اور تمکو شلو برس کے عرصہ سے نوکری دیتی آئی ہے۔ تم اس گورنمنٹ کی وفاداری کرنا جو چھپا و نیون اور
ہندوستان جنگ میں بھی تم لوگوں کی بہنوی اور تمہارے حقوق کا خیال کھتی گئی اور جسے تمہارے لیے ایسے وسائل فراہم کیے ہیں کہ بڑھاپے
کا کریش و آرام سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو جن لوگوں نے تواریخ پر ہی ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف
ہونگے کہ جسطرح سے ہندوستان کی فوج کے ساتھ سلوک کیا گیا ایسا سلوک کسی فوج سے کبھی نہ کیا گیا ہوگا۔

جو خیریتیں ہماری خیر خواہی کرتی رہیں انکو اپنی ثابت قدمی کا مقول صلہ ملیگا اور جن ریشمون نے ہمارا ساتھ
ہو کر دیا انکی نوکریاں ہمیشہ کے لیے موقوف ہوئیں۔ مصرعہ کیا وقت پھر ساتھ آئیں جب یہ موقع گذر جائیگا تو پھر افسوس
لرنے سے کچھ حاصل ہوگا۔ ابھی اس بات کا موقع باقی ہے کہ تم اپنی خیر خواہی اور وفاداری ثابت کرو۔ برٹش گورنمنٹ
ہندوستانی سپاہیوں کی کبھی محتاج نہو گی وہ ایک مہینہ کے اندر صرف پنجاب میں ۵۰۰۰۰ آدمی جمع کر سکتی ہے۔
لرپور یا سپاہیوں نے آج کے دن غفلت کی تو پھر انکو یہ دن نہ ملیگا۔ پنجاب میں باغیوں کی سرکوبی کے لیے بکثرت
فوج جمع ہو رہی ہے۔

سروار لوگ اور رعایا مطیع و متساو ہیں اور رعایا یہی چاہتی ہے کہ تم لوگوں کی جگہ وہ فوج میں بھرتی کی جائے
تم لوگوں کی سرکوبی کے واسطے ساری رعایا یکدل ہو جائیگی علاوہ برین انگلستان کو استقدر قوت حاصل ہے کہ
سپاہیوں کے خیال میں نہیں آسکتی ہے۔ اسی وقت ہر چار طرف سے انگلش فوجیں ہندوستان میں
داخل ہو رہی ہیں۔

تم لوگ اس بات کو بخوبی جانتے ہو کہ برٹش گورنمنٹ تمہارے مذہب میں کبھی خلل انداز نہیں ہوئی ہے جو لوگ
تم سے ایسا کہتے ہیں وہ خود اپنے متبادل مقاصد سے کہتے ہیں۔ انگلش گورنمنٹ نے ہندوؤں کے مندروں
اور مسلمانوں کی مسجدوں دونوں کا اعزاز کیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جامع مسجد لاہور جسکی تیاری میں ایک لاکھ
روپیہ صرف ہوا ہوگا اور حسین سکھوں نے اپنا میگزین بنایا تھا مسلمانوں کو واپس دی گئی ہے۔

سپاہیوں میں تمکو صلاح دیتا ہوں کہ تم اپنے افسروں کی اطاعت قبول کرو۔ چند خراب آدمیوں کی تحریک سے
اپنے تین ذلیل نہ کرو۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو تم آسانی سے یہ کام کر سکتے ہو اور گورنمنٹ تمہاری وفاداری کی
آزمائش سمجھ کر تم لوگوں پر لحاظ کریگی تم لوگ اس بات کو ثابت کرو کہ ہندوستانی سپاہی مثل اپنے آبا و اجداد کے
اب بھی نیک حلال ہیں اور ان سے متبدل نہیں ہو گئے ہیں۔

(دستخط) جان لارنس چیف کمنڈر

یہ کام انجام ہو گیا تو جنگو انتہا سربے کی خوشی حاصل ہوئی۔ یہ بہت نازک معاملہ تھا کیونکہ پہلے ہندوستانی ہی پاسبانوں کا کام تھا کہ ان کو گورنمنٹ سے اسکی خاص اطلاع کرنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اگر کوئی بیٹھی سے ہماری آمد و رفت بند ہو جائے تو یہ ایک بڑی بھاری مصیبت تھی۔ میں انتہا کرنا ہوں کہ آپ خود اپنے کو اور پنجاب کے پاسبانوں کے دونوں گروہوں کو اپنے دوستانہ برتاؤ کی بابت مبارکباد دیجئے۔

اصل تو یہ ہے کہ گورنمنٹ فوجی حکام بڑے بڑے تو بہت کرتے رہے لیکن پنجاب میں ہتھیاروں کا لینا ایک قاعدہ ٹھیکہ قرار ہو گیا۔ سسر خان لائٹس نے اس بارے میں خیرل گوون کے نام کی پہلی چٹھی میں اپنے خیالات اسطور پر ظاہر کیے تھے۔

اگر شہر دہلی کی گارڈی خالی ہو گیا تو سب بند و بست ٹھیک رہی لیکن اگر اچانک اس میں زیادہ تعویذ ہوئی یا اگر اس پر بھی خراب حالت میں کوئی اور بلا نازل ہوئی تو ہم لوگوں کو غدر عام کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ میں خود یہ نہیں خیال کرتا ہوں کہ پوریا پینٹون میں سے ایک جہٹ بھی غیر خواہ رہ جائیگی اور اس صورت میں عین سمجھا ہوں کہ ہم لوگوں کو ایسے ہر ایک شخص سے جب موقع ملے تو اس کے ہتھیار لینا چاہیے یعنی یہ کہ جس مقام پر گوردن کی رہائشیں موجود ہوں۔ اگر ایسا کیا جائے تو ہم لوگ اپنے کو برقرار اور ملک کا قبضہ رکھ سکیں گے۔ اس وقت قواعد دان پیدا ہونے کو اپنے ہمراہ لیکر چلا آیا ہے کہ کوئی کامل سپرک ٹوفان خیر سمندر میں آتے ہاؤن مار کر اپنی جان بچانا ہو اور ایک آدمی دوسرا کسی گوردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے اس امر کی کوشش کر رہا ہو کہ اسکو کھینچ کر نیچے ڈوبادے۔

ہم اپنی کارروائیوں میں یہ انتظار نہ کریں گے کہ جو وقت ہم پر چلا گیا جائے تو کچھ کوشش کریں گے اور اگر ایسا کریں گے تو ہم بالکل پابز بخیر ہو جائیں گے اور دشمنوں کو اس بات کا موقع مل جائیگا کہ وقت پا کر ہم پر حملہ کر بیٹھیں اس حکمت عملی کو انجام دینا ہے۔

... میں نے غدر کے اول چند ہفتوں کا یہ حوالہ دیا ہے اگرچہ میں اس میں سسر خان لائٹس کی حکمت عملی کو عام خیالات کو جو میرے دل میں جاگیر ہوتے رہے نہ بیان کرنا تو میری اس تحریر کا کوئی فائدہ نہ حاصل ہو گا۔ سسر خان لائٹس کی حکمت عملی جرات اور بہت کی پیش قدمی اور بے اہل مقابلہ اور وسیع خیالات کے ہتھارے قریب جینی ہاؤن اور نیو لین کی حکمت عملی اور احتیاط اور اخلاقی بہادری میں قریب قریب قریب حکمت عملی کے متضاد تھی۔ انبالہ کے سہل انکاروں اور میرٹھ کے مفسدون کے بارے میں جان لائٹس نے اس حکمت عملی کو تسلیم کیا تھا کہ ”آگے بڑھتے چلے جاؤ“ پشاور جالندھر اور ملتان میں جہاں مغربانہ خیالات سے جو وقت حرکتوں کے وقوع کا گمان ہو تو جان لائٹس نے اس حکمت عملی کی تصدیق کی لیکن جان لائٹس جہاں تنبیہ کا موقع ہوا وہاں فوری اور سخت سزا دینے کی حکمت عملی اختیار کی گئی لیکن جان لائٹس

ی عملداری بھر میں کسی مقام کے لیے یہ صلاح دینا موقوف نہیں کیا کہ اتنا زور احتیاط اور انسداد سے جو کام
سکتا ہے وہ کینہ کشی کی تدبیروں سے گو وہ کیسی زیادہ کی جائیں کبھی نہوگا۔

دہلی ہر سہ اور حصار کے باغیوں نے جو گشت و خون کیا تھا جسوقت اسکی خبر جان لارنس کو پہونچی تو صاحب
صوف نے اُس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ”اگر دہلی کو میرٹھ سے ایک قلیل گروہ سپاہیوں کا چلا جاتا تو میرے نزدیک
ملی وجہ سے یہ افسوس ناک حادثے درق نہونے پاتے اور وہاں کے باغی شہر ہی میں محصور ہو کر رہ جاتے پھر کی
ج جو اتنے عرصہ تک خاموش بیٹھی رہی اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی مگر اس بات پر بڑا افسوس آتا ہے
جب آخر میں میرٹھ کی فوج بڑھی اور جان لارنس نے سنا کہ جنرل ولسن نے مقام ہندون میں فتح حاصل کی
صاحب موصوف نے اُس سے پھر ایک نتیجہ اخذ کیا۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ گوروں کی قلیل جماعت نے
فتح حاصل کی اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بتداین سرگرمی سے تدبیرین کی جاتیں تو کیا کیا کام ہو سکتے تھے مجکو امید ہے
جنرل ولسن کی اس کامیابی سے زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کی ہمت ہوگی۔ جان لارنس اب تک
کہتے جاتے تھے کہ ”آگے بڑھے جاؤ آگے بڑھے جاؤ۔“

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ پشاور اور ملتان میں جہان جنرل کاٹن اور جنرل گوٹون نے دلسوزی
مدد کی تھی انکی حکمت عملی میں کیسی کامیابی حاصل ہوئی۔ اگر انکے حکم اور صلاح پر عمل کیا جاتا تو
ہر سہ کہ جالندھر میں بھی ایسی ہی کامیابی حاصل ہوتی یعنی یہ کہ جو اختیارات طلب کیے گئے تھے
وہ دیے جاتے اور جان لارنس نالائق افسروں کو موقوف کر کے لائق اور مستعد افسروں کو انکی جگہ
ر کر کے پاتے اور کسی طرح کا خطرہ نہ کر کے وہ اپنی کارروائی کر سکتے تو ضرور جالندھر میں بھی ملتان کی سی
میاابی حاصل ہوتی۔

جان لارنس کو اس بات کا بھی کچھ کم تر وہ نہ تھا کہ جو لوگ خیرنگال تھے انپر کوئی گزند نہ پہونچنے پائے
جو لوگ ہذا خاص ذمی اعتماد تھے مگر مجرموں کے ساتھ وہ بھی مصیبت میں مبتلا تھے انکے لیے آسانی پیدا
ہی جائے چنانچہ اسی خیال میں جان لارنس نے گاندھارا چیف انبالہ کو ایک چٹھی کے ذریعہ سے یہ صلاح دی

سلا سرکاری مراسلات سر جان لارنس کے یہ اور دوسرے مقتضات سر رابرٹ ایچرٹن سابق لفٹننٹ گورنر پنجاب اور
سر آر تھوٹر بریڈر شھ کی حسن عاطفت سے مجھکو ملے ہیں جھکا ذکر اس سوانح عمری میں آگے چل کر کیا جائیگا۔ اور انھوں نے عین اُس
نے میں جب ہندوستان کے کاروبار سے دم بھر کی محنت نہ تھی اپنے دست خاص سے ان کاغذات کی نقلیں لکھ کر مجکو دین
مرکاری چٹھیان جن پر خاص کر کے میری یہ داستان مبنی ہے اور جو میرے مقصد کے واسطے نہایت ہی ضرور ہیں کیونکہ وہ
ن وقتوں پر لکھی گئی ہیں سب میرے پاس موجود ہیں۔

پہلے ایک غول نیا تو سے گوروں اور غیر قواعد وان سواروں کا تھا جس کے ساتھ چھ توپیں بھی تھیں۔ میں میل کا فاصلہ تھا
سیر بھی پر پگند پیر جانشنوں کی بوڑھی عقل سے باغی لوگ بھاگ کر دہلی کو چلے گئے تاکہ جو اشخاص دہلی کو لڑ رہے ہیں
شہرت کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے بعض کمانیہ یا غیوروں سے بھی بڑھ کر ہمارے دشمن ہیں بعض ان کا
جلو قریب قریب ہی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ ہماری بربادی کے واسطے مقرر کیے گئے ہیں۔

جان لائسنس نے جو شخص لارڈ کیننگٹن کو لکھی تھی اس میں جنرل جانشنوں کے تبادلہ پشاور کا مسئلہ پھر ابھارا
یوں کہ یہ بات تو ان کے دل سے لگی تھی۔ وہ تذکرہ یہ ہے۔

جنرل جانشنوں کچھ بھی نہ کریں گے۔ وہ ہندوستانی سپاہیوں سے نہ تو ہتھیار رکھنا چاہتے تھے اور نہ ان کی سزا دہی کا بندوبست
کریں گے۔ جس وقت ان لوگوں نے غدر مچایا تو گوروں کی فوج خالصت کے واسطے مقرر کی گئی اور جس وقت باغی لوگ کیا کریں
ہمارے جلے تو آٹھ گھنٹے تک ان کا تعاقب نہیں کیا گیا اس وقت بھی یہ لوگ گرفتار ہو سکتے تھے کیونکہ سلیج سے اترتے اترتے ان کو
تیس گھنٹے لگے تھے لیکن جنرل جانشنوں نے ۲۵ میل کے فاصلے پر وسط راہ میں جا کر خاتم کر دیا اور اس پر بھی اس فہر کی

نسبت تجویز کیا جاتا ہے کہ یہ پگند پیر کائن کی جگہ قسمت پشاور میں مقیم ہو۔
اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ جنرل جانشنوں کی نسبت یہ عہدہ زیادہ زمانہ
یہ تجویز نہیں کیا گیا تھا۔ یہ چاروں باغی شخصیتیں سلیج سے لوہیا نے کوڑھی ہوئی چلی گئیں اور اپنے قبیل زمانہ کے
بلوچوں میں کاہلی جلا وطن اور قیدیوں کی مفید آبادی اور کشمیر کے شال فروشوں اور گوروں کو شال
کر کے ہر ایک شے جو راہ میں آئی اور جس پر ان کا قابو پیل سکا یا تو لوٹ لی یا اس کو آگ سے جلا دیا اور اس وقت جب
جنرل جانشنوں نے جو حقیقت اسے فاصلے پر تھے کہ کنش صاحب کے گولوں کی آواز دہان تک پہنچی تھی۔

آخر میں آگے بڑھنے کی کچھ غلاستیں ظاہر کیں تو وہ پھر خاموشی سے دہلی کی طرف بڑھ گئے۔
لیکن پنجاب میں ایک شہر ایسا رہا تھا جسکی بابا ستر خان لائسنس کو سب سے زیادہ تردد تھا۔ لاہور
دریا تک آنے کا جو راستہ ہے اور جس سے بڑھ کر صوبہ پنجاب ہے اور ملکوں کے ساتھ آمد و رفت رکھنے کا اور کوئی راستہ

نہیں ہے وہ اسی شہر سے محفوظ تھا۔ مٹان جو جالندھر سے ضریح گائین زیادہ ضروری شہر ہے اور سوائے لاہور
اور پشاور کے اور کسی شہر سے کم نہیں ہے آیا وہ ان کے حکام کو کمان افسران لاہور کی مستوجب سزا لائسنس کی نظیر
عمل کرنا چاہیے تھا یا یہ سول اور فوجی حکام پشاور کی طرح سرگرمی اور استعداد رکھتا تھی۔ یہ بڑا نازک سوال تھا اور اگر
چینٹ گشتہ کی راہ سے چل کر کیا جاتا تو اس کا جواب صاف ظاہر تھا چنیٹ گشتہ موصوف نے جالندھر کی مخالفت میں
حتی الامکان کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا لیکن جانشنوں کی بے استقلال اور ضد سے ان کا کچھ نہیں چل سکا۔ کیس
ہے۔ یہ بگشتہ موصوف کو میان زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ کیا کرنل نہیں جو مٹان کے خاص فوجی افسر

باغی سپاہیوں پر شک کرنے یا انکے ہتھیار چھین لینے یا انکی سرکوبی کرنے پر راضی ہو جاتے اور اگر انکی خواہش بھی ہوتی تو کیا وہ ایسا کر سکتے تھے۔

سرنج خان لائٹس کے نزدیک یہ بات ممکن نہیں تھی انکے خیال میں شہر بھر میں صرف ایک افسر ایسا تھا جو ایسے دشواری اور خطرناک کام کو ایسے نادر مواقع کے ہوتے ہوئے انجام کر سکتا تھا جنرل گوڈون چیٹ کسٹن کو اس امر کے مشترک کرنے کے واسطے لکھ چکے تھے کہ جنرل ریڈ نے پنجاب کی اعلیٰ فوجی کمان جو خالی کی تھی اسکا کام جنرل مذکور کے سپرد ہوا ہے۔ جنرل ریڈ کی طرح ظاہر جنرل گوڈون بھی کوئی عمدہ لیاقت یا صاحب راس نہیں رکھتے تھے لیکن اسکے بعد جو عمدہ بات چاہیے وہ انہیں پائی جاتی تھی یعنی یہ کہ ان صفتوں کو وہ دوسرے اشخاص میں دیکھ کر انکی قدر کرنے پر مائل رہتے تھے اور سرنج خان لائٹس نے ایک بار کے ذریعہ سے نہایت تاکیدی الفاظ میں اصرار کیا کہ ملتان کے سپاہیوں سے فوراً ہتھیار رکھو ایسے جاہل اور بطور رعایت خاص یہ التجا کی کہ کراؤنڈ چیٹ کسٹن جو اول قواعد دان رسالہ کے کمان افسر تھے وہ اس کام کے لیے منتخب کیے جاتے تو بہتر تھا۔

چیٹ کسٹن کی رجمنٹ خاص کے سو اسی ہندوستانی لوگ تھے اور انہر صاحب موصوف نہایت یتیم کے تھے اعتماد کرتے تھے دو پلٹنیں اور تیس جنہیں سے ایک یقیناً اور دوسری بگمان غالب ہم سے پھری ہوئی تھی اور مددگاروں میں پنجابی تھے لیکن ان پنجابیوں میں بہت سے ہندوستانی بھی شامل تھے۔ گورون میں صرف معدودے چند تو پخانہ کے لوگ تھے لیکن بیٹی کی رجمنٹ پر امید کی جاتی تھی کہ وہ چند ہی روز کے عرصہ میں سندھ پہنچ جائیگی اور اگر وہ آ جاتی تو آسانی سے باغیوں کے ہتھیار رکھو ایسے جاتے۔ بہت سے لوگ انکے پہنچنے کا انتظار کرتے تھے۔ لیکن سرنج خان لائٹس نے دیکھا کہ اسوقت دیر کا موقع نہیں ہے اور جاندھر کے خدرا کی خبر جو ابھی انکے پاس پہنچی تھی اقل درجہ دو دن کے عرصہ میں ملتان کو پہنچ جائیگی اور اسوقت کچھ نو سیکڑا۔ معہذا جان لائٹس نے فوری احکام جاری کیے۔ تجویز ہوئی کہ یکبارگی اس خطرناک کام میں ہاتھ لگایا جاوے اور ا۔ جن کی صبح کو جب جاندھر کے فساد کی خبر شہر میں پہنچی اسکی کچھ ہی دیر قبل ایک ایسے ہوشیار اور بہادر آدمی کے ذریعہ سے جسکو سرنج خان لائٹس نے اس کام کے لیے منتخب کیا تھا اسطور سے ہتھیار رکھو ایسے کہ ایک قطرہ بھی خون کا گرنے نہیں پایا۔ شہر ملتان کے نیک نیت باشندوں کو پھر ایک مرتبہ آزادی سے چلنے پھرنے کا موقع ملا اور جبوقت لکاک کی وہ فوج جسکو فریز صاحب اسوقت بھیج رہے تھے یہاں پہنچی تو ان ان ضروری مقامات کی طرف جہاں ملتان سے بھی زیادہ خطرے تھے لوگ آگے بڑھ سکے۔ جان لائٹس نے کراؤنڈ چیٹ کسٹن کو لکھا کہ جس حیرت انگیز طریقہ سے آپ نے نمبر ۶۲- اور نمبر ۶۹ ہندوستانی پلٹن کے ہتھیار رکھو ایسے میں تہ دل سے اسکی نابت آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جبوقت میرے پاس یہ خوشخبری پہنچی

لیکن اسوقت تک اگر کوئی کارروائی کی جاتی تو اسکا موقع باقی تھا کیونکہ انکے عین کوچ کے راستے میں سے تلچ کا دھارا بڑے پائے سے تیز بہا تھا اور جسوقت وہ ایک اور باغی رجسٹ یعنی رجسٹ نمبر ۳ کے لوگوں کے سے خوف کی حالت میں گئے جمع کرنے میں مشغول تھے اور پھر دریا سے عبور کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

عقب سے بخوبی تمام تعاقب ممکن تھا اور اگر یہ لوگ قتل ہونے سے بچ بھی جاتے تو بہر حال اس امر کا بخوبی علم ہو سکتا تھا کہ وہ ایک مرتب فوج کی حیثیت میں دہلی تک نہ جانے پاتے۔ میرے نزدیک تو ہر شخص کا خیال تھا لیکن جالندھر کے اولوالعزم گورنر کی فوج کو ضرور تھا اور اب تو ہر ایک شخص کا خیال ہی ہے۔ لیکن اس وقت تک اس وقت کے اگر تجویز کیا کہ انکا تعاقب کیا جائے تو پورے تین گھنٹہ کے بعد تجویز کیا روانگی کے لیے تیار رہتے ہوئے چار گھنٹے اور گزر گئے اور جسوقت فوج روانہ ہوئی تو اصل میں تعاقب نہیں ہوا بے قصد اور بے ارادہ۔

چند کوچ اور اس سے بھی بدتر طور کے چند مقام کیے گئے۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ انوکھے تعاقب کرنے والے جالندھر میں اور جالندھر پھرتے رہے اور وہاں باغی لوگ پھلوں میں پہنچ گئے اور ریجنٹ نمبر ۳ کے لوگوں کو اپنا شریک کر کے پھر تلچ کی طرف چل سکے اور جسوقت تعاقب کرنے والی سپاہ پھلوں میں انکی تلاش اور پیشروی سے اپنی حفاظت کے لیے پہلے بھاگ رہی تھی اسوقت باغی لوگ چند ٹوٹی پھوٹی کشتیوں کے ذریعہ سے دریا پار اتر رہے تھے اور اسکا مہم نہیں گھسنے سے کہ وقت کسی طرح صرف نہ ہوا ہوگا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا کہ وہ لوگ نکلے چلے گئے ہوں اور اسے کسی طرح کی مزاحمت نہ کی گئی ہو کیونکہ جو صفیں اس صریح طور پر جنرل جاسٹون مین مین پائی جاتی تھیں وہ جانچ کرٹن مین جو ایک کم عمر سپاہی تھے اور لوہا کے ٹپسی کشنر تھے معمول سے دو چند پائی جاتی تھیں ٹی رینج کمانڈر مین سے جو ایک اور کم عمر سپاہی تھے یہ سن کر کہ دن کو سویرے کیا واقع ہوا تھا پہلے تو اپنے شہر کی حفاظت کی تدبیریں جو امکان میں تھیں کین اور اس کے بعد ٹنٹ پینشن کی ماتحتی میں رسکوں کی تین کینیاں جو ابھی پہنچی تھیں اور دو تو مین اور ایک کینیاں جالندھر کے پینشن کی ماتحتی میں روک رکھے جائینگے جب جالندھر کی فوج عقب سے اگر انپر حملہ آور ہوگی۔

راجہ ناچھ کو لیکر اس امید پر وہ آگے بڑھے کہ اگر باغی سپاہی روکے سے نہ رکیں گے تو کم سے کم اسوقت تک وہ دریا سے اترنے میں روک رکھے جائینگے جب جالندھر کی فوج عقب سے اگر انپر حملہ آور ہوگی۔

درا بھی اس بات میں شبہ نہ تھا اور بیشک کیسوکشہ نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ فوج انکے پیچھے بہت قریب فاصلے سے تعاقب کرتی نہ آتی ہوگی۔ لوگ بخوبی تعین کرتے تھے کہ جب دو دنوں طرف سے بارہین چلینگے اور دریا میں دریا حائل ہوگا جو کسی طرف جانے نہ دیا تو یہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو جائینگے راستہ دشوار گزار تھا اور بالواس کثرت سے تھی کہ پاؤں انکے اندر دھنس دھنس جاتے تھے چنانچہ اس سبب سے صاحب مذکور دیش بچے شب کو گھاٹ پر پہنچے اور وہاں جا کر معلوم ہوا کہ انہیں کے لوگ سب دریا سے اتر گئے تھے صرف چار سو آدمی

رہ گئے تھے دو توپوں میں سے ایک توپ کے گھوڑے اُسکے کھولتے وقت بھڑک کر دشمن کی طرف سرپٹ بھاگ گئے۔
 مابعد کے سپاہی پہلی ہی بارہ میں چل کھڑے ہوئے۔ لیکن ریکٹس صاحب نے جو ایک بڑے میپاک افسر تھے
 ایک توپ کو خود جاکر لگایا اور نابھ کی دو افسروں کی مدد سے اور تین کپتانیان سکھوں کی جو ابھی تک جی ہوئی تھیں
 یہ دیکھ کر اپنے ہنر و ہمت سے دو گھنٹہ تک تین جھبٹوں کا مقابلہ کیا اور آخر میں جب گولہ باروت صرت ہو گیا اور
 اس صاحب گولی کھا کر اُسکے پہلو میں گر پڑے تو اپنی قلیل باقی ماندہ سپاہ کو ترتیب کے ساتھ ہمراہ لیے ہوئے
 پ کی طرف چلے آئے۔

اس امر کہ میں طرفین نے خوب ہی داد و شجاعت دی جان لارنس ہمیشہ تو یہ کہا کرتے تھے کہ ریکٹس صاحب
 ستان کے سونپٹوں کی طرح قرار واقعی کام نہیں کر سکتے ہیں لیکن اب اُنکا یہ کہنا بجا تھا کہ ”جھکوا ئیر ناز ہے۔“
 ان لارنس نے کچھ دنوں بعد خود ریکٹس صاحب کو لکھا تھا کہ میں آپ کی کوشش اور ثابت قدمی سے از بس
 س ہوں۔ آپ نے سرکار کی خدمت میں انتہا مرتبہ کی کوشش کی اور اپنی وردی کا نام رکھ لیا۔۔۔۔۔ اگر میں
 بات کو بیان کر دوں کہ جائنٹون صاحب نے کس طور سے تعاقب کا انجام کیا تھا تو مجھ کو اپنے اس قول پر اعتماد
 نہ ہوتا۔ اور جان لارنس معقول وجہ کے ساتھ جیسا کہ جنرل جائنٹون کی ناکامی کا حال یوٹافوٹا ئیر سنکشن
 لگایا جنرل مذکور کی نالائقی کے بارے میں اپنے تمام مخاطبین پر جوش غضب ظاہر کر سکتے تھے۔ جنرل جائنٹون کے
 اب تک تجوز کیا جاتا تھا کہ وہ قسمت پشاور کو روانہ کیے جاتے۔ جان لارنس کا اُن صاحب کو لکھتے ہیں کہ۔
 جنرل جائنٹون نے جانہ ہرمین ایک عجیب طرح کی وقت پیدا کی ہے۔ چودہ دن کا عرصہ ہوا کہ میں نے اُن سے
 صحت کے ساتھ دیسی جھبٹوں سے ہتھیار رکھ لینے کی استدعا کی تھی اور یہ بھی التجا کی تھی کہ وہ دیسی جھبٹوں کو نذرانہ کا
 مظاہرہ نہ دیں اور اگر وہ جینٹین بلوہ کریں تو بہر حال اُنکی سرکوبی کے لیے آمادہ رہیں۔ لیکن اس کہنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔
 اُنکے دل میں آیا وہ اُنھوں نے کیا اور آپ دیکھتے ہیں کہ اُسکا کیا نتیجہ پیدا ہوا۔ اگر جنرل موصوف نے جلد باغیوں کا
 فب کیا ہوتا تو یہ وہ مار ڈالے جاتے یا دریا سے تلچ میں غرق ہو جاتے اب وہ جدھر جی چاہا اُس راستے سے لوٹتے مارتے
 دہلی کے باغیوں سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ اپنی منزل مقصود پر نہ پہنچنے پائینگے اور
 تھے میں پس پا کر دیے جائینگے۔

نمبر بارہٹل فریئر صاحب کو قریب قریب اسی انداز پر وہ لکھتے ہیں کہ

ہمارے یہاں کی امن و امان فی الحال غنیمت ہے۔ لوگوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ ہو رہا ہے۔ پشاور میں
 ان پیشتر ہنگامہ و فساد برپا تھا اب خاموشی ہے۔۔۔۔۔ لیکن سب سے بڑھکر ہماری مصیبت یہ ہے کہ دو گروہ ہندوستانی
 دون کے اور نصف گروہ قواعد و ان سواروں کا جائنہ ہر سے بھاگ گیا۔ اُنکے سامنے تو دریا سے تلچ حاصل تھا

اور نہ بھی کیا ہو۔ ان کو لوگوں نے رعایا کا مال و اسباب نہیں لوٹا اور جو وقت اپنے بھروسوں کے تعلق فرما کر تھوڑی سی بھی بچائی تھیں۔ ان حالات کے لحاظ سے وہ تھی اس امر کے بین کہ ان کا خیال کیا جائے اور میں سمجھتا ہوں یہاں آپ ضرور کیجیے گا۔ مجھ کو یہ بات دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ دوسرے مقاموں میں کس کس طرح باغی اور قاتل لوگ یہاں آئے ہیں۔

یہ سچ سچ کر چلے گئے ہیں سزا دینے کا بڑا پکا شیرمون لیکن صرف اسی حد تک جو جرائم کے مطابق ہو۔ اس بات کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ ان پر زور اور مذہب اور عیسائیانہ فریادوں کی رو تھی شنوائی ہوئی۔ پشاور کی فوج جہاں جمع تھی اور جہاں قرب و جوار کے تماشائی کثرت سے آئے تھے ان کے سامنے ۲۰ اسپاہیوں کے بڑے صوف چالینس نفر اور وہ بھی ایسے جو سب سے زیادہ مجرم تھے توپ کے ٹوک کے سامنے ۲۰ اسپاہیوں کے بڑے صوف چالینس نفر اور وہ بھی ایسے جو سب سے زیادہ مجرم تھے توپ کے سامنے اڑائے گئے اس وقت بیشک نہایت ہیبت معلوم ہوتی تھی لیکن اس سے زیادہ ہیبت جو نہیں معلوم ہوئی اور لوگوں نے زیادہ مخالفت اور ہراس نہیں ظاہر کیا تو یہ ایک ایسے شخص کا باعث ہے جو غور و فکر کرنے میں کبھی قاصر نہیں رہا اور جس نے کبھی محض طبعی جوش سے کارروائی نہیں کی تھی۔ اور جو رحمدلی اور انصاف کی خوش قسمتی سے پنجاب کا اعلیٰ افسر تھا۔

لاہور اور پشاور میں تو اس قدر سرگرمی اور استعداد کی گئی تھی لیکن جالندھر میں اس کے بالکل خلاف واقع ہوا۔ مقام فیروز پور میں کچھ دنگ ہوا تھا لیکن یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ جالندھر میں اعلیٰ فوجی حکام کی بات بہت کچھ الائقی اور غفلت ظاہر ہوئی۔ اتنا غفلت ہے کہ غدر کی تمام توجہ میں اس کی اور کوئی نظیر واقع نہیں ہوئی۔ اس ضروری چھاؤنی میں دو پٹنیں اور ایک رسالہ یہ تین زمینیں تھیں اور ان سب کی نسبت اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ شکوک تھیں۔ اور اُدھر سردار گوبند گوبند تھیں جس کی حمایت کے لیے کافی توپخانہ موجود تھا اور راجپور تعلقہ ہر وقت سرگرمی سے مدد دینے کو مستعد تھے اور ان کے علاوہ محفوظ یکہ سردار ہر وقت اس بات پر متنبہ تھے کہ حاجت کے وقت اپنا پورا پورا حق ادا کریں۔ جس زمانے میں میرٹھ میں غدر شروع ہوا تھا تو اتفاق سے ایک صاحب کشتہ قیمت اور جانشینوں صاحب جو کانیر جالندھر تھے جالندھر میں موجود نہ تھے۔ لیکن انکی جگہ پر کزنل ہارنی متعلقہ نمبر گوبند گوبند جیٹ اور کپتان فائرنگمن فوجی کشتہ رومی دانائی سے مقرر کیے گئے۔ بھادر کے قلعہ اور سلج خانہ کی حفاظت کو جو میں میل کے فاصلے پر تھا ایک دستہ روانہ کیا گیا اور سلج خانہ دیوانی کا خزانہ ستر جان لائسنس کے حریفی حکم سے ہندوستانیوں کی حفاظت سے نکال کر گوروں کی حفاظت میں سپرد کیا گیا۔ ستر جان لائسنس نے کہا کہ اگر یہ خزانہ ہاتھ سے جاتا تو دشمنوں کو اور نقصان ہو جاتا اور ہمارے لیے فی الحقیقت بڑی ذلت ہوگی۔

جس وقت پریگنڈیز جانشینوں شلہ سے آئے تو انھوں نے شاید سب کے پہلے بھی کارروائی کی کہ خزانہ

بدستور ہندوستانیوں کی حفاظت میں رہنے کا حکم دیا اور جس وقت سر جان لائرس اور جنرل رینڈ کی تاکید می چھپان
اس مضمون کی پہونچین کہ جو کچھ کیا گیا ہے وہ نہ کیا جائے تو اس وقت اس بات کا موقع باقی نہیں رہ گیا تھا کیونکہ سولہ مین لوگ
بھی جو جنرل رینڈ کی کوتاہ اندیشی سے نہایت ہی بدنام ہو گئے تھے اب ڈرنے لگے کہ اس کارروائی کے مقابلے میں
کئیں پھر غدر شروع نہ ہو جائے۔ مئی کے مہینے میں جان لائرس نے ایک مرتبہ اور ہتھیار کھوانے کی تاکید کی
اور وہ۔ جون کو لینک صاحب کے نام اس مضمون کا تا بھیجا کہ وہ بریگیڈیئر سے اس حکم کی تعمیل کرانے میں بلا تباہ
اصرار کریں ہکو اس تار برقی کی عبارت دریافت نہو سکی لیکن جو خط اسی روز لینک صاحب کے نام بھیجا گیا تھا
اُس سے تار برقی کا منشا ظاہر ہو جائیگا۔ خط کی عبارت یہ ہے۔

اگر دہلی میں کوئی سانحہ ہوا تو آپ یاد رکھیے کہ پہلے ہم لوگ یہی سنیں گے کہ دو آہ جالندھر کے سپاہیوں سے
فساد کی ابتدا ہوئی۔ پس امر تجویز طلب یہ ہے کہ آیا ہم ان لوگوں کی کارروائیوں کا انتظار کریں یا ابتدا ہی سے کوئی تباہ
کریں۔ ہم پر واجب و لازم ہے کہ اس آخری طریقہ کو اختیار کریں اور میرے اور آپ کے لیے یہ لازم ہے کہ بریگیڈیئر جانسنٹون سے
اس بارے میں اصرار کریں۔۔۔۔۔ اس چٹھی کو میں نے شروع کیا تھا کہ آپ کی چٹھی مورٹھ ۳۱۔ مئی وصول ہوئی اور جو کچھ
میں نے لکھا ہے اُسکی تصدیق ہوئی۔ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ نمبر ۲ پلٹن کے لوگ غدر چانے پر مستعد ہی بیٹھے ہیں۔
آپ کو آج میرا پیام تار پر پہونچیکا۔ میں بریگیڈیئر جانسنٹون پر نہایت تاکید کرتا ہوں کہ پوریا پلٹن کے تمام لوگوں سے
سوائے ان سپاہیوں کے جو ہمارے خیر خواہ ہوں ہتھیار لے لینا نہایت مناسب ہے۔ اس کام کے انجام میں کوئی بڑی
دقت نہیں ہے۔ صرف کس قدر انتظام درکار ہے سوائے اسکے اور کسی بات کی حاجت نہیں ہے۔۔۔۔۔ مہربانی فرما کر
یہ چٹھی جنرل جانسنٹون کو دکھلا دیجیے گا۔ ایسی پیادوں سے ہتھیار رکھ لینے کی ذمہ داری میں اپنے اوپر لیتا ہوں۔

اگر کیا رگی سب سے ہتھیار رکھالیے جاتے تو اس کام میں کچھ دقت نہوتی کیونکہ (جیسا جان لائرس نے
لکھا ہے) رنڈجنی صاحب کی ماتحتی میں سکھ سپاہی اتفاقاً جالندھر سے آتے اور دہلی کو جاتے تھے اور ایسی نیکی کے
کام میں وہ نہایت خوشی کے ساتھ مشغول ہو جاتے۔ لیکن وہ اسی طرح چلے گئے اور کوئی خبر گیران نہوا۔ ہتھیاروں کا
لینا ایک نہ ایک وجہ سے وقتاً فوقتاً ملتوی رہتا گیا۔ تا آنکہ آخر میں بھون کی شب کو وہ فساد و جنگ کا پیشتر احتمال کیا جاتا تھا
اور جو کچھ تین ہفتوں میں ہر وقت فرو کیا جاسکتا تھا شروع ہو گیا۔ ہندوستانی سپاہیوں نے اسی مخالفت کے
ساتھ جو اس غدر کی کارروائیوں میں باوقات مختلف ظاہر ہو چکی تھی اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انتہائے مرتبہ کی
عداوت سے ان لوگوں نے یہ کارروائیاں کی تھیں اپنے بعض افسروں کو قتل کر ڈالا اور بعضوں کو بڑی خبر گیری
چھپا رکھا۔ اور آدھی رات کو تینوں کامل جنٹون کا اصل گروہ نہایت تیز چال سے پھلورا اور لودھیانہ اور
دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

تقدان سے اُنکے بعض بعض فوجی ماتحتوں میں پائے جاتے تھے۔ جان لارنس برابر لاہور کے ہولن حکام کے پاس کیتلر اُن فیصلوں کو مسترد کرنے کے واسطے بھیجا کرتے تھے جنکو مرحدی اضلاع کے افسر براونیاک نیتی مگر انتہائے مرتبہ کی تعمیل کے ساتھ سزاے موت کا حکم دیکر صادر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قتلِ عمد کی سزائیں بارہ فیصلے اسی حکم کے صادر ہوئے تھے مگر اُنکو جان لارنس نے اعلیٰ حکام لاہور کے پاس ترسیم کے لیے بھیج دیا تھا۔ ہر ایک جرمِ صرف ایک ایک تنفسِ ہندوستانی کے بیان پر جسکی اور کسی ثبوت سے تائید بھی نہیں ہوئی تھی قائم کیا گیا تھا اور اُس ہندوستانی تنفس کا بھی یہ بیان تھا کہ وہ خوش قسمتی سے عین ارتکابِ جرم کے وقت موقع واردات پر گیا تھا۔ جان لارنس نے کہا ہنگو کیا پڑھی ہے جو ایسے ثبوت پر ایک چڑیا کو ہلاک کر ڈالوں؟ اُنھوں نے کل فیصلہ کو کیتلر باطل کر دیا بعد کے زمانے میں انصاف کرنے کا ایسا ہی قومی خیال برابرائگی کا روایوں میں غالب رہا اور جوت ایک چڑیا کی جان پر نہیں بنی تھی بلکہ رجنٹ نمبر ۵۵ کے ۱۲۰ باغیوں کے سرسولی پر چڑے ہوئے تھے اسوقت بھی اسی طرح کا انصاف کیا۔ امین شک نہیں کہ ان باغیوں میں سے ہر ایک شخص خد کرنے اور فوج سے بھاگ جانے کا قصور وار تھا اور ہر شخص مسلح ہر سلاحِ حرب گرفتار ہوا تھا اور جنگی قانون کی رو سے سزاے موت کا مستوجب تھا اور رحمہالی اور انصاف کے لحاظ سے سخت تنبیہ کا مستلزم تھا۔

حکام پشاور بھی اپنی رائے ظاہر کر چکے تھے۔ وہ رائے یہ ہے۔

رجنٹ نمبر ۵۵ کے سپاہیوں کی تحقیقات (یہ مضمون اڈورڈز صاحب نے بتایا) کہ جون جان لارنس کو ضل لکھا تھا) مثل کو شروع ہوگی اور چونکہ سب مجرموں کی تحقیقات صرف ایک جرمِ بغاوت کی علت میں کیا ہوگی اسواسطے یکبارگی سب کا فیصلہ ہو جائیگا۔ اور ہماری تجویز ہے کہ کل گیریزن کے سامنے ان سب لوگوں کو توپ کے منہ پر کھڑا کر کے یکبارگی آزاد یا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو جائے اور یہ آخری تنبیہ سب کو یاد رہے ایک ایک توپ کے سامنے پہنچ آدمی کھڑے کیے جاسکتے ہیں اور دو ٹرپ تو بچانہ تناظر آدمیوں کو ایک مرتبہ اڑا دیں گے۔ دوسری بارہ میں گل کام تمام ہو جائیگا۔ اور چونکہ اس کیفیت کو دیکھ کر لوگ انتہائے مرتبہ کو خائف ہو جائیں گے اسواسطے جکو کمنا پڑتا ہے کہ میری رائے اس تجویز کو پسند کرتی ہے ہندوستانی فوج کے لیے خوف دلا نا بہت ضرور ہے کیونکہ اُس نے ہم لوگوں کو خوف دلانے سے احتراز نہیں کیا۔

والہی ڈاک میں چیف گنشنر کی طرف سے جواب گیا حالانکہ چیف گنشنر موصوف کی رائے طلب نہیں کی گئی تھی اور نہ اُنکو اصل میں دستِ اندازی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ جواب مذکور یہ ہے۔

رجنٹ نمبر ۵۵ کے سپاہی اسوقت گرفتار کیے گئے تھے جب وہ ہم سے لڑ رہے تھے۔ اور یہاں تک وہ ذرا سستی نہیں ہیں۔ لیکن کامل طور سے غور و فکر کرنے کے بعد میری طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ سب کو

جو گھاتی میں نہیں شریک ہو گئے تو راجپوتوں نے سپاہیوں کو جہاں تک مدد دینا ممکن تھا وہاں تک میں نے مدد دی پولیس کی پلٹن کے ہر ایک آدمی کو جو ہمارے جمع کرنے سے جمع ہو سکتا تھا یہاں تک کہ محافظہ جنرل کو بھی ہم نے مسجد یا ہمارے ہزارہوں کے بھروسے پر چھوڑ دیا ہے اور کوہاٹ کے کچھ سپاہیوں کو وہاں جیلے کی ہدایت کر دی ہے یہ لوگ تین دن میں دروہات پہنچ جائیں گے اور وائیلڈ صاحب کی رخصت کے آٹھ سو گولہ انداز میں غالباً دس روز کے عرصہ میں پہنچ جائیں گے۔ ہم نے گشتی کا لہ فوج سے سب سے پہلے تین چار گولہ اس طلب کیا ہے اس اثنائ میں یوزو پٹن پیادوں اور توپوں کے ذریعہ سے کھلے میدان جنگ کے تمام مخالفت فرو کر دی جائیگی اگر کچھ خطر ہے تو موسم کی طرف سے ہے کہ کھلے میدان میں رہنے سے فوج کو بڑی تکلیف ہوگی۔ بائینہمہ اُنکے ساتھ چند ثابت قدم پنجابی کپتانی ہیں۔ دو کپتانیان بیچر دواگان کی ماتحتی میں ۲۶ تاج کی لڑائی میں موجود تھیں اور ۲۷ تاج جو شات آدمی سزا سے موت کے مجرم قرار دیے گئے تھے انکے توپ ہارٹلے میں یہ مرد ہیں سپاہیوں کی انھوں نے مدد کی۔

مجھ کو امید ہے کہ یوزو لارڈ مرشپ (حضور عالی) میری اس تجویز کو قبول فرمائیں گے کہ قواعد و ان فوج کے جو سپاہی ہائی چاہتے ہوں وہ رہا کر دیے جائیں۔ فی الحال اُنکے باعث سے خاص کر سرد پرنک بڑی وقت پڑتی ہے اور ہر وقت کھڑا رہتا ہے ہکو ملک اُن لوگوں سے محفوظ کر کے اُس پر قبضہ رکھنا ہے۔ اگر وہ ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے اور اُنکی جماعتیں مرتب ہو گئی تو اُنکی ذات سے خطرہ رہیگا لیکن اگر ہتھیار اُنکے پاس نہ رہے اور وہ اپنی راہ نکال دیے گئے تو پھر اُنکی طرف سے کسی طرح کا خطرہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ مسدود سے چند باغیوں سے جا کر بمبائیں لیکن اس سے کچھ شدنی نہیں ہے لہذا زیادہ تر حصہ اپنے اپنے گھر کی راہ لیگا فی الحال افسر لوگ نیک اور بد اور ناراضی اور رضامندی میں تفریق نہیں کر سکتے اس صورت میں اگر چلے جانے کی اجازت دی جائیگی تو یہ حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ ہوگا۔ اس مسئلہ پر تین کفایت شعاری بھی متصور ہے اور اس وقت کفایت شعاری کا لحاظ بھی بہت ضرور ہے۔ اس بات کا کوئی کھٹکنا نہیں ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو بھرتی نہ کر سکیں گے ہم تو صرف پنجاب میں آئندہ تین مہینے کے اندر ۸۰۰۰۰ فوج بھرتی کر سکتے ہیں۔ پنجابی کہتے ہیں کہ خدا یہ ہنگامہ ہماری قسمت سے ہر پالیا کہ ہم لوگ بھی اچھی طرح سے کپتانی کی فوج میں بھرتی ہوئے لگیں۔ بائینہمہ میں کسی طرح سے اس بات کا شہر نہیں ہوں کہ اس قوم کے لوگ کثرت سے فوج میں بھرتی کیے جائیں۔

جان لارنس نے یہ سچی ایک اور لفافہ میں جو بارٹن صاحب کے نام کا تھا اس امر کا خیال کر کے ملفوظ کیا کہ کثیر کمزور سے تلج کو ہندوستان کے گرد و جوار پر گھا کر بھیجنے کی نسبت جلد تر پہنچا دینے کا ذریعہ ہے۔ جان لارنس نے لکھا تھا کہ اس چٹھی کو محفوظ رکھتے سے حضور گورنر جنرل کے پاس پہنچا دیجیے۔ مجھ کو امید ہے۔ آپ نہایت سرگرمی اور ہمت قیال سے گل دشمنوں کے ساتھ کارروائی کر گئے اب اس بات کا وقت پہنچ گیا ہے باغیوں کے زیر کرنے کا کام آہنی ہاتھ سے (ہندوستان) انجام کیا جائے۔

یہ بات بخوبی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ مین نے بکرات و مراثی ایسی چھیون کو قتل کیا ہے جنہیں جان لارنس نے باغیوں کے ساتھ سخت کارروائی کرنے کی صلاح دی تھی۔ اور یہ مین نے عدا کیا ہے تاکہ لوگوں کو قرار واقعی معلوم ہو جائے کہ انتہا ہے مرتبے کی بے نظیر اور قابل تعریف صفتوں کے انصاف سے کیا مراد ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارنس ہی ایسے نامی گرامی شخص تھے جنہوں نے ایسے نازک وقت میں اپنا اختیار قائم رکھا یعنی یہ کہ وہ نہایت تاکید سے انصاف کا برتاؤ کرتے تھے اور اپنے ارادوں میں بڑے ثابت قدم تھے۔ جہاں سختی درکار ہوتی وہاں اُس قدر سختی کرتے جس قدر سختی کی ضرورت ہوتی تھی یا جس سے آخرین رحمہ کی تباہی کے پیدا ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ اور جوش امارت یا محض بیہودگی کی کینہ کشی میں بندگان خدا کا خون روا نہیں رکھتے تھے برخلاف اپنے ماتحتوں کے اور یہ کہنا بھی غیر واجبی نہیں ہے کہ برخلاف ہمارے بہت سے وطنوں کے جو اس نازک وقت پر یہاں اور انگلستان میں راے دیتے تھے جان لارنس نے ہمیشہ سوچ سمجھا کر کارروائی کی۔ جو فریاد لوگوں نے بلند کی تھی کہ بلا تیز نیک و بد باغیوں سے سخت انتقام لیا جائے اس میں انہوں نے شرکت نہیں کیا اس فریاد کو وہ کہتے ہیں کہ جسطرح وہ عیسائیت اور انصاف کے خلاف ہے اُسی طرح اُن میں جمانداری کے بھی خلاف ہے یہ فریاد ایسے ایسے مقاموں میں بلند تھی جہاں اُسکے بند ہونے یا چارہ کار چاہنے کی کوئی امید بھی نہ تھی جیسا کہ جان لارنس کے خطوط سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ سپاہیوں کے قصور کے گشتائین کمان تک بیان کرنا چاہیے اور حاکم کے اندھے ہو جانے سے کمان تک اُن قصور وں کو ترقی ہوئی اور کمان تک یہ تصور اُسکے نادانستہ خوف اور سادہ لوحی اور عشق مذہب کی جہت سے سرزد ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ کتنے لوگ جو اپنے دل میں نہایت خیر خواہ تھے رو میں بھاگے چلے گئے اور مثل دوسرے نیک خصلت اور رست باز اشخاص کے جو بہاری خوش نصیبی سے ملک کے ذمہ دار عدول پر مامور تھے اس امر کو خلاف اُن میں جمانداری اور خلاف انصاف تصور کیا کہ (جو وقت ضروری تنبیہ ہوئی تھی) اب بھی قصور وں میں اُمیاد کرنے اور بعض صورتوں میں انتقام لینے سے چشم پوشی نہ کی جائے اور وحشیانہ طور سے کینہ کشی کا جو ارادہ کیا جاتا تھا اُن سخت قیدین اور شرطین عائدہ کی جائیں۔ اس بارے میں جان لارنس اُس عالی ہمت گورنر جنرل کے پہلو بہ پہلو بٹھانے کے قابل ہیں جو پہلے انگلستان میں اپنی رحمہ کی جہت سے انتہا ہے مرتبہ کو بدنام ہو گئے تھے لیکن دو گنیکٹر روم کی طرح اُنکی یہ بدنامی تمام تواریخوں میں انگلش اشخاص کی تعریف اور شکر گزاری کے لیے اعلیٰ درجہ کا خطاب تصور کی جائیگی۔

جب سے جان لارنس اس اعلیٰ عہدے پر ممتاز ہو کر کارروائی کرنے لگے اُس وقت سے اُنہوں نے انصاف اور قانونی ثبوت سے رو پوشی کرنے والے خیالات کی مخالفت کرنا شروع کی جو رسول اور قانونی تعلیم کے

داخل ہونے ہی کو تھا علاوہ برین مردان تک تعاقب کرنے سے ایک اور خطرہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ غیر قوا اعدا ان مسلہ علی العموم بگڑ گئے تھے یا بہر حال انھوں نے یہ بیشک ارادہ کر لیا تھا کہ اپنے بھائیوں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہ لائیں۔ اسوقت اندیشہ کیا جاتا تھا کہ ان لوگوں کے بگڑنے سے وچار چار جنٹین بھی مدد کو لگی جھلکے ہتھیار پر پہ نام رکھوا لئے گئے تھے۔ میں نے برائے نام ایسے کہا ہے کہ پٹا در ایسے جنگلی ملک میں جہاں ہر ایک ہندوستانی ہتھیار باندھتا ہے اور ہر شخص گھوڑے ہی سے گھلا کاٹنا شروع کرتا ہے ذرا سی کوشش میں ہتھیار مچا ہو سکتے تھے اور انور مشہور ہو جاتی تھی کہ ہتھیار اسوقت بھی قومی لینڈ میں چھپائے ہوئے رکھے تھے۔ آیا ایسے وقت میں مصلحت یہ تھی کہ سواروں کے رسالوں سے ہتھیار لینے کا قصد کر کے جان جو حکم میں ڈالی جاتی یا اس امر میں ہتھیاری تصور تھی کہ خارجی تدبیروں سے دفع الوقتی کجائی کیونکہ اسوقت خیال کیا جاتا تھا کہ یہ نازک زمانہ مینوں کی خبر نہ لیا بلکہ چند ہی روز تک رہیگا اور دہلی کے فتح ہو جانے کی خبر سے ہم لوگ سیاہ و سفید کے مالک ہو جائیں گے۔ جنکشن صاحب نے یہ دیکھ کر کہ مینوں کو پوچھتین رہنمون کے جو لوگ نوکر تھے وہ بھی بازاروں میں جا کر جادو کا ذکر کرتے تھے توفیق کی صلاح دی اور جس حالت میں جنکشن صاحب نے توفیق کرنے کی رائے دی تو بیشک ہر شخص یہی خیال کیا ہو گا کہ آئین کوئی بھاری بات ہے۔ جنکشن صاحب نے خود اور ڈوڈ ورتن کاٹن صاحب بھی جان لائیں کہ نام اس مضمون کی تاکید چھپان تحریر کریں کہ جسطرح مکن ہو ملک کی فوج روانہ کی جائے حتی کہ جو فوج میں دہلی کو روک دیا ہو ان کی اگر ضرورت پڑ جائے تو انھیں کو وہاں ہی کا حکم دیا جائے۔

سرجان لارنس کا یہ نہایت سخت امتحان تھا لیکن انھوں نے ضرورت کو تسلیم کر کے بلاتامل کا دوائی
لی۔ جان لارنس نے ڈانڈ صاحب کو جو ۷۰-۷۱ آدمی ساتھ لیے ہوئے دہلی کی جانب روانہ ہو چکے تھے حکم دیا
۔ واپس پلے جائیں۔ اور انکے قبضہ رکھیں۔ جان لارنس نے سینڈرسن صاحب کو یہ حکم دیا کہ اڑھائی سو
دار کو باٹ سے پشاور کو روانہ کریں اور نیچر کو لکھ بھیا کہ جب قدر آدمی وہ ہزارہ سے اس کام کے لیے بچا سکتے ہوں
ہدین اور انھوں نے خود پولیس کے ۲۰ سپاہی راوی پنڈی سے بھیج دیے۔ سرجان لارنس راوی ورسن صاحب کے
تہن کہ ہم نے کوئی ہندوستانی سپاہی جو کچھ بھی کام دینے کے لائق ہے یہاں نہیں رکھا ہے۔ ہم تو لوگوں کی
فلت کے لیے بہت تردد ہیں مجھ کو تو صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری حالت بہت خطرناک ہے۔ جیل پرینڈ
کے مقابلہ میں جوہر کی کمان لینے کے لیے راوی پنڈی سے روانہ ہو چکے تھے۔ اور سرجان لارنس
بات کا اختیار دے چکے تھے کہ جتنی کام فریج کو کرنا ایک لیجاہن۔ سرجان لارنس بشارت سے لکھتے ہیں
ایک ایسی سپاہ ہے جو دہلی کے لینے اور اس پر قبضہ رکھنے کے لیے اکیلی کافی ہے پشاور کی حفاظت کے لیے
پشاور کو واپس بھیجا پڑا تھا وہی فریج کا ایک حصہ تھی۔ اور بد قسمتی سے سرجان لارنس کو اسی زمانہ میں

جنرل ریڈ نے اطلاع دی کہ جنرل جانسٹون جو اس وقت جان ہرمین تھے بریگیڈیئر جنرل مقرر ہو گئے اور قسمت پشاور کی جو کمان ابھی خالی ہوئی ہے اُس پر متعین کیے جائینگے۔

اس تجویز کا مطلب جس سے جان لائسنس بخوبی واقف تھے یہ تھا کہ ایک اعلیٰ درجہ کے لائق اور متعدد فوجی افسر کی جگہ ایک نالائق اور متلون المزاج شخص مقرر کیا جائے یہ باتیں ہر مقام کے لیے خطرناک ہیں جیسا کہ چند ہی روز کے تجربہ سے جان ہرمین اُس کا اثبات ہو گیا۔ لیکن پشاور کے قیمن اور بھی مملکت تھیں۔ یہ زبان دابک خاموش ہو رہے تھے یا اس امر کے استفسار کرنے کا وقت نہ تھا کہ اسمین دست اندازی کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ سر جان لائسنس نے تو صلح کے زمانہ میں کمشنری پشاور کی ایک تقرری کے متعلق جو انکی مرکز خاطر نہ تھی دلپری لارڈ ڈکنسن کی شکایت کی تھی۔ اور اس واسطے اُن سے اس بات کی امید نہ تھی کہ اس وقت لارڈ گینٹنگ کے مقابلہ میں خاموش ہو کر بیٹھ رہتے۔ جس وقت جان لائسنس نے اُنیں صاحب کے انتقال کی خبر سنی تو اُسی وقت حضور گورنر جنرل کے پاس بذریعہ تار اپنی یہ رائے کہ لارڈ ریچیف کے عہدے کے لیے ٹیکرل گرنیٹ صاحب جو سپاہیوں کو بخوبی جانتے اور پہچانتے اور اپنے فن میں نہایت سلیقہ اور واقفیت رکھتے ہیں مدراس سے طلب ہوں اور اب جان لائسنس نے اُس سے بھی زیادہ تاکید کے ساتھ اس مضمون کا تار دیا کہ جس عہدہ کے لیے اپنی ساتھی خدمتوں اور موجودہ منصب کی جہت سے کاٹن صاحب موزوں معلوم ہوتے ہیں اُس پر صاحب موصوف کو نہ کہ جنرل جانسٹون کو مقرر ہونا چاہیے۔ جان لائسنس نے اڈورڈس صاحب کو لکھا کہ یہ ایسا نام شروع انتظام ہے جس کے قبول ہونے کی کوئی امید نہیں معلوم ہوتی ہے۔ لیکن لارڈ گینٹنگ نے خیال کیا کہ ہندوستان کی حفاظت نام شروع انتظام سے تو بہکتی ہے مگر تعصب سے نہ ہوگی اور یہ خیال کر کے لارڈ ممدوح نے سر جان لائسنس کی تجویز کو منظور کر لیا۔ سر جان لائسنس جنرل ریڈ کو لکھتے ہیں کہ جنرل جانسٹون بیان نہ بھیجے جائینگے بریگیڈیئر کاٹن سے بڑھ کر کوئی فہم عہدہ انتظام نہ کر سکیگا اور اگر آپر کسی دوسرے شخص کو سہبت دی گئی تو میں نہیں جانتا کہ کیا ہوگا۔ میں التجا کرتا ہوں کہ جنرل جانسٹون جان ہیں وہیں رہیں یا بہر حال اس قسمت کی کمان کرنے کے لیے راولپنڈی کو نہ بھیجے جائیں۔ پشاور میں اس وقت جیسا نازک وقت پڑا تھا اور سر جان لائسنس نے اُسکی جو جو تدبیریں کی تھیں یا جن تدبیروں کی تجویز میں تھے اُنکا حال ۲۹ مئی کی ایک چٹھی موصومہ لارڈ گینٹنگ سے بخوبی کھل جائیگا۔ اور وہ چٹھی یہ ہے۔ مائی لارڈ۔ ہم لوگ سب پنجاب میں خیریت سے ہیں ہمارے جو کچھ وقت ہے وہ پشاور میں ہے کیونکہ غیر قواعد ان سواران رسالہ نے اُن لوگوں کی غنچاری کی ہے جو اس زمانہ کے غدر و فساد میں شریک تھے۔ کچھ دنوں سے میں سنیتا آتا تھا کہ اس فوج نے قواعد ان سپاہیوں کے خلاف کارروائی نہ کرنے کا قصد ظاہر کیا تھا اور مردان کے معاملات میں ۲۶۔ تاریخ یہ امر صاف صاف ظاہر ہو گیا۔ فی الحال سوات کی طرف سے حملہ ہونے کا خطرہ ہے اور ہمیں باقی جرنیل کے لوگ

تو ہر ایک کو چہرہ گرد کا ہل اور بائی ڈاکو اور موکوئی اور پندت کی دلی آرزو یہی تھی کہ پہلے پہل چوسا ہا
 زمین گھوڑا جسکو میدان جنگ یا بلکہ چار کے گھر تک بھی گھسیٹ کر لیا نا دشوار تھا خواہ خواہ ہمارے
 اور یوسف زئی یعنی وہ لوگ جو ہماری رعایا کو لوٹ مار کر اپنا پیٹ پالتے تھے یا ایسے جڑوں سے علاقہ
 اب تک ہمارے تابع فرمان رہے تھے غضبناک چہرہ اور خونی آنکھوں کے ساتھ پڑانے سپاہیوں سے
 کتے تھے خوش خوش اپنی کسر نکالنے کو اس واسطے جمع ہوئے کہ ایسے لوگوں سے ہماری حفاظت کریں جو
 لوگوں سے ہماری حفاظت کرنے کے بدرجہ اولیٰ مستحق تھے اور یہ غرض بھی تھی کہ جسوقت موقع ملے حشرات
 طح اُنکو ہلاک کر ڈالیں۔

اب آخر کو پشاور گیزرزن (فوج متیعہ) کچے لوگ اُن باغیوں کے خلاف جو مردان میں جمع ہوئے تھے کا
 کرنے میں ہم لوگوں کی شرکت کے لیے پچاسکا۔ جس روز باغی سپاہیوں کے ہتھیار رکھو ایسے گئے تھے اُسکے دوسرے
 ۳۰۰ یورپین پیادوں اور ۲۵۰ غیر قواعدان سواروں اور نامہ توپوں کی ایک فوجی جماعت زیرِ کمان کرنل چوہدری
 اور سمیت بنگلن صاحب جو بحیثیت پوائنٹ مین (ملکی افسر) ساتھ ہوئے تھے پشاور کی طرف روانہ ہوئی۔ اور دوسرے
 دن علی الصبح وہ اپنے منزل مقصود کو پہنچ گئی۔ اس جماعت کو آتے ہوئے دیکھ کر جرنل نمبر ۵ کے سپاہی
 ۱۲۰ آدمیوں کو جو زیادہ تر پنجابی تھے اور اپنے افسروں کے ساتھ رہ گئے تھے چھوڑ کر باقی سب کے سب سپاہی
 سوات کی جانب بھاگ گئے۔ یورپین پیادے جو سفر کے باعث سے بالکل تھکے ماندے تھے اُنکا تعاقب نہ کر سکے اور
 غیر قواعدان سواروں کے دست تعاقب سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے بھائیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے پر
 آمادہ نہ تھے۔ اس بات کا بیشتر سے خطرہ تھا لیکن نصف سے زیادہ لوگوں نے کبھی اس امر کو تسلیم نہیں کیا اس واسطے
 جسوقت بنگلن صاحب کو موقع ہاتھ آیا۔ بنگلن صاحب نے اسطرح سے کر جیسے وہ اپنے افسر کے اس قول کو حرج نہ
 قیصل کرنے کو بیٹھے ہی تھے کہ وہ بذات خاص جرنل کے ایک پرے کے برابر ہیں، متعدد دس چند سواروں کو
 ساتھ لیکر اس ہمت سے جسکے خیال کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں فراری دشمنوں پر دھاوا کیا
 اور جسوقت وہ سوار ہو کر چلے تو اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ گویا ایک جمیت کثیر اُنکے ساتھ ہے اپنے قوی ہاتھ سے
 سیون آدمیوں کو زمین پر گرا دیا جو نہایت اطمینان سے لڑتے تھے اور اس امر کو خود بنگلن صاحب نے آخر کو
 کیا ہے اور سچے دل سے اُنکی تعریف کی ہے اُس ابد قرار دن کو شدت کی دھوپ میں برابر تعاقب جاری
 نہ ۱۵۰ سپاہی مقتول اور زمین اکثر اشخاص خود بنگلن صاحب کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اسکے دو جند لوگ

گرفتار کر لیے گئے اور پانستو کے قریب جنین سے اکثر زخمی تھے سرحد سوات کی طرف جہاں کے لوگ اُنکے موافق کسی نہ کسی تاہیر سے بھاگ گئے جس مقام تک تعاقب کیا گیا تھا وہاں سے یہ رستم وقت (ہومرک چیتھن) میں گھنٹہ تک کاٹھی پر رہے اور بغیر گھوڑا بدلنے کے، اہل کا سفر ختم کرنے کے بعد اُس وقت واپس آئے جب رات سات بج گئے تھے نگلن کے کارہائے نمایاں میں سے جنکا خاتمہ بوقت فتح دہلی اُنکی جان کے ساتھ ہوا یہ پہلا کام نگلن کی تیغ انتقام سے بچ کر جو ۵۰۰ سپاہی بھاگ گئے تھے آپر اس سے بھی بڑھ کر مصیبت پڑی۔ ایک مہینہ صعب سفر کے بعد سوات میں پہونچ کر جب وہاں کے متعصب باشندوں نے ان باغیوں کو ہٹایا اُنھوں نے مشکون اور بیرون پر دریاے سندھ سے عبور کرنے کا قصد کیا اور محض مایوسی کی حالت میں جنگلی ملک اور کوہستان نامہوار ہستہ سے گذر کر کشمیر کو جانے کا قصد کیا۔ لیکن جان بچھڑوٹی کشنر نزارو اُن لوگوں کی تاک میں بیٹھے تھے۔ دوپہی کشنر نڈکورنے کوہستان کی وحشی قوموں کو اُن باغیوں کے خلاف ابھار دیا۔ سامنے ایسے دشمن تھے جو اُنکے ٹھاک راستہ کو روکے ہوئے تھے اور جس وقت اُنکے پیچھے سے تعاقب ہوتا تھا تو دوڑتے یا یوں کیسے کہ ہاتھ پاؤں مارتے تھے چنانچہ دو ہفتے تک اُنکی یہی کیفیت رہی۔ اور پلتے پلتے تھک گئے۔ ہر قدم پر اُنکی مشکلیں اور خطرات بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آخر کو جب انکا سب روپیہ صرف ہو گیا اور قوت زائل ہو گئی اور ہتھیار اس خیال سے پھینک دیے کہ زخمی بیرون سے پھیل پھیل کر کھی طرح اپنی خالی جان بچا کر کسی طرف بھاگ جائیں تو اُن بھوکے پیاسے ۱۲۴ باقی ماندہ سپاہیوں نے جنکے چہرے بالکل زرد ہو گئے تھے آپ ہی آپ اپنے کو حوالہ کر دیا اور انگو یا تو پچھانسی دیدی گئی یا ضلع ہزارہ کے مختلف مقاموں کی توپوں کے منہ پر اڑا دیے گئے۔ اُنکی مصیبتیں ایسی تھیں کہ پتھر بھی انکا حال دیکھا کر گھل جاتا اور جو لوگ پیچھے صاحب سے واقف ہیں وہ اس بات کو بھی جانتے ہوں گے کہ چونکہ وہ ایک بڑے بہادر شخص تھے اس سبب سے اُنکے دل میں نہایت ہی رحم آیا ہو گا لیکن پیچھے صاحب نے یہ خیال کیا اور شاید ایسا خیال کرنے کی وہ کافی وجہ رکھتے تھے کہ اُس غدر کے اس ابتدائی اور نہایت نازک زمانہ میں اگر سختی کی جائیگی تو اُسکا انجام نہایت ہی سچے رحم کو ثابت کریگا۔ جان لارنس لکھتے ہیں کہ ہم ہر ایک ضلع میں عمدہ کارروائی اور پیچھے صاحب کا نمایاں کر رہے ہیں۔

لیکن اگرچہ چار جنٹوں کے ہتھیار لے لیے گئے تھے اور ایک جنٹ بالکل نیست و نابود ہو گئی تھی اُسپر بھی ضلع پشاور میں تمام خطروں کا خاتمہ نہیں ہوا یہ بیشک ہوا کہ جنٹ نمبر ۵ کے مردان کی طرف بھاگ جانے کے چند ہی دن بعد جنٹ نمبر ۶ کے باغی دستوں سے نگلن اور چیوٹ صاحب نے بلا وقت ہتھیار رکھوا لیے لیکن یہ کارروائی ایک روز بھی پہلے سے عمل میں نہیں آئی کیونکہ جون خان ایک مشہور لوٹیر جسکو اخوند سوات کی طرف مدد پہونچتی تھی ہماری سرحد پر آچکا تھا اور بیشتر سے سپاہیوں نے جو بندوبست کر رکھا تھا اُسکے ذریعہ سے قلعہ میں

عمل کرنے پر مجبور کیا اور اس بات پر مستعد ہو کر کہ اگر ذرا بھی کھٹکا معلوم ہو تو وہ ان کی قواعد و ان فوج سے ہٹ کر کھالینے کا حکم دینا پشاور کو واپس آئے۔ یہ عین نازک وقت تھا۔ لیکن صاحب جو ایسے شخص نہ تھے کہ سوا اس قدر فوج کے جسکی انگارنتہا سے زیادہ ضرورت ہوتی اپنے پاس رکھتے اس بات کو دیکھ کر پشادہ کو جس قسم خطرون کا سامنا ہے انکے مقابلہ کے لیے وہ بہت کمزور ہے پیشتر سے یہ تار دے چکے تھے کہ جیٹ نمبر ۲۴ جو تندرونی ناک کو جاتا تھا اور اٹنا سے راہ میں تھا اسکا ایک پرائیوٹ اور دیگر ایک کی حفاظت کو واپس طلب کر لیا گیا پشاور کی ویسی جگہوں کی طرف سے سرحدی قلعوں کے سپاہیوں کے نام کی چھپان پکڑی جا چکی تھیں جنہیں لکھا کہ قلعان تاج وہ پشاور میں جمع ہونگے اور پشاور دھر کھاتے پیتے ہونگے، اور یہی پشاور بیان کے سبب سے زیادہ عجلت کی ضرورت ظاہر ہوئی۔ حکام کے پاس خطا کی بات کے ڈھیر دن پلندہ سے جمع ہو چکے تھے جسے ظاہر ہوتا تھا کہ سرحدی مقام سیٹانہ کے متعصبوں اور پیشبہ اور بنارس کے باغیوں نے غدر کا ایک سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اس سلسلہ کی ایک کڑی پشاور بھی ہے۔ اور اب آدمی رات کو اوڈوڑ وٹسن صاحب کے پاس یہ خبر پہنچی کہ انکے اور نوشہرہ اور مردان کی بغاوت کا رد و ایون سے بڑے بغاوت آشکار ہے۔

اب تاخیر کا موقع مطلق باقی نہیں رہا۔ پشاور سے ایک آدمی بھی ان باغیوں کے روکنے کو منتخب نہیں کیا جاسکتا تھا اور سپاہیوں کی ایک تعداد کثیر چلنے والوں میں بغاوت اور ساتھوں میں ہتھیار تھے وہ ان کی چھاؤنیوں پر چھوڑ دی گئی۔ اور اوڈوڑ چند ہی گھنٹہ کے عرصہ میں یہ خبر چلائی تاکہ صرف حکام ہی کو معلوم تھی تمام شہر اور ہندوستانی سپاہیوں میں پھیلنے لگی اور بغاوت کی چنگاریاں ایک ایسا شعلہ شعلہ کرنے کو تھیں جو ساری سلطنت کے بجائے ہندوستان۔ ایک متحدہ سرحد دار نے اور سر کے پشیر پٹ سے کہا کہ اگر پشاور کہیں ہاتھ سے نکل گیا تو کل پنجاب اسی طرح الٹ پلٹ جائیگا اور جب وقت آئے یہ فقرہ بیان کیا تھا تو اپنے انگر کے کے دامن کو اپنے سینے چلکی میں لیکر کرناک پٹ پٹ گیا۔ اوڈوڑ وٹسن صاحب چیخ کشتہ کرتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر بھڑوں کے چستہ کے پاس میں ذرا چھوٹا اور غضب ہو گیا اور اوڈوڑ وٹسن صاحب اور انکے سپاہیوں کا نشانہ بن گئے نہ تھا کہ وہ اپنے قدم اٹھاتے بلکہ بغاوت کے انکا قصد تھا کہ اپنا پاؤں نیچے ہی رکھے رہتے لیکن قدم جارہا تھا۔

اوڈوڑ وٹسن اور لیکن صاحب نے پیشتر سے جو بندوبست کر رکھا تھا انکے مطابق ایک ہی کمرے میں اپنے کپڑے پہنے ہوئے سو رہے تھے تاکہ ضرورت کے لیے بروقت تیار رہیں۔ ٹھیک آدمی رات کا وقت تھا کہ نوشہرہ غدر ہو جانے کی خبر آئی اور اسکے چند ہی منٹ بعد وہ پشاور کاٹن کے پاس آئے انھوں نے اپنا قصد اسی وقت ظاہر کر دیا اور ایک کونسل چنگ منشد کی گئی۔ پولیٹیکل (ملکی) اشخاص نے جب حسب معمول یہ صلاح دی کہ فوراً

اور وائی کی جائے اور افسران جنگ نے اپنے معمول کے مطابق اپنی بہادرانہ نایبائی کی وجہ سے جسکا نہ ماننا غیر ممکن بلکہ کسی قدر مقام تعجب ہے اب تک اپنے آدمیوں پر کامل بھروسہ کیا۔ اس بحث میں سخت گفتگو ہوئی۔ کائن صاحب نے فریقین کی سعادت کر کے یہ تجویز کیا کہ باغیوں سے ہتھیار رکھا لیے جائیں۔ چار رجنٹوں سے جنہیں تین پیادوں کی بمبٹین اور ایک سواروں کی تھی علی الصبح ہتھیار رکھوا لیے گئے اور اکیسویں ملٹن کے لوگ جن سے اب تک سبودی کی امید تھی بچا رکھے گئے اور ان پر اعتماد کیا گیا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ شاید یہ وقت قریب قریب ویسا ہی نازک تھا جیسا اسکے دو ہفتہ پیشتر لاہور میں پڑا تھا۔ اور لاہور کی طرح یہاں کے سول افسر بھی اس کام میں شریک ہوتے گئے کہ اگر باغی برسر صلح ہوں تو خیر ورنہ انکی سرکوبی کی جائے۔ یہ چاروں رجنٹین مخالفت کر سکتی تھیں کیونکہ انکے بعض افسروں نے جو انکی خیر خواہی پر وثوق کرتے تھے عجب طرح کے اختلاف سے پیشین گوئی کی کہ دو رجنٹین ضرور مخالفت کرتیں مگر تھا کہ انکے اور ہم جنس جو عارضی طور پر اس وقت بچا دیے گئے تھے انکے شریک ہو جاتے لیکن یہ ضرور سمجھتے ہونگے کہ آئندہ انکی باری آئیگی۔ شہر اور اطراف شہر کے شیطانوں کی ملٹن اس وقت اپنے کام میں مشغول ہو جاتی۔

پھر دو گڈپین کی رجنٹین اور توپخانہ کی دو ہائیریاں اور سب سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک گروہ افریدی و الٹیئرؤن کا جو حال ہی میں درہ کوہاٹ سے منتخب ہو کر ہتھیار رکھوانے کا کام کرنے آیا تھا اور اسکو انجام کیا ہمارا جانی دشمن تھا چاروں مشتبہ رجنٹوں نے جو ایک دوسرے سے جا کر دی گئی تھیں اور جنکو سمجھنے بوجھنے یا بات چیت کرنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا جس طرح سے حکم دیا گیا تھا اسکی تعمیل کی اور جیسا کہ سرٹ ہرٹ اڈورڈس بیان کرتے ہیں ”ادھر ادھر ہتھیاروں کے انباروں میں بڑھتے جاتے تھے انکے افسروں کے جوتوں کے کانٹے اور تلواریں ہمدردی کے ساتھ ان دھیروں پر گرتی جاتی تھیں۔

ہتھیار رکھوا لینے کا نتیجہ جو بقول جان لارنس ایک ہکاری ضرب تھی قرب و جوار کے اضلاع میں فوراً اور علی العموم سرحد میں بہت جابجاس ہوئے۔ چند روز پیشتر دو ہزار مائانی سوار جو طلب کیے گئے تھے ان میں سے اب تک صرف تلو سواروں نے ہماری طلبی پر عمل کیا تھا۔ ان نامور سرجاری سواروں کو کیا پڑی تھی کہ ایک ہار تے ہوئے اور مشتبہ فریق کی طرف راری کرتے لیکن اب قضیتہ بالکل برعکس ہو گیا تھا چنانچہ اڈورڈس صاحب دوسرے مقام لکھتے ہیں کہ ”جس وقت ہم لوگ چھاونیوں سے سوار ہو کر واپس جانے لگے تو رفاقت کے لیے لوگ گرمیوں کی مکھیوں کی طرح چاروں طرف سے جمع ہونے لگے اور اسی وقت سے سپاہی آنے لگے۔ اور صاحب موصوف نے ایک بڑے مشرق فقرے میں جو طوالت کے سبب سے یہاں محل نہیں کیا جاسکتا بیان کیا ہے کہ کس طریقہ سے اب یوگائیو سپاہی بھرتی ہونے لگے۔ اب چونکہ آزاد می کے ساتھ روپیہ پیدا کرنے اور جان لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا

سرجان لارنس برابر خط کتابت کرتے رہے۔ فریز صاحب رخصت فرماتے ہیں کہ اگر ایسے وقت کرانچی میں ہو
جب غدر شروع ہو جا چکا تھا اور آتے ہی اس کے بندوبست میں مشغول ہوئے اور جواب دہی سے بے خوف ہو کر اس مجلس
کارروائی کی کہ قرب و جوار کے اور کسی صوبہ میں کسی شخص نے اس سے بڑھ کر کارروائی نہ کی ہوگی جس وزیر و لیٹننٹ
خبر پہنچی اس کے دوسرے روز جان لارنس نے فریز صاحب کو اطلاع دی لیکن فریز صاحب نے بغیر اس کے کہ ان کی
ہدایت کا انتظار کرتے یا بیٹھی سے لارڈ آفنیٹون کی اجازت طلب کرتے یکبارگی اور خاص اپنی جواب دہی سے اس قدر
فوج لگ جگہ جو اس کام کے لیے بچا سکتے تھے (بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ شکل سے ایسی فوج بچا سکتے تھے لیکن کسی کسی
طرح) ایسے ایسے مقاموں کی جانب جان اس کے نزدیک خاص خطرہ متصور تھا بیحد یا صرف دو کمزور فوجی تین
ہفت تین اور ایک ترب گھوڑ چڑھا تو پتہ چلا کہ اپنے دس لاکھ باشندوں اور چار دہائی جنٹلمن کے سنبھالنے کے لیے
پتہ لڑکر صاحب موصوف نے دو سو فوجی تیار کیے (یہ سچ کی کھال کی ٹوپی پہننے والے پیادے) ملتان کو روانہ کر دیے
جان لارنس نے عاصروہ دہلی کے لیے فوج بھیجنے کی غرض سے غراب کو فوج سے خالی کرنے کا مصمم قصد کر لیا تھا
اسی طرح کیس قدر کہ مناسبت کے ساتھ ملکر جان لارنس نے غراب کو فوج سے خالی کر دیا جان لارنس نے
جان لیا کہ پنجاب کو فوجی لگ دینے کے لیے سندھ فوجوں سے خالی کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے یہ فقرہ
کہ جس وقت دل و دماغ پرانی ہو تو ہاتھ پاؤں کی فکر کو موقوف رکھنا چاہیے۔ (یعنی ازل غیش بعدہ درویش)
ایسے الفاظ میں تحریر کیا کہ انکا اثر یہ ہا جان لارنس کے دل تک پہنچا ہوگا۔ اور انھوں نے جو کچھ مٹھ سے کھا تھا
اس پر اسی طرح قائم رہے۔ تیسری فوجی تیار کیا ہون کی اول ترب تیار اول بلوچی پٹالین نمبر دوم بلوچی پٹالین یہ سب
جملہ تمام کے بعد دیگرے پنجاب کو روانہ کی گئی اور باوصفت تمام خطرات کے چکا ہر طرح سے اندیشہ تھا ملتان
در فیروز پور پر ایسے تمام ضروری مقامات پر استحکام کے ساتھ جو قبضہ ہو گیا یہ کچھ صاحب موصوف ہی کی بے انتہا
داد و اعانت کا نتیجہ تھا۔ جان لارنس نے اس قدر پیشتر یعنی تاریخ ۱۸ مئی فریز صاحب کو یہ مضمون تحریر کیا تھا۔
آپ نے جو یادداشتیں تحریر کیں اور ہم لوگوں کی خبر گیری میں جو جو کوششیں کیں ان کا میں بہت بہت شکریہ ادا
ہوں۔ دوسروں میں کی مدد ملان کے لیے بڑی بھاری مدد ہے۔ سٹوگورڈن کی جاعت کے ایک توپخانہ سے
طرح کی حفاظت ہو جاوے گی۔ جس قدر جلد یہ لوگ پہنچیں اس قدر اچھا ہے کیونکہ ان کے آنے سے ہم پنجاب کی پٹنوں سے
دو غازی خان سے میان آئی ہیں کام لے سکیں گے۔
اور جس وقت یہ نازک زمانہ گزر گا تو جو کچھ واقع ہو چکا تھا خاموشی کے ساتھ اس کا خیال کر کے جان لارنس نے
دراخت میں جو غدر کی بابت تیار کی گئی تھی یہ مضمون تحریر کیا۔

ابتداء سے انتہا یعنی آغاز غدر سے آخری فتحیابی کے زمانے تک سٹرائچ - بی - فریز نے انتظام پنجاب میں اسطرح کی مدد دی کہ گویا وہ خاص پنجاب کے ایک کمیشن یافتہ افسر تھے۔۔۔ صاحب چیت کشر تقین کرتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں کوئی سول افسر ایسا نہ ہوگا جو اپنی عظیم الشان کوششوں کے صلہ میں سٹرائچ - بی - ای - فریز سے بڑھ کر گورنمنٹ کی خوشنودی کا شحقی ہو بہت سی باتوں میں دونوں صاحبوں کے مابین اسوقت بھی بڑے بھاری بھاری اختلافات تھے اور چون جن زمانہ گذر تا گیا اسی طرح یہ اختلافات اور بڑھتے گئے۔ ایک ہندوستان کے بے انتہا افلاس پر نظر کر کے سرکا دی روپیہ بارے میں اپنے کو کفایت شعاری کیا معنی بلکہ جڑیسی کا پابند بیان کرتا تھا اور دوسرا خاص کر کے اس بات کو دیکھ کر کہ ہندوستان میں انگلش اولو الغریبوں کے لیے ایک بڑا بھاری میدان ہے جس سے زیادہ اسراف پر آمادہ تھا۔ ایک اس امر کے خلاف تھا کہ بلا ضرورت ہندوستان میں سلطنت کا کوئی حصہ نہ بڑھایا جائے دوسرے کی رائے یہ تھی کہ حکمت اور جنگ کے زور سے جہاں تک ہو سکے آگے بڑھے جانا چاہیے ایک کی حکمت عملی کا میلان تھا کہ افغانوں کو اپنا دوست بنالیا جائے اور اس سے ایک بڑے جرم اور بھاری خطا کے سہو مجھونے میں مدد ہوگی جو کبھی ہندوستان کے متعلق سرزد ہوئی ہوگی اور دوسرے کی حکمت عملی نے میرے نزدیک براہ رہت اس خطا اور جرم کو پھر تازہ کر دیا اور اس کے سبب سے ہکوا افغانستان کی جنگ دوم میں پھنسا پڑا لیکن جس طرح ایک کی قوت اور لیاقت اور بغیر ضی اور سچے مقصد پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی تھی وہی دوسرے کی بھی کیفیت۔ بہر حال اس امر کے یاد پڑنے پر بڑی خوشی معلوم ہوتی ہے کہ ایک نے قت میں (اور شاید وہ ایسا نازک وقت تھا جو عمر جو دونوں پر کبھی نہ پڑا ہوگا) اس اہم مقصد کے متعلق جو دونوں کو عرصہ تک کبھی فراموش نہوا ہوگا دونوں نے یکجان ووقالب ہو کر کوشش کی یعنی سلطنت کی حفاظت اور رعایا کی بہبودی کا دونوں کو یکساں خیال تھا۔

سنوئخ عمری لارنس کی سنوئخ عمری کے مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے مندرجہ ذیل میں ایسے خلع مزاج و یوتاؤن کی بھی جاگہ ہے کہ جیسے اوٹرم اور پٹنیر تھے۔ یہ امریقین اور اگر زیادہ نہیں تو اسی قدر صحت کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے کہ اسوقت میں بھی جب فرقوں کا خیال بہت جوش پر ہے اور جس حالت میں یہ امر صاف صاف معلوم نہیں ہے کہ آئندہ ان دونوں حکمت عملیوں کا اونٹ کس کل بیٹھیکا ہندوستانی مندرجہ میں ایک جانب پیش قدمی کے عظیم الشان اور اپنی دھن کے ثابت قدم طرفدار اور دوسری جانب حکمت عملی قناعت کے مستقل مزاج اور مدبرا اور بہادر اور مقدمتہ الجیش یعنی سٹرائچ فریز اور لارڈ لارنس کے اختلافات کی بہت کچھ گنجائش ہے۔

جسوقت سرجان لارنس اسطور سے اپنے صوبے کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اسوقت پشاور پر ایک بڑا نازک وقت آیا اور گذر بھی گیا۔ آخر میں ہننے دیکھا کہ سرجان لارنس نے ہر بڑا اوڈورڈش اور اپنے صوبہ کے اور عقلند افسروں سے راولپنڈی میں مشورت کی اور امیٹی کو اوڈورڈش صاحب اپنے فسر کی رلیوں کے مطابق

اور صرف بچانے کی تدبیر میں سامی و کیکر مطمئن نہ ہونگے۔ ایک بھی ہمارا طرفدار ہے اور لو غایا خیر خواہی کا برتاؤ کر رہی ہے۔

اڈورڈ جس صاحب اور گنگسن صاحب سے آوی بھرتی کر رہے ہیں اور فی الجملہ محکوم معلوم ہوتا ہے کہ ہم شہاد پر قبضہ قائم کر سکیں گے تو تمام دیسی سپاہ بھی ہو جائے۔ یہاں (راولپنڈی میں) ہمارے پاس دو تلو گورے پیادوں کی جیٹ کے ہیں جنہیں سے اکثر کز زمین لیکن کر سکتے ہیں اور ان کے سوا ایک ترب و لاتی تو چاند کی ہے ایک پٹن ٹی پی پیادوں کی بھی ہے جنہوں نے اب تک اچھا برتاؤ کیا ہے اور جنگو ہم وقت ضرورت بغلوب کر سکتے ہیں لاہور جالندھر اور فیروز پور میں فی الحال تو امن و امان ہے یہاں کی ہندوستانی سپاہ اب تک مسلح ہے اور ہیشا پر پورا اور پھلور سے اُسکو مدد پہنچ سکتی ہے پھلور اور فیروز پور کے میگزین اور لاہور اور گوہند گدھ کے قلعوں پر گورون کی سپاہ حفاظت کے لیے تعینات ہے اور ہم اُسکو سامان رسد بھیج رہے ہیں۔

حضور عالی ہم لوگوں کی طرف سے کچھ اندیشہ فرمائیں۔ پنجاب میں ہمارے پاس بعض بعض نہایت عمدہ افسروں اور فوجی اور فوجی دونوں قسموں کے حکام اپنے دلوں میں شحانے شیعہ ہیں کہ اپنی عزت اور حفاظت کے قائم رکھنے کے لیے جو جو تدبیریں مل میں آسکتی ہیں انہیں کسی طرح کی فریاد گزشت نہ کی جائیگی۔ اور کسی قسم کے افسر اس سے بہتر کام نہیں کر سکتے تھے۔

محکوم دل سے اس بات کی امید ہے کہ حضور عالی کسی قسم کی قواعد دان سپاہ بھرتی فرمانے کی اجازت نہ دیں گے۔ اگر دیسی فوج کی کامل طور پر اور جڑ سے کھلی اصلاح ہونے والی ہے تو وہ وقت یہی ہے۔ ادھر دیسی تدبیروں سے کچھ شدنی نہیں ہے۔ حال میں جو معاملات کیے گئے ہیں اُن سے بڑھ کر اس بات کا اور کیا ثبوت ہم پہنچ سکتا ہے کہ پُرانا قاعدہ حقت اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ میں نہایت منت سے عرض کرتا ہوں کہ حضور غیر قواعد دان سپاہیوں کو قواعد دان کر سکتے کسی مسئلہ کو جائز فرمائیں گے۔ چند سال کے عرصہ میں وہ پرانے آدمیوں سے کسی طرح اچھے نہیں ہو سکتے ہیں بہمپاہی اور دیسی افسر اسکو پسند نہ کر سکیں گے کیونکہ اس صورت میں انکا عدم وجود ہر بار ہو جائیگا۔ قواعد دان فوج کے جو حصے خیر خواہ تھے ان وہ لوگ دیسی پر قائم رکھے جاسکتے ہیں باقی اور سب لوگوں کو موقوف کر دینا چاہیے۔ زاید غیر قواعد دان سپاہ کے بھرتی کرنے سے ہم گورون کی اور جینٹلون کے فوج کا بندوبست کر سکیں گے۔ میں یہ بھی رابے دوں گا کہ جن دیسی جینٹلون نے اصل میں ہم سے جنگ نہیں کی ہے لیکن اپنے فعل سے اپنے دل کے حال کو ظاہر کیا ہے انکو آئندہ موقوف رو دینا چاہیے۔ ہم ہندوستانی فوج کے تین درجے قائم کر سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو حقیقت ہماری خیر خواہ رہی اور انکو کری پر قائم کرنا چاہیے اور خاص خاص ضرورتوں میں انعام بھی دینا چاہیے۔ دوسرے بظن اور زبردست لوگ جو ان عاؤنیوں پر تعینات تھے جنہیں برابر آتش زدگی ہوتی رہی اور ان لوگوں کو موقوف کر دینا چاہیے۔ تیسرے وہ باغی بنے ہم سے جنگ کی اور علانیہ ہماری بغاوت کر کے ہمارے افسروں کو مار ڈالا ان لوگوں کو میں ویکتوں اور محکوموں پر شکار کر دینا اور جو وقت وہ گرفتار ہو گئے تو انکو با تو پھانسی دینا چاہیے دوسرا دم کی سزا دینا یا جین عیادوں کے

تبد کرو گا۔ جہاں کی ویسی زمینوں یا اُنکے کسی حصہ نے عمدہ خدمت کی ہے اُنکے نام مشکوری کے احکام جاری کروں گا۔
میں نے صاحب کمانڈر انچیف کو رائے دی ہے کہ دسویں رسالہ فیروزپور اور تیسرے رسالہ میرٹھ کے باقی ماندہ سواروں
ساتھ اس قسم کا بروتاؤ کیا جائے۔

جان لارنس نے صرف انہیں لوگوں سے خط و کتابت کرنے پر قناعت نہیں کی جو اُنکے افسروں
یا ماتحتوں کی حیثیت میں مستحق اس امر کے تھے کہ اُنکی رپورٹوں کی راہ دیکھتے بلکہ شہر دہلی و ضلع دہلی و ہاشدگان
دہلی کے متعلق ہندوستان میں دس برس تک رہنے سے جو عمدہ واقفیت انہوں نے پیدا کی تھی اُس واقفیت کے
سبب سے اُنکو اشتیاق ہوا کہ جن جن لوگوں کا فائدہ اُس سے متصور تھا اُن سب کے پاس ان تحریرات کو روانہ
کریں۔ جان لارنس نے قصد کیا کہ اپنے نام سے ایک حکم ضلع دہلی کے سرداروں کے نام اس مضمون سے جاری
کریں کہ ہماری فوج کے پہنچنے پر وہ لوگ اُسکی امداد و اعانت کے لیے دوڑنے اور اپنی اپنی اطراف میں امن و امان
قائم کرنے اور سامان رسد اور ضروری حالات کے متعلق اطلاع پہنچانے کے ذریعہ سے اپنی خیر خواہی ثابت کریں۔
لیکن اس بات کو دیکھ کر کہ ہر دئے گرفتید کو کانون صاحب لفٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے جواب تک
شہر دہلی کے حاکم تھے (یا اُنکے اپنے اخلاق سے لوگ ایسا تصور کرتے ہوں) فوج میرٹھ کے ہمراہ جانے کو بھیجا ہے
جان لارنس نے لفٹ گورنر موصوف کے ذریعہ سے کارروائی کرنا چاہی اور اُن سے خط و کتابت جاری کی جو محتاج
زمانے تک برابر جاری رہی اور اُس کا نتیجہ عمدہ و نتیجہ ہوا۔ اپنی پہلی چٹھی میں جان لارنس نے اُن سرداروں کی توجہ
لکھی جسکے نام انہوں نے حکم بھیجنے کی تجویز کی تھی۔ اور یہ صلاح دی کہ بعض بعض اراکین دربار کو جنگی نسبت و
اپنی ذاتی واقفیت کے سبب سے خیال کرتے تھے کہ وہ دل سے ہمارے دوست ہیں علیحدہ علیحدہ چٹھیاں
بھیجی جائیں اور شہر کی خندقوں اور دیواروں اور پھاٹکوں کی کیفیت جو یاد تھی اُسکو درج کیا اور اس امر کی بحث کی
کہ کن کن مقاموں پر حملہ کرنے میں بہتری متصور ہے۔ کرناٹ اور دہلی کے مابین جو گانون اس قسم کے واقع تھے کہ
وہاں سامان رسد بافراط فراہم ہو سکتا تھا یا جہاں نہایت دلیر اور اعلیٰ درجہ کے واقف کار جاسوس یعنی ایسے ایسے
لوگ مل سکتے تھے جنکو شہر کے اندر کی خبر لانے میں چندان وقت نہ تھی اُنکے نام بھی درج کیے۔ کانون صاحب کو
براہ راست بھی جان لارنس نے چٹھیاں لکھیں اور انہیں ہدایت کی کہ ملک پنجاب میں اُنکے نزدیک کن کن باتوں کو
احتیاط کرنا قرین مصلحت تھا خاص کر جان لارنس نے یہ صلاح دی کہ ممالک مغربی و شمالی کے ہر ایک افسر ضلع کو
سوار اور پیدل دونوں قسم کے سپاہیوں کو بھرتی کر کے پولس کی بڑی بڑی جماعتیں قائم کرنا چاہیے تاکہ اس وقت تک
جب شہر دہلی پر قبضہ ہو جائے کے بعد وہاں کی سپاہ کو آزادی حاصل ہو جائے ہر ایک ضلع میں امن و امان قائم ہے۔
سمرنارٹل فریز سے جو چیف کسٹرن سندھ اور محمد ایک ایسے انتظام کے طرفدار تھے جو پنجاب کے بالکل خلاف تھا

خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہیں دیا۔

بارٹن صاحب کے نام کی ایک مختصر جی سے وہ محنت علی منکشف ہو جائیگی جو ان کے سرداران (کبار و صفار) ان کے روئے دیا سے تلخ کے بارے میں اختیار کی گئی تھی اور جس سے عمدہ نتائج پیدا ہو چکے تھے۔

۲۳- مئی۔

جس قدر روپیہ کی آپ کو ضرورت ہو ناچھ اور پیالہ سے قرض منگوا لیجیے گا نہ برا نہ خف سے اصرار کیجیے کہ وہ پٹن نمبر ۴۴ کے آدمیوں کی تحقیقات اور پچانسی دینے کی بابت جو محرک قبل عہد کے ہوئے ہیں ایک کمیشن مقرر کریں۔ جو لوگ قتل عہد یا ارتکاب قتل عہد میں ملوث پائے جائیں انکو گولی مار دی جائے۔ ہم سپاہ بھرتی کر رہے ہیں اور قواعد ان سپاہیوں کی تہذیب و تمدن پر کر کے ملک پر قبضہ رکھے ہوئے ہیں۔ سرداروں اور ذی اختیار آدمیوں سے آپ جو وعدہ کیجیے گا میں انکی تائید کروں گا۔ مندرجہ ذیل جی سے جو پٹن مئی صاحب کے نام کی ہے سر جان لائسنس کی رے عدوکش ہاؤسن صاحب کی نسبت ظاہر ہوتی ہے جو اس وقت سرحد سے آئی تھی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سختی کی ضرورت کے وقت وہ نہایت سختی اور تشدد کر سکتے تھے اس بات کو زور دیکر بیان کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ آگے چل کر میں یہ ثابت کروں گا کہ پٹن اپنے اور ہم وطنوں کے جس وقت ممکن ہوتا تھا وہ انصاف کی رحم دلی کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے تھے۔ انسان کی جان سے وہ کبھی لاپرواہی نہیں کرتے تھے۔ وہ لڑتے فقط اس غرض سے تھے کہ حفاظت کر سکیں سوائے حفاظت کے لڑنے سے اور کچھ انکو مقصود نہ تھا۔ اور بے محابا خونریزی اور اس بے قید کینہ کشی کی اپنے خاصہ فطری سے مخالفت کیا کرتے تھے جو دہلی کے مسخر ہو جانے کے بعد بھی جب ہمارا کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا کئی مہینے تک ایک قاعدہ عام تصور کی گئی۔

۲۳- مئی۔

میرے پیارے رابرٹ۔ باغیوں کے ساتھ پھر رحم دلی اور ہمدردی کرنے کا جو قصد کیا جائے میرانی کر کے اسکی حالت کیجیے۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے ہماری بہادری کا جو قصد کیا تھا اس میں انکو ناکامی ہوئی لیکن اسکے باعث سے ہم کو یہ پانیہ کہ اپنے کو بے وقوف بنالین اور یہ سمجھنے لگیں کہ ان پر ہم لوگوں کی طرف سے ظلم ہوتا ہے مجھکو ہندوستانی قواعد ان سپاہ پر کسی طرح کا اعتماد نہیں ہے۔ لیکن اس بات میں مجھکو ذرا بھی عذر نہیں ہے کہ جن چند آدمیوں نے حرکت کرنے والی ج کی طرف داری نہیں کی ہے وہ اس وقت چھوڑ دیے جائیں اور جو بقوت نافرمانی کی کوئی غلاطی پائی جائے تو پہلی ہی راست کے ظاہر ہونے پر انکو ہٹا کر ڈالیں مجھکو امید اور یقین ہے کہ جو کچھ خرابیاں واقع ہوئی ہیں ان سب کا نتیجہ اچھا ہی ہوگا لیکن اگر آپ کے افسر ارجی سے باغیوں کے ساتھ رحم دلی کرنے لگیں تو پھر مجھ سے کوئی اصلاح نہو سکیگی۔

ہاؤسن صاحب ایک بڑے بہادر اور لائق شخص ہیں مگر اب انہما پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے میں خوش ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ

نہیں پڑے انکی مدد جس طور پر آپ کا دل چاہے کیجیے لیکن ایک ذمی اختیار شخص کی دوامی خدمت کے لیے ضرورت سے زیادہ لوگ مقرر کرنا کچھ اچھی بات نہیں ہے۔ میں جو یہ رائے دیتا ہوں کہ مستقل طور پر اعلیٰ افسروں کی طرف سے کام نہ دیا جائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بہت سی قطع برید کے الجھاوے میں مبتلا ہونگے۔ اگر انکو رکھ لینے کی اجازت دی گئی تو ظاہر ہے کہ سالہ ناکافی ہے۔ اگر وہ موقوف کر دیے گئے تو افسروں پر ظلم ہوگا۔ میں اس بات سے خوش ہوں کہ آپ نے محکمہ تار برقی کے ملازمین کو ایک مہینہ کی تنخواہ ادا کر دی۔ وہ بیشک اسکا استحقاق پیدا کرتے آئے ہیں۔

جن چھیون کو میں نے صدر میں محول کیا اُنسے کسی قدر یہ بات معلوم ہو گئی ہوگی کہ جان لارنس ہر مقام خاص کی کیسی کیسی فروعی باتوں کا دل میں وہیان رکھتے تھے۔ چنانچہ میں نے اسی امر کے لحاظ سے اُن چھیون کو نقل کیا ہے مذاق یا ضرورت کے لحاظ سے ایسا نہیں کیا ہے۔ اور یہ بات بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ میں نے غدر کے خطرہ ابتدائی دو ہفتوں کی لکھی ہوئی چھیون کو نقل کیا ہے۔

ایک چھیو جو ابتدائی دو ہفتوں کے ختم ہونے کے قریب لارڈ کیننگ کو لکھی گئی تھی اور حسین پیلے غدر کے تمام حالات اور اُسکے انسداد کی تدبیریں بالتفصیل بیان کی گئی تھیں اُسکے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ وہ اپنے کام کی تفصیل میں کبھی غطائیں کرتے تھے بلکہ وہ اس ابتدائی زمانے میں بھی ایسی ایسی تدبیریں نکالتے تھے جن سے امن و امان کے قائم ہو جانے کا احتمال ہی نہیں تھا بلکہ یہ امید تھی کہ مستقل طور پر امن و امان قائم ہو جائیگی۔

۲۳- مئی

نائی لارڈ حضور عالی نے بیشک اس حصہ ملک کے تمام حالات سنے ہونگے۔ میں نے ہارنس صاحب کشر قسمت میں روئے سٹیج کو لکھا تھا کہ جو خبر ضروری معلوم ہوا کرے اُس سے مطلع کیا کرین مجھ کو امید ہے کہ خدا کی مدد سے ہم اچھے رہینگے اور اپنی حکومت قائم رکھینگے اور گمانڈر انچیف کو مدد پہنچا سکیں گے۔ سب سے مقدم بات یہ ہے کہ گمانڈر انچیف میرٹھ کو روانہ ہوں وہ ان کی فوج کو خالصی دیکر اسکو کام کرنے کے قابل کر دیں۔ اسوقت صاحب گمانڈر انچیف جیسی حالت ہوگی اُسکے مطابق دہلی خواہ دو آہ ہو کر اگر وہ کو جا سکیں گے۔ ہکو اسوقت تک برابر تردد رہیگا جب تک دہلی کو باغی لوگ سنبھالے رہینگے اور میرٹھ کا فساد دفع نہ ہو جائیگا جب تک غیر قواعد دان سپاہ خیر خواہ رہیگی اسوقت تک سب اچھا ہی اچھا ہوگا۔ لیکن اگر وہ ہم سے پھر گئی تو ہکو بڑی مشکل جھیلنا پڑیگی اور اسوقت سرحد کو چھوڑنا اور ولایتی فوج کو یہاں جمع کرنا پڑیگا۔ لیکن اُس صورت میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ موسم سرما تک ہم لوگ ملک کو سنبھال سکیں گے۔ بعض ہندوستانی رجوارے گوروں کی ثابت قدم جماعت کے مقابلہ میں جو استقلال ثابت کریں گے ہمیشہ ہمارے طرفدار ہو جائیں گے۔ غیر قواعد دان سپاہ کے لوگ فی الحال جو بڑا ٹو کر رہے ہیں وہ قابل تعریف ہے جو خطرہ اسوقت مجھ کو معلوم ہوتا ہے وہ اس بات سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہکو خاموش رہیں۔ میرٹھ کی فوج کو صرف اسی کی مجبوری اور نالافتی سے نکالنے کی ضرورت ہوئی۔ اسی کے بعد اسکی طرف سے پھر کوئی خطرہ نہیں رہا۔

کہہ سکتا تھا۔ اور وہ دوسرا صاحب کی ضرورت جہاں ہے وہاں ہے۔ اگر کپتان ویننگٹن صاحب کی کچھ نحو ذرا تہ ہوئی تو وہاں
 بڑے بڑے آدمی کا کوئی رہنا نہ رہیگا۔ بالخصوص میں نے گائڈنگ ٹینٹ کو لکھا ہے کہ اس کو جس افسر کو چاہیں طلب کر لیں اور ڈیپٹی کمانڈر
 اور دوسرا صاحب ہی کو پسند کرینگے تو وہ چاہینگے۔ لاہور میں جس قدر راتیں جمع کیے جا سکیں ہر جمع کر لیجئے۔ سردار خان کیسے بڑا
 اور دوسرے انتظام میں انگوٹھ کر سکتے ہیں۔ ہم چپکن گائڈنگ ٹینٹ کے ساتھ چپکن بلکہ اور لوگ اور ڈیپٹی صاحب کی کچھ ٹینٹوں کو ایک ایک
 اور شہر پر دو دو آدمی سوار کر کے بھیج رہے ہیں تاکہ وہ موقع پر جہاں تک جلد ممکن ہو پیش سکیں گے گائڈنگ ٹینٹ کو شاید کچھ
 گاڑیوں کی بھی ضرورت ہوگی۔ جو کچھ منظور کیا جائے فوراً ادا کر دیا جائے۔ گائڈنگ ٹینٹ کے لوگ کل جملہ میں ہونے چاہینگے۔
 ٹینٹوں میں ٹینٹیں بچانی رسالہ نمبر ۲۶۔ ۱۹ سواروں کے ساتھ ایک دن بعد پہونچینگے۔ زونٹینی صاحب کی سپاہ ۲۲۔ تاج
 پہونچگی۔ لوگ اور ڈیپٹی صاحب سے لاہور کی جانب شاہ پور کی راہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ میری کپتانی میں شدت سے
 درہے لیکن جہاں تک ہو سکتا ہے وہاں تک میں اپنا کام کیے جاتا ہوں۔

اپنے بعد ٹینٹوں کی صاحب اور ان کے رفقاء لاہور کے نام تعریفی خطبوں کی جو چار ہری جگہوں میں اوپنرٹل کر چکے ہوں۔
 پناہ گزینوں کو رہنمائی دینی۔

ہم سب لوگ اس حصہ ملک میں خیریت سے ہیں لیکن ہوسے کے روکنے کی ایک بات کوئی تہیز نہیں کی گئی۔ گائڈنگ ٹینٹ
 ایک ایک اپنا لے کر پھر دہلی کو نہیں گئے۔ اور انہا کی فوج ظاہر بالکل بیکار ہے۔ ہم غیر قواعد دان سپاہیوں کو اس غرض سے
 سرحد سے طلب کر کے لاہور کی جانب رہتے جاتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر میرٹھ کے پچاس کی سپاہ اور انہم میں گائڈنگ ٹینٹ کی
 رعایت کریں یا دہلی کو فتح کریں یا اگر وہ مالک مغربی و شمالی کو پچاسین اگر غیر قواعد دان سپاہ خواہ رہی تو سب اچھا ہوگا
 لکھا ہے کہ اگر ہم نے تاخیر کی تو یہ بڑا جانیگ اور ولایتی سپاہ آب و ہوا سے نقصان اٹھائے اٹھاتے برباد جا بیگی۔ ہم کپتان ویننگٹن
 جب تک ممکن ہوگا قبضہ کرینگے اور پھر لاہور میں اگر جمع ہو گئے۔ ملک میں ہم ایک ایک اپنا تسلط کیے ہوئے ہیں اور رعایا
 خیر خواہ اور فرمان بردار ہے۔ مرانی فرما کر احتیاطا کر پچی میں ہمارے لیے روپیہ مہیا رکھیے۔ دیر سے سندھ کے ٹینٹوں پرست
 کام آچینگے اور ان کے ذریعہ سے ہم فنان پر قبضہ کر سکیں گے۔

فیروز پور کی نسبت جان لائسنس نے صبح خواہ غلط طور سے یہ خیال کیا تھا کہ وہاں کے فوجی حکام نے
 کچھ بد عنوانی کی اور جہاں حقیقت میں چند دنوں کے بعد بد عنوانی ہوئی۔ ستر جان لائسنس نے وہاں کے فوجی
 تہیز و تدارتوں کو تاج ۲۲۔ پچی پچی کر لیا۔

فیروز پور میں آپ نے جو کوششیں کیں انکا حال سن کر محکو بڑی خوشی ہوئی اگر ٹینٹوں پر تہ سے بھل جانا تو ہم
 لوگوں کو بہت شرمناک ہوتا۔ اس وقت اس بات کا ہے کہ باغی لوگ بہت کم ہلاک ہوئے اور باقی طرح
 تہیز اور تدارت ہوئے پانی۔ ہم کو اس بات کے شہ سے بشارت معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بیکار ہیں پر حاکم کرتے

ہمارے گرجاؤں اور بنگلوں کو جلاتے اور اُسکے بعد صاف کچ کر نکل جاتے تھے مین تو انگریزوں کی بوجھار کر دیتا اور مقدار مارے جاسکتے اُس قدر مار ڈالتا۔ اُنکی تنبیہ کرنا اس وقت نہایت ضرور ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ برٹش ایئر صاحب کو ہی امر سے اُن پر بھروسہ کرنے کی ترغیب نہوگی۔

میسجر جنرل کسٹرن نے ان کو جو پنجاب اور بیرونی ممالک کی آمد و رفت کے راستہ میں یہی ایک مقام کھلا ہوا تھا اور ان صرف ساٹھ آدمی گوروں کے توپخانے کے ۵۰۰ ہندوستانی سپاہیوں کے روکنے کو تھے اور انہیں سے ٹریڈ شک و شبہ مکر تھے جان لارنس نے مندرجہ ذیل چھی لکھی یہ ظاہر تھا کہ وہ سپاہی مخالفت میں بہت کم کر سکتی تھی لیکن استقلال دوزانہ پیشی اور خبر داری سے بہت کچھ ہو سکتا تھا۔

۲۲- مئی۔

سیول اور فوجی حکام نے متان میں خوب کارگزاری کی۔ براہ میرانی اپنی حفاظتوں سے غافل نہ رہیگی اور قواعد ان سپاہیوں پر اعتماد نہ کیجیگا۔ اس بات کی ہر طرح سے کوشش کیجیگا کہ پُرانا قلعہ جہان تک محفوظ کیا جاسکے وہاں تک کیا جائے۔ رکا کام چھوڑ دیجیے مگر اُنکی عمارت کو اس طور سے درست کر لیجیے کہ چار سپاہی بہت سے لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس بات کا وہیست کر لیجیے کہ عارضی طور کی اُنکی ایک صف بھی ہو جائے۔ پہلے حملہ میں تمام عورتوں اور لڑکوں کو اندر داخل کر دیجیے۔ اُس قدر سپاہ آپ ضرور سمجھتے ہوں اور جو وعدہ وعید کریں اور جس جس کو افہام دینے کو کہیں میں سب کی تائید کروں گا افسانہ ساز پ کی اجازت سے جو کچھ خرچ کریں گے میں اُسکو مجراؤں کا۔ ہم نے اُس رسالہ پنجاب اور دوسری پٹن پنجاب کو آسنی اور برہ غازی خان سے متان جانے کا حکم دے دیا ہے۔ اگر اُنکے پہونچنے پر ہر طور سے امن و امان پائی جائے تو ہماری تجویز ہے رسالہ پنجاب کراںال میں لکائنڈز انچیف کی کمک کے لیے فیروز پور کو روانہ کیا جائے۔ گوروں کی ایک حصہ سپاہ کو کراچی سے مان جانے کا حکم ہوا ہے اُنکے لیے کسی کسی قسم کے سایہ کا بندوبست کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہو متان پر آخری وقت تک غنہ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ گوروں کی پانچ پٹنیں ہندس سے کلکتہ کو جاتی ہیں۔ اگر ہندوستانی سپاہی فساد کریں تو آپ کو اُنکی طاقت میں ہر طرح کی کوشش کرنا چاہیے اور اگر وہ ادھر ادھر پھیل جائیں تو ملک کے لوگوں سے تاکید کرنا چاہیے کہ اُنکا تعاقب کر کے ملکوٹ لیں۔ اور اگر وہ مقابلہ کریں تو ہلاک کریں ہتھیاروں کو اپنے پاس رکھ لینا چاہیے اور ان غنیمت گرفتار کرنے والوں کو ملنا چاہیے۔ جان لارنس کی ایسی جیسی مبنی زلزلہ کے تھی۔ حکام کی کوشش اور استعدادی سے متان کا فساد روز بروز کم ہوتا گیا یہاں تک کہ جب جالندھر کے غدر سے متان میں بھی اسی طرح کے غدر پھیلنے کا یقین ہوا تو جان لارنس نے یہاں تک کہ چل کر بیان کرینگے اُسی تدبیر پر عمل کرنے کا قصد کیا جس میں اُنکے نزدیک کم خطرہ متصور تھا۔ ایک قطعی حکم میں مضمون کا صادر کیا گیا کہ ہتھیاروں کے رکھوانے کا قصد کیا جائے۔ اور غنیمت داری اور ہوشیاری سے اُسکا قصد ہی نہیں بلکہ تمام بھی ہو گیا۔ اور پھر طرہ یہ کہ میجر کرائفٹ نے جنکو چیف کسٹرن نے اس خطرناک کام کے واسطے تجویز کیا تھا

کہا کرتے تھے کہ بہت کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ اپنے دل کی خواہش کو جو انھوں نے جائز رکھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوصف اپنی تمام ظاہری رنگائی اور سرکاری کاموں میں جہتیں متعذر رہنے کے وہ سچے اور رجم طبیعت کے آدمی تھے۔

لیکن اب اس امر کے ثابت کرنے کا وقت ہے جسکو میں نے ستر جان لائسنس کی محنت اور شہرت اور تندی اور دور اندیشی کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ امر جان لائسنس کی ان چھوٹے مختصر قیاسات سے جو انھوں نے اوائل غدر میں تحریر کی تعین ثابت ہو سکتا ہے ان قیاسات کو جسے نمونہ از غدر اسے سمجھ کر چھٹا چاہیے اور سب کے پہلے ہر ان کی خبر داری کا حال بیان کرینگے۔

ننگائی صاحب کو جو اصل میں مقام لاہور ان کی قبائلمقامی کرتے تھے جان لائسنس نے دعائی کو بہر تحریر کیا تھا۔ کانگٹن صاحب کو مناسب نہیں ہے کہ راجہ کو پھر تھک کو پاسبیوں کے بھرتی کرنے کی اجازت دیں۔ میں نے چند دن کا عرصہ ہوا کہ اس بات سے پزیریدہ تار برقی انکو خبر دی تھی لیکن اگر انکو خبر نہ پہنچی ہو تو کچھ عجب نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کیجیے ہوئے آدمیوں سے اسی طرح کا خطرہ پیدا ہو گا جیسا اور لوگوں کی بھیجی ہوئی سپاہ سے قیاس کیا جاتا ہے۔

میں نے ننگائی صاحب کو آپ سے اس امر کا بندوبست کرنے کی بابت لکھا ہے کہ پولیس کے سواروں اور پیادوں کے جہان اکاب ممکن ہو اور برقدار بھرتی کر کے انکو فرصت دی جائے۔ لیکن بندوبست ایسا کرنا چاہیے کہ ٹرانسے اور نئے آدمی باہر گر شامل رہیں اور بیٹھانوں میں چھوٹے چھوٹے فوجی پولیس کے گروہ خطرے کے مقامات پر تعین کر دیے جائیں۔ اصل غرض یہ ہے کہ پولیس کے سوار اور پیادے فتنہ و فساد کے فرو کرنے یا اور ناگمانی ضرورت کے لیے متعذر نہیں۔ ہکو اپنے وسائل کو انتہا میں رکھنا چاہیے۔ عجب نہیں کہ کسی وقت روپیہ کا نورا ہو جائے۔

۸۔ اسی کو انھوں نے ننگائی صاحب کے نام ایک اور امر کی خبر داری کی بابت جواب دیا اسے نو بہت غدر میں اور بھی زیادہ ضروری تھا لکھا کہ

کل قریب قریب دن بھر سہری طبیعت بہت ٹھیل رہی لیکن میرے پاس بہت سی خبریں آئیں۔ میں پراسے سکون کو کہہ کر بھرتی کرنا نہیں چاہتا۔ جھکو انکے قومی اتفاق کا زور اور اسے سوت سے باز رہیں قبل کہ وہ نگر انھوں نے خرابی پیدا کی اور ہمارا بربادی سے انکا کھتر قائم ہے۔ پس میں پراسے کہہ سکون کے بھرتی کرنے پر رضامند نہیں ہوں۔ سکون اور ہندوؤں میں بڑی محبت ہے اور اگرچہ میں بدھ و اہیما سکون کی بھرتی کرنے پر رضامند ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ سکون اور کوہستانیوں کے ساتھ ملا کر انکی بھرتی ہو۔ میں کسی حالت میں اس تعداد سے زیادہ آدمی بھرتی نہ کروں گا جسکی کمال ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان دھوکا تو یہ سب لوگ ہمارے حریف ہو جائینگے اور ہمارے گورن کے اور کسی پراعتماد ہو سکے گا۔ میں ہزارہ اور دیہہ غازی خان کے جدید سپاہیوں کے سوا ہرہ جات میں ہزار لسانی سوار بھرتی کر رہا ہوں۔ اور انکے علاوہ

پنجابی پیادوں اور پولس کی پٹنوں کی کل ۱۸ جھنڈوں کے لیے چار چار کپینان اور قائم کر رہا ہوں۔ ان سب لوگوں سے پورے دس ہزار آدمی ہوجائیں گے گورنمنٹ کے لیے ایک ہزار آدمی بھرتی کر رہے ہیں۔ اگر بہت ضرورت ہوگی تو ان لوگوں کی تیاری کے قبل ہم لوگ اور آدمی بھرتی کر سکتے ہیں۔ ہکوا اپنے امکان بھریں بات کی بڑی کوشش کرنا چاہیے کہ یا تو جانچے ہوئے اور خیر خواہ آدمی بھرتی ہوں یا بہر حال کم عمر لوگ ہوں جن پر پانے زمانے کی باتوں کا اثر نہ پڑے۔

مجھ کو اس مقام پر یہ بھی لکھنا چاہیے کہ جان لائسنس کو تجربہ سے فوراً یقین ہو گیا کہ مالوہ کے پُرانے کچھ سپاہیوں پر بھی اعتماد ہو سکتا ہے اور جب ایک بار اعتماد ہو گیا تو انھوں نے ایک وجہ خوشدلی سے انکو بھرتی کیا اور نتیجہ بھی عمدہ ہوا۔ اسکے بعد ہکویہ کہنا چاہیے کہ جان لائسنس کو اپنی ہر درجہ کی رعایا کی بہبودی کا خیال کس قدر تھا جو انکی تفصیلی ہدایتوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

منگلن صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کو بتایا کہ ۱۹ مئی انھوں نے لکھا کہ فوج سیالکوٹ کے زیادہ تر حصہ کو حکم ہوا ہے کہ وزیر آبادین جاگشتی کالم فوج کی شرکت کرے۔ اگر یزوں کے تمام عیال و اطفال لاہور کو یا اتنی دور تک روانہ ہونے والے ہیں جہاں اسی طرح کے دوسرے گروہ لاہور کے باشندوں کے مجاہدین۔ اگر آپ باربرداری کی حاجت ہو تو گوجرانوالہ اور لاہور سے مدد لیجیے ڈپٹی کمشنر لاہور کو لکھ دیا جائیگا کہ جس قدر عمدہ گاڑیاں اور کتے وہ جمع کر سکتے ہوں انکو فراہم کر کے آپ کے پاس بھیج دیں۔ عورتیں جہاں تک لاہور کو روانہ ہو سکیں اسی قدر عمدہ بات ہے۔ یہاں وہ خطرے سے محفوظ اور آزاد رہیں گی۔

بنام اوڈرے ڈپٹی کمشنر شاہ پور ۲۰ مئی۔

ہم نے سنا ہے کہ کوک صاحب ۱۹ کے قبل ہوں سے روانہ ہونے کا قصد نہیں رکھتے تھے۔ پس اس صورت میں آپ کو اس بات کے واسطے بہت وقت ملا کہ عیسیٰ خیل میں ان سے جا کر لیے۔ جس قدر اونٹ آپ کے جمع کرنے سے ممکن ہوں جمع کر لیجیے (گوٹ اور وائلڈ صاحب کی) ہر جھنڈ کے لیے چار چار ہزار سے کم نہ ہوں۔ اور انکو یا تو شاہ پور میں تیار کیے یا فوج کے پاس بھیج دیجیے۔ شاید سب سے عمدہ بات یہ ہوگی کہ تھوٹواؤنٹ ہر جھنڈ کے پاس بھیج دیے جائیں اور باقی شاہ پور میں جمع رہیں مزبانی کر کے اسکا لحاظ رکھ دیا جائے اور اونٹوں کے جمع کرنے میں کوتاہی نہ کیجیے گا۔ ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سب انتظامات پر کس کس بات کا دار مدار ہوگا۔

بنام منگلن صاحب ۲۱ مئی۔

یہاں سب خیریت ہے لیکن اس بات میں مجھ کو شبہ ہے کہ کمانڈر انچیف کی ذات سے کوئی فائدہ ہوگا۔ انکے ساتھ جو لوگ ہیں نائمن صاحب کو چھوڑ کر سب کے سب محض ناکارے ہیں۔ مین اوڈر وٹس صاحب کو کبھی انکے حوالہ کرنے کو

مجھ کو اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ جان لارنس کو اپنی جان کا بھی خوف نہیں رہا۔ ایک مرتبہ سکھوں کی ڈوہڑی لڑائی کے زمانے میں وہ دن بھر کی محنت شاقہ کے بعد ایک مقام پر بے شکستہ غافل سو رہے تھے آدھی رات کو کچھ ٹھٹھا ہوا اور لنگے تختوں میں سے ایک شخص نے اسے خوف کے پوکھلایا ہوا آیا اور نہایت اضطراب میں بیان کیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ فوج ہم ایک غلط فہمی میں پھنسے ہیں۔ جان لارنس چونکہ اٹھے اور اس سے یہ کہہ کر کہ کچھ پروا نہیں پھر اسی طرح سو رہے اور بتنی دیر تک سوئے مقصود تھا اتنی دیر سو لیے اور دوڑوٹھا رہن صاحب بیان کرتے ہیں کہ

میں اسی زمانے میں جب صورت معاملات سے بالکل یابوسی ظاہر ہوتی تھی اور کوئی تدبیر ممکن نہیں معلوم ہوتی تھی جان لارنس پاس آیا اور انگو دیکھا کہ کچھ کاغذات سامنے رکھے ہوئے ایک پیٹھے میں انکا کوٹ اور قمیص الگ بڑا ہوا ہے گردن اور بازو پر بند ہیں اور سر پشت کی جانب پھرا ہوا ہے میں نے خیال کیا کہ گویا ثابت قدمی اور استقلال کی ایک تصویر کشی ہوئی ہے انھوں نے مجھے کہا کہ زمین ہتھاموں کہ ابھی کچھ امید ہو سکتی ہے اور ان کے اس کہنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ انکی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو کر کے دکھا دیں گے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر وہ ہلاک ہوئے تو بہت سخت موت مرینگے اور اگر ہم لوگوں کی جانیں بچ گئیں تو مجھ کو خیال ہوا اور اس وقت بھی یہی خیال ہے کہ زمین کے ٹیلے سے ایسا ہوا۔ غدر کے اول دو مہینے کے زمانے میں جان لارنس کو ایک روز کے میں نے ہر روز دیکھا۔ اس روز بھی حسب معمول میں انکے پاس گیا مگر اس روز دیکھا کہ وہ مریے۔ وہ اہل میں اپنی زوجہ کی ملاقات کو مری پٹے گئے تھے یہ ایک صریح بیجا حد کی تھی جس کا کوئی بہانہ نہیں ہے لیکن اس سے چارہ نہ تھا۔ جان لارنس جان بھان ہم ممکن تھا اس سفر میں جبلت کی نری جا کر تھوڑی دیر اپنی زوجہ کو دیکھا انگو قسلی اور دلاسا دیا اور جو بیس گھنٹے کے بعد واپس آکر پھر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔

یہ سرشت انسانی کا ایک لطیف اثر تھا بعض لوگ اس کو انسانی کم زوری بھی خیال کر سکتے ہیں بہر حال وہ اسی بات پر کہ اگر اس کو نہ سنتا تو مجھ کو بڑا افسوس ہوتا اور سنکر اگر نہ کتا تو اور بھی ماتحت ہوتا۔ یہ ایک دن کا سفر ایسا تھا جیسے کسی متلاطم سمندر میں کوئی جزیرہ ہوائے یا یہ کیسے کہ ہتھیاروں کی دائمی جھگڑا اور فوج کی حرکت اور انتظام ملک کے بیشمار افکار و تردوات کا ایک قیلو نہ تھا۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اس بات کا خیال کر کے کہ آہن سرشت جان لارنس کی اس زور میں بھی جو برہمی کی نوک کو توڑ دیتی تھی ایک آدھ کڑی کم زور تھی ہم کو جان لارنس کی قدر کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ کرنا چاہیے۔ دوسری قسم کے سب دعووں کو جنگو کتر باوری کے غالب کے ٹھٹھے ہوئے آدمی بعض اوقات بہت بڑا بچہ سکتے ہیں (یعنی گنہ یا احباب یا آسائش و آرام یا تندرستی یا دولت کا خیال) جان لارنس عادتاً اور بڑی احتیاط سے اپنے فرض منصبی کے مقابلہ میں مقدم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے فرض منصبی کے مقابلہ میں ان دعووں کو ہیچ سمجھتے تھے دنیا میں صرف ایک ہی شے ایسی تھی جسکے دعووں کو وہ بمقابلہ سرکاری کام کے ایک ساعت کے لیے جانچنا جائز سمجھتے تھے۔ اس شے یعنی اپنی زوجہ کی حاجتوں کی جانب عہدِ عمری کے زمانے میں بھی وہ ہمیشہ متوجہ ہو جاتے تھے۔ یہ ظلالِ قاعدہ

ایک لطف کی تھی اور اس قلب فولا وہ میں یہ کم زوری خدا داد تھی جسکے بارے میں انکو چھوڑا بہت کم اشخاص اور بڑا بہت کم لوگ خیال کریں گے۔ وہ خیال دن بھر کی محنت اور بچپنی کے بعد جو انکی کٹمن زندگی میں انپر بڑھتی تھی ہنزلہ اسکے تھا جسے دن بھر کام کرنے کے بعد انسان طبیعت بہلا لے کے لیے کچھ سوچتا یا کوئی داستان یا مثنوی پڑھتا ہے نہیں بلکہ وہ خیال اس سے بھی کچھ زیادہ تھا یعنی وہ انکی کل زندگی کا مثنوی چشمہ تھا گو یہ ممکن ہے کہ زیادہ جوش کے زمانے میں بعض اوقات اسکی روانی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ تاکہ انہیں میں ایک بڑا بھاری دریا ہے جو بہتے بہتے ایک مقام پر پہنچ کر نیچے گس گیا ہے اور وہاں سے اندر اندر تیس میل تک بہتا چلا گیا ہے۔ لیکن بعض اوقات معینہ پر وہ پھوٹ نکلتا ہے اور سرخ زمین پر ڈبے بھر جاتے ہیں جنکو ناواقف شاعروں نے ”دریائے گاڈیا“ کی آنکھیں ”باندھا ہے۔ وہ دوبرکٹ سو اچھ اور نہیں ہیں لیکن وہ یقینی اور مقررہ علامتیں اس بات کی ہیں کہ وہ دریا سے زخار برابر ہلا کر ہست نیچے بہتا ہے۔

یہی کیفیت جان لارنس کی تھی۔ وہ انکی زندگی اور خیال اطفال کی خوشی کے ان مثنوی چشموں کے اُبٹے پر بغیر اس کے کچھ فٹالے نہ کروں (کیونکہ اس سے لطف بیان جاتا رہیگا) میرے لیے اس بات کا بیان کرنا جائز ہو سکتا ہے کہ انکا منشا کیا تھا۔

اس قسم کے ایک اجر سے کو جو اپنی لطافت اور حسن معنوی میں آپ اپنی نظیر ہے میں نے اس سوانح عمری کی جلد اول (صفحہ ۳۴) میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور قصبہ جو اس سے بھی زیادہ عام پسند و مرخص ہو رہا ہے اس موقع پر درج کرتا ہوں۔ ایک روز جان لارنس اپنے ایک نہایت لائق ماتحت افسر سے اس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے کہ آیا افسر بندوبست اپنے حینہ کا کام اس صورت میں زیادہ عمدگی سے انجام کر سکتا ہے جب اسکی شادی ہو چکی ہو یا اس حالت میں جب وہ بن یا ہو۔ افسر ماتحت کی رائے میں یہ آیا کہ جسکی شادی ہو گئی ہو وہ عمدہ کام کر سکیگا اور اس بارے میں اپنے خیالات کو اس عبارت سے ظاہر کرنا چاہا کہ ”آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ نے بار بار یہ کہا ہے کہ بندوبست بھاری کام مجھ سے بہتر کوئی شخص نہیں کر سکتا ہے“ جان لارنس نے جواب دیا اگر یہ بات ہے تو آپ سے بڑا کوئی شہرہ ہوگا۔ اس سے انکا منشا یہ تھا کہ انکا نائب اپنے کاموں میں اس قدر مشغول تھا کہ اپنی بی بی کے لیے وقت اور دھیان نہیں دے سکتا تھا جو ہر شوہر پر لازم ہے۔ اب جان لارنس کے علم و عمل کو دیکھیے۔ کوہ مری جانے کی حیرتی مینا عبدگی کا جال جو ابھی بیان کیا گیا وہ دریا سے گاڈیا کی ایک اور آنکھ ہے۔ اور یہ بھی ان تینوں مثالوں کو جو اوپر بیان کی گئی ہیں کچھ کم نہیں ہے۔ جو شخص سن شیب میں شباب کا گزشتہ زمانہ یاد کر کے یہ صیغہ منقولہ کہہ سکتا ہو کہ ”مجھکو بی بی بغیر پانچ مہینے چین نہیں کر سکتا اگر اسنے اس قدر طویل طویل کٹمن زمانے میں ایک مرتبہ چنہ گھسنے اسطور پر وہ مے لیا ہو جس سے زمانہ سال کے لیے اسیں قوت اور استقلال کے واسطے تازہ امید پیدا کی گئی ہو تو اسکی خطا بخوبی معاف کرنے کے قابل ہو سکتی ہے۔ جان لارنس نے اپنی آرزو سے دل کی صرف ایک مرتبہ شنوائی کی کیونکہ بحیثیت چیف کسٹرن پنجاب اصل میں وہ اسکی مشاطہت کے ذمہ دار تھے اور ایسے مقصد سے

ایسی بڑا ہر موتی تھی۔

وقت غدر کے شروع ہونے کی خبر پہلے پہل سترخان لائسن کے پاس پہنچی تو لیدنی لائسن اس وقت تھیں لیکن چند روز بعد جبہ داکراہ انگو اپنے لڑکوں سمیت مری کو جانا اور سترخان لائسن کو ایک ایسی لے سائے چھوڑنا پڑا جسکو لیدنی مدوح نے قرآن سے فی الفور دریافت کر لیا تھا کہ وہ بڑا کاڑھا وقت ہے جیسا کہ کبھی نہ پڑا ہو گا۔ ان چند حادثہ ناک ایام کی بابت لیدنی موصوفہ نے جو یادداشتیں لکھی تھیں انہیں سے چند باتوں کا موقع پر بیان کرنا خالی از لطف نہیں ہے۔

موقع پر بیان کرنا خالی از لطف نہیں ہے۔

خج کے حالات کے متعلق میرے شوہر نے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے ہرادرستی ڈاکٹر برٹن کو ایک چٹھی لکھی اور زمین الممال کے

میں تمام ضروری باتوں کی ہدایت کی اور اس وقت تک جو قلیل سرمایہ ہم لوگوں کو میرے تھائس سے آگیا بندوبست کیا۔

میں تمام ضروری باتوں کی ہدایت کی اور اس وقت تک جو قلیل سرمایہ ہم لوگوں کو میرے تھائس سے آگیا بندوبست کیا۔

لیکن انگو بھی دم بھر کے لیے بھی بیدار نہیں ہوئی۔ انھوں نے اپنے مکان کا صرف یہ بندوبست کر دیا تھا کہ جبات واقع ہو گئے

لیے اسی طرح کا سامان مہیا رکھا جائے اسکے بعد انھوں نے اپنے کو سرکاری کام میں مشغول کیا اور اپنے خانگی معاملات کو یک دم

چھوڑ دیا۔ انھوں نے کہا اور جس خوش اسلوبی سے انجام کیا وہ ہر شخص کو معلوم ہے اور خدا نے کس رحم کے ساتھ انکی صحت

اور قوت کو قائم رکھا۔ جوش اور ولولہ میں انکی ساری بیماری جاتی رہتی تھی اور رات دن جس وقت کام آجاتا تھا فوراً اسکو انجام

کرتے تھے۔ اس زمانے میں جو وہ تندرست رہے سب سے بڑھکر اسکا سبب یہ ہے کہ انگو اپنے خواب پہ پوری قدرت حاصل تھی

رات کے وقت جب کوئی مار بقی آتی تھی تو وہ فوراً اٹھ بیٹھتے تھے اور اس وقت جو کچھ انے ہو سکتا تھا اسکو انجام کرتے تھے اور

اسکے بعد واپس اگر پھر غافل سونے لگتے تھے اور ضرورت کے وقت پھر تیار ہو جاتے تھے۔ تمام مردہ کام برابر جاری رہتا تھا

اور اسکے سوا غدر کی وجہ سے جو کام انکے ذمہ عائد ہوتا اسکو بھی انجام کرتے تھے۔ جو وقت وہ راولپنڈی میں تھے تو جھکوا اپنے

لڑکے لیکر دو مہینے تک مری میں رہنا پڑا اور اسکے بعد وہاں سے پھرلا اور جانا ہوا۔ یہ ہجرت کا زمانہ مجھ بہت شاق گذرا۔ میں اپنی

کیفیت تو یہ بیان کرتی ہوں کہ میں انگلستان کے نہ جانے سے بہت خوش ہوئی کیونکہ اگرچہ میں علیحدہ اور میرے شوہر علیحدہ تھے

لیکن خط کتابت برابر جاری رہی۔ میرے شوہر نے یہ بندوبست کیا تھا کہ وہ چند سطریں ہر روز جھکوا کو لکھ بھیجتے تھے اور میں بھی کچھ

لیڈنی لائسن نے جو لکھا ہے کہ جوش اور ولولہ کے وقت اور کسی نئے کام کے شروع کرنے کے اضطراب میں

وہ اپنی بیماری کو بھول جاتے تھے یہ بہت صحیح ہے لیکن یہ بات بھی اس بقدر صحیح ہے کہ انتشار کے وقت میں بیماری زیادہ

ہو جاتی تھی۔ یہ بات لیدنی لائسن کے نام کی چھپیوں سے تو نہیں مگر جان لائسن کے دوستوں کے نام کی چھپیوں

میں بھی ہے۔ انکی بیماری (یعنی درد اعصاب) پھر عود کر آئی اور جو کام نہایت ہی اہم اور دشوار تھے وہ عارضے

عین شدت میں انجام کرنا پڑے۔ ایک شخص یعنی اڈورڈ تھا لارنس کشتہ قسمت راہ لینڈ می نے جو آب تک زندہ ہیں اس حادثہ ناک زمانہ میں جان لارنس کی کیفیت بہت کچھ دیکھی ہے اور اُسے میں نے ملاقات کر کے جو بات چیت کی اور بعض امور خاص اس موقع پر بیان کرنے کے قابل ہیں۔ اور پہلے میں بذریعہ قیاس یہ کہتا ہوں کہ تھا لارنس صاحب نے جان لارنس کے مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی تھی (اس فقرے کے معنی معمولی طور پر سمجھنا چاہیے) تھا لارنس صاحب جان لارنس کے نیچے کبھی نہیں بیٹھے۔ وہ اُنکے ہم سن تھے اور پہلے پہل جب وہ ہندوستان میں آئے تھے تو عہد اور کام میں بھی اُنکے برابر تھے۔ پس جو کچھ صاحب موصوف کا بیان ہے اُسکو میں تمیذاً نہ حسن اعتقاد پر محول کر کے نہیں بیان کرتا ہوں بلکہ ایک حلیم المزاج اور دور اندیش ہم عصر سمجھ کر جان لارنس سے بہت فاصلے پر تھا اُنکی باتوں کو بیان کرتا ہوں۔ صاحب موصوف نے ایک مرتبہ کی گفتگو میں مجھ سے بیان کیا کہ۔

جان لارنس زیادہ تر اپنی طبیعت سے بات نہیں پیدا کرتے تھے۔ غدر کے معاملات میں سواے بعض صورتوں کے اُنھوں نے اپنی طبیعت سے کوئی بات نہیں پیدا کی۔ وہ ہر ایک مقام سے رائیں طلب کر کے اُنکو پڑھتے تھے اور سب باتوں پر غور کر کے ایک امر اس سے تجویز کرتے تھے۔ اصل میں وہ ہر مقام پر اپنے دماغ سے کام لیتے تھے۔ اڈورڈس اور لارنس صاحب ایسے بعض اشخاص کو روکنا پڑتا تھا کہ وہ نیچے کھینچ جائیں اور رائیں یا برٹارڈ یا لارنس صاحب ایسے آدمیوں کو وہ آگے بڑھاتے تھے کہ معرکے میں جا کر کام کریں۔ جان لارنس ہی ایک ایسے شخص تھے جو غلطی نہیں ہونے دیتے تھے اور جو غلطی کرنے والا ہوتا تھا اُسکو روکتے تھے۔ اکثر اُسے زیادہ ہوشیار یا مستعد اشخاص جب اپنی دلیلیں پیش کرتے تھے وہ اُنکی سماعت کرتے تھے اور بعض اوقات اُنکا اثر بھی اُنپر پڑتا تھا لیکن آخر میں وہ اپنے فہم معمولی کی حیرت انگیز کسوٹی پر ضرور اُسکو کس لیتے تھے۔ میرے دل میں کبھی ایسی بات خیال نہیں پیدا ہوا کہ یہ سب کارروایاں جان لارنس کی ہیں اسوقت تو غیر مگر خاص اُس زمانہ میں جب کی یہ باتیں ہیں کبھی خیال نہیں ہوا تھا لیکن جو کچھ وقوع میں آیا اُس سب پر اسوقت غور کر کے میں بوضاحت اس بات کو دیکھ سکتا ہوں کہ پنجاب جان لارنس ہی کی ذات سے محفوظ رہا اُنکے کسی ماتحت کے سبب سے ایسا نہیں ہوا۔

بہادر آدمیوں میں جو باتیں ہونا چاہئیں وہ سب جان لارنس میں موجود تھیں۔ وہ اپنے مکان کے کمرے کے باہر بیٹھے تھے جہاں جیمس صاحب اور میں ہوا کرتا تھا اور بڑے اطمینان سے معاملات پر بحث ہوا کرتی تھی جسوقت وہ بہت خستہ ہو جاتے تھے تو وہ اپنے تنومند جسم کو عین دروازے کے قریب ایک چارپائی پر ڈھیر کر دیتے تھے اور وہاں سے لیٹے لیٹے باتیں کرتے جاتے تھے پہلے اُنکے مکان پر ایک چوکیدار بھی نہ رہتا تھا جب گوئسل جنگ نے جوڑیا صاحب اڈورڈس اور چیمبرلین صاحب سے شامل اور اُنکے مکان میں مجتمع ہوئی تھی بہت اصرار کیا تو اُنکے اصرار سے ایک سنٹیری پورے پرکھڑا ہونے لگا مگر سواے ایک سنٹیری کے دوسرا نہیں رہتا تھا۔ اور یہ شخص جو مقرر ہوا اُسکی بھی یہ کیفیت تھی کہ مکان کے ایک پلو میں ایسے مقام پر کھڑا رہتا تھا کہ اگر کوئی شخص دوسری طرف سے آکر اُنکا کام بستر خواب پر تمام کر دیتا تو اُسکو اُدھر کی خبر بھی نہوتی۔

بہاری پر ظاہر ہوتی تھی۔

جس وقت غدر کے شروع ہونے کی خبر پید پہل ستر جان لائسنس کے پاس پہنچی تو لیدرینی لائسنس اس وقت
 ہمارے ہمین لیکن چند روز بعد مجبور واکراہ انکو اپنے لڑکوں سمیت سری کو جانا اور ستر جان لائسنس کو ایک ایسی
 ت کے سامنے چھوڑنا پڑا جسکو لیدرینی مدح نے قرآن سے فی الفور دریافت کر لیا تھا کہ وہ بڑا کاڑھا وقت ہے جیسا
 پر عمر بھر کبھی نہ پڑا ہوگا۔ ان چند حادثہ ناک ایام کی بابت لیدرینی موصوفہ نے جو یادداشتیں لکھی تھیں انہیں سے چند باتوں کے
 اس موقع پر بیان کرنا خالی از لطف نہیں ہے۔

سب کے معاملات کے متعلق میرے شوہر نے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے ہر ذریعہ سے ڈاکٹر بنار کو ایک ٹپس لکھی اور زمین المظاہل کے
 سب سے من تمام ضروری باتوں کی ہدایت کی اور اس وقت تک جو قلیل سرمایہ ہم لوگوں کو میسر تھا اس سے انکا بندوبست کیا۔
 لیکن انکو کبھی دم بھر کے لیے بھی بیدلی نہیں ہوئی۔ انھوں نے اپنے کو سرکاری کام میں مشغول کیا اور اپنے خانگی معاملات کو یک دم
 چھوڑ دیا جو کچھ انھوں نے کیا اور جس خوش سہولتی سے انجام کیا وہ ہر شخص کو معلوم ہے اور خدا نے کس رحم کے ساتھ انکی صحت
 اور قوت کو قائم رکھا۔ جوش اور ولولہ میں انکی ساری بیماری جاتی رہتی تھی اور رات دن جس وقت کام آجاتا تھا فوراً اسکو انجام
 کرتے تھے۔ اس زمانے میں جو وہ تندرست رہے سب سے بڑھ کر اسکا سبب یہ ہے کہ انکو اپنے خواب پر پوری قدرت حاصل تھی
 رات کے وقت جب کوئی نمار بقی آتی تھی تو وہ فوراً اٹھ بیٹھتے تھے اور اس وقت جو کچھ اٹھے ہوئے تھے اسکو انجام کرتے تھے اور
 اس کے بعد واپس اگر پھر غافل سونے لگتے تھے اور ضرورت کے وقت پھر بیدار ہو جاتے تھے۔ تمام مردہ کام برابر جاری رہتا تھا
 اس کے لیکر دو مہینے تک سری میں رہنا پڑا اور اس کے بعد وہاں سے پھر لاہور جانا ہوا۔ یہ ہجرت کا زمانہ مجھ بہت شاق گذرا۔ میں اپنی
 کیفیت تو یہ بیان کرتی ہوں کہ میں انگلستان کے نہ جانے سے بہت خوش ہوئی کیونکہ اگرچہ میں علیحدہ اور میرے شوہر علیحدہ تھے
 لیکن خط کتابت برابر جاری رہی۔ میرے شوہر نے یہ بندوبست کیا تھا کہ وہ چند سطریں ہر روز لکھ کر بھیجتے تھے اور میں بھی کچھ
 کہ بہت ضرورت کسی کیسی طور سے جھک جی ان تک رسائی ہونا چاہیے۔
 لیدرینی لائسنس نے جو لکھا ہے کہ جوش اور ولولے کے وقت اور کسی نئے کام کے شروع کرنے کے اضطرار میں
 وہ اپنی بیماری کو بھول جاتے تھے یہ بہت صحیح ہے لیکن یہ بات بھی اس قدر صحیح ہے کہ انتشار کے وقت میں بیماری نہ
 ہو جاتی تھی۔ یہ بات لیدرینی لائسنس کے نام کی ٹپسوں سے تو نہیں مگر جان لائسنس کے دوستوں کے نام کی ٹپسوں
 بخوبی ہو رہا ہے۔ انکی بیماری (یعنی درد احصاب) پھر عود کر آئی اور جو کام نہایت ہی اہم اور دشوار تھے وہ عار

میں شدت میں انجام کرنا پڑے۔ ایک شخص یعنی اڈورڈو تھا انٹرن کیشنر قسمت راہ لینڈ می نے جواب تک زندہ ہیں اس
 بادشاہ ناک زمانہ میں جان لارنس کی کیفیت بہت کچھ دیکھی ہے اور اُن سے میں نے ملاقات کر کے جو بات چیت کی اور
 بعض امور خاص اس موقع پر بیان کرنے کے قابل ہیں۔ اور پہلے میں بذریعہ قیاس یہ کہتا ہوں کہ انٹرن صاحب ہمارے
 جان لارنس کے مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی تھی (اس فقرے کے معنی معمولی طور پر سمجھنا چاہیے) تھا انٹرن صاحب
 جان لارنس کے نیچے کبھی نہیں بیٹھے۔ وہ اُن کے ہم سن تھے اور پہلے پہل جب وہ ہندوستان میں آئے تھے تو عمدہ
 اور کام میں بھی اُن کے برابر تھے۔ پس جو کچھ صاحب موصوف کا بیان ہے اُسکو میں تمیزانہ حسن اعتقاد پر محول کر کے نہیں
 بیان کرتا ہوں بلکہ ایک حلیم المزاج اور دور اندیش ہم عصر سمجھ کر جان لارنس سے بہت فاصلے پر تھا انکی باتوں کو بیان
 کرتا ہوں۔ صاحب موصوف نے ایک مرتبہ کی گفتگو میں مجھ سے بیان کیا کہ۔

جان لارنس زیادہ تر اپنی طبیعت سے بات نہیں پیدا کرتے تھے۔ غبار کے معاملات میں سوائے بعض صورتوں کے
 انھوں نے اپنی طبیعت سے کوئی بات نہیں پیدا کی۔ وہ ہر ایک مقام سے رائیں طلب کر کے اُنکو پڑھتے تھے اور سب باتوں پر
 غور کر کے ایک امر اس سے تجویز کرتے تھے۔ اصل میں وہ ہر مقام پر اپنے دماغ سے کام لیتے تھے۔ اڈورڈو اور انٹرن صاحب
 بعض اشخاص کو روکنا پڑتا تھا کہ وہ پیچھے کھینچے جائیں اور انٹرن یا اڈورڈو لارنس صاحب ایسے آدمیوں کو وہ آگے بڑھاتے تھے
 کہ معرکے میں جا کر کام کریں۔ جان لارنس ہی ایک ایسے شخص تھے جو غلطی نہیں ہونے دیتے تھے اور جو غلطی کرنے والا ہوتا تھا
 اُسکو روکتے تھے۔ اکثر اُن سے زیادہ ہوشیار یا مستعد اشخاص جب اپنی دلیل پیش کرتے تھے وہ انکی سماعت کرتے تھے اور بعض اوقات
 انکا اثر بھی اُن پر پڑتا تھا لیکن آخر میں وہ اپنے فہم مولیٰ کی حیرت انگیز کسوٹی پر ضرور اُسکو کس لیتے تھے۔ میرے دل میں کبھی ایسی بات
 خیال نہیں پیدا ہوا کہ یہ سب کارروایاں جان لارنس کی ہیں اسوقت تو غیر مگر خاص اُس زمانہ میں جب کہ یہ باتیں ہیں کبھی
 خیال نہیں ہوا تھا لیکن جو کچھ وقت میں آیا اُس سب پر اسوقت غور کر کے میں نے بوضاحت اس بات کو دیکھ سکتا ہوں کہ پنجاب
 جان لارنس ہی کی ذات سے محفوظ رہا اُن کے کسی ماتحت کے سبب سے ایسا نہیں ہوا۔

بہادر آدمیوں میں جو باتیں ہونا چاہئیں وہ سب جان لارنس میں موجود تھیں۔ وہ اپنے مکان کے کمرے کے باہر بیٹھے تھے
 جہاں جنٹلمین صاحب اور مین ہو کر آتا تھا اور بڑے اہمیتان سے معاملات پر بحث ہوا کرتی تھی جسوقت وہ بہت خستہ ہو جاتے تھے تو
 وہ اپنے نومذہب کو صین دروازے کے قریب ایک چارپائی پر ڈھیر کر دیتے تھے اور وہاں سے اپنے لیٹے باتیں کرتے جاتے تھے پہلے
 اُن کے مکان پر ایک چوکیدار بھی نہ رہتا تھا جب گوئسل جنگ نے جو ریڈ صاحب اڈورڈو اور جنرل لین صاحب سے شامل اور اُن کے
 مکان میں مجتمع ہوئی تھی بہت اصرار کیا تو اُن کے اصرار سے ایک سنٹری پورے پر کھڑا ہونے لگا مگر سوائے ایک سنٹری کے دوسرے
 نہیں رہتا تھا۔ اور یہ شخص جو متر ہوا اُسکی جی یہ کیفیت تھی کہ مکان کے ایک پہلو میں ایسے مقام پر کھڑا رہتا تھا کہ اگر کوئی شخص دیر
 طرف سے آکر اُن کا مہتر خواب پر تمام کر دیتا تو اُسکو اُدھر کی خبر بھی نہ ہوتی۔

پنے کئی گھوڑے نمون) وہ ضرور یہ چاہتا کہ لاؤ اسکو جست و یکجیت کشتری ملاقات کر اؤن۔ پس اسطورتے
چھوٹے کام لگو عاجز کر دیتے جو وقت اور کام میں صرف ہو سکتا تھا وہ وقت اور قوت زیادہ تر بیکار صرف ہوتی
باتون کے لحاظ سے راو لینڈی کا جانا بہت اچھا ہوا۔ انکے فٹنٹ بھی نرالے تھے منگڑی بیٹھکوں و سینگڑ سن
بڑنس صاحب لاہور میں تھے اور زور و سن صاحب بنگلن اور کارٹن صاحب پشاور میں تھے۔ یہ وہ لوگ تھے
ہر کسی بات کو سوچے اور ادھر اسکا انجام ہو گیا۔ ادھر ایک خطرہ دیکھا اور ادھر اسکا دفعہ ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے
نرجان لائس کی نصیحت میں اسطورتے کام کرتے تھے کہ انکی موجودگی میں کبھی ویسی سخت غٹ نہ کرتے۔ خاص کر
نرئی صاحب کے پاس سے براہ تیسرے دن رپورٹ آیا کرتی تھی جہاں ان تمام خبروں کا کب باب درج ہوتا تھا جو

سرتی حصہ پنجاب کے تمام فسران ضلع کے پاس سے لاہور میں آتی تھیں۔
اگر شاید کوئی یہ کہے کہ کسی اور مقام پر جان لائس کا رہنا زیادہ تر قریب مصلحت تھا تو وہ بھی ممکن نہیں ہے۔
راو لینڈی گزٹڈ ریزٹنٹ کی سرک پر ایسے مقام میں بھی جہاں سے شمالی اور مغربی دونوں طرف کی سرحدیں گذر
ممکن تھا پشاور ایسے ضروری مقام کی خبر تار کے ذریعہ سے ساعت بساعت پہنچتی تھی اور جو کام میں فن آگئی تھی بن
وہاں کام کرتے تھے انکے پاس اور دوسرے اطراف میں وہ اپنی خواہشوں اور رایوں اور احکام سے لاہور تار گھر
جانندہ کرناں اور دہلی کو خبریں بھیجتے تھے اور جب تک شکل خط و کتابت بند نہیں ہوتی (بند ہو جانا بہت اچھا تھا)
اسوقت تک سپرنٹنڈنٹ کو فٹنٹ کے پاس کلکتہ کو بھی خبریں روانہ کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ "بھکوتا رہے جسے دینا
بہت اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ کچھ نام میں خبر ہو جاتا ہوں تاہم نہ تو وہ مجھ سے اپنے دلائل بیان کرتے ہیں اور نہ میری
ویلیں پوچھتے۔" پس اسطورتے وہ ضروری مقام کے قریب تھے اور پھر کسی کے بھی قریب نہ تھے۔ انکو نہانی جمع خرچ
نجات حاصل ہو گئی تھی اور اس کثیر التعداد و صلح کاروں کی مصلحت سے بھی بچکا را لگیا تھا جہاں اگر حضرت بہائی
راے بھی طلب کی جاتی تو انکی تمام قوت اور زور اور خپتی اور اتفاق ختم ہو جاتے لیکن اس نازک وقت کے مناسب
کوئی راے نہ پیدا ہوتی۔ افسروں کی بھروسے نجات پاکر جان لائس زیادہ اطمینان اور وسعت خیال کے ساتھ
اس معاملہ پر بیٹھتے مجموعی غور کرنے کے لیے زیادہ توجہ گاہ سے کارروائی کر کے اپنے قائم مقام سیکریٹری جین صاحب
اور اورڈورڈ تھارٹن صاحب کشتری ضلع کو مستثنیٰ کر کے جوہر روزانگی ملاقات کے خواہشمند رہتے تھے اور جنھوں نے
میرے سامنے لنگو میں اپنی استعداد اور تہتال اور بہادری کا بہت عمدہ ثبوت دیا ہے وہ بالکل تنہا رہتے تھے اور
ان بند مقام پر بیٹھے ہوئے اپنے تمام صوبے پر اسکو اپنے قبضہ میں رکھنے کے لیے نگاہ کرتے جاتے تھے جیسے
بندی پر اڑھانا ہے۔ مگر انکی نگاہ اپنے اشیانہ ہی پر رہتی ہے۔ اور ان کے باہر بیٹی وہلی کابل اور کلکتہ پر بھی نگاہ تھی
ایران پر جو ابھی فتح ہوئی تھی اور جنگ چین پر جو اب شروع ہو رہی تھی اسپر بھی انکا خیال رجوع تھا اور اس بات

اندازہ کرتے جاتے تھے کہ ہر ایک کا اثر ہیئت مجموعی اس معاملہ پر کہاں تک پڑ سکتا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کے طبعی خواص کو خوب جانتے تھے کہ کون پیٹ کا ہلکا اور کون مستین کون محتاط اور کون بدحواس کون پست و چالاک اور کون مست مزاج ہے اور اس لیے جو رپورٹیں وہ لوگ روانہ کرتے تھے انکو وہ مناسب وقعت دیتے تھے۔ وہ خوب جانتے کہ بہت دلائلے یا خبردار کرنے کے لیے کس قسم کی عبارت استعمال کرنا اور جہاں ضرورت ہو وہاں کشادہ دلی اور سچائی سے تعریف کا درپاس طور پر بہانا اور پھر (گو ایسے افسروں کے ساتھ یہ کبھی نہیں ہوا) تنبیہ کا تازیانہ کیونکر لگانا چاہیے۔

سِر جَآن لائسنس جس استعارہ کے بہت شائق تھے اسکو استعمال کر کے ہم کہتے ہیں کہ وہ اس بات سے بہت ہوشیار رہتے تھے کہ انکے گھوڑے اپنی راہ نہ جانے پائیں بلکہ بہتر سے بہتر یہ سمجھتے تھے کہ انکا کوچاں ہر وقت کوج کس پر بیٹھا ہوا ہاتھ سے ہر وقت راس تھامے ہے اور اسکی نگاہ ہمیشہ سڑک کی طرف لگی ہے کہ کوئی خطرہ نہ پہنچنے پائے جسکو وہ کوچاں کی طرح بلنکر (پٹے) لگائے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتے تھے (یعنی خاص اپنے صوبے کے کاموں میں اسقدر مشغول تھے کہ سوائے انکے اور کسی بات کا خیال نہیں کر سکتے تھے)۔ جَآن لائسنس کے ماتحت افسر اس بات سے واقف تھے اور اُسکے سبب سے خوش تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انکو حکومت کرنے کا مرج ترین حق حاصل ہے اور اگر وہ کسی شخص یا معمولی آدمی کی کمزوری کو جائز نہیں رکھتے تھے تو اُسکا اصل باعث یہ تھا کہ رفاہ خلایق کے کاموں میں وہ بہت سرگرم تھے۔ اگر ماتحتوں کو سستی کے وقت وہ تازیانے سے سزا دیتے تھے تو اپنی طبیعت پر بھی وہ انتہا سے متنبہ کاہر کرتے تھے اور اگر وہ اپنے ماتحتوں کو کم بچاتے تھے تو اپنے کو اُس سے بھی کم بچاتے تھے۔

یہ بات تھوڑی بہت اُن تمام اشخاص کو جو انکی ماتحتی میں کام کرتے تھے یا جنھوں نے ہندوستان کے غدر کی پوری تو اسخ کبھی پڑھی ہے معلوم ہے کہ کیونکر وہ اپنا کام کرتے اور کیونکر اُس کام کا منصوبہ باندھتے تھے اور کس طرح سے بڑی بڑی دور کی باتوں کا لحاظ کرتے تھے۔ لیکن شاید انکی سوانح عمری کے راقم کی طرح اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہوں گے کیونکہ وہ ہمیشہ ہر روز بلکہ ہر گھنٹے اس اعتبار سے اُنکے ساتھ رہا ہے کہ جو ڈھیروں کا غذات صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات سے سِر جَآن لائسنس کے نام آتے اور انکی طرف سے اُن لوگوں کے نام جاتے تھے اُن سب کو راقم نے حرف بحرف پڑھا ہے سِر جَآن لائسنس کے ماتحتوں میں سے بیشک ہر شخص نسبت اور اشخاص کے اس بات کو بہتر جانتا ہو گا کہ انھوں نے بذات واحد اُس شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ لیکن جس شخص کو میری طرح کل کا غذات کے کٹھا پڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے اس بات کو مجھ سے بڑھ کر نہیں جان سکتا ہے کہ ہیئت مجموعی وہ سب کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے کیونکہ وہ ہر ایک دور اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور کیونکر وہ دیرہ جات میں دسل بارہ سواریوں کے بھرتی ہونے کے طریقہ کو اُسی غور کے ساتھ دیکھتے تھے جس طرح برنارڈ ریڈ ولسن گریٹھڈ نائرسن چیملبرن اور کلسن صاحب نے خط کتابت کر کے اُس اہم کارروائی کی پیروی اور ایک طور سے حکم اور ہدایت کرتے تھے جو آہستہ آہستہ اور بیخ دی کے

کے ایسے محفوظ مقامات پر لے آؤ جہاں انکو کثرت سے نینا کا کم کرنا ہے۔ ہر ایک موجودہ تربیت کی تعداد کو کثرت سے
 بھاؤ۔ بروقت ضرورت جدید تر بنیں بھرتی کر لیکن یہ کام مناسب احتیاط کے ساتھ انجام کرو اور اس بات کو یاد رکھو
 کہ جس ہتھیار سے تم اپنے کو مسلح کر رہے ہو اگر وہ اچھے شخص کے ہاتھ میں نہ دیا جائیگا تو تمہارے ہی مقابلہ میں چلایا جائیگا
 تو احوال و ان سپاہیوں کا تاک رکھو انکو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دو اور ہر حد کے متفرق قلعوں کو جہاں کی آبادی اُنکے
 مخالف ہے اور جہاں اتفاق سے اُنکی کارروائی کا عمل میں آنا دشوار ہے انکو بھیج دو۔ اگر وہ کوئی علامت غد کی ظاہر کریں
 تو فوراً اُنکے ہتھیار کھالو۔ اگر وہ غد پر پا کر چکے ہوں تو بصورت اسکان اسی جگہ پر قلع قمع کر دو اگر وہ بھاگ جائیں تو ویسی
 باشندوں کو بھڑکا دو کہ وہ سب ملکر انکا شکار کر ڈالیں۔ اگر ابتدا میں دو چار سخت کارروائیاں کی جائیں گی تو آخر میں کثرت و قوت
 بہت کم ہو گا۔ تمہارے جن جن اضلاع میں کچھ سردار ہوں انکو دریافت کر دو اور انہیں سے جو سلیقہ جنگ اور ہندوستانیوں
 قلعی عداوت رکھتے ہوں اُنکے نام و وجہ فتنہ کر لو۔ مناسب مقامات میں اوٹ اور بار برداری کے جانوروں کو جمع کرو
 تاکہ وہ فوج جو آگے بڑھ رہی ہے نہایت عمدہ حالت میں غنیمت کا تقابل کر سکے۔ پولیس کے سواروں کو ایک جگہ جمع کر دنا کہ
 جس مقام پر خطر ہو فوراً وہ اس مقام پر پہنچ کر ہر مفید کو ابتدا ہی میں رفع دفع کریں۔ تمام ہندوستانیوں کو امانت
 یا ضرورت کے حدود سے موقوف کر دو۔ ہر ایک سیاح فقیر کو گرفتار کر لو ہر گناہ پر پھر رکھو اور ہر سپاہی کی چٹھی کو جانچ لو
 انتظام ملک کا کام حسب معمول ہر مقام پر جاری رکھو۔ اگر تم اطمینان کے ساتھ ہو گے تو اور لوگوں کے مطمئن رہنے میں بھی اثبات
 کر سکو گے۔ اپنی ذمہ داری سے کام کر لے میں خائف نہ ہو بلکہ جو کچھ واقع ہو اسکی نسبت ہر امر سے مجھ کو اطلاع دو اور جو کچھ
 حکم کرو اس سے مجھ کو بتاؤ ہو خبر دو۔

چنانچہ اس حکم کے اتباع میں اور بعض صورتوں میں (خاص کر کے پشاور اور لاہور میں) دورانیہ پشی کا خیال
 کر کے پنجاب کا ہر ایک منصب دار خبردار رہتا اور اسطرح سے کارروائی کرتا تھا کہ گویا گل صوبے کی حفاظت خاص اسی کی
 ڈالنی کو کوششوں پر منحصر تھی۔ ہر شخص کا بہت قول تھا کہ آج میں ہاشم کہ روز جنگ بپنی پشت میں۔ ابن ہاشم کا در بیان
 خاک و خون مٹی سرے۔

اُن پہنچ کر تھنٹوں میں سے چو پشاور کی محافظ تھیں۔ بلکہ یہ کیسے کہ جنگ کے سبب سے پشاور محصور تھا اور سب سے
 زیادہ بدلتن تصور کی جاتی تھیں انکو کائن اور اور ڈور ڈوس صاحب نے اسی روز جس دن میرٹھ کے غد کی خبر پہنچی
 دو حصوں میں تقسیم کر کے ہندوؤں کے خیالی حملے کے روکنے کو چھٹی شب قدر اور ابا زئی کے سرحدی سنان تھانوں پر
 بھیجا۔ اسی تاریخ پر تھنٹ نمبر ۶ جو مشتبہ تھی اور در پشاور کے دوسرے کنارے پر ہنگام نوشہرہ تعینات تھی اور ثناء
 نوشہرہ اور انکے کے درمیان کے راستے میں غل بھی ڈال سکتی تھی شمالی جانب پٹاروں پر مردان کو جو گانڈیش کی پٹ
 صدر مقام تھا بھیج دی گئی۔ جان لائسن کی ہدایت کے مطابق یہ بے نظیر سیاہو ڈیڑھی صاحب کی ہتھی میں یکبار

نوشہرو کی طرف روانہ کر دی گئی اور ہجر اسکے راستہ میں کسی مقام پر ٹھہر کر دم لینے کا موقع دیا جاتا وہ انکاب پہونچا دی گئی اور وہاں سے بلاتوقعت دہلی کے معرکے کو روانہ کی گئی۔ جنرل رابرٹسن نے جس طرح کابل سے قندھار کو کوچ کیا تھا ایک مرتبہ اور اسکی کیفیت آنکھوں کے تنے پھر گئی۔ جان لائسنس کی اجازت خاص سے اڈوورڈس صاحب اور انگلن صاحب جو کوچ کرنے کے بادشاہ تھے اپنی عملداری کے رعب و سطوت کو کام میں لا کر دیرہ جات کے جنگلی مگر موافق خوانین سے متقاضی ہوئے کہ وہ ہماری مدد کے لیے ایک ہزار تانہ سوار بھرتی کریں۔ شمالی اور مغربی سرحد کے ہر ایک مقام سے یکبارگی غیر قواعدان سپاہیوں کی غنیمتیں خطرے کے مقامات پر گینہ نیرن کا کام کرنے کے واسطے یا نقل کرنے والے کام فوج کی شرکت کے لیے یا آخرین دہلی کے معرکے میں شریک ہونے کی تیاری کرنے کے ارادہ رواںہ ہوئیں۔ انہیں سے اول پنجابی پلٹن تھی جو کوئٹہ صاحب کی ماتحتی میں تھی اور جسکو جان لائسنس نے اپنے ایسے تحمل اور عفو سے اس آزمائشی وقت میں بھی مقام بنون روک رکھا تھا اگرچہ اسکا روکنا ناممکن العمل تھا۔ اسنیل میں پنجابی دوسری پلٹن بھی تھی جو گرین صاحب کی ماتحتی میں دیرد غازی خان سے آئی تھی اسی طرح چوتھی پلٹن وایلد صاحب کی ماتحتی میں بنون سے اور پانچوین پلٹن واکن صاحب کی ماتحتی میں کوہٹ اور دوم رسالہ پنجاب کا ایک بازو بھی چائرس انگلن صاحب کی ماتحتی میں اس مقام سے آیا تھا۔ مری کے پہاڑ سے جو ٹھیک اتر طرف واقع ہے کساؤن کے گورکھاؤن کی پلٹن آئی اور اسی طریقے سے قواعدان سپاہیوں کی اتالیستوین پلٹن متبعینہ جہلم جس سے آثار بھاؤ پائے جاتے تھے جان لائسنس کی صلاح سے سنان اور دور دراز دیرہ جات میں غیر قواعدان سپاہیوں کی جگہ پر کام کرنے کے واسطے بھیج دی گئی اور بظاہر سفر کی گرمی اور بچھینی سے بناوت کا جوش اور انکاسارا حوصلہ جاتا رہا۔ فتح خان خشک جو ایک نہایت شجاع اور بہادر شخص تھا ایک مرتبہ اور سرحد سے ہماری مدد کے لیے یہاں آیا اور سٹاپٹھانوں کو جمع کر کے گذرگاہ انکاب کے تمام ضروری مقامات کو ہماری مدد کے لیے مستحکم کیا۔

اس مقام پر میں اس بات کو بھی بیان کر سکتا ہوں کہ ابتدا سے غدیرن سر جان لائسنس جو لاہور میں نہ تھے بلکہ راولپنڈی میں تھے تو انکے اور انکے صوبے بلکہ تمام ہندوستان کی ایک بڑی خوش قسمتی کی بات تھی۔ اول تو چند سال سے جس گرمی نے انکی راحت جسمانی پر اپنا اثر پیا کیا تھا اور جس سے اگر موت کا اندیشہ نہیں تو اس بات کا خطرہ ضرور تھا کہ انکو اسکے سبب سے انگلستان کو جانا پڑیگا وہ انکے قومی میں بہت خلل پیدا کرتی۔ ثانیاً اگر وہ گورنمنٹ کے صدر مقام میں رہتے تو ہزاروں چھوٹے چھوٹے جنگلوں سے جو عرصہ سے انکے صوبے میں جاری تھا اور جس میں اب بھی زیادہ دست اندازی نہیں ہوئی تھی جان لائسنس کے ماتحت افسر بھی مثل انکے انجام کر سکتے تھے خواہ مخواہ براہ راست انکے روبرو پیش کیے جاتے۔ سیکرٹن سرکاری نقشوں پر غور کرنا پڑتا اور ہزاروں ملاقاتیں خواہ مخواہ کرنا پڑتیں۔ کیونکہ جس شخص کے پاس کوئی اپنا گھوڑا تھا (اور اس امتحان کے وقت میں امید نہیں ہے کہ ایک شخص کے پاس

جیو ٹری نہیں گئی۔

حیوڑی نہیں لکھی۔

یہ چوڑی نہیں گئی۔
یہ پہاڑی ایک خطرناک مال غنیمت تھی اور وہ اسی تھی جسکی نسبت شاید ہماری فوج کے اکثر صاحب الرائے اور جوفہ
نے اپنے سامنے کے کام کو دیکھ کر یہ خیال کیا ہو گا کہ آگے بڑھنے کی نسبت نہ بڑھنے کی حالت میں زیادہ عمدگی سے کاروائی
کی تین ہزار آدمیوں کی ایک فوج نے منع میں توپوں اور قلیل تعداد میں محاصروں کے آگے وسیع رقبہ کے ایک گوشہ میں ایک
شہر کا محاصرہ کرنے یا اقل درجہ محاصروں کی دھمکی دینے کی کوشش میں مورچہ بندی کی تھی جہاں ۱۵۰۰۰ باشندے تھے
مضبوط خندق شہر کا اور درجہ سے جنگو ہم نے خود بخود ایسا درجہ کر لیا تھا بعد دیکھا اور جہاں ہماری فوج سے
میں زیادہ اور کہیں ہماری توپیں لگی ہوئی تھیں۔ شہر کے اندر ایک سطح خانہ تھا جہاں ہر قسم کے ہتھیار موجود تھے صرف
کیم کی دیکھی اور یہ سب شہر مع اس گل سامان کے ان باغی سپاہیوں سے محفوظ تھا جنکی تعداد ہمارے محل قبلا سے
بہت زیادہ تھی اور جنگو خود ہم نے تعلیم کیا تھا اور جہاں سے وہ تھے اور جنہیں ہر ایک شخص معصوب مذہبی اور قومی جہالت کے
نشانہ میں چور تھا اور ہر شخص اس بات پر کمر باندھ ہوا تھا کہ جب فوج سے بھاگ آنے کے سبب سے ہر وقت آگنی جان کا
خطرہ تھا اور وہ سب سر کرنے اور وہ سب سر کرنے اور جان دینے پر آمادہ تھے۔

شہ میں چور تھا اور ہر شخص اس بات پر حیران رہا۔ اور وہ سب سرکے اوردربان دیئے پرانے دروازے
 منظر تھا تو سرکے میں لڑکے جان دینا کوئی بڑی بات تھی۔ اور وہ سب سرکے اوردربان دیئے پرانے دروازے
 پھر جس وقت ہماری فوج کے سرخاؤں نے اس نامی گرامی شہر ادرکے شہر قلعہ اور گنجان آبادی اور ایک تواریخی
 باتوں اور وقتی وارسجدون اور میدانوں پر لڑنا کیا ہوگا تو انکو یہی معلوم ہوا کہ ہم ایک فعل عث کرنے آئے ہیں
 لیکن اس پہاڑی کے پیچھے گریڈیڈ ہر جگہ زوڈ یعنی بڑی سرک واقع تھی جس پر فادار کے سردار قبضہ کیے تھے اور جان تک
 نظر جاتی تھی اس کے آگے سرک کی سیدہ کے دونوں طرف ملک پنجاب تھا جس میں ابھی تھوڑے زمانے سے انگریزی حملہ راک
 ہوئی تھی مگر لوگ نہایت جنگجو اور تمام مقبوضات ہند سے زیادہ معتد تھے۔ اور پنجاب پر ایک ایسے شخص کا اعلیٰ اختیار تھا جو
 آسیر قبضہ ہونے کے زمانے سے اس کو اپنے اختیار میں رکھتا اور اس کی پرورش کر لیا تھا اور جسے آسیر ہماری ماموست
 قائم کی تھی اور اب تیار تھا کہ وہاں ہے ہر ایک شخص اور قتل اور لائق افسر لیکر وہاں کو بھیج دے اور ایک شخص اور ایک
 افسر بھی وہاں نہ رہنے دے۔ یہ بھی نہیں بلکہ اس شخص کی خواہش یہ تھی کہ اگر ممکن ہو تو وہاں کا تمام منظر اپنی سرحد کی طرف
 کو لے اور وہاں کو جسیر تمام سلطنت کا دار مدار تھا چاہے اور اس پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دے پس جو لوگ خیال کرتے تھے
 کہ گریڈیڈ ہر جگہ زوڈ ایک ایسے صوبے کو گئی ہے جان کا ہر ایک شخص اپنی ٹھیک جگہ پر تعین ہے (اور اسی کے راستہ سے
 ہماری مدد کو بھیجیل و تواتر فوج ان سکون کی دہریہ زمینوں جو ہمارے سپاہیوں میں ملی تعین اور قدیم سکھ سپاہیوں کے وہ لوگ
 جو ہمارے مقابلین تھے اور سرحد کے وہ اکثر مسلمان جنہوں نے اکثر ہماری جان ہم پر وبال کر دی ہے آئیکے۔
 چکر وں اور بارہواری کے جانوروں کی بڑی بڑی قطاریں اور گولیوں اور گولوں کے زخا اور تمام
 سامان رسد اور سامان حرب اور مزید ہر ان کوئی صاحب زوڈ یعنی صاحب وہاں اور دیگر صاحب فائدہ اور دوسرے صاحب

جیبرٹن اور انگلش صاحب ان سب کے آنے کی راہ یہی تھی اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ راولپنڈی سے کل صوبہ سرخان لائسنس حد سے زیادہ محتاط آدمیوں سے اصرار کر رہے ہیں اور زیادہ بیباک آدمیوں کو پیچھے ہٹا رہے ہیں اور سب کے دل میں اتحاد و اتفاق سے کام کرنے کا خیال پیدا کر رہے ہیں اور ہر کام کو دیکھ بھال کر اسطور سے انجام کر رہے ہیں کہ کبھی اُسین ناکامی نہ ہو اُنکے قابو میں تازہ جان آگئی ہوگی اور سمجھنے لگے ہو گئے کہ اگر ناممکن شے ممکن ہو سکتی ہے تو انھیں کے ذریعہ سے ہوگی۔

باب دوم جان لائسنس اور حُکومت علیٰ غدر مسی لغایت جون شمع

باب آخر میں میں نے وضاحت کے ساتھ اُن تدبیروں کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے جنکو سرخان لائسنس اس غرض سے عمل میں لائے تھے کہ اس غدر کے اعضا پر نہیں بلکہ اُسکے دل پر کاری ضرب پڑے اور اپنی اُس فوج کے جنماع اور کوچ کا بیان کیا ہے جو شملہ کی سرچوٹیوں سے دہلی کی شتعل بھٹی تک انکی موجودگی اور ولولہ کو کچھ سمجھنے لگی تھی۔ اب اُنکو صرف اُس صلاح کی صوابدید کا دکھلانا باقی رہا تھا جو انھوں نے دی تھی اور جسکو بعض لوگ جو انفرادی گرساتھ ہی اُنکے بے وقوفی کی صلاح تصور کرتے تھے اور جس حالت میں وہ اپنے صوبے کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور ہر طور سے اُسپر حکمرانی کر رہے تھے کہ گویا ایک بڑی اہن و امان کا زمانہ تھا یعنی سپاہی اور روپیہ اور سامان جنگ اُس عظیم اور مرکز خطرناک کے واسطے بھیج دیا تو کیونکر انھوں نے ان معاملات کو انجام دیا۔

لاہور اور امرتسر یہ دونوں مقام بچا لیے گئے تھے فیروزپور اور پھلوکر کو ٹنگرٹی صاحب اور اُنکے ساتھیوں سے تقویت دی گئی اور انگریزی حکومت کی خوش قسمتی سے وہ وحشت ناک خبر جو تار پر آئی تھی ابھی تک صرف انگلش حکام کے کانوں تک پہنچی تھی۔ لیکن دیکھنا چاہیے کہ پنجاب کے دور دراز حصوں یعنی ملتان اور سیالکوٹ ہزارہ اور دیرہ جات اور سب سے بڑھکر پشاور کی کیا کیفیت تھی۔ ہر ایک طریقہ میں جسکی پیروی کی جاسکتی تھی خطرہ ہی خطرہ تھا لیکن چند ہی گھنٹے کے غور و فکر میں جان لائسنس پر بخوبی تمام ثابت ہو گیا کہ کس طریقہ کے اختیار کرنے میں خطرہ کم ہے اور وہ سبھی اسی طریقہ میں مشغول ہو گئے۔

غدر کے ان ابتدائی ایام میں سرخان لائسنس نے اپنے صوبے کے ماتحتوں کو جو چھٹیاں لکھی تھیں اُن میں عام طور پر یہ اصول ظاہر کیے گئے تھے۔

”غیر قواعد و ان سپاہیوں اور پنجاب کے باشندوں پر علیٰ العموم بھروسہ کرو لیکن قواعد و ان سپاہیوں کا اعتما ست کرو۔ غیر قواعد و ان سپاہیوں سے جو کام تم کمال سکتے ہو اُسکو نکالو سرحد سے جہاں اُنکا کام ختم ہو چکا ہے اُنکو اندونی

سیر سے پیادے شہر شہری۔

آپ کی مختلف پٹیوں کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں مجھ کو دل سے اس بات کی امید ہے کہ جو کچھ میں نے جنرل آئین کو
نفاذ میں کوئی ایسی بات نمونگی جس سے انکو اپنے بہتر مرگ پر اور بے چینی ہوئی ہو۔ عاشقا میرا مقصد یہ تھا کہ میں انکو کوئی
خانا یا اکادہ دلکشا میں نے فقط اسقدر ظاہر کرنا چاہا تھا کہ وہ بڑا نازک وقت تھا اور میں نے پاؤں گویا قبر میں لٹکے تھے جس
پندل سے مجھ کو ولایتی سپاہیوں کا خیال ہے شاید اس سے بڑھ کر کسی شخص کو نمونگا کیونکہ میں انکی قدر قیمت خوب جانتا ہوں
میں بعض وقت ایسا کہتا ہے کہ انکو تو اس کے سلبے کرنا پڑا ہے۔ اب تک تو مجھ پر اس قسم کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی کہ اسان حرا
ارکوح کرنے کے لیے ضروری اسباب سے وہ ایسے منتقل تھے۔

جوانمردانہ کثرت و بخت کے پاس تھے یعنی جو چرچائی کرنے کی راے کے خلاف تھے انکو کبھی یہ خیال نہ گذرا کہ وہ ایک ایک
نور سے دنوں بعد برسات شروع ہو جائیگی اور وحشت اگرچہ دہلی پر قبضہ کرنے میں تاخیر کر گئے تو پھر تک موسم سرما کا جب انتظار کرنا پڑا
لیکن میں ان افسروں سے پوچھتا ہوں کہ اس زمانے تک پریشانی کیا کیفیت ہو جائیگی سوا سے اگلے کچھ نمونگی کرنا
و شمنوں کے قبضہ میں آجائیگا۔ ہماری سب سپاہ (سپاہ سے گورنوں کی سپاہ مراد ہے) جس مقام پر جس قعدہ سے کھڑی
ہو جائیگی وہاں سے اسے ملتی لیکن اور کچھ نہیں کر سکتی تھی اور ایسی قوا عددان سپاہیوں کی نسبت میں یقین کرتا ہوں کہ وہ
سب بظن اور ساتھ اعداد میں بلکہ اکثر غیر قوا عددان ہندوستانی سوار بھی انھیں کے غمخوار ہیں لیکن انہار کے سپاہیوں کو
ان سب سے بدتر کرنا چاہیے۔ میں پوچھتا ہوں کہ انہار میں اور کئی جیسے سے جو دردناک گئی تھی اسکا نشان کیا تھا اسکے
بانی کار کو ان لوگ تھے بشرط جانتا ہے کہ یہ ہندوستانی ہی سپاہیوں کی شرارت تھی۔

میں دیکھتا ہوں کہ جن ہندوستانی سپاہیوں نے شہر چھوڑا ہے انکے ساتھی ہی بڑا کر کے میں حفاظت ہے کہ انکو غلام
کیا جائے یا انکے ہتھیار لے لیے جائیں اگرچہ یہ نہیں کر سکتے ہیں تو ہر وقت انکی طرف سے یہ کھٹک ہوگا کہ وہ کیا کرنا
ہم پر پٹ پڑیں اور ہوا ایک دھمک صدر ہو چکا میں غلامہ برین جب سے زیادہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک عہد سپاہ
انکی لڑائی کے لیے مقرر کریں تاکہ ہوا اگر کمزوری حاصل ہو تو ایسے وقت میں جو ہر ایک پریشانی جو شمنوں کے مقابلہ میں
کوڑا کیا جاسکتا ہے غیر کامیابی طرح سے کر لے۔

اسطور پر اب آخر کا چیف کشر کے نہایت اہلکار کے ساتھ جنرل بٹنارڈ کی فوج پوری منزلوں طے کرنے کے
ارادہ سے دہلی کی طرف جانے لگی۔ جنرل بٹنارڈ علی پور میں جو انکی تعیناتی کے مقام سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے
۵۔ جن کو کہہ رہے۔ لیکن یہاں انکو محاصرہ کے تو چھاننے کے اظہار میں ٹھہرنا پڑا جو بھلو سے آنے والی تھی اور کچھ اس سپاہ کا
بھی انتشار تھا جو بیگزینڈ جنرل و فتن کی تھی میں دریا سے جہاں کے دوسری طرف میرٹھ سے آتی تھی۔ جنرل بٹنارڈ کو
ان میں سے کسی کے کے اظہار میں زیادہ وقت نہیں کرنا پڑا کیونکہ وہ سروسے ہی روز میرٹھ کے وقت چند ماہوں کے

جنگو وہ لوگ جو فوج مذکور کی حفاظت کے ذمہ دار تھے اور جنگو معلوم ہوا کہ کیا گذرا بہت واجبی طور سے معجزہ خیال کر سکتے تھے محاصرہ کا تو پچانہ پہونچ گیا۔ محاصرہ کا تو پچانہ تیاری کے حکم پہونچنے پر نامعتبر کوششوں سے سات دن کے عرصے میں مرتب کیا گیا۔ لیکن نیپلورا بنالہ سے اتنی میل کے فاصلے پر تھا۔ خود ہماری فوج سے ایسا بدرقہ تیار نہیں ہو سکتا تھا جس پر بھروسہ کیا جاسکتا اور ان دونوں مقاموں کے درمیان دریا سے تلج کا دھارا اکھین نکالتا ہوا بہ رہا تھا ہر گشتہ اسکا پانی بڑھتا جاتا تھا اور سوائے کشتیوں کے جنگو ایک جگہ جمع کر کے اترنے کی تدبیر کی گئی تھی اور کوئی نل نہ تھا۔ یہ اصل میں ایک لگوڑ دوڑ تھی جسکی بازی ہوا اور موج سے لگی ہوئی تھی اور محاصرے کے تو پچانے لے دو گھنٹہ میں یہ بازی جیت لی۔ کیونکہ آخری توپ کے اس پار پہونچنے کے بعد دو گھنٹے بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ نل ایک طرفہ اعلین میں بگیا۔

پھلوور کی تیسری رحمت کے سپاہیوں کی نسبت جنھوں نے محاصرہ کے تو پچانہ کی حفاظت کرنے کو کہا تھا پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ دل میں ہم سے بظن ہیں۔ اور انھوں نے جو علیحدگی اختیار کی تو اسکی ایک معقول وجہ ہے۔ ایک نازک وقت یا غفلت کے وقت میں انھوں نے ہماری توپوں کو دریا کے اس پار روانہ کر دیا اور جب وقت پل بگیا تو انھوں نے دیکھا کہ ہم اب اور طرف رہ گئے۔ بالفضل انکی خدمتیں معطل رکھی گئیں اور راجہ صاحب نا بھہ نے جو ہمیشہ مدد دینے پر مستعد رہے بدرقہ کے لیے ان لوگوں کے بدلے اپنی فوج کے آدمی ساتھ کر دیے۔ ۲۷- تاریخ یہ فوج انبالہ میں پہونچی اور پانچویں دہائی پٹن کی سازشوں سے بچ کر تاریخ ۶- جون خیرل برنارڈ سے اکر مل گئی۔

ساتویں تاریخ وٹسن صاحب کا قلیل بریگیڈ جسکو اپنے میرٹھ کے مختصر سفر میں دو مرتبہ دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور دو مرتبہ دہلی کی طرف واپس بھیجا پڑا پہونچ گیا اور اس کے دوسرے روز دونوں فوجیں اس فتنہ دہی سے خوش ہو کر جو انکو حاصل ہوئی تھی اور اس اشتیاق کے جذبہ میں کہ انکی فوجیں اور عورتوں اور بچوں کا جو بچا خون ہوا تھا راہ میں جو کالا آدمی لمبا لچکا اور تلوار کر گیا اس سے انتقام لینے شادان و فرحان ہو کر ایک ساتھ روانہ ہوئے۔

”بادلے کی سرائے کی نامی گرامی جنگ میں جو صبح کے وقت واقع ہوئی تھی ان لوگوں نے دشمنوں کو ایک مضبوط مقام سے جسکو انھوں نے دہلی سے پانچ میل کے فاصلے پر منتخب کیا تھا ہٹا دیا۔ اور پھر ایک دوسری جنگ میں جو ماہ جون کی عین نمازت آفتاب میں واقع ہوئی تھی انکو ایک دوسرے مقام سے بھگا کر شہر کے اندر کر دیا۔ دشمنوں کو کامل تباہی حاصل ہوئی۔ ہم نے انکی تیرہ توپیں جین لین اور ایک مرتبہ پھر اپنی چھاؤنیوں کے خود مختار مالک ہو گئے اور وہ پہاڑی بھی ہمارے ہاتھ آگئی جہاں آئندہ ۱۲ ہفتے تک ان اذیتوں اور تکلیفوں سے جو انسان کے گوشت و استخوان پر پڑ سکتی ہیں اس قسم کی کوئی بات باقی نہیں رہ گئی تھی جو ہم لوگوں پر نہ گزری ہو اور جہاں سے ہم دشمنوں کی تنبیہ کے سوا کبھی نیچے نہیں اترے اور جب تک وہ مجرم شہر جسکو وہاں سے خوف دلایا جاتا تھا یا بچ تو یہ ہے کہ جو اسکو خوف دلاتا تھا ہاتھ نہ آگیا اسوقت تک

نہایت کی مہارت کے روز ایک ایسی جہتی کے کھینے میں مصروف رہے تھے جس میں گزشتہ باتوں پر لازم لگانے کا کوئی
 وہ نہیں تھا اور خاص کر یہی بات بیان کی گئی تھی کہ پنجاب سے بہت جلد ملک کی فوج روانہ ہونے والی ہے۔
 جان لارنس اور گائڈر پینٹن کے مابین غدر کے اول دو ہفتے کے زمانے میں جو خط کتابت ہوئی تھی اس کے
 والٹ کے ساتھ میں نے اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ بغیر اس قدر حالات کے بھی پڑے ہوئے مصنف کے اس طریقہ
 و حرکت عملی کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ تکرار اس امر سے تعلق نہیں کرتی ہے کہ کون تجویز زیادہ صحیح تھی اور ان سب
 شرطوں کے ساتھ اصل کر کے چاہی گئی تھی چنگو خاص فوجی حکام یا وہ لوگ جو موقع اور وقت کی مصلحت کو جانتے ہیں
 بلکہ سلسلہ کو یہ ہے کہ ہیئت مجموعی جان لارنس نے کل حالت معاملات پر سطح غور کیا اور کس طریقہ سے اس بات کو ثابت
 کر دکھایا کہ جو نقصان اس وقت واقع ہو رہا ہے یا جو غدر کے پھیلنے سے آئندہ ہو گا اس کا پورا کرنے والا ہیں ہوں۔ خود
 غدر کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کاریہ موقع انہیں کے ہاتھ آیا۔ اول چند روز کی تدبیروں سے بخوبی مشکف
 ہوتا ہے کہ سر جان لارنس ایسے نہ تھے جو موقع کی کارروائی کرنے میں قاصر رہ سکتے۔ بیشک اس امر میں ذرا بھی
 گنجائش اعتراض نہیں ہے کہ جان لارنس نے جرنل پینٹن کو یہ بہت صاحب رائے دی تھیں کہ انہار کے سپاہیوں سے
 فوراً ہتھیار رکھو ایسے جائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو دہلی پر چڑھائی کی جائے۔ اور انہار اور میرٹھ سے ایک ہی طور پر
 بمحلت فوج روانہ ہو۔ بعض حکام پر اسے دیتے تھے کہ جب تک انجمنستان سے مدد نہ پہنچے اس وقت تک دہلی کو اسی طرح
 چھوڑ دینا چاہیے اور باغیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا چاہیے لیکن اس کا جو نتیجہ ہندوستان پر پڑتا وہ اس
 بات سے بخوبی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ دہلی کا نام اور عرب اور خاندان مغلیہ کا نیا اختیار پاشا ور سے گلگتہ تک ہر ایک
 چھادنی اور بازار کے سپاہی پر اپنا اثر پیدا کرنا تھا اور جو سوت ہم نے دہلی پر دھکی دی بلکہ اس کے ستر ہونے کے وقت تک
 وہ اثر برابر قائم رہا۔

انہار کے باغی سپاہیوں کی نسبت دیوان کے فوجی حکام کی حکمت عملی صاحب نہیں تھی بلکہ سر جان لارنس کی
 حکمت عملی صاحب تھی چنانچہ بات نتیجہ سے بلا شک و شبہ ثابت ہو گئی۔ ایک رسالہ اور دو پینٹن ان تین محبتوں سے
 کئے ہتھیار رکھو اے جاسکتے تھے (لاموڈین ابھی سے رکھو ایسے لگے تھے اور پاشا و مین مغرب اس طور سے ان کے لینے کی
 تدبیر ہوتی تھی کہ ایک قطرہ بھی خون کا نہ گرنے پائے اور ایک ضرب بھی نہ چلنے پائے) ایک محبت (یعنی لیٹ کیوٹری) (یعنی لیٹ کیوٹری)
 اس غرض سے کہ وہ زیادہ مغرب نہ پہنچا سکے حصہ حصہ کر کے ایسے مقاموں پر بھیج دی گئی جہاں اس کی کوئی ضرورت
 نہ تھی۔ پینٹن نمبر ۱۔ انہار میں ایک اور جماعت کے ساتھ جو حفاظت کے لیے مقرر کی گئی تھی چھوڑ دی گئی۔ اور آخر کو جب یہ
 دریافت ہوئی کہ اس چٹ کے لوگوں نے فحاصہ کے توپخانہ کی توپیں چھپتے میں سازش کی تھی تو ان کے ہتھیار لیے گئے اور
 انتہہ غور پر جا کر باغیوں کے شریک ہو گئے۔ پینٹن نمبر ۲ کی نسبت گائڈر پینٹن نے تجویز کیا تھا کہ جب وہ آگے بڑھیں

تو اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔ لیکن جب انکی قلیل ولایتی فوج نے خاص اپنی فوج کے مشتبہ دشمنوں کے علاوہ ایک اور زیادہ مشتبہ دشمن کا مقابلہ کرنے سے انکار کیا اور یہ انکار کچھ بیجا نہیں تھا تو کمانڈر انچیف نے اپنے ہمراہ لے جانے کے بدلے ان لوگوں کو رہتاک بھیج دیا اور یہاں تھوڑے ہی دنوں کے بعد انھوں نے غدر پیدا کر کے اپنے افسروں پر گولیوں چلائیں اور باغیوں کی جماعت کو تقویت دینے کی غرض سے دہلی چلے گئے۔

سرسری بڑا ناز ڈانس ملک میں ابھی نئے نئے آئے تھے اور اس سبب سے انکی بعض بعض ذاتی مشکلوں نے بھی انکو بتلا کر رکھا تھا۔ لیکن انھوں نے بہت جلد اس امر سے چھٹ کشتہ کی دھجی کی کہ جسوقت میں کام میں ہاتھ لگاؤ گا تو پھر اس سے منجھ نہ موڑو گا۔ چنانچہ جس روز انکے جانشین سابق نے انتقال کیا اسی روز سرسری بڑا ناز ڈانس یہ تحریر کیا۔

ابنا میں ضروری سامان جنگ آج تک نہیں پہنچا آج البتہ میں انکے پہنچنے کا فطر ہوں۔ میں نے تجویز کیا ہے۔ (میں ضمیر و احتکام اس جہت سے استعمال کرتا ہوں کہ جب میں کل رات کو یہاں پہنچا اور جنرل ٹینن نے کمان میں سے سپرد کی تو سو ہے ان چپا کے اور کوئی شخص مجھ کو بچاتا تک نہ تھا) کہ محاصرہ کے تو پٹانہ کا انتظار نہ کروں بلکہ آج جسوقت چھ پونڈ والی توپوں کا نو پونڈ والی توپوں سے بھی تبادلہ ہو جائے تو کل باقی ماندہ سپاہ ابنا سے لینا آؤں۔ فوج محاصرہ کی نگرانی سرسری بڑا ناز ڈانس نے اپنے ذمہ لی ہے نمبر ۱ ہندوستانی پلٹن کو میں نے علیحدہ کر کے اس کام کے لیے روانہ کر دیا ہے کہ وہ باغیوں کا راستہ روکے یا اگر وہ آگے بڑھنے کا قصد کریں تو انکو پیچھے ہٹائے۔ ابھی تو یہ دھکی سی دھکی مذاوم ہوتی ہے لیکن اس انتظام نے ان سپاہیوں کے لیے ایک مغرور کام بھی نکل آیا اور وہ علیحدہ بھی ہو گئے۔

اور اسکے دوسرے دن سرسری بڑا ناز ڈانس یہ چٹھی لکھی۔

میرٹھ کے بارہ میں مجھ کو کچھ کہنا نہیں ہے مگر کہا جائے تو بہت کچھ ہے۔ میں شک نہیں کہ اگر آپ کی ولایتی فوج ہر ایک سرکاری مقدمہ الجیش نہ بنادی جائے تو اس ملک میں ہر وقت موت کا سامنا ہے۔ ابنا میں بھی بڑی استعدادی اور سرگرمی کی گئی لیکن ایک طرح وہ سب مغل رہ گئی کیونکہ ہر شخص سب سے زیادہ اپنے اعوان و انصار کی حفاظت کے لیے ہمہ تن غور و فکر اور سعی و کوشش کرنے میں مصروف تھا مگر آرائی کا کیسکو خیال نہ تھا۔ میں اس بات کا کوئی الزام نہیں دیتا ہوں ہاں افسوس البتہ کرتا ہوں۔ جہاں تک میرا سب چل سکتا تھا میں نے ہر طرح کی مدد دی جنرل ٹینن نے مجھ کو کمان دی اور جسوقت تک میرا اختیار چل سکیگا آپ ٹینن رہیے کہ جو امر اسوقت میرے پیش نظر ہے میں ہمہ تن اس میں سامی رہو گا۔ یعنی باگھ پت کے پل کو محفوظ رکھ کے جسقدر فوج مجھے جمع ہو سکتی ہے اسقدر فوج ایک مقام پر جمع کر دو گا اور میرٹھ کی آمد و رفت قائم رکھو گا۔ اس مقصد کے لیے اسوقت تمام تدبیریں عمل میں آرہی ہیں۔

..... جنرل ریڈ نے خبر دی ہے کہ میں تمھارے وہاں آئے والا ہوں لیکن اصل یہ ہے کہ انکے پہنچنے کے انتظار میں کسی امر کی تاثیر نہ کی جائیگی۔ میں کل حالات سے بذریعہ تار بقی آپ کو مطلع کرتا ہوں۔

جٹان لارڈس نے سرانچ بڑا ناز ڈانس کی ان چٹیوں کا مع انکے اور خطوط کے ہمیں کو یہ جواب لکھا۔

تو سامان رسد کے حاصل کرنے میں کوئی وقت نہ ہوگی۔ میں اب تک یہ سمجھتا ہوں کہ دہلی میں ہمارے مقابلہ کا کوئی قصہ نہ کیا جا
 لیکن میرٹھ کی فوج کو بیشک سب کے پٹے ہموار درست کرنا چاہیے اور دہلی کے مقابل حرکت کرنے میں ہموار جنگ کی تیاری کرنا
 میرا خیال ہے کہ ہماری فوج کے پونچنے پر باغی لوگ یا تو منتشر ہو جائیں گے یا شہر کے لوگ فساد کر کے پھاٹک کھول دیں گے
 اگر کوئی ہوشیار فاسر ہو تو وہ تھوڑے سے فیر خواہ دان سپاہیوں کو ہمدرد لیکر میرٹھ سے شاہدہ کو جو دریا سے جہنا کے بائیں کنارے
 پہنچے سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے جاسکتا ہے۔ شاہدہ میں جا کر وہ بخوبی تمام محفوظ ہو جائیگا اور خیر خواہ باشندوں سے
 پیدا کر سکیگا۔ اس وقت مذکور بالا افسر کو صدمہ آدنی بل سینگے جو تاخیر سے دہلی کی خبر لا سکیں گے۔ دہلی سے پارتھنر میں بہت سے مقام
 کوئی وقت نہ ہوگی شہر کے ادھر اوجھری بہت سے معرین میں تے خود چند سواروں کے ساتھ گھوڑے کی سواری پر آجی ملات کو اس طرح
 عبور کیا ہے لیکن سیلاب کے زمانے میں بھی لوگ پیچھے کی دم پڑ کر دریا سے عبور کر جاتے ہیں اور اس طریقہ سے ہمارے آدمی
 دریا کو عبور کر جائیں گے کہ کسی کوشد بھی نہ ہوگا اور اس بار سے خبر لا سکیں گے میں سمجھتا ہوں کہ کرناں پانی بہت اور سون پت کے راستے
 جو دہلی کو شاہراہ عام گئی ہے اس پر ڈنٹو سوار اتنی دوڑ تک جاسکتے ہیں جہاں سے دہلی طرف دو ایک میل رہ جاتی ہے۔ ہمارے
 فوج جہاں تک ممکن ہے اس قدر جلدی کے ساتھ کوچ کر رہی ہے لیکن آپ کے حصہ کی طرف پہنچتے پہنچتے ٹھوٹا بہت و
 صرف ہو گا ۔۔۔۔۔

مکر یہ کہ میں نہایت زور دیکر اس بات کی صلاح و بتا ہوں کہ تو اعداد ان سپاہیوں کے جو لوگ باغی ہو گئے ہیں انکی
 اور لوگوں کو مستقل طور پر مقرر کرنے کا کوئی قصد نہ کیا جائے۔ اگر فوجی انتظام کے تبدیل و تغیر کا کوئی وقت ہے تو وہ وقت ہی ہے
 اس کتاب کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہو گا کہ معاملات انبار کی نسبت جان لارنس کو سب سے بڑھ کر اس
 وجہ سے پریشانی تھی کہ کزنٹل ٹائنٹن کسٹریٹ جنرل نے سامان رسد کو جمع کرنے کے لیے سٹولہ روڈ کی سیدھا داگنی تھی۔
 جان لارنس کو اس زمانہ میں یقین تھا (جس طرح قدر کے ختم ہونے کے بعد تمام معاملات پر خاموشی کے ساتھ غ
 کرنے پر انکو یہ یقین ہوتا تھا) کہ اگر ہماری طرف سے دشمن کو نقصان پہنچانے کی کوئی کارروائی نہ ہوگی تو جہنا
 تلج کے درمیان کی کل آبادی باغی ہو جائیگی اور سرداران پٹیا لہ جھیندا اور نا بھ کو جنھوں نے بنائے مابعد نامیت
 خدمتین انجام دین خود انکی فوج (گو وہ سردار ہمارے طرفدار بھی رہے) جھوڑو سنگی یا اگر یہ نہ ہوا تو وہ بھی باغی ف
 شریک ہو جائیں گے۔ جان لارنس ابھی اس بات کو بھولے نہ تھے کہ اس زمانہ کے دس برس پیشتر پٹیہ پڑاؤ فوج نے جہنا
 سرحد متینہ گورنر جنرل نے سکون کی لڑائی کے شروع ہونے کے وقت خاص اسی مقام سے صرف و سئل و ن۔
 عرصہ میں فوج کے پڑھنے کے لیے تمام سامان رسد فراہم کر لیا تھا۔ اگرچہ اس وقت کے کاہن سینی جنرل نے لارڈ کیننگ
 کہا تھا کہ ایک مہینہ یا تھوڑے سے کہ وقت ضروری سامان رسد کے جمع کرنے میں صرف نہ ہوگا۔ جان لارنس اس
 اور بھی نہیں بھولے تھے کہ جب وہ کلکتہ پہنچے تھے اور لارڈ کیننگ نے خوفناک جنگ فیروز شاہ کے بعد انکو لگا کی فوج

باربرداری کے لیے لکھا تھا تو انھوں نے خود چند ہی روز کے عرصہ میں چار ہزار چھکڑے اور باربرداری کے چار نور جمع کر دیے تھے اور مالکون کی کمال رضامندی کے ساتھ انگو اس بات کے واسطے روانہ کیا تھا کہ سبرائون کی نمایاں فتح کے حاصل کرنے میں وہ سب شرکت کریں۔ پس جان لارنس نے جو تاکید کی تھی وہ واقعات کی رو سے جائز تھی۔ جو کچھ ایک مرتبہ ہوا تھا وہ دوبارہ پھر ہو سکتا تھا۔ اور خوش قسمتی سے بارس صاحب اور فورسٹاچ صاحب سیول حکام کے کنبہ پر وہی ہوا جو ملک کے حالات سے اس وقت کے اور لوگوں کی نسبت زیادہ واقف تھے اور جنکو اختیار بھی اس قدر حاصل تھا کہ فوجی حکام کو ہرگز اس قدر اختیار حاصل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس سبب سے افسران مذکور نے ایک ہفتہ سے کم مہنہ دو ہزار اونٹ اور دو ہزار مرد و راو پانچ سو چھکڑے جمع کر لیے۔

اسطور پر فوجی چڑھائی کی ایک گاڑھی شکل کٹ گئی اور لارڈ کیننگ اور جان لارنس کی متواتر تبارقیوں کے اتباع سے جنرل ایشن نے تجویز کیا کہ بلا انتظار فوج محاصرہ کیا رگی آگے کی طرف کوچ کیا جائے۔ جنرل ایشن نے جنرل ہیٹ کو لکھا کہ اس بات کا ہر ایک طرح سے بندوبست کیا جائے کہ میرٹھ کی فوج بقیہ باگھ پت ساتھ ہو جائے جنرل موصوف نے بتفریق خاص اپنی فوج روانہ کی اور ۲۵ مارچ باقی ماندہ گوردون کو ہراہ لیکر خود بھی انبالے سے کوچ کیا۔ یہ جنرل موصوف کے کوچ کا پہلا اور پچھلا دن بھی تھا۔ کیونکہ اسی کے دوسرے روز وہ کرنال میں کشتہ پڑے تھے انبالہ کی بارکون میں جہاں آدمیوں کی کثرت سے تل رکھنے کی جگہ نہ تھی ان لوگوں کے غدر چمانے سے جو وعدے اور مرتبے کی کوئی قدر نہ کرتے تھے ایک فساد کے اٹھنے سے جنرل ایشن کی جان گئی۔ سرنہ پرنی برنارڈ جو جنگ کرنیلا کے ایک جنرل تھے بسبیل تعجیل انبالہ کی طرف روانہ کیے گئے اور ٹھیک ایسے وقت پہنچے کہ قریب برگ جنرل سے چار بجے لے سکے اور انکی وصیت کے کلمات کو سماعت کر سکے۔ جنرل ایشن کی قسمت حقیقت میں بُری تھی جس وقت لارڈ کیننگ نے کلکتہ سے اور جان لارنس نے راولپنڈی سے انگو لکھا کہ باغیوں کی سرکوبی کریں حالانکہ انکے حکم کے افسر بالاتفاق اسے دیتے تھے کہ آگے بڑھنا نامکن ہے تو ایسی حالت میں انکی طبیعت کو جین نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ اور ہر شخص اس بات پر افسوس کر گیا کہ ایسا بہادر سپاہی اپنی اہم مشکلات سے بعض بعض وقتوں کو فرج کرنے کے بعد اتنے عرصے تک زندہ نہ رہ سکا کہ جو انگریزوں بہت سے لوگوں کے عقیدے کے موافق اُس میں پائی جاتی تھی اُسکو ظاہر کرتا اور اگر میدان جنگ میں نہیں تو جو کیفیت چھپتے کے بعد اسکے قائم مقام کی ہوئی اُسی طرح اقل درجہ کامیابی کے ساتھ دشمنوں سے تیغ آزمائی کر کے ایسے مقام پر اُسکی جان جاتی جہاں سے دہلی کے منارے دکھائی دیتے۔ جنرل ایشن کی تلاش ایک متصل کمرے میں ابھی رکھی ہوئی تھی کہ جنرل برنارڈ نے کشادہ دلی سے چیف کمانڈر کو جنھوں نے انکی تاخیر پر خشکی ظاہر کی تھی ایک جھٹی لکھی اور اُس میں بیان کیا کہ جنرل ایشن کو بڑی بڑی شکلیں لاحق ہوئی تھیں اور انکے آسان کرنے میں جنرل مذکور نے انتہا مرتبہ کی سعی و کوشش کی۔ اس بات کا لکھنا بھی خالی از مہمت نہیں ہے کہ چیف کمانڈر

ہماری سچی حکمت علی یہ ہے کہ ماراچ ٹیپالہ اور راجہ جیسند اور علی العموم ملک پر کہیو کہ ان سب نے ہماری
کی وجہ ثابت کی ہے اعناؤ کیا جاے لیکن قواعد وان ہندوستانی سپاہیوں پر بھروسہ نہ کیا جاے میں ہر طور سے
ت کی کوشش کر ڈیگا کہ ہر ایک گورے کو یہاں سے لیجاؤن یا بہر حال دو مین ایک تو غور و جاہیگا۔ رہ رہ کر چھائی کرنے
نی قوت کے برابر ملے اور ہونے سے انکی ہتھین قائم نہ ہوگی۔ چنانچہ اس لحاظ سے ہم گارڈس کے لوگوں کے کھون کی چوٹی میں
برکول اور برہم چارم پنجابی یادوں کی چٹھوں کو پنجاب کے دور دراز حصوں کی طرف بھیجے دیتے ہیں۔
اگر پنجاب میں کوئی ایسا افسر ہو جسکو چھوڑنا چاہتے ہوں تو بلا تامل اسکو طلب فرالین۔ ہنگو اور شرمین
مال ایک نوجوان افسر ہے جو اگرچہ کم عمر ہے لیکن اسے بہت سے معرکے دیکھے ہیں اور اپنے کو ایک نہایت عمدہ سپاہی ثابت
کے ہے۔ وہ افسر کیان نامزد تھلہ و فر پٹھان خیرل ہیں۔ سرکار کن کینٹینل صاحب انکی نسبت بہت اعلیٰ رائے رکھتے ہیں اور جب
روشا و مین چھوڑ دیے گئے تھے تو لوگوں نے خیال کیا کہ ایک نہایت عمدہ افسر انکے ہاتھ سے جانا رہا۔

جان لانس نے غدر کے زمانے میں جو چشمان تجربہ کین میرے نزدیک ان تمام چشموں میں ایک خط بھی ایسا
تھیں ہے جس میں ایک طرف کی رائے اس سے زیادہ زور کے ساتھ ظاہر کی گئی ہو۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ان سب
باتوں کو پھر ہمارے اٹھکوں کو وہ کیفیت محسوس ہو جو جان لانس نے لکھی ہے اور اس زور و قوت کا اثر کچھ نہ بچھا
ہمارے دل میں نہ پیدا ہو جسے اس وقت انکے تمام عقیدے کے دل پر اپنا اثر پیدا کیا تھا سر جان لانس کی چشموں اور
نار برقیوں کے بارے میں جو اس وقت لکھی اور بھیجی گئی تھیں ایسے لوگوں کا جو انکی ضرورت سے فاروانمی واقف تھے
جو کچھ خیال تھا میرے نزدیک ایک کتاب میں اسکی تصویر نہایت دلکش طریقہ سے کھینچی گئی ہے جبکہ نام پتھر شہرہ الفیہ
ہو اور ان کی خدمت اور مین غدر کے زمانے میں آؤ ڈنکوت صاحب جو جان لانس کے ماتحت کبھی نہیں رہے
اس کتاب کے مصنف ہیں وہ لکھتے ہیں کہ

بشملة میں علی العموم جو خوف اور ہیبت طاری رہی اس سے مشیرین بنی۔ اور انکے شوہر شیشی ہیں۔ اسکے شوہر
ایسے وقت میں اپنی جگہ لینے کے واسطے گئے تھے جو وقت انسان کو وہ دشجاعت دینا چاہیے۔ اور جو خوف ناک کام ہم کو
کرنا پڑا تھا اسکا ذکر مشیرین موصوفہ نہایت اطمینان اور بشارت کے ساتھ جیسا انکے مشیرینوں کے لیے لازم ہے کرتی تھیں۔
جان لانس کی نسبت وہ بھی اسی طرح کشتی تھیں جس طرح اور لوگ کہتے تھے۔ یعنی یہ کہ جان لانس نے خود ہی
منت شافہ نہیں کی بلکہ تمام لوگوں کو جو کام بنی تھی پیدا کرتے تھے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کر
انھوں نے جان جہان ضرورت دیکھی کمال لیاقت سے فی الفور تیار تیار روانہ کیا۔ جان لانس کی نار برقیوں کے ایک پتھر
ابتدائی حالت غریب کی شصتھ کی جان پر بن گئی تھی۔
مندرجہ بالا خط جس روڈ لکھا گیا تھا اسکے دوسرے دن راولپنڈی میں ایک خط پونچا جو اس چٹھی

اچھ جواب نہیں تھا اس خط میں گمانڈر چیفٹ نے اپنی مشکلات کا حال ظاہر کر کے اس امر سے انکار کیا تھا کہ بجا طور پر تاخیر نہیں ہوئی۔ اس میں لکھا تھا کہ ”مجھے بڑھکر لیکو اس بات کی خوشی نہیں ہو سکتی تھی کہ کام میں جلدی کی جانی ایسکن نہ خیمے تھے نہ سامان جنگ تھا اور فی گورابیش میں آوازوں کے چترے بھی پاس نہ تھے بار برداری بغیر فوج حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ جو اونٹ اور بیل گاڑیاں گوروں کو بہار سے لائی تھیں بھجوری بھجوں کے لیے وہ بچر واپس روانہ کی گئیں اور اس پر بھی ایک جماعت آئی۔ کی شام کو کرنال کی طرف بھیجی گئی۔ اس واسطے گمانڈر چیفٹ خیال کرتے تھے کہ چیفٹ صاحب نے ہارنس صاحب کو جو اس مضمون کا ماریا تھا کہ گمانڈر چیفٹ کے تاخیر کرنے سے کمال نقصان ہو وہ بجا تھا۔

جان لارنس نے اپنی طرف سے اظہارِ رائے کر کے جواب دیا کہ میرے لکھنے سے اگر کچھ بڑا معلوم ہوا تو اسکا مجھ کو نہایت افسوس ہے اور اسی جواب میں اپنے عام نیالائظ ظاہر کیے اور دہلی کے حالات سے انکو جو ذرہ آگاہی تھی اسکے متعلق بہت سی باتوں کی صلاح دی۔

راولپنڈی۔ ۲۳۔ مئی ۱۸۵۷ء

سوانی ڈیر چٹرا لائن۔ میں کپتان جنیش کی اس تار برقی کی ایک نقل جبکہ آپ نے اپنی ۱۹ کی چٹھی میں حوالہ دیا ہے اس چٹھی کے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ جو قابل اعتراض مطلب آپ اس سے پیدا کرتے ہیں وہ اس تار برقی کی عبارت سے بخوبی نہیں سکتا۔ اگر میری کسی چٹھی یا تار برقی سے آپ کے دل کو رنج پونچا ہو تو مجھ کو اسکا بڑا افسوس ہے۔ میں نے بڑی دلسوزی اور تاکید سے چڑھائی کرنے کی رائے دی ہے کیونکہ مجھ کو بخوبی یقین ہے کہ یہ حکمت عملی بہت صائب ہے گو ہمارے اوپر کیسا ہی ناگمانی حملہ کیوں نہ کیا جائے لیکن ہمارا خوبی انظام گنجائش اس امر کی رکھتا ہے کہ ہم فی الفور کارروائی کر سکیں۔ اس بات کو یقین ہے کہ ملک کے لوگ ہمارا ساتھ دینگے بشرطیکہ ہم انکے ساتھ اس امر میں کوشش کریں کہ انکو مصیبت اور پریشانی سے بچالیں۔ اور اس وقت لوگ ہمارا ساتھ دینگے جب ہم خاصہ اپنے ملک کی فوج سے ان لوگوں کے مقابلہ میں کمر باندھ چکے ہوں۔ عام لوگ محبت نہیں رکھتے۔

اگر کوئی مقام ایسا ہے جہاں لوگ ہمارے خلاف سرٹھائیں گے تو وہ درویشا ور ہے کیونکہ یہاں کے لوگ طبعاً فساد پرورد ہیں باطلیت اور متعصب ہیں اور وہاں کے سردار ہم سے پھرے ہوئے ہیں۔ لیکن اب تک ہم نے انکو وفادار پایا۔ اگر سردار لوگ غمخدگی اختیار کیے ہوئے ہیں تو مقابلہ میں مواضع آتے اور اپنے حصہ کے آدمی اپنے ہمراہ لاتے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کرنل ٹائنسن کو اس واسطے اس قدر سامان رسد مانگ رہے ہیں۔ اس قدر غلہ وغیرہ فوج کے ساتھ بھیجا مفت میں فوج کو زیر بار اور ہمارا روپیہ برباد کرنا ہے۔ احتیاطاً تین چار روز کی غذا کافی ہے اس سے زیادہ کی کوئی حاجت نہیں ہے میرا عقیدہ یہ ہے کہ دس ہزار فوج بخوبی تمام گوشہ شمال مغرب کی طرف بھیجی جاسکتی ہے اور اگر ضرورت کے موافق روپیہ کی تدبیر کر دی جائے

ہمارے کو مدد دین اور باغیوں کے ہتھیار بکھولیں اور باغیوں کی سرکوبی کریں۔ اگر برخلاف اسکے ہر مقام محفوظ ہو تو امر تجویز طلب
 ہوگا کہ آپ اپنی فوج دہان جمع کیے یاد دہلی پر چڑھائی کیجیے گا۔
 - میں سمجھتا ہوں کہ یہ امر قابل قبول ہے کہ ہماری گوروں کی سپاہ زمیندان اور نہ دہان قبضہ رکھنے کے واسطے جمع کی گئی ہے
 بلکہ اس بات کے واسطے تیار کر لی گئی ہے کہ جہاں کہیں ضرورت ہو وہاں جانے پر مستعد ہے ان سپاہیوں کے رہنے کے لیے عہدہ
 آپ وہاں کے اور صدر مقامات منتخب کیے گئے تھے لیکن جب تک ہمارا رعب قائم ہے اور ملک خاموش ہے اسوقت تک اس بات
 کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا کہ کتنی جہاں زمینان ہم نے چھوڑ دی ہیں لیکن یہ ہم اسوقت نہیں کر سکتے ہیں جب گوروں کی بڑی بڑی
 جماعتوں کے مقابلہ میں یہ ہندوستانی سپاہ کے دو دو یا تین تین حصے چھوڑ دیں۔ یہ بات بالکل وقت پر منحصر رہیگی۔ رفتہ رفتہ
 مگر تین ہندوستانی سپاہ ہم لوگوں کو ہلاک کر ڈالیگی۔
 اپنے استحکام کی جوتہ میں ہم سے ممکن ہیں ان سب کو ہم بیان عمل میں لارہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے یاد و سرون کے
 ذریعہ سے جسطرح ممکن ہو مدد دین لیکن کیا تو راکھ بنیسی ایک طرفہ اعدین کے لیے بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ غیر قواعد دان سپاہ اس بات
 دیکھ کر خیر خواہ ہو سکی کہ ہمارے گورے اپنی چاندنیوں میں بیٹھے ہوئے اس بات کے منظر میں کہ دیکھیے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔
 یوں کہ بنیسی نے کہا ہے کہ ہمارے فوج احتیاط کے ساتھ جمع کرنا چاہیے لیکن اس فوج میں سو اے گوروں اور توپوں اور
 سامان جنگ کے اور کیا ہے۔ یہ سب ابھی سے میاں میں اور بڑے بڑے نتیجے پیدا کرنے کے لیے صرف غفلت ہی اور استعدادی کی کاروائی
 کر رہا ہے۔ ہمارے پاس روپیہ بھی ہے اور ملک پر بھی اختیار حاصل ہے۔ لیکن اگر ناراضی پہلی تو بلکہ ضرور ہوگا اور اسوقت نہ تو ہمارے
 مالگزاری وصول کر سکیں گے اور نہ سامان رسد مہیا کر سکیں گے۔
 مہربانی فرما کر ذرا مل تو اس ہندوستان کو ملاحظہ فرمائیے جب ہم نے استعدادی سے کارروائی کی تو ہمارے کامی مقامات
 اور جب ہم نے بدول شیردن کی صلاح پر عمل کیا تو کب کامیاب ہوئے کلاں صاحب نے بارہ سو آدمی لیکر اپنے ان نکل نامی فخریوں
 مارے کے خلاف پلاسی میں جنگ کر کے چالیس ہزار آدمیوں کا مقابلہ کیا اور بنگال کو فتح کر لیا۔ مانسن صاحب پہل سے بٹک
 اور قبل اسکے کہ وہ اگر سے نکلتے آتے انکی فوج کا انتظام کر لیا اور ایک حصہ فوج کا تباہ ہو گیا۔ کابل کے ساتھ پر خیال کیجیے
 اور جرات سے کارروائی کی باقی تو یہ ملازمہ باقی ہے غیر قواعد دان سپاہ اور قریبا شون مختصر یہ کہ ہمارے دوستوں نے جو
 بہت سے نئے ہمارا ساتھ صرف اس وقت چھوڑا جب انھوں نے دیکھا کہ ہم نکلے دست نہیں ہیں کیونکہ یہ خیال کیا جا سکتا
 کہ غیر ملک کے محض تنخواہ دار لوگ جان و مال ہم پر نثار کرنے کے لیے تیار ہو جائینگے۔ ایک مدت تک وہ ضرور ہمارے ساتھ
 کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے آئین ہمیشہ فتح حاصل ہوئی اور ہم لوگ بہت اچھے مالک ہیں لیکن اس حد سے نجا دیکھیے
 کہ شہر شخص اپنے حال کے نفع اور موجودہ حفاظت کا خیال کر لیا۔
 پنجاب کے غیر قواعد دان سپاہی نہایت جوش سے اس امر پر تازان ہو کر آپر اعدا کیا گیا ہے اور قواعد دان

اپنی نوعیت دکھانے کے اشتیاق میں گوروں کے ساتھ پہلو بہ پہلو ملکر جنگ کرنے پر مستعد ہیں۔ لیکن اگر ہونچنے کے بعد وہ دیکھیں گے کہ گورے کان میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں تو وہ یہ سمجھنے لگیں گے کہ کٹکار ہاتھ سے نکل گیا۔ اس بات کو یاد رکھیں کہ جب تک ہم لوگ توقف کرینگے اس وقت تک باغیوں کے جاسوس برابر ہر ایک چھاؤنی میں جائینگے اور وہاں کے حالات دریافت کر کے لکھتے رہینگے۔ مجھ کو اس بات کے خیال کرنے سے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ابھی باغیوں پر کہیں مصیبت نہیں پڑی، بریگیڈیئر کا پٹ نے بیشک بڑی تعریف کے قابل انتظام کیا ہے۔ کچھ کم زور کمپیون اور اپنے توپخانہ سے انھوں نے تین چھٹوں کے ہتھیار کھول لیے اور اسطور پر انکو ایسا بنا دیا کہ کوئی نقصان انکی ذات سے نہیں ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک بریگیڈیئر انکو ان سپاہیوں کی تنبیہ کرنے کا بہت عمدہ موقع حاصل تھا لیکن انھوں نے ہاتھ سے نکل جانے دیا۔ بریگیڈیئر موصوف نے اگر کارروائی کی ہوتی تو سیکڑوں سیل تک خاموشی پیدا کر دیتے حضور مالکہ معظمہ کی بیٹن نمبر ۶۶ نے کوشش کر کے پلٹن نمبر ۴۴ کا حامی روک دیا لیکن باغی سپاہی صاف نکل گئے اور انکو ذرا نقصان نہیں پہونچا۔ اور اس وقت تک بھی انکے دل میں نہیں ہے کہ ایک جاکھ جمع ہوں بلکہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہتھیار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دہلی میں سپاہیوں نے اپنے افسروں کو مار ڈالا اور ہماری توپیں چھین لیں لیکن ان میں بھی یہ لوگ نہیں ٹھہرے۔ اگر گوروں کی ایک قلیل تعداد ہتھیاروں سے اچھی طرح مسلح ہو تو ان سپاہیوں کی تعداد کثیر بھی اُکا مثلاً بلہ نہیں کر سکتی ہے۔ کچھ چند برسوں میں تو انھوں نے ایسے وقت میں بھی کوئی کارنایاں نہیں کیا جب ہمارے نشان کے نیچے ایک معقول سبب کے لیے انکو زنا چڑا دیو اور وہیں افسرانکے سر پر اور انکے رفیق انکے پہلو میں موجود رہے۔ باغیوں کی حیثیت سے تو وہ زمینیں کتے۔ وہ آگ لگا بیٹھے لوٹ مار اور کشت و خون کرینگے مگر جنگ نہ کرینگے۔

مجھ کو یہ خیال کرنا لازم ہے کہ انبالہ کے سپاہیوں سے اگر کوئی ذمہ داری کی گئی تھی تو وہ اُسی وقت سے جاتی رہی جب ان لوگوں کو علیحدہ پرے باندھ کر چڑھائی کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کی اطاعت سے انھوں نے انکار کیا۔ اور جب یہ کیفیت ہے تو میری خواہش یہی ہے کہ ان لوگوں سے پہلے ہتھیار رکھو ایسے جائیں اسکے بعد انکو نوکری سے چھوڑا دیا جائے۔ رسالہ کے سواروں گوروں کی سپاہ اس قابل ہو سکیگی کہ بغیر وقت اور پریشانی کے آگے بڑھے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہم پر اعتماد نہیں کیا اور نہ کرینگے ان پر ہم خواہ مخواہ اعتماد کریں تو جس طرح ہو سکے ایک تجربہ کار اپنے ساتھ لیجیے اور اس بات کا بندوبست کر لیجیے کہ وہ کیا رنگی جسے بلیں اگر گوروں کی سپاہ کو ہلاک نہ کرنے لگے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ محکمہ کنسٹرکشن نے جو ظاہر کیا ہے کہ سامان رسد کے جمع کرنے میں تینوں روز سے بلکریٹین روز تک صرف ہونگے اسکا کیا مطلب ہے مجھ کو ہر طرح سے اس بات کے یقین کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ جو کچھ فوج کے ہمراہ بھیجا ہو گا وہ دو تین دن میں بخوبی فراہم ہو سکتا ہے۔ آج کل یہاں نہایت عمدہ فصل کٹی ہے اور انبالہ اور میرٹھ کے درمیان باغیڑ غلہ فراہم ہو سکتا ہے۔ ملک کے زیادہ تر حصہ میں غزاؤں کی زراعت ہوئی ہے۔ ہم اپنی فوج بلا وقت ایسے علاقوں کی راہ بھیج رہے ہیں جو بمقابلہ یہاں کے محض ریگستان کہے جاسکتے ہیں۔

یو پیٹرن اشخاص کی جائیں کچ جاتیں اور دوسرے میگنیز پر قبضہ ہو جاتا۔ آخر اول یعنی یو پیٹرن لوگوں کی جائیں تو زیادہ

یو پیٹرن اور مردم یعنی میگنیز آرا دیا گیا۔ لیکن غیون کے مولے سے آگے بڑھنا غیر ممکن تھا اور بائک غیر ممکن ہے۔ گورون کی دوسری جڑ کمین آج صبح کو

یہ ہے اور سب کے سب ایسی جمیل اور بلدی میں طلب کیے گئے ہیں کہ انکے پاس کوئی شے نہیں ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ

اسی جڑیں دہلی کے باغیوں کی شریک ہو گئی ہیں۔ جسکے پھاٹک بند کر لیے گئے ہیں اور ان تو پین پڑھا دی گئی ہیں۔ شہر

دارین بھاری منہ کی تو پون کے آگے کوئی حقیقت نہیں کہتی ہیں لیکن پھلو سے قریب کسی مقام پر کوئی توپ نہیں ہے۔ اور

پونڈ کے گود کی صورت دو توپیں ہیں میرٹھ میں ایک ٹیٹ فیلڈ تو پونا نو فیلڈ والی توپوں کا ہے میرٹھ سے میرے پاس خبریں

ہوتی ہیں۔ میں نے جنرل ہینوٹ کو ہدایت کی ہے کہ وہ جلد سب پونڈوں کے ہتھاک کی تدبیر کرنے کے بعد پچان

ہست کہ پونچتی ہیں۔ میں نے انکی تحریر سے اس بارے میں ابھی کچھ نہیں سنا ہے۔

اسکو دیکھنے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے انکی تحریر سے اس بارے میں ابھی کچھ نہیں سنا ہے۔

ہم اپنی دو ہندوستانی ہٹنوں اور ایک رستار پر پھر وسائیں کر سکتے۔ انھوں نے اپنے تین حالہ نہیں کر دیا تھا اور

یہ خبر جنرل اور انکے کانیزوں نے ظاہر کیا کہ انکا چال چلن اچھا ہے یہاں تک کہ میں نے بھی کہہ دیا کہ وہ منتہ تصور کیے جائیں

اور جہاں فوج کوچ کرے گی وہاں وہ بھی جائینگے۔ میں نے سنا ہے کہ انھوں نے پردوں میں تقسیم کیے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر

ہم اپنے جہنڈے کے ہمراہ بھیجے جائینگے تو خیر خواہ رہینگے۔ اب ہمہ ان لوگوں میں سے کسی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور میں اس بات

بہت خوش ہوں کہ ان سے نجات حاصل کی جائے۔ نصیری کے تو پجانے کا میدان میں جانے سے انکار کرنا بڑی قیامت ہے۔

انکا اچھا ہوا کہ انھوں نے کچھ تیزی نہیں ظاہر کی لیکن میں نے سنا ہے کہ ظاہر اودہ اپنی راہ جانے پر آمادہ تھے۔ اور میں نے

بجور ہی نمبر ۷ کے کچھ آدمی کسولی کو واپس بھیج دیے تاکہ کسولی اور شملہ کی خانت کریں پس اسوقت غنیم ہمارے عقب میں ہیں

اور یہ بات شکل سے کسی جا سکتی ہے کہ کس طرف سے وہ لوگ آئینگے۔

اب یہ بات آپ کے غور کرنے کی ہے کہ یہاں جو فیل فوج ہے اسکو جو حکم میں ڈال کر کیا دہلی کی موثر پہنچ دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں

کہ یہ بات مناسب نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کام کے لیے اسکی تعداد بالکل ناکافی ہے اس میں شک نہیں کہ منوقت کہو تو

اسے فیل آدمی اس بھاری شہر کی ایسی تنگ گلیوں میں جہاں ہر گوشہ میں وہاں کے لوگ ہتھیاروں سے مسلح بیٹھے ہیں

جا کر میرے نزدیک بہت بڑے پھینکے اور اگرچہ شات سو آدمی مروج یا متحول ہوئے تو پھر کتنے باقی رہ جائینگے۔ کیا ہم اس ش

اتنے باغیوں کے مقابلہ میں بچا سکتے۔ آیا ہم شہر کے اندر باہر پھرنے لگے۔ ان تمام معاملات پر نظر ڈالنے سے میری رائے

ہوتی ہے کہ اگر ہم ہوشیاری کے ساتھ اپنی تمام فوج کو ایک جگہ جمع کر کے اس میں سے مشکوک آدمیوں کو خارج کر ڈالیں اور

کے مقرر کریں تو بھی اس بات کے لیے بہت زمانہ درکار ہے کہ بغیر اس بات کے خطرے کے کہ شاید یہکونا کا

جامل ہو جس طرف چاہیں اُدھر چلے جائیں۔

جدید سپاہ کی بھرتی کے بارے میں آپ نے تار پر جو خبر بھیجی اُس سے میری رائے سے حکم ہوئی۔ مجھ کو بیان بیان کر دینا چاہیے کہ جو خبر جنرل ریگنڈ کی انجینئرین جنرل کوڈرٹ اور ڈاکٹر ٹاسٹر جنرل کاٹیسٹری جنرل بیان کے جن جن لوگوں سے میں نے مشورہ کیا ان سب نے یہی رائے دی۔ کاٹیسٹری جنرل نے البتہ اس بات سے قطعی انکار کر کے رخنہ اندازی کی کہ ایسی مہم کے لیے جو سامان و زکا و گاتولہ سے لیکر بیٹن دن تک اس سے کم عرصہ میں بندوبست نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ یہ سامان اُس سے کم زمانے میں فراہم ہو سکیگا لیکن یہ رائے میں سابق میں رکھنا تھا جب کرنل ٹاسن سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بیشک مجھ کو بیان آئے ہوئے چالینس گھنٹہ سے کچھ ہی زیادہ عرصہ گزرا ہے اور ہر گھنٹہ ایک ایسی بات ہوتی ہے جس سے سابق کی رہے بالکل بدلنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اس شکل امر کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں گے تو مجھ کو بڑا اطمینان ہوگا۔ کیونکہ میں اپنے تجربے کی نسبت اُس پر زیادہ اعتماد کروں گا۔

آپ کا بڑا صادق دوست

جارج ایٹسن

چیف کمشنر نے اس جٹھی کے پانے کے بعد بلاتاخیر اپنے خیالات ظاہر کیے اور اس بات کے بیان کرنے کی شکل حاجت معلوم ہوتی ہے کہ وہ کمانڈر انچیف کے خیالات سے مطابق نہیں تھے۔ میں اس جٹھی کا ایک منظر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔
راولپنڈی ۲۱۔ مئی ۱۸۵۷ء

میرے پیارے صاحب۔ میں نے آپ کی جٹھی مورٹھ ۱۷۔ مادی حال کا جواب کل تار پر بھیج دیا ہے۔ میں اپنے نزدیک تو یہ نہیں سمجھتا کہ ملک میں کسی مقام کے آدمی ہمارے خلاف ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیان سے اُس مقام تک جہاں سے دہلی چند میل کے فاصلے پر رہ جاتی ہے ملک کے لوگ کسی مقام پر ہمارے خلاف نہیں ہیں۔ میں نے قریب قریب ۳۰ برس تک دہلی میں کام کیا ہے اور وہاں کے لوگوں سے خوب واقف ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر رسول افسروں کی طرف سے عمدہ انتظام ہوگا تو ہماری فوج کے پونچھتے ہی شہر کے پناہ گاہ کھل جائیں گے۔ یہ بات کسی طرح سے ہاؤنٹین آئی کہ باغی دہلی پر قبضہ قائم رکھ کے اُس کو بچا سکیں گے۔ تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ جنگی اصول پر موجودہ صورت معاملات میں دہلی پر چڑھائی کرنا قرین علت نہیں ہے۔ اور جب تک میرٹھ کی فوج کام کرنے پر تیار نہ ہو سقوت تک اور بھی مناسب نہیں ہے اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب وہاں کے سپاہی آزاد کر دیے جائیں۔ میرٹھ کو ایک مرتبہ بچا لیجیے پھر سارے ملک کی طرف سے اعتماد ہو سکیگا۔ بار برداری کے بارے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی ہے۔ عمدہ انتظام سے گاڑیوں کے مالک آپ ہی چلے آئیں گے لیکن بہر حال وہ بخوبی جمع ہو سکتی ہیں۔ میرٹھ سے آپ لوگ ایک محفل رائے اس امر کے متعلق قائم کر سکیں گے کہ اُس کے بعد کو نسا طریقہ اختیار کیا جائیگا۔ اگر آگے کے ملک میں فتنہ و فساد پھیلے اور سپاہیوں نے غدر قائم کیا ہو تو میں خیال کرتا ہوں کہ ہم پر فرض ہوگا کہ آگے بڑھیں اور ہر ایک

کافی قبضہ جاتا رہا اور انبالہ میں خاموشی کرنے سے ہندوستان جاتا رہا۔ انکی نصیحتوں کا لب لباب یہی تھا۔
 سری یہ (اور یہ بھی بہت ضروری بات تھی) کہ خیال میں وسعت رکھیے۔ ویسا نہ کیجیے جیسا لوگ اسوقت میں
 رہے ہیں۔ صرف اپنی ہی چھاؤنی یا قلعہ یا سپاہ یا صرف اپنے ہی صوبے کا خیال نہ کیجیے بلکہ سب پر بہت مجموعی
 نگاہ رکھیے۔ اس سے بڑھ کر دانشمندی یا علم کی اور کون صلاح ہوگی۔ اگر جان لارنس جیثیت سولین محض
 فوجی معاملات کے ہر حالت میں قدر دان نہیں تھے تو وہ اخلاقی اور ملکی حالتوں پر (جو بہت ضروری باتیں تھیں)
 کامل طور سے حاوی تھے۔ وہ ہندوستان کے لوگوں سے بخوبی تمام واقف تھے اور ان سے واقفیت کئے کی حالت میں
 انکو اس بات کے بتانے کا حق چل تھا کہ خطرات کا مقابلہ کرنا اور جنگ کے کن قواعد سے لاپرواہی کرنا ضرور ہے۔
 جنرل اینن کو انبالہ میں اگر پریشانی چل رہی تھی اس پریشانی میں جان سے انکو کوئی مدد یا جرات نہ ملی۔ دریاے ستلج کے
 اس پار کی قسمت جو پنجاب بھرمین ب سے زیادہ دشمن اور پیچیدہ تھی انکے اختیار میں تھی اور قریب قریب باقی تمام علاقے کی
 یہی کیفیت تھی۔ لارنس صاحب کشتراور و گلشن کوڑیاں صاحب ڈپٹی کمنشنر انبالہ اور کمنڈر و صاحب جن پنجاب کے
 اسٹنٹ کمنشنر ان میں تھے اور جان کمنشن صاحب ڈپٹی کمنشنر و صاحبانہ یہ سب لوگ ایسی کارروائیاں کرتے تھے
 جو ایسے نازک وقت میں اچھے سے اچھا آدمی کر سکتا ہے چیت کمنشنر کی اس تار برقی کو جو اوپر محل کی گئی ہے پھر فوراً جان
 پیش بندی کی اور ریاست (محفوظ) پٹیالہ کے مہاراجہ سے جو چار دن طرہ ہماری علمداری سے مصروف تھی تحریک کی کہ
 جہاں تک اُسے ہو سکے اپنے محافظوں کی مدد کریں مہاراجہ اسکا جواب دے چکے تھے ملاقات کے لیے خود آئے تھے اپنی
 تمام فوج ہماری راہ پر محمول کر دی تھی اور ایک دستہ سپاہ کا تھانہ سرگودھا کی طرف روانہ کیا گیا اور دوسرے ہانڈا سرسوار تھے اپنی فوج میں
 جو پنجاب اور دہلی کی آمد و رفت کا اصل راستہ ہے۔ راجہ جیسند نے جو ایک دوسرے ہانڈا سرسوار تھے اپنی فوج میں
 کئے ہوئے جمع کر کے کرنال کو روانہ کی تھیں جو اسکے نزدیک آگئی تھیں۔ راجہ تاجہ جو میسرے ہانڈا سرسوار تھے اپنی فوج میں
 طرہ روانہ ہو چکے تھے جسکی نسبت سر جان لارنس نے ۳۱ دسمبر کی تاریخ میں اپنا خط لکھا تھا انبالہ کا سول
 اور سول لین متھہ یکہ سپاہیان پولس کی حفاظت میں منتقل کر دیا گیا تھا دریا کے معاہدہ کی تیکیدی چوکی اور پھر امرتسر
 اور اسکے سوا سکون کے اور بہت سے چھوٹے شہروں کو جنگو سالانہ خرچ پر جاگیرین عطا ہوئی تھیں ان لارنس صاحب
 بلکہ کہا کہ خرچ کے بدلے ایک حصہ فوج جمع کر کے روانہ کریں اور اسکی بھی تعمیل ہو جا چکی تھی۔
 یہ سب باتیں بہت اچھی معلوم ہوتی تھیں لیکن چڑھائی میں بہت بڑے بڑے مول نے بھی عارض تھے جنکی بات
 کہنا نہ اچھین پر صرف اپنے حصے بھر کی جواب دہی تھی۔ کمانڈر انچیف اپنے پیچھے جوگ کے نمک حلال گورکھاؤں
 کو پھر آثار بغاوت چھوڑ آئے تھے اور اس سے زیادہ خوف و ہراس جو نہایت ہی ذلت کی بات تھی شہ کے گورنر
 دیکھ آئے تھے۔ گورنر کی جو منشیین جملت تمام ہار سے انبالہ میں آئی تھیں انھوں نے آنے کے ساجھی محمول

صاح

جو ضرورت کے وقت انگلش فوج روانہ کرنے کی حالت میں پائی جاتی ہے اور حسین کبھی اختلاف نہیں جیتا ہے۔ مہمانہ کی کوئی شے تیار نہیں تھی خیموں اور ڈاکٹری کے اوزاروں اور گاڑیوں اور بار برداری کے جانوروں کا قحط تھا۔ نہ بخاری توپیں تھیں اور نہ کوئی محفوظ توپخانہ تھا۔ تھوڑا سا سامان جنگ جو ساتھ آیا تھا اس قدر بھی وہاں موجود نہ تھا۔ محاصرہ کا توپخانہ پھلو میں تھا جو وہاں سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے اور بد رقعہ کی کوئی فوج ایسی نہ تھی جو اسکو حفاظت کے ساتھ یہاں تک لے آتی۔ چھاونیوں میں جہاں کثرت سے آدمی موجود تھے ہیضہ شروع ہو گیا تھا اور سب سے زیادہ خرابی کی بات یہ تھی کہ شملہ سے آتے وقت اپریل کے مہینے میں کنائنڈر انجیف جن لوگوں کو بغاوت کی حالت میں دیکھ کر اسی طرح چھوڑ آئے تھے وہ اسوقت سے شورش مچا رہے تھے اور میرٹھ میں غدر شروع ہوتے ہی بغاوت پھیلانے لگے اس موقع پر باغی لوگ زیر زمین کیے گئے تھے بلکہ گویا بغاوت کا انکو اور حوصلہ دیا گیا تھا اور اب انٹین صاحب کو صاف معلوم ہوا کہ نہ تو وہ ان لوگوں کو دہلی میں لیجا کر کچھ کر سکیں گے اور نہ انکو ابالہ میں مسلح چھوڑ کر مطمئن رہ سکیں گے پس لاہور کی طرح یہاں بھی کارروائی کیوں نہ کی گئی اور گوردون کی جو سپاہ کثرت سے ہم پہنچ سکتی تھی انکے ذریعہ سے ہندوستانی ملک حرام سپاہ کے ہتھیار رکھو اگر انکی سرکوبی کیوں نہ کر دی گئی۔

جنرل انٹین نے انکو یہ حکم دیکر کہ ”انکا ایک ایک پراگے بڑھے“ انکی بغاوت کا اس امر سے اور اظہار کر دیا کہ انھوں نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ سر جان لائسنس نے بھی چھیون اور متواتر تار برقیوں کے ذریعہ سے پیکار ان باتوں پر اصرار کیا جو محض شعور طبعی سے ذاتی حفاظت کے لیے عمل میں لانا ضرور تھیں۔ باغی رجمنٹوں کے افسر اب تک یہ یقین کرتے جاتے تھے کہ وہ لوگ ہم سے برگشتہ نہیں ہیں۔ انٹین صاحب نے اپنی بہتر تجویز پر ان افسروں کی تجویز کو ترجیح دی اور چیف کمشنر کی التجاؤں کا اسی سلسلہ محالات سے جواب دیا جو اب ایک مرتبہ کسی کے دماغ میں سما جاتا ہے تو پھر کسی طرح نکالے نہیں جاتا۔ انٹین صاحب نے جن ہتھیاروں کے رکھنے کی باغیوں کو اجازت دی تھی تھوڑے دنوں کے بعد وہی ہمارے مقابلہ میں استعمال کیے گئے اور جو بات قرار واقعی طور پر یکبارگی بغیر اسکے کہ ایک گولی بھی چلنے پاتی انجام ہو سکتی تھی آخر میں اسکا نصف حصہ بھی انجام کو نہ پہنچا اور بے انتہا وقت صرف کرنا پڑا اور وقت اٹھانا پڑی اور لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن ہم کو اس بات کی احتیاط لازم ہے کہ جنرل انٹین پر خلاف انصاف کوئی الزام عائد ہونے پائے۔ سو آٹھ ہم اس بارے میں اور دوسرے امور کے متعلق بھی دونوں کی چھیون کو نقل کرتے ہیں جسے اصل حال آپ معلوم ہو جائیگا۔ ۱۷۔ ایسی کو جب انٹین صاحب ابالہ میں پہنچے تو انھوں نے صاحب چیف کمشنر کو یہ جواب لکھا۔

میرے پیارے جان صاحب۔ جمعہ کو آپ کی چھی مورخہ ۱۳۔ ماہ حال وصول ہوئی جسکا اصل مطلب یہ تھا کہ دہلی پر فوراً قبضہ کرنے کی تدبیر کی جائے۔ بائیمہ اس تاریخ سے حالات بدل گئے۔ کل ایسی سپاہ کی نسبت اب کہا جاسکتا ہے کہ وہ غدر کی حالت میں ہے آپ نے جو کامیابی سے رعب پیدا ہونے کا خیال کیا تھا اسکے علاوہ دہلی کے فتح کرنے میں دو ہاتوں کا اور بڑا بخاری فائدہ تھا

لوگ دہلی کی طرف روانہ ہو چکے اور پنجاب کے لیے گشتی کا لم فوج تیار بھی ہو رہا ہے بلکہ وہ قریب قریب تیار ہو چکا۔

راولپنڈی ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء

میرے پیارے صاحب۔ گائڈس کے لوگ آج یہاں سے روانہ ہوتے ہیں اور امید ہے کہ ۲۵۔ تاریخ تک لاہور میں پہنچ جائیں وہاں سے یہ لوگ براہ فیہہ وزیر آباد پہنچ جائیں گے۔ گشتی کا لم فوج ۲۵۔ تاریخ تک وزیر آباد پہنچ جائیں گے اور وہاں حضور ملکہ عظمیٰ بیٹن نمبر ۵۲۔ اور توپخانہ اور ایک ہندوستانی بلٹن کے لوگ ساتھ ہونگے اور یہ سب سیالکوٹ کے ہونگے۔

مجموکلہ دل سے امید ہے کہ آپ میرٹھ کی سپاہ کو بہت جلد باغیوں سے صاف کر دینگے اور اسکو کام کرنے کے قابل بنا دینگے۔ میرٹھ میں محصور رکھنے سے کچھ دنوں کے لیے حفاظت ممکن ہے لیکن اُس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ عوام الناس بیدل ہو جائیں گے اور آخر میں یہ ہوگا کہ فلعہ کا آنا بند ہو جائیگا۔ اور اگر میرٹھ کی فوج آزاد کر دی گئی جو اب تک معطل بیٹھی تھی تو وہ ملک کی نگرانی کریگی جن دیسی سپاہیوں نے ابھی تک فدر نہیں کیا۔ ہے مگر اسکی کوشش میں ہیں اُن سے ہتھیار رکھو ایسی گئی اور بھر جیسا موقع ہوگا اُسکے مطابق کام کریگی۔ اگر اگر وہ اور مالک مغربی و شمالی میں خطرہ ہے تو میں کتاہوں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو گورون کی سپاہ ساتھ لیتے ہوئے نقل و حرکت کی جائے اور دشمنوں کی سرکوبی کی جائے دریا سے تلج کے اس پار ہم لوگ بغیر ت رہیں گے اور گائڈس وغیرہ کے طور پر دیسی سپاہ سے آپ لوگوں کو مدد دے سکیں گے۔

اگر آپ ایک دیسی قاعدہ سپاہ کو گورون کی ایک مناسب تعداد اور اپنی تمام لیڈیوں اور ولایتی عورتوں اور خزانے کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے چھوڑ دیجیے گا اور دوسرے مقام کی ہندوستانی سپاہ طلب کیجیے گا تو سب کام اچھی طرح سے

انجام ہوتا رہیگا۔ بہکو اس بات کی احتیاط لازم ہے کہ علیحدگی نہ ہونے پائے اور ہر مقام کے کمانیر صرف اپنی ذمہ داری کا کام نہ لیتے ہیں سلطنت کے مشترک فوائد کا لحاظ نہیں کرتے۔ مجموکلہ لکھا ہے کہ بہت سے لوگ تاخیر و تامل کی صلح دینگے لیکن میرے نزدیک اس حکمت عملی پر عمل کرنے میں خرابی رکھی ہوئی ہے۔ گورون کی روانگی کے لیے تمکے ماندے اور زخمی سپاہیوں کو ہاتھیوں اور دوسرے جانوروں سے بھی جہاں تک ممکن ہو گا تین حدود دینا۔ میرٹھ اور کلکتہ کے درمیان گورون کی صرف پانچ ہتھیں ہیں جو تمام ملک میں ایک دوسرے سے خاصا بے پادھر اور تعینات ہیں۔ اگر ہم نے یہ کیا کہ جو مقام مستحکم ہے اُسے قبضہ کیے بیٹھے رہیں تو انکا اور ہمارے دوسرے ہوطنوں کا کیا حال ہوگا۔

اس مقام پر ایک بات اور ایسی ہے جو شکل سے نظر انداز ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگرچہ جان لائرس کی افکھ اور امید دہلی ہی پر تھی لیکن وہ اس خیال سے کو سون دور تھے کہ دوسرے مقامات میں ہماری فوجیں اور بھی زیادہ تاکید کے ساتھ طلب کی جائیں۔ وہ صرف دو باتوں پر مصر تھے ایک تو یہ کہ کارروائی فوری ہو گو وہ کسی طواری ہو یعنی کچھ نہ کچھ اس بات کے دکھانے کے لیے کہ آپ خائف نہیں ہیں کیے جائے۔ ابتدائی کارروائی آپ ہی شروع کیجیے جو لوگ متزلزل الرائے ہیں وہ ضرور بھاری پلہ کی طرف رجوع کریں گے۔ میرٹھ میں خاموشی اختیار کرنے سے

اس سے کہ سکتا ہوں کہ غیر قواعد ان سپاہیوں کا حلال رہینگے لیکن قواعد ان دیسی سپاہیوں میں اکثر بلکہ محکومہ کنا چاہیے کہ ایک قلم ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ خدا کی مدد سے پنجاب میں ہماری حالت ایسی مستحکم ہے کہ ہم اپنے صوبے کو بخوبی بچا سکیں گے لیکن بنگال اور شمالی صوبوں کی حالت بہت نازک ہے۔ کلکتہ اور اگر کے درمیان پانچ پچھڑا گورون سے زیادہ لوگ انہوں نے اور یہ لوگ ملک بھرمین اور ہر دھڑے کے اٹھارہ تنوگوں سے تعینات ہیں جس سے سنا ہے کہ انہوں نے باغیوں پر حملہ کرنے کی خود تیاری نہیں کی بلکہ انکی طرف سے حملہ ہونے کا اندیشہ کیا۔

یہ حال کے مفید سے غائب رہنے کا رتھوں کے سبب سے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں کے دل میں یہ بات سنا گئی ہے کہ کارتوس کے کاغذ میں گاسے کی چربی لگا لی گئی ہے اور وہ کچھ طرح سے گل نہیں سکتی۔ ظاہر انکے دل میں یہ خیال گذر رہا ہے کہ انکے مذہب کا ناک کیا گیا ہے۔ ان لوگوں سے باتیں کرنا اور وہ دلیل پیش کرنا بے سود ہے جو سپاہ باغی نہیں ہے وہ کہتی ہے کہ ہم غیر خواہ ہیں اور جو وقت اسکو موقع ملتا ہے تو بگڑ جاتی ہے۔ افسر لوگ اسکی کچھ اور وجہ بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے کچھ کچھ شبہ ہے جاہل اور متعصب آدمیوں کے دماغ میں جو بات ایک مرتبہ آجاتی ہے وہ کبھی کسی صورت سے نکالے نہیں جھکتی۔ بالینہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سکارا اور فطرتی لوگوں نے یہ فساد اٹھایا ہے۔ تیسرے رسالہ کے سپاہیوں میں اس کے تمام لوگ مسلمان ہیں ناراضی پھیلنے کی اور بھی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اور محکومہ قیاس کرنا چاہیے کہ کسی قسم کی بدانتظامی سے ان لوگوں میں بدی آگئی ہے اور چونکہ وہ بات فوراً انکے دلوں سے دور نہیں کی گئی ہو سکتے وہ قواعد ان پٹھانوں سے جا کر شریک ہو گئے۔

سب سے بڑھ کر خرابی کی بات یہ ہے کہ قریب قریب یہ سب لوگ اودھ اور اسکے گرد و نواح کے ہیں اور ان میں اکثر لوگ برہمن ہیں۔ اسی سے ان میں اعتدال و تعصب اور ایسا خیال ہے اور برہمنی آسانی سے وہ ان میں اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ دیسی قواعد ان سپاہ کے پورے ہیں افسر کافی طور پر اپنے سپاہیوں سے نہیں ملتے ہیں انکے عمل خیالات کو کیسی طرح انکے دماغ سے نکال نہیں سکتے اور روزمرہ کی مشقت بر خاست میں انکی غوار ہی نہیں کرتے۔

غیر قواعد دان اور قواعد دان سپاہیوں کے مابین ایک دوسرے سے براہ منین ہے اور چونکہ وہ مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور انکے کمان پر ایسے افسر ہیں جن میں اپنے عہدے کے موافق لیاقت نہیں ہے اس پر بھی وہ بھرتی کے لوگ ہیں اور دوسرے لوگوں کو دیکھ کر وہ بھی اور رنگ پڑتے ہیں۔

اب تک ہندوستان پر جو نازک وقت آئے ہیں میرے نزدیک ان سب سے یہ وقت کاڑھا ہے اور اس فساد کے رفع کرنے کے لیے ایک نہایت زبردست انتظام کرنا ہو گا میں بہت زور سے اس بات پر اصرار کرتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو ایک کثیر التعداد گورون کی سپاہ انگلستان سے ہندوستان کو روانہ کرنا چاہیے۔ جو کچھ واقع ہوا ہے اس کے بعد اگر اب ہم لوگ اسطور سے اپنا استحکام نہ کریں گے تو نہایت خرابی واقع ہوگی۔ موجودہ فوجی ضابطہ کی خرابی ثابت کرنے کے لیے اس قسم کی

چند باتوں کا بیان کرنا ضرور ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو اس خرابی پر ضرورتاً تین سال ہو گا اور اسی سے وہ اپنی اپنی قوم کی بچ کر بیٹھے۔ ایک بجا فوجی جوش میں افسر لوگ معمولی اوقات میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی بات غلط ہے۔ کل قواعد دان ہندوستانی سپاہ اس قابل ہے کہ اُسکا از سر نو نظام اور ترتیب کی جائے۔ ویسی سپاہ کے لیے ضرورتاً چند افسروں کی ضرورت ہے۔ لیکن ان افسروں کو چیدہ اور منتخب ہونا چاہیے اور جس وقت کوئی افسر برائے نام ہو تو یہ ہوتا رہنا چاہیے کہ فوراً اُسکی جگہ دوسرا شخص مقرر کیا جائے بہت سے افسر جو ہندوستانی سپاہ کے ساتھ ہیں انکی ذات سے بڑا نقصان ہوتا ہے کیونکہ انکو کچھ کام نہیں کرنا ہوتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کچھ کام کریں مگر جب اسپین کا کامی ہوتی ہے تو بیدار ہو جاتے ہیں۔ تمام ویسی فوج کو غیر قواعد دان سپاہ کے اصول پر ہونا چاہیے اور اسپین جو کچھ بچت ہو اُس سے گوڑوں کا ایک کافی سپاہ طلب کر کے اُسکا بچ چلانا چاہیے۔

لیکن ان تمام ضرورتوں اور تردادات میں چیف کیشنر کی زندہ دلی کہیں نہیں گئی تھی اور یہی بات تھی کہ غدر کے اس ابتدائی زمانے میں سارے اسکے اور کسی بات کا ذکر نہ ہوتا ہو جو شخص اُنکے جلسہ میں شریک تھا اُسکو اب تک یاد ہو گا کہ اُنکے ہمارے میں شام کے وقت جب ٹھنڈی ہو چلتی تھی تو ایسے ایسے اجنبی امورات پر جیسے رکن جیٹا کی شادی تھی بحث ہوتی تھی۔ اوور ڈس صاحب جو سب لوگوں سے بڑھ کر ذی علم تھے (جیسا کہ چاہیے تھا) وہی ابتداء کرتے تھے۔ پھر دوسرے اشخاص کو یاد ہو گا کہ ایک روز جب علی الصباح ہوا کھانے ٹکے تھے اور راستہ میں تار برقی کے ٹکے کا ایک ہندوستانی آدمی ملا تو چیف کیشنر نے چہرہ بنا کر اُس سے یہ پوچھا کہ ”یہ شور جو تم تار میں سن رہے ہو اُسکا سبب کیا ہے؟“ اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم ہے۔ صاحب چیف کیشنر نے کہا ”خوب محکمہ تار برقی میں رہ کر نکو اتنا بھی معلوم نہ ہو؟“ وہ شخص سمجھا کہ صاحب مجھ کو بیوقوف بنا رہے ہیں اور شاید اُس نے اس بات کا بھی خیال کر کے کہ غدر کے اس ابتدائی زمانے میں یہ سوال اسی کے بارے میں کیا گیا ہو گا جواب دیا کہ ”حضور اس عہدے پر آئے ہوئے ابھی مجھ کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا ہے لیکن مجھ کو بہت جلد اُسکا حال معلوم ہو جائیگا“ اس طرح جب بارنس صاحب کیشنر علاقہ این روے دریا سے سب سے اپنی قسمت کے بڑے بڑے سرداروں کو ہمارا طرفدار بنانے کے کام میں عہدہ کار گزار یا ان کر رہے تھے چیف کیشنر اس ضمنی کا تار دیا کہ جنرل اینن کا نا در شاہی مزاج ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دہلی کے سفر میں گنجیفہ کے اوراق کی طرح پریشان پھر گئے بلکہ انبالہ میں جا کر خانہ نشینی کر گئے۔“ اُسکا جواب چیف کیشنر کی اجازت یا انکی رائے سے یہ دیا گیا کہ ”ابھی نہیں مانتے ہیں جب نادری چڑھ گئی تو آپ ہی مانیگے۔“ یہ ایک ایسا جواب تھا کہ کمانڈر انچیف نے اُسکی بڑی داد دی ہوگی کیونکہ گنجیفہ زمی کے فن میں ایک بڑا ستند رسالہ اسی زمانے میں انھوں نے مشترک کر یا تھا اور علاوہ اسکے مذکورہ بالا جواب سے اُن سنجیدہ تبرقیوں کا بھی اشارہ ہو گیا جنکو جان لائرس اپنے مستقل ارادہ پر ثابت قدم رہ کر اس بات پر اصرار کرنے کی غرض سے براہیجے جاتے تھے کہ گو کسی طرح کا خطرہ ہو مگر ہر حالت میں دہلی پر فوراً چڑھائی کرنا چاہیے۔

اب ہر ایک بات کو شش اور مستعدی پر منحصر ہے اس کے دو ایک ہفتے کے بعد پھر موقع نہیگا۔ اگر یوراکسنسی ان نظام ایک منظور فرمائینگے تو بریگیڈیر سڈنی کاٹن اور مین ہر ایک بات کا بند و بست کر لوگا۔ مین اس چٹھی کی ایک نقل صاحب موصوت کے پاس پہنچ کر اسے اس بات کی استدعا کر لوگا کہ وہ ۲۷ پلٹن کو اس بات کے واسطے تیار رکھیں کہ ایک گھنٹے کی جملت میں وہ نقل کرنے کے واسطے آمادہ ہو جائے۔ پشاور گورن کی دو جینٹلون سے بخوبی منظور رہیگا۔ اور چونکہ وہ ویسی قواعد دان فوج ہے جس سے ہکو حفاظت کرنا پڑیگی اس واسطے میں سمجھتا ہوں کہ اسکا جو حصہ سرحد پر ہے وہ اپنی عمدگی اور ایک غیر ملک میں ہونے کے سبب سے اور مقامات کی نسبت کم خطرناک ہے۔ مجھکو اس بات میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس ملک کے لوگ اسوقت تک امن و امان سے رہینگے جب تک کہ ہندوستانی فوج امن و امان سے نیکی اور اگر ہرگز ضرورت کے ساتھ اور قطعی طور پر کارروائی کرینگے تو اسکے بعد بھی صلح سے ہینگے۔ موسم ہاکیس اور سبب سے جھکو تاخیر کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔

میں نے یوراکسنسی کو عام طور پر ایسی طول طویل جو چٹھی لکھی ہے تو یوراکسنسی معاف کرینگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب تک ہندوستان میں جو نازک وقت پڑا ہے وہ کبھی اس سے بڑھکر نازک نہوگا۔ ہماری ولایتی سپاہ ایسی قلیل ہے کہ جب تک ابتدائی طور پر اسکا انتظام نہ کیا جائیگا اور سختی کی عادت نہ ڈالی جائیگی اسوقت تک وہ اس قابل نہوگی کہ ضرورت کا مقابلہ کر سکے لیکن کوشش اور جملت کرنے سے خدا کی مدد سے اسکا کوئی مقابلہ نہ کر سکیگا۔

آپ کا بڑا صادق دوست جان لارنس

بنام

ہیراکسنسی جنرل دینی آرمی پین جائز آئین۔

التماس مکرر یہ کہ اگر آپ کے نزدیک بریگیڈیر سڈنی کاٹن اس کام کے لیے منتخب نہ کیے جاسکتے ہوں تو آپ اور کوئی افسر جو اپنے نزدیک لائق سمجھتے ہوں نقل کرنے والے کالم فوج کے واسطے مقرر فرمائیں۔ میں بریگیڈیر چمبرلین کو بتاتا ہوں لیکن انکا فوجی عہدہ ایک وقت کی بات ہے۔

جو تاہم برقی اسی روز ڈائنڈ سڈنٹون کے ذریعہ سے لارڈ کیننگ کے نام روانہ ہوئی تھی وہ بھی اسی طرح کی تھی جو فوراً ساتھ صاحب کے ذریعہ سے جنرل اینن کو بھیجی گئی تھی۔

پنجاب میں اب تک ہر طرح سے خیریت ہے۔ لیکن آثار برے پائے جاتے ہیں کئی ویسی قواعد دان فوج بغاوت پر اکرا رہے ٹھہری ہے۔ اور جب تک فوراً تیبہ نہ کیا جائیگی اسوقت تک ضرور اس بات کا کھٹکارہیگا کہ غیر قواعد ان سپاہ سب بکراؤ کی پروا کر لیگی۔

ہماری فوج جو ابران میں ہے اسکو طلب کرائیے۔ جو فوج چین کو جاتی ہے اسکو راستے میں روک کر کلاتہ میں بلا لیجیے۔ اگر کئی ویسی سپاہ ہم سے پھر گئی تو ملک کی حفاظت کے لیے ایک ایک گورے کو بچانا پڑیگا۔ یہاں ہر ایک مشور شخص کی رائے سنی جائیگی۔

پیش بینی کے ذریعہ سے جو تدبیر مناسب معلوم ہوتی ہے وہ اس غرض سے عمل میں لائی جاتی ہے کہ ہم اپنے ہی سپاہیوں پر بھروسہ رکھیں اور ہندوستانی سپاہیوں سے کچھ واسطہ نہ رکھیں۔

سرجان لائسنس نے اپنی ایک چٹھی میں جو گورنر جنرل کے نام تھی اپنی ایک چٹھی موسومہ جنرل مینسن کی نقل مٹفوت کی تھی اور اس آخری چٹھی سے میں مندرجہ ذیل مطالب اقتباس کرتا ہوں۔

راولپنڈی ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء۔ مائی لارڈ۔ ہمارے یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ میرٹھ میں غدر دہلی میں غدر اور کشت و خون اور انہالہ میں غدر ہی غدر چا ہوا ہے۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ ان سب باتوں کا سبب کیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ کارتوس کا معاملہ اس ناراضی کی ابتدا ہے اور اب سپاہی لوگ خیال کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کا مشاہدہ ہے کہ انگو روٹیوں سے محروم کرے یعنی یہ کہ نوکری سے چھوڑا دے مجھے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ چند مہینے پیشتر چپاتی پھری تھی وہ اسی خیال سے تعلق رکھتی تھی۔ چپاتی انکی غذا کی علامت تھی اور اس کے مشتہ کرنے سے یہ امر مقصود تھا کہ اگر سب ملکر انکو بچائیں گے تو بچگی ورنہ ہاتھ سے جاتی رہیگی۔ بہر حال اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ علی العموم دیسی فوج میں ہم لوگوں کی نسبت بہت بڑا خیال پھیلا ہوا ہے۔ ہماری ولایتی فوج ہندوستان میں ایسی قلیل ہے کہ وہ رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے بالکل معدوم ہو جائیگی۔ پس یہ بہت ضرور ہے کہ ہم اپنی غیر قواعد و ان سپاہ کو جہاں تک ہو سکے ترقی دین لیکن ضرورت کے لیے مجھ کو ایک ہزار سوار تک بھرتی کرنے کی اجازت ماننا چاہیے۔ میں بیشک اس وقت تک یہ بات نہ کروں گا جب تک کہ انتہا مرتبے کی ضرورت نہ ہوگی۔

جس غیر قواعد و ان سپاہ کے بڑھانے کا سرجان لائسنس نے مندرجہ بالا چٹھی میں اشارہ کیا ہے اسکی تجویز پیشتر ہی سے بذریعہ تاریخی ظاہر کر دی گئی ہے۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ پچاس پچاس آدمیوں کی تین تین کمپنیاں ہر ایک پنجابی رجمنٹ میں اور سکون کی ہر ایک سپاہ اور پولس کی ہر ایک ٹالین میں شامل کر دی جائیں جو سب ملاکر ۳۳۲ آدمی ہوئے۔ اس بہادرانہ اور پُر زور کارروائی سے انھوں نے غدر کی ابتدا ہی میں ثابت کر دیا کہ جہاں تک وہ پھیلاؤ اسکا مال ابھی سے مجھ کو معلوم ہے اور مجھ پر ابھی سے اپنی رعایا پر اس بات کے اعتماد کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ انکو ہتھیار دیے جائیں مگر ہندوستانی سپاہیوں سے بشرط مناسب ستحفاظ کیا جائے۔ اسی روز انھوں نے صلاح دی کہ رخصت کا دینا یقیناً موقوف کر دیا جائے اور کشمیر کے تمام افسروہاں سے طلب کر لیے جائیں۔ جان لائسنس نے حکم دیا کہ ہندوستانی سپاہیوں کی جو چٹھیاں ڈاکخانوں میں پڑیں وہ کھول ڈالی جائیں اور اگر انکے مضامین مشتبہ ہوں تو رکھ چھوڑی جائیں۔ جان لائسنس نے یہ بھی حکم دیا کہ ہر مقام پر نئے آدمی بھرتی کیے جائیں جو ہر کے مقاموں میں تعینات ہوں اور دیسی بلٹن کے جو گارڈ مشتبہ پائے جائیں انکی جگہ تعینات کیے جائیں۔ انھوں نے بریگیڈیر کینپبل متعینہ راولپنڈی سے اس بات کے قصد کرنے کی استدعا کی کہ کارتوسوں کے بارے میں کامل تحقیقات کرنے کے بعد سپاہیوں کے دل کا شک

زیادہ ہوشیار اور لائق افسر تھے محض ضابطہ ہی کی پابندی کا دل نہیں پایا تھا۔ اُنکے دماغ میں بادشاہت کے خیالات کسی خاص صوبے کی نظامت کے خیال نہ تھے۔ وہ پنجاب کے باہر اُس وسیع سلطنت کی طرف نگاہ کر سکتے تھے جس کے مقابلہ میں اُنکا صوبہ صرف ایک چھوٹا جڑ تھا اور بالعوض اس کے کہ وہ اپنے صوبے کے بچانے کے لیے ہندوستان پر کبج آئے دیتے وہ بعض حالتوں میں جنگاویاں اسکے بعد آئیگا اپنا کل صوبہ یا اُسکا کوئی جزو جس غرض سے سلطنت پر قربان کرنے کے واسطے تیار تھے کہ شاید وہ بچ جائے۔ چنانچہ جوت آغون فوجی اور تار برقی کے ذریعہ سے اُن لوگوں کی تجویزات کو پسند کیا جنہوں نے پنجاب کی کامل حفاظت کے واسطے نیک اور سچے آدمیوں کی ایک جماعت قائم کی تھی اور جب وہ بہت سی تدبیریں اپنی طبیعت سے نکال رہے تھے تو آغون نے اس اہم مقصد کو نظر انداز نہیں کیا جو اُنکے اختیار سے باہر تھا اور جس میں چار مہینے کامل تک اُنکا دماغ صرف ہوتا رہا۔

ان ۱۲۰۔ ابتدائی ایام میں سر جان لائسنس نے جو دشت انگیز چیمپیان اور تار برقیان بھیجیں وہ ضرور اس قابل ہیں کہ اس مقام پر اتنا واضح کی جائیں کہ انڈر انچیف اور گورنر جنرل کے نام کی چیمپوں سے شاید بہت واضح طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ کیونکر آغون نے چاروں طرف سے اس ہم میں اپنے کو پھنسا یا تھا اور کیونکر اس بات کو دیکھ کر کہ خطہ کا اصل مقام کون ہے وہ پیشتر سے (اگر حکام کی طرف سے کوئی تاخیر یا اسے میں لغزش ہوتی تھی) حکم لگا دیتے تھے کہ غدر ضرور ہوگا۔ اور کیونکر اپنے مقصد کی تائید میں وہ اپنے ضابطہ اور شان اور معمولی کام کے خس و خاشاک کو صاف کر ڈالتے تھے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ بحیثیت چیف کشر پنجاب اُنکو ذاتی یا قانونی کسی طرح کا کوئی حق اس امر کی نسبت حاصل نہیں تھا کہ وہ کمانڈر انچیف کو کسی امر کی صلاح دیتے۔ کمانڈر انچیف بیشاک سول اختیار کے پابند تھے لیکن چیف کشر پنجاب کے اختیار کے پابند نہ تھے۔ اور اگر جنرل آئینٹن نے اس بات پر لحاظ نہ کیا ہو تا کہ یہ شاندار سی کا موقع نہیں ہے تو وہ بہت اچھی طرح ”موجی سے کہہ سکتے تھے کہ غالب سے جو اڑھنے نہ پائے۔“ جس طرح جنرل آئینٹن کی بڑی تعریف کی بات یہ ہے کہ آغون نے عام مقصد کے حاصل ہونے کی غرض سے اپنی رہے مستعد رکھی اور گھنٹہ گھنٹہ کے بعد ذاتی ماتحتوں سے لیکر سر جان لائسنس تک جس شخص نے جو اسے ظاہر کی اُسکے دوز و حکمت پر مدبرانہ طریقہ سے خور کیا اسی طرح سر جان لائسنس اس بات کے واسطے قابل تعریف ہیں کہ وہ گویا ایک کو آتش فشان پر جسکے نیچے سے ہر وقت شعلوں کے مشتعل ہونے کا خوف تھا بلا تامل قدم رکھے ہوئے چلے جاتے تھے۔

یہاں انکی ادل تار برقی کا بیان کیا جاتا ہے جو اگرچہ دھنسن فورس ساتھ ڈپٹی کشر انبالہ کے نام تھی لیکن اصل میں ہزریہ ڈپٹی کشر موصوف کمانڈر انچیف کے پاس بھی گئی تھی تاکہ اُنکے ذریعہ سے جلد پہنچ جائے۔

۱۵۸۔ اسی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوہستان کی تمام ولایتی رہنمون اور جوگ کی گورکھاؤں کی رہنمون کو یکجا کرنا انبالہ میں لاکر جمع کرنا چاہیے اور اُس چھاؤنی کی حفاظت کی تدبیریں عمل میں لانا واجب و لازم ہے۔ اس اثنا میں اگر

اگر میرٹھ کی فوج نے وہاں کے باغیوں سے ہتھیار نہ رکھوا لیے یا انکو ہلاک نہ کیا تو کمانڈر انچیف کے پاس پیشتر سے اس مضمون کے احکام جاری ہونا چاہیے۔ اسوقت میرٹھ سے گورن کی ایک بھاری فوج مع اسقدر ہندوستانی سپاہیوں جن پر بھروسہ ہو سکے دہلی کو بھیجنا چاہیے اور انبالہ سے بھی ایک منتخب بریگیڈ کو براہ کرنا لے کوچ کے ذریعہ سے دہلی کی طرف روانہ کریں تاکہ ہماری سپاہ جنما کے دونوں طرف سے ایک ساتھ کام کر سکے۔ شہر دہلی اور میگزین پر کیا رگی قبضہ کر لینا چاہیے ہمارا ہتھیار پٹیلہ کو اس بات پر آمادہ کیجیے کہ ایک جمنٹ تھانیس کو اور دوسری لودھیانہ کو روانہ کریں۔

اول چٹھی جو جان لارنس نے کمانڈر انچیف کے پاس روانہ کی تھی وہ یہ ہے۔

راولپنڈی ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء۔ میرے پیارے صاحب۔ میں اس لحاظ میں ایک تاریخی کی خبر جسکو میں نے مسٹر فورسٹاچ ڈیٹکشنر انبالہ کے نام ابھی روانہ کیا ہے مفوف کر کے بھیجتا ہوں۔ مجھکو گمان ہے کہ میرٹھ کے گورن کی سپاہ وہاں کے باغیوں کے خلاف یعنی زیر کرنے میں اب کارروائی کر چکی ہوگی لیکن اگر ایسا نہ کیا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ پیشتر سے اس مضمون کا حکم بھیج دینا چاہیے غالباً وہاں مختلف عددوں کے ۱۰۰۰ گورے ہیں جو کیا رگی اس کام کو انجام کر سکیں گے۔

دوسرا کام دہلی اور دہلی کے میگزین پر قبضہ کرنے کا ہے۔ دہلی کا میگزین تمام ہند کا سلخ خانہ ہے۔ اگر دہلی اور انبالہ سے ایک چیدہ فوج جائیگی اور جنما کے دونوں اطراف سے ایک ساتھ کارروائی اور استعدادی ہوگی تو وہ دہلی پر قبضہ حاصل کرنے میں ناکام نہ ہوگی۔ جب تک یہ نہ ہوگا اسوقت تک یقیناً فساد بڑھتا ہی جائیگا اور گورن کی سپاہ جدا ہو جائیگی اور شاید ادھر ادھر لڑنے پھرنے میں برباد جائیگی۔

میں خیال کرتا ہوں کہ گورن کی پٹنیں اور سوار انبالہ کے معاملات کو طے کرنے اور جو سپاہ کام کی ہے اسے جمع کرنے کے بعد اپنی دولت تعداد کو بحفاظت دہلی کی طرف روانہ کر سکتے ہیں۔ یہ مقام اوسط درجہ کی دہلی منزلیوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ فوج چھ شات دن میں اس فاصلے کو طے کر سکتی ہے۔ اگر قطعی تدبیریں کی جائیں تو ہم کیا رگی باغیوں کی سرکوبی کر سکتے ہیں اور خیر خواہ اور بزدل لوگوں کو مدد دے سکتے ہیں۔ ایسے معاملات میں وقت کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری بات ہے۔

ستلج کے اس پار خیریت کہ جو ملک واقع ہے اس کے واسطے میں مندرجہ ذیل تدبیریں بتلاتا ہوں۔ مندرجہ ذیل گشتی کا لم فوج کو یہاں جمع کیجیے اور اس کے بعد جمیل کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیجیے۔ گورن کی دو پٹنیں یعنی حضور علیہ السلام پٹن نوشہرہ اور چھ منتخب کپتانیان ۳۲ پٹن مقام مذکور کی۔ ان میں شمس آباد کے غیر قواعد ان رسالے اور دو پنجابی پٹنوں کو بھی شامل کیجیے۔ اس فوج پر ایک منتخب شخص یعنی بریگیڈیئر گڈنی کاٹن کو مقرر کر کے اس بات کا حکم دیجیے کہ جہاں جہاں ضرورت ہو جا کر ہنگامہ فساد کو فرو کریں۔ اس طرح سرحد بالکل صاف ہو جائیگی سیالکوٹ لاہور فیروز پور اور جالندھر اپنے کو آپ سنبھال سکتے ہیں انھیں مقاموں کے لیے خطرہ ہے جہاں گورن کی فوج نہیں ہے جیسے جہلم ہوشیار پور ملتان اور پھلوڑ گشتی کا لم فوج جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بہت فائدہ دے سکیگا اور جس مقام پر خطرہ ہو گا وہاں جا کر غدر اور فساد کو فرو کر دیگا۔

لگا لوں۔ دو گنڈہ زار کس سیکر فٹن اور ڈو کس صاحب سب کے سب (گرگ باران ویدہ) میں سرجان لارنس کی بہت تعریف کرتے تھے اسکی شان میں ہی کلمات استعمال کرتے تھے اور اسطرح انھوں نے اور بھی شاندار الفاظ میں سرکاری طور پر سٹرنگری کو یہ لکھا کہ سٹرنگری کسی تدبیر سے غافل نہیں رہتے ہیں اور نہ کسی بات کا خوف کرتے ہیں اور ہر شخص کے دل میں اپنے اعتماد اور استعداد سے دلور پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اور آگے بڑھ کر لکھتے ہیں کہ ہمیں شک نہیں کہ تمام سول اور فوجی افسر اس اطمینان اور استعداد کو ثابت کر رہے ہیں جو کسی وقت پر انکسٹنٹن (شرنچ) امید کیا جاسکتی ہے اور ان سے کافی طور پر دل کو اطمینان جو تاسے کہ جو کچھ ممکن ہے انہیں کیسیطرح کی کوتاہی نہوگی۔

اور اب اس اثنا میں سرجان لارنس کی جسطرح بسر ہوئی اسکو دیکھنا چاہیے۔ میرٹھ میں غدر پھیلنے کی تار برقی جو پہلے پہل روانہ کی گئی تھی وہ ۱۲ تا ۱۵ بجے منگل کے دن صبح تڑکے آنکے پاس پہونچی۔ اور ابھی تک وہ بستر علالت ہی پر پڑے ہوئے تھے۔ ڈوینینے کے عرصے سے آنکے اعصاب میں درد رہتا تھا اور اسکے پیشتر کی رات کو ڈاکٹر نے تسکین کے لیے کپسٹی پراکوائٹ (ایک قسم کا روغن زہر دار جو بیڑیے کی چشم سے نکالا جاتا ہے) کی مالش کی تھی۔ سرجان لارنس اسی چپٹی میں جو انھوں نے ۱۳ تا ۱۵ بجے اور ڈو کس صاحب کو بھیجی تھی لکھتے ہیں کہ یہ ایک مملک زہر ہے اور رات کے وقت اسکا اثر میری آنکھوں پر چھا گیا اور ان سے مطلق کچھ سوچنا نہیں تھا جسوقت یہ خبر پائی تھی اسوقت سرجان لارنس کی کیفیت یہ تھی۔ لیکن لیڈی لارنس کو خوب یاد ہے کہ اسی تحلیف اور پیچینی میں کیونکر وہ اپنے بستر سے اٹھ کر چلے گئے اور چاروں طرف تار برقیان اور چٹھیاں بھجوائیں۔ ناشا کھانے کے بعد اور ڈو کس تھما زن کن کشنر قسمت عیادت کے لیے آئے اور جسوقت وہ بائیں کر رہے تھے اور لیڈی لارنس اور انکی شیبی ماؤٹ آنکھ میں دو اڈال رہی تھیں (یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایسے موقع پر جو ایک بڑا تاحذی زمانہ بنانے کا وقت تھا ان لوگوں کے دل پر سرجان لارنس کے پاس موجود تھے ذرا سی بات کا بھی گہرا اثر پڑا ہو) اسوقت ایک اور تار برقی جو پہلی تار برقی سے بھی زیادہ وحشت ناک تھی اس مضمون کی آئی کہ وہلی پر باغیوں نے قبضہ کر لیا اور نو پچن اشخاص کو قتل کر ڈالا اور یہ خبر تاوازن بند پڑھی گئی۔ باحیثیت سب موقوف ہوئی۔ یہ وقت سوچنے اور غور کرنے کا تھا بائیں کرنے کا وقت نہ تھا کیونکہ تار برقی مذکور نے مہسا کہ صلیح خیال کیا گیا تھا یہ خبر دی کہ اس خاص مقام میرٹھ میں باغیوں نے کچھ ناراضی ظاہر کی تھی جو جنرل ہیوٹ کا نیربرگ پڑ میرٹھ کی استعدادی اور کوشش سے رفع ہو سکتی تھی اب انکی غرض سے جو نہایت مملک تھی وہلی تک بڑھ گئی اور وہاں بڑی دو تھک ملک میں انقلاب پھیل رہا ہے جس سے سوا سے اسکے کو سلطنت ہند کا ناک کیا گیا ہو اور کوئی فشانہ نہیں ہے۔ بمحکو ایسی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا کہ اس تاحذی دن کے باقی حصہ میں سرجان لارنس نے کیا خیال یا بیان یا تحریر کیا۔ لیکن اسکا لب لباب ان چٹیوں کے کامل ذخیرے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے جنکی کیفیت اور تعداد ایک غیر معمولی طور کی تھی اور جن کو جان لارنس نے دوسرے دن بنام کانڈر انجیف شملہ کو

اور بنام بیگیڈیر جنرل پشاوڑ کو اور سرحدی سپاہ کے بیگیڈیر اور گورنر جنرل کے نام روانہ کیا تھا۔ یہ چھپیان میرے سامنے ایک بڑی بھاری جلد میں مجلد رکھی ہوئی ہیں اور اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی دوسرے شخص سے ذاتی ملاقات کرنے بغیر وہ ہر امر کی تہ سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔

سر جان لارنس کا پہلا کام خاص اپنے صوبے کی حفاظت تھی۔ لیکن اُنکی لاطینی میں ناٹکمری صاحبہ اور اُنکی کامل واقفیت اور رضامندی سے اڈوڈزڈس اور ٹکون صاحب پشاوڑ میں بروقت تدبیریں کر چکے تھے اُنکا دوسرا کام (جان لارنس کے نزدیک جیسا کہ اُنکی تاریخوں اور چٹھیوں سے ظاہر ہوتا ہے دوسرا کام ہرگز نہ تھا بلکہ وہ اس کام کو مقدم سمجھتے تھے) یہ تھا کہ اپنے صوبے کے ذریعہ سے دہلی پر پھر قبضہ کر لینے کے وسائل پیدا کریں۔ سرکاری منصب اُنکی (اگر وہ فی الحقیقت کوئی بڑا صاحب اختیار شخص نہ ہو) عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر شے پر ضابطہ کے ساتھ خیال کرنے میں اپنے دائرہ عقل کو تنگ کر دیتا ہے اور کسی چھوٹی جماعت یا حالی دماغ افسر کے اصولوں یا روایتوں کا اپنے کو غلام بنالیتا ہے۔ بہ نسبت اور مالاک کے جو انگلستان سے زیادہ قریب ہیں ہندوستان میں یہ بات شاید کم ہے۔ اگر کسی مقام کی بابت یہ بات صادق آسکتی ہے کہ خلافت کا کوئی ملازم نہیں ہے بلکہ سب سرکار کے ملازم ہیں تو وہ ہندوستان ہی پر صادق آسکتی ہے۔ لیکن بائیمہ ہندوستان میں بھی افسروں کی وہ عادت پائی جاتی ہے۔ انگلستان کے ہندوستانی (اینگلو انڈین) مورخوں اور مصنفوں کا یہ فقرہ پڑھتے پڑھتے طبیعت گھبرا جاتی ہے کہ وہ فلاں شخص کے مقلد ہیں لیکن یہ اقرار واقعات کا ہے۔ شاید یہی ہر حالت میں ہوتا ہوگا۔ ہندوستان میں ایسے وسیع حساب سے کام کرنا پڑتا ہے اور ایک افسر ضلع کی عملداری بھی اتنی بڑی اور اُسکا کام اُسکے حد سے زیادہ محنت کرنے کی حالت میں بھی اس قدر زیادہ ہوتا ہے اور اُسکی ذات سے ہزار بار بلکہ لکھو لکھا آدمی اسطرح متعلق ہوتے ہیں اور اُسکے برابر والے یا اعلیٰ افسر ایسے قلیل تعداد میں ہیں کہ اُسکے ضلع کو اُسکی دنیا (یہ لفظ دیکھنے میں بڑا معلوم ہوتا ہے لیکن اُسکی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے) گننا چاہیے لیکن اس دنیا کا سارا کام اُسی کے ذمہ ہے۔ اور سر جان لارنس جو پنجاب اتنے بڑے اور جنگجو اور ہر افروختہ صوبے کی حفاظت کے ذمہ دار تھے اگر یہ خیال کیا ہوتا تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ اُن پر درحقیقت یہی فرض ہے کہ اپنے خاص صوبے پر ہر استحکام قبضہ کیے ہیں اور ۳۶ ہزار باغی سپاہیوں کو جو پنجاب میں تھے اپنے اختیار میں لیں اور دہلی کی طرف سے فساد روکنے کے لیے تاکہ وہ اُدھر نہ بڑھنے پائے کوئی مستحکم حصہ قبضہ میں کریں یا افغانستان کی طرف حملہ روکنے کے لیے خاص اپنے صوبے کو انگلش حکومت کے تحت میں مستقل طور پر محفوظ رکھیں اور جب تک مغلیہ دارالسلطنت کی فتح کرنے کے لیے انگلستان سے کمک نہ پہنچے اس وقت تک اس صوبہ پنجاب پر مستحکم طور سے قبضہ کیے رہیں۔

لیکن سر جان لارنس نے گو وہ ہندوستان ہی کے عہدہ داروں میں تعلیم پائے ہوئے تھے اور اُن سب سے

ایک دوسرے کا دل شہر برساتر کے اوس اور محفل کی طرف خوب ہی جاتا ہو گا جہاں سے توپوں کی بارش کی آواز آتی تھی اور واکٹر کوئی فتح نمایاں کی امید ظاہر ہوتی تھی۔

معمول کے مطابق ۱۳ تا ۱۴ صبح کو ایک عام قواعد کا حکم دیا گیا اور رنگیری اور سیکلنڈ صاحب سیکرٹری اور رابرٹ صاحب رچرڈ لائسنس رابرٹ وائٹن اور سیکلنڈ صاحب سوار ہو کر اس مقام کو گئے جو اس بات کے دیکھنے کے واسطے مرتب کیا گیا تھا کہ کاربٹ صاحب نے جو بہادری کی تجویز کی تھی یا تو کامیابی کے ساتھ وہ انجام کو پہونچے گی یا اگر آسمین ناکامی ہوئی تو سب سے بڑھ کر شکست حاصل ہوگی۔ ہندوستانی سپاہی جتنے ہتھیار لینا مقصود تھے انکی تین تین ہتھکڑیاں ۲۶ نمبر ۲۶ نمبر ۲۶ اور ایک رسالہ (کیٹ کیوٹری) نمبر ۲۶ تھا۔ ولایتیوں میں جو ہتھیار رکھوائے گئے تھے صرف ایک جہٹ نمبر ۲۶ کی پانچ کپیاں اور ۱۲ توپیں تھیں ہندوستانی سپاہیوں کی تربتین بالکل ناواقف تھیں کہ خلاف معمول انکے لیے کیا تیاری ہوئی ہے اور اس طرح وہ بھی چھاؤنی کے میدان میں اکڑتے ہوئے ہیں۔ صرف ایک مرتبہ کی قواعد میں وہ گورون کے منہ کے سامنے اکٹری ہوئے اور یہ بڑے خطرے کا مقام تھا کیونکہ انکے لیے بڑی آسانی تھی کہ اپنے دشمنوں سے کینہ کشی کرتے جو وقت ان تربتوں کے سپاہی طرح اگر صحت بہتہ ہو گئے تو صغیر جنگ کا ایک انفرسوار ہو کر وہاں آیا اور اسے باواز بند بریگیڈیئر کے احکام پڑے۔ اسے سپاہیوں کے گزشتہ حال معلوم تھا کہ دل سے تعریف کی لیکن آخر میں اس اعلان پر کتنا کہ خوشم کیا کہ چونکہ باہر کے حصوں میں ہندوستانی فوج کے دیوان بدی کا خیال پھیلنا ہوا ہے اس واسطے مناسب ہوا کہ اغیار سے انکے ہتھیار بچائے جائیں اور ان سے حفاظت کرنے کے لیے انکے ہتھیار لے لینا چاہیے۔ ابھی افسر مذکور مکن نامہ پڑھ ہی رہا تھا کہ پانچ سو گورے اپنی توپوں کے پاس جا اب تک انکی نظروں سے چھپائی ہوئی تھیں آ رہے اور سپاہیوں کو ۱۲ توپوں کے کالے کالے منہ کے آگے چھوڑ دیا جو گولوں سے بھری ہوئی تھیں اور گولہ مار لوگ فیتے شلگائے ہوئے توپوں پر آ گئے۔ اور ہر تقریر کا ختم ہوتا تھا کہ اُدھر یہ حکم ہوا اور اُنٹا دیا گیا ہاں جہٹ نمبر ۱۸ کے سپاہیوں نے زمین تیار کر ڈیا اب اس وقت کی دیکھائی کا حال کچھ نہ پوچھیے ہر ہرحہ جو گزرتا تھا وہ نصرت عری برابر معلوم ہوتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے تو سپاہیوں نے کچھ تامل کیا لیکن بند و فوج کے بھرنے میں کیا سگری کی گز کی جھنکار جو آئی تو اس سے بزبان فصیح ہی صدا پیدا ہوئی کہ اطاعت قبول کرو چنانچہ سات سو سیکلنڈیں یکبارگی زمین پر ڈھیر کر دی گئیں۔ قلعہ لاہور میں جو ہندوستانی فوج تعینات تھی جہٹ نمبر ۱۸ کے لوگوں نے اتفاقاً انکے ہتھیار رکھوائے اور پنجاب کی دارالسلطنت باغیوں کے ہاتھ سے بچ گئی۔ اسی گل جو ابھی بریگیڈیئر کا بیٹا تھی اور اس واسطے اصل تعریف کے وہی تھی ہیں۔

کاربٹ صاحب اور رنگیری صاحب نے صرف لاہور ہی کے محفوظ کرنے پر قناعت نہیں کی بلکہ پنجاب کی اس وز عید (اور اگر پنجاب کے لیے روز عید تھا تو تمام ہندوستان کے لیے روز عید تھا) ختم ہونے کے قبل اس مباد جہٹ کی

ایک کمپنی کے ساتھ جسے بغیر ایک آواز سر کر کے اور ایک خون کا قطرہ گرانے کے اپنے سات گئے سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لیے تھے، امرتسر کو روانہ ہوئے امرتسر کے قریب اور اس کے حصار کے طور پر گوبند گڑھ ہے جو ایک قلعہ اور گور و گوبند کے نام سے مشہور ہے اس کے قریب طلائی مندر اور امرتسر تالاب ہے۔ پس یہ مقام وہ تھا جہاں تمام قوم کے لوگ آکر جمع ہوتے تھے اب انگو خواہ خالصہ سلطنت کے حکمران سپاہی یا ناکشاہی فرقہ کا مرید خیال کیا جاے۔ اسی وجہ سے یہ مقام بہت ضروری تھا۔ گوبند گڑھ پر ایک ہندوستانی سپاہیوں کی فوج تعینات تھی لیکن قبل کہ کہ دوسری صبح طلوع ہونے پائے انگلش فوج درمیانی تین میل زمین کو نئے کر کے اس کی شہر پناہ کے اندر داخل ہو گئی۔ جس روز لاہوری ہندوستانی رجمنٹوں کے ہتھیار رکھوا لئے گئے تھے اس کے ایک دن پہلے ننگری صاحب نے فوراً تدبیر کر کے اور اسی وقت سوچ سمجھا کر اپنے معتبر قاصد فیروز پور کو جو ہندوستان کے سب سے بڑے سلخ خانوں کے ذیل کا ایک سلخ خانہ تھا اور ملتان کو جو تجارت کا ایک مشہور مقام تھا اور وہاں کا قلعہ تو اس میں مشہور تھا اور توپخانہ کے گورون کی صرف ایک کمپنی جہاں رہتی تھی اور قلعہ کا نگڑہ کو جس کا رنجب اور طرف بڑی دو تک سرحدی جگہوں پر پھیلا ہوا تھا جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں روانہ کیے۔ اسٹور پر دہلی سے خبر آنے کے چالینس گھنٹہ کے اندر لاہور اور امرتسر دونوں بجائے گئے گوبند گڑھ اور فیروز پور کی فوج بڑھا دی گئی اور ملتان اور کا نگڑہ کی سپاہ کو اطلاع دی گئی لیکن ننگری صاحب نے صرف بڑے شہر دن اور بھاری سلخ خانوں ہی کی طرف اپنا خیال رجوع نہیں کیا۔ بلکہ پنجاب کے چھوٹے چھوٹے سول مقامات میں بھی چاروں طرف قاصد روانہ کیے، اور افسروں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے یہاں کا تمام خزانہ اس فوجی چھاؤنی میں جو سب سے قریب ہو پنجابی پولس کی حرست میں روانہ کر دیں اور ہندوستانی گاردون (پہرے کے سپاہیوں) پر بھروسہ نہ کریں اور ہندوستانی سپاہیوں کی جو چٹیان ڈاکخانوں میں آئیں ان کو جانے نہ دیں۔ ننگری صاحب اس جرات کے ساتھ کام کرتے وقت اسٹور اپنی قابل تعریف ہمتیں کرتے تھے کہ میں اس ولولہ کے ساتھ کام کرنے اور نازک وقت کی ضرورت دیکھنے کی حالت میں بھی بخیر دگر ہے یہ راسے دیتا ہوں کہ خاموشی اور اطمینان سے سب کام کیا جائے تو یا انتشار کی کوئی علامت ظاہر نہ کرنا چاہیے بلکہ کام کے لیے مستعد رہنا چاہیے اور جس ذریعہ سے معتبر ضروریافت ہو سکے اس کو تمام اطراف دریافت کرنا چاہیے چونکہ سمرجان لائس یہاں نہیں ہیں لہذا جب تک وہ نہ آئیں اس وقت تک میں چاہتا ہوں کہ ہر روز زیادہ دوسرے دن چند سطرین اس مضمون کی مجھ کو لکھ بھیجا کیجیے کہ آپ کے ضلع کے لوگوں کے خیالات کیسے ہیں۔ الخ۔ اس کل کام میں مجھ کو آپ کی مستعدی اور راسے پر کامل بھروسہ ہے۔ سمرجان لائس نے اس کے چند روز بعد اس شخص کی نسبت جسے ان کی طرف سے ایسی تحریر اور تقریر اور رائے کاموں کی تعمیل کی تھی اپنے حقیقی جوش طبیعت سے جو انھوں نے بہت شاذ و نادر ظاہر کیا ہے۔ الا اس وقت جب کسی شخص نے ایسا ہی غیر معمولی طور کا قابل تعریف کام کیا ننگری صاحب نے جو یہ چٹھی لکھی تو کچھ بعید نہ تھا۔ آپ کے لاہوریوں نے بڑا کار نمایاں کیا۔ میرے دل میں آتا ہے کہ ان کو اپنے گلے سے

پہلے اپنے دل میں اس بات کا خیال کرتے تھے کہ جو کچھ اس امر کی تائید یا تردید میں معلوم ہو سکے اس سے یقین حاصل کیا جائے۔ عین وقت پر وہ بہت جلد خیال کر لیتے تھے لیکن اکثر وہ فرصت کے وقت غور کر کے کو ترجیح دیتے تھے۔ محض طبییح تحریک پر وہ بہت کم عمل کرتے تھے۔ وہ اکثر یہ بات کہا کرتے تھے کہ اگرچہ ایک شکل مسئلہ پر غور کرتے وقت میں اکثر اپنی رائے بدل ڈالتا ہوں لیکن آخر میں میری رائے وہی قائم ہوتی ہے جو میں ابتدا میں محض طبییح شعور سے خیال کرتا ہوں اور اس سبب سے وہ عین ضرورت کے کاموں میں بلاتا ہوں اس سے بڑھکر اعتماد کے ساتھ فی الفور کام کر سکتے تھے جو عموماً انکی حادث والے آدمیوں سے ہو سکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس حادثہ خیر صبح کو فنگری صاحب اور انکے ساتھیوں نے فی الفور تجویز کرنے کا سلسلہ جو ان پڑا تھا انکے بارے میں سر جان لارنس نے جنگولاہور سے باہر اپنے محل صوبہ کی حفاظت اور پھر اسکے باہر تمام سلطنت ہندوستان کی حفاظت کا کام انجام کرنا لازم تھا صاحب موصوف کو افسدہ غالی نہ تصور کیا ہوگا جسقدر وہ ظاہر میں معلوم ہوتے تھے اور آہیں شک نہیں کہ جسوقت انھوں نے پہلے پہل ہتھیار کھولنے کی خبر سنی تو باوصف فنگری صاحب کی کامیابی کے انکو انکی کارروائی پر اعتراض کرنے کی ترغیب ہوئی۔ یہ بات انکی خاص دیانت داری ہی کے شایان تھی کہ انھوں نے اس بارے میں اپنا شک ظاہر کیا جس طرح دنیا کے لوگ کہتے ہیں کہ کھڑے ہتھیار سے تو خوب جیتی ہے، اس طرح سر جان لارنس نے ہر موقع کے لیے اس شل کو صادق نہیں تصور کیا۔ فوج کے صدر مقام کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا تھا کہ فنگری صاحب نے یا تو دنیا بھر سے عقلندی کا کام کیا ہے یا دنیا بھر سے بیوقوفی کا کام کیا ہے اور یہ قول اگرچہ چل تھا لیکن اسکی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے اگر لاہور کے سپاہیوں نے اپنے ہتھیار کھینچنے سے انکار کیا ہوتا اور علانیہ بغاوت برپا کر کے انہیں سے بعض لوگ مارے ہتھیار اور باقی ادھر ادھر پاک میں بھاگ جاتے اور ہر طرف فتنہ و فساد اور کشت و خون کی آگ بھڑکا دیتے تو اسکا کیا نتیجہ ہوتا۔ اس صورت میں جس خطرے کا ہکوانتہا سے زیادہ اندیشہ تھا وہ خود ہماری ہی تدبیروں سے پیدا ہو گیا ہوتا۔ پنجاب کے دور دراز مقامات کو اس امر کی خبر پہنچانے کو کہ ہم لوگوں پر کیا آفت آنے والی ہے قاصدوں کے بھیجنے کا بھی موقع نہ ملتا اور نشان کے سپاہی اور پانچ چھ دوسرے ضروری مقاموں کے لوگ جہاں ولایتی سپاہیوں کی تعداد بہت تھی اس بات کو دیکھ کر کہ لاہور میں انکو ضرر پہنچانے کی پیش بندی ہوئی ہے اور یہ سمجھ کر کہ وہ ان کے بعد ہماری باری آئیگی فوراً اپنی مصیبت کی پیشین گوئی کر دیتے اور ملک کے تمام حصوں میں غدر برپا کر کے ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرتے۔ ان ابتدا کی ایام میں بیشک یہ مسئلہ کہ آیا ہر فوجتہ سپاہیوں کی طرف سے اپنی انگلیں بند کر لینا چاہیے یا انکو اور بھڑکا چاہیے اور اپنے شبہات کو افسر ظاہر کر دینا چاہیے یا ان سے چھپانا چاہیے ایسا تھا جسکی نسبت بڑا اختلاف رائے واقع تھا اور جس طرح پنجاب کی فوجش قسمتی سے اعلیٰ افسر ایسا تھا جو اپنی بھاری ذمہ داریوں سے پیشتر کے عہدے کی نسبت دو چنہ اختیار کا کام انجام کر سکتا تھا اسی طرح اسکے ماتحت لوگ بھی ایسے تھے جنھوں نے خطرے کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بلا ہتھیار

اور ہلاتا مل سب کے پہلے ضرب لگانے کا ارادہ کر لیا یہ عین وقت پر کا مسئلہ غدر کے زمانے میں بار بار سامنے آتا تھا۔ اور یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ اُدھر تو جینٹلون کے کمان افسر اپنی نہایت ایمانداری کی وجہ سے قریب قریب ہمیشہ تاخیر کرنے اور انتہا تک اپنے آدمیوں پر بھروسہ کرنے کے واسطے تھے اور اُدھر سوئٹین لوگ مع اپنے اعلیٰ افسر جان لارنس کے ہمیشہ فوری کارروائی کرنے پر تکتے رہتے تھے۔ جب ایک مرتبہ برف کا ٹکڑا اگھل گیا اور لاہور کے اول مرتبہ کے قصد کی کامیابی کا شگون بہتر ہوا (جو صرف سست اعتقادوں یا زیادہ مشتاق لوگوں ہی کے نزدیک بیش قیمت نہیں تھا) تو اُس مسئلہ کے حل کرنے کا کام فی الواقع بہت آسان ہو گیا۔

ہتھیار لے لینے کا قصہ اکثر بیان ہوا ہے۔ لیکن جو باتیں آخر میں واقع ہوئیں اُن پر اسکا اثر ایسا پڑا اور وہ اُن لوگوں سے جسکو صاحب چیف کشر نے بڑی خوشی سے جمع کر رکھا تھا ایسا خاص تعلق رکھتا ہے کہ میں اُسکے عام حالات کو ضرور بیان کروں گا۔ دہلی کا تاریخ ۱۲ مئی کو صبح کے وقت لاہور میں پہونچا تھا اور منگمری نے قبل اُسکے کہ اس راز کا افشا ہو فی الفور تمام سول افسروں کو طلب کر کے ایک کونسل جمع کی۔ یہ تاخیر کا موقع نہیں تھا کیونکہ رچرڈ لارنس صاحب کے ذریعہ سے منگمری صاحب کو یہ اطلاع پہونچی تھی کہ سیانمیر کی بڑی چھاؤنی میں جو چاروں ٹانٹین رہتی تھیں وہ اس بات پر تیار تھیں کہ چاہے جو کچھ ہو مگر جو کچھ ہمارے بھائیوں نے دہلی میں کیا ہے ہم بھی اُسی کی تقلید کریں گے۔ ایک مضمحل برہمن منشی نے جو اس خاص کام کے واسطے مقرر ہوا تھا کہ شہر کے لوگوں میں جا کر اس بات کو دریافت کرے کہ اُنکے خیالات کیا ہیں اپنے مالک رچرڈ لارنس کے سامنے اپنے گلے پراٹھ لی پھر کہہ اُٹھا کہ وہ لوگ شہر میں بھوکیر کڑا لے کر تیار بیٹھے ہیں منگمری صاحب کے واسطے بس اتنا اشارہ کافی تھا چنانچہ کونسل میں فوراً یہ تحریک کی گئی اور اُسکو بالاتفاق ہر شخص نے قبول کیا کہ یہ بات نہایت ضرور ہے کہ ہندوستانی سپاہیوں کی اُن رجمنٹوں سے فوراً توپ کی ٹوپیاں اور سامان جنگ رکھوایا جائے۔ لیکن سول افسروں کو اس بارہ میں کوئی اختیار نہ تھا اور اس واسطے منگمری صاحب اور سیکنڈ فرنٹ صاحب سوار ہو کر میانمیر کو گئے کہ بریگیڈیئر سے فوری کارروائی شروع کرنے پر اصرار کریں۔ جنرل کاربٹ نے جیسا کہ لازم تھا پہلے اس تجویز کے مطابق عمل کرنے میں تامل کیا لیکن سہ پہر کو اپنے اوپر کامل بھروسہ کر کے تجویز کی کہ اس سے بھی تجاوز کیا جائے اور سپاہیوں سے صرف گولہ باروت ہی نہیں بلکہ اُنکے ہتھیار بھی رکھوایے جائیں۔

اُسی شب کو وہاں کے گورون کی رجمنٹوں کی طرف سے ایک دعوت (بال) ہونے والی تھی اور چونکہ موجودہ فوج سے ہتھیار رکھوانے میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے انخافے راز کی ضرورت تھی اسلئے اسیں تاخیر نہیں کی گئی۔ اُن چند افسروں کے نزدیک جو اس راز سے واقف تھے اور معذرا اپنے دل میں یہ خیال کرتے تھے کہ اس محفل کی صبح کو جنگاہ میں جانا اور قبر میں پانون لٹکانا پڑیگا یہ محفل رقص و سرود بیت الحزن معلوم ہوتا ہوگا

سوانح عمری لارڈ لارنس مرحوم

جلد دوم

باب اول

مشکل کا وقت اور حلال مشکل

مسی لغایت جون ۱۸۵۷ء

ہندوستان کے بلوہ کی داستان ایک ستر مرتبہ کی کہی ہوئی کہانی ہے جسکو باوصف اسکی بہالغہ آمیز ندرت اور اس محنت کے جو محکمو اس کے تمام و کمال حالات پر عبور حاصل کرنے میں صرف کرنا پڑی ہے میرا نشانہ نہیں ہے کہ اس کتاب میں پھر دوسرے کا قصہ کروں۔ میرا کام بحیثیت راقم سوانح عمری سر جان لارنس بہت محدود ہے حالانکہ محدود ہونے کے سبب سے وقت میں کچھ کم نہیں ہے۔ میرا کام صرف اس قدر ہے کہ جان تک ممکن ہو اختصار کے ساتھ ان کارروائیوں کا حال بیان کروں جو سر جان لارنس کی ساعی جیلہ اور عاقبت اندیشی اور ان کے اور ان کے نقشہوں کے استقلال سے ظہور میں آکر پہلے تو اس امر کی باعث ہوئیں کہ وہ جس صوبہ پر حکمران تھے وہ قریب الوقوع خطرہ سے محفوظ ہو گیا پھر ان کے سبب سے صوبہ نڈ کو رغلہ خانہ اور سلخ خانہ اور نئے سپاہی بھرتی کرنے کا میدان بن گیا اور آخر میں انھیں کارروائیوں سے ان کے دوران زندگی کی سربلن ترین کامیابی (بلکہ وہ ہر شخص کے دوران زندگی کی سربلن ترین کامیابی ہو سکتی ہے) حاصل ہوئی یعنی دہلی کے محاصرے اور تسخیر کا کام اتمام کو پہونچا۔ یہیں شک نہیں کہ محاصرہ دہلی اس شہر کی تواریخی ناموسی اور محصورین کی قوت اور کثرت اور فراہمی وسائل اور ان معدودے چند آدمیوں کی کمزوری اور بے سروسامانی اور مشکلات اور کامیابی یا ناکامی کی اُمید دیم کے اعتبار سے جو محاصرہ کھاتے تھے ایک ایسا کام تھا کہ حال کی توازن میں اسکی کوئی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

باوصف اس قید کے بھی جس میدان کے طے کرنے کا میں نے قصد کیا ہے وہ بہت وسیع ہے۔ اس میدان کے

مشہور ہیں اور دوسرے دوست انکی بیٹی لیدی کی شادی ہنری کیٹنگم کے ساتھ اٹکا دہنا تھ اسکول بورڈ پر۔
 برسات کی فصل انورس میں۔ یادداشت مس گاسٹر۔ لارڈ لارنس کے قتلے۔ برسات کی فصل ہٹوں ہوس وقوع
 جزیرہ قلعہ میں۔ افغانستان پر مشقہ می ہونے سے ذہ پھر آگے بڑھ کر کٹھے ہوئے۔ انکی تقریریں ہوس آف لارڈ
 میں۔ ہندوستان کا خیال۔ جولائی میں ہوس ہین آٹکے حالات سے آگاہی۔ لارڈ میو اور لارڈ ناتھ ناتھ بروک
 آٹکے جانشینوں نے انکی حکمت عملی کی پیروی کی۔ انبالہ کا جلسہ ملاقات۔ شملہ کا جلسہ ملاقات۔ شیر علی کی حالت۔
 مسئلہ تنازعہ فیہ کی دہی صورتیں۔ لارڈ سلسبری نے حکمت عملی بدل دی۔ سربراہی فریڈ کی چٹی اور اس میں
 مشقہ می کی تجویزات۔ قلعہ کا قبضہ۔ لارڈ لارنس کا جواب۔ لارڈ میو اور لارڈ ناتھ بروک کی چٹیوں سے
 اسی حکمت عملی کا جاری رہنا ثابت ہوا۔ سربراہی فریڈ سے ملاقات ہوئی۔ گورنٹ ہند نے لارڈ سلسبری کی
 تجویزات سے مخالفت کی۔ لارڈ ناتھ بروک کا استعفا۔ لارڈ ٹن گورنر جنرل۔ مشقہ می کی حکمت عملی سرچاچ کوپی۔
 سرحد کے بارے میں انکی رائے پیش لارنسوں کے برابر ہے۔ انکی خصلت اور کارگر اربان۔ بیٹی بال اور
 فور میو۔ لارڈ ٹن کی ابتدائی تدبیریں۔ انکی دھکیان۔ قلعہ کا قبضہ۔ پشاور کی مجلس شوری۔ برٹش انسروں کے
 افغانستان میں رہنے پر اصرار۔ شیر علی کا پُرورد استغاثہ۔ حق پر کون تھا۔ اس گل مسئلہ کے متعلق گورنٹ ہند
 و انگلستان کی خاموشی۔ لارڈ لارنس کے خیالات و مقاصد۔ مس گاسٹر کی یادداشت۔ مس گاسٹر کی
 خدمات لارڈ لارنس۔ سوچوک آف ارجل کا سوال۔ لارڈ سلسبری کا جواب۔ آٹکے نتائج۔ کابل میں
 روسی انچی کا استقبال۔ ہلو کیا کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے کیا کیا۔ سر نیول چمبرلین کی سفارت۔ لڑائی کا قصد
 مصر کیا گیا۔ آٹکے روکنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی تھی۔ لارڈ لارنس کی حالت۔ انکی مشکلات اور اٹکا
 عزم۔ انکی پہلی چٹی اخبار میس کے نام۔ انکی پیشین گوئیان۔ ہادموائی نشانہ۔ آٹکے نتائج۔ دوسری چٹیان
 اخبار میس کے نام۔ دو ایک ایسی لڑائی جسکی شہادت پیش کر سنے میں ہلو شرم آتی ہے۔ لارڈ لارنس
 کیٹی متعلقہ معاملات افغانستان کے چرمین مقرر کیے گئے۔ انکی خط کتابت لارڈ میکنس فیلڈ سے رسامی
 سرحد۔ جلسہ پارلیمنٹ۔ اہل الرا سے ہند کے خیالات۔ حمد نامہ گندمک اور یعقوب خان۔ جنگ کے
 مقاصد ایک یا دو مینیہ تک حاصل رہے۔ دو سب کے سب لارڈ نے بائیکے ایک بھی نہ چکا۔ پھر جنگ شروع
 ہوئی۔ بیونڈ کی لڑائی۔ دونوں لڑائیوں کے نتائج۔ تم جاہو کو کچھ کر دیکھن قیہ خدا کے اختیار میں ہے۔ لارڈ لارنس کا
 قابلیت اور بہت۔ دوسرے بیٹے ہنری کی شادی۔ لارڈ لارنس کا آخری مرتبہ ہوس آف لارڈس جانا انکی آخری
 تقریر۔ اٹکا مرض الموت۔ حالت ترح۔ انکی وفات۔

توضیحات جلد دوم

جولوج کے مقابل میں ریگی

تصویر

صفحہ ۱۶۶

نقشہ دہلی بابت ۱۵۷۵ء

سَرخِجان لارنس کی بیاری۔ اُنکی کارکنشی کا تذکرہ۔ کونسل سے اُنکی مشکلات۔ دربارِ اعظم لکھنؤ۔ اُنکی تاریخی قیمت۔ صفہ
خانہ دانی خیال سے اُسپر توجہ۔ سرخِجان لارنس کی بڑی بیوی کی شادی۔ لیڈی لارنس انگلستان جاتی ہیں۔
تازن بیکلیوڈ۔ سرخِجان اسٹریچی۔ سرسہری ڈیورینڈ اور اُنکے ساتھ رہنا دُکرنے کی مشکلات۔ ۱۸۵۷ء میں ہر ایک اُنکے
اعتبار سے بھارت ترقی۔ سر اسٹافورڈ نارٹھ کوٹ کے نام چمپیان۔ مسافرانِ وسط ایشیا کے بارے میں خیالات۔ اور
ایر لینڈ اور افغانوں کے بہت۔ لارڈ میو کے جانشین مقرر ہوتے ہیں۔ جنگ کوہِ اسود۔ ڈپوک آف آجمل سر اسٹافورڈ کوٹ
کی جگہ مقرر ہوتے ہیں۔ سرخِجان اسٹریچی کی یادداشت سرخِجان لارنس کی وائیسرائی کے بارے میں۔ ۱۸۵۱

باب چہارم

کاشتکاروں کا حق اور بیرونی حکمتِ عملی۔ ۱۸۶۹ء لغایت ۱۸۷۹ء

وائیسرائی کے متعلق خاص طور کے دو مسئلے۔ مسئلہ حق کاشتکاران کی مشکلات۔ اُنکے فیصلے میں لارنس کی
ہمداری۔ اُنھوں نے جو کچھ کیا دوسرا کوئی وائیسرائے نہ کرتا۔ جنگِ لہ کی نزاعات۔ زمیندار اور ماسامی۔ زراعت نیل۔
درجہ لگان کیا ہے۔ چمپیان بنام کپتان ایسٹوک اور سر راسکن پریمی۔ سرسہری میں اُنکے حمل مددگارِ فوجی معزز۔
چمپی بنام سر اسٹافورڈ نارٹھ کوٹ۔ حق کاشتکاران اودھ۔ لارڈ کینگنگ کا اشتہار۔ اُسکا مقصد اور نتائج۔ سر جانسٹن گلفیڈ
اور سرسہری ڈیورینڈ۔ کاشتکاروں کے حقوق زائل ہو گئے سرخِجان لارنس کے خلاف خوفناک طریقہ کی فریادیں اُنکی
اخلاقی ہمت۔ چمپیان بنام سر پارلس وڈ و سر فرڈرک کری و کپتان ایسٹوک۔ سرخِجان اسٹریچی چیف کمنڈر اودھ۔
اُنکی کشمیں۔ اس مسئلہ کا فیصلہ۔ پنجاب میں کاشتکاروں کا حق۔ دہان کا نیا بندوبست اور راضی کے متعلق اظہارِ
کا خطرو۔ بحث مقامِ شملہ۔ سرخِجان لارنس سرسہری میں سرخِجان اسٹریچی اور سرسٹین کار کے خیالات۔
سرخِجان اسٹریچی کی یادداشت سرخِجان لارنس اور مسئلہ کاشتکاران پنجاب کے متعلق۔ جان اسٹوارٹ مل۔
ایک علاقہ کے زمینداروں کی فریاد۔ آسین ناکامی۔ اُنکا خیالی سرخِجان لارنس کے متعلق۔ سرخِجان لارنس
کی بیرونی حکمتِ عملی۔ لارڈ البراسے لیکر لارڈ نارٹھ بروک ایک مسلسل حکمتِ عملی کا جاری رہنا۔ سرخِجان لارنس کی
ذاتی واقفیت۔ ہمدارانہ خاموشی اور اُسکے معنی۔ وسط ایشیا میں روس کی پیش قدمی۔ اُسکا مقابلہ کیونکر کرنا چاہیے تھا۔
تیسچیم ہٹنے اور آگے بڑھنے کی حکمتِ عملی۔ سرسہری فرقہ۔ اُسکے مشیر اور اُن مشیروں کے خیالات۔ پنجابی فرقہ۔ اُسکے
مشیر اور اُن مشیروں کے خیالات۔ افغانوں اور روسیوں سے برتاؤ دُکرنے میں لارنس کے عملی اصول۔ اُنکے
عمد وائیسرائی میں کیا تدبیریں کی گئیں۔ دوست محمد کی سوانح عمری اور خصلت۔ اُسکے تعلقات ہمارے ساتھ۔ اُنکی
صلحت لارنس کو۔ اُنکی وفات کے بعد سلطنت کے لیے کہہ کاوش اور پانچ برس تک اُسکے انقلابات۔ سلطنت کے
رقیب اسیدوار فضل خاں عظیم خان اور شیر علی۔ شیر علی کے عروج حالات اور فضائل۔ افغانی تاریخ کا سول۔

اسکا تعلق یکے بعد دیگرے مختلف ڈائریکٹروں سے لارنس کا ثبات اور استقلال۔ حقیقی فرمانروایوں کا احترام۔ افغانوں کے بارے میں نیک نیتی۔ انکی حکمت عملی کے بارے میں پانچون صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ کے خیالات جو یکے بعد دیگر مقرر ہوئے یعنی سر چارلس وڈ لارڈ وی گرے۔ لارڈ کرینارن۔ سر اسٹافورڈ نارتھ کوٹ اور ڈیوک آف آربل۔ قبضہ قطع۔ آگے بڑھنے والے فرقہ نے کیوں اسکے لیے اصرار کیا۔ سر اسٹافورڈ نارتھ کوٹ اور روسخویا۔ سر ہنری راسنن کی یادداشت۔ ہندوستان میں اسکی نسبت کیا خیال کیا گیا۔ سر جان لارنس کا مشرکہ انکے جانشینوں کے لیے۔ اگر وہ لارڈ لٹن کی جگہ ہوتے تو روس کے ساتھ کیا برتاو کرتے۔ ہندوستانی اہل الرائے کی تائید انکی رائے سے۔ انکے عہد و ایسرائی کی عام کیفیت اور نتائج۔ دین ایک بال پڑا ہوا برتن ہوں۔ ڈاکٹر جارج اسمتھ ڈیڑ اخبار آٹ انڈیا کی تجویز۔ سر جان لارنس کی رپورٹ حیثیت اور انکے وائسرائے دربار کا اثر۔ دوہ حبشی، عیسائیت میں خال انداز۔ لارڈ میو کا ہندوستان میں پہونچنا۔ سر جان لارنس کی رخصتی دعوت۔ تقریر ولیم سینسفلڈ۔ تقریر سر جان لارنس۔ دو ہندوستانیوں کے ساتھ راستبازی اور مہربانی کیجیے گا۔ بہترین خدمات۔ یادداشت کرنل رینڈالف۔ گورنٹ ہوا کی حیرت انگیز کیفیت۔ لارڈ ڈلہوسی لارڈ کیننگ اور سر جان لارنس۔ لارڈ میو کا خیر مقدم۔ سر جان لارنس انگلستان کو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں انکے چالیس برس کے قیام کی کیفیت۔

باب پانزدہم

جان لارنس کے آخری ایام۔ عرصہ لغایت ۱۸۶۱ء

سر جان لارنس کے آخری ایام زندگی کے دل برس کی کیفیت۔ انگلستان میں داخل ہوتے ہیں۔ تندرستی کی حالت سقیم ہے۔ پیری کا خطاب۔ سٹرگیڈ اسٹون کی چھی۔ انکی نیشن اور نئی وضع کی تقریر۔ لارڈ لارنس پنجاب و گردیلی، انکے خاندان کے تباہی۔ انکے پسر۔ انکی بیٹیوں کی شادی۔ خاندان بکسٹن گھروالون کا جمع مس گا۔ انکے چرانے اور نئے دوست۔ اتوار کے سہ پہر کو وہ کیا مشغل کرتے تھے۔ لنٹن اور کلنٹن وغیرہ کی سیر۔ پہلا اسکول بورڈ۔ لارڈ لارنس نے اسکو قبول کیا۔ چیرمین مقرر ہوئے سٹر لیفون کی یادداشت۔ انکے چیرمین ہونے کی کیفیت۔ بورڈون سے انکی نفرت۔ اڈورڈ بکسٹن کی یادداشت۔ بر اعظم یورپ کی سیر۔ پیرس ریویرا روم اوینیس۔ کوہ وسو ویس کا اخراج۔ ٹیرل۔ انکا آخری سفر۔ لندن کا کام۔ اسکول بورڈ۔ گائیر اسپتال۔ گیریگیشن۔ انکے بڑے بیٹے جان کی شادی۔ براکٹ ہال۔ وہ انکو بہت مرغوب تھا۔ اسکول بورڈ سے کنارہ کشی۔ یادداشت سٹر کرڈ کلرک بورڈ۔ جان براٹ کی تقریر۔ لندن میں خیرات کے کام۔ انکی رائے شنون اور مشنریوں کے بارے میں۔ انکا سب سے چھوٹا بیٹا ہارو کو بھیجا گیا۔ خاندان ہارٹ و لارنس۔ لارڈ لارنس کا ہارو کی سیر کو جانا۔ نقصان بصارت۔ یادداشت لیڈی لارنس۔ عمل جراحی حسین ناکا جی ہوئی۔ تکلیفات غلیظ۔ فقدان بصارت۔ ایک آنکھ سے کچھ کچھ دکھائی دینے لگا۔

سُرخان لارنس کی بیاری۔ انکی کانزدکشی کا تذکرہ۔ کونسل سے انکی مشکلات۔ دربارِ اعظم لکھنؤ۔ اسکی تاریخی قیمت۔ صفحہ ۵۱۱

اسکا تعلق بیکہ بعد دیگرے مختلف وائسرائوں سے لارنس کا ثبات اور استقلال تحقیقی فرمانروایوں کا اعتراض۔ انفالون کے بارے میں نیک نیتی۔ انکی ملکیت عملی کے بارے میں پانچون صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ کے خیالات جو یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے یعنی ستر چارلس وڈ لارڈ دی گرس۔ لارڈ کینیڈا، سر اسٹافورڈ ناتھ کوٹ اور ڈیوک آف آرمبل قبضہ قطع۔ آگے بڑھنے والے فرقہ نے کیوں اسکے لیے اصرار کیا۔ سر اسٹافورڈ ناتھ کوٹ اور روسیولیا۔ سر ہنری راسن کی یادداشت۔ ہندوستان میں اسکی نسبت کیا خیال کیا گیا۔ ستر جان لارنس کا متروکہ اُنکے جانشینوں کے لیے۔ اگر وڈ لارڈ لٹن کی جگہ ہوتے تو روس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے۔ ہندوستانی اہل الرائے کی تائید انکی رائے سے۔ اُنکے عہد وائسرائے کی عام کیفیت اور نتائج۔ یعنی ایک بال چا ہوا برتن ہوں۔ ڈاکٹر جارج اسمتھ اور ٹرانسباراٹ انڈیا کی تجویز۔ ستر جان لارنس کی پریوٹ حیثیت اور اُنکے وائسرائے دربار کا اثر۔ دو مہینے، عیسائیت میں خلیل آبادی۔ لارڈ میو کا ہندوستان میں پونچنا۔ ستر جان لارنس کی خستی و خوت۔ تقریر سر ولیم سینسیلڈ تقریر ستر جان لارنس۔ دو ہندوستانیوں کے ساتھ راستہ بازی اور صبر پائی کیجیے گا۔ بہترین خدمات۔ یادداشت کرنل ریشہ رالف۔ کونٹ ہونا کی حیرت انگیز کیفیت۔ لارڈ ڈیوڈ ہوسی لارڈ کینیڈا اور ستر جان لارنس۔ لارڈ میو کا خیر مقدم۔ ستر جان لارنس انگلستان کو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اُنکے چالیس برس کے قیام کی کیفیت۔

باب پانزدہم

ستر جان لارنس کے آخری ایام ۱۸۵۷ء لغایت ۱۸۵۹ء

ستر جان لارنس کے آخری ایام زندگی کے دس برس کی کیفیت۔ انگلستان میں داخل ہوتے ہیں۔ تندرستی کی حالت متعین ہے۔ پیری کا خطاب۔ سرٹھیکر اسٹون کی چچی۔ انکی پنشن اور نئی وضع کی تقریر۔ لارڈ لارنس پنجاب وگڑی، اُنکے خاندان کے تباہی۔ اُنکے سپر۔ انکی بیٹیوں کی شادی۔ خانہ ان کبٹن سکروالون کا بیچ میں چکر۔ اُنکے چرانے اور نئے دوست۔ اتوار کے سہ پہر کو وڈ کیا مشغل کرتے تھے۔ لٹن اور کٹمن وغیرہ کی سیر۔ پلاہا کوٹ۔ لارڈ لارنس نے اسکو قبول کیا۔ چیرمین مقرر ہوئے۔ سرٹھیکر کی یادداشت۔ اُنکے چیرمین بننے کی کیفیت۔ بورڈون سے انکی نفرت۔ آڈورڈ کبٹن کی یادداشت۔ برائنٹ بورپ کی سیر۔ پیرس ریویرا روم اوپیناس۔ کوہ و سوسویس کا اخراج۔ ٹیرل۔ اُنکا آخری سفر۔ لندن کا کام۔ اسکول بورڈ۔ کونٹ اسپتال۔ کیرامیشن۔ اُنکے جرے بیٹے جان کی شادی۔ براکٹ ہال۔ وہ انکو بہت مرغوب تھا۔ اسکول بورڈ سے کنراکشن۔ یادداشت سرٹھیکر وڈ کنٹرک بورڈ۔ جان برایت کی تقریر۔ لندن میں خیرات کے کام۔ انکی رائے شنون اور مشنریوں کے بارے میں۔ اُنکے سب سے چھوٹا بیٹا بارو کو بھیجا گیا۔ خاندان بارت و لارنس۔ لارڈ لارنس کا بارو کی سیر کو جانا۔ نقصان بھارت۔ یادداشت لیڈی لارنس۔ عمل جراحی حسین ناکہ می ہوئی۔ تلخفات ختم۔ ختم ان بصارت۔ ایکٹاکھ سے کچھ کچھ دکھائی دینے لگا۔

سرتاجان لائسنس کی بیماری۔ انکی کنار کوشی کا تذکرہ۔ کونسل سے انکی مشکلات۔ دربار عظم لکھنؤ۔ انکی تاریخی قیمت۔ صفحہ
خانہ دانی خیال سے اسپر توجہ۔ سرتاجان لائسنس کی بڑی بیوی کی شادی۔ لیڈی لائسنس انگلستان جاتی ہیں۔
تارن میکینوڈ۔ سرجان اسٹریچی۔ سرسہری ڈیورینڈ اور انکے ساتھ برتاؤ کر کے کی مشکلات۔ عیش و عشرت میں ہر ایک کے
اعتبار سے بے لگات ترقی۔ سرسٹافورڈ تارہ کوٹ کے نام چھپان۔ مسافران وسط ایشیا کے بارے میں خیالات۔ اور
ایر لینڈ اور افغانوں کے بابت۔ لارڈ ایسکے جانشین مقرر ہوتے ہیں۔ جنگ کوہ اسود۔ ڈیوک آف آرچل سرسٹافورڈ کوٹ
کی جگہ مقرر ہوتے ہیں۔ سرجان اسٹریچی کی یادداشت سرتاجان لائسنس کی دایسرائی کے بارے میں۔ ۵۱۱

باب چہارم

کاشتکاروں کا حق اور بیرونی حکمت عملی۔ ۱۸۶۹ء لغایت ۱۸۷۹ء

دایسرائی کے متعلق خاص طور کے دو مسئلے۔ مسئلہ کاشتکاران کی مشکلات۔ انکے فیصلہ میں لائسنس کی
ہمداری۔ انھوں نے جو کچھ کیا دوسرا کوئی دایسرا سے نہ کرتا۔ جنگ لہ کی نزاعات۔ زمیندار اور ماسامی۔ زراعت نیل۔
واجبی لگان کیا ہے۔ چھپان بنام کپتان ایسٹوک اور سرار سکن پرچی۔ سرسہری میں انکے محل مدوکار تعمیر "مقصود"۔
چھپی بنام سرسٹافورڈ تارہ کوٹ۔ حق کاشتکاران اور وہ۔ لارڈ کیننگ کا اشتہار۔ اسکا مقصد اور نتائج۔ سرسٹافورڈ
اور سرسہری ڈیورینڈ۔ کاشتکاروں کے حقوق زائل ہو گئے سرتاجان لائسنس کے خلاف خوفناک طریقہ کی فریادیں
اخلاقی ہمت۔ چھپان بنام سرسٹافورڈ وڈ و سرسٹافورڈ کمری و کپتان ایسٹوک۔ سرجان اسٹریچی چیف کمنڈر اور وہ۔
انکی کوششیں۔ اس مسئلہ کا فیصلہ۔ پنجاب میں کاشتکاروں کا حق۔ دہلی کا پناہ بندوبست اور راضی کے متعلق انقلاب
کا فطرہ۔ بحث مقام شملہ۔ سرتاجان لائسنس سرسہری میں سرجان اسٹریچی اور سرسٹافورڈ کے خیالات۔
سرجان اسٹریچی کی یادداشت سرتاجان لائسنس اور مسئلہ کاشتکاران پنجاب کے متعلق۔ جان اسٹوارٹ مل۔
ایک علاقہ کے زمینداروں کی فریاد۔ اسمین نکامی۔ اچھ خیال سرتاجان لائسنس کے متعلق۔ سرتاجان لائسنس
کی بیرونی حکمت عملی۔ لارڈ الہرا سے لیکر لارڈ تارہ بروک تک مسلسل حکمت عملی کا جاری رہنا۔ سرتاجان لائسنس کی
ذاتی واقفیت۔ ہمارا اندر خاموشی اور اس کے معنی۔ وسط ایشیا میں روس کی پیش قدمی۔ اسکا مقابلہ کیونکر کرنا چاہیے تھا۔
پتہ چھپنے اور آگے بڑھنے کی حکمت عملی۔ سندھی فرقہ۔ اس کے مشیر اور ان مشیروں کے خیالات۔ پنجابی فرقہ۔ اس کے
مشیر اور ان مشیروں کے خیالات۔ افغانوں اور روسیوں سے برتاؤ کرنے میں لائسنس کے عملی اصول۔ انکے
عدد دایسرائی میں کیا تدبیریں کی گئیں۔ دوست محمد کی سوانح عمری اور فصلت۔ اس کے تعلقات ہمارے ساتھ۔ انکی
مسلحہ لائسنس کو۔ انکی وفات کے بعد سلطنت کے لیے کہ کدو کاوش اور پانچ برس تک اس کے انقلابات۔ سلطنت کے
رقیب امیدوار افضل خاں اور شیرعلی۔ شیرعلی کے عجوبہ حالات اور خصائص۔ افغانی تاریخ کا سادول۔

اس کا تعلق بیکہ بعد دیگرے مختلف وائسیرایون سے لارنس کا ثبات اور استقلال تحقیقی فرمانروایوں کا اعتراف۔ انفالونک صفحہ
 بارے میں نیک نتیجہ۔ انکی مکت علی کے بارے میں پانچون صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ کے خیالات جو بیکہ بعد دیگر
 مقرر ہوئے یعنی سر چارلس وڈلارڈ دی گریس۔ لارڈ کرینیان سر اسٹافورڈ مارٹھ کوٹ اور ڈیوک آف آرجل قبضہ قطع۔
 آگے بڑھنے والے فرقہ نے کیوں اسکے لیے اصرار کیا۔ سر اسٹافورڈ مارٹھ کوٹ اور روسیخو یا۔ سر ہنری راسن کی یادداشت۔
 ہندوستان میں اسکی نسبت کیا خیال کیا گیا۔ سر جان لارنس کا مشرکہ انکے ہانشینوں کے لیے۔ اگر وہ
 لارڈ لٹن کی جگہ ہوتے تو روس کے ساتھ کیا برتاو کرتے۔ ہندوستانی اہل الزامے کی تائید انکی رائے سے۔
 انکے عہد وائسیرائی کی عام کیفیت اور نتائج۔ زمین ایک بال پڑا ہوا برتن ہوں۔ ڈاکٹر جارج اسمتھ اڈیٹر اخبار آف انڈیا
 کی تجویز۔ سر جان لارنس کی پریوٹ حیثیت اور انکے وائسیرائی دربار کا اثر۔ دوہ حبشی، عیسائیت میں غل انداز۔
 لارڈ میو کا ہندوستان میں پہونچنا۔ سر جان لارنس کی شخصی دعوت۔ تقریر سر ولیم مینسفیلڈ۔ تقریر سر جان لارنس۔
 دو ہندوستانیوں کے ساتھ راستبازی اور مہربانی کیجیے گا۔ بہترین خدمات۔ یادداشت کرنل رینڈالف۔ گورنٹ ہا
 کی حیرت انگیز کیفیت۔ لارڈ ڈلموسی لارڈ کیننگ اور سر جان لارنس۔ لارڈ میو کا خیر مقدم۔ سر جان لارنس
 انگلستان کو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں انکے چالینس برس کے قیام کی کیفیت۔

باب پانزدہم

جان لارنس کے آخری ایام۔ ۱۸۵۷ء لغایت ۱۸۵۹ء

سر جان لارنس کے آخری ایام زندگی کے دس برس کی کیفیت۔ انگلستان میں داخل ہوتے ہیں۔ تندرستی
 کی حالت یقیناً ہے۔ پیری کا خطاب۔ مسٹر گلیڈ اسٹون کی چٹھی۔ انکی نیشن اور نئی وضع کی تقریر۔ لارڈ لارنس پنجاب
 وگرنٹلی۔ انکے خاندان کے تبادلے۔ انکے پسر۔ انکی بیٹیوں کی شادی۔ خاندان بکسٹن گھروالون کا جمع مس گاڑ۔
 انکے پرانے اور نئے دوست۔ اتوار کے سہ پہر کو وہ کیا مشغل کرتے تھے۔ لٹن اور کلشٹن وغیرہ کی سیر۔ پہلا اسکول بورڈ۔
 لارڈ لارنس نے اسکو قبول کیا۔ چیرمین مقرر ہوئے مسٹر لیفون کی یادداشت۔ انکے چیرمین ہونے کی کیفیت۔
 بورڈون سے انکی نفرت۔ اڈورڈ بکسٹن کی یادداشت۔ تبرعظم یورپ کی سیر۔ پیرس ریویرا روم اور نیپلس۔
 کوہ وسوویس کا اخراج۔ ٹیرل۔ انکا آخری سفر۔ لندن کا کام۔ اسکول بورڈ۔ گائیز اسپتال۔ گیر اکیشن۔ انکے
 بڑے بیٹے جان کی شادی۔ براکٹ ہال۔ وہ انکو بہت مرغوب تھا۔ اسکول بورڈ سے کنارہ کشی۔ یادداشت مسٹر کروڈ
 کلرک بورڈ۔ جان برایت کی تقریر۔ لندن میں خیرات کے کام۔ انکی رائے مشنوں اور مشنریوں کے بارے میں۔ انکا
 سب سے چھوٹا بیٹا بارو کو بھیجا گیا۔ خاندان ہارٹ ولارنس۔ لارڈ لارنس کا ہارو کی سیر کو جانا۔ نقصان بصارت۔
 یادداشت لیڈی لارنس۔ عمل جراحی حسین ناکامی ہوئی۔ تکلیفات غلیظ۔ فقدان بصارت۔ ایک لکھ سے کچھ کچھ دکھائی دینے لگا۔

سر رابرٹ نیپیر۔ سر ہنری مین۔ سر ہیو رور۔ صوبوں کے گورنراؤں مختلف محکموں کے چیف سکریٹری۔ انکی قابلیت۔ صفحہ
 چھپیان بام کپتان ایسٹووک و سر ارکمن پری و سر فرڈرک کری۔ چارز بون کامکان۔ اصلاحات خطان صحت
 نکلتے۔ سر جان اسٹریچی۔ ٹریولین کا بیٹ۔ فریڈ کا حلقہ پنجاب کی سرحدی حکمت عملی پر۔ کام کرنے کا دیوتا۔
 سر جان لارنس شملہ جاتے ہیں۔ ضلع دہلی میں پڑانے دوستوں سے ملاقات۔ کسول کی سیر۔ چشمہ حالات
 مسئلہ قیام کسار و تبادلہ دار السلطنت۔ چھپیان بام و پنجاب سر چارلس و ڈ۔ شملہ کے فوائد۔ استمراری بندوبست
 اور اسکی توسیع۔ بنگالہ میں اسکی خرابیاں اور ممکن الوقوع فوائد۔ سر ہیو رور سے اختلاف۔ گورنر جنرل اور
 کمانڈر انچیف ہند کے باہمی تعلقات کی کشمکش۔ اسکا سبب۔ سر چارلس و ڈ سے خط کتابت۔ معاملات کی
 کیونکر درست ہوئی۔ سر جان لارنس نے دہلی کی دیواروں کو بچایا۔ اطباء کے قیاسات کا فیصلہ۔ سر ہارلے فریڈ
 سے اختلاف۔ فریڈ اور لارنس کا باہمی مقابلہ اور سوازنہ۔ دونوں نے اچھا کام کیا۔ گورنمنٹ یہی سے کن
 باتوں پر تکرار ہوئی۔ مالی نگرانی۔ پتلے روپیہ خرچ کرنا اس کے بعد اسکی وجہ بتانا۔ خط کتابت۔ جنرل رچرڈ اسٹریچی۔
 سر جان لارنس کی علوفہ تھی۔ انکی قدردانی فریڈ صاحب۔ ۳۸۹

باب یازدہم دربار اعظم لاہور۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء

لاہور میں جان لارنس کا ایک ہفتہ انکی عمر پھر میں زحمت سے گزرا۔ درباروں کی کام کیفیت۔
 اس دربار کی خاص باتیں۔ سرداروں کا اجتماع اور تزک و اشتہار۔ سر جان لارنس کا داخلہ۔
 ریلوے اسٹیشن پر آنکا استقبال۔ بڑے سرداروں کا خاص دربار۔ سر رابرٹ فنگری لٹنٹ گورنر پنجاب۔
 ایک نہایت پر محنت دن کی کارگزاری۔ راجہ کپور تھلہ کو سنارو ہنک خطاب دینے کی تقریب۔ لارنس ہال کا
 افتتاح۔ سر رابرٹ فنگری اور سر جان لارنس کی اسپیشین۔ دربار اعظم کی کیفیت۔ قوموں اور زبانوں کا
 اختلاف۔ کابل اور قوند کے سفر۔ اس دربار کی تاریخی نمود کی باتیں۔ پنجاب کی حالت کا جلد بدل جانا۔
 گزشتہ اور موجودہ زمانہ کا باہدگر مقابلہ۔ خاص خاص درباری۔ تقریبات۔ سر جان لارنس کی تقریر
 ہندوستانی زبان میں۔ اسکا اثر اور وقتیت۔ لاہور سے روانگی۔ سر چارلس و ڈ سے خط کتابت۔
 حضور ملکہ معظمہ کی چٹھی۔ ۳۹۰

باب دوازدہم وائسرائے کا زمانہ۔ ۱۸۶۷ء تا ۱۸۷۰ء

ملک ہندوستان اختلافات اور بوقتوں کی نمونہ ہے۔ نکلتے کا طوفان اور اس کے نتائج۔

سرتاجان لارنس کی چٹھی۔ وہلی کی سیریل۔ بی لارنس کا انگلستان سے آنا۔ سرالگرنیڈر لارنس کی وفات۔ سمنو واکہ مٹکی۔
 چٹھی۔ مالی مشکلات۔ سرچارلس ٹریولین اور انکم ٹکس۔ وود اور ٹنگری اور اڈورڈس وطن جاتے ہیں سرنہری لارنس
 کی سونخ عمری۔ کونسل میں تبادلو۔ سررابرٹ پیئر فوج بمبئی کے کمانیر۔ انکی خدمات۔ ہندوستان کو پنجاب بنانا۔
 کہان کا صحیح تھا لارنس کا خیال سرپرستی اور خدمات کے بارے میں۔ کرنل رچرڈ اسٹریٹجی اور انکے
 بارے میں لارنس کی رائے۔ جنگ بھونان اور اسکی وجود اور مشکلات۔ اسکے انقلابات۔ اسکا مناسب طور پر فائدہ۔
 سرولیم سینٹیلڈ کمانڈر انچیف افواج ہند۔ قیام شملہ۔ لیٹا بی لارنس کی یادداشت۔ لارنس کی فراغت اور انکسپریس کے۔
 تیشلی قلعہ۔ مشرکس ہیز کی وفات۔ پنجاب اور گرگنیل۔ قیام بارکپور۔ اڈورڈ بریڈر تھ۔ ایوان والیس اسے کے تبادلو۔
 جیس گارڈن اور سمورلین۔ سرچارلس وڈ کا استعفا۔ انکی خدمات اور سرتاجان لارنس کے تعلقات۔ پیر مقرر ہوئے
 اور لارڈ ہینکس کا خطاب پایا۔ انکی جگہ لارڈ ڈومی گری مقرر ہوئے۔ انکی چٹھی۔ تجارتی تباہیاں۔ بمبئی ہنگ۔ قلعہ اڑیسہ۔
 اڑیسہ کی قدرتی کیفیتیں۔ مشترک ذمہ داری۔ بورڈ آف رونیو اور رسل میڈن۔ سرتاجان لارنس کی مشرکت۔
 ڈاکٹر فارکوہر کی یادداشت۔ سرتاجان لارنس کی چٹھی صاحبان سکرٹری آف اسٹیٹ کے نام۔ کمیشن قلعہ۔ سر جارج کیمبل
 لارڈ نار تھ بروک اور سر اسٹافورڈ نار تھ کوٹ کی رائیں۔ لارڈ ڈومی گری کی حکمت عملی ہند۔ انکی جگہ لارڈ کرین بارن
 مقرر ہوئے۔ انکی استعداد۔ لوکل فوج کی شکایتوں کا فیصلہ کیا گیا۔ توسیع آبپاشی۔ سرتاجان لارنس کی ابتدائی
 کوششیں زراعت کے لیے۔ اس بارے میں انکے خیالات۔ بڑے بڑے کام شروع ہوئے۔ خیالات ریلوے کے
 بارے میں۔ لارڈ کرین بارن کی خشک مزاجی۔ انکی چٹھی۔ دربار اعظم اگرد۔ اسکی خاص کیفیتیں۔ خطابات دیے گئے۔
 مہاراجہ جودھپور۔ والیس اسے کی تقریر۔ سیرگوالیار۔ اسکی تواریح۔

باب ستیتر دہم

والیس رائی کا زمانہ (ستمہ) ۱۸۶۷ء لغایت ۱۸۶۸ء

رفع تکلیف قلعہ اڑیسہ کی کوششیں۔ والیس اسے کی اسپیش۔ فریڈن اور ڈنٹن وطن جاتے ہیں۔
 بلورڈن پول۔ کرنل ہنری پول۔ سر جارج پول۔ سرولیم میور۔ خدمات میور۔ معاملات میور۔ لارنس کے خیالات۔
 لارڈ کرین بارن کا استعفا۔ سر اسٹافورڈ نار تھ کوٹ انکی جگہ مقرر ہوئے۔ مالی مشکلات کا پھر واقع ہونا۔ لینسن ٹکس کے
 بارے میں جوش و خروش۔ لارنس کے خیالات۔ انگلش اور ڈیسی حکومت کے خوب اور حاسن سرتاجان لارنس
 کی چٹھیاں۔ نواب ٹانک۔ یونان۔ یقور بیگ۔ بخارا۔ جنگ۔ ایسینیا اور سررابرٹ پیئر۔ انکی خدمات۔ قندھار پر قبضہ
 قائم رکھنے کے بارے میں رائے۔ آیابندوستان کو شاہنشاہی لڑائیوں کا خرچہ برداشت کرنا چاہیے سرتاجان لارنس
 کے خیالات۔ انکے تعلقات سر اسٹافورڈ نار تھ کوٹ کے بارے میں۔ سر اسٹافورڈ نار تھ کوٹ کی رائے انکے بارے میں۔

بڑا ہونے والے تھے۔ جب وہ تین۔ دو تین سال پر مری اور اپ وطن جانا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے لئے جو ان تمام صوفیہ میں یہ پنجاب میں انکی بگ بگ ہونے والا تھا۔ لارنس کے خیالات انگری اور فریو کے۔
 یہ میں نے لارنس کو رنج پنجاب۔ اپنے ہاتھوں کی عزت افزائی کے لئے اور کرنا چھینا۔ پیام لارڈ اسٹینل۔ سر لارڈ لارنس۔
 اس اور چارلس برنارڈ کی مین لٹیریا کے نام۔ مری اور پشاور میں ہیضہ کا خرچ۔ چھٹی پیام سب فی کان
 بیون کی حالت کے بیان میں۔ آخری مرتبہ سرحد کو جانا۔ نیل کی یادداشت۔ ہمارا کہ کشمیر سے سرکاری طور پر ملا۔
 اب ہمارے انکی خدمات اور خیالات۔ بے۔ ایک۔ بیٹن کی یادداشت۔ دو میں ہمارا کی کو جان لارنس پر چھوڑ دیا۔
 غم خود نہ جاؤ۔ وہ جس حالت میں وہ جاتے ہیں تو کیا کوئی واردات نہ گذریگی۔ اس شخصیت کی استدعا اور منظوری۔
 اس کی حالت۔ بہتر سے پنجابی سپاہیوں کا خطرہ۔ پنجاب کی پہلی ریلوے کا پہلا پتہ۔ ہمارے کے کام کا باقی میں ہوں۔
 و تھوڑا سا نقصان ہو گیا۔ پہون کیا سکتا ہوں۔ پنجاب میں کی جانب سے سرخان لارنس کے نام ختمی جو عند اشت۔ اچھا
 جواب۔ چار پر انکی ردائی۔ اور انگلستان میں آپ اس طرح کے استقبال کی تیاری کر کے آئیگا جس طرح کا استقبال
 چاہتے ہیں جس کے عرصے کسی کا کیا گیا ہوگا۔

۳۳۷

باب نہم

قیام انگلستان۔ فروری ۱۸۶۲ء لغایت دسمبر ۱۸۶۲ء

آجنا سے ڈورنگھاٹ۔ اہلیان خاندان کی باہمی ملاقات۔ مہاراجا کے ایڈس۔ گلڈنال سرخان لارنس
 کی پہنچ۔ ولس روم۔ آٹھ ہزار آدمیوں کی جانب سے ایڈس۔ سرحد ایڈس کی چھی۔ آکسفورڈ اور کیمبریج میں
 ڈی۔ سی۔ یل کی ڈگری۔ آکسفورڈ میں سرخان لارنس کے ڈگری پانے کی کیفیت۔ نیو ڈیٹ کی انعامی شنوی۔
 مسٹر کوننگٹن کی یادداشت۔ وٹزر کا جانا۔ ملکہ خلیہ کے خیالات انکی خدمات کے بارے میں۔ حضور مرکہ مطلب کی
 حضوری۔ سرچارلس فیس کی چھی۔ شاہزادہ البرٹ کی ملاقات۔ انکی بارے شاہزادہ البرٹ کے بارے میں۔
 آخر کیمبریج کی چھی اخبار میں کے نام۔ مضمون اخبار میں۔ سٹارٹ ہند کا تھ۔ پہلے پہل اسکی تقریب۔
 سرخان لارنس کی خاموشی کے خیالات۔ وٹزر کا کمال۔ وٹزر کا مضمون سے تقریب۔ سرحد اور وٹزر لارنس۔ وٹزر ہنری۔
 ایرلینڈ کی سیاحت۔ مکان اور باب مکان۔ کینان ایڈس کے دوستی۔ سربرٹ اور وٹس کی پاوریاں پہنچ۔
 مقامات وٹزرنگ وٹزر اور وٹس کی کابل کی سیر۔ وٹزر آف آبل کی راسے لارنس کے بارے میں۔ وٹزر کی
 دوستی۔ شہر گلاسگو کی آزادی۔ وٹزر کی گلاسگو کی یادداشت۔ وٹزر کی اور وفات۔ لارنس کی رہنمائی
 وٹزر کے ساتھ۔ سوچ گیت والا مکان۔ وٹس کی مشاغل۔ پوری جان آستہ ساکن لارنس کی یادداشت۔ ہنگام
 انگری۔ وٹس۔ چارلس بریٹس وٹس کی وٹس۔ وٹس کے ساتھ مع سٹینلین کے کچھ کسی جاعت کے خلاف وٹس کے

جنگ روم و زوس اور امریکہ کی خانہ جنگیوں میں اُنکے خیالات۔ سادہ طور کی زندگی۔ کشادہ دلی۔ شکست خیزی۔ صفحہ
 اُنکے مذہبی عقیدہ کی کیفیت۔ کپتان ایٹوک کی یادداشت۔ جدید انڈین کونسل۔ خواہش سے کم کام۔ اُنکے جنس
 ملازم اور افسر اعلیٰ۔ اُنکے جنس ملازموں میں سے ایک شخص کے روزنامہ کے اقتباسات۔ اوٹرم کی وفات۔
 وسٹ مسٹر ایڈی میں اُنکا دفن ہونا۔ لارنس بھی بعد کو انھیں کے قریب دفن ہوئے۔ ڈین اسٹینلی۔
 اوٹرم کی ہائی ہوئی سنگی تصویر۔ چھپیان بنام ڈاکٹر ہیتھ اوئے۔ انڈیا آفس سے لارڈ اسٹینلی کی کنارہ کشی۔
 کیا اثر چھوڑ گئے۔ مینشن ہوس میں سر جان لارنس کے بارے میں اُنکی تقریر۔ شجاع مجسم۔ سر چارلس وڈ کی
 تقریر۔ اُنکی حکومت کا طریقہ۔ ہندوستان کا از سر نو انتظام۔ اُنکی استعداد اور قابلیت۔ لوکل یورپین فوج کی
 موتوں کی گورون کا بلوہ۔ لارڈ وڈی گرے انڈر سکرٹری ہند۔ اُنکی یادداشت بحیثیت مارکوئیس پرین و گورنر جنرل۔
 لارڈ کیننگ کی واپسی اور وفات۔ لارنس کی اُنکے جانشین مقرر ہونے کی امید۔ لارڈ الگن۔ اُنکی حکومت کی
 کیفیت اور بے وقت کی موت۔ اُنکی جگہ کون جانشین مقرر ہونے والا تھا۔ غیر تحریری قانون۔ سرحدی جنگ
 اس مسئلے کو فیصلہ کرتی ہے۔ دو ٹوکو بحیثیت گورنر جنرل ہندوستان جانا ہوگا۔“ لیڈی لارنس کی یادداشت۔
 انگلستان میں اُنکے آخری ایام۔ اُنکی محنت اپنے رب سے چھوٹے بیٹے برٹی سے۔ زحمت ہونے کے وقت کی کیفیت۔ ۳۵۸

باب دہم

سر جان لارنس بحیثیت والیسرے ہند۔ ۱۸۵۷ء

الو اب متعلقہ زمانہ والیسرے کا منشا و مقصد۔ اگر سر جان لارنس غدر کے بعد مر گئے ہوتے تو کیا
 بہتر ہوتا۔ اُنکی تقریر کو تمام اشخاص نے پسند کیا۔ اخبار نویس۔ لارڈ شیفٹس بری بیشپ ولبر فورس ڈیوک آف آرچل
 و جرنل آف آرچل اور فلارنس نائٹنگیل کی چھپیان۔ اینگلو انڈین اخبارات کے خیالات۔ ڈاکٹر ہیتھ اوئے
 اُنکے پریوٹ سکرٹری۔ بحری سفر کے حالات۔ کلکتہ میں مائیکل خیر مقدم۔ سر ولیم ڈینس۔ سولین والیسرے کے
 بارے میں خاص وقتیں۔ خاص فوائد۔ پس ماندہ کام۔ سرحدی جنگ کا خاتمہ۔ از سر نو حکم کا قائم ہونا۔
 سر جان لارنس کی آزادی اور استعداد اور قابلیت۔ قصہ۔ شاندار می سے نفرت۔ فضول خرچی سے
 نفرت۔ والیسرے کے امور خانہ داری میں اصلاحات۔ ہندوستانی اخبارات کے حملے۔ اُنکی جذبہ اریان۔
 ڈین اسٹینلی اور اخبارات امریکہ۔ بھڑوں کا چھتا۔ قصہ۔ مورویا کے مشنری۔ ڈاکٹر ہیتھ اوئے اور ڈاکٹر فاکوہر
 کی یادداشتیں۔ شتر مرغ کا قصہ۔ بیشپ کاٹن کی ملاقات۔ کاٹن کا برتاؤ اور کارگر اریان اور وفات۔ والیسرے
 کے اختیار کو اُنکی کونسل اور سکرٹری آف اسٹیٹ نے روک دیا۔ والیسرے کے فرائض منصبی۔ اُنکے کس۔
 دو کوئی کام باقی نہیں رہا۔“ دو کچھ تم کو اچھی طرح سے کروگا۔ اُنکی کونسل کے ممبر۔ سر چارلس ٹریویمین۔

جنگ روم و زوس اور امریکہ کی خانہ جنگیوں میں اُنکے خیالات۔ سادے طور کی زندگی۔ کشادہ دلی۔ سنگسرخاجی۔ صفحہ
 اُنکے مذہبی عقیدہ کی کیفیت۔ کپتان ایٹوک کی یادداشت۔ جدیدانڈین کونسل۔ خواہش سے کم کام۔ اُنکے بھیس
 ملازم اور افسر اعلیٰ۔ اُنکے بھیس ملازموں میں سے ایک شخص کے روزنامہ کے اقتباسات۔ اوٹرم کی وفات۔
 وسٹ منسٹر اینٹی مین اٹکا و فن ہونا۔ لارنس بھی بعد کو انھیں کے قریب دفن ہوئے۔ ڈین اسٹینلی۔
 اُوٹور کی بنائی ہوئی سنگی تصویر۔ چٹھیاں بنام ڈاکٹر ہیتھ اوسے۔ انڈیا آفس سے لارڈ اسٹینلی کی کنارہ کشی۔ وہ
 کیا اثر چھوڑ گئے۔ مینشن ہوس میں سرجان لارنس کے بارے میں اُنکی تقریر۔ شجاع مجسم۔ سر چارلس وڈ کی
 تقریر۔ اُنکی حکومت کا طریقہ۔ ہندوستان کا از سر نو انتظام۔ اُنکی استعداد اور قابلیت۔ لوکل یوردرپین فوج کی
 موتوفی۔ گورون کا بلوہ۔ لارڈ ڈوی گرسے انڈر سکرٹری ہند۔ اُنکی یادداشت بحیثیت مارکویس رپن و گورنر جنرل۔
 لارڈ کیننگ کی واپسی اور وفات۔ لارنس کی اُنکے جانشین مقرر ہونے کی امید۔ لارڈ الگن۔ اُنکی حکومت کی
 کیفیت اور بے وقت کی موت۔ اُنکی جگہ کون جانشین مقرر ہونے والا تھا۔ غیر تحریری قانون۔ سرحدی جنگ
 اس مسئلے کو فیصلہ کرتی ہے۔ دو تنکو بحیثیت گورنر جنرل ہندوستان جانا ہوگا۔ لیڈی لارنس کی یادداشت۔
 انگلستان میں اُنکے آخری ایام۔ اُنکی محبت اپنے سب سے چھوٹے بیٹے برٹی سے۔ نصرت ہونے کے وقت کی کیفیت۔ ۳۵۸

باب دہم

سرجان لارنس بحیثیت والیسراے ہند۔ ۱۸۵۷ء

الو اب متعلقہ زمانہ والیسرائی کا منشا و مقصد۔ اگر سرجان لارنس غدر کے بعد مر گئے ہوتے تو کیا
 بہتر ہوتا۔ اُنکی تقریر کو تمام اشخاص نے پسند کیا۔ اخبار نویس۔ لارڈ شیفٹس بری لیشپ ولبر فورس ڈیوک آف آئرل
 وڈ جز آف آئرل اور فلارنس نائنگیل کی چٹھیاں۔ اینگلو انڈین اخبارات کے خیالات۔ ڈاکٹر ہیتھ اوسے
 اُنکے پریوٹ سکرٹری۔ بحری سفر کے حالات۔ کلکتہ میں ٹانکا خیر مقدم۔ سرولیم ڈیسن۔ سولین والیسراے کے
 بارے میں خاص وقتیں۔ خاص فوائد۔ پس ماندہ کام۔ سرحدی جنگ کا خاتمہ۔ از سر نو حکم کا قائم ہونا۔
 سرجان لارنس کی آزادی اور استعداد اور قابلیت۔ قصے۔ شاندار می سے نفرت۔ فضول خرچی سے
 نفرت۔ والیسراے کے امور خانہ داری میں اصلاحات۔ ہندوستانی اخبارات کے حملے اُنکی جنبہ داریاں۔
 ڈین اسٹینلی اور اخبارات امریکہ۔ بھڑوں کا چھتا۔ قصے۔ مورویا کے مشنری۔ ڈاکٹر ہیتھ اوسے اور ڈاکٹر فارکوہر
 کی یادداشتیں۔ شتر مرغ کا قصہ۔ ہشپ کاٹن کی ملاقات۔ کاٹن کا برتاؤ اور کارگرز ایران اور وفات۔ والیسراے
 کے اختیار کو اُنکی کونسل اور سکرٹری آف اسٹیٹ نے رد کر دیا۔ والیسراے کے فرائض منصبی۔ اُنکے کبس۔
 دو کوئی کام باقی نہیں رہا۔ دو جو کچھ تم کو اچھی طرح سے کروگا۔ اُنکی کونسل کے ممبر۔ سر چارلس ٹریوین۔

انواریت کا انسداد۔ آرٹھر رینڈر تھ کی جگہ پراڈورڈ پاسک کا مقرر ہوتا۔ پاسک کی یادداشتیں متعدد کائنات ہماری سفر
سبب۔ دہلی کی حالت۔ کالون اور ہروے کے تختہ کی وفات۔ آخر کو دہلی کا سر جہان لارنس کی طرف
حوالہ کرتا۔ دہلی کی کوٹھ دیوانہ کی کیفیتیں۔ پرائیز ایجنٹ۔ فوجی گورنر۔ مجسٹریٹ۔ قلعہ اور بادشاہ اور
بادشاہ بیکم۔ دہلی پر پزل چلا دو۔ اسمین ٹیک بودوٹ۔ دو جامع مسجد کو منہدم کر دو۔ سر جہان لارنس کے
خیالات شاہزادوں کے بارے میں۔ شہر کی آبادی۔ پرائیز ایجنٹ اور بادشاہ اور شہر اور قلعہ۔
خوفناک حملہ۔ فوجی کمیشن اور خاص کشنر۔ سر جہان لارنس رہ میں بے پتے گئے۔ ہاؤسن کی
ضمانتیں۔ چٹھیاں بنام لارڈ کیننگ ولارڈ انفسٹون ہزل بنی۔ لارڈ لارنس مزید خزانہ اور غارتگری کے انسداد کو دہلی
جاتے ہیں۔ رہائی اور سزا موت کے اختیارات خاص خاص لوگوں سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ سر جہان لارنس کی
سیرت انگیز یادداشت۔ جو کچھ گذرا تھا اس پر الزام۔ جس قدر چاہیے اس کا نصیب بھی استحکام نہیں ہے۔ ارکان خاندان
شاہی سے انتظام لینے کی خواہش۔ انجمن حکومت ہند کی عام حالت۔ لارڈ انفسٹون اور لارڈ کیننگ اور ملکہ مظفر کے
خیالات۔ لارڈ کیننگ کی یادداشت، لفظ سر فرڈرک میلڈی۔ لیڈی لارنس لاہور میں اپنے شوہر سے ملاقات
کر کے ہندوستان روانہ ہوتی ہیں۔

۲۳۰۰

باب ہفتم

جان لارنس کی صلح آمیز کارروائی کا زمانہ۔ شہر شہر کے لغات جولائی ۱۸۵۸ء

ہندوستان کی ضروری حالت پر ملکہ مظفر اور شاہ زادہ البرٹ کے خیالات۔ سر کالن کبیل کا تذکرہ انجمن۔
قیام ہندوستان کے گذشتہ ۱۸ مہینے کے زمانہ میں لارنس کی چٹھیاں کی سرگرمی۔ قنصل کا نوہ۔ چٹھیاں بنام ونجانب
سر کالن کبیل و جنرل ہنسیلڈ اعلیٰ انسر سٹاف۔ ہنسیلڈ کے خیالات لارنس کے بارے میں۔ رز پڈنسی
گھنٹو کی پہلی لک۔ ہولیاک اور اڈرم۔ دو بری لک بڈریہ سر کالن کبیل۔ رز پڈنسی کا چھوڑنا اور ہولیاک کی
وفات۔ لارنس سے یہ لک استغاثہ۔ انجمن چارٹ۔ انجمن پاس۔ لک کے سلسلہ کا سر کالن کبیل کے پاس پہنچنا۔
آیا یہ جنگ فساد کی جنگ کی بابت تھی۔ لارنس کی یہ رائے تھی کہ بلا قید و عافی کا دروازہ کھول دیا جائے۔ اپنے
خیالات انھوں نے ہنسیلڈ اور کالن کبیل اور لارڈ کیننگ پر ظاہر کیے۔ سر کالن کبیل کا گھنٹو پر قبضہ کر لینا۔
اودھ میں منبھل کا اشتہار۔ اسکی پیچیدہ حالت۔ لارنس اور اڈرم اور لارڈ انبراٹس نے اس پر الزام لگایا۔ لارڈ انبرا
کی چٹھی اور استغاثہ۔ سر رابرٹ نیلگرمی جیف کیشنر اودھ۔ پنجاب ہندوستان میں برون اور بہادر لون کی تربیت کا
تھا۔ اسکی بشالین۔ پنجاب کی روایتوں کا سلسلہ ٹوٹے نہیں پایا۔ چھانے پنجابیوں کا واپس آنا۔ برادران بٹن
کی سفارت قندھار سے کیا سبق حاصل کرتا چاہیے۔ لارڈ ڈوگوس کی خاموشی۔ آخر کو انھوں نے بھی قلم اٹھایا۔

انہی خط و کتابت۔ سر چارلس ٹریویلین سے خط و کتابت۔ انکی کارگزار یوں کے حالات۔ مکمل کی تحریرات۔ صفحہ
 ”دوست ہند“ کی چٹھیاں۔ لارنس اسلم۔ سول سروس کے لیے امتحان مقابلہ کے قاعدہ کا جاری ہونا۔
 لارنس کے خیالات۔ انصاف ایک ویشیانہ انتظام میں متزل ہو جاتا ہے۔ دو گروں کی عام لڑائی کا لون
 سے۔ ”تمثیلات۔ سپید پانڈے۔ شکاری طیور اور پانڈے۔ کینڈ کش۔ تم خدا کا خوف کرتے ہو یا انسان کا۔
 معافی جرائم کے بارے میں لارنس کا استثنائہ سر کالن کیبل لارڈ کیننگ لارڈ لوسلی اور لارڈ اسٹینلی سے۔ حیرت انگیز
 چٹھیاں ”ہم چاہتے ہیں کہ ہلاقیہ معافی جرائم ہو اور ایک شخص اس کا ردوائی کا کرنے والا ہو۔ خط کتابت
 میر ڈیوڈ ٹون شہ سے۔ اخبار فرنیڈ آف انڈیا۔ انگلستان اسوقت بیدار ہو گا جب دیر مو جاگی قلعہ گوالیار کا
 ہاتھ سے نکل جانا۔ سر ہیوزر دز کے ذریعہ سے اسپر بھی قبضہ ہونا۔ سر رابرٹ نیپیر وسط ہند میں۔ دو سپاہیوں کے
 مسئلہ سے کشادہ دلی کے ساتھ ہٹاؤ کرنا چاہیے۔ آخو کو لارنس کے خیالات غالب رہے۔ پچاس ہزار
 پنجابی سپاہی اپنے گھروں کو واپس بھیج دیے گئے اور کوئی حادثہ نہیں گذرا۔ وفادار پٹن۔ وفادار کے سردار ونگ
 انعامات۔ جبریہ قرضہ ادا کر دیا گیا۔ اس بات کی داویا کہ گورنمنٹ ہند میں عیسائیت کے خلاف جواصول میں
 دو سب خارج کر دیے جائیں۔ یہ کیونکر واقع ہوا۔ اسکا مفہوم کیا تھا۔ اعلیٰ پنجابی افسروں کی مذہبی کیفیت۔
 سر جان لارنس کا مذہبی عقیدہ۔ سر ہربرٹ اوورڈس کا احلامنامہ۔ سر جان لارنس کا جواب۔
 اسکی جامعیت اور برباری۔ انکے خیالات اسکو لون میں انجیل پڑھا نے اور عیسائی شتون اور ویسی ریاستوں کے
 اوقات مذہبی اور استقرار قومیت اور ویسی تواروں کی تعطیل اور ویسی جوہدہ قانون اور عام مذہبی شتون کے
 بارے میں۔ دو امور متعلقہ عیسائیت کا عیسائی طریقہ پر انجام ہونا تھا۔ امور خلاف اصول عیسائیت کا عیسائیت
 کے نام سے انجام پانا۔ اعتدال مذہبی اور اسکی ترقی۔ مسجد اگر واپس کر دی گئی۔ مگر مغلہ کا اشتہار۔
 مذہبی آزادی کا یگانا چارٹا۔

باب ہشتم

اعتراف خدمات۔ جنوری ۱۸۵۹ء لغایت فروری ۱۸۵۹ء

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ۔ سر جان لارنس کو مبارکباد۔ خطابات۔ لارڈ پانیور اور جی۔ سی۔ بی کی
 خطاب۔ شہر لندن کی آزادی۔ بیروت کا خطاب۔ بیرونی کونسل کی ممبری۔ جدید انڈین کونسل کی ممبری کا
 ایجاد۔ لارڈ اسٹینلی کی چٹھی۔ پیر کا منصب کیون نہیں۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس اور مالکان ایسٹ انڈیا کمپنی کا
 رزلٹیویشن۔ دو ہزار پونڈ کا سالانہ وظیفہ۔ سرفرڈن کرسی اور کپتان ایسٹوک کی اسپینین۔ انکا اقتباس۔ نرم گرم۔
 لارڈ کلایڈ کی رائے۔ لارڈ کلایڈ سے خط کتابت۔ چٹھی بنام کری بابت انکی خدمات اور انعام کے۔ آیا لارنس

نکس کا اپنے کالم فوج کا بریگیڈیر جنرل مقرر ہونا۔ اختلافات اسے۔ دور بہتوں سے ہتھیار ملے لیے۔ طومار کے طوار نہ لکھا کرو۔ بائیں جانب اٹکا جملہ کرنا۔ اٹکا تحمل۔ قصے۔ سیاگوت کے باغیوں کی بربادی۔ سرتاجان لارنس کے خیالات۔ نتیجہ آخری اور اس کے قریبی نتائج پر پیش کیساں لحاظ کرنا۔ نکس کو دہلی بھیج دیا۔

باب چہارم

واگڈشت پشاور۔ جون لغایت اگست ۱۹۱۹ء

دہلی کے سرخونے کی حالت میں کیا ہوتا۔ عام لوگ حتیٰ کہ سکھ بھی کسان تک خیر خواہ تھے۔ واگڈشت پشاور کے قیاسی نتائج۔ مہر انہ خیال۔ سرتاجان لارنس کی حکمت عملی کی تشریح کی تین وجہیں۔ لارڈ ڈیربرک کی طعن۔ لاڈل لارنس کی اپنی خواہش۔ کرنل رینڈال۔ ہربرٹ اوڈورٹس اور لارڈ کینگ کی خط کتابت۔ ہکو اپنے سامنے دیکھنا چاہیے۔ پشاور پر قبضہ رکھنے کے فوائد اور نقصانات۔ اوڈورٹس اور کائٹ کے خیالات۔ دہلی ہندوستان نہیں ہے۔ ذرا ذرا اسی بات کے لیے اپنے کو ہلاک نمونے دوئے۔ دہلی کو عمل جانے دوئے۔ اوڈورٹس کی تجویز سے ہکو لازم ہوتا کہ کل یوروپین سپاہ پنجاب میں روک لیتے۔ سرتاجان لارنس کا علی جواب۔ دہلی بہت نازک مقام ہے۔ دہلی سے مزید اعانت کا استغاثہ۔ گرتھما درجنرل ولن کے منہ سے ہٹ آنے کی سرگوشیاں۔ پنجاب کی نازک حالت۔ جان لارنس کا جواب۔ ”میں نہ نیکنامی کا طالب ہوں نہ بدنامی کا۔“ دہلی کی ثابت قدمی جس میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا تھا۔ یہ ہمارے مقدر کے امتحان کا وقت ہے۔ چٹیاں بنام ولن دہلی و نارسن داؤد رکھو و کائٹ و لارڈ کینگ۔ قصہ پشاور کا خاتمہ۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پشاور کے لیے دوست محمد عمر بھٹو ناڈوٹو خواہش کرتا رہا۔ پنجاب اور دہلی کی اصل صورت معاملات سے صرف لارنس واقف تھے۔ سرتاجان لارنس کی یادداشت جو طر کے بعد لکھی گئی تھی۔ سرجیس اوٹرم اور سر جیمز لین نے اُنکے خیالات کی تائید کی۔ شاہزادہ لبرٹ کا قول۔ پشاور کے معاملہ میں لارنس کی نمودار صلتیں ظاہر ہو گئیں۔ اُنکے خیال کی وسعت۔ اُنکی دوستی کی کارروائی۔ جو ادھی سے میاکی۔ خیر خواہی۔ مقامی تجربہ۔ اخلاقی بہت۔ دو قسموں کی بہت۔ یڈی ملین کا ذکر۔ ”غرض قسمت جنگ جو۔“

باب پنجم

محاصرہ و تسخیر دہلی۔ جولائی لغایت ستمبر ۱۹۱۹ء

سرتاجان لارنس لاہور سے روانہ اور راولپنڈی میں داخل ہوئے۔ نکس اور اٹکا حملہ سپاہ۔ وہ رسی جیت کرتے ہیں۔ اُنکی تقریر کی دشواریاں۔ حکام لاہور۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حالت۔ وہ قابل فہم۔

اور قابل الزام بھی تھی۔ رجسٹریز نمبر ۲۶ کا فساد۔ اُسکا بھاگ جانا اور برباد ہونا۔ کوپر کا برتاؤ۔ پنجاب کی نازک حالت۔ صفحہ
 اکی کا دروایوں کا بیان جو انھوں نے خود لکھا تھا۔ لارڈ کینگ کی رائیں۔ سر جان لارنس اور لارڈ اسٹینلی۔ نوہ
 مکروہ مہاراجہ۔ فیروز پور میں افساد کا پیدا ہونا۔ ریگیز ریفرنس۔ پشاور میں فساد کا اٹھنا۔ رجسٹریز نمبر ۱ کی بربادی۔
 اڈورڈس کی چٹھیاں۔ دیکھو کی خبریں۔ سر سہری لارنس کی وفات۔ اس سے اضطراب کا پیدا ہونا۔ انکا پایدار اثر۔
 دونوں بھائیوں کا پھر مقابلہ۔ پنجاب کا پھینلا سپاہی۔ رنبر سنگھ اور کشمیر کنٹینٹ۔ جالندھر کو دوڑا جاؤ۔ انگلستان سے
 کوئی ایک نہیں پہنچ سکتی۔ محاصرہ کا تو پچان۔ دہلی کے باغیوں کی حالت۔ نکلسن کا پاڑی پر پہنچنا۔ انکا داخلہ اور
 استقبال۔ نصف گڑھ میں اُنکی پڑی بھاری مہم۔ اب کوئی شخص انکو ترجیحی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ”اُسی جگہ ٹائیٹ کا خطاب
 دیدیا۔“ دو دو بیڈول ستون۔ چٹھیاں بنام لارڈ کینگ۔ لارڈ افسٹون وٹیکسٹن وکالون و نیول جیمز لین و نکلسن۔
 ”دہلی پر قبضہ کرو یا کسی کو شیش میں مڑ جاؤ۔“ سیلاب اور وبا۔ پرائمٹ (نکلسن) بڑھ چلا ہے۔ نکلسن کی شکایتیں
 ہر ہر شے اور ہر شخص کی بابت۔ جنرل آرج ڈیل ولسن۔ دہلی کو عین موقع پر رکھو چٹھیاں بنام ولسن و نارمن و گریٹر۔
 سکون کے بچانے کا معنی ہونا۔ نکلسن کی رائے برینڈال کے بارے میں محاصرہ کی سپاہ اور جہوں کی سپاہ کا پہنچنا اور واپس آنا۔
 ”ہمارے جمع کیے جو شخص جمع ہو سکتا تھا اُسکو بلکہ اُس سے زیادہ بھی جو کیا چٹھیاں بنام فریو نکلسن۔ نکلسن کی
 بیٹابی۔ اُنکی چچی۔ دہلی کا کام قلم اور سیاہی کا۔ اُنکے لیے جوتوں کا مجمع ہونا۔ جنرل کانیر کی حالت۔ دہلی کی قلعہ بندی۔
 الگنڈر ٹیلر۔ ہاٹریان۔ گوکہ اندازی۔ باغیوں کی کوششیں۔ شکاف۔ حملہ اور کالم۔ حملہ۔ نکلسن کا گرنا۔ ہمساری
 سپاہ کی نازک حالت۔ دیکھو پٹ آؤ یا آگے بڑھو۔ شہر اور قلعہ پر قبضہ۔ بادشاہ کا گرفتار ہونا۔ شانہزادوں کا
 گرفتار ہونا۔ اُنکا قتل ہونا۔ ہاڈسن کا چال چلن اور برتاؤ۔ نکلسن کی وفات۔ اُنکے دفن ہونے کا حال۔ ہون گریٹ
 اور ہر پٹ اڈورڈس اور کرنل برینڈال کی رائیں۔ سر جان لارنس کا رنج۔ انکا عام حکم۔ اُنکی رائے۔ تسخیر
 دہلی کا اثر بادہ پر۔ اسپین سب سے زیادہ کارگزاری کی تھی۔ سر جان لارنس اور اُنکے ماتحتین۔ اُنکے باہمی
 تعلقات۔ آیا اُنکے بدلے اُنکے ماتحتوں نے پنجاب کو بچایا۔ سر جان لارنس کے بعض خواص۔ سر رابرٹ ٹنگی
 اور سر ہربرٹ اڈورڈس اور سر سہری نارمن اور سر گرج ڈیل ولسن اور لارڈ کینگ کی رائیں۔

باب ششم

جان لارنس کی فیاضی کا زمانہ۔ ستمبر تا خات فروری ۱۸۵۷ء

شہر دہلی بہت جلد فتح نہیں ہوا۔ مری کا فساد۔ لہڈی لارنس۔ گوگیرہ کا فساد۔ پنجاب کی نازک حالت۔ پنجاب کا
 اپنی قوت پر خیال کرنا۔ ددین نے جو کچھ کیا ہے اپنے ہی زور بازو سے کیا ہے۔ لارنس کی حاقیت اندیشی۔
 جھگڑات۔ لاہور سے لگ کر پہنچنا۔ فریادہری۔ ظلم پر الزام۔ کرا فورڈ جیمز لین اور اُنکی اہمات۔ لارنس کی چٹھیاں۔

اصول۔ غیر قواعد و ان سپاہ کو سرحد سے اندرون ملک میں طلب کرنا چاہیے۔ قواعد و ان سپاہ کو متفرق کر کے رکھنا چاہیے۔
 نئی فوج بھرتی کرنا چاہیے۔ سکون کے قومی خیالات پر نگاہ رکھنا چاہیے۔ انتظام ملک کو حسب دستور قائم رکھنا چاہیے۔
 بہت دور کرنا چاہیے۔ برہمات کی رپورٹ ہونا چاہیے۔ کوک صاحب۔ وایڈ صاحب۔ راولپنڈی کے قیدی سے
 فوائد۔ کثرت کا رین کم پریشان ہونا۔ ہانگی ایسی نگاہ۔ سرحد کی قربت۔ تاریقی کی مرسلت۔ دھوکا تاریقی کے ذریعہ
 خبریں بھیجنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ انکی واقفیت اپنے تحت انہیں سے۔ گورڈون کو انکی راہ چھوڑ دو۔ پیشہ
 خط کتابت۔ یڈی لارنس مقام مری میں۔ یڈی لارنس کی یادداشتیں۔ آدور ڈیوڈاشٹین کی یادداشتیں۔ انیزیا ہجرت۔
 اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ دیکھ کر پروانہ میں۔ سر جان لارنس کی احتیاط۔ منظر غنی صاحب کے نام چھپان۔
 دور اندیشی۔ لارڈ الفنسٹون اور میر جوبلٹن کے نام چھپان۔ انہیں اس بات کی صلاح کہ پہلے ہی قومی تہذیب کرنا چاہیے۔
 نامن صاحب کی رائے۔ لارڈ کیننگٹن ہر دے گریٹھ اور کاتون صاحب کے نام چھپان۔ دہلی کی واقفیت سے
 استفادہ۔ بارٹل فریڈ صاحب اور انکی بے ہادہ متین بلوہ کے ایام میں۔ جسوقت دل و دماغ کو خوف ہو گا تو وہ
 خود آخری حد تک اپنی اپنی فکر کر لینگے۔ فریڈ اور لارنس صاحب کی تشبیہ۔ فتنہ انگیز چٹھویں کی گرفتاری۔ ضلع
 پشاور میں خدر کی ابتدا۔ پشاور کے ضروری مقام ہونے کی بحث۔ دیشاپٹین کا گھوسلہ۔ کاری ضرب۔ اسکا اثر
 سرحدات پر۔ محسن صاحب کی مہین۔ خوفناک جرات۔ غیر قواعد و ان سواروں کا بدلن ہونا۔ جرنل فیلبرہ
 اور جان ہیچ کا انجام۔ لارنس صاحب کو وہ چٹھیں جو انہوں نے دہلی کو روانہ کی تعین پشاور کے لیے واپس
 طلب کرنا پڑیں۔ جنرل ریڈ کا دہلی کی طرف ہانا۔ کیا جنرل بانسٹون پشاور کو جانے والے تھے۔ لارنس صاحب کی
 یہ تجویز کہ سپاہیوں کے رہائی دینے میں بڑی حفاظت تصور ہے۔ انکی انصاف پسندی۔ اٹھارہم دیکھو پٹنٹی کی جنگ۔
 آدور ڈوس اور کاتون صاحب سے خط کتابت۔ دہلیوں کو انکے منتشر کرنے کے لیے سزا دینا چاہیے۔ بہت نام
 لینے کے خیال سے نہ سزا دینا چاہیے۔ پشاور میں سزائے موت دینے کے لیے دہلیوں کو متصل میں جمع کرنا۔
 جان لارنس نے۔ آدمیوں کی جان بچانی۔ جالندھر میں خدر کا شروع ہونا۔ لارنس صاحب کی
 صلاح۔ بانسٹون صاحب کی نالائقی۔ چار چٹھیں دہلی کو جاتی ہیں۔ لارنس صاحب چٹھیں وٹشے ہمارے بعض
 کانیرسل دہلیوں سے زیادہ ہمارے مدد میں ملک جانچ کر پٹنٹی کو دیکھنا میں۔ اور انکی مہین۔ جنرل گودان۔
 کرا فورڈ صاحب کا نشان میں دہلیوں سے ہتھیار رکھنا۔ انکو جان لارنس نے اس کام کے لیے منتخب
 کیا تھا۔ چوہین کی ایسی شکست حلی۔ خیر اندیشوں کو بچانا چاہیے۔ پنجابیوں کو ہندوستانیوں سے علیحدہ کرنا چاہیے۔
 اور انکو بچانا چاہیے۔ ہندوستانی سپاہیوں کے نام اشتہار۔

پنجاب اور دہلی۔ جون لغایت جولائی ۱۸۵۷ء

پہاڑی پانچم لوگوں کی موجودگی کس امر پر دلالت کرتی تھی۔ پنجاب کے تین حصوں میں ایک وقت لارنس صاحب کے برتاؤ کا تین موقوفوں پر نمایاں طور سے نمود پڑ رہا تھا۔ گائیڈس کی فٹن کو دہلی میں پونچنا۔ اُسکے کوئی۔ گائیڈس جسٹ کی لیڈیان اور جہان لارنس۔ انکی جی محبت گائیڈس والوں سے۔ دو انگو صاف سترے اور خشک مقام میں رکھو۔ گائیڈس والوں کے مدت کے مرتبائے ہوئے چہرے۔ سرسبز دہلی کی یادداشتیں۔ دو اتنا بڑا آدمی میں سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بادشاہ جان۔ علوجہتی۔ نیول جیمبر لین دہلی کو بھیجے گئے۔ نکلسن صاحب بریگیڈیئر جنرل مقرر کیے گئے۔ اس سے کیا مقصد تھا۔ انگریز ریل دہلی کو بھیجے گئے۔ اُنکے اطوار اور تاریخ۔ دہلی میں جا کر انھوں نے کیا کیا۔ انکی یادداشتیں۔ نکلسن فیئر جیس صاحب پشاور کو بھیجے گئے۔ دو میں ہر شخص کے ساتھ بنا کر لوٹو۔ آر تھر بریڈر تھ صاحب۔ انکے خنائے۔ انکی یادداشتیں۔ نہال سنگھ چاچی۔ ہاؤسن صاحب کے بارے میں اسے لارنس صاحب کو انکی تقرری سے انکار کرنا۔ ہاؤسن صاحب کے سوار ستیم کھ لوگ۔ ایک دو پچھلا آکر۔ دہلی کے ستر نوٹ پر پراپیسی۔ حاکم کرنے کی تجویز۔ اختلافات آرا۔ جنگ متواتر فوج معرکہ دہلی کی مہات اور وہاں کے بہادر معرکہ آراء محصور نہ کہ محاصر۔ تھینین اور نصانات۔ باغیوں کے پاس سیل کی طرح لگا۔ ک پونچنا۔ جنرل برنارڈ۔ انکی قوت اور صنعت۔ انکی وفات۔ ہیرڈ اسمتھ صاحب۔ قار باز کا پانسہ۔ پامی کیونٹین جھوڑی نئی۔ سر جہان لارنس کی زالی حیثیت۔ ہر طرف کو تاکا اپنے ہاتھ میں سنبھالے ہوئے ہیں۔ پامی انکے رعب۔ خاص دہلی میں۔ ایک کشمیری کا انجام تین دیان موجود تھا اور اسوجہ سے میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی تھا۔ انکی خط کتابت پامی والی فوج سے۔ انکے بھیجا ہوا سامان رسد۔ سفر میلے کے لوگ بار برداری کے جہانور۔ بالو کی تھیلیاں۔ کھٹیاں اور نیچے۔ حاجت انیشانہ دلیری۔ حد سے زیادہ سرگرمی۔ پنجابیوں کو اس بات کو موقع نہ دیا جائے کہ وہ اپنی قوت پر زعم کریں۔ جدید رہنمون میں ہوشیاری سے مختلف فرقوں کے لوگوں کو منظم کر کے رکھا۔

چٹھیاں بنام اوورڈس صاحب منگرمی صاحب کوٹن صاحب ریڈ صاحب ڈیلی صاحب اور لارڈ کینگ۔ لارڈ کینگ کی معدودے چند چٹیاں۔ اُسکے سبب۔ جنرل ہیوٹ کے ترجیح دینے کی صلاح۔ بادشاہ دہلی سے معاملہ فہمی کی گنگو۔ پامی فوج مقابل دہلی کی نازک حالت۔ لارنس کے اپنے ہی دروازہ پر خطرات۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ سیالکوٹ۔ کیا کرنا چاہیے تھا۔ دو انتشار کی علامتیں۔ راولپنڈی کے قریب ہتھیاروں کا رکھنا۔ ذاتی جہت استقلال ملز اور انسائیت لارنس۔ آر تھر بریڈر تھ کی چٹھی۔ جہلم میں

فہرست مضامین جلد دوم سوانح عمری لارڈ لارنس مرحوم

باب اول

مشکل کا وقت اور حلال مشکل بمبئی لغایت جون ۱۸۵۷ء

منشا سے ابواب متعلقہ بلوہ ہندوستان۔ سر جان لارنس فرمانروائی پنجاب کی روح تھے۔ انکی یہ قول کہ صفحہ ۱
 ”ہمارا انتظام کسی نظام پر نہیں بلکہ ہمارے آدمیوں پر منحصر ہے۔ فوجی وسائل ملک پنجاب۔ ولایتی سپاہ۔ قواعد و ان۔
 غیر قواعد و ان۔ غیر قواعد و ان فوج کون راہ اختیار کرتی۔ تقسیم افواج۔ خاص خاص افسران تحت کمان کمان تعینات تھے۔
 سر جان لارنس راویلپنڈی میں۔ منگل پور صاحب لاہور میں۔ انکی طبعی خواص اور تدبیرات۔ ہندوستانی سپاہیوں کا
 ہتھیار رکھنا۔ اس معاملہ میں انتہا سے ترہ کی دشواری۔ حفظ و اقدم کی دوسری تدبیریں۔ امرتسر اور فیروزپور۔
 سر جان لارنس کی راے افسران لاہور کے بارے میں۔ گرگ باران دیدہ۔ انکی علالت۔ انکی ابتدائی تدبیریں۔ درجن
 از سر نو قبضہ کرنا چاہیے۔“ انکو صرف اپنے ہی صوبہ کی حفاظت کا خیال نہ تھا بلکہ شاہنشاہانہ طور پر سلطنت کے بچانے کی
 فکر تھی۔ انکی ابتدائی تار برقیان۔ انکی ابتدائی چٹھیان۔ انکی پیشین گوئیاں۔ نئی فوجیں بھرتی کرنے کے ارادے۔
 گشتی کالم فوج اور نیول چیفٹر لین صاحب۔ ہر ہر افسر ضلع کی جوابدہی۔ راویلپنڈی کا دربار اور وہاں کی کارروائی۔
 جنرل ریڈ۔ چچی اسمی منگل صاحب۔ سر جان لارنس کی ظرافت۔ وحشت انگیز چٹھیان جنرل ایٹن کے نام۔
 دو آگے بڑھنے کی حکمت عملی۔ ”کچھ کرنا چاہیے۔“ ”د نظر کو کوحت دینا چاہیے۔“ ”تفریق سے احتراز کرنا چاہیے۔“ جنرل ایٹن
 کی مسلسل چٹھیان اور اختلافات راے۔ صورت معاملات انبالہ۔ محفوظ سکھ سرداروں اور پٹیلہ جھینڈ اور ناہجہ کے
 رئیسوں کی وفاداری۔ ایٹن صاحب کا سپاہیوں سے ہتھیار رکھوانے میں قاصر ہونا۔ جان لارنس کا زور اور
 قوت۔ محکمہ کسریٹ کا ۱۶ یوم کی مدت مانگنا۔ ہیضہ۔ ایٹن صاحب کی وفات۔ سر شہری بزنارو۔ فوج محاصرہ کا
 باغیوں سے بچا کر نکل جانا۔ دہلی پر چڑھائی۔ بادے کی سراے کی لڑائی۔ دہلی کی پیٹری پر ہمارا مورچہ۔ ہماری
 اسیدین کس امر پر منحصر تھیں۔

باب دوم

جان لارنس کی حکمت عملی بلوہ ہندوستان کے متعلق بمبئی لغایت جون ۱۸۵۷ء

سر جان لارنس کی حکمت عملی کارروائی سے صحیح ثابت ہوئی۔ بلوہ کے انسداد کے متعلق جان لارنس کے

جلد دوم سوانح عمری

ورد لارنس حرم سابق و گورنر جنرل ہندوستان برطانوی الملک

SWANAH-I-UMRI LORD LAWRENCE

URDU TRANSLATION OF THE LIFE OF LORD LAWRENCE

VOL. II.

BY

R. BOSWORTH SMITH, M. A.

LATE FELLOW OF TRINITY COLLEGE, OXFORD &c., &c.,

PUBLISHED

AT THE SUGGESTION OF A. J. LAWRENCE ESQUIRE C. S., BY MUNSHI NEWEL EISHORE

DEDICATED TO

His Excellency the Right Honourable Sir Frederick Temple Hamilton Temple Earl of Shelburne G. C. B., G. C. S. I., G. C. M. G., V. C., F. R. S., D. C. L. G. C. M. S. I.,
VICEEROY AND GOVERNOR GENERAL OF INDIA

جسکو فضل طویل سراسر اسرار و اسرار صاحب سابق مہر مہر کا جی آگسٹور دے زبان انگریزی دو جلدوں میں تب و تک

اور

سب اویاے اے۔ بے۔ لارنس صاحب باوجود مرحوم کے محتججہ میں و فی الحال منصب علیہ کشتی لایا بد حکم

منشی نول کشور صاحب نے

اس نال و الوجود تینت کے ترجمہ اور اشاعت کا ذمہ لیا اور منشی صاحب صوف کی فرمائش سے

منشی سید ذوالحسین صاحب ترجمہ اود و اجار نے

کال عرق پیری اور انصاف کے ساتھ مشورت جناب شہر بان سی سنیل صاحب باور پیکر مشرتہ تعلیم و دود و اکھبر صاحب پرنسپل کالج لکھنؤ
اور انریل راج شیو پرشاد صاحب بہادر سی بی ایس آئی۔ ایس۔ ایس نے کل ترجمہ کی نظر ثانی فرمائی اور ترجمہ کی یاق اور جانکا ہی سے اعتراف

کیا اور اس ترجمہ کو مستند کیا

پہنچائی نذر نظر ہذا کلسنی رایت انریل سر فرڈرک پیل ملٹن پیل ایلٹ و فرن

کپی۔ جی سی بی۔ جی سی ایم جی۔ جی سی ای۔ جی ایم بی۔ آئی۔ ایٹ آر ایس۔ وی سی سی۔

ویراے و گورنر جنرل کشور ہند

۱۸۸۹ء

مطبع نامہ منشی نوک شوق علیہ لکھنؤ طبعی

اقبالہ میں جان لاریس کی عملداری کے اندر جو کچھ گذرا وہ دوسرے مقامات کے واقعات
 میں پنجاب کا دورہ کر رہے تھے قینات تھی جب وہ ٹکڑے کو جاتے ہوئے اقبالہ میں پہنچنے تو اس سپاہ
 افسر اپنے ساتھیوں سے صاحب سلامت کرنے گئے سناں لوگوں نے ترمیمی انگون سے انکو دیکھا
 اصل تو یہ ہے کہ انکو فوات باہر تصور کیا اور وہ لوگ شکستہ دل ہو کر اپنے بیان واپس چلے آئے انکا مقصد
 کی طرح اقبالہ کے اور سپاہیوں تک پہنچ گیا اور کپتان مائیو نے بھی جو بڑی ہمدردی سے بدوش چلائے
 کرتے تھے سنا انکو اس سے کچھ تعجب نہیں ہوا اور انھوں نے لکھا کہ ہم نہیں کہہ سکے کہ غصہ بیان یا وہاں
 کیونکہ ہم سب لوگوں کی مسرت واسے یہی ہے کہ وہ ہر مقام پر ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے ہر مقام پر غصہ برپا ہوا
 سے بالاتفاق تمام لوگوں نے اقرار نہیں کیا اور جس شخص نے سب سے کم اسکے آثار دیکھے وہ کماؤت پیچٹ
 انھوں نے فوج کے لوگوں سے مہربانی کے کلمات کہے انہی بیان کیا کہ کار تو سون کے بارے میں ہم لوگ غلط
 میں پڑے ہیں اور شاید کچھ دنوں تک اس بات کے یقین دلانے میں انکو کامیابی بھی حاصل ہوئی کہ واقعی یہ ہم لوگوں
 غلطی ہے لیکن ادب کے ساتھ کہا کہ اگر ایک شخص ان قصوں کو یاد نہیں کرتا ہے تو اس کے بدلے دس ہزار آدم
 سے یقین کرتے ہیں۔ اگر وہ حکم دیتے تو یہ لوگ منوع کار تو س کے چومنے ہی پر نہیں بلکہ اسکے اور اسے پر بھی
 ہو جاتے لیکن انھوں نے التجا کی کہ ہم کو اس بات میں دین و دین سے بیکار نہ کیجیگا۔ کماؤت پیچٹ نے غور کر کے
 مہلت لی اور پٹھی کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے مشورہ کیا یہ دونوں باتیں بیحد متین اور ان اعلیٰ حکام نے بڑے
 اس بات کو پسند کیا جس میں انکو خطرہ کم معلوم ہوا سپاہیوں کو کار تو س استعمال کرنے کے لیے دے گئے اور کماؤت
 نے یہاں تک بے لالہ کیا کہ جن لوگوں نے اپنے ساتھیوں کو ذات باہر ہونے کا طعنہ دیا تھا انھیں کی چشم نمائی نہیں کہنا
 یہ امر ان کے لیے مناسب تھا بلکہ جن بے نصیب افسروں نے اس کام سے سہل انگاری کی تھی انکو بھی الزام دیا۔
 سپاہیوں نے حکم کی تعمیل تو کی لیکن اس دن کی شب کو چھادی کے تمام حصوں میں دو چند توت کے ساتھ
 آتش فساد دوبارہ مشتعل ہوئی اس سے بخوبی تمام ظاہر ہو گیا کہ ان لوگوں کے دل میں کیا تھا سپر بھی کماؤت پیچٹ
 یہ یقین کر کے کہ انھوں نے طوفان کو فرو کر دیا ہے اپنے نو سو گرانی سہرہ دیا گاہ واقعہ کو چلے دیے جس حالت
 کماؤت پیچٹ کو جو ہر روز سپاہیوں کے درمیان جلتے آتے رہتے اور انکی خیر خواہی اور وفاداری کے صریحاً جواب دہ
 کسی خوفناک حملہ کا خطرہ نہ معلوم ہوا تو ہم مشکل سے اس بات پر قوی ہو سکتے ہیں کہ چیف کمنڈر پنجاب کو جو فوج سے
 ایک واسطہ عبور رکھتے تھے اور جنگو صرف وہی بات معلوم ہو سکتی تھی جو انکو بتائی جاتی اور جان سب باتوں کے
 اپنا کام انجام کرنے کے لیے کثرت سے رکھتے تھے انکو خطرہ کم معلوم ہوا ہو یا اقل درجہ اسکے بجائے یا ضروری

خیال آنکے دل میں کم پیدا ہوا ہو۔

سرخان لارنس تندرست نہیں تھے۔ لاہور میں جس زمانہ تک انکا ٹھہرا صحت کے حق میں مضر نہیں خیال کیا جاسکتا تھا اس سے زیادہ ایام گزر جاتے تھے اور مری کو جاتے ہوئے وہ اپنے بھائی رچرڈ کے ساتھ سیالکوٹ کی طرف جنوبی ہندوستان کے استعمال کرنے کی تہیہ گاہ مقرر کیا گیا تھا اس غرض سے چلے گئے تاکہ بذات خاص ہندوستانی سپاہیوں کے دل کی کیفیت دریافت کریں اور یہ بات دیکھ آئیں کہ ان لوگوں نے رفل کے چلانے میں کتنا شوق ہم پر پڑ پائی ہے۔ اس کا نتیجہ نہایت ہی قابل اطمینان پیدا ہوا اور انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا ان سب باتوں کی نسبت اپنی رائے ایک چھٹی مورخہ ہمری کے ذریعہ سے جو اس مقام سے تحریک لگتی تھی لارڈ کیننگٹن کو لکھ بھیجی۔ جو وقت ہم اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ اس چھٹی کے بعد دوسری چھٹی لکھنے کے پیشتر اسی مقام میں غدر برپا ہو چکا تھا تو ہمارے اس اول چھٹی کے مضامین پر خیال کر کے نہایت صدمہ معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ تعلیم کا یعنی اسکول میں اکثر پنجابی بچوں کے حصے ایسے ہیں جن میں سے سبکو نئے طریقہ کے مطابق تعلیم دیجاتی ہے۔ بعض لوگ بنا وٹوں کا ہتھیارا اڑتے ہیں لوگ گولی چلانا سیکھتے ہیں اور بظاہر سب کے سب اس ہتھیار سے خوش معلوم ہوتے ہیں جبکہ ذریعہ سے سو گز کے فاصلہ کی نسبت اب ہزار گز کے فاصلے سے وہ اپنے دشمن کو ہاک کر سکتے اور جو آئی کو ہستانی لڑائیوں کے لیے بالخصوص موزوں ہے۔ جس روز انھوں نے یہ چھٹی لکھی تھی اسی کے دوسرے دن صبح کو دوپہر گینڈ پڑ کے ساتھ چاند ماری کی سیر کرنے گئے اور قواعد ان پیدل سپاہ کو چپ چاپ شوق کرتے ہوئے انھوں نے ملاحظہ کیا سا فسون سے بھی انھوں نے خاص خاص باتیں پوچھیں اور ان سب نے یک زبان ہو کر یہی بیان کیا کہ سپاہیوں کی طرف سے کوئی کٹکٹ نہیں ہے۔ خود انکے دل میں ہی خیال پیدا ہوا تھا کہ کسی شخص کی طرف سے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے اور شوق کے قہم ہو جاتے ہیں۔ بعد انھوں نے چچا دین پر گینڈ پڑ کو اس غرض سے دی تھیں کہ وہ بازی کے انعام کے طور پر قسم کر دی جائیں۔ ابھی ان بازیوں کے نشانات قہم بھی نہ ہونے پاتے تھے کہ ان چاندوں کے سوا جنکو صاحب خیرت نے اس مہربانی سے دینے کو کہا تھا اور انعامات پانے کے خیال سے وہ دوسرے نشانات لگانے لگے۔

جان لارنس سیالکوٹ سے راولپنڈی کو روانہ ہوئے۔ وہاں سے دومی کو جایا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں ۱۲ مری کو دہلی سے وہ پر خطر تار برقی لگئی جسے دفعتاً تمام پنجاب میں مکمل بلجادی اور جان لارنس کے گری میں رہنے کے مقام کو بل دیا اس تار برقی کی عبارت یہ تھی۔ ”ہندوستانی سپاہی میرٹ سے یہاں پہنچ گئے اور ہر ایک نے کو خاک سیا کیے ڈال دیے ہیں۔ میرٹ تار برقی کے اور پہنچنے سے بہت سے دوسرے انگریز بھی کام آئے۔“ یا چاہا وہ اسی عبارت کو اس طرح سے سمجھو کہ ہندوستان کا بلوہ شروع ہو گیا اور دہلی میں شاہنشاہان ہندو کا پائے تخت اور کل ہندوستان کی دارالسلطنت پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا۔

یہ بات بہت صحیح ہے کہ خلفشار کی کچھ علامتیں نئے سال کے آغاز ہی میں رسپنہ کی زیادہ تر
 زمانہ میں ابنا اور ہزار ہا میل کے فاصلہ پر کوہ ہالیہ کے کنارے اور خود جان لائن کی عکساری کے اندر
 لگی تھیں ممالک مغربی کے گاؤں گاؤں اور ضلع ضلع میں چپا تان پھرنے لگی تھیں انکا حال کیسے ہو
 اور نہ کسی کی سمجھ میں آیا کہ انکا مطلب کیا ہے۔ وہ گویا اشتہار جہاد تھیں جو جامع مسجد ملی میں برقی
 اور آئین کیسے کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ چھادنیوں میں بارہا مفسدون نے آگ لگا دی یہ گویا اس زیادہ خوفناک
 فساد کی خارجی اور حسی علامتیں تھیں جو پاپیوں کے دل میں شعلہ افکن ہو رہی تھیں بالآخر فیضانِ بندوبست کی جگہ
 اور معمولی کار تو س کے بدلے چربی دار کار تو س کے جاری ہونے سے ہماری برقی قسمی خواہ ہمارے قصور
 ان تمام مہل اور بے بیاد و سوسوں کو پھوٹا بھار دیا جو ہندوستانی خاندانوں کے معدوم ہو جانے اور دیسی ریاستوں
 شامل سلطنت کے جانے قلعہ داروں اور جاگیر داروں کے علاقہ جات ضبط ہونے کی آگشی انجمنوں اور روشنی
 ستونوں، الغرض ہر ایک تہذیب سے جو ممالکی اصلاح ہندوستان کے لیے کم و بیش ہر ہر مقام پر لگی تھی
 ہمارے شکم پر جاہل اور فکری ہندوستانی سپاہیوں میں غم و غور کرنے لگے تھے۔
 یہ تصور کیا کہ انکے نہیں جانور خوک کی یہ چربی ہے اور اسوجہ سے ہندوؤں نے یہ خیال کیا کہ انکی مقدس گائے اور مسلمانوں نے
 ایک اور ثبوت لگایا کہ گویا گورنمنٹ دونوں فرقوں کے مقدس خیالات اور مقدس جماعتوں کو براہِ عداوت بعد دم کرنا
 چاہتی ہے۔ انسان جو وقت بول کہا جاتا ہے تو اسکو کچھ نہیں سمجھتی ہے اسکی خود بخود ترقی ہوتی ہے اور اسکی
 دو کئے کا جو علاج کیا جاتا ہے اس سے اس مرض کی اور زیادتی ہوتی ہے اسوقت کا فساد رخ کرنے کے نیلے
 جو اشتہارات جاری کیے گئے اور غم و مصرت کی گئی اس سے آخرین لوگوں کا خوف اور زیادہ ہوا۔ جس طرح کوئی
 ٹیک فراج خیرن ایک دوسرے خیرن کے بعد پاپیوں کو قتل دیتا ہے کہ تمہارا خوف یہاں ہے اور اس سے وہ اور
 زیادہ خائف ہوتے ہیں اسی طرح ان لوگوں نے بھی خیال کیا کہ فی الواقع ہمارا دہشت جیسے چنانچہ وہم اور
 بار کپور سے جو دارا السلطنت ہندوستان کے قریب واقع ہیں یہ دہشت کے خیالات اگر تک جو ممالک مغربی و شمال
 کا صدر مقام ہے اور وہاں سے میرٹھ کو جو ہندوستان بھر میں سب سے بڑی فوجی چھاونی ہے اور ہر قسم کے ولایتی
 پاپیوں کا سب سے بڑا قیام گاہ ہے اور بعد اسکے دہلی کو جو خاندانِ غلیہ کی دارالسلطنت ہے اور جہانِ غلیہ
 شاہ کے زوال رسیدہ قائم مقام اپنی سلطنت و زندگی کی آخری نیند میں جہم رہے تھے اور انکے ہی طرح ابنا ایک پوچھنے پر جبکہ

وہ ہے جہاں بندوق چلائی کی تعلیم ہوتی ہے (یعنی اس ملک فن کی جس سے اگر سپاہیوں کو ویتھون کا ماننا سکھایا گیا تو یہ تعلیم بھی ضرور ہوئی کہ کس نیا موخت علم تیسرا زمن کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

ان اطلاعوں سے ان ترمیموں کو بخون اور انکاروں سے جو نہایت عجلت اور ہراس میں یکے بعد دیگرے کیے گئے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہندوستانی پیادوں کی رجمنٹ نمبر ۱۹ جس نے ماہ فروری میں بمقام برہانپور غدڑیا تھا وہ توڑ دی گئی۔ پرتھوی پلٹن کے جس مقصد پانڈے نے بارکیو میں ایک انگریزی افسر کو مارا تھا اسکو بھانسی دیکتی اور وہ سات کپنیاں جو قابل کے اس فعل کو خاموشی کے ساتھ دیکھتی رہی تھیں گو انھوں نے اس کے اس فعل میں ہمدردی نہیں کی تھی موقوف کر دی گئیں۔ لیکن اسکا بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کارٹوسون کی چربی جسکی بابت یہ فساد ہوا تھا تحقیقات کر کے دکھائی گئی کہ اس میں کچھ ضرر نہیں ہے اور آئندہ سے سپاہی لوگ اپنی خوشی سے جو روغن چاہیں گے وہ اس میں لگائیں گے اور کارٹوسون کو وہ مستح سے نہ توڑیں بلکہ ہاتھ سے چاک کرین اس شخص سے کو اپنی زبان سے نہ چکھیں صرف ہاتھ سے چھوئیں مگر یہ بات بھی سودمند نہ ہوئیں دہشت زدہ سپاہی چلا چلا کر یہی کہتے تھے کہ نہ تو ہم اسکو چھوئیں گے نہ چکھیں گے اور نہ ہاتھ میں لینگے، ان لوگوں کی ناقص عقل میں یہ آیا کہ گورنمنٹ ایک طور پر اس بات کو موقوف کر کے دوسرے طور پر جریرہ ان کے واسطے مقرر کر گئی۔ وہ یقین کرنے لگے کہ اگر کارٹوسون کو ہاتھ سے چھونے کی ممانعت کر دی گئی ہے تو وہ انہیں جس جانوروں کی ٹہیاں میں ہیں کرانگے کمانے کے آئین میں ملا دیں گے اور آئندہ سے ہم لوگ ذات باہر ہو جائیں گے (اور اصل میں تو ان کے زیادہ خوش قسمت ساتھی جو ان فیصلہ بندوق سے اعزاز حاصل کرنے کے قابل خیال نہیں کیے گئے ہاں وہ بھی سے ایسا سمجھنے لگے تھے) اور دنیا اور عاقبت میں بھی بدنام رہیں گے۔

لارڈ ڈوگلوئی کی رخصتی دعوت کی ان پانچوں کا جو سالہ شائع ہوا تھا اس کے الفاظ کو کہ ”ہندوستانی سپاہیوں کی کوئی حالت ہرگز قابل اصلاح نہیں ہے“ ان کے جانشین نے کس کراہت کے ساتھ اس وقت خیال کیا ہو گا جب وہ اس بات سے واقف ہوئے ہوں گے کہ کل فوج بنگالہ کے باغی ہو جائیگا احتمال ہی نہیں ہے بلکہ وہ ضرور اور دراصل باغی ہو جائیگا واقعی بہت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ڈوگلوئی نے ایک ہی برس پیشتر کیونکر ایسا فقرہ استعمال کیا اور اس سے بڑھکر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی دہشت فی الواقع اس عجلت کے ساتھ دوردور تک جیسا کہ میں نے بیان کیا پھیل گئی اور لوگوں کے دلوں سے نکلنے نہ نکلی مگر اس پر بھی ان لوگوں کو جو ہندوستان کی حفاظت کے ذمہ دار تھے اندیشہ نہ ہوا لیکن جو کچھ ہوا بات یہی ہوئی۔ ہماری فوج ہندوستان کی عام حالت پریش سپاہ کی تخفیف اور معمولی حفاظتوں سے غفلت کر سیکے تعلق محل تبیین سرچارلس نیپئر سر تھوڈور لارنس سر جیمز آئرم اور سر جان لارنس کی تحریرات میں بھی دریافت ہو سکتی ہیں لیکن فوجی خواہ سول جیسے کہ کسی انگریزی عہدہ دار ہندوستان نے ظاہر یہ نہیں تصور کیا تھا کہ فی الواقع اس قدر جلد سا دبر پا ہو جائے گا۔ جبوقت عذر شروع ہو گیا تو سب کے سب کیساں طور پر تھیر رہ گئے۔

عام انتظام کے متعلق علی العموم اسکی رائے قطعی ہوا کرتی ہے۔ بات آسانی سے نہیں کہی جا سکتی ہے کہ کن کن باتوں میں شکستیں اور وقین واقع ہونگی۔ آپ چاہیں جو کہ کریں وقین ضرور پیدا ہونگی۔ ایک سب سے بڑا فائدہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر مکن ہو فیصلہ کرنے کے قبل طرفین کے حالات سے آگاہی ہو جائے گوڈرنٹ سے بھی بہت کچھ خط کتابت اور استصواب رائے کرنا پڑتا ہے غور کرنے اور خلاصہ لکھنے کا کافی وقت نہیں مل سکتا ہے انتظامی کام اسقدر ہوا کرتے ہیں جہین دن بھر صرف ہو جاتا ہے۔

جب سے آپ تشریف لینگے یہاں کا کام بہت بڑھ گیا مین اکثر ریشمان ہو گیا حالاکہ طعام پاشت کے قبل درمیان میں وسنٹ آسین بھی صرف ہوتے ہیں اور اسوقت سے چراغ جلے تک بلا اصل قویہ ہے کہ جب انگوٹوں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا اسوقت تک بیٹھا ہوا کام کرنا رہتا ہوں مین نکمبی کوئی تعطیل دیتا ہوں اور نکمبی درمیان میں ایک گھنٹہ کے لیے افتامون۔ محکمہ تعمیرات کی بہت سے میر کا کام بہت بڑھ گیا ہے فی الحال آسین میر نصف وقت صرف ہوتا ہے۔ مین نے کوشش کی کہ جہانگیر مکن ہو قدرتہ سب باتوں کو درست کر لوں اور پھر ضرور ہوں وہ کام کروں مگر آسین مجھکو بڑی ناکامی ہوئی مہاجر لوگ تو میری ماحلت پر ہلکے کرتے ہیں اور گوڈرنٹ اور دوبارہ متمان اینٹ اینٹ لگتی ہیں اس بات پر معترض ہے کہ مین نے معاملات کا انتظام نہیں کیا خیر سب سے زیادہ ہوا اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم چاروں طرف سے بے قابو اور مجبور ہو رہے ہیں اور چونکہ ضرورت کو قوت بھی بغیر معمول ضوابط کی تعمیل کیے ہوئے ہم کوئی کام نہیں کر سکتے اور نہ کوئی رقم خرچ کر سکتے ہیں اسلئے ہزار و پونہ کی منظور کی گئی واسطے ہی جو سات کے یک مین وجہ نہیں ہوتی گوڈرنٹ کو رپورٹ کرنا پڑتی ہے۔

اور کوئی بات میرے ذہن میں ایسی نہیں آتی جو قابل ذکر ہو آپ کے کام کرنے کا طریقہ البتہ اس قابل ہے جسکے واسے مین کچھ بیان کیا جاتے ہیں انتظام کے متعلق ایک بڑا اگر یہ ہے کہ کم کم باتی نہ رہنے پائے اگر آپ اسکا خیال رکھیں تو کواہی ہمیشہ چلتی رہیگی اور آپ حتی الامکان کوشش کریں گے کہ ہر روز کا کام آسین تمام ہو جائے۔ آپ چاہے سال بھر مین وہ کام ختم کر لیجیے لیکن جو طریقہ مین نے بیان کیا ہے آسین بڑا فائدہ تصور ہے خود آپ کے حکم کے لوگ اسوقت تک کہی اپنا کام انجام نہ کر سکیں گے جب تک بہتے دیا کے پانی کی طرح وہ اگر نکلتا نہ جائیگا اور باحت صیغون کن کارگزاری کے لیے یہ امر اور بھی مقدم ہے قبل اسکے کہ کوئی کام یا انتظام شروع ہو آپ خود آسین کوشش کر کے احکام صادر کیجیے اگر یہ نہ ممکن ہو تو جہانگیر ہو سکے دوسروں کی باتوں کو قبول کیجیے گو وہ بالکل آپ کی رائے کے خلاف ہوں۔

ہمکو دوست محمد کے ساتھ بڑی پریشانیان اٹھانا پڑیں وہ ضعیف ذات ہوں معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں بڑا شہ زور ہے ۔۔۔ اسکے سپاہی بھی بڑے موٹے نازبے ہیں لیکن قواعد بالکل نہیں جانتے ہیں اور ہتیار اور درو بان بھی بالکل ادبیات ہیں۔ اسکی تعداد اسقدر ہے جس سے انگلیٹ بھی نہیں جوتے کہ فوج کشی کرتے ہیں مین نے حضور مکہ معظمہ کی بعثت ۸ کی خبری دیان ترین سورویہ کو خرید لیا اور سردار اعظم کو دیدین جس سے وہ نہایت خوش ہوئے مافانہ سمیت مین کی ساری قوت آسین جیروں کی ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں لارڈ کلنگ کے نام انھوں نے جو ایک چمبی لکھی تھی اور جس میں یہ استدعا کی تھی کہ انھیں رٹوں کا ایک افسرانے دفتر میں بطور سیکرٹری محکمہ تعمیرات کے مقرر کیا جائے اس سے کچھ اور ثبوت اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ چیف کسٹرن کی حیثیت میں انکا کام کس قدر بڑھ گیا ہے کام کیا تھا گو یا سٹینسن کا پتھر تھا جو انکو ہمیشہ ڈمکیل کر پھاڑ پھینچا پڑتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ جس قدر زیادہ سرگرمی سے وہ اور انکے ماتحت اس غرض سے کام کر رہے تھے کہ انکی ضرورتیں رفع ہو جائیں اسقدر انکا کام بڑھتا جاتا تھا اور حق بات تو یہ ہے کہ ان کے حق میں یہی بہتر ہوا۔ جان لارنس کلنگ کے اس قسم کے افسر سے بمکو بڑی روپوشی کی جب سے میں چیف کسٹرن پنجاب ہوا میرا کام دیورھا ہو گیا تین سال کے عرصہ میں میرے دفتر میں جو جہیز آئی ہیں انکی سالانہ تعداد آٹھ ہزار ایک سو چالیس سے دس ہزار پانچ سو دو اور جو دفتر سے روانہ ہوئیں انکی نو ہزار تیرانوے سے تیرہ ہزار نو سو چونتیس تک پہنچ گئی ان میں مراسلات اور نیم سرکاری جہیز شامل نہیں ہیں۔

سلسلہ عین میں نے معافی کے پندرہ سو مقدمے فیصل کیے یہ کام ایسا تھا جس کے لیے بنگال یا مالک مغربی و شمال میں جہان اس طرح کی تحقیقات میں ہوتی تھیں کم سے کم دو کسٹرن دن کا وقت صرف ہوتا میرا کم کی وقت میرے ماتحت سے نہیں چھوڑتا مجھ کو کوئی عہدہ نہیں کرنا ہے۔ جب تک کام ہو سکتا ہے اس وقت تک کیے جاؤنگ لیکن اگر کوئی ایسا انتظام کیا جائے جس میں کچھ آسانی ہو تو انکو میں بڑی خوشی سے قبول کروں۔ اور ایک امر جو میں نے تجویز کیا ہے اس میں یہ بات تصور ہے اگر وہ محل میں آیا تو میری ذات سے زیادہ کام نکل سکیگا کیونکہ مجھ کو اس بات کا وقت ملے گا کہ غور و فکر کروں اور بہت سی ضروری تدبیریں جو میرے ذہن میں تھیں انکو ضبط کروں اس انتظام میں گورنمنٹ کا ایک رویہ بھی صرف نہ ہوگا۔

فروری اور مارچ سلسلہ جہاز کا زمانہ جان لارنس نے اپنے صوبے کے شمال اور شمال مغربی حصوں یعنی راولپنڈی شاہ پور و مہنگ اور فتح پور گوگیر کے انتظامی کاموں میں صرف کیا اور ۲ مارچ کو لاہور میں پہنچنے پر قسمتی اس زمانہ کے متعلق انکے چھ مہنتوں کی خط کتابت کا کہیں پتا نہ لگا انکے دوستوں کی یادداشت سے بھی یہ نقصان پورا نہ ہو سکا۔ انکی تندرستی میں فرق آگیا اتحاد و ردا عصاب شدت سے تھا اور ایک مرتبہ انپر استبداد کمروں نے زور ڈالا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے انگلستان جانیکا قصد کرنے لگے اور منگرنی صاحب کو جنکو وہ چاہتے تھے کہ میرے قائم مقام ہوں اپنے عہدہ پر قائم کرنے کے لیے لکھا۔

جھکو دوسرے دیلون سے اب یہ بات بخوبی تمام معلوم ہو گئی ہے کہ اس نازک زمانہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بھی بازاروں اور بچاؤنیوں میں کیا کچھری پک رہی تھی جھکو معلوم ہے کہ وہ آتش فساد جبکہ لارڈ کلنگ نے انگلستان سے روانہ ہوتے وقت ذکر کیا تھا مشتعل ہو چکی تھی اور حکام کو معلوم خواہ نہ معلوم ہو مگر اسکے شعلے چاروں طرف پکٹے جاتے تھے۔ جان لارنس کو نبات خاص اس طوفان کے براہ ہونے کا خیال ابھی بہت کم ہوا تھا چنانچہ اسکا ثبوت یہ ہے کہ وہ پھر ایک مرتبہ کشمیر جانے کا قصد کر رہے تھے اور اپنے اس قصد سے وہ اس وقت

مگر وہ اس عہدہ کے لیے بخوبی موزون ہیں۔ لیکن بعد کو یہ معلوم ہوا کہ اس عہدہ کی تقرری کا اختیار لارڈ کلینٹن کو نہیں بلکہ گورنمنٹ انڈیا کے پاس ہے اور جس زمانہ میں لارڈ کلینٹن اور سر جان لارنس اس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے تو گورنمنٹ انڈیا کے پاس اس شخص کو منتخب کر چکی تھی جبکہ نام سر جان نے دوسرے نمبر پر لکھا تھا۔ آخر تم صاحب ظاہر اپنی عرصہ دراز کی مشقتوں اور بڑے بڑے کاموں کی محنتوں سے جو رہو کر ماہ مئی میں انڈیا کے چلے گئے تھے۔ لیکن بوڑھے جنگی گھوڑے کی طرح جو دور سے لڑائی کی بوسنگھ لیتا ہے ہتیاروں کی جھکار سکر انہیں تازہ قوت پیدا ہوگئی اور نئے سال (۱۸۵۷ء) کے آغاز میں وہ نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی سپاہ کا دوسرا حصہ مہمیں سے جنگ ایران پر روانہ کرنے میں مصروف تھے۔

لیکن تمہارے ہی دنوں کے بعد لارڈ کلینٹن نے ہنری لارنس کو ایک ایسا عہدہ دینے کے لیے کہا جو شاہی مہم ایران کی کمان سے بھی انکے لیے زیادہ موزون تھا۔ وہ چار برس سے راجپوتانہ کے زوال رسیدہ راجاؤں کو اپنا زور و ہمت پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور انکی فرد شہازی اور خفیہ مخالفت پر سرِ پا ہیں بھرتے آئے تھے اور یہ خبر کہ انکو نوجوہ صوبہ اور دکن کی چیف کمانڈری دی گئی اور انھوں نے قبول کر لیا جان لارنس کو آغاز فروری میں جب وہ لاہور سے پشاور کو واپس آتے تھے پہنچی۔ یہ عہدہ انکے لیے نہایت موزون معلوم ہوا۔ جہاں وہ بلا دخل و فراغت ہندوستانیوں کو ویسی سلطنت سے انگریزی سلطنت میں لانے کے متعلق اپنی فیاضانہ تجویزوں کو جو پنجاب میں انکی خواہش کے مطابق عمل میں نہیں آنے پائی تھیں بخوبی تمام قیام کرنے کا موقع پا سکتے تھے یہاں نہ تو کوئی نوڈل مقرر ہونے والی تھی اور نہ بھائی بھائی میں عداوتوں کا موقع تھا۔ وہ بقول خود ”پانچ چھ عارضوں میں مبتلا تھے لیکن انھوں نے جانیکا قصد انھوں نے فوراً فسخ کر دیا۔ کچھ نہیں آخر تم کی طرح انہیں تازہ ہندوستانی اور قوت و فضا پیدا ہوگئی اور لارڈ کلینٹن سے پہلے یہ شرط کر کے کہ جو جگہ میں خالی کرنا ہوں اس پر میرے بڑے بھائی جائز مقرر کئے جائیں وہ کیا بارگ راجپوتانہ روانہ ہو گئے۔

لیکن اس سفر میں جو آخری ثابت ہوا انکی مہم صاحب جو سفر کرتے کرتے چور ہو گئی تھیں انکے ساتھ نہیں گئیں وہ ایسی رفیقہ تھیں کہ جس وقت پنجاب سے کوچ کرنے لگیں تو اپنے شوہر کی طرح انکو بھی مفارقت کا کمال صدمہ ہوا اور اب ہندوستانی افسروں کی کثرت کا راد پر ہندوستانیوں اور انگریزوں اور یوپیوں سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر کے انھوں نے کوہِ آبِ پر ہنا اختیار کر لیا تھا۔ یہ تو مجھ کو دریافت ہو سکا کہ آیا ہنری لارنس نے جنگیوں کو انتظام کے تسلیق اپنی نا تجربہ کار یوں کا حال خوب معلوم تھا اپنے بھائی کو اس نئے عہدہ پر کام کرنے کے لیے اتنے کچھ صلاح پر جو ہوا جان نے خود اس بات کا اندیشہ کر کے کہ انکے دستورات کی خرابیوں سے بوڑھو میں رہنا انکو عذاب ہو گیا اور عجب نہیں اگر اب او دھ کی چیف کمانڈری پر تمہارے کی حالت میں اور بھی بڑے نتیجے پیدا ہوں بے پوسچے

یہ قصد کیا ہو کہ میں اپنی علمی کا حصہ پورا کروں۔ لیکن اس قسم کی ہمتوں سے بھری ہوئی چٹھی کا ایک طول طویل اقتباس میرے ہاتھ آگیا ہے اور اسکو میں ایک مرتبہ اس امر کے ثبوت میں پھر بیان درج کرتا ہوں کہ دونوں بھائیوں میں جان باہمی اختلافات تھے وہاں برادرانہ خیالات بھی پائے جاتے تھے چنانچہ جو کچھ اس چٹھی میں بیان کیا اور جو کچھ چھوڑ دیا گیا اس سے یہ باتیں بخوبی پیدا ہوتی ہیں۔

۱۸ فروری ۱۸۵۷ء

۰۰۰۰۔ آپ سرکاری معاملات کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوائے اس صورت کے جب اشد ضرورت ہو کثرتِ وقت یا ضلع کے افسروں کے نام کوئی حکم نہ بھیجیے جب ایسا کرنا ہو تو اسکی ایک نقل جو ڈیپٹی کمشنر یا فیناٹشل کمشنر کے نام جیسی حالت ہو روانہ کیجیے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ آپ کے ساتھ عمدہ طور سے کام کرنے پر آمادہ رہیں گے۔ ماتحت رہنے والے آدمیوں کا ہم پر ہونچا بہت دشوار امر ہے اگر آپ ایسی کارروائی کرنے دیں گے جس میں وہ اپنے اوپر کے خاص افسروں کو بھولنے لگیں گے تو پھر انکے دماغوں میں ہوا سا جا بگی اور معاملات پیچیدہ ہو جائیں گے ماتحت افسروں سے جو چاہیے وہ باتیں کیجیے اور اسطور پر اپنے عام خیالات اُن پر ظاہر کیجیے لیکن احکام معمولی قاعدہ کے مطابق جاری کیجیے اگر آپ براہ راست اپنے ماتحتوں کے نام حکم جاری کریں گے تو یہ آپ کے دستوں کو بھی ناگوار گذرے گا پھر اگر آپ کے پاس درخواستیں آئیں اور آپ یہ چاہیں کہ زیادہ وقت نہ صرف ہونے پائے اور نقصان بھی ہو تو معاملات کو براہ راست لوکل افسروں کے سپرد کیجیے۔ لیکن اگر آپ ایسا کیجیے تو اُن سے کہہ دیجیے کہ اپنے اعلیٰ افسروں کے ذریعہ سے جواب لکھیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے تمہارے کاؤن کی جمع سنگین شخص کی گئی ہے یا اسی قبیل سے کوئی بات اور ظاہر کرے تو آپ اُس وقت کو ڈپٹی کمشنر ضلع کے پاس کیفیت لکھنے کو بھیج دیجیے وہ اسکو کثرت کے پاس بھیجے گا اور بعد اُس کے کثرت اپنی رائے لکھ کر اسکو روانہ کرے گا اُن کچھ تاخیر ضرور ہوگی لیکن اسطور پر جو کام ہوگا وہ قطعی ہوگا۔ میری یہ بھی عادت ہے کہ میں ایسی درخواستوں کو بہت کم قبول کرتا ہوں ہر ہندوستانی یہی چاہتا ہے کہ سب سے اوپر کے زمین پر چڑھ جائے اور حقیقت حال بہت کچھ جانچنے اور پرتالنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور اسطور پر بھی ہمیشہ مفصل حال نہیں لکھتا جب کوئی آدمی مجھکو درخواست بھیجتا ہے تو سب کے پہلے میں اس سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم ڈپٹی کمشنر کے پاس بھی گئے تھے اگر وہ کہتا ہے کہ ”ہاں“ مگر اُس پر بھی اسکا اطمینان نہیں ہوتا تو میں پوچھتا ہوں کہ کثرت کے پاس گئے تھے، ہاں اور یہ سوال بھی اُس طرح حل ہو جاتا ہے تو میں آخری حکم کی نقل طلب کرتا ہوں اگر وہ نقل نہیں لاتا ہے تو میں اُس سے کہہ دیتا ہوں کہ عدالت مناسب کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے لیکن اگر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی بے انصافی ہوئی ہے تو اس کے لیے کیفیت طلب کرتا ہوں۔

چیف کثرت کو براہ راست زیادہ اختیار نہیں ہوتا لیکن ماتحت حکام کے توسط سے اسکا بہت کچھ زور پڑتا ہے مثلاً وہ عدالت کے فیصلوں کو مسترد نہیں کر سکتا لیکن اگلی جواز یا صحت پر اعتراض کر سکتا ہے وہ یہ حکم دیکھتا ہے کہ از سر نو اُن پر غور کیا جائے اور اگر اس سے انکار کیا جائے (یہ بات کبھی نہیں ہوتی) تو وہ گورنمنٹ کو لکھتا ہے انتظامی معاملات میں اسکو بڑا اختیار ہوتا ہے

پندرہ سوانحی لائبریری میں جمع شدہ

زائد میں میں ملی میں جو مسلمانوں کا صدر مقام ہے یہیں تھا تو ہرات کا پہلا محاصرہ ۱۳۳۵ھ میں ہوا تھا۔ اور میرے نزدیک نہ تو اس زمانہ اور نہ اس وقت تک ہندوستان میں کو اس معاملہ میں کچھ توجہ ہوئی تھی۔ ۱۳۳۹ھ میں جب افغانستان پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں ہوئی تو اس وقت ایک دلیل ایسے خلاف یہ لگی کہ بلوچی ہندوستان میں عوام کے خیالات ہماری حکومت کے خلاف ہیں میں نے بذریعہ کسی یہ غلط فہمی دیکھی اور اسکا بہترین ثبوت یہ ہے کہ بڑی بڑی تباہیوں کے بعد بھی ایسی کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جو آدمی اس وقت زندہ ہیں انہیں سے تو کوئی شخص ہندوستان میں روسی فوج کو نہیں دیکھ سکتا اور کسی طرح کی ایٹھائی فوج بھارتی ہاری سپاہ کے کچھ میدان میں نہیں دیکھ سکتی۔ میدان میں ہمارے مقابلہ کے لیے جو شخص آئے اسکو لازم ہے کہ وہ اپنی سپاہوں کے ساتھ کے درمیانی ملکوں سے بھی کوئی فوج حملت کے ساتھ بغیر اس کے گذر نہیں سکتی کہ انجام کو بالکل پھیل ہو جائے اگر فوج چڑھائی کر لگی تو فوجت پائگی اور اگر کثیر فوج بتدیجے آئے گا قصہ کر لگی تو اسکو غذا کا سامان بہ نہ پہنچ سکیگا۔ افغانستان میں اس قدر غلہ نہیں پیدا ہوتا کہ غیر ملک کی کسی بھاری فوج کے لیے کافی ہو سکے اس سے تو خاص دھڑن کی آبادی بد شکل پرورش پاتی ہے پھر ایسی فوج کے لیے وہاں باربرداری کا سامان کافی طور سے مہیا نہیں ہو سکتا تو وہاں پھر کڑے ہیں اور نالیسی سرکرہ میں چہرہ چکڑے پہلے کین چند نہیں ہو سکتا میں پائی جاتی ہیں ان سے باربرداری کا کافی سامان ہم نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ سردار اعظم خان نے باتوں باتوں خود اس امر کو بیان کیا تھا.....۔ صاف فرمائیے گا میں نے یہ چھی بڑی جملت میں لکھی ہے کل میں لاہور کو روانہ ہوا اور اس وقت مجھکو اس قدر کام تھا کہ اسکا آسانی میں بندوبست نہیں کر سکتا۔

یہ بات نہیں ہے کہ سرخان لائبریری اور دوست محمد کے درمیان جسکے عیوب آپس میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو گئے تھے اچھی طرح ملاقات نہ ہوئی اور دوست محمد جیسا ذی رتبہ شخص تھا وہ ایسا ہی تیار بھی تھا اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ مثل اکثر ایٹھائیوں کے قصہ گوئی میں اسکو برا ملے تھا۔ وہ رات رات بھر چیخ کشتن کرتے دھچک قصے بیان کیا کرتا اور چیخ کشتن بھی جیسا کہ میں تجویز ثابت کر چکا ہوں قصہ گوئی میں کچھ اس سے کم نہیں تھے اور وہ بھی اس کے ہر ہر قصہ کے جواب میں دوسری حکایت بیان کیا کرتے تھے۔ دوست محمد اپنی منطی کا حال بیان کر کے کاہل سرخان نے پوچھا کہ تو پھر آپ کی بھر کو نکرو تو ہے لا دوست محمد نے اپنا چہرہ نہایت نہیں بنا کر جواب دیا کہ میں سال مہاجنوں سے قرض لیتا ہوں جو علی السوم ایرانی ہوتے ہیں وہ مجھے ہیں کہ جس وقت میں مرا تو میرے بیٹے ایک سے لے گا کاٹنے لگیں گے ملک بھر میں بدعنوانی اور ناگوار اپنے روپیہ سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ ایسے جس وقت وہ خاکہ کرتے ہیں تو میں ان سب کو بلا کر جمع کرتا ہوں اور ناگوار اپنا چہرہ دکھا کر کہتا ہوں کہ میں روپیہ کے ترو میں ہلاک ہوتا ہوں وہ دیکھتے ہیں کہ قرض کا صاف کر دینا بہتر ہے اور مجھکو پھر دونوں کے لیے اور زندہ چھوڑ دیتے ہیں۔

بندرمیان آب و ہوا

برمان عندک شورش تھی وہاں جنگ افغانستان کا بھی جھگڑا پیدا ہو جاتا اور پنجاب میں جو کچھ سامان تھا وہ علی الاطلاق دہلی میں جمع ہونے کے بدلے پشاور ہی میں جمع ہوا۔ کیا ہندوستان ایسے طوفان کو فرو کر سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ عارضی طور پر افسروں کے کابل پیچھے کے قانونی حق پر اصرار کیا گیا لیکن یہ خاطر بھی اس امر کے اظہار کو کہ جب کبھی برمان سے عہد نامہ ہوگا تو افغانہ علاحدہ نہیں چھوڑ دے بلکہ اس عہد نامہ میں شامل کیے جانے کے لئے جان لارنس نے آخر وقت تک موقوف رکھا تا آنکہ سرداروں نے خود صاف صاف وہی سوال کیا وہ ان کے جواب سے خوش ہوئے مگر کسی نہ کسی وجہ سے اس بات کو چھینا قبول گئے کہ وہ وعدہ بھی عہد نامہ میں درج کیا جائے گا سر جان لارنس اپنی خاص عادت کے موافق لارڈ لینگلن کو لکھتے ہیں کہ "لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے جن باتوں کا زبانی یقین دلایا ہے ان کی بابت گورنمنٹ کو بطور ایک تحریری شرط کے ذمہ دار ہونا پڑے گا۔"

۲۶ جنوری کو چارلس جے عہد نامہ کی شرطوں پر ایسے فیصلے میں حیرت سے اور سردار طرف ثانی کی طرف سے موجود دباؤ کے ایک فریق اور ایسے لنگلن سردار اعظم خان ان کے بھائی اور بہت سے اور سرداروں کی طرف سے موجود دباؤ کے ایک فریق اور ایسے لنگلن کے ساتھ دوستی کر چکا اور چاہے جو کچھ ہودم واپسین تک میں آپس قائم رہو گا۔

باوجود اسی کہ "اب میں پریشر گورنمنٹ کے ساتھ دوستی کر چکا اور چاہے جو کچھ ہودم واپسین تک میں آپس قائم رہو گا۔"

اور یہ ایسے جو کما تھا ان کو حرف حرف پورا کیا۔ چنانچہ لنگلن نے عہدہ عہدہ تحائف سرداروں کو تقسیم کئے اور ایسے کی طرف سے چند گوشے دکھارے لنگلن نے ان کو دے دیے گئے جو کسی کام کے نہ تھے سا فاضل نہایت مطمئن ہو کر اپنے وطن کو واپس گئے لیکن سر جان لارنس کو اسی قدر خوشی نہیں ہوئی کیونکہ گو عہد نامہ کی تکمیل ہو گئی تھی اور نہایت مطمئن ہو کر اپنے ملک کی تقویت دہینے یا پنجاب کے بڑے بڑے سرکاری کاموں کی تکمیل کرنے میں جو اتوقت تک بھی روپیہ کے نوٹوں سے معطل رہے تھے صرف کیا جاتا تو کیا اس میں اس سے زیادہ فائدہ نہ ہوتا۔

سر جان لارنس کو اپنے بزرگ میرٹ میمان کے اعتماد سے دل بھی نہیں ہوئی تھی اور لارڈ لینگلن کے نام کے چٹا ہونے ایک واقعہ انھوں نے ایسا عہدہ بیان کیا ہے جو اس مقام پر قابل درج ہے۔

۳۰ جنوری ۱۸۴۵ء میں یہ واقعہ انھوں نے ایسا عہدہ بیان کیا ہے جو اس مقام پر قابل درج ہے۔

میر کے بارے میں یہ رائے دنیا نہایت دشوار ہے کہ ان کے اصل منصوبہ اور خیالات کیا ہیں مگر ہوں کہ انھوں نے بیان کیا آپس میں جو کچھ کی طرح کا اعتماد نہیں ہے اس وقت وہ اپنی غرض سے ہماری طرف متوجہ ہوئے لیکن یہ یقین نہیں ہے کہ مطلب کے گذر جانے کے بعد ایک دن بھی وہ ہم سے دوست رہیں گے ان کو جو مطلقاً نہیں سہہ انھوں نے بطور

۲۷

ہیر کے دس گھوڑے اور دو چوہنگو بھیجے جو بالکل مردہ اور نیمجان تھے۔ ان سب کی قیمت ہزار روپیہ سے بھی زیادہ نہیں لگی حالانکہ میں نے انکی بہت کچھ تعریف و توصیف کی تھی۔

ایک روز امیر کی صحبت میں کرنل آڈورڈن اور میں نے بڑی دلگلی دیکھی۔ جب ہمارا سرکاری مساجد ملے ہو گیا تو میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ چند منٹ امیر سے تنہائی میں ملاقات کر دوں اس پر ان کے سردار اور اہل دربار چلے گئے۔ میں نے اُسے کہا کہ گشتہ جنگ کے زمانہ میں ہمارا جہ گلاب سنگھ کی چوچھیان آپ کے پاس آئی ہوں اگر آپ انکو مجھے دیکھا دین تو میں سمجھوں کہ واقعی آپکو ہم لوگوں کی دوستی کا بڑا خیال ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ یہ امر نہایت مشہور ہے کہ امیر اور ہمارا جہ کے مابین عہد و پیمان کی گفتگو ہوئی بلکہ معاہدہ بھی عمل میں آیا تھا لیکن ہمارا جہ اس پر قائم نہیں رہے اسلئے اگر آپ اس امر کو ظاہر کر دیں تو آپ کی بات میں کچھ فرق نہیں آسکتا اور اس میں شک نہیں کہ اگر آپ اصل واقعہ کا حال مجھے بیان کر دیں گے تو ہمارے آپ کے درمیان دوستی کو اور استحکام ہو جائیگا جسکو اس میں شک نہیں ہے کہ یہ سب باتیں وقوع میں آئی تھیں۔ لڑائی کے ختم ہوجانے کے بعد سردار پیر سنگھ اور راجہ شیر سنگھ نے بھی مجھ سے سب حال کہہ دیا تھا اور یہ بات تو مشہور عام ہے کہ امیر نے علانیہ ہمارا جہ کی بیوفائی کی شکایت کی ہے۔ ہر چند میں نے سب لکھا لیکن امیر قطعاً انکار کرتے گئے کہ اس قسم کی کوئی بات وقوع میں نہیں آئی ہے۔ جب میں نے اس بارے میں حد سے زیادہ اصرار کیا تو امیر نے چلا کر کہا کہ ”میں حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت یوشع حضرت عیسیٰ اور اگر انکے سوا اور انبیا ہوں تو انکی بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس اس قسم کا کوئی کاغذ نہیں ہے اور میرے اور ہمارا جہ کے درمیان کبھی کوئی عہد و پیمان نہیں ہوا تھا“ جب میں نے امیر سے کہا کہ میں آپ کے بیان پر اعتبار نہیں کر سکتا تو انکو کس طرح ناراضی نہیں ہوئی بلکہ ظاہر میں معلوم ہوا کہ کچھ مایوسی ہوئی۔ اُنکے بیٹے سردار اعظم خان نے جو اس موقع پر موجود تھا کہا کہ اگر کوئی کاغذ کمین پایا گیا تو میں اسکی تلاش میں رہوں گا اور جب برآمد ہوگا تو وہ ضرور پیش کیا جائیگا۔ پھر اُسے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ امیر کے پاس کوئی کاغذ تھا مگر غالباً سلطان محمد خان کے پاس کچھ کاغذات تھے جب اعظم خان نے مجھے پوچھا کہ کیا آپ امیر کی باتوں پر یقین نہیں کرتے ہیں اور پہنے جواب دیا کہ نہیں تو وہ قسم مار کر منہ سے لگا اور مجھے خوب یقین ہے کہ سابق کی نسبت انکو ہماری عقلیوں کا زیادہ خیال ہوا۔

ہرات کے مقابلہ میں اس طرف سے کسی مہم کے جانے کی نسبت حضور نے جو کچھ بیان فرمایا انکو منکر مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی میرے نزدیک یہ اسے برا ہے عقل مندی پر دال ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہر کسی وجہ سے عمل میں نہ لایا جائیگا۔ اس میں جو کچھ خرچ ہو جائیگا اسکا نقصان میں برس تک پورا ہوگا ہماری فوج ایسی مہم کے لیے موزوں نہیں ہے اگر اپنے ملک سے اتنے فاصلہ بعد پر کوئی ناشدنی امور میں آیا تو اسکا نتیجہ نہایت ہی برا ہوگا اور اگر کامیابی حاصل ہوئی اور ہرات پھر قبضہ ہو گیا تو بھی اس بات کی کوئی حفاظت نہیں ہے کہ آئندہ دو چار سال کے عرصہ میں پھر اس پر غنیم قبضہ نہ کر لیا۔ یہ تو اپنی اپنی داسے ہے کہ ہرات پر دشمن کے قبضہ کر لینے سے ہندوستانیوں کے دل پر کیا اثر پیدا ہوگا۔ میں تو یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ لوگ اس بارے میں تکلیف کرینگے میں یقین کرتا ہوں کہ مجھکو ہندوستانیوں اور انکی رايوں سے مثل اکثر برٹش افسروں کے واقفیت حاصل ہے اور جس

میں

ایک کرنا ہے۔ آپ لوگ جو حکم دین میں اسکی تعمیل کیواسطے موجود ہوں اور اللہ میرے پیشکشگر ہوں کہ اس سے چاہے تمام عالم بھر جائے مگر میں آپ لوگوں کا دوست نہ ہوں گا۔ چیف کیشنر کی اس اول ملاقات میں زیادہ تر یہ خواہش تھی کہ میرے خیالات معلوم ہوں اپنی باتیں بیان کرنے کی انکو چنداں خواہش نہیں تھی اور جب اصل مسئلہ کی گفتگو آئی تب دوست محمد نے کمال فصاحت صرف کر کے ظاہر کیا کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ ہرات کو حاصل کیا جائے۔ اور اگر انگلش لوگ خلیج فارس میں ایک بیماری بھری قوت دکھا کر مجھکو مدد دیں اور دوسرے طریقے سے بھی میری اعانت کریں تو میں دریا سے جیون پر تمام جنوبی ملکوں سے ایک فوج بھیج کر کے اپنے دشمنوں کو زمین محو کر دینا چاہتا ہوں ہرات کی شہر پناہ کو مسمار کر دوں برصغیر توڑ ڈالوں اور بڑے شہر شیر پور قبضہ کر لوں۔

یہاں تک گفتگو کی نوبت آئی تھی کہ اتنے میں ایک سوار دوڑا اور اس نے لارڈز کے پاس آیا اور لارڈز کو بتایا کہ نکلے سے تار پر جو ایک خبر بھیجی تھی اسکو لا کر پہنچایا اس خبر کے ذریعہ سے جان لارڈز کو اطلاع دی گئی تھی کہ حفریب پچاس ہزار کی ایک سپاہ لگنے کے لیے خلیج فارس کو روانہ کی جائیگی اور ایران سے جو عہد نامہ کیا جائے اس میں ایک شرط یہ ہوگی کہ وہ افغانستان پر کسی طرح کا دعویٰ باطل کرے اور ہرات سے اپنی فوج واپس طلب کرے تار برقی کے آخرین یہ پڑوسی الفاظ درج تھے کہ ”اس جز سے اگر کوئی کام نکل سکتا ہو تو آپ اسکو استعمال میں لائیں۔“ اور جان لارڈز نے اس کے پہلے حصے سے اس وقت کام لیا لیکن دوسرا حصہ جو زیادہ ضروری تھا وہ آئندہ موقع پر دوسرے روز کام میں لانے کے واسطے اٹھا رکھا گیا۔ اس اثنا میں انھوں نے میرے اس بات کی کیفیت طلب کی کہ ان کے اختیار میں کیا کیا وسائل ہیں۔ میرے اس کے جواب میں کہا کہ یہ بڑا مشکل معاملہ ہے اور اس پر غور کرنے کے لیے ایک پورا دن درکار ہے۔ اس لیے جلسہ برخاست ہوا۔

اس کے دو روز کے بعد ۷ جنوری کو پھر جلسہ منعقد ہوا اور اس مرتبہ چیف کیشنر کے خیمہ میں اسکا انعقاد ہوا۔ میرے بیان سے ظاہر ہوا کہ ۲۴ سپاہی اور ۱۰ توپیں ان کے اختیار میں ہوں اور انھوں نے کہا کہ میرے نزدیک ہرات کے خیال سے اسکی تعداد بڑھا کر ۵۰۰ سپاہی اور ۱۰ توپیں کر دینا لازم ہوگا۔ ”لیکن اگر آپ کہیں تو یہ تعداد زیادہ یا کم کر دیا جائے آپ انگریز لوگ ایران کے حالات سے بخوبی واقف ہیں چیف کیشنر نے یہ بیان کرنا شروع کیا تھا کہ یہ بڑی بیماری ہم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ افغانوں کی باہمی نا امانی سے ایک کثیر اور پشاور کا ملک علیحدہ ہو گیا اتنے میں سرداروں میں سے ایک حافظ جی نے یہ ترمانہ سوال کیا کہ ”کیا آپ کا ارادہ یہ بھی ہے کہ افغانستان کو کوئی انگریزی افسر روانہ کیجیے“ سرخاں نے جواب دیا کہ ”اگر اب کی ہم ہرات میں مدد کرنے کے لیے ہم نے روپیہ اور دوسرا سامان ہم پہنچایا تو ہم اپنے افسروں کو اس بات کے دیکھنے کے لیے ضرور روانہ کرینگے کہ وہ سب چہرین مناسب کاموں میں صرف کیجائی ہیں لیکن ان افسروں کو کسی طرح کا اختیار یا حکومت نہ دیا جائیگا بلکہ پھر اس وقت کے

میں

لیے وہ معاملہ ملتوی ہو رہا اور دوسرے روز میرے بیٹے اپنی فوج کے متعلق اور تفصیل حالات بے آگے جن سے یہ امر صاف ہو رہا ہو گیا کہ اگر ہم ہرات میں ایک برس کا زمانہ گزارا تو اسکے واسطے ترسٹھ لاکھ روپیہ پچاس ضرب توپوں اور آٹھ ہزار سپاہیوں کے ہتیاروں کی علاوہ بیشمار سامان جنگ کے ضرورت ہوگی۔ یہ ایک بڑی بھاری درخواست تھی چنانچہ اسپر خیال کر کے جان لارنس آخر کو یہ پوچھنے پر رائل ہوئے کہ اگر بالکل اپنی حفاظت کرنے کی حکمت عملی ایران کے معاملہ میں اختیار کی جائے تو اسکے لیے کن کن باتوں کی حاجت ہوگی سرداروں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ ”ایرانیوں اور افغانوں کے درمیان جو جھگڑا ہے وہ صرف اسی عالم کا نہیں ہے بلکہ دوسرے عالم کا بھی ہے کیونکہ سینوں اور شیعوں میں کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا ہے لیکن اس امر پر خیال کیا جائیگا کہ اگر آپ لوگوں نے پسند کیا تو افغانہ اپنی خواہشوں اور معمولی دستور کے خلاف صرف اپنی حفاظت کرنے ہی کی کارروائی پر قائم رہیں گے اس صورت میں چار ہزار سپاہیوں کے ہتیار اور سامان جنگ مع اس قدر روپیہ کے جو آٹھ ہزار سے زائد پیادوں کی پرورش کو کافی ہو سکے بس اس قدر آپ سے طلب کیا جائیگا“ ان شرطوں اور اس حکمت عملی کو خفیہ کر کے لارنس نے پسند کیا اور گورنمنٹ ہند کو اسکے بارے میں خبر دیکر سفارش کی۔ لارڈ کلینگ نے جواب میں اپنی رضامندی ظاہر کی بعد اسکے جان لارنس نے دوست محمد کو صلاح دی کہ ہم ہرات سے دست بردار ہوں اور چار ہزار بندوقین اور ایک لاکھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ اس وقت تک دینے کو کہا جب تک لڑائی قائم رہے یا گورنمنٹ اپنی خوشی سے دیتی رہے وظیفہ کی ایک شرط ایسی تھی جس سے بڑا مباحثہ پیدا ہوا یعنی یہ کہ برٹش افسروں کو کابل بھیجے کا حق دیا جائے اور وہ وہاں جا کر اس بات کو دیکھیں کہ وظیفہ مذکور مناسب کاموں میں لگایا جاتا ہے۔ امیر نے ”ایک نہایت ہی صاف اور قطعی طور سے“ کہا کہ میں اس قسم کے سمجھوتہ پر صرف اس غرض سے راضی ہوا ہوں کہ ہم لوگوں کی مشترک مدد سے ہرات پر پھر قبضہ حاصل کرنے کا قصد کیا جائے۔ دوسرے روز جب عہد نامہ کی مجوزہ شرطوں پر بحث ہو رہی تھی تو سرداروں نے امیر سے وہی ذکر چھیڑ کر پھر نئے عذر اٹ پیش کیے۔ وہ یہ جھجھکتے تھے کہ انگریزی افسروں کو کابل میں جانا چنداں امیر کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے زیادہ تر وہاں کی رعایا متعرض ہوگی اسکے قومی اور مذہبی خیالات کو اشتعال ہوگا جو وقت وہ انگریزوں کو دارالسلطنت میں دیکھینگے تو یہی کہینگے کہ شاہ شجاع کا قدیم زمانہ چھوڑ گیا انھوں نے کہا کہ ایک ہندوستانی وکیل کابل میں مقرر کر دیجیے اور اگر انگریزی افسروں کے بھیجنے میں گورنمنٹ کو اصرار ہے تو وہ قندھار کو روانہ کیے جائیں جہاں لمبا طرہ جنگ اُن سے زیادہ کام نکلے گا اور رعایا کے حق میں ضرر بھی کم ہو چکیگا۔ افغانہ اور انگریزوں کے درمیان رفتہ رفتہ دوستی ہو جائیگی ”ہمکو بہت دور کر نہیں چلنا چاہیے۔“ یہ ایک نہایت حاطقانہ نصیحت تھی اور عقلندی کے ساتھ مبنی بھی گئی ورنہ جو حادثہ چانکاء مشہور میں ہوا وہ ۱۸۵۷ء ہی میں وقوع پذیر ہو جاتا۔ سردار ان لمسنڈن کا وہی نتیجہ ہوتا جو گورنمنٹ کی اور اُن کے تابعین کا ہوا ہے

دیر کسا ہوں لیکن اندر لوگ بھی بڑی مشکل سے دینے جاسکتے ہیں اور اگر قریب قریب ان کے دو ہندوادی لیے گئے تو سوا سوا کے کہ ہم ایک علاقہ کے اندر ہمیشہ کے لیے اپنے تین بندے کے بچا لائیں اور کچھ نو سکھ لگا اور اس طریقہ میں بالکل کمزوری تصور ہے اور کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

میں کل درہ کوٹ میں جاؤ گا اور امید ہے کہ ۲۹-۳۰ کی صبح کو پشاور میں پہنچ جاؤں۔
جان لارنس نے اس خبر سے کہ دوست محمد وادی خرم میں نہیں بلکہ درہ کوٹ میں ملاقات کرنا چاہتا ہے درہ کوٹ سے گذر کر ۲۹ تاریخ پشاور میں پہنچنے پر ان کچھ عرصہ کے بعد راولپنڈی سے اگر ان کی سیم صاحبہ صحت میں نہیں۔ دوست محمد نے شل سچے ایشیائی لوگوں کے اپنی نقل و حرکت میں سستی اور شکوکہ ظاہر کیا اور چنانچہ ایک مہینہ اور گندگیاں بے خبر آئی کہ وہ درہ کوٹ کے اس کنارہ تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ کشتہ پنجاب کشتہ شکار بھرتی میں کائن جو فوج پشاور کے کمانڈر تھے اور بھرتی کمانڈر جو چاہا گاڑے کے کمانڈر تھے فوراً روانہ ہو دیے ان کے ساتھ تین ہزار سپاہی ہر قسم کے اور تھے اور یہ سب سامان اس لیے کیا گیا کہ حکومت وافر سامان افغانستان ہندوستان کی سرحد پر قدم رکھے تو ان کے استقبال کے لیے ہر طرح کی تیاری ہو رہی ہے لیکن میرے افغان بھائیوں نے جو سب اپنی قوم کی عادت کے مطابق قریب کا اندیشہ کر کے یہ انتہا کی کہ پہلے سرخان لارنس افغانوں کے علاقہ میں اگر جیسے ملاقات کریں سرخان اسپر ضامن ہو گئے اور اگر نری نوروز عہدہ علی صبح کو دوست محمد کے دو بچے جنگلی صورت سواروں کے ایک بھول سمیت پرنسپل کپ میں اس بات کے لیے حاضر ہوئے کہ جان لارنس کو اپنی حفاظت میں لجا کر آپہنچے پاس پہنچا دیں۔ اگر نری ملاقاتیوں کے لیے یہ سفر معمولی دیکھی کا نوگا کیو کیو لوگ وہاں موجود تھے ان کو پہلے ہی پہل (حالانکہ انہیں سے اکثر لوگ سالہا سال سے لگائی کے سوا نہ ہی پر رہتے آئے تھے) اس ہونگ لگائی پر نگاہ کر کے کا اتفاق ہوا وہ لوگ ان کے تیو دار غار اسی قابل تھے بے پیر شہور شاخ فریسی کا یہ مصرعہ بطور کتبہ کے لکھا جاتا ہے۔

دو قدم رکے وہ اندر زندگی سے ہاتھ جوڑ دیتے

فی الواقع ذاتی حفاظت کے متعلق یہ بڑی احتیاط کی جگہ تھی اور گورنمنٹ نے تاکید حکم دیدیا تھا کہ کوئی اگر نری گورنمنٹ کا کیسا ہی شائق اور کیسا ہی اہوالی الزم کیوں نہ ہو ان دہشت ناک خبروں کے علاقہ میں قدم نہ رکھے جو فائدہ کسی سے بچان رہتے اور لوٹروں کی طرح زمین کے اندر غاروں میں بسر کرتے تھے انسان کے ہاتھ سے اب تک کسی دو طبقہ نہیں ہوتے تھے ہر ایک فاتح جاسکے غاروں سے ہو کر نکلا اس سے کمندوں نے غلندہ دی وصولی کر لی امداد کو کھلے کر کر کے گذشتہ چند سال کے اندر اگر نری دغا بے کے بیترے آدمی ہلاک کر ڈالے

اور ہندوستانیوں کی صد ہا گائیں اور بکریاں سپاہ متعینہ پشاوڑ کے سامنے لے لیکر چلے گئے۔ پس جبوقت قلیل
 جماعت اس ممنوع علاقہ کے اندر اور کئی میل تک درہ میں جہان کہ ہر ایک گوشہ اور کھڑے میں ایک ایک افغانی
 قتلہ انداز بنوئی چھپ سکتا تھا گئی ہوگی تو اسکو نئی نئی باتوں کے دیکھنے کا ذوق و شوق ہی نہ ہوگا بلکہ کچھ اور بھی خیال ہوگا
 جان لارڈ لارنس کو خوب معلوم تھا کہ میں نے اپنے اوپر کیا جو حکم لیا ہے اور اس لیے وہ سڈنی کاٹن صاحب
 سے (جسکے ذمہ سے میں اکثر باتیں اس داستان کے متعلق لکھ چکا ہوں) کہ گئے کہ آپ اپنی سپاہ کو حکم دیدینگے کہ اگر درہ
 کے اندر سے بندوٹ کی کوئی آواز آئے تو وہ فوراً چلے آئینگے اور درہ کے لیے پہنچینگے۔ یہ ایک اسطرح کا حکم تھا کہ جو کچھ
 بعد کو گذرا اگر اُسکے موافق حکم کی تعمیل کی جاتی تو کل گروہ کی جان جاتی کیونکہ جبوقت یہ لوگ امیر کے خیمہ میں داخل ہوئے
 تو جو بھاری توپیں امیر کے خیمہ کے سامنے لگائی گئی تھیں اُنکے ذریعہ سے سلامی سر ہوئی اُسکے بعد شیشی پہاڑیوں پر
 افغانی سپاہ کے بندوٹچوین نے سلامی کی باڑھ ماری اور اُسکے بعد کو ہستانیوں نے جو کئی میل تک درہ کے دونوں طرف
 صف بستہ کھڑے تھے سلامی سر کی یہاں تک کہ کل درہ خیر توپوں اور بندوٹوں کی آواز سے گونج اٹھا اور اسکی آواز باز
 سے بہت اچھی طرح اس بات کا وضو کا ہو سکتا تھا کہ آپس میں کچھ فساد ہو گیا اگر اُش افسر نے جو پشش سپاہ کی کمان پر
 پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اُس حکم کی جو اسکو دیا گیا تھا تعمیل کی ہوتی اور محبت کے ساتھ درہ کے اندر گھس گیا ہوتا تو جیسا
 سڈنی کاٹن صاحب دلیل کرتے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ افغانہ اس فریب کو جسکا انکو اندیشہ تھا دیکھنے یا سنے
 کا بہانہ کرینگے بعد اُن بے بس فرنگیوں پر نوٹ پڑتے اور ایک ایک آدمی کا کام تمام کرتے لیکن صاحب موصوف
 نے یہ خیال کر کے کہ آوازیں ایک قرینہ کے ساتھ آتی ہیں یہی نتیجہ نکالا کہ یہ سلامی کی آوازیں ہیں اور عقلندی سے
 اپنی جگہ پر کھڑے رہے جو خطرہ تھا وہ جاتا رہا اُسکے بعد ایک بڑا بھاری دربار منعقد یعنی بقول چنیٹ کشر جو جب کرون
 اور بد معاشوں کا ایک ایسا گروہ جمع ہوا جسکے دیکھنے کا بیشتر جھکوکھی اتفاق نہیں ہوا تھا "اسعدت خان سردار فرستہ
 مہند جو ہارا جانی دشمن تھا ان سب میں سب راوردہ تھا لیکن سر جان لارڈ لارنس کی استدعا سے دوست محمد نے حکم دیا کہ
 دربار سے چلا جائے۔ اُسکے دوروز کے بعد دوست محمد جسکی دائرہ سپید اور چہرہ مقدس تھا کیونکہ اب اُسے خطاب
 لگانے کی پروا نہیں کی) اور اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے تھا انگریزی علاقہ میں داخل ہوا سات ہزار انگریزی
 سپاہ جو اغزان کے لیے صف بستہ ایک میل تک کر کے دورویہ بکھری کی گئی تھی اُس سے گذر کر حیرود میں آیا اور وہاں
 اپنا خیمہ نصب کر آیا اور اس مقام پر رہ جنوری کو مجلس شوریٰ کا کام شروع ہوا۔

امیر کے پیچھے اُنکے لڑکے بیٹھے اور بائیں جانب اُنکے نہایت محمد سردار کھڑے ہوئے۔ اور وہ خود خطا
 کے ساتھ اپنے تعلقات ایران کو بیان کرنے لگے اور نہایت پرورد طور سے بیان کیا کہ انگریزوں سے دوستی
 کرتے ہیں شاہ ہمارے دشمن ہو گئے اور اُس سے اب ہرات نکل گیا بعد اُسکے امیر نے سوال کیا کہ مجھکو

میں نے جی اسی کاؤ کے زیرِ ہجوم وہاں کی قلعہ بندی میں زبردستی فرمایا گیا لیکن اس بارے میں گفتگو کرنی نہیں آئی تھی جو احوال میں
میں نے حضور کو پورے حالات سے مطلع کر کے دیکھا تو ہر طرح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری فوج کے پونچھے پونچھے روسیہ
اور تونان اور تونان کے لوگوں کو اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق بخوبی تمام فوج کے ساتھ ساتھ اس مدد کے جواری ہو گئے
قسم سے روس کو دے سکتا ہے ہماری تمام تیاریوں کو جو اسکے مقابلہ میں ہندوستان سے کچھ بھی نہ مل سکتی تھی دے دے
کہ اگر اس طرح کا کوئی قصد کیا گیا تو اسکا انجام بھی ہو گا کہ لکھنؤ کا وہ پہرہ بڑا دھولکہ بالیقین تباہی میں واقع ہو گا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ افغان
کے مقاصد فی الحال ہماری اغراض کے مطابق ہیں لیکن یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ یہی حالت ہمیشہ قائم رہے اگر اس مناسبتہ میں کچھ
کامیابی حاصل ہوئی تو بیشک افغان ہمارے دوست رہیں گے لیکن اگر مقصد اسکے بالکس ہوا تو پھر انکو معلوم اسی میں معلوم ہو گا کہ
طرف آئی سے حمایت نہ کرے گا کوئی فوج افغانستان کو بھی تو اسکے لیے ہر قسم کے اتفاقات کی تیاری کر لینا چاہیے کہ جو کوئی رہے
آئے اسکا مقابلہ کیا جائے اور خود اپنے ذریعہ اور وسیلہ پر پورا بندہ دیکھا جائے اور ہر بات تو ہماری مراد اور اس مقام سے
چلتے نظر کافی مدد پہنچ سکتی ہو صد ہا میل دور ہے۔

مجبوراً اب تک میرے بھائی کرنل جارج لارنس کے دلچسپ بیانات یاد ہیں کہ وہ بولان سے کیونکر کوچ کیا گیا تھا اور قندھار
میں کس طرح داخل ہوا انھوں نے مجھ کو یقین دلایا کہ پادشہ میں صرف پانچ سو گھوڑے ایسے رہ گئے تھے جو اپنے سواروں کو سہ چلنے
کے قابل تھے اور یہ سوار ایسے تھے کہ نصف میل تک بھی اپنے گھوڑوں کو تیر نہیں دوڑا سکتے تھے تو قندھار کے گھوڑوں کی کیفیت اس سے
بھی بدتر ہے اور قطع نظر ان سب باتوں کے اس فوج کی قوت بھی کیا تھی شاہ شجاع کی تمام سپاہ مگر میرے نزدیک بارہ ہزار آدمی
سے زیادہ نہیں تھے۔

یہ بہت صحیح ہے کہ اس زمانہ کے حالات اس زمانہ کے حالات سے درجہ مختلف ہیں سندھ اور پنجاب ہمارے بقیہ میں
ہے ہم افغانہ کی حمایت کو جانتے ہیں لڑنے نہیں جانتے ہیں البتہ کچھ خیالی کرنا چاہیے کہ سندھ اور بولان کے راستہ بھیر میں اور
وہاں سے قندھار اور پھر غزنی تک کسی نے ایک گولی بھی نہیں چلائی اور نہ کی طرح کی مخالفت کی تھی اسکے سوا فی الحال اور کوئی
پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی۔

کابل اور وہ ملک جو ہندوستان اور ہرات کے مابین واقع ہیں اس قابل نہیں معلوم ہونے کہ بری فوج کی پرورش
کرے لیکن مجھ کو یقین ہے کہ اگر ان لوگوں سے رسد ملی جائیگی تو لوگ پریشان ہو گئے اور کم و بیش ہماری مخالفت کرینگے۔ پنجاب کے
بھی بعض بعض حصوں میں تین ہزار سے لیکر چار ہزار سپاہ کے لیے ایک مقام میں سالان رسد کا ہم پونچھنا مشکل ہے۔ ہندوستان
میں جب تین براہ دریا سندھ اور لاہور تو تھوٹی کے ساتھ راولپنڈی سے کابل کا باغ ہو گیا تو ہم سب لوگوں کو نہایت خطرہ تھا کہ کہیں ان کا
کی نوبت نہ آئے کیونکہ وہاں تین چار دن تک ٹھہرنا پڑا۔ ہمارے کھانے پینے اور دیشیوں کے چارہ کی چیزیں چپاس چپاس بلکہ
ساتھ ساتھ میل کے ذمہ سے منگوانا ہیں۔

افغانہ حرص اور تعصب کے لیے ضرب الشل ہو رہے ہیں اور اسکے فرمانروا صرف نام کے لیے حکومت رکھتے ہیں اگر وہ چاہیں تو بھی سامان رسد پہنچانے کا قطعی اقرار نہیں کر سکتے اور کسٹریٹ کے کارپرداز اور ٹیکہ دار اگر وہ ان کے تو بیچ نہایت خراب ہو گا قندھار کی حفاظت کے لیے غیر قواعد و ان سپاہ روانہ کر نیکی تدبیر میں کم خواہ زیادہ خطرہ تصور ہو لیکن میری رائے اسکے بھی خلاف ہے اگر میر اپنی لڑائیاں خاص اپنی سرزمین میں نہیں لڑ سکتے تو ہمارے واسطے اسکا قصد کرنا بے سود ہے لہذا ان کو قندھار پر قبضہ کرنے میں چاہیے کچھ دنوں تک کامیابی رہے لیکن اس میں غالباً آئندہ کے لیے خطرہ تصور ہے۔ اگر افغانہ کسی سے سازش کرنے پر کبھی مائل ہو سکتے ہیں تو ایسے حملہ آور سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضرور اتفاق کر لینگے۔ اس میں شک نہیں کہ افغان لوگ باوصف اپنے ملک کی قدرتی قوت اور سپاہیانہ صورت کے اصل میں اس وجہ سے کمزور ہیں کہ باہد گران میں جگہ دار کرتا ہے اور ملک کے لوگ طامع اور بیوفائین چنانچہ اس وجہ سے میں نے لازد و کونی کو لکھا تھا (یہ حالہ میں اپنی یادداشت سے دیتا ہوں) کچھ یقین ہے کہ اگر کوئی خوفناک حملہ آور ہرات تک اگر ہندوستان کی طرف حرکت کر گیا تو وہ کبھی اسکا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

اگر ہم نے قندھار کو کوئی فوج روانہ کی تو اسکے لیے ملک پر قبضہ کرنا ضرور ہو گا اسوقت افغانستان ہندوستان کی جگہ ہو گا اور ہم کو اپنی حالت سنبھالنے کے لیے جو خرچ اٹھانا پڑے گا اس سے ہندوستان کا دیوالا کھل جائیگا اور اگر نتیجہ کچھ اور ہو تو ہم کو خالی خزانہ اور بیدل فوج کے ساتھ پٹنہ پڑے گا اور آخر خلافت اسکے اگر افغانستان کو چھوڑ دیا اور کوہ سلیمان کے اس جانب اپنے وسائل کو فراہم کیا تو ہم اپنے حملہ آور سے ایسی حالت میں مقابلہ کر سکیں گے جب وہ بالکل خستہ اور پریشان ہو گا۔ اسکا تو بخانہ ضعیف ہو گا اور اسکے دیواروں سے گذرتے ہوئے دور چلیں گے۔ ایسی حالت میں شکست یقینی ہے اور اگر شکست ہوئی تو اس میں ہر اس مرتبہ ہی رکھی ہوئی ہے جو روپیہ ہکوہرات کے محاصرہ کرنے اور افغانستان کی لڑائیاں لڑنے میں صرف کرنا پڑے گا اس سے ہمارے گورن کی فوج ہندوستان میں دو چند ہو جائیگی ہماری اکثر ضروری ریلوں کی تکمیل ہو جائیگی اور پنجاب کے دریا جازون کے بیچے چھپ جائیں گے مجھے یقین ہے کہ جنگ کابل میں ابتدا سے اتنا تک بارہ لیکن پونہ صرف نوا ہو گا اور اگر سننے روس اور ایران کی مشترک قوت کے مقابلہ میں وسط ایشیا پر چڑھائی کی تو اس میں جو نقصان ہو گا اسکی کوئی حد و حساب بمقابلہ اسکے نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ یہ امر ایسے بیماری مسئلہ کے سامنے اگرچہ چندان ضرور نہیں ہے کہ ہم مشکل سے کوئی ایسی سپاہ (یعنی فوج پنجاب کا ایک حصہ) دے سکتے ہیں جسکی قندھار بھیجنے کی تجویز کی جاتی ہے وہ سب سے زیادہ ان خدمتوں کے لیے موزون ہے جسکے لیے تیناٹ کی گئی ہے اکثر سپاہی اور افسر ہمارے ہندوستان بھر کی فوج میں چیدہ منتخب ہیں۔ سات برس کی محنت کے بعد اب وہ اس حالت میں پہنچے ہیں کہ ہوشانی جگہوں کا مطیع کرنا تو درکنار ابھی تک انکی تنبیہ بھی نہیں ہوئی اور جس فوج کو کرنل اوڈورڈس نے بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کے لیے کارآمد ہو سکتی ہے اسکو ہم مشکل سے دے سکتے ہیں ہمارے اس حصہ ہندوستان میں ایسی بندوقین بھی نہیں ہیں جو ہم انکو دینگے اور قواعد و ان ویسی سپاہیوں کو سول خدمتوں پر مقرر کرنے میں نہایت زحمت و پریشانی تصور ہے میں نے حضور کو جو اطلاع دی تھی وہ ابھی تک سمجھو فراموش نہیں ہوئی ایران میں کام کرنے کے لیے میں پنجاب کی فوج دو ہزار سے زیادہ نہیں

.... خیال کر لیجیے کہ کتنی تنگنہاں سے کس لہریں سے گزرتی تھی کہ افسانہ کے افسانہ سے تمام تعلقات میرے حوالہ کر دیئے۔ جہانگیر جھلکا اپنی ذات خاص سے تعلق ہے وہاں تک جھلکا کی طرح کا افسانہ نہ ہو گا۔

لاڈلہ گزرتی تھی کہ میری رائے تھی کہ میرے ملاقات کی جگہ لیکن سرخان لاڈلہ کی رائے سے تمام تر اتفاق کر کے انہوں نے بھی یہی کہا کہ افسانوں سے جتنی کہ تعلق رکھا جائے اس قدر بہتر ہے اور سرخان لاڈلہ کو چونکہ اس بات کی پروا نہیں تھی کہ جو امرائے نزدیک راسخ تھیں ان سے کی طرح کی تعریف حاصل کریں اس لیے انہوں نے کشادہ دلی سے اوڈورڈن صاحب کو جواب دیا کہ جب تک میری خود کسی مقام پر آنے کے لیے نہیں آئیں تو تک میری رائے یہی ہے کہ اس بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور یہ معاملات انہیں پر عبور دیئے جائیں لیکن اوڈورڈن صاحب بھی شل اپنے پیٹ کے کشادہ دل تھے۔ جہان لاڈلہ نے لاڈلہ گزرتی تھی کہ لکھا کہ میں نے اس بات کی تجویز اوڈورڈن صاحب پر عبور دی کہ آیا جھلکا وہاں جانا یا نہ جانا چاہیے اور انہوں نے نہایت علو ہمتی سے جواب دیا کہ تمہارا بہتر ہے، اپنا بڑا رونا رونا کر جب کہ انہوں نے اپنے دوست نظر بنی کو لکھا تھا کہ ایک جنگل بڑے شکار کے لیے راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئے ان کا قصد تھا کہ خوشحال گڑھ کے راستے دریائے سندھ میں ہو کر کوہات میں جائیں اور وہاں اس امر کے دریافت ہونے تک منتظر رہیں کہ آیا میرا دوستی میں جو وہاں سے سویل آگے ہے ملاقات کرنا تجویز کرے گا یا نہ اور میں۔

جب وہ وہاں انتظار کر رہے تھے تو جس خبر کی عرصہ سے راہ دیکھی جاتی تھی اور جس سے اس وقت بھی کسی قدر مشت پیدا ہوئی اس سے اطلاع ملی یعنی یہ کہ ہرات پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا اور اوڈورڈن صاحب نے عین انتشار میں جہان لاڈلہ کو ایک یادداشت لکھی کہ آپ انکو گزرتی تھی کہ پاس بھیج دیجیے اور کا بل و قند سار کی طرف فوراً اگر میری فوج روانہ کیجیے۔ امید زمانہ میں یا اپنے اطہان کے وقت اوڈورڈن صاحب کو بھی معلوم ہوا ہو گا کہ انکی یہ تجویز نہایت خوفناک تھی لیکن انکی جہتی نے بڑا کام کیا کیونکہ انکے پیٹ نے انکی تردید کر کے صاف صاف لکھا کہ افغانستان کے بارے میں یہ حکمت عملی خلاف مصلحت ہے اور گو وہ خاص خاص حالات معاملہ پر مبنی تھی مگر اسپر بھی وہ عمر بھری رائے کے موافق ہے اور اچھی بری کی طرح کی خبر آئی انکو سنکر انہی اسی رائے پر قائم رہے۔

جس تاریخ کو اوڈورڈن صاحب کی تجویز جہان لاڈلہ کے پاس پہونچی اسی دن یعنی ۲۵ نومبر کو انہوں نے یہ جواب لکھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ گزرتی تھی کہ کوئی فوج افغانستان کو روانہ کر لی میری رائے میں تو یہ کارروائی غلط معلوم ہوتی ہے اگر ہرات کے اس علاقہ میں روس درپردہ شریک نہیں ہے تو میں باتوں کا انکو خوف ہے وہ ظہور میں نہ آئیگی لیکن اگر یہ معاملہ

ص
نہرہ گزرتی تھی

دوسری کو پیدا کیا ہو ہے (دوسرے یقین کو اس سے کہہ دوں ہیں کی اسکا ایک ہے) تو میری رائے میں ہندوستان کے لیے یہ لڑائی کو مدد ملان کے لئے اس پر نہ کو اسٹریٹ لڑا ہوگی۔ افغانستان کے پچھلے میں اگر اس خریف سے جو آپ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے بھگور وید صرف کرتا ہے تو ہندوستان میں ہمارا کچھ نہیں نہ چل سکیگا قندھار میں ایک مختصر فوج بغیر بحاری توپوں اور سامان رسد کے بھیجنا سراسر سبکی معلوم ہوتی ہے اگر ایران نے قندھار پر چڑھائی کی تو اسٹریٹ کے بریگیڈ سے تین گنا ناکامی حاصل ہوگی کیونکہ قندھار میں قندھار کی سامان بالکل بے حقیقت ہے۔ ہنگو لاؤڈ ڈائونڈ کی یہ بات کہی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اگر ہم کسی خفیہ کے مقابلہ پر صحت آراہوں تو بھگور اصل فرق کے نہ کہ ہنگو لاؤڈ کرنا چاہیے کیونکہ لڑائی کا سارا بار بار سے ہی اوپر چڑھنے کے اگر ہم پھر لڑیں جس کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ آج قندھار پر پھر پھر پھر یہ ہوگا کہ آخر میں ہزار آدمی کمزور اور ناقص چڑھنے کوئی کی سرکردگی سے بھیجنا ہونگے۔ اگر ہم نے افغانستان میں لڑائی پھر پھر پھر یہ ہوگا کہ آخر میں ہزار آدمی کمزور اور ناقص چڑھنے کوئی کی سرکردگی سے دشمنوں کے ہاتھ چھینے لگیں گے وہ ہرے خوف ہو کر خفیہ سے ہٹائیں گے برخلاف اسکے اگر روس و ایران کی فوج نے شریک ہو کر باہم چڑھائی کی اور درہ بولان یا خیبر کے سوا نہ پھر ہرے مقابلہ ہوا اور انکو ہزیمت حاصل ہوئی تو جو افغانہ انکے شریک ہونگے وہ اس طرح کی دغا بازی اسکے ساتھ کریں گے۔

دوسرے روز انھوں نے ایک اور بھی پر معنی چھی اپنی حکمت عملی کے اظہار میں لازو کیننگ کے نام لکھی جسکو میں قریب قریب تمام و کمال ذیل میں درج کرتا ہوں حال کے واقعات اور افغانستان میں تازہ معاملات کے واقع ہونے کے احتمال سے وہ چھی ایسی ضروری معلوم ہوتی ہے جسکی تعریف میں مبالغہ کرنا مشکل ہے۔

مقام کوہاٹ ۲۶ نومبر ۱۹۱۹ء

میں چھی ہذا کے ساتھ نہایت ادب سے لکھتے کرتا ہوں اور ڈوڈن کی ایک یادداشت جو کل میرے پاس پہونچی منسلک کرتا ہوں۔ یادداشت مذکور اس بارے میں ہے کہ اگر ہرات پر ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا تو صاحب موصوف کی رائے کے مطابق اس بارے میں کیا تدبیر کرنا چاہیے۔ اس بات کے بیان کرنے کی مجھکو حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ صاحب موصوف کے ان خیالات سے میں اتفاق نہیں کرتا اس مسئلہ پر جہاں تک میری عقل رسائی کر سکتی ہے نہایت ذہن لڑا کر میں نے بار بار غور و فکر کی ہے جو حالات مجھکو دستیاب ہو سکے ان سب کو میں نے مطالعہ کیا اور باوقات مختلف عمدہ ترین افسران فوج سے اس امر پر بحث کی اور آخر میں بلا اختلاف میری ہی رائے قرار پائی کہ وسط ایشیا کے معاملات میں فوج کشی کر کے دخل دینا سراسر غلطی ہے کل میں نے اور ڈوڈن صاحب کو عجلت میں جو ایک چھی لکھی تھی اسکی نقل اپنی اس عرضی کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ بادی النظرہ انکی تدبیروں کے خلاف جو اعتراضات میرے دل میں گذرے وہ میں نے آئین درج کر دیئے ہیں۔

ہرات کے بارے میں میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت وہ ایک نہایت مستحکم مقام ہے اگر میری یادداشت غلط نہیں ہے تو بیگزائڈرٹن صاحب متعلقہ انجیر اننگال نے جو ہمارا ج پور میں مارے گئے تھے مقام مذکور کو دیکھا تھا اور انکے اور سونی

اور ان مشکلات کے بارے میں جو اسکو وہاں لاقی ہوئی تھیں سخت حال بیان کیا کہ دوست محمد کی عمر قریب ستر برس کے ہے ورنہ بالکل سپید ہے جسپر وہ خضاب کرتا ہے صورت سے بیاری ظاہر ہوتی ہے باہر بہت کم نکلتا اور جب نکلتا ہے تو اتنی کی سواری ہوتی ہے ”افغانستان میں یہ ایک بڑا عجیب تصور کیا جاتا ہے کیونکہ وہ ملک سواری کے لیے مشہور ہے“ ہر شخص علی الخصوص اسکے کثیر التعداد بیٹے اسکی موت مانگ رہے ہیں اور وہ مر اور اور اسکی لاش ہی پر جنگ و جدل ہونے لگے گی ان مہاتیوں میں سخت عداوت تھی لیکن اپنے باپ کے دباو سے وہ ایک دوسرے کی گردن پر تلوار نہ پیر سکے گو دوست محمد ضعیف ہے لیکن اسکی نیت تھی کہ وہ بذات خاص ہرات پر فوج کشی کرے۔ اسکا سامان فراہم ہو سکا آدمیوں کی اسکو حاجت نہیں جو اسکے پاس کثرت سے موجود ہیں بلکہ اسکو روپیہ کی خواہش ہے کیونکہ روپیہ اسکے پاس مطلق نہیں ہے اسکی فوج بھوکوں مر رہی ہے اور اسلیے شہر کے باشندوں اور کانوں کے کسانوں کو لوٹنے پر مجبور ہے۔ فتح خان نے یہی کلمات کہے تھے کہ قندھار ننگر ایک باجرہ کے کینٹ کے ہے اور باشندگان شہر جو مکہ نون کی پختون پر رہتے ہیں مثل ان لوگوں کے ہیں جو چانوں پر بیٹھ کر ہا کر تے اور چڑیوں کو اور اسے دین اس زمانہ میں اسیر کو کوئی برائین کہتا اسے ”بھائی“ اور ”بیان“ بلکہ ہر شخص کو اپنا دوست بنالیا ہے جسکا اثر روپیہ سے زیادہ پیدا ہوتا ہے وہ قندھار میں آیا اور اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کی قبر جو وہاں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک خشک ٹیلہ کی زمین میں واقع ہے دیکھ آؤں تاکہ میں بھی اپنی لاشیں باپ ہی کی لاش کے قریب دفن کر آؤں۔ الغرض اسکی خالٹ اور ظاہری آثار تو یہ تھے مگر لوگ اسپر بھی یہ کہتے تھے کہ وہ اپنی فوج لیکر ہرات پر چڑھائی کریگا اور ہم لوگوں کا ارادہ تھا اسکو ہتھیار اور روپیہ دین۔ جان لارنس نے بہت صحیح کہا تھا کہ اسکو ہتھیار اور روپیہ دینا کنوین میں پسینا ہے۔

لیکن دوست محمد میں اب تک بھی کچھ کچھ جان باقی تھی اور غلام حیدر خان کو (جسکی نسبت دو برس پیشتر جان لارنس نے کہا تھا کہ اسکا مینا بچہ مہینے بھی نکال ہے) نوٹوختہ صوبہ قندھار کا گورنر مقرر کر کے ۱۴ ستمبر کو وہ شہر سے روانہ ہوا اور اپنی فوج کو کابل میں لے آیا اور آؤرڈوژ ڈس صاحب کو سرکاری حکام سے ملاقات کرنے کے لیے کہا سبجا آؤرڈوژ صاحب کی رائے جیسا کہ انکے حالات سے قیاس کیا جاسکتا ہے یہی تھی کہ ملاقات کی جائے جان لارنس کی رائے اسکے خلاف تھی۔

مجھکو تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امیر کی ملاقات میں سولے لاکھ کچھ خرچ کرنا پڑیگا اور کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی حالت میں میری رائے نہیں ہے کہ ملاقات کی جائے۔ اگر امیر ملاقات کے لیے آئے اور انکا مطلب حاصل نہوا تو بالیقین وہ ہمسے ناراض ہو کر جائینگے اگر ہم نے انکو پیش پیش لاکھ روپیہ دیا تو بھی ہیکہ اس بات سے کوئی اطمینان اور منسوبی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہرات کے معاملہ میں ہاتھ نہ لائینگے۔ جیسا لوگ روپیوں کے بارے میں کہتے ہیں اسبطرح انکے معاملہ میں بھی کافی ضمانت درکار ہے

لکھا تھا کہ مجھے ایسا ہے کہ آپ چاہا میں نے پختہ کام کرنے کے لیے جو کچھ دلچسپی اور جان لاہر میں نے فی الفور اپنی درخواست لاہور کے کونسل کے حضور
 میں بھیج دی تھی اور اُن کے لیے ایک جگہ کی سفارش کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ ان کی تندرستی کی اس دی حالت میں ان کے عہدہ کی مشکلات کا اثر اُن پر بہت زیادہ پڑا ہو گا۔ ۱۵ سالہ عمر میں
 کو دیکھتے ہیں کہ وہ میں کثرت کا در طول طویل رہو رٹوں کے باعث تنگ دل ہوا ایک نایاب پریشانی پر وقت دیتی ہے ان پریشانیوں میں سے
 جو کہ بڑی کٹھن صاحب کی مطابق انسانی اور صطرابی تھی گوئی کے چیلٹ ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے تھے کہ وہ اپنا لوگ الگ ہی گیا کرتے تھے۔
 یہ بات بھی کہ بانی کون کن کی تھی کہ اس کا سامان جیسا میں متاودہ ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اور پھر ہی لاہور میں ہرگز ان پر
 کے نزدیک وہ دو خوبی تھی ان کے تھے پھر ہی لاہور میں ہرگز ان پر ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اور پھر ہی لاہور میں ہرگز ان پر
 نہیں کرتے تھے وہ استعداد ہی معذور اور زکریا تھے کہ کسی قاعدہ کے وہ پابند نہیں رہتے تھے قواعد کو ان کے ہاتھ سے شکست ہونے کے لیے ہر روز
 ہوتے تھے ان کے انجمن ان کو شہنشاہ روئے کہا کرتے تھے کہ وہ پابند نہیں رہتے تھے قواعد کو ان کے ہاتھ سے شکست ہونے کے لیے ہر روز
 موجود تھے یہ امر بھی حق بجانب تھا۔ میرا وہی لوگ جیسا کہ میں بعد کو لکھو گا کہ کوئی طرح پر جن پر
 نے ایسے کیے کہ اگر ہندوستان کے اور حصوں میں کرتے تو یہ عام ہو جاتا اور نوکری سے چھڑا دیے جاتے اور ان سے کوئی بات نہ وجہ
 نہ ملتی تھی۔ مگر ان آرمیٹس نے جو اس وقت پشاور میں آرمیٹس کٹر تھے مجھے بیان کیا ہے کہ ایک روز ان میں صاحب فقط ایک ارملی نے
 ہوسے ایک گاؤں سے ہو کر نکلا تھا اور وہ ایک مسجد پر ہی اور انھوں نے دیکھا کہ سید سے نکلا ایک ملائے ان کو سلام نہیں کیا بلکہ نفرت یا
 حقارت سے دیکھا جب وہ گھر پہنچے تو انھوں نے اپنی ارملی کو حکم دیا کہ ملا کو پکڑاؤ اور جب ملا پکڑا یا تو اس کی دائمی سزا ڈالی
 وہ پیشہ میں شہابی کرتے تھے ایک روز مقام ہون میں اپنے بلے کے چھانک پر دو گنگڑاؤ چند ہندوستانوں کے ساتھ کھڑے ہوئے
 تھے ان میں ایک شخص تلواریاں ہوسے اُن کے پاس چلا آیا اور اُن کے پاس سے ایک طرف گھوڑے پر چڑھا کہ ان لوگوں میں کچھ کون ہے
 لیکن صاحب اُسے ارادہ کو سمجھ گئے اور ایک منتری کے ہاتھ سے جو اُن کے قریب آگیا متبادل ہو چکا کہ اُن کے سامنے کر دی اور
 کہا کہ تلواریاں کھدے نہیں تو ابھی گولی مار دوں گا۔ وہ آدمی تلواریاں کی طرف جھپٹا اور لیکن نے جو کہا تھا وہی کیا مبتول کے گلے میں
 ایک تامل پڑی ہوئی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ جب اُسے اور اُن کے ہونے کے معلوم ہوا کہ گولی نے جو حال سے گذری ہوئی تھی
 کے دل میں مس گئی تھی حال کے اُس منتر کو توڑ دیا تھا جیسا لکھا ہوا تھا کہ جو لوگ کا فون کو قتل کرنے میں مارے جاسکے
 ان کو جنت ملے گی۔ لیکن صاحب نے جس منتر اور میاکی سے یہ کام کیا تھا اسے چھین گنگڑاؤ اس کی رپورٹ بھی کر دی اور وہ یہ ہے
 جناب میں میں ادب کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے ابھی ابی ایک آدمی کو جو کہ اُن کے لیے آگیا گولی سے مارا
 ایک مرتبہ کچھ ناراض ہو کر لیکن نے ارادہ کیا کہ میں گنگڑاؤ کو مار دوں گا لیکن اُن کے چہیت نے کچھ کو مسٹر کے مذاق کی راہ سے
 کے اس قصد پر اعتراض کیا۔ جان لاہر میں نے اُن کو لکھا کہ ”مجھے امید ہے کہ لاہور و کونٹ آپ کو جنت کے ایسا میں

آپ کا بعد ازاں دم۔ جان لیکن۔

کام نہ دینے آپ سے ہم لوگوں کے ساتھ زیادہ کام کھاتا ہے مجھ کو امید ہے کہ لائسن صاحب (ایک مزاج مگر کسی قدر کمزور گشت خیز تھے) کراہیہ کے بٹاپ یا لارڈ ریفٹ کر دیے جائیں گے اور ان کا عہدہ آپ ہی کو ملیگا۔ وہ ہمیشہ یہاں رہنے کا ارادہ نہیں کر سکتے۔ کراہیہ میں معاملات کی جو شکل ہے مجھ کو وہ قابل افسوس معلوم ہوتی ہے اور قطع نظر اس بات کے کہ میں آپ کو اپنے ہی پاس رکھنا چاہوں آپ کے لحاظ سے بھی مجھ کو اس بات سے بڑا رنج ہو گا کہ آپ کراہیہ جائیں۔ یہاں تو مشہور ہے کہ لارڈ وائزمنٹ متعین ہونگے اور ڈیوٹن آفٹن کمینٹج انگلستان کے لارڈ ریفٹ مقرر ہونگے۔ کراہیہ کا خطہ تو اس طور پر گذر گیا لیکن ایک اور خطرہ اس سے بھی بڑھ کر پیدا ہوا۔ سر جان لائسن نے نہایت دوستانہ الفاظ سے جو یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ چیئرمین صاحب کے ساتھ اپنے پڑائے دشمنوں یعنی مسعود وزیر یون پر جا کر چڑھائی کریں تو اس سے ایک اور طوفان پیدا ہو گیا۔ اور کلکٹن صاحب نے اپنے چیف اور اسی طرح چیئرمین صاحب سے بھی ناراض ہو کر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں پنجاب کو یکلیم چوڑو دنگا۔ لارڈ لائسن صاحب نے نہایت افسوس کے ساتھ لارڈ وائزمن صاحب کو لکھا کہ درمیان پنجاب کے چوڑے میں انکی ہرگز مدد نہیں کر سکتا لیکن اس بات میں میں انکا مانع بھی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کلکٹن صاحب کی طرف سے اور بھی شد و مد کی چٹپان آنے لگیں تو آخر کو لارڈ لائسن صاحب نے مجبور ہو کر لارڈ وائزمن کو لکھا کہ میرا سرکش نائب بھرتور کو بدل دیا جائے۔ جان وہ میرے بھائی بہنری کے ماتحت رہیگا لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی اور جان لائسن کی اجازت سے فصل گریبا تک شہر کی سرداب و ہوائیں رہنے اور ایران اور جنگ ایران کی طرف جو وہاں ہو رہی تھی نگاہ طمع دیکھنے کے بعد کلکٹن نے خود اپنی خوشی سے پشاور کی ڈپٹی کمشنری قبول کر لی اور ہندوستان اور پنجاب کی خوش قسمتی سے اسوقت جب عذر شروع ہوا تو وہ پشاور ہی میں موجود تھے۔ جان لارڈ لائسن نے کثرت کار اور پریشانیوں سے عاجز آکر انہیں سے بعض باتیں ایسی تھیں جو کلکٹن صاحب کی وجہ سے رفع ہو سکتی تھیں) بہت معج لکھا تھا کہ وہ مجھ کو یہاں بقدر کام کرنا پڑتا ہے وہ میری قوت سے کہیں زیادہ سہ مجھ کو رات دن چلی کی طرح پسینا پڑتا ہے ایام خشک سالی میں زراعت کی آبپاشی کے لیے پورے پیل پر کثرت سے پانی کھینچنے میں جو مصوبت پڑتی ہے وہ بھی میری مصوبتوں سے زیادہ ہونگی۔ کوئی نہ کوئی جھگڑایا ذاتی قضیہ نکلتا ہی رہتا ہے اور میں اسی کا ہو جاتا ہوں سرکاری کام سب بند ہو جاتا ہے۔ اگر آپ سب کو پنجاب میں لائسن بھیجیں تو وہ دونوں صیفون کے بد معاش ملازمین کی بخوبی سرکوبی کریں گے۔ جان لارڈ لائسن کے اطمینان قلب کے ساتھ اس سال انسانی نیرنگیوں سے قدرتی حوادث نے کچھ کم عداوت نہیں کی۔ پنجاب کے مختلف حصوں علی الخصوص لاہور اور فیروز پور میں بے ہضم نے شہر سے خروج کیا۔ بخار بھی ہر جگہ موجود تھا اور طوفان اور سیلاب کثرت سے آئے جس میں جان مال کا سخت نقصان ہوا۔ ضلع لیکہ کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور دیرہ غازی خان کا آدھا ضلع بالکل غارت ہو گیا۔ مہرہ پلن سیمان انشٹا انڈیا کمپنی نے جس کو اس بات سے مطلق آگاہی نہ تھی کہ پردہ کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اور جان لارڈ لائسن نے خرابیوں کے تسلسل میں کیا کیا تدبیریں کیں اور ان میں بشدر کہ کی کمی نہ تھی ایسے شخص سے جنکی وہ بڑی قدر کرتے تھے ان سے بگڑ گئی اور لائسن بات کا عہدہ الزام رکھا کہ سول انجینئرز کو انھوں نے اس قدر جارحیت کر دیا۔ اور سب بڑھ کر خرابی کی یہ بات ہے کہ آخر تو انکی تندرستی نے بالکل

چند اور ان کے بہتیرے دوست بھی خوب جانتے تھے کہ ان کا یہ روکھا پن صرف ظاہری تھا۔ چنانچہ ان کے ایک دوست نے مجھے بیان کیا تھا کہ دو انہیں بیک وقت کے ریچھ کی کوئی بات اور نہیں تھی، ایک دوسرے دوست سے انہوں نے کہا تھا کہ ان کا روکھا پن مثل یوٹوٹنڈیٹ بلکہ سینٹ بڑا زڈوکتے کے تھا۔

کام کرنے کی ان کو جقدر خواہش رہتی تھی ان کی نسبت مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا مشکل ہے ان کی یہ خواہش کبھی پوری ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ قوت انہیں اس قدر پائی جاتی تھی کہ ان کے ماتحت لوگ جو بانی قوت اور استعداد میں ان سے کم تھے ان کو کام کرنے کا دیو کہا کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا بہت واجبی تھا لیکن اب انہیں بھی محنت کرنے کا اثر پیدا ہونے لگا تھا۔ ان کے طبی مشیر ہی صلاح دینے لگے کہ آپ معمول سے ایک مہینہ پیشہ کوہ مری کو چلے جائیں اور اس سے بھی ان کو بہت کم فائدہ ہو چکا۔ اپنے ایک دوست کو وہ لکھتے ہیں کہ ”میں بہت طویل رہا اور اپنے کام کے سوا اور کچھ نہ کر سکا اور وہ بھی بہت جدوجہد کرنے سے انجام ہوا۔ میرے جگر میں کچھ خلل آ گیا ہے۔“ ایک دوسرے دوست لکھتے ہیں کہ ”میں کام کرنے سے قریب قریب معذور ہو گیا اور میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔“ مجھ کو روزمرہ دس گیارہ گھنٹے کام کرنا پڑا ہے اور اس پر بھی انہیں کی رفتار کے برابر تیزی کرنا پڑتی ہے اگر میرے سات رکے ہوتے تو میں کب کا قطع تعلق کر چکا ہوتا۔ ایک عاقل کیا ہی خوب کہ گیا ہے کہ وہ جب تک جسم میں روح موجود ہے اس وقت تک دنیا بھر کا جھگڑا اور جھنجٹ رہیگا، ناتوان آدمی کو دیکھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام اس کے لیے کافی ہے مگر ان کو بعض اوقات اپنے حال پر نہایت افسوس ہوتا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ لوگ مجھ کو جان قوی الجھتے ہیں لیکن میں جان ناتوان ہوں جبکہ میں گزشتہ دو سال کے حال پر خیال کرتا ہوں اور یہ دیکھتا ہوں کہ سرکاری کاموں کی درستی میں بہت کم کام ہوا تو مارے شرم کے اپنی گردن نہوڑا لیتا ہوں میری اصل تسلی صرف اس بات ہو جاتی ہے کہ شاید اس سے زیادہ کام کرنا میرے امکان میں نہیں تھا، اس زمانہ میں علی العموم جو یہ غوغا مچا تھا کہ افسران پنجاب پر حد سے زیادہ کام پڑتا ہے اس سے ان کو باغضہ تعلق پڑتا ہے مگر میری صاحب کو وہ لکھتے ہیں کہ ”کثرت کار کی فی الحال جو صدا بلند ہوتی ہے وہ مہل ہی نہیں بلکہ مہلک ہے اگر اس کو تسلیہ کیا گیا تو نتیجہ یہی ہوگا کہ افسران کی تعداد بڑھادی جائیگی اور خواہ کم کر دی جائیگی میں اپنے بعض دوستوں کے لیے جو کثرت کار کے شاکل ہیں یہی تجویز کروں گا کہ وہ اپنی خواہ سے نائب مقرر کریں لیکن اصل میں یہی باعث ہے جس سے فی الحال غوغا بلند ہو رہا ہے، ایک اور موقع پر جب ان کی شکایت کی گئی تھی کہ انہوں نے ایک فسر کو جو بالکل نامالائق تھا چڑا دیا وہ لکھتے ہیں کہ ”اخبار والوں کی عادت پڑ گئی ہے کہ وہ میری نسبت یہی لکھا کرتے ہیں کہ میں اپنے ہاتھوں پر سختی اور ظلم کیا کرتا ہوں لیکن جس حالت میں جنول قوی اور غیر متعطل فسر چار پانچ سو کے قریب میری ماتحتی میں کام کرتے ہیں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنا کام بھی کران دے دوں۔“ سچ بھی نہ پوچھنے پائے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس شخص کو دعویٰ ہو وہ میرے سامنے آئے اور میری سرکاری خط کتابت جس میں نے سختی کی ہے یا ایسے کلمات بھی استعمال کیے ہیں جو حسب متفقہ وقت قرار دینی جائز نہ تھے ان کو پیش کرے۔ آپ نے گزشتہ کبھی نہ تصور کیجئے گا کہ اس قسم کے ملک پر دو بھائی اور میان، ”کہا کہ حکومت اور دوست شفقت“ پھر پھر کرنا انتظام ہو سکتا ہے دہلی میں جن ہاتھوں نے میرے ساتھ کام کیا تھا ان سے پوچھا جائے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، ایسے وقت میں دہلی میں انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا حوالہ دینا بہت مناسب تھا کیونکہ اگر تھراٹرکس نے جو دہلی کے ”دھڑت مجسٹریٹ“ وکٹر تھے اور اب علامہ ساگر اور زربدا کے جمعے تھے حال ہی میں نہایت پناک کے الفاظ کا

آنکو چند ان شوق نہیں ہے لیکن برخلاف اسکے انہیں بڑی ذاتی لیاقت اور کمال رعب پایا جاتا ہے اپنے اجتہاد فہم و بینت
عزیز رہتے ہیں اور ملکی اور انتظامی معاملات میں بڑی قابلیت رکھتے ہیں وہ قوی اجتہاد اور قوی الدماغ بھی ہیں اور پنجاب یا
شاید بلوچی ہندوستان میں خوج بنگالہ کا کوئی عمدہ سپاہی ایسا نہ ہوگا جو انکی ماتحتی میں خوشی سے جانا منظور کرے اگر وہ کانپور سے
ایک گزین انکے ماتحت گائیڈ مقرر ہوں تو انتظام بہت ٹھیک اور بہت کامل ہو جائیگا اگر میرے بھائی پر کوئی سانحہ گذرا تو سوخت بھگ
گا مگر صاحب ان معاملات سے خجین فی الحال وہ خام ہیں ہوشیار پور پہنچے۔ گا مگر صاحب میرے بیعتہ خوج کے متعلق تمام ضرورتوں کے
خوب آگاہ ہیں اور اپنی ساری محنت اور خیال اپنے سپاہیوں کی بیہوشی میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن جو قابلیت اور بلندی خالی
میرے بھائی میں پائی جاتی ہے وہ انہیں نہیں ہے۔ ایران ایسے ملک پر حملہ کرنے میں صرف لڑائی ہی کا سامان نہیں کرنا چاہیے
بلکہ مشق تو مون اور سرداروں سے برتاؤ کرنے کا بھی بندوبست ہونا ضرور ہے۔ جناب والا میری اس تحریر سے کچھ اور
خیال کر لیں گے اگر میں اپنی طبیعت سے آگاہ ہوں تو ایسے برتاؤ کو میں کبھی کو اس کا رد و گناہ نہیں کرتا ہوں کہ میرے سردار میرے بھائی
میں ایک بڑی سچی اور مستحکم دوستی ہے لیکن سرکاری معاملات کے متعلق میرے آگے اکثر اتفاقی رہی اور بعض اوقات تو وہ
میں اسٹاک بڑی کم سے کم کے درمیان بیگانگی ہو گئی۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ سب نظر فائدہ سرکار ہے اور حضور میرے
بیانات کو اپنے گرد و پیش کے افسروں کے بیانات سے قرار واقعی مقابلہ کر لیں گے۔

ایسے منہ میں لکھنے کی شاذ ذی لوگوں کو حرات اور کیسوٹی ہونی۔ گویا انکی پوری تصویر کھینچی گئی ہے۔
غلط بیانی سے آنکو نفرت کی نفی لیکن اس بزدلی سے وہ اور بھی نفرت کرتے تھے کہ امر واجب کو اس خیال سے بیان
کرتے کہ مبادا وہ دروغ بیانی پر محمول ہو۔ ایک اور موقع پر جب لاز و کینٹن کو انھوں نے لکھا تھا کہ اگر سلطان
ظہیر سے کارروائی کی جائے تو جو بیضا بطلیاں پنجاب کے چکر تعمیر ہیں ہوں وہی ہیں وہ اب وہ میں انھوں نے پائیگی انھوں نے
بندرجہ ذیل عبارت تحریر کی تھی۔

جس طرح حضور نے مجھ سے پانچ اسی طرح میں نے بھی نہایت جفاائی اور آذادی کے ساتھ حضور کو لکھا تھا۔ اگر وہ
ادب نہ تو میں اتنی انجاء اور بڑی کر دین کہ ان قرار دین کہ حضور صرف اپنے ہی ملاحظہ کے لیے موقوف رکھینگے۔ اگر ایسا ہو تو میں جی شیعہ
سرکاری ملازموں اور سرکاری معاملات کے متعلق زیادہ آذادی کے ساتھ لکھا کر دین۔ لیکن حضور اس بات سے مطمئن رہیں کہ
سودا گم میں انکے کچھ بیان کو گنا میرے خیالات سرکاری معاملات میں اقتدار عجز رہتے ہیں جس سے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا
کوئی ایسا دوست نہیں ہے جسکی نسبت ان باتوں سے چشم پوشی کر کے کوئی برتاؤ کرنا چاہوں۔ میرے بہترین دوست وہی افسر
ہیں جنکی نسبت سرکاری تعلقات کا خیال کر کے میں بہترین رائے رکھتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اس آخری بیان میں جو بہت وسعت رکھتا ہے بعض صورتیں بھی ہیں کہ وہ تنبیہات
بھی مندرجہ ذیل قواعد کے پائے گئے۔ اور انھوں نے اپنے بارے میں عام طور پر جو خود بیان کیا ہے اس سے

سرخ خاں کی بعض یادداشتیں جو محکوم دستِ باب ہوئیں مخالفت کرتی ہیں گو صاحب موصوف نے جان لارنس کی ماتحتی میں تعلیم نہیں پائی تھی لیکن جان لارنس ہی کی طلبی سے اس وقت وہ ان کی ماتحتی میں بطور کاشفہ علاقہ ایئر فیلڈ کے کام کرتے تھے۔ ایک چٹھی میں جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہے جان لارنس لکھتے ہیں کہ دو کمپنیاں ایک ثابت قدم شخص تھا اور اگر وہ چاہے تو میں اس کے لیے پنجاب میں بلائے کی سفارش کر سکتا ہوں اور سرخ خاں کی کمپنیاں اپنے سابق چیف کی نسبت اس طور پر لکھتے ہیں۔

جان لارنس کے اوصاف اور ان کے حسن انتظام سے محکوم اس وقت آگاہی ہوئی جب وقت میں علاقہ دین رومی سلیم میں قسمر ہوا اس زمانہ میں وہ فی الحقیقت ہر اعتبار سے عنوانِ شباب پر تھے گو میرا مزاج کچھ ایسا پُرجوش نہیں تھا اور اس زمانہ میں چیف کاشفہ کا ذاتی تعلق نہیں تھا لیکن تو بھی اس زمانہ میں ان کی بڑی قدر کرنے لگا تھا چونکہ وہ سرکاری ملازمت میں از حد سرگرم رہتے تھے اپنا کام نہایت جانفشانی اور قابلیت سے انجام کرتے تھے اور اپنی مستعدی اور جانفشانی دوسروں میں بھی پیدا کرنا جانتے تھے ہوجہ سے مجھے ان کا بڑا اثر پڑا اور میرے دماغ اور سمجھ میں بھی بڑی صفائی آگئی جب قدر کام وہ انجام کر ڈالتے تھے اس کا خیال کر کے ایک حیرت معلوم ہوتی ہے وہ صرف اپنے ہی حصہ کا کام انجام نہیں کرتے تھے بلکہ دوسروں اور خاص کر اپنے پیارے دوست ڈاکٹر ٹیڈ کیلک کو کام بھی کر دیتے تھے جو بڑے ہرول عزیز اور میرے نزدیک ہوشیار بھی تھے لیکن ان کے دفتر میں کام ہمیشہ باقی پڑا رہتا تھا۔ سر جان تانہ کے بڑے پابند تھے اور جس طرح وہ اپنے تئیں محنت سے نہیں بچاتے تھے اسی طرح دوسروں کو بھی نہیں بچانے دیتے تھے کابل کے وہ دشمن تھے اور ہر قسم کی بدعنوانیوں کو بھی وہ مکر وہ سمجھتے تھے اس میں شک نہیں کہ ان سب باتوں کو وہ ایک ایسے درجہ تک تعمیل کرتے تھے جس سے کسی قدر ان کی سختی معلوم ہوتی تھی لیکن میں اپنی ذات سے ان کے اصولوں کو بہت پسند کرتا تھا گو ان سے کسی قدر محکوم وقت بھی ہوتی تھی۔ جب میں رخصت فرم تو سے واپس آیا تو انھوں نے مہربانی سے محکوم کام دینا چاہا لیکن جیسا کہ میرا خیال تھا اس کے مطابق میرے جائز دعویٰ سے کچھ کم تنخواہ کی جگہ دینا چاہی زیادہ تنخواہ کی جگہ اس وقت دینے کو کسی جب ان کو معلوم ہوا کہ مالک مغربی و شمالی میں محکوم بترجہیں ملتی ہیں اس پر بھی محکوم ہوا کہ جس طرح وہ گھوڑا خریدنے کا معاملہ کیا کرتے تھے اسی طرح سرکاری معاملات میں بھی مجھ سے یہ سودا کر رہے ہیں اسی طرح ایک مرتبہ اور جب میں اپنی عذر داری کے پہاڑی حصے کے دورہ پر جانے والا تھا تو انھوں نے اس بارے میں اپنی ناراضی ظاہر کی تھی کیونکہ وہ پہاڑوں پر زیادہ جانا پسند نہیں بلکہ ناپسند کرتے تھے لیکن جب میں نے ثابت کر دیا کہ میں صرف کوہستان کو گیا تھا اور آپ نے کچھ اور خیال کیا تو انھوں نے میرے عذرات کو جو میں نے بہت زور دیکر لکھے تھے قبول کر لیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ ان کو صرف سرکاری مقاصد کا خیال تھا لیکن اصل یہ ہے کہ گو میں ان کے ساتھ بخوبی بنا ہوا تھا اپنی کوئی ذاتی دعویٰ نہیں رکھتا تھا اور ان کی کارروائی کے اصول کو سمجھتا تھا کہ اس زمانہ میں اور بعد اس کے بھی ایسے بہت سے لوگ علی الخصوص جنکو ان سے زیادہ تقرب تھا اور اپنی بڑے بڑے دعویٰ رکھتے تھے پاتے گئے جو ان کی رائے سے متفق نہیں تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان لوگوں کے مقاصد پر چندان لحاظ نہیں کرتے تھے اصل یہ ہے کہ دراز واقعی طور پر چند آدمیوں کی

یہ مقام ہماری سلطنت ہندوستان سے کوئی دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے ایک امر کے اعتبار سے تو سب کچھ دانشمندی کی نئی ہمارا قصد چندان یہ نہ تھا کہ ہرات کے تحت کچھ کسی خاص شخص کو بھجائیں بلکہ زیادہ تر یہ ارادہ تھا کہ بلخ کو اگر ہم قابض ہوئے تو ہزار کمین ہو کہ ہرات افغانستان اور ایران کے درمیان واقع ہے ایسے ہمارا قصد یہ ہوا کہ ہرات افغانستان پر مل کے دونوں مین سے کسی کے پاس نہ رہ سکے بلکہ دونوں کو خیال یہ ہوا کہ ملک ہرات پر قبضہ بارگزی کے گوئی کے قبضہ میں نہ رہنے پائے کیونکہ ہر دوست تھا کہ اس قدر نقصان ہو جائے تھا جس سے امید نہیں رہی تھی کہ وہ خواہ مخواہ کو ہمارے اختیار کے بڑھنے کی خواہش کرے گا ہم یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ہرات ایران کے قبضہ میں رہے کیونکہ یہ بھلا سہاؤ لوگوں پر جو حالات سے واقف ہیں نہ اس وقت کھلا تھا اور نہ اب کھلا ہے کہ ایران روسوں کا کٹھ پتلا ہے اور اگر ایرانیوں نے ہرات پر قبضہ کر لیا تو ایران میں بلکہ روس چڑھائی کرے گا اور یہ چڑھائی ہندوستان پر نہیں اڑتی تھی جغرافیہ زمانہ حال کے لیے آشکار بھی گئی تھی بلکہ افغانستان پر پہوگی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۵۵۵ء میں ایران کی طرف سے ہرات پر حملہ ہوا تو ہارلیون سے سخت مخالفت ہوئی اور شاہ سے وعدہ لیا گیا کہ وہ ہرات کو آزاد رہنے دینگے لیکن اس کے بعد جنگ کریمیا واقع ہوئی اور چونکہ شاہ کو انگریزوں کی نسبت جھٹوں نے باسٹو پول پر قبضہ کیا تھا روسوں کا زیادہ خیال ہو گیا کہ انھوں نے خیوال اور ترمس پر قبضہ کر لیا تھا اور اب پھر ہرات کی جانب دھمکان طبع تیز کرنے لگے تھے وہ دونوں ملکوں کے درمیان معاملہ نئی کے تعلقات متعلق ہو گئے تھے اور دوست محمد نے پھر اپنے ششدر دشمن کے خلاف ہماری مدد و حمایت کی گورنمنٹ انگریزستان نے یہ معاملہ اپنے ماتحتین میں لیا اور ۱۱ جولائی ۱۵۵۵ء کو اتمام جنگ سے ایران کو لکھا کہ اگر ہرات پر حملہ کیا گیا تو انگریزستان سے جنگ کا فیصلہ پڑے گا۔

ایران کے متعلق جو نامہ روح اور حرج کثیر پیدا کرنے والی کارروائیوں کے یہ آثار ظاہر ہوئے وہ لازماً کوئٹہ اور سرخجان لارنس دونوں کو ناگوار گذرے اور انکو یہ تجویز ہرگز پسند نہیں آتی تھی کہ افغانان سے نیا محمد ناسک کیا جائے اور جدید پیمیدگان پیدا کیجائیں وہ دونوں کا خیال یہ تھا کہ اگر لڑائی ہو تو بہتر ہے کہ چین افغان ہمارے دشمن ہوں بلکہ دوست ہوں اور اگر افغانہ سامان دشمن اور بددین تھیں لیکن خوش ہو جائیں تو جس بات کا انکو سب سے بڑھ کر خطرہ ہے وہ مل جائے یعنی یہ کہ انگریزی فوج افغانستان سے ہوا کر گذر جائے اور افغانستان کی ملکی معاملات میں جدید مداخلت پیدا ہو جائے۔ ہماری طرف کی کارروائی کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ بحری تو کا علیخ فارس میں کچھ اتھار کیا جائے اور ایک قلیل انگریزی سپاہ ساحل پر اذتاری جائے اور باقی جو کچھ ہے وہ افغانستان کی طرف سے ہرات پر فوج کشی کرنے میں پورا ہو جائیگا۔

چنانچہ لازماً کوئٹہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ کام میں مصروف ہوئے جان لارنس کو لکھا کہ اس مہم کے لیے پنجاب کی میر تو اعداد ان سپاہ سے کھدروں کو آپ ہم پہنچا سکتے ہیں انکو تحریر کیا کہ پارس میں

اپنے عام خیالات سے آگاہ کریں اور ہم کے اعلیٰ کانئیر کی تقرری کے بارے میں جو ایک بڑا نازک مسئلہ تھا اُسے صلح
 پوچھی۔ ایک چٹھی کے جواب میں جان لارنس نے لکھا تھا کہ
 ۲۸۔ جولائی ۱۵۶ء۔ (نہایت راز کی چٹھی)

پیارے حضرت۔ آپ نے ۱۷ اپریل کی چٹھی میں ہم ایران کی کان کے لیے کسی لائق کانئیر کی تقرری کے بارے میں لکھا
 ہے کہ یہ معاملہ نہایت ضروری ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ مسئلہ جلد بھاری بیان کیا جائے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہو سکتا آپ
 بہت صحیح فرماتے ہیں کہ اس مہم کے کانئیر کو ملکی اور فوجی معاملات میں بھی از بس لائق اور صاحب قوت ہونا چاہیے میں اس
 خیال سے بالکل اتفاق رائے کرتا ہوں لیکن یہ شخص کمان میسر آئیگا۔ اگر آپ کوئی ایسا شخص رکھتے ہوں یا آپ کی نگاہ میں اگر
 کوئی شخص اس طرح کا پایا جاتا ہو تو اس سے مجھے آگاہ فرمائیے۔۔۔۔ میں التجا کرتا ہوں کہ اس بارے میں آپ اپنے نہایت بخشنی
 خیالات سے مجھ کو اطلاع بخشینگے۔

جن دو آدمیوں کی نسبت لارڈ کانئیر نے لکھا تھا کہ وہ ضرورتوں کو پورا کر سکیں گے ان میں سے ایک سرائچ سٹوڈنٹ
 اور دوسرے جنرل پین کاٹن تھے جان لارنس نے اس کے جواب میں جو لکھا وہ ان کی خاصیت کا اس قدر اظہار اور ان کے
 دل و دماغ کی صفات کو اس قدر ثابت اور لاہور میں دونوں بھائیوں کے بعد اہونے کی پُروردہ کیفیت اس عہدگی کے ساتھ
 عیان کرتا ہے کہ میں اس کو حرف حرف اس مقام پر درج کرتا ہوں۔

مقام مری ۹۔ اگست ۱۵۶ء

حضور عالی۔ حضور کے مکتوبات مورخہ ۲۸ جولائی پہنچے حضور ملکہ معظمہ اور سرکار کبھی کی ملازمت میں جو افسر ہیں
 ان کی فہرست کو بغور میں نے معائنہ کیا اور اس مہم ایران کی کان کے لیے میرے نزدیک وہی لوگ لائق ہیں جن کے نام فہرست فہرست
 میں درج کیے گئے ہیں میں نے اپنے خیال کے مطابق چند الفاظ میں ہر ایک افسر کی قابلیت کا حال درج کر دیا ہے۔ مجھ کو
 سرائچ سٹوڈنٹ کا حال زیادہ معلوم نہیں ہے لیکن جو افسر ہم کیپ پر گئے تھے ان کے بیان سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ صاحب
 موصوف سے یہ کام انجام ہو سیکے گا۔ بیکنگنڈ کیرئیر سٹڈنٹ کاٹن میس کے نزدیک ہندوستان بھر میں بہترین افسر ہیں وہ ایک بڑے
 تجربہ کار افسر ہیں اپنے پیشہ سے ان کو کمال ذوق ہے اور انتظامی لیاقت بھی بہت کچھ رکھتے ہیں۔ جن افسروں کے نام میں نے فہرست
 میں درج کیے ہیں ان میں ایک کو مستثنیٰ کر کے پین کاٹن صاحب شاید سب سے اچھے ہیں لیکن وہ ایسے افسر ہیں
 جن کو پوٹینکل اختیار دیکر کچھ فائدہ کی امید کی جاسکے جس شخص کو میں اس مہم کے لیے نامزد کرنا چاہتا ہوں وہ میرے اپنے بھائی
 رائسری ہیں۔ میں حضور کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اس میں ان کی کچھ دراجی رعایت نہیں کرنا وہ بہت کچھ کام کر چکے ہیں۔ وہ ہرجا
 کی پہلی لڑائی انفالتان کی دوسری لڑائی اور ستلج کے دونوں معرکے جیل چکے ہیں وہ ایسے افسر ہیں جن کو ہر صیفہ کے
 حالات سے واقفیت حاصل ہو مان اپنے خاص صیفہ ملازمت (توپخانہ) سے خوب آگاہ ہیں اور فروعات کے سیکھنے کا

بنام سرخیز لارنس کچہ بنی۔ بنی

پہلے دوران ایک مشہور نقاش نے

اس طور پر جان لارنس کی زندگی کا ایک بڑا زمانہ آیا اور گزر بھی گیا۔ وہ اب اپنے زمانہ ملازمت کے ایسے مقام پر پہنچے تھے جو ہمارے بعض مدبرین ہندوستان کے اطمینان قلب کے حق میں جیسا کہ ان کے بھائی سرخیز کے حق میں ثابت ہو اسے اس قدر مضرب کلائیہ وہ وقت متعجب ان کو اپنے پورے اختیار اور تجربہ کے ساتھ ہی اعلان نہایت عمدگی یا بہر حال ضرورت کے مطابق اپنے نئے مالک سے نہایت متناہی بنا دیا۔ عہدہ سے عہدہ ہاتھوں میں بھی ہستہ استانت اور بخوری کا زمانہ آنے والا تھا جس طرح سے انھوں نے اس آزمائش اور اس سے بھی بڑی بڑی آزمائشوں کا اطمینان کیا اس کی کیفیت آئندہ بیان کی جائیگی۔ لیکن ان کے ایام ملازمت کے اس نازک زمانہ میں قبل اس کے کہ وہ یہ موقع ملوفان کے سناہٹ کی پہلی آواز ہندوستان میں سنی جاتی اور ایسے وقت جب ان کے صوبہ میں ہر طرح سے امن امان اور ترقی تھی یہ باب شاید غایت پر نہایت ہی موزوں ہوگا۔

باب پانزدہم

جان لارنس اور افغانستان۔ ملوفان غدر کی سناہٹ

۱۸۵۶ء نقایہ مشہور

لارڈ لارنس کی روانگی اور اس بلوہ عظیم کے شروع ہونے کے مابین جس سے چیف گزشتہ پنجاب بے بدل انجام خود مختار ہو گیا ایک سال سے کچھ زمانہ گزر چکا ہوگا اور میرا مقصد ہے کہ اس باب میں جو اب میں ان کے صلح آمیزہ ایام حکومت کے متعلق لکھ سکتا ہوں جہاں تک ضرورت یا گنجائش ہے سر جان لارنس اور دوست محمد کی باہمی ملاقات مقام پشاور کا ذکر کروں جس سے ایام غدر میں افغانوں کو ہمارے ساتھ اور سر جان لارنس کو اس زمانہ کے بعد صبر بھرا افغانستان کے ساتھ برتاؤ دیکھنے میں مدد پہنچی۔ میرا یہ بھی مقصد ہے کہ عجب بعض ایسی جھڑپوں کے حوالے سے درج کرتا جاؤں جن سے ان کے نظم و نسق ان کے برتاؤ اور ان کی رائےوں کے ایسے حالات لوگوں پر عیان ہو جائیں جو اب تک کافی طور پر زور دیکر بیان نہیں کیے گئے یا جن کو اس مناقشہ عظیم سے کوئی تعلق ہے جو اب غفران طور پر یہ ہونے والا تھا کہ لوگ اس سے قریب قریب بے خبر تھے۔

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ تبدیلی حکام کی وجہ سے ایسے شخص پر جو سر جان لارنس کی ایسی بھاری یاقوت مسلم خیالات اور وسیع تجربہ رکھتا ہو کیا مصیبت پڑتی ہے سال ما قبل میں انھوں نے لارڈ لارنس کو لکھا تھا کہ مجھے امید ہے کہ میری جگہ لارڈ لارنس کی جگہ پر آئیگی اور جس طرح

لوگ کہہ رہے ہیں اس قدر جلد تک حضور کے جانے کا صدمہ اٹھانا پڑیگا مگر ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اس ملک سے حضور کے چلے جانے کا
مجبور کمال قلق گذریگا گو مجھے یقین ہے کہ امین آپکا ذاتی فائدہ اور آسائش مقصور ہے جس عہدہ پر ہیں ہوں اس عہدہ کے
منصب دار کے لیے لازم ہے کہ گورنر جنرل اسپر ذاتی بھروسہ رکھتے ہوں اور میں مشکل سے یہ امید کر سکتا ہوں کہ جیسا
خوش نصیب میں حضور کے زمانہ میں رہا ویسا آپ کے جانشین کے زمانہ میں رہ سکوں اگر ایسا ہو تو میں بہت جلد
انگلستان میں حضور کی قدمبوسی حاصل کرونگا اور امید ہے کہ اس وقت تک حضور کی تندرستی اور اعزاز میں بہت کچھ
ترقی ہو جائے گا، لازؤ ڈو ٹو ہوشی اور ان کے جانشین کے مابین جیسا دو عالی دماغ اور لائق شخصوں کے درمیان ہونا چاہیے
نہایت ہی اختلاف تھا لیکن جان لارنس نے جو فکر مین گورنر جنرل سے ملاقات کی اور اسکے بعد لازؤ ڈو کینیٹ نے
تپاک اور محبت سے انکو چٹیان لکھیں تو اس سے انکو بڑی خوشی ہوئی اور آئندہ کے لیے اطمینان حاصل ہوا پہلی
چٹھی میں انھوں نے بڑی گرمجوشی سے ان کے خطاب حاصل کرنے کی مبارکباد دی اور صرف اس بات کا افسوس ظاہر
کیا کہ خود لازؤ ڈو کینیٹ انکو یہ خطاب تفویض نہ کر سکے۔ لازؤ ڈو ٹو ہوشی کے چلے جانے کے چند ہی مہینے بعد جان لارنس
نے انکو لکھا کہ وہ لازؤ ڈو کینیٹ سے میں بہت خوش ہوں حضور نے جیسا کہا تھا میں نے انکو ویسا ہی پایادہ رحم دل
خلیق اور سچو دار اور ساتھ ہی اسکے تیز دست اور لائق حاکم بن مجھے امید ہے کہ جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک
لازؤ مدوح ہندوستان میں رہیں اور ایک مرتبہ پنجاب کو بھی آکر ملاحظہ کریں۔

لازؤ ڈو کینیٹ کو ابھی اپنے عہدہ جلیلہ کے معمولی کاموں سے واقفیت حاصل کرنے کا وقت بھی نہ ملنے
پایا تھا کہ یکایک جنگ ایران کے آثار ان کے پیش نظر ہو گئے اور یہ امر انکی طبیعت کو نہایت ہی ناگوار گذرا۔ دستور کے
مطابق ہتھمان ایسٹ انڈیا کمپنی نے انکی روانگی کے قبل انگلستان میں انکی دعوت کی اور اس دعوت میں انھوں نے
جو تقریر کی اس سے دینا کے لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انکی شریف صورت صفائی کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی
تھی اسی طرح انکی ذاتی کیفیت اور حکمت عملی بھی بنجید اور متحقق تھی یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ فوجی ناموری کے خواہاں
نہیں تھے اور یہ بھی انھوں نے انکسارا اور بہادری کے ساتھ بیان کر دیا تھا کہ جو وسیع ذمہ داریاں گورنر جنرل کے عہدہ
سے متعلق ہیں ان میں کوئی اضافہ نہیں چاہتا اسلئے جنگ ایران انکی پیدا کی ہوئی نہیں تھی بلکہ اسکی ابتداء طاقت
محض ہے جسکی وجہ سے اول جنگ افغانستان کی ولتیں اور مصیبتیں حاصل ہوئی تھیں۔ وہ خوش و خروش جواہر
میں پیدا ہوا تھا گذر جا چکا تھا اور انگلستان یا ہندوستان میں ایسے بہت کم لوگ تھے جو یہ نہ سمجھتے ہوں کہ ایک
آزاد و کشیدہ خاطر قوم پر اپنی طبیعت سے پسند کر کے جوہنے ایک خود مختار فرمانروا کو مسلط کرنا چاہا تو یہ ایک بڑی
فاش غلطی اور بے نیس جبرم کیا۔ ابتدا تو بڑی ہی تھی لیکن بعد کو جب ان غلطوں کا حال معلوم ہو گیا تو بھی طیش و غضب میں
پھر اسکا اعادہ کیا گیا جس امر میں ہکو کابل میں ناکامی حاصل ہوئی تھی اسکے لیے ایک طور پر ہنسنے ہرارت پر کوشش کی

حق میں باغیغیص یہ بات مفید ہوگی کہ وہ صوبہ پنجاب میں شامل کر دیا جائے۔ اسکی وجہ چاہے جو کچھ ہو لیکن یہ امر یقینی
کہ موجودہ انتظام میں ادھر کو پھول اور فوجی حکمران کا خستہ چر ریادہ رہا اور ادھر ملک مذکور پر کسی سندھ میں
اور کسی وقت متوجہ صوبہ کے جو ہندوستان کے اس طرف واقع ہے خاطر خواہ فیمہ کہ پیدا ہوگا۔ مگر اس بات پر غور کرنے
کوئی وجہ نہیں ملو کہ ملک سندھ کی سیاحت (اور اگر ہمس نقشہ جات انگلناری پر لیاؤ کریں تو ہمس کہہ سکتے ہیں
کرپسیا) حالت قدرتی اور ناگزیر ملتان سے پیدا ہوئی پس خرابی کی علت کے لیے یہ کو طریقہ انتظام پر نظر کرنا
چاہیے اگر ملک سندھ پنجاب میں ملا دیا گیا تو اسکی مالی انتظام کا طریقہ ویسا ہی ہو جائیگا جسکی وجہ سے اسوقت مالک
سفری اور شاہی گھرانہ ہو رہا ہے اور وہی کیفیت پنجاب کی بھی ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ سندھ میں بھی
وہی نتیجہ پیدا ہو۔

تشریف لارنس بیگم کے جواہر ایک اعلیٰ درجہ کے متفن تھے اپنی رائے زیادہ احتیاطاً مگر اسی قدر
زور کے ساتھ ظاہر کی۔

میں اس رائے سے متفق ہوں کہ پنجاب میں نقشہ گورنری قائم کر دیا جائے اور میرے نزدیک نہایت
ضرور ہے کہ سندھ بھی اسکے ساتھ ایک گورنری کے ماتحت کر دیا جائے۔ میں نہ دل سے اس سفارش میں شریک ہوں
جو شرف جہان لارنس کے لیے کی گئی ہے۔

لارنس وینٹن قدری مسلمان کے آخری روز کلکتہ میں داخل ہوئے اور لارنس وینٹن نے اُن کو فوج
کے استقبال کیا جان پیر سے بادشاہ بنے اور بگڑ گئے اور ایک نہایت ہی دلچسپ اور لطیف تقریب کے ذریعہ سے
وہ اپنے ہونچے کے ہسٹ کے اندر، (جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا) وہ ہندوستان کے
گورنر بن گئے۔ ایک ہفتہ تک گورنری میں رہے اور پھر اپنے ایک دوست کو لکھا تھا کہ وہ ہندوستان کے
ستوت رہے اور صلاح و مشورہ میں اس سرگرمی کے ساتھ اور اتنی اتنی دیر تک مصروف رہے کہ لارنس وینٹن
کو جیسا کہ انھوں نے ولایت کی ایک چٹی میں لکھا تھا وہ اس کل زمانہ میں ایک مرتبہ کے سوا کھڑکی کے جھانکنے کی ہمت
نہیں لی، جس شخص نے اس سوانح عمری کے صفحات کو آٹ پلٹ کر دیکھا ہے اسکے ذہن میں کچھ خیال اس بات کا
پیدا ہو جائیگا کہ ایک کو کقدر بیان کرنا اور دوسرے کو کقدر سننا اور یاد رکھنا تھا۔ اور اس بات کا پورا پورا خیال
شاید ان چند لوگوں کے سوا اور کسی کے ذہن میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے جو خود گورنری کے عہدہ پر ممتاز ہوئے
اسکے بار سے بہت نہیں ہوئے اور بعد کو اس پر خیال کرنے کے لیے زندہ باقی رہ گئے۔

دونوں گورنر جنرل کی گفتگو کے زمانہ میں جہان لارنس نے جیسا کہ لارنس وینٹن کو مشورہ کیا ہے
نئے چیف سے بہت اچھی طرح ملاقاتیں کیں اور اسکے اوپر اپنا اثر پیدا کیا جسکی قوت اس چند روزہ کمالی کے

زمانہ میں اس قدر نہ معلوم ہوئی ہوگی جس قدر اس سخت آزمائش کے زمانہ میں معلوم ہوئی جب ملک بھر میں طوفان پھیل گیا اور اس وقت جان لارنس شمالی اور شمال مغرب ہندوستان کے قریب قریب ویسے ہی اصل گورنر جنرل ہو گئے جیسے لارڈ کلینٹن مشرق اور جنوب کے گورنر تھے۔

۴۔ مارچ کو لارڈ ڈوگلوئی بہ سواری ریل کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ انکی روانگی کے وقت انگریزوں اور ہندوؤں کا ایک مجمع کثیر مجتمع تھا اور ان میں سے ایک شخص بھی اس فرمانروا کی عزت و توقیر میں قاصر نہیں رہا جس نے سلطنت کے بڑھانے اسکے وسائل کو ترقی دینے اور اسکی عام رعایا کی حالت کو عروج پر پہنچانے میں اس قدر کوشش کی تھی اور جس نے ایسی بیباکی اور اپنی خالص ایمانداری سے کام کیا تھا اور اب محنتوں سے چور ہو کر وطن جاتا تھا۔ ان لوگوں میں جو جہاز تک لارڈ ڈوگلوئی کے ساتھ گئے تھے، جان لارنس بیشک سب میں زیادہ مغرر تھے اور جن لوگوں کو لارڈ موصوف اپنے پیچھے چھوڑے جاتے تھے ان سب سے جان لارنس ہی کا افسوس انکو زیادہ تھا۔ وہ اب تک صرف دو جان لارنس، تھے کیونکہ گزٹ اگرچہ ہندوستان کو روانہ ہو چکا تھا لیکن لارڈ ڈوگلوئی کو کلکتہ میں ایسے وقت نہ پہنچ سکا کہ وہ اسکو دیکھ سکتے اور انکو یہ گزٹ لٹکایا۔ اس میں سر ولیم سلٹن اور سر جیمز اسٹرم اور سر جان لارنس کا بھی نام تھا اور چیف کسٹنر ابھی لاہور میں پہنچنے بھی نہ پاتے ہوئے کہ انکے اس اعزاز کی خبر کے ساتھ جواب انجام کار انکو دیا گیا تھا لارڈ ڈوگلوئی کی مبارکبادی چٹھی بھی انکو پہنچی۔ یہ چٹھی مسند میں جہاں پر سے لارڈ موصوف نے لکھی تھی۔

جہاز فریڈرک مقام سنہ ۲۰۔ مارچ ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارنس۔ لنکامین ولایت کی جو خبریں آئیں ان سے مجھ کو معلوم ہوا کہ آخر کو آپ کا نام خطاب کئے۔ یہی جی۔ کے ساتھ مندرج گزٹ ہو گیا۔ آپ تصور کیجیے کہ آپکی لیاقتوں اور کارگزاریوں کے اعتراف سے مجھ کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی ہوگی لیکن اس پر بھی مجھ کو تحریر اپنی خوشی ظاہر کرنا چاہیے اور اس خوشی کو میں تیرے دل سے ظاہر کرتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر کسی شخص نے اس اعزاز کا استحقاق نہ پیدا کیا ہوگا اور آپ کے تمام عزیزوں اور دوستوں میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسکو آپ کی یہ عزت افزائی دیکھ کر مجھے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہو براہ مہربانی میری طرف سے لارنس کو میری دلی مبارکباد دیکھیے اور تیرے دل سے میری دعا کیجیے۔ اس روز گھاٹ پر آپ سے رخصت ہوتے وقت میری حالت بہت بقیہ تھی۔ اور میں اچھی طرح سے آپ کو رخصت کر سکا لیکن جن لوگوں کو میں اپنے پیچھے چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے کسی کی دوستی میرے نزدیک گران قدر نہیں ہے اور نہ کسی کی کارگزاریوں کا میں آپ سے زیادہ معترف ہوں میرے پیارے جان خدا آپ کو خوش رکھے۔ حسب وعدہ مجھ کو خطوط لکھتے رہیے گا اور مجھ کو اس وقت اور ہمیشہ سمجھتے رہیے گا کہ میں ہوں۔

آپ کا دوست صادق۔ ڈوگلوئی

چرواں بابت نام نہاد

۴۔ ان سب باتوں کے خواہ اندرونی انتظام کے باوجود اور اصلاحوں کی وجہ سے بہت سے بارگوزینٹ عالیہ ہندوستان میر کے گل ڈاکا فون کی نگرانی اس وقت آخری درجہ میں گوزینٹ عالیہ کے ذمہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان نام تارہتی کا انتظام بھی گوزینٹ کے سپرد ہے۔ ہندوستان کی ریلوں کے متعلق معاملات کی خاص نگرانی گوزینٹ عالیہ کوئٹہ کے فوجی عائد کی گئی ہے اور میریہ تہ تیبات سرکاری کے ریکارڈز میں کاغذ جس میں تمام سلطنت کی تعمیر و ترقی کی نگرانی شامل ہے وہ بھی براہ راست گوزینٹ عالیہ کوئٹہ کے زیر اختیار کر دیا گیا ہے۔

۵۔ تمام محکومین کام کرنے کا میدان بڑھتا جاتا ہے لیکن جب آئین سات سلطنتوں اور صوبوں کے معاملات اور مشا محکومین کی نگرانی (اور ان میں سے ہر ایک محکمہ کی سلطنت پر عادی ہے) بھی شامل کر دیا گیا تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ محکمہ اراکان کے اٹھائے نہ ہو سکے۔

۶۔ یہ حق ہے کہ گوزینٹ ہند کا کام ایک لکھنؤ گوزینٹ کے سپرد ہے لیکن اس قدر میں صرف گوزینٹ عالیہ کی ایک پیشی چل رہی ہے گوزینٹ عالیہ دربار میں کے لیے ہی بن حکومت میں بھی باقی رہتی ہے اور اُدھر جو کچھ لکھنؤ کوئٹہ نے اُن کی محنتوں کو اور بڑھا دیا ہے اور آئین بڑا وقت صرف ہوتا ہے۔

۷۔ یہ خبرانی علی الاطلاق اور بجا ہے مگر یہ بھی گئی کی کہ نگرین دیکھتا ہوں کہ فردی مشغولیت سے روزمرہ کے کاروبار میں نہایت زیادتی ہو گئی ہے۔

۸۔ میں نے کبھی مد کی استدعا نہیں کی اور اگر گوزینٹ کا اختیار اپنے ماتر میں رکھتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ لیکن چونکہ میر اس وقت کا فعل شاہ غلطہ تھا جابا اور نہ اس بات پر معمول ہو گا کہ میں اپنے تئیں بچاتا جا ہوتا ہوں اس واسطے میں بلا اس بلا میں کوئٹہ میں اُن تمام خدمتوں کو جو اب گوزینٹ عالیہ پر چلی انجام کر سکے۔

۹۔ چارہ کہ کوئی طریقہ تلاش کرنا از بس ضروری ہے۔

۱۰۔ گزشتہ کچھ دنوں سے گوزینٹ ہند نے نئے صوبوں کے انتظام کا کام براہ راست جو اپنے ماتر میں لیا ہے اس کو عوام میں بہت مقبول قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خدمت اسی ہے جو گوزینٹ ہند کی نوعیت سے مختلف ہے جس کا سب کام یہ نہیں ہے کہ وہ خود کو گوزینٹ عالیہ کے ماتر میں رکھے۔ پس رفتہ رفتہ اور جو نئے صوبے علیہ اپنا کام چلانے کے لائق ہوتے جائیں اسی طرح سے ایسے صوبوں کے انتظام کا میری اختیار گوزینٹ عالیہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔

۱۱۔ پس میں گوزینٹ عالیہ کوئٹہ کے لیے جو طریقہ تجویز کر رہا ہوں اس کی تعمیل اسی اصول کے

ناثیر دینے سے ہو سکتی ہے بشہ طیکہ سے معزز شہر کا اس اصول کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر کریں۔

۱۲۔ پنجاب قریب قریب سات برس کے عرصہ سے گورنر جنرل باجلاس کو فرسٹل کے زیر انتظام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ اس حالت میں ہے کہ اسکی ایک علیحدہ گورنمنٹ کر دی جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ قانون شاہی کے انتظام کی موافقت سے پنجاب میں گورنمنٹ کو فرسٹل قائم کر دیا جائے اور سٹریٹجان لارنس یعنی دی لائٹ اور نامی آدمی جو ابتدا سے اسکی گورنمنٹ میں شریک رہے گورنمنٹ کو فرسٹل پنجاب مقرر ہوں۔

۱۳۔ میرے نزدیک اس بات کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کسی صوبہ میں صرف اس کے صوبہ غیر آئین ہونے سے گورنمنٹ کو فرسٹل قائم ہو۔

۱۴۔ اگر خیال کیا جائے تو پنجاب بذات خاص استفادہ چھوٹا ملک ہے جس میں گورنمنٹ کو فرسٹل کی گنجائش نہیں ہے تو اس صورت میں میری تجویز یہ ہے کہ گورنمنٹ کو فرسٹل میں صوبہ سندھ بھی شامل کر دیا جائیگا۔ سندھ کے شامل ہو جانے سے صرف مالی ہی اختیار کو وسعت نہوگی بلکہ ملکی اختیار بھی بہت بڑھ جائیگا۔۔۔۔۔

۱۵۔ بہر حال میں بہت زور کے ساتھ یہ صلاح دیتا ہوں کہ اب پنجاب میں مع سندھ یا بلاشمول گورنمنٹ کو فرسٹل قائم کر دیا جائے۔

۱۶۔ گورنمنٹ کو فرسٹل کا قائم ہونا گورنٹ آف ڈائریکٹرس پر منحصر ہے۔ اگر اس سے زور دار بننے آجگہ کا قائم ہونا منظور کر لیا تو اس کے منصب دار کی نامزدگی میرے جانشین پر منحصر ہوگی۔ اور محکمہ بخوبی ستام یقین ہے کہ میرے جانشین کی تجویز اور ترمیم یکساں طور پر یہی ہوگی کہ عمدہ مذکور کے لئے اس شخص کو منتخب کرے جسکو ایک زمانہ تعزیت و تحسین کے ساتھ فوراً پسند کر لیا یعنی جان لارنس کو۔

دستخط۔ لارڈ ڈوگلبوری

گورنر جنرل کی تجویز کو ممبران گورنمنٹ نے جس میں جنرل لونجان پیئر گرنٹ اور بارنٹس پیگل ایسے ہر طرح کے نامی گرامی لوگ شامل تھے دو تحسین کے ساتھ ماقبول کیا ان سب سے افضل شخص (جو بعد کو سٹریٹجان لارنس اور گورنر جنرل جیسیا ہوئے) کی یادداشت کے چند فقرات اس مقام پر قابل درج ہیں۔

محکمہ ہر ایک امر کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخری چارٹر ایکٹ کے وضع کرنے والوں نے جو وقت کی پیشین گوئی کی تھی وہ وقت اب آگیا ہے اور علاقہ واقع سواحل دریائے سندھ کی ایک جداگانہ گورنمنٹ ایک گورنمنٹ کو فرسٹل کی انتہی میں فوراً قائم کر دینا چاہیے۔ اسکو ہندوستان کا ہر ایک شخص ایک عمدہ بات تصور کرے گا کہ اس تبادلاً سے ہندوستان کے ایک نہایت لائق اور کامیاب منظم کے عہدہ میں ترقی ہوگی جسکا وہ مستحق ہے۔۔۔۔۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سندھ

شیر گھاٹی میں بھڑکائی اور آپ کے چھوٹے بھائی سے ملاقات ہوئی دو دنوں آدمی تندرست معلوم ہو گئے لارڈ کلائیڈ
ایک دن بدواں میں رہنے والے تھے لیکن وہ جو بھائیوں کو چار دواں ہونے کے قبل کوشش کر کے بھڑکائی سے ملاقات
کرینگے۔ آپ یقین دہانتے کہ اس شہر میں جبکہ بابل کتنا چاہیے کسی شخص کا تلاش کرنا دل کی نیند سے میں آج کو مختلف
ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ بارک پور میں ہیں اور انکی طبیعت اچھی نہیں ہے لیکن جیسا لوگوں نے ظاہر کیا ہے ویسے طبع اچھی
نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ ستر جون ماہ آئندہ تک ہندوستان سے روٹ نہ ہوں گے۔ یہ طحسرح سے ایک
بڑی وقت کی بات ہے۔

لارڈ کلائیڈ نے اپنے گفتگو خاص کے پونچے پر بارک پور سے ایک نہایت دوستانہ چٹھی لکھ کر انکا مقدم
کیا ہندوستان میں جان لارڈ کلائیڈ کے نام کی یہ آخری چٹھی انھوں نے لکھی تھی اور اسکے بعد کی چٹھیوں میں انکا
یہ چٹھی قریب قریب آخری تھی۔

میرے پیارے پیریل جوان۔ آپ کی چٹھی اچھی ہوئی اور جو کہ میں کل شام کو لکھتا ہوں ہونچو گا اس لیے یہی کہو
میان آنے کی تکلیف نہ دگالکے آپ سے نہایت سچی خوشی کے ساتھ منگل کے دن دوپہر کو ملاقات کرونگا۔ میرے جان لارڈ کلائیڈ
تندرستی کا حال یہ ہے کہ میں ہر ایک امر کے اعتبار سے ریگنے والا کیڑا ہوں۔

مورخہ۔ روز کیشنہ وقت شام۔ آپکا دوامی دوست صادق
کلائیڈ

جان لارڈ کلائیڈ نے اس دو ہفتہ کے دل چسپ زمانہ میں جو چٹیاں لکھیں قبضہ سے دہکارو بارہی کے
متعلق یقین اور ان چٹھیوں اور چند ایسے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے جو اس زمانہ میں زندہ باقی رہ گئے
ہیں اور اس وقت کے واقعات سے واقفیت رکھتے ہیں ایسی کوئی بات دریافت نہ کر سکا جو اس مقام پر لکھنے
کے قابل ہو۔ روز پتھون اور خانگی چٹھیوں کا کچھ پتہ نہیں لگتا اور اس لیے محلو (سول) عمری ہذا کے اور مقامات کی
نسبت اس مقام پر زیادہ تر کسی کتنا پتہ ہے کہ کلائیڈ کوئی اور شخص اس زمانہ میں موجود نہ تھا اور جن لوگوں نے
انکی نسبت کچھ تحریر کر جاتا۔ اس شخصیت کے متعلق جب لارڈ کلائیڈ نے اپنے مرنے والے چلے ہوئے چھوٹے کے
ساتھ لارڈ کلائیڈ کے استقبال کو گورنمنٹ ہاؤس کے زمین پر پڑنے والے تھے ایک دلچسپ واقعہ میں دوسرے
مقام پر لکھنے کے لیے آجائے رکھا ہوں کیونکہ اسکا بیان اس موقع پر زیادہ تر موزوں ہوگا۔
لارڈ کلائیڈ نے اپنی نہایت باوقاسی کے ساتھ انکشان سے ایسے وقت گزرت نہیں ہونچا کہ لارڈ کلائیڈ

ٹائٹ گائڈز آف دی ہاشمہ کا خطاب جان لارنس کو دینے اور جان لارنس اس خطاب کو لارڈ موصوف کے ماتحت سے لینے میں خاص مسرت حاصل کر سکتے۔ لیکن اگر اسوجہ سے جان لارنس کو کچھ سنج ہوا ہوگا تو وہ دواور غیر متبرقہ واقفوں کے وقوع سے اقل درجہ کچھ جاتا رہا ہوگا۔

لارڈ ڈائون نے جو یادداشت اس امر کی سفارش میں لکھی تھی کہ ملک پنجاب میں لفٹنٹ گورنری قائم کیا جائے اور بطور امر لازمی وہاں کے چیف کسٹمر ملک مذکور کے لفٹنٹ گورنر مقرر کیے جائیں وہ اسی زمانہ میں لکھی گئی تھی۔ دوسرا امر یہ تھا کہ یہاں جان لارنس سے (لاہور کی غناک مفارقت کے بعد پہلی اور پھیلی مرتبہ) اُنکے بجائی برٹری سے ملاقات ہوئی اور تین دن کے عرصہ میں خوب باتیں چلتیں ہوئیں۔ جان لارنس لارڈ ڈون صاحب کو لکھتے ہیں کہ دو کلکتہ میں تین دن تک میرے اور برٹری کے یکجائی رہی۔ میں نے اس سے بہتر حالت میں اُنکو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُنکی دائرہ سابق سے لمبی اور سفید تو زیادہ ہو گئی ہے مگر وہ خود زیادہ قوی اور لبشاش معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بالکل وطن جانے کی آرزو میں تھے اور کچھ کچھ خواہش یہ بھی رکھتے تھے کہ اُسی وقت حلے جائیں لیکن جے پور کے ایک معاملہ کی وجہ سے اُنکو رکن پڑا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آئندہ سال وہ ضرور جائیں گے۔ گورنر جنرل نے جو یادداشت اس بارے میں لکھی تھی کہ پنجاب کی چیف کسٹمری بد لکڑا سکی جبکہ لفٹنٹ گورنری قائم کیا جے وہ تاسیخ اور سوانح عمری دونوں کے اعتبار سے قابل لحاظ ہے۔

کلکتہ ۲۵۔ فروری ۱۸۵۷ء

۱۔ اودھ میں پرنسپل عہداری کے قائم ہونے کے متعلق جو کارروایاں ہوئی ہیں اُنکی تکمیل کی لحاظ سے مجھے لازم آتا ہے کہ اپنا کچھ عقیدہ اس ضرورت کے مطابق منضبطہ تحریر کر جاؤں جو اس بات کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے کہ گورنرمنٹ ہند کو اپنے موجودہ بار اور کثرت کا رے سے جسکی حدود جزا اعتدال سے بے انتہا بڑھ گئی ہے چھٹکارا لے۔

۲۔ آٹھ برس پیشتر جب میں نے ہندوستان کی حکومت اختیار کی تھی تو میرا چار طرف یہی پکار تھی کہ یہ عمدہ نہایت ہی شقت اور جواہری سے شامل ہے۔ اب اس بات کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ جو وقت گورنرمنٹ ہند کے فرائض کی نسبت بے حد بڑھ گئے ہیں تو اُنکے ساتھ وہ جواہری اور شقت کس قدر بڑھ گئی ہوگی۔

۳۔ انتظام سلطنت پنجاب اور انتظام صوبہ پٹیوہ اور پٹیوہ سٹیشن و صوبہ جات تاسیخ و ناگپور و اضلاع مغویہ جیدر آباد و الغرض ان سب باتوں کا بار ۱۸۵۷ء کے بعد گورنرمنٹ پر پڑ گیا۔ اب ان نئی خدمتوں میں انتظام سلطنت اودھ کی درستگی اور ہدایت کا بھی مشکل کام شامل ہو گیا ہے پس ۱۸۵۷ء سے لیکر اس وقت تک بہت سے سابق کے صوبوں اور جدید علاقوں کی براہ راست حکومت کرنے کا بار گورنر جنرل باجلاس کوئٹل پر عائد ہو گیا۔ ان سب ملکوں کی سرکاری مالگاری چالیس لاکھ پونڈ سے کم ہوگی۔

استقرار بیان کر دینا لازم ہے کہ حکام انگلستان نے جو سخت ترین طریقہ اختیار کیا تھا اسکو بھی جان لارنس نے بالکل پسند کیا یعنی یہ کہ ملک ضبط کر لیا جائے اور گدی موقوف ہو۔ مثل الحاق پنجاب اور مین خیال کرتا ہوں کہ بڑا تھا اور صورتوں کے جب لارڈ ڈوٹوئی نے دوسرے ملکوں کو شامل سلطنت کیا تھا یہ کارروائی شریعتاً عہد نامہ ہی کی رو سے لازم نہیں تھی بلکہ صوبہ کی رعایا سے ہنسے جو مذہب داری کی تھی اسکی رو سے ہم پر فرض ہی تھا یعنی ہم یہ بات فرض تھی کہ وہ ان کی رعایا کو اس خود مختارانہ سلطنت سے محفوظ رکھیں جو کم زور اور ظالمانہ اور مسرفانہ تھی اور سلطنت ایسی تھی کہ صرف ہماری ہی اعانت سے بچ گئی ورنہ جیسا مشرق کا دستور ہے یا تو بلوہ واقع ہوتا یا گدی نشین ماریا جاتا۔ نوین جنوری کو جان لارنس نے اپنے دوست کو زہنی صاحب کو لکھا تھا کہ مین خیال کرتا ہوں کہ لکھنؤ کی بابت احکام آگئے ہیں اور مجھ کو امید ہے کہ وہ ملک شامل سلطنت ہو جائیگا۔ سوا اسکے اور کوئی کارروائی کرنے میں غلطی ہے۔ قانون حجامون اور اسی قسم کے اور لوگوں کے سوا اور تمام لوگ اس کارروائی سے خوش ہو گئے کا شکے میری عہد پستائیش برس کے عوض پستیس برس کی جوتی اور یہ انتظام مجھ کو کرنا پڑتا۔ دو برس کے اندر وہ ان کا انتظام پنجاب کے برابر ہو جاتا۔ وہ ان کا انتظام بیان کی نسبت زیادہ سہل ہے کیونکہ وہ ان کوئی خطرناک سرحد نہیں ہے۔

جان لارنس۔ ۱۔ فروری ۱۸۵۷ء کو کلکتہ پہنچے اور وہاں پہونچ کر ظاہراً انکی پہلی خواہش یہ ہوئی کہ چڑیا کا م درست کر ڈالیں۔ اپنے چچے جو کام دہ چوڑ گئے تھے اور جو انکی غیر حاضری کے زمانہ میں منگلہ نئی صاحب پر پڑا تھا (منگلہ نئی صاحب خود بھی بے شمار کام رکھتے تھے اور منگلہ نئی صاحب کیشن مال کا کام حسب معمول پس ماندہ پڑا تھا) ظاہراً وہ چاروں طرف سے انکو گیرے ہوئے تھا لارڈ ڈوٹوئی اب تک بارک پور میں تھے ہواٹھ جان لارنس منگلہ نئی میں مقیم ہوئے۔ اسوقت کلکتہ کی بہار کا زمانہ شباب پر تھا۔ اور زرق برق پوشا کین متواتر جمعیتیں اور سابق گورنر جنرل کی روانگی اور نئے گورنر جنرل کی آمد کے متعلق گورنمنٹ ہوسن مین شاہی ضیافتوں اور تشریفوں کا ہونا یہ سب کیفیتیں بہریت مجموعی چیف کیشن پنجاب اور انکی بی بی کی شگاہوں میں جو سادی خور کی زندگی بسر کرنے والے معمولی عیش و تفریح سے حفاٹا ٹھانے والے اور ہمہ تن کام میں مشغول ہونے والے اور اس سے کیوت سر نہ اٹھانے والے تھے عجیب حیرت انگیز اختلاف پیدا کرتی تھیں اپنے پونچنے کے دوسرے روز انھوں نے منگلہ نئی صاحب کو یہ چچی لکھی تھی۔

مین بیان کل بہ سواری ریل پونچا (اسوقت تک صرف بردوان تک جو کلکتہ سے شریل سے ریل کی سڑک تیار ہوئی تھی) ہلوگ بہت خوش ہیں کہ سفر ختم ہو گیا۔ میری بی بی تندرست اور باشاہین کو بہت خستہ ہو گئیں۔ دیکھئے کہ لاہور کو واپس آتی ہیں۔ عورت کے لیے یہ سفر بہت سخت ہے اور ایک مین کے بعد اور بھی سخت ہو جائیگا۔

استقرار میں کر دینا لازم ہے کہ حکام انگلستان نے جو سخت ترین طریقہ اختیار کیا تھا اسکو بھی جان لارنس نے بالکل پسند کیا یعنی یہ کہ ملک ضبط کر لیا جائے اور گدی موقوف ہو مثل الحاق پنجاب اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خیالات اور صورتوں کے جب لارڈ ڈونلڈ نے دوسرے ملکوں کو شامل سلطنت کیا تھا یہ کارروائی شرائط عہد نامہ ہی کی رو سے لازم نہیں تھی بلکہ صوبہ کی رعایا سے ہٹنے جو ذمہ داری کی تھی اسکی رو سے ہم پر فرض ہی تھا یعنی ہمہ یہ بات فرض تھی کہ وہاں کی رعایا کو اس خود مختارانہ سلطنت سے محفوظ رکھیں جو کم زور اور ظالمانہ اور مسرفانہ تھی اور سلطنت ایسی تھی کہ صرف ہماری ہی اعانت سے بچ گئی ورنہ جیسا مشرق کا دستور ہے یا تو بلوہ واقع ہوتا یا گدی نشین ماؤالا جاتا۔ نوین جنوری کو جان لارنس نے اپنے دوست کو زبانی صاحب کو لکھا تھا کہ دو میں خیال کرتا ہوں کہ لکھنؤ کی بابت احکام آگئے ہیں اور مجکو امید ہے کہ وہ ملک شامل سلطنت ہو جائیگا۔ سوا اسکے اور کوئی کارروائی کرنے میں غلطی ہے۔ تو انون حجامون اور اسی قسم کے اور لوگوں کے سوا اور تمام لوگ اس کارروائی سے خوش ہونگے کاشکے میری غیر منتائش برس کے عوض بیستہ برس کی ہوتی اور یہ انتظام مجکو کرنا پڑتا۔ دو برس کے اندر وہاں کا انتظام پنجاب کے برابر ہو جاتا۔ وہاں کا انتظام میان کی نسبت زیادہ سہل ہے کیونکہ وہاں کوئی خطرناک سرحد نہیں ہے۔

جان لارنس ۱۷۔ فروری ۱۸۵۷ء کو کلکتہ پہنچے اور وہاں پہونچ کر ظاہر انکی پہلی خواہش یہ ہوئی کہ پھر اپنا کام درست کر ڈالیں۔ اپنے چچے جو کام وہ چھوڑ گئے تھے اور جو انکی غیر حاضری کے زمانہ میں منگلہڑی صاحب پر پڑا تھا (منگلہڑی صاحب خود بھی بے شمار کام رکھتے تھے اور منگلہڑی صاحب کیشنر مال کا کام حسب معمول پس ماندہ پڑا تھا) ظاہر اوہ چاروں طرف سے انکو گھیرے ہوئے تھا لارڈ ڈونلڈ انکی ایک بارک پور میں تھے ہواسطے جان لارنس منگلہڑی پہونچل میں مقیم ہوئے۔ اسوقت کلکتہ کی بہار کا زمانہ شباب پر تھا۔ اور زرق برق پوشا لکین متواتر جمعیتیں اور سابق گورنر جنرل کی روانگی اور نئے گورنر جنرل کی آمد کے متعلق گورنمنٹ ہوس میں شاہی ضیافتوں اور تفریحوں کا ہونا یہ سب کیفیتیں بہریت مجموعی چیف کیشنر پنجاب اور انکی بی بی کی نگاہوں میں جو سادی طور کی زندگی بسر کرنے والے معمولی عیش و تفریح سے حظ اٹھانے والے اور بہت کم کام میں مشغول ہونے والے اور اس سے کیوقت سر نہ اٹھانے والے تھے عجیب حیرت انگیز اختلاف پیدا کرتی تھیں اپنے پہونچنے کے دوسرے روز انھوں نے منگلہڑی صاحب کو یہ چچی لکھی تھی۔

میں بیان کل بہ سواری ریل پونچا (اسوقت تک صرف رودان تک جو کلکتہ سے شتر پیل سے ریل کی سڑک تیار ہوئی تھی) ہلوگ بہت خوش ہیں کہ سفر ختم ہو گیا۔ میری بی بی تندرست اور بشاش ہیں مگر بہت خستہ ہو گئیں۔ دیکھئے کہ لاہور کو واپس آتی ہیں۔ عورت کے لیے یہ سفر بہت سخت ہے اور ایک مہینہ کے بعد اور بھی سخت ہو جائیگا۔

جگو ذرا ہی اس بات کا شہدہ نہیں ہے کہ آپ کے اس ضروری عہدہ کے متعلق وہ آپ کا پورا اعتماد و ادراک کی دلی اعانت نہ کرینگے میرے آپ کے ذاتی شناسائی ہونے اور باہمی روادار ہونے کے بعد جو برتاؤ سے کہ اور آپ کے درمیان میں رہا جسے اسی طرح کا برتاؤ و جواب بیشک نہیں ہو سکتا لیکن نسبت جلد یہ بات پیدا ہو جائیگی۔ اور اس کا موقع بہت جلد پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ میری خوشی یہ ہے کہ اگر آپ کو موقع مل سکے تو چند روز کے لیے کلکتہ چلے آئے مجھے خصوصی ملاقات کر لیجیے اور میری روانگی کے قبل بذات خاص ملازمت کی تک سے معرفت حاصل کر لیجیے جگو یہ بھی امید ہے کہ میں اس وقت تک آپ کو خطاب کر سکے۔ یہی سببی ہو سکون۔

اس قسم کے انتظام سے واقعی جگو بڑی خوشی ہوگی اور مجبوراً یہ ہے کہ آئندہ کے اعتبار سے سرکاری معاملات کو بھی نامہ ہو جائیگا۔ جگو اور آپ کو بہت اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ ذاتی ملاقات کا ہر نامتی عہدہ دات ہے۔

میری اپنی کیفیت ہے کہ میں اسکاٹ لینڈ کو واپس جانے کا منتظر بیٹھا ہوا ہوں ایک زمانہ میں وہاں جانے کا میرا خیال کچھ اور تھا اور اب اور یہ کچھ ہے۔ اگر میں ہندوستان سے جانے کی خواہش کر رہا ہوں تو اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اب میری حالت ایسی نہیں رہی جو اس طرح سے ہندوستان کا کام انجام کر سکوں جیسا جگو کو چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر مجھ میں ضرورت و توانائی ہوتی تو اس کے لیے بہت کچھ کر سکتا اور مجھے اس ملک کا ادراک نامی خیال کر کے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ میں اس موقع کو چھوڑ رہا ہوں۔

ہندوستان کے جن جن لوگوں سے میں جدا ہوا ہوں ان میں اسے میرے پیارے جان کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکی مفارقت کا آپ سے بڑھ کر جگو دلی افسوس ہو۔ اور جگو امید ہے کہ ہم لوگوں کی دوستی اب بھی قائم رہیگی گو دونوں کے مابین بڑا فصل پڑ جائیگا۔ اور کچھ دنوں سے میری طبیعت درست نہیں رہی اور اب باقی تین مہینے کلکتہ میں رہنا اور سہم ہے لیکن جگو امید ہے کہ آخر نو سہر تک وہاں پہنچ جاؤ گا۔

آپ کا صادق دوست

ڈاکٹری

جان لارنس کا عرصہ سے جو ارادہ تھا کہ کشمیر کو جائینگے اور وہ کئی مرتبہ فریج ہو گیا اسکی نسبت اسراٹنا میں انکو امید ہوتی کہ موسم برسات تک وہاں وہاں وہاں پورا ہو جائیگا لیکن وہ ارادہ ایک مرتبہ پھر اس وجہ سے فریج ہو گیا کہ انکی بی بی سخت علیل ہو گئیں اور ہر طرح سے آنکھو ہی آثار معلوم ہوئے کہ انکی بی بی کو انگلستان جانا پڑیگا۔ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ دو میری بی بی نہایت علیل ہیں اور ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ انکو اسی سال وطن جانا چاہیے۔ اس سے میں نہایت حیرانی میں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ چند دنوں کے لیے بھی مجھے جب رہا ہوں کیونکہ کہو نہایت ہی جلد یہ مفارقت برداشت کرنا پڑیگی۔۔۔ میں کچھ خیال نہ کرنا

خود بھی چلا جاتا لیکن میں سات لڑکوں کے ساتھ دھان جا کر اوقات بسری نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات میں خیال کرتا ہوں کہ اُنکو کشتیرانے جاؤں اور پھر چٹکویہ خیال ہوتا ہے کہ دھان جانے کا ارادہ ملتوی رکھوں اور مہین (مری) ٹھہراؤں تا اُنکو موسم سرما آوے اور میں اُنکو لیکریب رانی ملک میں جا سکوں۔ خوش قسمتی سے اُنکی زوجہ نے وطن جانے سے انکار کیا اور وطن جانے کا خیال کچھ دنوں کے لیے ٹل گیا۔ مادہ سبیرین جان لارڈ لائسنس اپنی بی بی سمیت جب معمول پھر موسم سرما کا دور در کرنے نکلے اور نیمہ کا رہنا اختیار کیا لیکن غیموں میں دن کی گرمی اور رات کی سردی اُنکی بی بی پر استبداد موثر ہوئی کہ وہ اسکو برداشت نہ کر سکیں۔ لہذا ہر جاتے ہوئے وہ ایسی علیل ہو گئیں کہ مجبور ہو کر ایک چھوٹے سے پورٹینس کے تھانے میں جو راستہ پر تھا (کوئٹہ کو سوائے اسکے اور کوئی سایہ دار جگہ نہیں مل سکی) قریب قریب بیس روز تک اُنکو ٹھہرنا پڑا جس میں سے دس روز گھگھڑ اور دس روز کے قریب گجرا نولہ میں صرف ہوئے ڈاکٹر وٹن نے پھر اصرار کیا کہ اُنکو انگلستان واپس جانا چاہیے اور اُنکی حالات کے زمانہ میں اُنکے وطن جانے کا سبب بندوبست کر دیا۔ لیکن جب اُنکو کچھ افاقہ ہوا تو پھر انخون نے ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ اگر میں اپنے شوہر کے ساتھ ہندوستان میں نہیں بسر کر سکتی ہوں تو انگلستان میں اُنکے بغیر اور جی نہ بسر کر سکوئی اور اس بارے میں اُنکو پھر ایک مرتبہ کامیابی حاصل ہوئی یہ کامیابی اُنکے اور اُنکے شوہر کے خیال سے بھی بڑی خوش نصیبی کی بات تھی۔ اگر وہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم نہ رہتیں تو اس بڑے شور انگیز زمانہ یعنی بلوچ ہندوستان میں ایک نہایت ہی وفادار بی بی اپنے میان سے دور رہتی۔ جان لارڈ لائسنس کی کارکردگیوں کا حال تو بہت کچھ اُنکے سننے میں آتا کیونکہ انگلستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں اُنکی شہرت کا ڈھنگ رچ رہا تھا لیکن ان سب باتوں کو فقط سن سکتیں دیکھ نہ سکتیں۔ میان بی بی کے درمیان میں میل فاصلہ کے بدلے جو بوقت ضرورت رات بھر میں ملے ہو سکتا تھا سات ہزار میل کا سمندر حائل رہتا۔ اس وقت میں جب جان لارڈ لائسنس کی پرماجرا زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے یہ کہنے کو رہ جاتا کہ ان دونوں خوش دل میان بی بیوں کی متحد سرت کے زمانہ میں دو برس کے متغیر کہ داغ زد گیا اور وہ زمانہ ایسا محتاج میں ایک دوسرے کو نہایت تقویت دے سکتا تھا اور اس خطرناک زمانہ میں ساتھ دیکر اس سے نجات پانے کے وقت ایک دوسرے کی خوشی کو دوچند کر سکتا تھا۔

جان لارڈ لائسنس کم و بیش مہینہ بھر لاہور میں ٹھہرے تھے اور یکم فروری ۱۸۵۷ء کو (یعنی جس وقت اُنکی بی بی نقل و حرکت کرے کے قابل ہو سکیں اسی وقت) لاڑوڈ کوٹہ سے آخری ملاقات کرنے کے لیے کلکتہ کو راہی ہوئے۔ اپنے دونوں چھوٹے لڑکوں کو انخون نے لاہور میں میٹرسٹ میکفرسن کے پاس جو جان لارڈ لائسنس کے حارس زیادہ محنتی فوجی سیکرٹری کی بی بی تھیں چھوڑ کر پوری تعطیل صرف کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ رخصت فر توئے واپس آئے ہوئے اُنکو چودہ مہینے گزرے تھے۔ اور اس مدت کے اندر یہ پہلی تعطیل تھی جو انخون نے

یا ائمہ آپ کو اس چٹھی کے لکھنے سے میرا اصل غشاء یہ ہے کہ لارڈ لائٹس کی چٹھی کا جواب کہنے میں آپ کی کیا رائے ہے کسی قسم کا اعزاز حاصل کرنے میں میری اصل غشی وہی ہے جب میں میری بیاری بی بی نوش ہوں گوہن یہ بھی نہیں چاہتا کہ سرکاری لائٹس کے کنارہ کشی کر کے چلا جاؤں اور میری خدمتوں کا کچھ اعتراف ہو۔ سوال یہ ہے کہ آیا میں بیئر فریٹ کا اعزاز قبول کروں یا نہ۔ سی۔ بی۔ کا میری بی بی اول ہی اعزاز کو افضل سمجھتی ہیں گو اس میں شک نہیں کہ بسکویں پسند نہ کر دینگا اس سے بھی وہ خوش رہیگی میں ان دونوں سے جنگو گزرتا ہوں نے بیان کیا ہے خطاب کیے۔ سی۔ بی۔ کو ترجیح دیتا ہوں میرے پاس کوئی ایسی دولت نہیں ہے جو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاؤں اور میں فرض سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے تمام بیٹوں کے، میں تقسیم کر جاؤں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ایک فلس (اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک تھی دست) بیئر فریٹ بنانا بننے سے ہتر ہے۔ اس اعزاز سے کوٹشٹون کو کچھ تقویت ہو سکتی ہے کہ وہ کچھ شیک نہیں ہے۔ جھکو تو یہ اندیشہ ہے کہ اس سے دوسروں کا منہ دیکھنے کی ترغیب ہوگی اپنی ذات سے کوئی کامیابی حاصل ہوگی۔ مہربانی کر کے اس بارے میں بذریعہ نوکاد وہی اپنی رائے سے مجھے مطلع کیجیے۔ اس چٹھی کے خاتمہ پر جھکو استدعا در بیان کرنا ہے کہ آپ کو پشاور کا گزرتا ہوں کہ نہ کر کے لینے میں نے جو توجہ و جہد کی توشل اس ٹکڑے کا ریکر ہے جسکا ذکر "پیشانی پرتہ" میں کیا گیا ہے یہ کوشش گو این نے اپنے ہی لیے کی۔

لارڈ لائٹس کی چٹھی نے اسی طرح کی چٹھی لکھی اور لارڈ لائٹس نے اپنے چھرا ایک مرتبہ اسکا جواب یہ لکھا

۲۶ جون ۱۸۵۷ء

آپ کی چٹھی میرے ذہن میں ہمارا حال مل جھکو وصول ہوئی میں پھر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان سے جانے کے قبل آپ کو خطاب کیے۔ سی۔ بی۔ کے دوائے میں اپنے امکان کو بیکوئی بات کا شاعر کو بھگامین، لیکن سمجھتا ہوں کہ جھکو اس قصد میں ناگامی حاصل ہو گیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی شخص نے درجی طور پر اسکا استحقاق نہیں کیا ہوگا۔

آپ نے جو اس باب کو بیئر فریٹ ہونے پر ترجیح دی تو میرے نزدیک بڑی عقلداری کی۔ انگلستان سے جو چٹیاں میرے نام آئی ہیں انکے کچھ حال اس بات کا ظاہر نہیں ہوتا کہ میرے بعد کون میرا جانشین ہوگا اصل تو یہ ہے کہ میرے بعد انگلستان کے دوستوں کو خود ہی نہیں معلوم ہے اور موجودہ گزرتا ہوں کہ فریٹ اپنی اس کمزوری کی حالت میں بہت اندیشہ کر رہی ہے کہ کس کو منتخب کرے۔

میرا پاسے جو میں کچھ دنوں سے بہت روبرو ہے۔ کہیے آپ کا ہاؤن کیونکر نکولتا ہے۔

آپ کا دوست صادق

لارڈ لائٹس

اس چٹھی کے لکھے جانے کے بعد ہی لارڈ لائٹس کی چٹھی کے جانشین کا نام ہندوستان کے لوگوں پر ظاہر ہو گیا اور یہ ایک ایسے شخص کا نام ہے جسکو انگلش لوگ مشکوک رہا اور اعزاز کے ساتھ زبان پر لاتے رہے تھے۔ لیکن

اسکی صلاحیتیں لارڈ ڈائونہی کی صلاحیتوں سے بالکل مختلف طور کی تھیں اور اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ لارڈ ڈائونہی کے چلے جانے سے گو آنکا بانٹشیں کیسا ہی افضل کیوں نہ ہوں وہستان کے حق میں بدرجہ عسایت مضر ہوگا لارڈ ڈائونہی کے نفیث خاص کے سوا اور کوئی شخص نہیں کر سکتا تھا۔

کوہ مری ۲۸ - اگست ۱۸۵۵ء

میرے پیارے لارڈ - مجھے یہ سنکے خوشی حاصل ہوئی کہ حضور کے نزدیک ہلوگ لارڈ گینگٹ کو پسند کرینگے اور مجھ کو اس سے زیادہ ہلوگوں سے رضامند کرینگے - تاہم مجھ کو یہ لگتا لازم ہے کہ حضور کے جانے سے نہایت ہی نقصان ہوگا۔

حضور کی وجہ سے ہندوستان کے عام انتظام کو ایک چوڑا اور حرکت ہوگئی تھی اور تمام محکموں میں ایک طور کی توت پیدا ہوگئی تھی جس سے وہ تمام ہڈیاں جو گورنمنٹ سابق پر عائد تھیں بالکل رفع ہو جاتیں صرف اس بات کی کسر تھی کہ جو انتظامات کیے گئے تھے انکی سبیل ہو جاتی۔

خاص میرے لیے تو بڑا بھاری تبادلہ ظاہر ہوگا۔ میں شکل سے یہ امید کر سکتا ہوں کہ مجھ کو ایسا مہربان شفیق اور دوست ملاک ملے گا۔ جب کوئی شخص زیادہ عمر کو پہنچتا جاتا ہے تو وہ قریب قریب بی چاہتا ہے کہ نئے تعلقات قریب ہوں سرکاری تعلقات کی بھی یہ کیفیت ہے۔ نظم و نسق کے لیے زور و طبیعت اور صوابدید اسے دونوں مطلوب ہیں اس اعلیٰ افسر کو اپنے ہم وطنوں کے اور بڑے گروہ کو اپنے اختیار میں رکھنا پڑتا ہے یہ لوگ مختلف اصولوں کے پابند اور مختلف مکتبوں کے تعلیم پاتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس اعلیٰ افسر کو اپنے خاص برتاؤ کے سوا اور کسی طرح سے سطوت اور توت کم حاصل ہوتی ہے۔ وہ چاہے جو کچھ کرے لیکن اسکو زیادہ تر اسی بات پر مجبور رہے کہ وہ اپنے آدمی اسکے افعال کی نسبت کیلیدارے رکھتے ہیں۔

حضور کو تو اپنے وطن جانے میں غالباً زیادہ خوشی ہوگی لیکن جو رفیق آپ یہاں چھوڑے جاتے ہیں (اور ان میں میں صادق ترین رفقا سے اپنے تئیں شمار کرتا ہوں) انکو حضور کے جانے سے واقعی نہایت افسوس ہوگا

جان لائسنس اور اعلیٰ افسر گورنمنٹ ہند کے باہمی تعلقات میں عنقریب جو تبادلہ ہونے والا تھا اسکا خیال جان لائسنس کو لارڈ ڈائونہی کی سندرجہ ذیل چھٹی سے اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس چھٹی میں لارڈ ڈائونہی نے جان لائسنس کو لکھا تھا کہ آپ کلکتہ میں آکر مجھ سے رخصتی ملاقات بھی کر لیجیے اور میرے ساتھ چکر میرے جانشین سے تعارف حاصل کیجیے۔

کوہ نیلگری ۲۶ - ستمبر ۱۸۵۵ء

اب اس وقت تک تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ امر صحیح نہیں ہے کہ لارڈ گینگٹ فی الفور یہاں چلے آتے ہیں وہ ایسے وقت آئیگے جب مجھ کو یہاں سے جانا منظور ہے میرا جانا یکم فروری یا یکم اپریل اور غالباً اسی آخری تاریخ تک ہوگا۔

ایسا برتاؤ نہیں کر سکتے ہیں۔

اگر آپ ہر بانی کر کے یہ سچی سوچو اور اس طرح کو کمال کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے آپ کی بے انصافی کا بدلہ اور اس خاص انہین کوئی دوا کیا ہے جس پر خلافت اسکے میں نے سرِ شہیدان کیا ہے کہ وہ بھلا اس بات کے تصور کرنے کی کوئی وجہ نہیں دلائی جاتی کہ آپ نے اس شخص کے توح میں نا انصافی کی ہے۔

آپ تصور کرتے ہیں کہ میں نے یہ کیا کہ آپ نے سے نفرت کی یا اگر کہ وہ آپ بڑے نفرت کرنے والے ہیں مگر میں اور میں کہی اسے میرے دوست میں بات نہیں دہل سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ شہیدان میں اس شخص کی تفریق کی نسبت آپ نے کہن و چون پر مخالفت کی تھی اور اسے بارے میں اپنا کیا خیال ظاہر کیا۔

اس لیے عام طور پر کے مطابق آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی لائیں توی اور غلطی ہیں جیسے کہ لائیں بیان کرتے ہیں آپ کبھی قابل نہیں کرتے۔ یہ بات ٹھیک ہے اور میں نے اور میرے نزدیک تو اسے جانسن نے جو آپ کو وہ ایک بہت بڑا نفرت کرنے والا، کہا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ ہلوگون نے ان غلطی مخالفت راہوں کو کمال اور برقرار رکھا۔ لیکن یہ کہنا کہ آپ وہ بڑے نفرت کرنے والے ہیں اس بات پر عمل نہیں ہو سکتا کہ آپ پھر گش یا نامنصف ہیں چنانچہ اسی طرح سے اگر یہ کہا جائے (جیسا کہ میں کہہ سکتا ہوں) کہ آپ ایک بڑے چمکے دوست ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کوئی غیر دوجی راہی راہیت باطن قرار دی کرتے ہیں۔ لیکن لازماً کوئی کسوی کا لول طویل رما د ملازمت سے اپنی صلح و جنگ کی نمودار کارروائیوں آپ ہی نے غلط دوا خلافت اور ملکی ترقی، آپ ہی ریلوں اور تار برقیوں اور اپنی فتح مند یوں اور طاقتوں کے اب قریب اعتماد ہو چکا جاتا تھا۔ چنانچہ اس رما د ملازمت کے ختم ہونے کے بارے میں اسکے ایک لائن ترین گفتگو کو چوتھی اور پچیس کے ساتھ ایک چمکی کے فریڈ سے لازماً موصوف نے یاد دلایا کہ ہم دونوں کے درمیان اب قریب مفاہرت ہوئے والی ہے۔

اور کائنات میں

میرے پیارے جان۔ آپ کا عہد نامہ کل ہو چکا اور میں اسکے آپ سے بیان کر کے میں تاخیر نہیں کرنا ہوں کہ میں اسکی تمام کمال کارروائی کو بہت بڑی مشکل گذری کے ساتھ دیکھتا آیا اور اسی طرح اس بات کی بھی مشکل گذری کہ میں تاخیر ظاہر کرنا ہوں کہ آپ نے کیا بیانی کے ساتھ اس عہد نامہ کی تکمیل کر کے حکومتوں میں منت کیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان اور افغانستان دونوں ملکوں میں یہ عہد نامہ نہایت ہی کمال قدر تصور کیا جائیگا اور اس وجہ سے وہ میرے نظم و نسق کی عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ میں نے اپنی راہ میں اور خیالات پر دوسرا دیکھی عبارت میں ظاہر کیے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے شریک خیال کر کے کٹر نفرت و حقیقت آپ کی کوششوں کی تلافی کرتی ہے اور اسے بھی چاہیے کہ آپ کی خدمتوں کے ساتھ در انصاف کیا جائے۔

پس اسطور پر اراکین سلطنت کی خوشنودی کا لازم استحقاق اور میری ذاتی شکوری کی وجہ جو پیدا کی ہے اس کے اعتبار سے مناسب یہ ہے کہ ایک امر کی بابت میں آپ سے فوراً استفسار کروں کیونکہ میری لازمت کا زمانہ مختصر یہ ختم ہونے والا ہے اور اس صورت میں اس امر کے متعلق زیادہ تاخیر کرنے کا اب موقع نہیں رہا۔

آپ نے ہندوستان میں ایسی بجا رہی خدمتیں انجام دی ہیں جس سے آپ کو اس امر کے یقین کرنے میں قاصر یا کسی طرح شبہ نہ رہنا چاہیے کہ میں بذات خاص اپنا فرض اور عین خوشی سمجھتا ہوں کہ سلطنت کی طرف سے آپ کی قابلیتوں کے صلہ میں کوئی مناسب اعزاز دلوادوں۔

جو امر آپ سے مجھ کو پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ یہ اعزاز کس شکل میں آپ کو سب سے زیادہ پسند ہوگا آیا آٹو بیئرٹ ہونا چاہیے یا دو نمائش گائڈ آف دی بائو، کا خطاب لینا چاہیے ہیں۔ اعزاز اول اسوجہ سے بالاتر ہے کہ وہ موروثی ہے لیکن بہت سے لوگ معترض ہونگے کہ جب تک اس اعزاز کے ساتھ پیشاوردولت بھی شامل نہ ہو اسوقت تک اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

ان دونوں میں آپ چاہیں جسکو ترجیح دیں میں اپنے نہایت سچے دل سے اپنا فرض سمجھوں اور اسی بات کی کوشش کروں گا کہ ہندوستان سے جانے کے پیشتر وہ آپ کو حاصل ہو جائے۔ یہ تو آپ کو بہت اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں دونوں میں کسی کے دوانے کا ذمہ نہیں کر سکتا ہوں لیکن آپ کو اپنے اس عزم بالجزم سے یقین دلا سکتا ہوں کہ آپ کی خواہشوں کی تکمیل کے لیے میں زمین اور آسمان کو ایک کروں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دعویٰ اور میری درخواستوں سے اراکین سلطنت مشکل انکار کر سکیں گے۔

میرے پیارے جان مجھ کو سمجھنا اپنا ہمیشہ کا سچا دوست

لارڈ لارنس

اس بارے میں ایک چٹھی جو جان لارنس نے لارڈ ڈونون کی چٹھی کا جواب (اور یہ وہ بہت اچھی طرح سے اپنے دل میں تجویز کر چکے تھے کہ کیا جواب دینا چاہیے) دینے کے پیشتر اپنے جانی دوست ہیرٹ آڈورڈس کو تحریر کی تھی سوانح عمری کے مذاق سے خالی نہیں ہے اس واسطے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مقام کوہ مری ۲۴ مئی ۱۸۵۷ء

میرے پیارے آڈورڈس۔ آج صبح کو میرے پاس گورنر جنرل کی ایک چٹھی پہنچی ہے جسکو میں اس اپنے خط کے ساتھ محول کرتا ہوں۔ مجھ کو امید ہے کہ جب انھوں نے میرے خطاب کے لیے استفسار کیا ہے تو میرے شریک، کو وہ فرو گذاشت نہ کریں گے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ خال میں جس حمد نامہ کی تکمیل ہوئی ہے اس کے صلہ کا استحقاق اگر زیادہ نہیں تو میرے برابر فی الواقع رکھتے ہیں۔

آدمی جو اپنے زیر حکومت سپرد کیے گئے تھے انکی بیوہ کی کے حق میں بہترین ہوا کہ لاڈ و موصوف ایسا سمجھتے تھے۔ اور ادرج جان لاڈر نش بھی بالکل اسی طرح کے حاکنہ مزاج اور اپنی دمن کے آدمی تھے جیسے لاڈ و ڈوٹوئی تھے۔ پس ایسے لوگوں میں جتنی نسبت ہم اس بات کی امید کریں کہ وہ لاڈ و ڈوٹوئی کی جتنی مدد کے ساتھ بنا دے ہو گئے جان لاڈر نش آخری شخص تھے۔ لیکن شاید ہم بہت اچھی طرح سے اس بات کو دیکھ سکتے ہیں کہ جان لاڈر نش نے انکی ماتحتی اسی طرح بنا دی۔

پنجاب جو جان لاڈر نش کے زیر خلافت تھا لاڈ و ڈوٹوئی کا نہایت محبوب صوبہ تھا۔ جان لاڈر نش اس کے چیف کوشنر نہ ہو سکتے تھے مگر یہ بات بھولنے والے وہ کہتے تھے کہ میں اسکا خود مختار فرمانروا نہیں ہوں۔ اگر انھوں نے کبھی اس بات کو بھلا دیا اور اگر اپنی جوابدہی سے انھوں نے ایک دوست کو خجاب کی مقدس حدود کے اندر کام کرنے کے لیے طلب کیا یا ان حدود کے باہر کہ سرحدی جنگل سے میں بلا ساق مندری کو گزیر پٹرل اپنے تین پھنسایا تو ان سے بھی جواب طلب کیا گیا اور انکو بھی معلوم ہوا کہ لاڈ و ڈوٹوئی کس جبروت کے آدمی ہیں۔ لیکن اس موقع پر انھوں نے اعلیٰ اختیار کی تمیز اور خیر خواہی کے خیال سے عمل کیا۔ سرکاری خواہش کا خیال انکو اس درجہ تھا جو سو اسے بائیز کے چیلے کے اور کسی شخص میں نہیں پایا جاسکتا لیکن جس شخص کو عوام انسان سے اس طرح کی ہمدردی ہو اور جوابی حاکنہ مزاج رکھتا ہو اس میں مشکل سے ایسے خیال کے پائے جانے کی امید ہوسکتی ہے۔ اپنے چیف کی بعض اوقات کی چشم ٹائیوں کو اگر انھوں نے گوارا کر لیا تو اسی سرکاری فزفہ کے خیال سے گوارا کیا۔ اگر یہ چشم ٹائیوں اور کسی مقام سے کجائیں تو وہ اپنے حلاوت سے خم ٹھوک کر رٹنے پر مستعد ہو جاتے لیکن لاڈ و ڈوٹوئی بھی ایک برسے عالی ہمت شخص تھے اور کسے بید تھا کہ اپنے ماتحتوں کو آزادی کے ساتھ اپنے اپنے خیالات ظاہر کرنے کی خواہش نہ کرتے۔ جان لاڈر نش یہ بات ہمیشہ کیا کرتے تھے کہ لاڈ و ڈوٹوئی نے پنجاب میں ایسی کوئی کارروائی یا تقریر نہیں کی اور کوئی کلمہ ایسا نہیں بیان کیا جسکی اہمیت جان لاڈر نش نے اس کے ناپسند کرنے کی حالت میں اپنی بہادرانہ صاف دلی کے ساتھ گرفت یا تردید کی ہو۔ اور اس کے بعد اگر انکو اپنے چیف کے خیالات بدلنے میں کامیابی نہیں ہوتی تھی تو وہ ان خیالات کے قبول کرکے اپنی تین مجاز میں نہ سمجھتے تھے بلکہ اپنے عمل کرنے کا اپنی تین پابند جاتے تھے۔ اور لاڈ و ڈوٹوئی سے جو انھوں نے بنا تا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ ان میں مخالفت کے ساتھ اطاعت اور خیر خواہی اور رضا جوئی کے ساتھ تقریر کی بنی تکلفی اور میاکی پائی جاتی تھی جو انکی دوسری بڑی صفاتوں کے ساتھ میں ملکر لاڈ و ڈوٹوئی سے ٹھیک ٹھیک مطابق ہو جاتی تھی۔ اور اسکی وجہ اس طرح کے دو اپنے اپنے دمن کے آدمی راگر میں نے انکی خامیوں اور تحریرات کو صحیح سمجھا ہے تو ٹھیک دلی ہی ہے (تھے) ایک ہی احاطہ کے اندر اسطور سے روئے کہ ایک شخص دوسرے کا قدردان را اور کبھی کسی نے اپنی کوئی بات نہیں ہونے دی جس سے خطرناک قسم کی مخالفت دونوں کے درمیان نمودار ہو رہی ہوئی۔

لارڈ وائٹ ہونے میں جان لارنس کی طرف سے انکی قدر و منزلت اور خوبی کے خیالات پہلے ہی سے پیدا ہونے لگے تھے اور اب انکو استدر ترقی ہوتی گئی کہ دونوں میں بجائیوں کی ایسی الفت اور محبت پیدا ہو گئی تھی جسکی عظمت علمی میں دونوں آدمیوں کے درمیان عام طور کا اتفاق تھا لیکن اس بات کے لیے اختلاف بھی بخوبی تمام ہوا جاتا تھا کہ انکے باہمی مراسلات میں مذاق اور لطیف اور شوخی پیدا نہ ہو سکے۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی کُل مراسلات میں صرف ایک مرتبہ جان لارنس نے ایک ایسی بات پر زیادہ زور ڈالا جو انکے چہیت نے اُنسے کہی تھی۔ جان لارنس نے ایک عہدہ پر ایک ریٹائرمنٹ کے مقرر ہونے کی بابت نہایت شدید سے اعتراض کیا تھا کیونکہ اُنکے نزدیک یہ شخص اُس عہدہ کے قابل نہیں تھا اور گورنر جنرل نے اس نظر افشا انکو جواب میں لکھا کہ وہ جان تم خوب سمجھتے ہو گے کہ تم بڑے نفرت کرنے والے آدمی ہو، ظاہر ہے کہ اس جملہ کے معنوں میں غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اور جان لارنس نے اپنے بھولے پن سے یہ خیال کر کے کہ لارڈ وائٹ ہونے کا اس لفظ سے مطلب کچھ اور ہے بڑی گرجوشی سے اُنکو جواب لکھا اور اُس الزام کی تردید کی۔ انکی چٹھی نہایت ہی خاص طریقہ کی ہے اور لارڈ وائٹ ہونے کا جواب بھی اسی طرح کا ہے۔

۲۱۔ اپریل ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارڈ مجھے سخت افسوس ہے کہ حضور کو اس بات کے خیال کرنے کی وجہ پائی گئی کہ میں بڑا نفرت کرنے والا ہوں اگر میں اپنے افعال کا کوئی تمیز کرنے والا خیال کیا جا سکتا ہوں تو میں بھی کوئی گناہ کہ وہ بات نہیں ہے۔ میرے نزدیک دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسکی نسبت مجھے وہ خیال ہو۔ یہاں اور دوسرے مقامات پر ایسے بہت سرکاری افسرین جنکے بارے میں میں ایک حقیرانہ رائے رکھتا ہوں۔ پنجاب میں ایسے بہت سے افسرین جنکی نسبت رپورٹ کرنا میں نے اپنا فرض تصور کیا۔ لیکن میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسکو میں ذاتی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ ہر ایک سرکاری افسر جسکو میں نے نالائق خیال کیا وہ مجھے بیشک نفرت کرتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں اُس سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ بالکل لازمی امر ہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ میں قوی اور قطعی زمین رکھتا ہوں اور جب موقع آیا تو میں نے بلاتیمہ انکے بیان کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کیا۔ لیکن اس بات کو میں اپنا فرض اور اپنی حیثیت کی ضرورت سمجھتا رہا کہ اگر مجھ کو اپنے انتظام میں کامیابی پیدا کرنا ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ ان صورتوں میں نہ تو میں اُس شخص کو بری رکھا جو میرے پسند کا تھا اور نہ اُس شخص کو چھوڑا جسکی نسبت میرا یہ خیال نہیں تھا اور ترقی کے بارے میں متاثر کرنے کے لیے میری دلی خواہش یہی رہی کہ بے ٹوٹ رہوں۔

لارڈ وائٹ ہونے نے یہ جواب لکھا۔

۱۲۔ مئی ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارنس نہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا اُس سے آپ کو سنج ہوا اور آپ نے اپنے یقین میں — کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ سے کوئی غیر واجبی امر نہیں سہر دہوا اور آپ کسی شخص کی نسبت

بات ظاہر ہوتی ہے کہ لارڈ ٹوٹو کوئی نہایت الفت اور محبت کے ساتھ چٹرنی لارڈنس اور انکی زوجہ کا خیال تھا۔ انکے پرنسپل انشٹاٹ میں بھی ایسا کوئی ممبر نہ تھا جو ایسی باتوں کو میان کر سکتا جسے ظاہر ہو تاکہ لارڈ ٹوٹو موصوف کو ان دونوں قیدیوں کا کھدیر خیال تھا۔ انہیں سے اکثر لوگ انکے معتقد تھے اور اپنے کثرت کار کے زمانہ میں جو دو ایک باتیں وہ کہتے یا دو ایک فطین ایسے افسروں کی کارگزاری کے اعتراض میں لگتے تھے جنکو ایسے فاصلہ دراز پر لارڈ صاحب کے اس خاص اعتراض کی کوئی امید نہیں تھی وہ عمر بھڑان لوگوں کو یاد دلائی لارڈوں میں عمر بھر کی رہیں پس جو کچھ میں بیان کر دوں گا اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ انکے دل میں کبھی ہر بانی یا وہ بات جو عموماً ہمدردی کھلاتی ہے نہیں ہے۔

لارڈ ٹوٹو کوئی نہایت عوامی و محبوب ملک معلوم ہوئے وہ زیادہ تر ایسی قسم کی ہمدردی سے متعلق ہیں جو نہایت وسعت رکھتی ہے اور شاد و نادر دیکھنے میں آتی ہے وہ جب قدر اخلاقی قوت سے تعلق رکھتی ہے اسی قدر دماغی قوت سے بھی تعلق رکھتی ہے اور وہ خاص کر تیزی قوت تصرف پر منحصر ہے۔ لارڈ ٹوٹو کوئی اپنی ٹیچوں کے اعتبار سے جو صدائیسے ساٹھ لکھی ہوئی ہیں میرے نزدیک اس قابلیت سے معرا تھے کہ کافی طور پر اپنے محکوموں کی دلی کیفیتوں اور حقوق اور اولوالعزمیوں اور خیالات سے ہمدردی کر سکتے اور اس واسطے وہ اس امر کے بچنے سے معذور تھے کہ باشندگان ہندوستان (جیسا کہ انہیں سے اکثروں نے کیا) ہمارے ارادوں کی عام فیض رسانی اور ہماری حکومت کے تقنی فائدوں کو تسلیم کرنے کے بعد بھی ٹھنڈی سانسیں لے لیکر ان گذشتہ بابم کے یاد کرنے پر پائل تھے اگر آپہ ظلم کیا جاتا تھا یا وہ لوٹے اور مارے جاتے تھے تو خود اپنی قوم اپنی بولی اور پسپائی فرقہ کے لوگوں کے ہاتھ سے ان سب باتوں کو برداشت کرتے تھے۔ پھر جیسا کہ مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ ہیئت مجموعی اس بات کو اپنے دل میں بسونچنے سے معذور رہے کہ الحاق کی جس حکمت علمی کا انھوں نے علائقہ اقرار اور سلطنت میں باجائز خواہ ناجائز طور پر جو پیشا راضا نے کیے تھے یہ اضافے بھی مثل الحاق کے مصلحت وقت کے اعتبار سے مجبوری انھوں نے کیے تھے یا یہ کہ یہ مصلحت وقت خدا خواہ انھوں نے پسند کر لی تھی (انکا اثر ہندوستان میں کے دل پر ہیئت مجموعی کیا پڑا ہوگا۔

علی الخصوص ایک اس امر میں جھکوشہم ہے کہ انھوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا ہو کہ ہیئت کے مقدس حق میں خلل پہونچا کر عایا کے مذہبی خیالات اور قدیم الایام کے دستورائیں دست اندازی کرنا ایک ایسا امر ہے جس پر روشن مانع خزانہ کو نہایت ہی غور و فکر کرنا لازم ہے۔ گو انکی چشمان سب کی سب بڑی فصیح و بلیغ اور لطیف ہیں لیکن کسی میں بھی کوئی ایسا افتد و نہیں ہے جس پر شہنشاہ والا شہر جیسے اور مٹھ کر مثل خطوط و کتابت صاحب یا آؤنٹرم صاحب یا پٹرنی یا تھان لارڈنس کے جو فصاحت و بلاغت میں آئے کتر ہیں کسی مقام پر انکی راہ کر یہ کہہ کہ وہ دیکھو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کا ہندوستان پر حکمرانی کرنے کا خاص دعویٰ اسوجہ سے بجا کہ وہ اس کی طور پر رعایا کی خواہشوں کو

سمجھتا تھا۔ پس اگر ہندوستان کے گورنر جنرل کو مین لارڈز کوئی سے بڑھ کر کوئی گورنر جنرل لائق یا ذی سلطنت یا یادگار نہیں گذرا ہے تو میرے نزدیک یہ بات بھی ہے کہ وہیوں سے ہمدردی کرنے اور ان لوگوں میں ہر دل غزیریشہ کے اعتبار سے اُسے بڑے ہوئے گورنر جنرل بہت سے گذر گئے ہیں۔

با انیہم وہ ہر ایک امر کے اعتبار سے ایک ذی سلطنت شخص تھے۔ انہیں جو کچھ عیوب تھے وہ چھوٹے آدمیوں کے نہیں بلکہ خاص الخاص بڑے شخصوں کے تھے۔ انکا جسم اور قد تو چھوٹا یعنی قریب قریب اسکے تھا کہ کسی کو اسکی جناب خیال بھی نہیں ہوتا لیکن دل البتہ وہ بہت بھاری رکھتے تھے بقول شاعر

چھوٹے سینہ میں لیے تھے وہ بڑا بھاری دل

اگر کوئی تندرستی بہت ضعیف کی حالت میں بھی اسپر بھی وہ قوی سے قوی آدمی کی نسبت بھی زیادہ کام کرتے تھے۔ گو وہ ایک جسمانی عارضہ میں مبتلا تھے جسکی وجہ سے زیادہ صعوبت کی حالت میں انکو اکثر اپنے کپڑے اتار کر اپنے کمرہ کے اندر رقیب ہو کر بیٹھا پڑتا تھا اور اس کمرہ میں بھی جو در اثنا کیلئے کی سیزر کے برابر بڑھ تھا، وہ پتلے پیرے سے معذور تھے تاہم وہ ہندوستان کو اس کنارے سے اُس کنارے تک لے کر آئے۔ ہر شے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے اور اپنی آنکھوں پر اس کی بت و نیسرا میں جس حد تک قریب قریب کوئی گورنر جنرل اس منصب پر نہ رہا ہوگا ایسے عہد کی ہر ایک ذمیت کو جو صاحب منصب کو ”سرداری دیکر دار پر سر چڑھا دیتا ہے،“ یعنی درجہ اعلیٰ پر پہنچا کر ہلاک کر ڈالتا ہے کال عمدگی تیر وستی و دستہ اور نمود کے ساتھ اسطور پر انجام کیا کہ بہت کم گورنر جنرل ان باتوں میں انکے برابر کئے جاسکتے ہیں۔ صرف جنوبی پنجاب کے متعلق انکو اس قدر کام رہتا تھا کہ کسی معمولی لائق آدمی کو اپنی ساری کوششیں اسی کے انجام میں مصروف رکھنا پڑتیں۔ جو وقت ہم انکی تحیات موسومہ برادران لائسنس کو پڑھتے اور اس جامع اور مانع راہ پر جو پنجاب کے اکھاڑے کے متعلق (جہاں تمام لائق لوگ بھرے ہوئے تھے اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں کار نمایاں کیا) ہر ہر واقعہ اور ہر ہر کیفیت پر وہ دوسرے کے خیال کرتے ہیں تو ہر کوئی بہت مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ انکی کل خدمات کے مقابلہ میں پنجاب کا کام صرف ایک جزو قلیل تھا اور وہ آنکھوں پر اس کی مدت میں کچھ زمانہ تک اور بھی پانچ چھ سو بون کے صریح جواب دہ رہے جنکو انھوں نے شامل سلطنت کیا تھا اور ان کا ہر ایک علاوہ انکی خاص دشوار خدمتیں تھیں جو ابتدا سے انکے سپرد ہوئی تھیں اور جنھوں نے خود انکے قول کے مطابق استدعا بار اپنے ڈال دیا تھا جو انکے بڑے سے بڑے شائقین میں سے بھی کسی پر نہ پڑا ہوگا۔ انھیں اگر وہ آسمان سے نیچے ہوئے فرمانروا نہیں تھے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرمانروائی کے لیے خلق ہوئے تھے۔ اگر وہ حرص تھے تو انکی حرص مثل قیصر روم کی حرص کے تھی۔ انہیں خود غرضی کی باتیں بہت کم اور کوہنہ پن کی باتیں مطلقاً تھیں۔ انکا ریشہ ریشہ بادشاہی کرنے کے لیے بنا تھا۔ وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ میں فرمانروائی کر سکتا ہوں اور کروں

نہال کر کے یہ کیا بیانی بڑی بھاری بات معلوم ہوتی ہے) حاصل ہوئی ان باتوں کے بیان کرنے کی دہشت
میں بیشتر تحریر کر چکا ہوں۔ جان لارنس اور نکا کا مصروف انھیں کو ششوں کے لیے مشہور ہے۔ اس بات
کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ اس کے چند سال کے بعد عند شروع ہونے کے زمانہ میں (اگر اسی طرح کی
کوششیں کی گئی ہوتیں تو) معلوم نہیں کیا کیفیت گذرتی۔ اگر یہ کوششیں نہ ہوتیں تو بالعموم اسکے کچھ
میں ایسے افسر ہوتے جو اپنے کام اپنی رعایا اور اپنے افسران اعلیٰ سے قرار واقعی واقف ہوتے وہ ان سے
لوگ افسر ہوتے جو کسی کے حال سے مطلق واقف نہ ہوتے (اور یہ کوئی انکا قصور نہ ہوتا) اور اس وقت تو کم و
صوبہ ہمارے محکمہ دو ہونے کے بدلے ہماری پریشانی کا اصل باعث ہوتا۔ پنجاب میں ننگرہن اور
چیمبر لین اور گوگٹ اور پٹنیر (اور اسی طرح کے ایک مجمع کثیر) ایسے لوگوں کے رہنے کی گنجائش اور موقع
ملا تو اسکی وجہ صرف انھیں چیمپوں سے جنگوں میں نے اس طوالت کے ساتھ محول کیا ہے ظاہر ہوگی۔ یہ چیمپان
بب چیف کٹشہری کے نام کی ہیں سوائے انکے اور کسی کے نام کی نہیں ہیں۔

جس طریقے سے جان لارنس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ کیا اسکی نسبت انکا یہ طریقہ بھی کچھ کمتر
قابل لحاظ نہیں ہے کہ انھوں نے کسی مقام پر اپنے اصول سے ذرا بھی انحراف نہیں کیا اور نہ کبھی اپنے خیالات
پر پردہ ڈالنے والے الفاظ استعمال کیے اور اس الزام کے ساتھ بھی وہ برابر اس عالمی دماغ شخص کے اتفاق
میں کام کرتے رہے جو گورنر فٹ کا سب سے اعلیٰ افسر تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں کلاس کام کے قابل ہو سکے۔ اس سوال کا جواب کچھ آسان نہیں ہے
اور کوئی جواب اسوقت تک شافی بھی نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ متدرجہ و ترقی کے ساتھ جو میں پیشتر سے
کہتا آیا ہوں ایک ایسے گورنر جنرل کے حالات پر لحاظ کیا جائے جو ہندوستان کے نہایت ہی بااقتدار گورنر جنرل
سے ایک گورنر جنرل ہو گیا ہے۔

باوصف ان بڑی بڑی خوبیوں کے جنکی نسبت امید ہے کہ وہ سوانح عمری کے ذریعہ سے بطور
کافی نمایاں ہونی ہوگی (لیکن انھیں کے باعث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ) لارڈ ڈائونہی میں بعض بعض عیوب بھی
تھے جو انھیں خوبیوں کے برابر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ متکبر اور حریف اور جاہل تھے۔ وہ کسی شخص کو جو انکی
نافرمانی یا بدی کو باعث ہوتا یا جو انکے امتیاز میں دست اندازی کرنے کا میلان ظاہر کرتا یا مال کر دیتے تھے
ایسی حالتوں میں انکے تحمل ممکن نہ تھا۔ جان لارنس جب کبھی غیر مناسب وقت پر اپنی آزادی کے اظہار سے
جھجکتے جاتے تھے تو وہ بڑی رنگین بیانی کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ”کارڈو ڈائونہی نے اپنا پاؤں نیک دیا،“
ایک اور بات وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ”لارڈ ڈائونہی میری درخواست کے جواب میں خسرانہ مینہ لگی کو

استعمال کیا۔ جان پیٹر گریٹ نے جو لارڈ موصوف کے لایق ترین ماتحتوں سے تھے کہا تھا کہ دو لارڈ صاحب ایک مرچدانی ہیں، کوئی خاص شخص یا مجمع اشخاص کا ٹون پر لات چلانے کی حالت میں جبکہ زیادہ مرتبہ یہاں رکھتا ہے اسی قدر زور سے اس کے پاؤں میں وہ کانٹے چبھتے ہیں۔ انکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ بورڈون کیشنر اور چیف کیشنرؤں سے تو انکو کسی طرح کی ہمدردی نہ تھی مگر حقیر ڈپٹی کلکٹرؤں کو وہ بچا دیتے تھے اور آسانی سے انکو چھوڑ دیتے تھے۔ جس طرح پر وہ اوائل گورنر جنرلی پر لارڈ وگٹ ہنری لارنس اور ہنری لارنس کے محکم طبع ماتحتوں کے ساتھ پیش آئے اُسی کیفیت میں سابق کے ابواب میں بیان کر چکا ہوں۔ ان حالتوں میں انھوں نے چشم نمائی کی جو چھپان تحریریں وہ فواد سے زیادہ صاف اور صیقل کی ہوئی تھیں پس اگر انہیں کوئی بات لایق تھی تھی تو پسند کرنے کے قابل (میرے نزدیک) ہرگز نہیں تھی۔ علی الخصوص ایک صفت سے تو وہ بہت کم متصف تھے اور یہ صفت ایسی ہے کہ کوئی شخص چاہے جیسا لایق ہو انسان کی فرمانروائی کا بار قرار واقعی نہ اٹھا سکیگا۔ وہ یہ کہ انہیں خیالات سے ہمدردی کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ میں بیان اس اخلاقی کیفیت محسوسات کا ذکر نہیں کرتا جو کم و بیش عام نبی آدم میں پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے دنیا کے آدمی خوشی کرنے والوں کے ساتھ خوشی کرنے اور رونے والوں کے ساتھ رونے لگتے ہیں اور وہ کیفیت ایسی ہے کہ اگر کوئی آدمی پتلے ڈھانچہ کا ہوا تو وہ اپنے کسی بلند خیال ماتحت پر کوئی تکلیف تجبوری پہنچانے کے وقت اُسی کیفیت کی وجہ سے اقل درجہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ گویا وہی تکلیف دوسرے اشخاص خود اسی کو پہنچا رہے ہیں۔ کیونکہ لارڈ ڈنلوپی میں اس کیفیت کی کمی ہرگز نہیں تھی۔ چونکہ وہ سپاہی تھے (کیونکہ انکے باپ ہندوستان کے گائڈز انچیف رہ چکے تھے) اس واسطے جب انھوں نے سنا کہ بلال ڈرنگون ریجنٹ مقام چلیان والا میں بھاگ گئی تو انکی آنکھوں میں آنسو ڈھبڈا آئے جس وقت سرفرڈرک پینڈی ان حالات کو جو ملتان میں انگلیٹو اور اینڈرسن صاحب کے مارے جانے کے متعلق انکے پاس پہنچے تھے بیان کرنے لگے تو لارڈ ڈنلوپی انکو سن سکر روتے جاتے تھے اور پھر جب اُسی معتمد ماتحت کو اُسی پیاری بی بی (جسکو وہ ہنایت ہی عزیز رکھتا تھا اور جو ساحل انگلستان کے سائے پہنچے ہی سمندر کی بیاری سے ہلاک ہو گئی تھی) کے مرنے کے بعد پہلے پہل انھوں نے دکھا تو بیٹھ بیٹھ کر رونے لگے۔ جب لیڈی ڈنلوپی کے مرنے کی خبر اول اول انکو پہنچی تو اُس رنج میں وہ کئی ہفتہ تک گورنمنٹ ہؤس کے باہر نہیں نکلے اور سوائے اُس شخص کے جسکی ملاقات بغایت ضرورت تھی اور ہر ایک شخص کی ملاقات سے انکار کیا لیکن گورنمنٹ کے تمام کام ایماذاری اور ہمدردی کے ساتھ بذریعہ تحریر انجام کرتے رہے جیسا کہ وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے ہنری لارنس کے نام اُس تردد کے زمانہ میں جب انکے بھائی اور بھابھ کو سکھوں نے قید کر لیا تھا جو چھپان روانہ کیں وہ پوری دوسوڑی اور سچی ہمدردی سے خبر دیتی ہیں اور جان لارنس کے نام جو چھپان انھوں نے روانہ کی تھیں اُن سے ابتدا سے انتہا تک یہی

چودھویں باب ۱۵۵ تا ۱۵۷

پچھلے تین نے اس ایسا دور اس بھروسہ پر معاملات کو انھیں کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود بخود انکی اصلاح ہوتی رہے گی اور جس قطعی طور پر
بلکہ کارروائی کرنا چاہیے شاید اس طور پر جن نے کارروائی نہیں کی۔

ایک مدت دراز تک معاملات بالکل آپ کی نگرانی پر چھوڑ دیے گئے بلکہ یہ معلوم ہوا کہ حسابات پس ماندہ ٹپے ہوئے
ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ اس قدر کام بلا اختیار چلائے جانے سے عمل میں آسے ہیں جیسا کہ بعد کو منکشف ہوا۔ اگر میرے پاس آپ کی بہترین
کارگزاریوں کی رپورٹیں اور اسی طرح کے دوسرے نقشہ جات معمولی وقت پر برابر پوچھتے رہتے تو کوئی مداخلت کرنے کی ضرورت
جلد تر معلوم ہو جایا کرتی۔

آپ کے کاغذات جب اول اول پوچھے گئے تو اس وقت بھی میں نے ان کے مطابق عمل کرنا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ ان سے
بھٹکے نہیں معلوم ہوا کہ کس قسم کے کاموں کے لیے روپے درکار رہے اور کن کی بابت منظوری ہوتی اور کن کی بابت نہیں ہوتی ہے
...۔ آپ کے حکم کے بلکہ جو اختیار حاصل ہے اگر میں اس کی تعمیل نہ کروں تو یہ میرے لیے ایک ادبی لغو بات ہے۔ میں
اس اختیار کو بالکل خود مختار لانا اور یہاں کا نہ طور پر کر سکتا ہوں لیکن میری رائے یہ نہیں ہے۔ میں نے آپ سے دوستانہ
نیا لات قائم رکھ کے صرف بظرف صلت وقت اس بات کی کوشش کی ہے کہ آپ سے آپ کے حکم کے معاملات کو درست کرادوں
اگر وہ انقلابات کتاب کے پھر کر کے وقوع میں نہیں آتے تاہو کوئی اصلاح بھی بغیر اس کے عمل میں نہیں آتی کہ پروردگار کے
اظہار مطلب کیا جائے اور ماتحت حکام قطعی کر دوستانہ طور پر ظاہر کیا جائے کہ ایک شخص کی خواہشوں کے مطابق تعمیل ہوا
آپ کہتے ہیں کہ مختار سے حکم سے جو سرکاری چٹیان ردانہ ہوتی ہیں ان کے بالکل خلاف تم بیان کر جاتے ہو۔ شاید
یہ بیان بہت کچھ صحیح ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ چونکہ میں نے غلط فہم ہوں ایسے جہاں تک ہو سکتا ہے میں حتی الامکان اپنے کلام میں
بہت احتیاط رکھتا ہوں۔ پھر چونکہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ کے دل کو رنج نہ پہنچے اور آپ نے جس شائستگی اور طنز و طعنے
شبیہ میرے بارے میں اختیار کر کے اسکا جیدا اثر پھیر پیدا کیا ہے اس کے اعتبار سے بلکہ یہ خیال کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ
آپ کے حکم کے متعلق دراصل جقدر عجب کا (میرے نزدیک) بلکہ کو خیال پیدا ہوا اُن سے بہت کم میں نے سختی بجا ہر کی۔
اگر اس جٹی میں کوئی ایسی بات میں نے بیان کی ہو جس سے آپ کو رنج پہنچے تو مجھے معاف فرمائیگا۔ میں آپ کو یقین دلانا ہوں
کہ یہ دوستانہ طور پر میں نے بیان کیا ہے۔

فیل میں اس مراسلہ کا اقتباس فرمایا جاتا ہے بلکہ لارڈ ٹولنڈ نے غدر کے دروہو جانے کے کچھ دن
بعد سر جارج ٹولنڈ ڈو کے نام تحریر کیا تھا۔ اس تحریر سے مندرجہ بالا خط کتابت کی نہایت دلچسپ تشریح پیدا
ہوتی ہے حالانکہ اس کے مضامین کچھ بقصد قائل اس تفسیر کے متعلق نہیں بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ تحریر وقوع
واقعه کے بعد کی ہے۔
خبرگاہ ہوسٹیار پور واقع سرگ لاہور و پشاور۔

۴۴۔ مابج ۱۸۵۷ء

حوالہ میں پشاور کو جاتے اور وہاں سے آتے ہوئے اس سڑک کے مسئلہ پر جو سرحدی تپا دینی مذکورہ بالا کو لاہور سے لگتی ہے فی الحقیقت میرا خیال بہت رجوع رہا۔ یہ سڑک جیسا کہ آپ آگاہ ہیں الحاق پنجاب کے بعد ہی بننا شروع ہوئی تھی۔ ابتدا میں جو اندازی تخمینے کیے گئے تھے انکے بالکل ناکافی ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام کیا رنگی شروع کر دیا گیا اور اس بات کا پورا پورا اندازہ نہیں کیا گیا تھا کہ اسمین کیا کیا دشواریاں لاحق ہونگی کئی برس تک بے قید و اخراجات کے ساتھ یہ کام جاری رہا لیکن ساتھ ہی اسکے ایسی مستعدی اور قابلیت کے ساتھ اسکی کارروائی ہوتی رہی جو سٹریٹس کی تعمیرات میں بالخصوص پائی جاتی تھی۔۔۔ اس سڑک پر سفر کرنے کے قبل میرا خیال تھا کہ اسکی تعمیر میں کسی قدر لا پروائی کی گئی ہے لیکن بذات خاص اسکے ملاحظہ کے بعد میرے اس خیال میں ایک بڑے درجہ تک ترمیم ہو گئی ہے۔

۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے مابین جس جہتی کے ساتھ یہ کام ایک ایسے ملک میں شروع ہو کر جاری رہا جہاں ہوشیار مزدور دن کا بالکل قسط اور گھنٹوں وغیرہ کا نام نہیں تھا اسکے لحاظ سے خرچ کثیر رہا تھا۔ پھر جس پیمانہ اور جس استحکام کے ساتھ سڑک کے کنارے بنائے گئے اور شیب و ذرائع کی رعایت اعلیٰ درجہ کے جس حساب سے (فیصد کی ۲) رکھی گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک ہم اس کام کی تکمیل کے متعلق اخراجات کا منظور کرنا قرین صحت سمجھتے اس سے کہیں زیادہ خرچ میں کام کیل پائیگا۔ اب ہر کو اس کے اخراجات کا بہت اچھی طرح سے اندازہ معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ یہ معلوم ہو گیا کہ کام کس قدر کرنا پڑیگا کتنے دنوں میں اسکی تکمیل ہوگی اور سرمایہ کے خرچے سے کام میں اگر خلل پڑیگا تو اسکا ہر جہ کس قدر برداشت کرنا پڑیگا۔ لیکن اس امر سے چشم پوشی نہ کرنے کی حالت میں بھی مجھ کو اس امر سے اعتراف کرنا چاہیے کہ ایسے وقت میں بھی گورنمنٹ کا میلان طبع چندان خرچ کے تخمینے پر نہیں ہے بلکہ زیادہ تر اسمین بہت دلانے کا ہے۔ اور جہاں میں اس بات کا متمنی ہوں کہ اب پھر کبھی بنیہ مناسب تخمینا کیے ہوئے اس قسم کے کام یکدم سے جاری ہونے پائیں وہاں بعض بعض اشخاص کے اس عقیدے سے بھی میں چشم پوشی نہیں کرتا کہ سٹریٹس پینیز کی صلاح اور عام ہدایت سے جو اس عالیشان کام میں محنت پیشہ اشخاص کو ایک بڑے درجہ تک ترقی کرنے کا موقع ملا اور اس کام اور پنجاب کے ایسے ہی دوسرے بجاری کاموں میں جو درجہ بہ درجہ ہو اس سے اقل درجہ ہندوستان کی سب سے زیادہ جو اندازہ قوم پر پرورش حکومت کے زور اور فائدہ رسانی کے خیالات بخوبی ترسیم ہو گئے اور خدا کی مہربانی سے اس امر میں معین ہوئے کہ پنجاب میں امن و امان اور غیر خواہی قائم رہے اور اسکے ذریعے ہندوستان کی سلطنت ہاتھ سے نکھانے کے بعد پھر حاصل ہو جائے۔

میں نے نہایت (شاید میری اس کتاب کے پڑھنے والوں میں سے بعض لوگ خیال کریں گے کہ ضرورت سے زیادہ) طوالت کے ساتھ اس بات کا بیان کیا کہ جان لارنس نے اپنی گاڑی کے گھوڑوں کے کچا رکھنے، بین کیا کیا کوششیں کیں اور انہیں کمانتیک کامیابی (جن آدمیوں کے ساتھ جان لارنس کو ساتھ تھا) کا

چور مولانا ابوبکر شاہ گناہ

میں نہایت تردد کے ساتھ خیال کرتا تھا ہوں جس طور پر معاملات رہتے آئے ہیں اُسکو میں پسند نہیں کرتا اور میں نے ضروری نہ ہونے کی ایک چیز گن دوں اور تین صورتوں میں کام ضروری معلوم ہوتا ہو لیکن اخراجات کے بارے میں شک ہو تو بارے میں غصے اور گفتگو میں طلب کروں۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ طریقہ آپ کو حیران اور پریشان کرتا ہے اور اُسکے باعث موقع مل چکا ہے جیسا کہ آپ نے خود بیان کیا ہے اور آپ کو اجازت رہی کہ جو چاہیں سو کریں۔ اب ہر ایک معاملہ میں آپ سے باز پرس ہوتی ہے۔

جھکوس موقع پر بیان کرنا چاہیے کہ میں ہمیشہ اس قاعدے کے خلاف رہا اور نوزو کے زمانہ میں اُسکے نزدیک کی فکر اور اس امر کی کوشش کرتا رہا کہ سب باتیں ٹیک وقت پر پیش ہوتے رہیں۔ میں نے دیکھا کہ میری کوششیں بے سود ہیں کیونکہ انکا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ میرے اور برہنہ بنی کے مابین کراہ ہو گئی۔ اور اس لحاظ سے میں نے اُس بات کو ترک کر دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ مجھے بڑھکر اپنا کوئی بچا دوست رکھتے ہوں شاید میرے بھائی بھی مجھے زیادہ آپ کے دوست ہونے کی ایک کوئی شخص نہیں ہے جو مجھے زیادہ آپ کا دل میں خیر خواہ ہو یا جسکو آپ پر کسی مصیبت کے نازل ہونے کی حالت میں زیادہ مرع ہو۔ لیکن سب کاری معاملات کے متعلق اصول اور تجربہ دونوں سے جہانک میں دیکھتا ہوں دستور اور قاعدہ ضروری ہے میں دیکھتا ہوں کہ ان باتوں سے لاپرواہی کرنے پر بھی غیاب میں بہت کچھ کیا گیا ہے لیکن جھکوس کی تعلیم کرین یا اگر اُس میں کوئی نقص معلوم ہو تو اسکو ظاہر کر کے اُسکی ترمیم کرائیں۔ ہلوگوں کو یہ نہیں لازم ہے کہ اُسکو تو آپ صرف اُس امر کو ظاہر کر دیجئے تاکہ اُسکا علاج کیا جائے۔

جان لارنس نے لازو ڈو ٹوٹی کے نام جو چینیان بھی تھیں اُنہی کوئی علامت اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ وہ تین تین کی طرف سے کچھ رچ رکھتے ہوں۔ جان لارنس ہمیشہ عالی ہمت رہے۔

کو دمری - ۲۶ - اگست ۱۸۸۷ء

میرے پیارے لازو حضور کی جہی موزنہ ۱۴ جولائی کے جواب میں میری طرف سے تاخیر ہوئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس میں دین کچھ اختلاف کیا کہ اگر لازو ڈو ٹوٹی یا تین تین کے متعلق اپنے اطمینان کے مطابق مفصل حالات لکھنے کے قابل ہے

ہوسکون۔ پس ماندہ کام کے طے کرنے اور معاملات کی درستی کرنے کے متعلق ادھر دو مہینہ کے عرصہ میں بہت کچھ کارروائی ہوئی۔
مجھے پیئر صاحب سے کئی مرتبہ دیر دیر تک باتیں رہیں اور انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ جو کچھ آپ کی خواہش ہوگی اسی کے مطابق
میں عمل کرونگا۔ جو صورت اب معاملات کی ہوگئی ہے اس سے بیشک پیئر صاحب ناراض ہیں اور انکو اس بات سے یقین کرانا
میریں امر کی اصلاح ضروری ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ وہ ہمہ تن اس بات پر آمادہ ہیں کہ جو کام جاری ہیں وہ بدستور قائم
رکھے جائیں اور نئے نئے کام نکالے جائیں۔ لیکن وہ تفصیلات اور ہر قسم کے حسابات کو ناپند کرتے ہیں اور ان کے دل میں یہ
خیال نہیں آتا کہ ان کے ماتحتوں میں سے کوئی شخص مورد الزام ہوگا۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے کسی ماتحت پر کوئی الزام
لگائے تو وہ اس ماتحت کی طرف سے جواب دہی کرنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ ان میں جیسا چاہیے کفایت شعاری کا بھی خیال
نہیں ہے جیسا کہ کل شب کو انھوں نے خود سادگی سے بیان کر دیا تھا انکو یہ خیال نہیں ہے کہ وہ حد سے زیادہ جلدی
کر سکیں گے۔ لیکن وہ تصور کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو یقین ہو جائیگا کہ کافی رد و پیہ کے خربچہ نہ ہونے کے سبب سے کام
بھی کافی طور کا نہیں ہوا۔

حضور مطلق رہیں کہ جہانک معاملات کی درستی میرے اسکان میں ہے وہاں تک میں انکو ایک مناسب بنیاد پر قائم کرونگا اور اگر
ممکن ہو تو اس بات کا میں اس طور سے بند و بست کرونگا کہ پیئر سے جنگا ہو خود بڑا خیال ہے کچھ بگڑنے نہ پائے۔ وہ ہر قسم کے
تخنیوں سے نفرت کی رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تخمینہ دو انجینیئروں کے پھنسانے کے جال ہیں سو اسے اسکے اور
کچھ بھی نہیں ہیں،

مندرجہ ذیل چٹھی سے گو پیئر صاحب کی رنجش کا حال بہت کچھ ظاہر ہوتا ہے تاہم یہ پایا جاتا ہے کہ دونوں
ادوی قابل تعریف تھے۔

کوہ مری - ۲۸ - اگست ۱۸۵۵ء

میرے پیارے پیئر - کل کا رقعہ پونچنے کے پشتر ہی میرا زادہ تھا کہ ہفتہ کو میرے آپ کے جو باتیں ہوئی
تھیں ان کے بارے میں کچھ آپ کو تحریر کروں لیکن مجکو پیشمار کا غدا دکھینا تھے۔

پہلے مجکو یہ بیان کرنا چاہیے کہ میں بالکل اس خیال کا شریک ہوں جو آپ رکھتے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ آپ
میری رایوں کے خلاف کارروائی کرنا نہیں چاہتے۔ ہننے آپ نے مختلف مکتبوں میں تعلیم پائی ہے ہمارے آپ کے خیالات
بھی مختلف ہیں اور اب تک ہمارے آپ کے درمیان کبھی کبھائی بھی نہیں رہی ان سب باتوں کی وجہ سے فرائض منصبی اور
ذمہ داریوں کے متعلق ہماری اور آپ کی رائیں بھی مختلف ہیں۔ میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ پنجاب میں آپ کے حکم کو
میں اپنے ضبط میں رکھوں جسکی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ ضرورت اس بات کی مقتضی ہے کہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ مجھے فرض ہی ہے
لیکن یہ حقیقت میں مجکو نہیں معلوم ہوا کہ اس بات کا کس طور پر بند و بست کروں چہن آپ کو کوئی بجاری حد نہ ہو سکے

جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کروں گا ورنہ دستخط دے دوں گا تو کوئی کہہ گا کہ چل سکتا ہے۔ اگر آپ اکثر ایسی باتیں کہیں گے تو آپ کا جہان دل چاہے جائے۔ لیکن یاد رکھیے کہ آپ اپنی ہی راہ ہمیشہ اختیار کرنے پائے گا۔ اگر آپ وطن چلے جائیں گے اور وہاں شادی کریں گے اور بڑے چاہے میں الاؤ کے پاس جا کر بیٹھیں گے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مسرت ہمیشہ اپنی ہی راہ اختیار کر سکیں گے۔ اسے بھائی ہر حالت اور ہر موقع پر آپ میری اس بات کا یقین رکھیے گا کہ۔

فہرست مرکب تو ان تافتن
کہ جا تا ہے پراپنا انداختن

لیکن جو نقص یہ دریافت ہوتا ہے کہ آپ اپنی طبیعت پر قادر نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ ہر مرتبہ کے اختلاف رائے میں اپنا استغفار داخل کر لے یا کہنے لگتے ہیں کہ میں چلا جاؤں گا۔ یہ ایک اس طرح کا طریقہ ہے جس سے ہر آدمی کو یہی ترغیب ہو گی کہ آپ کو روکے۔ جو کسی سے گھوٹا تھا مگر وہ نہیں، جو بڑے گھوٹا تھا اور کشترا اپنے عہدوں پر ایسے مقرر کیے جاتے ہیں کہ انفسران کمان اور غیر پیر ذوالرشید کو اپنے خط میں رکھیں اور بغیر اس بات کے خیال کرنے کے کہ وہ دغا باز یا راجی ہیں انکی رائے سے اختلاف کریں۔ پس اگر ہر بات میں اسی طرح کا اختلاف پیدا کیا جائے تو کوئی گورنمنٹ چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کے بعض ماتحت ہی آپ کے ساتھ کریں تو آپ اُنہی کیا کریں گے۔

اؤ ڈرؤن اور چیئر مین کے بارے میں یہ ہے کہ ہمیشہ میری رائے انکی رائے سے متفق نہیں ہوا کرتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انکے ایسے دو شخصوں کا منہ بہتر و مستجاب ہونا مشکل ہے۔ دیکھئے آپ ہی کیسے بے کس کے آدمی ہیں۔ اگر اؤ ڈرؤن صاحب چٹ و چالاک ہوتے تو آپ انکو جادو خیال کرتے جو کہ وہ ایک پٹنار آدمی ہیں اس سبب سے چالاک ہوتے کہ، اچھا تو آپ کی نسبت سوا سے اکے لوگ اور کیا کیسے کہتا وقتیکہ آپ اپنی راہ چڑھنے نہ پائیں گے در خود رائے اور بے کس کے، آدمی بنے رہیں گے۔

آپ خیال تو کیسے کہ معاملہ کوئل کے معلق آپ نے مجھ کو کس جگہ سے میں پھنسا دیا۔ میں یہ بات آپ کے غیہ کرنے کے لیے نہیں کہتا ہوں لیکن انجام جو اس معاملہ کا ہوا اگر وہی انجام ہوا تو مجھ کی اپنا استغفار داخل کرنا پڑا پس آپ چاہتے ہیں کہ جنگ کجا سے اور آخر میں صلح ہو۔ یہ کام عمل میں آئے اس کام میں ترمیم ہو۔ لیکن یہ سب آپ ہی کی مرضی مطابق عمل میں آئے۔ امین شاہ نہیں کہ کبھی آپ کی رائے صحیح ہوتی ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اگر آپ عموماً راستبازی اور انصاف سے خیال کرتے ہیں مگر آپ کو تاہم میں حد سے زیادہ میں آپ تصور کرتے ہیں کہ تمام عالم کو بات ہی کے اندر نہ کر سکتے ہیں۔

چیئر مین صاحب سے جو آپ نے کہا کہ میں اپنی رائے کو قائم رکھوں گا ورنہ دستخط دے دوں گا اس کے سنی یہ ہو کہ کہ امین اور آپ میں اس بات کے کہنے ہی کے وقت سے سردی کی کڑا پیدا ہو گئی اور جو شخص بالا دست حاکم ہوتا اس سے ملنے لگی۔

بات بس آخری ہی نوبت پر کہتا میں حجت دلیل کرتا سوال وجواب کرتا لیکن استغفانہ دیتا۔ استغفانہ دینے کی دھمکی ایک آخری امر ہے جس میں پھر کسی بحث کی گنجائش نہیں رہے۔ پھر میں خیال کرتا ہوں اور ظاہر آپ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ اکثر اپنے خیالات اور خواہشوں پر بہت زور دیکر ان کی بابت اصرار کرتے ہیں آپ کے قول کے بیان اور آپ کی رایوں کے ظاہر کرنے کے بعد اب ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔۔۔ آپ اس معاملہ کی نسبت اگر کوئی اور راے نہیں قائم کر سکتے تو پھر اپنی راے آپ اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے۔ آپ خود رائی اور ضد کے ساتھ دوسروں پر اپنی راے کا زور کیوں ڈالتے ہیں۔ آپ کے اصل اوصاف کو اس عیب نے غارت کر رکھا ہے۔۔۔ میں نے اپنے خیالات آزادی اور صفائی کے ساتھ آپ کو لکھے ہیں اور یہ میں نے ہوجہ سے کیا ہے کہ آپ نے اسکی درخواست کی تھی۔

اس بات کا بیان کرنا لطف سے خالی نہیں ہے کہ چیف کمنڈر کی سجدہ ثابت قدمی اور استقلال سے اس معاملہ میں بھی صلح ہو گئی اور کوئٹ صاحب پنجاب میں ٹھہرے رہے تاکہ انکی اپنی شاندار رجسٹری کی سرکردگی سے دہلی کو بھیجے گئے۔ یہاں انکو اپنی اعلیٰ درجہ کی فوجی قابلیتوں کے دکھانے کو بڑا بیماری میدان ملا اور رفتہ رفتہ اپنی بیشمار خدمتوں کے صلہ میں کئے۔ سی۔ بی کا خطاب حاصل کیا۔ یہ خطاب انکو شہ عین حاصل ہوا مگر جان لارنس نہایت ہی خوش ہوتے اگر یہ خطاب انکو صدمہ کے عین شورش کے زمانہ میں ملا ہوتا۔

اسی زمانہ کے قریب جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں انجینئر ڈن کا قصہ پیش ہوا۔ جان لارنس ۲۵ جون کو لکھتے ہیں کہ دو صیغہ تعمیرات سرکاری ابھی سے اس قدر تکلیف اور پریشانی محکوم دے رہا ہے کہ اسکو چھوڑ کر پنجاب کے تمام باقیماندہ کاموں کے انجام کرنے میں محکوم اس وقت تکلیف اور پریشانی نہیں ہوتی ہو۔ چیف انجینئر باوصف صدرا اعلیٰ اور اشرف خویون کے کوئی کاروباری آدمی نہیں ہیں۔ ان صدرا اشرف صفتوں کی قدردانی اور ان نمودار کاموں کی وجہ سے جو نیپئر صاحب نے آزادانہ اختیار پانے کی حالت میں انجام کئے تھے جان لارنس اب تک درگزر کرتے آئے سوائے سوال وجواب یا انکی نا تجربہ کارانہ کارروائیوں پر افسوس کرنے کے اور کچھ نہیں کیا۔ لیکن اب ڈارن صاحب کے پاس سے جو لارڈ ڈوڈ کونوئی کی غیر حاضری میں گونسل کے پریذیڈنٹ رہے تھے ایک چٹھی بانٹار تاسوٹ خلوسے خزانہ جو آئی تو اس معاملہ میں کوئی چارہ نہیں رہ گیا کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ صیغہ تعمیرات سرکاری میں فی الفور بے انتہا تخفیف کی اشد ضرورت ہے جان لارنس جیسا کہ مندرجہ ذیل چٹھی سے ظاہر ہوگا پھر بھی ایک نرمی کے ساتھ صورت معاملات کو نیپئر صاحب پر ظاہر کر چکے تھے۔

راولپنڈی ۱۵۔ اپریل ۱۸۵۸ء

میرے پیارے نیپئر۔ آپ کے محکمہ کی نسبت اس روز جو ذکر ہوا تھا اسپرین بہت کچھ غور و فکر کرتا رہا۔ وہ ایک ایسا امر ہے جس پر دونوں سے

پاک ہے طرح ہم میں ہمارے عیب ہیں اسی طرح انہیں کے عیوب ہیں۔ لیکن ان کے عمدہ اوصاف ان کے عیوب سے کہیں ہوتے ہیں۔ جو چچہ میں نے لکھا ہے اس پر مہربانی کر کے غور فرمائیے کیونکہ مجھے بڑھ کر آپ کا دوست اور سچا پیتر خواہ کو
اب صرت اس قدر اور بیان کرنا باقی رہا کہ ثابت قدم صلح کار کو ایک مدت دراز کے بعد اپنی مفتون
شہرہ حاصل ہوا۔ کیونکہ اسے پیتر لین اور نکلسن صاحب کو ایک دوسرے کا گڑھ دوست بنا دیا اور انکو پیتر
میں روک کر رکھنا آجکل آزمائش کا دن آپو چا اور اس وقت انکو یہ کہ بعد دیگرے دہلی کی طرف روانہ کیا جہاں انکو
غازیون کے کام کرنا تھے۔ اور جو وقت نکلسن صاحب موت کا زخم کھا کر زخمی ہوئے اور اپنے بستر مرگ پر
وہ میر تھے تو انکی ہولناکی معوتوں کے آخری دس ایام میں پیٹر لین صاحب ہی بھائی سے زیادہ انکی
یتیم رواروی اور خبر گیری میں مصروف رہتے تھے۔ پس جن طول طویل گزاروں کی وجہ سے جان لاہور سنس
پنجاب میں ایسے دو شخصوں کو اس طرح کے کام پنجاب اور پنجاب کے اہل انجام کرنے کے لیے روک سکے آپ خیال
کرنے سے ہر حالت میں انکو غرا اور اطمینان ہوا جو گاوارا اس اعتبار سے شاید ان کے بارے میں میرا یہ طول طویل
بیان نامناسب نہیں ہوا۔

اس بحث کے خاتمہ پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جان لاہور سنس کی دو ایک چھپان پیٹر لین کے نام کی
جو پیٹر لین اور آڈوڈون صاحب سے دوہری لڑائی لڑ رہے تھے اور دو ایک چھپان پیٹر لین صاحب کے نام کی
کی بھی محول کروں۔ یہ آخری قسم کی چھپان پیٹر لین کی مشکلات کے بارے میں ہیں جو اس وقت نہایت
نازک حد کو پہنچ گئی تھیں۔ ان چھپوں کا حاصل انہیں کی جہارتوں سے جو بنی سمجھ میں آجائیگا۔
مئی ۱۲ جولائی۔

میر سے پیارے لوگوں۔ آپ کی بڑی مورخہ ۱۹ راہ حال اور اس کے ساتھ کے کاغذات کو چڑھ کر مجھے تا صفت ہوا۔
کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان باحاثات کا نتیجہ بھی ہوگا کہ آپ ہمارے ہاتھ سے جاتے رہینگے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
ہر ایک بات میں اپنی ہی کرینگے یا قطع تعلق کرینگے۔ ایسی حالت میں مجکو یہ خیال کرے کہ آپ میرے نزدیک ہمارے
عمدہ ترین اشخاص سے ایک شخص اور فوج پنجاب بلکہ اصل تو یہ ہے کہ عام حکومت پنجاب کی عزت ناموری اور قوت کے
ایک شخص ہیں ان بات پر ایک مددہ دیتی ہو تبس کہ آپ یہ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اگر یہ برنگیڈز آپ ہی ہوتے تو ہینک
آپ کو اپنی ہی کرنے اور اپنے ہی خیالات اور حکمت علی کے مطابق کا رہنمائی پر اصرار ہوتا۔ اور جب یہ بات ہے تو
ہینک آپ کو اس امر کے تسلیم کرنے کو تیار ہونا چاہیے کہ پیٹر لین صاحب اپنے خیالات کے مطابق عمل کرینگے۔
اس فساد کی بڑا بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ آپ کے مقابلہ میں ایک کم عمر باری ہیں۔ اگر آغاز میں آپ کو
ایثار کے وہی موقعے حاصل ہوتے جو انکو حاصل ہوئے تو ہینک آپ انہیں کے برابر نمودار اور کامیاب ہوتے لیکن آپ کے

تصیب میں یہ نہ تھا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ سپاہ پنجاب میں داخل ہونے کے بعد سے آپ کو فی الواقع شکایت کی بہت، وہیں ملین سا پلو لگیا رہی ایک عدد کمان لگائی اور اس کے طور سے جو دنوں بعد آپ کو ایک جناح سپرد ہو گیا حالانکہ آپ نے کسی طرح کی تعلیم نہیں پائی تھی اس سے آپ کی کچھ دیر بعد شہت بھی بڑھ گئی اور ان دنوں غزت میں تو بہت کچھ ترقی ہو گئی۔ اب اس وقت ... میل کی سرحد کے آپا کیلے انسرین جسکو بیول اور فوجی دو یون اختیارات حاصل ہیں۔

ہندوستان اور ایں کوئی شخص نام اس سے کہ کوئی منصب کیوں نہ رکھتا ہو ہمیشہ اپنی مثالی راہ میں اختیار کر سکتا ہے۔ میں یقیناً اپنی مثالی راہ اختیار نہیں کر سکتا۔ مجاہد باہر ایک نہ ایک بات میں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کسی بات کو چھوڑ دیتا ہوں کسی میں اپنا خیالات کی ترمیم کرنا ہوں۔ میرا زیادہ تر وقت اس کوشش میں صرف ہوتا ہے کہ بہ کون کو متعلق رکھوں اور عدد اشخاص کو جو جگہ پر نہ دوں۔ ممکن ہے کہ خیمبر لین مناسب میں بیوہ ہوں لیکن مجاہد کوئی اور شاید ایک بھی ایسا شخص نہیں معلوم ہے جو ایسے عام طور پر اپنے ہمہ تن لاف و زور میں اس قدر باوقار بجا پاتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ سپاہ پنجاب کے عہدہ پر گئے بغیر ہی پرانے انتخاب کو عام طور پر ہر شخص نے ناپید ہو کر کیا۔۔۔۔

اگر آپ میری نصیحت اور وہ نصیحت ایک سچے دوست کی ایسی ہے) مابین تو اس معاملہ کو کوئی فیصلہ کی تجویز پر چھوڑیں اور چپکے چپکے دیکھیں کہ یہ جنگ کراہیا کیا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ میں اب تک آپ کو اس حیثیت سے دیکھ سکتا ہوں کہ آپ ایک بزرگ فیصلہ ہیں جو ایران اور بانیہ جیا میں روسی بنالین کو تو پون سے اڑا رہے ہیں۔ اگر آپ نے شیخ من اگر اپنا عہدہ چھوڑ دیا تو آپ کی ناموری اور آئندہ امیدوں کو ضرور نقصان پہنچے گا۔

تعمیر است سرکاری کے بارے میں صاف صاف یہ ہے کہ بلو کون نے بڑی تیز قدمی کی اور خزانہ خالی کر ڈالا۔ غلامہ برین عامل انسر اپنا کام کرتے جاتے ہیں ہمارے پاس کوئی حساب یا تخمینہ یا رپورٹ نہیں بھیجتے۔ مختصر یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ماتحت کو ٹوڑا ڈالی ہے اور شتر بے ہمار کی طرح جدمر جاتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ اب ان کے انتظام سے رکھنے اور خالی خزانہ کی کمی پوری کرنے میں نقیض پیدا ہوگی۔ میں نے غزم باجوہم کیا ہے کہ ہوش آف کا منٹ کے طریقہ پر عمل کرونگا اور جب تک میری خواہشوں اور راہوں کی تعمیل ہوگی اس وقت تک دبا میں معطل رکھوں گا۔

لیکن صلح کرانے کی ان کوششوں میں ابدراؤ می کا میا بی نہیں حاصل ہوئی جیسی کنکسن اور خیمبر لین و امعاہ کے متعلق ان کی کوششوں میں کامیابی حاصل ہوئی تھی اور وہ پھر لکھتے ہیں۔

میرٹھی - ۲۶ جولائی ۱۸۵۶ء

میر سے پیار سے گو کہ میر سے سانسے آپ کی دو چٹمان جو دو دو ماتر کی لپی میرج اب لکھنے کو رکھی ہوئی ہیں اور وقت مطلق نہیں ہے کیونکہ جانتا ہوں میری آنکھیں گوارا کر سکتی ہیں یا جانتا ہوں طاقت ہے اس سے زیادہ لکھنے پڑھنے کا کام میر سے پاس رکھا ہوا ہے۔ خطا معاف آپ معاملات کو بالعمدہ آمیز اور نا انصافانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ ہی بتائیے کہ

اس طرف سے اس طرف جانے میں معذور ہوں جو مثل انسا کیلئے کی میرے ہوا وسط ہوں، جہاں یہ سب سمیتین تھیں وہاں
 ہم صاحبی بیار ہو گئیں۔ کل اُنکی حالت نہایت ہی متغیر ہو گئی تھی مگر آج کچھ آفاقہ ہے۔ پیچھے بڑا لڑین صاحب کی چٹی اس خطے کے
 ساتھ فیکل کی جاتی ہے۔

کیس قدر اسی قسم کے خیالات سے گو دوسرے اشخاص اور دوسری وقتوں کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ
 انگلزی صاحب کو وہ تحریر کرتے ہیں کہ
 اصل نقص خود ہمارے افسروں میں ہے۔ میں صرف انہیں آلات کے ذریعے سے کام کر سکتا ہوں جو مجھ کو گرفتار

دیگی۔ اُنکی تقسیم تو تین تھی اوس اپنی ساری لیاقت صرف کر کے کرنا ہوں لیکن میں لیاقت اور استقلال کو انہیں حلول نہیں
 کر سکتا جس طرح لوگ یہ کہہ کر اور آپ کے ملک میں یہ کہتے ہیں کہ وہ شلم سے خون میں نہک سکتا، اسی طرح آپ یہ کہتے ہیں کہ
 اس سے مقام کو گریں کچھ نقصان نہیں ہو جائیگا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دیر غازی خان میں اس شخص کے رہنے کی نسبت
 افسروں کی تقسیم کے بارے میں نہایت ہی حیران ہوں۔ لوگوں کے مقاصد اور مراعات کا خیال کرنا اور پھر سرکار کے
 مقاصد کا بھی لحاظ رکھنا اسی طرح کی ایک پہلی ہے جسکو انٹینشن نے ڈیپلیٹن سے پوچھا تھا میں چاہتا ہوں کہ جو افسر
 اس وقت موجود ہیں ان کو آپ ایک جگہ ٹھیکہ جس طرح مناسب تصور کر سکیں تقسیم کر دیں میرے پاس ماتحت افسر بہت کم ہیں
 اور روز نکلتے جاتے ہیں۔

لیکن جان لائن اس وقت میں بھی جب یہ سٹیغز نہایت تیزی کی حالت میں تھا اسکو اپنی دشمنی ظاہر ہے
 منور کر کے۔ مثلاً ۲ جولائی کو وہ اڈو ورنڈس صاحب کے نام کی ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ

میں پچھلے صاحب کی چٹھی کو واپس کرنا ہوں۔ میرے پاس پیچھے بڑا لڑین صاحب کی ایک سرکاری چٹھی آئی ہے جس میں
 انھوں نے انکے صاحب کے چاروں حملوں پر میں میں سوال کیے ہیں۔ اب اگر کوئی بات بکثرت کو راہ راست پر
 لا سکتی ہے تو دہی سوالات ہیں۔ وہ ایک نہایت ہی بیڈ صاحب قلم میں سے ایک تو کوصات کر دینگے باس رہ چکے
 زمانہ کے مشتعل مزاج، لوگوں کی طرح گھوڑا اڑا لجا دینگے لیکن ایک سوال کے لکھنے میں کم سے کم اُنکو ایک یا دو مینے
 صرف ہونے دو قلم اور سیاہی کا کام، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں وہ اُنکے حسب حال نہیں ہے۔

خود انکے صاحب کو بتا رہے ہیں کہ جولائی وہ لکھتے ہیں کہ
 مجھ کو ایک حملوں لویل سرکاری چٹھی انکے صاحب کی بھیجی ہوئی ہو چکی ہے جس میں انھوں نے آپ کی رپورٹ کیے
 سے چار حملوں کی بابت میں جواب پوچھے ہیں۔ اگر کسی امر سے آپ کا متھ بند ہو گا تو وہ یہی جوابات دیں گے کیونکہ مجھ کو
 شرا ایک جواب کا تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بہر کیف اگر آپ اُن سب کا جواب بلا توقف دے سکتے ہیں تو

تو اس چٹھی کا جواب لکھتے وقت یہ بھی ظاہر کر دینگے کہ چیپٹر لیٹرن صاحب کے رنجیدہ ہونے کا مجھ کو بڑا افسوس ہوا اور اس میں یہ بھی بیان کر دینگے کہ فوج پر الزام لگانے کا میرا مقصود نہیں ہے اور اگر آپ میری چٹھی کے جواب میں یہ عبارت لکھ دینگے تو میں بہت خوش ہونگا۔ ایسے معاملات میں چیپٹر لیٹرن صاحب کو بڑا خیال رہتا ہے۔ تاہم وہ ایک عمدہ شخص ہیں اور سپاہ کو انکی ذات سے بہت فائدہ پہونچکا۔ اور اگر ناخوش ہو کر چلے گئے تو عام اس سے کہ اسکا سبب اصلی یا خیالی ہو مجھ کو انکا چلا جانا نہایت شاق گذرے گا۔

اسکے پانچ مہینے کے بعد چیپٹر لیٹرن صاحب بالکل آما وہ تھے کہ ان باتوں کو معاف کر دیں اور ٹھکانا ملے لیکن جنگ بنگلہ میں جہاں اسی جذبہ قائم تھے اور اب تک انکو بھی یقین تھا کہ وہ میرے ناراض ہونے کا معقول سبب ہے لیکن جان لارنس صلح آمیزی کی ان علامتوں سے جو چیپٹر لیٹرن صاحب کے طریقہ سے ظاہر ہوتی تھیں کام نکالنے میں قاصر نہیں رہے۔

کمپٹ قریب گزرا ۲۲ دسمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے بنگلہ... آپ کے اور چیپٹر لیٹرن کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس سے میں نہایت بیزار ہوں اور میری دلی خواہش یہی ہے کہ انکے اور آپ کے میل ہو جائے۔ ایسے دو سپاہیوں کے درمیان فیض نہ رہنا چاہیے۔ تھانوں کے قاعدہ کے متعلق آپ کی تحریرات پر انھوں نے جو گرفت کی تھی میرے نزدیک یہ انکی غلطی ہے اور میں نے سرکاری اور رنج کے طور پر بھی انکے مقابلہ میں آپ کے خیالات کی تائید کی۔ باہم یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ چونکہ ہماری دلیوں سے انکی دلچسپی نہیں ہوئی اور ہمارے پیدا کیے ہوئے بچوں سے انھوں نے اتفاق نہیں کیا لہذا انکے اور آپ کے درمیان اب کبھی دوستی نہ ہو۔ سرکاری خدمت کو نقصان پہونچنے کی کیا وجہ ہے۔ اور وہ خدمت قرار واقعی اس وقت تک انجام نہیں ہو سکتی جب تک انکے اور آپ کے درمیان بلا ہو جائے۔ چیپٹر لیٹرن صاحب اس مضمون کے متعلق میرے نام کی آخری چٹھی میں لکھتے ہیں کہ دو میں نے اس مسئلہ کو کبھی ذاتی نہیں خیال کیا اور بلکہ آپ کو آخری چٹھی لکھنے کے بعد سرکاری طور پر بھی اسکا مباحثہ رنج کر دیا۔ اگر میری رائے صحیح ہے تو وہ میری جانب سر دھری سے خیال کرتے ہیں لیکن میں بخوشی اس عزت اور توقیر سے انکا استقبال کرنے کو موجود ہوں جو میں ہمیشہ انکی نسبت کرتا رہا۔ انکو صرف اس قدر کرنا چاہیے کہ میری جانب اتنی دور تک آجائیں کہ میرے ہاتھ ان تک پہونچ سکیں اور اگر وہ اتنی دور آجائیں تو دونوں ہاتھ بڑھا کر میں اُن سے بغلیں ہو جاؤں۔ اس امر میں مجھ کو دو چند خوشی حاصل ہوگی کیونکہ اس میں گورنمنٹ کا فائدہ ہوگا جسکے وہ اور میں دونوں شخص ملازم ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیپٹر لیٹرن صاحب کے یہ خیالات قابل قدر ہیں اور مجھ کو امید ہے کہ آپ بھی اسی طرح کا برتاؤ کر کے پیشتر کی باتوں کو اگر معاف نہیں کر سکتے تو ضرور معاف کر دینگے۔ چیپٹر لیٹرن صاحب ایک بڑے معقول آدمی ہیں اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہماری فوج میں انکے ایسے زیادہ لوگ نہیں ہیں جو عجب سے کون

اس طرف سے اس طرف جانے میں معذور ہوں جو شل انسا کیلئے کی میرے گھوڑا وسط ہو، جہاں یہ سب سمیتیں تھیں وہاں
میں صاحب بھی بیمار ہو گئے۔ کل اُنکی حالت نہایت ہی متغیر ہو گئی تھی مگر آج کچھ فائدہ ہے۔ چیچر لائون صاحب کی چچی اس خط کے
ساتھ فرسٹ کلاس کی جاتی ہے۔

کیسے قدر اسی قسم کے خیالات سے گو دوسرے اشخاص اور دوسری دقتوں کے بارے میں تہا سچ، اسی
شکری صاحب کو وہ تحریر کرتے ہیں کہ
اصل نقص خود ہمارے افسرین میں ہے۔ میں صرف انہیں آلات کے ذریعہ سے کام کر سکتا ہوں جو مجھ کو ڈرنٹ

دیگی۔ اُنکی تقسیم تو میں جی اوس اپنی ساری یادت صرف کر کے کرتا ہوں لیکن میں یادت اور استقلال کو انہیں حلول نہیں
کر سکتا جس طرح لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ شلم سے خون نہیں نکال سکتا، اسی طرح آپ یہ کہتے ہیں کہ
اسے سے مقام کو میں کچھ نقصان نہیں پہونچا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میرا غازی خان میں اس شخص کے رہنے کی نسبت
اگر وہ میں رہنے سے کم نقصان پہونچ سکتا ہے۔ کیا آپ مجھ کو بتلائیے کہ اس کو کمان رکھوں اور لٹان میں اس کو بھجوں میں
افسروں کی تقسیم کے بارے میں نہایت ہی حیران ہوں۔ لوگوں کے مقاصد اور مراعات کا خیال کرنا اور پھر سرکار کے
مقاصد کا بھی لحاظ رکھنا اسی طرح کی ایک پہلی ہے جسکو اسٹیشن نے اپنی پیلٹن سے پوچھا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جو افسر
اس وقت موجود ہیں ان کو آپ ایک جگہ بھیج کر جس طرح مناسب تصور کر سکیں تقسیم کر دیں میرے پاس ماتحت افسریت کم میں
اور روز نکلتے جاتے ہیں۔

لیکن جان لارڈ اس وقت میں بھی جب یہ سب سے نہایت تاریکی کی حالت میں تھا اس کو اپنی روشنی طرف سے
منور کر کے۔ مثلاً ۲ جولائی کو وہ لاڈلوز ٹرس صاحب کے نام کی ایک چچی میں لکھتے ہیں کہ
میں نے لکھن صاحب کی چچی کو واپس کرنا ہوں۔ میرے پاس چیچر لائون صاحب کی ایک سرکاری چچی آئی ہے جس میں

آخون نے لکھن صاحب کے چاروں حملوں پر میں میں سوال کیے ہیں۔ اب اگر کوئی بات بکٹ بکٹ گوارہ راست پر
لا سکتی ہے تو دو ہی سوالات ہیں۔ وہ ایک نہایت ہی بیڈ حب قلم میں سے ایک تو م کو صاف کر دینگے یا سرحد پر اگلے
روزانہ کے منتقل مزاج، لوگوں کی طرح گھوڑا اڑا لجا بیٹھے لیکن ایک سوال کے لکھنے میں کم سے کم اُن کو ایک یاد دہینے
صرف ہو گئے وہ قلم اور سیاہی کا کام، جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں وہ اُن کے حسب حال نہیں ہے۔
خود لکھنے میں صاحب کو تہا سچ کی کم جولائی وہ لکھتے ہیں کہ
مجھ کو ایک طویل سرکاری چچی لکھن صاحب کی چچی ہوئی پہونچی ہے جس میں آخون نے آپ کی رپورٹ کیے

سے چار حملوں کی بہت میں جواب پہونچے ہیں۔ اگر کسی امر سے آپ کا منہ بند ہو گا تو وہ یہی جوابات ہیں کیونکہ مجھ کو
ایک جواب کا تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بہر کیف اگر آپ ان سب کا جواب بلا وقت دے سکتے ہیں تو

تو اس چٹھی کا جواب لکھتے وقت یہ بھی ظاہر کر دینگے کہ چیپٹر لینن صاحب کے رنجیدہ ہونے کا مجکو بڑا افسوس ہوا اور اس میں یہ بھی بیان کر دینگے کہ فوج پر الزام لگانے کا یہ مقصود نہیں ہے اور اگر آپ میری چٹھی کے جواب میں یہ عبارت لکھ دینگے تو میں بہت خوش ہونگا۔ ایسے معاملات میں چیپٹر لینن صاحب کو بڑا خیال رہتا ہے۔ تاہم وہ ایک عمدہ شخص ہیں اور سپاہ کو انکی ذات سے بہت فائدہ پہنچا۔ اور اگر ناخوش ہو کر چلے گئے تو عام اس سے کہ اسکا سبب اصلی یا حسیالی ہو مجکو اٹکا ہلانا نہایت شاق گذریگا۔

اسکے پانچ مہینے کے بعد چیپٹر لینن صاحب بالکل آساودہ تھے کہ ان باتوں کو معاف کر دیں اور کھلا دلہن لیکن جنگجو نگار صاحب اسی جذبہ قائم تھے اور اب تک انکو یہی یقین تھا کہ درمیر سے ناراض ہونے کا معقول سبب ہے لیکن جان لارنس سلح آمیزی کی ان علامتوں سے چیپٹر لینن صاحب کے طریقہ سے ظاہر ہوتی ہیں کام نکالنے میں قاصر نہیں رہے۔

کمپ قریب گجرانولہ ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء

میرے پیارے نگار۔۔۔۔۔ آپ کے اور چیپٹر لینن کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس سے میں نہایت حیران ہوں اور میری دلی خواہش یہی ہے کہ انکے اور آپ کے میل ہو جائے۔ ایسے دو سپاہیوں کے درمیان نفیض نہ رہنا چاہیے۔ تم دونوں کے فائدہ کے متعلق آپ کی تحریرات پر انخون نے جو گرفت کی تھی میرے نزدیک یہ انکی غلطی ہے اور میں نے سرکاری اور رنج کے طور پر بھی انکے مقابلہ میں آپ کے خیالات کی تائید کی۔ بائیمہ یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ چونکہ ہماری دلیاؤں سے انکی دلچسپی نہیں ہوئی اور ہمارے پیدا کیے ہوئے نتیجوں سے انخون نے اتفاق نہیں کیا لہذا انکے اور آپ کے درمیان اب کبھی دوستی نہ ہو۔ سرکاری خدمت کو نقصان پہنچنے کی کیا وجہ ہے۔ اور وہ خدمت قرار واقعی اسوقت تک انجام نہیں ہو سکتی جب تک انکے اور آپ کے درمیان بلاپ ہو جائے۔ چیپٹر لینن صاحب اس مضمون کے متعلق میرے نام کی آخری چٹھی میں لکھتے ہیں کہ دو میں نے اس مسئلہ کو کبھی ذاتی نہیں خیال کیا اور بلکہ آپ کو آخری چٹھی لکھنے کے بعد سرکاری طور پر بھی اسکا مباحثہ رفع کر دیا۔ اگر میری رائے صحیح ہے تو وہ میری جانب سر دھری سے خیال کرتے ہیں لیکن میں بخوشی اس عزت اور توقیر سے انکا استقبال کرنے کو موجود ہوں جو میں ہمیشہ انکی نسبت کرتا رہا۔ انکو صرف اس قدر کرنا چاہیے کہ میری جانب اتنی دور تک آجائیں کہ میرے ماتہ ان تک پہنچ سکیں اور اگر وہ اتنی دور آجائیں تو دونوں ہاتھ بڑھا کر میں انسے بغلیگر ہو جاؤں۔ اس امر میں مجکو دو چند خوشی حاصل ہوگی کیونکہ اس میں گورنمنٹ کا فائدہ ہوگا جسکے وہ اور میں دونوں شش ملزم ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیپٹر لینن صاحب کے یہ خیالات قابل قدر ہیں اور مجکو امید ہے کہ آپ بھی اسی طرح کا برتاؤ کر کے پیشتر کی باتوں کو اگر معاف نہیں کر سکتے تو ضرور معاف کر دینگے۔ چیپٹر لینن صاحب ایک بڑے معقول آدمی ہیں اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہماری فوج میں انکے ایسے زیادہ لوگ نہیں ہیں جو عیب سے کون

چاہیے و سادہ و ستادہ طریقہ میں پایا جاتا۔ گروہ نہایت دیانت دار اور راستہ اختیار کرنے والے تھے۔ اس میں ایک کوئی غلط نہیں پڑ سکتا۔ سوائے اس صورت کے جب اس دستہ سپاہ کی کارروائیوں میں جو قانون میں تعینات ہے اس بات کے ظاہر ہونے سے کہ وہ کسی طرح قابل الزام ہے کچھ نہ کہہ سکتے ہیں۔ اس خاص معاملہ کے متعلق جیسن زمان خان مارگیا ان لوگوں کو کسی طرح کی اطلاع نہیں گئی تھی اور اس واسطے کلکٹن صاحب کا الزام بخال امر نہ کرنا چاہیے۔ تاہم اس امر سے کہ وہ لوگ اس حملہ سے آگاہ نہیں ہوئے اور غلطیوں نے ان کی اعانت میں طلب کی غلطیوں صاحب کے اس فیاس کو کچھ نہایت بددعویٰ سمجھ سکتی ہے کہ اس سپاہ پر لوگوں کا بھروسہ نہ تھا۔

میرے نزدیک سوائے اس کے انہوں نے جو کچھ کیفیت لکھی تھی آپ کے پاس بھیجتا اور کسی امر کی حاجت میں بھی۔ لیکن چونکہ ظاہر آپ اب تک خیال کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں انصاف میں ہوا اس واسطے میں پوچھتا ہوں کہ آخر انصاف یہ ہو کر ہوتا فرض کیجئے کہ ہم اس مقدمہ کی تحقیقات کسی عدالت کے سپرد کریں اگر وقت یہ ثابت ہو کہ کلکٹن نے رسالہ پر حتمت لگائی یا ہر حال بقدر رکھنا جائز تھا اس سے زیادہ کہا تو لازم آئے گا کہ وہ معافی مانگیں۔ لیکن جو یقین ہے کہ وہ ایسے بچے آدمی نہیں ہیں جو معافی مانگیں گے۔

آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑی خوشی اور نہایت بھرپور سے منتظر تھے کہ آپ پنجاب میں آئیں اور کان حاصل کریں۔ جب یہ بات مشورہ میں نہیں ہوئی تھی کہ آپ کو اس پر کتنی غم کا عہدہ ملے گا۔ (یعنی کیپ سے آپ کے روانہ ہونے کے بعد) انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اس کان کے خالی ہونے پر آپ کا کیا منشاء ہے۔ میں نے جواب دیا کہ گو آپ نے کسی میری صلاح نہیں پوچھی مگر میں نے ادھر وہ آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کے اس کان پر مقرر ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ اور جبکہ اس بات کے یاد کرنے کی وجہ تھی کہ گورنر جنرل بھی یہی نیت رکھتے تھے۔ کلکٹن نے دہلی اک پر جواب دیا کہ مجھ کو جیئرڈن کا ہرگز خیال نہیں تھا اور اگر وہ امیدواری کرینگے تو میں اس عہدہ کا ہرگز ارادہ نہ کر دینگا کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ میری نسبت وہ اس عہدہ کی زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص کی تحریرات اور خیال آپ کے بارے میں اس طرح کا جو وہ آپ کی ماتحتی میں پرشکلی سے الزام لگانے کا مقصد رکھتا ہو گا۔

خاص اپنے متعلق میں ہر ایک بات کے لیے جو جائز اور صحیح ہو آئادہ ہوں۔ آپ نے نیٹکٹن کو جس چٹی میں لکھا تھا کہ جن کے میں نے میرا قصد فرمایا کہ جاننا ہے اسکو میں نے دیکھا آپ ضرور آئیں۔ وہ ان اس معاملہ میں ہمارے آپ کے باتیں ہو گئی اور اس وقت اگر ثابت ہو کہ میں نے آپ کے بارے میں ٹھیک کارروائی نہیں کی ہے تو میں اسکو تسلیم کر دینگا۔ اگر آپ مجھ کو اسکا یقین نہیں دلا سکتے تو ہرگز ٹرٹ اور ڈونڈن ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کر دینگے۔

۲۶- مری

میرے بارے نکلشن۔ میں اس خط کے ساتھ ایک چٹھی ارڈوڈرس صاحب کی اور دوسری چیپٹر لٹرن صاحب کی جو ارڈوڈرس صاحب کے نام ہے آپ کو روانہ کرتا ہوں۔ اس آخری چٹھی میں اس مخصوص معاملہ کے متعلق جسمیں بچارے زماخان کی جان گئی آپ کی تحریرات کا ذکر ہے۔

چیپٹر لٹرن کو نہایت رنج ہے اور وہ صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں مدد نہ کی گئی تو میں استعفا دید ونگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں انکی رائے کسی قدر خلاف عقل ہے تاہم انکے استعفی ہونے سے سرکار کا بڑا نقصان ہوگا اور بڑی بدنامی آئیگی۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح کچھ بھیجیں اور اپنا افسوس ظاہر کریں گے۔ کہ راقم کو آخر میں ہی نتیجہ نکالنے کی ترغیب ہوئی کہ جو دستہ تقاضہ پر تعینات تھا اسکو اس معاملہ کی خبر ہو گئی تھی میں نے دو تین مرتبہ سرکاری طور پر آپ کو لکھا کہ مجھ کو ان چار جہلوں کے صحیح واقعات اور تاریخیں جنکا آپ نے زمان خان کے قتل کی رپورٹ میں ذکر کیا ہے لکھ بھیجیے اور اب پھر میں لکھتا ہوں کہ ان باتوں کے لکھنے میں توقف نہ کیجیے اور اس تحریر میں یہ بھی ظاہر کر دیجیے کہ اس غلطی کے واقع ہونے کا مجھ کو تاسف ہے۔

ایک مرتبہ جان لارنس نے خیال کیا کہ مجھ کو تمنا صیمن کے مابین صلح کرانے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اس سے وہ اپنے دل میں بھی خوش ہوئے اور ان دونوں کو بھی مبارکباد دی لیکن پھر نئے جوش کے ساتھ اس طوفان خروج کیا اور اس معاملہ کی کلفت اور دوسری باتوں کے بیچ اور اپنے زانو کے درد سے بھی (جسکی وجہ سے کئی مہینوں سے انکے ٹہلنے اور سیر کرنے میں معذوری رہتی تھی اور عیشیہ خط کتابت مانگ کو سیدھے بل رکھے ہوئے کرنا پڑتی تھی) بعض اوقات انکو نہایت ہی بیدلی ہوتی ہوگی۔ اس حالت میں انھوں نے اپنا مافی الضمیر ارڈوڈرس صاحب پر اس طور پر طعناں کیا۔

۲۲- جون ۱۵۵۵ء

میں دیکھو نگا کہ قلعہ آبیٹ آباد کے بارے میں کیا کیا جاسکتا ہے لیکن چیپٹر صاحب نے اپنا دفتر اور اپنا کام قریب قریب ایک نامکن العمل حالت میں کر دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چیپٹر اور انکے دفتر اور کام کے بارے میں کیا کروں۔ گورنمنٹ نے دھکی دی ہے کہ سوائے ان کاموں کے جو نہایت ضروری ہوں اور سب کام بند کر دینے جائیں کیونکہ وہ اپنے نقیضات کو داخل نہیں کرتے ہیں ایک مصیبت مجھ پر اور بڑی ہے کہ پرنسپل چیپٹر لٹرن پھر سست ہو گئے ہیں وہ تو نہ نکلشن صاحب کی چٹھی کو پسند کرتے ہیں اور نہ میرا سمجھانا جازر رکھتے ہیں۔ میں آپ سے صاف صاف بیان کرتا ہوں کہ ہر ایک بات سے پریشانی ہی پریشانی ہوتی ہے اور اب میری خواہش بالکل یہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو میں قطع تعلق کرنا۔ گورنمنٹ کی نسبت کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا خیال کروں وہ بچارے بہت ہی مضحک معلوم ہوتے ہیں وہ مجھ کو لکھتے ہیں کہ دو میں ایک ایسے کمرہ میں بھی

چودھوان بابہ علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم

راہبر لانا پڑا۔ جان لارنس نے تاکیدی احکام اور التجاؤں کے ذریعہ سے بھی چاہا کہ ان کے اخراجات ایک حد تک محدود رہیں اور اب خزانہ میں روپیہ کی اور گورنمنٹ حالیہ کی ہایتوں کے بموجب وہ مجبور ہوئے کہ کسی نہ کسی تہذیب معدلت کا قیضہ پیدا ہو۔ کبھی ڈائمنڈ کا ٹوڈ کے پس ماندہ کام کا معاملہ پیش ہوا کبھی آؤڈوڈن صاحب کی فوجی پیارے دوست ڈائمنڈ کے اور سب لوگ یکساں مائل تھے اور کسی طرح کہنا نہیں مانتے تھے۔ مثلاً ٹنگٹن اور چیئر مین جیسکو ٹنگٹن صاحب اپنا دلہنا تہہ بھتے تھے (ہمارے سرحدی قانون کے عقب میں مارا گیا۔ جہان کے عافط ایکٹ ایک چیئر مین صاحب تھے نہایت سخت الفاظ سے شکایت لگی اور چیئر مین صاحب نے اسی طرح کے بارے میں جبکہ افسر کی تردید کی۔ اب ایک قیامت کی لڑائی شروع ہو گئی جسکی مدافعت میں چیئر مین صاحب نے بیٹھ کر کاغذ اور ہت سا وقت عزیز صرف کرنا پڑا۔ گو یہ مجاہد وہی آدمی تھا لیکن ایک تیسرا شخص دونوں میں صلح کرانا چاہتا تھا اسکو بھی کئی نہیں کہ اپنی کوششوں سے اس جھگڑے میں دونوں طرف عتاب کا اپنے تئیں پر کیا۔ کبھی تو وہ سہولت کے ساتھ مگر مخالفت نامناسب ہے۔ کبھی وہ ٹنگٹن صاحب کو چیئر مین صاحب کے حیرت انگیز اوصاف کی نسبت کہتے تھے کہ یہ ان کے خفیہ عیوب سے بہت بڑے ہوئے ہیں اور کبھی اسی طرح سے ٹنگٹن صاحب کے معاملہ میں چیئر مین صاحب کو ایسے سنگین معاملہ کی غلطی کو بھی شربت مذاق سے کم کر دیتے تھے۔ خوش قسمتی سے سائبرٹ ٹنگٹن کی ڈائمنڈ ٹوڈ اور اس زمانہ میں ہیرنٹ آؤڈوڈن صاحب اور ٹوڈ صاحب کے درمیان بھی نہایت چلی ہوئی تھی۔ ان چیئروں میں سے میں پہلے ایک چنی کا خلاصہ کرنا چاہوں جن سے کچھ کم معلوم ہو جائیگا کہ ٹنگٹن اور چیئر مین صاحب کے درمیان کس طرح کی ٹکرائی اور جان لارنس نے کئی ملاعت میں کیا کوشش کی۔

پیارے دوستوں کو تو میں چاہتا تھا کہ اگر میرا قصداً چاہتا تو یہ گیدڑ کا عمدہ اور نہ کے۔ سی۔ بی۔ کا خطاب دیدیتا۔۔۔۔۔ اور چیئر مین کو میں بانسوں دیکھتا ہوں کہ اسکو بوجھ چاہتے ہیں منے دریافت کیا تو یہ بات پائی اور حتی الامکان کوشش کی کہ انکا پیچ دور کریں سوچا جیتے کہ میں ٹنگٹن کو ٹنگٹن باؤن گز۔ مجھے نہیں کہ ٹنگٹن کو آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا تہذیب مزاج آدمی ہے۔

زمان خان کے مرنے سے اسکو نہایت ہی قلق گذر اور سرحدی تھانوں کے رسالہ کی نسبت صاف صاف بلکہ حد سے زیادہ صفائی کے ساتھ اسنے اپنے غصہ کا اظہار کیا اسمین خاص کر رسالہ والوں کا قصور نہیں تھا گو قیاساً انکا یہ قصور تصور کیا جاتا ہے کہ لوٹیرے انکے سامنے اور انکے تھانوں کی طرف سے ہوتے ہوئے نکلے اور دس میل تک چلے گئے۔ یہ امر انکے حق میں مضر ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ تھانوں کے دستے دیرہ جات میں کبھی کام نہیں آتے وہ لوٹیرے کا بہت کم مقابلہ کرتے ہیں اور میری یا دین تو اتناک انھوں نے لوٹیروں کو نہیں مارا نہ نگلشن نے جو کچھ بیان کیا اسکا دسواں حصہ بھی میں نے چیمبرلین سے نہیں بیان کیا گو بطا ہر اکثر باتیں صحیح صحیح معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے انکو لکھا ہے کہ اگر آپ کبھی کوئی شکایت لکھیں تو اپنے قلم سے زیادہ احتیاط اور اعتدال سے کام لیں۔ بیرونی تھانوں پر جو دستے تعینات ہیں وہ قرار واقعی طور پر سرحد کی حفاظت نہیں کرتے ہیں۔ نگلشن صاحب نے بس اسی امر کو بنا جرم قرار دیا ہے۔ اگر بیرونی تھانوں کے دستے سرحد کی قرار واقعی حفاظت کرتے ہیں تو اسکے ثابت کرنے میں بیشک چیمبرلین صاحب کو کوئی وقت نہونا چاہیے اور اگر نہیں کرتے تو اس بات کو کیوں نہ بیان کرنا چاہیے۔ نگلشن صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس طرح کی چار وار داتین متواتر گذر چکی ہیں کہ لوٹیرے صاف بچکر نکلے۔

اسکے بعد میں دو خلاصے اور نقل کرتا ہوں ایک چیمبرلین صاحب کے نام کی اس چٹھی کا جو نگلشن صاحب اور دوسرے نگلشن صاحب کے نام کی اس چٹھی کا جو چیمبرلین صاحب کی تائید میں تھی۔ اور ان دونوں خلاصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جان لارنس نے دونوں آدمیوں کے درمیان صلح کرانے میں کس قدر دانائی اور کھل کو صرف کیا۔

مری ۲۵ مئی ۱۹۵۵ء

میرے پیارے چیمبرلین صاحب نگلشن نے آپ کی چٹھی مورخہ ۱۲ مئی کو میرے پاس بھیج دیا ہے حسین آپ کی رائے اور خیالات نگلشن صاحب کی ان تحریرات کے بارے میں درج ہیں جو انھوں نے اول رسالہ پنجاب کے دستے کے بارے میں معاملہ قتل زمان خان کے متعلق لکھی ہیں۔ آپ یقیناً منے کہ آپ کی چٹھی سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ تمام فوج بنگالہ میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جسکو میں فوج پنجاب کی انفری پر آپ کے مقابلہ میں زیادہ خوشی سے دیکھ سکوں۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ ان تمام معاملات میں جو آپ کی کمان سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی راپوں اور خیالات سے مشورہ کروں میں بالکل ہی سچا تھا کہ میری چٹھی مورخہ ۲ مئی (نیم سرکاری) سے آپ کا اطمینان ہو گیا ہو گا۔

اگر میں اپنی تین چچا بھائیوں تو مجھے یقین ہے کہ ارباب فوج پر بیجا اور سوجہ الزام لگانے والوں میں میرا نمبر سب کے بعد آئے گا۔ میری ملازمت کا سارا زمانہ انھیں لوگوں کے درمیان صرت ہوا اور میرے بعض جاب اسی دردی کے ہیں میری یہ خواہش نہیں ہے کہ جو بھنگلشن کی تائید کروں اور میں صاف اقرار کرتا ہوں کہ انکی آج کل کی تحریرات میں جیسا

فوج جنگا لہ بھر میں ایسا ایک شخص بھی نہیں ہے جسکو میں سپاہ پنجاب کی افسری پر بمقابلہ آپ کے زیادہ خوشی کے ساتھ دیکھ سکتا اور ایسے لوگ تو شاذ ہی ہونگے جنکا لحاظ پاس محکوم بہت آپ کے زیادہ ہو ایک اور دوست سے وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شاید کوئی شخص یعنی ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جسکی قدر و منزلت اُسکے مجس سپاہی بہ نسبت اُسکے زیادہ کرتے ہوں۔ اور لائق لوگ بھی جو کسی لائبرٹس کے فرقہ سے انھیں موصوبہ نہیں کیے جاسکتے (مثلاً جارجنگل میں جنھوں نے بعد کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں ناموری حاصل کی اور جنگی نسبت اُنکے اس سے افسر بھی یہ خیال پیدا کیا تھا کہ وہ ایک عجیب متعدد اور لائق آدمی ہیں، چنانچہ اس بار سے میں اُسکے چکر دیکر کیا جائیگا) اب پنجاب کو واپس آئے۔ پشاور کی قواعد و ان سپاہ سپر جان لائبرٹس کو براہ راست کوئی اختیار نہیں تھا اس شخص کے اختیار میں آئی جسکو وہ عرصہ سے اس عہد پر لائسنس میں محنت کر رہے تھے یعنی پریگنڈیر سٹیشن کا کزن۔ جو سر سپاہی کی بھی آزاد زمین تھی۔ جان لائبرٹس کو نرنر جرنل کو لکھتے ہیں کہ وہ کائن صاحب بالفاق عام ان چند بہترین سپاہیوں میں سے ہیں جو ایک عرصہ دراز تک ہمارے یہاں تعینات رہے۔ اور پشاور و اربعی ایسا ہی مقام ہے جہاں بہترین سپاہی کو بھیجا جاسیے ایمن شیک نہیں کہ اس عہدہ کے لیے وہ اور یہ عہدہ انھیں کے قابل ہے۔ اس زمانہ کی چھیون میں حکومت بھی معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے پہلے پہل ایک اعلیٰ درجہ کے سپاہی کا ذکر کیا ہے جسکو کچھ دنوں کے بعد ایک خطرناک کام پر مقرر کرنے والے تھے۔ وہ کون پیشہ نشدن تھری کے چوٹے بھائی جنگی نسبت جان لائبرٹس لکھتے ہیں کہ وہ ایک عہدہ نوجوان شخص ہے ہندوستانی فوج سے ایسے لوگ بہت کم تیار ہوتے ہیں۔

اس طور پر جان لائبرٹس کو اپنے بھائی کی طرح بڑے بڑے لائق آدمیوں کے ایک گروہ کے جمع کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن یہ اہمیت جلد غیر کشف ہو گیا کہ ایسے آدمیوں کا ہم ہونا آسان ہے مگر انکا کام دیکھنا بہت مشکل ہے۔ سلیم الشوت الطوار اور مستقبل ارادوں کے لوگ اگر کسی طور پر وہ ایک ہی گاڑی میں برابر جاتے جاسکتے ہیں۔ یہ جان لائبرٹس کی نہایت مرغوب تشبیہ ہے جو اکثر اُسکے استعمال میں راجتی تھی تو اُنکے لیے ایک ایسا حاکم درکار ہے جو اُنکے اعلیٰ اختیار اور اُس سے زیادہ مستقل ارادہ اور اُس سے بھی زیادہ لیاقت ہی نہ رکھتا ہو بلکہ ایسا حاکم ہو جس میں انتہا سے زیادہ تحمل اور بردباری اور دباغت اور امتیاز افعال کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ اب جان لائبرٹس کی چیون سے ظاہر ہے کہ برخلاف معمولی راسے اور ظاہری مخالفت اور رکھائی اور بے تکلفی کے بھی وہ آخری دو صفیں نہایت افضلیت کے ساتھ انھیں پائی جاتی تھیں۔ کاہل یا نالائق یا جیلہ باز یا خود فراموش یا تحت کدہ اپنے پاس پٹکنے نہیں دیتے تھے بلکہ ہر شے جلد ممکن ہوتا تھا کسی کسی

ترکیب سے اسکو دوسرے نموبے میں منتقل کر کے اپنے پاس سے کال دیتے تھے۔ لیکن اگر وہ کسی شخص کو دیکھتے تھے کہ اس میں کچھ "مادہ" یا "سنگینیت" یا "جوہر" ہے تو اسکی اعانت اور اصلاح کرنے اور جوے کے اندر (یعنی عہدہ پر) قائم رکھنے کے لئے ہر طرح سے کوشش کرتے تھے کہ وہ عیوب آئین کیسے ہی کیوں نہ پائے جاتے ہوں۔ سرسبز و پرنیل نے سبیل تذکرہ مجھ سے بیان کیا کہ "جس جس شخص کا جھکو علم ہے اُن تمام لوگوں میں میں نے کیسکو جان لارنس کا ایسا نہیں پایا۔ وہ اس اصول کے معترف تھے کہ سرشت انسانی پھر وہی سرشت ہے جو نیکی بدی اور عیب و ہنر کی ایک بھون مرکب ہے۔ اگر کوئی شخص انکو حیدر تکلیف دیتا تھا تو اسکی نسبت وہی کہتے تھے کہ وہ کچھ پر و انہیں زمین تیزی آگئی ہے اور وہ پھلا ہو گیا ہے۔" وہ خوب جانتے تھے کہ اگر کوئی مضبوط گھوڑا ہوگا اور گام کھنچی بڑی تکی تو وہ آخر میں زیادہ اور اچھا کام دیگا اور اگر ناتوان گھوڑا ہوگا اور اپنے حال پر چوڑا رہا جائیگا تو ممکن ہے کہ اپنا سڑا ل دے۔ اگر وہ کسی شخص کو چال چلن میں ناقص پاتے تھے تو اس سے علحدہ ہو جاتے تھے۔ چال چلن کے آگے وہ ادرا و صاف پر لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہم بلا مبالغہ بیان کرتے ہیں کہ ہمدردانہ افغانستان کی تکمیل کے بعد اگر جان لارنس اور سب کاموں کو چھوڑ کر صرف اسی بات میں مشغول رہتے کہ انکے ماتحت انکے غنیمت میں زمین تو بھی پورے سال بھر انکو اس سے فرصت ملتی لیکن انھوں نے یہ کام بھی کیا اور اپنے معمولی کام کا نظم و نسق بھی کیا۔ انکے انتظامی کام میں ایک خطہ بھی فرق نہیں آیا۔ جان لارنس کی سوانح عمری چاہے جس طرح کی لکھی جائے لیکن اگر آئین پوری پوری جیٹون کو نقل کر کے عام طور پر یہ بیان ہو کہ اس امر کے متعلق آپر کیا کیا شکلیں پڑیں اور انھوں نے کس طرح سے مقابلہ کر کے انکو مغلوب کیا تو وہ ضرور ناقص رہ جائیگی۔ اگر یہ غدر کیا جائے کہ انکے کام اور بتاؤ کے اس حصہ کا بیان بغیر اسکے ممکن نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات نہایت بھاری باتوں کے طور پر بیان کی جائیں اور انکے بعض بہترین اجاب کے عیوب ظاہر کیے جائیں تو میں اسکا یہ جواب دیتا ہوں کہ گو یہ اختلافات کم حقیقت ہوں مگر جس سرگرمی سے انھوں نے ان باتوں کو طے کیا اسکے اعتبار سے ان باتوں کو بے حقیقت سمجھنا مناسب نہیں ہے۔ اور جو کوششیں وہ بدعلموں کے مطمئن یا مخالفوں کے متفق کرنے کے لیے عمل میں لائے وہ ناچسپ نہ تھیں بلکہ انہیں ثابت ہوتا ہے کہ نہایت موزوں اور مناسب تھیں انہیں ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارنس کی رائے میں ایسے لوگ ایک "مادہ" یا "سنگینیت" یا "جوہر" رکھتے تھے جسکے مقابلہ میں اور عیوب و نوبہ ان دنوں کے تھے جو آفتاب میں دکھائی دیتے ہیں کبھی جان کوک کا مقدمہ پیش ہوا جو ایک گروٹش اگر عالیشان سپاہی تھے۔ کو باٹ کے سول اور فوجی اختیارات انھیں کے سپرد تھے جب انکو اپنی مرضی کے موافق کام کرنے کا موقع نہ ملا (مثلاً انھوں نے ایک مخالف قوم کے درمیان ایک قلعہ بنوایا ان سپاہیوں پر جو ہماری سرحد کے آس پاس تھے تھے غلبہ دی مقرر کرنا چاہا تھا) تو انھوں نے اپنا کام کثرتِ پشاو پر پڑا دیا اور چند مہینے کے بعد ایک مرتبہ جان لارنس کو یہ دھمکی دیتے تھے کہ میں اپنے عہدہ سے استعفا دیدونگا۔ کبھی رابرٹ فیئر اور دیگر

کی تصدیق کی۔

ڈوڈ ٹوہنی

جی۔ لیفٹ۔ ایڈمنٹسٹریٹو

بیکری کی گورنمنٹ ہند ہر ای گورنری

ماہ مارچ کی انیس تاریخ کو غلام حیدر خان رخصت دیکر بائیں اٹھان شان روانہ ہوا۔ مار اپریل کو چیف کسٹرنے لارڈ ڈوڈ ٹوہنی کے نام پر چٹی لکھی تھی۔

اس بات کے انتشار کرنے کے بعد کہ غلام حیدر خان بہ حفاظت پیش ملازمہ کے اس پارفل جابین آج شام کو بین پشاور سے روانہ ہوا ہوں۔ کل شب کو انڈورڈن صاحب دیکر آئے کہ سردار دیکر کاغذیہ فراموشی در وہ غیر کے عہد پر نصب تھا۔ افشٹ کرنل آج صبح کو اسکے کنارے تک پہنچانے جا چکے۔ بیان آئے پر سب داریہ دیکر کا سطور سے استقبال اور ملوک کیا گیا اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور بات ہی ایسی تھی جس سے وہ خوش ہوئے کیونکہ اگر وہ ہماری ملکہ کے بیٹے ہوتے تو اس سے زیادہ مدد کے ساتھ ہم اپنے پیش نہ آسکتے۔ وہ ہمارے ہی اعزازات سے اصل میں بیان رہے بلکہ کچھ زائد تین کو بھی لگتے۔ ہم نے انکو ایک بہت عمدہ قواعد دکھائی ہمیں ہماری فوج علی الخصوص توپخانہ اور گورسے پادوں نے اپنا کل کھانا گوروں کی قواعد دیکر وہ بہت ہی تعجب ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اہا اہا! دیکو تو یہ کس طرح دیا داکر تیرن ! واقعی یہ جان جنگ ہیں، اور اس میں تنگ نہیں کہ حضور ملکہ منظر کی رعیت خبر بہت ہیں حکیم الشان معلوم ہوتی تھی لوگ کہتے ہیں کہ سردار دیکر اور اسکے معتمد مشیر اس عہد نامہ سے بہت خوش ہوئے جو اس کے حق میں لاکر و پیر کے برابر ہے کیونکہ اسکے ذریعہ نہایت ہی خوشحال و شہنشاہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور اس بات کا موقع ملکہ اندر زنی ملک میں انتظام اور دوسرے شہادت کی طرف توجہ کر سکیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خود سے ہی دونوں میں وہ فیروزوں وغیرہ کی تواریخ کم کر دینگے ان لوگوں کو اس پر سے جھپٹیں ہزار روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ اصل میں ان خاندان کا ذات پشاور کے قاضی پر ہے اس ملک سے نکل جانے پر وہ اکثر سخت دشمن نظر کرتے ہیں اور جب تو اس ملک کی خریدوں پر انھوں نے انکو پھلکا کر دکھا دی تو دنگ ہو گئے۔ انھوں نے کہا ہلو امید ہے کہ اپنی عمدہ خدمات سے کسی روز تکہ سستی ہو سکیں گے۔ حیدر خان نے یہ خیال کر کے کہ اسکی آمد کار کیا کر رہے ہلو ایک مغل آدی کے خاموشی اختیار کی۔ ایک موقع پر انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اس گھاٹی سے آکر لاکر روپیہ وصول کیا کیونکہ لوگ اس سے چودہ لاکر وصول کرتے تھے۔ میں نے کہا ہاں یہ سچ ہے لیکن کسوں کا انتظام باہر تھا اور ہم لوگوں نے اس قدر وصول کیا مجتہد واجب اور لازم تھا۔

جان لارڈنس خود اس عہد نامہ کے تکرار کے بعد بہ نسبت اسکے جو انھوں نے سابق میں کیا تھا کوئی بڑا کام نہیں سمجھے اور نہ اپنی کارگزاریوں پر نازان تھے۔ کلیل عہد نامہ کے بعد انھوں نے ٹکسن صاحب کی ایک

چٹھی میں لکھا تھا کہ دو عہد نامہ پر دستخط ہو گئے اور ارمین کوئی نقصان نہیں ہے۔ بارک زیون نے بہت اور سہنے تھوڑے دھڑکے کیے ہیں۔ تاہم جیسا ہوتا آیا ہے اُنکو جسے زیادہ اور ہکو اُنسے کم فائدہ ہوگا، اور جب اس سال اور تھوڑا زمانہ گزرنے کے بعد لارڈ ڈوڈوئی نے اُنکو اس مضمون کی چٹھی لکھی کہ میرا قصد ہے کہ آپ کی کارگزاروں کے صلہ میں کسی خاص اعزاز کے لیے آپ کی سفارش کروں تو انھوں کو نثری صاحب کے نام کی ایک چٹھی میں مل امر کی نسبت یہ تحریر کیا دو گوزر جنرل نے جن الفاظ سے میرے اعزاز کے بارے میں سفارش کرنے کے لیے مجھکو لکھا ہے اُس سے عمدہ تر کوئی بات انہوں نے عہد نامہ کا تکمیل ہو جانا بیشک ایک عمدہ بات ہوگئی اور ارمین شک نہیں کہ انگلستان میں اسپرہٹ کچھ لحاظ کیا جائیگا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس بارے میں میرا کوئی استحقاق ہے تو ان مضمون کی بابت ہے جنکو میں نے ایک سولہ نظام کے طور پر انجام دیا ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ گوزر جنرل کے نام کے تمام مراسلات میں انھوں نے خاص زور اس بات پر دیا کہ تکمیل عہد نامہ کے متعلق لارڈ وڈوئی صاحب نے بڑی کارگزاری کی وہ اس معاملہ میں جب تک گفتگو ہوتی رہی اڈورڈوئی صاحب نے نہایت دلسوزی اور یاقوت سے مجھکو مدد دی اگر انھوں نے مدد دی ہوئی تو بیشک مجھکو اس کام میں بڑی شکل ہوئی۔“

اب چیف کشر کو اس بات کے لیے بخوبی فراغت حاصل ہوگئی کہ اپنے انتظام کے معمولی کام پر معاونت کریں اور جو امر اُنکو اپنے کام کی بہت سی مشکلوں و پریشانیوں میں بالخصوص زیادہ بھلا معلوم ہوا ہوگا وہ یہ تھا کہ پنجابی اسکول کے بہت سے پڑا لے لوگ جنکو ابتدائیں اُنکے بھائی ہٹری اس ملک میں لے آئے تھے اور جو اُنکے معتقد پیرو تھے جب رخصت فلو سے پھر ہندوستان کو واپس آئے تو انھوں نے ہٹری کے جانشین کی ماتحتی میں کام کرنے سے اغماض نہیں کیا مثلاً لارڈ وڈوئی ایک جو علاقہ آندوی سلج کو جان اُنسے اور جان لارنس سے پہلے پلٹنالی ہوئی تھی واپس آئے۔ یارنیل ٹیلر مقدمہ الحبش معرکہ کوئی انھوں نے بحیثیت ڈپٹی کشرنگرہ غدر کے زمانہ میں عمدہ خدمتیں انجام کی تھیں اور اُسکے بعد سرحد کے کام پر واپس آئے حسین ایک طریقہ سے انھوں نے اپنا کمال ظاہر کیا تھا کہ پھر اُسکے بعد سے ہمیشہ سواے اپنے اور کسی کو اپنا نظیر ہونے دیا۔ یا ہٹری لارنس سے پہلے پلٹنالی لارنس سے باز بر وٹسا، کے لقب سے ملقب کیا ہے وہ دوسرے سال گائیڈس کی مشہور رجسٹ کی کمان پر چکوا ابتدائیں انھیں نے خود ہی بھرتی کیا تھا واپس آئے۔ انھیں لوگوں میں بیٹول چیمبر لین صاحب بھی تھے یہ وہ بہادر اور عالی دماغ سپاہی ہیں جو باجسن صاحب کی جگہ سرحدی فوج کے گائیڈز مقرر ہوئے تھے جان لارنس اپنی اس خوشی اور مدحت سرائی کو جو اس آخر الذکر نیک فرجام تبادلہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی کارباری چٹھوں کے خشک مضمون میں بھی ظاہر کر کے تھے۔ اس خوشی اور تحسین کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا کہ انکی طول طول اور شان دار ملازمت ہند کا جو زمانہ ابھی ختم ہوا تھا اُس سے بدرجہ اتم اسکی تصدیق ہوئی جان لارنس خود بیٹول چیمبر لین کو لکھتے ہیں کہ

کی تصدیق کی۔

ڈاکٹر

جی۔ ایف۔ اوٹمنڈ سٹون

بیکر ٹری گورنمنٹ ہند ہر ای گورنمنٹ

ماہ مارچ کی اخیر تاریخ کو غلام حیدر خان رخصت لیکر جانب افغانستان روانہ ہوا۔ ۱۲ اپریل کو حیدر نے کشتی سے لارڈ لائسنس کی نام پر بھیجی گئی تھی۔

اس بات کے انتظار کرنے کے بعد کہ غلام حیدر خان بہ حفاظت پرنس ملاتہ کے انس پارکفل جائین آج شام کو بین پشاور سے روانہ ہوئے۔ کل شب کو لارڈ لائسنس صاحب دیکر آئے کہ سردار کو کار خیر و فراغت درو غیر کے زمانہ پر مضرب تھا۔

بہشت کرنی آج صبح کو نکلے گا کہ اسے تک پہنچانے جائینگے۔ بیان آئے پر سردار کو کار خیر و فراغت درو غیر کے زمانہ پر مضرب تھا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور بات ہی ایسی تھی جس سے وہ خوش ہوئے کیونکہ اگر وہ ہماری ملک کے بیٹے ہوتے تو

اس سے زیادہ مرگ کے ساتھ ہم ان سے پیش نہا سکتے۔ وہ ہمارے ہی اخراجات سے اصل میں میان رسہ بلکہ پورہ لائسنس کو بھی لینگے۔ ہم نے ان کو ایک بہت عمدہ قاعدہ دکھائی جو بین ہماری فوج علی الخصوص کو چھانا اور گورے پادوں نے اپنا کال دیکھا

گورن کی تو وہ دیکھ کر بہت ہی متحجب ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اہا اہا اہا دیکھو تو یہ کس طرح دبا کر رہے ہیں ! واقعی یہ جان جنگ ۱۹۱۹ء اور بین جنگ نہیں کہ حضور ملکہ ملکہ کی رعیت نہیں ہی علم الشان معلوم ہوتی تھی لوگ کہتے ہیں

کہ سردار کو رانگے عمدہ شریاس عمدہ نامہ سے بہت خوش ہوئے جو امریکہ کے قیام میں لاکھ روپیہ کے برابر ہے کیونکہ اسکے ذریعہ نہایت ہی خوشحال و شمن کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور اس بات کا موقع ملے گا کہ اندوئی ملک میں انتظام اور دوسرے مقامات کی طرف

توجہ کر سکیں۔ بین خیال کرتا ہوں کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ضرور بین وغیرہ کی توجہ میں کم کر دینگے ان لوگوں کو امریکہ سے جہتیں ہزار روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ اصل میں افغانستان کا دانت پشاور کے قصبہ پر ہے اس ملک کے نکل جانے پر وہ اکثر سخت دشمنی ظاہر

کرتے ہیں اور بہت قوت اس ملک کی فوجوں پر انھوں نے آگے بڑھا کر لگا دی تو دیکھ گئے۔ انھوں نے کہا کہ امید ہے کہ اپنی عمدہ خدمات سے کسی روز ان کے سنی ہو سینگے۔ حیدر خان نے یہ خیال کر کے کہ ان کی اسد کار نیکار رہے بلکہ ایک مقلد آدمی کے

خاصوشی اختیار کی۔۔۔۔۔ ایک موقع پر انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اس گمانی سے انکار لاکھ روپیہ وصول کیا کیونکہ لوگ کہتے ہیں اس سے چودہ لاکھ وصول کرتے تھے۔ میں نے کہا ان پر سچ ہے لیکن کموں کا انتظام ہمارا تھا اور ہم لوگوں نے

اس قدر وصول کیا جتنا ضروری تھا۔

جان لارڈ لائسنس خود اس عمدہ نامہ کے نکلنے کے بعد بہ نسبت اسکے چاٹھوں نے سابق میں کیا تھا کوئی بڑا کام نہیں سمجھے اور تہائی کارگزاریوں پر زبان نہ تھے۔ کیل عمدہ نامہ کے بعد انھوں نے لائسنس صاحب کی ایک

چٹھی میں لکھا تھا کہ دو عہد نامہ پر دستخط ہو گئے اور آرمین کوئی نقصان نہیں ہے۔ بارک زیون نے بہت اور عہد نامہ تحریر کئے ہیں۔ تاہم جیسا ہوتا آیا ہے انکو ہم نے زیادہ اور ہیکو افسے کم فائدہ ہوگا سا اور جب اس سال اور تھوڑا زمانہ گزرنے کے بعد لارڈ ڈوڈونٹی نے انکو اس مضمون کی چٹھی لکھی کہ میرا قصد ہے کہ آپ کی کارگزاریوں کے صلہ میں کسی خاص اعزاز کے لیے آپ کی سفارش کروں تو انخون کو زبردستی صاحب کے نام کی ایک چٹھی میں مل کر کی نسبت یہ تحریر کیا وہ گورنر جنرل نے جن الفاظ سے میرے اعزاز کے بارے میں سفارش کرنے کے لیے مجھکو لکھا ہے اس سے عمدہ تر کوئی بات نہو گی عہد نامہ کا تکمیل ہو جانا بیشک ایک عمدہ بات ہو گئی اور آرمین شک نہیں کہ انگلستان میں اس پر بہت کچھ لحاظ کیا جائیگا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس بارے میں میرا کوئی استحقاق ہے تو ان مضمون کی بابت ہے جنکو میں نے ایک سول نظم کے طور پر انجام دیا ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ گورنر جنرل کے نام کے تمام مراسلات میں انخون نے خاص زور اس بات پر دیا کہ تکمیل عہد نامہ کے متعلق انڈو ڈوڈون صاحب نے بڑی کارگزاری کی وہ اس معاملہ میں جب تک گفتگو ہوتی رہی انڈو ڈوڈون صاحب نے نہایت دلسوزی اور یاقوت سے مجھکو مدد دی اگر انخون نے مدد نہ دی ہوتی تو بیشک مجھکو اس کام میں بڑی مشکل ہوتی۔“

اب چیف کیشنر کو اس بات کے لیے بخوبی فراغت حاصل ہو گئی کہ اپنے انتظام کے معمولی کام پر معاونت کریں اور (جو امر انکو اپنے کام کی بہت سی مشکلوں اور پریشانیوں میں بالخصوص زیادہ بھلا معلوم ہوا ہوگا وہ یہ تھا کہ پنجابی اسکول کے بہت سے پڑا لے لوگ جنکو ابتدائیں انکے بحالی ہنری اس ملک میں لے آئے تھے اور جو انکے معتقد پیر تھے جب رخصت فرو سے پھر ہندوستان کو واپس آئے تو انخون نے ہنری کے جانشین کی ماتحتی میں کام کرنے سے اغماض نہیں کیا مثلاً انڈو ڈوڈونک جو علاقہ آندری سلج کو جان افسے اور جان لارنس سے پہلے تھانہ سالی ہوئی تھی واپس آئے۔ یارینن ٹیلٹر مقدمہ انجیش معرکہ کوئی انخون نے بحیثیت ڈپٹی کیشنر کا نمبرہ غدر کے زمانہ میں عمدہ خدمتیں انجام کی تھیں اور اس کے بعد سرحد کے کام پر واپس آئے جس میں ایک طریقہ سے انخون نے اپنا کمال ظاہر کیا تھا کہ چیرا اسکے بعد سے ہمیشہ سوا سے اپنے اور کسی کو اپنا نظیر نہونے دیا۔ یا ہنری لارنس جنکو جان لارنس نے وہ باز برونٹا، کے لقب سے لکھا ہے وہ دوسرے سال گڈلن کی مشہور رجسٹر کی کان پر جسکو ابتدائیں انخون نے خود ہی بھری کیا تھا واپس آئے۔ انخون کو گون میں بنیول چیئیرمین صاحب بھی تھے یہ وہ بہادر اور عالی دماغ سپاہی ہیں جو ہائن صاحب کی جگہ سرحدی فوج کے گائیڈ مقرر ہوئے تھے جان لارنس اپنی اس خوشی اور مدحت سرائی کو جو اس آخر الذکر نیک فرجام تبادلہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی کارباری چٹھوں کے خشک مضمون میں بھی ظاہر کر رہے تھے۔ اس خوشی اور تحنیں کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا کہ انکی طول طول اور شان دار ملازمت ہند کا جو زمانہ ابھی ختم ہوا تھا اس سے بدرجہ اتم اسکی تصدیق ہوئی جان لارنس خود بنیول چیئیرمین کو لکھتے ہیں کہ

کرنے سے کوہاٹ میں جا کر پناہ دینا ہوئے تو اسے انگو باغیوں کے حاکم کر دیا۔ اس موقع پر محمد خان نے چیف گزٹرنر کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر یہ صدامتد کی کہ ”اب براے خدا کا نام نہ لیجیے۔ میرے عزیز کی دغا بازی کا حال جسے میری تمام قوم کو بدنام کر دیا اب میرے بیان کرنے کو چھوڑ دیجیے۔ کون شخص نہیں جانتا کہ فردوسی لوگ آج تک خاک و پری کھاتے ہیں کیونکہ انھوں نے ایک خاک کو پناہ دی تھی جسکو ان کے بادشاہ نے ان کے غمے تک تعاقب کر کے شکار کیا تھا ایک اور سردار نے پکار کے کہا کہ ”سلطان محمد خان نے اپنی قوم کو جی طرح سے بدنام کیا ہے اس کے واسطے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسکو مکرو نہ سمجھے یہاں نزاری افغانوں کی خاص صفت ہے۔“

اس کے بعد حیدر خان نے اس ذکر کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں اب اپنے چچا کا ذکر نہ کر دوں گا۔ محمد خان نے امیر سے نہایت ہی آزدہ منت کی تھی اس پر جسے میں نے اس مسئلہ کو چھیڑا تھا۔ جو وقت دوسرے مسئلہ پر بحث ہونا شروع ہوئی تو اس طرف کے سب لوگ ظاہر بہت خوش ہوئے کہ ایک امر چھج کی گفتگو سے بچکا راطا۔ حیدر خان نے ایک مرتبہ پھر اس امر کا وعدہ لینا چاہا کہ جو وقت رو سی افغانہ پر تل کر کریں یا مل کر کرنے کی دھمکی دین تو فوج اور روپیہ سے مدد ملے لیکن چیف گزٹرنر نے اپنے استقلال کو کام میں لاکر پیرا نشانہ لپی کہا اگر وہ لوگ کبھی ملک میں داخل ہوئے تو کچان بھی کہ اگر نیرن اور افغانوں کے مابین نزاع ہو جائیگی۔ اور پھر اس باہمی سمجھوتہ کے بعد جلد برخواست ہوا کہ آئندہ ملاقات کے وقت چیف گزٹرنر باغات کے مطابق عہد نامہ کا مسودہ تیار کر کے پیش کریں گے۔ یہ مسودہ جو وقت پیش کیا گیا تو تین تین شرطیں تھیں۔ ایک شہر طے کے ذریعہ سے امیر اس بات کے پابند کیے گئے تھے کہ ”وہ سرکار انیسٹریڈیا کہنی کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن رہیں گے۔“ مگر اگر نیرن پر اس طرح کی کوئی بات واجب و لازم ہوگی حیدر خان نے اس ظاہری عند کو پیش کیا کہ عہد و پیمان طرفین سے ہونا چاہیے۔ لیکن چیف گزٹرنر نے جواب دیا کہ دونوں طرفین کے درمیان فرق عظیم ہے۔ ہم نے تو اس امر پر قناعت کی کہ اپنی موجودہ حالت پر قائم رہیں گے اور آگے بڑھنے کی خواہش نہ کریں گے اور امیر نے اپنے عہد و پیمان کو تسلیم کیا ہے ہمارے کوئی دشمن ایسے نہیں ہیں جسے ہم خوف ہو اور امیر کو احتمال ہے کہ وہ برابر اڑتے بھگرتے رہیں گے اور اگر پہنے شل افغانستان کے اپنے تین پابند کیا تو اسکی رو سے یہی لازم آئے گا کہ افغانستان کے معاملات میں دست اندازی کرتے رہیں جو بھوکا اور افغانوں کو بھی بڑا معلوم ہوگا۔ حیدر خان نے جب دیکھا کہ چیف گزٹرنر اپنے ارادہ پر قائم ہیں تو اسے ہماری خاموشیوں کو قبول کر لیا گو بظاہر یہ امر اس کے خلاف گذرا اس کے بعد وہ اپنے شیریں سمیت (جی طرح ارباب حمزی اپنے فیصلہ پر غور کرنے جاستے ہیں) قریب کے کہ کو پلے گئے اور ایک گنڈ کے بعد عہد نامہ کے مسودہ میں دو ایک خفیف گرجاری ترمیمیں بنا کر لے آئے۔ پھر یہ چاہا گیا کہ امیر صرف امیر کا بل کے لقب سے ملحق ہوں بلکہ والی کابل اور افغانستان کے ان تمام ملکوں کے والی بھی ملکیں جو اس کے قبضے میں ہیں (ایک سر وار نے کہا کہ) ”کیونکہ کابل صرف ایک شہر کا نام ہے اور افغانستان ایک

بڑا بھاری ملک ہے۔ ایک اعلیٰ فرمانروا کے لیے والی کا لقب موزوں ہے در حالیکہ امیر ایک والی کے ماتحت متعدد ہوتے ہیں۔ اس امر پر بیشک رضا مندی ظاہر کی گئی اور اسی طرح یہ امر بھی منظور کیا گیا کہ سردار مذکور اپنی طرف سے بھی عہد نامہ پر دستخط کریں۔ اب کام ختم ہو گیا اور سردار مذکور نے رخصت حاصل کی لیکن اس اثنا میں یورپ کی فاک بھی آگئی جس سے چیف کیشنر اس فتح کی بابت جو عمر یا شانے روسیوں پر بمقام ٹوپیٹوریا حاصل کی تھی ہزارائی نین کو مبارکباد دے سکے اور اس امر کو عہد نامہ کے متعلق عمدہ شگون سمجھ کر لوگ بہت خوش ہوئے۔

۱۸۔ کی صبح کو غلام حیدر کی خاص درخواست کے بموجب انہی یادگار مین انگریزی فوج کی قواعد ہوئی اور ہتھیار کو سات بجے صبح کے عہد نامہ پر دستخط اور مہر ہوئی اور بعد اسکے بھرے دربار میں وہ حوالے کیا گیا۔

شرط اول

مابین آئرلینڈ انڈیا کمپنی ہزارائی نین امیر دوست محمد خان والی کابل والی ممالک افغانستان جو فی الحال انکے قبضے میں ہیں وورٹاے امیر مدوح ہمیشہ صلح اور دوستی رہے گی۔

شرط دوم

آئرلینڈ انڈیا کمپنی عہد کرتی ہے کہ جو ممالک فی الحال ہزارائی نین کے قبضے میں ہیں انکا کمپنی مدوح خیال کیگی اور کبھی انہیں دست اندازی نہ کریگی۔

شرط سوم

ہزارائی نین امیر دوست محمد خان والی کابل والی ممالک افغانستان جو فی الحال انکے قبضے میں ہیں اپنی جانب اور اپنے ورثا کی جانب سے بھی یہ عہد کرتے ہیں کہ علاقہ آئرلینڈ انڈیا کمپنی کا خیال رکھیں گے اور انہیں کبھی مزاحمت نہ کریں گے۔ اور آئرلینڈ انڈیا کمپنی کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن رہیں گے۔

اس عہد نامہ کی تکمیل ہوئی آج بمقام پشاور تیرہویں مارچ سنہ ایک ہزار آٹھ سو پچپن مطابق گیارہویں رجب سنہ ایک ہزار دو سو اکتھتر ہجری۔

جان لائسنس

چیف کیشنر پنجاب

غلام حیدر ولی عہد

بحیثیت قائم مقام امیر دوست محمد خان

واصالاً پنجاب خود بحیثیت ولی عہد

عالیجناب گورنر جنرل بہادر نے مقام اوماکنڈ مین آج بتایا کہ یکم مئی سنہ ایک ہزار آٹھ سو پچپن اس عہد نامہ

ابھی یورپ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ جس حالت میں ہم وہاں لڑتے ہیں تو انکو افغانہ چلنے کرنے دینگے۔ حیدر خان نے جواب دیا کہ "ایران روس کے متصل ہے وہ روس کو پسند نہیں کرتا مگر روس سے ڈرنا البتہ ہے اور اسلئے روس کو کچھ کیگا ایران اس پر ضرور عمل کریگا۔ افغانہ فضل خدا سے جیسے اسوقت متفق ہیں اگر اسی طرح متحد و متفق رہے تو انکو ایران سے بشرطیکہ روس اسکا شریک ہو جائے کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر روس کا قصد و حقیقت ہندوستان پر نہیں ہے تو پھر وہ وقت پر کیوں حملہ کرتا ہے اسنے اگلے جہد پر کیوں قبضہ کر لیا اور وہاں اپنی فوج کی پٹیاؤں کیوں قائم کی۔"

چیف کشتی نے جواب دیا کہ "ہم ساحل ایران پر اپنی مخالفت دکھانا کوشش نہیں کر رہے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس عہد نامہ میں ہرات کا کوئی ذکر کر کے بیوجہ اسکو ناواض کر دیں۔"

حیدر خان نے جواب دیا کہ "آپ کو ایران کا حقد خیال ہے اسقدر خیال ہے کہ آپ کا نہیں ہے اگر کہتے تو میں آپکو ایک عہد نامہ کی نقل دکھا دوں جسکو اپنے اسواسلئے تجویز کیا ہے کہ جب آپ افغانستان کے ملک میں دست اندازی کریں تو وہ ہمیں اس عہد نامہ کی باہمی کیل کرانے۔"

چیف کشتی نے جواب دیا کہ "دو یہ سب ایران کا زبانی مجمع خج ہے۔"

حیدر خان نے جواب دیا کہ "ہاں زبانی مجمع خج بھی ہے اور سرکشی بھی ہے لیکن جس حالت میں ایران اور افغانستان برسوں ہندوستان کو لٹتے رہے تو کوئی امر عجیب نہیں ہے اگر اس انقلاب زمانہ کو دیکھ کر ایران کے دل میں یہ گھٹنا ہو کہ اب وہی ہندوستان سال بسال خراسان کی طرف بڑھتا آتا ہے۔ مگر آپ یہ تو بتائیے کہ افغانستان آپ کس سے مراد لیتے ہیں آیا موجودہ حدود کے مطابق یا اسکی سابق حدود کے موافق؟" یہ اشارہ واقعی پیشاور کی طرف تھا جسکی نسبت اسوقت اور بعد کو بھی جان لائرسن ہی خیال کرتے رہے کہ اسپر قبضہ کرکنا ہمارے دلائل میں ایک طرح کا ضعف پیدا کرتا ہے مگر انھوں نے جو کچھ جواب دیا وہ صاف صاف دھماکا، موجودہ افغانستان بشک قائم رکھی جائیگی ہماری خواہش یہ نہیں ہے کہ ہم افغانستان میں مزاحمت کریں اور نہ ہم اپنے ملک میں افغانستان کو مزاحمت کرنے دینگے۔ اس عہد نامہ سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ آپس میں دوستی رہے تاکہ سرحدی اختلاعات میں امن و امان قائم رہے اور تجارت اور زراعت میں ترقی ہو۔ اگر پیشاور کی طرف سے المینان رہیگا تو آپ کے فرمانبردار کو زیادہ مالگزار و وصول ہوگی اور وہ اپنے دشمنوں کا زیادہ آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکیگا۔"

حیدر خان نے جواب دیا کہ "ہاں آپکو کسی دشمن سے بشرطیکہ روس اسکی مدد کرے کھٹکا نہیں ہے اور بخار سے تو ہم کو مثل آپ کے بڑے بڑے پرانے جھگڑوں کی کسر نکالنا ہے۔ کیا شاہ مجار نے اسکو آڑٹ اور گائی صاحب کے

نہیں مار ڈالا ہے اور کیا میرے بعض بعض اقربا کو قتل نہیں کر ڈالا ہے ہم ضرور اسکو جا کر سزا دینگے۔ افغان
لڑکان سے وہ نسبت ہے جو بھیریے کو بھیرے سے ہے۔

اس موقع پر چیف کیشنر نے اپنے دوست کو اطمینان دلایا کہ افغانستان پر ہمارا کوئی قصد نہیں ہے بلکہ
صرف یہ خواہش ہے کہ وہ زبردست اور خود سر رہے اصل میں دونوں سلطنتوں کے مفاد ایک ہیں۔ ہم دونوں
ایک ہی کشتی پر ہیں۔

حیدر خان نے برجستہ یہ جواب دیا کہ ”اچھا اگر ہم دونوں ایک ہی کشتی پر ہیں تو ساتھ ہی ڈوب جائینگے
یسا ساتھ ہی پیرتے رہینگے۔ آپ ہماری مدد کا وعدہ کریں ورنہ آپ کے جانشین کو معلوم بھی نہوگا کہ آپ نے کیا
کہا تھا اور مشکل کے وقت وہ ہم سے علیحدہ ہو جائینگے۔“ انفرنس پہلی ملاقات کا اسطور پر خاتمہ ہوا۔
دوسرے روز پھرات کے مسئلہ کا ذکر ہوا اور جان لارنس نے پھر ان عہود و مواعیت کا جو ہمارے اور
ایران کے درمیان حل میں آئے تھے حوالہ دیا۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ ”ہرات افغانستان کا داہنا ہاتھ ہے اور (چیف کیشنر پشاور کے زخمی ہاتھ کی طرح
اشارہ کر کے کہا کہ) دیکھیے اگر آپ کا یہ ہاتھ جاتا رہے تو کیا آپ کو صدمہ نہوگا۔“ اس طرح ہرات کے جانے کا ہکو
صدمہ ہوئیگا۔ اگر آپ کوئی حملہ کریگا تو ہکو اسکی مدد کے لیے جانا لازم ہے۔ اگر اس عہد نامہ سے ہکو کوئی فائدہ دینا
مقصود ہے تو ہرات کو اس میں ضرور شامل کرنا چاہیے۔“

جان لارنس کو نہ تو اس بات کا اختیار تھا اور نہ خود انکو منظور ہوا کہ اس بات کو مان لیں کیونکہ اس میں بڑی بڑی
پیچیدگیاں تھیں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ اگر مندرستوں صاحب کی چٹھی میں جو باتیں کی گئی ہیں ان میں سے بعض مشن
کا اقتباس کر کے میں آپکو لکھ دوں گا جسے ظاہر ہو جائیگا کہ ہرات کے بارے میں ہماری خواہشیں کیا ہیں اور اسکے بعد
حیدر خان نے بہ خوشی اس بات کو منظور کر لیا۔

دوسرا قضیہ خاندانی اور سرکاری باتوں کے خیال سے بھی چیف کیشنر کو بہت دلچسپ معلوم ہوا کیونکہ محمد خان جبکہ
بارے میں امیر نے استدعا کی تھی کہ سابق میں جو جاگیریں اسکے پاس تھیں واپس کر دی جائیں وہی شخص تھا جسے جانج لارنس
کو ایسی حالتوں میں سکھوں کے حوالہ کر دیا تھا جس نے افغان بھی اسکو مورد الزام ٹھراتے۔

چیف کیشنر نے کہا کہ ”محمد خان کو خود سکھوں نے منہ زور کر دیا تھا اور جسوقت ہمنے لاہور کو فتح کیا تھا تو وہ آزاد
آدمی کے طور پر نہیں بلکہ قیدی کے طور پر رہتا تھا۔ میرے بھائی سرٹرنی لارنس نے اسکی نہایت عزت اور پاس لحاظ
کیا تھا اور اسکو اجازت دی تھی کہ پشاور اور کوہاٹ میں جا کر کچھ اپنی جاگیرات پر قابض ہو۔ وہ ان سے میرے بڑے
بھائی کرنل جانج لارنس کے خلاف سازش کی اور جب انفرنس کو اس نے اپنی وعیدال سمیت محمد خان کے کمال منت مکرز

ابھی یورپ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ جس حالت میں ہم وہاں رہتے ہوں تو انکو افغانہ پر حملہ کرنے دینگے۔ حیدر خان نے جواب دیا کہ "ایران روس کے متصل ہے وہ روس کو پسند نہیں کرتا مگر روس سے ڈرتا البتہ ہے اور اسلئے روس کو کچھ کیلئے ایران اسپر ضرور عمل کرے گا۔ افغانہ فضل خدا سے جیسے اسوقت متفق ہیں اگر اسی طرح متحد و متفق رہے تو انکو ایران سے بشرطیکہ روس اسکا شریک نہ ہو جائے کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر روس کا قصد و حقیقت ہندوستان پر نہیں ہے تو پھر وہ تو قندہار پر کیوں حملہ کرتا ہے اسنے آگے بڑھ کر یہ کہنا اور وہاں اپنی فوج کی پٹھانوں کیوں قائم کی۔"

چیفٹ کشتن نے جواب دیا کہ "ہم ساحل ایران پر اپنی مخالفت دکھلا کر ہمیشہ ایران کو روک سکتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس عہد نامہ میں ہرات کا کوئی ذکر کر کے بیوجہ اسکو ناراض کر دیں۔"

حیدر خان نے جواب دیا کہ "آپ کو ایران کا جھگڑا خیال ہے اسقدا ایران کو آپ کا نہیں ہے اگر کہتے تو میں آپکو ایک عہد نامہ کی نقل دکھا دوں جسکو آئینے اسواسطے تجویز کیا ہے کہ جب آپ افغانستان کے ملک میں دست اندازی کریں تو وہ ہم سے اس عہد نامہ کی باہمی نیکی لے کر لے۔"

چیفٹ کشتن نے جواب دیا کہ وہ یہ سب ایران کا دہائی میں جمع ہے۔"

حیدر خان نے جواب دیا کہ وہ ان دہائی میں جمع بھی ہے اور سرکشی بھی ہے۔ لیکن جس حالت میں ایران اور افغانستان ہر دونوں ہندوستان کو ٹوٹتے رہے تو کوئی امر عجیب نہیں ہے اگر اس انقلاب زمانہ کو دیکھ کر ایران کے دل میں یہ گھٹکتا ہو کہ اب وہی ہندوستان سال بسال خراسان کی طرف بڑھتا آتا ہے۔ مگر آپ یہ تو بتائیے کہ افغانستان آپ کس سے مراد لیتے ہیں آیا موجودہ حدود کے مطابق یا اسکی سابق حدود کے موافق؟ یہ اشارہ واقعی پیشاور کی طرف تھا جسکی نسبت اسوقت اور بعد کو بھی جان لائیں ہی خیال کرتے رہے کہ اسپر قبضہ رکھنا۔ بارے دلائل میں ایک طرح کا ضعف پیدا کرتا ہے مگر انھوں نے کچھ جواب دیا وہ صاف صاف دیا، سوچو حدود و افغانستان بیشک قائم رکھی جائیگی۔ ہماری خواہش یہ نہیں ہے کہ ہم افغانستان میں مزاحمت کریں اور نہ ہم اپنے ملک میں افغانستان کو مزاحمت کرنے دینگے۔ اس عہد نامہ سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ آپس میں دوستی رہے تاکہ سرحد متغیر بین امن و امان قائم رہے اور تجارت اور زراعت میں ترقی ہو۔ اگر پیشاور کی طرف سے تین تین برس تو آپ نے تمبردار کو زیادہ مالگزاری وصول ہو سکی اور وہ اپنے دشمنوں کا زیادہ آسانی کے ساتھ بہ کرے گی۔"

حیدر خان نے یہ دیکھ کر وہ انکو کسی دشمن سے بشرطیکہ روس اسکی مدد کرے گھٹکا نہیں ہے اور

نہیں ارڈالا ہے اور کیا میرے بعض بعض اقربا کو قتل نہیں کر ڈالا ہے ہم ضرور اسکو جا کر سزا دیں گے۔ افغان
برکمان سے وہ نسبت ہے جو بیٹریے کو بیڑے سے ہے۔

اس موقع پر چیف کسٹمر نے اپنے دوست کو اطمینان دلایا کہ افغانستان پر ہمارا کوئی قصد نہیں ہے بلکہ
صرف یہ خواہش ہے کہ وہ زبردست اور خود سر ہے اصل میں دونوں سلطنتوں کے مفاد ایک ہیں۔ ہم دونوں
ایک ہی کشتی پر ہیں۔

حیدر خان نے برجستہ یہ جواب دیا کہ ”اچھا اگر ہم دونوں ایک ہی کشتی پر ہیں تو ساتھ ہی ڈوب جائیں گے
یسا ساتھ ہی پیرتے رہیں گے۔ آپ ہماری مدد کا وعدہ کریں ورنہ آپ کے جانشین کو معلوم بھی ہو گا کہ آپ نے کیا
کہا تھا اور مشکل کے وقت وہ ہم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔“ الغرض پہلی ملاقات کا اسطور پر خاتمہ ہوا۔

دوسرے روز پھر رات کے مسئلہ کا ذکر ہوا اور جان لارنس نے پھر ان عہود و مواثیق کا جو ہمارے اور
ایران کے درمیان عمل میں آئے تھے حوالہ دیا۔

حیدر خان نے جواب دیا کہ ”ہرات افغانستان کا دہنا ہاتھ ہے اور (چیف کسٹمر پشاور کے زخمی ہاتھ کی طرف
اشارہ کر کے کہا کہ) دیکھیے اگر آپ کا یہ ہاتھ جاتا رہے تو کیا آپ کو صدمہ نہ ہو گا۔ اسی طرح ہرات کے جانے کا ہکو
صدمہ ہو گا۔ اگر آپ کو کوئی حملہ کرے گا تو ہکو اسکی مدد کے لیے جانا لازم ہے۔ اگر اس عہد نامہ سے ہکو کوئی فائدہ دینا
مقصود ہے تو ہرات کو آئین ضرور شامل کرنا چاہیے۔“

جان لارنس کو نہ تو اس بات کا اختیار تھا اور نہ خود انکو منظور ہوا کہ اس بات کو مان لیں کیونکہ اسمین بڑی بڑی
پیچیدگیاں تھیں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ ”اؤٹمنڈ سٹون“ صاحب کی چھی مین جو ہائیتین کی گئی ہیں انہیں سے بعض مقدمات
کا اقتباس کر کے مین اگلو لکھو لگا جسے ظاہر ہو جائیگا کہ ہرات کے بارے میں ہماری خواہشیں کیا ہیں اور اسکے بعد
حیدر خان نے بہ خوشی اس بات کو منظور کر لیا۔

دوسرا قضیہ خاندانی اور سرکاری باتوں کے خیال سے بھی چیف کسٹمر کو بہت دلچسپ معلوم ہوا کیونکہ محمد خان
بارے مین امیر نے استدعا کی تھی کہ سابق مین جو جاگیرین اسکے پاس تھیں واپس کر دی جائیں وہی شخص تھا جسے جانج لارنس
کو ایسی حالتوں میں سکھوں کے حوالہ کر دیا تھا جسے افغان بھی اسکو مورد الزام ٹھہراتے۔

چیف کسٹمر نے کہا کہ ”محمد خان کو خود سکھوں نے معزول کر دیا تھا اور جسوقت ہم نے لاہور کو فتح کیا تھا تو وہ آزاد
آدمی کے طور پر نہیں بلکہ قیدی کے طور پر رہتا تھا۔ میرے بھائی سرنہرنی لارنس نے اسکی نہایت عزت اور پاس لحاظ
کیا تھا اور اسکو اجازت دی تھی کہ پشاور اور کوہاٹ میں جا کر پھر اپنی جاگیرات پر قابض ہو۔ وہاں اُس نے میرے بڑے
بھائی کرنل جانج لارنس کے خلاف سازش کی اور جب انسر مذکور اپنے اہلی و عیال سمیت محمد خان کے کمال منت آرزو

مذہب اپنے اندرونی خیالات چھپانے کے لیے الفاظ کو استعمال کر کے بلکہ ٹیک ٹیک بات کے بیان کرنے میں سچے الفاظ زبان پر لاسے غالباً لارڈ لارنس کی طرح اپنا اصل مطلب کمال لگا (علی الخصوص مشرقیوں کے معاملہ میں جو ہمیشہ انگریزوں کو دام قریب میں پھنسانا چاہتے ہیں)۔

جہان لارنس اپنی سیم صاحبہ سیمست لاہور میں بڑا دن کرنے کے بعد پشاور کو روانہ ہوئے اور پھر لاہور میں صاحب اور خیریت نام کے دو صاحبوں اور بہت سے اور ہمراہیوں کو ساتھ لیکر تاریخ ۱۸ مارچ ہمدرد کی طرف جو استقبال کر سکین۔ ۲۰ تاریخ بمقام چاؤنی پشا در ایک دربار عام میں ان سے ملاقات کی گئی اور ۲۲ تاریخ کی صبح سے گفتگو شروع ہوئی۔

چونکہ لاہور کو تو جتنی بمقام گلی سخت علیل ہو گئے تھے اور پھر پوری ادنا کنڈ واقع کوستان نیلگری میں چند مہینے تک ان کو قیام کرنا پڑا ایسے اُن کی غیر حاضری میں جہت کثرت نے اپنی کارروائیوں کا منقطع حال بنجھا۔ ایسے ڈاؤرن پریشیڈنٹ کو تین کلکتہ کو لکھ بھیجا۔ ان تحریرات اور اُن کے سوا دوسرے ذریعوں سے اس معاملہ کے تعلق جو چند ضروری حالات اور واقعات مجھ کو سمجھنے سکے ان کو اس مقام پر لکھنا مناسب ہے۔

غلام حیدر خان بیٹا اور قائم مقام اس امیر اعظم کا جس کو ہم ایسا بڑا سمجھتے تھے بہت سی باتوں کے اعتبار سے ایک معزز شخص تھا۔ وہ نہایت بچہ رکھتا تھا اور ایک افغانی سردار کو جیسا ہونا چاہیے اُس کے اعتبار سے وہ واقف کار بھی خوب تھا۔ وہ خود سوچتا اور اپنی طرف سے خود گفتگو کرتا تھا اور اپنے رعب و داب سے اپنے ہمراہیوں کو روکے ہوئے تھا طبیعت میں پشاش اور مزاج میں پسندیدہ تھا۔ وہ ایک عرصہ تک ہندوستان میں رہ چکا تھا اور جب جنگ افغانستان کے زمانہ میں وہ قید رکھا گیا تھا تو اُسے بہت سے انگریزی افسروں سے دوستی پیدا کر لی تھی اور اکثر مقامات اور بہت سی چیزوں کو جو اپنے سفر کے زمانہ میں اُسے دیکھی تھیں یاد کر کے فخر کرتا تھا۔ اُسے چیتن پلین نام کے دو دنوں صاحبوں کو پہچان لیا اور بطور اجاب قدیم اُن کے ساتھ پیش آیا۔ وہ انگریزی بولتے پڑھتے تھا انگریزی کا نامی پر سوار تھا علی الخصوص اس انگریزی تلوار اور پتھر سے جو جان لارنس نے اُس کو دیا تھا بہت خوش تھا وہ خرامان خرامان پیچڑ ڈونڈوں کی کوٹھی میں چلا آیا اور وہاں کی تصویریں اور اسباب کو دیکھا اپنے سردار کے ہر ایک شے جو اُس کے پسند آئی اُس کو اشارہ کر کے بتایا اور اُس کی تعریفیں اور اسباب کو دیکھا اپنے سردار کے بے جان لارنس کو ایک گھوڑا دیا جو اُس کو نہایت عزیز تھا (غالباً اُسے دیا تھا کہ یہ گھوڑا تو راجپوتوں کے گھوڑے کا بہت شوق تھا) اور جب جان لارنس نے اُس کے واپس کرنے کی اجازت مانگی تو اُسے جواب دیا کہ اگر آپ گھوڑا واپس کرینگے تو میں اُس کو گولی مار دوں گا۔ اُس کی جہانی صنعتوں میں ایک صفت یہ تھی کہ وہ خدا

بہت تعاجس سبب سے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا اور نہ کسی طرح کی محنت جسمانی برداشت کر سکتا تھا۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ دو اسکی آنکھیں نہایت کمزور ہیں اور چشمہ لگائے رہتا ہے شب کو نیند نہیں آتی اور دو دو مہینے کے بعد ہمیشہ اسکی فصد کھولی جاتی ہے۔ جب ہم لوگوں سے معاملہ کی گفتگو ہوتی تھی تو درمیان میں اُسے بار بار پانی منگوا منگوا کر پیا۔ اسکی عمر صرف ۳۷ برس کی ہے۔ مگر نیان کے سول شرجن صاحب جسنے اُسے اپنا معالجہ کرایا تھا کہتے ہیں کہ اسکی زندگی اس قابل بھی نہیں ہے جسپر چھ مہینے کا زرخشن دیا جائے وہ کسی نہ کسی دن سکتے کے عارضہ میں مر جائیگا اور زیادہ عرصہ تک تو وہ کسی حال میں نہیں جی سکتا ہے۔ با اینہم اُسے اس بات پر بہت کچھ اصرار کیا کہ میرا نام بہ حیثیت ولیعہد عہد نامہ میں درج کیا جائے اسکے اس اصرار سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بہت عرصہ تک زندہ رہیگا یا یوقونی سے یہ امید کرتا ہو کہ اگر انگریز لوگ میری ولیعہدی سے اقرار کر لینگے تو سلطنت کے بارے میں جو جدال و قتال یقیناً باپ کے مرنے کے بعد ہوگی اس میں یہ اقرار کام آئیگا۔ انغرض اس میں روز کے عرصے میں چیف کیشنر کو جس شخص سے سابقہ رہا اسکی بعض بعض یقین اس طور کی تھیں۔

جان لارنس کی تجویز سے بندوبست یہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے درمیان اصالتاً گفتگو ہو وکیلوں سے کام نہ لیا جائے کیونکہ ان لوگوں سے دقتیں اور بھی بڑھ جائیں گی جان لارنس کے ساتھ آڈو وڈس صاحب اور ولیعہد کے ساتھ صرف تین چار معتمد سردار جایا کرین اور گفتگو ایک مرتبہ افغانی کسپ میں اور ایک مرتبہ کیشنر پشاور کی کوٹھی میں ہوا کرے۔ اس گفتگو کے متعلق میں چند نہایت دلچسپ فقرات جان لارنس کی چھٹیوں سے نقل کرتا ہوں۔

چیف کیشنر نے آغاز گفتگو اس بیان سے کی کہ حضور گورنر جنرل کو سوائے اسکے اور کچھ خواہش نہیں ہے کہ باہمی اتحاد کے متعلق ایک عہد نامہ کی تکمیل ہو جائے لیکن اگر دوست محمد کچھ اور چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ انکے فرزند اسکو بیان کریں۔

ولیعہد نے جواب دیا کہ وہ ہلوگ بہادر اور جنگجو ہیں مگر بالکل مفلس ہیں آپ سے معاہدہ کرنے میں روی اور ایرانی ہمارے دشمن ہو جائینگے اور اسلیئے ہم کو امید ہے کہ آپ بطور پرورش ہمارے کچھ عنایت کرینگے۔ روپیہ ہو تو ہم ہر ایک شخص کا مقابلہ کر سکتے ہیں بغیر روپیہ کے ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہے ہرات ہمارا ہی ملک ہے مگر وہ ایران کے سرحد پر واقع ہے اور ایران کی شاہراہ ہے۔ اگر ایرانیوں اور روسیوں نے جیسا کہ سوبوہ یقین ہے حملہ کیا تو اسوقت آپ الگ کھڑے ہونگے اور یہ کہنے لینگے کہ ہم سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

چیف کیشنر نے جواب دیا کہ مجھ کو تو ابھی کوئی خطرہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ ایران سے ہمارے ایک عہد نامہ کر لیا ہے جس میں وہ متنبہ کر دیا گیا ہے کہ اپنی سلطنت اور ہندوستانی کے درمیانی ملک پر حملہ نہ کرے اور روسیوں کو

آدیپ سنگہ کی زبان میں اور ۱۹ تاریخ بیان سے روانہ ہوئے اب وہ قدیم بہت کچھ بڑھ چکے ہیں انگریزی خوب بولتے ہیں
 جی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ لوگ نے انکو خراب نہ کر ڈالا تو وہ انگلستان میں ہماری ناموری کا باعث ہونگے۔

جان لارنس نے اس جٹی کے جواب میں لکھا کہ یہ جگہ جو کچھ کام کی کے مجوزہ عہد و پیمان کے متعلق کہ
 اسکو عرض کر چکا اور اب اپنا فرض سمجھتا ہوں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ دل و جان سے حضور کی رائے
 عمل کروں لیکن دوست محمد کے پاس جو کچھ بیانات بھیجے گئے تھے انکا انھوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ یہ
 ایشیائی آدمی کی طرح اُسے غفلت کو نازیبا اور خلاف مصلحت ملک سمجھا اور جان لارنس نے اپنے
 چیف اور اپنے ماتحت متعینہ پشاور کو جو دونوں اس عہد و پیمان کی تکمیل کے لیے تھے وہاں بھیج دیے۔ لیکن
 ان کی طرف سے حد سے زیادہ خواہش ظاہر ہو گئی تھی تو جس مطلب کے لیے گئے ہیں وہ فوت ہو جائیگا۔ اس زمانہ
 میں انھوں نے جو چشمان اعلیٰ انحصار و پٹھانوں کو جو کوئی مصاحب کے نام انھوں نے (کی تھیں وہ سب فحاشوں
 چال چلن کے پورے حالات سے ملوین۔
 مرے ۶ مئی ۱۸۵۷ء

دوست محمد سے عہد نامہ کرنے کے بارے میں جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے اُس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے
 یہ صرف پارانٹنٹ کی رائے کی تبعیت ہے۔ میں صرف اس بات کی امید کرتا ہوں کہ ہم لوگ کوئی سنگین نقصان نہ منے
 دینگے ایسا کیا گیا تو جبری بھاری غلطی ہوگی۔ گلگتہ کے لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ اُس کا رد وانی میں صرف ایک آدمی پشاور کا
 اختلاف رائے کر گیا تو یہ محض حماقت ہے نہ اس سے اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ میں تمام افغانہ دور کی
 سرکار یون پر ہنسا ہوں بقول حاجی بابا دہلوی میں اُنکے اجداد کی وارثی پر متوکل ہوں لیکن میں زیادہ ضرور سمجھتا ہوں کہ یہ صلح ہو
 اُسے صلح کے قبل سے بھی زیادہ ہوشیار رہنا چاہیے جب کوئی افغان اپنے دشمن کو دھوکا دینے کی نیت اور کوشش کرتا ہے
 تو وہ وعدہ و وعیدوں سے بھرا ہوا تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جیسے ایک افغانہ کو ہمارے دوستی پر بھروسہ ہوگا اور جب تک ایسا اس دوستی کے
 گواہ میرے عہد نامہ ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جیسے ایک افغانہ کو ہمارے دوستی پر بھروسہ ہوگا اور جب تک ایسا اس دوستی کے
 قائم رکھنے میں اپنا فائدہ سمجھینگے اسوقت تک سرحد پر امن و امان رہی سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہوگا۔ کابل اور اسکے مضافات
 میں جتنے متعصب برصغیر کے دوست ہیں اپنی سازشوں و اعلان باز دہ آئینگے۔ اگر آپ آج کی تاریخ سے آئندہ ہمیشہ کے لیے امیر کا
 دشمن لا کہ رد یہ سالانہ جفر کر دینگے اور اسکو معلوم ہوگا کہ ہمارے خلاف سازش کرنے میں اس سے زیادہ دلیکا تو وہ فوراً
 سازش کرے گا۔ اگر اسکو کچھ نال یا شبہ ہوگا تو صرف اس بات کا ہوگا کہ اُسکے لیے کس حکمت عملی کا اختیار کرنا زیادہ تر ہوندا ہے

افغان لوگ خلقی آدادہ مزاج اور متلون الطبع ہیں۔ ملکِ مغلّس اور زبردست ہے۔ اگر دمان کوئی غنیمت جاکر رہے تو دمان کی تمام پید اور اور کو کھا جائے اور ملک کے لوگوں کو اپنا بدمن کر لے گا۔۔۔۔۔ میری خاص رائے یہ ہے کہ اس طرح کا کوئی حملہ موجودہ زمانہ میں نہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا وقت آئے تو ہمارے لیے بہتر ہے کہ افغانوں کو اپنی طرف سے لڑانے کے لیے روپیہ دیتے بدلے اسی روپیہ کو اپنے مورچہ کے استحکام میں صرف کریں۔

۳۔ ہرجون کو وہ لکھتے ہیں کہ

میں کہہ سکتا ہوں کہ امیر کے ساتھ عہد نامہ کرنے کے بارے میں میرے خیالات بالکل غلط ہیں جس حالت میں کہ گورنر جنرل اور آپ (گورنر جنرل) اور لارڈز و سب صاحب یہ سب مختلف الگ الگ تویسی حالت میں انکا مقابلہ کرنا سراسر حماقت ہے۔ مگر اس رائے کے ظاہر کرنے سے مجھ کو کوئی چارہ نہیں ہے کہ اگر کبھی روسی ہرات تک پہنچ گئے تو ہمارے اپنے ہی دلہنے ہاتھ سے لڑائی لڑنا پڑے گی۔ یہ امر اچھی طرح سے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ افغانہ اپنے فائدہ کے خیال سے ہمارے طرفدار کیوں ہونے لگے۔ انکو ہم چاہیں جس طرح کی نقدی مدد دیں مگر وہ اس طرح سے اپنے ملک کی حفاظت نہ کر سکیں گے کہ روسیوں کو اس ملک کے تخت و تاراج اور قبضہ کرنے سے باز رکھیں گو اس بات کے ہو جانے کے بعد ممکن ہے کہ وہ عجیب تکلیف دیں۔ کابل پر بہ نسبت اس طرف کے ہرات کی جانب سے حملہ ہونے کا زیادہ موقع ہے لیکن ہم اگر چاہیں تو کل ہی دس ہزار سپاہی اور ایک اچھا کمانڈر لیکر دمان پہنچ جائیں اور قبضہ کر لیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میں ایسی تدبیر کی صلاح دیتا ہوں کیونکہ وہ تو بالکل خلاف عقل ہو جائیگی بلکہ اگر ہم میں لاکھ روپے سالانہ ایسے مجنونانہ کام میں صرف کرنا پسند کریں گے تو آپسے قابض رہ سکیں گے۔

اسکے بعد ۱۵ مارچ کے موسمِ رست میں وہ امیر کی چٹھی جسکا عرصہ سے انتظار کیا جاتا تھا پورچی جو بقول لارڈ ڈوٹوئی وہ نہایت ہی عاجزی اور شائستگی سے شامل تھی۔ بعد اسکے ایک چٹھی ماہ جنوری میں وصول ہوئی اس میں امیر نے لکھا تھا کہ میں عہد نامہ کی گفتگو کے لیے اپنے کسی بیٹے کو جو بدبھج و بگا اور اس بات کی خاص استدعا کی تھی کہ جان لارنس نامے انگریز جسکا میں نے اس قدر ذکر کیا ہے وہ بذاتِ خاص میری ملاقات اور حیثیت وکیل انگلستان کا زروائی کرے۔ جان لارنس کو یہ منظور تھا کہ اس معاملہ کی کل شاہی جو ایسے عہد نامہ کی تکمیل سے پیدا ہونے کا احتمال رکھتی تھی جسکو وہ بیکام پسند نہیں کرتے تھے انکے دوست کشن پٹا ور کو حاصل ہو جو اس تجویز کے بانی تھے اور اسکو حرفِ بحرف پسند کیا تھا لیکن جیسا کہ لارڈ ڈوٹوئی نے بیان کیا تھا دوست محمد کی درخواست سے اب اس معاملہ میں لارڈ موصوف کے تجویز کرنے کا کوئی موقع نہیں لگتا تھا۔ انکو فوراً معاملہ فہمی کے لیے جانا پڑا اور اپنے علاقہ بندوبست معاملات اور کامیابی کے ساتھ عہد نامہ کی تکمیل کرنے سے وہ اس امر کو ثابت کر سکے کہ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ملکی معاملہ فہمی میں فریب و تزویر بھی کرنا پڑے۔ اور جو

چودھویں باب کا نام مذکور ہے

میں بھی ہمارے مرتبہ اور رعیت کو نقصان نہ پہنچنے تمام دستانہ پیش آوی ہی کیلئے کہ یہ واقعی نہایت خوفناک نادر کا زمانہ ہوگا اور
 بیشک ایک ہولناک دشمن ہوگا جب مالکان مشرق یعنی انگریز فرانس اور ترکی کو اپنے پشت پناہ کے طور پر لیکر اس طرف سے کابل کے
 دہشتہ آتے سے اپنا ماتہ لائیگے۔ ہم چاہتے ہیں اس سے اپنا ایمان کر لین گردوسرے شخص بھی اس سے ملٹن خنوتے کہ یہ طریقہ کزور
 پر دلائل نہیں کرتا اور خدو بت اس کزوری کا حال امیر کو معلوم ہوگا تو وہ ایسے ایسے دعوے کرے گا کہ ہم قبول نہیں کر سکتے۔ یہ تو پتہ
 ہوا خیر خبریں آتی ہیں ان سے میں سمجھتا ہوں کہ روس ضرور خاموش ہو جائیگا جس حالت میں تمام یورپ اس کے خلاف اتفاق کر گیا تو وہ
 ہرگز جنگ کرے گا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اگر وہ وائی کرنے پر آمادہ ہو تو اس کو یورپ میں پورا مصروف ہونا پڑیگا۔ وسط ایشیا
 میں سوائے سازش کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ گزرتی گزرتی خیال کرتے ہیں کہ ایسی سازشوں سے امیر مجبور ہو جائیگا کہ ہماری طرف
 ہوجا کرین اس صورت میں اسوقت تک ہم کو انتظار کیوں نہ کرنا چاہیے۔۔۔ ایک امر اور بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ کچھ عرصہ
 ایک سن شمس ہے جسکی تندرستی میں فرق آگیا ہے وہ اکثر سخت علالتوں میں مبتلا رہتا ہے اور درمیان میں اس کے مرنے کی خبر آچکی ابھی
 ایک سال کا عرصہ نہیں گزرا کہ گلیوں کو اس کے زندہ ہونے کا اسوقت یقین ہوا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہیگا۔ عوام
 دو سرے کی گردن کاٹنے پر مستعد ہے ان لوگوں کے درمیان ریاضت کا صرف ایک آدمی غلام حیدر ہے گردہ ہمت میں قاصر ہے
 ان لوگوں کا چچا سلطان محمد ایک برس زبردست زحمت کا سرفہ ہے جو ان لوگوں کے خلاف ہے قہار ہی معلوم ہوتا ہے
 کہ آئندہ دو سال کے عرصہ میں یہ سب جلا وطن ہو جائیگا اور پشاور میں اگر ہماری پناہ مانگیں گے۔
 فوجی ارخان ایک وضعدار اور لائق آدمی ہے اور ہر لوگوں کا خیر خواہ ہے میرے نزدیک ایسا کوئی ہندوستانی نہیں
 جسکو ہم اپنے خیالات اور مقاصد سے زیادہ ایمان کے ساتھ آگاہ کر سکتے ہوں۔ لیکن میں یہ سفارش بھی نہ کرونگا کسی دوسری
 شخص کو برٹش گورنمنٹ کی طرف سے کوئی پیام دیکر غائب کابل میں آکرین مصلحت ہو۔ میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی انگریزی فہر
 مخالفت کے ساتھ وہاں روانہ کیا جاسکتا ہے۔ ایذا پرینک راست بازمی سے پیش آئیگا لیکن ایسے بہت سے لوگ ہیں جو خوشی سے
 سفارت کو دوست محمد خان کے نام کرنے کے لیے ہلاک کر دینگے۔
 میں اس ثابت کو کسی طرح سے قرین صحت نہیں سمجھتا کہ امیر کو کسی صورت میں نہ دوی بنا سے ایٹالی لوگ اس طرز کے
 برتاؤ کو نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس سے انکار و رد اور بڑھتا ہے۔ وہ مختلف جیلوں سے مزین طلبہ کرتے جائیگا اور عقیدہ
 ہم دیتے جائیگا۔ اس قدر انکی خواہش بڑھتی جائیگی۔ شہر خان ناگہم کی سفارت ایران کے زمانہ میں تھے بہت سادہ پیدہ جسمیں
 صرف کیا لیکن کچھ فائدہ ہوا۔ بعضہ اتفاقات ان کے رائے میں تھے اور بھی اسراف کے ساتھ اپنا روپہ صرف کیا اور اس کے
 دی بی بیچے ہوئے۔

ہوئے اور ان باتوں کے متعلق میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ چیف کونسلر کا کام نئی بات پیدا کرنے کی نسبت زیادہ وسیع اور ترقی دینے کا تھا لیکن اس مقام پر ہمیں کتاب ہذا کو ایک مرتبہ اس بات کا یاد دلانا اور سب معلوم ہونا کہ (خواہ جان لارڈسٹون دیر پہلے کی ترقی میں سرگرم رہے یا لاہور کی ریلوے میں تیس برس پہلے اپنے تین کمرہ واسطے مکان واقع مری میں ٹھہرے خواہ سرکاری معاملات کے متعلق لاڈلڈو کو انوشی سے خط کتابت کرتے رہے یا دیکھنے والوں کے نزدیک اپنے ماتحتوں کے کسی نہ کسی جھگڑے کی تحقیقات میں مصروف رہے مگر ان تمام حالتوں میں) انکی انگلی ہمیشہ انکے صوبہ کی بیض پر رہی۔ اور وہ بغض کی حرکت کو بچاتے جاتے تھے اور ساتھ سے دبا دبا کر دیکھتے اور ہر ایک جس وحرت کو جو اندر ہوتی اپنے امتیاز میں رکھتے تھے اور صلح اور شہنشاہی کے ساتھ ترقی قائم کرنے کے امر عظیم میں کبھی ایک اور بھی انکی طرف سے کوتاہی نہیں ہوتی۔

باب چار دہم

انکے تعلقات اپنے افسر بالادست اور ماتحتوں سے

۱۸۵۷ء لغایت ۱۸۵۹ء

صاحب چیف کونسلر پنجاب کو اپنی اس حکومت کے ابتدائی چندہ مہینے کے زمانہ میں جو اس بات کا موقع ملا تھا کہ ملک پنجاب کی صرف اندرونی ترقیوں ہی کے بارے میں توجہ کر سکیں نہ تین آخری چندہ ماہ سے جنگ کرنا پڑا اور ان عہدہ کیوں کے باعث سے جنگ شالی مغربی سرحد میں پڑنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا کسی قدر غفلت پڑ گیا تھا جان لارڈسٹون نے جیسا کہ انکی جیسٹون سے جو یہاں پہلے سے ان تیسہ ہون پر جنگی وجہ سے یہ لڑائی پیدا ہوئی تھی اور انگلستان اور فرانس کی مداخلت پر لجا دیا تھا۔ اور جب لاڈلڈو کو کسی نے حکام انگریزستان کے حدودات کی پابندی کر کے کچھ مظلوفت اور کچھ تانت کے ساتھ یہ حکم جان لارڈسٹون کو دیا کہ دورہ خیبر پشاور پر پیشکش سے ہو یا رہنا، تو اس اقبالہ کی آواز بارگشت تہ ترنٹاؤڈوؤں نے بلند کر کے سفارش کی کہ یہ کم از کم ہے کہ فوراً امیر افغانستان کی شرطوں کو قبول کر کے ان سے دوستی کا عہد نامہ کر لیں اور زر نقد اور سامان جنگ انکے لیے بیکار کریں۔ جان لارڈسٹون کی جیسٹون کے چند اقتباسات جو اس مقام پر نقل کیے جاتے ہیں انکے ظاہر ہو گا کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی جان لارڈسٹون اس سرحدی حکمت عملی کی جانب کشیدہ راعب تھے جسکی صلاح یا عدم ابعدہ ہمیشہ دیتے رہے۔

بنام گورنر

۶ جنوری ۱۸۵۷ء

مین بڑے غور سے کابل کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اگر جنگ جاری رہی تو روس ضرور اس ملک میں سازش کرے گا لیکن جب تک روس ایرانی فوج افغانستان پر حملہ آور نہ ہو اس وقت تک اس سازش سے کچھ شدید فیض نہیں ہے۔ تاہم یہ نہیں معلوم ہے کہ کیا پانسہ پڑے گا۔ اگر اس طرح کا حملہ ہو تو افغانستان اور کسی طرف ملکر مخالفت کرے گا۔ ہمدردوں کے اس جانب محکم ہو رہا ہے۔ پھر ہم اس سب کو جو کابل میں ہوتا رہے گا دیکھ کر سنتے رہیں گے۔ میں اس بار کے ملک میں فوج اور بڑے نقد بردار کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ایرانیوں کو ترکوں پر حملہ کیا تو جیسا چند برس اس طرف لارڈ کلینڈن بیان کر گئے ہیں جزیرہ قاری (ایسا ہی کچھ نام ہے) پر حملہ کر کے خلیج فارس میں دل لگی دیکھینگے۔ اور وہاں سے آگے بڑھنے کی دھکی دینگے۔

اسکے بعد جو اقتباس محمول کیا جاتا ہے وہ راقم مذکور کے بیان کیے ہوئے واقعات کی نسبت تازہ تر حالات سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۴ فروری ۱۸۵۷ء

گزشتہ ڈاک کے ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پرانے دوست ترک لوگ تباہ ہوئے جاتے ہیں۔ انگلستان کے حق میں یہ ایک بڑی بدنامی کی بات ہے۔ چونکہ ترکوں کو ہماری دوستی کے سبب سے مخالفت کرنے کی زیادہ ہمت ہوئی اس سبب سے ایمان داری کے ساتھ کسی طرف شریک ہونے کے نسبت ہماری دوستی زیادہ مضر ہوگی۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہلوگ انگلستان کے لیے ٹکڑاؤں والی بازی کھیل رہے ہیں۔

جس چٹھی میں انھوں نے افغانستان سے دوستی پیدا کرنے کی تجویز جو ڈورڈن صاحب نے کی تھی اعتراضات لکھے تھے وہ بحیثیت اصلی سرسری نگاہ سے زیادہ غور کر کے پڑھنے کے قابل ہے۔

کمپ سکی قریب بنون ۲۴ مارچ ۱۸۵۷ء

میرے پیارے لارڈ۔ ڈورڈن صاحب نے ۲۰ مارچ کو حضور کے نام جو عرضی بھیجی تھی اسکی ایک نقل مجھ کو آج ملی۔ گذشتہ جنگ کے بعد دوست محمد خان کابلی کا جو برتاؤ ہمارے بارے میں جو خیالات چٹھی مذکور میں ظاہر کئے گئے ہیں ان سے مجھ کو اتفاق نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن مجھ کو جو بی تمام یقین ہے کہ امیر سے اس وقت دوستانہ شرطیں کرنے پر راضی ہیں اگر انھوں نے ہمتی کر لی تو انکی حالت بہت مضبوط ہو جائیگی اور ان کے بیٹوں کے لیے بھی اس بات کا موقع رہے گا کہ امیر کے مرنے کے بعد وہ اپنی سلطنت قائم رکھ سکیں۔ انکو اس بات کا بھی موقع ملے گا کہ دوسرے مقامات کی طرف بغیر اسکے کہ انکا خیال بٹنے پائے تو جبر کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے دوستانہ تعلقات ہمارے حق میں مفید ہوں گے اور سرحد پر اس و امان قائم ہونے کے حق میں معین ہوں گے لیکن وہ کچھ زیادہ ضروری نہیں ہیں۔ ہم ہر ایک بیرونی حملہ آور کے مقابلہ میں اپنی مخالفت کر سکتے ہیں چونکہ ہکو اطمینان ہے کہ انگلستان میں ایک عہد نامہ کی تکمیل ہوگی اس لیے ہم اس تدبیر کی تائید میں اس دلیل کو تو ہی پاتے ہیں۔

با انہم موجودہ صورت معاملات یورپ کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے جس سے ہکو ایسی تدبیر کا اختیار

ترقیان پیدا کر دی تھیں انکا صحیح حال یہ ہے۔ وہ ہوا
الغرض ایک طرف تو لگے زمانہ کی حکومت امرادقتہ نہیں بلکہ تدریج اور ایک غلط طور پر قائم ہوتی جاتی ہے
اور دوسری جانب غنتی کسان زبردست رعایا ہوتے ہیں تاہم مابین نہایت ترقی کے ساتھ اقبال مند ہوتے جاتے
ہیں تاکہ اس سرکار کے مستقل اور معتبر جاری ہو سکیں جو انکی خلافت کرتی ہے اور انکو دوست رکھتی ہے۔ تمام درجہ کے لوگوں
میں اس بات کا خیال زیادہ پایا جاتا ہے کہ انکی موروثی جائیداد اور انکے مقررہ اصولوں کا حق انکو تو نہیں کر دیا جاوے
اخلاق و معاشرت کے امور میں بھی انکو ترقی ہو بہت سے حشیانہ و شہر کا واسطہ ملتا ہے اور انکی حور کو ان کی حالت
نسارہ محفوظ اور معزز ہوتی جاتی ہے۔ تمام درجہ کے لوگوں میں علم کی خواہش اور تعلیمات میں مشافی حاصل کرینا شوق بڑھتا
جاتا ہے۔ قلع نظران جاعتوں کی ترکیب کے آمد و رفت اور آبپاشی کے متعلق بڑے بڑے سرکاری کاموں کے جاری ہونے
سے ملک کی ظاہری حالت عروج پر پہنچتی جاتی ہے اور اگر قدیم زمانہ کی تاریخی عمارتیں زوال پذیر ہوتی جاتی ہیں تو ہر مقام پر
عمرہ عمرہ چھوٹا ہوتا ہے اور بیرونی اور فوجی صفہ کے سرکاری سکانات و ساخت میں ایسے ایسے بنتے جاتے ہیں کہ بالآخر
ہند کے کسی مقام پر ایسے اچھے عمارتیں نہ ہوں گی۔ تبدیلیاں جیسے قدر شہروں میں ہو رہی ہیں اسی قدر دیہات میں ہوتی جاتی ہیں۔
سرکوں کی کیفیت سابق کی نسبت تو کم خوشنما اور وقتی دار معلوم ہوتی ہے لیکن ٹائیلوں کی درستی اور بالادوں کی سرکوں پر
کھرچ کر کے متعلق ایسی ایسی ترقیاں عمل میں آئی ہیں جن سے عام طور کے دیکھنے والے پر بھی ظاہر ہو جائیگا کہ اب مستقل
آسائش اور صحت جہانی اور صفائی کا زمانہ شروع ہوا۔

نظم و نس کے متعلق پنجاب میں جو کارروائیاں ہوئیں وہ زیادہ تر قدیم ترصوبوں کے تجربے کے مطابق تجویز کی گئیں
سرکار کا استغناء شاہ سلطنت بھرمین سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ملک پنجاب اپنے پوزیشن کی قوت اور ذور و جہول انصاف
کی آسانی اور صحت اور تیز سپہل انتظامات کی عام پسندی میں ہندوستان کے ہر صوبہ سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ علاوہ برتا
ڈاکٹروں سے ہمارا کرنا مشکل کا معرکہ دم کر دینا۔ دختر کشی کے خلاف کوشش کرنا جو ہون کی مزاح رسائی جیکوٹون میں کفایت
شکاری اور صفائی کا انتظام قیدیوں کی محنت سے صنعت حاصل کرنا اتالی انتظام کی مکمل۔ کھیتوں کی مساحت بڑھانا
یہ کہ تعلیم۔ آمد راج حقوق۔ ملکی پیشہ وروں کی جلیج۔ آبادی کی مردم شمار۔ ملکی نقشہ جات کی خانہ پری۔ شہر کوں پلوں
اور خیر شعور گزار مقامات پر پٹے ہر سے رستوں کا بنانا۔ تھرونگا کندہ کرنا۔ عام شاہراہوں کا انتظام۔ کاروان سرلوں
اور گوداموں کا کام ہونا۔ شفا خانوں کا قائم رکھنا۔ تعلیم کی اشاعت۔ توشیوں کی نسل کی ترقی۔ بدعتوں کا نصب کرنا۔ علم
نراعت کی تحصیل۔ سندھیات کی تحقیقات۔ اور آلائہ خزانہ کی نگرانی۔ یہ سب باتیں جو پنجاب میں ہائی جاتی تھیں ممکن ہے کہ
پہلے انکی نظریں اوقات و مقامات مختلف کچھ مالک مغربی و شمالی کچھ نکال اور کچھ دوسرے اساعون میں بھی پائی گئی ہیں

لیکن صاحبِ چٹیف کشتہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے بہت کم صوبے ہونگے جہاں پانچ برس کے اس قلیل زمانہ میں اتنی مختصباتون پر بمقابلہ پنجاب کے زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ صاحبِ موصوف یہ امید نہیں کرتے کہ جن کاموں میں ہاتھ لگایا گیا ہے ان میں پوری پوری کامیابی حاصل ہوگی لیکن اگر کسی وقت کسی بات میں کچھ ناکامی حاصل ہو تو اس سے بیدل نہونا چاہیے۔ جہاں کہیں ایسی ناکامی واقع ہوئی اس کے متعلق موجودہ رپورٹ میں قصہ آدیانت داری سے منسلک حال لکھ دیا گیا ہے۔ کسی کام کے شروع کرنے سے اسکا منصوبہ باندھنا اور اسکو درجہ تکمیل پر پہنچانے سے اسکا شروع کرنا زیادہ آسان ہے چٹیف کشتہ سے بڑھ کر اس بات کا معترف کوئی شخص نہیں ہو سکتا کہ پنجاب میں جن بہت سی باتوں کی تکمیل کا قصد کیا گیا ہے انکے لیے نہایت ثابت قدمی اور استقلال کی ضرورت ہے۔

پس لارڈ ڈلہؤسی نے جو معمولی باضابطہ فقرات میں اس رپورٹ سے اعتراف نہیں کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ۲۱ نومبر ۱۸۵۴ء کو وہ لکھتے ہیں کہ۔
(پرنٹوٹ)

میرے پیارے لارنس۔ آپ کی دوسری رپورٹ چھپ گئی اور میں نے اسکو ایک خلاصہ کے ساتھ ابھی شائع کیا ہے اور آپ اور آپ کے ماتحتین پنجاب نے جو بانفشانیان اور کارگزاران کی تمین انکے بارے میں پورا انصاف (یہ کوئی آسان بات نہ تھی) کیا ہے اس میں شک نہیں کہ جو معاملات گذرتے جاتے تھے ان سے میں ناواقف نہیں تھا لیکن تمام نتیجوں کو بہ ہیئت مجموعی دیکھنے اور یکے بعد دیگرے ہر سال جو ترقی و اصلاح ہوئی گئی اسکی مجموعی حالت پر خیال کرنے سے اور بھی تازگی اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔ آپ سال بسال اپنی خدمتوں کی ایک معزز یادگار قائم کرتے جاتے ہیں اور میں نہایت ہی دلی گرجو شہی اور سچی طینت سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مجکو امید ہے کہ دربارِ ہتمان سرکار کبھی مشکل رپورٹ سابق کے اس رپورٹ کے چھپوانے اور شائع کرانے کی طرف مائل ہوگا اور اسکا نتیجہ بہت عمدہ ظہور پذیر ہوگا۔

اے میرے ہمیشہ کے پیارے لارنس
آپکا نہایت ہی صادق دوست
ڈلہؤسی

باب ہذا اور اسکے دونوں مابعد ابواب میں میں نے زیادہ تر ملک پنجاب کی اس اخلاقی اور ملکی ترقی کی شہادتوں پر تکیہ کرنا مناسب سمجھا جس سے سابق کے اقتباسات خاص کر کے متعلق ہیں جان لارنس کے انتظام کے متعلق انکی ذاتی کیفیت پر زیادہ توجہ نہیں کی۔ میرے نزدیک انہیں آخری دو ابواب سے انکی اصلی کیفیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ دو پنجاب بونڈو کی کارگزاری، والے باب میں طوالت کے ساتھ میں نے ان اخلاقی اور ملکی تبادلوں کا حال بیان کیا ہے جو لارنسوں کی وجہ سے اس صوبہ میں ظہور پذیر

وہ بچے صاحب کی تاریخ ازبلیڈ کے ابواب بڑے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ہر حال پڑھنے کے بعض معرکوں اور پڑھنے کے لڑائیوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے سنہ ۱۱۸۱ھ کے عطلالیہ اور سکندر کی بہت ہندوستان پر انھوں نے خاص توجہ کی تھی۔ انھیں سلاطین طبیعت یہ تھا کہ قدیم جدید تاریخ سے کسی ملکی یا فوجی معاملہ کو منتخب کر کے اپنے تجربے کے ذریعہ سے اس کی جانچ کرتے تھے اور اس طور سے علی طور پر اس میں حرج و مرج نہ کرتے تھے۔ اگر اس بات کا وقت اور موقع ہوتا تھا (اور یہ بات بہت کم پائی گئی) کہ وہ تاریخ میں حالات کے ایک ٹول ٹول سلسلہ کو سمجھا اور نقشہ کو سامنے پھیلا کر دکھلا سکیں تو حاضرین جلسہ دنگ ہو جاتے تھے کہ کس صفائی کے ساتھ وہ ملکی معاملات کو ابھر کر مقابلہ کرتے ہیں اور آنکھ کے اشارے سے بتلاتے ہیں کہ جغرافیہ اور ملک کے اعتبار سے اگر کن باتوں کا کمان کمان اکثر پڑچکا۔ علم سیاست میں ان اگرچہ انھوں نے علمی اصطلاحی شیون کو بہت کم سمجھا تھا مگر ماضی اور سرکاری معاملات خزانہ کے شعلی بڑی قابلیت ظاہر کرتے تھے اور جیسا کہ امید کیا جاسکتی ہے ان تمام باتوں کی بھی مہارت ظاہر کرتے تھے جو کچھ ان اور نوعیت اراضی علی الخصوص رہا یا کے حق سے متعلق ہیں۔ تھے اور کمائی کی کتاب میں انھوں نے بہت زیادہ نہیں دیکھی تھیں۔ انھوں نے اپنے تئیں صرف عمدہ ترین اقسام کے بعض موضوعات تک محدود رکھا تھا جبکہ شہرت مسلم الشوت تھی۔ میں نے خود ایک روز شام کو کوآئر انکوائٹ کے نادون سے چند جدید مقامات سنائے تھے۔ جب ان کی عمر نے اور تجاوز کیا اور انجیل کے مقامات وہ کثرت سے دیکھنے لگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ضروری امور کے تذکرہ میں شاید بیساختہ انجیل کے فقرات استعمال کی زبان سے نکل جاتے تھے۔

بعض لوگوں کو تعجب ہو گا کہ جب انھیں گفتگو کرنے کی ایسی خلقی قوت خود موجود تھی تو قریب دو تین ان کو زیادہ کامیابی کیونامیں حاصل ہوئی اور بارعام میں تقریر کرنے سے وہ کیوں محذور رہتے تھے۔ اس کا سبب شاید یہ ہے کہ ابتدا سے ایام میں جب ان کے زور آور ہونے کا زمانہ تھا ان کو کسی جلسہ عام کے سامنے انگریزی زبان میں تقریر کرنے کا موقع نہیں پڑا۔ درباروں اور سرکاری محکموں میں لڑیوں کے درمیان مشرقی زبانوں میں گفتگو کرنے کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ آخری برسوں میں جب ان کو اپنے ہونٹوں سے خطاب کرنے کی زیادہ حاجت اور ضرورت ہوئی تو وہ دماغی تیاریوں میں ایسے مبتلا رہے جس سے تقریر کرنے کے قصد میں ان کو شرم و حجاب معلوم ہوتا تھا۔ علامہ کے موسم گرما میں ان کو دوران سر کا عارضہ شدت سے ہوا جس کے دوران کے زمانہ میں وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ وہ محکوم معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی راجت میسر سے دماغ میں سلاخیں چھو رہے ہیں اس کے بعد وہ دماغی فوجی محکومین سے دلاتے رہے کہ میرا سراؤٹ ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی ہوا کا جھونکا میرے دماغ میں زور کر رہا تھا آتا ہے۔ گویا کوئی مستقل مزاجی کا ثبوت اس بات سے بخوبی پایا جاتا ہے کہ جس حالت میں ان کے ملک کی بہت انتہا رتبہ کی دماغی مشقت اٹھانے کی تھی تو انھیں دماغی کلیفون کی حالت میں وہ عمدہ سے عمدہ دور اندیشی کی پابندی سرچھ لیتے تھے۔ اس سے اکثر ان کی طبیعت چرمودہ ہو جاتی تھی لیکن جب اتفاق ہوتا تھا تو گویا پھر بدل چلا جاتا اور وہی مخالفت اور عسرت پھر عسرت پھر جاتی تھی۔

چونکہ ابتدا ہی سے انکو عادت پڑی تھی اسوجہ سے نہایت وثوق کے ساتھ وہ عام جلسوں کے سامنے ویسی زبان میں تقریر کرتے تھے۔ اور ایسے گورنر جنرل بہت کم گذرے ہیں (بلکہ اصل تو یہ ہے کہ سوائے انکے کوئی نہیں ہوا) جنہوں نے ویسی راجاؤں اور سرداروں سے بھرے ہوئے درباروں میں بارہا ہندوستانی زبان میں طول طویل تقریریں کی ہیں انکی زندگی کے آخری زمانہ میں جبکہ انکی ملاقات کا شرف نہیں حاصل ہوا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ انگلستان کے عام جلسوں میں انہوں نے چاہے جو تقریر کی یا نہ کی ہو لیکن جو شخص اُن سے تقرب رکھتا تھا اور اُس سے انہوں نے کبھی گفتگو کی ہے اُس پر ضرور انکی باتوں کا پورا اثر پڑا ہوگا۔

کام سے تھکے ہوئے چیف کیشنر کو مینل صاحب کے اُنکے بیکر ٹرنی مقرر ہونے سے جو مدد پہنچی اُسکا نتیجہ فوراً ہی یہ ظاہر ہونے لگا وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر یہ میرے بیکر ٹرنی ہوتے تو میں بالکل ٹوٹ جاتا۔ جن صورتوں میں پیشتر انکو ایک طومار کا طوار لکھنا پوری چٹھی کا (جب وہ چاہتے تھے کہ جیسا چاہئے ویسا کام ہو) تحریر کرنا پڑتا تھا اب مثل اور شتی سرکاری افسروں کے دو ایک سطرین کمپیٹ دیا کرتے تھے اور اس بات سے مطمئن ہو جاتے تھے کہ میرا بیکر ٹرنی میرا مطلب سمجھ جائیگا اور صحیح اور موزوں عبارت میں پورا مضمون لکھ دیگا۔ مینل صاحب کو کام کرنے سے جیسا شوق اور جیسی صلاحیت تھی بجنسہ جان لارنس کے مطابق تھی۔ دونوں آدمی کامل اتفاق سے کام کرتے تھے اس اتفاق سے بعض اوقات ایسے امیدوار جو اپنے مقصود و عہدوں کی لیاقت نہیں رکھتے تھے یا وہ ماتحت جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنے چیف کے مورد عتاب ہوتے اور جنکا بغیر اصل ملاقات کرنے کے اطمینان نہوتا ناراض اور غصہ ہوتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ چیف کیشنر سے تو کام بھگنا آسان تھا کیونکہ بعض اوقات ساندھی اپنے دشمنوں کو تیر تیر کرنے یا ایسی ضرب کے لگانے میں جسکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا نہایت ہی کمزور حملہ آوروں کے ہاتھ سے جھجکا جاتا ہے یا سینگ مارنے سے معذور ہو جاتا ہے لیکن دو آدمیوں پر غلبہ حاصل کرنا بڑی مشکل بات ہے یعنی ایک تو وہ قوی دست افسر ہے جو اپنے مزاج کا آدمی ہے اور دوسرے وہ ”مکر وہ بیکر ٹرنی“ جو وہاں چپکا بیٹھا رہتا ہے منہ سے ایک بات بھی نہیں کہتا مگر اپنے چیف کی تمام باتوں اور خیالوں کو سمجھتا اور اُسکو پکائی انگریزی زبان میں لاتا جاتا ہے۔

قریب قریب پہلی خدمت جو بہ حیثیت بیکر ٹرنی چیف کیشنر اُنکے سپرد ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ باتباع احکام گورنمنٹ ایک دوسری رپورٹ اس بات کی تیار کریں کہ گذشتہ دو سال کے عرصہ میں پنجاب میں کیا ترقی ہوئی۔ رپورٹ سابق کے مقابلہ میں تو فی الحقیقت یہ رپورٹ کوئی نئی بات بیشک نہیں رکھتی تھی لیکن مضامین اور طرز بیان کے اعتبار سے بخوبی تمام اُسکا موزوں تہمت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس باب کے خاتمہ پر اُسکا بیان کرنا نہایت موزوں ہے اور اسلیئے اُسکے چند فقرات ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو معلوم

۳۹۸

ہوا کرتا ہے۔ اور لارنس میں بھی جالانکہ خودی تھی مگر وہ نہایت بوش اور زلفہ دلی میں تھے اور بڑی سرگرمی سے وہ خیالدار اپنے تجربوں کو بیان کرتے تھے اور لازوڈ کو اپنی حرفت قبول نہیں کرتے۔ کھانا کالے کے بعد وہ پھر چکی پر پیسٹرنگ لگاتے گئے۔ لارنس تحریرات کو نہایت دلچسپ اور طبعی سمجھ کر انکی تعریف کرتے ہیں۔

من نہیں جانتا کہ ایک سال نگار کے قصہ میں

تیرہ سال کا بچہ شہر میں رہتا ہے

ان میں جانا کہ ایک نسل انکار کے قبضہ میں جس قدر کائنات آتے ہیں اُن سے کائنات اُس رسانی ذہن بلند پروازی
جست و تہیات شیریں بیان اور تازگی مسامین کا اظہار ہوتا ہے جو ان کی لائیکس کی باتوں سے اُس وقت متروک ہوتے تھے جب وہ
اپنے ہمیشہ کے کسی معرب دوست سے گفتگو کیا کرتے تھے یہ عقیدے اُس وقت ضرور ظاہر ہوتی تھیں جب وہ کام پر نہیں ہوتے تھے
گو درحقیقت کام کرنے کے وقت وہ کیسے ہی غمیدہ اور تین معلوم ہوتے ہوں۔ وہ اکثر تعلیمات کا وہی مشہور طریقہ اختیار کرتے
تھے جس میں ملک کی کیفیتیں انسان کے ترشے ہوئے استعارات سے بیان کیا جاتیں یا بالعکس اسکے انسان کی طبیعت اور
مزاج کا احوال عالم اسباب کی مشیاسے مثال دیکر بیان کیا جاتا ہے۔ گو کئی کیفیتوں کی نازک یا فطرت کی مزیدہ تر لطیف
تجویہ میں انھوں نے بہت کم ترقی کی تھی اور شکل سے اُن کے قدردان تھے تاہم اگر کسی محراب جمل کی نئی کیفیت دیکھتے تھے تو کچھ
نہ کچھ مصور کی سی ذکاوت اور شاعر کے سے خیالات ظاہر کر دیتے تھے۔ میں نے دیاسے سندھ سے عبور کرنے پشاور گھائی بلخ
درہ خیبر اور کوٹک پہاڑی ملک سے گزرنے اور دریائے سندھ کے سیلابوں اور کوہ ہالیہ میں بادل کے گرجنے کی کیفیتیں
بیان کرتے ہوئے ایسے تاثیر پذیر اور دردناک فقرات سے سنا ہے جو شاید ہمارا تو تھے مگر بہت کم لوگ اُن سے عمدہ فقرات میں
اُن کی کیفیتوں کو بیان کر سکتے ہیں۔ وہ مشرق کے مشہور جاذبون یعنی اعلیٰ شیر ہرن بھیسا عتاب اور بار کا ذکر اشارتاً عجیب
الفاظ سے کرتے تھے۔ ہندوستان کے کسان جن جانوروں کو پالا کرتے ہیں اُن سے بڑی گلیوں بیلوں بھیڑوں اور بکریوں کے
چروان سے انکو نہایت اُس مقام ہندوستان میں گھوڑوں کی نسل کی ترقی دینے کے فن میں عام اس سے کہ گھوڑوں کے
کھیتوں یا گاؤں میں اُن کی پرورش کرنا ہوتی نہایت محنت و آفیت رکھتے تھے اور جب کوئی شخص پھیر چڑھوں اور بکریوں کے
مسلق مدو بدل اور ان کی ساخت غذا تعلیم مزاج اور تربیت پذیری کے متعلق بحث کرنا تھا تو وہ بہت شوق سے سنتے تھے۔
اس بات کا بیان کرنا فائدہ مند ضرورت معلوم ہوتا ہے کہ ان سر بندہ است کا کام کرنے کے بعد انکو کفد اقسام زمین فصل پیدا
کرنے کی صنعت اور فصلوں پر موسم کے اثر اور ہندوستانی کسانوں کے عیب و ہنر سے بھی آگاہی ہوگی تھی اور ہندوستان
میں آج تک جو انگریز آیا اس بارے میں کسی نے اُن سے بڑھ کر واقفیت پیدا نہیں کی۔ نہ راجہ کی کاروبار کے ہماری ہونے کے
رائے میں کوئی شخص اُن کے ساتھ سوار ہو کر کھیتوں کی طرف جاتا تھا اسکو وہ کچھ نہ کچھ تعلیم دیا کرتے تھے کہ اس بات کو دیکھنا چاہیے
وہ یہ اُن کے پیشہ اعظم کی ایک شاخ تھی کہ ایک ہی نظر میں وہ ہر جادو ہر طریقہ کے ہندوستانیوں کی اصلی کیفیت و ریاضت
دیکھتے تھے۔ وہ اپنی کشادہ دلی سے غریب درجہ کے لوگوں کی نفسی اور تباہی کی علامتوں کو سمجھ لیتے تھے اور اکثر اوقات

اسکی شرح کرتے تھے۔ اُنکے ساتھ بڑے موضوعوں کے ناہموار راستوں اور گلیوں میں پھرنے اور وہاں کے عیوب و ہنر اور صلاحیتوں اور آمدنی کے وسیلوں کا حال شننے میں بڑی دلچسپی تھی انسانی چال چلن سے آگاہی حاصل کرنا اُنکی دوزدیشی کا خاص حصہ تھا اور یہ اُنکے بہترین فرائض سے تھا کہ وہ دیسوں کے مزاج سے اُسکی علمی صورت میں واقفیت حاصل کرتے رہتے تھے وہ ہندوستانیوں کے ایسے خیالات سے جو اُنکے روزمرہ کے کاروبار سے تعلق رکھتے ہیں بہت اچھی طرح سے واقف تھے گو جیسا کہ عوام کہا کرتے ہیں شاید سچید واقفیت نہ رکھتے ہوں ان باتوں کے متعلق اُسے گفتگو کرنے میں ایک نئے ہی رنگ کی رائیں اور خیالات معلوم ہوتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ فلاسفہ نظریات اور علم مابعد الطبیعت کے مطابق ہندوؤں کا جو کچھ خیال ہے اُسکی طرف اُنھوں نے ظاہر کچھ نہیں کیا۔ اور مسلمانوں کے علماء اور پختہ مذہب لوگوں کے حالات سے بہت اچھی طرح سے صحت کے ساتھ واقفیت رکھتے تھے اور اُن سب باتوں کو پُر زور عبارت میں لکھ سکتے تھے۔

ہر چند کہ وہ جو گویا تارک الدینانہ تھے لیکن ہر ایک بات کے متعلق اپنی خوش مزاجی سے ظرافت کے پہلو کو ضرور تلاش کر لیتے تھے۔ اُنکے قریب ترین دوست غالباً ہی سمجھتے تھے کہ ہنسی مذاق کے وہ اس قدر شائق ہیں جو شاید غیر لوگوں کے خیال میں بھی نہ آسکے۔ لیکن اُنکا عمل بالکل اس مقولہ پر تھا کہ المزاح فی الکلام کالبح فی الطعام۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتے تھے یا اپنی کرسی پر محکمہ میں بیٹھے ہوتے تھے تو اس وقت مذاق کو چھوڑ دیتے تھے لیکن کھانا کھاتے وقت یا کھانے کے بعد یا سیر کے وقت یا جب صرف اپنے سبکدوشی کے ساتھ ہو اکھانے نکلتے تھے تو اُنکے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی تھی جو ظرافت سے شامل نہ ہو۔ جب میں درمیان کے بہت سے گزشتہ برسوں کو چھوڑ کر اُس زمانہ کا خیال کرتا ہوں جب ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک میں برابر اُنکی صحبت میں رہا تو اُنکی شستہ و رفته گفتگو اور خاص طور کی ظرافت مجھ کو مثل اُس رو سے خندان کے معلوم ہوئی جسکو شاعر نے سمندر کی وسعت اور حرکت کے بیان میں استعمال کیا ہے۔

اُنھوں نے گارجین اس قدر تعلیم نہائی تھی کہ اپنی تقریروں کو علماء کے منتخب کلام سے زینت دیتے اور شیکسپیر کے سوا کسی دوسرے شاعر انگلستان کے کلام سے بھی عموماً کسی مضمون کا حوالہ نہیں دیتے تھے۔ لیکن شیکسپیر کے اقوال وہ اکثر بڑے موقع سے استعمال کرتے تھے اُنکی جگت بازیان اکثر فارسی زبان کی ہوتی تھیں کیونکہ اس زبان میں اُنھوں نے واقفیت تامہ حاصل کی تھی اور عدالت اور سرکاری محکموں کی بھی یہی زبان تھی۔ غالباً اس رنگین زبان کی عمدہ تشبیہات کے وہ کم قدردان تھے اور مروجہ واقعات اور عام معاملات کے متعلق جب وہ ان تشبیہات کو استعمال کرتے تھے تو اکثر لوگ ہنسنے لگتے تھے۔ اور بعض اوقات جب وہ فارسی سے انگریزی میں لفظی ترجمہ کرتے تھے تو لوگوں کو ہنسا دیتے تھے جب دیسوں سے ہندوستانی زبان میں وہ باتیں کرتے تھے تو ضلع اور جگت کو کام میں لاتے تھے جس سے وہ لوگ بے ساختہ ہنس پڑتے تھے حالانکہ اُنکی عادت ہے کہ اپنے اکابر کے روبرو وہ سُکراتے بھی نہیں ہیں۔ زیادہ سنجیدگی اور سمانت کی تقریروں میں وہ متفرق قسم کی باتیں اور مختلف مضامین کو استعمال کرتے تھے۔ ایسے موقعوں پر جو کچھ وہ پڑھتے تھے وہ عمدہ ترین مضامین سے ہوتا تھا اور بجز تمام اُنکے دل میں نہ نہیں رہتا

تیرھواں باب ۱۸۵۸ء قادیان

اگر میں ایک اعلیٰ عہدہ دیدینے کو کہا تو اس سے بھی امتناع پیدا ہوا کہ جان لارنس جس شخص کو اپنا سرکاری تمام کر دی۔ گوڑ بھی صاحب کو انھوں نے لکھا کہ پینل کو میں عرصہ سے چاہتا ہوں کہ فیول کی جگہ پر بسکرے۔ گوڑ بھرتی لین صاحب کو جانے دینگے کیونکہ کسی لائق شخص کی ترقی میں صرف اسوجہ سے کہ وہ کسی شخص کا نظر ہٹا کر گئے (یہ ایسے شخص تھے جنکا جان لارنس کو ہمیشہ خیال رہا اور ہمیشہ نہایت تعمل اور شفقت سے انکے ساتھ پیش آئے) تو آخر کو پینل صاحب کے لیے وہ عہدہ خالی ہوا جسکی وہ استعداد یافتہ رکھتے تھے۔

میں اور پریشان کر آیا ہوں پونچے۔ پہلی ملاقات میں دونوں کے درمیان جو باتیں ہوئیں انگو میں ایک بڑے مستند ذمہ سے بیان کر سکتا ہوں اور انے دونوں آدمیوں کی خصلتیں خوب ہی ظاہر ہوئی ہیں پینل صاحب نے پینل کو مجھے بیان کیا ہے کہ جان لارنس نہایت ہی طویل تھے لکے سر میں نہایت شدت کا درد تھا اور ایک تار ایک توبے عمارت کے لیے ہوتے تھے اور بہت ہی چھین تھے۔ جب انھوں نے سنا کہ میں باہر والے کرہ میں اگر بیٹھا ہوں بعد اسکے کہ نہیں کہا۔ سپر کو وہ اور بھی اچھے ہو گئے اور اپنے کرہ سے باہر نکلنے کے قابل ہو سکے۔ مجھکو دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ آخر کو اپنے مناسب عہدہ پر جو آئے تو اس سے مجھکو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ میں آپ کی رائے سے بہت خوش ہوں اور اپنی تحریر سے اور بھی زیادہ خوش ہوں لیکن میرے دن ہیں ہر گزے کو انکا دن ضرور دیکھا۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ میری آئندہ ترقیوں کے متعلق میری باتیں صاف آئین کیونکہ بعد کو میں انھیں گے اور اب بھی ہے لیکن ایک امر کے اعتبار سے اسکی اور اس مقام پر شاید میں ایک چٹھی کو جو سر پرچہ پینل کی طرف سے مجھکو ملی ہے اور جس میں انکے نئے چیف کے بارے میں بعض بعض ابتدائی خیالات ظاہر کیے گئے ہیں نہایت موزونیت کے ساتھ درج کر سکتا ہوں۔ سر پرچہ پینل لکھتے ہیں کہ۔

آپ کی درخواست کے مطابق میں اپنی یادداشت سے جن باتیں اس بارے میں بیان کرنا ہوں کہ جان لارنس اپنے پیشوں کے ساتھ ملے

باتیں کیا کرتے تھے حالانکہ مجھ کو اپنے سفر مالک کی جو باتیں یاد ہیں انکے قرار واقعی بیان کرنے کی اس مختصر خط میں گنجائش نہیں ہے
 وسط جوں شملہ عین جائزہ یا منٹس نے مجھ کو جان لائرنش کے روبرو جو اس وقت ٹوئٹنگٹو واقع وسط شملہ کے ایک
 خوبصورت مکان میں رہتے تھے ایک دن پیش کر آیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس شخص کی شہرت کا ایسا گڑا اثر سرکاری ملازموں
 کے دل پر پڑا تھا اور جس کی تحریک سے میں نے ہندوستان کے ایک نہایت آرام دہ مقام کی ملازمت چھوڑ کر ملک پنجاب
 میں جہاں اس وقت تک پختہ انتظام نہیں ہوا تھا ایک نئے عہدہ کے کام پر روانہ ہوا تھا اس سے پہلے پہل ملاقات کرنے میں
 مجھ کو کس قدر ذوق اور اشتیاق ہوگا۔ میرے دماغ میں اس وقت جان لائرنش کی یہ صورت گھٹی تھی کہ وہ ایک سخت مزاج
 آدمی ہیں گفتگو اور صورت میں کسی قدر روکے ہوئے بخاری منہ لبا اور لب ایک دوسرے سے پیوند۔ باتیں بہت کم کرتے ہیں
 ووجود ایک باتیں کرتے ہیں وہ بالکل خشک اور کاروبار کی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ انکی باتیں صرف سرکاری منصوبہ بندی یا ملکی
 ورائڈی کی طرف راجع ہوں گی اور بجز نفس مطلب کے اور کسی جانب روئے سخن نہ ہوگا لیکن جب وقت مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ پختہ
 زمین اور پیشانی چوڑی صورت بشاش اور محبتی اور گفتگو میں زندہ دلی پائی جاتی ہے تو مجھ کو برا تعجب گذرا۔ کہاں تو لب بند
 رہتے تھے اور کہاں اب میں نے دیکھا کہ ہمیشہ مسکرانے اور ہنسنے میں کھلے رہتے ہیں۔ بات چیت اس امر کی ہونے لگی
 کہ شملہ اور پنجاب کے درمیان کا ملک کیسا ہے اور موسم برسات جو اس وقت شروع ہوا چاہتا تھا زراعت پر اسکا
 یا اثر پڑیگا اور درخت تلج سے لیکر کوہ ہمالیہ کی بلندیوں تک سفر کرنے میں کیا کیا واقعات پیش آتے ہیں جسے ظاہر ہو
 ملک کی حالت کیا ہے اور رعایا کے اوضاع و اطوار کیا ہیں۔ اس وقت وہ زندہ دلی میں سرگرم تھے اور جانتے تھے
 کہ مجھ کو بے تکلف کر دیں لیکن جب وقت انکا قیافہ بدلا اور اشتراک گفتگو میں انکی صورت متغیر ہو گئی تب البتہ مجھ کو انکے دماغ
 کی پوری قوت اور استحکام دریافت ہوا اور میں نے معلوم کیا کہ جب انکو کوئی تردد یا کسی بات کا مصمم قصد ہوتا ہے تو
 انکی پیشانی پر شکنیں آجاتی ہیں انھوں نے میرے بند و بست کے کام کے متعلق دو ایک باتیں پوچھ کر آخر میں گفتگو کی صورت
 بجا بدل دی اور ایک تالیف مقرر کی کہ اس روز آپ اپنے کاغذات مجھ کو لا کر دکھائیگا۔ اسکے بعد پھر جب کئی مرتبہ مجھے
 ان سے ملاقات ہوئی اور بند و بست کے کام کا ذکر آیا تو انھوں نے اس بات کو نہیں ظاہر کیا کہ ضروری واقعات کو وہ
 بہت جلد گرفت کر لیتے تھے اور ملکی تحقیقات کی بڑی بڑی باتوں کو دوراندیشی کے ساتھ اپنے تجربوں سے ملانے لگتے تھے
 بلکہ ایک نوجوان افسر کو عموماً اتنے بڑے اعلیٰ افسر سے جقدر امید ہو سکتی ہے اس سے کہیں زیادہ تحمل اور توجہ ظاہر کی
 اسکے خور و شر ہی دنوں کے بعد انھوں نے بیان کیا کہ گورنر جنرل (لارڈ ڈوگلوئی) نے مجھے پانچ ماہ کے میں گورنر
 ہون میں اطمینان کے ساتھ آپ کی دعوت کروانے اور چونکہ اور کوئی یہاں اس موقع پر نہیں تھے اسلئے مجھ کو اس بات کے
 مکینے کا خوب ہی موقع ملا کہ دونوں مدبران اعظم علاقہ این روئے تلج کی جاگیروں کی بابت جسکا اس وقت گورنر جنرل بند و
 کر رہی تھی کسی بحث کرتے ہیں۔ لارڈ ڈوگلوئی میں متانت اور نفاست کا انداز پایا جاتا ہے جو عموماً مدبران ملک میں

ترجمان اسلام غازیہ

میں آمین و تشریح طلب ہیں جب پہلے پہل فہم مقرر ہوا تو لارڈ ڈکنسن نے ظاہر ایک طور کی غلط فہمی سے غلط فہم ہونے کو دیکھا اور لارڈ ڈکنسن نے مقرر کردہ ایام سے صاحب ایک ذی ایقت اور تعلیم یافتہ آدمی تھے اور ہمیشہ بالکل ناموزون نگینیں کے پتھر تھے لیکن جیسا کہ نتیجہ سے ظاہر ہوا ان کی تعلیم اور صلاحیتیں اس خاص عہدہ کے مغربی دشمنی کو پہلے گئے۔ اور ایک مرتبہ پھر غلط فہمی کی بہت سے جادو بھی لائق حقہ نہیں تھے لارڈ ڈکنسن نے فہم صاحب کو اس عہدہ پر مقرر کیا اس طور پر شل پنجاب کے اور عہدوں کے جنکو بالکل فہم کے اعتبار پر مقرر دینا چاہیے تھا یہ بھی بلکہ شاید ہی ایک عہدہ تھا جسکے ہر نے میں فہم کو زبان ہلانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

آئے اور وہ ان رپورٹوں سے بھی جو ایک نوجوان بھٹپن تھے لارڈ ڈکنسن نے فہم کے ساتھ ملاقات کو کام کو دیکھا بھلا جو صاحب موصوف نے بنیشت اپنے خلیع انجام دیا تھا اپنے دوستوں سے یہ سب لارڈ ڈکنسن نے بیان کیا تھا کہ ”بس ایسے ہی شخص کو ہم اپنا سیکرٹری مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں لارڈ ڈکنسن نے فہم کو ہمیشہ کے لیے ہم پر متسلط کر دیا ہے۔ اور اس کے متور سے ہی دونوں کے بعد خود اپنی ماں سے ظاہر کرتے ہیں ”نوع مرثیہ نے بندوبست جالندھر کا کام ابھی حال ہی میں ختم کیا ہے۔ اور اس بندوبست کے عرصہ میں جب تک وہ ان کا قیام ہوائے اول درجہ کی کارگزاری ہی نہیں کی بلکہ اس قدر کام انجام دیا ہے کہ قسمی سے اس ”نہایت ہی ترقی پذیر افسر خراب“ کو کچھ دنوں کے بعد مائین صاحب نے مالک مغربی و شمالی میں بکوالیا۔ لیکن جان لارڈ ڈکنسن نے جب نہایت ہی اصرار کے ساتھ لکھا (اور اس امر کو میں اپنا حاجت ہے تو مائین صاحب انکی درخواست قبول کرنے پر راضی ہو گئے اور اس کے بعد ہی مائین صاحب کو یہ پتہ چلا کہ مالک بندوبست مقرر کر دیے گئے۔ اپنے نئے عہدہ پر جاتے ہوئے جنوری ۱۸۵۳ء میں جب وہ آگے رقص کیا ”چنانچہ جو شخص بزم آئندہ انکا اعلیٰ افسر ہونے والا تھا اس نے مائین صاحب کے اپنے

نور محمد

پاس بار بار آنے کے بیان میں یہی الفاظ استعمال کیے تھے۔ اُنھوں نے دو آہ ریچا میں اس طرح کی محنت شاقہ کی جیسی جالندھر میں کی تھی اور جب لارڈ ڈوڈلہو نے یہ رائے دی کہ ایک رپورٹ اس امر کی تیار ہوئی چاہیے جس سے ظاہر ہو کہ احق کی وقت سے اب تک پنجاب میں کیا ہوا تو ممبران بُورڈ کا خیال خود بخود اُنکی طرف رجوع ہو گیا۔ یہ کام اصل میں بلون صاحب کا تھا جنھوں نے اُنھیں طبع آزمائی کی۔ لیکن اُنکی کوششوں کے نتیجے میں ایسے ناکافی پیدا ہوئے کہ لارڈ ڈوڈلہو اور ممبران بُورڈ کی عام رضامندی سے کام کرنے کا ایک دینا یعنی وہی نوعمر افسر نذوبست طلب کیا گیا۔ پمپل صاحب کو یہ اطلاع شام کو پہونچی اور اسی رات کو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار گدھ سے لاہور کو پہونچ گئے یہ سرائی میں میل کا قافلہ تھا راستہ میں بہت سے چڑھے ہوئے دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ اس طی الارض سے یہ معلوم ہو گیا کہ دو کس خصلت کے آدمی تھے اور فقط یہی بات اُنکے آئندہ چیف کی خوشنودی کے لیے بخوبی تمام کافی تھی۔

پمپل صاحب کا یہ کام نہایت ہی نازک اور دشوار تھا رپورٹ کے بعض بعض حصوں کو نہرچی اور بعض بعض حصوں کو جان پہلے ہی لکھ چکے تھے اور لارڈ ڈوڈلہو اور ہر سہ ممبران بُورڈ کی مشورت لینا تھی اور سب کے سب یہی بات اُنکے ذہن نشین کرنا چاہتے تھے کہ یہ مشورت اس طرح سے لی جائے جس میں ذرا بھی صحت میں فرق نہ آنے پائے۔ بہر حال یہ کام تمام کو پہونچا گیا اور ایک ایسے طریقے سے اسکی تکمیل ہوئی کہ اسکی اشاعت نے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیاز مانہ کھول دیا یا بہر حال جو خیال غیر لوگوں کو اس تواریخ سے پیدا ہو گا اُسکے اعتبار سے ایک نیاز مانہ کھلا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسکی اشاعت کے قبل ہندوستان یا انڈیا میں اور کبھی ایسی تحریر شائع نہیں ہوئی تھی تو اس سے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جو رپورٹیں شائع ہوئی تھیں وہ ایسی نہیں تھیں کہ اُنکو کوئی پڑھ سکتا یا سمجھ سکتا۔ ان میں ہندوستانی اور فارسی لفظیں ملی ہوئی تھیں اور بہت مجموعی اُنکلی ایک مکر وہ صورت معلوم ہوتی تھی۔ اسطور پر پمپل صاحب کی انشا پر دیکھنے میں ایک جان ڈال دی اور اگر وہ اس کام میں ہاتھ نہ لگاتے تو بہت سی باتیں جنکو لارڈ ڈوڈلہو نے انجام دینا تھا ضبط تحریر میں نہ آتیں یا بہر حال محکمہ گورنمنٹ کی الماریوں کے خانے یا حدود پنجاب کے باہر ان کا حال کیونکہ معلوم ہونے پاتا اور نہ اُنکا بلا فضل اثر اور مقامات پر پڑنے پاتا۔

پمپل صاحب نے سکرٹری کا کام تو انجام کیا مگر سکرٹری کے عہدہ پر اب تک مقرر نہیں کیے گئے اور جب بورڈ موقوف ہو گیا اور اُسکے بدلے چیف کسٹمری مقرر ہوئی تو بھی گورنر جنرل سکرٹری کے بدلنے سے انکار ہی کرتے گئے۔ جان لارنس نے گورنر جنری صاحب اور لارڈ ڈوڈلہو کو بہت کچھ لکھا کہ مجھ پر بہت سا غیر ضروری کام پڑا ہے اور بلون صاحب کو اس مقام کی رزیدنٹی یا اور کوئی دوسرا عہدہ جو اُنکی باتوں کے قابل ہو دیا جائے مگر کچھ اسکا فائدہ نہیں ہوا۔ بُورڈ کے زمانہ میں اُنھوں نے سکرٹری کے عہدہ کے متعلق اور خاص اپنے عہدہ کا کام بھی بہت سا انجام دیا تھا اور اب طرہ یہ ہوا کہ کانوں صاحب نے پمپل صاحب

مگر خوشنشینوں کے برابر نہیں کی وہ میرا بیماری کا رگڑا آدی ہے جیسے آپ بھی نہ ہو سکیں گے۔ آپ کا خیال زیادہ تر اس
 ہیں۔ جو ڈیٹیل مینڈ کے لیے زیادہ جلد بازی جیسی آپ میں ہے نہیں درکار ہے تاہم ممکن تھا کہ کالون صاحب کو اور
 بھی خراب حج ملتا۔ اگر آپ پھر میرے یہاں واپس آسکیں گے تو میں خوش ہو گا اور اگر آپ کو دوسری جگہ ترقی مل گئی
 تو میں راضی رہوں گا۔

۳۴

لیکن اگر کوہستان پر آپ کے لیے پانچ مہینے کارہنہا کافی نہیں ہے تو جو وقت اگر مین گیارہ مہینے تک آگے نہ ہاڑا
 اموقت کیا کیجیے گا۔ مجھ کو یہ دیکھ کر افسوس معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ پر جانے کے مطلق مین نے جو کارروائی کی ہے اس سے آپ کے
 رنج بدینا۔ لیکن مجھ کو امید ہے کہ سرکاری فائدہ کے لحاظ سے مین جو کارروائی کر دے گا اسکو آپ پسند کر سکیں گے۔ مین نہیں خیال
 کرتا کہ آپ پر جو کچھ فرض ہے اسکو انجام کر کے آپ زیادہ عرصہ تک ٹھہر سکیں۔ مین نہیں سمجھتا کہ اس زمانہ سے زیادہ عرصہ
 تک کسی شخص کو پہاڑ پر رہنا چاہیے۔ مین نہیں دیکھ سکتا کہ آپ سات مہینے دان گزیر مین بھی پانچ مہینے گیا ہوں اور اس سال کے سواہیشہ
 تلج انکے کہیں ہیشہ پھاٹیوں سے چلے آئے ہوں۔ کم مٹی کے بیشتر مین بھی پانچ مہینے گیا ہوں اور اس سال کے سواہیشہ
 آقا ناکو بر مین چلا آیا ہوں آپ اور آپ کے سوا دوسرے لوگ بھی خیال کرتے ہیں کہ مین بڑا سخت کام کا لینے والا ہوں شاید
 ایسا ہی ہو لیکن میرا منصب بھی ایسا ہی مقصی ہے۔ ہر بات کو اسان سمجھ کر چھوڑ دینے سے کچھ شرف نہیں ہے مین خیال کرتا ہوں
 کہ کوشنر ان علاقہ مین روئے تلج و قسمت لاہور مقدر کا م اچھی طرح سے انجام کر سکے ہوں اس سے زیادہ آنگو کام رہتا ہے
 مین گورنمنٹ سے دو مرتبہ اس امر کو بیان کر چکا ہوں لیکن گورنمنٹ اسکو تسلیم نہیں کرتی اور واسطے مجھ کو لازم ہے کہ کوشش
 کروں اور میرے کام کو انجام کر دوں مین آگوتین داتا ہوں کہ مین فرش نعل پر نہیں سویا کرتا ہوں اگر میرا پس جلا جائے
 تو مین کل ہی انکے نشان کو چلا جائے۔

وہ گفتگو مین اس مکتوب الیہ سے ظرفانہ میں قسم کے اختلاط سے جو اوکل عادت سے تھایہ کیا کرتے کہ
 وہ آم بازنس صاحب تم تو بڑے چالاک شخص تھے ہم لوگ جس نام کو ایک گنڈہ مین کر سکتے ہوں تم انیکو اسی عملی سے
 آدھ گنڈہ مین کر لیتے اور اگر تم اس بات کی کہ نہ کرتے کہ مین اسکو پاؤ ہی گنڈہ مین انجام کر دے گا تو تم بہت ہی اچھی
 طرح اسکو انجام کرتے تھا۔ دوست کی قوت اور کمزوری کا اب اس سے زیادہ صفائی کے ساتھ اور کیا کوئی
 بیان کرے گا۔ چیت گنڈہ مین کا اپنا کام انکے تین کمرے والے مکان واقع مری مین جوانگی اور انکی زوجہ کی سادہ
 حاجتوں کے لیے کافی تھے علی الاقتال ہوتا چلا جاتا تھا۔ ۳۰ جون کو وہ لگتے ہیں کہ مین ہر وقت کام ہی
 میں مشغول رہتا ہوں کیونکہ قلم میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ طول طویل رہو توں کا لکھنا واقعی تکلیف دہ
 ہے ادا اب میری انگین دیسی نہیں مریں جیسی پہلے تھیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر پچاس برس تک میری زندگی

وفا کی توہین اذہا ہو جاؤں گا۔ اسکے چند روز قبل ۲۷ مئی کو ایک چوتھا بیٹا (جائز نیپئر) پیدا ہوا اور چند ہی روز کے بعد جب ماں اس قابل ہو گئی کہ بچہ کو لیکر تنہا رہ سکے وہ لاہور کو روانہ ہو گئے۔ لیکن یہ اس طرح کی آزادی تھی جسکی بہت جلد انکو کچھ مکافات اٹھانا پڑی کیونکہ وہ بنجار میں سخت مبتلا ہو گئے تھے جس سے انکی جان کے لانے پڑ گئے تھے۔ انکے طبی مشیر پہلے تو فصد کو لے کے معمولی علاج سے کسیتدر خائف ہوئے لیکن جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو آخر کو ڈاکٹرون نے انکے بازو میں ایک رگ کھول دی۔ اس سے انکا کسیتدر ہلکا ہو گیا لیکن ڈاکٹرون کے قطعی احکام اور اپنی سید کروری سے وہ تنہا کیے گئے کہ جہاننگ جلد ممکن ہو مرنی کو دیا پہلے جائیں۔ جب لازؤ ڈوٹھوئی نے اپنے نائب کے اس افاقہ کا حال سنا تو انھوں نے بہت توجہ کی اور اس طرح بارہا انھوں نے پہاڑ جانے کے لیے صلاح دی جس سے میری آئندہ تحسیرات کی تصدیق ہو گئی۔

۷ ستمبر

مری میں جانے سے محکوم امید ہے کہ آپ یکبارگی بخوبی تندرست ہو جائیں گے۔ اب کے سال موسم گرما کے شروع ہونے کے بعد آپ ہرگز ہرگز بہتر سے نیچے نہ اترے گا۔ آپ چاہیں کچھ کرین یا کرین مگر اپنی تندرستی کو قائم رکھیں۔ اور اسکے دو دن بعد وہ پھر لگتے ہیں کہ۔

میں صدق دل سے افسوس کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ تاکید کے ساتھ آپ سے اس بارے میں اصرار نہیں کیا کہ گرمی کے موسم میں آپ مری کو چھوڑ کر لاہور چلے جائیں۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے آپ کی طبیعت ایسی تندرست رہی کہ اس وقت میرے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ کچھ دنوں کے لیے میدانی ملک میں جانے سے آپ کو کچھ ضرر ہوگا۔ اب پھر میں آپ کو انھیں باتوں کی ممانعت کرتا ہوں جنکے بارے میں پچھلی جی میں میں نے ممانعت کی تھی یعنی یہ کہ آپ اپنی عکریاں کے ہر ایک پہاڑی مقام پر آئندہ موسم گرما میں چلے جائینگے جو دہان کثرت سے ہیں اور پھر اپنی تندرستی کو جیسے سرکار کا بقدر فائدہ منحصر ہے خطرہ میں نہ لائینگے۔ اس وقت کے یہ میں اصرار کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ جب تک آپکی تندرستی اور قوت پھر عود نہ کر آئے اس وقت تک اگر آپ سے ممکن ہو یا قلیل درجہ جہاننگ ممکن ہو سکے کامل آرام حاصل کیجیے۔ پنجاب رپورٹ یا اور کسی رپورٹ کا آپ کچھ خیال نہ کیجیے بلکہ خوب اپنا دل بھلائے اور اپنی تین کاہل بنا ڈالیے اور اس تدبیر سے پھر اپنی طبیعت درست کر لیجیے۔

اس سیاحت لاہور کے زمانہ میں جان لارنس اس تبادلہ کے عمل میں لانے کے قابل ہو سکے جسکی عرصہ دس ماہ سے انکو خواہش تھی کیونکہ اس زمانہ میں انکو اس کثرت کا راہ پریشانی سے جوان پر جوہر کر رہی تھی نجات رہی اور انکو ساتھی بھی ایسا مل گیا جسکا مستعد قلم اب بھی بہت کچھ کام کر چکا تھا اور آئندہ کئی برسوں کے بعد انکے عکری زندگی کی حیثیت سے انکے نہایت ہی مقرب لوگوں میں آنے والا تھا جس طرح سے یہ باتیں وقوع

راولپنڈی ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء

میرزا حسن بابا علیہ السلام غایت سزا

میرزا حسن بابا علیہ السلام غایت سزا
 چار سال کے لیے کوہستان آئے ہیں بہت خوش ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ ایک مشہور و فاضل شخص ہوں گے اگر آپ صبر
 کرتے رہیں تو اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی خواہش کی جائیگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم دل کھول کر کام نہیں کرتے ہو۔
 انکے آگے نکل جائیں اور انکے بعد وہ اپنا گھوڑا دوڑاے یا شاید اس سے بھی زیادہ مشہور شخص ہے کہ جب پورے
 صاف فرمائیں گے۔ آپ کا کاغذ اور پاس رکھنے والا مجھے بڑھکر کوئی شخص نہوگا اور نہ آپ کو شکیب کار کرنے کی جہ سے
 زیادہ کسی کو خوش ہوگی۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے سرکاری اعمال نامہ میں صرف ایک دھبہ ہے اور بطور ایک کاروباری دوست
 کے چاہتا ہوں کہ آپ انکو شادابین۔

۲۳

یہ صاحب جنگو جان لارنس نے "کنکیشنر" کا بہت ہی موزون خطاب دیا تھا گو کسی ہی آمادگی ظاہر
 کیوں نہ کرتے مگر اب اس سسٹن میں وہ اپنے اصولوں کو کسی طرح بدل نہیں سکتے تھے لیکن اپنے روی گرو کی
 طرح جسکے وہ مقلد تھے اگر انھوں نے "اپنی تاریخ" سے سلطنت کو بچایا تو اس بات میں ضرور اعانت پہونچائی
 کہ اپنے استقلال دیانت واری اور شادمانی سے جو صرف انکی موجودگی (انکی موجودگی کو جان لارنس ہمیشہ
 اعلیٰ درجہ کی انسانی خوشی کا باعث سمجھتے رہے) سے ایک ایسے شخص کو حاصل ہوئی تھی جسے قریب الوقوع
 جنگامہ میں سب سے زیادہ سلطنت کے بچانے میں کوشش کی وہ مطلب ہی حاصل ہو گیا۔

راولپنڈی میں انڈوز ڈھانڈھان صاحب کونسل نے ہونی اسٹیشن چیلنجانے پھر یون اور چھانڈھان
 کو ایک ہی مقام پر نزدیک نزدیک بنانے کی جو تجویز تھی انکو جان لارنس نے چیلنجانے پھر یون اور چھانڈھان
 قبول کیا بعد ازاں اپنی زوجہ اور بیٹی کو جو دونوں کی دونوں دیرہ جات کے اس کوچ میں شنگی دروہو بہت آجیہ
 سے علیل ہو گئی تھیں ساتویں ہوسے مری کی نئی پہاڑی چھاؤنی کو رو اتھ ہوسے اس مقام پر
 وہ پہلے پہل گئے تھے لیکن وہاں کا آخری مرتبہ کا سفر البتہ نہیں تھا کیونکہ ان کے ڈاکٹروں کے حکم
 اور لاز ڈھانڈھان کی ایک ہی تحریروں سے اگر اپنے نفع کے لیے تھیں تو بہر حال بظہر قائمہ برکار
 وہ مجبور ہوئے کہ فضل گرام کے زیادہ تر ایام اسی مقام پر بسر کریں۔ انھوں نے اپنے دوستوں
 ڈاکٹر ڈھانڈھان اور گورنر جنرل کیسلی درخواست کو قبول نہیں کیا اور یہ لازمی امر تھا کیونکہ ایک وہ ہمیشہ اپنی اور

اپنے ماتحتوں کی اس خواہش کو ہمیشہ روکے آئے تھے کہ گرمی کے ایام میں ان دلفریب پارٹوں پر جو اتر طرف سے لوگوں کو فریاد کر کے اپنی طرف بکھار رہے تھے چلے جائیں۔ یہ ایک بڑی مشکل اور بے لطف تکرار تھی جسکو وہ اس وقت صرف اسوجہ سے متروک نہ کر سکے کہ اب امتدادِ ایام سے انکی حالت بدل گئی تھی۔ اور ایک یہ بھی تھی کہ جس امر کو انھوں نے اپنے لیے قبول کر لیا تھا اس سے دوسروں کے لیے انکار کرنا اور بھی نامستحسن ہوتا۔ ان کے ماتحتوں نے اس بارے میں مروجہ اٹکو سخت مزاج تصور کیا لیکن بالعموم یہ لڑائی دونوں طرف سے اچھے دلوں کے ساتھ لڑی گئی اور کسی شخص نے انکے سرکاری جوش یا ان کے خیالات کی صداقت پر اعتراض نہیں کیا فی الواقع انکی خواہش اتنا کہ یہ تھی کہ شدت کی گرمی کے زمانہ میں بھی وہ پارٹوں سے میدانوں کی طرف چلے جائیں حالانکہ انھوں نے ایسا جوقت کیا انکی تندرستی کو نقصان ہوا اور بعض اوقات جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا انکی جان پر بن گئی۔ ذیل میں منگرمی صاحب کے نام کی ایک چٹھی نقل کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اسی امر میں انھوں نے اپنا فرض سمجھ کر اپنے ایک کشتے سے جو دونوں کا دوست تھا انکار کیا تھا۔

مجھکو افسوس ہے — صاحب میرے انکار سے ناراض ہو گئے۔ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے انکار ہی سے اصل میں ناراض ہوئے۔ جو کچھ ہو میرا نہیں اختیار نہیں تھا میں نے جو کچھ کیا سرکاری فائدہ کے خیال سے کیا ایسے معاملات میں نہ میرا کوئی دوست اور نہ دشمن ہے یا بہر حال میں ہی اس کو شش میں رہتا ہوں کہ میرا کوئی دوست دشمن نہ ہو۔ چہاں کے معاملہ میں اگر میں نے اپنے خیالات کے خلاف حل کیا تو صرف آپ کے لحاظ سے جب آپ کشتے تھے تو میں نے رائے دی تھی کہ علاقہ چھالاکور کی سلطنت میں شامل کیا جائے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میرا وہ خیال صحیح تھا اس امر کے فائدہ سے تو میں اعتراف کرتا ہوں جو اکثر دن کو پہاڑ پر جانے سے ملتا ہے لیکن میں اس امر سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ سرکاری کام کے حق میں اس سے کس قدر نقصان پہونچتا ہے۔ بطور قاعدہ کلیہ کشتے لوگ جو پہاڑوں پر جاتے ہیں پوری فصل بھردوان رہتے ہیں وہ انکی پکڑتے پکڑتے پہونچا کر لیتے ہیں اس بارے میں صرف ڈائلڈ صاحب نے راہِ راست پر عمل کیا ہے۔

ایک اور چٹھی آخر ترین تاریخ کی ہے جو بیانِ نقل کی جاتی ہے۔ یہ چٹھی انکے ایک ایسے دوست کے نام ہے جس سے وہ بہت الفت کرتے تھے مگر وہ اسی طرح انکو رنج پہونچایا کرتا تھا۔

کپ گورگھپور ۲۲ نومبر ۱۸۵۶ء

میرے پیارے بزنس۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے انگلستان جانے کے قبل میں آپ کو دیکھ نہ سکوں گا معلوم نہیں اب پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ میرے نزدیک فی الحکمہ آپ نے ملاقات میں روسے تلج کی اچھی کشتی

تیرہ ماہ ۱۸۵۵ء میں وفات پائی

سمجھتے ہوں کہ غرض تحقیقات سے آپ کے حق میں فائدہ تصور ہے تو میری رائے ہے کہ آپ اس بارے میں کامیاب ہوں گے۔
سے استغواب کریں۔

تحقیقات کے لیے جو عدالت مقرر ہوئی تھی اس نے شہادت پر خوبی تمام غور کرنے کے بعد
آخر میں ایسی رائے دی جو افسوس کے چال و چلن کے حق میں نامشخص تھی اور کاغذات متعلقہ
صاحب ضابطہ فیصلہ کے لیے لازماً ڈوئلٹی کی خدمت میں روانہ کیے گئے لیکن قبل اسکے کہ لازماً موصوف
ان کاغذات پر غور کرنے کا موقع ملتا تو سن صاحب ایک اور وقت میں بتلا ہو گئے جس سے صورت معاملات
اور بھی نازک ہو گئی۔ لیکن جیسا عوام الناس میں خیال کیا جاتا ہے کہ ڈوئلٹی صاحب سے رسالہ گائیڈنس کی کمان
ان کی پہچانی کی وجہ سے نہیں لے لی گئی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ انھوں نے ایک دو لکھ دو سو سیراوسی قادیان
کے ساتھ جگنا نام مندرجہ بالا چھپوٹ میں اچکا ہے ظالمانہ اور جاہلانہ برتاؤ کیا۔ لارڈ ڈوئلٹی نے جگے پاس اس
مقدمہ کی رپورٹ بھیجی تھی انکو انکی فوجی کمان اور جرنل اختیار سے بھی محروم کر دیا۔ چنانچہ ۲۶ ستمبر ۱۸۵۵ء کو وہ کتے
ہیں کہ گفتشات ڈوئلٹی کا مقدمہ میرے روبرو حال میں پیش ہوا یہ مقدمہ بدترین ذہن ہے۔ اور میں نے نہایت افسوس کے
ساتھ یہ مجبوری انکو ریجسٹ سابق کو متعلق کر دیا کیونکہ وہ ایک بہادر سپاہی اور ایک لائق شخص ہیں۔ وہ دہلی میں
ایفٹنڈ ایڈیٹور کپنی واقع انگلستان میں نے انکے چال چلن پر اور بھی سخت نگاہ کر کے یہ حکم دیا کہ کسی حالت میں انکو
کوئی اور کمان نہ ملنے پائے اسطور پر وہ پنجاب سے غائب ہو گئے۔ لیکن غدر کے نازک زمانہ میں وہ پھر میدان
میں آکر کھڑے ہوئے یہ ایسا وقت تھا جب میں انکی بعض بہترین صفات اور بعض بدترین اوصاف کے
ظاہر ہونے کا گمان تھا۔

دیرہ غازی خان میں یہ دیکھ کر کہ وہ ان کی داگراری اراضی کے متعلق جگہ سرحدی بندوبست
جال میں دان کو زٹ لینڈ صاحب ہر دل عزیز قیمتی گنہگار مقام مذکور نے کیا تھا بعض باتوں کی نیکیاں
پیدا ہوتی ہیں چھپتے گنہگار نے خود اس معاملہ میں توجہ کی اور موجودہ مجبندی میں تیرہ ہزار روپیہ اور
بھی کم کر دیے اور اسطور پر وہ ان کے لوگوں کو خوش کر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ "وہی اچھا بیان کے لوگ
بڑے خیر گال معلوم ہوتے ہیں انہیں اور پشاور کے لوگوں میں زمین آسمان کا فرق ہے" یہ
نہایت افسانہ تہ تحقیق ہے اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہو گا سندھی اور پنجابی سرحدی فرقوں کے
جھگڑے کی جڑ یہی ہے۔ کیونکہ جنوبی دیرہ جات کے لوگ اور اس سے بھی زیادہ وہ اشخاص جو رگستان
سندھ میں رہتے ہیں بلوچی اصل ہیں وہ چال و چلن کے بہت سیدھے ہیں اور خاص کر کے

اخلاقی طریقوں سے اُنکا انتظام ہو سکتا ہے۔ شمالی دیرہ جات کے فرقے اپنی اصل کے اعتبار سے پٹھان ہیں یہ لوگ بے صبر خوفناک اور ناقابل تربیت ہیں اور صرف اُنیکا لوہا مانتے ہیں جو بزور تیغ اُنکو دبا دے۔ چیف کشتہ کی عام رائے ہمارے مقبوضات آنروے سندھ کے متعلق زیادہ افی نہیں تھی۔ گر کشتہ کو وہ لگتے ہیں کہ۔

میں اس سہمد کا دورہ کر رہا ہوں ملک میران اور رعایا منسل اور صحرائی ہے لیکن عموماً لوگ تربیت پذیر اور چال چلن کے اچھے پائے جاتے ہیں۔ صیغہ خزانہ کے فوائد کے اعتبار سے وہ اراضیات جو دریائے سندھ کی دہلی جانب واقع ہیں رکھنے کے قابل نہیں ہیں لیکن پنجاب میں اس دامن قائم رکھنے کو ضرور ہے کہ دونوں جانب ہمارا قبضہ رہے۔ اور بیرونی مداخلت کے لیے ایسا بندوبست ہو کہ مقابلہ میں ہم لوگ ور رہیں۔ کوہاٹ کے اس طرف کے لوگ مقابلہ باشندگان پشاور کٹر متعصب اور مخالف ہیں۔ دیرہ جات کا کل ملک بالکل خراب ہے تاکہ کوہ پیارو کا سلسلہ نہ آجائے اس خط کے دکن جانب کی زمین سخت چکنی مٹی کی ہے اور وہ ایسی سخت اور سطح ہے جیسے ساکھو کی لکڑی کا تختہ ہوتا ہے۔ نباتات کاکین نام نہیں۔ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ زمین قابل زراعت نہیں۔ مروت کا ملک خوشنام معلوم ہوتا ہے یہ کوہون نہایت ہی خوش سواد معلوم ہوا قرب و جوار کے جنگلون میں اُنکو باغ عدن کنا چاہیے۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ اس باغ عدن اور اسکے متصلہ جبل کا ڈپٹی کشتہ وہ رستم وقت تھا جس سے اُنکے چیف سال سابق میں برابر ایسی تیر خط کتابت کرتے رہے تھے۔

صلح اور جنگ کے زمانہ میں جان بیکس نے میان جو کارروائیاں کی تھیں اُنکی علامتیں ہر طرف نمودار تھیں اور جو فادار رفیقہ اس چار مہینے کے طول طویل اور سخت سفر میں جسکا اس وقت خاتمہ ہو رہا تھا اُنکے ساتھ رہی تھی اُنکو اب تک یاد ہے کہ اُنکو اپنے شوہر اور شوہر کو اُنکی صحبت سے کیسی خوشی حاصل ہوئی۔ اور سفر انگلستان میں اپنی بڑی دو بیٹیوں کی جس ہمدردی و محافطہ نے اُنکی خبر گیری کی تھی اب وہ ساری شفقت اُس سب سے چھوٹے بچے پر کرنے لگا جو اُنکے ساتھ تھا۔ کوہاٹ میں جہان کے شور اپشت باشندے گذشتہ فصل خزان کی فوجی کارروائیوں سے کس قدر صلح اور آشتی کے ساتھ رہتے آئے تھے جان لارنس کو یہ خبر پہنچی کہ اڈمنڈسٹون صاحب فائٹل کشتہ جنہوں نے بقول جان لارنس اپنے تین پنجاب میں ایک قلعہ کے برابر قوی ثابت کیا تھا لازماً ڈوڈنٹونی کے سکرٹری معاملات خارجہ مقرر ہوئے۔ اُنکی جگہ پر جان لارنس کے پیارے دوست ڈائلڈیگیوڈ مقرر ہوئے۔ غالباً یہ اُنکے بڑے ہی پیارے دوست تھے اُنکی اس فخری جان لارنس نے اُنکو جو چھی لکھی وہ دونوں آدمیوں کے خصائل اور اُنکے باہمی تعلقات کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔

تیرضان باب ۱۰ مسلم غایت مسرت

میں سننا ہوں آپ کہتے ہیں کہ میں دن رات کام کیا کرتا ہوں لیکن یہ میرے ذہن میں نہیں آتا کہ آخر وہ کون سا کام ہے آپ کے ایسے چالاک شخص کے لیے اس بات میں بہت کم وقت ہونا چاہیے تھی کہ مناسب وقت تک کام کی گیل بھائی لکھا کر سپاہ گاہ میں کے حکم سے دیسی افسروں کی تقرری اور موافقی کے بارے میں جو استفسار کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ انکا جواب ملے گوڈرٹ کے کسی استفسار کا میں اس وقت تک جواب نہیں دیکھتا جب تک آپ اس کے بارے میں نہیں لکھتے ہوں۔

۳۸۷

ایک اور امر یہ ہے جس کے بارے میں لبون صاحب نے مجھے استفسار کیا ہے۔ یہ اشارہ میرے بھائی کے حسابات کشمیر کی طرف ہے۔ جو بات آپ سے پوچھی گئی ہے اگر آپ وہ بتائیں گے تو دیکھ کر کیوں نہیں دیتے۔ اور اگر بتا سکتے ہیں تو لکھ بھیجیے۔ ہر مہینہ کی تاخیر سے انکا فیصلہ اور بھی دشوار ہوتا جاتا ہے۔ آپ قادر خان کو حالات میں کیلے رکھے ہوتے ہیں باپ کے افعال سے انکو کیا واسطہ۔ کیا وجہ ہے کہ قادر خان کے مقدمہ کی کشر کے اجلاس میں تحقیقات نہیں ہوتی۔ اس کے بعد کی چٹھی کشش کو اور بھی زیادہ ثابت کرتی ہے۔

دیرہ اسمیل خان ۹ مارچ ۱۸۵۸ء

میرے پیارے آؤشن، مشککہ یادداشت کو پڑھئے اور لکھیے کہ اس کے متعلق اطلاع دینے کا آپ کب تک ارادہ کرتے ہیں۔ آپ کی سپاہ کے افسروں کی تقرری اور موافقی کے بارے میں چھ مہینے ہوئے جب آپ سے استفسار کیا گیا مسئلہ بریادداشت کے پیچھے میں اگر آپ نے اور تسلی کی تو میں کیوں وجہ سے یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کام چل سکیگا۔ سرکاری طور پر یاد دلائے کے سوا میں نے ایک مرتبہ کی چٹھی بھی لکھی مگر اسکا کچھ جواب نہ ملا میں چاہتا ہوں آپ اس امر کو بخوبی سمجھ جائیں کہ اگر کو ایک جگہ کام کرنا بہت مشکل میں دل سے امید کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا تو آپ کو امداد دہنا چاہیے کہ جو بات پوچھی جائے اسکا آپ بروقت جواب دیجیے آپ کا یہ لکھنا کارگر نہیں ہو سکتا کہ میں نامہ کام سے فرصت نہیں ملتی وقس ملی ہا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو چھ مہینوں کے لکھنے کا آپ کو وقت مل سکتا ہے۔ پس مرانی کر کے ہمارے وقت پر جواب دینے کو تیار رہیے۔ اس امر کے متعلق میں آپ کو یہ آخری مرتبہ لکھتا ہوں۔

مندرجہ ذیل اقتباس ایک لفظ خاص لکھتا ہے کیونکہ اس میں برادران لائرنس کے درمیان جو چند چٹیاں آئیں گئیں انہیں سے ایک چٹھی کا خلاصہ درج کرتا ہوں۔

مری ۱۶ مئی ۱۸۵۸ء

میرے پیارے پٹرنری۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۷ اپریل ۱۸۵۸ء میرے پاس پہنچی۔ میں رسالہ گاہ میں کے کانٹینٹ صاحب سے بہت تنگ آ گیا ہوں میری جمعہ میں نہیں آتا کہ جس کے ساتھ کیا برادران کو دیکھ کر انکی ہمدردی اور قابلیت میں کوئی شبہ

نہیں ہے۔ اُنکے ماتحتوں سے جو اُنہیں نہیں مانتے تھے تو ہر حال اسکا ایک بہانہ مین بیان کر سکتا ہوں کہ لارنس نے اپنے اپنے اکثر ماتحتوں کو برا دیکھا یا یہ کہ وہ ہر حال کسی اور گمان سے اپنے مین ظاہر اُتھارنے میں بہت ابتری ڈال دی اور اُڈسن نے اُنکی درستی کی فکر نہ کی۔ وہ اپنے چٹانوں اور آفریدیوں کے ایک بڑے حصہ کو نکالتے جاتے مین یا انکے نکال دیا ہے شاید یہ بات اُن لوگوں کے رکھنے سے بہتر ہے جو انکو ناپسند کر سکتے ہیں۔ لیکن اب مین سنا ہوں کہ تمام گورنر اُنکو ناپسند کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ ان دنگہ ہو جائے۔ کل گائڈنس کے ایک منشی سے اُنہیں پکارا ہو گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے اُنکے سنجہ پر ایک تھپڑ مارا۔ مین اُن سب باتوں کو اسوجہ سے نہیں بیان کرتا ہوں کہ اُس سے کوئی فائدہ ہے بلکہ اسلئے بیان کرتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ خیال کریں کہ مین نے اُنہیں نفرت کی ہے۔ مین ایک قسم کے ناقابل بیان خیال سے کہ وہ اس سپاہ کے لیے موزوں نہیں تھے اس امر کے خلاف تھا کہ اُنکو یہ کمان ملتی لیکن جب سے اُنکو کمان مل گئی تھا ممکن ہو سکا مین نے اُنکے ساتھ نباہنے کی کوشش کی میرے نزدیک بذات خاص تو وہ ہمیشہ پسندیدہ اور نہایت خلیق معلوم ہوئے لیکن اوروں کے نزدیک محبکہ اُنکا حال کچھ اور پایا گیا کیونکہ مین ہنگامہ کا اندیشہ کرتا ہوں۔

لیکن اسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُنکی رجمنٹ کتابت حساب کے متعلق اور بھی تکلیف دہ مسائل پیش ہوئے۔ اس موقع پر اُنکی تفصیل لکھنا ناممکن ہے لیکن جان لارنس کی طول طویل چٹپون کے ایک طومار سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بعض اوقات اُنکو کتب مذکور کے بدترین نتائج کی راہ دیکھنے مین چارہ نہیں ملا تو اس بات کی امید وہ ہمیشہ باز رکھتے رہے کہ اُنکا نتیجہ عمدہ ثابت ہو۔ مین اس موقع پر ایک چٹھی کا خلاصہ نقل کرتا ہوں جو ایک سپاہی کی بارہ برس کی سوانح عمری "اس نام کی کتاب مین جان لارنس پر جو تھمپسن لکھی گئی تھیں اُنکا کافی جواب اس چٹھی سے ہم پہنچ سکتا ہے۔

۲۷ جون ۱۸۵۵ء

آپ کے معاملہ کی تجویز مین میرے سبب سے تاخیر نہیں ہوئی اور نہ مین نے آپ کے چال و چلن کی نقصان دہ مین ذرا بھی کچھ کہا یا کیا۔ مین نے یہ چاہا ہے کہ آپ کا مقدمہ ایک ایسی عدالت کے ذریعہ سے تجویز کیا جائے جسکے حاکم آپ ہی کے ہمجنس افسر ہوں لیکن یہ مین صحیح صحیح کسکتا ہوں کہ یہ پیشیت ^{مقتضی} آپ کے چال و چلن کے خلاف کوئی اثر ثابت نہوگا جسکو مین بارہا بیان کر چکا ہوں۔ مین یقین کرتا رہا اور ابک یقین کرتا ہوں کہ دراصل آپ سے یہ قصور ہوئے ہیں کہ بے ضابطگی کی پہلی اور عام بد انتظامی کے آپ مرتکب ہوئے۔ ممکن ہے کہ ایک افسر مجرم نہوگا مگر قابل سزا ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُنہیں کوئی بات بددیانتی کی نہ کی ہو اور اس پر بھی گائیڈنس ایسی سپاہ کی گمانیتری کے قابل نہ سمجھا جائے۔ مین نے یہ چٹھی آپ کے رقمہ کے جواب مین لکھی ہے تاکہ میری خاموشی سے آپ اور کچھ نہ سمجھیں۔ اگر مین نے کوئی ایسی بات اس چٹھی مین لکھی ہے جس سے آپ کو

تیرہ ماہانہ پانچ سو فیصد غنایت ۱۸۵۷ء

کنا پڑتے انھوں نے اس بارے میں میسوں چیمبان لکیر جنین سے چند منتخب چیمبان اس مقام پر درج کیجاتی ہیں اور انکو لوگ مذاق سے پڑھینگے۔ اس کل خط کتابت سے یہ ہیئت مجموعی نہایت یقین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جان لارڈنس نے ہاؤس صاحب کے معاملہ میں نہایت مائل کیا اسکے قنون سپر گری اور مختلف لیا قنون کی بڑی حد تک انکے میسوں سے نہایت چشم پوشی کی اور ہائیک انکس بیل رکھا ہاؤس صاحب کے بارے میں کوئی بڑی بات گوارا نہیں کی۔ ہاؤس صاحب کے میسوں سے انھوں نے بہت دیر کے بعد اور وہ بھی نہایت اکراہ سے یقین کیا میں تو کہتا ہوں کہ ایسی باتوں کے یقین کرنے میں انھوں نے نہایت ہی سستی کی کیونکہ انکی بھادرانہ خواہش یہی تھی کہ جس شخص کو انکے بھائی ہنری نے اپنے ابتدائی اور بہترین ایام میں اپنی سرپرستی میں لیا تھا اسکے فیصل میں۔ اس بات جو جان لارڈنس کے پیتر سے دوستوں کو بہت اچھی طرح سے معلوم تھی جان لارڈنس نہیں جانتے تھے کیونکہ ہنری نے خود مجھے بیان کیا تھا کہ جب ہاؤس صاحب انکے بھائی کے ساتھ کیشمر کے دورہ میں گئے تھے اور وہ ان کی تحویل انکے ایتھامزین آئی تھی تو اس وقت ہنری لارڈنس نے ہاؤس صاحب کی وفاداری کا یقین کرنا پڑو یا تھا یہ یقینی ہے کہ ہاؤس صاحب میں بہت سی عمدہ اور دلچسپ صفات تھیں اور یہی سچ ہے کہ انکے اخلاق اور صفات میں کیا گائین بلکہ رفتہ رفتہ فرق آگیا ہے۔ یہ زمانہ آئے تھے کہ وہ ایک زمانہ چاہیے۔ یہ امر بھی بہت سچ ہے کہ جب وہ پہلے پہل پنجاب میں ہنری لارڈنس کے دوست کے طور پر آئے تو ہنری لارڈنس کا ہر ایک دوست (اور پنجاب میں کیئی شخص ایسا نہیں تھا جو انکا دوست ہو) اس بات کے لیے تیار تھا کہ انکا استقبال کرے انکو وہ دوسے اور انکو پسند کر لے۔ پس ہاؤس صاحب کے مصنف سوانح عمری نے بھادرانہ شفقت کے ساتھ جیسا خیال کیا ہے کہ انکے غلط ہندوستان بھر میں عام سازش تھی ویسا تو درکنار بالکل لغو ہے۔ اس سازش کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں ہندوستان کے بعض بہترین اور لائق ترین افسر شامل تھے یہ وہ لوگ ہیں جو ہنری لارڈنس کے نہایت عزیز ترین دوست تھے اور حقیقت حال سے ذرا ذرا واقف تھے یعنی خود ہاؤس صاحب کی رجسٹر کے افسر اور خود انکے اور دوسرے متعلقہ افسر کشن اور فوجی کیشن۔ اس خیال پر سخت قہر معلوم ہوتا ہے۔ ہاؤس صاحب کو رسالہ گائین کی کان پر لارڈ لائونگ نے مقرر کیا تھا اور جان لارڈنس کی منظوری سے یونانی ضلع کا بیون انتظام بھی انکے سپرد کیا گیا تھا۔ یہ وہ عمدہ تھا جس سب سے زیادہ انکادانات لگا تھا اور جن سپر گری کے متعلق انہیں جوانیاں اور صاف تھے انکے دکھلانے کا بہترین موقع اسی عمدہ میں حاصل تھا پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت اچھے طرح مصروف بھی نہوئے پائے تھے کہ اباب فوج اور اعمال ملک کی طرف سے انکے پیغام عدہ اور جابرانہ برتاؤ کی شکایتیں آنے لگیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو جان لارڈنس نے کوثری صاحب کے نام پر چنی کسی تھی۔

۴۲

میں یقین کرتا ہوں کہ ہاؤسٹن صاحب کو رسالہ گائڈنس اور عام فوج کے لوگ بھی پسند نہیں کرتے مین نہیں جانتا کہ اسکا سبب کیا ہے یہ بات بھی نہیں ہے کہ انکو قبل از وقت ترقی دی گئی ہو کیونکہ اگرچہ وہ ایک نوجوان سپاہی ہیں مگر قریب قریب عرصہ کے ہیں تو اول درجہ کی لیاقت کے آدمی ہیں اور انکی تعلیم بھی بہت اچھی ہوئی ہے۔ وہ ایک بہادر دستدار اور ہوشیار افسر ہیں مگر اسپر بھی بہت کم لوگ انکو پسند کرتے ہیں۔ یہ تو وہی معاملہ ہو جو نامور ڈاکٹر فریل کا ہوا تھا کہ نوجوان لپڈنئی انکو پسند نہیں کرتی تھی مگر اسکا کچھ سبب نہیں بتاتی تھی۔

اگر جان لارنس ان شکایتوں کو سنتے تو بغیر انکا سبب رفع کیے ہوئے وہ کارروائی نہ کرتے جو انھوں نے کی تھی۔ اور اب جس چٹھی کے چند جملے میں ذیل میں درج کرتا ہوں وہ دوستانہ طرز تحریر کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔

۷۔ اگست ۱۵۳ ع

رجمنٹ کے لوگوں کا جو خیال علی العموم آپ کے بارے میں ہے اس کے متعلق میں جو کچھ بیان کروں تو اسٹیٹن سے آپ ناراض نہ ہوں گے کیونکہ میں صرف اپنی بیہوشی کے لیے یہ بیان کر رہا ہوں۔ آپ یقین مانے کہ نہ انگریزی نہ دہلی افسر آپ سے استغفار راضی ہیں جیسا کہ انکو ہونا چاہیے یہ بات پانچ چھ مختلف مقام سے میرے سننے میں آئی ہے لاہور میں میں نے بہت سے گروہوں کو یہ ذکر کرتے سنا۔ میں نے براہ راست پشاور اور بکلتہ سے بھی یہ کیفیت سنی ہے ممکن ہے کہ ان لوگوں کے بھی تصور ہوں اور قواعد کی پابندی جیسی انکو چاہیے ویسی ہوتی ہو لیکن ناگمانی تبادلوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ کسٹڈن صاحب کی ماتحتی میں اس سپاہی نے بڑا کام حاصل کیا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ قطع نظر اپنے اوصاف کے وہ اپنے عیوب کے لیے بھی ہر دل عزیز رہے اگر اچھے آدمی بری راہ چلیں گے تو لوگ آپکو الزام دیں گے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ چنان لوگ نہایت ہی سخت قواعد کے متعل ہو سکیں گے اور جتنے عرصہ میں آپ چاہیں گے اتنے عرصہ میں قواعد کرنے لگیں گے پس ان سب وجوہوں سے میری رائے ہے کہ میں اپنی اصلاح میں رفتہ رفتہ اور ہوشیاری کے ساتھ عمل میں لائوں اور اسطریقہ سے انکی غلط رائے کو روکوں کہ جانتا ہوں کہ اس سے کم رنج ہو پونچے۔

جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ خاگی طور سے صرف آپ کے سننے کے لیے لکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے صلاح لیتے رہیں جو کچھ میں لکھوں اسیکو دوہرا دوہرا کر نہ لکھیے کیونکہ اس سے اور بھی خرابی پیدا ہوتی ہے میں نے سنا ہے کہ آپ نے فتح خان کا القاب بطور فتح خان معزول کے استعمال کیا یہ بات ایسے شخص کے برہم ہونے کو کافی تھی۔ دوسرے اقباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کشیدگی اور بڑھتی جاتی تھی۔

کپ ملتان ۲۲ فروری ۱۵۴ ع

میرے پیارے ہاؤسٹن۔ سرکاری طور پر جبکہ آپ سے استفسار کیا جاتا ہے اسکا آپ جواب کیوں نہیں دیتے اگر آپ چھٹیوں کا جواب نہ دینگے تو اسکا نتیجہ آپ کے حق میں خراب ہو گا اسطرح پر کارروائی چل نہ سکے گی

نیروان اپریل ۱۸۵۳ء

اور سرقہ مویشی کے جرائم کا کثرت سے وہاں اور گلاب ہوتا تھا ویرہ غازی خان مین پھونچے۔ یہاں انھوں نے اپنے
 غول کی لائیوٹون (یعنی انکی زوجہ اور بھینس ایکٹرسن جنکے چاکش فوجی بگڑی کی بی بی تھیں) کو رہنے دیا اور گھوڑے
 پر سوار ہو کر ایک چھوٹے خیمہ کے ساتھ دیہاتے سن کوٹ یعنی سندھ کو روانہ ہوئے۔ یہ دیر دکن جانب انکے صوبہ کی
 آخری حد پہ اور یہاں پر ایک اتنا بھاری دھارا پانچاب کے پانچون دیر داؤن کا دیہاتے سندھ مین مگر گر باہے جسکی جہت
 خاص دیہاتے سندھ سے بھی کچھ کم نہیں ہے۔ یہاں سے وہ پھر سرحدی تھاؤن اور قتلون سے گذرتے ہوئے
 ویرہ غازی خان مین آئے۔ ویرہ غازی خان مین ایک پہاری سردار فرقہ کھارتن نے جبکہ نام حاجی خان تھا اسنے
 اگر ملاقات کی یہ پہاری سرحد کے برے دور دراز مقام سے آیا تھا اور اسوقت تک کبھی کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا اسنے
 قندھار کی کچھ چھپیان جان لارنس کے زور و پیش کرنے کو کہیں (جنگ روس کے اعتبار سے یہ چھپیان اسوقت
 بہت ہی ضروری تھیں) اور اسنے آپ ہی آپ خوفناک اہل مری کے مقابلہ مین ہم کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی
 جان لارنس کی اس چھی کے جواب مین جہن اس ملاقات کی کیفیت بالقصیل بیان کی گئی تھی لارڈ لارنس نے کہا کہ
 فرقہ کھارتن کے اس سردار سی حاجی خان سے شاید آپ کو کام نکال سینگے۔ چونکہ اس شخص نے پھر کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا
 کہ وہ میری طرح آپ کے یاد کرنے کا خواہشمند ہو گیا اور مین اپنی نسبت حال ہی مین ظاہر کر چکا ہوں کہ آپ کو کھدیا در کھنا چاہتا ہوں
 کیونکہ مجھکو آپ سے اس امر کی غرض ہوئی کہ اسے کہ بیشتر جان لارنس نے آپ کی جو تصویر لی تھی اسکا ایک کس مین نے بھی اتنا پایا
 یہ تصویر بہت ہی شباب ہے اور مین بہت خوش ہوں کہ وہ میرے پاس رہیگی مجھکو امید ہے کہ بلا جازت آپکے مین نے جو یہ تصویر
 اترائی ہے تو آپ اسکو صاف کرینگے۔

۳۸۳

لارڈ لارنس نے تجویز کیا تھا کہ فتح خان خٹک کو جو سالہ کا بچہ اس کا ایک رسالہ اور اسکی خدمتوں کے صلہ مین ایک
 جاگیر دی جائے اس شخص نے ہماری طرف سے برے برے خیالان کام کیے تھے اور اب اس زمانہ مین پوری
 آفریدیوں کی لڑائی مین ہماری عمدہ خدمت کی تھی لیکن اؤن صاحب کمانیر رسالہ کا بچہ سے کچھ ناچائی ہو گئی تھی اسوقت
 وہ اپنی رعیت کو چھوڑ کر چلا آیا تھا جان لارنس اسکی خدمتوں کے معترف تھے لیکن جس طریقہ سے اسکو وہ صلہ دیا جاتا
 تھا انھیں اسکو عذر تھا اور انھوں نے اس شخص کا حال اسطور پر بیان کیا ہے جو جہنہ اسی مقام پر نقل کرینگے قابل ہے۔
 مین صاف صاف اس امر سے اذکر کرتا ہوں کہ فتح خان کو جاگیر دینے مین مجھکو خوف معلوم ہوا ہے مین نے اس شخص کے بہت
 کچھ حالات دیکھے اور اس سے زیادہ نے ہیں۔ اسکی فوجی خدمتوں کو مین تسلیم کرتا ہوں اور اسکی حیرت انگیز سپاہیگری کا سرف ہوں
 لیکن مین کو کہتا ہوں کہ بہت اس شخص کا خون جوش مین آتا ہے کہ وہ بہت جگہ سے ادبہ اکثر واقع ہوا ہے ایسی حالت مین وہ
 اپنے قریب ترین اور عزیز ترین دوست یا اورو کو ہلاک کرنا کھینک فرقہ کے لوگوں مین بہترین سے وہ خدا در کھتا ہے اور اپنے گزشت

اور رعب حاصل کرنے میں بیشک بے انتہا جھگڑے پیدا ہونگے۔ اگر ایسا شخص جاگیر دار بنایا گیا تو کاشتکاروں کو عاجز کر دیا گیا گا لکنا یعنی کو بیہ دخل کر دیا اور اپنے ہمسایوں کی سرحد پر حملہ کر لیا۔ اگر وہ اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو بلائے بے درمان ہو جائیگا۔ اگر اسکے دبانے کی کوشش کی جائیگی تو وہ اپنی عادت کے مطابق مخالفت کر دیا لیکن اُس سے کچھ ہونہ سکیگا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جب ایک مرتبہ اُسے اپنے اصلی یا فرضی نقصانات کی حکایت بیان کرنا شروع کی اور اس وقت میں نے دیکھا کہ اُسکی آنکھیں لال ہو گئی تھیں اور اسکا سارا جسم مارے غصہ کے کاپنے لگا تھا تو اس وقت میرے دل میں یہ خیال گذر ا تھا کہ وہ کوئی اختیار یا نیکی حالت میں کیسا عیبِ شمن ہوگا۔ مسدُن صاحب فتح خان کے بڑے دوست اور معین و مددگار تھے لیکن اُنکو بھی اُسکے ساتھ نباسے میں فحاشی معلوم ہوئی فتح خان نے اپنے افعال سے مسدُن صاحب کی اس ناموری کو بہت نقصان پہنچایا۔

میں نے خود مسدُن کے متو سے ایک مرتبہ فتح خان کا ایک قصہ سنا تھا جسکو اس موقع پر بیان کرتا ہوں۔ فتح خان اور اُسکے دونوں بھائیوں کے درمیان اکثر جھگڑا رہتا تھا اگرچہ اغیار کے مقابل میں وہ سب ایک ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسی طرح کا جھگڑا ہوا تھا اُسکی وجہ سے تینوں بھائی بغیر تلوار لیے ہوئے آپس میں ملاقات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک جگہ کھانا کھانے کی دقت بھی اپنے ہتیاروں کو برہنہ کر کے رکھ لیتے تھے کہ بروقت فوراً استعمال کر سکیں۔ چھوٹے بھائی دونوں ایک طرف تھے اور فتح خان دوسری طرف تین عیسے تک یہی کیفیت رہی تا آنکہ ایک روز سب سے چھوٹا بھائی دفعتاً کسی ضرورت کے لیے باہر گیا فتح خان نے موقع پا کر دوسرے بھائی پر حملہ کیا اور اُسکے پٹے پکڑ کر اُسکا منہ جلتی ہوئی راکھ میں کھنسن دیا اور جب تک اُسے توبہ نہ کر لی اسوقت تک اسکا سر راکھ میں کھنسنے لگا۔ فتح خان سالہا سال تک ایک مطلق الفان لوئیر رہا تھا اور اب اسکو پھر اس پیشہ کے اختیار کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا تھا۔

کسی دیہی سردار کے ذریعہ سے کسی علاقہ کا انتظام کرنا نہایت اہم اور دشوار ہے اگر کوئی شخص یہ جھگڑا کہ وہ رحمدل سے انتظام کر لیا کسی علاقہ کو آپس چھوڑ دے تو اس طریقہ سے ہرگز انتظام نہیں ہو سکتا ہے۔ ہماری ماتمی میں ایک سردار بنسبت اُسکے زیادہ نقصان کر سکتا ہے کہ اگر وہ خود سر ایکسی دیہی فرمانروا کے ماتحت ہو کیونکہ اس صورت میں ایک بڑے درجہ تک اسکو حوام الناس کے راضی رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہماری ماتمی میں اس بات کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آیا ایک کمزور دیہی سردار سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے یا زبردست سے اگر زبردست ہو تو وہ خاص اپنے فائدہ کے لیے لوٹ مار کر لیا تمام لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور اُسکی بنامی ہمارے ذمہ عائد ہوگی اگر کمزور ہوا تو اُسکے ساتھی لوٹ مار کر نینگے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور ملک میں بدعمری ہو جائیگی۔ حقیقت حال کا دریافت کرنا بھی نہایت ہی مشکل ہے جو لوگ صاحب اختیار ہیں وہ اصل امر کو چھپاتے ہیں جن لوگوں کے حق میں ظلم ہو رہا ہے وہ ہمانہ کے ساتھ اپنی بیاد کو بیان کرتے ہیں اور جو لوگ عمدہ اطلاع پہنچا سکتے ہیں وہ دقوں و خطروں سے چشم پوشی کر کے ملامت کرنے میں ہی کرتے ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ ایسی چٹھی کے لکھے جانے کے بعد پھر فتح خان کی جاگیر کا ذکر سننے میں نہیں آیا اسنے جو خدمتیں کی تھیں اُنکا اعتراف دوسرے طریقہ سے کیا گیا جس میں عذر کم ہو سکتا تھا۔

اس کل زمانہ میں جان لارنس زیادہ تر نامور ہاؤس صاحب کے متعلق شکلات میں بیٹھنے رہے جو سالہ گاہ میں

کوئی دشمن نہیں گیا اور جو کچھ نصیب ہوا اس میں ہر قسم کا نقصان حاصل ہو ہی ہے اس قدر لوگوں پر ہمارا رعب پڑ گیا۔ درو کے ہمارے پر جو بہت پرہیزگارین واقع ہیں وہ ان کے آفریوں نے بہت ہی عمدہ بناؤ کیا یہ لوگ چاروں طرف بلند مقامات پر بیٹھے رہے مگر ایک گولی نہیں چلائی۔

اس بات کو سمجھا دینا ضرور ہے کہ بہت پرہیزگاروں کے آفریدی وہ تھے جن سے ابھی حال ہی میں ہم لوگوں نے عہد و پیمان کیا تھا اور ان کے معمولی شیوہ سے یہی کھٹکا تھا کہ جو وقت وہ ہمارے خلاف فساد کر میں کچھ بعید نہیں۔ چھینٹ کشتہ کرتے ہیں کہ ”لیکن اس کا زرار کے زمانہ میں مین گل دو گھنٹے تک موضع تورانہ میں بیٹھا رہا پھر کسی نے نہیں چلائی۔ یہ لوگ ہمارے سپاہیوں کے لیے پینے کا پانی لے آئے اور فی الواقع ہمارے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آئے“ اس موقع پر چھینٹ کشتہ کو اپنی تعمیر و بن میں بھی اسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی جو بیٹھی تھی۔ گویہ کارروائی ان چھوٹی تھیں لیکن مین نے انکا حال تفصیل وار اسوجہ سے بیان کیا ہے کہ ایک چھینٹ انکی تکمیل کی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب صاحب موصوف کبر سنی اور بیماری سے بالکل ناتوان ہو گئے تھے تو ان کے خود اپنے منہ سے سنا تھا کہ وہ اس کیفیت کو طمانانہ آئینا اور ظاہر ان چھینٹ کی ہوتی انکوں کے ساتھ جنگی بصارت قریب قریب جاتی رہی تھی اس موقع کا حال بیان کرتے تھے جب یہ چھینٹ چھینٹ کشتہ انکوں نے اپنے آرام و اطمینان کو مانگ بالائے طاق کر دیا تھا کہ ایک روز خود گولیوں کی بوچھاڑ میں چلے گئے۔ محکمہ بیان کرنا چاہیے کہ ایسے شجاعت کے بڑے ہونیکا نتیجہ نہایت ہی عمدہ پیدا ہوا اور پھر وہی آفریدیوں کے ملک سے کبھی کوئی وقت نہیں ہو پئی۔

نیکسن صاحب کے مارے جانے کے بعد ہی بڑی تیزی سے اس کے ساتھ لاشٹ گاؤ بائی متعلقہ سپاہ کاؤڈرس ستینہ مردان کے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا گیا لیکن اس ننگدلی کے وقوع کے پیشتر وہ اضطراب جو نیکسن صاحب قتل سے پیدا ہوا تھا خوش قسمتی سے کم ہو گیا تھا اور اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ جب یہ واقعہ توجیف کشتہ ریشاوری میں موجود تھے اور اب مین نہیں تھا کہ انکے اوتے ہوئے کوئی کھلم کھائی۔

پشاور ۲۰ دسمبر آٹھ بجے شب۔

میرے پیارے لاؤڈ۔ مین بیان آج داخل ہوا۔ اور باخوس بیان کرتا ہوں کہ دو بجے دن کے قریب ہوتی مردان سے ہمارے لاشٹ گاؤ بائی راسا کاؤڈرس کے ساتھ قیامت تھی آیا اور لاشٹ یہ بیان کیا کہ آج صبح کو ایک شخص نے افسر ڈاکٹر کی پشت پر چھریاں مار کر انکو زخمی کر ڈالا اور اس شخص کو گولیوں کے گولوں نے اسی وقت بکھرے بکھرے کر ڈالا۔ جو آدمی بیان خبر لایا ہے وہ ایک عہدار اور بڑا ہوشیار شخص ہے اسکا بیان ہے کہ یہ سپاہی گاؤ بائی کھڑا ہونے کے وسط میں کھڑے ہوئے کچھ آؤڈون کو بار بار کہتا ہے تھے اس میں ایک مقام کے چند

پتھروں کے بیچ سے ایک سانپ نکلا جسکے سر کو انھوں نے لپک کر اپنے پاؤں سے کپل ڈالاجب دو زمین پر بچکے ہوئے سانپ کو کپل بہت
تھے تو ایک پستہ قدامی جو دیکھنے میں سن واز معلوم ہوتا تھا اور جسکی طرف پیشتر کسی نے خیال نہیں کیا تھا دوڑا ہوا آیا اور افسر نہ کہ کسی پشت
کو چھریوں سے زخمی کر دیا۔ ظاہر یہ کسی شخص کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کون آدمی تھا اور کہاں سے آیا تھا۔

خوش قسمتی سے گاؤں بانی ایک نوجوان افسر تھے اور انکا جتنہ نہایت قوی تھا اسی سے زخم اپنر کچھ کارگر نہیں ہوئے
اور دس ہی دن کے عرصہ میں انکی ہلاکت کا خطو جاتا رہا۔

سرحدی قلعہ جات واقع شمال پشاور کے ملاحظہ کے بعد چھپت کشتہ دوسمبر کو اسغرض سے پشاور میں
واپس آئے کہ اپنے خاندان میں تفرقہ عظیم پڑنے کے قبل اور چند روز اسکے ساتھ بسکر سکین آگواپنے تین لڑکے (یعنی
دو بڑے بیٹے جان اور پھرنی اور انکی تیسری بیٹی الین ناز گریٹ) انگلستان کو بھیجا پڑے۔ لیکن چونکہ انکی بڑی
دو بیٹیوں کو انکے بعض مہربان دوستوں (یعنی شکر اور شکرین چارلس سائڈزس متیم امرتسر) نے از خود اپنے ساتھ
لے جائیکا وعدہ کر لیا اسوجہ سے انکی روانگی کے چند روز بعد جان لارنس اور انکی زوجہ مع ایک طفل شیر خوار کے جواب
انکے پاس باقی رہ گیا تھا خوشی کے ساتھ یہ تبادلہ عمل میں لاسکے اپنے ویرانہ مکان کو جولا اور میں تھا اور زمین کی سطح پر کسی
نہیں تھی چھوڑ کر چند روز غیم میں رہنے کی کیفیتیں دیکھیں اور ملتان اور دیر و جات کا دورہ کیا۔

لاہور سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی اردو ڈوژن صاحب کے نام انھوں نے جو چھپی لکھی تھی اسکا کچھ خلاصہ
میں درج کیا جاتا ہے جس سے کچھ کچھ حال اس امر کا پایا جاتا ہے کہ انہیں کام کرنے کی کس قدر قوت تھی اور یہ تین
سولخ عمری کے متعلق ایک لطف خاص رکھتی ہیں۔ وہ وہذا۔

ہمارے افسروں کے لیے لازم ہے کہ وہ نوجوان جفاکش اور مستعد ہوں اور عظیم الفرضی اور پریشانی کا مقابلہ کر کے ہر ایک طرح
کے کام کو انجام کر لیں صلاحیت رکھتے ہوں۔ میں یہ یقین نہیں کر سکتا کہ خزانہ کے کام میں ایک فسر کا پورا وقت درکار ہے اگر میں ڈپٹی کمنشنر ہوتا تو
ضرور اس بات کو ثابت کر دیتا کہ آئین نصف وقت بھی صرف نہیں ہوتا ہے یہ بات میں بے محبت و دلیل نہیں بیان کرتا خزانہ کا کام بچہ برنگ
پرے پر درما حسین کوئی میرا معین و مددگار نہیں تھا اور جو وقت آئین صرف ہوتا تھا وہ نہایت عزیز تھا۔ مثلاً جب بھکورو وہیہ گونا ہوا تھا
میں خزانہ کا کام کرنے لگتا تھا۔ اور حرمین کا نوں سے روپوں اور شدات کو سنتا جاتا تھا اور ادھر لکھتے دیکھتا جاتا تھا کہ روپیہ گنا جا رہا ہے ایک طرف
میں ہنڈیوں پر دھنکڑا کر اور چکین جاری کر لیتا تھا اور دوسری جانب شہادت سنتا جاتا تھا۔ حسابوں کے دیکھنے بھالنے میں ہر روز آدھا گھنٹہ
صرف ہوتا تھا اور وہ ایک مہینہ کے بعد شاید دو دن کام اور کرنا پڑتا تھا۔

ملتان میں اگر انھوں نے سپاہیانہ مذاق کے ساتھ ان مقاموں کو ملاحظہ کیا جو انکے پورا اندر سن صاحب کے
قل اور اردو ڈوژن صاحب کی بہادرانہ کارروائیوں اور اس محاصرہ کیوجہ سے مشہور تھے جنہیں ابتداً بڑی تکلیف مگر آخر کو نہایت
کامیابی حاصل کی تھی بعد اسکے ایک صحرائی اور جنگی ملک سے جہاں یہ دیکھ کر انکو بہت تعجب اور غصہ معلوم ہوا کہ اب تک دزدی و غلبہ

متعلق ہے وہندان آسان نہیں ہے سادھی فوج تو فوج کشی کی سخت ضرورتوں کی تکلیف سے شوروعلیٰ چارہا ہے باقیانہ ضعف فوج کو ہمتان پر جانے کے خلاف ہے اس آخری امر کی بہت سی وہمین ہیں کہ گنگران افسروں پر انکو بھروسہ نہیں ہے اور ہمارے دینی سپاہی اپنے موجودہ ہتیاروں اور سامان کے ساتھ ہتیاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر اصل وقت ہی ہے تو انکا علاج ہمارے ہاتھ میں ہے افسر ایسا منتخب کیجیے جو شاد و دلکان کرے اور آخری صاحب یہ کام خوب کر سکتے ہیں۔ انکو اعزازی عمدہ عطا کیجیے تو عدوان پیدل سپاہی واپس بلوایجیے اور انکا ایک حصہ ایک مین قیادت کیجیے پادے گورن کی تین پٹن پشاور اور نوشہرہ میں کیجیے اور جبکہ پرنسب معلوم ہو انکو تفریق دیکھیے اور مختلف قوموں کے آدمیوں سے پیادوں کی بہت سی غیر فوائدان پٹن بھرتی کیجیے۔ انہراول درجہ کے افسروں کے سوا اور کیونکر مقرر کیجیے جو وقت یہ سب باتیں ہو جائیگی تو پھر نیا توں اور جاوادیوں کی یہ دشمنی اور فخر ہے نہ باقی رہیگی۔

نام ایضاً

توپوں کو خاموشی کے ساتھ چڑھانے کی یہ فوج بھی کہ ٹکڑا نہ ہونے پائے جب کسی شخص کو قذیر دینے کا قصد ہو تو پیرے نزدیک انکو پہلے سے دہکی دیکر داعی کو دینا چاہیے۔ گو تو پین خاموشی کے ساتھ چڑھائی گئی ہوں گرا پھر بھی لوگوں کو معلوم ہی ہو گیا پیرے راے میں ہندوستانیوں کو دہکی دینے کے لیے خاموشی اور مستی کے ساتھ کارروائی کرنے سے ہزاروں کوئی بات نہیں ہے یہ در شناسی اور چالوس لوگ ہیں کہ جو شخص انکے سامنے آجانا ہے انکو لایئے ہیں یا لوگ فوجوں کو بڑھاتے اور ہلاتے رہتے ہیں انہیں کی وجہ سے یہ خراب پیدا ہوتی ہے اور ہندوستانی رعایا بھتی ہے کہ ہم فریب کرتے ہیں۔ اگر ایسے موقوفوں پر کان دھکائے تو ول پٹن یا آخری صاحب کا ایسا ایک سپاہی دیکھا گیا ہے کہ برابر ہوگا۔ اگر ترقی صاحب کی طرح ہم ایک آدمی فرد کی تنبیہ کر سکتے تو اس شخص اور شرارت کا پھر بھی ذکر نہیں میں نہ آثار ہمیشہ صاحب کے مرنے سے بڑا نقصان ہوا ہے نقصان ہتیروں کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ کتنا ہوا وہ ایک کے نظم سے باوجود گتھے۔ گو ترقی نے اہلی جو کچھ نہاد صفت لکھی وہ سب بجا تھی میں نے موت بچا رہے ہائیں کی وفات کی خبر سنی تو اس وقت اٹھا۔ کیا تھا کہ اکی جگر پر جان کا توں مقرر ہوں۔۔۔۔۔ میں نے خود اس توڑی کا ہرگز خیال نہیں کیا میں دیکھتا ہوں کہ پیری سرکاری ملازمت کا باقی ماندہ نہانہ چاہی ہے وابستہ ہے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ یہ زمانہ بہت طول نہوگا۔

نام اؤتھن

مقام جمل مورخہ ۱۲ اکتوبر

مجھکو بڑی خوشی ہے کہ آپ اخبار صبرین کی ایک کنگ پشاور میں پہنچ جائیگی میرے نزدیک یہ بڑے انوس کی بات ہے کہ ہمارے افسروں کی تشریہ اور تقریر کا یہ حال ہے۔ ظاہر انکا قصد یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے اور اپنے ساتھ انظام ملک کو بھی وکار داعی نقصان پہنچائیں۔ بیاقی پیر کے پاس سے جو اس مضمون کی ایک چٹھی آئی تھی کہ ہر لڑہ کی رعایا کا ناشی کے ساتھ بند کر دیا گیا اور جس سے آپ کے بھی بیان کی تصدیق ہوئی اس سے مجھکو تازہ اطمینان ہو گیا۔

بنام لارڈ ڈکنسن

کمپ ہٹی۔ ۴ اسیل ایک سے
مورثہ ۲۶ اکتوبر ۱۸۵۳ء

قواعد و ان سپاہی پشاوڑ سے نفرت کرتے ہیں حالانکہ وہاں کھانے کی چیزیں ارزان ہیں۔ وہ لوگ دریا سے سندھ کے
اس پار بلا بھتہ رہنا پشاوڑ میں بھتہ پا کر رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اپنی عادت قواعد و انتظام کے اعتبار سے وہ کوہستان پر کام کرنے
لیے موزوں نہیں ہیں لیکن زیادہ تجربہ کار سپاہیوں کی بھی برابری کر سکتے ہیں۔ پشاوڑ میں اس دامن قائم رکھنے کے لیے ایک نہایت کل
اور عام پسند انتظام اور کوہستانی جبرگون کے بخوبی زیر کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ وہ ہمارا خوف اور
اطاعت کرنے لگیں یہی نہیں کہ ہماری رعایا ہو جائیں۔ اگر منتخب سپاہی اس کام پر مقرر ہوں اور انکو بندوبست اور ملکی وردیان دی جائیں تو
وہ گھنے سے گھنے جنگلون اور اونچی سے اونچی پہاڑیوں میں خوف اور رعب پیدا کر دیں۔

بنام گورنری صاحب

کمپ نوٹہ ۱۹ اکتوبر

میں سمجھتا ہوں کہ چارے چارے جارجی ٹیپنیر کے مرتبہ بدلتی جو کتاب میں ہے تو غالباً وہ انکو گدھا ثابت کر گئی۔ جس طرح فائنٹ
کی ریشم ہیں و تمام اخراجات کا پیسہ عجیب گرد و غبار کے دام بہت کم ہوتے تھے اسی طرح ٹیپنیر صاحب کی اس کتاب میں خاص
انکے متعلق تو بہت کچھ بیان ہے لیکن ہندوستان کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے انکے مزاج میں غصہ اور تعصب اس قدر تھا جو
انکے تمام عمدہ اوصاف کو پست کر دیتا تھا۔

لارڈ ڈکنسن نے اپنے نائب یعنی چیف کیشنر سے ایک چٹھی میں کیسٹرن پرنس کے ساتھ استفسار کیا تھا کہ
سے آپکی نگاہ کو ٹیل کی طرف ہوگی یا اگر وہ کی طرف "اور انکے بعد مکرر کر کے ایک فقرہ اور لکھا تھا جو اس مقام پر نقل کر کے
قابل ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارنس اور ان "لارڈ صاحب" کے درمیان جو نہایت کبھی خود
بھولتے اور نہ دوسروں کو کبھی فرودداشت ہونے دیتے تھے کہ میں گورنر جنرل ہوں کس طرح کا ربط و ارتباط تھا۔
وہ فقرہ یہ ہے "میری نگاہ ابھی اتفاق سے آپکی چٹھی پر گر گئی جو مائی لارڈ کے لفظ سے شروع اور اسی پر ختم کی گئی ہے
پیشتر یہ بات آپکی چٹھی میں میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ میرے اور آپ کے جو دوستی اور
یکجہتی عرصہ سے چلی آتی ہے انکے اعتبار سے میرے پیارے لارڈ کا القاب زیادہ تر موزوں ہو گا یہ میں نے
اپنی خاص رائے لکھی ہے" چٹھی مذکور کا جواب یہ بھیجا گیا۔

میرے پیارے لارڈ میں سمجھتا ہوں کہ نقش گورنری ملک مغربی و شمالی کے لیے جان کا لون صاحب جو فتح کے گئے
لو اس سے عوام الناس خوش ہونگے اس صوبہ میں انکے سوا اور کوئی ایسا یونیورسٹی تھا جو انکے مقابلہ کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ محکموں اور وقت کے لحاظ سے

رکھتے ہیں مزاج کے بڑے ہنسار اور نرم ہیں اور سول انتظام کی ایک خلق صلاحیت رکھتے ہیں جسکے وہ بڑے صوف ہیں۔ ہنسار وین سے بنانے کے لیے اور دن کی نسبت ایسا آدمی زیادہ تیز و زور دن ہے۔ پھر اپنے فوجی ساتھیوں کا لحاظ رکھنے اور سردی بزرگوں کا خیال کرنے کے لیے جو باتیں دیکھائیں وہ سب انہیں موجود ہیں۔

میں ان کے حالات سے سات برس کا زمانہ ہوا جب سے واقفیت قرار رکھا آئی ہم دونوں میں سن کی چوٹائی بڑائی بہت ہے اور مجھے نہیں ہے کہ ان پر بہت کچھ بات ہے ایسے سیری خواہشیں اور اسے ان کے نہایت موافق ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر آؤر دش صاحب کی ناموری سے خاص انہیں کے صیغہ پورن تروخ میں جہکا انھوں نے نام روشن کر دیا ہے سد کو ترقی ہوئی لیکن جب ہے وہ ان کے نشان سے واپس آئے وہ خیالات بہت کچھ بدل گئے۔ جانندہ میں وہ بہت ہر دل سے وہ بیشک ایک نوجوان سپاہی ہیں لیکن انکی عمر تیس تیس برس کی ہے اس سے کم نہیں ہے اور یہ عمر صیغہ فوج کی ملازمت کے لیے نوجوانی روزوں ہو سکتی ہے۔

اگر ہم صاحب کے بارے میں ان کے چال چلن پر بھی بحث کرنے میں جھکنا بہت خط حاصل ہوتا ہے وہ ایک بڑے عمدہ سپاہی اور شریف شخص ہیں لیکن انکی عمر جیسے بہت بڑی ہے اور وہ بڑے بڑے ہمدون کا کام انجام کرنے کے عادی رہے ہیں اس قسم کا آدمی سر سے ہتھیارات میں نکل اندازی نہیں کرے گا (اور اتنی ہی بات میں بڑی بڑی خرابیاں لاحق ہو سکتی ہیں) اگرچہ وہ بیشک اور تیز رفتاری کے شکر کے انتہا رات میں بھی راج ہوگا انکی پوزیشن اسکول میں ایک نظم تعلیم ہوتی ہے اور اس وقت وہ اسی کے مسلہ اصولوں پر چلنے لگے وہ داخلہ درجہ کے لوگوں کے خیالات اور حقوق پر کھانا کرینگے خلق اللہ کے فائدہ دیکھیں گے۔ جو ان کو معلوم نہیں ہے ان کو کوئی شخص تعلیم نہیں کر سکتا ان کے ارادے چاہے جو کچھ ہوں لیکن وہ بالضرور اپنے خیالات اور تجربہ پر عمل کرینگے یہ باتیں ان کے انکشافی کاموں پر سب مبالغہ منعت اور شفقت کے ساتھ کاٹ دیا جائے جو باتیں پوچھی جائیں بظاہر کہیں ہی کم قیمت معلوم ہوں انکا خیر جواب دیا جائے اور جو باتیں ان کی جائیں حرف حرف انکی تعمیل کی جائے ان سب باتوں کے انجام ہونے کا یقین صرف ان افسروں کی طرف سے ہو سکتا ہے جسکو فائدہ کے ساتھ انکی خدمتوں کی تعلیم ہوئی ہے۔

ہم ان لوگوں کے نزدیک جو دشوار گزار ملک میں دیباہ مندہ کے اُس پار رہتے ہیں اور ان میں مشعب اور مگر ہیں زبان رنگ اور مذہب میں بالکل اجنبی ہیں۔ انکو موافق کر کے اپنے تحت حکومت رکھنے کے لیے نہایت ودیادیشی اور قابلیت کے انتظام کی ضرورت ہے۔ طرز معاشرت کے تسلط پر ایک تکرار جریا ہوتی ہے اسکا فیصلہ تو پوزیشن مطالعہ کے برابر ہم ہوتا ہے۔ ہمارے واسطے ضرور ہے کہ ایک اوسط درجہ اور انصافانہ شرح سے اراغیات کا کلین لگایا جائے اور پوشادری کے ساتھ انکی تعلیم اور انکشاف اور عیسار لوگ اپنے بار کا کوئی حصہ اپنے عاجز تر ہماریوں پر نہ ڈال سکیں۔ یہو انتظام کر کے پولیس ایسی مقرر کرنا چاہیے جو بہت ثابت قدم ہو اور بیشک وہ میں تیز کرے لیکن ظالم نہ ہو مثلاً ایسا ہوا چاہیے جو نہایت میڈھا ہو اگر ساتھ ہی انکے اس بات کی بھی بات اچھی طرح حفاظت ہونا چاہیے کہ لوگوں کو ظلم کرنے میں آسانی نہ ہونے پادے۔ جو پوزیشن انتظام مستحکم اور قطعی ہونا چاہیے لیکن

اس طرح کا جو خوبی سمجھ میں آئے۔ اگر اتنا مرتبہ کی عمدہ تدبیریں کجا بیگلی تو بھی ان باتوں کا پیدا ہونا مشکل ہے لیکن اگر افسر لوگ ہوشیاری کے ساتھ تربیت نہ پادینگے تو کسی ضابطہ سے اٹکا پیدا ہونا ایسے سے ۱۲۵۳ء ہے۔۔۔۔۔

مجھ کو جو کچھ بیان کرنا تھا بیان کر چکا اب صرف اس قدر اور عرض کرتا ہوں کہ حضور جس شخص کو پسند کرینگے میں اپنے مقدور بھر بھی کوشش کروں گا کہ اسکو اپنے معاملات کی درستی میں آسانی اور کام میں سہولت ہو۔

اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ جو امور اس شد و مد کے ساتھ ظاہر کیے گئے تھے اسکا جواب ”شاہانہ“ صیغہ اثبات سے دیا گیا اور اؤڈوڈن صاحب کا نام فوراً گزرتا ہے پچھ گیا کہ وہ پشاور کے کسٹمر مقرر ہوئے وسط ماہ کے پیشتر جان لارنس نے ارادہ کیا کہ پشاور میں جا کر ان سے ملیں۔ اگلی نیت یہ تھی کہ پشاور میں جو بہت سے نہایت ضروری معاملات ملتوی پڑے تھے جہاں تک ممکن ہو عجلت کے ساتھ دونوں آدمی ملکر اٹکو طے کر دیں یعنی یہ کہ سرحد کی حفاظت کا بندوبست کر دیں فوج متعینہ کے سپاہیوں کے بھرتی کرنے کی تدبیریں بتائیں کہ کیا تبدیلیاں بحال ہونا چاہیے ان آفریدیوں اور وحشی جرگوں کی تنبیہ کریں جنہوں نے اپنے عہود فسخ کر کے ہمارے قبضہ کو ہاتھ میں خلل اندازی کی تھی اور بالآخر ٹیکسن صاحب جو کام باقی چھوڑ گئے تھے (سجملہ اسکے ”چوبیس مقدما“ مشن ایک سال بلکہ اور زیادہ عرصہ سے ملتوی پڑے ہوئے تھے) اٹکو طے کر ڈالیں۔ یہ کام کرنے کے بعد انہوں نے تجویز کیا تھا کہ نشان کا دورہ کریں۔ یہ پنجاب کا ایک حصہ ہے مگر عجیب بات ہے کہ انہوں نے اب تک اسکو نہیں دیکھا تھا اور جبکی نسبت وہ بلا لالہ نقیض کرتے تھے کہ انتظام اور ترقی کے اعتبار سے بمقابلہ باقیانہ ملک کے وہ بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ بعد اسکے اٹکا قصد تھا کہ دیرہ جات سے لیکر پشاور تک برابر دورہ کرتے جائیں اور تمام سرحدی تھانوں اور قلعوں کو پھر معائنہ کر لیں اور بذات خاص اس امر کو دیکھ لیں کہ انتظام میں کیا کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ہر ہر ضلع کی رعایا کی حالت کیا ہے۔ گویا ایک بڑی بھاری فہرست تھی لیکن انہوں نے حرف بحرف اسکی تفصیل کی یہ پورے چوبیس دن کا کام تھا جسکے ابتدائی حصہ میں لارڈ لارنس اور گورنر صاحب وغیرہ کو پیشمار چھپان لکھیں میں تو کہتا ہوں کہ شاید اپنے ایام ملازمت میں کبھی اس کثرت سے چھپیان لکھی ہوگی اور اگر یہ نہیں تو ایک روز نامہ چھپوانے بہت اچھی طرح تیار ہو چکا تھا ان چھپوں سے میں ایسے ایسے مضامین منتخب کر کے لکھتا ہوں جو کوئی خاص لطف رکھتے ہیں یا جسے جان لارنس اور انکی کارگزاریوں کا کوئی نیا حال معلوم ہوتا ہے۔

بنام گورنر صاحب

۱۱۔ اکتوبر ۱۲۵۳ء

پشاور کے انتظام میں کوئی ایسی وقت نہیں ہے جو معمول سے زیادہ بڑھی ہوئی ہو بشرطیکہ ہم ٹیکس طریقہ سے اٹکا بندوبست کریں۔۔۔۔۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اؤڈوڈن صاحب کی مدد سے چوبیس دن کے اندر اسکا انتظام نہایت درست کر دینا جو کام فوج کے

ہوتی۔ دوسرے ایک اور امر اس سے ظاہر ہوتا ہے جو میرے نزدیک سابق میں کبھی شہر حواہم نہا ہوگا اس چل ہی شخص کو معلوم تھا بلکہ اسکے سوانح نگار کو بھی معلوم نہیں ہوا۔ یعنی یہ کہ کثیر بنی پشاور کے لیے لارڈ ڈکنز کی امیدوار ایک اور بھی زیادہ نامی گرامی شخص جسکو رستم ہندوستان کنا چاہیے یعنی سر جیمز آرم سٹونی تھے۔ اس تقرری میں بہت سے بدیہی اعتراضات تھے جنکے ظاہر کرنے میں جان لارنس قاصر نہیں رہے۔ لیکن اس امر سے ان لوگوں کو ضرر و خطا حاصل ہوگا جو حقیقت حال سے واقف تھے اور یہ تصور کر سکتے تھے کہ اگر سر جیمز کا سب سے زیادہ نامی فوجی بدر پنجاب کے اس خطرناک عہدہ پر منتقل اور پنجاب کے اس عظیم الشان پوزیشن کے زیر حکومت کیا گیا جو ایسا قوی دل سپاہی تھا تو دونوں آدمیوں اور دونوں صوبوں کے حق میں کیا نتیجہ پیدا ہوگا۔ مثلاً کیا سر جیمز آرم سٹونی اس امر کی تکمیل یا خواہش کر سکتے کہ سر جیمز پنجاب کی حکمت عملی میں کوئی ایسا امر داخل کیا جاتا جو سندھ میں مناسب معلوم ہوا تھا کیا وہ اس بات کے قابل ہو سکتے کہ اپنی جانب سے مداخلت کر کے لڑائی نہ لڑتے اور ان تربیت یافتہ افراد یون اور ہندوؤں پر اس طرح کا رعب قائم کر دیے جیسا پانچویں اور ہیلون پر جو نسبت انکے زیادہ فرمان پذیر اور صلح پسند تھے انہوں نے قائم کیا تھا۔ بالآخر کیا دیسی شاہزادوں اور ہر مقام کے دیسی خاندانوں کا محافظ پھر ان پر وہی تلوار علم کرتا جو ہنر بنی لارنس نے اپنے ہاتھ سے رکھ دی تھی اور اس کا روٹی سے پورے کوکوشوں کی ضرورت از سر نو پیدا کر دیتا یا اپنے نئے مالک کے اعتدال آمیز خیالات کی تائید کر کے اتفاق کے ساتھ انکی شرکت میں کام کر سکتا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو جان لارنس لکھتے ہیں کہ۔

مقام لاہور۔

حضور عالی۔ حضور کی چچی سے جو نوازش ظاہر ہوتی ہے اسکا میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور اسکا بقرین معاوضہ یہ ہے کہ کثیر بنیادر کی نافرنگی کے متعلق جو ایک ضروری سلسلہ ہے ایسا اندازی کے ساتھ اپنے تمام و کمال خیالات ظاہر کروں۔

اس بات سے حضور کو اطلاع دیچکا ہوں کہ میرے نزدیک اڈورڈس صاحب نجوبی تمام اس عہدہ کی لیاقت رکھتے ہیں معاملہ مذکور پر نجوبی غور و فکر اور انکی قابلیتوں کو دوسرے اشخاص کی قابلیتوں سے اپنے دل میں مقابلہ کرنے کے بعد میں بلاتامل یہ کہ سکتا ہوں کہ میرے نزدیک اس جگہ پر انھیں کا مقرر ہونا بہتر ہے۔ اپنی خلقی قابلیت اور علم میں وہ ہر ایک رسول اور فوجی افسر سے جسکو میں جانتا ہوں نجوبی تمام مقابلہ کر سکتے ہیں انکی رائے نہایت صائب مزاج بہت معقول ہے وہ ایک رعب دار افسر ہیں اور ہندوستانیوں کے حالات سے نہایت ہی واقفیت رکھتے ہیں سول معاملات میں انکو چند ان تجربہ نہیں ہے لیکن دو برس تک اس میں بھی شوق حاصل کر چکے ہیں جو انکی لیاقت والے آدمی کے لیے بمقابلہ عام اشخاص کے دو چند ہے۔ چونکہ انکے اختیار میں ایک ضلع ایسا بچکا ہے جسکا ضابطہ کے ساتھ بندوبست اور انتظام ہوا تھا اس لیے رسول انتظام کے تمام فروعات دیکھنے کا مکمل موقع ملا اور انہوں نے ہندوستان کے لائق ترین کثیر (ڈکنز) کے متعلق کام کیا۔ جب وہ جالندھر سے رخصت ہوئے تو کثیر نے انکی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ میں نے جو افسران ضلع دیکھے ان سب میں انکو بہتر پایا۔ اڈورڈس صاحب بڑے اعلیٰ خیالات

تیرھواں باب مشرقی ممالک

مخالفت و حدودی ارون کی نسبت اسی حکمت علی کا برتاؤ ہوا اس معاملہ میں دست اندازی کرنے کی حکمت علی سے جان لارنس نے جنگ اور جنگ سے بھی بڑھ کر اس خرابی کو واقعہ نہونے دیا کہ وہاں کی رعایا کے خلاف اپنے زبردستی کوئی حاکم مقرر کیا جائے۔ اگر اسکے خلاف کسی حکمت علی پر انھوں نے عمل کیا ہوتا اور گورنمنٹ انکسپشن ہونا پڑتا تو قرب و جاہ کی سندوں پر بہتر سے کچھ پہلے بھاگے اور اسکے بعد انار سے لگے ہوتے۔

ہماری مغربی سرحد کے جرگون سے (جسکی وجہ کچھ تو شاید یہ تھی کہ کہنے اُنکے ہولناک ظالموں یعنی سکھوں کو جو زیر کیا تو اس سے وہ ڈر گئے اور کچھ وجہ یہ بھی ہے کہ کہنے جو انکے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تو وہ پتھر اور مٹھن تھے) اُنکے ملک اور اُنکی کل قوانین کے اعتبار سے جس قدر نقصان پہونچے گا ہلوگان تھا اس سے کم پہونچا ہوگا۔ غیر مذہب لوگ اکثر تھل اور اجمل (یہ وہ صفتیں ہیں جو دو تین بیت کم پانی جاتی ہیں) کو ایک قسم کی کمزوری پہ محول کرنے لگے ہیں چنانچہ ہمارے اجمل کا اصل سبب انکا واثوقت دریافت ہونے لگا جب مختلف جرگون کو ہماری سرحد پار آنے اور ہمارے مواضعات لوٹنے کے بعد سخت نقصان اٹھا کر یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ گئی کہ غلات اور فراغت دونوں کے لیے ہمارے سرحدی تھانے اور سرحدی سپاہ کا کافی صلاحیت رکھتی ہے یہ ایک صحیح اور فائدہ مند عملہ آرون کی زبردستی اور توسیع اسطور سے کر دی گئی کہ جان و مال کا نقصان بہت کم ہوا لیکن پشاور کے تین طرف چونکہ مخالفت باحال میں زیر کیے ہوئے جرگے رہتے تھے اس سبب سے وہاں کے معاملات اب تک تردد کے تابع تھے جان لارنس نے یکم ستمبر کو لکھا کہ۔

پشاور کی کیفیت ویسی نہیں ہے جیسی دوسرے مقامات کی ہے۔ مقام ہون شاید اس سے مستثنیٰ ہے ان دنوں ضلعون میں تمام لوگ آبی ناک اور خوفناک رہتے ہیں اس قسم کے لوگوں کا کوئی ایک فرقہ نہیں ہے جس کا ہم تدارک کریں بلکہ عبور و مرور کی یہی کیفیت ہے۔

یہ چھی ماہی پوری لکھی بھی لکھی ہوگی کہ ناگمان خرابی کنٹیکٹن صاحب کیشتر پشاور جو ایک اول درجہ کے سپاہی ایک بڑے عمدہ پولیٹیکل افسر تھے خود دشو کے سبب مار ڈالے گئے۔ وہ اپنی کوشش کے برآمدہ میں جہاں ایک مہتری کا بھی پہلے تھانے تھے اسے میں ایک شخص جو بوجی تھا ایک درخواست لیے ہوئے آیا اور جب وہ اپنی یہ درخواست پیش کر چکا اور اسکی درخواست پڑنے لگے تو اسنے ایک پیش قبض مار کر انکا کام تمام کر دیا۔ اس سانحہ سے جو غلطی پہی اُس میں لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ امیر کابل کے اغوا کرنے سے آئندہ سوات اس فعل کے بانی ہوئے۔ اور معلوم نہیں کہ تردد دوسرے صاحب اختیار لوگ اس سازش میں شریک تصور کیے گئے۔ پشاور

ص ۴۱۲

نذر محمد

کی چھان بین اور اسٹیشن مین جو غیر ذمہ دار مدبران ملک رہتے تھے وہ سب یہی تذکرہ کرتے تھے کہ ان تمام لوگوں کے خلاف ہمیں بھی جائیگی۔ ٹیکسن کی جگہ پر جنٹین صاحب قائم مقام کسٹرنشیا اور متروہ ہوئے انھوں نے بغیر اسکے کہ عدالت کے کسی ضابطہ کی پابندی کرتے قائل کو سزا سے موت کا مستوجب قرار دیدیا۔ فوجی حکام نے فیروز آباد سے راولپنڈی اور راولپنڈی سے پشاور کو فوجوں کی روانگی کا حکم دیدیا اور قبل اسکے کہ وہ منازل مقصود پر پہنچنے پاتین ان احکام کو منسوخ کر کے برعکس احکام جاری کیے جس سے عوام میں اور بھی تردد و انتشار پیدا ہو گیا۔ ایک امر یہ دریا یا قیاس کیا گیا کہ باغیوں کی سازش کی ہے کہ جب حفاظت کی فوج نہ رہے تو راولپنڈی کی چھان بین پر قبضہ کر لینا چاہیے اور نادر خان جو راجہ منڈلا کا ایک باغی بیٹا تھا پھانسیوں کو جمع کرنے کے لیے کوہستان کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ لیکن بھان لارنس جو اتفاق سے شلمہ میں تھے اس طرح ثابت قدم رہے واپسی ڈاک پر جنٹین صاحب کی سخت چشم نمائی کہ انھوں نے ضابطہ کی پابندی نہیں کی اور عوام کے دل میں جو دہشت سائی تھی اس میں وہ بھی آگے قائل کی نسبت حکم دیا کہ جب تک قانونی ضابطوں کی عملدرآمد اور اس بات کی کوشش نہ ہوئے کہ اسکے جرم میں اور لوگ تو شریک نہیں تھے اس وقت تک اسکو پھانسی نہ دیجائے۔ پشاور اور نواح پشاور کی نسبت تجویز کیا کہ جو تہذیب میں ضرور معلوم ہوں عمل میں لائی جائیں اور جسطرح انکو بذات خاص یقین ہو چکا تھا اسی طرح دوسرے اشخاص کو انھوں نے یقین دلایا کہ جس حالت میں پشاور خود ہی تعصب کا شرمشہ ہو رہا ہے تو اس بات کا خیال کرنا بالکل فضول ہے کہ اس معاملہ میں کابل یا سوات کی طرف سے تحریک ہوئی۔ مقدمہ کی تحقیقات حسب ضابطہ ہونے کے بعد قائل کو پھانسی دی گئی اور جان لارنس کی تجویز سے اسکی لاش جلا ڈالی گئی اور خاکستر ہوا میں اورادی گئی تاکہ مقتول کا ذہن زیارت گاہ نہ ہونے پائے اور اسطور سے قرب و جوار کے غیر مہذب جرگے تازہ کشت و خون کے قریب نہ پہنچ سکیں۔ سولی پر جا کر اسنے جو اقرار کیا اس سے چیف کسٹرن کی اس رائے کی تائید ہو گئی کہ اسنے یہ فعل کسی کے خواہ کرنے سے نہیں کیا تھا اور اذہر و دھار میں اسنے اپنی استعداد اور بہت سے نادر خان کا تعاقب کر کے قبل اسکے کہ کوہستان پر کوئی قبوہ واقع ہو اسکو گرفتار کر لیا اس میں ایک گولی بھی اسکے گلے پر پڑ گئی جو ایک دشمن نے کیونکہ وہ میں ٹھیکہ داری میں حفاظت کی دوسری تدبیریں جو کی گئی تھیں انکا بھی مقول نتیجہ پیدا ہوا اور جس گھلبلی سے کچھ دنوں تک بدنامی اور خطر پھیلا رہا تھا وہ اسی طرح جلد جاتی رہی جسطرح اسکا ظہور ہوا تھا۔

لیکن ٹیکسن صاحب کے مارے جانے سے تردد کر کے جو کیفیتیں دریافت ہوئیں اور اسکے بعد جو نتائج ظہور پذیر ہوئے ان سب کا خیال کر کے جان لارنس نے قصد کیا کہ خود پشاور کو جائیں اور دریافت کریں کہ اس زمانہ کے دو برس پیشتر جو تدبیریں انھوں نے باغی تھیں انکی کمان تک تعمیل ہوئی ہے۔ ان تدبیروں سے بہت اچھی طرح پرامید کی جاسکتی تھی کہ جان و مال کی حفاظت ہو جائیگی اور رعایا ہماری حکومت کو پسند کرنے لگیں گی۔

پیارے اڈورڈس صاحب میں فائڈنگ مینٹو صاحب کو بچپن سے جانتا ہوں اور انکی خوبیاں اور قابلیتوں کو
 اُس قدر عزیز جانتا ہوں جس قدر اور کوئی شخص جائیگا اخلاقی اور داخلی قوت میں پنجاب میں کوئی ایسا شخص نہیں جو جسے بُرا ہوا ہو
 شاید اس کے برابر کوئی ہوگا۔ لیکن یہ حیثیت نظم انکا نمبر ڈسٹنٹون صاحب، ریکس صاحب، بلکہ بارٹن صاحب سے بھی گستاہا ہے
 وہ جلا میں کے بڑے شائق ہیں اور جس قدر تجویز کرتے ہیں اُس قدر تعمیل آئے نہیں ہوتی ہے یہ ضروری معاملات میں انکا وقت
 بہت صرف ہوتا ہے جس قدر وقت وہ کسی بیماری مقدمہ میں صرف کرتے ہیں اُس قدر وہ چھوٹے معاملہ میں بھی صرف
 کرتے ہیں انکی کوشش برقی میں کسی لیاقت اور علم والے آدمی کے لیے رہا سبازی اور دیانت داری سے چمکتے رہے
 بھی کام کرنے کو نہیں ہے۔ مجھ کو وہ ان کے حالات اسوجہ سے معلوم ہیں کہ میں اسس زمانہ میں
 تین برس تک وہ ان کا کٹریئر راجب پہلے ہل ہر ایک چیز کا ڈھانچہ باندھتا تھا۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے
 کہ پہلے ہلکے کیفیت اور کثرت میں امتیاز کرنا چاہیے۔ جب تک ہم دونوں کا خیال نہ کرینگے اس وقت تک آخر میں ضرور ناکامی
 ہوگی۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکو ضابطہ کے ساتھ اور ایک وقت میں کے اندر انجام کرنا ہوتا ہے۔ عمدہ اور لائق نظم اپنے
 اوقات کا اسطور پر انضباط کر لیتا ہے کہ تمام کاموں کو انجام کر سکے۔ جہاں تک وقت چمکتا ہے وہاں تک وہ ضرور پچا ہے اور
 جب اسکو محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تب محنت کرتا ہے ڈسٹنٹون صاحب میں داخلی قوت اُس قدر نہیں ہے جس قدر
 فائڈ صاحب میں ہے مگر وہ ایسا کے دستور عادات سے بذات خاص انکا ہی نہیں ہے لیکن پابندی اور انضباط اوقات اور
 اپنی محنت شاد کے ذریعہ سے انھوں نے فائڈ صاحب کا سہ چند کام کیا اور فی الجملہ جو کچھ کیا اچھا ہی کیا۔ کوئی خاص مقدمہ شاید وہ
 بہت اچھا نہ کر سکیں لیکن جتنی دیر میں وہ سو موٹا لے کر دینگے اور لوگ دس بھی نہ کر سکیں گے اور سپریم آن دس والوں سے
 اچھا کرینگے۔ فائڈ صاحب اپنا آدھا دن رنگین نیم سرکاری چیمبروں کے کھٹے میں صرف کرتے ہیں دس بارہ میٹیاں ہونے
 گھسیٹ ڈالتا ہوں اور اسپر بھی پور گھنٹہ صرف نہیں ہوتا جو رنگینی انکی چٹھی میں ہوتی ہے وہ تو بیشک انہیں نہیں ہوتی لیکن طلب
 ادا ہوجاتا ہے اور جو ضرورت ہے وہ رفع ہوجاتی ہے۔ فائڈ صاحب نے بارٹن صاحب نے ریکٹو صاحب سے زیادہ
 کام نبرد و بہت کے متعلق انجام کر ڈالا ہے ملک کی آمدنی زیادہ آدمیوں کی تقرری کا خرچہ ادا نہیں کر سکتی۔ یہ کو لازم ہے کہ یہ اق
 تہا میں کم کر دیں اور جائیداد اس طرح بڑے اس سے اور لوگ مقرر کریں یا اس طرح کے ڈاکٹر ڈون کے زیادہ کام انجام کریں
 دفتر کا متفرق کام جو کچھ ہوتا ہے اسکا انجام کرنا یہ مرضی کو جو ایک تعلیم یافتہ شخص کی خواہ یا ہے لازم ہے۔ اگر کوئی تجربہ کار شخص
 تو وہ۔۔۔ ایسے آدمی کو ایک مینیجری اپنا یہ مرضی رکھتا۔ فائڈ صاحب شکایت کرتے ہیں کہ اسکو رکھے ہوئے ہیں کہ نہ نہ
 تین سال کی انتظامیہ رپورٹ انھوں نے اب تک نہیں بھیجی ہے اور کئی سو مقامات اپیل زیر دوران ہیں انہیں بعض بعض مقامات
 چار چار برس کے ہیں بعض بعض لوگ چار سال میں ایک ایک سال سے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے مقامات ابھی تک ملنے نہ
 ہوئے ہیں۔ نظم و نسق میں بس اس ضرب اٹل پر عمل کرنا چاہیے کہ ”سنی سے سوم بجلا جو سویر سے“ جواب ”فائڈ صاحب“

نئے ملک میں کام کرنے کے لیے موزوں نہیں ہیں جہاں انہیں سب اوصاف ہیں وہاں برائیاں بھی بہت بھاری بھاری ہیں یہ باتیں دیکھتا ہوں باوجودیکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں بس اب اسکے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔

پنجاب یا مسافرات پنجاب میں جان لارنس کی چیف کمنشنری کے اول دو برسوں کے زمانہ میں ایک جنگراتو بہاوپور کی متصل ریاست کی جانشینی کا ہوا اور دوسرا معاملہ یہ واقع ہوا کہ سیکشن صاحب پشاور میں مارگٹ سوائے اسکے اور کوئی سامعہ ایسا نہیں گذرا جس میں پولیسنگل جمیدگیان واقع ہوئی ہوں اب دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں معاملات کے متعلق انھوں نے کیا برتاؤ کیا۔ بہاوپور ایک وسیع علاقہ دریاے ستلج کے دکن جانب پنجاب اور راجپوتانہ کے درمیان واقع ہے اس ریاست نے تشدد ہی سے ہماری اطاعت قبول کر لی تھی لیکن اپنے اندرونی معاملات کو اس نے ہمیشہ آزاد رکھا۔ نواب بہاوپور نے جو تشدد عین قضا کر گئے سکون کی دوسری لڑائی کے زمانہ میں ہماری بڑی عمدہ خدمتیں انجام دی تھیں اور خاص انھیں کی استدعا سے تھے اس بات کو منظور کر لیا تھا کہ یہ محرومی ان کے خائف اکبر حاجی خان کے آنکے تیسرے بیٹے سادات خان مسند ریاست پر بٹھائے جائیں۔ چونکہ لارنس کے تعلق سے انسانیت کے خیال کو بیشک مزید تقویت ہوئی اس لیے روایت نہیں آنے پائی جو خالص ہندوستانی دیباہوں میں ہوا کرتی ہے اور بڑے بھائی کی جان بچائی صرف مقید ہونا پڑا۔ مگر وہ بہت جلد نکل گیا اور خانہ جنگی ہو گئی صاحب چیف کمنشنری نے پہلے تو یہ قصد کیا تھا کہ چھوٹے بھائی کی مدد کر کے وہ قیادت نہ پیدا ہونے دیں۔ غالباً پھیلے پھیلے اخلاص متعلقہ پنجاب تک پہنچ سکتے تھے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ داؤد پوٹرافرقہ کے لوگ جو ملک بھر میں سب سے زیادہ سربراہ اور دہکھے بڑے بھائی کے طرفدار ہیں تو براہ دانش مندی اور بصلاح لارڈ ڈاکوئی انھوں نے اس معاملہ کو ایسے حال پر چھوڑ دیا (جیسا کہ عموماً مشرق میں ہوا کرتا ہے) کہ جو شخص سب سے زیادہ لایق ہو وہ مسند حاصل کرے۔ بڑے بھائی کو کامیابی حاصل ہوئی اسکے بن چیف کمنشنری نے صرف یہ وجہ نکالا کہ کسی آدمی کا خون نہ ہونے پائے دست اندازی کی اور چھوٹے بھائی کو مقید یا ہلاک ہونے سے بچا کر اس خیال سے اسکو لاہور میں پناہ دی کہ وہ پھر اپنا دعویٰ تازہ کر سکے۔ گو یہ ایک چھوٹا سا معاملہ تھا لیکن بڑی ہوشیاری سے اسکا بندوبست کیا گیا اور میرے نزدیک اگر دست اندازی نہ کی جاتی تو نتائج بہت خراب پیدا ہوتے کیونکہ قرب وجوار کی ویسی ریاستوں کے متعلق اس زمانہ سے جان لارنس کی حکمت عملی کا جو یہ اصول مقرر ہو گیا تھا کہ ایک محتول طور سے ان کے اندرونی معاملات میں دست اندازی کرنے سے احتراز کیا جائے اسکی یہ پہلی مثال تھی چنانچہ بعد اسکے وہ برابر اسی اصول پر قائم رہے حتیٰ کہ ایسے وقت میں بھی اسکی عملدرآمد کی جب لوگ اپنی بہت آسانی سے شکمہ کر سکتے تھے اور ان لوگوں کی سخت مخالفت کا اندیشہ تھا جو متواتر فوج کشی یا خیر ضروری لڑائیوں سے سرحد کے اس پار فتویر پاکر کے ہماری سرحد ہندوستان کو مستحکم یا منظور رکھ سکتے ہیں چنانچہ شیر علی اور امارت افغانستان کے

جہاں کمین ضرورت ہو وہ خوبی تمام کام دے سکتی ہے۔

جب سے ہندوستان میں انگریزوں کی عداوت ہوئی خوش قسمتی سے یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی انگریزی افسر رشوت لی ہو لیکن ایک مرتبہ پنجاب میں یہ بھی ہو گیا۔ مندرجہ ذیل چٹی بجرم کے نام لکھی گئی تھی۔

۱۶۔ جولائی ۱۸۵۲ء۔ آپ کی بچی مورخہ ۱۲ جولائی پونجی افسوس ہے کہ اسکا جو جواب دین گھر رہا ہوں اس کے سوا سرکاری طور پر اور کچھ تحریر نہیں کر سکتا۔ مجھے حقیقت میں سی کرنا معلوم نہیں ہے اور اگر معلوم بھی ہوتا تو میں آپ کی مدد نہ کرتا۔ مقام حیرت ہے کہ آپ کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ مشیر ہے۔ چلی گزینٹ کو لکھتے اور آپ کو نوٹ پتھر کی امداد چاہتے ہیں۔ آپ تسلیم کریں کہ آپ ایک اعلیٰ اور پائلی شخص ہیں اور خود اپنی زبان سے کمین کہ جیسا میں نے کیا ہے اسکی پاداش کے لیے یا رہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ سوائے اسکے آپ کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

یہ ایک نہایت افسوس کی بات ہے۔ میں اس مصیبت میں آپ کو اور بچ دینا نہیں چاہتا لیکن جب سے میں نے سرکاری ملازمت اختیار کی ہے میں نے کبھی نہیں سنا کہ کسی سرفیئر نے رشوت دی یا لی ہو۔ آپ نے اپنی ترقی کے بارے میں غصے سے کون نہ کرائی۔

آپ کی مدد کے لیے میرا کوشش کرنا بیکار ہے۔ آپ نے جو غلطی کی ہے اسکا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اسکی پاداش اٹھائے اور سرپٹ پٹ کر روئے۔

اپنے بڑے بہاری دوست جان پتھر انگریز کو جنھوں نے حال ہی میں بھول کام کرنا شروع کیا تھا وہ اپنی معمولی طرز تحریر کے خلاف ایک عجیب عبارت سے لکھتے ہیں کہ آپ زیادہ کام نہ کیجیے بلکہ کم کیجیے چنانچہ اسی بات سے میں اس کے چند جملے اس مقام پر محمول کرتا ہوں۔

امر تر۔ ۲۲۔ اپریل ۱۸۵۳ء

آپ کی بچی مورخہ ۲۰۔ اپریل پونجی جب ہمارا گذرنا طرے ہوا تھا تو ہم بہت خوشی سے چاہتے تھے کہ آپ کی ملاقات ہو لیکن آپ کی بچی کچھ اور ہوئی جسکو ہم پسند کرتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ بنالامین آپ کی زندگی بڑی بے لطفی سے کٹی ہوگی اور کام کا بار آپ پر نہایت ہی گران گذر رہا ہوگا۔۔۔۔۔ آپ حصے زیادہ مشقت نہ کریں اور اگر نہ ہونے دیں۔ اپنا کام تقسیم کر لیجیے اور سب کا حصہ ملحدہ ملحدہ مقرر کر دیجیے۔

پتھر صاحب کی تبدیلی عین وقت پر ہزارہ کو کر دی گئی اور انھوں نے اپنے تین تین زمینیں آئینت اور ہزار ہزار زمینیں بہت اچھا جانشین ثابت کیا وہ ایک اپنے کام سے سخت باخبر تھے اور ان کے اعلیٰ افسر یعنی چیف کسٹرن جو انکی سب سے زیادہ لیاقت کا حال خوب جانتے تھے انسی رنگ میں اس امید پر کہ وہ کوئی چارہ کار نکال کر سکیں گے لکھتے ہیں۔

خالی نہیں سب ہے۔

۱۶- مارچ ۱۸۸۷ء

میں نہیں سمجھا کہ دو آدمی کیونکر آسانی کے ساتھ ہزارہ کا کام نہیں کر سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بڑی شفقت کرتے ہیں شاید حد سے زیادہ کام آپ انجام کرتے ہیں اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جتنا رحمت کرنے میں آپ تندرست رہ سکتے ہیں اس سے زیادہ منت کرتے ہیں۔ اس لیے کام میں تاخیر ہونے کے بدلے میں ہمیشہ یہ سمجھا لیا کہ اس قدر زمانہ میں پس ماندہ کام کا نام بھی نہ لگایا گیا جب میں افسر ضلع تھا تو اقل درجہ سال میں پچوہ مہینے دورہ پر رہتا تھا اور اسپر ہی ہر کام انجام کر لیتا تھا اور ہر ایک بات کے لیے مجھ کو وقت رہتا تھا میں نے بندوبستوں کی تکمیل کی حدود کے فیصلے کیے اور معافی اور فوجداری کے مقدمات طے کیے مجھے خبر ہے کہ آپ کو اپنے اوپر بھروسہ نہیں ہے اور اگرچہ آپ ہمیشہ کچل کی طرح پسائی کرتے رہتے ہیں اور سپر بھی قطعی فیہ ایہ کے وقت آپ تو یوں کرتے ہیں۔ یا تو ایسے صاحب نے باقی کام ڈال دیا ہے جسکی مجھ کو اطلاع نہیں ہے یا پھر میں صاحب اپنے حصہ کا کام انجام نہیں کرتے کہیں نہ کہیں سہاٹی ضرور ہوئی ہے۔ ہزارہ ایک کوہستانی ملک ہے جسکی آبادی نہایت گنجان ہے اور تجارت بہت کم ہوتی ہے اس سبب سے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے مقام پر کام کیونکر بڑھ گیا۔ میں ایک طور سے مگر اصل میں آخر گشت سے اس وقت تک دورہ پر رہا اور میرے دفتر کا کام جیسا اس وقت مرتب ہے دیکھا کہ میں نہیں رہا۔ میں یہ اپنی شہمی کہنے یا اپنی منتوں کو حیرت ظاہر کرنے کے لیے نہیں کہتا ہوں بلکہ یہ میں نے اس لیے لکھا ہے کہ آپ غور کریں اور بعد غور کرنے کے یہ دریافت کریں کہ غلطی کا سبب کیا ہے لیکن صاحب بیان ہیں وہ ایک اول درجہ کے دوا رہن ضلع بہت عمدہ حالت میں ہیں اپنی چیٹ کشنری کے اوائل ایام میں جان لارنس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کے بیان کی تکمیل کے لیے میں ذیل میں ایک ایسے شخص کی سخت مگر دوستانہ نکتہ چینی کی کیفیت درج کرتا ہوں جسکو شاید وہ اپنے تمام دوستوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ (یہ وہ شخص ہے جس سے عنقریب آنے واسطہ قریب پیدا ہونے والا تھا کیونکہ اڈمنسٹریٹو صاحب کی جگہ عہدہ فینانشل کشنری پر اسکی تقرری ہونے والی تھی ایام غدر میں جان لارنس کے ساتھ باہمی اتفاق سے وہ کام کرنے والا تھا اور اس کے بعد جب جان لارنس واپس آئے ہوئے تو عہدہ فینانشل گورنری پنجاب کے لیے انھوں نے اسکی سعی کی) اور وہ شخص سر ڈائلنگ میگیو صاحب ہیں۔ جان لارنس انکی نیک بخشی کی وجہ سے انکو بہت عزیز سمجھتے تھے اور ایسی حالت میں جب جان لارنس کو نوکری کا کام کرنا پڑا خوشی سے صاحب موصوف کا کام اپنے ہاتھ میں لیکر انکے تمام کاغذات خود دیکھ ڈالتے تھے۔ صاحب صوف کا وہ بیان نہایت دلچسپ ہے اور اسکی عمدگی اور صداقت سے جب قدر خود میگیو صاحب اعتراف کرنے کے لیے تیار تھے اس قدر کوئی شخص نہوگا۔

یکم اگست ۱۸۸۷ء

روز آپ کا نام لائق افسروں میں لکھ دیا جائیگا۔ اگر آپ یوں افسر ہونا چاہتے ہیں تو اس صیغہ کے فروعاً سے آگاہی حاصل کریں میں نے بلا تکلف جو یہ باتیں لکھی ہیں انہیں آپ ناراض نہ ہوئے۔ درستی معاملات کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ ان باتوں کے متعلق آپ کو کار آموزی کرنا لازم ہے۔ ٹیکٹکس صاحب جب تک اہل تمام ہندو یاں جاری نہ کر دیں یا جب تک وہ جاری نہ ہو جائیں اس وقت تک انکو دم نہ لینے دیجیہ میں آپ کی مدد کر دینگا لیکن یہ کام عہدہ طور پر صرف اس صورت میں مجھ سے ہو سکتا ہے جب آپ باضابطہ کارروائی کریں۔۔۔۔۔ میں مستعد ہوں کہ ہر ایک کام کے کرنے کا طریقہ آپ کو دکھلا کر آپ کی مدد کروں افسوس کی بات ہے کہ آپ کے کشتہ فروغیہ نہیں کرتے۔

کپتان — کے نام ۲۱ مارچ کو انہوں نے یہ پیشگی لکھی۔

میں نے سنا ہے کہ آپ کے ضلع کے سردار لوگ آپ کے انتظام سے نہایت ناراض ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مجھ کو کچھ لکھنا لازم ہے۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ آپ کے جاسوسوں اور مخبروں اور ملدوانوں سے اعلان رہتے ہیں میں جی ہوں کہ آپ اس بات کا لحاظ کریں گے ہلوگوں کو اپنے فرائض منجی ادا کرنے کی اسطور پر کوشش کرنا چاہیے کہ لوگوں کو ضرر نہ پہنچنے پاوے جاسوسوں کا انتظام رکھنا ایک نہایت دشوار امر ہے۔

۱۔ جولائی کو ٹیکٹکس صاحب کے نام لکھتے ہیں کہ۔

چھوڑو اس کی روپیہ اہواری پیشک فی نفسہ کوئی بیماری رقم نہیں ہے لیکن صرف یہی ایک معاملہ نہیں ہے جس پر فرائض ہوا پشٹونوں اور خزاہوں میں پنجاب کی آمد کی ایک بڑا حصہ صرف ہوا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں آتا کہ نئے دعوے پیش نہ ہوں۔ تہذا اسکا یہ ہے کہ رفاہ خلافت کے عہدہ اور مفید کاموں میں خرچ کے خیال سے انکار یا سہل انکاری کی جاتی ہے۔ ہمارے اور بہت سے دوستوں کی طرح شاید آپ بھی ایسی باتوں پر خیال نہ کریں گے لیکن مجھے ایسا خیال کرنا فرض ہے خواہ جلد خواہ دیر اس خیال کو اور باقی ماندہ باتوں پر ضرور مہمت ہوتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ پچاسے گورنٹ آف ڈائریکٹرز (کپڑی ہستان سرکار کپڑی) کی بنیاد جنگ افغانستان میں پندرہ ملین پکیر صرف کرنے سے مل گئی اور ہندوستان میں ترقی ملک کے لیے جو اصلاحیں مذکار ہیں انکا خرچ نہ دیکھیں جب تک مقدمہ ایسا ہی فردی نہو آپ اور لوگوں کو مرگ موت دینے کے لیے براہ راست چالان نہ کیجیے اور جب ایسا کیجیے تو اظہارات کا خلاصہ اگر نثری زبان میں روانہ کیجیے اور اسکو کشتہ کے ذریعہ سے بھیجیے۔

جس معاملہ کے متعلق انکا خیال نہایت ہی مضبوط تھا اور جس کے بارے میں انہوں نے بہت پیشگی بیان لکھیں تعین یہی کہ ہندوستان انہوں کے ساتھ انگریزی افسروں کو کیا کرنا و کرنا لازم ہے اس معقول کی ایک جھبی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ سکیون کی تیسری مقامی پلٹن میں بمقام ہزارہ سخت ناراضی پڑا ہوئی تھی یہاں تک کہ لوگوں جو جانے کے آثار پیدا تھے اور تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ملین میں جب قدر سپاہی لوگ قصور وار تھے اس سے

زیادہ افسر کمان کے تصور تھا چنانچہ جان لارنس لارڈ وائٹ ہسٹری کو لکھتے ہیں کہ

کپتان — کو اس طرح کی آسان خدمت میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی اول مقامی لیٹن فی الواقع نہایت فوٹو گراف اور تربیت یافتہ ہے لیکن ظاہر محکوم معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر قواعد دان سپاہی کی ضروری اوزار ک افسری کے لیے جو فضیلتیں درکار تھیں وہ انہیں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ ہمارے پاس بعض انگریزی افسر ہندوستانیوں سے اخلاق کے ساتھ بات چیت نہیں کرتے۔ اگر کسی بات میں وہ اراض ہوئے ہیں تو کوئی لاپرواہ دیکھ کر بے سخت دست کھانسنے یا ہانسنے لگتا ہے۔ کپتان — بھی ظاہر اسی قسم میں داخل ہیں۔ اردو وائٹس صاحب اپنی خانگی چھیون میں لکھتے ہیں کہ کپتان مذکور نہایت واہیات باتیں لوگوں کو کہہ جاتے ہیں لکھا عجیب ہے اگر وہ ہمیشہ لوگوں سے اس طرح خیال کرتے ہوں۔ معلوم نہیں پھر وہ کیوں لکھتے ہیں کہ میں ہندوستانی افسروں کا بڑا ناگوار کرتا ہوں۔ ہر طبقہ کے ہندوستانی لوگ گو وہ ظاہر کریں مگر اس بات پر با تخصیص خیال کرتے ہیں مہرانی کے ساتھ آنا دہ طریقہ کا برا و گزرا نہی نبی بولی بول اپنے افسران بالادست تک عام طور پر رسائی رکھتا ہے سب باتیں ایسی ہیں جو نہایت عزیز سمجھی جاتی ہیں اور شاید بے لوثی اور پاس تبر سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

غیر قواعد دان سپاہی کے افسروں کا جو موجودہ انتظام ہے انہیں شاید یہ بڑے فائدہ کی بات ہے کہ بالایت افسر خانگی رہنمون کو واپس بھیج دیے جاتیں اور اس طور پر ان سے نجات حاصل کی جائے۔ میں بہت شرمندہ کے ساتھ اس امر کا سامی ہوں کہ کپتان — کے ساتھ بھی بھی کیا جائے۔ ان کی رائے یا طبیعت یا استدلال پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

لارڈ وائٹ ہسٹری کے پرنٹ سیکرٹری کو بھی انھوں نے یہی منہوں لکھا تھا۔

سکھوں کی تیسری لیٹن کی نسبت جو کچھ میں بیان کرتا ہوں آپ اس پر خیال کریں گے انکا شکست کر دینا کچھ ضرور میں ہے مسندوں کو نکال دیجیے اور — کو پھر انکی سپاہ پر بھیج دیجیے اور انکے موجودہ عہدہ پر کوئی معقول سپاہی مقرر کر دیجیے اس سب معاملات درست ہو جائیں گے۔ کہیں کی فوج میں اچھے اچھے افسر ہیں اور انکے ہوتے — ایسے آدمی کا منتخب ہونا بھی مناسب تھا مجھے اندیشہ ہے کہ آپ محکوم ایک سخت دل آدمی تصور کریں گے لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ بڑے اوزاروں کے استعمال کرنے سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان دہاتوں کے کرنے میں عاقبت اندیشی درجہ اعتدال سے نہ بڑھ جائیگی یعنی اول یہ کہ جو شخص کسی عہدہ پر مقرر کیا جائیگا دیکھ بھال کر مقرر کیا جائیگا اور جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ وہ کام کے لائق نہیں ہے وہ خارج کر دیا جائیگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر — موقوف نہ کر دیے جائیں گے تو بری غلطی ہو جائیگی۔

میرا یہ خیال ہرگز نہیں ہے کہ دیسی افسر سامنے کیے جاتیں اور انگریزی افسر بچا دیے جائیں لوگ کہیں گے کہ تمام عزت و افتخار انھوں حاصل ہوا اور انگریزی افسروں کو کچھ نہوا کیونکہ جو وقت کوئی خرابی پڑتی ہے تو سارا الزام ہندوستانی افسروں پر عائد کیا جاتا ہے اب صرف استدراوریان کرنا باقی۔ اگر چہ کچھ کچھ لوگوں کی شکایتوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے جسٹ مذکور پر ایک نیا افسر کمان مقرر ہوا اور چند ہی مہینہ کے بعد پورٹ ہوئی کہ وہ انکا سب بند و بست درست ہو گیا اور میرا خیال

وہ بھی ہنسنی لارنس کی تحریک سے چناب میں آئے تھے اور جو وقت جان لارنس جو قبول خود خبری کی حد تک کنفیڈنس اسی کرنے کے لیے نوزد کے مہر تھے اپنے بھائی کی جگہ پر مقرر ہوتے تو یہ امر لابدی تھا کہ کچھ دوستانہ اختلاف رائے اُنکے درمیان واقع ہو پینیز صاحب جو بیک اپنے اعلیٰ اختیارات پر ازان تھے اور قریب قریب جان لارنس ہی کے برابر کام کرنے کے شائق تھے (اور انکی یہ خواہش تھی کہ جان لارنس کی جگہ پر وہ بھی جاتا) اور نہایت جلد شروع کر دیے جانین چیتھم کپٹن صاحب جو بہتیت مجموعی کل صوبہ کی سپردی اور واسطے اس بات کے بھی جواب دہ تھے کہ اُنکے مصارف آمدنی سے بڑھنے پناور ہو جائے کہ اس میں کچھ تامل کریں اور اس بات کی استدعا کریں کہ قبل اسکے کہ پرانے کاموں کی تکمیل منوجائے نئے کام شروع کیے جانیں اور جو نیا کام شروع کیا جائے پہلے حسب ضابطہ انکی اجازت لے لی جائے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ محقق کام ہوتا جائے انکی رپورٹیں اور حسابات جہانگاہ میں ہو کر رہیں روانہ کرتے ہیں مجھ کو یہ بیان کرنا لازم ہے کہ اس میں پینیز صاحب کو صرف جزئی کامیابی حاصل ہوئی اور ایسا ہوا تو شاید سرکار کے حق میں بالکل مضر بھی نہیں ہوا۔ اس طور سے پینیز صاحب پر انھوں نے جو بار فالتوا رہے آپ ہی آپ نہ ڈالتا میرے روبرو جو ہمارے چیمپوں کا ذیہرہ جمع ہے اس میں اس بات کے دیکھنے سے بڑا مذاق حاصل ہوتا ہے کہ مہمان سہ کار کپنی کنفیڈنس شاری کے لیے برابر لارڈ ڈونلڈی اور اسکے مطابق لارڈ ڈونلڈی جان لارنس اور جان لارنس پینیز صاحب پر جنگی عادت سے وہ بخوبی واقف تھے کنفیڈنس شاری کے لیے تاکید کرتے تھے اور اس طرح پینیز صاحب بہت کچھ باطنی مخالفت اور غالباً نہایت تخفیف کے بعد اپنے ماتمون پر جنگی حالات سے وہ بھی آگاہ تھے جزی تاکید کرتے تھے۔ یہ وہی قصہ ہوا کہ نہ پانی سے آگ نہ بجے گی نہ آگ سے سی جلے گی اور نہ سی سے پانی لگے گی۔

پینیز صاحب کے ماتحت ارٹائلرگز پینیز صاحب کے اہتمام میں پشاور کی سرک تھی اور اس زمانہ کے معاملات مجھ سے بیان کیے ہیں) ہر روز چاروں برائے بڑے بڑے کاموں میں جہیز آگلی تینائی کی گئی تھی مصروف رہتے اور انکو اس قدر وقت یا خیال نہیں رہتا تھا کہ اپنے چیف کو کامل رپورٹ کریں تاکہ پینیز صاحب وقت پر انکو جان لارنس کے پاس بھیج سکتے اور جان لارنس پنجاب کی شہا ہی رپورٹوں میں انکو پھیرا سکتے یا گورنر جنرل کو صیغہ خزانہ کے مطلق جو ترددات تھے انکو رفع کر سکتے۔ اس لیے انجینئروں سے چیف کپٹن کو برابر پریشانی ہوتی تھی کہ وہ دیکھ کر دانستہ اس پریشانی کے باعث نہیں تھے اور چیف کپٹن انکی نسبت دلی سے کہا کرتے تھے کہ ”جب تک انجینئروں کے ٹھکانے میں ایک لاکھ روپیہ نہ بھر دیا جائے گا اس وقت تک انکی زبان نہ کھلیگی۔“ لیکن عیداکرین بیان کر چکا ہوں اس انتظام میں سرکار کا چند ان نقصان نہیں ہوا اور جان لارنس کو پینیز صاحب کا جو پاس

میرزا خواہ گو خواہ فرزند صاحب کو نے میرزا یہ خواہش نہیں ہے کہ آپ انگوٹھ صاحب پر بارون پر جاتین اٹا سوقت کہ اگر انکی ریاضت کا دورا افسر نہ لے سکے چنگ کردون آدمی ڈیڑ گزٹ افسرین اسلئے اٹھا اپنے اپنے تلخ ہی میں رہنا تین مصلحت ہے اگر دونوں میں سے ایک بھی مقبول یا مجروح ہوا تو اس کے نتیجے نہایت خوب پیدا ہونگے کیونکہ کل انتظام درہم برہم ہو جائیگا۔ یہ کیا ہی غلط فہمی ہے جسکو شاید اسوقت کہ آپ الیہ نے پسند کیا ہو گا۔ ایسا شخص بہت کم پائے گا۔

ہے جو اپنے مجروح یا مقبول ہونے کا صرف اس اعتبار سے خیال کرے کہ ان دونوں کا اثر کوڑتہ وقت پر کیا پڑے گا اور وہ جائز طور سے اس کو گزٹ کے افسر سے اراض نہو جو دونوں میں سے ایک بات کرنا لیکن جان لارنس کا طریقہ ہمیشہ بھی رہا کہ وہ سرکاری خیالات کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے اور خانکی امور کو انھیں کے حال پر چھوڑ دیتے تھے کہ جس طرح علی القوم ہو کر رہا ہے اٹکا خود بخود اٹھا رہا ہو جائیگا اور اگر انگوٹھ صاحب اس بات پر خیال کر سکے کہ اٹکا مختلف الہام سے تربیت دہندہ ایسے وقت میں بھی اٹکے لارنس کو ڈنکوں ہی وغیرہ کو انکی حمد لیا قون اور بکار آمد صلاحیتوں کا ذکر کرن الفاظ سے کرتا تھا تو انکی ذاتی پاسداری بلکہ گروہی کی تولیت کا اور بھی زیادہ خیال پیدا ہوتا کیونکہ جو وقت یہ خبر آتی اور یہ ایک عمر عمر کی خبر تھی کہ میرزا ہمارے قبضہ میں آگئی تو انکی ساری خوشی جاتی رہی اور انگوٹھ میں انکو بھرتے جسکی وجہ یہ تھی کہ خبر کے ساتھ انگوٹھ صاحب کو ان باتوں کا خیال ہوتا تو مذکورہ بالا چھی اور اس طرح کے دوسرے طور سے انکو اپنے افسر بالادست کے دلکا حال معلوم ہو جاتا اور اس طرح وہ اپنا حاکم سمجھا اپنا عزیز جانتے تھے اس طرح انکے خانگی برتاؤ سے بھی انکی قدر کرتے۔

ظاہر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انگوٹھ صاحب کے جواب سے انکے افسر بالادست کا یہ شک رفع ہو گیا کہ مقوری ترغیب اور سینے سے وہ اپنی جوابی پراس ہم کا بیڑہ اٹھا لیتے اور جان لارنس نے پورا انگوٹھ بھی اگر آپ شہزادوں کی تنبیہ کرینگے تو یہ امر میرزا بڑی خوشی کا باعث ہوگا لیکن آپ کو ایسا بددست کرنا چاہیے کہ انھیں صاحب آپ کی خدمتوں میں اتفاق کریں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرزا خواہش یہ ہے کہ آپ ایک بعض قلیل پاد لیکر باہر جاتین یہ حکم چرگز نہ پڑے گا۔ ہوائی کر کے اپنے دونوں کی رپورٹ حسب ضابطہ بھیجے اگر آپ ایسا کرینگے تو سبب زحمت ہوگی صاحب کو گزٹ نہ ختم ہوتی تھی کہ ہرگز جو واقعات گزرتے انکے اطلاع دے جائے اور انکی یہ تاکید جو ہمیں ہے لیکن جب انکو کو

ملے یہ اشارہ بجانب اس امر کے ہے کہ اس وقت تک انھوں نے انگوٹھ صاحب کے بارے میں نہ کیا تھا۔ میں نے انگوٹھ کو سرمد کا بیڑہ اڑھنے سے روک کر جان انہیں بھیجتی اور سوط ہے اور اساتذہ ہی انکے ہوشیاری اور کفایت میں پائی جاتی ہے۔ سرمد پر وہ جات و ادراک برے کے برابر ہیں کیونکہ کوہستان اور شہر لک میں ہی رہا یا پر انکا نہایت رعب ہے وہ ایک بڑے عمر بیوان افسر ہیں اور اپنے قلم کے ممانت کی درجہ میں انھوں نے بہت کچھ کام کیا ہے۔

تفصیلی حالات نہ معلوم ہونگے اُس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا۔

اسکے چند روز بعد بھی خطرہ کا اندیشہ اسی طرح قائم رہا۔

اگر آپ ضرور پہاڑوں پر جائینگے تو ہر طرح سے کوشش کیجیے گا کہ بریگیڈیئر بھی آپ کے اس ارادہ کو منظور کر لیں انکی رائے کے خلاف کارروائی کرنے میں فائدہ نہیں ہے بریگیڈیئر کی حیثیت سے گودہ کیسے ہی کیوں نہوں لیکن اگر کوئی ناشدنی بات ہوئی تو انکی مخالفت میں سخت نقصان ہوگا اسلئے آپ کوشش کر کے انکو اپنی تجویز پر آمادہ کر لیجیے گا اور انکی مرضی کے خلاف نہ کیجیگا۔ اگر انکو کامیابی ہوئی تو بھی انکی کارروائی جائز نہوگی اگر انکی رائے میں آپکے لیے زیادہ سپاہ کا لپانا مناسب ہو تو اُنسے کیسے کہتے ہیں ان سے ایک حصہ سپاہ کا سنگوا دین اور اُنسے کہہ دیجیے کہ چیف کسٹرن نے انکو اس بات کا اختیار دیا ہے۔ آپ یہ نہ تصور کیجیے کہ مجھکو پہاڑ پر جانے کے لیے آپ کو اجازت دینے کی جوابدہی سے خوف ہے۔ میں خوشی سے اس جوابدہی کو قبول کرتا ہوں لیکن میرے نزدیک یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بریگیڈیئر جو سرحد کے کمائیڈر ہیں وہ اس تدبیر سے اتفاق رائے کرینگے گوڈرینٹ نے بوڑڈ کو اختیار دیا تھا اور اسی طرح مجھکو بھی دیا ہے کہ فوج کشی کی تدبیر میں نہایت سخت ضرورت کی حالت میں ان کی جائیں لیکن اگر کچھ خرابی واقع ہوئی اور ہٹنے بریگیڈیئر کی رائے کو باطل کر دیا تو ان تدبیروں سے کچھ مدد نہ ہوئے گی اسلئے براہ مہربانی آپ اس بات کا خیال رکھیں گے۔

پھر اسکے چند روز بعد وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی سرکاری اور خانگی چھیاں معاملہ شیورانی کے بارے میں پہنچیں اور یہ معلوم ہوا کہ ہاجسن نے حکم کرنے میں تاخیر کی میں یہ نہیں کہتا کہ فوراً کارروائی کرینگے لیکن جو آپ نے تاکید کی یہ عمدہ بات نہیں تھی لیکن چونکہ ہاجسن صاحب اسکے خلاف تھے اور یہ معاملہ بالکل صیغہ فوج سے تعلق رکھتا ہے اسلئے وہی اسکا فیصلہ کر سکتے ہیں اس معاملہ میں ایک مرتبہ رائے دینے کے بعد اب میں کچھ اور رائے نہیں دے سکتا میرے نزدیک یہ زیادہ تدبیر تجویز کرنے سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان آپس میں اتفاق رہے۔

لارڈ ڈونلڈسنی کا یہ کہنا بہت بجا تھا کہ ”بقیہ عدہ لڑائیوں کے لیے لکسن صاحب ایک اول درجہ کے افسر ہیں لیکن میں بقیہ عدہ لڑائیوں کی حکمت عملی پسند نہیں کرتا“ اس میں شک نہیں کہ اگر اقتدار اور برابری میں لکسن صاحب سے کم قابلیت کا کوئی افسر اعلیٰ فرمانروائی پر مقرر ہوتا تو پانچ سو میل کی سرحد پر اس اشتعال کے اعتبار سے جو ہمیشہ سرحدی افسروں کو پہنچتا رہا تھا ہمیشہ بے ترتیب لڑائی ہوا ہی کرتی۔ صرف اس قدر بیان کرنا اور درکار ہے کہ یہ ہم آخر کوروانہ ہی ہوئی مگر وہ ایک معقول حد تک محدود رکھی گئی جو کچھ اسکا مقصد تھا پورا ہوا اور جان لارنس کی کوششوں سے بریگیڈیئر اور بریگیڈیئر کے تندرماج ماتحت کے درمیان ناجاتی نہیں ہونے پائی رابرٹ نیپئر صاحب کی ذات سے جتنے خیالات نہایت اعلیٰ تھے مگر مصارف کی پروا مطلق نہ تھی حقیقتاً مدد پہنچی اسقدر دشواری لاحق ہوئی جو کام انہوں نے کیا بہت عمدہ کیا جس سے بہتر شاید ممکن نہ تھا لکسن کی طرح

تیرہ سو ان باب غلط فہمی

سے کام کرتے تھے اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے تھے لیکن اپنی ناگزیر نارسائی ذہن کی وجہ سے ہم کو عموماً اور ویسی سپاہیوں کو خصوصاً اس پرسلو کی سے محفوظ رکھنا جو کبھی کبھی خجاب میں بھی نمودار ہوتی تھی کہ انفر لوگ انکو مارنے یا سخت و سخت کئے یا حقارت کی لگاہ سے دیکھ دیکھ کر طے کرنا دیکھ کر رنگ اور قوم کے اختلاف سے بجز اسکے اور کچھ ممکن نہیں ہے کہ اخلاق جو اب یہی بڑھ چائے ہماری سرحد پر جوں جوں گئے عرصہ تک ہمارے تحمل کرنے سے جو بیاگانہ عملے کرنے لگے تھے اور اکثر انکو انکی تدارک میں ہو سکتا اسکے انداد کے لیے احکام کا جاری یا منسوخ کرنا یا انصاف اور اعتدال کی حد تک انکو محدود رکھنا اس طرح کے مفلس ملک میں کفایت شاری کی اند ضرورت ہونے کی وجہ سے زائد ماتحتوں کے لیے صاحبان کشتی اور وچنی کشتی اپنے بیان کا کام زیادہ دیکھ کر جو درخواستیں بھیجا کرتے تھے انکو ایک عہدگی کے ساتھ نام منظور کرنا بیانیہ کے ناجائز کام سے ترسان رہتا ہوں اس لیے جہانگ ممکن ہو (یہی انھوں نے خود بھی کیا تھا اور جب تک انکی صحت نے جواب نہیں دیا اور ڈاکٹروں نے یہ صلاح نہیں دی کہ اب انکے لیے ہندوستان میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اس وقت تک وہ کام چھوڑ کر کہیں نہیں گئے) انکو انکے کاموں پر موجود رکھنا اور بہاروں کی طرف جانے سے باز رکھنا (کیونکہ وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ ایک طور کی ناجائز طمع ہے جس میں کام اور بعض فراموش ہو جاتے ہیں) انھیں چھپ کر کشتی مقرر ہونے کے بعد اول چند مہینے تک جن باتوں کے متعلق وہ خط کتابت کرتے رہے اور جن جن ذمہ داریوں کا کام انھوں نے انجام کیا سمجھ لو انکے یہ چند بیان بطور نمونہ از خروار سے بیان کی گئی ہیں لارڈ ڈوگلوئی اور جان ٹکسن سے جو خط و کتابت انھوں نے کی صرف انہی سے ایک جلد مع ہو جائیگی اور ایک جلد تائیگی اور سو اٹھ غری کے متعلق حالات سے فراہم ہوگی۔ لارڈ ڈوگلوئی سے انھوں نے جو خط و کتابت کی انکے تمام وکمال دیکھنے سے شاید سب سے بڑا خیال انکی نمک حلائی مردانہ صاف باطنی دوراندیشی اور عالی دماغی کا پیدا ہوتا ہے اور جو خط و کتابت ٹکسن صاحب سے ہوئی اس سے انکی دوراندیشی اور صوری تحمل اور علو ہمتی پیدا ہوتی ہے سب سے بڑھ کر تو اس باب میں انکی ثابت قدمی ظاہر ہوتی ہے کہ گو ٹکسن صاحب انھیں کے ایسے سرکش اور خود بخوار تھے مگر اپنے ذہن میں یہ سمجھ کر کہ وہ اعلیٰ درجہ کے ہونیا صاف باطن اور جانثار ملازم سرکار ہیں اپنے دل میں جان

لیا تھا کہ انکو پنجاب سے کبھی جدا ہونے دینگے۔ جان لارنس کی ایک قسم کی چھیون سے توفیر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اطاعت قبول کرنے پر ہر وقت تیار رہتے تھے اور دوسری قسم کی چھیون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکو حکومت کرنے کے بڑے بڑے دعوے تھے۔ ایک سے تو نہایت ہی واجب التسلیم شہادت انکی قوت دماغی اور دوسری سے انکی عمدہ دلی صفیوں کا اور بھی بین ثبوت پیدا ہوتا ہے مندرجہ بالا مسئلوں کے مطابق جان لارنس نے جو بڑا وکیلا اسکی قرار واقعی کیفیت ان امتحانات سے بخوبی تمام ظاہر ہو جائیگی جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں اور اسلئے ان چھیون کو تمام وکمال پر محکوم جو اسے مین نے قائم کی تھی وہ پہلے ہی درج کر دی۔

با اینہم میرا ارادہ ہے کہ چند چھیون کے اقتباسات اور درج کروں۔ گو ان سے تمام وکمال حالات کی تصدیق و تشریح نہیں ہوگی مگر کچھ ضرور ہو جائیگی۔

ایک نا تجربہ کار مگر محنتی اور ہونہار سولین مسیسن وقتاً ایک ضلع کی حکمرانی پر جبکہ انتظام میں اس کے جانشین سابق نے بالکل فراموشی اختیار کی تھی مقرر کر دیا گیا اور جب اسے دیکھا کہ اس کے کام میں بڑی بڑی مشکلیں لاحق ہیں تو اکثر براہ راست چیف کسٹرن سے اعانت طلب کی چیف کسٹرن نے اسطور پر اسکو جواب لکھا آپ سے جہانگ محنت ہو سکے جان لڑا کر کام کیے جائے اور تمام معاملات کو درست رکھے اگر اس میں آپ کو کامیابی نہ تو ب کے پہلے آپ کی ترقی پر خیال کیا جائیگا اور جہانگ میرا اختیار ہے ان میں کو تا ہی نہوگی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ۱۸۳۷ء میں اس طرح میں بھی ضلع لیتھ میں مقرر ہوا تھا وہاں میں نے دو برس تک دزات مسیح و شام کام کیا اور اُس پر بھی ایک اور شخص کو مجھے ترجیح دی گئی با اینہم مجھکو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی وہ اسی زمانہ سے ہوئی اب آپ جو اس ضلع میں مقرر ہوئے تو آپ کی بھی وہی کیفیت ہوگی۔۔۔۔۔

میں اپنے مفرد و بھرکوش کرونگا کہ آئندہ سے معاملات درست رہیں اور گذشتہ زمانہ کی جو مشکلات میں تھی الامکان انکو چھوڑ دوں گا خراب افسروں کو خارج کروں گا اور ایک سرسری مگر جائز طریقہ سے باجیا نظریں قائم کروں گا۔۔۔۔۔ آپ ضابطہ اور سیاق کا چند ان لحاظ نہ کیجیے جو کچھ گذرے اسکو ضبط تحریر میں لاتے جاتے اور اس بات کا خیال رکھیے کہ ہر ایک کارروائی قانون اور انصاف کی روش سے عمل میں آئے۔۔۔۔۔ تخفیف کے متعلق جو باتیں آپ کے نزدیک مقبول اور جائز پائی جائیں وہ عمل میں لائیے لوگوں کی فزاید پر توجہ نہ کیجیے اپنی ضرورت کو دیکھیے نگاہ زیادہ کی پرہیز ہے بلکہ زیادتی پر رہے ہی اصول انجام کو سنا نہایت ہوگا۔

لنگسٹن صاحب نے جو متاخمون نمسن صاحب کے ہمسایہ میں رہتے تھے انکی شکایتوں اور مشکلوں سے ہمدردی نہیں کی اور چیف کسٹرن کو بھی اسی کے مطابق لکھ بھیجا۔ چیف کسٹرن نے یہ جواب دیا کہ ”مسیسن واقعی شور و فزاید کیا کرتے ہیں لیکن جو طریقہ وہاں رائج ہے اس کے خلاف لوگ اتنے زیادہ فزادی ہیں“

مجھکو منظور ہے کہ شیورانیوں کے خلاف جنھوں نے حال میں ہمارے ایک گانون کو آگ لگا کر لوٹ لیا ہے ایک مہم روانہ کی جاتی با اینہم میں چاہتا ہوں کہ پریکٹیز (پریکٹس) اس مہم کی ضرورت کو تسلیم اور اس سے اتفاق رائے کریں اور

اور بھی زیادہ مشکل اور عمدہ گورنمنٹ کے لیے اور بھی ضروری ہے) آمادہ کرنا کہ وہ کاروبار کے معاملات کو بھی دیکھیں اور اپنی رپورٹیں سلسلہ کے ساتھ تیار کرتے اور بھیجتے رہیں۔ لکسن صاحب بار دیگر لاڈل وورڈس و جین صاحب ایسے لوگوں کو جو ہر بات میں سپاہ گری کا ہوتا کرتے تھے اور جنکے خیالات انصاف بھی در اصل فوجی طور کے تھے (یعنی یہ کہ جس کام میں بٹھرتے تھے تو اس میں سرگرم رہتے تھے اور جسکو چھوڑتے تھے پھر اس سے خبر نہیں ہوتے تھے) ترغیب دیکر نصف شکاری کا زیادہ تر پابند کرنا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ مثلاً اگر کوئی قاتل خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ بھی سرحد آزدوے شیلج پر گرفتار ہوتا تو اسکے لیے لازم تھا کہ گواہ طلب کیے جاتے اسکو گواہوں کے بلائے کا موقع دیا جاتا اور اسکے اظہارات اور تجویز مقدمہ ہوشیاری کے ساتھ قلمبند کی جاتی ایسے آدمیوں کو جو شل لکسن صاحب (اُن کا نام ایک مرتبہ اور اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے) کے اپنی بے نظیر حکمرانی اور اپنی اعلیٰ درجہ کی فوجی قابلیت پر نازان تھے ترغیب دیکر ایسا کر دینا کہ وہ ہمیشہ اپنے اعلیٰ افسر فوج سے صلاح لینے اور اسکے حکم کی پابندی کرنے پر تیار رہیں۔ گو کہ صاحب ایسے اولوالعزم فوجی مدبروں کو جو ہمیشہ اس بات پر تکیے رہتے تھے کہ انکے بول اسٹیشن سے شاید پچاس میل کے فاصلہ پر جو فوجی کارروائیاں ہوتی تھیں ان میں شریک ہوں اس بات پر راغب کر دینا کہ عمدہ افسر کی بہترین شناخت یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ موجود رہنے پر رضا مند رہے۔ صاحبان انجینئر کو جن کے افسر رابرٹ پیئیر تھے بڑے بڑے کاموں کی تعمیل کے متعلق جادہ اعتدال کے اندر رکھنا اور انکو یقین دلانا کہ (اگرچہ اس بار سے میں وہ خود بھی کینیڈا میں نہیں حاصل کر سکے چہ جائیکہ دوسرے اشخاص کے لیے تو اور بھی وقت تھی) انکے لوازم منصبی کا سب سے زیادہ ضروری حصہ یہ تھا کہ اپنے حسابات نہایت جانچ پر تال کے ساتھ ہر وقت تیار رکھیں اپنے دوست گورنمنٹی صاحب پر ٹوٹ سیکرٹری گورنر جنرل سے نہایت قابلیت کے ساتھ طویل طویل خط کتابت ضروری اور اہم معاملات سرکاری پر کرتے رہنا تاکہ وہ تبدیلی لاڈ صاحب کی طبیعت کو آمادہ رکھتے اور پھر ان چٹھوں کو مناسب طریقہ سے موزوں وقت پر فیصلہ کے لیے پیش کرتے خود گورنر جنرل کی خدمت میں انصافانہ طور پر بلا اور عایت ہر ایک ضروری عمدہ پنجاب کے متعلق ہر ہر امیدوار کے متقاضی و دعویٰ کو پیش کرنا اور جملہ پر ممکن ہو سکنا گورنر جنرل کو ترغیب دیکر نا لائق یا کام چور یا ناشائستہ افسروں کو اپنے اصول کے مطابق جیسے وہ ہمیشہ کار بند رہتے تھے یعنی یہ کہ ایک آدمی کا خلق اللہ کے لیے خرچ کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایک گروہ خلاق کسی خاص شخص کے لیے تباہ کر دیا جائے اُن لوگوں کے نکالنے کی ترغیب دینا جو لوگ حد سے زیادہ کام کرتے اور ضرورت سے زیادہ کام کرنے پر مستعد رہتے تھے (مثلاً جان انجینئر) اُن سے یہ کہنا کہ انکو اپنی جان کا بچا نہایت ضرور ہے (اس ضرورت کو انھوں نے خاص اپنے لیے حقیقت میں کبھی

جان لائسن نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہم کلکتہ صاحب کی تمام محنتوں میں اگلی مدد کرینگے انکو انھوں نے کیا ہی پورا کیا چنانچہ دونوں کے درمیان کئی سو چھپان جو آئی گئیں انہی اور دونوں کے حالات ابد سے ہمیشہ بخوبی تمام نظر رہے۔ جیمز اینٹ صاحب البتہ پنجاب سے چلے گئے اور انکے چلے جانے سے شاید ان کے بلا فصل اعلیٰ افسروں نے کلکتہ اور لاہور دونوں کو جنھوں نے انہیں بعض بعض باتیں خداوند مطلق انسانی کی پائی تھیں انکو چھکارا ملا لیکن ہزارہ کے جنگلی باشندوں کو جو انکو اپنا مری سمجھتے تھے بڑا افسوس ہوا۔ جان لائسن نے کئی بہت سی اعلیٰ و اشرف باتوں کے متعلق لاہور انہیں اعلیٰ و اشرف اکثر باتیں پائی جاتی تھیں انکے اعلیٰ و اشرف سے اعتراف کیا اور یہ کلام یہ کیفیت چیف کیشنر اگلی نسبت استعمال کیے ”وہ ایک نہایت معقول آدمی ہیں اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔“ یہاں بیان کر دینا چاہیے کہ انکے جدا ہونے کا بدو بہت بڑا ڈنک موقوفی کے پشتہ ہی ہو چکا تھا اور اعلیٰ حکام کی تبدیل سے اس بارے میں کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہزارہین ہرگز اڈوں و دشمنی جانشین مقرر ہوئے اور یہ جگہ قبول جان لائسن پشاور کے زیادہ ضروری مقام اور ہزارہ کے درمیان تھی۔ عہدہ مذکور کے لیے اس شور انگیز زمانہ میں جواب غریب آنے والا تھا صاحب موصوف باخصیص موزوں تھے ہڈ سن صاحب جو ایک زمانہ میں پٹنہ لائسن کے دوست اور ایک بڑے بہادر اور محنتی آدمی تھے لیکن ایک قسم کا دائمی نقص رکھتے تھے جو کبھی کبھی انکو سید سے رات سے نہ نکل کر دیتا تھا بجا سے پٹنہ لائسن کے سپاہ کا پٹنہ کے ایک کیمپ مقرر ہوئے کیونکہ پٹنہ لائسن رخصت فر لو پر ولایت گئے تھے۔ پٹنہ آئے صاحب انکو پٹنہ لائسن کے لیے لائسن صاحب لاہور کی کٹری بریکو لائسن صاحب نے خالی کیا تھا یہ بھی گئے اور لائسن صاحب بجا سے اڈوں و دشمنی علاقہ انہوں سے متعلق پٹنہ مقرر ہو گئے۔ داخل زمانہ چیف کیشنر میمن میں ہی چند بیماری تبدیلیاں اعلیٰ لائسن اور اسطور پر اصل اصل کار گزار لوگ وہی رہ گئے صرف معدودے چند استقامت جدا ہوئے۔ یہ ایک نئی کارروائی اور نئی کیفیت تھی لیکن حکمت عملی وہی تھی اور جو منصوبہ پیشتر اندھا گیا تھا وہی اسوقت تک بہت دور قائم رہا۔

اس موقع پر یہ بھی بیان کر دینا چاہیے کہ جب ایک بھائی کے چلے جانے سے باہمی اختلاف کا جو شریک بار کم ہو گیا تو جاگیر دار اور مدافین کے متعلق جان لائسن کی حکمت عملی بھی کچھ بدلتی تھی کی حکمت عملی کی جانب رگوں سمجھ و بوجھ کے ساتھ میلان کرنے لگی۔ یہ شاید پٹنہ لائسن اپنے رخصت ہونے کے وقت آنے جو کہ گئے تھے کہ دونوں ریدہ سرداروں کا خیال رکھنا، انکا جان لائسن کے دل پر بڑا اثر پڑا اگر اسوقت انکو کچھ معلوم ہوا ہو کہ انکے کلمات نے مجھے کیا تاثر کی۔ لیکن بہر حال اس قسم کے حقوق (جو تقریباً ساٹھ یا ستر ہزار کے جوئے کی گئے تھے) کے متعلق یہ کیفیت چیف کیشنر انھوں نے جو سفارشیں کیں وہ اس زمانہ کی نسبت جب وہ ہڈوں کے برابر تھے

صفحہ

زیادہ فیاضانہ اصول پر مبنی تھیں۔ وہ فیاضانہ اصول پر اس درجہ مبنی تھیں کہ گورنمنٹ نے اکثر لوگوں کو منسلک کیا اور آخر کو لارڈ ڈکنسن نے خود ایک چشم نمائی کی چٹھی لکھی اور یہ خیال کیا کہ بیشتر جان لارنس کی جو رائے تھی اب وہ بہت کچھ بگ لگتی۔ ہنری لارنس کو جو وقت یہ حال معلوم ہوا ہو گا تو انکی ناراضی کی قدر مبدل بہ خوشی ہو گئی ہوگی۔

ذاتی برتاؤ کے متعلق بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ سے جان لارنس زیادہ تر اپنے بھائی کے مشابہ ہونے لگے اور پھر برابر انکی وہی کیفیت رہی۔ ان کے مزاج میں جو جانفشانی اور مختاری تھی اُس میں تو ایک ذرہ بھی فرق نہیں آیا لیکن انکار و کھاپن یا وہ بات جسکو غیر شخص سختی یا تشددی قرار دیتا جاتی رہی۔ رینیل پلٹر صاحب جو دونوں بھائیوں کے حالات سے بخوبی واقف اور دونوں کے معرف تھے کہتے ہیں کہ ”دونوں برادران لارنس اپنی اوضاع و اطوار میں قریب قریب ایک دوسرے کے مماثل تھے۔ دونوں میں خاص خاص قابلیت اور خاص صفات پائی جاتی تھیں اور جب دونوں میں سے ایک شخص چلا گیا تو دوسرے بھائی میں بہت سی عمدہ صفات دوسرے بھائی کی پیدا ہو گئیں۔ پس اس اعتبار سے میرے نزدیک یہ بات صحیح معلوم ہوئی ہے کہ ہنری لارنس کا رعب انکے بھائی پر اس وقت جب وہ ہمیشہ کے لیے پنجاب سے چلے گئے بہ نسبت اُس زمانہ کے کہیں زیادہ تھا جب وہ زندہ تھے اور ملک مذکور کے اندر کام کرتے تھے۔ چنانچہ اس طرح مردوں کے کلمات اور انکی صورتیں اکثر زندہ لوگوں کے اُس سے زیادہ اثر پیدا کرتی ہیں جو خاص انکی ذاتی خوبیوں کے وجود سے اپر پیدا ہوتا۔ یہ قابل یادگار الفاظ کہ ”اگر کوئی شخص مجھے پردہ زمین سے اوپر اٹھا لے گا تو میں دنیا کے سب لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لوں گا“ صرف اپنے لفظی اور لغوی معنی کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ ایک بڑے اصول فطرت انسانہ سے خبر دیتے ہیں۔ اور صریح انکے پہلے پہل بتلانے والے نے اشارہ کیا ہے اُسکے تمام پیروی کرنے والوں علی الخصوص اُن اشخاص کے بارے میں جو نہایت اعتقاد سے اسکی پیروی کرتے ہیں صادق آسکتے ہیں۔

جان لارنس کی آئندہ کارروائیوں کے زمانہ میں جب کوئی پیچیدہ اور ضروری مسئلہ سامنے آتا تھا تو سب کے پہلے اپنے دل میں وہ اس بات کا خیال کرتے تھے کہ اس حالت میں ہنری اُسکے متعلق کیا کارروائی کرتے۔ جو لوگ اُنکے حالات سے بخوبی تمام واقف ہیں انھوں نے اکثر یہ الفاظ انکی زبان سے نکلتے ہوئے سنے ہیں کہ ”میرے بھائی ہنری ایسا ایسا یعنی فلاں امر کہا کرتے تھے“ اور اپنی وفات کے چند عینے بیشتر اس امید پر کہتا تھا کہ وہ جنگ افغانستان کی جیسا کارروائی کو موقوف رکھ سکیں انھوں نے بیشتر ہارٹ سے جو ستر ہنری لارنس کی کوئی بیٹی تھیں بڑی محبت سے کہا تھا کہ ”مجھے یقین ہے کہ اگر تمھارے والد زندہ ہوتے تو وہ اس کارروائی میں مجھ میں اس وقت کر رہا ہوں مجھے اتفاق کرتے۔“

اور اب اس زمانہ میں اس امر کی نسبت کہ وہ اپنے ذات خاص کے بھروسہ پر کمان تک رہ سکتے تھے

تیرھواں باب نمبر ۲۵۲ لغات ۱۳۵۳ھ

ہو گئی تھیں وہ جیت نہ کر کی پیدہ ہستی اور محل سے کہاں تک رفع ہو گئیں۔ بلکہ میں صرف ان باتوں کا اشارہ کر دوں گا کہ انھوں نے اپنی قوی ذاتی صفات اور سرکاری کاموں میں حد سے زیادہ مصروف رہنے کی خواہش کو اپنے ماتحتوں کے کف در ذہن نشین کیا۔ بالآخر لوگوں میں سے کتنوں کو خارج کر دیا اور کالون میں سے کتنوں کو تیز بنا دیا اور جو لوگ تیز چالاک تھے انہیں بھی دو چند قوت اس تیزی اور چالاک کی پیدا کر دی۔ پس ان کے انتظام کی تدابیر لکھنے کے بدلے اس قسم کے مختصر خلاصہ سے میں امید کرتا ہوں کہ جسطرح مجھ پر بے انتہا محنت کے بعد سب حالات روشن ہو گئے ہیں اسطرح اوروں پر بھی وہی تین ابواب کے ذریعہ سے یہ ظاہر کر دوں کہ جب غدر کا راز کیا تو جان لارنس اپنے ان ماتحتوں کے ذریعہ سے جنکو انھوں نے فراہم کر کے اپنے زیر انتظام رکھا تھا اسکا مدار کیا کر کے اور ملک پنجاب اور اسطرح پنجاب کے باہر دوست دشمن ہندوستانی اور انگریز ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ جب تک عیان حکومت ان کے ماتحتین ہے اسوقت تک کسی طرح کی خرابی نہوگی۔

ماہ فروری ۱۸۵۳ء میں جب نور ڈنگھت ہوا تو جان لارنس بحیثیت چیف کسٹرن پنجاب شہر گرت ہوئے پنجاب کے نظم و نسق کی ساری جوابدہی انہیں کے ذمہ عائد ہوئی۔ تمام صیغوں کا علاوہ انھیں کو مفوض ہوئی علاقہ جات متصل پنجاب کا حکم انھیں کی نگرانی میں کیا گیا۔ ان کے ماتحت دیویندر پٹیل کسٹرن ایک افسر صیغہ جوڈیشل اور دوسرا افسر صیغہ مال مقرر کیا گیا۔ اسطور پر کام کی تقسیم کے لیے ممبری نور ڈنگھت کے زمانہ میں انھوں نے اس قدر کوشش کی تھی جو ان کی خاص ذمہ داری دیکھی۔ اس طور پر ان کے غور و فکر کے ایک کام پر صرف کرنے کے بدلے اپنے اپنے صیغہ ذمہ داری کی تعین ہو گئی۔ اور پھر ایک شخص واحد کی تقرری سے ایک طرح کی تجویز اور ایک طور پر تعمیل کرنے کا یہی موقع پیدا ہوا۔

جان لارنس کے بعد بجاری عہدوں پر جو شخص مقرر ہوئے وہ بالکل ان کے دل کے تھے۔ انہیں سے ایک متاثرہ شخص صاحب تھے۔ وہ جوڈیشل کسٹرن مقرر کیے گئے اور اس حیثیت میں وہ عدالت سیشن اور اپیل کے جج اعلیٰ ہی نہیں مقرر ہوئے بلکہ بہت سی باتیں جو خالص علاوہ حکومت کے متعلق تھیں وہ بھی سیکرٹری سرشتہ تعلیم کا اہتمام محکمہ پولیس کی افسری کوکل اور میونسپل سرائوں کی نگرانی اور مختلف صیغوں علی الخصوص سب اور پیچیدہ عہدہ پر رہ چکے تھے اور جبکہ غوم ولایت کی خبر سکر جان لارنس کو چند ہفتے پیشتر سے تردد ہو رہا تھا

ہر ایک کام عمل کی ہے انجام ہوا تھا پس اندو کا کام محبت صاف ہوتا جاتا تھا جن افسروں نے غصہ میں اگر پنجاب سے چلے جایا تو کل دی تھی انھوں نے اس میں کئی پر عمل نہیں کیا اور پھر شاہی کسی نے اس کا ذکر کیا جو لوگ رخصت فر لو پھر تھے اور غصہ میں کئے تھے کہ جس حالت میں ہنری لارنس وہاں سے چلے گئے تو پھر ہم کہیں وہاں نہ جائیگے انھوں جب سنا کہ جو باتیں ہنری لارنس کے انتظام میں تھیں وہ جان لارنس کے انتظام میں بھی پائی جاتی ہیں تو خوشی سے مراجعت کرنے لگے۔ لکٹن صاحب کی کیفیت ان لوگوں میں بالخصوص قابل ذکر ہے۔ انکی نسبت چند مہینے پیشتر جان لارنس نے بیان کیا تھا کہ ملک بنوں کے وحشی برگون کے درمیان انکا ہونا رجنٹ کے ایک پرے کے برابر ہے۔ گو صاحب موصوف اپنا وہ غم باخزم کر چکے تھے جسکو میں پیشتر تحریر کر آیا ہوں اور باوصف اس امر کے بھی کہ انکی خود مختار نہ طبیعت اور پر جوش مزاج سے انکے دل میں اکثر غلط فہمیاں آگئی تھیں لیکن جب انکے چیف نے دباؤ ڈال کر ایک ترکیب سے کہا کہ آپ اپنے عہدہ سے اور کہیں نہ جائیں تو وہ راضی ہو اور اپنے اسی عہدہ پر فخر کے ایام تک ٹھہرے رہے۔ جان لارنس نے پہلے پہل انکو جو چھی لکھی تھی (او چیف نے ہونیکے بعد پہلی چھی انھوں نے لکھی تھی) انکے بعض فقرات اس مقام پر میں اس خیال سے درج کرنا مناسب سمجھا ہوں کہ انکے مکتوب کے متعلق نہایت دلچسپ حال و رکات کے متعلق صاف دلی اور دوستی کی ایک عجیب مجموعی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

مقام لاہور مورخہ ۲۲ جنوری

میرے پیارے لکٹن میرے بھائی کے چلے جانے سے آپ کا ایک محلول دوست آپ کے ہاتھ نکل گیا لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ میں بھی اپنے تئیں آپکا استیقدار و فادار دوست ثابت کر دوں گا۔ میں آپکی سرگرمی جانفشانی اور انتظامی لیاقتوں کا کمال معترف ہوں گو بعض اوقات مجھے یہ بھی خیال آتا ہے کہ آپ کو ابھی بہت کچھ سیکنا ہے۔ یاد رکھیے کہ انتظام حکومت اور آئین کا برتاؤ وہی لوگ خوب کریں گے جو ان باتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور اس بات کو جانتے ہیں کہ انکے کسٹور پر کام لینا چاہیے اگر لائق آدمی ہو تو انھیں باتوں میں وہ چند قوت آجاتی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو معمولی آدمی سے کچھ نہ سکے گا۔

مجھ کو امید ہے کہ آپ کوشش کر کے اسی موسم سرما میں شخص لگان کی تمام کارروائیاں ختم کر دیں گے۔ جمع بشرح اوسط قائم ہو گیا تاکہ مزارعین کے حق میں فائدہ ہوا اور فیاضانہ طور پر انکے ساتھ برتاؤ ہو۔ اس صورت میں وہ اپنی زراعت میں ترقی کر سکیں گے اور مالگزاروں کا اسطور پر بندوبست کر سکیں گے کہ کسی خراب فصل میں انکو پریشانی نہ ہو سکے۔ درمیانی اشخاص کو دور کیجیے۔ یہ لوگ ہر مقام پر بدمقام کسندہ ملک ہوئے ہیں۔ مالگزاروں کی اراضی کا بندوبست اسطور پر کرنا چاہیے کہ سرکاری لگان ادا ہو جائے مزارعین کی بھی پرورش ہو اور مالکان اراضیات کو اعانت پہنچے۔ اگر جمع ایک اوسط شرح سے قائم کر کے اراضیات موضع میں برابر برابرتقسیم کر دی جائیگی تو ابکی نصف محنت بچ رہیگی اور آپکا انتظامات پولیس کے لیے پورا وقت صرف کرنے کا موقع مل سکیگا۔ آپ کا دوست صادق جان لارنس

میں سے آپ کے اختلاف کیا تو اپنے اصل عقیدہ کے مطابق نہ کہ متصانہ طور پر خود غرضی سے کیا۔ میں
 ایدز کو متعلق طور پر سنوں اور اس بات کی کوشش کروں گا کہ جو میں بات کا مستحق ہے اس سے عوام نہ بہے۔ اس کے
 آپ کے درمیان کسی طرح کی کدورت باقی رہ جائیگی۔

چیف کوشش کا عہدہ لا اور یہ عہدہ وقت میں ہندوستان کے چند ہی عہدوں سے ادنیٰ تھا۔ ایسے
 افسوس ناک آغاز تھا لیکن اس بات پر ایک مرتبہ اور کاٹ کر لینا چاہیے کہ یہ تبادلہ جو عمل میں آیا جس قدر دونوں
 انتظام کے باہمی اختلافات کو فرو کر دیا تھا۔ رعایتی لوگوں کی آغا و گمبھیرنی لارنس نے دیسی اور انگریزی
 دوست بنالیا تھا اور اس طور پر ایک امر کے اعتبار سے نئی گورنمنٹ کے لیے اپنا استحقاق ثابت کر دیا تھا جو فی الواقع
 نئی عمارت کی بنیاد پر بڑے بڑے اختلافات کے بعد مکمل ہوئی تھی۔ لارنس کے لیے بالخصوص موزون تھا کہ وہ اپنا
 کام کر دی گئی تھی اب صرف یہ باقی تھا کہ اس بنیاد پر عمارت بنی جائے اور اس کی ترقی درستی اور مضبوطی ہو۔ یہ کام
 میں شخصوں کی نسبت ایک آدمی بھی طرح کر سکتا تھا اور ہنری لارنس کے بڑے سے بڑے صرف اس بات کے
 مقرر ہوئے کہ جب اسکے چار برس کے بعد بلوہ کا زمانہ آیا تو اس وقت انگلستان اور ہندوستان کی خوش قسمتی سے
 اس زمانہ میں چار برس پیشتر سے صلاح دینے والے متعدد نہیں تھے۔ اس لیے یہ نہایت بہتر ہوا کہ ایک ہی دماغ
 روشن ایک ہی ارادہ مستقل تھا جس کی جانب ہر آدمی اور تمام شخص دیکھتے تھے اور جو ارادہ دی سے احکامات جاری
 کرتا تھا اور خاص اپنی فہم داری سے بلا شرکت احد سے ہر ایک کا رد وائی کرتا تھا۔

جان لارنس کا اصل کام جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اب از سر نو کارروائی کرنے کا نہیں رہ گیا تھا بلکہ
 جو نیا دین قائم کر دی گئی تھی ان کے مطابق ترقی میں کوشش کرنے کا تھا۔ پس یہ کچھ ضرور نہیں معلوم ہوا کہ اس کے
 چار برس بعد تک جو صلح و آشتی کا زمانہ رہا اسکے حالات تفصیلاً اور بیان کیے جائیں۔ بوزو کی تقریر کے پیشتر جان
 لارنس نے ان دنوں اور تیرہ سو تیس کے متعلق بطرح تفصیلی حالات کا لکھنا ضرور تھا ویسا اس زمانہ کے
 متعلق لکھنا اب ضرور نہیں ہے۔ بحیثیت چیف کوشش جان لارنس کے روبرو وہی مسائل پیش ہوئے جو بوزو کی
 بری کے زمانہ میں ان کے روبرو پیش آتے تھے اس شگلا کو ہستانی سرحد کی اس وقت بھی حفاظت و مدد کا تھی

وہی شورہ پشت اور بیوفا جرگے اسوقت بھی موجود تھے جنکو خواہ ہندب خواہ دوست یا دشمن بنایا جاتا۔ طرہ معاش کی وہی خرابیاں جو لوگوں کے دلوں پر نقش کا بچر ہو گئی تھیں اور جکا اسوقت تک صرف تدارک ہوا تھا استیصال نہیں ہو تھا اب بھی موجود تھیں۔ وہ قدیم مسئلہ کہ مالگزاری اراضیات کے وصول کرنے کی بہترین تدبیر کیا ہے اب تک اسی طرح لاصل پڑا تھا (اور اصل تو یہ ہے کہ آج تک اسکی وہی کیفیت ہے) جس سے کاشتکار پر بجا جبر نہوا اور ملکی اور تمدنی اصلاحوں کے جوڑے بڑے کام جاری کیے گئے تھے انکے اخراجات کی بھی گنجائش تھی۔ بالآخر ان ماتحت افسروں کے گروہ میں جو پنجاب میں اگر جمع ہوئے تھے اور ہندوستان کے تمام حصوں سے وقت طلب کام کے انجام کرنے کو آئے تھے چال چلن اور طبیعت کے اختلاف بدستور باقی تھے جنکے حالات سے آگاہی کر کے انکو اصلاح پر لانا نہیں آتا دگی پیدا کرنا اور انکو رضامند اور تابع رکھنا تھا۔

لارڈ لائسنس نے قریب تر زمانہ میں جو چھپیان لکھی تھیں اور جنکو میں نے بھی میٹک اول سے آخر تک پڑھ کر انکے مطالب کو ذہن نشین کیا ہے وہ چھ جلدوں میں مجلد ہوئی ہیں اور انکے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انھوں نے انہیں ہر ایک اور اسی طرح کی دوسری صد ہا وقتوں کے متعلق کیا بتا دیا۔ لیکن اسکے لیے اقل درجہ ایک جلد کے برابر اور لکھنا و لکھنا ہو گا اور میرے نزدیک اس زمانہ خواہ ایام و ایسائی کے متعلق اگر اس طرح کی کارروائی کی جائیگی تو راقم سوانح عمری کا اصل منشا یعنی یہ امر فوت ہو جائیگا کہ جن سربراہوں کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہیے وہ رہ جائیگی۔ اس طرح کی جلد کے پڑنے میں ناظرین کتاب فروعات کی جانب توجہ ہو جائیگی اور اکثر بے لطف اور نہایت دشواری کے چھوٹے چھوٹے کاموں پر خیال کرنے لگیں گے۔ انھوں نے جو جو کام کیا اگر وہ بخوبی تمام ہم پر ظاہر ہو جائیگا تو اس صورت میں انکی ذاتی کیفیت دریافت کرنے کا میلان کم ہو جائیگا۔ ایسے میرا قصد نہیں ہے کہ جن جن تدبیروں کے ذریعہ سے ایک ایک وحشی قوم جو ہماری سرحد کے اس طرف چلی آتی تھی وہ نہ جاتی اور نہ زاریاں ہوتی تھی اور بعض اوقات تبدیل صلح و آشتی سے رہنے کی پابند کر دیا جاتی تھی ان سب کا حال ترتیب اور تفصیل کے ساتھ بیان کروں بلکہ میرا مقصد صرف اس قدر بیان کرنے کا ہے کہ سرحدی حکمت عملی کے متعلق جسپر ایسے ایسے حملے اور اس طرح کے غلط بیانات کیے گئے تھے لیکن میرے نزدیک لارڈ لائسنس کے نام سے ہمیشہ اسکو اعزاز کے ساتھ تعلق رہے گا انکا منصوبہ کیا تھا یہ حکمت عملی وہ ہے جس سے ہندوستان کی حفاظت کا یقین ہو گیا اسکی ترقیوں کی امید پڑی کمزور اور وحشی باشندوں کے حقوق جائز ٹھہرائے گئے اور صیغہ فوج کے اندر مراج اور خرچے افسروں میں ہمیشہ ملک گیری کی جو خواہشیں ابلی جاتی ہیں اور جو ہمیشہ قابل الزام بھی نہیں ہوتی ہیں۔ انکا ہمیشہ کے لیے تدارک ہو گیا۔ اور نہ میں ہی مقصد لکھتا ہوں کہ پنجاب کی ریورٹوں سے اسخذ کر کے اس امر کے متعلق تفصیلی حالات بیان کروں کہ مالگزاری سرکار میں کس قدر کمی یا بیشی ہوئی یا جرم کرنا تک کم یا زیادہ ہو گیا یا نہ ماتحتوں کے دلوں میں ایک بھینس افسر اپنے چیف کی طرف سے جو غلط خیالات

۳۴۸

پچھے ساتھ ہوتی بعض لوگ پنج اور بعض لوگ دس اور بعض بعض میں بلکہ پچیس میل تک شہر سے باہر رہتے رہتے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اب ان کے کیس طرح کی امید نہیں رہی تھی کیونکہ اقل درجہ پنجاب میں ہنر خیز کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا تھا۔ لیکن انکی آرزوی یہی تھی کہ جن بے حقیقت علاقوں سے ممکن تھا راجہ بٹ پٹنیر کو جواب لارڈ ڈیئر آف پیگڈالا میں سب کے بعد اس شخص کے فراق میں جو انکو بھائی سے بھی عزیز تھا و اس چاک کرنا پڑا۔ جو وقت پٹنیر صاحب الوداع لکھنؤ تکستہ دل کے ساتھ لاہور کی طرف روانہ ہونے لگا تو ہنری لارنس نے اپنی بہن سے کہا کہ "ان کو جو وہ دو بہن انکو جو وہ دو کیونکہ یہ میرے بہترین دوست ہیں اور تازہ شور و فساد دیکھنے کے لیے نظر ہے اور وہاں سے بقول ہنری لارنس "وہ ہندوستان کے ایک نیا گروہ ہے کیونکہ سب کے سب دیکھنے والوں کی نگاہ میں اغوا کی نشانیاں تھیں وہ راجپوتانہ کو روانہ ہوئے" یہ علاقہ میں ایک غازی تھیں کہتا ہے کہ "سرتھری لارنس کے حال سے جو شخص واقف ہو جاتا ہے اس کے ساتھ محبت کرنے لگتا۔ اس کے ایک دوسرے دوست کا بیان ہے کہ "سرتھری لارنس کی دعوت میں جس شخص نے کہا انا کھایا ہو گا وہ ضرور یہ کہ اس کے پاسی کے لکھنؤ میں بارے جانے کی خبر لکھنؤ اور ہندوستان میں شہر ہو تو بیان کیا تھا کہ "مجھے یہ کہتا ہوں اور ہندوستان میں انھوں نے حکومت کی ہے وہاں ایک ہندوستانی بھی ایسا ہو گا جو ان کے نام کو بطور محو پر فرض ہے کہ جو وقت میں نے انکی غیر متوجہ شکایت کا ایک بڑا حصہ پڑھا اور ان کے اکثر عزیزوں اور دوستوں سے جو یہاں تک کوئی تو میری نیک یہ راسے قائم ہوئی کہ انکی تمام اخلاقی اور دماغی حقوں کے اعتبار سے ہندوستان میں ان کے گھر وں سے یہاں کوئی شخص نہیں گذرے جسے اودوں کو عمدہ کام کرنے کی ان سے بڑا ترغیب دی ہو یا مختلف قوم اور مختلف رنگ کے لوگوں کے یہاں حفاصل کے انھیں یہی پیر دی کی ہو کوئی شخص ایسا ہر ہل عزیز ہو گیا ایسا مستحق ہے سرتھری لارنس

باب سیزدہم

چیف کشن پنجاب ۱۲۵۲ء غنائت ۱۲۵۲ء ع

سرنہرنی لارنس کے پنجاب سے چلے جانے کی وجہ سے اگر اس بھائی کو جو ان کے ساتھ ایسے پیچیدہ تعلقات مگر اصل برادرانہ الفت سے کام کرتا رہا گو اس وقت کی غیر قابل برداشت کشمکش سے چندے نجات ہو گئی مگر اس کا قلق بھی بہت گزرا اس واقعہ سے جس قدر صدمہ اور رنج اپنے گزرا اس کا پورا اندازہ سوائے اُن لوگوں کے جو ان کے قریبی دوست و ریلگانے تھے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اندازہ حالات مند جبہ باب سابق کے تمام و کمال پڑھنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ جان لارنس اکثر اپنی طبیعت اور تندرستی کے خلاف اور اہل و عیال کو برسوں چھوڑ کر دراصل ہمارے آغاز تعلق پنجاب کے زمانہ سے سرنہرنی لارنس کی قائم کی حیثیت میں اور ان کے ساتھ بھی کام کرتے رہے اور بعد اسکے آخرین آنکولیس عہدہ پر جانا پڑا جو ان کے بھائی کو ملنے والا تھا بلکہ بھائی خود اس عہدہ کا متمنی تھا۔ جان لارنس سوچتے تھے کہ بعض بہترین افسران پنجاب جو سرنہرنی کے ذریعہ سے وہاں بلوائے گئے تھے اور کمال دلسوزی کے ساتھ ان سے محبت کرتے تھے وہ میری جانب ترجیحی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ شاید ناشائستہ کارروائیاں اور نازیبا تدبیریں میری جانب منسوب کر رہے ہیں اور بلکہ لکھنؤ کی طرح اس بات پر بھی آمادہ ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر اپنے اگلے مالک کا دامن پکڑیں جان لارنس یہ بھی تصور کرتے تھے کہ میرا بھائی مجھ سے استدرنا راض ہو گیا ہے کہ اب وہ کبھی میری ملاقات کی پروا نہ کرے اور نہ ہال کے قدیم مانوس اور مربوط خطاب سے مخاطب کریگا۔ پس جو وقت جان لارنس ان سب باتوں کا خیال کرتے ہوئے گئے تو ان کو بے انتہا قلق گذرنا ہو گا اور اقل درجہ اس زمانہ میں تو بیشک کچھ دنوں کے لیے انھوں نے رفاہ ظائق کی اور باتوں کو فراموش کر دیا ہو گا۔ سرنہرنی لارنس نے عین اپنی ہو گئی کے وقت ایک پردرد و جھجھی اپنے بھائی کو تحریر کی تھی اور اس میں لکھا تھا کہ معزول پنجابی سرداروں پر مہربان رہنا کیونکہ وہ لوگ افتادہ ہیں اور بعد اسکے دعا دی تھی کہ نئے عہدوں میں نیکو کامیابی حاصل ہو۔ جان لارنس نے اس کا یہ جواب دیا۔

میرے پیارے سرنہرنی۔ سرفراز نامہ پہونچا اسکے جواب میں میں صرف استدرنا بیان کر سکتا ہوں کہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ پنجاب میں رہ جائے اور اپنی رایوں کے مطابق عمل کرتے اور مجھ کو کوئی دوسری جگہ ملتی۔ مجھ کو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ اس زمانہ کے بعد انھوں نے اپنے بھائی کو ہمیشہ ہی القاب لکھا میرے پیارے سرنہرنی۔

بارہواں باب فیصلہ فی حق

فیصلہ ہوجانے دونوں ایکسٹریمر کے عمل میں لاسے کی صلاح دونوں میرے بھائی ضرورت کو نہیں خیال کرتے تھے
 ایک مختصر کردہوائی کے ذریعے اپنا اطمینان کر لیتے تھے اور اس سبب سے فروعیات پر مجھ کو توجہ کرنا پڑتی ہے
 کبھی چند دنوں کے لیے چلا جاتا ہوں تو بھی میری محنت کم نہیں ہوتی کیونکہ جو کام خاص مجھے متعلق ہوتا ہے وہ تو میر
 کو اس عہدہ پر مجھ کو اتنا رمرتہ کی تکلیف ہے اور آدھر میرے بھائی کا یہ خیال ہے کہ میری طرح وہ بھی مبتلا ہیں
 خیال کرتے ہیں کہ یہ حیثیت پر فائز نہ ہو جائے اور اگر وہ میرے بھائی کا یہ خیال ہے کہ میری طرح وہ بھی مبتلا ہیں
 مقتضی ہے وہ انکو حاصل نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہر طرف سے میری راہ نکل چکی ہے اور لوگوں نے مجھ کو گرفتار کر رکھا ہے
 اگر عید آباد میرے لیے موزوں نہ سمجھا جائے یا یہ کہ وہ ان کے عہدہ پر کوئی دوسرا شخص مقرر ہو تو جو کوئی عہدہ خالی ہو میں
 انکو قبول کر لوں گا۔ راجپوتانہ لکھنؤ اندوڑان مقاموں میں ہمارے میری گنجائش ہو مجھ کو خوشی منظور ہے بلکہ اگر عزت کے
 ساتھ مجھ کو پھر مالک مغربی اور شمالی کی کسی کشتی پر جا کر وہاں کا بے وقوف کام کرنا پڑے تو انکو بھی میں خوشی سے قبول کروں گا
 پہلے میرے ذہن میں آیا تھا کہ حضور گورنر جنرل کو ایک چٹھی لکھوں لیکن پھر جو میں نے خیال کیا تو آپ کا لکھنا بہتر معلوم ہوا آپ
 انکار کرنے سے مجھ کو استغناء پیدا ہو گیا جس قدر حضور گورنر جنرل کے انکار سے ہو گیا آپ کو اختیار ہے کہ اس بارے میں جو کچھ
 مناسب سمجھیں وہ گورنر جنرل سے کہیں۔ فواب ممدوح نے ہمیشہ خوشی اور مہربانی سے میرے ساتھ رہا تو کیا اور میں پیشین
 چاہتا کہ فواب ممدوح خیال فرمائیں کہ میں ان باتوں پر مقرر نہیں ہوں گا جس قدر آسانی کے ساتھ میں نے آپ کو لکھا ہے شاید
 فواب گورنر جنرل کے نام کی چٹھی میں اسطرح نہ لکھ سکے۔

پس اسطور سے جب مستفی ہونے کی دودر خواہشیں کیا رگی لاؤ تو ڈوٹوئی کی خدمت میں پیش کی گئیں تو فواب
 کو پھر اس مسئلہ کے فیصلہ کرنے کی وقت واقع ہوئی جسکو دو آدمیوں کے درمیان اسوقت تک اپنی
 تہذیب سے دو مصلحت رکھتے آئے تھے اگر انکی اب بھی یہ خواہش ہوتی کہ فوڈو کا انتظام قائم رکھا جائے تو جو
 سبب تھی حکمت عملی کے استعد خلاف تھا اور جو بنیادیں دل سے انکو پسند کرتا تھا ان دونوں میں سے ایک
 کے پیشینہ کی طرح شک و شبہ نہیں تھا لیکن انھوں نے پیشتر ہی سے قصد کر لیا تھا کہ جسوقت وہ موقع
 اس سے نہ نکلتے تھے اسطرح کا تنگ نہیں رہا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی واقعہ کار گورنر جنرل اسے ہمارے
 سے خیریت سے سمجھ لیتے تھے۔ اس کے اختیار میں دید لگا جسکی سلسلے سے انکو کامل ہمدردی نہیں تھی اور جسپر اپنی
 سے کبھی انتہائی حد تک یہ کہ ایک کو مقابلہ کر کے ایک اور امیدوار موجود تھا جسپر وہ کامل ہمدردی کر سکتا تھا
 ساتھ ساتھ یہ کہ ایک کو مقابلہ کر کے ایک اور امیدوار موجود تھا جسپر وہ کامل ہمدردی کر سکتا تھا

گورنر جنرل تعینہ راجپوتانہ کا عہدہ خالی تھا جو بہت سی باتوں کے اعتبار سے اُس شخص کے لیے نہایت ہی موزوں معلوم ہوتا تھا جسکو دیسی خاندانوں سے استقدر ہمدردی تھی۔ پھر جو شخص اس عہدہ پر مقرر ہوتا اُس کے لیے اس بات کا بھی موقع تھا کہ موسم سرما بھر دورہ کرتا پھر تارا اور جب گرمی کے دن آتے تو مزہ سے کوہ آبور جا کر مقیم ہوتا۔ چنانچہ انھیں سب باتوں کی وجہ سے یہ عہدہ جان کے بدلے نہرئی لارنس کو دینے کے لیے کہا گیا۔ لیکن راجپوتانہ کا ملک پنجاب تھا وہ ایسا ملک نہیں تھا جہاں ہزار ہا دلی دوست پیدا ہو جاتے اور جہاں عمر بھر کی محنتوں اور اولوالعربیوں کے نتیجے جلوہ پذیر ہوتے۔ ہاں یہ بات البتہ تھی کہ نہرئی لارنس کا مشاہرہ اس ایجنسی کی حیثیت میں مبری بورڈ کے مشاہرہ کے برابر کر دیا گیا تھا۔ کام بمقابلہ بورڈ کے چندان مشکل اور دقت طلب تھا اور گورنر جنرل نے اس داروے تلخ کو گلے سے اُتارنے کے لیے شیرینی ڈالنے کے طور پر یہ کہہ دیا کہ اگر خود سرائس مینڈ بورڈ کے ممبر ہوتے تو میں اپنی ترجیح دیکر ایک ”تربیت یافتہ سولین“ کو اس چیف کمشنری کے عہدہ پر مقرر کرتا مگر یہ سب باتیں بمنزلہ نمک کے تھیں جو اُنکے زخموں پر چھڑکی گئیں۔ کیونکہ نہرئی لارنس درحالیکہ وہ ایک تربیت یافتہ سولین نہ تھے اور اس واسطے سولین کی خدمتوں میں جو زیادہ ضروری تھیں قاصر رہے (یعنی ضابطہ فروعیات سے صحیح صحیح واقفیت اور کام میں علی الاتصال مصروفیت) تو وہ اس ناکامی سے بالکل بے خبر تھے اور یہ بات میں بلامبالغہ بیان کرتا ہوں کہ گذشتہ بیس سال کے عرصہ سے مالک مغربی و شمالی سرحد پنجاب اور خاص پنجاب میں ایک ایسے طریقہ سے سول اور پولیٹیکل عہدوں کا کام کرتے رہے جس طریقہ سے ہندوستان کے بہت کم سولینوں نے کیا ہوگا۔ اب اس زمانہ سے اُنکی زندگی بالکل غلین ہو گئی اور تادم مرگ اُنکو یہ خیال رہا کہ لارڈ ڈاکوٹھی نے مجھ کو نقصان پہونچایا۔ اُنکا یہ خیال حق بجانب تھا سرشت انسانی مقتضی اسی امر کی تھی لیکن اگر اُنکے لیے اس امر کے یقین دلانے کی حاجت باقی نہ گئی ہو کہ اُنکی کارگزاریوں کا نتیجہ کیا ہوا اور اُنکے چلے جانے کے بعد اُنکے مرغوب الطبع ملک پر اُنکا کیا اثر باقی رہ گیا تو اُنکی وجہ اس بات سے بخوبی تمام معلوم ہو سکتی ہے کہ جسوقت لارڈ ڈاکوٹھی کے فیصلہ سے خبر دی گئی تو لاہور میں لوگوں کی عجیب کیفیت ہو گئی رگو یہ بخوبی معلوم تھا کہ کیا فیصلہ ہوگا لیکن جب خبر آئی تو لوگ قریب قریب بیہوش ہو گئے اور اگرچہ واقعات کی رود سے وہ بالکل جانتر تھا لیکن لوگوں کا ناراض ہونا اور الزام لگانا بھی حق بجانب تھا (چنانچہ بہت سے لوگوں نے جو اس موقع پر موجود تھے اس کیفیت کو بیان کیا ہے۔ ہر شخص کے چہرہ پر ملال چھایا ہوا تھا برنا و پیر غریب و امیر فوجی لوگ اور سولین افسر لکھنؤ اور ہندوستانی ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ اب ہمارا ایک دوست چھوٹ جائیگا۔ بڑے بڑے شہ زور لوگ جنہیں ہر بڑا آدمی اور وڈن سب سے نمودار تھے بچوں کی طرح ہلکے ہلکے کر روتے تھے اور جسوقت وداع کی آخری ساعت آئی اور ۲۰ جنوری ۱۸۵۳ء کو نہرئی لارنس اپنے اہل و عیال سمیت ہمیشہ کے لیے لاہور اور بلکہ پنجاب سے رخصت ہونے لگے تو عمر ہندوستانی رئیسوں کی ایک مجلس کی مجلس اُنکے

اس سے یہ جرات ہوتی ہے۔ سب میں حضور کو اپنے معاملات کی نسبت زیادہ تکلیف نہ دینا صرف اعتدال و درجہ کا ہونا کہ اگر میرا لاہور ہی میں نہ ہوتا ضرور یہ تو میں خوشی سے غمراہ ہوا لگا اور جب تک یہ میری زندگی اور قوت کا ہمہ یکساں وقت تک اپنی زندگی انجام کر دے۔

جو درخواست اس وردنک بیان سے پیش کی گئی تھی اسکو لارڈ لارنس نے یہ انصافاً نہ دینا چاہی کہ کیفیت بلکہ داخل و قطر کر دیا کہ وہ دونوں بھائیوں پر کسی ہی تکلیف کیونکہ گندنی ہو لیکن تجو باغ ضرور سرکار کے حق میں نہیں ہو گا اور اسطور پر اولاً الغرم جان لارنس نے بہادری کے ساتھ اور تین برس تک اس بازار کے چلانے کا پیرا اٹھایا لیکن جو لوگ آپس کا کام کرنا چاہتے اور ہر طرح کے موسم میں شگان کے چلانے والے تھے ان کے ہم ہونچانے کے لیے اور بھی زیادہ کوشش کرنے کا ارادہ باندھا آخر کار لارنس نے میں طوفان آہی گیا۔ فریڈرکسی حیدر آباد کا عمدہ خالی ہوا اور دونوں نے (تربیب قریب ایک ہی طرح) لارڈ لارنس کی خدمت میں اس معنوں میں درخواست بھیجی کہ اس خالی عمدہ پر ہم دونوں میں سے ایک نہ ایک کا تدارک کر دیا جائے دونوں نے صاف صاف یہی لکھا کہ پنجاب میں رہنا ہم بہتر سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے اس بات کی آوازیں لکھیں کہ خواہش بھی ظاہر کی کہ موجودہ وقتاً قائم رہنے کے لیے ایک نہ ایک کا بیان سے چلا جانا بہتر ہے۔ دونوں بھائیوں کی درخواستوں کا حاصل یہی تھا کہ ہم لوگوں کو ہر ایک انتظام میں سب سے کار کا فائدہ منظور ہو مگر یہ لیکن بندوبست ایسا کرنا چاہیے جس میں ہر شخص کی مختلف راسے اس کی خدمتوں کے لیے موزوں ہو سکے۔ جان لارنس نے مندرجہ ذیل میں کوئی بھی نصیحت کو جو گورنر جنرل کے بلکہ کرنل کے تھے تحریر کی۔ چھی بہت طول طویل ہے لیکن چونکہ اس کے مضامین بہت ضروری ہیں ایسے میں اسکا زیادہ تر حصہ منتخب کر کے محول کرتا ہوں۔

۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء میں مقام لاہور۔

میر سے پیار سے کوئی صاحب میں نے سنا ہے کہ کرنل فریڈرک عقیب حیدر آباد سے کنارہ کش ہونے والے ہیں ایسے جھگڑے کی وجہ سے امید لارنس وہ امید ہو مگر یہ ہے) ہوتی ہے کہ بھاری موجودہ حالت میں کچھ تفریق کی شکل پیدا ہو جائے۔ خوب معلوم ہے کہ پرنسپل گورنر جنرل کی اس سے میر سے پنجاب سے چلے جانے کے بارے میں مختلفاں تھی اور جنرل صاحب کو ان کے وہ میں بھیج کر کسی مہربانی کر کے مقرر کیا لیکن عجب نہیں کہ وہی عدالت اس وقت بھی پیش آئیں۔ بہر حال میں نہایت خواہش نہ ہوں کہ اپنے موجودہ حمد کی پریشانیوں کا حال آپ سے بیان کروں سرکاری کام میں مجھے اور میر سے بھائی سے میری پیش رفت تھی دوسری اب نہیں تھی ہے۔ اصل قویہ ہے کہ میر سے اور ان کے درمیان اب بیگانگی بہت بڑھ چکی ہے۔ ہمارے اس کے کچھ اتنی بہت کم اور سرکاری حالات کے متعلق بحث و مباحثہ اور میں کم ہوتا ہے۔ میں اپنے آپ کو ان میں نہیں مان کر نا چاہتا اس کے گزشتہ حالات میر سے گزشتہ حالات سے ایسے مختلف ہیں اور ہم دونوں کو

ایسی مختلف تعلیم گاہوں میں تربیت پائی ہے کہ اندرونی حکمت عملی نظم و نسق کے متعلق شاذ ہی مسائل پر ہمارے اُنکے اتفاق ہے۔ فی الحال کثرت سے کام رکھا ہوا ہے اور احاطہ پنجاب کے وقت اب تک یہی کیفیت چلی جاتی ہے میں نے چاہا تھا کہ آپس میں کام تقسیم ہو جائے لیکن وہ نہوا حالانکہ اس سے میری خواہش کچھ یہ تھی کہ میں کیسی صلاح پر عمل کرنے یا اپنے ہجمنوں کی رائیں سننے سے نجات پاتا بلکہ اسوجہ سے اسکی کوشش کی تھی کہ یہ باہمی اختلاف جو برابر چلا جاتا ہے وہ کیسی طرح فرو ہو جائے مین اس بات کو سمجھتا ہوں کہ تینوں ممبر آپس کے اتحاد سے ایک جگہ بمشکل کام کریں اور اسطور پر ان سب کام انجام ہوا جائے لیکن خرابی تو یہ ہے کہ دو ایسے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے ہیں جو اپنی اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہتے ہیں اور ایک دوسرے کی رائے بالکل مختلف اور دستور و رعادت کام کرنے کی جدا جدا ہے۔ گورنر جنرل نے ایک مرتبہ مجھ کو لکھا تھا کہ جو جو دستنام سے دونوں بھائیوں کو کیسی ہی تکلیف کیونہو گرا اس سے اب تک سرکار کے حق میں فائدہ ہوا آیا۔ شاید یہ ہو سکتا ہو لیکن اب تو اُسکے آثار و زبر و زخم ہوتے جاتے ہیں آپ نے ایک مرتبہ مجھ کو لکھا تھا کہ اگر تم موقع دیتے تو بعد از قیاس تھا کہ تمہارے بھائی اب تک کب کے ولایت چلے گئے ہوتے لیکن یہ غلطی ہے۔ وہ جب تک رو سکیں گے اسوقت تک ضرور ہندوستان میں رہیں گے انکے نشان اُنکے پسند نہیں ہے اور انکی بی بی کے اور بھی نا پسند ہے۔ وہ کاٹھی ہی پڑھتے بیٹھے مزا چاہتے ہیں جیسا کہ اکثر انھوں نے خود بیان کیا ہے مگر بہر حال مجھ کو یہ ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے کہ میں اُنکے نقصان سے اپنا فائدہ حاصل کروں۔ علاوہ برین یہ امر محض نامدوح اور ناپسند ہے کہ سرکاری معاملے متعلق جو خیالات عرصہ سے میرے ذہن نشین ہو گئے ہیں اور جن پر مدتوں سے میں غور و فکر کرتا آیا ہوں اُنکو اپنے ذاتی فائدے کے لحاظ سے چھوڑ دوں نظم و نسق کا نتیجہ بھی مختلف پیدا ہوا ہم لوگوں کے اختلاف کا اثر یہ ہوا کہ دونوں رایوں کے مین میں ایک طریقہ پر عمل کیا گیا اس میں انتظامی قوت کا زور گھٹ گیا کاموں کے انجام میں تاخیر ہوئی خط کتابت اور حکمت عملی کے متعلق بے ترتیبی اور بد عنوانی رہی اور ہمارے ماتحتوں پر جو رعب رہنا چاہیے تھا وہ کم ہو گیا یہ حالتیں مجھ کو ایسی سوانح معلوم ہوتی ہیں کہ اگر مجھ کو چھڑکا رہا جائے تو میں بڑی بڑی ہمتوں کو مان لوں۔ اگر مجھ کو صرف اس قدر اختیار مل جائے کہ میں اپنی رائے کے مطابق عمل کر سکوں تو مجھ کو اس بات کی کچھ پروا نہیں کہ کام کقدر زیادہ ہے اور میرے اوپر ذمہ داری کقدر عامہ ہوتی لیکن ہر وقت تیر و مکان لگائے رکھنا اور خواہ مخواہ کو بیچ بکف رہنا ستم ہے۔ میں اپنے بیٹھیں اس بات کے لیے بؤرڈ کا ممبر سمجھتا ہوں کہ خیر سی کی حد تک بھی کنایت شماری کروں اور بمقام صاحب اس بات کے لیے اپنے تئیں بؤرڈ کا ممبر سمجھتے ہیں کہ اپنی فیاضی اسراف کے درجہ سے بھی بڑھادین ہیں دیکھتا ہوں کہ ملک کے اخراجات روز بروز بڑھتے اور آمدنی گھٹتی جاتی ہے اور اسطور پر اس خرچ سے جو مفید اور ضروری ہے انکار کیا جاتا ہے۔ مجھ سے برابر اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ جو امر تمہارے نزدیک خلاف مصلحت ہو اس میں مخالفت کرو اور جب میں اس سے انکار کرنا چاہوں تو میرا انکار ذاتی اغراضاتی پر معمول کیا جاتا ہے۔ میں اس بات کے خلاف ہوں کہ کسی مسئلہ کو بے دیکھے بولے

تتمون سے جگہ اٹھا کر لیا گیا ہے بعضوں کو میں بھی مدلل پڑ لال پاتا ہوں مثلاً یہ کہ بہتری لارنس اپنے وافر کے
 اور اسے میں خود اختیاری تھی اور جو لوگ بنا نظامی کیوجہ سے تصور وار ہوتے تھے اسکے ساتھ کس قدر ہمدرد
 کرتے تھے چنانچہ ان سب باتوں کو میں پیشتر بیان کر چکا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ میں زیادہ تر سنگھارنی صاحب کے
 نصیحت پر عمل کر رہا ہوں اور ساتھ ہی اسکے وہ بات کر رہا ہوں جو آشتی کے وقت دونوں بھائی کرتے تھے
 اگر میں دونوں بھائیوں کی اسے الزاموں کو ظاہر نہ کروں بلکہ اسکے بدلے جان لارنس کی ایک چھی موسومہ
 لارنڈو کوئی مورخہ ۲۲ نومبر (یہ چھی بہت پیشتر یعنی اقامت پنجاب کے پانچ برس اور میر کے اس میں نہایت انصاف
 کے ساتھ وہ اختلافات بیان کیے گئے ہیں جہاں نسبت اس زمانہ میں بھی جان لارنس یہ نہیں سمجھتے تھے کہ انکی
 کسی کوشش سے وہ فرو ہو گئے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی طرح وہ ہر وقت اس بات پر
 آمادہ رہتے تھے کہ اگر ان کے دریا میں کوہ پڑنے سے جہاز سلطنت زیادہ دیا کی تمل ہو سکے اور باسانی منزل
 مقصود کی طرف چل سکے تو وہ سمندر میں بھی کوہ پڑیں) کو عمل کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ سنگھارنی صاحب کی نصیحت
 زیادہ تر عمل اور ساتھ ہی اسکے ایسا کام کر سکوں گا جو دونوں بھائیوں کے نزدیک عمدہ مقصود ہوتا۔ وہ چھی ہے
 حضور مال سفر آخرت نامہ مورخہ ۲۰ نومبر وصول ہو کر باعث سرفرازی و تماشائی ہوا۔ حضور نے جن الفاظ سے میری
 خدمات کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے انکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں واقعی اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہے کہ
 جو شخص کوئی خدمت کرے گو وہ کیسی ہی حقیر کیون نہ ہو اور اس خدمت کی نسبت ایسا شخص جو سب سے زیادہ رشیدیہ کا مجاز ہو اپنا
 اعزاز ظاہر کرے۔ حضور عالی القین فرمایا کہ جب تک لاہور میں میرا قیام ہے میری بہترین کوششوں میں گو کسی جگہ پر میری
 قسمت بھلو متور کرے مجھے کوتاہی نہ ہوگی۔

میں اپنی تمام عمر مت شاکر آئیاداراب گویا یہ میری طبیعت تیار ہو گئی ہے ایسے میں کچھ حادثہ اور کچھ اصول سے
 کام کرتا ہوں۔ یہ راجہ قدرت طبر قوی ہے اور میں نے کوشش کرنے میں کہیں راست بازی سے تیار و زمین کیا لیکن مقدر
 وقت میں صرف کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مشقت اور کام کرنے کی حاجت ہے۔

اگر میں نے اپنی ذاتی خواہشوں کے مطابق اپنی رائے پر عمل کیا ہوتا تو ملائمت و ملالت کے قدیم ہی عمدہ پر میں
 قائم رہا ہوتا جہاں خوش قسمتی سے داخلی کاموں کے ساتھ جھک جاتی تھی۔ یہ عمدہ جھک کچھ اچھا نہ معلوم ہوا یہ
 شریعتیں میری جگہ متور کیے گئے تو وہ تنہائی اور اولوالعزلی کی بات جاتی رہی با اینہم جھک خیال ہوا کہ یہ عزت کا عمدہ ہے
 ان فرد کی خواہش بھی ہے کہ میں اس عمدہ کو قبول کروں اور اس سے انکار کرنے میں غلط فیوض کے واقع ہونے کا
 ہے۔ اس عمدہ کے قبول کرنے کے بعد میں نے کوشش کی کہ اپنے فرائض منصبی جانتا لیکن ہوں نہایت عمدہ

ساتواں کارون جاننے والوں پر یہ بات غنی نہیں ہے کہ میری یہ خدمتیں کس قدر دشوار ہیں گو یہ عہدہ کیسا ہی اعلیٰ اور متاثر کن ہو
 نہو مگر قطع نظر خیال تندرستی کے اور خاص کر کے ایسے شخص کے لیے جسکی رائے مستقل اور طبیعت ایک خاص طور کی ہو
 انہیں بہت سی خرابیاں ہیں۔ اگر میری رائے غلط پر نہیں ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ خاص اپنی رائے کے موافق عمل کرنے
 میں میری خوشی اور سرکار کا فائدہ زیادہ متصور ہے۔ میں اپنی سرشت کے مطابق اس حکومتِ ملتہ کے لیے موزوں نہیں ہوں
 میری رائے صحیح خواہ غلط ہو لیکن عادت یہی ہے کہ اکثر باتیں جو میرے ذہن میں آتی ہیں انکو یہی چاہتا ہوں کہ فوراً عمل میں
 لائی جائیں اور اپنے خیالات کے موافق عمل کرنے کی جوابی اٹھانے میں مجھکو پس و پیش بہت کم ہوتا ہے میرے بھائی
 جو مجھے کہیں زیادہ لائق فائق ہیں انکے خیالات میرے خیالات کے خلاف ہیں میں چاہتا ہوں کہ انتظام جس سے بدل دیا جا
 اور وہ یہ بات ہرگز نہیں چاہتے ہیں۔ وہ عمر میں مجھے بڑے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں میں ہمیشہ نہایت الفت رہی۔ اب اس
 اختلاف کر کے رہنا مجھکو نہایت شاق گذرتا ہے۔ اُسے بہتر اور انے زیادہ ایماں دار شخص میں نے نہیں دیکھا یعنی یہ کہ اپنے فرائض
 منصبی کو اُسے زیادہ ایماں داری کے ساتھ انجام کرنے والا میری نگاہ میں کوئی نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن یوں معاملات کی حکمت
 کے متعلق میری اور انکی رائے میں بڑا اختلاف ہے بیشتر شیل کا میں بڑا دوست ہوں لیکن انکے خیالات کا رجحان میری نسبت
 بھائی کی طرف زیادہ ہے۔ اور اس وجہ سے مجھکو اپنا کام ہی نہیں کرنا پڑتا ہے بلکہ اپنے شریکوں سے بحث و مباحثہ بھی کرنا ہوتا ہے
 یہ بات سرکاری کام کے لیے اچھی نہیں ہے کیونکہ اُس کی اشد ضرورتوں کے لیے ایک متحد اور قوی انتظام کی حاجت ہے۔
 مجھکو حضور کی سرپرستی کا کوئی دعویٰ نہیں ہے لیکن اگر کوئی عہدہ ایسا خالی ہو جس میں میری قابلیتوں اور تجربہ کا عہدہ
 طور پر استعمال ہو سکتا ہو تو میں خوشی سے اسکی نسبت اپنی امید داری ظاہر کرتا ہوں مجھکو ہمیشہ کچھ نہ کچھ عاملانہ کام ملتا رہا ہے
 احمق پنجاب کے تین برس پیشتر جب میں علاقہ آزدے تلج پر مقرر تھا تو اُس مقام پر وہ بیوہ کی جو اس وقت دہان پائی جاتی ہے
 نہیں پیدا کی بلکہ اول دو برسوں میں مہینوں تک ایسی خدمتوں پر جو میرے عہدہ سے بالکل تعلق نہیں رکھتی تھیں لاہور میں بھی
 مقرر رہا۔ اگر میں سیولین نہ ہوتا بلکہ سپاہی ہوتا تو اب تک اعلیٰ عہدہ پر میری ترقی ہو گئی ہوتی۔ جو لوگ میرے ماتحت تھے اور ابھی
 نئے نئے کام پر مقرر ہوئے تھے انکی ترقی تو ہو گئی اور بہت داجبی طور سے ہوئی۔

جب گورنر جنرل سابق ہندوستان سے روانہ ہوتے تھے تو انہوں نے میرے نام کی آخری چھٹی میں میری خدمتوں
 کی شکرگزاری ظاہر کر کے لکھا ہو گا کہ اگر میرا قیام کچھ دنوں اور ہوتا تو میں اہلی ترقی کرتا۔ گو جس طریقہ سے سرفرڈینل کیری کو لاہور
 میں بھیجے ترجیح دی گئی تھی اس سے مجھکو کس قدر رنج ہوا لیکن میں اس گلہ کا چندان خواہشمند نہیں تھا کیونکہ مجھکو اس عہدہ کی
 دقیقہ اور خطرات خوب معلوم تھے اور مجھکو جو جگہ دی گئی تھی اس سے مطمئن ہو گیا اب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک نامزد
 جگہ پر ہوں اور اگر عزت کے ساتھ میری رہائی ہوئی تو بہت خوشی سے اسکو قبول کروں گا۔

میں اپنی امیدوں اور خواہشوں کو اس مباحثہ کے ساتھ ہرگز نہ بیان کرتا لیکن سابق میں حضور نے جو نظر توجہ مبذول فرمائی تھی

سینچ کر کیا تھا بلکہ براہ وانشیہ خود خاص کے لیے چھوڑ دی گئی تھیں ان صدقوں میں ہنری نے اپنی طبیعت اور
حکمت عملی کے اعتبار سے بھی ہمیشہ جاگیرداروں کے مفید و مطلب رائے ظاہر کی اور جان نے اسے بطریق دفع
خلافت اور ہندوستان راگلش گورنمنٹ کے اعتبار سے اپنی رائے ظاہر کی۔

ابتدائی تحقیقات میں جو بنیادی تھیں وہ بہت بھاری تھیں۔ صرف پینشن کے مقدمات دس ہزار کے قریب
تھے اور جاگیرداروں کا جو ایک ایک علاقہ سے لیکر ایک ایک گاؤں تک تھیں کوئی حساب نہیں تھا ہر ہفت روزہ
ہر مقدمہ کی ابتدائی تحقیقات کے لیے خاص افسر مقرر کیے گئے اور جب دوسری جگہ انکی ضرورت ہوئی تو
جان نے پچھلے انکی قائم مقامی کی سچر صاحب کی رائے ہنری کی رائے سے بالعموم مطابق تھی اور اس وجہ سے
علی العموم انکی سفارشیں جاگیرداروں کے زیادہ مفید و مطلب ہوتی تھیں۔ وہ ہر مقدمہ کو پہلے پرنسپل جج کے
پاس جو پرنسپل جج کے ایک کمرہ میں کام کرتے ہوئے تھے اور ہمیشہ انکی سفارشوں پر دستخط کر دیا کرتے تھے
اور بعد اسکے جان کے پاس لے جاتے تھے جو اسی کے متصل ایک دوسرے کمرہ میں کام کرتے تھے اور
جو ایک ایسے قسم کے ساتھ جسکی جان پچھلے سے برسرکاری روپیہ برباد کرنے کو دوا دین یہ جیسے ہرگز نونو گامین
ہیں کہ جبکہ مخلوب کرین وادان کاہل الوجود دن کو سرکاری روپیہ برباد کرنے کو دوا دین یہ جیسے ہرگز نونو گامین
ایک نہ انوکھا کہ انکے بعد پچھلے اس مقدمہ کو ٹکڑی صاحب کے پاس بجاتے تھے جو علی العموم جان کی رائے
اتفاق کرتے تھے چنانچہ اس سب سے ان معاملات میں جب ایک بھائی دوسرے کی کارروائی میں مانع رہتا
تھا تو ساتھ ہی اسکے ایک دوسرے کے میوہ کی بھی تصدیق کرتا تھا اور پچھلے نے بھی یہ بات ایک مرتبہ
ہر ہفت روزہ میں سے کنایا بیان کی تھی ہنری اپنی تمام تجویزات میں گو وہ کسی طور کی ہوتیں ضرور کشادہ دلی
صرف کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جان ضرور ان میں تراش خراش کر لیا اور ان میں وجوہات سے جان
بڑی سختی اور دل گرنگی سے اپنی رائے ظاہر کرتے تھے۔

ناہ اکوبر ۱۸۵۷ء میں جب ٹکڑی صاحب کا آنا ہوا اور جان نے باہمی صلح قائم رکھنے کے خیال سے
چاہا کہ آپس میں کام تقسیم ہو جائے تو اس زمانہ میں کچھ دنوں کے لیے بظاہر اختلاف کم ہو گیا لیکن یہ حالت
تھوڑے ہی عرصہ تک قائم نہ رہی۔ مئی ۱۸۵۷ء میں (یعنی سرحدیہ جات کے دورہ اور دھرم سالہ کے
دورہ پر جانے کے زمانہ میں جو وقت گذرتا تھا) ٹکڑی صاحب نے ایک طویل طویل جہی جان کی شکایت میں
لکھی اور اس میں یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ جہی ہنری کو دکھا دیجیگا۔ دوسرے دن جان نے اس سے بھی زیادہ
طویل طویل جہی اسکے وندان مکن جواب میں لکھی اور آخرین آیتوں نے بھی اسے بطریق کی استدعا ظاہر کی ٹکڑی
صاحب نے جو دو اعلیٰ درجہ کی قوت کے آیتوں کے درمیان ایک روک تھے "جان لائسنس کا جواب

جب ہنری لارنس کو روانہ کیا تو انکو ایسی نصیحت آمیز عبارت لکھی جسکی لفظ لفظ ان لوگوں پر جو انکے حالات سے واقف تھے صاحب موصوف کی نخلتون کو آشکار کرتی ہے۔ ٹنگر می صاحب نے لکھا تھا کہ ”اس جمنی کو بہت سہولیت اور سکون کے ساتھ پڑھیں گا اور میرے نزدیک تو آپ کو اسکا جواب ہی لکھنا مناسب نہیں تھا میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے تو دفتر کے دفتر اس جمنی کے جواب میں سیاہ کر ڈالتے لیکن میرے نزدیک یہ اہمیت حاصل ہے جب آپ دونوں کے خیالات مختلف تھے تو ضرور ہے کہ آپ اختلاف میں اتفاق کر گئے پس آپ اسی اتفاق کو غنیمت سمجھیے اگر سرکاری معاملات کے متعلق آپ دونوں بھائیوں کی رائیں متفق ہوتیں تو میرے نزدیک بہت بہتر ہوتا۔ میں خوش ہوں کہ میں آپ دونوں بھائیوں کا دوست ہوں گو آپ لوگوں کی رائے سے میں نے اکثر اختلاف کیا لیکن مجھکو یہ کبھی نہیں معلوم ہوا کہ آپ مجھکو کچھ برا سمجھتے ہیں میں بھی کوشش کرتا رہا ہوں کہ جہانگیر ممکن ہو ایما داری کے ساتھ برتاؤ کروں اور میری دلی آرزو یہی رہتی ہے کہ آپ سے اتفاق نہ کہ اختلاف کروں۔“ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ باوصف اس عمدہ نصیحت کے ایک پورا دو ورق جواب میں لکھا گیا۔ لیکن چونکہ ٹنگر می صاحب ہمیشہ صلح قائم رکھنے پر آمادہ رہتے تھے اس سبب سے انھوں نے وہ جمنی نہ دکھائی کیونکہ انھوں نے خیال کیا کہ اس سے معاملات کی صورت اور بھی بگڑ جائیگی اور انھوں نے بیان کیا تھا کہ ”اے بھائی شرجان میں ہنری لارنس سے زبانی کہہ دوں گا کہ انکی جمنی سے ٹکو بڑا رخ ہوا اور بعض بعض ضروری باتیں جو تم نے بیان کی ہیں انکو بھی حتی الامکان سہولت سے بیان کر دوں گا“ اس میں شک نہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کا کام اس سے بڑھکر کسی نے کیا ہوگا اور نہ اس بہادری سے کسی شخص نے دو اعلیٰ درجہ کی قوت کے انجمن کو ایک دوسرے سے ٹکر لھا کر نقصان پہونچنے کو روکا ہوگا۔

اس خط و کتابت کے اقتباسات ہنری مرنوین صاحب نے اپنی سوانح عمری شرجان لارنس صاحب میں بخوبی تمام استہد درج کیے ہیں جسے ان چھیون کا عام مشابحوہی ظاہر ہوتا ہے اور میں انکی طرح اس بات میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا کہ اب اتنے عرصہ دراز کے بعد ان دونوں دلواغرم اور عالی ہمت بھائیوں کی تحریر میں جو ایک دوسرے پر الزام لگانے کے بارے میں ہیں شایع کروں۔ دونوں بھائیوں کو باہد کر جس قدر اپنا ذاتی خیال تھا اس سے کمین زیادہ انکو اپنی سرکاری خدمات کا کا نظر ہوتا تھا۔

بہت سی باتیں جو بطور عیوب کے ظاہر کی گئی تھیں مثلاً یہ کہ ایک بھائی کا دوسرے بھائی کی خدمتوں میں خلل انداز ہونا وہ ہرگز داخل عیوب نہ تھیں بلکہ خالص نیکی پر دلالت کرتی تھیں بعض باتیں اگر کسی طرح پر داخل عیوب ہو سکتی ہیں تو بہر حال انکا میلان بجانب صواب ہے اور انھیں خلافت کے حق میں نہایت ہی فائدہ ہوا باقی اور قسم کے عیوب جو بیان کیے گئے ہیں وہ صرف راقم کتاب کی پر جو ش قوت متوہم کے نتائج ہیں۔ دونوں بھائیوں کی اتنی

ملا ہو۔ لیکن برادران لارنس نے جنگی شہرت کی خاص وجہ سے یہ نامی گرامی لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے اور پنجاب کی ملازمت کے لیے ہندوستان بھر کے افسروں کو خواہشمند بنا دیا اب جیسا کہ ظاہر میں معلوم ہوتا تھا ملک کا کام ان کے عہدگی کے ساتھ جیسا کہ فرائض کی محنت میں اتنے عرصہ کے اندر انجام ہو سکتا تھا درجہ اتہام کو پونچا دیا اور نوڈ کی نسبت ملازمت کو نوڈ کی جگہ بانی بانی تھے یا ممبران نوڈ ڈسٹریکٹ نے جو زمینیں شامل تھے سو اسے اس کے کچھ اور کچھ خیال میں کیا کہ یہ ایک عارضی انتظام عارضی ضرورتوں کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ ضرورتیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ایک ایسے طریقہ سے رفع ہو چکی تھیں جو شاید اور کسی انتظام سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ نوڈ کی حکومت میں ملک میں امن و امان قائم کر دی گئی اس کے جنگلی اور متعصب سپاہی اشی سے کسانوں کو بچانے لگے۔ سرحد کی حفاظت کے لیے فوج کا بندوبست کر دیا گیا۔ انداد و جرم اور بقاع امن کے لیے انتظامات پولیس کی گیل ہو گئی صرف بستہ واکوون اور گلین جڑیم کا تذکر کر دیا گیا محض ارا ضیات میں تعینات کر دی گئی اور بندوبست مال کی از سر نو ترمیم ہوئی ہر قسم کی ملکی اصلاحوں کے مطابق مثلاً پلون شروں نہروں پھریوں بارکون اسکولون شفا خانوں اور دوسری عمارات متعلقہ رفاہی خلائق کے کام جاری کیے گئے اور ان کی تجویزین عمل میں لائی گئیں اصل قیہ ہے کہ پرانا انتظام بالکل بدل گیا اور نیا انتظام اس کے بدلے جاری کیا گیا اور اگر اب بھی بہت کچھ کرنے کو باقی رہ گیا تھا تو ملک کا انتظام بخوبی تمام اس طرح کا کر دیا گیا تھا کہ صلح آئین طریقوں سے اس کی سہودی اور فلاح ہو اور اب چونکہ اس نوعیت صوبہ کی کیفیت غیر معمول حالت سے کی قدر ہو گئی تھی تو اب اس کے واسطے نوڈ کی نسبت زیادہ باقادر نوڈ کی حاجت تھی۔

تبدیل انتظام کا جو عام خیال تھا وہ ان تین افسروں کی عقل آرائیوں سے اور بھی قوت پکڑ گیا۔ نوڈ کے قائم ہونے کے قبل دو نوں برادران لارنس کے درمیان طبیعت تعلیم قابلیت اور طرق انصرام کا میں جو اختلاف پائے جاتے تھے وہ نوڈ کی نشستوں کے شروع ہوتے ہی عیاں ہونے لگے اور ممبروں کے ہاتھ میں جو حکام برتا گیا اس طرح وہ اور زیادہ ظاہر ہوتے گئے اور گو صورت معاملات کی درستی کے لیے جو ارکان نوڈ ڈسٹریکٹ برداشت نہیں ہو سکتی تھی وہ اختلافات اخوس کے قابل تھے لیکن تمام باتوں سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ اب یہ اتفاق شکست ہو جائیگا مثلاً کرنی صاحب کے آئے سے جو دو نوں بجایوں کے دوست تھے باوصیف اس ایک کے کرنگی ذات سے اس وقت بڑا فائدہ ہو گا اور بھی بدتر حالت ہوگی یا بہر حال جس بھائی نے پہلے پہل انکو پنجاب میں بلایا تھا اسی کے نزدیک یہ بات پائی گئی۔ خاص خاص لوگوں کے خیال کے مطابق مثلاً کرنی صاحب ہرنی کے دوست تھے لیکن اپنی تعلیم اور حکمت عملی کے عام خیالات کی وجہ سے تمام مختلف فید مسائل میں انہوں نے بجاں اتفاق کیا نوڈ کی ممبری کے لیے ہرنی لارنس نے اس واسطے اس کی سہارا دیا۔

راے کرینگے لیکن بالآخر کی طرح اسکا نتیجہ اسکے خلاف پیدا ہوا پٹنری لارڈ لائسنس میں جیسا کہ معلوم ہوتا ہے یہ برا عیب تھا کہ وہ بعض اوقات دیانت داری کے اختلاف اور خود غرضی یا منافذاتی کے اختلاف میں تمیز نہیں کر سکتے تھے اسلئے ایشیہ فل کی طرح انکو ایک مرتبہ پھر معلوم ہوا کہ جسکو وہ اپنا جانی دوست سمجھے تھے اسی نے انکی ہونٹوں کا جس پتلیک حکمت علی کے متعلق جیسا کہ میں کئی جگہ بیان کر چکا ہوں دونوں بھائیوں میں زیادہ اختلاف تھا وہ جاگیر داروں کا معاملہ تھا ان جاگیر داروں کی رو سے خاص خاص اضلاع کی مالکداری اراضیات منتقل تھی اس مسئلہ کے متعلق ہر مقام پر دو تین واقع تھیں لیکن پنجاب میں بہت کم تھیں کیونکہ پنجاب کی جاگیریں ہتھار اور بڑی بڑی تھیں۔ رنجیت سنگھ کی سپاہ میں سواروں کا ایک بڑا حصہ انھیں جاگیر داروں کے ہم ہونچا ہے ہوئے سواروں سے شامل تھا۔ خاص خاص وزراے دربار لاہور۔ خاص خاص سرداران رنجیت سنگھ جو لڑائیوں پر جاتے تھے انکے اہل و عیال بی بیان ہوا میں۔ حرمین خود رنجیت سنگھ اور اسکے تین چند روزہ جانشین شاہی حجام شاہی عدا شاہی خیم اور شاہی بادرچی جسے ایک خاص قسم کی نئی غذا مہاراجہ کے مرغوب الطبع ایجاد کی تھی۔ برہمن اور فقیر۔ مکتب اور خیراتخانے ان سب کو الحاق پنجاب کے وقت بذریعہ نقد خزانہ سے نہیں بلکہ جاگیر داروں کے ذریعہ سے مدد دی جاتی تھی یا اصل تو یہ ہے کہ خاص خاص اضلاع انکے لیے علیحدہ کر دیے گئے تھے اور اختیار ویدیا گیا تھا کہ جو کچھ پائین ان اضلاع سے پھین جھپٹ کر وصول کر لیں انہیں سے بعض بعض جاگیریں تو دیسی فرمانروایوں کے وقت میں نسلا بعد نسل قائم رہیں اور بعض فوراً سختی کے ساتھ ضبط کر لی گئیں لیکن گورنمنٹ کو ہر حالت میں اختیار تھا کہ جب چاہے انکو کال لے اس قسم کا انتظام اس گورنمنٹ کے لیے البتہ موزوں تھا جسکو صرف یہ خواہش تھی کہ بلا وقت روپیہ وصول ہو جائے اور بلا کد و کاوش اور اداسے تنخواہ کے بروقت فوج تیار رہے لیکن انکس گورنمنٹ نہ ان طریقوں کو جائز رکھ سکتی تھی اور نہ اسکا یہ منشا ہو سکتا تھا کہ لوگ جاگیر داروں کے ذریعہ سے ملک کا انتظام کیے ہوئے تھے اور انھیں جاگیر داروں کے ذریعہ سے انکا حق الممت دیتے تھے۔ انگریزوں نے مستقر ولایتی افسروں کے ذریعہ سے انتظام کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی اسکے ملک کی بڑی بڑی اصلاحیں کرنا چاہیں پس اصل سوال یہ تھا کہ ان دونوں طریقوں کی گورنمنٹ کیونکر بالاشتراك قائم ہو سکتی تھی اور اس کا جواب اس فیصلہ پر منحصر ہے جو ہم دونوں بھائیوں کے اصل سبب اختلاف کی نسبت صادر کریں گے۔

یہ تکرار دونوں کے درمیان اصولی نہیں بلکہ فردعی تھی۔ بعض عام اصول گورنمنٹ عالیہ نے مقرر کر دیے تھے جو اس زمانہ کے حالات کے اعتبار سے بہت کچھ فیاضانہ تھے مثلاً ایک قاعدہ یہ مقرر کر دیا گیا تھا اگلے فرمانروایوں کے وقت میں جائز رہی تھیں وہ اور تمام سرکاری وظائف اس وقت تک برا جب تک انکے عطیہ کا منشا پورا نہ ہو۔ اختلاف ان صورتوں میں پیدا ہوا تھا جسکی بابت کوئی

بارمضان اپنی خدمت میں حاضر ہوئے

اس کا القاب یہ تھا کہ ”میرے پیارے لوگوں“ لیکن بعد اس کے شاید میرے ”لوگوں“ کا لفظ قلم زد کر دیا تھا کیونکہ اس کے اوپر دوستوں کا لفظ بطور بدلہ کے لکھا تھا بعد اس کے کاتب اور اس کے بھائی کی طرف سے اس کے محسنوں کی فہمی اس بات کا شکریہ ادا کیا گیا تھا کہ ان دنوں بھائیوں کو اس کے بڑے شاگردوں کی نسبت ایسے عمدہ پر بھی ہو چکا تھا کہ سنیں کیا کیونکہ اس کے نزدیک یہ حمد و نہایت بھاری مقصور ہوا کاتب کو یہ نہیں معلوم تھا کہ نور و آفتاب میں کتب کا محض سادگی سے یہ لکھا تھا کہ میں نے مدرسہ کی پرانی انکسوں میں کتاب نجات ملک میں بہت تلاش کیا مگر اس میں نہ مل سکا کہ وہ آپ اس کی وجہ نہیں سمجھ میں ہو گی اور مدرسہ میں جو پرانی انکسین مقیم اور جو تین برس کے استعمال سے اب اور بھی پرانی ہو گئی ہوں ان میں اس چارے بوڑھے آدمی نے لاہور کا نام تلاش کیا ہو گا اور وہ انہیں کہیں درج نہیں ہے۔

اب صرف اس بات کا بیان کرنا اور باقی رہا اور قصہ کے آخر میں یہ ایک نہایت دلچسپ بات ہے کہ گو کاتب خط سن رسیدہ تھا لیکن اس کی زندگی نے اس قدر کفایت کی کہ اس نے اپنے تین شاگردوں میں سے ایک کو مع سلامت دیکھ لیا اور جب سر راجہ بٹ منگرنی بلوچہ ہندوستان کے بعد اعزاز حاصل کر کے داخل وطن ہو گیا ایک جلسہ دعوت میں جو ان کے پوسٹ کے بعد ہی منعقد ہوا تھا وہ نیم نائینا اسکول ماشر بھی کسی نہ کسی طرح سے میمانوں کے جوہان میں سے تھے غنی ہو گا اور دین و مائل یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب اس زمانہ میں ملک پنجاب کے تماش کرنے سے کل ملک ہندوستان بجا گیا تھا اور جن لوگوں کے ذریعہ سے یہی ضرورت نہ رہی ہو گی کیونکہ اسی ملک پنجاب کے ذریعہ تین ہزار تین شاگرد اور محسن یعنی پٹنری لائنس جان لارنس اور راجہ بٹ منگرنی تھے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس نے تھا کہ اس بات سے خوش تھا کہ پٹنری بٹ منگرنی کے وفادار کے کی طرح (جو ایک قدیم زمانہ کا قصہ ہے) اس کی عمر نے اپنے شاگردوں کا عروج اپنے ملک کی واپسی کا زمانہ دیکھنے کو کفایت کی ہے

اس کتاب کے چھپنے کے بعد حکومت ہند نے جن صاحب کو جو یہ ہو گیا تھا اس کے متعلق لکھے جتنے شاگرد کہ وہ بھی ایک لارنس تھے پٹنری بٹ منگرنی نے جناب میں تجویزات میں بعد کچھ پاس ہونے کی ایک ہندوستانی ۱۲

مشغول تھے لاہور میں آئے اور چند دنوں تک جان لارنس کے میہان رہے اسی مقام پر اس نے پہلے پہل اس شخص سے ملاقات ہوئی جس کو اس زمانہ کے سات برس بعد جیورج کیننگھم کا ممبر مقرر کیا اور پھر اس کے دس برس بعد اس جلسہ کی اپنی جگہ پر "یادگار لارنس" کے چند دہائیوں کے لئے منیٹن ہوٹل میں منعقد ہوا تھا دو لفظوں سے اہل ترقیت کی اور وہ دونوں جان لارنس کی خصلتوں کو اس قدر ظاہر کرتی ہیں کہ اور بڑی بڑی باتوں سے بھی اس قدر صراحت نہیں ہو سکتی لارڈ کیننگھم نے اپنی اس پہنچ میں کہا تھا کہ "میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ مجھ کو لارڈ لارنس کے حالات سے کوئی خاص واقفیت ہے مگر اس قدر البتہ کہ اس کا میں اس سے خوب واقف ہوں اور ان کے چال و چلن کا جو نقش میرے دل پر ہمیشہ رکھا اس کے اعتبار سے میں صرف اس قدر بیان کر سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ایک معصوم شجاع تھے۔ لارڈ کیننگھم نے جب یہ خبر سنی کہ لارڈ کیننگھم پنجاب کی سیر کو آنے والے ہیں تو انھوں نے بیشتر سے دونوں بھائیوں کو لکھ بھیجا کہ اگر ممکن ہو تو لارڈ موصوف کا سفر شمال مغرب کی زیادہ خطرناک سرحد کی طرف نہ بڑھنے پادے جہاں سینہ دن اور سیوا تون نے اس قدر شورش مچا رکھی تھی۔ لارڈ کیننگھم نے لکھا تھا کہ "اگر کچھ فوجیوں کو لارڈ کیننگھم اور سر تھامس لارنس یا جان کیننگھم اور بلیکٹن کے مابین بڑا اختلاف پیدا ہو جائیگا۔" لیکن خوش قسمتی سے ہندوستان پر روسی ترکستان نہیں ہے اور کوئی انگریز جس یاروسی سیاح جو کسی حصہ سلطنت ہندوستان کی خواہش کرے تو اس کے ارادوں میں عاقبت اندیش ترین گورنر جنرل بھی پسند و نصیحت کرنے کے سوا اور کسی قسم کی ممانعت نہیں کر سکتا۔ جو اس میں جان لارنس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ "لارڈ کیننگھم لاہور میں جو چیریں دیکھنے کے قابل تھیں ان کو سب کو دیکھنے کے بعد ابھی ابھی بیان سے روانہ ہوئے بیان سے ہزارہ جا کر وہ میرے بھائی سے ملیں گے اور وہاں سے براہ پشاور و دیگر جات کو جائینگے اور وہ کہہاٹ کی سیر سے بھی باز نہیں رہینگے" "سر تھامس لارنس کا یہ دورہ جیسا کہ آخر کو معلوم ہوا اس صوبہ کی سرحد کے متعلق جس کو وہ بہت عزیز جانتے تھے اور جہاں کے لوگ ان کو عزیز جانتے تھے آخری تھا۔

اس زمانہ میں جب جان لارنس کے بڑے بھائی اسی دورہ پر یا پھر اس کے بعد درمیانی ملک کی سیر کو گئے تو جان لارنس اور گورنر جنرل کے درمیان بہت کچھ خط کتابت رہی لیکن ان چٹھیوں کا کوئی عام یا اس سوانح عمری کے متعلق ایسا مضمون نہیں ہے جو کچھ لطف رکھتا ہو میند سیوا تون اور "محبوبین ستیانما" جکی بعد کو اس قدر شہرت ہوئی یہ سب لوگ اسباب مخالفت ظاہر کر رہے تھے اور جان لارنس جیسا کہ ان کی چٹھیوں سے ظاہر ہوتا ہے اس رائے کے موافق تھے کہ ان کے خلاف فوج کشی کی جائے۔ سر کالین کیمپبل اپنی معمولی عاقبت سے اس معاملہ میں گریز کرنا چاہتے تھے۔

زیادہ موزن ہوتا سیام خدین جان لارنس کے ماتحتوں نے جو کاربائے نمایان انجام کیے انکی طویل
فہرست میں اگر کوئی کام ایسا تھا جو عین وقت عین مقام اور خاص اس طریقہ سے بطور پراسکوا انجام ہوتا تھا
تھا انجام کیا گیا (یعنی دوراندیشی اور بھاری سے اسکی تجویز کی گئی اور نہایت کامیابی کے ساتھ تمام کم پوچھا گیا
اور اسکی کارروائی کے آغاز ہی سے اسکے عہدہ تبحر کے آثار معلوم ہونے لگے) تو وہ کام ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کی
صبح کو لاہور میں ہندوستانی سپاہیوں سے ہتیاروں کا رکھنا تھا اور پرنسز کا رزٹ کے بعد جن پر ساری جوابی
معی تمام عالم کی رضامندی سے جو شخص انکی جائیشی کامیستی تھا وہ رابرٹ ٹنگرینی صاحب تھے۔
جو تین شخص بالکل مختلف مگر اس قدر محنت و دشواری کی زندگی بسر کرنے کے بعد پھر ایک ہی کو ٹرنل توڑ دینا

اگر جمع ہونے انکی حالت پر نظر ڈالنے سے ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی ابتدائی طالب علمی کا زمانہ یاد نہ آئے جب وہ دنیا
کے درسیں پر تھے تھے تو ہر طرح کی ہنسی دہلی اور پیش و تفریح کی باتیں کیا کرتے۔ ادنیٰ درجہ کی تعلیم حاصل
کرتے تھے اور جوش انگیز صحبتیں گرم کرتے تھے چنانچہ ان سب باتوں کا حال میں اس سوانح عمری کے باب اول
میں بیان کر چکا ہوں۔ خوش قسمتی سے میں اس مقام پر ایک ایسا قصہ بیان کر سکتا ہوں جسکو سنکر کوئی شخص بات
فراموش نہ کرے گا کہ جن تین شخصوں سے لاہور میں گورنمنٹ خاتم کی گئی تھی انھوں نے قوانین کالج میں بھی اسی طرح کا
ایک ٹیڈم مقرر کیا تھا اور دونوں بڑے بھائی جو بعض معاملات متعلقہ حکمت عملی عام میں اتفاق نہیں کر سکتے تھے
وہ ایک زیادہ تر ضروری امر میں بہر حال متفق رہا ہے تھے یعنی یہ کہ دونوں کی یادداشتیں الفت اور کام کرنے کی
خواہش گویہ سب باتیں کسی ہی ادنیٰ درجہ اور کتنے ہی پرانے زمانہ کی کیوں نہ ہوں مگر دونوں بھائیوں میں متحد اور
مشترک تھیں فیاض دونوں بھائی تھے لیکن بڑے بھائی کی فیاضی اسطو کی تھی کہ جو کچھ اسکے پاس ہوتا تھا سب
دے ڈالتے تھے اور چھوٹا بھائی فیاضی کے وقت اس بات کا خیال کر لیتا تھا کہ مجھے دوسرے کن کن اشخاص
کے حقوق اور انراہین قصہ مذکور اول تو میرے کو ڈاکٹر جانس ٹیڈم نے اپنے کے ذریعہ سے جو اسکے شاہد یعنی ہن بہم
پوچھا ہے لیکن مجھ کو یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ رابرٹ ٹنگرینی نے جو ان اصحاب ٹیڈم میں سے زندہ رہے ہیں
اسکی صحت کی تصدیق کی۔ اس زمانہ میں انکو قصہ مذکور تفصیل کے ساتھ یاد نہیں تھا لیکن جب ان کے یہ بیان
معلومات کو اشتغال دیا گیا تو انھوں نے بھی اصل حال کو حرف بحرف بیان کر دیا۔

۲۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو یہ تینوں ارکان نوؤدب اپنی ہم صاحبوں کے قدیم ایوان پر پرنسز کے واقعہ انارکلی میں
بڑے دن کی دعوت کھا رہے تھے۔ یہ زمانہ ویک جیسے کہ پرنسز ٹیڈم یعنی سرتھری لارنس تھے دوسرے
معاونین جو اس وقت رہ گئے تھے صرف ڈاکٹر ٹیڈم اور پرنسز ٹیڈم تھے یہ بیان سب چل گئی تھیں چند منٹ
لوگ خاموش بیٹھے تھے کہ اتنے میں سرتھری نے دفعتاً اپنے بھائی کی طرف خطاب کر کے کہا وہ معلوم نہیں کہ

اس وقت بیچارے سمن دونوں ضعیف بھائی کیا کرتے ہوئے معلوم نہیں آج بھی روزمرہ کی غذا سے بہتر اُنکو کچھ کھانے کو ملا ہے یا نہیں اس بات کو بیان کرنا لازم ہے کہ سمن نامے دو بھائی نہایت غریبی میں بسر کرتے تھے اور فوایل کالج کے اؤٹسٹر تھے۔ یہ امر قرین قیاس نہیں پایا جاتا ہے کہ ایک پرنسپل اسکول کی ملازمی میں چند ماہوار ایرش لڑکوں کے درمیان ایک اؤٹسٹر جو یوں بھی خوشحال نہیں رہتا زیادہ فرائض سے زندگی بسر کرے گا اور برادران لارنس کو اس بات سے قرار واقعی اگا ہی تھی کہ انھوں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں کوئی ایسا سلوک نہیں کیا تھا جس سے ان اؤٹسٹرؤں کی حالت اس زمانہ میں کچھ درست ہوتی ہوئی ہوگی کے وقتاً اس اشارہ کرنے سے لندن ڈیڑہری اسکول کی طالب علمی کے متعلق بہت سی پرانی باتیں یاد آئیں اور کچھ دیر تک اس عجیب اتفاق پر کہ بیشتر جو تین شخص مذکورہ بالا اسکول میں برسوں تک طالب علمی کرتے رہے تھے اب ایک مرتبہ اُنکو پنجاب میں آکر ایک جگہ فرما زوائی کرنے کا کام ملا ہنری لارنس نے جوش فیاضی سے جو ان سب صفوں سے بڑھی ہوئی پائی جاتی تھی کہا کہ ”مجھے جو کچھ کرنا ہے دیکھیے میں اسکوبیان کرتا ہوں برادران سمن اب بہت ضعیف ہو گئے ہونگے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُنکی بصارت میں بھی فرق آگیا ہوگا وہ ہرگز عرصہ حالت سے نہون گے لاؤ ہم سب لوگ پچاس پچاس پونڈ (پانچ پانچ سو روپیہ) جمع کریں اور اسکول اس پتہ سے روانہ کریں ”پڑھے دن کا ایک خیراتی صندوق جسکو دور دراز ملک سے تین پرائے شاگرد جو فی الحال پنجاب بورڈ آف ایڈمنسٹریشن لاہور کے ممبر ہیں خیر اللہ روانہ کرتے ہیں“

جان نے کہا ”بہت خوب میں پچاس پونڈ دوں گا“ منگل گہری صاحب بولے ”اچھا میں بھی اس مقدار دوں گا اسکے بعد چکین تیار کی گئیں اور دوسرے روز خزانہ کے ذریعہ سے حسب ضابطہ انگلستان کو ہندوی روانہ کی گئی یہ مہربانی کا پیام ہندوی سمیٹ بہ حفاظت تمام سمندر پار روانہ ہوا۔ کئی ہفتے گزر گئے ممبران بورڈ اپنے سخت اور دشوار کام میں مشغول ہوئے اور وہ بات کیسکیو یا دہی نہیں رہی کہ اتنے میں ایک روز صبح کو ڈاک کی بشمار چھٹیوں کے انبار میں ایک چٹھی مہر ڈاکخانہ آئر لینڈ کی برآمد ہوئی یہ چٹھی برادران سمن کی لکھی ہوئی لندن ڈیڑہری سے آئی تھی اُنکے حروف تھراتے ہوئے ہاتھوں کے لکھے تھے اور بعض بعض جگہ کاتب کے آسودوں سے جو ظاہر تحریر کی نسبت زیادہ جلد آگے سے روان ہوئے تھے حرف بالکل پڑھے نہیں جاتے تھے۔ اگرچہ چٹھی دستیاب ہو سکتی تو چھاپنے کے لائق تھی بلکہ غالب سمن ہنری نے اُسکو رکھ چھوڑا ہوگا اور اگر یہ قسمتی سے اُنکے کاغذات آئندہ نسلوں کے لیے اُنکی سوانح عمری تیار کرنے کی غرض سے دست بدست منتقل ہوتے نہ پھرتے تو وہ چٹھی بھی اُنکے کاغذات میں ضرور برآمد ہوتی لیکن جس شخص کے ذریعہ سے مجھ کو یہ قصہ معلوم ہوا ہے اُسکو میں برس گزرنے کے بعد بھی بہت اچھی طرح سے چٹھی کا عام مضمون اور اُنکے ضروری مقامات یاد رکھتا ہوں

رہا تھا ہنر منی اور جان لارنس دونوں بھائیوں کے ساتھ فوائل کلچر میں تعلیم پائی تھی دونوں بھائیوں کی بیویوں کو اس وقت سے جانتا تھا جب وہ بالکل چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تھیں اور ڈوننگٹن کے صحرائی ملک میں اس کے ہمساہ رہتی تھیں ان دونوں لڑکیوں سے جس طرح اسکو الفت اور محبت تھی اسبطرح انکے شوہروں سے اس زمانہ میں تھی یہی جب وہ مالک مغربی و شمالی مین روز افزون شہرت کے ساتھ بدیرج ایک عہد سے دوسرے عہد پر ترقی پاتے جاتے تھے ہنر منی لارنس کی سفارش سے الحاق پنجاب کے بعد وہ لاہور میں طلب کیا گیا اور اب پچھلے ڈیڑھ برس کے عرصہ میں اس نو طعنتہ صوبہ کے درمیان اور سب سے ضروری ضلع کی گورنر منی پر ہنر منی اور جان دونوں بھائیوں سے سرکاری طور پر واسطہ قریب رکھا آیا تھا اسطور پر وہ اپنے گذشتہ حالات اپنے موجودہ منصب اور اپنی آئندہ امیدوں کے اعتبار سے بھی ڈیڑھ کی مہری کے لیے بالتخصیص موزوں تھا اور ایسی بطور مستحق تھا وہ اس خالی عہدہ پر مامور ہوا۔

چونکہ اس شخص کو ہنر منی لارنس سے یہ واسطہ تھا کہ وہ انکی بری قدر اور اسے نہایت محبت کرتا تھا اور جان سے یہ نسبت رکھتا تھا کہ اسے کمال اس تھا اور جو ملاجیتیں سرکاری معاملات کی واقفیت اور شاہانہ حکمت عملی کے متعلق اسمیں تھیں وہی جان میں بھی پائی جاتی تھیں اور اس سبب سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں بھائیوں سے بہت اچھی طرح برتاؤ رکھتا تھا دونوں کے اختلافات کو اصلاح پر لانے کی فکر کر لیا اور اگر دونوں کی شکایتوں اور شکریوں اور غلط فہمیوں کو یکٹل دور نہ کر سکیگا تو اسمیں کی ضرور پیدا کر دیگا یہ سب باتیں ایسی تھیں جسے اب تک سلطنت کے حق میں بہت فائدہ ہوتا آیا تھا لیکن جن لوگوں کے ہاتھ میں عنان سلطنت تھی انکے دل کو تسکین نہیں رہی۔ چونکہ اسکو کام کرنے کا شوق لارنسوں کی خواہش پوری کرنے کو قرار واقعی طور پر تھا اور اس کام کے انجام کرنے کا موقع شاید اسکو اور بھی حاصل تھا طبیعت میں ذکاوت ایسی تھی جو کبھی خطا نہیں کرتی تھی مزاج میں استدار اعتدال تھا جو بشرہ سے ظاہر ہوتا تھا اور کبھی اسمیں تغیر نہیں پیدا ہوتا تھا اور بہت دور اندیشی کے ساتھ ایسی ملی ہوئی تھی جس سے نہایت اہم باتوں کی نسبت بھی انکو شک نہیں رہتا تھا کہ انکا انجام اچھا ہوگا اور جو لوگ زیادہ سہ مزاج نہیں تھے وہ اس پر کامل بھروسہ کرتے تھے اس سبب سے وہ اس جگہ کے لیے بالتخصیص موزوں تھا۔ پنجاب میں اس وقت امن و امان کا ڈنکا بجتا تھا لیکن اگر اچانک کوئی غزل و نصب کا وقت آتا تو بھی وہ اپنے کام کو بخوبی انجام کرنے کے قابل تھا۔ ہندوستان میں کچھ زمانہ کے بعد جو طوفان آنے والا تھا ابھی اسکا حال کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ ابھی سے کوئی رائے اس بارے میں قائم کرنا بالکل ناممکن تھا لیکن اگر کسی شخص کو وہ حال پہلے سے معلوم ہو جاتا اور اسکی نسبت کوئی شخص صحیح پیشین گوئی کرتا تو بھی یہ امر مشتبہ تھا کہ ملک بھر میں ایسا کوئی شخص ہم پہنچ سکتا جو اس عہدہ کے لیے جیسرفساد کے شروع ہونے کے وقت وہ مقرر کیا گیا تھا اس سے

ابووان بابہ سید احمد خاں نے اپنے

میں لڑکا دیے تو اپنے فرائض کا خیال کر کے وہ ایک مرتبہ پھر بیدار ہو گئے طعنہ زنی اور ہر قسم کی غلط فہمی کا کچھ خیال نہ کر کے انھوں نے آخر درجہ تک ایک ایسی حکمت علی کی مخالفت کرنے میں جانفشانی کی جو ان کے نزدیک محض غلات انصاف تھی اور جس سے انگلستان اور ہندوستان کے بہترین مقاصد کا خطرہ اور نقصان متصور تھا۔ اگر کسی شخص کے سوانح عمری اول سے آخر تک محض محنت (اور محنت بھی وہ جو ایمانداری جانفشانی اور بے غرضی کے ساتھ کی گئی ہو) کے اعتبار سے قابلِ تعظیم ہیں تو وہ سوانح جان لارنس کے ہیں۔

ایک شیر خوار بچہ (۱۸۰۱ء میں پیدا ہوا) کو جس کو جیورائٹھون کے پرنس نے دیکھتے ہوئے لاہور کو واپس آئے اور اپنے ساتھ پیدا ہونے ہی کے وقت سے اپنے باپ کی اندرونی محبت جو ان کے دل میں نہان تھی حیاں کر دی تھی۔ گویا اس میں ان کی صورت سے محض بے انسی پائی جاتی تھی لیکن جو لوگ ان کے حالات سے بخوبی تمام واقف ہیں ان کے معلوم ہے کہ باطن میں وہ بڑی محبت کے آدمی تھے بچے اور خاص کر کے شیر خوار بچے سے اکثر چنانچہ ایک شہور واقعہ ہے جسکو میں ان کے آخری ایام کے حالات میں درج کرونگا ثابت ہوگا) پریشانی کے وقت جان لارنس کی بڑی تسکین ہوتی تھی اور جب اپنے یومیہ اشغال کے تردد و انکسار سے وہ نہایت خستہ ہو جاتے تو بچوں سے انکا دل بہت ہلکتا تھا یہ بچہ روز اول ہی سے نہایت نازک اندام تھا انکی نازک اندامی اس بات سے عیاں ہے کہ جب جان لارنس کو پنجاب میں موسم سرما کے کئی مہینے تک اس زمانہ میں دور رہنا پڑا تو ان نے بچہ کو وہاں کے سخت موسم میں لیے لیے پھرنا گوارا نہ کیا چنانچہ جب تک باپ اپنے صوبہ میں دورہ کرتے رہے اس وقت تک ان بچہ کی پرورش کے لیے مکان پر ٹھہری رہیں لیکن انھوں نے موت نے وہاں ہی غمگین اور وہ معصوم بونے گل کی طرح باغِ عالم سے چل بیا۔

یہ ایک جانکاہ صدمہ تھا اور وہ اکیلے مان ہی پر نہیں ہوا لارنس کے خاندان میں پہلے پہل یہ موت ہوئی تو متا تھا اس سے ناواقف لوگوں کو سخت حیرت ہوئی مگر ان کے سوا اور کسی کو نہیں ہوئی۔ جان لارنس کی کسی نے بار بار دتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا وہ ایک مقام پر جو انھوں نے آنسو بہائے اسکی سوانح عمری میں نے تصریح کر دی ہے لیکن ان کے آنسو ان کے دائمی چشمہ محبت کی جواز دہر ہوا تھا صرف غلط فہمی میں تعین جو کبھی کبھی نمایاں ہو جاتی تھیں۔ یہ محبت شاید زیادہ بھی تھی کیونکہ وہ ظاہر بہت کم ہوا کرتے تھے۔

اور جن لوگوں پر عادتاً اسکا اثر پہنچتا تھا انکو حقیقت میں زیادہ تقویت اور اعانت پہنچتی تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کسی ضعیف آدمی کی صحبت نہیں ہے بلکہ ایک شہ زور اور اکٹھے شخص کی صحبت ہے۔

یہ پہلی موت تھی مگر تفرقہ خاندان پہلا نہیں تھا کیونکہ سال الحاق پنجاب (۱۲۹۹ء) کے موسم برسات میں وہ ناگزیر مفارقت واقع ہوئی تھی جسکی تلخی موت سے بھی زیادہ ہے اور جو تمام انگریزی افسران ہندوستان کے خاندانوں کے لیے لازم ہے اور یہ خاص مفارقت ایسے وقت واقع ہوئی جب بچوں کو والدین کی خبر گیری حد سے زیادہ درکار ہوتی ہے اور والدین کو اپنے بچوں کا چھوڑنا انتہائے مرتبہ کا ناگوار گذرتا ہے جان لارنس کی بڑی دو بیٹیاں کسیدر ناہور جالتون میں انگلستان کو بھیجی گئی تھیں۔ ہر برٹش آفیسر اور جان لارنس انھوں سے رخصت فر لوئر جانیوالے تھے اور انھوں نے از خود اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ ہم لڑکیوں کو انگلستان پہنچا دینگے گو یہ دونوں صاحب لارنسوں کے بڑے دوست تھے مگر پسر بھی انکے دل میں کبھی یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ لڑکیوں کو انگلستان لے جانے کا کام حسین سراسر تکلیف اور جوابدہی تھی انکے لیے تجویز کرن بلندی لارنس بیان کرتی ہیں کہ ”یہ امر کسیدر رصرت اگنیر تصور کیا گیا کہ دو کم سن لڑکیوں کو صرف دونوں مردوں کی حفاظت میں بھیج دیا جائے لیکن وہ دونوں بڑے شفیق اور متہمد دست تھے اور کمال شرافت سے انھوں نے اپنی امانت کا کام پورا کر دیا کم سن لڑکوں کے سنبھالنے میں جو تکلیف و پریشانی ہوتی ہے اسکا کچھ لحاظ نہیں کیا اور راستہ بھر اپنی شفقت و مہربانی کرتے ہوئے لگے۔“ جان لارنس نے ان لڑکیوں کو فیروز پور پہنچایا اور وہاں دونوں کو انکی آبا سمیت انکے مہربان محافظوں کے سپرد کر دیا جو دریائے سندھ کی راہ سے انکو ممبئی لگائے اور وہاں سے بخیر و عافیت انگلستان میں پہنچا دیا۔ جو وقت ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ علی العموم نوجوان ناکند افسروں کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور اس طرح کا کام اگر وہ چاہتے ہیں تب بھی انسے انجام نہیں ہو سکتا ہے تو بیشک ہم کو یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں نوجوان غازیان ملتان کے لیے جو بعد کو دہلی کے بھی نامی گرامی بلکہ ملتان کی نسبت اور کبھی بڑھے ہوئے خانی ہوئے یہ کام نہایت دلچسپی اور محبت کا تھا۔ جب جان لارنس ۱۲۹۹ء میں عارضی طور پر ملکہ کو گئے تھے تو ہر ان فوژڈ کے متعلق ایک بڑا ضروری تبادلہ واقع ہوا پنجاب فوژڈ کے تین ممبروں میں سے ایک ممبر کے عام خصال میں بیان کر چکا ہوں اور اس بات کو بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ ایک بے لوث شخص کی رائے کے مطابق مثیل صاحب کے اعتدال آئینہ اور حکیمانہ مزاج سے باقی دونوں ممبروں کے تیز و تند مزاجوں کی جیسے کہ اس وقت وہ پائے جاتے تھے کیسی اصلاح ہوتی ہوگی۔ جہانک میں دریافت کر سکا اس سے تو یہی دریافت ہوتا ہے کہ انکی دماغی صلاحیتوں کے دونوں بھائی بڑے قدردان اور انکی نسبت نہایت ہی دوستانہ خیال رکھتے تھے لیکن یہ بات بھی تھی

ایام کو وہ شعلہ پر بسر کرنا نصیب ہوئے۔ چل قدمی کے لیے دور دور تک جانا لطیف صحبتیں اٹھانا اس کو
 بزمین کی دلچسپ آب و ہوا سے فرحت حاصل کرنا لازماً اور لذتی و لذتی کی ہرانی اور سخت دشوار کام ہی
 حالتوں میں جب وہ بالکل آسان معلوم ہوتا تھا کہ دیتا یہ سب باتیں یہ بہت مجموعی اس کے کل ایام ملازمت
 کے بعد جب اس کا خیال کیا تو اس کو کچھ پرچ اور کچھ خوشی محسوس ہوئی لیکن لاہور کی مہلک آب و ہوا کا جو اثر ان پر
 پڑا تھا اس سے وہ یہاں بھی پنج نہ سکے۔ سال سابق میں جو بخار اٹھوایا تھا اسے اس مرتبہ اور بھی شدت سے
 ظہور کیا اور چار ڈاکٹروں نے جو ان کے علاج تھے (ان چاروں میں لارڈ ڈنلوپ کی خاص طبیعت بھی داخل ہے)
 اس زمانہ کے دس برس پیشتر جب انکی نئی شادی ہوئی تھی اور کوئی خاص کام بھی انکو نہیں ملا تھا اور جب
 ڈاکٹروں نے انکو تنبیہ کیا تھا کہ ہندوستان کی آب و ہوا میں جانیکا ہرگز قصد کرنا تو انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ
 دو اگر میں ہندوستان میں جا کر زندہ نہیں رہ سکتا تو اس قصد سے وہاں جاؤں گا کہ وہاں ہو چکر ہلاک ہو جاؤں گا
 اور اب اس وقت جب ایک اتنے بڑے صوبہ کے ایسے فائدہ عظیم کا انپر واردار تھا مکن نہیں تھا کہ انکا خیال
 کچھ اور ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ جب تک میں اس کام کو جو میرے ہاتھ میں ہے انجام نہ کروں گا اس وقت تک
 کسی امر سے مجھ کو وطن جانے کی ترغیب نہ ہوگی اور جب ایک مرتبہ بخار میں خفیف ہوئی تو وہ اس عجلت کے ساتھ
 اپنے کام کی طرف بڑے کہ ہر شخص ہی خیال کرنے لگا کہ اب ان کے ڈاکٹر اور انکی بی بی نے ان کے انگلستان
 جانے کے خیال کو مکمل دور کر دیا۔

صفحہ ۳۲۶

بائیںہ لارڈ ڈنلوپ کی آسانی سے اطمینان نہیں ہوا اور جس شخص کو وہ اپنا دھانپنا سمجھتے تھے ان کے
 بچانے کی آرزو میں انھوں نے ڈائریکٹر ان ریلوے انڈیا کمپنی سے التجا کی کہ جان لارنس کو خاص رعایتی
 شرطوں پر وطن جانے کی اجازت ملے اس استدعا سے سرکاری وجہ پر انکار کیا گیا لیکن انکار کے ساتھ
 ایسے کلمات بیان کیے گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جان لارنس کی خدمت میں نہایت بیش قیمت سمجھی گئیں
 اس بارے میں انھوں نے لارڈ ڈنلوپ کو جو چھینا لکھی تھیں ان میں سے ایک چھٹی کی چند سطروں خاص کر کے
 اس خیال سے میں یہاں درج کرتا ہوں کہ ان سے صاحب موصوف کی آئندہ تدبیروں کا حال ظاہر ہوتا ہے۔
 میں نے قصد کیا ہے کہ اب وطن کو نہ جاؤں میرے سن اور ان دعویوں کے اعتبار سے جو میرے اہل و عیال
 پر چھوڑ سکتے ہیں اس وقت وطن کو واپس جانا میرے حق میں سراسر مضر معلوم ہوتا ہے میری تندرستی نہایت مشکوک ہے
 میں سمجھتا ہوں کہ تین چار برس سے زیادہ ایسا عمارت کے ساتھ عمدہ کام کرنے کی قوت مجھ میں باقی رہی ہو سکتی ہے۔

تک میں اپنی پوری مدت ملازمت کی صرف کر چکے لگا اور اس وقت تک اس قدر وجہ حیثیت بھی میاں کر سکو لگا جو میری ادنیٰ حاجتوں اور
سیرے اہل و عیال کے لیے کنایت کرے۔ میرا قصد یہ نہیں ہے کہ میں اس زمانہ تک بالکل ترک ملازمت کروں لیکن میں چاہتا ہوں
کہ اس امر کے عمل میں لانے کے قابل ہو جاؤں۔ اگر میں اس وقت بلا توجہ جاتا ہوں تو اس بات کی کچھ بھی امید باقی نہیں رہتی
کہ جو کچھ میرا خیال ہے اس کے مطابق میں ترک ملازمت کرنے کے قصد سے اس ملک کو واپس آسکوں گا کیونکہ اس عارضی سفر میں
میری تو قیر کا بہترین حصہ صرف ہو جائیگا میں نہایت شکر گزار ہوں کہ حضور نے میرا بیانی اور نوازش سے میرے بارے میں رعایت
ہونے کی سہی کی اور جس تالیف قلب کے ساتھ اس رعایت سے انکار کیا گیا اسکا بھی ممنون ہوں۔

ایسی حالت میں جب راقم کا طول طویل پُر پا جازمانہ ختم ہو گیا یہ امر دشوار ہے کہ جو سادی حاجتیں اور کم
حقیقت پیشین گوئیوں اس جھپی سے ظاہر ہوتی ہیں آپس خیال نکلیا جائے اور گو اس امر کا بیان کر دینا جسکو اس
سوانح عمری کے آخر میں لکھنا مناسب ہے شاید قبل از وقت تصور ہو گا مگر یہ بات اور بھی دشوار معلوم ہوتی ہے
کہ اس جھپی کی تخریر کے وقت جس قدر کام ان کے انجام کرنے کے لیے جمع تھا آپس سرسری طور سے جس شخص نے
خیال کیا تھا کہ ”تین چار برس سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ عمدہ کام کرنے کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہ گئی“
اور میرا انگلستان جانا بغیر اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ میری تو قیر کا بہترین حصہ سفر میں صرف ہو جائے اسکو اور
بھی زیادہ جوابدہی اور اختیار کے ساتھ تین ہی چار برس تک نہیں بلکہ سات برس تک اس طرح سے کام کرنا پڑا
کہ اکثر لوگ جس کام کو دس بارہ دن میں انجام کریں اسکو انھوں نے ایک دن میں انجام کیا اور اخیر کے
دو سال میں انکو اس قدر پریشانی و دشواری اور خطرہ کا سامنا ہوا کہ اگر کوئی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہوتا تو یا ابھی طرح
سے بن ہی جاتا یا ہلاک ہی ہو جاتا۔ جب غدر کے بعد وہ بیماری سے چور ہو کر انگلستان کو واپس آئے تو
انھوں نے آرام نہیں کیا بلکہ چار برس تک انڈیا کو ٹرین میں کام کرتے رہے اور جو وسیع تجربہ انھوں نے
حاصل کیا تھا اسکو اور اپنی عقل سلیم کو اس وقت کے مشکل مسائل کے حل کرنے میں جو حکومت ہندوستان کی
کپنی کے اختیار سے بادشاہ وقت کے اختیار میں منتقل ہونے سے پیدا ہونے لگے تھے صرف کیا اس زمانہ کے
ختم ہونے کے بعد جو بمقابلہ ایام ملازمت ہندوستان ان کے کس قدر آرام کے دن تھے وہ بہ حیثیت وائسرائے
و گورنر جنرل ہندوستان کو واپس آئے اور پورے پانچ برس تک ایسی محنت شاقہ اور کامیابی کے ساتھ کام کیا
کہ شاید ہی اور کسی گورنر جنرل نے کیا ہو گا۔ جب وہ انگلستان کو پھر واپس آئے تو عظیم الشان وائسرائے جنرل کے
زمانہ عروج سے لندن اسکو ٹوڑو کے بے لطف اور غیر مشکورانہ کام پر تزل قبول کیا اور اس کام پر جو وہ
مقرر ہوئے تو اسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عام تعلیم کے صیغہ سے کوئی خاص واقفیت رکھتے ہوں بلکہ اسوجہ سے
انھوں نے اس کام کو قبول کیا کہ ایک کارنیک تھا اور انھیں سخت محنت درکار تھی۔ اسکے بعد جب انکی زندگی

بقول لارڈ لارنس "میں نے اس وقت تک اس کی خدمت میں کام نہ کیا اور اس وقت تک کہ کم لکھنے والے وزیر آباد اور اولڈ ہنس کے دورہ کیا جائے۔ وہ ان سے بذریعہ قریبی دوستوں کے کابل کا رخ کیا جو دریائے سندھ کے اس پار واقع ہے سفر کیا جائے اس مقام پر گورنر جنرل کا قیام تھا کہ گورنر نے ان کو ایک کام کا جو بندوبست کیا تھا بصورت امکان اس کی بھی اصلاح کی جائے گورنر جنرل کے مطابق اس بار اب پورہ نہیں ہے اس لیے ایک غلطی کی تھی۔" پتا لگوٹ کے ذریعے سے دریائے سندھ کی راہ سے دیرہ اسمیل خان کا مقصد سفر کیا جائے اور گورنر جنرل کی خواہش تھی کہ اس مقام پر کوہستانی سرداران دیرہ جات کا ایک دربار منعقد ہو۔ اس کے بعد گورنر جنرل کی تجویز تھی کہ اگر ہماری جرگہ فراموش نہ کریں تو دیرہ جات ہو کر کوہاٹ اور پشاور اور وہاں سے گزرتے ہوئے راولپنڈی اور پشاور کی راہ سے اس کے اور ملک کے درمیان ہوتے ہوئے اور بالآخر ہزارہ اور کشمیر کے مابین شملہ میں آئیں۔ یہ ایک بڑی بھاری تجویز تھی جس کے کم اولوالعزمی و لے سے بظاہر ملے ہوئے تھے لیکن کشمیر میں ہو کر آئے گا ناک اور شکل راستہ براوردان لارنس کی عاقبت اندیشی نہ فراموش سے چھوڑ دیا گیا۔

جان لارنس پشاور دن کرنے کے لیے لاہور میں آئے اور گورنر جنرل نے دریائے سندھ کے اس پار اپنا دورہ تمام کرنے کے لیے رکھتے آئندہ موسم بہار (سپتمبر) میں کام کرنے کے لیے جان لارنس نے جو فرسٹ تیار کی تھی اس میں صرف یہی ایک خلل اندازی ہوئی کہ وہ درمیان میں پشاور چلے آئے اور یہاں تک کہ ان کے عذرات اور گنجائش فوجداری کے جانچنے میں دو ہفتہ تک نہایت مگر می سے مستعد رہے تاہم یہاں نہ اور پشاور چلے اور شہر کا ملاحظہ کیا۔ گورنر جنرل کے ساتھ بارہ اور چار دو کو گئے اور اپنے طور پر ہر درجہ کے لوگوں اور ہر قسم کے اہل الرائے سے بلا تکلف ملاقاتیں کیں۔ ان کو دریافت ہوا کہ اس زمانہ میں ایک غالباً اس وقت تک بھی اس ضروری مقام کی حالت قابل اطمینان نہ تھی وہ مذکورہ دس ہزار قواد دان سپاہ موجود تھی اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان کے تعداد کا گھٹنا نا ایک بھی ممکن نہ سمجھا گیا۔ اس ملک کی قدرتی کیفیتیں ایسی تھیں جس سے نہ تو اس پر قبضہ کرتے اور نہ اس کو چھوڑتے تھا تھا۔ کیونکہ دیرہ جات و دیرہ اسمیل خان کوہستانی قبضہ زمین سے ہو کر نکلے جن گہرے گہرے نالے اور زراعت اور پاشیاں واقع ہیں اور چاروں طرف ایسے ایسے پہاڑوں سے وہ ملک محصور ہے جس میں ہر قسم کے بمشاس لوگ کشت و خون کر کے جا بیٹھے ہیں اور ان کا کچھ بہت نہیں گنتا ہے کہ لوگ جنہوں نے ہمارے پیشتر اس مقام پر قبضہ کیا تھا اور چھوڑے زمانہ تک اپنے تئیں ان کا ملک قرار دیا تھا فوجی تعانون کے اس پار ایک گز بھی آگے ملک پر تسلط نہ کر سکے اور کوہستانی خاندانان اصلا ح قرب و حوا میں جو لوگ آباد ہیں ان سے ہوا ہے اس کے جب اس کے سروں پر تلوار رکھ دی گئی تھی ایک روپیہ وصول نہ کر سکے پس کوئی عجب کی بات نہیں ہے اگر باوصف اس امر کے بھی کہ ہماری حکومت میں اعتدال اور انصاف کا

محاط کیا گیا ہر قسم کے محصولات معاف کر دیے گئے مالگزاری اراضیات میں تخفیف کر دی گئی اور اقل درجہ اس حصہ ملک میں احتیاط کے ساتھ جاگیر داران موضع یا سرداران ضلع کا گذارہ مقرر کر دیا گیا ایسے مفلس لوہیرے اور جنگلوں کی اپنی آبائی حرکت سے باز نہیں آئے وہ اب قرار پہاڑا تک موجود ہیں جہاں کسی کا گذر نہیں ہو سکتا مگر وہاں کے لوگ میدانی ملک کے کٹر جنگجو باشندوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ پہاڑا ایک کام یہ بھی دیتے ہیں کہ جب کبھی میدانی ملک باشندے اپنے وطن کا مال غنیمت لیکر یا مکروہ فریقین کے خون میں اپنے ہاتھ آلودہ کر کے پہاڑیوں میں جا بیٹے ہیں تو وہاں نہایت ثواب سمجھ کر انکو پناہ ملتی ہے۔ چونکہ یہ ویسی باشندے اس بات کے عادی تھے کہ اپنے قلعہ دار کی خود ہی چارہ جوتی کر لیتے تھے اور بنی نوع انسان کا مطلق خیال نہیں کرتے تھے اس سبب سے ہم کو باشندگان ملک کے کسی حصے سے ہتیار رکھنا ناممکن نہ معلوم ہوا پس جس ملک میں ہمیشہ ظلم و جبر ہوتا رہا وہاں قانونی حاکم صرف آہستہ آہستہ اور تدریج مکن ہے جان لائسنس کی تحقیقات کے مطابق انکے پہونچنے کے اڑھائی مہینے پیشتر کی مدت میں قتل عمد یا ضرب شدید کی اکاون وار داتین گذر چکی تھیں۔ اور انھیں حالتوں کو دیکھ کر انھوں نے ضلع پشاور کی حفاظت اور تنظیم کے لیے نہایت قابلیت کے ساتھ دو تحریریں تیار کی تھیں۔ انھیں جوائن ظاہر کی گئی تھیں انپر ایک عمل ہوتا آیا اور رفتہ رفتہ (دو ایک نسلوں میں جہاں تک امید ہو سکتی ہے) انکے باعث سے اس امر میں کامیابی بھی حاصل ہوتی رہی کہ قرب و جوار کے ڈاکو اپنی حرکتیں چھوڑ کر زیادہ آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ چچاؤنوں کے گرد و جوار ہمارے زمینیں پر ہی تھیں انکو اسطور سے چورس کرنا کہ ڈاکو یا قاتل لوگ چھپے ناک میں بیٹھنے پناہیں رات اور دن کو گرواوری کرنے کے لیے پولیس کا ایک زبردست انتظام کرنا۔ اندرونی ملک اور سرحد پر بھی مسلح تعانوں کا ایک سلسلہ قائم کرنا۔ ہمارے افسر اور سپاہی دورہ کرنے کے وقت جو طبع داریاں کرتے ہیں انکے متعلق تاکیدیں شرطیں مقرر کرنا۔ کوہستانی سوداگروں سے ہماری سرحد کے تعانوں پر پہونچنے انکے ہتیار لے لینے اور پھر واپسی کے وقت بعض ضروریات کو دینے کا انتظام کرنا۔ ہر ہر موضع کے مقدمہ کو ان جرموں کے لیے جو گانوں کے اندر واقع ہوتے تھے انکو جاہدہ مقرر کرنا۔ اور فوج پشاور کے سب آگے بڑھے ہوئے تھانے کے طور پر غیر قواعد دان سپاہ کا جرد و پردہ قباض کر ادینا یہ چند تدبیریں وہ ہیں جو جسکے پہلے جان لائسنس نے بتائی تھیں اور جن پر کم و بیش اس زمانہ سے اب تک محاط ہوتا آیا۔

ماہ اپریل میں جان لارنس اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر شملہ کو گئے اور یہاں آنگلو اور ان کے اہلیان خاندان کو اس بات کی سید خوشی حاصل ہوئی (میں خیال کرتا ہوں کہ جس شخص کو بذات خاص تجربہ نہیں ہوا) یا آنگلہ جیسپر جان لارنس کی طرح تاجستان ہندوستان کی صعوبت نہیں پڑی ہے اسکی سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آسکتی) کہ بیس سال کے بعد ہر موسم گرما کے ایام تاجستان میں گزارنے کے بعد اس مرتبہ پہلے پہل گری

۱۰۰ رنجار جس سے زیادہ محسوس ہونے لگا اور پھر آخر میں تھے ہونے لگی اور سرعام کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ ان کے آتشیں قصور کرنے لگے کہ اب نہایت اندیشہ کی بات ہے لیکن ڈاکٹر مینٹھ آؤٹ نے ایک تبرید ایسی بپا کر آئی اور سولہویں تاریخ جو گورنر جنرل کے دور دراز سفر میں ساتھ جانے کو ان کے واسطے مقرر کی گئی تھی اس تاریخ کو وہ اعزاء جانے کے قابل ہو گئے۔ لارڈ ڈکنز نے کشادہ دلی سے ان کے ساتھ لیجانے کی درخواست ظاہر کی تھی اسکا انھوں نے پیشتر سے منی کر دیا اور یہ حکم دیا کہ اب جان لارنس کے بدلے ان کے بجائے ساتھ جائینگے ۱۶ ستمبر کو وہ میں آپ میرے ساتھ ہوں۔ اگر آپ کے بجائے اکو برین واپس آگئے تو بمقام وزیر آباد دنگاب سنگھ سے ملاقات کرنے کے لیے وہ میرے ساتھ جاسکتے ہوں۔ اگر آپ کے بجائے اکو برین واپس آگئے تو بمقام وزیر آباد دنگاب سنگھ سے ملاقات چھوڑ کر جب لاہور میں آگیا تو انھوں نے لارڈ ڈکنز کی خواہش منترہ حکم کے منی اور درمیان کے پھر جنرل کو مغربی حصہ پنجاب کو اس حد تک ملاحظہ کرنے کے لیے گئے تھے جہاں تک ان کے ملکن تھاگو سے پھرتے تھے۔ لارڈ ڈکنز کو جان لارنس کی انجام دہی خدمات سرکار کا جو کچھ خیال تھا اور خاص جان لارنس کی نسبت انکی جو کچھ رائے تھی وہ انکی مندرجہ ذیل جی مورخہ ۲۱ اکتوبر سے جو انکی ناگامی اور خطرناک علالت کے ظاہر ہوتے ہی لکھی گئی تھی ظاہر ہے۔

جب سے میں نے انکی علالت کا حال سنا اس وقت سے میں نے انکو کوئی چھی ٹکڑا تکلیف نہیں دی۔ مجھ کو اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ انکی صحت علالت کا حال پتھر عمیکو کس درجہ لال ہوا۔ اور اب کس قدر اس بات کے شکیا میں خواہشمند ہوں کہ اس سفر میں انکی طبیعت درست ہوتی جاتی ہے اور آپ اپنے تین پھر کام میں جس سے زیادہ مشغول کر اپنی سادہ لوسی سے تندرستی میں مل نہیں ہو رہے ہیں۔ مجھ کو یہ ٹکڑا نہایت انتشار ہوا کہ اپنے محبوبی کام میں پھر واپس چلے جائیگا۔ زیادہ رکھتے ہیں اور میں ان کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح میں اپنے واسطے ہاتھ کے پچانے کی کوشش کرتا اس طرح تندرستی میں اپنے تین مشغول کیجیے جو آپ سے انجام ہو سکتا ہوتا تھا کام نہ کیجیے جو آپ پر بار ہو جائے۔ ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جب گورنر جنرل کو اپنے نائب کے خطوط میں لکھا

قرار واقعی یقین ہو گیا تو انھوں نے تاکید کی کہ نائب مذکور آئندہ فصل گرما کو تاجستان لاہور میں نہیں بلکہ بہارستان
شلمین بسکر میں اور اس مقام پر بطور واقعہ قبل از وقت یہی بیان کرنا چاہیے کہ جو برجستہ تشخیص ڈاکٹر مینٹھ آؤس نے
اس نازک وقت میں کی تھی علاوہ اس قابلیت کے جو ایک عرصہ دراز تک بطور ہدم ہندوستان میں ساتھ ساتھ
جان لارنس پر ظاہر ہو رہی تھی ہی چودہ برس کے بعد اس کام آئی کہ جب جان لارنس عالمگیر حسین کے ساتھ
سلطنت ہند کے سب سے بھاری منصب وائسرائے و گورنر جنرل کے لیے طلب کیے گئے تو انھوں نے اپنے
پریوٹ سکرٹری کے عہدہ پر انکی تقرری کے لیے سعی کی۔

جان لارنس جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اپنی سیم صاحبہ سمیت ۱۶ اکتوبر کو اپنے بھائی کے واپس آنے
بعد لاہور سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے امرتسر اور جالندھر کی راہ سے سفر کیا۔ جیسا کہ انھوں نے بندوبست
کر رکھا تھا اسکے مطابق دونوں مقامات پر انھوں نے بہت سا کام انجام کیا اور بعد اسکے آغاز نومبر میں بمقام روپڑ
جواک چھوٹی سی بستی دریائی تلج کے کنارے آباد ہے گورنر جنرل سے ملاقات کی۔ گورنر جنرل کا کپ بہت بھاری
تھا۔ انکے خاص سامان حشم و خدم کے علاوہ جن اضلاع میں وقتاً فوقتاً انکا گذر ہوتا رہتا تھا وہاں کے افسر بھی کپ
میں اگر مقیم ہوتے تھے اور اسطور پر جان لارنس کو اپنے حاکم اعلیٰ اور ماتحتوں سے بھی اس زمانہ کے ضروری
معلومات اور ملک کی آئندہ امیدوں کے بارے میں بھی بہت کچھ صلاح و مشورت کرنے کا موقع ملا۔ جو کاغذات
میرے پاس موجود ہیں انکے ذریعہ سے دریافت نہیں ہوتا ہے کہ اس دورہ میں جان لارنس کا کس کس
مقام میں گذر ہوا تھا اور کیا کیا کام انھوں نے انجام کیے۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء سے نومبر ۱۸۵۷ء تک کی چھپان بالکل
نہیں ہیں اور یہ امر لازمی بھی ہے۔ جس حالت میں جان لارنس گورنر جنرل کے ساتھ رہے تو نہ جان لارنس
کو لازڈ و ٹوٹنی اور نہ لازڈ و ٹوٹنی کو جان لارنس کے نام چھپی بھیجنے کی حاجت تھی۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں لاہور میں تھے
اور اس سبب سے محنت طلب خط کتابت (جو اب تک خاص کر کے انکے بھائی کے ذمہ تھی) کشتہ ڈیوی کشتہ اور
اسٹنٹ کمشنروں سے رکھنے کا کام بطور واجبی انکے ذمہ عائد ہوا اور ان لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ آج یہاں اور
کل وہاں گھومتے پھرتے تھے کسی ایک مقام پر جکر انکار نہ ہا نہیں ہوتا تھا اور اس مقام پر ایک مرتبہ یہ بات اور
بیان کر دینا چاہیے کہ جان لارنس کے کوئی پریوٹ سکرٹری نہیں تھا اور چند برس کی چھپان جو اس کتاب کے
مولف کو دستیاب ہوئی ہیں وہ خاص کر زوجہ جان لارنس کا کام ہے جو اس خاص سفر میں جا بجا انکے ساتھ
گورنر جنرل کے انتظامات سفر کی بابت جان لارنس اور لازڈ و ٹوٹنی کے مابین مہینوں سے خط و کتابت
ہوتی آئی تھی اور انکی چھپیوں سے میں قیاس کرتا ہوں کہ اس سفر میں مندرجہ ذیل باتیں انجام کرنے کے لیے
تجویز کی گئی تھیں۔ شمالی اضلاع پنجاب میں سہولت کے ساتھ سیاحت کی جائے لاہور میں عرصہ تک قیام رہے یہاں

میر سے مزاج کے بہت شبابہ لیکن ہم دونوں نے ہمارا نہ کتبوں میں تعلیم پائی ہے چونکہ میر سے بنا فی نفسہ نہ زیادہ پڑھ کر اور اعلیٰ درجہ کی عقل رکھتے ہیں اس سبب سے وہ اپنی عادت اور کچھ عادات کے سبب سے میری سلسلہ وار کوشش نہیں کر سکتے تینہن صاحب ایک صاحب فکر اور دیکھنا مزاج کے آدمی ہیں لیکن کارروائی کرنے سے وہ باقاعدہ باتوں میں تینہن صاحب کا اور میر کا آدمی ہوں اور کوئی شے جو امور میں رہا ہے اسے انکو سمجھتا ہوں کہ اب تنوکی اور توفیق میں جھگڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت ہمارے ہونڈے کے اور کان کی کیفیت یہ ہے تو میری رائے بالکل اس کے خلاف ہے کہ سرحد کا انتظام ہم لوگوں کے سپرد ہو کیونکہ اس کے لیے ضرور ہے کہ زور اور تیرہن کی کارروائی زیادہ سلسلہ اور قاعدہ کے ساتھ مل کر ہونی چاہیے۔

تینہن بھی ہوں کہ حضور میری ان باتوں کو غصی پر محول نہ کریں گے میں سرکار و دولہا اور حضور عالی کی کچھ خدمت بیز اس کے ہرگز انجام نہیں کر سکتا کہ اپنے خیالات کی بنا دہ پیشانی ظاہر کروں۔ اگر سرحد کا انتظام ہم لوگوں کے سپرد ہوتا ہے تو میری رائے ہے کہ میر سے بھائی کے سپرد کیا جائے۔ جھگڑا سید ہے کہ وہ اس خدمت کو پسند کریں گے اور اس کے بارے میں میری جھگڑا ماسے ہے اس کے ذریعہ سے قیاس کر کے جھگڑا کتنا چاہیے کہ وہ اپنے شریکوں کے ساتھ ساری ذمہ داری اٹھائیں گے

اسی سال (۱۲۸۴ھ) میں میری لائسنس ایک طویل دورہ پڑواؤ کشمیر ہوئے۔ اس سفر میں انکی بی بی اور انکی بیٹی بہنو یا راجا بنشیر بنشیر پڑی آہٹ ہیں کچھ دور تک اس کے ساتھ گئیں۔ ان حامی آدمی کا میں اس زمانہ میں صرف ڈیڑھ سو روپے کا تھا۔ ڈاکٹر کشمیر کے آئے ہوئے کے پرنسپل بنشیر پڑی رہتے تھے اور اس زمانہ میں بیوان اسٹیشن لاہور کے سرچن تھے اور ڈاکٹر صاحب جو بعد کو سالہا ڈاکٹر بن گئے اس وقت ہونے لگے بھی اس گرد کے ہمراہ تھے اس سفر میں ایسی ایسی جید دیکھ پیوں کی کیفیتیں پائی گئیں جو مجھے بہنو پڑی لائسنس کے حسب حال تھیں۔ سوا ڈاکٹر کشمیر کی فطیر خوبیاں اب تمام عالم میں مشہور ہو چکی ہیں۔ لیکن اس زمانہ تک ایک انگریز کا بھی وہاں تک قدم نہیں پہنچا تھا۔ یہ ایک ایسی ہندوستانی است تھی جو سرکاری عہداری میں شامل ہوتے ہوئے رہ گئی تھی۔ اور اگر کل میں تو اقل درجہ کا ایک ایک حقہ بہنو پڑی لائسنس کی ہمارا نہ کوششوں سے ضرور چلایا تھا اس ریاست کی مسند پر گلاب سنگھ مکن تھا جسکی ملازمت کی بابت بہنو پڑی لائسنس کو اس کے سرپرست کے طور پر بھی تو ایک حسب ظالمانہ قدر کے باعث سے الزام لگایا اور میری کرنا اور حامی بنایا تھا۔ اس دورہ میں ان طرف انگریزوں اور لٹلنگ انگلادہ آگے بڑھتا ہوا اور یہ سیاح لوگ ایک مسلم ملک میں جسدہ باگے بڑھتے جاتے تھے اس وقت رسد اتنا دیکھیں گے اسباب بکشت بہم پہنچتے جاتے تھے بہنو پڑی لائسنس نے اپنے بیانی جائز کو فخر کے ساتھ چھو لیا اس کے مطابق ۱۴۰۰۰ فیٹ کی پانچ گونی ہندی پراٹھا لکڑی ہوا ۱۰۰۰۰ ٹنوں نے دو دروازہ عمارت کے دیسی باجروں کی جو بار خند میں تجارت کرتے تھے دعوت کی ان لوگوں کو تعداد جو دعوت میں شریک کیے گئے تھے ۲۰۰ کے قریب قریب تھی رگو بہنو پڑی لائسنس بڑے زمانہ نواز تھے لیکن اس سبب تکلفی خوبی سے اتنا مصارف اور سید و شواری کے ساتھ انھوں نے یہی کہیں دعوت نہ دی ہوگی اور

میں

مقام انکروڈ کے تاجرون اور سپاہیوں کی ایک متفرق جماعت کو اس سے بھی زیادہ بھاری دعوت دینے کی فکر میں تھے۔

اس سفر کی اہرنزل پر ہاؤس صاحب کی اولوالعزمی جرات اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت ملتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی جان کو بالکل جو حکم میں ڈال کر ایک برف سے جھے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جو میٹر ہارن کے مشابہتھی اور جیسے سو اسے ہاؤس یا عقاب کے اور کوئی چڑھنے کا قصد نہ کرتا۔ چنانچہ اس بات کو براہ نام بعد ہرنی لائسنس نے بیان کیا ہے۔ انکی تقدیر نے انکو اس سے بھی زیادہ بہادری کے بہیرے کاموں اور اس سے بھی کم عمدہ انجام کے لیے بچارکھا۔

اس مہم کا ایک اور بے لطف امر لارڈ ڈونوسنی کی خط کتابت تھی جو پہلے ہی سے جاری تھی ہرنی لائسنس نے اس خیال سے برسات بھر کے لیے رخصت کی اسدھا کی تھی کہ وہ بخار کی صوبت سے جونی الحال حد سے زیادہ شدت پر تھانچ جائیں۔ اور لارڈ ڈونوسنی نے درخواست مذکور اس بنیاد پر نامطور کی کہ اگر آپ سانچ میں چھ مہینے لاہور سے غائب رہینگے تو یہ آپکے دفتر کے حق میں مناسب اور آپ کے شرکاء کے اعتبار سے جائز ہوگا کیونکہ وہ لوگ آپکے واپس آنے تک دارالسلطنت سے حرکت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ لارڈ ڈونوسنی لکھتے ہیں کہ ”سٹرٹینشل کی عادتوں سے بھٹک کر بھی آگاہی نہیں ہے لیکن جس حالت میں آپ کے بھائی اتنے برسوں تک برابر چلنے پھرنے کے کاموں پر رہ چکے ہیں تو اب ایک مقام پر مقید ہو کر رہنا انکے واسطے کبھی بہتر ہوگا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ قبل موسم برسات جب آپ روانہ ہوں تو آپ کی روانگی کے پیشتر وہ شملہ میں چلے آئیں اور وہاں مجھے ملاقات کریں۔“ لارڈ ڈونوسنی نے کسی قدر رنجش کے ساتھ اجازت دی اور ہرنی لائسنس جو ایک بیباک شخص تھے انھوں نے بھی اس طرح کے مجھ سے جواب دیا ہوگا۔ لیکن جان لائسنس کی تندرستی کے منظور ہونے کی بابت انھوں نے جو پیشینگوئیوں کی تمہیں وہ صحیح نکلیں۔ دس برس تک علی الاقصال جو محنت شاقہ کرنا پڑی تو اس سے انکا بھی فولادی جسم کچھ کم گئے لگا جس برسات کے بچا جانے کی ہرنی نے خواہش ظاہر کی تھی اسے ابتدا ہی میں جواب دیا اور خشک سالی کے سبب سے آب و ہوا اور بھی بگڑ گئی۔ انارکلی کی پرانی چھاؤنیان بیماری کے باعث سے ویران ہو گئیں اور سٹر جانسن ٹیپیر نے میانمیر میں جونی چھاؤنیان تیار کرانی تمہیں انکی حالت اور بھی بدتر تھی۔ وزیر آباد کے متعلق انکے صاحب نے بیان کیا کہ ”تیسرا کل حکم بیماری میں مبتلا پڑا ہے۔“ اور پنجاب کے عام دیسی باشندے اگر یرون سے بھی زیادہ غلیل ہوئے۔

جان لائسنس کی باری سب کے بعد آئی۔ وہ گرمی کی فصل بھر محنت شاقہ کرتے رہے تھے اور اب انہیں اکتوبر میں انکی نوبت آئی۔ پہلے تپ نائہ کا خفیف اثر ان پر ظاہر ہوا بعد اسکے مرض بڑھنے لگا۔ سر میں شدت کا درد

نہ کرینگے۔

بارہواں باب و سترہم فہرست نامہ

افسر علی اور کزن

پس ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ افسران پنجاب قوت سے زیادہ کام پڑ جانے کی وجہ سے انکو چھوڑ کر چلے جانے کے لیے مشہور ہو گئے اور اپنے اعلیٰ افسروں کی مرضی کے خلاف اپنی خستہ اور پروردہ طبیعتوں کو بھلائے کے لیے انکو بڑھن تبدیل آب و ہوا امری یا چمپا یا شملہ کے پہاڑ پر جانا پڑا۔

اس زمانہ کے واسطے بھی کسی نہ کسی طرح کا کام مقرر کر لیا کہ انکو دورہ میں انجام کرتے جائینگے اور وہ ہمیشہ اس بات کے واسطے مستعد تھے کہ اگر دورہ کرنے کے کام پڑانے کے بجائے جنگو وہ کام بہت اچھا معلوم ہوتا تھا جاتین تو میں اپنی سہری پر مینا کام کرتا رہوں۔ مثلاً یہ بندوبست غرض سے ہوا تھا کہ جب لاڑ و ڈنڈی شالی سفری پنجاب کے دورہ کو انکین تو جان لاڈنشن انکے ساتھ جاتین۔ اور وہ بہت خوشی سے اسوقت کا انتظار کر رہے تھے لیکن ۱۵ ستمبر کی لکھی ہوئی پٹھی کے ایک فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکو اپنے بھائی کے خلاف یہاں پر ترجیح حاصل کر کے ہرگز امر کی خواہش نہیں تھی۔ وہ فقرہ یہ ہے۔

مجھکو اس بات کا نہایت ہی شوق ہے کہ سرمد کی ہر کردن۔ لیکن میرے بھائی کو بھی علی الخصوص ایسی حالت میں جب آفریدیوں کے خلاف ہلکو کوئی کارروائی کرنا ہو وہاں جانے کی خواہش سچے سادہ عوام کی رائے میں انکی خدمتیں میری خدمتوں کی نسبت زیادہ مفید اور کارگر ہوگی۔ اسلئے میں نے حضور کے ساتھ سرمد پر جانے کی خواہندہ مالکی انکو خوشی سے واپس لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کے بیان کرنے میں محنت افسوس معلوم ہے کہ ہمارے افسر و زبردست علیل ہوتے جاتے تھے۔ بھائی اور بہنو پڑا جنگاٹ و دونوں بیمار تھیں اور عجیب نہیں اگر انگلستان چلے جاتین۔ ہمارے بیوان افسروں میں جانچ اور گشت بہترین افسر کا ہے ہاتھ سے جاسے ہیں انکی جگہ مقرر کرنے کے لیے انکی لیاقت کے برابر کوئی آدمی نہیں ہے۔

سرحدی فوج کے زیادہ بحث طلب مسئلہ کے متعلق جو آخر کو اب حل ہونے کے قریب پہنچا جاتا تھا اور طرح سے جان لاڈنشن چاہتے تھے اسلئے انکا فیصلہ نہیں ہوتا معلوم ہوتا تھا میں ایک دوسری پٹھی بھی لکھ کر انکو گواہین زیادہ تر پانی دلیلیں دینا ہیں لیکن عام رائے ہندوستان کا بھی تذکرہ ہے اور وہ رائے جیسی اس زمانہ میں بھی باقی تھی ویسی آج بھی باقی ہے چچی بڑے محول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں جان لاڈنشن اور شرکا سے ہڈ بڑے کے مفصل حالات چند الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

اصل امر تجویز طلب یہ ہے کہ پنجاب میں جو دس فوجی حصے رہتے ہیں وہ کاٹا پھٹ کے چھوڑ کر دیے جائیں۔

یا دیا جائے سندھ کے واسطے ساحل پر پشاور کے جنوب میں ملک کی حفاظت کے لیے ٹوڑ ڈکے اختیار میں چھوڑ دیے جائیں۔ اس بات سے تو میں صاف صاف اعتراف کرتا ہوں کہ اگر یہ فوجی حصے ہمارے اختیار میں رکھے جائیں گے اور سرحد کی حفاظت ہمارے ذمہ مقرر کیا جائے گی تو اس میں بڑے بڑے فوائد متصور ہیں لیکن میں اس بات کی صلاح دینے سے ہمیشہ بدلتی کرتا رہا کہ اس میں بڑی ہی مشکلات لاحق ہوں گی۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی اچھا نیکمیز ہو یعنی ایسا جس پر ہم بھروسہ کر سکیں اور جو ہمارے خیالات کے مطابق عمل کرنے پر تیار رہے تو یہ دقیق بہت کم ہو جائیں۔ اس پر بھی مجھ کو وہ بہت بھاری حلیم ہوتی ہیں۔ بعض دقیق تو ایسی ہیں جن کے بڑے خاص مجھ کو تجربہ ہوا ہے اور جو شخص فوجی آدمیوں کے ساتھ رہ چکا ہے اور ان لوگوں میں شامل رہا ہے وہ ضرور ان دقیق سے اعتراف کرے گا۔ ہندوستان میں عام رائے بالکل فوجی خیالات کے مطابق ہے اس واسطے فوجی راویوں اور فوجی خیالوں اور فوجی مقاصد کو سب پر غلبہ ہے۔ اگر محالات میں عمدگی ثابت ہوئی تو شاہی فوجی حکام کو ملے گی اور اگر کچھ خرابی ہوئی تو اس کا الزام انہیں افسروں پر عائد کیا جائے گا۔ کمانڈر انچیف کی رائے بالضرور ان کی وردی کے مطابق ہیں انہیں شاید بہت کچھ مبالغہ ہے لیکن پھر بھی کمانڈر انچیف کی رائے ہیں۔ اس بات پر کامل اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میدان کارزار کا افسر کمان بھی کسی شخص کے وقت میں محض ناقابل نہایت ہو گا کمان تو ہمارے اعتبار سے یہی ہے کہ بعض اوقات اس کی یہ حالت بھی ہوگی لیکن اس کی نالائقی کے نتیجے میں انتظام پر عائد کیے جائیں گے۔ یہ ایک لازمی بات ہے۔ اگر میں سپاہی ہوتا تو غالباً میں بھی اس فراموشی میں شریک ہوتا۔ ہندوستان نے سرفروغ نیکمائن سے زیادہ لائق اور بہتر اشخاص بہت کم ہم پر بچائے ہوں گے۔ اگر ان کی صلاح پر عمل کیا جاتا تو فساد و کربل کا نتیجہ ہوا ہے وہ بھی نہ ہوتا بلکہ پورا ہی ظہور میں آتا لیکن لوگ آج تک انکو بدنام کیے جاتے ہیں اور جو خرابیاں واقع ہوئی ہیں ان سب کے باعث وہی خیال کیے جاتے ہیں۔ فوجی حکام کے میں افسروں کو عاجز کرنے کے ہزار ہا طریقے ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے اور ان کا شاک ہونا دانشمندی کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی بخشش کی بات نہیں ہے کیونکہ فی الجملہ میں نے بہت توجہ کے ساتھ اس بارے میں برتاؤ کیا ہے۔ لیکن یہ مجھ کو اکثر دریافت ہوا کہ میری عزت اور ناموسی ایک چڑچڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ سرحد ایک خطر کی جگہ اور اس واسطے ایک اعزاز کا مقام ہے اور فوجی حکام یہ ہیئت مجموعی اس بات کی کبھی گوارا نہ کریں گے کہ وہ ہمارے پر دیکھائے۔ جب تک سب طرح کی امن وامان رہیگی وہ لوگ رضا مند رہیں گے مگر جہاں ذرا گڑبڑ ہوئی اور وہ بدواغ ہو گئے۔ قطع نظر ان امور کے ٹوڑ ڈکے جمعیت اس قسم کے اختیار کی ضرورت کے خلاف ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ مشیروں کی کثرت میں حفاظت متصور ہے لیکن اس بات پر بھی یقین کرنا چاہیے کہ اس صورت میں زیادہ کارگزاری نہیں ہوتی ہر شخص اپنی اپنی رائے کے مطابق خیال کرے گا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے کارروائی کرنے کا وقت گزر جائیگا۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تیزی اور زور جو فوجی انتظامات کے جزو اعظم ہیں ان کا اکثر فقدان رہے گا اس لیے اگر حضور سرحد کی حفاظت ٹوڑ ڈکے حوالہ کرنا مناسب سمجھیں تو میری التجا یہ ہے کہ اس کے صرف ایک ممبر کو یہ اختیار سپرد ہوں۔ ایسا ایک مسئلہ بھی نہیں ہے جس پر میرا ٹوڑ ڈکے تمام تر متفق الرائے ہوں اگر وہ اصول میں اتفاق کرتے ہیں تو عمل درآمد میں اختلاف رہتا ہے میرے بھائی گنج

ہمیشہ یہ یقینی خیال ہی تصور رہی ہے کہ اس سے کسی سپاہی کو اگر وہ چاہے تو ہنگامہ پیدا کرنے کی بڑی آسانی رہتی ہے۔ لیکن حکومت درحکومت بھی ایک خراب بات ہے اور اس سے بالیقین افسر ضلع اور اسطرح کے دو اور مجسٹریٹوں کے مابین مخالفت پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہمارے افسر لوگ جب کسی بھولے افسر کے بارے میں کچھ اور کہنے کی جگہ نہیں پاتے ہیں تو اس وقت کبھی کبھی انکی نوعمری کا جال پھیلاتے ہیں نوعمری فی نفسہ کوئی عیب نہیں ہے جو افسر عامل کی مانع ہو ہندوستان ایسے ملک میں جان کا ہلی اور سستی عام عیوب ہیں اگر کوئی نوعمر شخص اپنے کام سے واقف ہو تو اس سے اور بھی فائدہ تصور ہے۔ ہم روزمرہ دیکھا کرتے ہیں کہ اکثر زیادہ سن والے آدمی تجربہ کار نہیں ہوتے جس حالت میں دونوں نا تجربہ کار ہوں تو میں نوعمر آدمی کو زیادہ سن والے آدمی پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ شخص اول میں سیکھنے کی صلاحیت زیادہ پائی جاتی ہے اور شخص ثانی زیادہ اپنے پرانے خیالات میں محو رہتا ہے۔

۲۲۔ جولائی کی ایک چٹھی میں ایک فقرہ ایسا درج ہے جس سے کچھ دریافت ہوتا ہے کہ اوائل ایام میں اٹل وادنی ہر ہر افسر پنجاب پر کام کا کتدہ رہا تھا۔ برادران لارنس گویا طالب علموں کے طور پر ایک ایسے اسکول میں گئے تھے جہاں کبھی کوئی تعطیل نہیں ملتی تھی اور افسران پنجاب کو ظاہر ایک تعطیل بھی جہانک انکے معلموں کا قابو چل سکتا تھا۔ نہیں ملتی تھی یا بہر حال اس وقت تک تو ہرگز نہیں ملتی تھی جب تک وہ جی توڑ کر کام نہیں کر لیتے تھے۔ محنت شاقہ کی خواہش گو کیسی ہی کیون نہ ہو لیکن ماہ بہ ماہ جیسا جیسا انکے کاموں کا میدان زیادہ وسعت کے ساتھ انکے سامنے کھلتا جاتا تھا اسقدر انکی خواہش دور ہوتی جاتی تھی مصلحت اسی میں تھی کہ لکھو کھاتیرہ فام باشندگان پنجاب کے لیے چند گورے آدمی مبتلائے مصیبت ہوں اور بشرط ضرورت اپنے تئیں ہلاک بھی کریں اسی اصول پر جان لارنس کام کرتے تھے اور جو شخص انکی ماتحتی میں آتا تھا اس سے بھی بشرطیکہ وہ شخص اپنے بٹھانا چاہتا اسطرح کے کام کرنے کی توقع رکھتا۔ لارڈ ڈولہوئی نے صاف صاف تو نہیں مگر اشارتاً جان لارنس سے لارڈ ڈولہوئی کے بارے میں جو لارڈ ڈولہوئی کے ایک عزیز قریب اور بوڑھی ماتحتی ہیں ایک عہدہ پر ملازم تھے تو بڑی رخصت کے لیے کچھ سی کی انکے جواب میں جان لارنس نے لکھا کہ۔

اگر لارڈ ڈولہوئی ہم لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیے جائینگے تو ہم ایک امر لازمی سمجھ کر کبھی انکو رخصت نہ کیگے۔ ہم لوگوں بالاتفاق تجویز کیا ہے کہ جب تک لوگ بیارنوں اس وقت تک ہرگز رخصت کے بارے میں سی نہ کریں۔ ہم لوگوں کو اب تک بہت کچھ کام کرنا باقی ہے اور ابھی دو برس تک بھی کیفیت رہیگی۔ ایک ایک روز جو گزرتا ہے وہ ہم لوگوں کے نزدیک نہایت بیش قیمت ہے اور عہدہ افسر کی نسبت جو فائدہ خلاق کا کام کرے یہ نہیں خیال ہو سکتا کہ اس پر بڑی محنت پڑی یا انکو دوسرے بہت دنوں تک کام کیا ہمارے یہاں بہت سے آدمی بیاری کے سائیکل پر رخصت گئے ہیں اور قریب قریب ہر ہفتہ میں اسطرح کی درخواستیں آتی ہی رہتی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ انکو بر تک بھی حال رہیگا اگر بارش نے جسکی طرف سے جھکواؤ اندیشہ ہے

میں نے تین گھنٹہ دن اور نئے مباحثوں کا مقصد تھا۔ خالی سنا رہا تھا کہ اس شخص کے لیے صلاح دینے کو یہ
 ایک ہی عمدہ قاعدہ ہے۔ یہ کیا ایسا انصاف ہے کہ ایک شخص کی پشت پر دونوں سے لال کر دی گئی پانچ سو روپیہ تک جمانا ہوا
 اور اس کے مقدمہ کی کوئی تیار ہوئی تھی اور ایل و گیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے معین لوگوں نے اس سے بھی زیادہ نقصان
 پہنچایا ہوگا۔ جاننا ضرور ہے کہ اسے ایک مسٹر — تھے جو مدین میں رہ چکے تھے اور ان کے ہاتھوں سے
 میں نے بعض ایسی سیڑیوں کی نگاہ کے مقدمات دیکھے جن کا میں نے فوراً قرار کیا ... میں جانتا ہوں کہ اگر نہ وہ ایک
 انصافانہ طور سے اور خیال کو سوست دیکر کوئی مضمون لکھا جاسا اور اس کی تمام کیفیتیں مفصلاً و مشروحاً طلبہ کی جان میں اور تمام عیب
 و صواب کی باتیں راست و باطل کے ساتھ ظاہر کیا جاتیں تو خاص کر کے ایسے وقت میں لوگ انکو بڑے خفا و غوشی
 سے پڑھیں۔

جان لارنس نے ستر ہزار روپے کے ملکہ کا حسب ضابطہ جواب لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعتراض
 کے قریب قریب ختم ہوا۔ ۳۱ مارچ کو لاڈلہ کوئی کے نام آنکھوں نے جو عجیبی لکھی تھی اسی طرح اسکا ذکر کیا ہے
 ہم نے ستر ہزار روپے کی رقم کا جواب لکھا ہے اس لیے کہ حضور انکو پسند کرینگے مگر تمنا کہ ہم اور بہت کچھ کر سکتے
 لیکن ہماری خواہش ہوئی کہ جہانگیر مکن ہو اسے طرزیان کو دوستانہ رکھیں۔ مگر معاملات خواہ جنگ میں ہمیشہ نقصان اسی کا
 ہوتا ہے جو دھمکتے کے لیے لڑتا ہے۔ ملکہ اور کوہست سے فائدہ رہتے ہیں اور تو یہ کہ اسکا نام بہت بھاری ہوتا ہے۔ یہ تین
 کرنا ہوتا ہے کہ میرے علم اور نے سندھ میں نہایت حیرت انگیز کام کیا اس طرح کی دھتوں میں اور کوئی شخص جو کچھ کرنا اگر اس سے
 بہتر نہیں تو اس کے برابر ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خیال میرے نزدیک بالکل محال معلوم ہوتا ہے کہ شخص رعایا کے اوضاع
 و احوال و عادات اور زبان سے بالکل ناواقف ہوا اور اس کے ماتحت لوگ محض نام پریت یافتہ ہوں وہ ایک ملک پر دراصل اس طرح
 سے حکومت کر سکیگا جس طرح سے ستر ہزار روپے کی رقم نے میں نے جن کے میں نے سندھ کی حکومت کی ہے۔ انکو ایک بات کا
 ہمیشہ بہت بڑا فائدہ حاصل رہا کہ وہ اپنا قصداً ہی اپنے طور پر بیان کیا کرتے ہیں۔ مکن ہے کہ ایک شخص بہت سی غلطیاں
 کرے اور اس پر بھی اسے سندھ میں بہتر فرما دیا ہو۔

آفریدیوں کی شور و پستی کے مطابق جو کچھ آنکھوں نے لکھا تھا ان سے بہت اچھی طرح پر ظاہر ہوتا ہے
 کہ ان وحشی جبرگوں سے بڑا تو کرنے میں کیا کیا دقیقہ پڑیں تھیں۔ یہ دقیقہ صرف ان کے اور ان کے جانشینوں
 کے ماحولانہ انتظام سے بتدیکر کم ہوتی گئیں اور یہ تو اب تک نہیں کہا جاسکا کہ ان کا قرار واقعی مذاکرہ ہو گیا مگر ستر ہزار
 باتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سرحدی جبرگوں کے مقابلہ میں جہان جہان ضرور تھانہ کشی کی صلاح دینی
 بھی وہ غافل نہیں رہے۔

کو اسٹک کی موجودہ حالت قابل اطمینان ہونے سے بہت عید ہے۔ مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ ہمارے اسکان میں کچھ

باتیں ہیں ان میں سے کوئی بات آفریدیوں کو راہ راست پر نہیں لاسکتی ہے۔ اگر کوئی دوسری مہم غور و فکر کرنے کے بعد کافی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا جائے تو اس سے البتہ اس طرح کی کسی بات کا تصور میں آنا ممکن ہے۔ صاحب کمانڈر انچیف جنہوں نے پہلے ہی پہلی شائستگی آتے ہی کہا تھا کہ اگر میرے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوتے تو میں ایک ہفتہ کے اندر کابل کی راہ میں ہوتا اب یہ خواہش ظاہر کرتا تھا کہ صلح کے عہد نامے عمل میں آئیں اور وظیفہ مقرر کر دیے جائیں۔ اگر اس طریقہ میں بھی امن وامان اور حفاظت غالباً متصور ہو تو اسکی آزمائش کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن حضور اس بات کو خوب یقین کر لیں کہ اس طور پر نہ تو سندھیوں اور نہ افغانہ کا مدارک ہو سکتا ہے۔ جب تک ایک مرتبہ انکی محتول تنبیہ نہ ہو جائیگی اسوقت تک وہ ہمارا لوہا نہ مانیں گے اگر اس تنبیہ کے بعد ہر ہر فرقہ کے سرغنہ کو امتیاز کے ساتھ کچھ زر نقد دیا جائیگا تو اس سے فائدہ ہوگا۔ لیکن اس زر بخشی کے قاعدہ میں بھی بڑی بڑی تباہی ہیں۔ کسی ذی اختیار شخص کو زر نقد کے دینے ہی میں رعب کا کم ہونا متصور ہے۔ اس بات کا دریافت کرنا بہت مشکل ہے کہ روپیہ کسکو دیا جائے اور کسکو نہ دیا جائے کیونکہ ان لوگوں میں رعب و اختیار برابر بدلتا ہی رہتا ہے۔ جس قدر ہم انکو دیتے جائیگی اسی قدر انکی خواہش بڑھتی جائیگی۔ لارڈ کلکینڈ نے ہرات کابل اور خیبر میں اس طرح سے لکھو کھار روپیہ صرف کر ڈالا مگر اس سے بہت کم بلکہ کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ جس حالت میں کمانڈر انچیف صلح کی صلاح دے رہے ہیں تو ایک پوٹیکل افسر کے لیے فوج کشی کی صلاح دینا بہت مشکل ہے۔ آفریدی لوگ اسوقت بھی ہم سے برہم ہیں اگر انکی تنبیہ کی جائیگی تو اس سے کچھ زیادہ برہم ہوں گے مگر یہ البتہ ہوگا کہ وہ ہم سے ڈرنے لگیں ہماری طرف سے بطرح اسوقت بخوف ہیں ویسے بخوف نہ رہیں گے۔ سرگالین کپتین کی ایک چٹھی میرے پاس آئی تھی اسکو میں اپنی اس چٹھی کے ساتھ منسلک کرتا ہوں اس چٹھی سے ظاہر ہوگا کہ آفریدیوں کے بارہ میں اُنکے خیالات کیا ہیں اور جدید غیر قوا عدوان سپاہ اور ہمارے ویسی پیادوں کے مابین مابہ الامتیاز کیا ہے۔ مجھکو تو بذات محل اول قسم کی سپاہ کی افضلیت پر علی الخصوص کوہستان کے تمام کاموں کے لیے کامل اطمینان ہے۔ ہمارے اودھ کے لوگ اس ملک کے لوگوں کے برابر نہیں ہیں اگر ایک ایک آدمی کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ اس بات سے ہر دو فریق واقف ہیں جب کمانڈر انچیف نے تھوڑے زمانہ کے لیے جان لارنس کو تنگ کرنا موقوف کیا اور انکو فرصت ملی تو چیمپیسون اپریل کو انھوں نے ممالک مغربی و شمالی کے نامی گرامی ٹھنڈ گورنر مینسن صاحب کو ایک ایسے امر کے متعلق جو خاص انھیں کے مذاق کا تھا ایک چٹھی لکھی یعنی اسمین دریافت کیا کہ کل ملک پنجاب کی مالی بیابلیش اور بندوبست کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ اس زمانہ میں اس معاملہ کی تجویز ہو رہی تھی۔ معاملہ مذکور نہایت دلچسپ اور ضروری ہے کیونکہ ایک ایسے ملک کے لیے جو پہلے پہل شامل سلطنت کیا گیا ہو بندوبست ہر شے کی بنیاد ہے اس لیے میں انکی چٹھی کا صرف آخری فقرہ محول کرتا ہوں۔ اسی طرح جس امر کی استدعا کی گئی تھی اسکو اشخاص متعلقہ کی آئندہ حالتوں سے بہت کم لگاؤ تھا جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔

براہِ عمرانی مجھکو اس بات سے آگاہ کیجیے کہ ان باتوں کے بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے اپنی رائے میں نے کامل طور

ہوئے جن بھلائی کے ایک اعتراض یہ قائم ہوا ہے کہ اس سے انکی جائز خدمات کے انجام کرنے کا وقت اور بھی نہ ملے گا۔ انکو اتنا وقت نہیں ہے کہ سپاہی اور پیادے دونوں کا کام کریں۔ اگر انہیں غلندی اور واقعیت ہو تو بھی وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتے جن اور اس کا نتیجہ ہو گا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرو گذاشت ہوگی۔

مندرجہ ذیل فقرہ اس امر کے اعتبار سے بالخصوص و بچسپ ہے کہ لاؤ ڈکون کی نسبت علی العوم صیبا خیال کیا جاتا ہے اسکے مطابق لاؤ ڈکون موصوف نے جاگیر داران جناب کے بارے میں سختی نہیں کی تھی۔

جاگیرداروں کے متعلق حضور نے حال میں جس انتظام کی ہدایت کی ہے اس سے بڑا اطمینان ہوا اور پیادہ سپاہی بھی بڑھ گیا۔ ایک سکھ سردار نے مجھے کہا کہ ہم لوگوں کو اس سے زیادہ ملا جو رعیت سکھوں سے تھا اور سپاہی تمام خدمتوں کے ہلوگ صاف کر دیے گئے۔ اسے بیان کیا کہ جب ہری سکھ جو سکھ سرداروں میں سب سے زیادہ بہادر تھا ناخاندان کے خلاف جنگ کرنے میں مارا گیا تو رعیت سکھوں نے انکی ازواج کو اس وقت تک قید رکھا جب تک انھوں نے تنہائی کی دولت چاہنے نہ بھلا دیا۔ سکھو اطمینان ہے کہ خصوصاً انکی تنہائی سے بھی لوگ خوش ہو گئے علی الخصوص جمہور عوام کو تو اور بھی زیادہ خوش ہوگی کیونکہ اس بنا پر اسے اس کے مقاصد اصلی کو بہت جلد قائم ہو چکا۔ اب ہلو صرف اس بات کی خواہش باقی رہی کہ ملک میں بہترین جاری ہو جائیں۔ اگر خدہ کو اس بارے میں کوئی شک ہو تو سرسری طور پر حضور کے امان میں تشریف لائے۔ وہ منع ہو جائیگا۔ رابرٹ پیپر میاں اپنے کام پر چین افسوس بچارے کی بی بی خال ہی میں انتقال کر گئی۔

فقتت چینیوں کو جنھوں نے چار برس تک سندھ میں کام کیا تھا اور اس مدت کا زیادہ تر حصہ مول کلون میں صرف ہوا تھا اور جو اس زمانہ کے بعد جان لاؤشن کے بہترین مانتھین جناب ہونے والے تھے انھوں نے دو طولانی چھپان لکھیں اور انہیں انتظام سندھ کے مفصل حالات کی نسبت استفسار کیا کیونکہ انھوں نے چار برس چین کے مولوں سے اپنے تئیں پہچاننے کی حالت میں اس بات کو بہتر سمجھا کہ کوئی قیمتی چیز کے ملک میں قائم کیا جائے۔ میں انہیں سے بعض منتخب فقرات محول کرتا ہوں علی الخصوص وہ فقرات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفصل حالات دریافت کرنے کا انکو کس قدر شوق تھا اور جس شخص کو وہ جناب میں بلائے تھے انکے حالات پہلے ہی میں شہر کا وہ دریافت کر لیتے تھے یا وہ فقرات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ سندھ پر انھوں نے کس راتبا بازی سے نگاہ رکھی اور انکی خواہش یہی رہی کہ انکے مریض کی حکومت میں جو بات عمدہ ہو انکی تشریف کریں اور جو بات خراب ہو انکو چھوڑ دیں۔

میں آپ سے یہ بات دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سندھ میں کچان پٹیکٹ کس طرح کے افسروں کے آؤدہ لائن افسروں کے آؤدہ مالی معاملات کو جیسا چاہیے دیا سمجھتے ہیں۔ آیا وہ بتائی ٹھیک یا ٹھیک کی جھنڈی سے واقف ہیں براہ مہربانی اس سوال کا جواب دیجیے اور یہ بھی لکھیے کہ آیا وہ داغ و باغ جسم قوی رکھتے ہیں یعنی یہ کہ وہ آیا محنت شادہ کر سکتے ہیں یا کر سکیں گے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ گذشتہ موجودہ انتظام سندھ سے بھلو آگاہ کریں گے یعنی یہ کہ سرچارلس نیپئر کے عہد میں کیا انتظام تھا اور پرنس صاحب کے زمانہ میں کیا انتظام ہوا۔ علی الخصوص آپ سرچارلس نیپئر کے انتظام سے زیادہ تر اطلاع دینگے۔ وہ ایک اول درجہ کے سپاہی اور بالعموم بڑی لیاقت کے آدمی ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ بیون صیغہ کی فردی باتوں کا کیونکر مذہب کر سکیں گے انکو رعایا کی زبان و سورات یا عادات اور مالی محصولات یا پولیس کے انتظامات سے بالکل واقفیت نہیں تھی حالانکہ یہ پچھلے دونوں باتیں صرف شعور اور سلیقہ پر منحصر ہیں۔ میں اُنکے سیکرٹری برٹون صاحب کو خوب جانتا ہوں۔ وہ ایک اچھے شخص ہیں لیکن سیکرٹری کے کام کے لیے تو فی الواقع وہ ناموزون تھے۔ پھر سب سے مقدم بات یہ ہے کہ اُنکے افسران خلع کو بیون معاملات کی تعلیم حاصل نہیں ہوئی۔ میں مقرر ہوں کہ جبوقت میں ان سب باتوں کا خیال کرتا ہوں تو بھلو انتظام سندھ کی ان غلطیوں ہی پر جو بیان کجباتی ہیں تعجب نہیں ہوتا بلکہ بھلو تو اس بات کی حیرت ہے کہ کوئی ایسی بات عمل میں آئی ہو جسکو انتظام کہا جاسکتا ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے سنا تھا کہ الگزارہی اراضی بذریعہ اجناس وصول کجباتی تھی اور اسکی تعداد ہر موضع میں مقرر نہیں تھی بلکہ جاتی ہو جاتی تھی۔ لیکن شاید حال میں سہ سالہ بندوبست کیا گیا ہے۔ آیا یہ امر صحیح ہے اور اگر ایسا ہے تو یہ ثباتی کا قاعدہ کب تک جاری رہا آپ نے اسکو جاری ہی کیوں رکھا کیا اس میں کوئی خرابی نہیں واقع ہوتی تھی۔ آیا گورنمنٹ اور رعایا دونوں کو جانتے تھے یا صرف گورنمنٹ ہی جانتی تھی۔ محصولات کی قسم سے آپ کیا کیا وصول کرتے تھے آیا صرف تجارت داخلہ و خارجہ کی محصول تھا یا اہدای کا بھی محصول لیا جاتا تھا۔ آیا شہروں میں بھی چکی لگواتی تھی۔

قاعدہ پولیس کچا اسکا بھی بیان کیجیے۔ جو ڈیشل صیغہ میں اسٹنٹ ڈسٹرکٹ افسر اور گورنر تھے گرومانہ فقیر کسکو تھا آیا ڈسٹرکٹ افسر کو یا اسٹنٹ کو یعنی یہ کہ آیا اسٹنٹ لوگ تمام فروعات اور ڈسٹرکٹ افسر ایک قسم کے جج کے طور پر کام کرتا اور اپیلوں کو سنتا تھا جیسا کہ مدراس میں میرے نزدیک قاعدہ ہے یا انکو ہمارے بنگال کی طرح افسر خلع کو عالمانہ کاموں کی جوابدہی تھی اور اسٹنٹ لوگ صرف اسکی مدد کرتے تھے اس صورت میں اپیلین کون سنتا تھا۔ اگر گورنر سنتے تھے تو ہر اپیل کا انگریز ترجمہ ضرور داخل ہوتا ہوگا۔ اسکا وقت آپکو کہاں سے ملتا تھا آیا گورنر کبھی خود بھی کچھ ہی کرتے تھے اور اگر کرتے تھے تو کس قسم کے مقدمات اُنکے یہاں تجویز پاتے تھے۔ جو مقدمات ہمارے یہاں کے کیشنرون کو سپرد ہوتے ہیں وہ کیونکر تجویز کیے جاتے تھے صیغہ مال کے متعلق آپ سندھ کی اصل آمدنی کیا خیال کرتے ہیں۔ بیون صیغہ کے اخراجات مع خرچہ سپاہ پولیس کیا تھے میں آپ سے تمکک اصل تعداد نہیں پوچھتا ہوں آپ صرف اندازاً لکھ دیجیے وہی کفایت کرے گی۔ مثلاً یہ کہ اگر آمدنی چالیس لاکھ تھی تو خرچ اسکا آدھا تھا یعنی چوتھا تھا۔ جو وقت فرصت ہو مہربانی کر کے اول وقت آدم گنٹھ صرف کر کے اس جہی کا جواب لکھ دیجیے گا۔ پس جنمیں صاحب کے لیے یہ ایک بڑے طولانی ”آدم گنٹھ“ کا کام دیا گیا تھا لیکن اُنکا جواب دس دن کے اندر یعنی واپسی ڈاک کے وقت تک پہنچ گیا اور جان لارنس اور بہت سے سوالات اور اشارات کا دریا بہا سکے۔ انہیں چند باتیں اقتباس کر کے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

جب لارڈ لائسنس نے سیاحت دریا کے لیے گئے اور سر چارلس میسز کو ایہ حیثیت گوارہ فرمائی کہ ان کی تمام سیاحتیں کرنے کے
 قوائیہ میں سے فوج کی خواہش کی بابت گورنمنٹ کے حکم کو اپنی مرضی سے منسلک کر دیا۔ اسی کار کا اس طور پر غصہ کر لینا
 سر اسٹرنکلی تھا جس کو سر چارلس نے واپس لے کر سخت شہرہ نامی کی اور سر چارلس نے اسی وقت اپنا استعفا داخل کیا
 اور پرنس آف ویلنگٹن نے جو پہلے ان کے ہندوستان جانے کے لیے بہت مصر ہوئے تھے مگر اب بلا تامل یہ کہہ
 کر وہ غلطی پرین انکا استعفا قبول کر لیا الغرض وہ نامی گراوی تجربہ کار کامل سپاہی اس طرح پر ہندوستان سے چلا گیا
 انکا اقبال جو درحقیقت کئی بڑے بڑے دنوں تک پیکارا تھا اب آخر کو عین ہندوستان میں لوغان کے وقت غروب
 ہو گیا۔ وہ اپنا حصہ باندھ کر نرون کو شائع کر کے برابر نکالتے رہے تاکہ ان کی شہرہ گزیر روح نے قبر کے اندر جا کر قرار
 لیا۔ اس زمانہ میں جان لارڈ لائسنس نے جو عیسائی تھے ان میں سے بعض بعض کے اقتباسات اس مقام پر
 درج کیے جاتے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوگا کہ جان لارڈ لائسنس کے ذاتی تعلقات ان دو بڑے مخالفوں سے کیا تھے
 اس زمانہ کے سب سے زیادہ اہم حالات پر ان کی کیا رائے تھی انہوں نے انکو کس طرح کا تعلق رہا اور ان کی علالت
 اور صحت دونوں حالتوں میں انکو کیسی کیسی خدمتیں انجام کرنا پڑیں اور کس خوشی سے ان خدمتوں کو انہوں نے
 قبول کر لیا۔ ذیل میں انکا خیال سرحدی فوج کے مسئلہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے یہ خیال ان کے بھائی کی رائے
 اور اس رائے سے بھی جو آخر کو بحال رہی مختلف ہے۔

بنام لارڈ لائسنس

۱۱ دسمبر ۱۸۴۹ء

محترم لارڈ لائسنس ایک عظیم ترین اور یہ کہ ایک عظیم معلوم ہے کہ وہ ایمان سے کب تک جائینگے میرے بھائی نے
 سرحد اور غیر قواعد ان سپاہ کے بارے میں جو یادداشت انکو لکھی تھی انکا ایک انہوں نے جواب میں دریافت کیا
 ملاقات ہونے کے بعد میں نے اس معاملہ میں بہت کچھ خود کیا اور میں متوجہ ہوں کہ میرے نزدیک انکا اندر جو حقیقت
 خود سرحد پر انتظام رکھنا میرے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کا انتظام عمدہ ہے اور اگر جو بھی تمام انکی تخیل کے بجائے
 تو اس سے محال ہے جو تصور ہے لیکن مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر ہم کو وہ کام کرنا پڑا تو بمقدور کام کی خواہش ظاہر کی جاتی
 ہے انکا صرف ایک حصہ انجام ہو سکتا ہے جو فوجی اخراجات کی طبع نہیں ہے بلکہ اصل قویہ ہے کہ میں اس سے نمٹ کر
 کرنا ہوں۔ ہر ایک کیوں اور پھر لیکن افسر کو ایسے حالات میں دست اندازی کرنا پڑے گی وہ گویا اپنی گردن رسی سے
 بندھا دیگا۔ عزت اور فائدہ تو فوجی حکام کو حاصل ہوگا اور بدنامی اور نقصان جو پھر لیکن افسروں پر پڑے گی۔ میں نہیں
 کرتا ہوں کہ غیر قواعد ان سپاہی بنسبت قواعد ان سپاہیوں کے تمام عارضی لڑائیوں کے لیے زیادہ موزوں
 ہیں لیکن مجھ کو دل سے یقین ہے کہ اگر غیر قواعد ان سپاہی ہماری لامتناہی سرحد کے محافظ رہے تو قواعد ان

میں

سپاہیوں کے بہترے افسر جیسا چاہیے اور جیسا خواہ مخواہ ضرور ہو گا ہماری اعانت کے لیے طالب کیے جائیں گے
میں چاہتا ہوں کہ فوجی افسر اپنا اور سول افسر اپنا کام کریں۔ سرحد ایک خطہ کا مقام اور اس واسطے عزت کا مقام
ہے اور اس کا ہم لوگوں کے سپرد ہونا خلاف قاعدہ ہے۔ پنجاب میں ہمارے پاس قواعد دان اور غیر قواعد دان
سب ملا کر چوں ہزار فوج ہے اور تین ہزار سے کچھ ہی کم نئے آدمی بھرتی ہونے والے ہیں یہ تعداد میرے نزدیک
ایسے ملک کے لیے زائد از ضرورت ہے۔

ایسے تین روز کے بعد پھر وہ اسی رنگ میں لگتے ہیں کہ۔

گمانڈر ریجنٹ کل روانہ ہونے والے ہیں جب تک میں خیال کر سکتا ہوں وہاں تک تو مجھ کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فوجوں
کی تقسیم اندنی چھادیوں کی بابت فیصلہ کرنے کے لیے وہ سابق سے کچھ زیادہ آماندہ نہیں ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر فوراً
کام شروع نہ کر دیا جائیگا تو اس سال بہت کم کارروائی ہو سکیگی۔۔۔ بلکہ کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ اگر پنجاب میں سول گورنمنٹ ہوگی
وہ جسے وہ چاہتے ہیں کہ تمام فوجیں وہیں جمع ہوں تو یہ خواہش کس خیال سے کرتے ہیں کہ ساری جمیعت ترک پٹنہ اور ہی پٹنہ
اور ملک کے پانچ حصوں میں سے چار حصے فوج سے بالکل خالی چھوڑ دیئے جائیں۔

میرے نزدیک شاید اب وہ خیال کرنے لگے ہیں کہ قاب سگو دیا خوفناک اور جنگ پر آمادہ نہیں ہے جیسا وہ تصور
کرتے ہیں۔ میں کل لاہور سے سیالکوٹ کو روانہ ہوں گا اور ہمارا جہ سے ایک بار ملاقات کر کے پلٹ آؤں گا۔ مجھ کو معلوم ہوتا
کہ دس دن مجھ کو لاہور سے غیر حاضر رہنا پڑیگا۔ میان ایک خبر یہ مشہور ہوئی ہے کہ تیسویں ہندوستانی پلٹن نے وزیر آباد میں
بلوہ کیا ہے لیکن مجھ کو یقین ہے کہ یہ خبر بالکل آئینہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کی پر اسے بہت معج ہے کہ بلوہ دہلی
فوج کثرت سے جمع نہ کرنا چاہیے۔ بریکنگ سب ظاہر میں اسے معلوم ہوتے ہیں آٹھ یا دس فوجی حصوں کا ایک جگہ رہنا
اچھا نہیں ہے۔ اس میں خطرہ تصور ہے علی الخصوص ایسی حالت میں جب انکو کوئی کام کرنا نہیں ہے۔

پیر ۳۔ جنوری ۱۹۵۲ء کو وہ لگتے ہیں کہ

جس طرح سے گمانڈر ریجنٹ فوجوں کو تقسیم کر رہے ہیں یا یہ کہیے کہ انکو چھوڑتے جلتے ہیں اس سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی بلوہ ہو جائے اور وہ اوپاک کر اس بلوہ کے دور کرنے میں ناموری
حاصل کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ سول گورنمنٹ کے لیے اس قدر فوج کا نہ ضروری ہے اور آپریشن و افغانہ اور گلاب سنگھ
حوالہ دیکر انکو جمع کر رہے ہیں۔ سول کام کے لیے مزید فوجی حصوں کے طلب کرنے سے حضور کو تعجب ہو گا۔ لیکن اگر
قواعد دان سپاہ متفرق رکھی جائیگی تو پھر اس بات کی ضرورت نہوگی اور وہ بھی اس وقت جب سول خدمت ان سے
نہ لیجائے۔ اس صورت چھ ہزار پیدل اور ۲۵۰۰ سوار میرے نزدیک کافی ہوں گے۔ حضور کو معلوم ہے کہ سرحد کی خطہ
کے بارے میں میری کیا رائے ہے۔ سول افسروں کے سرحد کی حفاظت کرنے میں جو بڑے بڑے اعتراضات عام

(جنوری ۱۹۵۷ء) سے ظاہر ہوتا ہے بدلائل اس کو ثابت کیا۔ سرحدی فوج اور چا و نیون ایکڑ زمین کے قبضہ دہی معاملات اسی طرح سے ناتمام رہ گئے اور ان کے بارے میں کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ فیصلہ دان گنگ تھان اور بیت نگک وہ کلام کرنے پر آگاہ کیا جاسکتا اس وقت تک تمام انتظامات ضرور بالضرور معطل رہنے والے تھے جس طور پر یہ معاملات ختم ہو سکا حال میں ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے بیان کر سکتا ہوں جو اس موقع پر موجود اور ایک برسے درجہ تک اس کام میں شریک تھا۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس قضیہ کو ایک کسی نے یہ بیان کیا ہو گا اور ستر سالوں میں شہر کی خاصیت اس سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

جنس ستر چارلسن نیپیر کے قیام لاہور کا زمانہ قریب اختتام تھا تو ایک روز حسب اتفاق ہر سربازان
اور انگلشی صاحب جو اس زمانہ میں قسمت لاہور کے گزرتے تھے میچ کی سیر کو نکلے اور راستہ میں کچھ فاصلہ پر انھوں
دیکھا کہ گائڈز انجینئر اور ان کے اساتذہ کے لوگ بھی سیر کرنے جاتے ہیں۔ ہنری نے جان سے کہا "چلو اس
سیر سے گائڈز انجینئر کے پاس چلی چلیں اور لاہور کی عبادتوں کی بابت ان سے کہیں کہ آخر آپ کچھ جواب دینگے
یہاں میں بلچا پنہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ستر چارلسن نے کہا کہ "آپ یہی بات دریافت کرنا چاہتے ہیں کچھ عبادتوں
کمان نہیں گی بہت اچھا آپ لوگ میرے ساتھ چلیں" اور یہ لکھڑا انھوں نے اپنے گھوڑے کو زور سے تھپکایا
اور سرسٹ وڑا رستے ہوئے میں چارلسن باہر نکل گئے۔ ان کے اساتذہ کے لوگوں نے جہانگ مکھن جھکا کر انکا
ساتھ دیا اور ہنری لائسن جان لائسن مینٹل صاحب اور انگلشی صاحب جو غالباً کچھ لمبے گھوڑوں پر سوار تھے
جہانگ مکھن کے ساتھ پیچھے دو بھی گئے۔ یہ دوڑ بالکل مثل جان گلین کے تھی جہاں سائیں اور ٹرک کے تھیلین
چھڑ پڑ پکارنے والے تو تین تھے لیکن سارا اسی طرح کا تھا اور یہاں سول اور فوجی حکام پنجاب کے بڑے بڑے نامی لوگ
تھے سارے کوڑے جہانگ نے بیچ میدان میں جا کر اپنے گھوڑے کی لگام اس طرح سے روکی جس سے ظاہر
مسلموں ہو کہ اتفاق سے وہاں گھوڑا ٹھہرایا گیا اور اتنی دود و ڈرنے کے بعد گھوڑے کے تھمتے ہی انھوں نے
پسینہ میں ڈوبے ہوئے گھوڑوں اور ہانپتے ہوئے سواروں کے دیریاں سے چلا کر کہا کہ "آپ لوگوں نے
مجھے پوچھا تھا کہ عبادتوں کمان نہیں کی حویں بتانا ہوں کہ اس مقام پر نہیں گی۔" بھتمتی سے جس تمام پانوں
نے ایک چپڑ زمین کا کھودا تھا وہ خاص کر کے دلدل اور وبائی مرض خفاش کے لیے بڑا ہوا نکلا۔ لیکن حکم صادر
ہو چکا تھا اور ان انجینئروں نے جو تعمیر کے کام پر مقرر ہوئے تھے صرف اپنے اختیار سے تجاوز کر کے عبادتوں کو
سیدر دیکھتے تھا دیا یہ جگہ بھی ویسی ہی کیفیت تھی مگر بقابلہ اسکے سیدر رفعت تھی۔ الغرض یہاں فیکری کشور عبادتوں
کی ابتدا یہ ہے۔

جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو ستر چار لاکھ کو اس نے نوبی دورہ پر آگے بڑھنے کا موقع مل سکا یہ جان لائرس

ساتھ لیکر وہ جیون میں گئے اور وہاں گلاب سنگھ سے ملاقات کی۔ اُنکا ہمارا ہی بیان کرتا ہے کہ مکملاً مبرا تھیں ایک نیک اور خلقی شخص اور ہیبت ناک مہاراجہ شاید بہ نسبت اور کسی زمانہ کے زیادہ تر خلق اور پسندیدہ خصال پائے گئے۔ جب سرجنرل لارڈ لائٹس اور آگے بڑھے اور وزیر آباد جملہ راولپنڈی اور پشاور کو گئے تو اس امر کا خیال کر کے اسی زمین کو اسکندر اعظم نے بھی ملے کیا تھا اُنکو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ وزیر آباد میں جا کر اُنکے خیال کے مطابق ہندوستانی سپاہیوں میں بوسے بناوت پیدا ہوئی اُنکو آزدہ ثبوت ملا اور پشاور میں جا کر جانچ لائٹس سے جو وہاں کے آخری تھے اُنسے بڑی دوستی ہوئی۔ گو ایک لارڈ لائٹس وہ بھی تھے اور گو ”صلاح دینے کی کوشش“ کر کے جرم میں جو قابلِ غور نہیں تھا مجرم تھے مگر اسپر بھی سرجنرل لائٹس نے اُنکو ایک بہت معقول شخص ”بیان کیا ہے۔

کچھ مختصر فوجی کارروایاں شہور درگواٹ کے آفریدیوں کے اسلاد میں اسی زمانہ میں شروع ہوئی تھیں۔ ان وحشی پہاڑیوں نے اقرار کیا تھا کہ ایک رقم معینہ کے غنے پر ہم اپنے علاقہ کی کچھ زمین سرک بنانے کو دینگے لیکن جب سبسے مینا کے کچھ لوگ اس کام میں جا کر مشغول ہوئے تو اُنہوں نے اپنی معمولی عادت کے مطابق رات کے وقت جا کر انہر حملہ کیا اور جن جیون میں وہ دیکھے ماندے لوگ پڑے سوئے تھے اُنکے اُنکے کافالین اور قبل اُنکے کہ وہ بیچارے انہیں سے نکلنے پاتے چہرے مار مار کر اُنکو ہلاک کر ڈالا۔ سرجنرل لائٹس ان کارروائیوں میں شریک ہوئے جو انہیں چندان قابلِ محاذ نہیں ہیں مگر صرف اس مزاح لفظی کے اعتبار سے قابلِ یادگار ہیں جو تلواروں کے میان میں داخل ہوتی ہے پیدا ہوئی تھی۔ کیونکہ مکملاً مبرا تھیں کیا بیان ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تو دونوں رجنٹیں جو اس ہم پر بھی گئی تھیں بوزڈ کی حماقت سے ہلاک ہو جاتیں اور اُنکے جواب میں بوزڈ کا یہ بیان ہے کہ کوئی بھاری لڑائی ہونے ہی نہیں پائی اور بالخصوص اُنکے کہ سرجنرل لائٹس فوج محافظ کی حفاظت کرتے وہ خود گولہ و پالک کی حفاظت میں پشاور کو روانہ کیے گئے۔ بہر حال اس عظیم الشان بوزڈ سپاہی کو آگ کے بیچے لے کر یہ بھلائی ملے ملا تھا اور اپنے فوجی دور میں گو وہ ایک طوفانی طریقہ کا تھا اقل درجہ اُسے ملک کو دو فائدے پہونچائے۔ ایک تو یہ کہ مکملاً مبرا تھیں کے ساتھ کوچ کے وقت بطور معمول جو فضول سامان چشم و خدام ساتھ ہوتا ہے اور جو اکثر اپنے راستے کے ضلوع کو ٹیڑیوں کے بادل کی طرح چاٹ جاتا ہے وہ کچھ زمانہ کے لیے موقوف رہا اور شاید لارڈ لائٹس کو اس بات پر ادا وہ کرنے میں اُنکو کامیابی حاصل ہوئی کہ کچھ گورکھاؤں کو فوج میں داخل کر کے ہندوستانی سپاہیوں کی سازش کا خطرہ کم کر دیا جائے صاحبِ موصوف نے بقول خود پریس کی طرح ہیبت ناک چھوٹے غازیوں کی تلوار کو زیرِ وزر کر دیا۔ اور اس آزمائش میں باوصف لارڈ لائٹس اور پریس کی غلط فہمیوں کے آخر میں نہایت کامیابی حاصل ہوئی۔ ہماری سلطنت کے جس حصہ میں گورکھا سپاہی تیج آزمائی کے لیے طلب کیے گئے وہاں اُنہوں نے ہماری اعانت کے متعلق نہایت عمدہ خدمتیں انجام کیں۔

انکا شکرا کر ڈالتے۔

یہ سب بڑی بڑی تدبیریں جو عمل میں لائی گئی تھیں انکا نتیجہ بہت جلد ہی پیدا ہوا کہ جب عوام کی اصل آسائش میں کمی ہوئی اور وہ لوگ ہماری حکومت سے راضی نہ ہوئے جائینگے فاتحوں کی حیثیت سے یہ کم نہیں ہے۔ جن لوگوں کا اختیار ہم نے جیسے کہ انکو اپنا مطیع بنایا ہوا انکی موجودہ نسل ہم سے مواخت کرے۔ سپاہیوں اور دفاتر کے ملازموں کے ایسے بڑے بڑے گروہ ہیں جو اس انقلاب سے بے روزگار ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے زور یا سازش سے فوراً برپا کرنے میں اسی وقت پہلوئی کرینگے جب انکے لیے کوئی پیشیت پیدا ہوگی۔ یہ عظیم الشان تباہی نے بغیر کسی شور و شر کے عمل میں لائے گئے ہیں۔ انکا حال خاص ہمارے ہم وطنوں میں سے بہترینوں کو نہیں معلوم ہے انہیں فوجی فتنہ کی کوئی شان و شوکت نہیں ظاہر ہوئی لیکن انہیں شک نہیں کہ جن لوگوں کی فائدہ رسانی کے لیے انکی عملدہ آمد ہوئی وہ لوگ بخوبی سمجھتے اور انکی قدر کرتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ملک پنجاب کی حالت ایسی نہیں ہے جو یول گورنمنٹ کے لیے موزوں ہو یعنی یہ کہ اس پر فوجی قانون کے ذریعہ سے حکومت ہونا چاہیے اور اسکے باشندوں کو گورنٹ مارشل کی برکتوں کا پابند کرنا چاہیے۔ ہیکہ امید ہے کہ جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں وہ صرف اپنی ہی پیشین گوئیوں کا طور نہ پائینگے۔ ہم نے قریب قریب انہیں کی خواہشوں کو لکھ دیا ہے۔ انتظام پنجاب کی کارروایاں جس مدد اور اعانت کی مستحق ہیں اور انکی تدبیریں جس مدد اور اعانت کا نتیجہ ثابت کرتی جاتی ہیں صرف اسکے پوچھنے کی ذریعہ ہے اور جو وقت یہ بات حاصل ہو جائیگی تو ہم بخوف و خطر پیش گوئی کر سکتے ہیں کہ ملک میں رفتہ رفتہ امن و آمان قائم ہو جائیگی اور ملحد وسط ایشیا کی شاہراہ اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی بگڑا ہونے سے جو دولت اور آسائش دونوں سے اس پر حرام ہو گئی وہ پھر عود کرنے لگے گی۔

سرکاری افسران ہند کے اطمینان کو یہ بات بہت عمدہ ہوئی کہ جن کاغذات کا میں نے اوپر بیان کیا وہ سب ۱۸۵۹ء تک انہیں سے ایک بھی پیش نہ ہونے پایا۔ کیونکہ بڑے بڑے مخالف اس مینے میں سب بھگام لاہور اگر تیار ہوئے تھے۔ جس صوبہ کو گورنر جنرل نے شامل سلطنت کیا تھا اسکی دارالسلطنت میں اس موقع پر پہلے ہی پہل انہوں نے قدم رکھا تھا۔ انہری لارنس انکے استقبال کے لیے بہت عجلت کے ساتھ کشمیر سے واپس روانہ ہوئے اور سرچارلس نیپئر جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں اپنے فوجی دورہ کی تقریب سے وہاں آئے۔ چونکہ وہ دونوں مخالف شریک تھے اسوجہ سے دونوں ایک جگہ آ رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید انکے ایک کھمبے آجانے کی چندان خواہش ہوتی اور سرچارلس نیپئر نے ظاہراً اپنا زیادہ وقت لاہور کی ان قلعہ بندیوں کی توضیح میں صرف کیا جو پوز ڈونے تجویز کی تھیں اور برخلاف انکے اپنی رائے کے مطابق دوسری قلعہ بندیوں کی تجویز میں بھی وہ مصروف رہے۔ یہ ایک اس قسم کی دلگی تھی جسکے متعلق باہم مابعد انہری لارنس نے انکو اپنا دشمن بنایا اور جیسا کہ اخبار کلکتہ نے نوپور کے صفحات

بیشمار جاگردن کی نوعیت جانچی اور کیفیت لکھی گئی اور ان کا سا ملہ طے کیا گیا۔

صفحہ

جاگیرداروں اور قابضان املاکیات کے مابین جو نزاعیں پیدا ہوا کرتی ہیں انکی تحقیقات اور فیصلہ کے لیے قواعد و مقررات کیے گئے۔ جو جن کے سبب کچاچ کے گئے اور جائزہ لینے کے بعد برائیاں کٹنے لگے جو لوگ نوکر رکھنے کے قابل تھے انکی پولیس کے سواروں میں بھرتی کی گئی اور انکی خواہ گورنمنٹ کے ذمہ قرار دی گئی۔ جو اراضیات بطور مدد و معاش انکے نام مقرر کی گئی تھیں جنہیں سرکار چوڑی۔

آئندہ موسم سرما میں جو مساحت ہونے والی تھی انکے مقدر کے طور پر کافوقی نشان دہی اور حد بندی کرنے کے لیے افسر مقرر ہوئے اور ملک میں جو اراضیات معافی تھیں انکی تحقیقات کے لیے قواعد و ترتیب اور شاخ کیے گئے تجارت و اخلاقیات خارجہ پر جو محصولات لگائے گئے تھے وہ سب موقوف کیے گئے اور صرف ملک کے حصول کو جو دور در بین لگایا گیا چوتھو درجہ میں لکھو والی اور گودام ملک کی بلبر داری کا حصہ بھی شامل ہے (پنجاب کی کل تجارت آزاد کر دی گئی۔ صرف ان محصولات سے ہر سال کو دس لاکھ آمدنی تھی مگر شاید انکے موقوف ہو جانے سے بے پایا کے حق میں انکا دو چند فائدہ پہنچا ہوگا۔

اس بات کے متعلق میں تبصرہ میں مل میں لائی گئیں کہ چرانے سکے متروک کیے جائیں اور انکے بدلے کہیں کا سکہ رواج نہ پڑے اس اختتام سے تمام موجد کو گون مل انصوص کا شکار دن کو جو فائدہ پہنچا اسکا بہت آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نوکر یہ لوگ اکثر اپنی پیداوار کو ایک طرح کے سکے پر بیچتے اور لگان ادا کرنے کے لیے انکو دوسرے قسم کے سکے سے بدلتے تھے۔ پھر تاکہ شاہی روپیہ اکثر اس قسم کے سکوں کا رائج تھا اور پورے پچاس طرح کے دوسرے سکے تھے۔

اس بات کا بھی بندوبست کیا گیا کہ قدرتی سہولت کے ساتھ چرانے بیٹوں اور بیٹانوں کا رواج منکست کر کے انکے بدلے تھے پیانے اور نئے تہہ جاری کیے جائیں کیونکہ چرانے نہ جانے اور بیٹے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں طرح طرح کے تھے۔

گورنمنٹ نے پانچ لاکھ روپیہ ملکی اصلاحوں کے لیے علیحدہ کر رکھا ہے۔ اگر وہ ہر سال اس رقم کا پانچ گونہ پورے دس سال تک نمی سرکون اور نمی نہروں کے لگانے میں صرف کرتی رہے گی تو غالباً اس زمانہ کے ختم ہونے کے بعد آمدنی میں اضافہ ہو جائیگا اور بنسبت اس امر کے کہ میں ہر آدمی اور فوج میں داخل کیے جائیں اس خرچ سے امن و امان اور حفاظت کے متعلق زیادہ فائدہ ہوگا۔ یہی ستر دن کا عملہ نامی سے خرچ کیا جاسا ہے اور بارہی و تابین انچیز دن کے گرد و پائش کے لیے اہل کچے ہیں۔

ہزارے افسروں نے عہدہ زمین جو صحیح تشخیص کی تھی وہ ہمیشہ موجودہ قائم رکھی گئی اور بہان بہان شکایات یا سولاج کے تحت انتظام میں تشخیص نہیں ہونے پائی تھی وہ اس سال کے آخر تک پوری کر دی جائیگی۔ اس مذکورہ خرچہ اشخاص بہت خوشی سے قبول کر چکے کیونکہ انکے سوا دوسری صورتوں میں جادگی یا گزاری سرکار وصول کرنے والے اشخاص

بہت زیادہ خرچ

لارڈ کزنس محرم جلد اول

تاریخی ظاہر ہوئی تھی وہ ایسی حالت میں حق بجانب تھی۔ لیکن سرکار کزنس نے جیسا کہ مابعد برسوں میں انگوٹھوں
 ہوا اسکو برکار کزنس ملٹون کا اچھا خاصہ بلوہ قرار دیا اور یہ لکھا کہ اگر میں اس مقام پر موجود نہ ہوتا تو اس سے ہماری
 سلطنت ہندوستان کا خطرہ تصور تھا حالانکہ لارڈ کزنس جو اس سلطنت کے قیام کے ذمہ دار تھے سرکار کزنس
 جو پنجاب میں اعلیٰ کمان رکھتے تھے پہلی اور جان لارڈ کزنس جو فوج کے ساتھ ملک اور ملک باہر جاتے آتے
 تھے اور وہ لوگ ونگٹن جیکوبز نامہ اب اس بلوہ کی شہادت خود سرکار کزنس نے جاپنچے کے لیے جسکی تمی ان میں باجیوں نے یہی رہے
 دی کہ بلوہ وغیرہ خود مختار سرکار کزنس کی مدد ملیج کا نتیجہ تھا۔ منقوہ صوبہ پر ۵۴۰۰۰ فوج جو حفاظت کے لیے تینیاں تھیں
 اسکی نسبت سرکار کزنس نے بیان کیا تھا کہ اگر میں گورنر ہوتا تو اسکو لکھا کہ صرف ۲۰۰۰۰ باقی رہنے دیتا اور اسکے بعد
 اس تعداد میں بھی تخفیف کر دیتا اس فوج کی صرف اسوجہ سے ضرورت واقع ہوئی تھی کہ گورنر کزنس پنجاب تھیں
 تھی اور دوسرے بنات کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ غیر تعداد سپاہ اور پونیش وغیرہ جو اسکے اختیار کے
 باہر تھی اور جو ملک کی حفاظت کا اصل کام کرتی تھی وہ اسکے نزدیک مفت کی تھوڑا کھاتی تھیں اور سول
 ملازمان تاج کی مطلق حفاظت نہیں کرتی تھی۔ فوجی معاملات کے متعلق انکی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ مشفق
 محض کہتے ہیں کے قابل ہیں اور اسکے انتظام سے ہماری فرائز وانی ابتدائی سے مکروہ ہوتی جاتی ہے اور بلوہ کا
 لگان پیدا ہوتا جاتا ہے۔۔۔۔۔ یہ گورنر کزنس کو در اور صرف ہے حالانکہ اسکو زبردست اور کفایت شمار ہونا چاہیے تھا
 پھر اپنی ایک مولیٰ دیانتداری اور ایک طرح کے انکسار سے جو انہیں شاد و نادم ہونا تھا بیان کرتے ہیں کہ وہ فوج
 کثیر اور خاموش رہا یا محکوم ایک پیئر کا بظن ثابت کرے گی۔ لیکن اس اثنائیں گل رپورٹ کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ سرکار
 جو فوجی انتظام تھا وہ پنجاب اور باقی حصہ ہندوستان کے لیے ایک نمونہ قرار دیا جائے۔ اور تمام قسموں کی سول
 سرکار قابل الزام ہے۔

اس قسم کے کاغذ سے ممکن نہ تھا کہ لارڈ کزنس کو شہادت نہ پیدا ہوتے۔ اس سے لارڈ کزنس کو بہت ہی
 ملال ہوا کیونکہ گورنر کزنس پنجاب اور زمین کی قائم کی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے جو بیچ بونا تھا وہ خوشی سے خالی نہ تھا کیونکہ
 اس سے لارڈ کزنس اور بران ٹونڈ کو زمین پر براہ راست حملہ کیا گیا تھا ورنہ اننگن جواب میں کے موقع ملا اور اس
 موقع کو انہوں نے فرو گذاشت نہیں کیا۔ گورنر کزنس کی یادداشت کو خود سرکار کزنس نے پھیلانے چھایا تھا لیکن اس بات
 سے محکوم لگا ہی نہیں ہے کہ ٹونڈ کا جواب بھی اس طرح سے شائع کیا گیا ہو۔ وہ جواب لارڈ کزنس کی خانگی بیویوں
 میں محفوظ رکھا گیا اور اندرونی شہادت اور جا بجا کے دوسرے اشارات سے جو انکی جیسوں میں کیے گئے ہیں میں
 یہ رائے قائم کرتا ہوں کہ یہ سب انہیں کے قلم کا زور تھا۔ وہ ایک ہندی سرکاری کاغذ سے طرز بیان بہت
 سادہ و سادہ ہے جس میں لارڈ کزنس نے اپنے اس کاغذ کو دوسرے لارڈ کزنس کے جواب سے جانبدار لکھ کر دیا ہے۔

محل

اعتدال آمیز ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راقم مضمون کو اپنے زور طبیعت دکھانے کی کمال قدرت تھی لیکن اسے قلم انداز کیا اور اس کی عبارت نہایت دلچسپ ہے۔ مین نجوف طوالت اس مقام پر اسکو تمام و کمال درج نہیں کر سکتا ہوں۔ اسکے سب فقرات جو شمار میں ۶۷ ہیں اگر اس کتاب میں نقل کیے جائیں تو اسکی ضخامت جیساب بڑو جائیگی اور یہ امر میرے نزدیک اور بھی قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ مذکور کے صرف چید فقرات محول کیے جائیں کیونکہ اسکا ہر ایک فقرہ دوسرے فقرات ماقبل و مابعد سے تعلق رکھتا ہے اور ایک کا استدلال دوسرے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے کاغذ کی اگر جانچ کی جائے تو اسکے کل مضامین پر حکمران کی جانچ کرنا چاہیے اور امید ہے کہ شاید یہ کاغذ اور اسبطر کے دوسرے ضروری کاغذات سرکاری جو لارڈ لارنس کے لکھے ہوئے ہیں اور جو اس سوانح عمری میں طوالت کے لحاظ سے محول نہ ہو سکے کسی نہ کسی روز ایک جداگانہ جلد میں شائع ہو کے معاملات کی صورت مشرق میں بھی بہت جلد جلد بدلتی رہتی ہے اور انقلاب ایام سے لارڈ لارنس کے بھی کثیر خیالات بظاہر تقویم پارینہ معلوم ہوتے ہونگے لیکن انکی تمام تحریرات خیالات اور افعال میں جو ضروری اصول مستتر ہیں وہ آج سے سو برس کے بعد بھی اسبطر کے صادق معلوم ہونگے جیسے اسوقت معلوم ہوتے ہیں اور ان اصولوں سے مثل خزان زر مدبران ہند کی بہتیری نسلیں سننے اور پرانے خزانے جمع کر نیگی اور یہ دونوں باتیں ایک طرح سے یکھیں گی کہ کن کن عمل باتون میں ہندوستان کے منتظموں کو انکی تقلید کرنا چاہیے اور وہ کون سے خطرات ہیں جن سے انکو احتراز کرنا مناسب ہے۔ پس بالعوض اسکے کہ اس مقام پر جان لارنس کے جواب حملہ سر جان لارنس ٹیلی سے دو چار غیر مسلسل فقرات اخذ کیے جائیں میری رائے ہے کہ ایک مختصر بیان جو پہلے شائد مسودہ کے طور پر لکھا گیا تھا اور حسین نہایت صحیح گوشتکسار عبارت سے تقریباً نوڑڈ کے بعد پہلے سال کی تجویزوں اور کارگزاریوں کا حال ظہن کیا گیا تھا بیان پر درج کروں۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخرین جو جواب تیار ہوا اس میں یہ بات خاصکر اس خیال سے رہنے لگی کہ نوڑڈ نے اپنے اس الزام کے جواب کو کہ ”اسکا انتظام کمزور اور بے اثر تھا گو زر خزان کی رائے کے لیے چھوڑ دینا بہتر سمجھا جسکے ملاحظہ سے نوڑڈ کی کارگزاری کا ہفتہ وار خاکہ برابر گزرتا رہا تھا یہ کارگزاریوں کا ایک بڑا ہمیش قیمت اور سندی کاغذ ہے اور باب سابق سے یہ بات بہت اچھی طرح ثابت ہوگئی تھی کہ پہلے سال جن جن باتوں کے انجام کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ کس خوش اسلوبی سے انجام ہوئیں اور دوسرے اور تیسرے سال امید سے بھی زیادہ ترقی ہوئی۔ جان لارنس اس کاغذ میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

اس سال بقدر کام طے کیا گیا اسکی مقدار عجیب تھی۔ تمام پرانے لازموں کا جائزہ لیا گیا انکی تنخواہیں جو کئی بیسٹون سے باقی تھیں ادا کی گئیں اور بڑا حصہ برخواست کیا گیا۔ اکثر دن کو انعامات دیے گئے اور بیسٹون کو پیش لی۔

خزانہ اور نوپولیس کے عمل کا جدید انتظام کیا گیا اور آسان اور صاف قواعد انکی ہدایت کے لیے مقرر کیے گئے۔

لارنس ظاہر ہوئی تھی وہ ایسی حالت میں حق بجانب تھی۔ لیکن سرچارلس نے جیسا کہ بعد برسوں میں آگوست
 ہوا اسکوبرا کرٹس لپٹون کا اچھا خاصہ بلوہ قرار دیا اور یہ لکھا کہ اگر میں اس مقام پر موجود ہوتا تو اس سے ہماری
 سلطنت ہندوستان کا خطرہ تصور تھا حالانکہ لارڈ ڈکنوینی جو اس سلطنت کے قیام کے ذمہ دار تھے مرنائزنگ
 جرنیل جناب میں اعلیٰ کان رکھتے تھے پھر لارڈ جان لارنس جو فوج کے ساتھ ملک اور ملک باہر جاتے آتے
 تھے اور ڈکنوینی لکھنؤ کا بلوہ نامہ بعد اس بلوہ کی شہادت خود سرچارلس نے جانچنے کے لیے بھیجی تھی ان میں باجون نے بھی ہی رائے
 دی کہ بلوہ وغیرہ کچھ خاصہ سرچارلس کی جدت طبع کا نتیجہ تھا۔ مقصود صوبہ پر ۴۰۰۰۰ فوج جو حفاظت کے لیے تیناں تھی
 اسکی نسبت سرچارلس نے بیان کیا تھا کہ اگر میں گورنر ہوتا تو اسکوکٹا کر صرف ۲۰۰۰۰ باقی رہنے دیتا اور اسکے بعد
 اس تعداد میں بھی تخفیف کر دیتا اس فوج کی صرف اسوجہ سے ضرورت واقع ہوتی تھی کہ گورنمنٹ پنجاب تھیں
 تھی اور دوسرے عبادت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ غیر قواعد ان سپاہ اور پوزیشن وغیرہ جو اسکے اختیار کے
 باہر تھی اور جو ملک کی حفاظت کا اصل کام کرتی تھی وہ اسکے نزدیک مفت کی تھوڑا کھاتی تھی اور سول
 ملازمان تاج کی مطلق حفاظت نہیں کرتی تھی۔ فوجی معاملات کے متعلق انکی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ منشی
 حصص کتہ چینی کے قابل ہیں اور اسکے انتظام سے ہماری فرازدانی نابدی سے کردہ ہوتی جاتی ہے اور بلوہ کا
 گمان پیدا ہوتا جاتا ہے۔۔۔۔۔ یہ گورنمنٹ کو فوراً صرف ہے حالانکہ اسکوزبردست اور کفایت شمار ہونا چاہیے
 پھر اپنی ایک معمولی دیانتداری اور ایک طرح کے انکسار سے جو انین شاد و نا در ظاہر ہوتا تھا بیان کرتے ہیں کہ درجن
 کثیر اور خاموش رہا یا محکوم ایک پیغمبر کا ذب ثابت کرے گی۔ لیکن اس اثنا میں گل رپورٹ کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ سرچارلس
 جو فوجی انتظام تھا وہ پنجاب اور باقی حصص ہندوستان کے لیے ایک نمونہ قرار دیا جائے۔ اور تمام قسموں کی سول
 سرچا قابل الزام ہے۔

اس قسم کے کاغذ سے ممکن نہ تھا کہ لارڈ ڈکنوینی کو شہادت نہ پیدا ہوتے۔ اس سے لارڈ ڈکنوینی کو بہت ہی
 ملال ہوا کیونکہ گورنمنٹ پنجاب اور انین کی قائم کی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے جو رنج پہنچا تھا وہ خوشی سے خالی نہ تھا کیونکہ
 اس سے لارڈ ڈکنوینی اور مہربان ٹونڈ کو کمین پر براہ راست حکم کیا گیا تھا ورنہ ان کے جواب میں کا موقع ملا وہ
 موقع کو انھوں نے فرد گذاشت نہیں کیا۔ گورنمنٹ کی یادداشت کو خود سرچارلس پتیر نے پہنچایا تھا لیکن اس بات
 سے محکوم کا ہی نہیں ہے کہ لارڈ ڈکنوینی کا جواب بھی اس طرح سے شاخ کیا گیا ہو۔ وہ جواب لارڈ ڈکنوینی کی خالی پیڑ
 میں محفوظ رکھا گیا اور اندرونی شہادت اور جاہل اسکے دوسرے اشارات سے جو انکی پیشوں میں کیے گئے ہیں میں
 یہ رائے قائم کرتا ہوں کہ یہ سب انھیں کے کانور تھا۔ وہ ایک سندی سرکاری کاغذ ہے طرز بیان بہت
 سادہ و سلیس ہے۔

اعتدال آئینہ ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راقم مضمون کو اپنے زور طبیعت دکھانے کی کمال قدرت تھی لیکن اُسے قلم انداز کیا اور اُس کی عبارت نہایت دلچسپ ہے۔ مین نجوف طوالت اس مقام پر اسکو تمام و کمال درج نہیں کر سکتا ہوں۔ اُسکے سب فقرات جو شمار میں آئے ہیں اگر اس کتاب میں نقل کیے جائیں تو اُسکی ضخامت عیساب بڑو جائیگی اور یہ امر میرے نزدیک اور بھی قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ مذکور کے صرف چند فقرات محول کیے جائیں کیونکہ اُسکا ہر ایک فقرہ دوسرے فقرات ماقبل و مابعد سے تعلق رکھتا ہے اور ایک کا استدلال دوسرے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے کاغذ کی اگر جانچ کجائے تو اُسکے کل مضامین پر حکم اُسکی جانچ کرنا چاہیے اور امید ہے کہ شاید یہ کاغذ اور اس طرح کے دوسرے ضروری کاغذات سرکاری جو لارڈ لارنس کے لکھے ہوئے ہیں اور جو اس سوانح عمری میں طوالت کے لحاظ سے محول نموسکے کسی نہ کسی روز ایک جداگانہ جلد میں شائع ہو کے معاملات کی صورت مشرق میں بھی بہت جلد جلد بدلتی رہتی ہے اور انقلاب ایام سے لارڈ لارنس کے بھی کثیر خیالات بظاہر تنویم پارینہ معلوم ہوتے ہونگے لیکن انکی تمام تحریرات خیالات اور افعال میں جو ضروری اصول مستتر ہیں وہ آج سے سو برس کے بعد بھی اسی طرح کے صادق معلوم ہونگے جیسے اسوقت معلوم ہوتے ہیں اور ان اصولوں سے مثل خزان زر مربران ہند کی بہتری نسلیں نئے اور پرانے خزانے جمع کر نیگی اور یہ دونوں باتیں ایک طرح سے یکجہن گئی کہ کن کن علی باتوں میں ہندوستان کے منتظمین کو انکی تقلید کرنا چاہیے اور وہ کون سے خطرات ہیں جن سے انکو احتراز کرنا مناسب ہے۔ پس بالموضع اُسکے کہ اس مقام پر جان لارنس کے جواب حملہ سر جان لارنس شیر سے دو چار فی سلسل فقرات اخذ کیے جائیں میری رائے ہے کہ ایک مختصر بیان جو پہلے شاہ مسودہ کے طور پر لکھا گیا تھا اور جس میں نہایت صحیح گوئی نہ عبارت سے تقریباً نوڑ کے بعد پہلے سال کی تجویزوں اور کارگزاریوں کا حال ظہن کیا گیا تھا یہاں پر درج کر دوں۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخرین جو جواب تیار ہوا اس میں یہ بات خاصہ کہ اس خیال سے رہنے دی گئی کہ نوڑ ڈھنے اپنے اس الزام کے جواب کو کہ ”اُسکا انتظام کرو اور اپنے نھاگوں زرخیز کی رائے کے لیے چھوڑ دینا بہتر سمجھا جسکے ملاحظہ سے نوڑ ڈھکی کارگزاری کا ہنہ وار خاکہ برابر گزارا تھا یہ کارگزاریوں کا ایک بڑا پیش قیمت اور سندی کاغذ ہے اور باب سابق سے یہ بات بہت انہی طرح ثابت ہو گئی تھی کہ پہلے سال جن جن باتوں کے انجام کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ کس خوش اسلوبی سے انجام ہوئیں اور دوسرے سال امید سے بھی زیادہ ترقی ہوئی۔ جان لارنس اس کاغذ میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

اس سال جتنے کام طے کیا گیا اُسکی مقدار عیاب تھی۔ تمام پرانے لازمات کا جائزہ لیا گیا انکی تنوین جو کئی ہیٹوں سے باقی نہیں ادا کی گئیں اور بڑا حصہ برخاست کیا گیا۔ اکثر دن کو انعامات دیے گئے اور بیرون کو پیش لی۔

خزانہ اور نوپائیس کے عمل کا جدید انتظام کیا گیا اور اسان اور صاف قواعد انکی ہدایت کے لیے مقرر کیے گئے۔

تجربہ کار ہندوستانی جاگسے میری راؤ وہ شخص ہے جو کچھ بھی چہرے اور ہنساؤ پر ہندوستانی باتوں سے واقف ہو
جگر چوڑا اور دماغ نہ رکھتا ہو لیکن اپنے دل میں یہ خوبی سمجھتا ہو کہ سوائے اس شخص کے جسکو براہ راستی شام میں نہ دیکھ
کے کہ بکسے کا گوشت چرت اور تھپے سے عرصہ تک تجربہ نہ رہا ہو ہندوستان کے حالات سے اور کوئی آدمی واقفیت
نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

۱۳۔ اکوبر کو یہ بہادر بونڈے کا مکرانہ پیچٹ جس فوجی دورہ پر تلے سے روانہ ہوئے تھے اس دور میں
ایسے ایسے آدمیوں سے انگو بات چیت کرنے کا موقع ملا جسکے بارے میں انکے خیالات تھے جو اور بیان
کیے گئے اور انے اعلیٰ اور ادنیٰ اور انکے برابر انکے اشخاص کے بارے میں انکی دو رائیں تھیں جو
۱۔ اور ہرج کی گئیں یہ دورہ اس قصد سے کیا گیا تھا کہ انکے باعث سے آخر میں بری بری اصلاحیں عمل میں
آجائیں اور ہر طرح کی فسادات اور شکایتیں اور بے مروتی ہوئی تھیں۔ امین تنگ نہیں کہ انھوں نے اپنی تہذیب کا
کے ذریعہ سے فوجی انتظام کے متعلق بہت سی غلطیوں کی گرفت کی لیکن انھوں نے بلاتینیک و تمام
موجودہ انتظامات پر ایک سرے سے جو اعتراض کرنا شروع کر دیا تو اس سے انکی نگہ چھینوں کا اثر اس قدر نہیں
پیدا ہوا جسکی وہ مرزا داشتین۔ امین تنگ نہیں کہ ہر یک مقام کی اصلاح طلب تھیں۔ لیکن میں حالت میں
انھوں نے بڑا بڑا کہو "ہمیں فوجی بڑا" اور اسکی بارگاہوں کو کلکتہ کے پٹنٹ ہونٹوں "اور" مناج "تہذیب دی تو
یہ امر بتیہ میں معلوم تھا کہ اس سے حکام اور بہرہم ہونگے اور یہی چاہیے کہ انکی باکین صرف پٹنٹ ہونٹوں اور مذاہج
کی سی رہ جائیں۔ بہر حال انتظامات فوج کے متعلق انھوں نے جو کچھ اعتراض کیا وہ اصل میں خاص انھیں کے
صوبہ کے متعلق تھا جسکی نسبت قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید انھوں نے کچھ واقفیت پیدا کی ہوگی۔ لیکن انھوں
نے اپنے ملہ میں جو کل پنجاب کو شامل کر لیا تو انکا بیان ایسے معاملات کے متعلق سمجھا گیا جن سے انکو مطلق
واقفیت حاصل تھی اور نہ اس واقفیت کے حاصل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ اس بات کو یاد رکھنا
چاہیے کہ جو وقت وہ اپنا اعتراض نامہ تیار کرنے لگے تھے تو سرسری طور پر انھوں نے صرف دور دراز کے لیے
پنجاب کا دورہ کیا تھا پھر میری لائبریری سے صرف ایک مرتبہ سچ کی ملاقات کی اور اسکی نسبت ہی انکو جنگی حاصل
ہوئی تھی اور جن جن باتوں کی اطلاع انھوں نے ہم پہنچائی انکی صاف صاف توہین کی۔ چونکہ انکو اس بات کی
کامل یقین تھا کہ ہندوستان بھر میں وہی ایک لائق اور ایماندار آدمی تھے اور ہر ایک سولہ منظم باشندے تھے
وہ بلیو اور ڈفرن صاحب سپرینٹنڈنٹ کسی طور سے ظاہر انکی نظر غایت ہو گئی تھی انکے نزدیک یا تو یہ قوت
یادداشت یا دونوں صفوں سے متصف تھا اسلیے گمان نہیں تھا کہ وہ "جاہل سولہ یون اور خالی دماغ بڑا"

یعنی اُن جنہیں کمپنوں کو چھوڑ دینگے جو لال کوٹ تو پہنچے تھے لیکن سپاہی نہ تھے اور جنہوں نے اس بات کے موقع سے انکو محروم کر دیا تھا کہ جس طرح انہوں نے سندھ میں حکومت کی تھی اسی طرح سے پنجاب میں حکومت کر سکیں اور جنگی کارگراریوں کی تشخیص کرنے کا اختیار اب انکے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اسی لیے انہوں نے واقعات کے بدلے اپنے قصبات اور پشین گویوں کے بدلے اپنی خواہشات کا خاکہ کھینچ کر اس بات میں سہولت پیدا کر لی کہ لارڈ ڈوگلسی کے روبرو پنجاب کی ایک بالکل سیاح تصویر اس امر کے دکھانے کے واسطے پیش کریں کہ بیشتر اسکی کیا کیفیت تھی اور کیا اب ہونے والی تھی۔

۳۰۵۰۔ نومبر کو لاہور میں پہونچے۔ اس وقت تک انکی رپورٹ تمام نہیں ہوئی تھی اس لیے انکو اس بات کا موقع مل گیا تھا کہ شخص رائے ظاہر کرنے کے زیادہ مجاز اور خواہشمند تھے انکے ذریعہ سے مقامی حالات دریافت کر لیتے۔ لیکن انہوں نے لارڈ سنون کی صحبت سے احتراز کیا انے کسی سرکاری معاملہ پر بحث کرنا پسند نہ کیا اور جن جن باتوں پر انکی مشیارت دیرین مختصر تھیں انکی نسبت علی الخصوص بڑی شرک کے راستہ کی بابت (اور یہ امر ایسا تھا جس پر صوبہ کے تمام فوجی انتظامات کا دار مدار تھا) جو کچھ لارڈ سنون نے پوچھا اسکا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ برادران لارڈ سنون کو انے اتنا بھی دریافت نہ کیا کہ کوئی ایک ہی چھاوئی کس مقام پر ہے گی یا کہ وہ لوگ حفاظت سرحد اور محافظان سرحد کے انتظام کے ذمہ دار ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے ہر ہر مقام کو نہ دیکھ لینگے اس وقت تک کسی چھاوئی کی جگہ کے بارے میں کچھ رائے نہ دینگے حالانکہ بیشتر کئی مہینے سے اس امر کے لیے سزوالٹر گلبرٹ اور سزوالٹر کیمبل ایسے دو تجربہ کار سپاہی انکے اختیار میں موجود تھے جو تمام حالات سے واقف تھے اور دونوں صاحب پنجاب میں اعلیٰ کمان پر مشتمل تھے جس حالت میں ایسی ایسی باتوں کے ہوتے ہوئے انکی رپورٹ تیار اور پوری کی گئی تھی تو ہم کو اس بات سے کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ انکے مضامین محض مبالغہ آمیز اور زیادہ تر بے بنیاد اور ناراست ہیں۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ سکھ لوگ یہ امر نہ تو پنجاب گورنمنٹ اور نہ کسی دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ سر چارلس نیپئر کو معلوم نہیں کہاں سے اسکا اتفاق ہو گیا تھا روزمرہ جنگوں میں غاروں کے اندر تو پشین دھاتے ہیں اور ہنگامہ برپا کرنے کی فکر میں ہیں۔ گلاب سنگھ کا اختیار بھی بڑھا ہوا ہے (حالانکہ تھری لارڈ سنون نے انکو کشمیر سے مفصل حالات اصل مقام پر دریافت کر کے لکھے تھے اور انکے قول کے بالکل برعکس ثابت کر دکھایا تھا) اور وہ بھی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ دو آبہ جالندھر کے اتر طرف پہاڑی ضلع کے باشندے بمنزلہ مسند سکھ سپاہیوں کے ہیں سابق میں فرمان پزیر اور رضا مند راجپوتوں کی طرح جو وہ رہتے تھے اس طرح اب نہیں ہیں۔ پہلے راولپنڈی اور پھر وزیر آباد میں تنخواہ کے کم ہونے کی بابت بعض بعض رنجمنوں میں

تجزیہ کار ہندوستانی حاکم سے تیری مراد وہ شخص ہے جو چکنی پیٹری اور بدبجاورہ ہندوستانی باتوں سے واقفیت نہ
جگا جوڑا ہوا اور دماغ نہ رکھتا ہو لیکن اپنے دل میں بیخوبی سمجھتا ہو کہ سوائے اس شخص کے جسکو براہدسی شام جرنی ہوتی
کے بکرے کا گوشت چرٹ اور تھہ سے عرصہ تک تجزیہ نہ رہا ہو ہندوستان کے حالات سے اور کوئی آدمی واقفیت
نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کو یہ بارہ بڑے کامیاب و پیچیدہ فوجی دورہ پرتھو سے روانہ ہوئے تھے اس دور میں
ایسے ایسے آدمیوں سے انکوبات چیت کرنے کا موقع ملا جسکے بارے میں انکے خیالات تھے جو ادریان
کیے گئے اور انہی اعلیٰ اور ادنیٰ اور انکے برابر والے اشخاص کے بارے میں انکی دور آئیں تھیں جو
۱۔ و پر وج کی گئیں یہ دورہ اس قصد سے کیا گیا تھا کہ انکے باعث سے آخرین بری بری اصلاحیں مل میں
آئیں گی اور ہر طرح کی فریادیں اور شکایتیں ادرین بھری ہوئی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے اپنی تفریق و
کے فوریہ سے فوجی انتظام کے متعلق بہت سی غلطیوں کی گرفت کی لیکن انھوں نے بلا تیز نیک و ہتمام
موجودہ انتظامات پر ایک سرے سے جو اعتراض کرنا شروع کر دیا تو اس سے انکی کتبہ چینیوں کا اثر اس قدر کم
پیدا ہوا جسکی وہ سزا وار تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ بارکین ہر ہر مقام کی اصلاح طلب تھیں۔ لیکن جس حالت میں
انھوں نے نوزد کو ”بھنی فوجی نوزد“ اور انکی بارکون کو گلکے کے پیکٹ ہول“ اور ”مناج“ سے تشبیہ دی تو
یہ امر یقین معلوم تھا کہ اس سے حکام اور برہمن ہونگے اور یہی چاہیے کہ انکی بارکین صرف پیکٹ ہول اور مذبح
کی سی رہ جائیں۔ بہر حال انتظامات فوج کے متعلق انھوں نے جو کچھ اعتراض کیا وہ اصل میں خاص انھیں کے
صوبہ کے متعلق تھا جسکی نسبت قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید انھوں نے کچھ واقفیت پیدا کی ہوگی۔ لیکن انھوں
نے اپنے حلیہ میں جو کل پنجاب کو شامل کر لیا تو انکا بیان ایسے معاملات کے متعلق سمجھا گیا جن سے انکو مطلق
واقفیت حاصل نہ تھی اور نہ اس واقفیت کے حاصل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ اس بات کو یاد رکھنا
چاہیے کہ جو وقت وہ اپنا اعتراض نامہ تیار کرنے لگے تھے تو سرسری طور پر انھوں نے صرف دو روز کے لیے
پنجاب کا دورہ کیا تھا ہنری لارنس سے صرف ایک مرتبہ میچ کے ملاقات کی اور انکی نسبت یہی انکو نگلی حاصل
ہوئی تھی اور جن بن باتوں کی اطلاع انھوں نے ہم پہونچائی انکی صاف صاف تو جرن کی۔ چونکہ انکو اس بارے
کا مل یقین تھا کہ ہندوستان بھر میں وہی ایک لائق اور ایماندار آدمی تھے اور ہر ایک سول منظم ہاشماے ہند
و کونڈو نوزد و فتن صاحب ہنری کی کسی طور سے ظاہر کچھ انکی نظریات ہو گئی تھی انکے نزدیک یا تو یہ قوت
یا بدعاش یا دونوں صفتوں سے متصف تھا اس لیے گمان نہیں تھا کہ وہ ”جاہل سولائیون اور خالی دماغی مرد“

یعنی اُن جنہیں لارنس کو چھوڑ دینگے جلال کوٹ تو پہنچے تھے لیکن سپاہی نہ تھے، اور جنہوں نے اس بات کے موقع سے انکو محروم کر دیا تھا کہ جسطرح انہوں نے سندھ میں حکومت کی تھی اسی طرح سے پنجاب میں حکومت کر سکیں اور جنگی کارگزاریوں کی تشخیص کرنے کا اختیار اب انکے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اسلئے انہوں نے واقعات کے بدلے اپنے قصبات اور پشین گویوں کے بدلے اپنی خواہشات کا خاکہ کھینچ کر اس بات میں سہولت پیدا کر لی کہ لارڈ ولٹوسٹی کے روبرو پنجاب کی ایک بالکل سیاق و تصویر اس امر کے دکھانے کے واسطے پیش کریں کہ پیشتر اسکی کیا کیفیت تھی اور کیا اب ہونے والی تھی۔

۳۰۵۵۔ نومبر کو لاہور میں پہونچے۔ اسوقت تک انکی رپورٹ تمام نہیں ہوئی تھی اسلئے انکو اس بات کا موقع مل گیا تھا کہ جو شخص رائے ظاہر کرنے کے زیادہ مجاز اور خواہشمند تھے انکے ذریعہ سے مقامی حالات دریافت کر لیتے۔ لیکن انہوں نے لارنسوں کی صحبت سے احتراز کیا انے کسی سرکاری معاملہ پر بحث کرنا پسند نہ کیا اور جن جن باتوں پر انکی مشارت دیرینہ مختصر تحمین انکی نسبت علی الخصوص بڑی سترک کے راستہ کی بابت (اور یہ امر ایسا تھا جس پر صوبہ کے تمام فوجی انتظامات کا دار مدار تھا) جو کچھ لارنسوں نے پوچھا اسکا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ برادران لارنس کو انے اتنا بھی دریافت نہو سکا کہ کوئی ایک ہی چھاوئی کس مقام پر ہے گی یا کہ وہ لوگ حفاظت سرحد اور محافظان سرحد کے انتظام کے ذمہ دار ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے ہر ہر مقام کو نہ دیکھ لینگے اسوقت تک کسی چھاوئی کی جگہ کے بارے میں کچھ رائے نہ دینگے حالانکہ پیشتر کئی مہینے سے اس امر کے لیے سب ذرائع کا کمر لٹا دیا اور سترک کا لین کپٹنل ایسے دو تجربہ کار سپاہی انکے اختیار میں موجود تھے جو تمام حالات سے واقف تھے اور دونوں صاحب پنجاب میں اعلیٰ مکان پر مقیم تھے جس حالت میں ایسی ایسی باتوں کے ہوتے ہوئے انکی رپورٹ تیار اور پوری کی گئی تھی تو ہم کو اس بات سے کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ اسکے مضامین محض مبالغہ آمیز اور زیادہ تر بے بنیاد اور ناراست ہیں۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ سکھ لوگ یہ امر نہ تو پنجاب گورنمنٹ اور نہ کسی دوسرے شخص کو معلوم تھا مگر سرچارلس نیپئر کو معلوم نہیں کہاں سے اسکا اظہار ہو گیا تھا) روزمرہ جنگوں میں غاروں کے اندر تو پھین دھالتے ہیں اور ہنگامہ برپا کرنے کی فکر میں ہیں۔ گلاب سنگھ کا اختیار بید بڑھا ہوا ہے (حالانکہ شہزی لارنس نے انکو شیر سے مفصل حالات اصل مقام پر دریافت کر کے لکھے تھے اور انکے قول کے بالکل برعکس ثابت کر دکھایا تھا) اور وہ بھی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ دو آبہ جالندھر کے اتر طرف پہاڑی ضلع کے باشندے بمنزلہ مفسد سکھ سپاہیوں کے ہیں سابق میں فرمان پزیر اور رضا مند راجپوتوں کی طرح جو وہ رہتے تھے اس طرح اب نہیں ہیں۔ پہلے راولپنڈی اور پھر وزیر آباد میں تنخواہ کے کم ہونے کی بات لکھی تھی بعض رشتہ داروں نے

سے اقتدارات جو ادھر ادھر سے متعجب کر کے اس مقام پر محول کیے جاتے ہیں ان سے نفس مذکورہ کی سرچاؤز میں کی کیفیت بہ نسبت کسی دوسرے طویل طویل بیان کے زیادہ معلوم ہوگی۔ کلکتہ میں پہنچنے کے بعد ہی ۲۲ مئی کو انھوں نے مقام مذکور سے یہ بھی لکھی تھی۔

پنجاب کی حکومت پرنسپل اشخاص کے ایک محکمہ کے ذریعہ سے ایک عجیب بات ہے اور یہ بات مشکل سے یقین کرا سکتی ہے کہ ڈائریکٹری کا یہ مطلب ہوگا....۔ کڑیوں کا گٹھ ایک مین ہانڈ سے کے بدلے یہ پرنسپل انتظام اسکو اور بھی کھولے ڈالتا ہے۔ فوج کی حالت دیکھ دیکھ کر مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ہر مقام پر کام دینے کے حق میں وہ کم اور محبت میں زیادہ ہے...۔ پنجاب میں ہم ۱۰۰۰ سپاہی رکھتے ہیں یہ فوج وہاں کے لیے ضرور نہیں ہے اگر عہدہ حکومت ہو تو ۲۰۰۰ سپاہی کافی ہیں لیکن یہ جو بڑا انتظام یہ کلاتی ہے اس کے انتظام میں البتہ اس قدر آدمی کافی ہو گئے اس بڑے پاس اب تک پرنسپل کا ایک سپاہی نہیں ہے اور ۱۰۰۰ آدمی اس کے بیان کی پرہ داری کا کام دیتے ہیں جبکہ اسے مین کمانڈر پرنسپل اور پرنسپل پرنسپل کو کوئی بات معلوم ہے۔ اور کوئی چھاوٹی ایسی نہیں ہے جو ان لوگوں سے قریب ہو۔ ۱۶ میل سے لیکر تو میل تک کے فاصلہ سے کوئی کم نہیں ہے۔

صل

پھر لکھتے ہیں کہ

گو یہ امر عجیب معلوم ہوگا مگر اصل یہ ہے کہ میرا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ لاؤڈ لائڈنگ نے ۱۸ مئی پرنسپل بھرتی کی تھیں اور لاؤڈنگ کو ایک کمیشن کے تجویز کرنے کا بھی اختیار نہیں دیا تھا۔ لاؤڈ لائڈنگ نے اس پرنسپل بھرتی کیں اور ایک کمیشن کے تجویز کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں دیا۔ اصل تو یہ ہے کہ میرے آنے کے پیشتر ہی سارے کمیشن طے کر دئے گئے تھے۔ صاحبان گورنر جنرل نے یہ کمیشن اپنے لیے پیش کر رکھے ہیں۔

۲۔ اگست کو وہ اپنے روزنامہ میں لکھتے ہیں کہ

لاؤڈ لائڈنگ نے نام اس مضمون کی ایک چھٹی لکھی تھی کہ اگر فوجیوں کو اختیار کی کشش سے سبکدوش نہ کی گئی تو ہندوستان ممنوعہ طور پر بیگا۔ اس وقت کا دستور تو یہ ہے کہ ہر یونٹ لازم کے اعزازی کارڈ مقررین خزانہ میں کارڈ دہرائے اور خدا جانے کمان کمان اس طرح کے کارڈ مقررین۔ یہاں تک کہ جب فوجی کارڈ اور خدمات بھی ان میں شامل کی جائیں تو سپاہی بالک نیست دباؤ ہوئے جاتے ہیں۔ اگر مین اس کا انکار کر سکا تو پھر یہ بات قائم نہ رہنے پائیگی اور لاؤڈ لائڈنگ میری مدد کرنے بہت اچھی طرح سے آمادہ ہیں۔ وہ ایک اچھے آدمی اور غیر شخص معلوم ہوتے ہیں لیکن اس بات میں مجھ کو شبہ ہے کہ ان کی تائید اتنی بڑی وسیع سلطنت کے بھانسنے کے لائق ہو سکیں گی۔

الغرض لاؤڈ لائڈنگ کے بارے میں سرچاؤز میں یہ راسے تھی۔ اب مندرجہ ذیل مضمون سے انکی رائے برادران لائسنس اور ان کے تعلقات گورنر جنرل کے بارے میں معلوم ہوگی۔

خواہش تھی عمل میں لائی گئی اور اس زمانہ کے بعد سے پنجاب کی تجارت اپنی اصلی راہ پر چھوڑ دی گئی اور اسکی تمام قیدیں اور شرطیں جو قائم کی گئی تھیں دور کر دی گئیں۔

افسوس نغمہ و نسق پنجاب کو جس امر سے بورڈ کی تقرری کے پہلے سال زیادہ وقت واقع اور بہار وقت صرف ہوا وہ یہ تھا کہ جنگ چلیان والا کے بعد عوام اناس نے شور و فساد بلند کر کے ایک ایسی عقل کے آدمی کو انگلستان سے انوج ہند کی اعلیٰ کمان پر طلب کیا جسکی تجویز میں کسی طرح سے ممکن العمل نہیں تھیں۔

سنے میں کہ جو وقت اس عہدہ کے لیے مقرر چارٹرس ٹریڈنگ سے کہا گیا اور انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو ڈوڈل آف ونگٹن نے کہا "اگر آپ نہیں جانتے ہیں تو میں اس عہدہ پر جاؤنگٹن" انکا تہذیبیت جلد مغلوب ہوا اور انکی اولوالعزمی شعلہ زن ہوئی اور وہ قوجات و اصلاحات کے لیے بڑے بڑے منصوبے

باندھ کر انگلستان سے روانہ ہوئے جو ہندوستان کے لیے ملک میں بھی عمل میں نہیں لائے جاسکتے تھے۔

۶۔ مئی ۱۸۵۷ء کو وہ کلکتہ میں داخل ہوئے اور نہایت عجلت کے ساتھ انھوں نے بجا بجا شلہ کوچ کیا۔

لیکن ابھی سے ان پر ایسی ظاہر ہونے لگی ساگو توبہ امید تھی کہ وہ ان جنگ کی تیاریاں ہوئی مگر جا کر دیکھا تو سب طرح کی اسن وامن کا دکھانچ رہا تھا۔ ہمارے نیم مفتوح حریف جنگ چلیان والا اسن وامن اور نیم مفتوح کے ساتھ ہماری مطیع رعایا ہو گئے تھے اور اس یابی کی قرار واقعی تکیل کرنے کے لیے ملک مفتوحہ ایسے بڑے برائے

کے اختیار میں منتقل کر دیا گیا تھا جسکی مفروضہ الاغی پر قحاح اور اسن قائم کنندہ سندھ و جنگ میں برابر تجارت و نفرت کا رتبہ برسا لیا۔ ۲۲ جون کو انھوں نے (کمانڈر انچیف) اپنے بھائی کی چٹی میں لکھا تھا کہ "دکا شکے میں کمانڈر انچیف ہونے کے بدلے گورنر پنجاب ہوتا" خوش قسمتی خواہ بہ قسمتی سے وہ اب گورنر پنجاب نہیں ہو سکے

اور اپنے غصہ میں انھوں نے ایسے موقعوں کو جو کمانڈر انچیف کے عہدہ کے باعث سے انکو حاصل ہوئے تھے ایسی باتوں میں استعمال کیا جسکی وجہ سے (اگرچہ ارادہ سے نہیں) اور کسی شخص کے لیے دونوں میں سے کسی عہدہ کا ملنا دو چند دشوار ہو گیا۔

انکی سوانح عمری میں جو انکے بھائی و فیملی کی لکھی ہوئی ہے اور اس سے بھی زیادہ رسالہ "ہیٹلی ہند" میں جو انکی وفات کے بعد لکھا گیا عجیب عجیب طرح کی مناقب طبعی عورتاں اور ہرزہ درانی کے مضامین بھرے ہوئے ہیں اور جو دورانہیشی اور عقلی ہی اس میں ظاہر کی گئی ہے اسکی تکذیب اور تردید کرتے ہیں۔ یہ دونوں

کتابیں اور انکے ساتھ خود مقرر چارٹرس ٹریڈنگ لارڈ ونگٹن اور گورنر پنجاب کی یادداشتیں اور میرے پاس کی وہ چھپا جو برادران لائسنس اور گورنر جنرل کے باہم لائی گئی تھیں میری اس بحث کے لیے ایک سمع خراش مادہ پیدا کرتی ہیں۔ اس مخالفت کی تصریح میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کوئی پایدار ذوق پیدا کر سکے۔ لیکن اس

پازگشت کی صدائیں اب تک اُن اختلافات سے پیدا ہو سکتی ہیں جنگی وجہ سے نہ ہی فرقہ پنجابی فرقہ سے جدا ہو گیا ہے پنجابی فرقہ سے وہ گروہ مرا وہ ہے جو فوجی انتظام (صدیوں انتظام) کا شیر تھا اور جسے اب بعد کے ایام میں ایک دوسری خطرناک صورت اختیار کر کے تنظیم ہندوستان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ انہیں سے ایک گروہ وہ ہے جو روسیوں کی پیشقدمی جانب ہند کے خیال سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے بڑے ہندو غنیم کا مقابلہ کیا جائے اور اس تدبیر کے عمل میں لاتے وقت افغانستان اور اس کے قرب و جوار کے ملک شامل یا داخل سلطنت کر لیے جائیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو نہایت استقلال کے ساتھ اصل قدرتی سرحد یعنی دریائے سندھ اور کوہ سلیمان پر تکیہ کر کے یہ چاہتا ہے کہ صرف سرحدات مذکور کے اس پار والے وحشی ممالک پر ان کے دوست کے طور پر کسی محمل حملہ کے روکنے کو چہرہ عالی کیجائے۔ شاید سب سے زیادہ نامی قائم مقام ایک فرقہ کے سربراہن فریر اور دوسرے فرقہ کے قائم مقام بلاشاک و شبہ لارڈ لائونگس ہیں اس لیے وہ اختلاف تہا سہ اس سوانح عمری سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ بات تعینیتہ ہی سے معلوم ہو گئی ہوگی کہ اس طرح کے دو کامل استاد اور خود مختار اشخاص کے درمیان جیسے گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف تھے اعلیٰ اقتدار کے لیے ضرور اختلاف واقع ہوگا۔ لیکن اسی طرح لیمر جس صاف ظاہر تھا کہ جو شخص بلا حجت و تکرار اعلیٰ اختیار سے مسلح اور اپنی نفس پر استدرقا در تھا وہ میدان سے اوس مشہور اور بیڈھب بوڑھے سپاہی کو ضرور بگاڑ دیکھا جو ”بلا وجہ نشین اور بلا اشتعال نفرت کرنے کی خاصیت رکھتا تھا“ اور اس وقت تک کسی بات کو صحیح خیال کرنے پر راضی نہیں ہوتا تھا جب تک وہ بات اسی کی ہوئی یا اسی کے خواہش کے مطابق کی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ سر چارلس میپلر اس وقت ساٹھ برس (یعنی اپنے بوڑھے رقیب سے دو چند عمر) کے تھے لیکن اس بات کے خیال نے کہ وہ ۳۰۰۰۰ سپاہیوں کے کمانیر تھے انکو جوان کر دیا تھا۔ اور باوصف ایک سخت بیماری کے جو آخرین بڑی مہلک ثابت ہوئی انھوں نے شملہ میں جا کر سخت کوشی کرنا شروع کی اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں ہر روز پندرہ گھنٹہ میپلر پر بیٹھ کر کام کیا کرتے تھے۔ اگر ہم اس کتاب کا جو سرچائزس کے بعد لکھی گئی یقین کریں تو اس کے مطابق پایا جاتا ہے کہ جو وقت ان کے اور گورنر جنرل کے مابین پہلے پہل ملاقات ہوئی تو دونوں کے بشرے سے اختلاف کے آثار ہویدا تھے۔ لارڈ لائونگس نے کہا وہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کو اپنے اختیارات میں دست اندازی نہ کرنے دیں اور میں اس بات کی بڑی خبر داری رکھوں گا کہ آپ میرے اختیار میں دست اندازی کرنا نہیں چاہتے جس شخص سے پورڈ لائونگس جو بڑا بھی نئی نئی قائم ہوئی تھی اور اس سبب سے اس کو اپنے اصلی سر مشون سے اعانت کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی (پنجاب کو اب سابقہ پرٹگیزی والا تھا خود اسی کی پیٹیوں اور روز پوچھ

خدا ہر شے میں عمل لائی گئی اور اس زمانہ کے بعد سے پنجاب کی تجارت اپنی اصلی راہ پر چھوڑ دی گئی اور اسکی تمام قیدین اور شرطین جو قائم کی گئی تھیں دور کر دی گئیں۔

افسران نظم و نسق پنجاب کو جس امر سے بورڈ کی تقرری کے پہلے سال زیادہ وقت واقع اور بشارت صرف ہوا وہ یہ تھا کہ جنگ چلیان والا کے بعد عوام انسان نے شور و فساد بلند کر کے ایک ایسی عقل کے آدمی کو انگلستان سے افواج ہند کی اعلیٰ کمان پر طلب کیا جسکی تجویز میں کسی طرح سے ممکن العمل نہیں تھیں۔ سننے میں کہ جو وقت اس عہدہ کے لیے سرچارلس نیپئر سے کہا گیا اور انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو ڈیوکل آف ونگٹن نے کہا ”اگر آپ نہیں جانتے ہیں تو میں اس عہدہ پر جاؤنگا“ انگلستان بہت جلد مغلوب ہوا اور اگلی اولوالعزمی شہزادہ زن ہوئی اور وہ فتوحات و اصلاحات کے لیے بڑے بڑے منصوبے باندھ کر انگلستان سے روانہ ہوئے جو ہندوستان کے لیے ملک میں بھی عمل میں نہیں لائے جاسکتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں عہدہ کو وہ کلکتہ میں داخل ہوئے اور نہایت عجلت کے ساتھ انھوں نے بجاپہ شملہ کوچ کیا۔ لیکن ابھی سے اُن پر مایوسی ظاہر ہونے لگی۔ انکو تو یہ امید تھی کہ وہ ان جنگ کی تیاریاں ہونگی مگر جا کر دیکھا تو سب طرح کی امن و امان کا دنگا ہی رہا تھا۔ ہمارے نیم مفتوح حریف جنگ چلیان والا امن و امان اور نیم شملہ کے ساتھ ہماری مطیع رعایا ہو گئے تھے اور اس مایوسی کی قرار واقعی تکمیل کرنے کے لیے ملک مفتوحہ ایسے ”ممبران“ کے اختیار میں منتقل کر دیا گیا تھا جسکی مفروضہ لائقیت پر قیاح اور امن قائم کنندہ مندرجہ صلح و جنگ میں برابر تجارت و نفرت کا مینہ برسا لیا۔ ۲۲ جون کو انھوں نے ”لکھنؤ انچیف“ اپنے بھائی کی چھٹی میں لکھا تھا کہ ”کاٹھکے میں لکھنؤ انچیف ہونے کے بدلے گورنر پنجاب ہوا“ خوش قسمتی خواہ بد قسمتی سے وہ اب گورنر پنجاب نہیں ہو سکے اور اپنے غصہ میں انھوں نے ایسے موقعوں کو جو لکھنؤ انچیف کے عہدہ کے باعث سے انکو حاصل ہوئے تھے ایسی باتوں میں استعمال کیا جسکی وجہ سے (اگرچہ ارادے میں) اور کسی شخص کے لیے دونوں میں سے کسی عہدہ کا ملنا دو چند دشوار ہو گیا۔

انکی سوانح عمری میں جو لکھے بھائی و نیم کی لکھی ہوئی ہے اور اس سے بھی زیادہ رسالہ ”ہندو ہند“ میں جو انکی وفات کے بعد لکھا گیا عجیب و غریب طرح کی مناقب طبعی خود رائی اور ہرزہ درائی کے مضامین بھرے ہوئے ہیں اور جو دراندیشی اور عقلمندی ان میں ظاہر کی گئی ہے اسکی تکذیب اور تردید کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اور انکے ساتھ خود سرچارلس نیپئر لارڈ ونگٹن اور بوڈو پنجاب کی یادداشتیں اور میرے پاس کدو چھپا جو برادران لائسنس اور گورنر جنرل کے مابین آئی گئی تھیں میری اس بحث کے لیے ایک سمع خراش مادہ پیدا کرتی ہیں۔ اس مخالفت کی تصریح میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کوئی پائیدار ذوق پیدا کر سکے۔ لیکن انکی

بازگشت کی حدائین ایک آن اختلافات سے پیدا ہو سکتی ہیں جنگی وجہ سے سرحدی فرقہ پنجابی فرقہ سے جدا ہو گیا ہے پنجابی فرقہ سے وہ گروہ مراد ہے جو فوجی انتظام (صدیوں انتظام) کا شیر تھا اور جسے اب بعد کے ایام میں ایک دوسری خطرناک صورت اختیار کر کے تنظیم ہندوستان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ انہیں سے ایک گروہ وہ ہے جو روسیوں کی پیشقدمی جانب ہند کے خیال سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے بڑھکر غنیمت کا مقابلہ کیا جائے اور اس تدبیر کے عمل میں لائے وقت افغانستان اور اس کے قرب و جوار کے ملک شامل یا داخل سلطنت کر لیے جائیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو نہایت استقلال کے ساتھ اصل قدرتی سرحد یعنی دریائے سندھ اور کوہ سلیمان پر کھینچ کر کے یہ چاہتا ہے کہ صرف سرحدات مذکور کے اس پار والے وحشی ممالک پر ان کے دوست کے طور پر کسی محمل حملہ کے روکنے کو چڑھائی کی جائے۔ شاید سب سے زیادہ نامی قائم مقام ایک فرقہ کے نمبرائیل فریڈ اور دوسرے فرقہ کے قائم مقام بلاشک و شبہ لارڈ لائونڈن ہیں اس لیے وہ اختلاف تا مگر اس سوانح عمری سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ بات تو پیشتر ہی سے معلوم ہو گئی ہوگی کہ اس طرح کے دو کامل استاد اور خود مختار اشخاص کے درمیان جیسے گورنر جنرل اور گائڈر انچیف تھے اعلیٰ اقتدار کے لیے ضرور اختلاف واقع ہوگا۔ لیکن اسی طرح ایمر بھی صاف ظاہر تھا کہ جو شخص بلا حجت و فکر اعلیٰ اختیار سے مسلح اور اپنی نفس پر استغناء قادر تھا وہ میدان سے اوس مشہور اور بیڈھب بوڑھے سپاہی کو ضرور ہجکا دینگا جو ”بلاد جہلقین اور بلا اشتعال نفرت کرنے کی خاصیت رکھتا تھا“ اور اس وقت تک کسی بات کو صحیح خیال کرنے پر راضی نہیں ہوتا تھا جب تک وہ بات اسی کی کی ہوئی یا اسی کے خواہش کے مطابق کی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ سر چارلس میپس اس وقت ساٹھ برس (یعنی اپنے بوڑھے رقب سے دو چند عمر) کے تھے لیکن اس بات کے خیال نے کہ وہ ۳۰۰۰ سپاہیوں کے کمانیر تھے انکو جوان کر دیا تھا۔ اور باوصف ایک سخت بیماری کے جو آخر میں بڑی مہلک ثابت ہوئی انھوں نے تین سالہ میں جا کر سخت کوشی کرنا شروع کی اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں ہر روز ہندو گھنٹہ میپس پر بیٹھ کر کام کیا کرتے تھے۔ اگر ہم اس کتاب کا جو سر چارلس کے بعد لکھی گئی یقین کریں تو اس کے مطابق پایا جاتا ہے کہ جو وقت ان کے اور گورنر جنرل کے مابین پہلے پہل ملاقات ہوئی تو دونوں کے بشرے سے اختلاف کے آثار ہو رہے تھے۔ لارڈ لائونڈن نے کہا ”مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کو اپنے اختیارات میں دست اندازی نہ کرنے دیں اور میں اس بات کی بڑی خبر داری رکھوں گا کہ آپ میرے اختیار میں دست اندازی نہ کرنے پائیں جس شخص سے بوڑھے اور بڑا بھی نئی نئی قائم ہوئی تھی اور اس سبب سے اس کو اپنے اصلی سر مشون سے اعانت کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی (پنجاب کو اب سابقہ پرستے والا تھا جو اسی کی پیٹیوں اور دزچوں

خواہش تھی عمل میں لائی گئی اور اس زمانہ کے بعد سے پنجاب کی تجارت اپنی اصلی راہ پر چھوڑ دی گئی اور اس کی تمام قیدیں اور شرطیں جو قائم کی گئی تھیں دور کر دی گئیں۔

افسران نظم و نسق پنجاب کو جس امر سے بورڈ کی تقرری کے پہلے سال زیادہ وقت واقع اور بیشمار وقت صرف ہوا وہ یہ تھا کہ جنگ چلیان والا کے بعد عوام اناس نے شور و فراوانی کے ساتھ ایک ایسی عقل کے آدمی کو انگلستان سے افواج ہند کی اعلیٰ کمان پر طلب کیا جس کی تجویز میں کسی طرح سے ممکن العمل نہیں تھیں۔ سننے میں کہ جو وقت اس عہدہ کے لیے سرچارلس نیپئر سے کہا گیا اور انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا تو ڈوڈل آف انگلینڈ نے کہا ”اگر آپ نہیں جانتے ہیں تو میں اس عہدہ پر جاؤنگا“ انگلستان مذہب بت جلد مغلوب ہوا اور ان کی اولوالعزمی شملہ زن ہوئی اور وہ فتوحات و اصلاحات کے لیے بڑے بڑے منصوبے باندھ کر انگلستان سے روانہ ہوئے جو ہندوستان کے لیے ملک میں بھی عمل میں نہیں لائے جاسکتے تھے۔

۱۸۴۷ء میں کو وہ کلکتہ میں داخل ہوئے اور نہایت عجلت کے ساتھ انھوں نے بھانجی شملہ کو چھوڑ دیا۔ لیکن ابھی سے ان پر ایسی ظاہر ہونے لگی سائیکو تو یہ امید تھی کہ وہ ان جنگ کی تیاریاں ہونگی مگر جا کر دیکھا تو سبب طرح کی امن و امان کا ڈھانچا رہا تھا۔ ہمارے نیم مفتوح حریف جنگ چلیان والا امن و امان اور نیم ختم شدہ کے ساتھ، بنی طبعی بنایا ہوئے تھے اور اس مایوسی کی قرار واقعی تکمیل کرنے کے لیے ملک مفتوحہ ایسے ممبران کے اختیار میں منتقل کر دیا گیا تھا جن کی مغرورہ، لالچی، پر فاح اور امن قائم کنندہ صلح و جنگ میں برابر تجارت و نفرت کا مینہ برسا لیا۔ ۲۲ جن کو انھوں نے بھانجی شملہ (پنجت) اپنے بھائی کی چٹھی میں لکھا تھا کہ ”کاٹھکے میں کھانا نہ پڑھیں“ ہونے کے بعد گونہ پنجپ بھانجی شملہ خوش قسمتی خواہ بہ قسمتی سے وہ اب گورنر پنجاب نہیں ہو سکے اور اپنے غصہ میں انھوں نے ایسے موقعوں کو جو کھانا نہ پڑھیں کے باعث سے انکو حاصل ہوئے تھے ایسی باتوں میں استعمال کیا جس کی وجہ سے اگرچہ لارڈسٹین (اور کسی شخص کے لیے دونوں میں سے کسی عہدہ کا ملنا دو چند و شوار ہو گیا۔

ان کی سوانح عری میں جو ان کے بھائی ولیم کی کھی جیتی ہے اور اس سے بھی زیادہ رسالہ ”بہنظمی ہند“ میں جو ان کی وفات کے بعد لکھا گیا جب عجب طرح کی ساقی طبعی خود رانی اور ہرزہ دہائی کے مضامین بھرے ہوئے ہیں اور جو دراندیشی اور عقلمندی اس میں ظاہر کی گئی ہے اس کی گندہ اور تردید کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اور ان کے ساتھ خود سرچارلس نیپئر لارڈ ڈوڈل آف انگلینڈ اور پورٹ پنجاب کی یادداشتیں اور میرے پاس کی دو چھاپا جو برادران لاریس اور گورنر جنرل کے مابین آئی گئی تھیں میری اس بحث کے لیے ایک سمع خراش مادہ پیدا کرتی ہیں۔ اس مخالفت کی تصریح میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کوئی بایدار ذوق پیدا کر سکے۔ لیکن

بازگشت کی صدائیں اب تک اُن اختلافات سے پیدا ہو سکتی ہیں جنکی وجہ سے سندھی فرقہ پنجابی فرقہ سے جدا ہو گیا ہے پنجابی فرقہ سے وہ گروہ مراہے جو فوجی انتظام (صدیوں انتظام) کا شیر تھا اور جسے اب بعد کے ایام میں ایک دوسری خطرناک صورت اختیار کر کے تنظیم ہندوستان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ انہیں سے ایک گروہ وہ ہے جو روسیوں کی پیشقدمی جانب ہند کے خیال سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے برعکس غنیم کا مقابلہ کیا جائے اور اس تدبیر کے عمل میں لاتے وقت افغانستان اور اس کے قرب و جوار کے ملک شامل یا داخل سلطنت کر لیے جائیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو نہایت استقلال کے ساتھ اصل قدرتی سرحد یعنی دریائے سندھ اور کوہ سلیمان پر کمیہ کر کے یہ چاہتا ہے کہ صرف سرحدات مذکور کے اس پار واپس وحشی ممالک پر ان کے دوست کے طور پر کسی محمل حملہ کے روکنے کو چڑھائی کیجائے۔ شاید سب سے زیادہ نامی قائم مقام ایک فرقہ کے سربراہ فریر اور دوسرے فرقہ کے قائم مقام بلاشک و شبہ لارڈ لائونگس ہیں اسلئے وہ اختلاف تا سراسر سوانح عمری سے تعلق رکھتا ہے۔

پہلی بات تو پیشتر ہی سے معلوم ہو گئی ہوگی کہ اس طرح کے دو کامل استاد اور خود مختار اشخاص کے درمیان جیسے گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف تھے اعلیٰ اقتدار کے لیے ضرور اختلاف واقع ہوگا۔ لیکن اسی طرح میر بھی صاف ظاہر تھا کہ جو شخص بلا حجت و تکرار اعلیٰ اختیار سے مسلح اور اپنی نفس پر اس قدر قادر تھا وہ میدان سے اوس مشہور اور بیڈھب بوڑھے سپاہی کو ضرور بگاڑ لگا جو بلا وجہ یقین اور بلا اشتعال نفرت کرنے کی خاصیت رکھتا تھا اور اس وقت تک کسی بات کو صحیح خیال کرنے پر راضی نہیں ہوتا تھا جب تک وہ بات اسی کی کی ہوئی یا اسی کے خواہش کے مطابق کی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ سر چارلس میپس اس وقت ساٹھ برس (یعنی اپنے بوڑھے رقیب سے دو چند عمر) کے تھے لیکن اس بات کے خیال نے کہ وہ ۳۰۰۰۰ سپاہیوں کے کمانیر تھے انکو جوان کر دیا تھا اور باوصف ایک سخت بیماری کے جو آخر میں بڑی مہلک ثابت ہوئی انھوں نے شملہ میں جا کر سخت کوشی کرنا شروع کی اور جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں ہر روز پندرہ گھنٹہ میپس پر بیٹھ کر کام کیا کرتے تھے۔ اگر ہم اس کتاب کا جو سر چارلس کے بعد لکھی گئی یقین کریں تو اس کے مطابق پایا جاتا ہے کہ جب وقت ان کے اور گورنر جنرل کے مابین پہلے پہل ملاقات ہوئی تو دونوں کے بشرے سے اختلاف کے آثار ہویدائے۔ لارڈ لائونگس نے کہا وہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کو اپنے اختیارات میں دست اندازی نہ کرنے دیں اور میں اس بات کی بڑی خبر داری رکھوں گا کہ آپ میرے اختیار میں دست اندازی نہ کریں۔ جس شخص سے پورے پورے جوڑا بھی نئی نئی قائم ہوئی تھی اور اس سبب سے اس کو اپنے اصلی سرسٹون سے اعانت کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی (پنجاب کو اب سابقہ پرستے والا تھا جو اسی کی پیروی اور رزروں

حاکمیت کا باہر مقابلہ کرے اور اگر کسی ضرورت پڑے تو دونوں مین سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے
 اسے قائم کر کے۔ چنانچہ گزشتہ لارڈز اکثر غیر حاضر رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔
 ماہ ستمبر میں تہری لارڈز ہزارہ اور کثیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لارڈ ڈونلڈ کو یہ بات کوچنا گوار نہ
 کی کہ پرنسپلٹ پوز خود جاکر اپنی انگوٹھ سے ضلع ہزارہ کا مسانہ کر آئے۔ ضلع جہیز آئینٹ صاحب ہی کے
 تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ڈونلڈ اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ تہری
 صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کینڈر پٹر کے ساتھ انگوٹھ نے کیا تھا کہ باقی ممبران پوز تہری لارڈز کی عدم
 کی ایسی ہے۔ لیکن لارڈز موصوف نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی ممبران پوز تہری لارڈز کی عدم
 موجودگی میں دہان کا کام انجام کر سکیں گے۔ ملک گری، بنوئی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ اس میں نجاب مین سے
 دس شخص امیں سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے۔ تھیں شیل صاحب پوز کے تیسرے ممبر اور کچھ بچہ مین صاحب
 سکرٹری پوز وکیل تھے۔ لارڈ ڈونلڈ اور کینڈر صاحب جو بات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے غریب
 رخصت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لارڈز اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس طرح
 سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوا ہے کہ پھر برابر
 لارڈ ڈونلڈ سے وہی خط کتابت کرتے رہے ہر ایک معاملہ کی نسبت جسوقت وہ پیش ہوا انگوٹھ نے بالکل کف
 اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہو تو
 اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک مہم کی جو خبر آئی تو اس سے انکو کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی
 بلکہ وہ یہ سمجھے کہ کچھ دنوں کے لیے کام سے سبکدوشی حاصل ہوئی اور لارڈ ڈونلڈ کے امین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی
 چترنگ اور شیرنگ کے بارے میں تہری لارڈز اور لارڈ ڈونلڈ کے امین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی
 جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مساکن خاص واقعہ نامی مین رہنے کے بجائے کیے گئے لیکن جیسا کہ بعض حکام لاپرواہ
 کو خیال ہوا وہ امیں سے آثار بغاوت ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر روز اپنے بیان بیشمار بہرہ منوں اور کثیروں کو کھانا
 کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری یا کلوٹ اور امرتسر کے درمیان برابر قاصد آتے جاتے
 رہتے تھے جہاں دوسرے روال رسیدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ تہری
 گلاب سنگھ اور کابل سے دوست محمد فساد آئین خط کتابت کرتے تھے۔ جان لارڈز لارڈ ڈونلڈ کو کھاتے
 ہیں کہ ”برہمن اور بھام یہ دو طرح کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں بار بار
 تمام اناری مین دیکھے گئے۔ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو بغاوت تمام مقامی افسروں پر چھوڑا جاسکتا
 لیکن جس شخص نے وہیم فریز کے قانون کا پتہ لگا لیا تھا اسکی طبیعت پھر جوش مین لگتی اور اسنے خود اس

کام میں سب سے زیادہ شریک ہونے کا غم کیا۔ یکم اکتوبر کو رات کے ایک بجے ڈوگنگرنی صاحب کشتی
لاہور اور ڈوگنگرنی صاحب اور ہارڈنگ صاحب اور تھوڑی سی سپاہ کو ہمراہ لیکر اس مہم پر روانہ ہوئے۔
اس وقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی مطلع صاف تھا اور گھوڑے کو جو ایک ذرا ایڑھے دی تو صبح ہوئے ہوئے
وہ موقع پر پہنچ گئے۔ ان سب لوگوں نے خاموشی کے ساتھ گانوں کا حواصرہ کر کے چتر سنگھ کو خالص
اُسکے مکان میں گرفتار کر لیا اُسکے بیٹے جو بھاگ نکلے تھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کے ارادہ میں تھے
انکو بھی تعاقب کر کے انھوں نے گرفتار کیا اور کامیابی کے ساتھ اس کل جماعت کو اس طرح سے لاہور میں
لے آئے کہ اس وقت تک شہر کے کسی آدمی کو اس مہم کے روانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ قریب قریب
اسی کے ساتھ ہی اور تسرا اور سیالکوٹ کے دوسرے سردار گرفتار ہوئے۔ مختلف مقاموں میں ہتھیار مدفون
دوست محمد اور گلاب سنگھ کی کچھ باہمی مشتبہ خط کتابت جسکو لارڈ ڈوگنگرنی نے کئی جزیروں کے ایک بہرن سے
تعمیر کیا ہے پکڑی گئی اور بد نصیب سردار تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہندوستان کے اور مقامات کو جہان اُسکے
رہنے میں خطرہ کی زیادہ تر حفاظت متصور تھی قتل کر دیے گئے۔

بھائی مہاراجہ سنگھ کو جو سال سابق میں دواہ جالندھر کے فساد کا بانی مہائی ہوا تھا اور جو حسب خبر مشہور
دریائے پنجاب میں غرق ہو جانے کے بعد دنیا گمر میں پھر زندہ ہو گیا تھا اب آخر کو اسی زمانہ میں اسکا بھی قلع قمع
کر دیا گیا۔ جس طرح آرٹھو پیتھ قدیم زمانہ کے باشندگان یسینا یا شمال باشندگان کوہ قاف کے مابین خرق عادت
سے غائب ہو کر اور مردوں کے درمیان سے واپس آکر صاحب کرامات سمجھا گیا اسی طرح یہ بھی خیال کیا گیا۔
اُسکے تابعین نے چالاکی سے اسکا پتہ نہیں بتلایا اور قبل اسکے کہ کوئی مہم اسکے مقابلہ میں روانہ کیجاتی وہ پھر جالندھر
کی جانب واپس چلا گیا اور دھان فائینٹارٹ صاحب نے اُسکو گرفتار کیا۔ اس شخص کے مسندوں سے جدا
کر دینے کے بعد پھر پنجاب میں فتور برپا ہونے کا بد غنہ نہیں رہ گیا۔

دوسرا مرحلہ پر بورڈ قائم ہونے کے بعد اول ایام بارش میں جان لارنس کا خیال متوجہ رہا وادیک
کامل رپورٹ کی تیاری تھی جس میں انھوں نے نہایت جرات کر کے یہ صلاح دی تھی کہ پنجاب میں راہداری کے
کل محصولات موقوف کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہ لارڈ ڈوگنگرنی کو لکھتے ہیں کہ ”ہماری اصل حکمت عملی یہ ہے کہ
جس جس قید کے اٹھا دینے سے ہمارے انتظامات میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا وہ سب اٹھا دیجائیں صرف
مالگزار اراضیات قائم رکھی جائیں۔ ساس تدبیر سے عوام الناس خوش ہو جائینگے خاص کر کے محنت پیشہ
اشخاص تو ہم سے بہت ہی رضامند ہونگے۔ دوسرے محصولات تمام ملکوں میں نہایت ناگوار سمجھے جاتے ہیں
اور اس ملک کے لیے تو وہ بالکل موزون نہیں ہیں۔ طول طویل خط کتابت کے بعد یہ اصلاح جسکی عرصہ

اور قابلیت کا اہمگر مقابلہ کرے اور اگر کسی ضرورت پڑے تو دونوں مین سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر رکھے۔ چنانچہ اگر ہنری لائسنس اکثر غیر حاضر نہ رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

ماہ ستمبر میں ہنری لائسنس ہزارہ اور کثیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لازڈ ڈونوئی کو یہ بات کچھ ناگوار نہ تھی کہ پرنسپلٹ بوز خود جا کر اپنی انگوٹوں سے ضلع ہزارہ کا مسانہ کرائے۔ ضلع چیمپین آئینٹ صاحب ہی کے تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ لازڈ ڈونوئی اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ چیمپین صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کس قدر طنز کے ساتھ انگوٹوں نے کماتھا کہ ”وہ حکومت پیچیدہ ہے اور بادشاہ کی ایسی ہے۔“ لیکن لازڈ موصوف نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی ممبران بوز ہنری لائسنس کی عدم موجودگی میں وہاں کا کام انجام کر سکیں گے۔ ”مہلک گرمی“ بخوبی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ افسران پنجاب مین سے دس شخص اسی سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے۔ نیشنل صاحب بوز ڈونوئی کے تیسرے ممبر اور کبرچین صاحب بکر پرنی بوز ڈونوئی کے تھے۔ لازڈ ڈونوئی اور لکٹننٹ صاحب جو بذات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے غنیمتِ رخصت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لائسنس اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور سطح سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر برابر لازڈ ڈونوئی سے وہی خط کتابت کرتے رہے ہر ایک معاملہ کی نسبت جسوقت وہ پیش ہوا انگوٹوں نے بلا تکلف اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہوئی تو اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک ہم کی جو فبرائی تو اس سے انکو کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی بلکہ وہ یہ سمجھے کہ کچھ دنوں کے لیے کام سے سبکدوشی حاصل ہوئی اور انکو اپنے پرانے ایام پانی پت کا خیال آ گیا۔

چتر سنگھ اور شیر سنگھ کے بارے میں ہنری لائسنس اور لازڈ ڈونوئی کے مابین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مساکن خاص واقعہ اناری میں رہنے کے مجاز کیے گئے لیکن جیسا کہ عین حکام لاہور کو خیال ہوا وہ اسی سے آثار بنادوت ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر روز اپنے بیان بیشمار برہمنوں اور کھتریوں کو کھانا کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری سیکالوٹ اور امرتسر کے درمیان برابر قاصد آتے جاتے رہتے تھے جہاں دوسرے زوال رسیدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوئیان ہو رہی تھیں کہ شیر سنگھ اور کابل سے دوست محمد مسعدہ آئین خط کتابت کرتے تھے۔ جان لائسنس لازڈ ڈونوئی کو لکھتے ہیں کہ ”برہمن اور حجام یہ دو طرح کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں بارہا مقام اناری میں دیکھے گئے۔“ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو جغناطت تمام مقامی افسروں پر چھوڑا جاسکتا لیکن جس شخص نے وہ تہم قریز کے قانون کا پتہ لگایا تھا انکی طبیعت پھر جوش میں آگئی اور اسنے خود اس

کام میں سب سے زیادہ شریک ہونے کا غم کیا۔ کیم اکتوبر کو رات کے ایک بجے ڈوگگری صاحب کشتی
لاہور اڈوڈ قائم ہوئے اور باؤسن صاحب اڈوڈ تھوڑی سی سپاہ کو ہمراہ لیکر اس مہم پر روانہ ہوئے۔
اس وقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی مطلع صاف تھا اور گھوڑے کو جو ایک ذرا اڑنے دی تو صبح ہوئے تھے
وہ موقع پر پہنچ گئے۔ ان سب لوگوں نے خاموشی کے ساتھ گانوں کا محاصرہ کر کے چتر سنگھ کو خالص
اُسکے مکان میں گرفتار کر لیا اُسکے بیٹے جو جاگ نکلے تھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کے ارادہ میں تھے
انکا بھی تعاقب کر کے انھوں نے گرفتار کیا اور کامیابی کے ساتھ اس کل جماعت کو اس طرح سے لاہور میں
لے آئے کہ اس وقت تک شہر کے کسی آدمی کو اس مہم کے روانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ قریب قریب
اسی کے ساتھ ہی اتر اور سیالکوٹ کے دوسرے سردار گرفتار ہوئے۔ مختلف مقاموں میں ہتھیار مدفون
دوست محمد اور گلاب سنگھ کی کچھ باہمی مشتبہ خط کتابت جسکو لارڈ ڈوگگری نے کئی جہازوں کے ایک گھرنے سے
تیسر کیا ہے پکڑی گئی اور بد نصیب سردار تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہندوستان کے اور مقامات کو جہان اُسکے
رہنے میں خطرہ کی زیادہ تر حفاظت متصور تھی منتقل کر دیئے گئے۔

بھائی مہاراجہ سنگھ کو جو سال سابق میں دو آبہ جالندھر کے فساد کا بانی مہمانی ہوا تھا اور جو حسب خبر مشہور
ذریعے پنجاب میں غرق ہو جانے کے بعد دینا نگر میں پھر زندہ ہو گیا تھا اب آخر کو اسی زمانہ میں اسکا بھی قلع قمع
کر دیا گیا۔ جس طرح آرنٹو میٹر قدیم زمانہ کے باشندگان سیتیا یا شامل باشندگان کوہ قاف کے مابین خرق عادت
سے غائب ہو کر اور مردوں کے درمیان سے واپس آکر صاحب کرامات سمجھا گیا اسی طرح یہ بھی خیال کیا گیا۔
اُسکے تابعین نے چالاکی سے اسکا پتہ نہیں بتلایا اور قبل اسکے کہ کوئی مہم اسکے مقابلہ میں روانہ کیجاتی وہ پھر حالندھر
کی جانب واپس چلا گیا اور وہاں فائینارٹ صاحب نے اسکو گرفتار کیا۔ اس شخص کے مفسدون سے جدا
کر دینے کے بعد پھر پنجاب میں فتور برپا ہونے کا بد غدغہ نہیں رہ گیا۔

دوسرا مرحلہ جس پر بورڈ قائم ہونے کے بعد اول ایام ہارش میں جان لارنس کا خیال متوجہ رہا وہ ایک
کامل رپورٹ کی تیاری تھی جس میں انھوں نے نہایت جرات کر کے یہ صلاح دی تھی کہ پنجاب میں راہداری کے
کل محصولات موقوف کر دیئے جائیں۔ چنانچہ وہ لارڈ ڈوگگری کو لکھتے ہیں کہ ”ہماری اصل حکمت عملی یہ ہے کہ
جس جس قید کے اٹھا دینے سے ہمارے انتظامات میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا وہ سب اٹھا دیجائیں صرف
مالگزار اراضیات قائم رکھی جائے۔ اس تدبیر سے عوام الناس خوش ہو جائینگے خاص کر کے محنت پیشہ
اشخاص تو ہمیں بہت ہی رضامند ہونگے۔ دوسرے محصولات تمام ملکوں میں نہایت ناگوار سمجھے جاتے ہیں
اور اس ملک کے لیے تو وہ بالکل موزون نہیں ہیں۔ طول طویل خط کتابت کے بعد یہ اصلاح جسکی عرصہ

اور قابلیت کا اہمگر مقابلہ کرے اور اگر کبھی ضرورت پڑے تو دونوں میں سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر رکھے۔ چنانچہ اگر نہری لائسنس اکثر غیر حاضر رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

ماہ ستمبر میں نہری لائسنس ہزارہ اور کشمیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لازڈ ڈائونٹی کو یہ بات کچھ ناگوار نہ تھی کہ پرنسپلنٹ بوزڈوڈو جو کراچی آگئے تھے ضلع ہزارہ کا ساتھ نہ کرتے۔ ضلع جیمس آئینٹ صاحب ہی کے تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ لازڈ ڈائونٹی اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ جیمس صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کی قدر نظر کے ساتھ انھوں نے کہا تھا کہ ”وہ حکومت جیمس پر اور بادشاہ کی ایسی ہے۔“ لیکن لازڈوڈو موصوف نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی ممبران بوزڈو نہری لائسنس کی عدم موجودگی میں وہاں کا کام انجام کر سکیں گے۔ ”سبک گری“ بخوبی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ افسران پنجاب میں سے دس شخص ایسی سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے جیٹنٹل صاحب بوزڈو کے تیسرے ممبر اور کیرنل صاحب بکسٹر بھی بوزڈو علیل تھے۔ اوڈوڈو میں اور کنگسٹن صاحب جو بذات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے غریب رخصت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لائسنس اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور پہلے سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر برابر لازڈ ڈائونٹی سے وہی خط کتابت کرتے رہے ہر ایک معاملہ کی نسبت جسوقت وہ پیش ہوا انھوں نے بلا تکلف اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہوئی تو اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک مہم کی جو خرابی تو اس سے انکو کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی بلکہ وہ یہ سمجھے کہ کچھ دنوں کے لیے کام سے سبکدوشی حاصل ہوئی اور انکو اپنے پرانے لایم پانی پت کا خیال آگیا۔ چترنگ اور شیرنگ کے بارے میں نہری لائسنس اور لازڈ ڈائونٹی کے مابین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مسکن خاص واقعہ اناری میں رہنے کے مجاز کیے گئے لیکن جیسا کہ مین حکام لاہور کو خیال ہوا وہ ایسی سے آثار بناوٹ ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر در اپنے بیان بیشمار برہنوں اور کٹر یوں کو کھانا کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری یا کلوٹ اور امر نسر کے درمیان برابر قاصد آتے جاتے رہتے تھے جہاں دوسرے زوال ریدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ نہری کلاب نگار اور کابل سے دوست محمد فسدہ آئین خط کتابت کرتے تھے۔ جان لائسنس لازڈ ڈائونٹی کو لکھتے ہیں کہ ”ہر ممبر اور تمام یہ دو طرح کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں! رہا مقام اناری میں دیکھے گئے۔“ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو حفاظت تمام مقامی افسروں پر عبور باسکتا تھا لیکن جس شخص نے ڈیپٹمنٹ کے قانون کا پتہ لگایا تھا انکی طبیعت پھر جو میں آگئی اور اس نے خود اس

کام میں سب سے زیادہ شریک ہونے کا غم کیا۔ یکم اکتوبر کو رات کے ایک بجے ونگر نے صاحب کشتی لاہور اور فورڈ صاحب اور ہارڈن صاحب اور تھوڑی سی سپاہ کو ہرا لیکر اس مہم پر روانہ ہوئے۔ اس وقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی مطلع صاف تھا اور گھوڑے کو جو ایک نر الاڑھے دی تو جمع ہوئے۔ وہ موقع پر پہنچ گئے۔ ان سب لوگوں نے خاموشی کے ساتھ گانوں کا حواصرہ کر کے چترنگ کو خالص اسکے مکان میں گرفتار کر لیا اسکے بیٹے بوجھاگ لٹکے تھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کے ارادہ میں تھے انکا بھی تعاقب کر کے انھوں نے گرفتار کیا اور کامیابی کے ساتھ اس کل جماعت کو اس طرح سے لاہور میں لے آئے کہ اس وقت تک شہر کے کسی آدمی کو اس مہم کے روانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ قریب قریب اسی کے ساتھ ہی امرتسر اور سیالکوٹ کے دوسرے سردار گرفتار ہوئے۔ مختلف مقاموں میں ہتھیار مدفون دوست محمد اور گلاب سنگھ کی کچھ باہمی مشتبہ خط کتابت جسکو لارڈ ڈکنسن نے کئی جہازوں کے ایک ہرن سے تعبیر کیا ہے پکڑی گئی اور بنضیب سردار تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہندوستان کے اور مقامات کو جہاں اُنکے رہنے میں خطرہ کی زیادہ تر حفاظت تصور تھی قتل کر دیے گئے۔

بھائی مہاراجہ سنگھ کو جو سال سابق میں دو آبہ جالندھر کے فساد کا بانی مبنائی ہوا تھا اور جو حسب خبر مشہور دریائے چناب میں غرق ہو جانے کے بعد دنیا لگرمین پھر زندہ ہو گیا تھا اب آخر کو اسی زمانہ میں اسکا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔ جس طرح آرتھوڈوکس قدیم زمانہ کے باشندگان یسینا یا شامل باشندگان کو وہ قاف کے مابین خرق عادت سے غائب ہو کر اور مردوں کے درمیان سے واپس آکر صاحب کرامات سمجھا گیا اسی طرح یہ بھی خیال کیا گیا۔ اسکے تابعین نے چالاکی سے اسکا پتہ نہیں بتلایا اور قبل اسکے کہ کوئی مہم اسکے مقابلہ میں روانہ کیجاتی وہ پھر جالندھر کی جانب واپس چلا گیا اور وہاں فائینارڈ صاحب نے اسکو گرفتار کیا۔ اس شخص کے مسندوں سے جدا کر دینے کے بعد پھر پنجاب میں فتور برپا ہونے کا بد غدغہ نہیں رہ گیا۔

دوسرا مرحلہ جس پر بورڈ قائم ہونے کے بعد اول ایام بارش میں جان لارنس کا خیال متوجہ رہا وہ ایک کامل رپورٹ کی تیاری تھی جس میں انھوں نے نہایت جرات کر کے یہ صلاح دی تھی کہ پنجاب میں راہداری کے کل محصولات موقوف کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہ لارڈ ڈکنسن کو لکھتے ہیں کہ ”ہماری اصل حکمت عملی یہ ہے کہ جن جس قید کے اٹھا دینے سے ہمارے انتظامات میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا وہ سب اٹھا دیجائیں صرف مالگزار اراضیات قائم رکھی جائیں۔ اس تدبیر سے عوام الناس خوش ہو جائینگے خاص کر کے محنت پیشہ اشخاص تو ہر بہت ہی رضامند ہونگے۔ دوسرے محصولات تمام ملکوں میں نہایت ناگوار سمجھے جاتے ہیں اور اس ملک کے لیے تو وہ بالکل موزوں نہیں ہیں۔ طول طویل خط کتابت کے بعد یہ اصلاح جسکی عرصہ

اور قابلیت کا اہمگر مقابلہ کرے اور اگر کبھی ضرورت پڑے تو دونوں مین سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر کے۔ چنانچہ اگر تہنہ لائسنس اکثر غیر حاضر رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

ماہ ستمبر میں تہنہ لائسنس ہزارہ اور کشمیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لارڈ ڈونلڈ نے کوئی بات کہنا گوارہ نہ کی کہ پرنسپلٹ پوزٹو خود جا کر اپنی آنکھوں سے ضلع ہزارہ کا سائنہ کر آئے۔ ضلع جمن آئیٹ صاحب ہی کے تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ڈونلڈ نے اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ تہنہ لائسنس صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کیستہ رطرن کے ساتھ انھوں نے کہا تھا کہ باقی ممبران پوزٹو تہنہ لائسنس کی عدم

کی ایسی ہے۔ لیکن لارڈ ڈونلڈ نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی ممبران پوزٹو تہنہ لائسنس صاحب کی موجودگی میں دہان کا کام انجام کر سکیں گے۔ ”مہلک گرمی“ بخوبی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ انھوں نے پوزٹو صاحب دس شخص امبی سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے۔ تھیں تھیں صاحب پوزٹو کے تیسرے ممبر اور پرنسپل صاحب بکری تہنہ پوزٹو علی تھے۔ اوڈورڈن اور ٹکسن صاحب جو بذات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے غنیمت رخصت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لائسنس اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور سطح سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر برابر

لارڈ ڈونلڈ نے اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہوئی تو اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک مہم کی جو خبر آئی تو اس سے انکو کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی بلکہ وہ یہ سمجھے کہ کچھ دنوں کے لیے کام سے سبکدوشی حاصل ہوئی اور انکو اپنے پرانے ایام پانی پت کا خیال آگیا۔ چترنگ اور شیرنگ کے بارے میں تہنہ لائسنس اور لارڈ ڈونلڈ نے تہنہ لائسنس کے امین عصمت بے انتہا خط کتابت رہی

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مسکن خاص واقعہ آنا۔ یہی مین رہنے کے بجائے گئے لیکن جیسا کہ بعض حکام لارڈ کو خیال ہوا وہ ابھی سے آثار بناوت ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر روز اپنے بیان میں مار بھنوں اور کھنوں کو کھانا کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری یا کلوٹ اور امرتسر کے درمیان برابر قاصد آتے جاتے رہتے تھے جہاں دوسرے زوال رسیدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ تہنہ گلاب سنگ اور کابل سے دوست محمد مفسدہ آئینہ خط کتابت کرتے تھے۔ جان لائسنس لارڈ ڈونلڈ کو لکھتے ہیں کہ ”برہمن اور بھام یہ دو طرح کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں بارہا مقام اناری میں دیکھے گئے۔“ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو بناقت تمام مقامی افسروں پر عبور جاسکتا تھا لیکن جس شخص نے وہ تہنہ پوزٹو کے قانون کا پتہ لگایا تھا انکی طبیعت پھر جوش میں آگئی اور انھوں نے خود اس

کام میں سب سے زیادہ شریک ہونے کا غم کیا۔ یکم اکتوبر کو رات کے ایک بجے ڈاکٹر نے لاہور اور ڈوڈھن صاحب اور ہاؤس صاحب اور ٹھوڑی سی سپاہ کو ہمراہ لیکر اس مہم پر روانہ اس وقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی مطلع صاف تھا اور گھوڑے کو جو ایک ذرا ایڑھے دی تو صبح وہ موقع پر پہنچ گئے۔ ان سب لوگوں نے خاموشی کے ساتھ گاؤں کا حاصرہ کر کے چتر سنگھ اسکے مکان میں گرفتار کر لیا اسکے بیٹے جو جاگ کھلے تھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کے ارادہ میں آنکھ بھی تعاقب کر کے انھوں نے گرفتار کیا اور کامیابی کے ساتھ اس کلی چاعت کو اس طرح سے لاہور لے آئے کہ اس وقت تک شہر کے کسی آدمی کو اس مہم کے روانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ قریب قریب دوست محمد اور گلاب سنگھ کی کچھ باہمی شبہ خط کتابت جسکو لارڈ ڈوڈھن نے کئی بجائیوں کے ایک ہرن سے تعبیر کیا ہے پکڑی گئی اور بد نصیب سردار ٹھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہندوستان کے اور مقامات کو جہاں اُس نے رہنے میں خطرہ کی زیادہ تر حفاظت متصور تھی منتقل کر دیے گئے۔

بجائی مہاراجہ سنگھ کو جو سال سابق میں دو آہ جانندھر کے فساد کا بانی مبینا ہوا تھا اور جو حسب خبر مشہور دریائے پنجاب میں غرق ہو جانے کے بعد دنیا گمر میں پھر زندہ ہو گیا تھا اب آخر کو اسی زمانہ میں اسکا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔ جس طرح آرٹھو میٹر قدیم زمانہ کے باشندگان یسینا یا شمال باشندگان کو وہ قاف کے مابین خرقا سے غائب ہو کر اور مردوں کے درمیان سے واپس اگر صاحب کرامات سمجھا گیا اسی طرح یہ بھی خیال کیا گیا۔ اسکے تابعین نے چالاکی سے اسکا پتہ نہیں بتلایا اور قبل اسکے کہ کوئی مہم اسکے مقابلہ میں روانہ کی جاتی وہ پھر جانندھر کی جانب واپس چلا گیا اور وہاں فائینٹ صاحب نے اسکو گرفتار کیا۔ اس شخص کے مفسدون سے جدا کر دینے کے بعد پھر پنجاب میں فوری برپا ہونے کا وعدہ نہیں رہ گیا۔

دوسرا مرحلہ پر پورڈ قائم ہونے کے بعد اول ایام بارش میں جان لارنس کا خیال متوجہ رہا وہ ایک اہل رپورٹ کی تیاری تھی جس میں انھوں نے نہایت جرات کر کے یہ صلاح دی تھی کہ پنجاب میں راہداری کے محصولات موقوف کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہ لارڈ ڈوڈھن کو لکھتے ہیں کہ ہماری اصل حکمت عملی یہ ہے کہ جس قید کے اٹھا دینے سے ہمارے انتظامات میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا وہ سب اٹھا دیجائیں صرف اسی اراضیات قائم رکھی جائیں۔ اس تدبیر سے عوام الناس خوش ہو جائینگے خاص کر کے سخت پیشہ من لوگوں کے لیے تو وہ بالکل موزون نہیں ہیں۔ طول طویل خط کتابت کے بعد یہ اصلاح جسکو ہم

اور قابلیت کا باہر مقابلہ کرے اور اگر کبھی ضرورت پڑے تو دونوں میں سے ایک کو منتخب کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر رکھے۔ چنانچہ اگر ہنری لائسنس اکثر غیر حاضر نہ رہتے تو یہ موقع ہرگز نہ پیدا ہوتا۔

ماہ ستمبر میں ہنری لائسنس ہزارہ اور کشمیر کے طول طویل دورہ پر روانہ ہوئے لازڈ ڈونوینی کو یہ بات پہنچا کر انہیں کہہ کر پرنسپلٹنٹ بورڈ خود جا کر اپنی انگوٹھوں سے ضلع ہزارہ کا مسانہ کرائے۔ ضلع پٹنن اینٹ صاحب ہی کے تحت حکومت رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ لازڈ ڈونوینی اس حکومت کو شبہ اور غلطی پر مشتمل سمجھتے تھے کیونکہ پرنسپلٹنٹ صاحب کی بزرگانہ حکومت کی نسبت کیس قدر طفرے کے ساتھ انھوں نے کہا تھا کہ ”وہ حکومت تہذیب پر اور بادشاہ

کی ایسی ہے۔“ لیکن لازڈ ڈونوینی نے اس بارے میں اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ باقی ممبران بورڈ ہنری لائسنس کی عدم

موجودگی میں دہان کا کام انجام کر سکیں گے۔ ”ملک گرمی“ بخوبی تمام اپنا کام کر چکی تھی۔ افسران پنجاب میں سے

دس شخص ابھی سے کام کے لائق نہیں رہ گئے تھے۔ پرنسپل صاحب بورڈ کے تیسرے ممبر اور کچھ پٹنن صاحب

بکریٹری بورڈ علیل تھے۔ لازڈ ڈونوینی اور پٹنن صاحب جو بذات خاص تیسرے آدمیوں کے برابر تھے غریب

رضخت پر جانے والے تھے۔ لیکن جان لائسنس اس کل نقصان کے پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور طرح

سے اس نقصان کو پورا کیا کہ بہت کم لوگ انکی طرح سے کر سکتے۔ اس زمانہ کے بعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر برابر

لازڈ ڈونوینی سے وہی خط کتابت کرتے رہے ہر ایک معاملہ کی نسبت جسوقت وہ پیش ہوا انھوں نے بلا تکلف

اپنی رائے ظاہر کر دی اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ جس امر میں انکے بھائی کی رائے انکے خلاف ہوئی تو

اس بات کو زور دیکر ظاہر کر دیا۔ اب اس زمانہ میں ایک مہم کی جو خبر آئی تو اس سے انکو کام کی کثرت نہیں معلوم ہوئی

بلکہ وہ یہ سمجھے کہ کچھ دنوں کے لیے کام سے سبکو دینی حاصل ہوئی اور انکو اپنے پرانے ایم پانی پت کا خیال آگیا۔

چتر سنگ اور شیر سنگ کے بارے میں ہنری لائسنس اور لازڈ ڈونوینی کے مابین عرصہ تک بے انتہا خط کتابت رہی

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مساکن خاص واقعہ انامی میں رہنے کے مجاز کیے گئے لیکن جیسا کہ بعض حکام لاہور

کو خیال ہوا وہ ابھی سے آثارِ بناوت ظاہر کرنے لگے۔ وہ ہر روز اپنے بیان میثار برابر ہنوں اور کھڑکوں کو کھانا

کھلاتے تھے اور یہ بات مشہور عام ہو رہی تھی کہ اناری یا کلوٹ اور امرتسر کے درمیان برابر قاصد آتے جاتے

رہتے تھے جہاں دوسرے زوال رسیدہ سردار رہتے تھے۔ اور اس بات کی بھی سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ کثیر

مکاتب غلو اور کابل سے دوست محمد غنبدہ آئین خط کتابت کرتے تھے۔ جان لائسنس لازڈ ڈونوینی کو لکھتے

ہیں کہ ”برہمن اور جہاں یہ دو طرح کے لوگ جو ہمیشہ ہر طرح کی سازشوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں بارہا

تمام اناری میں دیکھے گئے۔ یہ ایک اس طرح کا کام تھا جو بغفلت تمام مقامی افسروں پر چھوڑا جاسکتا

لیکن جس شخص نے ذہن فریزر کے قانون کا پتہ لگایا تھا اسکی طبیعت پھر جوش میں آگئی اور اسنے خود اس

کام میں سب سے زیادہ شریک ہونے کا غم کیا۔ یکم اکتوبر کو رات کے ایک بجے ڈوئنگٹری صاحب کشن لاهور اور ڈوئنگٹری صاحب اور ہاؤسنگ صاحب اور تھوڑی سی سپاہ کو ہمراہ لیکر اس محکم پر روانہ ہوئے۔ اس وقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی مطلع صاف تھا اور گھوڑے کو جو ایک ذرا ایڑھے دی تو صبح ہوئے وہ موقع پر پہنچ گئے۔ ان سب لوگوں نے خاموشی کے ساتھ گانوں کا حواصرہ کر کے چتر سنگھ کو خالص اسکے مکان میں گرفتار کر لیا اسکے بیٹے بوجھاگ نکلے تھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کے ارادہ میں تھے انکا بھی تعاقب کر کے انھوں نے گرفتار کیا اور کامیابی کے ساتھ اس کل جماعت کو اس طرح سے لاهور میں لے آئے کہ اس وقت تک شہر کے کسی آدمی کو اس محکم کے روانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ قریب قریب اسی کے ساتھ ہی اور سر اور سیالکوٹ کے دوسرے سردار گرفتار ہوئے۔ مختلف مقاموں میں تھیں بارہ فون دوست محمد اور گلاب سنگھ کی کچھ باہمی مشتبہ خط کتابت جسکو لارڈ ڈوئنگٹری نے کئی جہازوں کے ایک ہرن سے تعبیر کیا ہے پکڑی گئی اور بد نصیب سردار تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہندوستان کے اور مقامات کو جہان اسکے رہنے میں خطرہ کی زیادہ تر حفاظت متصور تھی قتل کر دیے گئے۔

بھائی ہمارا جہ سنگھ کو جو سال سابق میں دو آبہ جالندھر کے فساد کا بانی مبنی ہوا تھا اور جو حسب خبر مشہور دریائے پنجاب میں غرق ہو جانے کے بعد دنیا گھر میں پھر زندہ ہو گیا تھا اب آخر کو اسی زمانہ میں اسکا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔ جس طرح آریستو میٹر قدیم زمانہ کے باشندگان سینیٹا یا شامل باشندگان کو وہ قاف کے مابین خرق عادت سے غائب ہو کر اور مردوں کے درمیان سے واپس آکر صاحب کرامات سمجھا گیا اسی طرح یہ بھی خیال کیا گیا۔ اسکے تابعین نے چالاکی سے اسکا پتہ نہیں بتلایا اور قبل اسکے کہ کوئی محم اسکے مقابلہ میں روانہ کیجاتی وہ پھر جالندھر کی جانب واپس چلا گیا اور وہاں فائیسٹارٹ صاحب نے اسکو گرفتار کیا۔ اس شخص کے مفسدون سے جدا کر دینے کے بعد پھر پنجاب میں فوری برپا ہونے کا وعدہ نہیں رہ گیا۔

دوسرا مرحلہ جس پر بورڈ قائم ہونے کے بعد اول ایام بارش میں جان لائسنس کا خیال متوجہ رہا وہ ایک کامل رپورٹ کی تیاری تھی جس میں انھوں نے نہایت جرات کر کے یہ صلاح دی تھی کہ پنجاب میں راہداری کے کل محصولات موقوف کر دیے جائیں۔ چنانچہ وہ لارڈ ڈوئنگٹری کو لکھتے ہیں کہ ”ہماری اصل حکمت عملی یہ ہے کہ جس جس قید کے اتحاد دینے سے ہمارے انتظامات میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا وہ سب اتحاد دینے صرف مالگاری اراضیات قائم رکھی جائیں۔ اس تدبیر سے عوام الناس خوش ہو جائینگے خاص کر کے محنت پیشہ اشخاص تو ہم سے بہت ہی رضامند ہونگے۔ دوسرے محصولات تمام ملکوں میں نہایت ناگوار سمجھے جاتے ہیں اور اس ملک کے لیے تو وہ بالکل موزون نہیں ہیں۔ طول طویل خط کتابت کے بعد یہ اصلاح جسکی عرصہ

بحرانِ بابرستان

ہوا اور کچھ گزارہ دیا جائے انکے حق میں اور کسی طرح کی رعایت نہ ہوگی، لیکن ان باتوں کے سوا اگر انکو کچھ اور حاصل
 بیان کے مطابق نہیں بلکہ خود لارڈ وائس راج کے بیان کے مطابق ڈیر گڑان انکشان کی غلط فہمیوں سے کیونکہ
 دو تمام خطابات موقوف تمام املاک ضبط ہر شخص کے لیے صرف دو سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ ہر شخص ایک محدود
 رقبہ زمین کے اندر مقید اور زیر حراست اور اس حکم سے واقف و متنبہ کہ اگر بجائے کا قصداً ہر مہو توجان سے عورت
 الحاق پنجاب کی وجہ سے جو کثرت کا راور وقت اور پریشانی لاق ہوئی تھی اسکا اثر انکے ناتوان جسم پر
 ابھی سے پڑنے لگا تھا۔ گرمی اس شدت کی تھی کہ اس فصل میں کبھی اسقدر شدت نہیں ہوئی تھی جو بی لارڈ وائس راج
 ان لوگوں کے لیے جو اس گرمی میں کام کرنے پر مجبور تھے بمنزلہ ملک الموت کے تھے۔ لاہور میں ہر شخص پر
 اور سب زیادہ ہنبرنی لارڈ وائس راج پر تکلیف تھی اور آخر کو مجبوری انکو ایک مہینے کی رخصت لیکر کنولی جانا پڑا۔ اس بجے
 وہ اور انکے ایک شریک ممبر گئے گو وہ صاحب بہت قابلیت رکھتے تھے مگر کچھ مہینے کے سوا اپنی طبیعت
 کوئی بات کم پیدا کرتے تھے اور بجائے اسکے کہ وہ کسی وقت کو رخ کرتے صرف انکا اظہار کر دیتے تھے
 اس سبب سے جان لارڈ وائس راج کو معلوم ہوا کہ ملک کے تمام موجودہ معاملات کے انصرام کا بار انہیں کی پشت پر
 آپڑا ہے۔

ہنبرنی لارڈ وائس راج ایک حرکت دینے کی کل تھے۔ دفتر کا کام انکے ناپسند تھا۔ انہوں نے عرصہ
 ایک ہولن معاملات میں تعلیم نہیں پائی تھی اور اس وجہ سے وہ اس کام کے لیے موزون نہیں تھے۔ انکے سیلان
 ناتوانی جسم اور بوزوں کے اختلافات سے جو انکو ابھی سے ناگوار معلوم ہونے لگے تھے اور کچھ اس اعتبار سے
 بھی کہ وہ ایسی نوکری چاہتے تھے جہاں انکو حد سے زیادہ فائدہ پہنچانے کا یقین ہو تاہم بہت مجموعی یہ گمان
 پیدا ہوتا تھا کہ جو وقت وہ جائز موقع پائیے تو لاہور چھوڑ کر دوسرے مقام پر کام کرنے چلے جائیے۔ ایک
 جوان برولین نے جو ضلع جالندھر میں عہدہ خدمات انجام کر چکا تھا اور جو ایک بڑا بذلہ سنج شخص تھا اسنے ایک
 نبر لاہور میں اگر شاید اسقدر چائی اور صفائی سے جو لطیفون میں ہوا کرتی ہے یہ کہا تھا کہ پنجاب کا نظم و نسق
 شکر تجارتی کوٹھی کے ذریعے کیا جاتا ہے جہاں تین شریک ہیں۔ وہ انہیں سے ایک کی عادت
 لے پھرتے۔ دوسرے کی عادت "کام کرتے" اور تیسرے کی عادت "سوئے" رہنے کی ہے۔
 لیکن پانچ مہینے غیور کے بیچے بسر کرنا اور ہر روز تیس سے چالیس میل تک کا سفر کرنا انکے

قلعہ جیلخانہ شفا خانہ وغیرہ بازار کا معائنہ کرنا نہایت جلدی کے ساتھ کسی مضمون کا گھسیٹ دینا اور اپنی ہر وقت مستعدی بی کے لیے صرف خود یا مطالب کی غلطیوں کو درست کرنے کے لیے چھوڑ دینا اپنے صوبہ کے ہر حصہ کو خاص اپنی آنکھ سے ملاحظہ کرنا اور اپنی رعایا کے ہر درجہ کے لوگوں سے بلا تکلف باتیں کرنا اور اپنے ہر ایک اور تمام ماتحتوں سے حتی الامکان ان کے مکافون پر جا کر ملاقاتیں کرنا اور اپنے فیاضانہ خیالات انہیں پیدا کرنا انہیں سب باتوں میں ہنری لارنس کو اپنی زندگی بسر کرنا اور مشاغل کا بدلنا اور تازگی حاصل کرنا ایک آدمی میں رہنا اور رفادہ خلاق کا لحاظ کرنا پسند تھا اور انہیں سب باتوں سے انہوں نے ایک ایسی قوت پیدا کی تھی جس کے ذریعہ سے وہ اپنے تمام معاصرین میں بے نظیر تھے یعنی یہ کہ ان لوگوں کے دلوں میں اپنی طرف سے انتہا درجہ کی محبت پیدا کر دی تھی۔ وہ ایک اس طرح کے آدمی تھے کہ جن لوگوں کو ان کے حالات دریافت کرنے کا عمدہ موقع ملا تھا انکو اپنی جان ان کے لیے عزیز نہ تھی اور وہ ہر وقت جان نثاری کے لیے تیار تھے۔ پنجاب میں اس قسم کا ایک ہی آدمی نہ تھا بلکہ دس بارہ شخص ایسے تھے جو ان کے لیے سرکف رہا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے ان باتوں کو پیشتر بھی لکھی جگہ بیان کیا ہے۔

گو ہنری لارنس کے لیے سفر کرنا اکثر ضروری ہی ہوا کرتا تھا اور جس صوبہ کو وہ جاتے تھے اسکو ان کے دورہ سے ہمیشہ فائدہ پہونچتا تھا لیکن بعض اوقات اسمیں ایسی خرابیاں پڑتی تھیں جنکا اثر بلا فصل ان کے سرکوں اور بالآخر خاص انہیں پہونچتا تھا۔ کچھ بھی بات نہیں ہوتی تھی کہ ان کے چلے جانے سے ان کے ماتحتوں پر کا کا بار زیادہ ہو جاتا تھا بلکہ ماتحت لوگ جس کام کو کرتے تھے اسمیں انکو شک و شبہات بیشمار واقع ہوا کرتے تھے۔ اگر وہ اپنے نزدیک بہت غور و فکر کر کے بھی کام کرتے تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کے پرنسپلٹ صاحب کو بھی انکی رائے سے اتفاق ہوگا یا نہ ہوگا۔ ہنری لارنس کو تو اکثر خود اپنی طبیعت کا حال نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ تنگ مزاج اور متلون الطبع تھے اور اسوجہ سے اس بات کا پہلے ہی سے دریافت کر لینا نہایت دشوار تھا کہ انکی طبیعت کس امر کی جانب راغب ہوگی کیونکہ یہ صفتیں ایسی ہیں جو ہر وقت جھگڑتی پھرتی ہیں اور کبھی انکو قرار نہیں رہتا۔ اور پھر ایک نازک وقت میں ممکن تھا کہ انکو پھر کسی طرح کا خیال آجائے کہ فلاں معاملہ میں کیا کارروائی ہوئی ہے اسوقت وہی کیفیت ہوتی جس طرح مشرکلیڈ اسٹون چند روز کے لیے پائلمنٹ ہے کمارہ کشی کرنے کی حالت میں بہت سی باتوں کو جو پوری خواہ ادھوری انجام ہو چکی ہوتی ہیں معدوم کر دیتے ہیں اگلے روز اگر موجود نہ ہو تو یہی وہ اگلے روز ہے۔ پھر لاہور سے اکثر غیر حاضر رہنے کے باعث سے ان کے بھائی جان کی نمود ہوئی۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ میں اپنے کو شہرت دون بلکہ اس امر سے وہ احتراز کرتے تھے۔ لیکن بعض ضروری باتوں کے متعلق پورڈا اور لازڈ وٹوئی کے مابین انکو رسل و رسائل کا متوسط بنا پڑا اور اسمیں بعض گورنر جنرل کو اس بات کا موقع ملا کہ دونوں بھائیوں کی استعداد

وہی چاہتے تھے کہ انکو ملے اور انکو یہ نیکو فرد عاقل ایک ٹوٹے ہوئے مین کے صندوق کے قریب گیا اور اس میں سے وہ فیصلہ لگا کر انکو لادیا۔ جان لارنس نے کہا "اسکو کو لو اور کو لو اور کو لو اور کو لو کیا ہے۔ جو وقت وہ شخص بچنے کے تین ایک ایک کر کے کھول رہا تھا تو جان لارنس اسکی طرف نگاہ کرتے جاتے تھے اور جو وقت اسکے اندر وہ قیمتی الماس نکل آیا تو انکو اسکے دیکھنے سے بڑی شغفی ہوئی۔ یہ کہ کو طلق اس بات کا حال نہیں معلوم تھا کہ اسکے پاس اسقدر قیمتی واپس رکھا تھا۔ اسنے کہا صاحب امین ایک بیشہ کا کار ہے اور کچھ نہیں ہے۔"

اسکے بعد "کوہ نور" فوراً پورٹ کے سپرد کر دیا گیا تاکہ وہ حضور ملک مظفر کی خدمت میں روانہ کر دے۔

اور جو وقت جان لارنس نے صاف جان پورٹ سے اپنا قصہ بیان کیا تو وہ بہت ہنسے۔ مجھکو مستند ذریعہ سے خبر ہو چکی ہے کہ کچھ انگلستان میں جڑے جاتے کے پیشتر یہ الماس اور بھی کئی انقلابی حالتوں سے

گزرے۔ لیکن ترکوں یا مغلوں اسکے کچھ یا ایرانیوں یا افغانوں اور سکھ خاندان کی جاہلانہ تلوار علم ہونے کے زمانہ میں کبھی ایسی انقلابی حالت سے اسکو گزرنا نہیں پڑا اور نہ کہ ہوجانے کا کسی اسقدر خطرہ ہوا جیسا جان لارنس کے واقعہ کی جیب یا اسکے پورے پر اسکو فوٹے ہوئے مین کے کس مین وہ رکھا ہوا۔ پورٹ کے رد و

اداکل ایام میں مقدر اور جیسے جیسے شکل کام پیش آتے تھے مین نے انکو بیان کر دیا اسحاق پنجاب کے

زمانہ میں پیر پٹی لارنس کی طبیعت بخوبی مندرست نہیں تھی۔ اسکے لیے ڈاکٹر دن نے تجویز کیا تھا کہ کچھ

دو تون تک آرام کرنا انکی صحت کے لیے ضروری ہے مگر قبل اس قدر آرام لینے کے وہ انگلستان سے

واپس چلے آئے اور جن جانخطایوں کی وجہ سے وہ بچتے تھے کہ سکون کی دوسری نرانی واقع ہوئی ہے

اسکے خیال سے انکو سخت تردد تھا اسحاق پنجاب سے عجز کر کے یہ منصوبہ بازی بالکل درہم برہم ہو گئی کہ ایک

تبر دست دوستانہ خود مختار دہلی ریاست ہمارے اور افغانستان کے ویشی جگہوں کے درمیان قائم ہو

انہوں نے اپنی تمام فطرتی بہادری اور کشادہ دلی سے ابتدا ہی میں اسحاق پنجاب کی مخالفت کی تھی۔ اسوقت

تک صرف تجویزی تجویز کی گئی تھی۔ اور اب جو وقت و حقیقت اسکی علامت ہو گئی تو انہوں نے ہلکا دکھات

اسکو قبول کیا اپنے تئیں اس سے ہر طرح کا فائدہ حاصل کرنے میں مشغول کیا اور اس بہادری اور کشادگی

سے رعایتی اشخاص کے زوال پذیر ہونے کے وقت انکی طرف داری کی۔ انہوں نے لاڈ و لکھنؤ میں اور اپنے

بھائی جان لارنس سے ایک ایک انچ زمین کے لیے رد و بدل کی کیونکہ ان دونوں صاحبوں کے

نزدیک باعتبار اس عوام و وطنوں کی گزشتہ زمینیں ایک تو دیسی جاگیروں کا انتظام جو بھاری زمینیں

اور مانی لگان اور خوبی خدمات پر منحصر تھا اور دوسرا ہمارا انتظام جو قانونی مساوات کی سان اور کئی زمینیں

ملک

اور ہر قسم کی اصلاحات و تربیات منحصراً (کا قائم رہنا بالکل ناممکن تھا۔ ہنری لارنس کا خیال یہ تھا کہ سرداروں کا مرتبہ اور ان کا اختیار اور املاک اور ان کے حقوق جس قدر قائم رکھے جائینگے اسی قدر یہودی تصور ہے اور جان لارنس اور لارڈ ڈوگلس کے نزدیک ان باتوں سے اس قدر خرابی تصور تھی۔ صورت اول میں محدودے چند اور صورت دوم میں بہترے اشخاص کا فائدہ تصور تھا۔ یہ مسئلہ منجملہ ان مسائل کے تھا جن پر ایماندار مغز اور دراندیش اشخاص بہت اچھی طرح سے اختلاف رائے ظاہر کر سکتے ہیں۔

شائد لوگ یہ بات کہہ سکتے ہونگے کہ ہنری لارنس کی دلی کیفیتوں کے ساتھ اتفاق نہ کرنا اس قدر مشکل ہے جس قدر جان لارنس کے خیالات سے ہمدردی نہ کرنا مشکل ہے۔ ایک بھائی میں ہمارے فطرتی خواص کے متعلق جوش طبیعت اور دوسرے بھائی میں ذہنیات اور عملیات کی قوت غالب تھی۔ دونوں کے دونوں رحمدل اور حق شناس تھے اور دونوں میں بلاشبک و شبہ نیک و بد کے تمیز کرنے کی قوت مثل مطالب قانون کے پائی جاتی تھی۔ لیکن ہنری میں چونکہ رحمدلی کی قوت بہت بڑی ہوتی جاتی تھی اس سبب سے بعض اوقات انکی رائے پر اسکو غلبہ ہو جاتا تھا اور جان لارنس میں رائے کی صفائی اس قدر بڑی ہوتی تھی جو بعض اوقات انکی دلی کیفیتوں کو مغلوب کر لیتی تھی۔ اگر ایک بھائی کے طرفدار دوسرے بھائی کو متلون المزاج اور ناجربہ کار اور دوسرے بھائی کے طرفدار اس پہلے بھائی کو جاہل اور سخت مزاج کہتے تو کچھ بچانہ تھا۔ لیکن یہ غیر ممکن تھا کہ جان کے طرفدار ہنری اور ہنری کے طرفدار جان سے محبت نہ کرتے۔ ہر ایک بھائی اس امر کی کامل واقفیت کے ساتھ کہ دوسرا بھائی جہانگیر مکن ہو گا تمام باتوں میں سیر خیالات کی مخالفت کریگا شائد اور بھی زیادہ زور دیکر انکو ظاہر کرتا تھا۔ یہ فطرت انسانی کا مقتضا تھا۔ دونوں بھائیوں میں رد و بدل گر مجبوری اور عداوت بہت بڑھ گئی کیونکہ سرداروں کے ساتھ براؤ کرنے کا یہ معاملہ ایسا تھا جسکے متعلق درپردہ اور بہت سے معاملات تھے اور اس مسئلہ کی بنیاد پر ان سب معاملات کا باہدگر تعلق پیدا ہوتا تھا۔ لیکن اٹھ کا نتیجہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بیشک سلطنت کے حق میں مفید تھا۔ رعایتی اشخاص جیسا کہ انکے لیے لازم تھا مورد زوال ہوئے لیکن ہنری لارنس کی سخت مخالفت کی بدولت انکو تدریجاً اور بہت تخفیف زوال پہونچا۔ عوام الناس کی قومی آزادی جو جاتی رہی تھی اسکے بدلے انکو ظلم سے نجات اور جان و مال سے حفاظت حاصل ہوئی بڑی بڑی باتوں کی تشخیص لگان میں اصلاح ہو گئی اور اسپر بھی تشخیص ملکی قائم ہوئی اور یہ سب باتیں خاص کر کے جان لارنس کے مدبرانہ خیالات اور سخت کوشش سے ظہور میں آئیں۔

اسمیں شک نہیں کہ سردار لوگ جنھوں نے مسندوں کی طرفداری کی تھی اگر لارڈ ڈوگلس ہی کی رائے پر چھوڑ دیے جاتے تو انکے حق میں بہت خرابی واقع ہوتی۔ لارڈ ڈوگلس نے تو کہا تھا کہ ”بھرا اسکے کہ انکی خرابی“

یہ جو ان بابہ میں مذکور ہے

لاکھان سابق کی فضول خرچی خواہ عمارتیں خواہ لایروائی پر کیا غصہ اور طیش ظاہر کیا۔ اس لیے اس معاملہ میں بڑی احتیاط و دیکار تھی خاص کر کے اس خیال سے کہ عظیم الشان الماس نمونہ ”دکھ فور“ بھی اسی میں تھا اور اس کی نسبت یہ ابادہ تھا کہ خرد سال عمارت جو خوشی سے ملکہ انگلستان کو مذکر کرے گا۔

اس نے نظیر الماس کی ابتدا کا اصل حال اسوجہ سے کچھ نہ معلوم ہوا کہ خدا جانے کس کس زمانہ کی کیا بتلون کے پاس پہنچا۔ عظیم الشان شاہنشاہ بابر نے جو مشرقی بادشاہوں میں سب سے زیادہ ہرول عزیز تھا یہ کیا ہے کہ ”سیرے نیٹے“ ہایون نے ایک راجہ کو شکست دیکر اس کے مال غنیمت میں ایک ایسا ہیرا حاصل کیا ہے جو تمام عالم کے نصف روزانہ خرچہ کے قیمت کے برابر ہے۔ اس کے سوا دوسو برس بعد ایرانی فتح نادر شاہ نے بابر کی ایک منقوع اولاد کے سرزمین اسکو چمکا ہوا دیکر مکر عاریتہ ظرافت اور کینہہ اپنے مطلب سے بھی کہا کہ ”ہمارے آپ کے دوستی رہے گی لائے اس دوستی کے انتظام کے لیے اپنی اپنی بگڑی بدل لین“۔ کچھ خاص فی الواقع بگڑی بدلول ہو گئی۔

اس کے بعد جب افغانی فتح احمد شاہ کی باری آئی تو اسے نادر شاہ کے وارثوں سے اسکو چھین لیا اور اسطور پر وہ شاہ شجاع کے قبضہ میں آیا جو آخر کو انگریزوں کا پختونارا اور کٹھ پتلا اور اول جنگ مملکت افغانستان کا میلہ تھا۔ جب وہ ریخت سنگ کا نصف قیدی اور نصف مہمان بنا تو اس واحد العین نہ پرست سکے نے ایسی قیمتی شے کی جوابدہی سے اسکو بکدوش کر دیا۔ جب ریخت سنگ اپنے مرض الموت کے بستر علالت پر تھا تو ایک شوخ چشم برہمن نے اس سے کہا کہ آپ اس خوبصورت الماس کو جگیا تعجبی کے مندر پر چڑھا دیں اور چونکہ مرنے کے وقت اکثر لوگ بڑے الہ والے ہو جاتے ہیں اس سبب سے ریخت سنگ بھی اس امر پر کچھ نیم راضی ہو گیا تھا لیکن نوشتہ تقدیر یہ تھا کہ وہ پنجاب توڑ ڈکی حفاظت میں آئے اور وہاں سے تاج انگلستان کے قبضہ میں رہے۔ میں اس کے مثل ہونے کا ایک قصہ جو مشہور عام نہیں ہے بہت مستند ذریعہ سے بیان کر سکتا ہوں۔

ابتدا میں جب توڑ ڈ کے جلسہ منعقد ہوتے تھے تو ایک مرتبہ الماس مذکور گورنمنٹ پنجاب کے حوالہ کر دیا اور گورنمنٹ پنجاب نے اسکو جان لارنس کے سپرد کر دیا۔ شاید توڑ ڈ کے اور میروں نے انکو سب سے زیادہ شائق اور کارباری لا اور اس میں شک نہیں کہ بعض معاملات میں وہ ایسے ہی تھے (تصور کیا یا یہ خیال کیا کہ انکی شاندار وضع اور وہ گہرہ دار لکڑی جو انکا نہایت موزون نشان تھا اور جسکو وہ ہمیشہ اپنے لے آؤنٹ آؤنٹ صاحب بہنہ اس بیان کو اپنی کتاب ”سورہ“ انتظام ”ڈاؤنٹ“ بلاول میں ”میں“ میں درج کیا ہے۔

ساتھ لیچلا کرتے تھے (اس لکڑی کو سکھ لوگوں نے ایک قسم کی چابک یا آئیب سمجھ کر صاحب عصا کے نام کے اعتبار سے اسکو یہ تسمیہ ”جان لارنس“ موسوم کیا تھا) الماس مذکور کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہوگا لیکن اس بارے میں انکا خیال غلط تھا۔ جو شخص شکافات زندگی سے استفادہ نہ کرنا بلکہ اس وقت تک اپنی ذات خاص کا کوئی زیور نہیں پہنا تھا جب خطاب وغیرہ حاصل کرنے پر مجبوری اسکو تھنے لگا پڑے اور اسوقت بھی جسے اس بے قرنیہ طور سے انکو پہنا تھا کہ کورٹ کسٹومیر نے متاسف ہو کر کہا تھا کہ نا و صف تمام جانفشانیوں کے آپ کی وجہ سے آپ کی ساری ناموری خاک میں مل جائے گی تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کیونکر ایسی بات کی امید ہو سکتی تھی کہ جو بیش بہا الماس اسکے سپرد کیا گیا تھا اسکی وہ حفاظت کرے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ لکھو کھا آدمیوں کی جس ہیودگی کے لیے وہ علاوہ اس کے ذمہ دار تھے بمقابلہ اسکے اُنکے نزدیک اسکی کیا پروا تھی۔ بہر کیف کچھ ہوشیاری کچھ لاپرواہی کے ساتھ انھوں نے بہت سی حیثیوں میں اسکو لپیٹ کر ایک بالکل بے حقیقت ڈبیہ میں بند کیا اور وہ ڈبیہ اپنے وائٹنگ کی جیب میں ڈال دی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اسکے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ بعد اسکے وہ اپنے کام میں حسب معمول متوجہ رہے اور اس بیش بہا الماس کا کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ وہ کھانا کھانے کے وقت اپنے کپڑے بدلتے تھے اور اپنے وائٹنگ کو اتار کر علیحدہ پھینک دیتے تھے انکو کبھی اس امر کا خیال بھی نہیں گزرتا تھا کہ ڈبیہ میں وہ سیر اپن اسکے چھ ہفتہ کے بعد لارڈ ڈونلڈسنی کے پاس سے یہ خبر ملی کہ حضور ملکہ مغلہ نے حکم دیا ہے کہ الماس مذکور فی الفور بیان بھیج دیا جائے۔ سرنہرئی نے یہ مضمون نوڈر مین اگرایا کیا۔ اسپر جان نے بڑے اطمینان سے کہا کہ ”اسکو فی الفور منگوا بھیجے۔“ سرنہرئی نے کہا ”منگوا کس سے بھون۔“ وہ تھارے ہی پاس تو ہے، یہ سننا تھا کہ وہ چونک اُٹھے اور نہایت مضطرب ہو گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ ”بس آج البتہ مجھے ایک مشکل پڑی ہے،“ چنانچہ بعد کو یہ کیفیت انھوں خود لوگوں سے بیان کی تھی۔ لیکن وہ اپنے بشرہ پر اسقدر قادر تھے کہ ظاہر میں اپنے اضطراب کی کوئی علامت انھوں نے پیدا نہ کرنے دی۔ سرنہرئی کا کلام سنکر انھوں نے کہا کہ وہاں ٹھیک تو ہے میں بھول گیا تھا،“ اور بعد اسکے اسطور سے اپنے اجلاس کے کام میں مشغول ہو گئے جیسے یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ لیکن تنہو ہی دیر میں انکو اپنے رہنے کے کمرے میں جانے کا موقع مل گیا اور چونکہ جو کچھ اُنکے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر رہتا تھا اسوجہ سے انھوں نے اپنے بوڑھے سیراکو بلا کر محاسن سے صاف صاف یہ پوچھا ”کیون تم نے کوئی ڈبیہ تو کہیں نہیں دیکھی۔ کچھ زمانہ ہوا میں نے ایک کبس اپنے وائٹنگ کی جیب میں ڈال دیا تھا۔“ اس نے جواب دیا ”کیا صاحب آپ ڈبیہ کو پوچھتے ہیں وہ ملی تھی میں نے آپکے کسی مین والے کبس میں ڈال دی ہے،“ صاحب بولے ”ہاں

لارڈ لائونگس راجہ جیٹو

پنجاب میں اور سپاہیوں کے لیے باغات کی جگہیں تلاش کرنا کا مقصد اور ان پتھر ڈن کے لیے بندوبست کرنا پانچواں ہی سبب تھا۔ صاحبانِ دُائر کٹرنگلی عاقلانہ اور انصافانہ پانچ قوم سکھ کی اشاعت کی بنیاد پر (شامیہ پانچ نہایت جگہ) جو اہرات راج کا حفاظت سے حراست میں رکھنا جبکہ مفصل حال آگے بیان کیا جا چکا) آفریدیوں کی شور پشیمان جو بھول لاؤ ڈوڈ ٹوٹی ایک بدماشوں کا گروہ تھے وہ دکر اور سرچاڑش پنپنیز جو کل انتظام پنپان پر حملہ کرنے والے تھے ان کے لیے تیار کیا گیا چند باتیں منجملہ اُن میٹرا اور کے ہیں جن پر لاؤ ڈوڈ ٹوٹی کی پنپوں میں بحث کی گئی تھی اور وہ سب باتیں بحیثیت میرٹھوڈ جان لارڈس کے روبرو پیش ہوئی تھیں گو انکو جان لارڈس نہیں بلکہ ان کے بھائی پیش کرتے تھے۔

جان لارڈس کی خاص خدمات بیون انتظام علی الخصوص بندوبست مال کے متعلق تھیں۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس کے انجام کرنے کے لیے اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم بیون سرورس کی وجہ سے وہ باخصیص موزوں تھے۔ سالہا سال تک پانی پت مورگور کاٹون انا وہ اور دہلی کے لکھنویاتہ تمام لوگوں میں رہ کر جو تجربہ انھوں نے حاصل کیا تھا اب اسکا ثمرہ (ثمرہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انکو اب آرام تھی بلکہ اور دو چند کام اور ذمہ داری ان کے ذمہ عائد تھی) اُٹھاتے تھے۔ انھوں نے ہر درجہ کے ہندوستانیوں میں رہ کر اور اُن سے واسطہ قریب رکھ کر جو واقفیت پیدا کی تھی (اور یہ واقفیت سوائے اس طریقہ کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی) اور جسکو انھوں نے ہمیشہ حفظ رکھا اور اسکی فراوانی ترک کر کے کبھی انکو دل سے فرو گذاشت نہیں ہونے دیا اب اسکی اسطرحت کی دقیقیت پیدا ہوتی ہیں ان سب وقتوں سے عرصہ تک انکو مقابلہ کرنا پڑا اور اس مقابلہ میں وہ کامیاب ہوئے۔ سر جان کے جو دونوں بھائیوں کے دوست تھے کھتے ہیں کہ۔

انکو خوب معلوم تھا کہ معاملات کی حد بندی کیونکر ہوتی ہے۔ انکی پیداوار میں ترقی پیدا کرنے کا کیا ذریعہ ہے اور اس طرح انگریزی سرکار وصول کرنے کی کیا تدبیر ہے یہیں سرکار کا بے انتہا فائدہ ہوا اور دہلی کے حق میں ذرا بھی نقصان نہ ہونے پائے۔ اور اس وسیع تجربہ کے سوا ان میں اعلیٰ درجہ کی استعداد اور چابکدستی بھی موجود تھی۔ ان میں جو ان میں کی ایسی اولاد تھی اور جو بیون کا ایسا تجربہ تھا اور کہنے اور بگولنے کے باب میں کوئی بات نہ کہ متعلق نہیں کمی جاسکتی سوائے اس کے کہ وہ پرنس لارڈس کے بھائی تھے۔

فی الواقع پنجاب میں استعداد کام انجام کرنا تھا کہ اس تمام تجربہ تمام استعداد اور اس تمام سرگرمی کی بدولت اس کام کے لیے ضرورت تھی۔ حکمت علی معاملات کے متعلق دونوں بھائیوں کا باہمی اختلاف رائے بہت

جلد آشکار ہونے لگا یا یوں کہیے کہ چونکہ اب دونوں شخص برابر کی کرسی پر ایک میز کے پاس بٹھائے گئے تھے تو آج سے وہ اختلافات اور بھی شدت کے ساتھ ظاہر ہونے لگے۔ ان اختلافات میں کبھی رنگ آنیری نہیں کی گئی برخلاف اسکے دونوں نے ایک دوسرے کے اختلافات کو قرار واقعی جائز گردانا چنانچہ جان لارنس کی آنکھوں سے جو انکے بھائی کے نام لکھی گئی تھیں اور جکا اقتباس میں اوپر درج کر چکا ہوں یہ امر بخوبی تمام ثابت ہے۔ علاوہ برین جب تک احاق پنجاب عمل میں نہیں آیا تھا صرف اسکی تجویز ہو ہی تھی اسوقت تک جاگیر دن اور دیسی زمینوں کے حقوق و منصب کے بارے میں دونوں کے درمیان جو کھرا پیدا ہوئی وہ صرف علمی طور کی تھی علی بنین بھی لیکن اب پنجاب کا احاق ہو گیا تھا اور جو مسائل پیش ہوتے تھے وہ واجب العمل پورے عمل کی معاملات کی مدین داخل کیے جاتے تھے۔ اور اختلافات زیادہ زور کے ساتھ ظاہر کیے جاتے تھے۔ دونوں بھائیوں کا مزاج تیز تھا اور نہی کا مزاج اور بھی کم اختیار میں تھا۔ ہر ایک روشندل اور ارادہ میں پختہ تھا۔ بورڈ میں ہر ایک کو بدرجہ مساوی کلام کرنے کا منصب حاصل تھا اور ہر ایک اپنی جوارے قائم کرتا تھا اسکے قرین مصلحت اور صائب ہونے کا قرار بھی یقین رکھتا تھا۔ لیکن یہ اختلافات بمنزلہ اسکے تھے جیسے کہ آتش فشان میں آتش فشانی کے قبل پہلے کچھ گھر گٹر اہنت کی آواز آتی ہے اور اسکے بعد مہینوں تک بلکہ سال سال بھر (اور بعض اوقات مطلق) مادہ آتش فشان خروج نہیں کرتا اور اس آتش فشان بورڈ کی بعض ابتدائی مجلسیں بڑی دلکی کی منتقد ہوئی ہوگی۔

ذیل میں اسکی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ فرمان احاق کے صادر ہونے کے کچھ ہی پیشتر لارڈ لارنس نے انیری لارنس کو لکھا تھا کہ ریاست کے جو جواہرات خترب ضابطہ سرکار ہونے والے ہیں انکی حفاظت کا ہر طرح سے بندوبست کیا جائے اور پھر تاریخ ۲۷ اپریل جب مہارانی کے بارے میں جو ہمارے ہاتھ سے ٹھکڑ چلی گئی تھی لارڈ موصوف نے چٹھی لکھی تو انہیں درج کیا کہ وہ واقعہ اگر آج کے تین مہینے پیشتر گذرا ہوتا تو اس سے بڑی تکلیف واقع ہوئی ہوتی۔ اب اس سے کچھ خلل نہیں پیدا ہو سکتا۔ ساتھی اسکے یہ ایک ماستحسن بات ہوئی اور مجھ کو واقعہ مذکور سے بچ پیدا ہوا۔ جس حالت میں محافظ لوگ ایسے سبب اعتماد میں تو مجھ کو امید ہے کہ وہ جواہرات اور اماکن لاہور اچھی طرح سے حفاظت میں رکھے جائیں گے جو ضبط سرکار ہوں گے اور اگر وہ ٹھکے تو مہارانی کے بھاگ جانے کی نسبت وہ ایک بڑا سنگین معاملہ ہوگا۔ یہ بات اکثر وقوع میں آچکی ہے کہ جب ہماری سلطنت میں جو خواہ تفویض خواہ انقضائے میعاد معینہ خواہ جزیرہ احاق سے اسقدر جلد بڑھ رہا ہوتی جاتی ہے کوئی نیا صوبہ شامل ہوا تو ریاست مذکور کے زرد جواہرات غائب ہو گئے۔ میرے سامنے جو چھپان رکھی ہوئی ہیں انہیں اس بات کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ بارہا جب یہ خیال کیا گیا کہ ملحقہ ریاستوں میں بڑا مال و اسباب رکھے گا اور تلاشی کے وقت بالکل خزانہ خالی اور زرد جواہرات غائب پائے گئے تو ہمارے افسروں نے

اس لحاظ سے وہ چلتے وقت اسی جگہ کے ایک مقدم موضع سے کس گئے تھے کہ تم میری سیم صاحبہ کی خبر لیے رہنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ انکو کسی شے کی وقت نہ ہونے پائے۔ یہ پور جا آدمی انوکھی وضع کی پہاڑی پوٹنا پنکڑ اکثر انکے دیکھنے کے لیے آیا کرتا تھا ایک بڑا بھاری تپیا یا لہا کر تاکر رستم سے بندھا ہوا تھا اور اس لیے مجھے کرتے کے نیچے سے لگڑیاں یا بیٹھیا اسی طرح کے اوہیشیا تھاقت اور کبھی کبھی کوئی چڑیا یا کبری کا بچہ بھی دیکھتا تھا اسکو سیم صاحبہ کا بڑا خیال رہتا تھا اور ہمیشہ نہایت مہربانی اور اخلاق ظاہر کیا کرتا تھا۔ بسنے یہ خیال کر کے کہ سیم صاحبہ ایک لکھ بڑا بیون کی ایک خیمہ بھی انکے شوہر جان لارنس کو بھقام لاہور روانہ کی اور انہیں لکھا کہ سیم صاحبہ اس مہتی ہین ہمیشہ سر نہوڑا رہتی ہین اسلئے میں انکو صلاح دیتا ہوں کہ جھد جلد ممکن ہو آپ انکے پاس چلے آئے ورنہ چکور کی طرح اور کریمان سے چلد سکی اور پھر آپ کو پتہ بھی نہ لیکھا کہ کسان گئیں۔ انرض اس سید سے سارے اور نیک محضر آدمی کو اسطرح کا انوکھا دوسرہ پیدا ہوا تھا۔

لیکن اس مہم گودی کی خبر گریون سے بھی دوسرے سالہ ایک ایسا محفوط مقام نہیں ہو سکا تھا کہ ۱۸۴۵ء کے فصل گرما میں منسٹرین جان لارنس وہاں رہ گئیں۔ کیونکہ بہترے پہاڑی سردار بلوہ کرنے کی تیاری تیار تھے اور انکے شوہر نے بھلت تمام انکو خبر دی کہ بہتر ہو گا کہ تم کو تھان قلعہ کا گڑھ کو چھلی جاؤ جہاں میرے بھائی پرچہ تھا میری مدد کرینگے۔ کا گڑھ وہاں سے صرف ۱۲ میل کے فاصلہ پر تھا لیکن سفر اسان نہیں تھا اور اس واسطے انکے ملے کرنے میں بہت زمانہ صرف ہوا۔ انکو چھان کی سواری پر جانا پڑا۔ راستہ میں کئی نالوں سے جو طیفانی پر تھے عبور کرنا پڑا اور ان نالوں کے عبور کرنے میں کماؤن کو چھان کا مدد پر رکھ کر چلنے کے بدلے سر پر اونچا کر کے لپیٹا پڑا اور دوسرے آدمیوں کو انکی مدد کے لیے ادھر ادھر چلانا پڑا تاکہ وہ کماؤن کو سنبھالے رہیں اور انکے پاؤں لٹرس نہ لکھائیں۔ قبل غروب آفتاب یہ مسافر لوگ پھر عافیت قلعہ کا گڑھ کی دیواروں کے قریب پہونچ گئے اور وہاں پہونچنے کے متوڑے ہی عرصہ کے بعد جان لارنس کے پاس سے اور خبریں آئیں کہ لوگ ہوشیار پڑے اور جانلند صرک پہلے آئے۔ یہاں انھوں نے سیم صاحبہ کے لیے ایک مکان لیا تھا اور وہی انھوں نے اپنی مشند منسٹرین بازن کے ساتھ جگہ شوہر ہم چلیاں والا میں جان لارنس کے شریک تھے فصل مرابسر کی۔ اس فصل مرابین جان لارنس جو اوپر بیان کی ہوئی میٹار مھون میں فوج کے ساتھ ہے تھے عارضی طور پر کئی مرتبہ سیم صاحبہ کے دیکھنے کو آیا کیے۔ لیکن آغاز موسم بہار میں انکو اپنے بھائی پھر پٹی سے جوابی حال میں انکے نشان سے آئے تھے ملنے کے لیے لاہور جانا پڑا۔

آخر اچ میں ملک پنجاب داخل مملکت انگریزی کیا گیا اور جان لارنس کو یہ دیکھ کر کہ وہ جدید پور ڈائنٹا میں کے مہر مقرر ہوئے کہ قید راہنماں ہوا جیسا کہ انکی پھیون سے ثابت ہوتا ہے۔ گری کی فصل بہت تیزی سے

ساتھ چلی آتی تھی اور ریڈیٹنسی میں اس وقت انتہائے مرتبہ کا کام انجام کرنا تھا چنانچہ اس بات کو مجھے عمدہ دانکاروں نے بیان کیا ہے۔ پچاس افسروں کے قریب اپنے اہل و عیال سمیت ہندوستان کے مختلف حصوں سے روانہ کیے گئے تھے جنکو حکم تھا کہ وہاں کے بے شکر راستوں اور مخدوش ملک سے ہو کر جب قدر جلد ممکن ہو اپنے اپنے منازل مقصود میں پہنچائیں۔ برادران لارنس اور ان کے بیکر ٹرنی ہر گھنٹہ میں پورے ۲۰ منٹ برابر کام کرتے رہتے تھے جیسا کہ ہلوکوبی لٹین سپرینٹنڈنٹ کا ہر ایک کمرہ اور ہر ایک خواہ گاہ آدمیوں سے بھری ہوئی تھی بلکہ جب قدر جگہ تھی اس سے کہیں زیادہ آدمی تھے اور ہر مقام پر ایک ہجوم مجتمع تھا۔ لیڈی لارنس کتنی تھیں کہ باوصف اس شدت کی گرمی اور شور و غل کے ہلوکون کو کام کی کثرت اس قدر تھی جس سے شاید بیمار پڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا تھا۔ ان ایام میں طلسماتی طور پر کام ہوتا تھا اور اس میں شک نہیں کہ مجھکو وہ ایام بڑی خوشی کے ساتھ یاد رہیں گے۔

میں اپنے شوہر کے ساتھ شام کی وقت میرے لیے لکھنا اس زمانہ میں کیسا غنیمت سمجھتی تھی اور وہ بھی ان ایام میں کیسے قوی اور توانا تھے۔ باوجود کثرت کار کے انھوں نے میری جانب سے کبھی عدم توجہی نہیں کی اور ہمیشہ مجھکو میرے کاروبار میں مدد دیتے رہے اور باوصف اپنی کثیر الاشتغال کے وہ اپنے بھائی کے خانگی معاملات کو بھی دیکھتے بھالتے رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ جیسا ان کے بھائی کا قول تھا وہ اپنے خیال و اطفال کے لیے ایک جہ بھی پس انداز نہ کر سکتے اگر جان نے انکو ہر گز طور سے مدد نہ دی ہوتی۔ میرے شوہر جو اپنی جیب خاص کے روپیہ میں ہمیشہ کشادہ دل رہے اور دوسروں کی مدد میں تلے رہے اپنی ذات خاص پر بہت کم خرچ کرتے تھے اور سرکاری روپیہ کے پچانے میں بڑی کفایت شعاری کرتے تھے ہر شخص پر زور ڈال ڈال کر یہی کہتے تھے کہ نوٹھ صوبہ کے انتظام میں نہایت سلامت روی کے ساتھ چلنا چاہیے۔ لیکن یہ ایک ایسی شہور بات ہے جس کے متعلق میرے بیان کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ مجھکو صرف یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ دوران کے لیے تو وہ بڑی کفایت شعاری کرتے تھے لیکن اپنا روپیہ یا وقت یا تکلیف کسی کی مدد کرنے میں انکو عزیز نہیں تھی۔

بوزڈ کے اجلاس ہوا کرتے تھے اور صدا قسم کی باتیں ایسی پیش ہوتی تھیں جن پر فوراً توجہ کرنے کی حاجت تھی۔ سرنہری لارنس کے متعلق بحیثیت پریسڈنٹ نوٹھ صوبہ کا وہ کام تھا جو ہندوستان میں پولیٹیکل رقبہ بولے کہلاتا ہے۔ گورنمنٹ عالیہ سے خط کتابت کرنے کا اختیار انھیں کو تھا اور لارڈ ڈکنسن کی دلچسپ اور طنز آمیز خطبہ جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ہر روز ایک ایک یا بعض اوقات دو دو اور تین تین الحاق کے چند مہینے پیش اور چند مہینے بعد نہری لارنس کے نام آتی ہیں ان سے دوسرے کا غذات کی عدم موجودگی کی حالت میں بخوبی تمام ظاہر ہو سکتا ہے کہ نہری لارنس کی بحیثیت پریسڈنٹ اور بعد اسکے دوسرے ممبران بوزڈ کو کس کس طرح کی مختلف اور بیشمار خدشہ میں انجام کرنا ہوتی تھیں۔ سکھوں کی فوج کو موقوف کرنا اور بعد اسکے اسپین سے چیدہ چیدہ اشخاص کو پھر بھرتی کرنا رعایا سے ہتیار رکھنا معزول سرداروں کے ساتھ برتاؤ کرنا غیر قواعد و ان سپاہ کو بھرتی کرنا فوج کے

ایام شکار کا ایک دلچسپ واقعہ قریب قریب انھیں کی عبارت میں بیان کر سکتا ہوں وہ ہوا۔

اس وقت کے کیرسے بھائی پر ڈھیر سے اہل و عیال اور مین خود کو ہستان کے ایک مقام کو جو درہم سا کے نام سے مشہور اور گاؤں کے قریب واقع ہے گیا۔ وہاں کے بول میں یہ کہ جھکا بہت کثرت سے تھا اس لیے ایک بوزخ زور اور جانچ کر پتھن اور مین بہت سے اور ہر اہل و عیال بہت سے جو بھلے بول کو ہلا کر جانوروں کے کھٹنے کے لیے ساتھ لے کر باہر نکلا۔ ٹھوس ہے ہی دوسرے بعد ہلوگوں کو دریافت ہوا کہ ایک بڑا بھاری رینج ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ اس بات کی برائی کوششیں کی گئیں کہ وہ باہر نکلے مگر کسی طرح سے نہ نکلا۔ تاہم ایک ہمدی آدمی نے کسی نہ کسی طور پر پیچھے سے ایک رینج پر جا کر اندر چلا پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ یہ کوس سے کچھ صدر زمین ہونچا لیکن آخر کو جب وہ بار بار وہی آزمائش کرنے لگا تو رینج پیش نکلا کہ ایک رات پرانے پڑا ہوا ہے وشنون پر دورا۔ مین نے لگا دھڑے ہی اسپر گولی اری لیکن وہ گولی سے صرف زخمی ہو کر گر گیا رات میں جگر زخم کی وجہ سے اور میں زیادہ پیش میں آگیا۔ وہ میری طرف دوڑا۔ پیچھے ہٹنے میں میرا ہاتھ ٹوٹ گیا اور میں ٹھانوا ہوا رینج پر کانٹوں میں دھنکنا ہوا پیچھے جا رہا۔ اتنا تھا کہ وہ میرے اوپر آکر ہونچا اسکی گرم سانس میرے چہرہ پر محسوس ہونے لگی اور میں بھکا کس اب میرا خاتمہ چھ گیا۔ لیکن میرے ساتھی جھکے پڑے دوڑے اور کچھ خوف کھا کر ایک ایک کو دیکھنے لگے کہ کس پر حملہ کروں لیکن قبل اسکے کہ پڑ ڈال لائن اسپر گولی چلائی اس نے ایک دوازدہ تو خلیہ بورت ہندو سا پاہن کو دھڑ بھاد اور اسکی ناک صاف چہرہ پر سے اتر لی۔ اب میرے بھائی کی گولی چلتی لیکن اس مرتبہ بھی وہ صرف زخمی ہو کر گر گیا۔ خوش قسمتی سے مین نے اسے اتنے دوسریں پھونکی بدوق تیار کر لی تھی کہ ایک گولی اسکے سر میں مار کر اسکا کام تمام کر دیا کیونکہ گولی نے اسے منہ کے اندر گر گئی۔ مین نے فوراً ایک شخص کو اپنے مکان کی طرف روانہ کیا اور اس سے وہ بھی کمر کھدیا کہ میں صاحب سے کہنا کہ پٹیاں اور دوسری ضروری چیزیں تیار کر کے لیں گی۔ لیکن دیکھو کہ مین یہ نہ کہنا کہ مین زخمی ہو گیا ہوں نہ اور تو مین نے اسے آدمی کو مکان پر دھانڈا کیا اور اسے اس صاحب سے کہو کہ کتنی پرل کر کہ جب لوگ بھی گھر کی طرف چلے اس صاحب سے کہ شدت سے درد تھا اور اسکا چہرہ بالکل گھبرا گیا تھا لیکن اسکو پراس بات کے اور کچھ تردد نہ تھا کہ اسکی شادی جھڑپ ہونے والی تھی اور اسکا دلشہ تر کا شادی خلی نوجوان شیکر تھا دیکھا اسکو قبول نہ کرے۔ مین نے اسکی بہت کوششیں اور تشفی کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔

صفحہ ۳۲

(اس) انٹین دوا آدمی میرے مکان پر پہنچ گیا تھا اور اسے میری زندگی کو میرا پیام دیکر یہی کہہ دیا تھا کہ مین زخمی ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس نے سانس کو یہ کیا سوچی لیکن ان اتنا البتہ ہوا کہ میری ہم صاحبہ بالکل ہول کھا مین اور کہنے اور اپنی اپنی زبان دونوں میں کہ کیرسے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب انھوں نے لوگوں کو کھنسی لایا تو وہ دیکھا تو وہ بھی کس نے ہر کام تمام ہو گیا لیکن انھوں نے اور لوگوں کے درمیان جھگوڑی آتا ہوا دیکھ کر خود پہچان لیا اور جب مین نے کہا کہ مین زخمی نہ ہوئی تھی اور صبح ہون تو انکو اس بات کا یقین نہ آیا۔ ہم پاسبان کو ان کے نیچے مین نکلے اور جاہ سے

حاصل ہوا و اسوقت بھی اٹھون نے پنجاب میں ایسی ایسی کارگزاریاں کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب فساد برپا ہوا تو اسکا مقابلہ اور استیصال کر سکے۔ اگر وہ پیشتر سے اپنے زبردست انتظام سے بھی بڑھ کر کوئی بات نہ کر سکے ہوتے تو انکا زبردست انتظام بھی اس نازک زمانہ میں پنجاب کو اپنے پنجہ میں نہ رکھ سکتا۔ بلکہ ہندوستان کا استیصال بھی فخری بات ہے لیکن جس بات سے اس استیصال کا حل میں آنا پیشتر ہی سے ممکن معلوم ہو سکا اس کے امتحان کا پانیہ اور بھی پڑھا ہے۔ اب اس باب میں میرا مقصد ہے کہ اس زمانہ انتظام نوؤں راجہ ۱۲۹ ع غایت جنوری ۱۸۵۷ء تک کے متعلق جان لارنس کے وہ حالات بیان کروں جو ان کے ذاتی اور خانگی معاملات سے زیادہ تر خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور انکی خاص کارگزاریوں کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہر کروں۔ اور اس مقصد کے لیے انکی نیم سرکاری چھٹیوں کے لیے مضامین اقتباس کر کے درج کروں جو ہر زمانہ میں مذاق پیدا کر سکتے ہیں۔ ایک اعتبار سے یہ ان کے نہایت نچ یعنی دونوں بھائیوں کی مفارقت (جو گناہیہ اور لاعلاج تھی) کا زمانہ ہے جو ایسے لائق اور عالی جہت اور اپنے فرائض منصبی میں سرگرم تھے اور انہیں سے ہر ایک دوسرے بھائی پر اس طرح سے جان دیتا تھا کہ اس طرح کے بھائی بہت کم لکھینگے۔ لیکن وہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس کے قلم انداز کرنے کا مجھ کو اختیار ہو۔ برٹن مریون صاحب نے بحیثیت سوانح نگار سر تھری لارنس نہایت قابلیت اور انصاف کے ساتھ اپنے مذاق کے مطابق سپر بحث کی ہے اور اب میرے لیے یہ لازم ہے کہ حتی الوسع نہایت عملگی کے ساتھ بحیثیت سوانح نگار جان لارنس اپنے مذاق کے موافق اس کے بارے میں طبع آزمائی کروں۔ خوش قسمتی سے مجھ کو کسی ایسے امر کے مخفی رکھنے کا میلان نہیں پیدا ہوتا ہے جو دونوں میں سے کسی بھائی کی حقیقت حال کا اظہار کرتا ہو۔ دونوں کے حالات صاف صاف بیان کر دیے جائیں گے۔ دونوں میں سے کسی کے حالات عیوب سے پاک نہ پائے جائینگے اور جن باتوں کو میں عیوب قرار دیتا ہوں ان کے بھی بلا تکلف اور بلا رور حایت بیان کر دینے کی کوشش کروں گا کیونکہ دونوں بھائی اپنے اپنے سوانح نگاروں سے اسی امر کے خواہشمند ہوتے۔ لیکن ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے جس کے بیان کرنے میں کچھ پس و پیش کی حاجت ہو یا جو دونوں میں سے کسی کے لیے (گو وہ کیسی ہی دردناک کیوں نہ ہو) نامموز ہو۔ مثل مشہور ہے کہ آڑا کہ حساب پاک از محاسبہ چہ پاک۔

جان لارنس کا بیان راجہ ۱۲۹ ع تک لکھ کر ہم نے چھوڑا تھا جب وہ اطینان (بشرطیکہ اطینان کا لفظ انکی محنت شاقہ کے زمانہ کی نسبت صادق آسکتا ہو) کے ساتھ اپنے اطینان خاندان میں رہتے تھے بعد اسکے اپنے وقت طلب عہدہ قائم مقامی لاہور سے تخلصی حاصل کر کے اپنے اہل و عیال سمیت اس امید پر کشمیری جالندھر کو واپس آئے کہ پساری چھاؤنی دھرم سالہ میں کچھ دنوں تک اپنے اہل و عیال کے ساتھ سیر و تفریح میں بسر کرینگے۔ اس نواح میں شکار کثرت سے تھا اور خوش قسمتی سے میں ان کے

لازؤ ڈٹوئی رپورٹ مذکور کی نسبت طول طویل کیفیت لکھنے کے بعد مذکور ذیل عبارت تحریر کرتے ہیں
اور ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جو غور و فکر کرنے کے بعد اپنے صاوند نہ کریں گے۔
اس مفید اور خاطر خواہ نتیجہ پر انہیں پہنچانے کی خاطر شکر گزار ہے۔ میں خود اپنی جانب سے نہایت پر زور و طاقت کا حکم چاہتا ہوں
کہ سب سے پہلے اور ان کے جانشین سب سے پہلے ہی کی خاص شکر گزار ہے۔ میں خود اپنی جانب سے نہایت پر زور و طاقت کا حکم چاہتا ہوں
کہ ان نامی افسروں کی کورٹش ہندو شکر گزار اور ان کی قابلیت سمجھتی ہوئی خود کے ساتھ دیگر گزاری ان کا گزاریوں کو
اپنی دشواری اور چاہی کے کام کو اس طرح سے انجام دیا اور میں کہیں نہایت خودی اور دیگر گزاری قبول کریں گے۔ اور ساتھی اس کے
دیکھ آتا ہوں۔ میں اسد کا کر ہوں کہ وہ گورنر جنرل باجلاس کو نہیں کی کمال خوشنودی اور دیگر گزاری قبول کریں گے۔ اور ساتھی اس کے
میں اس بات کی اجازت طلب کرتا ہوں کہ ان کا رد و اتیوں کی کیفیت آئینہ کورٹ آف ڈیٹر فکشن کے غور و در باطلہ کے لیے
پیش کروں۔

(دستخط) ڈٹوئی

۹ مئی ۱۹۰۸ء
بالآخر وزیر کمرانی انیسٹ انڈیا کمپنی نے جکی نسبت ان کے نامی گرامی اور خاص شیر سرجان کے لئے
بہت واجبی طور سے کہا ہے کہ وہ بہت اچھے مالک ہیں لیکن کھاتے تین کے استعمال کرنے میں سخت کٹھن
ہیں، رپورٹ پنجاب اور اس کے متعلق لازؤ ڈٹوئی کی لکھی ہوئی کیفیت کے وصول ہونے پر کھاتے تین ہی نہیں
استعمال کیے بلکہ اپنا سچا چوس ظاہر کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ۔
ہم اس امر کے بیان کرنے میں تاخیر نہ کریں گے کہ اس معاملہ اور بدجہ غایت کا سیاب انتظام کی رپورٹ پر حکم کمال
اطمینان ہوا۔ امان پنجاب کے بعد جو قلیل عرصہ گزرا تین امید سے کہیں بہتر نتائج پیدا ہوئے جو جوں کی کوشش اور سچا
شرہ معلوم ہوئے ہیں۔ وہ ہمیشہ مالک تعداد کی فوج جس کے صلح کرنے میں اس قدر لڑائیوں کی ضرورت ہوئی تھی خاموشی سے شکست
کر دی گئی اور ان کے مفید سپاہی محنت و شغف کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اب ملک بحرین امن و امان اور آسویں کا دھڑکا
بج رہا ہے۔ اور بدجہ کم کی تعداد وشل ہمارے اور صوبوں کے جہان عہدہ سے عہدہ انتظام ہوتا ہے بہت کم ہے۔ وادری کی ہر
کے لیے فیبر اسکے کانسٹوٹو اور سلاطین سرکاری میں زیادہ فکر کرنا پڑے آسانی ہو گئی۔ تجارت اور صنعت و حرفت اگلے آٹھ ماہ ہو گئی۔
اس قسم کا کلین ہس سے ظلم تصور تھا اور لوگوں پر ایک بار علیہ معلوم ہوتا تھا بہت کم موقوف کر دیا گیا۔ سرکاری لگان
جو پیشہ پزیری تھا اب اسکے بدلے نقدی طور پر دیا گیا اور قریب قریب کل ملک میں انگریزی کا بندوبست کمال ہو گیا۔ اور یہ بندوبست
اس طور پر عمل میں لایا گیا کہ سابق کی نسبت بہت کم تنقیف مطالبہ سرکار کے متعلق کر دی گئی۔ اٹالے بندوبست میں جو نامور
باتیں پانچ تین کو پوچھیں ان سے بہت کم فائدہ حاصل کیا گیا اور ہندوستان کے متعلق جو بہاری واقعیت ناقص تھی اور اس کی

صفحہ ۳۲

وجہ سے غلیبان ہوتی تھیں اب بڑی ہوشیاری سے اسکے بارے میں کوشش کی گئی کہ وہ غلیبان ہونے پائیں۔ زراعت میں ایک بڑے درجہ تک ترقی ہوئی ہے۔ گو بجیاب اخراجات وقوع میں آتے تاہم بھول اور فوجی سینہ کا خرچ نہا کر نکلے بعد پہلے سال ۵۲ دوسرے سال ساڑھے چوتھ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی۔۔۔۔۔ اس قسم کے بیجوں سے یوزڈ لارڈ شپ باجاس کوئٹل اور یوزڈ لارڈ شپ ہند کے عام حسن انتظام کا بخوبی ثبات ہوتا ہے۔ ہم اگر اس بات پر ناگزیرین تو بجیاب ہے کہ ہمارے بھول اور فوجی صیفون افسر ہم پہنچے جو اس قدر قلیل زمانہ میں ایسی عاتلانہ اور فیاضانہ تدبیریں عمل میں لاسکے۔ ان ادنی درجہ کے تحت افسران عامل نے اپنی کارگزاری میں وہ اعزاز حاصل کیا جو انکی عزت افزائی کی راہ دیکور ہے۔ ممبران بورڈ انتظامیہ یعنی سربراہی لارڈ شپ سربراہان لارڈ شپ اور سربراہی نے اپنے تئیں اس امر کا مستحق ثابت کر دیا کہ وہ اعلیٰ درجہ کے مظان ہند میں وارد دیے جائیں۔

مقام لندن مورخہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء

ہم ہر آپ کے دوستان صادق

(دستخط) آر۔ ایٹس جے۔ اوڈیٹینگ دیو

اگر اس مقام پر کوئی نکتہ چین عداوت یا اور کسی طرح سے یہ کہے کہ لاڈل لارڈ شپ نے جو کلمات تحسین یوزڈ کے بارے میں استعمال کیے تھے وہ اقل درجہ کچھ کچھ خاص لاڈل موصوف ہی کی کارگزاریوں سے نسبت رکھتے تھے اور اسلیم انکی بابت لاڈل موصوف ہی کی تعریف ہوئی اور ڈائریکٹر یوزڈ نے صرف رپورٹ کی تشریح کرنے والوں ہی کی تحریر پر اپنی رائے ظاہر کی انکو بذات خاص حقیقت حال سے چندان آگاہی نہ تھی تو شاید اسکے جواب میں صرف یہ امر کافی ہوگا کہ بلوہ ہند و بمان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ پنجاب کے انتظام کے متعلق جو کچھ صاحبان یوزڈ نے اپنا تجربہ ظاہر کیا تھا آیا حرف حرف واقعات سے بھی انکی تصدیق ہوگئی یا نہیں۔ اگر اس انتظام میں کسی طرح کا نقص ہوتا تو اس سخت آزمائش کے زمانہ میں ضرور اسکا حال کھل گیا ہوتا اور وہ حال اس نقص کو بالکل عیان کر دیتا۔

لیکن اس مقام پر انا اور بیان کرنا دوسرے اشخاص کے لیے عموماً اور میرے نزدیک خصوصاً لطف خاص سے خالی نہیں ہے کہ اس شخص سے جسکو شاید سچلہ اور تمام اشخاص کے جو اس وقت بقید حیات ہیں حقیقت حال پر سب سے زیادہ آگاہی حاصل ہے اور جو جان لارڈ شپ کے عمدہ ترین زمانہ ملازمت میں برسوں انکارا زدار رہا ہے یعنی سربراہ یوزڈ شپ سے ایک مرتبہ کئی گفتہ تک بات چیت کرنے کے بعد رواروی میں نے یہ پوچھا تھا کہ اتنے عرصہ دراز کے بعد اب غور کرنے سے آیا آپ کو یہ خیال گزر رہا ہے کہ رپورٹ ہمارے پنجاب کے کسی حصہ میں بے انتہار رنگ آمیزی کی گئی تھی اور اگر وہ دوبار لکھی جائیں تو آیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں کچھ ترمیم کجائے۔ سربراہ یوزڈ شپ نے سربراہی یوزڈ شپ سے لیکن جیسا کہ باب آئندہ سے ظاہر ہوگا قطعی طور پر

صفحہ ۳۱

کا انتظام نہایت سخت تجارتی ازمایشن کی حالت میں منسلک ساہم اول تین سال کی افراد و اصلاتی کی نسبت کچھ نہیں بیان کرتے ہیں جب ایک سال ۵۱ دوسرے سال ۶۸ اور تیسرے سال ۷۰ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی کہ چونکہ یہ بچت زیادہ تر جاگیروں کی قرقی اور نزولی املاک کے نیلام کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مگر چوتھے سال جب یہ خاص خاص آمدنیان قریب قریب بالکل موقوف ہو گئی تھیں اور بری برک اور بری برک کی تعمیر میں عرصہ صرف ہوا تھا تو ۲۵ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی۔ پورے تین سالوں میں اس پشمر پوشی کی اور نہ اپنے حکام بالادست سے اسکو مخفی رکھا کہ انھوں نے آئندہ دس سال کے زمانہ تک ان تعمیرات سرکاری کے متعلق زرخیر صرف کرنے کی تجویز کی تھی۔ بلکہ انھوں نے اپنے سچے اعتماد سے ٹھان لیا تھا کہ اگر اس مدین روپیہ صرف کیا جائیگا تو اس سے مزید فائدہ ہوگا اور اس قلت کے دس سال کے عرصہ میں بھی کچھ بعد بہتر سے دس و س سال کثرت کے آئینے بارہ بارہ لاکھ کی بچت ہوا کرے گی۔ یہ پیشین بیان گو کیسی ہی خیالی کیوں نہ معلوم ہوئی ہوں مگر واقعات سے صحیح ثابت ہوین۔ بندوبست اراضیات میں براہ کثیف ہوئی گئی مگر اس پر بھی آمدنی بڑھتی گئی۔ ۱۹۵۷ء میں جب صوبہ پنجاب سرکاری عمارتوں میں شامل کیا گیا تھا اسکی آمدنی ایک کروڑ ۳۰ لاکھ تھی اور غدر کے سال یعنی ۱۹۵۷ء کی آمدنی دو کروڑ پانچ لاکھ تھی۔ اس جاگہ کی سال میں چھٹ کثرت نے صرف اس قدر آمدنی ہی نہیں وصول کی (اور یہ آمدنی ان دیولوں سے وصول کی گئی جو صرف امن وامان کے ایام میں کام دے سکتے ہیں) بلکہ تو فیروزے نقد میں لاکھ روپیہ دہلی کو بھیجا۔

حکومت پنجاب کے باریک بینوں نے جو یہ اشارہ کر کے کہ صوبہ مذکور کی حدود کے اندر پچاس ہزار ساہوکار کی ایک بیماری فوج تعینات ہے یہ بحث کی کہ اسکا سارا خرچ پنجاب کے حساب میں شامل کیا جائے اسکا کچھ فائدہ نہوا کیونکہ لاڈلوؤں کوئی نے بڑے خرچے کے ساتھ اسکی ترویج کی کہ اگر ہماری سرحد دریا سے تلج ہی قرار پاتا تو وہاں جس قدر فوج رکھنے کی ضرورت ہوتی وہ اس فوج سے کچھ کم ہوتی جسکی کوہلیان کی سرحدات کی حفاظت کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ پنجاب پر واپسی طور سے صرف اس قدر فوج کا بار عائد کیا جاسکتا ہے جو اس مفروضہ سرحد کی نسبت موجودہ سرحد کی فوج میں زیادہ پر تاسہ ہے (اور یہ صرف دو یورپین بمبٹوں کا خرچ تھا) لیکن اگر یہ خرچ پنجاب سے نہیں دیا گیا تو بھی نتائج کے لحاظ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حد سے زیادہ کامیابی ہوتی۔ ایسے اہلکار میں یہ امر ہیشہ ملکہ اکثر اوقات ضروری نہیں ہے کہ لڑائی کا خرچ اس لڑائی کے جائز یا ناجائز ہونے کے حساب سے لیا جائے۔ لیکن اس بات پر غور کرنے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ سکھوں کی دہلی میں جو جہازا ہوا لڑا پیرین اور جو حاصل میں مداخلت کی لڑیاں تھیں علاوہ ان بشمار فائدہ وں کے جو مفتوح ہو گئے۔ پورے مالی معاملات کی طرف سے بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور افغانہ کی لڑائیوں میں جو بالکل فوج کشی کی

صفحہ ۳۲

کا انتظام نہایت سخت تجارتی ازمایشون کی حالت میں سنبھل سکا۔ پہلے سال کی افراط و تفریط کی نسبت کچھ نہیں بیان کرتے ہیں جب ایک سال ۵۲ دوسرے سال ۶۴ اور تیسرے سال ۷۰ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی (کیونکہ یہ بچت زیادہ تر جاگیروں کی قرقی اور نزولی املاک کے نیلام کی وجہ سے ہوئی تھی)۔ مگر چوتھے سال جب یہ خاص خاص آمدنیان قریب قریب بالکل موقوف ہو گئی تھیں اور بڑی سڑک اور بڑی نہر کی تعمیر میں حساب روپیہ صرف ۲۵ لاکھ روپیہ کی بچت ہوئی تھی۔ پورے سال کے اخراجات چشم پوشی کی اور نہ اپنے حکام بالادست سے انکو مخفی رکھا کہ انھوں نے آئندہ دس سال کے زمانہ تک ان تعمیرات سرکاری کے متعلق زیادہ تر صرف کرنے کی تجویز کی تھی۔ بلکہ انھوں نے اپنے اپنے اعماد سے ٹھان لیا تھا کہ اگر اس مدین روپیہ صرف کیا جائیگا تو اس سے مزید فائدہ ہوگا اور اس قلت کے دس سال کے عرصہ میں بھی کچھ عید بہتر سے دس دس سال کثرت کے آئینے بارہ بارہ لاکھ کی بچت ہو کر رہی۔ یہ پیشینہ بیان گو کہ کسی ہی خیال کیونکہ نہ معلوم ہوئی ہوں مگر واقعات سے صحیح ثابت ہو رہا۔ بندوبست اراضیات میں برابر ترقیف ہوئی گئی مگر اسے بھی مدین پرستی گئی۔ ۱۸۶۵ء میں جب صوبہ پنجاب سرکاری عمارتوں میں شامل کیا گیا تھا اسکی آمدنی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ تھی اور قدر کے سال یعنی ۱۸۷۵ء کی آمدنی دو کروڑ پانچ لاکھ تھی۔ اس جاگدنئی کے سال میں چیت کشتیوں نے صرف اس قدر آمدنی ہی نہیں وصول کی اور یہ آمدنی ان دیلون سے وصول کی گئی جو صرف امن وامان کے ایام میں کام دے سکے تھے) بلکہ تو فیروزے نقد میں لاکھ روپیہ دہلی کو بھیج دیا۔

حکومت پنجاب کے باریک بینوں نے جو یہ اشارہ کر کے کہ صوبہ مذکور کی حدود کے اندر پچاس ہزار سپاہیوں کی ایک بھاری فوج تعینات ہے یہ بحث کی کہ اسکا سارا خرچ پنجاب کے حساب میں شامل کیا جائے اسکا کچھ فائدہ نہوا کیونکہ لازماً ڈاکوئینی نے بڑے خرچ کے ساتھ اسکی یہ تردید کی کہ اگر ہماری سرحدوں پر ایسے مسلح ہی قرار پاتا تو ہوا جس قدر فوج رکھنے کی ضرورت ہوتی وہ اس فوج سے کچھ کم نہ ہوتی جسکی کوہ سلیمان کی سرحدات کی حفاظت کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ پنجاب پر واجبی طور سے صرف اس قدر فوج کا بار عام کیا جاسکتا ہے جو اس مفروضہ سرحد کی نسبت موجودہ سرحد کی فوج میں زیادہ پر تاسا ہے (اور یہ صرف دو ڈیویژنیں بمبھون کا خرچ تھا) لیکن اگر یہ خرچ پنجاب سے نہیں دیا گیا تو بھی نتائج کے لحاظ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حد سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ ایسے اہل ملک میں یہ امر ہمیشہ بلکہ اکثر اوقات ضروری نہیں ہے کہ لڑائی کا خرچ اس لڑائی کے جائز یا ناجائز ہونے کے حساب سے لیا جائے۔ لیکن اس بات پر غور کرنے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ سکھوں کی لڑائی میں جو جبراً ہکولڑا پڑیں اور جو حاصل میں مدافعت کی لڑائی ان تعین علاوہ ان بشمار فائدہ من کے جو مفتوح گوگو کو پہنچنے والی معاملات کی طرف سے بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور فائدہ کی لڑائیوں میں جو بالکل فوج کشی کی

صلح

صلح

بنیاد پر تعین اور جسکی تاریخ سخت بد توئی اور بی انصافی کا الزام عائد کرتی ہے روپیہ کا اسقدر نقصان ہوا جسقدر کہ اس غلطی کی پاداش میں لازم تھا۔ جنگ اول افغانہ کی غلطیوں اور جرموں کے نقصانات جو کل خزانہ ہند پر پڑے تھے ابھی تک وہ پورے نہیں جوئے اور دیکھیے دوسری لڑائی کے نقصانات کب پورے ہوتے ہیں۔

میں پنجاب بوزڈ کے انتظام کا بیان اس سے بہتر طریقہ پر ختم نہیں کر سکتا ہوں کہ آخر میں یہ تین مضامین یعنی اولاً پنجاب کا آخری فقرہ جسکی بنیاد پر زیادہ تریہ باب لکھا گیا ہے ثانیاً لازڈ ڈٹوئی کی تحریر جو اس فقرہ کی نسبت لکھی گئی تھی ثالثاً ڈیر لکڑان انگشتان کا جواب (محول کردہ)۔

اپنی واجبی ذاتی قدر دانی کے جوش میں اور اسطرح جھوٹے انکسار اور تکبر سے احتراز کر کے نمایاں بوزڈ نے اپنی گزشتہ محنتوں اور آئندہ امیدوں کا خلاصہ حال اسطور پر تحریر کیا ہے۔

بوزڈ نے زمانہ الحاق سے لیکر اپنے تمام مہینوں کے انتظام کی کیفیت اقتدار و اعتبار کے ساتھ بیان کی ہے کہ اصل مطلب کے سمجھنے اور ہر شے کے علمی و علمی و ظاہر ہو جانے میں کوئی وقت نہ واقع ہو۔ یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ کیونکر ملک کے اندر امن و امان قائم کیا گیا سرحد کی حفاظت کی گئی ممانعت سرکاری محکمات قائم کیے گئے جنگیں جراثیم کا انسداد کیا گیا اور قانون تعزیرات نافذ کیا گیا اور جیلانوں میں ضابطہ مقرر کیا گیا کیونکر سول عدالتوں کا انتظام ہوا۔ کیونکر گس مقرر اور انگریزی وصول کی گئی۔ تجارت کو آزادی اور ترقی کو مدد دی گئی۔ کیونکر آئندہ ترقی کے لیے تدبیر کی گئی اور بالآخر خزانہ کا کیونکر انتظام کیا گیا۔ جناب علی القاب گورنر جنرل بہادر نے ملک کو دیکھا اور انتظامی عملہ کا بنفس نفیس ملاحظہ کیا ہے۔ اور حضور مدوح اس امر کی نسبت رائے دیکھے کہ آپا گورنمنٹ کی خواہشیں پوری ہوں یا نہیں ملک زیادہ تر دولت مند اور عاقل و زیادہ خوش اور آسودہ حال ہے۔ کوئی بڑا جاری انقلاب اسوقت تک نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کسی گروہ عوام کو نقصان نہ پہونچے گا۔ جب کسی سلطنت کو زوال آتا ہے تو اسکے رئیسوں اور کسیدار اسکے موبدوں کو بھی نقصان پہونچتا ہے۔ کوئی ذی اختیار فرقہ یا جماعت جسکو کسی زمانہ میں ملکی اولوالعزمی یا مذہبی جوش رہا ہو گا وہ معمولی طور کی معاشرت اور عام مشاغل زندگی کو بغیر اسکے قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے ذی اختیار مگر خلافی دوست فاحشوں سے کسیدار ناراضی اور کچھ عداوت ظاہر کرے۔ لیکن گمان غالب یہی ہے کہ اگر مری حلداری کے اثر سے جمہور عوام کی حیثیت اور اخلاقی حالت میں ترقی ہوگی۔ ارکان بوزڈ اس امر سے چشم پوشی نہیں کرتے کہ انھوں نے اس انتظام کی عملدرآمد میں اکثر گورنمنٹوں کے تجربہ متعلقہ ملک ہندوستان میں نظر رکھا علی الخصوص گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی کے ذریعہ سے انکو ایک نہایت عمدہ مثال ملی۔ جو کچھ عیوب ہیں انسے بھی ارکان بوزڈ چشم پوشی نہیں کرتے لیکن اسپر بھی وہ اس بات کے بیان کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ اس گذشتہ کارگزاری کے حالات سے انکو آئندہ کے لیے عمدہ امید پیدا ہوتی ہے۔

(دستخط) ہنری۔ پی۔ لارنس پرنسپل جٹ جان لارنس پرنسپل ہنری پرنسپل ہنری پرنسپل ہنری پرنسپل ہنری پرنسپل

مقام لاہور مورخہ ۱۹ اگست ۱۸۵۲ء

درون کی لاشیں جہان و دمرتے میں اسی جگہ بٹرنے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں اور مصافات شہر شہرون
 میں نہیں پتر ہوتے ہیں۔ وداصل میں مثل ان انباروں "یا تو دون" کے ہوتے ہیں جبکہ انجیل میں ذکر
 با گیا ہے اور شرقی شہر کے گرد و پیش اس طرح کے خربے ضرور ہوا کرتے ہیں۔ اسوجہ سے ہوا خراب
 ہو جاتی ہے پانی کثیف رہتا ہے ہمیشہ و بائین آیا کرتی ہیں اور جب سے یورینیم لوگوں نے سرکاری تحقیقات
 نیا کرنے کا خوفناک خیال اہل شرق کے دلوں میں پیدا کیا اسوقت سے یہ اور بھی زیادہ خوفناک بات معلوم
 ہونے لگی کہ انجین و جون سے مشرقی شہرون میں بے انتہا آدمی ہلاک ہوا کرتے ہیں۔ لاہور کی نسبت شوہ
 ہے کہ "ہر کہ لاہور دیدار نکم ماورائید" لیکن باوصف اس شہر کے شہر مذکور کی گندگی اور مقامات سے بھی
 بڑی ہوتی تھی۔ جب انگریزی فوج ایک مقام پر حوالی شہر میں ویران مکانوں اور پتھرا پست کی وائی قبروں
 کے درمیان تعینات ہوئی تو فطرت نے غیبتیں وہی کی طرح اپنا انتقام انگریزی فوج سے لینا شروع کیا۔
 اور ابتدا سے حفظان صحت کی جو تدبیریں کی گئیں ان سے اور بھی خرابی پیدا ہوئی۔ علم حکمت کے ذریعہ سے
 بغیر اسکے ایسی غفلت کی کانوں سے بیاری کے اسباب رفع نہیں ہو سکتے جب تک انکی روز افزون ترقی
 ہی حاصل نہ کیا جائے۔ لیکن چند سال کی کوششوں سے ایک ایسے ملک میں ہی جہاں ہمیشہ سیاری رہتی تھی حفاظت
 پیدا ہونے لگی۔ لاہور میں جانے بیگانہ اور اتر میں بنی۔ بنی۔ سائڈر میں صاحب مخبرین مقام مذکور کی بنی
 سے ان شہروں کی ہیبت ہی بدل گئی۔ گو انکے ناگزیر انتظام میں کمی قدر شہر کی وہ خوبی اور رونق جو اہل شرق کی
 سون کو بعلی معلوم ہوتی ہے جاتی رہی لیکن باشندوں کی تندرستی آسودگی اور خوشحالی کو اس سے بہت ترقی ہوئی
 ان معاملات کے متعلق فورڈ نے رعایا کے ساتھ صرف پوری سلوک کرنے پر قناعت نہیں کی۔ یہ بات
 اکثر بیان کی گئی ہے کہ مشرقیوں کے لیے سب سے عمدہ گورنمنٹ وہ ہے جو فیاض اور خود مختار ہو۔ یعنی یہ کہ ایسی گورنمنٹ ہو
 جو اپنی رعایا کے لیے خود سب آئین کرے اور رعایا آپ کو نہ کرے۔ لیکن لائسنٹون نے یہ خیال ہرگز اپنے دلوں میں نہیں پکایا
 ہر ایک شہر میں جو بات ہوتی تھی انگریزی مخبرین کے حکم سے ہوتی تھی اور انکی مدد کے واسطے خاص اس شہر کے لوگوں کی کونسل
 ہوتی تھی اور ان لوگوں کو جب ایک مرتبہ حرکت دینی جاتی تھی تو وہ سید سے راستے رو میں پلے جاتے تھے۔ پس
 پہلے پہل جس ملک میں میونسپلٹی کی بنیاد قائم ہوئی وہ اس کے لیے کچھ کیلیم ناموزون نہیں تھا۔
 میدانی ملکوں کی اس تدبیر حفظان صحت کے ساتھ پہاڑوں پر بھی تبدیل آب و ہوا کے لیے مکانات کا
 بندوبست کیا گیا۔ پشاور اور لائسنٹون اور جلی کی بڑی بڑی چاؤنیوں کی فوجوں کے لیے سب سے اعلیٰ عمری میں اکثر جگہ آگیا کیونکہ آئینہ
 خوش خواہ ہمارے ہر ایک پہاڑی چاؤنی قائم کی گئی۔ اس مقام کا ذکر اس سوانح عمری میں اکثر جگہ آگیا کیونکہ آئینہ
 اٹھ سال تک افسران پنجاب پر جو سے زیادہ مشقت کرنے کا کام پڑا تو اس زمانہ میں وہ لوگ اپنی تعیناتی کے

مقام کی نسبت زیادہ آرام حاصل کرنے کے لیے عارضی طور پر وہیں جایا کرتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد پھر اپنے اصل مقام پر محنت کرنے کے لیے تازہ ہوا یا کرتے تھے۔ دوسری پہاڑی چھاؤنی پنجاب کی غیر قواعد و ان سپاؤں کے لیے جو تجویز کی گئی تھی وہ دریائے سندھ کے اُس پار کوہ بدر الدین پر قائم کی گئی اور لاہور اور سیالکوٹ کے لیے ایک تیسری چھاؤنی کوہستان چمبا پر قائم ہوئی۔ اس آخری چھاؤنی کا نام لائسنسوں کی تجویز سے گورنر جنرل کے نام پر رکھا گیا جنکی علاقہ تجویز کے مطابق وہ غور و فکر اور کارروائی کرنے پر ہمیشہ قانع رہے تھے۔ ساتھی اسکے ملک کے مشہور مقامات میں ڈسپنسر یا مقرر کی گئیں۔ اُنکا انتظام اُن دیسیوں کے سپرد کیا گیا جنہوں نے انگریزی تعلیم پائی تھی۔ مشرقی مرضی و دوا علاج کے بدلے عموماً دوا تعویذ پر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں اور جبوقت ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ مشرقی اطباء محض جاہل ہوتے ہیں تو ہم اسی بات کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ لیکن پنجابی لوگ دیسی ڈاکٹروں کے ہاتھ سے وہ دوائیں خوشی کے ساتھ لینے لگے جنکے انگریزی ڈاکٹر کے ہاتھ سے لینے میں اُنکو انکار تھا۔ اور امید کی گئی کہ جبوقت اُنکو انگریزی دواؤں کی خوبیوں کا یقین ہو جائیگا تو وہ اُنکے بنانے والے انگریزوں پر بھی بہت جدا اعتماد کرنے لگیں گے۔

انتظام ڈاکٹرانہ باربرداری کے جانوروں اور چمکڑوں کے بیکار میں بکڑے جانے کا انسداد ملک کی قانون کے کام میں ترقی اور ملک کی تاریخی عمارتوں وغیرہ کی مرمت میں توجہ غرض اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق پنجاب کو جو فائدہ پہنچا یا گیا اسکا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے کافی بیان ہو چکا کہ برادران لائسنس نے ہر امر پر برابر توجہ کی اُنکا مشاہدہ ہمیشہ یہی رہا کہ جو کام کیا جاسکتا ہو وہ تلاش کیا جائے اور اس بات کا جیلہ انھوں نے کبھی تلاش نہیں کیا کہ فلاں کام انجام نہوسکیگا۔ اور اُن فروعی باتوں میں سے جنکا عام انتظام پنجاب کے متعلق میں نے اوپر بیان کیا ہے اگر کسی شخص کو کوئی بات چندان قابلِ لحاظ نہ معلوم ہو تو میں اسکا جواب یہ دیتا ہوں کہ ادنیٰ چیزوں سے کمال کی حالت پیدا ہوتی ہے لیکن فی نفسہ کمال کوئی ادنیٰ شے نہیں ہے۔

اب صرف یہ بات بیان کرنا باقی رہی کہ پنجاب میں آمدنی اچھی خاصی ہوئی اور ہندوستان میں جس طرح کا افلاس پایا جاتا ہے اسکے اعتبار سے یہ امر بہت لحاظ کرنے کے قابل ہے۔ گو یہ امر صحیح ہے کہ بھاری سلطنتوں کی فردواصلاتی ہمیشہ مہاجنی کوٹھی کی فردواصلاتی کے برابر نہیں ہوتی اور بہادری کے ساتھ آمدنی کی طرف چندان توجہ نہ کرنا انجام کو سچی عقلندی ہی نہیں ثابت کرتا بلکہ کفایت شناسی کو بھی ثابت کرتا ہے۔ لیکن بوزڈ کی کوششوں اور یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ تر جان لائسنس کی اعلیٰ واقفیت معاملات خزانہ کے سبب سے لایسے وقت میں بھی جب کل ملک کا انتظام نئے سرے اور وہ بھی انجن کی ایسی محبت کے ساتھ ہو رہا تھا ملک پنجاب

کا کہ نہیں ہو سکتی تھی کہ (قطع نظر عدالت گتھی کے) سب لوگوں پر ایک زبان بولنے کے لیے اس طرح سے
جبر کیا جاتا جس طرح رومیوں نے ملک پرتگیزیہ میں کیا ہے۔ آخر کو ایک بندوبست یہ قرار پایا کہ نصف مشرقی حصہ
پنجاب میں دفتری زبان اردو اور نصف مغربی حصہ میں فارسی قرار دیا جائے اور اس میں بین کی جویر کی اچھی طرح سے علامت لگا دی
تعلیم کے متعلق پہلے تین برسوں کا کام صرف ابتدائی طور پر رہا۔ امر اول اس بات کا دریافت کرنا تھا
کہ رومیوں نے انہیں کیا تعلیم کی ہے اور راجپوتوں کی تعلیم کی ہے اور راجپوتوں کی تعلیم کی ہے اور راجپوتوں کی تعلیم کی ہے
کیا گیا ہے لیکن بعد کو اسکا تعلق پنجاب سے مثل برادران لائبریری کے رہ گیا (نہ بری جیتی سے اپنے تئیں اس
کام میں مشغول کیا۔ آنگو اس امر کے دریافت ہونے سے بری جیت اور مسرت ہوئی کہ تمام ملک پنجاب میں
ہر درجہ کے لوگوں کے لیے ابتدائی کتب مہیا تھے اور برخلاف ہندوستان کے اور برصغیر کے برابر پڑھنے جاتے تھے
لوگوں کے اطفال اقل درجہ راجپوت برہمن گتھی ان اعلیٰ ذات کے اطفال کے برابر پڑھنے جاتے تھے
اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز امر یہ دریافت ہوا کہ تعلیم نسوان کی جانب سے بھی جو ہندوستان کے اور
حصوں میں کہیں نہیں ہے وہاں غفلت نہیں کی جاتی تھی۔ مثلاً لاہور میں لڑکیوں کے ۷۰ کتب تھے اور اڑھٹا
چودھریاں ہر کتب میں پڑھتی تھیں اور اس پر یہ کہ سب کی سب مسلمان تھیں۔ اصل تو یہ ہے کہ وہاں پڑھنے
کھانے کی خواہش علی العموم پائی جاتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ان دیسی کتب میں کچھ بہت بھاری پڑھائی نہیں
کھنکھائی تھی۔ صرف اس قدر تعلیم دی جاتی تھی کہ ہر ہندو بہت کے طالب علم اپنی مذہبی مقدس کتاب کا پڑھنا اور کچھ
گنتا اور حساب سیکھتے تھے۔ بہر حال یہ کیا کم تھا کہ لوگ اپنے سو درود کا حساب صحیح صحیح گالیتے تھے اور گائون
کے پٹواری کا کام کرنے کے لائق اپنے تئیں بنا لیتے تھے۔ ان کتبوں کی عبارتیں بالکل حقیر قسم کی تھیں۔
کہیں کوئی چھپو یا کچھ پل کہیں کسی مسجد یا مندر کا احاطہ کتب خانہ کا کام دیتا تھا۔ بعض مقامات پر درخت کے
سایہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ معلم کا وظیفہ جو کچھ مقرر تھا اسکا خیال کر کے کچھ نہی اور کچھ دانا آتا ہے۔
کبھی لڑکے اور کبھی انکے والدین کچھ انانج یا شیخی اسکو دیا کرتے تھے اور اسی پر وہ پڑھاتا تھا۔ مہران
نوروز اس ابتدائی حالت میں تعلیم کے متعلق کوئی معقول اور وسیع تدبیر نہیں نکال سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے
عاقبت اندیشی سے تمام موجودہ تعلیمی اوقات کو قائم رکھا اور پنجاب کے ہر شہر میں ایک صدر اسکول قائم
کیا گیا۔ امر قمر کا مدرسہ زیادہ اولوالعزمی کے ساتھ قائم ہوا۔ وہاں کے مدرسہ میں اس قدر شاخیں مقرر کیں
جس قدر مذہب یا زبان شہر میں پائی جاتی تھیں اسحاق کے دوسرے سال اس مدرسہ میں ۱۵۰۰ اور چوتھے
سال ۳۰۰۰ طالب علم پڑھتے تھے۔ اس وقت یہ امید لگتی کہ اسطور پر پنجابی لوگ جب تعلیم پا جائیں گے
تو ان کم و بیش ضروری محنتوں پر مقرر ہونے لگیں گے جو اب تک صرف ہندوستانیوں کے بائیں تھے۔

درختوں کے جنگلوں میں ہونے کے متعلق جہاننگ انداد ممکن تھا یہ احکام جاری کیے گئے کہ تمام موجودہ جنگلوں کی احتیاط کے ساتھ حفاظت کی جائے سرکاری عمارتوں کے گرد اشجار لگائے جائیں برنجی سڑکوں کے دونوں طرف اور بڑی بڑی نہروں کے برابر برابر درخت لگائے جائیں۔ اسطور پر آئندہ سٹون کے لیے سایہ اور درختوں کا بندوبست مقبول کر دیا گیا اور جلانے کی لکڑی کے لیے جو ایسے ملک میں جہاں کوئلہ کا قحط ہو نہایت ضروری شے ہے یہ حکم دیا گیا کہ بڑے بڑے جنگلوں کی حفاظت کی جائے اور لکڑی بیچنے والے بے احتیاطی سے جو درخت کی بڑھک کاٹ کر خراب کر ڈالتے ہیں وہ متنع کیے جائیں اور جنگلوں میں از سر نو درخت بوئے جائیں اور انکی حفاظت کی جائے۔ رگھاس کے مشہور میدان جہاں کی عمدہ پیداوار انگبانی کرنے والے پرکار لوگ خود اپنے تصرف میں لاتے تھے اور رنجیت سنگھ کے رسالے کے لیے صرف خس و خاشاک بھیج دیا کرتے تھے آئندہ سے انگریزی افسر ڈوڈیئر پٹ صاحب کی نگرانی میں سپرد کیے گئے اور انھوں نے اس بات کی تدبیریں کیں کہ آئندہ سے سرکار کا مال خاص سرکار کے کام میں آئے۔

کھیتوں میں جو چیزیں بوئی جاتی تھیں فصل و ضرورت کو دیکھ کر مناسب طور پر انکے بدلے رہنے کا مسئلہ زراعت پیشہ اشخاص کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور جہاننگ سمجھتے تھے اسپر اسقدر بھی عمل نہیں کر سکتے کیونکہ پنجاب کے یہ زراعت پیشہ اشخاص اس ہاتھ سے کھاتے اور اس ہاتھ سے کھاتے رہتے ہیں اور جب کھانے بھر کو بھی میسر نہیں آتا تو قحط کے ساتھ اپنے تئیں حوالہ مرگ کر دیتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ٹکس کم کرنے کا پہلا نتیجہ ایک یہ ظہور میں آیا کہ مایا بقت اندیش کاشتکاروں نے ہر جگہ غلہ بونا شروع کر دیا اسلیے بازاروں میں غلہ کی مانگ کم ہو گئی اور زمین کو بھی اسی نسبت سے نقصان پہونچا۔ اس خرابی کے رفع کرنے کے لیے پنجاب بورڈ نے فراغت کر کے روٹی تبا کو پٹوہ نیشکر اور ان چیزوں کی کاشتکاری کو مروج کرایا جنگی جرین کام آتی ہیں اور اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ملک میں قوت کے درخت کثرت سے موجود ہیں تھے اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش کرنے سے خاص پنجاب میں ریشم کی تجارت کھل گئی۔ جو قطعات زمین لکڑی کے درخت بونے کے لیے علیحدہ کیے گئے تھے انہیں پچاس نئی قسموں کے جنگلی درخت نصب کر کے گئے اور چائے کی زراعت جسکو انیسٹن صاحب اور اسکے ماتحتوں نے ممالک مغربی و شمالی میں رواج دیا تھا مری کے پہاڑوں اور مشہور کانگرہ گھاٹی کے نشیبی میدانوں میں رواج دی گئی۔ اسطور پر ایک نیا ملک ایک تازہ تجارت کے لیے کھل گیا اور یہ تجارت اس قسم کی تھی جو ایفون کی طرح تا مگر قابل اعتراض نہ تھی۔

خدا کے فضل سے ممالک مشرقی میں تدابیر حفظان صحت سے بالکل غفلت رہا کرتی تھی۔ بڑے سے بڑے شہروں کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ نہ سڑکوں پر کھرتبہ ہوتا ہے نہ نالیان بنی ہوئی ہیں اور نہ صفائی کیجاتی ہے

دوسری بات زبانوں کا اختلاف اور تیسرا امر یہ تھا کہ ناپ اور تول کے پیمانے مختلف تھے۔ تعلیم اور زراعت کا انتظام نہیں تھا۔ جنگلات اور خطانِ صحت اور گرمی میں حکام کے رہنے کے مقامات کا انتظام ان تمام باتوں کے لیے فوراً توجہ درکار تھی اور اسی ضرورت کے مطابق بہت جلد اپنی توجہ کی گئی۔ چند چند سطرن ہر ایک امر کے بیان کو کافی ہوں گی تاکہ برادرانِ لائسنس کے نقشہ کارگزاری کی خانہ پری ہو جائے۔

پنجاب میں جو مختلف قسم کے سکون اور زبانوں کا خلط ملط پایا گیا اسکی وجہ بہت آسانی کے ساتھ یہ بیان کیجا سکتی ہے کہ اس ملک پر علی الاصل بیرونی حملے اور ملک کے اندر طرح طرح کے انقلابات ہوتے رہے۔ سکون کا مضروب کرانا ہر مقام پر ایک شاہی قوت خیال کیا گیا ہے لیکن مشرق میں اس بات کا جیسا خاص خیال رکھا جاتا ہے ویسا اور کمین نہیں ہے۔ اس لحاظ سے پہلا امر جو کوئی فتح یا نوخیز چند روزہ حاکم کرتا وہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے نام کا سکہ جاری کرتا ہے۔ چنانچہ اس طور پر صرف ایک قسمت لیتہ میں ۲۱ قسم کے مختلف سکے رائج پائے گئے اور کشمیر کا روپیہ کمپنی کے روپیہ کے صرف دو ثلث کے برابر تھا اور پھر یہ کمپنی کا روپیہ مال کی کھرائی اور قیمت میں قدیم ناک شاہی روپیہ سے ادنیٰ درجہ کا تھا۔ یہ ناک شاہی روپیہ سکھوں کے مذہب اور قوت کی علامت تھا جو امر تیسرا اور لاہور میں ضرب ہوا تھا۔ اور پھر صرف اتنی ہی خرابی نہیں تھی کیونکہ ناک شاہی روپیہ بھی کم سے کم تیس طرح کا رائج تھا۔ تجارت پیشہ لوگوں کی چیرائی اور پریشانی ناجائز طور کا منافع اور بٹہ کا خسارہ یہ سب خرابیاں جو سکون کے اس اختلاف کی وجہ سے پڑتی تھیں بہت اچھی طرح سے قیاس میں آسکتی ہیں۔ ناخاندہ لوگوں کا اس میں سب سے زیادہ نقصان اور سکون کے ضرب کرنے والوں صرافوں اور شاطر سرداروں بھی خاص فائدہ تھا۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں فوراً ہماری دست اندازی درکار تھی۔ مزدک الرواج سکے فوراً طلب کیے گئے اور گلانے کے لیے بمبئی اور کلکتہ کو بھیج دیے گئے اور وہاں سے انکے بدلے نئے سکے جن پر بڑے گرویا عالیشان نعل بادشاہ کا کتبہ تھا بلکہ ملکہ انگلستان کا سکہ بنا تھا ضرب ہو کر پنجاب کو روانہ کئے گئے۔ اس طور پر ملک کے سکے سب یکساں ہونے لگے اور تین سال کے عرصہ میں یہ ہوا کہ سرکار کی جو مالگزاری برپا خزانہ میں داخل ہوئی اس میں تین ثلث انگریزی سکے تھے۔

اسی طرح پنجاب کی زبانیں بھی مختلف تھیں۔ گورکھی یا گرتھہ کی زبان مثل شکرت کے بولنے کی نہیں بلکہ صرف کہنے کی تھی۔ پیچھم طرف بالکل کنارہ سرحد پر جو دو آبے واقع ہیں وہاں فارسی یا اسی کی اور شاخیں رائج تھیں اور مشرقی کنارے پر پنجابی جو ایک طور کی گہری ہوئی اردو ہے بولی جاتی تھی۔ سندھ کے ایک ضلع میں پشتوا اور دوسرے ضلع میں بلوچی بولی بولی جاتی تھی۔ پس ایسے اختلاف السنہ کی حالت میں جو شریابل کی السنہ کے مشابہ ہے کسی مستقل طور کی گورنمنٹ کا قائم ہونا اور عدالت گسٹری کا عمل میں آنا سخت مشکل بات تھی۔ لیکن اس میں کوئی ترکیب

جانم ہونے سے زراعت کو ترقی ہوئی اسوجہ سے قانون کی اتحاد ارباضیات بھی آباد ہو گئیں۔ اسطور پر بار بار
میں جنس کے انبار لگ گئے اور انکے بیچنے کے ایک کافی وسائل ہم نہیں پونجائے گئے تھے جس سے فوراً
سب غلام نقل ہو جاتا۔ کاشتکاروں کو تحفہ شدہ شرح سے بھی لگان کے ادا کرنے میں وقت معلوم ہوئی
فرید کی لگان کی فریاد بلند ہوئی اور چونکہ گورنٹ اسٹور فیاض تھی اس سبب سے وہ فریاد بیکار نہیں گئی۔
اسطور پر ملک کی ترقی کرنے سے عارضی طور پر جو نا راضی پیدا ہوئی تھی انکے سبب سے باشندوں کی حالت اور
بھی زیادہ سرسبز ہو گئی۔

میں اس بات کو بیان کر چکا ہوں کہ توڑ دینے چاہ میں پہنچانے بنوائے اور مغربی سرحد پر قطار و رقطار
قلعے تعمیر کرائے لیکن انکے سوا اور بھی سرکاری عمارتیں اور عمارت کے کام تھے بلکہ اگر ہماری حکومت کی ابتدا
حالت میں چندان ضرورت نہ تھی تو انکے قیام اور کامیابی کے اعتبار سے ہر حالت میں اشد ضرورت تھی۔
ہم عام طور پر جن کاموں کو ترقی و وسائل ملک اور بیکاروں کے اعتبار سے ہر حالت میں اشد ضرورت تھی۔
انکے استفادہ پر کشتیں دی تھیں اور انسان نے انکے خفقت کی تھی انکا کرتے ہیں انکے لیے ایک محکمہ
اور اگر محکمہ نہیں تو ایک زبردست حاکم کی ضرورت تھی اور لارڈ لارنس نے جو بہتری لارنس سے وعدہ کیا تھا
کہ ہم آپ کو ملک پر سے چکر عمدہ آدمی دیں گے "شیل اور باتوں کے حرف اسکو پورا کیا۔ کیونکہ انھوں نے
انکو ایک ایسا یونان پختہ دیا جو اس زمانے میں (بلکہ شاید ہر زمانہ میں) ہندوستان بھر کے ان پختہ یونان سے اس
کام کے لیے چیدہ و تختہ تھا۔ کرنل رابرٹ پیئر نے ہندوستانی کے زمانہ میں بطور مشیر ان پختہ کے بہتری لارنس
کی اتنی میں کام کیا تھا انھوں نے اس بارے اس پار تک کل ملک کا دورہ کیا تھا اور اسکی حالتوں اور ضرورتوں
سے خوب واقف تھے۔ علاوہ برن وہ نہایت بلند خیال شخص تھے۔ انھیں بعض بعض باتیں عالی طبع اور عطا
کی پائی جاتی تھیں وہ بناویری اور کشادہ ولی کے گویا دیوتا تھے جیسا کہ انکے بانی کی کل کاروائیوں سے خوبی
ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا کہ ایک کام نہایت ہی عمدہ اور بہت ہی کم خرچ میں ہو جائے تو پیئر کو
انکا اہتمام سپرد کر دیتا۔ وہ عمدہ سرکاری عمارتیں جو پنجاب کی خیرین اور ہندوستان میں آج کل عمارتوں کا نمونہ
خیال کیا جاتی ہیں پیئر کی نکات کا اظہار کر رہی ہیں۔

پیئر صاحب کی نامی میں ایک معقول انصاف مقرر کیا گیا۔ ان سب میں اول نمبر لارنس اور لارنس
کا ہے جن کا نام اکثر مقامات پر اس سوانح عمری میں آئیگا اور جو پیئر اور لارنس بہتری اور جان لارنس
ایسے مختلف الطباع اشخاص کے مود و الطاف رہ سکے چیت پیئر جو موصوف کو ہر کام کے مصارف
کے لیے بیماری رقیبین حوالہ کی گئیں۔ اور بہتری سرگ اور بہتری بی بی نہروں کے مالیشان کاموں کے لیے

خاص خاص رقبہ، انگو دلوئی گئیں۔ لیکن سرکین اور نہرین ایک دن میں نہیں بنتی ہیں اور ایسے معاملات میں بوز ڈھکا کام تکمیل کے بدلے تیاری اور کامیابی حاصل کرنے کے بدلے وقتیں اٹھانے کا تھا۔ لیکن اس ابتدائی زمانہ میں بھی سرکون کی صرف تجویز اور پیمائش ہی نہیں ہوتی بلکہ دراصل وہ تیار کی گئیں۔ سینیئر صاحب کے دفتر میں جو نقشہ تیار کیا گیا تھا اور جواول رپورٹ پنجاب کے ساتھ منسلک ہے اس میں سرکون کا ایک پورا جال بندھا ہوا ہے (جس میں کچھ فوجی سرکین کچھ داخلہ اور خارجہ تجارت کی سرکین چوراہے اور چاروں طرف کی شاخوں کے نشانات بنے ہیں) بعض بعض سرکون کی صرف تجویز اور پیمائش ہوتی تھی بعضوں کی داغ بیل لگی تھی یا کامل طور سے تیار ہو گئی تھیں اور ملک کے نقشہ میں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے انسان کے جسم میں شرائین و رباط وغیرہ رگیں پھیلی ہوتی ہیں۔

اس رپورٹ پنجاب کے ایک فقرہ میں (اور اس رپورٹ سے انتظام پنجاب کے متعلق میری اس مختصر تحریر کو بڑی مدد ملی) وہ تمام کارروائیاں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں جو ہمارے قبضہ کی تاریخ سے تین برس تک کے عرصے میں سرکون کی تعمیر کے متعلق عمل میں لائی گئیں۔ وہ فقرہ یہ ہے ”۱۳۴۹ میل سرک کاراستہ صاف کر کے اپر سرک تعمیر ہو گئی۔ ۸۵۳ میل سرک زیر تعمیر ہے۔ ۲۴۸۷ میل پرداغ بیل لگ گئی ہے اور ۲۷۲ میل کی پیمائش ہو گئی ہے اس میں چوراہوں اور شاخوں کی سرکین نہیں شامل ہیں“۔ رومن لوگ قدیم زمانہ میں سرکون کے بڑے بنانے والے تھے اور یہ ان کی ناموری کی بڑی بھاری بات ہے۔ لیکن وہ بڑی سرک بھی جو گلکٹ سے پشاور کو لگتی ہے باعتبار ان دقتوں کے جو پیدا ہوئیں اور باعتبار اس طریقہ کے بطرح وہ رخص ہوئیں فن انجینیرنگ کے متعلق ردیوں کی سب سے بڑی ہوتی کاریگری یعنی اینجینئرنگ کے کامیابیوں سے مقابلہ کا دعویٰ کر سکتی ہے جس کے ذریعہ سے شہر رومہ الکبریٰ بڑوڈوریم اور شہر فلپینین شہر آرمینیم سے ملتی ہو گیا تھا اور آبرٹ پیئر کی ناموری اور کارروائی کا بھی ان تمام باتوں میں جو خواہ بڑے مردم شماری کرنے والے ہیں خواہ کانسل فیمنیشن میں پائی جاتی تھیں بہت اچھی طرح سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ کانسل حکومت امرا اور جیل سازی کا بڑا دشمن تھا اور وہ ان کے مشہور سرکس اور سرک کی تعمیر اسی نے کی تھی جس سے اسکا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔

سابق کی گورنمنٹوں نے سرکون کی نسبت نہرین تعمیر کرنے کے ذریعہ سے پنجاب کی ترقی میں بہت کچھ کوشش کی تھی۔ مغلوں نے جو ہر کام میں ہاتھ لگا کر اسکو درجہ کمال تک پہنچا دیتے تھے اس نہر کے کام میں سب سے زیادہ ناموری حاصل کی۔ ضلع ملتان میں نہروں کا جال بندھا ہوا تھا۔ اور دیسیوں کے اس طریقہ کو جس سے ہر کانوں والے کو نہروں کی مرمت کے متعلق اپنے حصہ کے مطابق محنت کرنا خواہ روپیہ

افسر جو پوری رشوت پانے کی حالت میں کاشتکار سے بہت کم اور نہ پانے کی حالت میں انتہا سے زیادہ غلہ لیا کرتے تھے اور سکو وصول کرتے تھے۔ اور دونوں صورتوں میں ایک بڑی مقدار تک کی رقیبن خسارہ شاہی میں جانے کے بدلے ملنے وصول کرنے والوں ہی کی جیبوں میں رہ جاتی تھیں۔ اگر بڑوں کے انتظام سے ضلع کی پیداوار کی اوسط مختلف برسوں کے تقسّات سے نکال کر اسکے مطابق گورنمنٹ کا قدری حصہ مروجہ نرخ کی اور بھی کم شرح کے حساب سے لگا کر قرار دیا گیا۔ اس انتظام سے سب کا فائدہ ہوا لیکن سب سے زیادہ کاشتکار کا فائدہ ہوا۔ اس میں ہر طرح سے بڑی بچت ہوئی کیونکہ ایک سال کے دو چند یا ساہ چند تخمینہ کے بدلے دس برس یا تیس سال کا کیا کرگ اندازہ کیا گیا۔ اور تحصیل باجمہر اور دوسری غریبوں کا جہان تک ممکن تھا اسداد کیا گیا۔ اگر انگلش گورنمنٹ نے ہندوستان کے حق میں سوائے اسکے اور کوئی بیہودی کی بات نہیں کی تو صرف یہی ایک بات اسکے قیام کے لیے کافی تھی۔

صلح

اب دیکھنا چاہیے کہ خسوفت پنجاب ورنہ بے رحمتہ بنکر کے ہاتھ سے ٹھکر توڑ دے کے اختیار میں آیا تو اسکی مالی حالت کیا تھی۔ برادران لارنس اپنی بریڈر تھی کے زمانہ میں رحمت بنکر کے کاواک اور جلد بازی کے انتظام میں اس قدر اصلاح پیدا کر چکے تھے کہ توڑ کو کوئی بات از سر نو شروع کرنا نہ تھی بلکہ جو کچھ شروع ہو چکا تھا حاضر اشکو ترقی دیتا تھی۔ قیمت آئروے سٹیلج میں رقلع قطار میں سرسری بندوبست کے جو جان لارنس نے اس خوبی کے ساتھ کیا تھا نہایت احتیاط سے پیمائش اور سی سالہ بندوبست کا کام ہو رہا تھا اور اب غیر ختم ہوا چاہتا تھا۔ خاص پنجاب کے بڑے بڑے حصوں میں سرسری بندوبست ہو گیا تھا اور اب اس میں صرف اس قدر کام اور باقی رہ گیا تھا کہ جہاں جہاں غلطی پائی جائے اسکی ترمیم ہو جائے اور باقی ماندہ حصوں کی اسطرح سے پیمائش ہو جائے۔ چونکہ یہ پیمائش ایک ایسے ملک کی تھی جس سے اب تک بالکل ناقص طور پر حکمو واقفیت حاصل تھی اس لیے اسکی میعاد تین برس تک اور دس برس سے زیادہ نہیں مقرر ہونے والی تھی نوعیت اراضیات کی تعین بھی مبہم اور پیچیدہ تھیں لیکن آبوقت آپر کا طر کرنا لازم تھا۔ اور توڑ کوئی معزاجا نے انکو کسی حالت میں برابر دینا چاہا بلکہ از سر نو تازہ کر کے قائم رکھا۔ رحمت بنکر کے زمانہ میں اراضی کا کٹنٹ نصف پیداوار خام تھا اور عموماً بذر مہ اجناس ادا کیا جاتا تھا۔ اس جنس کے قاعدہ ادائے مالگاری کو ہم نے موقوف کیا اگر کو امر مذکور بغیر اسکے حل میں نہیں آنے پایا کہ گھنٹے دینے والوں کی جانب سے سخت مخالفت ہوئی اور اسکی تعداد سابق کی نسبت نصف بلکہ چوتھائی رہ گئی۔ اور اس رعایت سے سرکار کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا کیونکہ پنجاب کے سب سے زیادہ ضروری خطہ ملتان اور دوسرے بیرونی مقامات کی مالگاری کی قیمت آنے لگی اور کٹنٹ وصول کرنے والوں کو جتنا جائز رقیبن ملتی تھیں اسکے موقوف اور مفید جاگیر داروں کی مالگاری

ملک کے مفاد کے لئے

خطہ کرنے سے ہماری تحصیل وصول کی کارروائیوں میں اور زیادہ سہولت پیدا ہوگی۔

میں دو آبہ جالندھر کے حالات میں جاگیروں اور دوسرے حقوق انتقالات مالگزاری سرکار کے فیصلہ کا وقت طلب مسئلہ بیان کر چکا ہوں۔ اس مسئلہ کے متعلق برادران لارنس کے مابین نہایت اختلاف تھا اور چونکہ اس مسئلہ کو ہر ایک بھائی کی آئندہ کارروائی سے ایک بہت بھاری تعلق رہا اس لیے میں اسکا بیان باب آئندہ کے لیے اٹھائے رکھتا ہوں کیونکہ اس باب کو حالات متعلقہ کے اعتبار سے بلکہ سوانح عمری کے مضامین سے تعلق ہوگا جیسا کہ باب ہذا کو خاص کر کے تاریخی حالات سے تعلق ہے۔

معاملات خزانہ کے متعلق توڑڈ کی حکمت عملی ہمیشہ فیاضانہ رہی۔ تیرنگاہ رنجیت سنگھ نے جن ۷۷ شاہیابہ محصول تجارت قائم کیا تھا ہنری لارنس نے انکی تعداد گھٹا کر صرف ۲۰ تک محدود کی۔ اور ان محدود محصولوں کی بھی وصول کرنے میں حفاظت کے لیے یہ ضرور پایا گیا کہ سرحد کے چاروں طرف انسداد رکھنے والی پولیس کی جمعیت قائم رکھی جائے۔ براہداری اور گھاٹوں کا محصول پنجاب کے جس جس مقام میں جمائے گا ممکن تھا اس درجہ تک رنجیت سنگھ نے جاری کیا۔ تجارت کی کوئی چیز جو ملک میں ہو کر گزرتی تھی اسکی بابت کم سے کم دس بارہ مرتبہ محصول دینا پڑتا تھا۔ یکم جنوری ۱۸۳۷ء کو یعنی الحاق کے دس مہینے بعد تمام حاصل شہر اور راہداری اور محصول اشیاے تجارت داخلہ و خارجہ بیکلہ موقوف کر دیا گیا۔ سرحد کی انسدادی سپاہ موقوف کر دی گئی اور تجارت کے رستے چاروں طرف سے کھول دیے گئے کہ جس جانب اسکا باطنج میلان ہو وہاں بلا تعقید وہ ترقی حاصل کر سکے۔ ان تخفیفوں کے پورا کرنے کے لیے شہر ابون پر محصول لگایا گیا جسکی ہر ایک کے اعتبار سے ضرورت تھی محصول انشائپ کا قاعدہ جاری ہوا۔ گھاٹوں کا محصول صرف خاص خاص معبروں پر قائم رکھا گیا اور ایک محصول نمک (جو اسوقت کے حالات کے اعتبار سے تو ضروری تھا لیکن اصولاً وہ خالی اذا اعتراض نہیں تھا کیونکہ ضروریات زندگی کی ایک شے) پر لگایا گیا تھا۔ نمک والے پناہ میں جو یہ معدنی شے بمقدار کثیر برآمد ہوتی تھی آئندہ سے اسکا انتظام گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اسکے محصول کی مضبوطی کے لیے اس بات کی عافیت کر دی گئی کہ قرب و جوار کے اور اضلاع سے ملک میں نمک نہ آنے پائے۔ مالی انتظام میں جو اور سب طرح سے نہایت ہی عمدہ تھا بس یہ ایک داغ لگ گیا۔ لیکن ویسینوں نے اسپر کچھ اعتراض نہیں کیا اور وہ انپر کچھ بار نہیں ہوا۔

اب اس طرح کے انتظامات سے اگر ملک یکبارگی مرقہ حال نہیں معلوم ہوا تو یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ انکی حالتوں کا قصور ہے جن پر کچھ قابو نہیں چل سکتا تھا۔ الحاق کے بعد تین فصلیں نہایت عمدہ دروہوں خالصہ فوج کے سپاہیوں نے گسانی یا مزدوری کرنا شروع کی اور چونکہ گان کے کم اور ملک میں امن و امان

اور سب میں کھو ورنے پر لاشیں نکلیں۔ ایک ٹھک سے جب اسکے مقتولین کی تعداد دریافت کی گئی تو اسے آٹھ گن میں اگر سچے جوش سے یہ جواب دیا کہ ”صاحب یہ کیونکر یقین بلا سکتا ہوں بھلا آپ کو یاد ہے کہ ہر ہر شکار میں آپ نے کتنے جانور مارے تھے۔ ٹھکی ہلو گون کا شکار ہے“

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے ٹھک خاص کر کے مذہبی یعنی حلال خوردن کی قوم سے تھے۔ وہ ضعیف الاعتقاد سی طرح کے تھے جیسے ٹھک اور سنگدل تھے۔ کسی بد رنگون پر یا چوپاہ کے دیکھنے سے انکا ایسا ارادہ بل جایا کرتا تھا جو حدی یا چشم ثانی سے کہی نہ جاتا۔ اس قسم کے ہزار ہا مذہبی سکھ لوگ ہندی سال کے اندر اپنی باطل ابرویوں کی سزا کو پہنچائے گئے۔ بلکہ لوگوں نے انکو خارج از ذات قرار دیا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ اس قدر جلد ذات سے خارج ہو گئے۔ پنجاب بوزوڈنے ایک بہت عمدہ ارادہ کیا تھا کہ اگر وہ ذات کے خیالات کو بدل سکے تو اقل در چہاں کجبت لوگوں کی حالت کو زیادہ درست کر دین اور سخت نگرانی رکھنے اور انکے لیے کوئی شغل پیدا کر دینے کے ذریعہ سے انکو ایک شائستہ قوم بنا دین۔ کئی برس تک یہ لوگ نظام پنجاب کے سب سے زیادہ مفید کاموں میں نہریاری و دابہ اور بری ٹرک پر چکا حال آگے بیان کیا جائیگا۔ ٹھکوں کے گئے۔ اور غدر کے زمانہ میں جب ٹہلی سے سفر مینا کے لیے صدالبدھ ہونے لگی تو جان لارنس نے انہیں لوگوں کو جنہوں نے اپنے حین خارج از ذات بنا رکھا تھا اس کام کے لیے منتخب کیا اور انہوں نے دلی اور کٹھو دونوں جگہ نہایت قابل تعریف کام کیا۔ ان آدمیوں کو پھر اصلاح پر لانا اور ایک نہایت قلیل زمانہ میں وکیتی اور ٹھک ان دونوں بھاری جرموں کا ہمیشہ کے لیے اسدا کر دینا پنجاب بوزوڈ کی تعریف اور فہم علاقہ کے متعلق کوئی چھوٹا کام نہیں ہے۔

دختر کشی بھی اسی قسم کا ایک معاملہ تھا جسکا اسدا وکیتی اور ٹھکی کے بعد بالطبع لازم سمجھا گیا۔ لیکن اسکے بارے میں پیشتر کچھ بیان کر چکا ہوں اور اسکا اسدا و جوان چاروہاؤن کے دریاں بھی کیا تھا۔ زیادہ تر جان لارنس کی چیفت کشتی کے زمانہ سے متعلق ہے جنہوں نے پہلے دابہ جالندھریں اسکا تدارک کیا تھا بوزوڈ کے زمانہ سے اسکو چنداں قلع نہیں ہے۔

جرموں کی بحث پر خود کرنے میں برادران لارنس نے سزا دینے کے ضمنی مقصد یعنی مجسمہ مرن کی اصلاح سے بھی عدم توجہ نہیں کی۔ چونکہ رنجیت سنگھ کے سزا دینے کا یہ خاطر یہ تھا کہ وہ مجرموں پر جرمانہ کرنا یا انکی ران کی گرین کٹواؤں تھا اس سبب سے آپریشن نہ پڑ کرنے کا الزام کہیں عائد نہ ہو سکے۔ اسکے انتظام میں دوسرے زیادہ آدمی جیلانی نہیں تھے اور ہمارے انتظام کے زمانہ میں دس ہزار قیدی جیلانی میں رہتے تھے۔

مختلف اطراف میں سرکین نکالی گئیں اور پھر گرواوری کے لیے پولیس کے سوار تعینات کیے گئے اور سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ پیشہ ور سرخ رسان مقرر کیے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنکے حیرت انگیز سر سے جان نکلنے کے بعد تمام دہلی و پانی پت و گونگا نون مجھوں کا تعاقب کرنے میں بارہا فائدہ حاصل کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنکے مسوسات قدرتی خواہ مصنوعی قوت تجزیہ سے تجاوز کر کے ایک غیر معمولی درجہ کی قوت کو پہنچ گئے تھے۔ وہ ایک سخت زمین پر ایسا نقش قدم محسوس کر لیتے تھے جو معمولی آنکھ کو کبھی دکھائی نہیں دے سکتا۔ وہ بتا دیتے تھے کہ کس قدر مویشی نہایت گنے جنگل اور موٹی گھاس میں ہو کر کس طرف سے گئے ہیں اور چاس چاس میل تک تعاقب کر کے اسکا پتہ لگاتے تھے اور یہ پیشہ کر دیتے تھے کہ کتنے آدمی اور کتنے جانور دوسرے بھاگے ہیں۔ یہاں تک کہ پتہ لگاتے لگاتے آخر کو کسی دور دراز پر ایک پہنچ جاتے تھے اور وہاں انکی ہنرمندی کا چشمہ شہوت بہم پہنچ جاتا تھا۔ لیکن نوزد کو جن جن جرائم کا تدارک کرنا ضرورت تھا انہیں مویشیوں کی چوری ہی سب سے زیادہ برتر سمجھتی تھی۔ پنجاب کی تاریخ میں دیکھتی ہمیشہ ہوتی چلی آتی تھی۔ سکون نے اسیکے گوارے میں پرورش پائی اور جون جو وہ برستے گئے اسی طرح اسکی بھی ترقی ہوئی تھی۔ اور جسطرح اس زمانہ میں نوزد کی توانیج کے واقعات وقوع پذیر ہوئے اسی طرح یہاں بھی ذاکو دن کے ان گروہوں نے جو نہایت کامیاب ہوئے اپنی تلواریں گھسیٹنی زور سے بشار روپیہ اور مویشی جمع کر کے سب معمول آخر میں اپنے لیے بڑے بڑے علاقے اور زبردست ریاستیں پیدا کر لیں۔ اسطور پر لوہیرون کے مرغھ کو اپنے پیشہ سے ناوم ہونے کا کوئی سبب نہیں رکھتا نہایت رقیق ذوق جو پنجاب میں پایا جاتا ہے اکثر انکی رگوں میں دھڑنے لگا اور انکے پیشہ سے انکو استقدر عزت حاصل ہوئی جقدر انکی ذات سے انکے پیشہ کو حاصل ہوئی تھی۔ نہایت سنگد کی زبردست حکومت کے پابند ہونے یا یہ کہیے کہ انکی بیرونی فتوحات سے اور زیادہ وسعت پانے کی وجہ سے اس بد عملی کے زمانہ میں جو نہایت سنگد کی وفات کے بعد آیا دیکھتی کو اور بھی زیادہ ترقی ہوئی اور جب آخر میں ہم نے اسکی فوج کو بالکل شکست کر دیا تو انہیں سے زیادہ دلیر لوگ جو ہماری ملازمت حاصل نہ کر سکے یا اسکی خواہش نہ کی اپنے مرد و چہرہ وقت پیشہ کی جانب بالطبع راہ ہونے لگے۔ اضلاع لاہور و امرتسر میں یہ لوگ جوق جوق جمع ہونے لگے۔ لیکن سخت تمیزوں اور معقول کر کے سے بہت جلد خرابی رن کر دی گئی۔ پہلے سال صرف امرتسر میں ۴۰۰ دیکھتوں کو نراے موت دی گئی دوسرے سال صرف سات آدمیوں کو پھانسی ہوئی اور چند ہی سال کے عرصہ میں پنجاب سے یہ جرم بالکل موقوف ہو گیا۔ لیکن ایک جرم اس سے بھی زیادہ چر و غا دہاں ہوا کرتا تھا جسکی نسبت بیشتر پنجاب میں کسی کو شبہ نہیں ہوا تھا۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مٹکی کا مروج ہونا چند سال پیشہ سے دریافت ہوا تھا۔ لیکن بوجہ علیات سے جو اسکے متعلق کیے جاتے تھے اور مذہبی رسوم و رپہ سازشوں اتھا درجہ کی سنگدلی اور عیاری

ص ۱۹

اور اس پیشہ کے لوگوں کی سجدہ گرجوشی سے اسکی عام شہرت ہو گئی تھی۔ کرنل مسٹینسن نے اسکے رموز کو سمجھ تمام
دقائق متعلقہ کے دریافت کیا اور اسکے بعد کرنل پیٹروٹ نے ایک مشہور قصہ سے جس میں کچھ مبالغہ نہیں کیا گیا ہے
تمام جہان پر اسکی حقیقت ظاہر کر دی۔

وکیلٹون کے کامل استیصال کے بعد جب کنوون اور جنگلون میں لاشیں دریافت ہوئیں تو اول اولیٰ
امر سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ہماری عکداری کے اندر اس طرح کے دوسرے جرائم بھی ہوتے ہوں گے۔ فردوں سے
تو کوئی حال انکی زبانی معلوم نہیں ہو سکتا اور ہندوستان کے ٹھگ ایسے کچے نہیں ہیں کہ وہ اپنا کام اور مورچہ
جائیں۔ ان ٹھگون کی کیفیت یہ تھی کہ راہ میں مسافروں کے ساتھ ہولیتے تھے ان پر اپنا اعتماد پیدا کر دیتے تھے
انکی ساری کیفیت دریافت کر لیتے تھے اور پھر جب انکے ساتھ مسافر لوگ میٹھ کر کھانا کھانے لگتے تھے تو اپنے
حکام انکو چھ کے پیچ سے تھوڑی دیر کے لیے انکو بیوش کر دیتے تھے اور کوئی آدمی گلا گھوٹا ہوا مسافر کبھی ٹھگ
باتھ سے بچ کر جانے نہیں پاتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی مسافروں کا حال اور وہاں سے جا کر بیان کرتا۔ لیکن پنجاب
کے ٹھگ اپنے پیشہ کے کچے تھے۔ یہ ہنر ابھی چند ہی عرصہ سے ان لوگوں میں ہندوستان سے اگر مروج ہوا
اور پہلے پہل جس استاد نے اسکو اختیار کیا تھا رنجیت سنگھ نے اسکا پتہ لگا کر اسکو پھانسی دیدی تھی۔ اسکے جانشین
انکو چھ استعمال کرنے کی ترکیب میں مشاق نہیں تھے اور اس سبب وہ اپنے شکار کو تلواری سے ٹکڑے ٹکڑے
کر ڈالتے تھے اور بعد اسکے اسکی لاش کو اسطرح گرم اس قبر میں دفن کر دینے کے بدلے جسکو انکا استاد
مسافروں سے باتیں کرتے وقت کھود لیتا تھا اکثر لاہروائی کے ساتھ مرگ پر سرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے
آخر کو ایک برہمن جسکا گلا دتھانی کے قریب گھوٹا گیا تھا اور جرمہ بھجکر چھوڑ دیا گیا تھا اچھا ہو گیا اور اسنے اپنا
قصہ بیان کیا۔ اس پتہ سے انکا سراغ لگا گیا۔ ٹھگون کی سراغ رسانی کے لیے انعامات مقرر ہوئے اور وعدہ
کیا گیا کہ جو لوگ سرکاری گواہ بن جائیں گے انکا قصور معاف کر دیا جائیگا اور تحقیقات کے لیے ایک خاص افسر
مقرر ہوا۔ سرکاری گواہوں نے دو سو چھوٹے آدمیوں کی جو حال میں شکار ہوئے تھے ایک فہرست پیش کی۔
انہیں لوگوں نے پیشہ ور ٹھگون کی ایک دوسری فہرست پیش کی جو چھوٹے ہر مقام پر شہر کرانی گئی۔ انہیں سے
اکثر لوگ گرفتار ہوئے اور انکے اقرار قلمبند کیے گئے۔ اور لوگ بالکل مفقود النہر ہو گئے۔ وہ سرکاری گواہ اکثر برہمن
افسر کو جنگلون میں کوسوں تک لیجاتے تھے جہاں بظاہر کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی تھی جس سے
انکو کچھ پتہ معلوم ہو یا کوئی نئی بات یاد پڑے۔ لیکن آخر کو تکلیف اور زحمت اٹھانے کے بعد ایک مقام پر چھوٹے
وہ ٹکڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ”ہیان کھودو وہیان کھودو“ اور چند پھاوڑے جہاں پڑے وہاں
مقتول کی لاش یا اسکی ہڈیاں نکل آئیں۔ ایک پکڑڈی پر اسطور سے تھوڑی ہی وسعت میں ۵۳ قبریں برہمن

مداخلت کی حکمت عملی کی تیاری کرنا چاہیے لیکن ارادہ یہ ہونا چاہیے کہ جو کوئی اپنے راستہ میں آئے تو اس کے مقابلہ میں سب کچھ کھڑے رہیں۔ اور میں نے ان انتظامات کو جو بالارادہ سب کے پہلے بیان کیا تو اسکی غرض یہ تھی کہ وہ انتظام پنجاب کے متعلق سب سے زیادہ بیماریاں تھیں بلکہ اس نظر سے بیان کیا ہے کہ چونکہ انہیں پوری سیاح حاصل ہوئی اس واسطے وہ انتظام پنجاب کے متعلق سب سے کم مشکل کی تدبیر بن گئیں۔ سرحدی حفاظت کے متعلق اور جو تدبیریں ہوئیں ان سب کے اصل اصول یہی تھے جو ادبیر بیان کیے گئے اور اب انکا بیان جس قدر کم کیا آسیدر زیادہ یقین کے ساتھ یہ سمجھنا چاہیے کہ انکا مشاجری تمام پورا ہوا۔ لارنسوں نے ان خطرہ اور وقت کی چھاندنیوں پر بطور پاساں سرحد، جانچ لارنس ریلن ٹیلر ٹکٹن، ڈوڈن ڈنلے، پتھر کپڑا لگ لگندن (بھینڈیہ) اور پتھر لٹن (بھینڈیہ) کو جو مقب کیا تھا تو یہ سب کے سب چیدہ آدمی تھے اور میں محل اور بہادری کے کام کے لیے وہ مقرر کیے گئے تھے اسکی کمال زیادت رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کی تاریخ کے کتنے وار نہیں ہیں۔ تاہم یہ لوگ وہی تھے جنکو بشمول دوسرے اشخاص کے جو اب اندازی سے انکے قدم با قدم چلے تھے حال کے ایک دوسرے نے ایک نئی سرحدی حکمت عملی قائم کرنے کی غرض سے اپنے سرکاری کاغذات میں راستبازی کو چھوڑ کر دیدہ و دانستہ ذلیل کر دیا۔ لائق مستند پتھر رائے سرکاری ملازمین پر جو یکے بعد دیگرے ایسا بدستل مقرر ہوئے اس سے زیادہ ظالمانہ اور نا انصافانہ ملکہ کسی ہونا ہوگا۔ لیکن انکی ناموری اس عمل کے بعد بھی باقی رہ گئی اور انکی حکمت عملی کی دانشمندی بخوبی تمام دن افسوسناک نتائج سے ثابت ہو گئی جو ایک مرتبہ کے انحراف کرنے میں پیدا ہوئے بہر حال انکا کام دینی مخالفت کا نہیں بلکہ مداخلت کا اور ملک گیری کا نہیں بلکہ انتظامیہ تہذیب کا جان لارنس کی نمود اور شہرت کے اس سبب سے زیادہ ابھرنے ہوئے زمانہ میں اس عمل کی وجہ تکمیل کو پہنچا کہ انکا سوانح نگار صلح کی مفید اور پائدار کامیابیوں کے خیال میں جنگ کی کامیابیوں کو فراموش کر کے اس بات پر قناعت کر سکتا ہے کہ بوزڈون نے سرحد کا چوکھڑا اور جن عام اصولوں سے حفاظت کے لیے بندوبست کیا تھا انکے مندرجہ بالا بیان کے بعد بالکل اسکو قلم انداز کر دے اور صرف شاد و نادر موقعوں کا جب زیادہ خطرہ ہوا جا بجا بیان کرے کہ بوزڈون نے ضرورت کے وقت کس طرح سے تدارک کیا۔

جب زمانا یہ سہ ہتیار لے لیے گئے اور سرحد کی حفاظت کر دی گئی تو انکے بعد بوزڈون نے سرخ رسانی اور انسداد و جراثیم کی طرف توجہ کی۔ اس مقصد کے پورا کرنے کو انھوں نے دو بڑی بڑی جماعتیں پولیس کی قائم کیں ایک کا کام یہ تھا کہ جرم کا انسداد کرے اور انکا انتظام فوجی قاعدہ کے طور پر تھا اور دوسری کا کام یہ تھا کہ مجرموں کا سراغ لگائے۔ اول قسم کی پولیس کے لوگ معہ پیادہ و سوار... تھے انہیں سے اکثر لوگ ادب و باطن کی کمی میں عمدہ خدمتیں انجام کر چکے تھے اور سکھوں کی دوسری لڑائی میں ہمارے فرخوار رہے تھے

۲۹

۲۹

انگوینہ خدمت سپرد تھی کہ خزانوں جلیانوں اور سرحدی تھانوں پر پیرا دین سڑکوں کی نگہبانی (جس وقت کہ ضرورت ہو اس وقت) کریں۔ اور صوبہ میں جہاں قریب قریب امن و امان قائم ہو گئی تھی جس مقام پر ڈاکوئوں کا گردہ پایا جائے اسکا تعاقب کریں۔ دوسرا گردہ جسکی تعداد ۴۰۰۰ تھی اور جو ۲۳ تھانوں پر منقسم تھا اسکا کام تھا کہ جرموں کا سراغ لگائے گزرگاہوں پر پھرا رکھے اور فوج کے لیے سامان رسد اور دریا میں جانے کے لیے کشتیاں مہیا کرے۔

بُورڈ نے عقلندی کے ساتھ اپنے عمال پر اعتماد کر کے دیسی تحصیلداروں کو پولیس کا انتظام رکھنے اور انکی نگرانی کرنے کا اختیار دیدیا اور اسطور پر جو مقامی واقفیت انکو حاصل تھی اور سوائے انکے دوسرا شخص نہیں جانتا تھا اس سے فائدہ حاصل کیا۔ دیہات کے چوکیداروں کو جو قدیم انتظام کے بموجب بہت ضروری اشخاص تھے اور جسکی خواہ موضع والوں سے لیکر دیجاتی تھی ان افسروں نے بدستور بحال رہنے دیا جو شمالی مغربی دیہات کی جماعتوں کے پیش بہانوں کو بخوبی تمام جانتے تھے۔

جن اضلاع میں بہت کثرت سے جرموں کا ارتکاب ہوا کرتا تھا انکے لیے خاص خاص تدبیریں عمل میں لانا پڑیں۔ مثلاً درہ پشا در سفکون کا مسکن تھا۔ یہاں بڑے بڑے جرم علانیہ ہوا کرتے تھے۔ جس مقام پر زمین میں کوئی غارتھا جہاں کین کوئی خندق اور خاص کر کے کسی مسلمان پیر کا مزار تھا وہاں ضرور میاں ک رہن بھڑے رہتے تھے۔ پھر دو آبوں کے درمیان بھی جو جنگلون جہاز یون یا لمبی لمبی گھاس سے جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں زمانہ قدیم سے ڈسکے ہوئے پڑے تھے موشیوں کے چور رہتے تھے۔ اس قدر تھی گمنی چراگا ہ میں تمام زمین جو قریب کی زرخیز ارضیات واقع ساحل دریا سے چرنے آتے تھے اپنے خوشی کے مطابق ادھر ادھر بکھرا کرتے تھے مگر اسپر بھی اپنے اصل مالکوں کی نگاہ سے غائب ہو جاتے تھے۔ اب اگر کوئی کسان اس سنگلاط کے غار میں اپنے مویشی کے تلاش کرنے کے لیے جسکو جنگلی چوراہا و اچھی حق تصور کر کے پکڑ لیجاتے تھے جاتا تو اس سے زیادہ اور کیا طاقت تھی۔ جانور کا دستیاب ہونا تو درکنار وہاں سے انکے صحیح سلامت اور زندہ بچ آنے ہی کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ پنجابی لوگوں کی سیرت میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ وہ موہوم امید پر کوشش کریں اور اس لیے درمیانی دو آہے قدیم زمانہ کے اونٹنوں کی طرح صد ہا لگیٹوں سے آیا و تھے جنہوں نے بریش قبضہ کے زمانہ تک ہر کیو لپٹر کے ایسے کسی شخص سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں پائی تھی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ بُورڈ نے ان اضلاع کے متعلق کیا کارروائی کی۔ شہر پشا در کے گرد پولیس کی چوکیوں کی قطاریں بندھ گئیں۔ خندق اور غار پاٹ دیے گئے اور اضلاع متصلہ تک سڑکوں کا ایک جال باندھ دیا گیا۔ ان دو آبوں میں جہاں اونٹوں کی پگڈنڈی کے سوا اور کسی طرح کا راستہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔

کار تہ تیغ کیا کی طرح جنہیں اس ہر ایک ملک کی ہر قوم کا ایک ایک آدمی فوج کے طور پر شامل کیا گیا تھا جہاں اس بڑی جمہوری سلطنت کا ہر طبقہ موجود رہنے والے جہازات کا بیڑا پہنچ سکتا تھا اس گاؤں والی سپاہ میں بھی ہر قوم ہر مقام ہر زبان اور ہر مذہب کے وہ لوگ جو شمالی اور شمال مغربی ہند میں دستیاب ہوسکتے تھے شامل تھے۔ انہیں ہر طرح کے چال چلن کے لوگ اور بعض اس قسم کے اشخاص شامل تھے جو کسی وضع کے پابند نہ تھے۔ سزاخ رسانی میں انتہائے مرتبہ کے عیار موسیقی چورانے میں انگشت نمائے عالم اور ذرا ٹٹانے میں بالکل بیک لوگ اس سپاہ میں بھرتی کیے گئے تھے وہ ایک اوسط درجہ کی قوا عد کے پابند کیے گئے تھے زیادہ تاکید قوا عد کے پابند نہیں کیے گئے تھے انکو جمہوری وردی چنائی جاتی تھی تاکہ جس مقام پر وہ جاتے ہوں وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر بھی انکو کوئی تیز نہ کر سکے۔ انکو ایک بھاری شرح سے مشاہرہ دیا جاتا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اس بات کے واسطے تیار ہو گئے کہ جس مقام پر جس بات کے کرنے کی ضرورت ہو اسکو انجام کریں۔ انکی کارروائی کا اصل اصول یہ تھا کہ ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ جاکشی بہادری فرائض مقامی واقفیت ثابت قدمی یہ وہ صفیت تھیں جو سپاہ گائڈن کے ہر آدمی میں پائی جاتی تھیں۔ ہاری پانچویں کی مشد بہی سرحد پر جہاں میسوں وحشی توہین آباؤ تمہیں جہاں کمین کارروائیوں کی ضرورت ہوتی تھی وہاں کے لیے سپاہ گائڈن میں ایسے لوگ ضرور رکھ آتے تھے جو ضلع مذکور کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ یہ لوگ انکی خطرناک گھاتیوں سے پہلے ہی واقف تھے اور اب بھی وہاں جاسکتے تھے اور یہ بتا سکتے تھے کہ غنیم کے لشکر کا پڑاؤ یا قراون کا فائدہ کس مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسطور پر گائڈن کے لوگ ایک نئے مگر صحیح مفہوم کے اعتبار سے گویا "محکمہ خبری" پنجاب کے برابر تھے۔ یہ لوگ دلاوری سے غنیم کی نقل و حرکت کا سراغ لگاتے تھے بلے کوچ کرتے تھے اور باؤسی کی حالت میں کام آتے تھے۔ چونکہ انکو گفتگو بہتری لکھنؤ صاحب نے بھرتی کیا تھا اسوجہ سے وہ اسوقت بھی سرحد کی لڑائیوں اور جنگ دوم سکھ میں عمدہ خدمات انجام کر چکے تھے۔ انکو عقرب سرکار ان کمین صاحب کی ماتمی میں ہیندون اور انہیں کے مثل دوسرے جرگون سے لڑنا اور آخر میں کامیابی حاصل کرنا تھا۔ پھر سب کے بعد اس عظیم الشان سلسلہ ملک کی پہلی کڑی انہیں کو بننا تھا جسکی وجہ سے نہایت خطرہ کے زمانہ میں پنجاب بالکل فوج سے خالی ہو گیا اور ساری فوج انتہائے مرتبہ کی حملت کے ساتھ پہلی کوروانہ کر دی گئی۔ جسوقت پٹنہ کی فوجی صاحب کاخیر فوج مذکور اپنی مغز سفارت پر نہایت حملت کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ "میں ایک ایسا لبا کوچ کرنا اور اسکا ارادہ رکھتا ہوں جیسا آج ملک ہندوستان میں کسی نے نہ سنا ہوگا۔" اور چونکہ انہوں نے اپنے منہ سے کہا تھا اسکو کر کے دکھا دیا۔ سال ۱۸۵۰ء میں اسکا سفر طے کیا۔

ص ۱۳

پس کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جو دہلی کی قلیل مصبور فوج نے متواتر خوشی کے نعرے مار کر انکا استقبال کیا اور یہ استقبال صرف انھیں لوگوں کی جمعیت کا نہیں کیا گیا۔ جمین بالائی ہندوستان کے قریب قریب ہر فرقہ کے خیر خواہ اور ہوشیار لوگ نمونہ کے طور پر شامل تھے بلکہ بطور اس ملک کے مقدمہ کے انکا استقبال ہوا جو پنجاب سے بحکم جان لارنس اور باعانت منگرمی نکسن اڈورڈس وینٹیلین صاحب اور اسطرح کے اور دس بارہ افسروں کے اس خطرناک مہم پر متواتر تیزی کے ساتھ چلی آتی تھی۔

وہ تمام سرحدی فوج جسکا میں نے بیان کیا طول طویل بحث کے بعد براہ راست بوزڈ کے ماتحت کی گئی اور بریگیڈیئر جنرل ہانج سن اسکے کمانڈر مقرر کیے گئے۔ سرحد کا ایک اور صرف وہی ایک حصہ لارڈ لارنس کے نزدیک کل سلطنت کی حفاظت کے لیے اسقدر ضروری خیال کیا گیا کہ وہاں قواعد دان سپاہ تعینات کی گئی۔ یہ مقام درہ پشاوڑ تھا جسکی حفاظت کے لیے (سہ درہ خیبر کے جو افغانستان اور وہاں سے آگے بڑھ کر وسط ایشیا کے جانے کا سیدھا راستہ تھا اور چونکہ وہاں پر دریاے سندھ سے عبور کرنے کی بہت اچھے اچھے مقامات واقع ہیں اسلیے بجانب عقب ہندوستان کا بھی وہاں سے عمدہ راستہ تھا) دس ہزار کی ایک فوج جمین ... گورے تھے تعینات کی گئی۔ بوزڈ اپنی تدبیرات سے ظاہر کر چکی تھی کہ وہ اس یونانی ضرب المثل پر عمل کرنے لگی تھی کہ ”شہر دیواروں سے نہیں بلکہ آدمیوں سے تیار ہوتا ہے“ لیکن اسکے اختیار میں آدمی قلیل تھے اور خطرناک پہاڑ بہت قریب تھے۔ بعض بعض جگہ ہماری سرحد سے صرف دو میل کے فاصلہ پر واقع تھے اور ایسے قریب تھے کہ مثل دوسری سرحدات ہندوستان کے وہاں پر صرف اہل اسپارٹا کے حصار کی طرح حصار قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ اسلیے تجویز کیا گیا کہ ہزارہ سے دیرہ اسماعیل خان تک صرف اُن مقاموں پر جو نہایت خطرناک ہوں بھاری قلعے بنائے جائیں اور وہ اسطرح کے ہوں کہ محاصرہ کی تاب لائیں پھر اسکے بعد وادی ٹانگ سے لیکر سندھ تک بارہ بارہ میل کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی مسلح چھاوینیاں مقرر کی جائیں اور یہ سب چھاوینیاں ایک عمدہ فوجی سڑک کے ذریعہ سے ایک مین ملا دی جائیں اور اس سڑک سے ایک جانب خطرناک پہاڑوں کی طرف اور دوسری جانب دریاے موافق کی سمت سڑکوں کی شاخیں نکالی جائیں۔ یہ حفاظت کی تدبیریں ایسی عاقلانہ اور کامل تھیں اور دیسیوں کا تحمل اور واقفیت ایسی قابل تعریف تھی اور جو افسر اس کام کے انجام کرنے کے لیے مقرر کیے گئے تھے وہ ایسے ثابت قدم چابک دست اور ہیاک تھے کہ اُس زمانہ کے بعد سے آئندہ پھر کبھی پنجاب کی امن و امان میں بیرونی جانب سے کوئی خلل نہیں پڑا۔ پس اسطرح پر بوزڈ نے جو جنگی کارروائیاں کیں وہ لڑائی کے لیے نہیں بلکہ صلح کے لیے کی گئیں اور تمام فوجی تیاریوں کو صلح کے واسطے ہونا چاہیے۔ مخالفت کے بدلے مداخلت اور مخالفت کی حکمت عملی کے بدلے

اور اس کے بجائی جان اس کے اصل مددگار مقرر ہوئے تو وہ اب بغیر اس کام کے انجام کئے ہوئے خاموش
نہیں رہنے والے تھے جس میں انہوں نے ہاتھ لگایا اور ایک نہایت ہی قلیل زمانہ میں ایک حیرت انگیز طور پر چھٹا
اور آئین جہانگیری کی ایک ایسی عبارت کھری کر لی تھی جو ہماری ضرورت کے وقت یقینی طور پر ایک بڑی مسدود
پہونچانے والی تھی۔

سب کے پہلے اور سب سے مشکل کام جو نوڈو کو انجام کرنا تھا وہ یہ تھا کہ ملک چین امن و امان قائم ہو۔
اس میں شک نہیں کہ چین بڑے بڑے ہمارے دشمنوں نے مقام فیروز شاہ اور جلیان والا کی لڑائیوں میں ہماری سلطنت
ہندوستان ہی کو ہلادیا تھا آئین سے ایک بڑا حصہ جنگ بکرات کے بعد اس بات کا متوہ متروک ہونے لگا کہ ہمارا
ستارہ ابھی عروج پر ہے اور پھر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بتایا ۱۲۔ پانچ اپنی تلوار میں کھڑکھڑایا ایک انبار مع کروٹیا
اور ہر شخص ایک ایک روپیہ اپنی جیب میں لیکر ہر سہل پر کام کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا جسکو چھوڑ کر وہ خوش بین بھرتی
ہوا تھا۔ اب اتنے محدودے چند ویسوں کا پانسہ ملتا تھا جو اس لڑائی کے زمانہ میں ہمارے فیروز شاہ رہے تھے۔
ہمارے بلانے پر ہمارے حکم کا اتباع کر کے وہ قدیم سکھ سرداروں کے شتم و ختم کے ساتھ کچھ جمع ہو کر لاہور پہنچے۔
آئین جو لوگ ضعیف اور ناتوان تھے انکو چن چن ویدی گئی۔ باقی لوگوں کو انکی باقی ماندہ خواہاں کر دی گئی اور اس بات کی
اجازت دی گئی کہ وہ پھر ہماری نوکری کریں جس سے بعد کو انہوں نے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔

اسطور پر ہم نے سکون کی فوج کو شکست کیا۔ اور اب یہ کام باقی رہا کہ رعایا کے ہتھیار لے لیے جائیں
تاکہ وہ ان کا جہازم سنگین اور غرور و فساد پیدا کرنے سے جو ہتھیاروں کے پاس رہنے میں تصور تھا باز رہیں۔
ہتھیار کا باز ضابطہ کہ مشرقی یورپ کی تواریخ سے اب تک ظاہر ہے ایک ایسا حق ہے جو ہم شایہ اور وحشی و دون
قسم کے لوگوں کے نزدیک غیر سہما اور اکثر انکی سلامتی کے حق میں مفید خیال کیا گیا ہے۔ لیکن اب ہے ملک پنجاب
میں وہ امن جسکو کامل امن کہنا چاہیے ہماری ایسے کے موافق قائم ہونے والا تھا۔ چنانچہ الحاق کے چند مہینے بعد
اس ضمنوں کا اشتہار ہر جگہ جاری کیا گیا کہ کل رعیت اپنے اپنے ہتھیار رکھ دے اور عجیب بات ہے کہ ہر جگہ
انکی تعمیل ہوئی۔ ایک لاکھ بیس ہزار ہتھیار ہر فرد اور ہر قسم کے لوگوں نے از خود داخل کر دیے۔ لیکن سب سے
اکثر تیار و شبن کی نسبت ان کے ہاتھ والوں کے قریب زیادہ خطرناک تھے۔ اور انہیں سو سو صدی عیسوی کی توپ
اور بندوق سے لیکر زمانہ راہب پورا اور اسکندر اعظم یعنی ۳۰۰ برس قبل مسیح عیسوی تک کے پکے مکان اور تیر تیرے
اس قاعدہ سے صرف ہزارہ اور سرد آئروے سندھ کے کوہستانی سستے کیے گئے اور ان لوگوں کو اجازت اور
صرف اجازت ہی تین بلکہ حکم دیا گیا کہ وہ ہتھیار باندھیں کیونکہ ان سے اس ابتدائی زمانے میں ہتھیار لے لینا ہمارے
بڑے اپنے سردار کے ہتھیاروں کا یہ عذر ٹھکانا دیا جاتے۔

جو ملک اپنے قدرتی محافظان امن (زیرا یہ کیسے کہ شکست کنندگان امن) سے محروم کر دیا گیا اس کی خطرات کا کام واجبی طور سے فاتحون کے سر پر۔ پُرخطر سرحدی راستہ کی حفاظت کے لیے یہ بندوبست کیا گیا کہ دس رنجشیں (پانچ پلٹینیں اور پانچ رسالے) خاص ملک کے لوگوں سے قائم کی جائیں۔ اور مختلف قوموں (ہندوستانی پنجابی اور مسلمان) کے لوگ خوشی سے اگر بھرتی ہوئے۔ اندیشہ اس بات کا تھا کہ سکھ لوگ بکثرت بھرتی ہوں گے مگر صرف وہی لوگ پیچھے رہ گئے اور اس وقت بھی معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہم برخلاف اپنے تمام اصولوں کے اس بات پر مجبور ہو گئے کہ پنجاب پر ایک ایسی فوج کے ذریعہ سے قبضہ رکھیں جس میں اس ملک کے سب سے زیادہ بہادر لوگ شامل نہ ہوں۔ یہ خطرہ بہت جلد رفع ہو گیا۔ سکھوں کے شبہات بہت جلد جاتے رہے اور اس زمانہ کے بعد جب جب اور جہان جہان انکی ضرورت ہوئی وہاں انھوں نے بڑی بہادری سے ہماری خدمتیں انجام دیں وہ ہماری طرف سے اپنی خاص سرحد پر جس ثابت قدمی سے لڑے اسی طرح ہندوستان کے دوسرے مقامات اور دریائے اراؤدی اور دریائے یگنستی کی ناک میں انھوں نے داد شجاعت دی۔ نیکنگڈالا کے قلعہ کوچ میں وہ شریک ہوئے۔ اور جزیرہ سکاٹسٹن پر جو تازہ تازہ شامل سلطنت برطانیہ ہوا تھا ایک آسیب کی طرح جا پڑے اور پھر اس سے بھی زیادہ قریب زمانہ میں وہ ہمارے ساتھ قلعہ تل الکبیر کی تفصیل کے رد و روانہ بشانہ کھڑے رہے اور قاتلہ کے فیض رسان و حادے میں بھی وہ ہمارے شریک تھے۔

بہت سی غیر قواعد دان پنجابی رنجشوں نے اپنے بھرتی ہونے کے ایک ہی سال کے اندر ہماری ملازمت میں اپنا خون بہایا اور پھر اس زمانہ کے بعد کسی اور معاملہ میں انکو بہت کم اپنا خون بہانا پڑا۔ آفریدیوں سواتیوں اور سرحد پار کی دوسری سرکش قوموں کو معلوم ہو گیا کہ انکے پڑوس میں جو بڑے صلح پسند لوگ رہتے ہیں انہیں اندازہ خضب کی قوت بھری ہوئی ہے جسکو اپنی حفاظت کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ ہونے سے اشتغال نہیں پیدا ہو سکتا۔ اور ان قوموں کے لوگوں نے اپنی لوٹ مار کی قدر کم کر دینے کی نسبت میلان کرنا شروع کیا۔ تین گھوڑ چڑھے تو پچانہ کی بائریوں اور ایک حصہ سپاہ شتر سوار متعینہ دیرہ اسماعیل خان میں اور مشہور حصہ سپاہ گائیڈ، پرگشتی سپاہ حفاظت سرحد کا بندوبست ختم کر دیا گیا۔

لیکن ”سپاہ گائیڈ“ وہ مشہور فوجی جماعت تھی اور اس کا بیان اس کتاب میں آگے اتنے مقامات پر کیا کہ اس کے کچھ خاص حالات اس مقام پر لکھنا مناسب ہیں۔ اس فوج کی ابتدا اس سے ہوئی جو عالی رتبت ہرنی لارنس نے سکھوں کی پہلی لڑائی کے ختم ہونے کے بعد دی تھی۔ اوائل میں صرف ۲۸۰ سوار اور پیادوں سے یہ جماعت قائم ہوئی لیکن بخیال ان خدمات کے جو روز بروز اُسپر پڑتی گئیں اسکی تعداد وہ چند کر دی گئی۔ اس سے شکر لارو اور ساتھی اسکے پیش ہا جماعت آدمیوں کی کچھ نہ قائم ہوئی ہوگی۔ اگلے زمانہ کی فوج

تاری گرامی فاتح محمد رشوت خواہ خراج کے طور پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ انگو دیتے رہے اور انہوں نے خود کچھ
 انہماق تہ کے متعلق لوگ انواع و اقسام کے بحیرے پر پڑے ہیں اور انہیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خود کچھ
 اہتیاروں دینا نہیں کیا فکر اور پریشانی اور کبھی کبھی ہم روانہ کرنے کا بار اٹھانا پڑا ہے بلکہ بعض اوقات جب کلا
 شکان عقل کی طرف سے کچھ بد عنوانی ہوئی تو دور دراز فاصلہ تک فوجیں بھیجا کر جنگ کرنا پڑی ہے جس میں
 حاصل ہوئی تو وہ شکست سے بے عزت ثابت ہوئی۔
 اور جو بیان ضلع پشاور پر صادق آتا ہے وہ ایک کثر نسبت کے ساتھ کل سرحد آٹروں سے دیا ہے نہ
 صادق آسکتا ہے مثلاً درہ کوہاٹ کو پشاور سے جو دو طول طویل اور خطرناک راستہ گئے ہیں وہ آفریدیوں کے علاقہ
 میں ہو کر نکلتے ہیں اور انہیں پانی کا قحط ہے۔ درہ بنوں کو بھی کوہاٹ سے اسی طرح کے دوراں گئے ہیں اور اس طرح
 جہانگیر کو وہ سیلان ہے وہاں تک ڈاکو لوگ راستے میں بستے ہیں اور دیر بجات کے لوگ قدرتی طور پر ان کے ہاتھ کاٹھا
 بنے ہوئے ہیں۔ فی الجملہ اندازہ کیا گیا تھا کہ یہ سرحدی جہز کے ایک لاکھ آدھوں کی جمعیت سے ہمارا مقابلہ کر سینگے جو
 سب کے سب متعصب سب کے سب شہنشاہ کے سب مسلح سب کے سب ہمارا مقابلہ کر سینگے جو
 تھے اور سب کے سب ایک ایسے ملک میں بستے تھے جو ان کی لوٹ مار کے لیے انتہا مرتبہ کو موزوں لیکن باقاعدہ
 فوجی کارروائیوں کے لیے بالکل ناموزون تھا۔
 پس پنجاب کے بوز کو جو فی الحال قائم کیا گیا تھا ایسے ملک اور ایسے لوگوں کے ساتھ سابقہ پڑنے والا تھا
 جس کی کام کیفیت اور خاص عادتیں یہ تھیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو ملکی خواہ تمدنی دستورات خاص کر کے
 رعیت نگہ کی زبردست گورنمنٹ کے قائم کئے ہوئے کمال خواہ ناقص دستورات باقی رہ گئے تھے انے بوز
 کے کام میں آسانی یا دقت پیدا ہوئی۔
 تاہم یہ نہیں شک نہیں کہ رعیت نگہ ایک لائق اور بہادر فرمانروا تھا لیکن یہ بہادری اور قابلیت اس طرح کی تھی
 کہ اس کے لوگ چونکہ بڑے تن و دوش کے تھے اور فوجی اور مذہبی دونوں طرح کا جوش انہیں بھرا ہوا تھا اس لیے
 رعیت نگہ کا اول مطلب بخوبی حاصل ہو گیا اور پھر جیت فتح کے بعد فتح اور ایک صوبہ کے بعد دوسرا صوبہ پڑا
 پیاہ خاندانہ علی کیا گیا تو دوسرا نشانہ جس نے سلطنت کے نام کو فوج دیا پورا ہو گیا اس وقت طلب مسلح
 و زمرہ کی ضروریات کی چیزوں میں کن اشیاء پر ٹکس لگانا اور کن اشیاء پر ٹکس نہ لگانا پاسیہ رعیت نگہ نے

مطلق توجہ نہیں کی۔ کیونکہ اسے یکسان سب اشیاء پر حصول لگا دیا۔ مکانات اراضیات بازار کے غلات اور کھیت کی اسنادہ فصل تجارت داخلہ و خارجہ اشیاء صنعت و حرفت و اشیاء قدرتی تکلفات کی چیزوں اور ضروریات زندگی کی چیزوں پر یکسان حصول لگا دیا گیا۔ ذی اختیار حکام صوبجات مثل سادون مل وغیرہ اور مصلحات کے کاردار لوگ آزادانہ طور پر کس لینے کے لیے چھوڑ دیے گئے کہ وہ جس شخص سے پائین چھین چھپٹ کر بڑی بڑی زمین لاہور کو روانہ کریں اور خاص اپنی حبیب حبیط چاہیں۔ صمدی مقام کی گورنمنٹ نہ اسنے کسی طرح کا حساب طلب کرتی تھی اور نہ وہ سمجھتے تھے۔ خود رنجیت سنگھ کی بھی ایک دزدانہ دار لکڑی تھی اور ظاہر ہے کہ جو شخص نہ لکھتا اور نہ پڑھتا جانتا ہو وہ سوائے اسکے اور کیا کر سکتا ہے۔ فردواصلباتی کا نام ہی نہ تھا کہ وہ کیا شے ہے بخشی فوج کو فرد حساب تیار کرنے کی فکر اسوقت ہوتی تھی جب اسکو دنیا میں کوئی کام کسی طرح کا کرنا نہیں ہوتا تھا۔ جسوقت یہ ملک شامل سلطنت انگریزی ہوا تو نئے دریافت کیا کہ سولہ برس کی واصلباتی اسنے پیش کی۔ سزائیں بہت کم اور سادہ طور کی دیجاتی تھیں۔ سرقہ یا معمولی قتل عمد کے جرم میں صرف جرمانہ کیا جاتا تھا۔ غایت درجہ کے سنگین جرائم میں سزا قطع اعضا دیجاتی تھی یعنی ناک کان یا ہاتھ کاٹے جاتے تھے اور جو سب سے زیادہ سنگین جرائم کے مجرم ہوتے تھے انکی رگیں کاٹ ڈالی جاتی تھیں۔ اوڈیٹل نامے ایک اٹلی کے سپاہی نے جو بڑے بڑے ضلع پشاور کا حاکم ہو گیا تھا عسرت کے لیے اور بھی زیادہ ظالمانہ سزائیں دینا شروع کیں جو معلوم ہوتا ہے کہ خاص اسی کام کے لیے رکھ چھوڑا گیا تھا۔ اسکی فرمانروائی ایک تہر جسم تھی اسکو نہ تو خدا کا خوف اور نہ انسان کا ڈر تھا۔ وہ ہر قسم کا ظلم و جبر کرتا پھرتا تھا جو لوگ اسکی بیرحمیت کی مخالفت کرتے تھے انکو وہ توپ کے سانے کھڑا کر کے اڑا دیتا تھا یا انکو برہنہ کر کے اندر انکے بدن پر شہد ملکر باہر نکال دیتا تھا کہ وہ مازت آفتاب سے ہلاک ہو جائیں۔ بعضوں کو وہ سولی پر چڑھا دیتا یا انکی کھال اودھڑا ڈالتا تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بعض اوقات اس سنگدل کے کام کو وہ اپنے ہاتھوں سے شروع کرتا تھا۔

جیلخانے محدودے چند تھے اور جو کچھ بھکوٹے وہ بھی خالی پائے گئے۔ رنجیت سنگھ کی پولیس کا اصل کام یہ نہ تھا کہ جرم کا انسااد کرے یا اس کا سراغ لگائے بلکہ اسکا کام یہ تھا کہ کوئی ہنگامہ نہونے دے اور فوج کی نقل و حرکت میں آسانی پیدا کرے۔ وہ سرکین جو سرکین کہلاتی ہیں وہاں ایک بھی نہ تھی۔ ریل یا ڈاک وغیرہ کی قسم سے کوئی سواری یا پل نہ تھا اسپتالوں اور پاکخانوں کا کہیں نام نہ تھا۔ پس بوزڈ کو جہاں کام بہت کچھ کرتا تھا وہاں کسی کیے ہوئے کام کو شاکم تھا۔ ہنری لارنس اپنے ماتحتوں کی مدد سے بحیثیت ریزیڈنٹ برٹش خرابیوں کی شکایت کر چکے تھے اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے اور ٹکسون کی تربیم اور ٹکس وصول کرنے والوں کے

شدید ہے اور جنگوں میں ہتھیار مندے اور موذی جانور بھرے پڑے ہوئے ہیں جنگی غذا سالہا سال سے یہ چلی آئی ہے کہ آباد اضلاع کے مویشی پکڑ لیجاتے ہیں اور انہیں کو کھاتے ہیں۔

پس پنجاب ایک ایسا ملک ہے جو اتنا مہرہ کا آب و ہوا اور اتنا درجہ حرارت کا بھی ہے۔ اسکا ایک حصہ تو مثل جنگلہ کے آباد ہے اور دوسرے حصہ میں نام کے لیے بھی کہیں ایک آدمی نہیں پایا جاتا۔ ایک حصہ تو مثل جنت کے لہما تا ہے اور دوسرا حصہ مثل ریگستان سندھ اور راجپوتانہ کے بالکل اور سرد و خستہ ہے۔ پہاڑی اضلاع جن میں غرنی سے ٹوٹتی ہیں اور وہاں سے تاپہ وادی کا گڑھ و دھرم سالہ و شکر گریوں میں رہنے کے لیے ایسے مقامات ملتے ہیں۔ اور لاہور اور ملتان کے میا دین قریب قریب اس طرح کے ہیں جہاں گریوں میں یوز وین کو کھانا کھانا ہوتا ہے۔ یہ مقامات گرمی کے دنوں میں بھی نہایت لطیف رہنا ناممکن ہے۔ جو وقت رہتا ہے رسول عربی نے ملک عرب کی تہا زت آفتاب میں لڑنے سے کچھ سہل انگاری تیر ہے۔ اور اس بات کو سنکر وہ لڑنے اور مرنے کے لیے مستعد ہو گئے کہ جہاں کام ہو وہاں چلیے۔ لیکن قہر سے ملتان میں جس یوز وین کو گرمی کے ایام میں اگر رہنا پڑے گا وہ وہاں کے لوگوں کی اس ضرب اشل کو صحیح سمجھنے لگے گا کہ ”جب ملتان موجود تھا تو خدا نے جہنم کو ناپ بنایا۔“

پنجاب اور ہندوستان کی حدود کا رکنان قضا و قدر نے خود نہایت صفائی کے ساتھ معین کر دی ہیں۔ اگر طرف کوہ ہالیہ چینی تاتاری یا روسی حلون کا محافظ ہے۔ پچھم طرف سلسلہ کوہ سلیمان جو دریائے سندھ کے برابر برابر بہ خط متوازی چلا گیا ہے ہالیہ ہی کے برابر شکم اور دشوار گزار سرحد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوہ سلیمان کے اندر گھاٹیاں نکلی ہیں اور موافق حالون میں اسکندر اعظم اور تیمور تاتاری اور بابر اور نادر شاہ ایسے حملہ آوروں کو اس طرف سے راستہ مل گیا۔ لیکن ان قلعوں کا کسی ایسے غنیمت سے مقابلہ نہیں ہوا جو قابل ذکر ہو اور پھر ہم لوگوں کی خوش قسمتی سے اصل پہاڑ کے بعد اور چھوٹے چھوٹے سلسلے چلے گئے ہیں اور پھر ان کے بعد قریب و دور درنگ واقع ہیں اور ان میں آبادی بھی اسی طرح کی نامہوار جنگلی اور خوشوار ہے جیسا ملک ہے اور یہ سب باتیں ہندوستان کی حفاظت کے حق میں بہت مفید اور غنیمت کے لیے مضرب۔ کوئی دشمن جو افغانستان کی جانب سے آنے اسکے لیے علی خواہ قدرتی کسی قسم کی حصار بندی اس سے نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کو بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان مقامات سے کوئی بارگشی نہیں

سلطنت ہندی خاندان
جو ملتان کا گھنٹا گھر ہے
میں سے ہندوستان کے
میں سے ہندوستان کے

پنجاب کی حدود کے اندر صرف ملک والا پہاڑ ہے۔ دریائے سندھ کو بمقام کالا باغ ملے کر کے پورب

طرف پنڈی وادن خان واقع دریاے جہلم تک چلا گیا ہے اور دو آبہ سندھ ساگر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ تجارت کے اعتبار سے وہ بہت ہی ضروری پہاڑ ہے۔ کیونکہ نمک انسانی ضروریات میں سب پر مقدم ہے اور آسین جسقدر نمک نکل سکتا ہے اسکی کوئی حد نہیں ہے۔ اسکے نیچے سے بڑی بڑی نمک کی کانیں نکل گئی ہیں اور خاص کر کے کالا باغ میں ایک عجب طرح کی دلچسپ کیفیت پائی جاتی ہے جہاں خونی رنگ کی چٹانوں کے درمیان برف کی ایسی سفید چوٹیاں دکھائی دیتی ہیں۔ نمک والے پہاڑ کے اتر طرف راولپنڈی کا ضلع ہے اور پھر اسکے اُس پار جنگلی اور پہاڑی ملک ہزارہ کا ہے۔ اس ملک میں تمام نالے اور کھوئے چلے گئے ہیں جنہیں وہ پہاڑی ڈاکو بٹے ہیں جو اسکندر اعظم کے وقت سے قرب و جوار کے لوگوں سے غلبندی لیتے چلے آئے تھے اور نہ بزور تیغ اور نہ بزور دفریب آج تک کبھی مطیع ہوئے لیکن اب جیسٹس اینبٹ اور اسکے لائق جانشین جارج پرنس کی پدرانہ شفقت سے وہ لوگ بھی ہمارے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔

پنجاب کی قومیں بھی اسی طرح کی مختلف ہیں جیسی دھاکلی قدرتی کیفیتیں انواع و اقسام کی پائی جاتی ہیں۔ گواصل سکھ لوگ کل آبادی میں چیدہ و منتخب ہیں لیکن شاید انکی تعداد بہت قلیل یعنی کل آبادی صرف چھٹا حصہ ہے۔ ایک اور چھٹا حصہ قدیم زمانہ کے گوجر دن اور گھگھر دن اور حال کے راجپوتوں اور دوسری اقوام ہندو سے شامل ہے۔ باقیماندہ لوگ (یعنی باشندگان دو آبہ سندھ ساگر و اضلاع ملتان ہزارہ پشاور و دیہہ جات کم و بیش) سب مسلمان ہیں۔ فاتحان انگلشیہ کو جنھوں نے پنجاب پر تسلط کیا تھا اس بات کے خیال کرتے کچھ کم اطمینان نہوا ہو گا کہ اگر انھوں نے سکھوں کی سلطنت معدوم کر دی تو انکی چار خیر عایا کو اقل درجہ مذہبی آزادی اور ظلم و جبر سے نجات بخشی۔ سکھ لوگ ہندوستان کی تمام اقوام سے زیادہ بہادر اور جبری ہیں۔ انھوں نے دو بڑی بھاری لڑائیوں میں ہمارے ساتھ انتہا مرتبہ کی خیر خواہی کی اور اب بظاہر انھوں نے مرادانہ نفس کشی سے یہ بات قبول کر لی تھی کہ اگر ہم انصاف و اعتدال سے انکے ساتھ برتاؤ کریں گے تو وہ ہماری اصلی حکومت کے مفروضہ معترف رہیں گے۔

سب سے زیادہ سخت مشکل اُن صحرائی اور جنگجو قوموں کا مطیع رکھنا تھا جو ہزارہ کے اتر طرف سے سندھ تک ہماری کل مغربی سرحد پر آباد تھیں۔ یہ قومیں مدتوں سے میدانی اقطاع کے صلح پسند اور مستقل باشندوں سے آپس میں لڑتی اور جھگڑتی آتی تھیں اور ریخت نگہ کے سود مند ترکہ کو جن ورثانے پایا تھا وہ مشکل سے اس بات کے شاک کی ہو سکتے تھے کہ انھوں نے ایک عمدہ شے ایک خراب شے کے ساتھ پائی۔ پشاور کے لیے افاغہ اور سکھ لوگوں کے درمیان ہمیشہ جنگ و جدل ہوتی رہی۔ وہ ایک ایسے مقام پر واقع ہے جسکے سامنے درہ خیبر نہ کھولے کھڑا ہے۔ درہ خیبر تین طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور وہاں اس طرح کے لوگ آباد ہیں

گیارہواں باب مسئلہ ۱۴۵۹ء تا خاتمہ

۲۵۲

کریستے تھے اور ایک طور کی پر جوش بے لوثی کے ساتھ کبھی تو جان کی مخالفت سے ہنسنی اور کبھی ہنسنی کی مخالفت میں جان کی طرف داری کر کے دلیل پیش کرتے تھے۔ اسطور پر وہ ایسے معاملات کے متعلق اصل میانہ طبع کے سبب سے نہایت افراط اور تفريط کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے۔ اگر وہ خاص اپنی رائے سے کوئی بات کرنے میں اپنے نہ تھے تو یہ امر بہت قوی قیاس ہے کہ ان کے شرکاء کے خیالات جنکو شرکاء نے مذکور اپنی اپنی کوششوں کی افراط و تفريط کے ساتھ عمل میں لانا چاہتے تھے متین صاحب کی خاص صفوں کے سبب سے نہایت اصلاح پا کر طور میں آتے تھے جس سے آئین خرابی بہت کم ہوتی ہے اور بعض اوقات زیادہ حمد کی آجاتی تھی۔

لیکن نوروز کی ترکیب میں لازؤ و نوؤ بنی نے بطرح سے بیوں اور فوجی دونوں قسم کے حکام شامل کیے
ایسی طرح سے زیادہ عاقبت اندیشی لازؤ موصوف نے انکے ماتحتوں کو بھی دونوں صیغوں سے برابر براہِ منتخب
جنگدہ تخصیص لازؤ و نوؤ بنی نے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل پر جان لازؤ بنی نے عرصہ سے انکے گڑاؤ کی تھی اور بیوں صاحب کے علاوہ
کے لیے چار کشتہ مقرر کیے۔ پھر انکی ماتحتی میں ۲۵ فوجی کشتہ اور اسسٹنٹ کشتہ جانشین ملکن ہو سکا بیوں اور فوجی
صیغہ سے برابر براہِ منتخب کر کے مقرر کیے۔ قریب الوقع الحاق کے ذکر میں لازؤ و نوؤ بنی نے بتایا ۲۶ فروری
۱۹۷۱ء کو کھانا کھا کر آپ کو آپ کی مدد کے لیے ہندوستان کے بہترین اشخاص ملین گے جنہیں آپ کے
بھائی جان کا نام سب پر مقدم ہے۔ اور لازؤ موصوف نے جو کما تھا وہ ہی کیا بھی۔
لیکن قبل اسکے کہ میں نوروز کی کارگزارانہ کاروائی کے لیے

میں نے اس کے کہ میں بوزنگی کا گرا دیوں کا حال عموماً اور لہجہ جانتا تھا کہ دونوں کا حال جدا جدا کر کے بیان کرنا ممکن ہے (جان لارنس کا خصوصاً بیان کروں بہتر ہو گا کہ کچھ مختصر کیفیت اس ملک کی وسعت رعایا اور خاص خاص قدرتی امور کی ظاہر کروں جن پر صاحبان بوزنگی حکومت کرنے والے تھے اور جو (میں بلا خوف و یقین گوئی کر سکتا ہوں) دنیا کے قائم و مضبوط ملک لارنس کے نام کے ساتھ یا گرا رہیگا۔ وہ چاروں عظیم الشان دریا (سنہ ۱۸۵۷ء) کے ساتھ یا گرا رہیگا۔

میں نے کہا کہ یہاں تو ایک عجیب سا دریا بہتا ہے جس کا نام "پنجاب" ہے۔ اس کا مطلب ہے "پانچ نالوں کا نام"۔ اس دریا کے پانی میں بہت سی چیزیں ہیں جن کو ہم کھا سکتے ہیں۔ اس دریا کے پانی میں بہت سی چیزیں ہیں جن کو ہم کھا سکتے ہیں۔

دریاے ستلج اور بیاس کے مابین واقع ہے ان سب سے زیادہ زرخیز اور پرامن ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصہ سے یہ دو آبہ جان لارنس کے زیر حکومت رہ چکا تھا اور اسکی خاص خاص باتیں کافی طور سے مین اوپر بیان کر چکا ہوں۔ باری دو آبہ جو اسکے بعد دریاے بیاس اور راوی کے مابین واقع ہے وہ نہایت چھنی دری ملک ہے اور اقل درجہ اسکا شمالی حصہ پانچون دو آبون سے زیادہ آباد ہے۔ اسیں کل ملک کا صدر مقام سلطنت یعنی لاہور اور تجارتی اور مذہبی صدر مقام امرتسر بھی واقع ہے۔ وہ قوم سنگھ کا مانجھا (یعنی ”دریانی مکان“) ہے جہاں سنگھون کے نہایت تیرک گرو رہتے ہیں۔ رنجیت سنگھ کا دوبارہ مذہبی اختیار سردارون کے اور رنجیت سنگھ کی فوج ظفر موج اور اس کے معرکہ آرا عازمی سب یہیں گزرے ہیں۔ بارے دو آب کے اس پار اور اس کے بعد دریائے راوی اور پنجاب کے درمیان رینچا دو آبہ اور پھر اس کے بعد پنجاب اور جہلم کے مابین چنچ دو آبہ ہے۔ چلیان والا اور گجرات جہاں ابھی نامی گرامی لڑایاں ہو چکی تھیں وہ اسی دو آبہ میں واقع ہیں۔ ان سب کے بعد سندھ ساگر کا دو آبہ ہے اور اسکو سندھ ساگر اسوجہ سے کہتے ہیں کہ دریا کے سیلاب سے اس دو آبہ کی بہت سی زمین پانی میں ڈوب جاتی ہے۔ یہ دو آبہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ آباد اور شور ہے۔

دریاے سندھ کے اس پار اس کے اور کوہ سلیمان کے مابین درہ پشاور اور درہ اسماعیل دیرہ قلعہ اور درہ عازمی خان کا ضلع ہے جو ان تین دیروں کی وجہ سے دیرہ جات کہلاتا ہے۔ یہ خطہ افغانی سردارون کا معسکر رہا ہے۔ وہ خاص پنجاب کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن اسکی حفاظت کے انتظام پر کل صوبہ اور ہماری کل سلطنت ہندوستان کی مضبوطی منحصر ہے جیسا کہ بعد کے بیان سے ظاہر ہوگا۔

پنجاب کے چھ دریاؤں کے ادھر ادھر چند میل کے چوڑے قطعات زمین ایسے واقع ہیں جو دریا کی طغیانی اور سیلاب سے شاداب رہتے ہیں اور انہیں افراط سے غلبہ پیدا ہوتا ہے لیکن ان قطعات ملک سے زرخیزی و صحت اور ہر ایک قدرتی فائدہ میں بڑھ کر وہ پٹ زمین کی ہے جو دامن کوہ ہمالیہ میں واقع ہے اور دریا کے تین دو آبون کا شمالی حصہ اسی کے اندر واقع ہے۔ بمقابلہ اور مقامات کے یہاں کی ہوا بہت معتدل ہے۔ بارش اچھی ہوتی ہے بیمار پشیمے اور نالے بن سے دریاؤں کو اعانت پہنچتی ہے اسیں واقع ہیں۔ اور تھوڑی سی محنت اور تھوڑی سی کاریگری میں ہر سال دو بھاری فصلیں تیار ہو جاتی ہیں۔ اگر کل پنجاب اپنے اس زرخیز ترین حصہ کے برابر ہوتا تو وہ اپنے مقابلہ میں قریب قریب بنگالہ کو بھی مات کر دیتا۔ لیکن یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ زرخیز زمین کی بھوٹی بھوٹی چٹون کے درمیان جو صرف بڑے دریاؤں کی وجہ سے شاداب ہیں بڑے بڑے شور قطاع زمین واقع ہیں جہاں غلہ یا روئی تمباکو یا میٹھر ہی کی زراعت کیسا نہیں ہے بلکہ گھاس یا جھگڑ اور خار دار درخت بھی صرف جا بجا پائے جاتے ہیں۔ اس زمین میں اکثر مقامات پر بھی یا کھار پانی جاتی ہے۔ گرمی انتہا سے زیادہ

گزارشیں باقی ماندہ غائب

جو مختلف آراء پھر بھی اپنے اپنے ڈھنگ کے کامل عنا صریح ہوئے تھے اور ان کے باین کسی نہ کسی روز ان اختلاف کے مشعل ہو جائیگا اندیشہ تھا۔ کہ وہ آتش فشان برسوں تک خاموش کیوں نہ رہے لیکن پھر بھی وہ کوہ آتش فشان ہے۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ چونکہ بوڑھو کا انتظام زیادہ عرصہ تک قائم رہنے والا نہیں تھا اس سبب سے آئین ابتدا ہی سے خاموشی پائی جاتی ہوئے۔ اُسے ٹھیک ٹھیک وہی کام کیا جو اس سے مقصود تھا اور ویسا عمدہ کام فی الواقع تینوں ممبروں میں سے کوئی شخص اکیلا نہ کر سکتا۔ یہ بوڑھو تین برس تک قائم رہا اور اُس تین سال کے عرصہ میں جو کام (خواہ ممبروں کی کسی ہی جانفشانی سے) انجام ہوا اگر ایک ممبر تنہا عمر بھر میں وہی کام انجام کرتا تو اسکو پیشیان نہ ہوتا پڑتا۔ اگر بوڑھو مذکور کو اس امر میں کامیابی حاصل ہوتی کہ اسے ذریعہ سے نہایت بگڑا اور منفرد لوگ جنہوں نے کبھی ہماری حکومت ہندوستان کی اطاعت نہیں قبول کی تھی مطیع ہو گئے ہوں اور صرف مطیع ہی نہیں بلکہ خوش رہے ہوں اگر بوڑھو کے ذریعہ سے ضابطہ اور مثالی تلواریں مکمل اور برصیوں کے منہ سے نکلے ہوں اور اگر بوڑھو نے مختلف قوموں اور مختلف درجوں کے باشندوں کے ساتھ جو پیادہ بن جائے ہیں برتاؤ کرنے میں اسطورہ پر پڑنا قاعدہ موقوف اور نیا قاعدہ جاری کر دیا ہو جس سے فی الجملہ تکلیف اور نقصان محدود ہے چند اہم فائدہ بہتیرے اشخاص (اور میں لگے چلکر بیان کرتا ہوں کہ اُن سے یہ اور اسکے ملاوڑ بھی بہت سے کام انجام کیے) کو پوچھا ہو تو بیشک اسکی وجہ سے ایک بڑا شریف کام انجام کو پہنچا۔ وہ کام ہی اسکی عملگی کا بہترین ثبوت ہوا اور اسکے بانی کو جو کچھ توقع اور اسکے نامی گرامی ممبروں کو اس سے جو چڑی بڑی امیدیں تھیں وہ سب پوری ہوئیں۔

بوڑھو مذکور کے لیے تین ممبر بھی رکن مقرر ہونے والے تھے۔ اسکا افسر لگایا اور وہی حقدار کے طور پر وہ شخص مقرر کیا گیا جو قبل الحاق پہلے بحیثیت پرنسپل اور پھر گویا بطور ریجنٹ ملک بھر میں سب سے اعلیٰ عمدہ رہا تھا۔ یہ بہادر اور ذوالعزم غنشی اور جاکش پٹنری لارڈز تھے ایک نے صوبہ کے انتظام پر انکا مقرر ہونا لازمی تھا ایسے خود رائے آدمی اور خود پٹنری لارڈز کے لیے بھی قابل تعریف ہے۔ لازماً ڈھانڈنگ کے دوست اور ساتوں اور ان کے جانشین کے نامین کچھ تنگ رہی ہو چکی تھی اور دونوں کے درمیان اسطورہ کا اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو نظام کسی طرح کی باہمی برابری سے رفع ہونے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن لازماً ڈھانڈنگ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اسنے مخالف لوگوں سے بھی نہیں وہ جانتے تھے کہ کوٹ کوٹ کر میری مخالفت کا مادہ بھرا ہوا ہے بھرت ماحمداں رٹا کر سکے۔ اور فی الواقع وہ اس طرح کے آدمی نہیں تھے کہ محض اختلاف مزاج کی جہت سے پٹنری لارڈز کے دعوؤں کو نظر انداز کرتے جو صاحب موصوف کو اپنی سابق خدمات سکون کی واقفیت اور ان پر رعب

کے لیے انھوں نے رکھ چھوڑا تھا جنھوں نے لال کوٹ اُماڑ کر اور کالا کوٹ پنکریہ طاپہر کیا تھا کہ وہ دیدہ و نور چھوڑ کر ظلمت کو پسند کر رہے ہیں۔ مگر با اینہم (جیسا کہ خود سِر چارلس ٹیپیر اس بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے) ہندوستان کو اسکی اصلی حالت پر لانے کے واسطے بہت کچھ کوشش کر رہے تھے۔ اور اگر وہ نہیں تو وہ بات یہ ممکن تھی کہ اکثر صوبے جو زیادہ عرصہ سے ہماری حکومت میں رہ چکے تھے اور جہاں زیادہ امن و امان تھی انکی تھلید کی جاتی۔ یعنی یہ کہ پنجاب کے لیے ایک خالص سول گورنمنٹ کسی تربیت یافتہ سولین کی ماتحتی میں مقرر کی جاتی جسکا پہلا مقصد یہ ہوتا کہ وہ پنجاب کو مزید فتوحات کا پاتر اب نہ قرار دیتا بلکہ انیسٹ انڈیا کمپنی پر یہ شائبہ کرنا کہ اس ملک پر بخوبی حکمرانی بھی ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بات بھی اُس سے پیدا ہو سکتی ہے کہ اُسے ذریعہ سے روپیہ فوج اور ملکی عظمت حاصل ہو۔ یہ وہ طریقہ تھا جسکی نسبت امید کی جاسکتی تھی کہ ایسے گورنر کو اگر وہ پسند آئے تو کچھ عجب نہیں ہے جسے سکھوں کی سرحد تک پہنچنے کے پیشتر کبھی ایک گولی چلنے کی آواز نہیں سنی تھی اور جو (اُس وقت لوگ یہی یقین کرتے تھے) فوجی حکومت کو اسقدر ناپسند کرتا تھا جس قدر سِر چارلس ٹیپیر سول حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔

پس اس صورت میں سِر چارلس ٹیپیر کے طریقہ پر عمل ہوتا یا لارڈ ڈلہؤسٹی کے طریقہ پر دونوں میں سے کسی طریقہ پر نہیں اور پھر دونوں یعنی دونوں کے مین بین ایک طریقہ پر۔ لارڈ ڈلہؤسٹی اس بات کی بنیاد پر صوبہ بلتھہ پر حکومت کرنے کا جن لوگوں کو حق مرج حاصل ہے مین اُنسے خوب واقف ہوں جس مدیر کو بتاتے وہ ہماری سلطنت ہند کی تواریخ میں ویسی ہی نادر تھی جیسی کہ وہ بادی النظر میں بھی میسود معلوم ہوتی تھی۔ پنجاب کی حکومت کسی شخص واحد کے ہاتھ میں عام اس سے کہ وہ سپاہی یا مدبر یا دونوں میں ایک مشترک حیثیت کا کامل شخص ہوتا نہیں دی جاتی تھی بلکہ وہ حکومت ایک بورڈ کے سپرد کی جاتی تھی جسکا ہر ممبر دونوں صیخوں کے افسر و منتخب ہو کر مقرر ہونے والا اور ”اپنی اپنی محنت اور سب کی جوابدہی“ کے ایک طریقہ سے کام کرتے والا۔ اس جدید انتظام کی تردید میں سِر چارلس ٹیپیر نے لکھا تھا کہ ”بورڈ میں شاذ و نادر کسی طرح کی قابلیت پائی جاتی ہے۔“ اور دوسرے مبصرون نے جو کم مخالف تھے اس خاص بورڈ کے متخالف اور متناقض ارکان سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ وہ ابتدا ہی سے فی نفسہ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی اسکی موقوفی کے اسباب جمع کیے گئے تھے۔ یہ اقوال صحیح تھے لیکن صرف ایک محدود درجہ تک صحیح تھے بورڈ فی نفسہ ایک ”امریں بین“ ہے اور اس واسطے ایک شخص واحد علی الخصوص اُس وقت جب شخص مذکور کی طبیعت میں جوش و کاوت ہو اپنے محکوموں میں جو اتفاق و عجلت جمیعت اور افراد پیدا کر سکتا ہے وہ بورڈ کے ذریعہ سے نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر ایک یہ امر ناگزیر تھا کہ ہنری اور جان لائسنس ایسے

سمجھتا تھا جدا ہوتا تھا لہ وہ بہادر گھوڑا تھا جسے بڑے بڑے سخت موکون میں انگو حفاظت کے ساتھ رکھا تھا۔ امر ایسا تھا کہ یکہ لوگ بھی باوصف اپنے اس تحمل کے انگو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اپنے وفادار رفیق کے ہر ہر جزو بدن کو چوستے اور پھینکتے دیتے تھے اور بعد اسکے استقلال کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ لیکن انگو یہ استقلال شکست ہو جاتا تھا وہ پھر پیچھے ہٹ کر دیکھتے ایک بار اور پیار کرتے اور پھر آخر مرتبہ چلتے وقت انگو میں اتنی بھڑلاتے اور جا کر یہ کہتے تھے کہ ”آج رنجیت سنگھ مر گئے“۔ یہ الفاظ ہمارے اور سکون کے باہمی تعلقات انگلی بہادرانہ مخالفت اور اس سے بھی زیادہ بہادرانہ ناگزیر تحیت کی کلید ہیں۔

لیکن گلبرٹ صاحب کا کام ابھی تمام نہیں ہوا تھا۔ وہ سینے آگے بڑھتے اور تعاقب کرتے چلے گئے اور افغانی سپاہ کو جو سکون کی مدد کو آئی تھی دریائے سندھ کے اُس پار نکال کر پشاور اور وہاں سے خیبر کی عواہن تک جو خوش قسمتی سے انکی سدرہ بوہن بنگا دیا۔ اسطور پر جنگ گجرات سے صرف لڑائی نہیں بلکہ کارزاری کا خاتمہ ہو گیا۔ فتحمدی کے جوش میں پیشتر کی سب خرابیاں فراموش ہو گئیں اور فتح گجرات نے بڑی آب و تاب سے اپنی کمان سرچارنس پٹنیز کے حوالہ کر دینے کا موقع پایا جو کالِ عملت کے ساتھ انکی جگہ مقرر کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے اور آغا زادہ سی من انگلستان سے یہاں پہنچ گئے تھے۔

اب فیما بین کے صلہ میں کل ملک پنجاب مع پشاور و صوبجات آئندہ دریائے سندھ و لاڈ و ڈوڈھری کے قدموں پر آگرا اور وہ ایسے شخص نہیں تھے جو عام خواہ خاص اسباب کا خیال کر کے انکی طرف سے اپنے پاؤں سمیٹ لیتے۔ اپنے ایک سرکاری کاغذ میں جو اس زمانے کے ایک یا دو سال کے بعد لکھا گیا تھا انھوں نے تحریر کیا تھا کہ ”میں یہ موقع پا کے اپنی قوی اور سمجھی بوجھی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ سرکار انگریزی ایک صاحب اور عاقلانہ حکمت علی کی غلط رائے میں اپنے تئیں پابند سمجھتی ہے کہ اسطور جب انگو علاقہ یا انگلاری کے بڑھاپا کوئی جائز موقع ملے تو انگو ترک یا فراموش نہ کرے“ (یہ رائے انصافانہ خواہ غیر انصافانہ اور ضروری خواہ غیر ضروری لیکن پنجاب کے بارے میں انصاف کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا اور مصلحت یا ضرورت کے بارے میں بہت کم کہا جاسکتا تھا بلکہ وہاں کے لیے بطور قاعدہ کلیہ وہ رائے چپان ہو سکتی تھی۔ ہمارے اوپر سکون نے دوسرے بغیر اسکے کہ انگو کسی طرح کا اشتعال دیا جاتا حملہ کیا اور دوسری مرتبہ تو ایسی حالتوں سے انھوں نے مخالفت کی جن سے صراحتاً ان پر دغا بازی یا شکر گزاری اور قلبی عداوت کا جرم عائد ہو سکتا ہے۔ خاصہ حکومت کو انکی اندرونی کمزوری سے بچانے کے لیے لاڈ و ڈوڈھری اور لاڈ و ہارننگ اور جٹان اور پٹنیز لارنس نے نہایت ایمانداری اور بے انتہار رعایت کے ساتھ جو مجبور کیا انہیں ناکامی حاصل ہوئی۔ ابتدا میں ہلوگ اپنی خواہش کے

کے لیے انھوں نے رکھ چھوڑا تھا جنھوں نے لال کوٹ اُٹار کر اور کالا کوٹ پہنکر یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ویدہ دودھ نور چھوڑ کر ظلمت کو پسند کر رہے ہیں۔ مگر با اینہم (جیسا کہ خود سرچارلس ٹیپیر اس بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے) ہندوستان کو اسکی اصلی حالت پر لانے کے واسطے بہت کچھ کوشش کر رہے تھے۔ اور اگر وہ نہیں تو دودھ کی بات یہ ممکن تھی کہ اکثر صوبے جو زیادہ عرصہ سے ہماری حکومت میں رہ چکے تھے اور جہاں زیادہ امن وامان تھی انکی تقلید کی جاتی۔ یعنی یہ کہ پنجاب کے لیے ایک خالص سول گورنمنٹ کسی تربیت یافتہ سولین کی ماتحتی میں مقرر کی جاتی جسکا پہلا مقصد یہ ہونا کہ وہ پنجاب کو فزیتو حات کا پاتراب نہ قرار دیتا بلکہ انیسٹ انڈیا کپٹنی پر یہ ثابت کرنا کہ اس ملک پر بخوبی حکمرانی بھی ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بات بھی اس سے پیدا ہو سکتی ہے کہ اسکے ذریعہ سے رقبہ فوج اور ملکی عظمت حاصل ہو۔ یہ وہ طریقہ تھا جسکی نسبت امید کی جاسکتی تھی کہ ایسے گورنر ہوں گے کہ اگر وہ پسند آئے تو کچھ عجب نہیں ہے جسے سکھوں کی سرحد تک پہنچنے کے پیشتر کبھی ایک گولی چلنے کی بھی آواز نہیں سنی تھی اور جو اسوقت لوگ یہی یقین کرتے تھے) فوجی حکومت کو اسقدر ناپسند کرتا تھا جسقدر سرچارلس ٹیپیر سول حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔

پس اس صورت میں سرچارلس ٹیپیر کے طریقہ پر عمل ہوتا یا لارڈ ڈولونڈ کے طریقہ پر دونوں میں سے کسی طریقہ پر نہیں اور پھر دونوں یعنی دونوں کے مین میں ایک طریقہ پر۔ لارڈ ڈولونڈی اس بات کی بنیاد پر کہ صوبہ ملحقہ پر حکومت کرنے کا جن لوگوں کو حق مرج حاصل ہے میں انسے خوب واقف ہوں جس تدبیر کو بتاتے تھے وہ ہماری سلطنت ہند کی تواریخ میں ویسی ہی نادہمی جیسی کہ وہ بادی النظر میں بھی میسود معلوم ہوتی تھی۔ پنجاب کی حکومت کسی شخص واحد کے ماتحت میں عام اس سے کہ وہ سپاہی یا مدبر یا دونوں میں ایک مشترک حیثیت کا کامل شخص ہوتا نہیں دیکھتی تھی بلکہ وہ حکومت ایک بورڈ کے سپرد کی جاتی تھی جسکا ہر ممبر دونوں صیغوں کے افسران منتخب ہو کر مقرر ہونے والا اور ”اپنی اپنی محنت اور سب کی جوابدہی“ کے ایک طریقہ سے کام کرتے والا تھا اس جدید انتظام کی تردید میں سرچارلس ٹیپیر نے لکھا تھا کہ ”بورڈ میں شاذ و نادر کسی طرح کی قابلیت پائی جاتی ہے۔“ اور دوسرے مبصرون نے جو کم مخالف تھے اس خاص بورڈ کے مخالف اور مناقض ارکان سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ وہ ابتدا ہی سے فی نفسہ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے اسکی موقوفی کے اسباب جمع کیے گئے تھے۔ یہ اقوال صحیح تھے لیکن صرف ایک محدود درجہ تک صحیح تھے۔ بورڈ فی نفسہ ایک ”امین مین“ ہے اور اسواسطے ایک شخص واحد علی الخصوص اسوقت جب شخص مکور کی طبیعت میں جوش و کادوت ہو اپنے محکوموں میں جو اتفاق عجلت جمعیت اور انفراد پیدا کر سکتا ہے وہ بورڈ کے ذریعہ سے نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر ایک یہ امر ناگزیر تھا کہ ہٹری اور جان لارنس ایسے

نوائے بہار

اطمان کا انتظار کرنا ہون کہ غنیمت کمان ہے اور ہمارے طرف سے کیا کا دوائی ہوتی ہے۔ فی الحال تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔
 کی خبر آتی ہے جسکے معنی آویلا یہ نکلتے جا سکتے ہیں کہ کل تک کے لیے اٹکا کلم منقہ کر دیا گیا ہے۔
 اس شدت سے ظاہر اور اس کے زور و داغ چھٹک چکی ہے اسے اور قوت بیان کو اس وضاحت کے ساتھ عیان
 کرتی ہے اور ساقی اس کے اس امر کو کہ جس طرح کی فرمانبرداری وہ اپنے ماتحتوں سے چاہتے تھے اسطرح
 یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ لوگ اپنے ماتحتوں کو اسطرح سے مطیع رکھیں اس صفائی کے ساتھ ثابت کرتی ہے
 کہ میں اسکو پورا پورا دے کر کرنے میں کی طرح کی غدر خواہی نہیں کرتا ہوں۔ وہ ہوتا۔
 آپ نے جو خبریں سمجھیں فی اہل قابل تسکین ہیں اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ بہت جلد بمحکو فتح نمایان حاصل ہو
 جس سے سب خوش ہوں اور ملک میں امن و امان ہو۔ آپ نے جنرل کینفل (کننگھم) کے بارے میں جو لکھا ہے کہ
 انھوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ”جو علم سے اس سال عبور کرنے کا کوئی خیال نہیں پایا جاتا اس پر میں نے بہت غور کیا۔“
 آپ کے بھائی اس کے پیشتر لکھا تھا اس امر کے متعلق یقین دلانے کے ہو گئے ہیں انھوں نے اتفاقہ طور پر مجھے بیان کیا کہ گاندھی
 کے معسکین جو خیال ہے اسکا تو اور بھی کچھ مطلب نہیں نکلتا۔ کپٹ کا کام یہ ہے کہ وہ لڑائی تماش کرے اور میں خیال
 کو تلاش کرتا ہوں اور کپٹ نے اب تک جو خیال پیدا کیا ہے وہ ایسی میویب اور بری طرح کا ہے کہ اس سے بمحکو اس بات
 کی ترغیب نہیں ہوتی کہ میں اپنے مناسب و لازم منصب کی تعمیل سے انحراف کروں۔ آپ کی مہربانی کا تفصیل جواب اس شب کو
 لکھتے ہیں بڑا اعلیٰ ہوگا۔ میں عام طور پر صرف یہ بات بیان کیے دیتا ہوں کہ کپٹ مذکور اسی فصل میں دیا ہے معلوم اور
 اگر خدا نے چاہا تو قیاس سے منہ سے بھی عبور کر لگا اور گاندھی اور کپٹ اور جنرل کیننگھم کے لوگ نہ عبور کر سکتے۔
 جنرل کیننگھم کمان کریں گے اور بمحکو امید ہے کہ سب کام بوجہ احسن انجام پائیں گے یہ سب باتیں کچھ روز پیشتر میں لکھ چکے تھے
 کہ کپٹ کا ہون اور انکو اختیار اور ہدایت دی ہے کہ بیشتر اضرورت خود بندوبست کریں اور جو باتیں مناسب سمجھیں حتیٰ الامکان
 انکو درست کر دیں۔
 آپ نے میرا ڈورڈوش کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بمحکو سخت قنوت ہوا بلکہ یہ کہنے کے قریب تو کچھ نہیں
 مگر کمال بچ ہوا۔ زمان اس بات کو بیان کر دیا چاہیے کہ اوڈورڈوش صاحب پٹانوں کی ایک ریجنٹ کو جسکی وفاداری
 میں انکو شبہ تھا نیز اس کے سربراہی لارڈن سے پہلے اہمیت کے لیے تھکت کر دیا تھا۔ آپ کے طرز عبارت سے بمحکو
 معلوم ہوتا ہے کہ بمحکو یہ کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ آپ کو میرا ڈورڈوش نے سخت باز پرس کرنا لازم ہے۔ مگر اس بات کو
 جو میں بار بیان کر چکا ہوں یہاں ایک مرتبہ پھر میں بیان کرتا ہوں کہ میرا ڈورڈوش میں میرا ڈورڈوش کے علاوہ ایسے ایسے لوگ
 ہیں جو بظاہر اسوقت اپنے تئیں اعلیٰ درجہ گورنر جنرل تصور کرتے ہیں۔ ان کے سر سے آپ یہ سودا جس قدر جلد نکال دینا

بالکل خلاف اور سرداروں کی متفق علیہ استدعا اور اصرار سے اُنکے ملک میں رہے اور اُدھر ہم لوگوں نے اُنکی اہمیت قبول کی کہ دغا بازی سے وہ مستعد جنگ ہو گئے اور اپنی گرجوشی فوجی قواعد اور بہادری سے پھر ایک مرتبہ ہماری سلطنت ہندوستان کی حفاظت میں خطرہ پیدا کر دیا۔

لارڈ ڈوڈلووئی نے اس لڑائی کی ایک ابتدائی ہی نوبت میں اس طرف توجہ کی تھی کہ اُسکا آخری نتیجہ کیا ہوگا اور ہسپرنی لارنس ایسے شخص نے بھی جو دیسی ریاستوں کے ایسے بہادر موجد تھے صرف آدمے دل سے اپنے خیالات اُنکی بربادی کے خلاف ظاہر کیے۔ گو وہ اس امر سے انکار کرتے تھے کہ الحاق قرین مصلحت ہے لیکن وہ اس امر کو تسلیم کرتے تھے کہ اُسکے قرین انصاف ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ جان لارنس نے اُن باتوں کا جن سے ہندوستان کی حفاظت متصور تھی خیال کر کے صاف صاف یہی رائے دی کہ الحاق قرین مصلحت اور قرین انصاف بھی ہے۔

اس زمانہ کے جو کاغذات میرے سامنے رکھے ہوئے ہیں اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ جنوری سے دونوں بھائی لاہور میں یکجا رہتے تھے۔ اور جب قریب الوقوع معاملہ الحاق پنجاب کے متعلق گورنر جنرل اور بریڈنٹ کی باہمی ملاقات ضرور ہوئی تو ہکو اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ انھوں نے خود جانے کے بدلے ایک ایسے کام کے لیے جوائے ناپسند تھا اپنے بھائی کے بھیجنے کو ترجیح دی۔ یہ ضروری ملاقات ۱۲ مارچ کو فیروزپور میں واقع ہوئی اور دوسرے روز جان لارنس ”دومرتبہ بری دیر تک گفتگو کرنے کے بعد“ لاہور کو ”اپنے بھائی سے اُس امر کا خلاصہ بیان کرنے کے لیے“ واپس آئے جس پر بحث ہوئی تھی یعنی یہ دو باتیں کہنے آئے کہ لارڈ ڈوڈلووئی کا ارادہ کیا ہے اور اُسکی کس طرح سے تعمیل کی جائیگی۔ میرے نزدیک لارڈ ڈوڈلووئی کو اُس شخص پر جو زمانہ آئندہ اُنکے تمام ماتحتوں سے زیادہ نام پیدا کرنے والا تھا اپنی نظر ڈالنے کا یہ پہلا ہی موقع ملا تھا۔ لیکن جان لارنس نے سکھوں کی پہلی لڑائی میں بحیثیت مجسٹریٹ دہلی جوڑ و ظاہر کیا تھا اور صلح اور جنگ کے ایام میں دو آہ جانچہرہ جسطرح حکومت کی تھی اور اُنکی خط کتابت موسومہ بیکر ٹری گورنرٹ کو جو دیکھا بھالا تھا اُن سب باتوں کا نتیجہ نکال کر لارڈ موصوف نے پہلے ہی اُنکو پرکھ لیا تھا اور جس حیثیت کے وہ آدمی تھے اُسکے مطابق اُنکو سمجھنے لگے تھے۔ گو لارڈ ڈوڈلووئی اس طرح کے آدمی تھے کہ وہ اپنے ہی اوپر اعتماد رکھتے اور اپنی ہی رائے کو کافی سمجھتے تھے مگر اسپر بھی اپنے ماتحت سے جسکی صلاح بزمانہ مابعد انھوں نے اکثر اور ایسی حالت میں بھی پوچھی جب اُنکا جواب پیشتر کے دیے ہوئے جواب سے متفق نہیں پایا گیا انھوں نے پوچھا کہ ”کیسے کیا کرنا ہوگا۔ پنجاب کے بارے میں اب کیا کیا جائے۔“ اور جان لارنس نے جو خوب جانتے تھے کہ گورنر جنرل نے ہر حالت میں جو پوزیشن کے شامل سلطنت کرنے کا قصد مصمم کر لیا ہے کمال اختصار کے ساتھ یہ جواب دیا کہ ”اُنکو اب ملحق

اطمان کا انتشار کر رہا ہوں کہ غم کمان ہے اور ہاں ہی طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ فی الحال تو میرے پاس کچھ نہ تھا۔
کی نہ لاتی ہے جسکے سنی آؤں اور لگاے جاسکتے ہیں کہ کل تک کے لیے اٹکا حکم منسج کر دیا گیا ہے۔
لاؤ ڈوٹوئی کی ایک چٹھی مورخہ ۲۰ فروری موسومہ پتہ پتہ لارڈ لائسنس کا ڈوٹوئی کے خاصہ طبیعت کو
اس شدت سے ظاہر اور آگے زور داغ چٹھی رائے اور قوت بیان کو اس وضاحت کے ساتھ بیان
کرتی ہے اور ساتھی اسکے اس امر کو کہ جس طرح کی فرمانبرداری وہ اپنے ماتحتوں سے چاہتے تھے اسی طرح
یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ لوگ اپنے ماتحتوں کو اسی طرح سے مطیع رکھیں اس صفائی کے ساتھ ثابت کرتی ہے
کہ میں اسکو پورا پورا دیکھ کر نے میں کیسی طرح کی عذر خواہی نہیں کرتا ہوں۔ وہ چوڑا۔

آپ نے جو برین سمین فی الجملہ قابل تسکین ہیں اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ بہت جلد مجھ کو فتح نمایان حاصل ہو
جس سے سب خوش ہوں اور ملک میں امن و امان ہو۔ آپ نے جنرل کیفیل آرمر کا بزن اسکے بارے میں جو لکھا ہے کہ
آمنوں نے آپ سے ذکر کیا کہ وہ معلوم ہے اس سال عبور کرنے کا کوئی خیال نہیں پایا جاتا آپرین نے بہت غور کیا۔
آپ کے بھائی اسکے پیشتر آپ کو اس امر کے متعلق یقین دلا چکے ہوں گے جسکا انھوں نے اتفاقہ طور پر مجھے بیان کیا۔ لارڈ لائسنس
کے معتمد میں جو خیال ہے اسکا تو اور بھی کچھ مطلب نہیں لگتا۔ گنپ کا کام یہ ہے کہ وہ لڑائی تلاش کرے اور میں خیال
کو تلاش کرتا ہوں اور گنپ نے اب تک جو خیال پیدا کیا ہے وہ ایسی سیویہ اور بری طرح کا ہے کہ اس سے مجھکو اس بات
کی ترغیب نہیں ہوتی کہ میں اپنے مناسب لازم منصب کی تکمیل سے انحراف کروں۔ اچھی چینی کا تفصیلی جواب اس شب کو
لکھنے میں بڑا محول ہوگا۔ میں عام طور پر صرف یہ بات بیان کیے دیتا ہوں کہ گنپ مذکور اسی فضل میں دریا سے معلوم اور
اگر خدا نے چاہا تو ایسے سندھ سے بھی عبور کر لگا اور کمانڈر انچیف اور جنرل ٹینک وین یا محکمہ کے لوگ نہ عبور کر چکے۔

جنرل کائنات کمان کریں گے اور مجھکو امید ہے کہ سب کام بوجہ احسن انجام پا سکا۔ یہ سب باتیں کچھ روز پیشہ میں لکھ کر پتہ
کو لکھ چکا ہوں اور کمانڈر انچیف اور دہلیت دی ہے کہ مشروطہ درجہ خود بخود دست کریں اور جو باتیں مناسب سمجھیں حتی الامکان
انکو درست کریں۔

آپ نے پیراؤ ڈوٹوئی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے مجھکو سخت تعجب ہوا بلکہ یہ کیسے کہ گنپ کو پھر میں
گرمال بھیج دیا۔ زبان اس بات کو بیان کر دیتا ہے کہ اوڈوٹوئی صاحب چٹانوں کی ایک ریمینٹ کو جسکی وفاداری
میں انکو شبہ تھا پتہ پتہ لارڈ لائسنس سے پہلے اجازت سے لے لیے شکست کر دیا تھا۔ آپ کے طرز عبارت سے
معلوم ہوتا ہے کہ مجھکو یہ کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ آپ کو پیراؤ ڈوٹوئی سے سخت باز پرس کرنا لازم ہے۔ مگر اس بات کو
جو میں بار بار بیان کر چکا ہوں بیان ایک مرتبہ پھر میں بیان کرتا ہوں کہ پیراؤ ڈوٹوئی میں پیراؤ ڈوٹوئی کے علاوہ ایسے ایسے لوگ
میں جو بظاہر اس وقت اپنے تئیں اقل درجہ گوڈر جنرل تصور کرتے ہیں۔ انکے سر سے آپ یہ سودا جقدر جلد نکال۔

استقدرائے اور آپ کے آرام کے حق میں بھی مفید ہوگا۔ مجھ کو اس بات میں شک نہیں ہے کہ آپ بہت جلد اُنکے لیے قربانی اور زینہ تلاش کر لینگے۔ اور میں تو جسوقت کچھ ادا رسن و امان قائم ہوئی دم بھر کے لیے یہ باتیں گوارا نہ کروں گا اور پیچھے آؤ ورنٹس سی بی۔ سے لیکر ادنیٰ درجہ کے عمدہ دار تک جو حال میں بھرتی ہوا ہو جو کوئی ایسا کر لگا اسکی خبر لوں گا۔ کل پھر آچکو لکھوں گا۔

راقم آپکا صادق دوست ڈاکٹر ہونی
معرفین لارڈ ڈاکٹر ہونی لاوریہ امر ضرور قابل تسلیم ہے کہ یہ نوک جھوک مذاق اور اکثر موقع کی چھیاں ایسی ہیں جن سے کوئی شخص اُنکے ساتھ محبت کرے اور معرفین لارڈ ڈاکٹر (جن کے ساتھ باوصف انگلی غلطیوں اور لغزش رائے کے انکی بہادری اور فوجی سطوت کے سبب سے لوگ الفت کرتے تھے) کیساں طور پر خیال کرینگے کہ گو کمانڈر انچیف مذکور پر صاف صاف یہ نوکین اور چشم نمایاں ہوتی تھیں مگر وہ نہایت غور و فکر کے ساتھ اور مسلسل استادانہ کارروائیوں کے ذریعہ سے ایک ایسی سر بلند فتح کی تیاریاں کر رہے تھے جو ایک کین ہندوستان میں نہوی ہوگی۔ جنگ بجات ۲۱ فروری کو ہوئی۔ لارڈ ڈاکٹر نے ۲۰۰۰ سپاہیوں اور سو توپوں سے سکمون پر حملہ کیا جو ایک منتخب اور مستحکم مقام میں ۵۰۰۰ سپاہیوں اور ساٹھ توپوں کی جمیعت سے صف آرا تھے۔ اپنے سخت تجربہ پایہ کیسے کہ لارڈ ڈاکٹر ہونی کی پر زور چھیون کی مدد سے جو اسوقت سے سامنے رکھی ہوئی ہیں انھوں نے اپنی صف آرائی کے قواعد کو بدل دیا اور سر جان چنیٹ انجینئر اور سیرینر گرنیٹ کی عاقلانہ نصیحت سے جو اُنکے داماد تھے اسوقت تک اپنے تئیں اور اپنے سپاہیوں کو روکے رکھا جب تک تو پچانہ کا مناسب کام درجہ تمام کو نہ پہنچ گیا۔ جب سکمون کی توپیں خاموش کر دی گئیں تو اسوقت بھی وہ بہادریوں کی طرح لڑے گئے لیکن وہ بالکل برباد کر دیے گئے اور گلبرٹ صاحب نے جو ہندوستان بھر میں سب سے عمدہ شہسوار تھے کئی دن تک بسواری پشت زین تباہ شدہ فوج کا تعاقب کیا تا اُنکے آخر میں اُس نے اپنی توپیں سامان جنگ اور انگیزی قیدی (جو لارڈ ڈاکٹر ہونی کے نزدیک سب سے زیادہ ضروری تھے) اُنکے حوالہ کر دیے۔

جسوقت سکمون کی اس فوج نے جو عالی شان سپاہ خالصہ کی یادگار رکھتی تھی آخری مرتبہ اطاعت قبول کی اسوقت کی کیفیتیں اس طرح کی حیرت انگیز تھیں کہ ہندوستان میں بہت کم دیکھنے میں آئی ہوگی۔ بقول اڈون آڈالڈ ”۳۵ سرداروں نے شریفانہ نفس کشی سے اپنی تلواریں گلبرٹ صاحب کے قدموں پر ڈال دیں اور سکھ سپاہی گوروں کی دورویہ قطار کے درمیان سے جو سڑک پر آراستہ کی گئی تھی ایک ایک کر کے گزرتے اور ہتھیاروں کے انبار پر جو بڑھتا جاتا تھا اپنی ڈھال تلوار اور بندوق ڈالتے اور پھر اسکی فولادی روح کو سلام کر کے میدان کی طرف عام آدمیوں کے طور پر چلے جاتے تھے۔“ لیکن اسوقت کی کیفیت (جیسا کہ مجھے ایک شاہین نے بیان کیا ہے) اور بھی زیادہ دلکش تھی جب ہر ایک سوار ہمیشہ کے لیے اُس جانور سے جسکو وہ اپنی ملک

صلی

وہ مسئلہ جسکی بابت ہنری لائرنس ایسے فرمانبردار افسر پر بھی عتاب آیا تھا مفتوح سرداروں (زفر طیکم) وہ مفتوح کے جا سکتے ہوں اسکے ساتھ برتاؤ کرنے کا معاملہ تھا۔ ہنری لائرنس جو انکے حالات سے بخوبی آگاہہ اور ان لوگوں میں خود بھی متعارف تھے اپنی معمول کشادہ دلی سے یہ چاہتے تھے کہ جہانگت مگر ان آسان شرائط پر انکے ساتھ معاملہ کیا جائے لیکن لارڈ ڈوڈنسنی کہتے تھے کہ ہم اس قسم کی ایک بات بھی نہ سنیں گے۔ یہ معذور طاقتور سردار اگر اطاعت بھی قبول کر لینگے تو سوائے اسکے انکے ساتھ اور کچھ نہیں ہو سکا کہ انکی زبان کھجائے اور کچھ گزارہ مقرر کر دیا جائے۔ اور آخر کو جب یہ لوگ انکے ہاتھ لگے تو کچھ انھوں نے کہا تھا ہی کیا۔ چترنگ اور چترنگ اس بات کی اجازت نہیں دیا جاسکتی کہ وہ اپنے گھر پر رہیں اور فرصت پا کر سازشیں کیا کریں۔ انھوں نے مانج لائرنس اور انگلش لپڈیوں کے ساتھ جو بہادرانہ برتاؤ کیا تھا اور جیکی رہائی کے تسلیم لارڈ ڈوڈنسنی نے بھی جیسا کہ اسکی خط کتابت سے ثابت ہے بری ہمداری ظاہر کی تھی وہ لارڈ ڈوڈنسنی کے نزدیک اس بات کی کوئی وجہ نہیں تصور کیا گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی علوتی کا برتاؤ ہوتا۔ چنانچہ ایک چھی مین لارڈ موصوف لکھتے ہیں کہ دوائے ساتھ آسان شرطیں اس بنیاد پر کہ انھوں نے قیدیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا ہے کرنے کے بارے میں میری کچھ اور رائے ہے۔ میرے نزدیک چترنگ اور انکے بیٹوں نے جو اپنے بہترین دوستوں کو گرفتار کر کے قیدی بنایا تو انہیں انکی خونخواری کچھ کم نہیں ظاہر ہوتی ہے اور انکے ساتھ جو بدسلوکی نہیں کی تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے غیر ممکن انصاف پر نامی سے اپنے متین محفوظ رکھا سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے۔ ہنری لائرنس نے یوٹا فیمو ان سرداروں کے بارے میں جنکا قصور کم تھا نہایت زور دے دیکر مہیاں لکھیں مگر انکا کچھ فائدہ نہوا۔ لارڈ ڈوڈنسنی نے جواب دیا کہ

انکے بے گزارہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر انہی کی مقدار پر بحث کرنے کی اجازت دیکھا لیکن انکی جائیداد قسم کی ضبط سرکار ہوگی۔۔۔ اس اٹاشا میں انکو کسی مقام پر نظر رکھا جائے لیکن مقام کے مقرر ہونے تک انکی جائیداد مفروق رہے۔ اگر وہ بھاگ گئے تو یہ عہد کا عدم ہونا یا انکا گرفتار ہونا ہے تو میں انکو قید کر دوں گا۔ اور اگر انھوں نے یہ قدر کیا تو جس طرح انکے اس وقت اور میرے اس وقت تک زندہ رہے گا یقین ہے اس طرح اس بات کا بلقیں کرنا چاہیے کہ میں انکو پھانسی دوں گا۔

پھر گیارہ فروری کو لکھتے ہیں کہ۔۔۔ کمپ مین جہانگت کا تذکرہ بیعت کا تعلق ہے ہر شے روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔۔۔ بمحکو عمدہ خبر کے آنے کی کوئی امید نہیں رہی اور اب میں اس خوشخبری کے آنے کا منتظر ہوں کہ پھر لپڈی کے منوں نے جوش نہیں مارا۔ لیکن چند روز کا انتظار لگا پہنچنے کے لیے اور کیا جس سے آئندہ کارروائی میں یقین کے ساتھ کام کرنے کا انکو

موقع لیگا۔ میں نے آج انکو آئندہ کارروائیاں کرنے کی ہدایت ایسے الفاظ میں دی ہے جو انکو بہت ناگوار گزیریں گی لیکن انکی ضرورت اور مصلحت تھی تاکہ انکو ابتداء ہو جائے اور یہ سمجھ جائیں کہ میں انکو اپنی جوابدہی میں رکھنا چاہتا ہوں۔

دوسرے روز پرنس لارنس کی اس درخواست کا اشارہ کر کے کہ وہ لشکر گاہ میں جائیں اور زوراً و عاقبت اندیشی پیدا کرنے کے لیے اپنا اثر ڈالیں انھوں نے یہ چٹھی لکھی۔

یہ بات ابھی سے بدنامی کے ساتھ مشہور ہو چکی ہے کہ نہ آپ اور نہ کوئی دوسرا شخص کمانڈر انچیف کے دل پر اپنا کوئی بیماری اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکتے تو چلیان والا لڑائی کا وہ حال نہوتا جو ہوا ہے۔۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ پرنس لیکن ہندوستان میں ہماری حکومت کا وہ رعب جو پہلے تعاضل سے پیدا ہوا گا۔ اور نہ ہماری فوجی عظمت کا اثر ہوگا جسکی وجہ کچھ تو وہ ہے جو واقعات سے ثابت ہوتی ہے اور کچھ یہ ہے کہ بے عقل منافق طبع اور ذلیل بائیں تمام ہندوستان کے انگریزوں میں از اعلیٰ تا بے ادنی اختلاف پیدا کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ علاوہ برین میں بھی کسی کا محکوم ہونا اور اُسے سب کے پہلے محکوم ملک کے فتح کرنے کا حکم دیا ہے۔ انکی میں تعمیل کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ لارڈ گلف خود لارڈ ڈنلوپنی کی ہدایتوں کے بموجب اس ملک کے منظر سے جو خزان ہوش بری تعمیل کے ساتھ ملتان کو لیے جاتے تھے تاکہ وہ ملک الیٹی تو دوسری لڑائی کی جو حکم اٹھاتے۔ اور اسی سعطی کی حالت میں یہ خبر پہنچی کہ غنیم جو ہمارے مقابلہ میں بمقام رسول لشکر ڈالے پڑا تھا وہ یکبارگی اپنی جگہ چھوڑ کر خدا جانے کس طرف چلے گیا کیونکہ ہمارے بعض مجبورون نے خبر دی تھی کہ وہ لوگ پورب طرف جہلم کو اور باقی ماند پچیم طرف گجرات کو چلے گئے ہیں۔ لارڈ ڈنلوپنی بتا رہا ہے کہ افسردہ پرنس لارنس کو لکھتے ہیں کہ۔

آپ نے خوب لکھا ہے کہ جا بے حیرت ہے کہ سکہ لوگ اسطور سے ہمارے گرد گوم رہے ہیں اور کچھ قرض نہیں کیا جاتا۔ اسکے بارے میں جو کچھ کہا جائے ٹھیک ہے۔ میرے پاس کمانڈر انچیف کی آج ایک چٹھی آئی ہے جو چیستان گم پرنس یہ معاہدہ جلد حل ہو گیا اور یہ دریافت ہوا کہ شیرنگو لارڈ گلف کی واہنی جانب کا مورچہ چھوڑ کر انکی عقب میں آیا اور گجرات میں اپنا صدر مقام قائم کیا اور اپنی فوج کا ایک حصہ دریائے چناب کے بھی اس پار اتارا اور اسطور پر غیر محفوظ شہر لاہور پر حملہ کرنے کی دھمکی دی یا انکے دکھلانے کے لیے ایسا کیا۔ اس اثنا میں لارڈ گلف کو جو مہینہ بھر سے اپنے ہماری ساز و سامان کے اخراجات کے شاک کی تھے لیکن اپنے کنپ سے اسکے منتقل کرنے پر رضامند نہیں تھے قریب سے دشمن کا تعاقب کرنا غیر ممکن پایا اور اسکے عبور دریا میں مانع ہونے کے لیے ایک پرنٹنگ کو بھی علیحدہ کرنا ممکن نہ سمجھا۔ لارڈ ڈنلوپنی لکھتے ہیں کہ۔

افسوس ہے کہ ہماری سپہ سالاری کو مافیہ تا نزل پزیر ہوتی جاتی ہے۔۔۔۔۔ میں نہایت تحمل کے ساتھ اس

کچھ بیان اپنے ذاتی خیالات کے مطابق کیا تھا) ایک ایک بڑا حصہ ہر شخص کو پہنچا دیا۔ صاحب اپنی سوانح
تشریحی لائسنس میں چھوڑ چکے ہیں۔ میں اب اس مقام پر اس کے مکروہول کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اگر
بسم کی چھٹی تشریحی لائسنس سے کتر وچس اور انا د شخص کو ملتی تو وہ برق ہو جاتا اور جو لوگ اس بات کو جانتے
کہ کیا انھوں نے کیا اور کون وہ تھے وہ اس وقت بھی اس چھٹی کو پر مکر افسوس کر رہے ہوں گے۔
الغرض ہمارے بعض عمدہ ترین سرکاری رسائل اس پر

۳۴

العرض ہمارے بعض عمدہ ترین سرکاری ملازمان ہندوستان کا یہ نتیجہ ہوا اور وہ ایک ناگزیر نتیجہ ہے۔ اور یہ انکی حالت کے متعلق ایک ایسا سقم ہے جو انقلاب حالات کو درست ہندائے اور انگلستان کے مابین ساتھ واسطو پر دور دراز کے ملک پر پرتا ہے اور یہی برعکس جاتا ہے۔ دنیا وائسراے جیسا کہ ابھی حال ہی میں عاقل ترین جانشین سابق کی کارروائی کو بدل دے۔ اس کام کے لیے انکو حکمت علیٰ مذکور کے ادنیٰ سہرا کو آواز دکر نیا آنے نجات حاصل کرنا پڑا ہے اور اگر اس بات سے وہ انکے زوال میں سہولت پیدا کرنا ہے یا عداوت کو اور زیادہ بڑھادینا ہے انکی ہمدردی اور کشادہ دلی پر موقوف ہے۔ بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب قدریکہ بڑا ہوا کو ایک گورنر جنرل متحد سمجھتا ہے اسقدر دور گورنر جنرل انکو غیر متحد سمجھتا ہے۔ کسی خاص امر سے جسقدر زیادہ انکو واقفیت حاصل ہوتی ہے اسقدر اسکے بارے میں انکی رائے کم بجاتی ہے۔ شاید مرشد انسان کا خاص یہی ہے۔ صرف شہر افسر کے حوام الناس ہی دنیا میں ایسے نئے جنہوں نے اگر شہر پر تو صرف اسوجہ سے نکال دیا تھا کہ انکو قیبت کہتے کہتے وہ عاجز آگئے تھے۔ پس دنیا گورنر جنرل ہندوستان کے کسی افسر سے جس طرح کا برتاؤ کرتا ہے بعض اوقات افسر مذکور کی لیاقتوں کے باہل برعکس ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اس صورت میں اور بھی زیادہ ہوتی ہے جب وائسراے صرف اسی بات کا بیڑا اٹھا کر نہیں آتا ہے کہ وہ ایک نئی حکمت علیٰ پیدا کر گیا بلکہ پہلے ہی سے اسکا نقشہ کھینچ لانا ہے۔ کیونکہ ادھر تو وہ خود (سوائے ان بعض تباہ و تاراج صورتوں کے جب یوں تیر و ش کے درمیان سے انکی ترقی ہوتی ہے) اپنے تجربہ کے مطابق ہندوستان کے حالات سے محسن نااہل ہوتا ہے اور ادھر انگلستان میں انکو ایسے اشخاص قیلم دیتے ہیں جو قیاساً اس سے بھی کم واقف ہوتے ہیں۔ ایسے سب کے پہلے انکی کارروائی ہی ہوتی ہے کہ جو لوگ حقیقت خیال سے واقف ہوتے اور اسکے خلاف رائے دیتے ہیں انکو وہ کسی نہ کسی طرح سے گئی مار مار کر نکال دیتا ہے حالانکہ وہ اتنے برسوں کا تجربہ رکھتے ہیں جتنے گھنٹوں کا انکو تجربہ ہوگا۔ حال کے ایک وائسراے نے کہا تھا کہ

۱۳

ص ۲۲

[illegible]

میں مقامی تجربہ کے متعلق ایک بات بھی نہ سنوگا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک ایسے افسر نے جو سرحد افغانستان سے اپنے گھر کے برابر واقفیت رکھتا تھا اپنے تجربہ کے نتائج پیش کیے تھے اور اس وقت مقتضائے حالات کے اعتبار سے مناسب یہی تھا کہ اُن باتوں سے وائس رے موصوف حرف کا فائدہ اٹھاتا۔ اُسے تو یہ لکھ فرصت پائی کہ میں مقامی تجربہ کے متعلق ایک بات بھی نہ سنوگا مگر اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ہندوستان و انگلستان کو اپنے نقصان کا خیال کر کے برسوں تک نہ بھولے گا۔

یہ بات نہیں ہے کہ میں لارڈ ڈوٹوئی کو دم بھر کے لیے بھی لارڈ لائسنس سے تشبیہ دون یا ہنری لائسنس کی مثال کسی امر کے اعتبار سے اُن عمر بھر کے ”پاسبانان سرحد“ سے دون جنگو حال کے وائس رے نے ”جنگ سلام کیا“ اور کہا کہ ”نہیں رخصت“ حالانکہ اسکو لازم تھا کہ پوچھتے پوچھتے اُنکا دماغ چاٹ جاتا یا اگر انکی نصیحت اسکو پسند نہ آتی تو بہر حال اسکو یاد رکھتا اور اپنی خدمتوں میں اُنکے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتا۔ لارڈ ڈوٹوئی میں چاہے جو عیوب ہوں مگر انکی نظر بالکل رفاہ خلاق پر تھی اور اُنکا ارادہ یہی رہتا تھا کہ جو کچھ کریں اُسکے پیشتر جہاننگ اُسکے بارے میں واقفیت حاصل ہو سکے حاصل کریں۔ وہ اپنے ہر ایک ماتحت پر جسکو اس قابل سمجھتے تھے اعتماد کرتے تھے مگر اس شرط سے کہ ماتحت مذکور اپنا اختلاف ظاہر کرنے کے بعد پھر اُنکے حکم کی تعمیل کرتا۔ اور جب کوئی اچھا شخص ہوتا تو وہ ضرور اسکو اچھا تسلیم کرتے تھے چنانچہ اس سے اُنکے دشمن بھی اقرار کرینگے۔

۱۳۔ فوروی ہنری لائسنس کے نام کی چٹھی میں وہ لکھتے ہیں کہ آپ اپنے خیالات آزادانہ طور سے ظاہر کرتے ہیں اور مجھکو امید ہے کہ آئندہ کے لیے بھی اسی طرح ظاہر کرتے رہینگے۔ اگر ہم لوگوں کی رائے خلاف ہوگی تو ہم کہہ دیں گے کہ ہماری رائے خلاف ہے لیکن میرے اس قول سے (اور اس مقام پر وہ بیشک ہنری کے دماغی سقم کی نسبت اشارہ کرتے ہیں) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کچھ بے اعتباری ہے۔ اس سے بھی پیشتر مذکور کی ایک چٹھی میں انھوں نے ہنری لائسنس کو لکھا تھا کہ ”ابھی میں آپکو کمال راستی کے ساتھ یہ لکھ چکا ہوں کہ مجھکو آپ کی قابلیت آپ کے زور اور آپ کے تجربہ پر پورا بھروسہ ہے۔ اور جب مجھکو آپ میں ان اوصاف کے موجود ہونے کا یقین ہے تو اپنی جو کچھ رائے آپ ظاہر کریں گے میں اسکو نہایت وقیع سمجھ کر اسپر کامل غور کر دوں گا۔“

میرے نزدیک لارڈ ڈوٹوئی کا اپنے ماتحتوں کی نسبت یہی انداز رہا اور اب اس تشریح کے بعد میں انکی پیشیوں کے بعض بعض فقرات اس بات کے سمجھانے کے لیے بیان کرتا ہوں کہ انکی تحریر میں کیسا زور تھا اپنی ذات پر وہ کس قدر بھروسہ رکھتے تھے خاص اپنی رائے پر چلنا اسکو کس قدر پسند تھا اور فوجی حکام علی الخصوص بہادر اور جہانزیہ کمانڈر انچیف کی غلطیوں اور عیبوں پر کیسی چشم نمائی کرتے تھے (بعض اوقات یہ چشم نمائی ایک سیولین کی کوتاہی مینی ہوتی تھی جو ان تمام دقتوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا جنکی کیفیت فوجی حکام پر اظہار میں آسکتی تھی۔)

نوائے باب ۱۳۴ م ۱۳۴۸

جن پرانے اوصیا کا کل اختیار ہے) انکی وفات سے پچاس برس بعد تک کے لیے مہر کر کے رکھ دیا گیا ہے کہ کوئی
 کوٹنے نہ پائے۔ چونکہ وہ اپنی تدبیرات کے مسلم ہونے پر یقین رکھتے تھے ایسے انھوں نے یہ بندوبست کیا
 کہ انکے ہمصر لوگ قبیل کے ساتھ تعریف یا مذمت پر مستعد نہ ہو جائیں اور اس واسطے انکو سہنے دیا ہے کہ آئندہ نسل
 غور و فکر کرنے کے بعد اسکی نسبت اسے دین۔ پس جو کچھ مہر لوگ انکی خط کتابت کے اس خبر سے لگا لیکن
 انکو کسی قدر احتیاط سے لگانا چاہیے گو وہ برادران لارنس ہی کی خط کتابت کے برابر وسعت اور وقت کی کمی
 نہ تھی لارنس جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں ایک سال کی رخصت لیکر انگلستان کو گئے تھے جسین یہ
 شرط تھی کہ ضرورت کی حالت میں وہ دو برس تک بڑھ سکتی ہے۔ لیکن غدر طمان کی خبر سے انھوں نے قصد
 کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ اپنے تئیں اپنے عہدہ پر پہنچائیں۔ وہ فوہر کے مینے میں (انگلستان) سے روانہ ہوئے
 دسمبر میں پہنچے وہاں سے بسیل قبیل طمان کو گئے وہاں کے آخری محاصرہ میں شریک ہوئے پھر طمان
 سے ۹ جنوری کو کوچ کیا اور شہر مذکور کے فتح ہونے کی خبر (گو قلعہ کے فتح ہونے کی خبر نہیں لائے تھے) سے
 پیشتر لارڈ ڈنلوپس کو پہنچائی۔ وہاں سے کانڈرا پیٹ کے منٹک کو گئے اور ۱۳ مارچ کو چلیاں والا کی مصیبت
 انگیز لڑائی میں اگر موجود ہوئے۔ وہ ابھی (انگلستان) سے ہندوستان میں آنے میں نہ پائے تھے کہ انکی نیکی کا اثر پڑنے
 لگا۔ سکون نے یہ کہنا شروع کیا کہ انکے جانے کے ساتھ ہی فساد انگیزہ اٹھا اور ہکو امید ہے کہ انکے آنے کی
 خبر پہنچتے ہی امن و امان ہو جائیگی۔ پھر لارنس کے اقبال کا یہ عام عقیدہ ہی لارڈ ڈنلوپس کا یہ جوش
 ابھارنے کو کافی تھا کہ وہ اپنا قدم آگے بڑھا کر اپنے ماتحت پر ظاہر کریں کہ اقبال یا ادا بار کے پیدا کرنے والے
 پھر لارنس نہیں ہیں بلکہ لارڈ ڈنلوپس ہیں اور وہ اب کوئی بات بغیر اپنا آخری حکم لگائے ہوئے ہونے نہ دیں گے۔
 ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انکا یہ خیال بجا تھا۔ اس زمانے میں افواہیں اور یہی عقیدے کہ بولراج کا قصد تھا کہ جو وقت
 پھر لارنس آئیں تو اس وقت انکی اطاعت قبول کرے کیونکہ انکو امید تھی کہ بہ نسبت کسی دوسرے شخص کے
 وہ زیادہ رعایتی شرائط کو قبول کر لینگے۔ لیکن ۱۲ دسمبر کو گڈر خبر نے سر ہند سے ایک بچی اس ارادہ سے بھیجی کہ
 سر ہند لارنس کو پہنچنے کے ساتھ وہ بھی ملے اور امر مذکور کے متعلق جو غلط فہمیاں ہونے لگی تھیں اس بچی کا اقتباس ہے
 مجھے آپ کو یہ اطلاع دینا ہے کہ میں بولراج کی ایک شرط بھی کسی طرح کی نہ قبول کروں گا اور نہ سو اس امر کے
 نہ بلا شرط اطاعت قبول کرنے اور کسی چیز کی ساعت کروں گا۔ اگر وہ گرفتار ہوا تو اس کے مقدمہ کی انصافانہ طور پر گو وہ اس
 ت کا مستحق نہیں ہے حقیقتات ہوگی۔ اور اگر اس تحقیقات میں (جیسا کہ دراصل بھی وہی ہے) ثابت ہوا کہ وہ وفا باز
 نہ ہوئے گا اگر بری کے مقابلہ میں شہر کفر دیا اگر بری افسروں کے قتل میں اسکی سازش تھی تو جس قدر ممکن اپنے
 ہونے کا یقین ہے اس قدر آپ اس بات کا یقین کر لیجئے کہ انکو ضرور دھانس دی جائیگی لیکن آپ کو اب صرف یہی ایک جواب

محل

اسکو دینا ہو گا کہ بلا شرط اطاعت قبول کرے۔ جو کچھ میں نے آپ کو لکھا ہے بعد کو وہی منظور میں آئیگا۔

قبل اسکے ۱۳ نومبر کو جب لڑائی نہیں شروع ہوئی تھی انھوں نے ایک چٹھی الہ آباد سے لکھی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاؤڈ ڈلوئس نے اس زمانہ میں بھی الحاق کی ضرورت اپنے دل میں تسلیم کر لی تھی۔ اور جن لوگوں نے اس سوانح عری کو یہاں تک دیکھا ہے انہیں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس امر میں متنبہ نہ ہوں گے کہ اسے اتفاق کرینگے اور انکی رائے سے نہ کرینگے۔ لاؤڈ ڈلوئس لکھتے ہیں کہ

ہماری قطعی حکمت علی کا اظہار اسوقت تک ضرور نہیں ہے جب تک ملتان فتح اور سکون کا فائدہ اٹھانے نہ کر دیا جائے لیکن میں اس امر سے اعتراف کرتا ہوں کہ درمیان میں کوئی ٹھنڈا مقام رکھنا نہیں چاہتا۔ تلج اور خیبر کے درمیان ایک قوی ہندو گورنمنٹ کے قائم رکھنے کے متعلق مجھے بڑے لارڈ ہارڈنگ کی حکمت عملی کا سچا نمونہ کوئی نہ ہوگا۔ ایسی گورنمنٹ کے قائم رکھنے کے لیے انسان سے جہاں تک تابعدار ہو سکتی ہے وہاں تک میں نے تائید کی اور اس حکمت عملی کو قائم رکھا۔ لیکن اب میں ایسا کرنے میں کسی طرح کی مصلحت نہیں دیکھتا۔ اور جو کچھ میں کر رہا ہوں اپنے نزدیک بہترین امر سمجھ کر رہا ہوں۔

۱۸۔ جنوری کو یعنی جنگ چلیان والا کے پانچ دن کے بعد ہنری لارنس اپنی قدیم قیامگاہ ولاہور میں آئے جہاں یکم ماہ بعد سے آنگلو اپنے سابق کے عہدہ بریگیڈیئر پر پھر عود کرنا تھا اور یہاں جنگ چلیان والا کی فتح مندی کا نتیجہ انھوں نے یہ دیکھا کہ کمان کے بریگیڈیئر نے اپنے منشور سکون کے آگے برسنے میں خلل ڈالنے کے لیے پھانسلوں کے بنوانے اور پلوں کے بڑوانے کا ذکر کیا۔ لاؤڈ ڈلوئس ہنری لارنس کو لکھتے ہیں کہ

آپ کہتے ہیں کہ میں نے لاہور جا کر جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے محکوم ہوا اور وہی بیخ بنجا کو بھی ہے اور عرصہ سے چلا آتا ہے لیکن یہ البتہ محکوم معلوم نہیں ہے کہ ہم سب لوگوں کا بیخ ایک ہی امر کے متعلق ہے یا اور امورات میں ہے۔

ایک اور چٹھی میں فیروز پور سے لکھتے ہیں۔

آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ صوبجات دریائے تلج پر آپ کی حکومت کے بارے میں اور لوگ کیا کہتے اور آپ کو پسند کرتے یا نہیں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نفع سرکار کے خیال سے اسکو بہتر سمجھینگے اور یہ ہر شخص کے لیے کافی صلہ ہے۔ کرنل کی گوشمالی کیجیے کیونکہ بے اس کے چارہ نہیں ہے۔ چٹل۔ میں انسان کا صبر و استقلال نام کو چھو نہیں گیا ہے۔ بریگیڈیئر کو بلطائف اچیل یا خوف دلا کر نکال دیجیے۔

جس چٹھی میں لاؤڈ ڈلوئس نے جو ابھی ہندوستان میں تازہ وارد تھے اور پنجاب کو دیکھا تک نہ تھا ہنری لارنس کی زبردستی کی تھی راؤدر اسکا سبب وہ اشتہار نہیں تھا جسکو انھوں نے خود اپنے حکم سے مشتہر کرایا تھا بلکہ ایک اور اشتہار کا مسودہ تھا جسکو انھوں نے گورنر جنرل موصوف کی کامل منظوری سے تیار اور بعد اسکے آخری منظوری کے لیے انکے پاس بھیجا تھا اور انکی ناراضی کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ ہنری لارنس نے ایک بہادر دشمن کی نسبت

شروع کی۔ لارنس صاحب نے اپنی فوج کے دو حصہ کر کے ایک حصہ کی سربراہی لارنس صاحب کے دی گئی اور دوسرے کو کپتان کی طرف روانہ کیا اور خود پانچ سو کے سپاہی اور چار توپیں لیکر دوسرے باغیوں کی سرکوبی کے لیے وادی غنیوان کو روانہ ہوئے۔ دونوں محموند بن خوجی کا میاں حاصل ہوئی۔ لارنس صاحب نے اپنے جرنیل کو قنار اور اسکے قلعہات پر قبضہ کیا اور لارنس صاحب نے بھی یہی کیا۔ اور بعد اسکے اپنی فوج کے اور دو حصہ کر کے ایک کے ذریعہ سے آبپس کے اوپر کی پٹاری جو دشمنوں کے قبضہ میں تھی فتح کی اور دوسرے سے قلعہ کو براہ کیا۔ دونوں راہ گزرا ہوا ہے۔

ہندوئی اڈنا کو اگر رک نہ دیا جاتی تو وہ بڑا بیدار و دشمن تھا اسکے قبضہ میں کوہستان اور ہریانہ کے بڑے بڑے علاقے تھے اور نہایت ہی خریص اور تکر شخص تھا۔ علاوہ برین جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں وہ سکون کا بڑا گرو تھا کیونکہ سب سے بڑے گروانک کی نسل سے تھا۔ یہ حیثیت اسے اپنے بھائی کو مغلوب کر کے پیدا کی تھی جب کو اسے لڑائی میں مار ڈالا تھا۔ ایسا شخص ہماری مخالفت کرنے میں کبھی قاصر نہ رہتا اور ہمارا عدد اسوجستے وہ اور بھی ہو گیا تھا کہ ہم نے دھڑکشی کے موقوف کرنے میں جو بیدی فرقہ کے لوگوں کو اس قدر عزیز ہے اس طرح کی کوششیں کی تھیں۔ بالآخر اسکے اکثر لوگوں نے اس کی طرف سے لڑنا قبول نہیں کیا اور جب جان لارنس جو ہمارا ایگن کوہستان کی طرف اسکے خلاف بھی فوج کشی کرنے پر تھے ہوئے تھے سکون کے ایک گروہ کے ساتھ اسے بڑے توابے اپنا قلعہ چھوڑ دیا اور شیرنگ کے معسک میں جا کر پناہ لی جبکہ یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ بعد کی لڑائی میں جو ایو سی اور تباہی آئی اسکو برداشت کرنے کے بعد آخر میں اسے امانت قبول کر لی اور پھر اپنی عمر بھر اسے میں اگر نیرون کا پیشوا رہا۔

طعن

بیدی کے علاقہ سکون کی جانب پلٹ جانے پر جان لارنس کی کارزار کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ کارزار صرف تیرہ دن تک رہی لیکن باوصف اس امر کے کہ سب معاملات چھوٹے چھوٹے تھے کا یہابی شل بڑے محکون کے حاصل ہوئی۔ جس کارزار میں کشت و خون نہیں ہوتا اس پر مورخ کی نگاہ بہت کم جاتی ہے اور اسکی وجہیں اور بشرطیکہ دیکھ مرض معالجہ اور حفاظت جان کسی کی ہلاکت سے بہتر ہو وہ ہیں جنکے باعث سے اسکی طرف مزید توجہ کرنا لازم آتا ہے۔ اس تاریخ کے بعد سے پھر دو تہ جانڈھ میں کبھی ایک توپ بھی نہیں چلی حتی کہ جب معصیت الگیز جنگ چلیان والا کے نتیجہ کی صدا پونچنے سے احتمال تھا کہ ایک آدھ کوشش باغیوں کی طرف سے اور ہوگی تو اسوقت بھی کچھ نہیں ہوا۔ اور یہ سب صرف کثیر صاحب کی دامانی لیاقت محنت اور استعمال فراہم کا نتیجہ ہے۔ معدودے چند آدمیوں کے بھروسہ پر جو اصل کارزار کے وقت جانچنے تک قابل اعتماد بھی تھے انھوں نے اپنے صوبہ کے نہایت ہی براہ کھتہ مقامات کا فوراً رخ کرنے کا بیڑا اٹھایا خود اپنے انتظام کے

ذریعہ سے کسٹریٹ کا سامان جمع کیا فوجی حکام کو کام کی طرف متوجہ رکھا ملک کی بھول گوزرنمنٹ قائم رکھی سکھوں کو سکھوں کے مقابلہ میں لڑوایا اور نہایت متعصب المذہب اشخاص کو ان کے اعلیٰ گرووں کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ اس یادگار سال کے ماہ نومبر میں میزان پنجاب اور بھی لغزش کھانے یا جیسا کہ ابتدائی تین لڑائیوں سے ظاہر ہوتا تھا سکھوں کی جانب جھکنے لگا۔ اگر دو آہ جالندھر میں بھی آتش فساد مشتعل ہوتی اور ہماری مجبور فوج کے یمن و یسار اور عقب کی طرف سے بھی خطرہ متصور ہوتا تو معلوم نہیں کس قدر خرابی پڑتی۔ اگر گلاب سنگھ اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور چار دن طرف سے باغیوں کے بس میں آجاتا تو یقیناً وہ بھی انکا شریک ہو جاتا اور غالباً کم سے کم جنگ گجرات کے پیشتر چلیاں والا کی ایسی ایک اور لڑائی ہوتی۔

ایسے کارہائے نمایاں پر توجہ کرنے میں وہ نامی گرامی اور کامل شخص قاصر نہیں رہ سکتا تھا جو لارڈ لارنس کی جگہ گوزرنمنٹ پر مقرر ہوا تھا اور جو پس و پیش کرنے کی ان خفیف علامتوں کو بھی چھوڑنے لگا تھا جنگی وجہ سے ابتدائے ورود ہندوستان میں اسے اور دن کی رات سے سہل انکاری کی تھی اور جو اس وقت سے ہر شخص کو شائع ہے اتہار کھائی کے ساتھ یہ ظاہر کرنے لگا تھا کہ میں صرف اپنے بھروسہ پر رہنا گوارا کر سکتا ہوں۔ لارڈ ڈکنسن کی طرف یہ اشارہ تھا فیروز پور سے ہنری لارنس کو لکھتے ہیں کہ ”بیچال اس امر کے کہ کوئی اشتہار بغیر میری سابق منظوری کے جاری نہوا و بیچال اس امر کے کہ گوزرنمنٹ اور اسکے افسر اتفاق کے ساتھ کارروائی کریں اور اختلاف رائے نمونے پائے میں اس مقام کو جو بالکل سرحد کے کنارے ہے چلا آیا ہوں اور صرف اسی سبب سے میں بیان ٹھرا ہوا ہوں۔“

اس بات کو لوگ فوراً یقین کر لینگے کہ جو بے سلیقگی اور تاخیر اور خرابیاں اوائل کارزار میں واقع ہوئیں ان کے وقوع کے پیشتر جانبدار کما تیرا خفیہ اور نوجوان اور اپنی دمن کے گوزرنمنٹ کے درمیان بہت کچھ طول کلام اور رد و بدل ہوئی ہوگی۔ لارڈ ڈکنسن کی منہم چھیٹاٹ موسومہ ہنری لارنس سے جنگو اسکے جی القام فرزند نے غنایت کر کے میرے حوالہ کر دیا ہے چند اقتباسات میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ لارڈ لارنس کی چھیٹاٹ کتب پر مشتمل لغایت ستمبر ۱۸۴۹ء میں جو باتیں لکھی ہیں وہ بہت کچھ اقتباسات مذکور سے پوری ہو جائیں گی اور ان سے ایک کام یہ بھی نکلیگا کہ اس زمانے کے بعد سے مقدرات برادران لارنس پر جو شخص اس قدر اثر پیدا کرنے والا آیا تھا انکی کیفیت ایک امر کے متعلق راورین سمجھتا ہوں کہ وہ امر نہایت ہی نامرغوب ہے بہت وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو جائیگی۔ ان چھیٹوں کے ذریعہ سے برادران لارنس اور صاحب موصوف یعنی لارڈ ڈکنسن کے باہمی تعلقات کے متعلق اس قدر سرت خیز اور دردا گیزر یا بین معلوم ہوگی کہ اس مقام پر میں ضرور انکو درج کرونگا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ لارڈ ڈکنسن کی خط کتابت میں ایک خاص لطف یہ ہے کہ انکا زیادہ تر حصہ (یعنی وہ سب چھیٹاں

۲۵۔ سیر کو جان لارنس نے پرنسپل ٹیچر ہو کر متینہ جالندھر کو جو چھٹی کیمپی ٹھی اسکے چند اقباسات اس
 نطر سے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس عام بلوہ کے خیال سے انکو کن کن
 خطرات سے محافظت کرنی چاہی اور اس کام کے لیے کس قدر قلیل وسائل انکو حاصل تھے۔ وہ اقباسات یہ ہیں
 مجھکو انکی پٹی مورخہ ۱۹ء سیر ایسی ایسی وصول ہوئی۔ قطعی طور پر جو کچھ وہاں سے آپ لیتیں رکھیے کہ آپ کے ساتھ اسکے انجام
 کرنے میں میں دل سے مستعد اور ضامن ہوں گا۔ مگر آپ کو ظاہر میں یہ معلوم ہو کہ میں اپنے خیالات کے انظار میں اپنے
 حد اختیارات سے بڑھا جاتا ہوں تو آپ مجھے صاف کرینگے۔ میں نے کانگریز اور نور پور کے بابہ میں جو کچھ تجویز کیا ہے اس پر آپ کے
 اعتراضات اسی صورت میں عام ہو سکے ہیں جب فوج انکی تجویز کے مطابق قیادت کیا جائے۔ یہ امر میری خواہشوں کے بالکل ایک
 ایسی شکل پیدا کرتا ہے جو کسی طرح سے رفع نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں غریب آپ کو کھو گا کہ جو کچھ میں نے تجویز کیا ہے اسکے لیے
 کیا انتظام کرنا ہو گا اور اس بات کو آپ ہی کی رائے پر چھوڑتا ہوں کہ میری رائے کیسی ہے۔ کانگریز کے بابہ میں میرا یہ خیال ہے
 کہ اگر ایک پراپیسی کسی حصہ سپاہ کا عالی ہو سکے تو وہ وہاں کے قلم پر قیادت کیا جائے کیونکہ اس انتظام سے کسی فساد کی حالت میں
 تمام کو ہستانی سپاہ اسکے اندام کے لیے پہنچ سکیگی۔ سپاہی ایسے کام کے لیے بہت موزون ہیں اور قواعد ان سپاہیوں کی نسبت
 زیادہ آسانی سے انکی نقل و حرکت عمل میں آسکتی ہے۔ موجودہ انتظام کے بموجب زیادہ سے زیادہ صرف دو کپتانی یعنی ۱۵۔ آدمی
 میں ملکر رکھنا ہوں باقی لوگ قلعوں میں ہیں کیونکہ زیادہ جمیت بڑھانے میں پائے ہیں۔ اگر وقت پر ایک قلیل سپاہ بھی پہنچ جائی
 ہے تو باقی لوگ پریشان ہو کر تتر بتر ہو جاتے ہیں اور اپنی جمیت بڑھانے میں پائے ہیں۔ اگر ان پر کیا رگ حملہ کیا گیا تو روز بروز
 انکی جمیت بڑھتی جائیگی دوست دشمن سب انکے شریک ہو جائیگی کیونکہ وہ گانہوں کو لوٹ لیتے ہیں اور برباد کر دیتے ہیں اور لوگوں
 بڑا اپنے ساتھ شال کر لیتے ہیں۔ چنانچہ رام سنگو کی یہی کیفیت تھی۔ وہ ہر گانہوں کے مقدم کو مار ڈالتا تھا اور لوگوں کو گرفتار
 کر لیتا تھا۔ بس روزہ میں پھر ملے کیا تھا اسکے دور و زبیر ان مقامات کے ۱۵۰۔ آدمی انکے شریک ہو گئے تھے۔ کوہستانی سپاہ
 کی طرف میں بڑا قہار میں نہیں کرتا یہ خیال ہے کہ وہ ہماری وفادار ہے ہر حال میں کہ لاہور کے لوگ اسکے خلاف کہتے ہیں۔ لیکن
 اگر وہ سپاہ کسی مقام پر پوری جمیت کے ساتھ اورادہ قہر وادان سپاہ کانگریز میں رہے گی تو اس میں بلوہ عام کے ہونے کا
 خطرہ دیکھ لے گا۔ ان پٹاریوں پر سب نوکری سے چھوڑائے جو سپاہی بھرے ہیں جو ہمارے دشمن تو ہیں ہیں
 لیکن وہ ہمیشہ اور نوکری کی تلاش میں ہیں اور یہاں وہ آپ جالندھر کی نسبت ایسے مقامات پر اور بھی
 زیادہ خطرہ ہے۔ وہاں جالندھر میں نوکری سے چھوڑائے ہوئے سپاہی صدمہ سے چند دن ملک کھلا ہوا ہے اور کوئی
 قلم نہیں ہے۔ میرے نزدیک دو جماعت سپاہ بیدل اور دو جماعت غیر قواعد ان سوار اور ایک توہانہ سے سب طرح کی
 حفاظت ہو جائیگی۔ کوہستان کا رقبہ تین ہزار مربع میل ہے جس میں تمام سپاہی بھرے ہوئے ہیں اور انکی حفاظت کے
 لیے صرف تین کپتانی فور پور میں اور کوئی کسک سپاہ کا ایک حصہ کانگریز میں ہے۔ اگر گنبد گنہ میں کسی حصہ سپاہ کے قیادت

کرنے کی ضرورت سمجھی جائے تو اس میں شک نہیں کہ کانگرہ کی بھی خبر گیری لازم ہے اور اگر ہم نے کوئی بڑا حصہ سپاہ کا جدا کر لیا تو پھر یہ ممکن نہوگا۔ آپ صرف اس بات پر خیال کیجیے کہ اگر کوہستان میں عام فساد برپا ہوا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ سرکین خیر خواہ ہو جائیں گی شہرٹ جائینگے اور مالگزاری وصول نہوگی۔

میں اس بات کے دریافت کرنے میں قاصر رہا کہ جان لارنس کی درخواست آخر کو پزیرا ہوئی یا نہیں۔ لیکن بہر حال وہ دو تین مہینے تک اپنی گشتی کو ہستانی سپاہ کو لیے ہوئے آج یہاں اور کل وہاں گھومتے ہی رہے اور جہاں کہیں فساد پایا گیا فوراً اس کا انداد کیا اور صفت یہ کہ جان اور روپیہ کا نقصان بہت ہی کم ہوا۔ انہیں کی کامل منظوری اور صلاح سے ہونیئر صاحب نے جو جالندھر کی کسی جماعت سپاہ کو کوہستانی ملک کے لیے دینا گوارا نہیں کرتے تھے اس میں کا ایک حصہ ساتھ لیکر خاص اُنکے ضلع سے باری دواتہ پر چڑھائی کی اور وہاں کے فساد کو دور کر کے وہاں کے چند قلعوں پر قبضہ کیا۔

ماہ نومبر میں خبر آئی کہ پٹھان کوٹ کے سرحدی قلعہ کو جہاں صرف پچاس سکھ سپاہی کانگرہ کے اور کچھ پولیس کے لوگ حفاظت کے واسطے تعینات تھے ایک ہزار باغیوں نے گھیر لیا ہے جو باری دواتہ اور کشمیر میں جمع ہوئے تھے۔ یہ بڑے خطرہ کا مقام تھا کیونکہ قلعہ بھاری اور سپاہ محافظ قلیل تھی۔ وہاں صرف پانچ دن کا گولہ باروت اور سردار تھی اور چونکہ قلعہ مذکور پر سکھ سپاہی تعینات تھے اس سبب سے خیال بھی تھا کہ مبادا وہ لوگ اسکو غنیمت کے حوالہ کر دیں۔ بارٹش صاحب نے رات بھر میں کوچ کر کے وہاں کے سپاہیوں کو بچا لیا اور محاصرین کو بجانب دینا نگر جو سکمون کی سرحد پر ہے پٹا دیا۔ اور دوسری شب جان لارنس نے (حضرت یوشع کی طرح جب اسی طور کی ضرورت سے اُنکو جینیوٹیشن لوگوں نے طلب کیا تھا) رات بھر سفر کر کے دریائے بیاس سے عبور کیا اور پنجاب میں داخل ہو کر اسوقت باغیوں پر چھاپہ مارنے کا قصد کیا جب وہ خواب میں تھے۔ اُنکو ایک گھنٹہ کی دیر ہو گئی لیکن بہادر سے اُنکا تعاقب کر کے اُنکو بھگا دیا۔ اپنی رپورٹ میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کی فوج اس بات سے واقف تھی کہ ہلوگ اُنکی سرکوبی کو جاتے ہیں مگر اسپر بھی اُسے بڑی جرات اور پھرتی ظاہر کی۔ یہ یاد رکھنی کی بات ہے کہ میدانی ملک کے باشندوں کے خلاف جو ہماری حکومت سے رضا مندی سیتے

بلکہ اسکو پسند کرتے تھے کوہستان کے تمام سردار اپنے قدیم دستورات کے موقوف ہو جانے سے کم و بیش واجبی طور سے برہم تھے اور جو شعلہ اسوقت نکلا تھا وہ چاروں طرف بھڑک بھڑک کر پھیلتا جاتا تھا۔ کوہستانی ملک کے دوسرے کھارے پر کوٹھ کے سردار نے علم بغاوت بلند کر کے مقام میئرہ کے قدیم محل اور اُسکے متصل قلعوں کو سر کیا اور برٹش راج کے موقوف ہونے کی سلامی سر کر کے اشتہار دیا۔ اسی زمانے میں راجہ جینیوٹان نے کوہستان کے کشیب میں اور راجہ دتا پورا اور پیدی اونا نے میدانی ملک سے ہمارے خلاف بغاوت

صدر عایا کو جو ہمارے مقابلہ میں گرم پکار ہو چکی تھی وہ مکرانے پر آنے انتظام کی سخت ترین برائیوں کے
نے اور عمدہ تر تہا و اور زیادہ انصافانہ قوانین کے نئے قواعد کو اشاعت و ترویج دینے کے لیے یہ ایک
قلیل زمانہ تھا۔ لیکن اسپر ہی باوصف اس امر کے کہ اکثر وہ لاہور میں رہے جان لارنس کو مندرجہ بالا
کی تکمیل میں کامیابی حاصل ہوئی اور اب آنگلو سکاٹرہ ملا سہین شک نہیں کہ غیر ہتیار خدیان جیسے ہوئے
نہیں ہے کہ کسی گورنمنٹ کا انتظام موقوف ہو کر اسکے بدلے دوسرا انتظام قائم ہو جائے۔ صدر اشخاص
گورنمنٹ سابق کی ماتمی میں عمدے پائے ہوئے تھے یا انکی ذات سے توقع رکھتے تھے خواہ مخواہ انکی
پہچشت جاتی رہی اور صدر اسپاہیوں نے یہ دیکھا کہ اب ہر جگہ اس واماں اور حفاظت کو ترقی ہے خیال کرنا
مروع کیا کہ اب ہمارا کام جاتا رہا بیسیوں جاگیر دار اس بات کو دیکھ کر انکے انتظام یا بد انتظامی حق اُسے لیا گیا
برہم ہو گئے اور کہو بیان کرنا چاہیے کہ جان لارنس نے ایک واحد شخص کی تنبیہ اور تادیب میں جب اُنکے
مزدیک اس سے انصاف اور ضرورتاً فادہ خلافت تصور ہوا تو کبھی درخ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب
بات نہیں تھی کہ استدارا رضی پہلی تھی بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اُنکے حافظانہ اور اعتدال آمیز تبادولوں سے وہ
ناراض بہت کم ہوئے۔ اور مقام حیرت یہ نہیں ہے کہ اس حکومت کے خلاف جو باوصف ہر طرح کے
اعتدال کے معامفہ دن کی سرکوبی کر دیتی تھی استدارا ایسے بے اثر فسادات اُنکے بلکہ تھیر اس بات پر ہونا
کہ ایسے قلیل فسادات ہوئے اور انکی اعانت کرنے والے بہت کم تھے اور اس آسانی کے ساتھ رفع ہو گئے۔
دو آہ جالندھر میں جس قدر کام کے آثار پائے جاتے تھے اُسکے مقابلہ میں وہاں کی سپاہ بہت قلیل
خاص جالندھر میں چارویسی اور ایک ولایتی رجمنٹ تھی اور کچھ غیر قواعد ان سوار اور ایک بائری تو پچانے کی
تھی۔ اُنکے علاوہ دیسی فوج کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں تھیں جو ہوشیار پور اور کاگڑہ ایسے ضروری مقامات پر تعینات
تھیں۔ اور (جان لارنس کے کام کے لیے سب سے زیادہ ضروری اس باعث سے کہ فوراً حکم کی
ہو سکتی تھی) لوگن جنگی پولیس کے دو حصے تھے جن سے ایک حصہ سکون اور دوسرا ہزاری راجپوتوں سے
شامل تھا۔ الغرض صرف استدارا فوج کل صوبہ کی حفاظت کے لیے تھی اور اسہین سے بھی ایک بہت بڑا
حصہ باری دو آہ کی لڑائیوں میں کھینچا گیا تھا۔

جٹو خان بنادت کے آثار پہلے پہل ماہ مئی میں یعنی اگست میں صاحب کے قتل سے دو ہفتہ کے اندر
ہوئے۔ لہان کے جاسوسوں نے ہزاری اضلاع میں جا کر وہاں کے مرداروں کو بناوت پھیلانے
پر آمادہ کرنا شروع کیا اور اُنکے وعدہ کیا کہ تمہارے تمام حقوق اور دستورات از سر نو بحال کیے جائیں گے۔ اسی
زمانہ میں بجائی ہمارا جہ سنگھ نے جو ریڈریش کے روبرو ایک سازش کرنے کی بابت قانونی حقوق سے محرو

صلح

کر دیا گیا تھا اپنے تقدس کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی راہ پر لانا شروع کر دیا اور دریائے بیاس کے اتر طرف
کئی سو آدمی اُسے جمع کر لیے۔ اُنکا قصد جیسا کہ اسکی حرکتوں سے ظاہر ہوا یہ تھا کہ برٹش عہداری پر حملہ کیا جائے
لیکن دریائے مذکور کے اصل اولیا کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ کس کس مقام پر اُنکا پانی پایا ہے ایسے وہ دریا
چناب کی طرف پلٹ گیا۔ وہاں بعض مسلمانوں نے جو یہ جانتے تھے کہ سکھوں کی حکومت سے انگریزوں کی
حکومت بہتر ہے اس پر حملہ کیا اور لوگ کہتے ہیں کہ اپنے مشہور لشکی گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے کو دپڑا اور پھر وہاں
سے غائب ہو گیا۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ کوئی گرو کتے کی موت مرا ہو۔ وہاں بھی خاص طبع زندہ رہا ہوگا اور ایسے
جا بجا پھر نمودار ہوا تا اُنکے آخر کو دائرہ سازت صاحب نے جان۔ مہرین اسکو گرفتار کیا جسکا حال آگے چلکر بیان
کیا جائیگا۔

اواخر اگست میں اور ایک فتور برپا ہوا۔ رام سنگھ نے جو وزیر نور پور لاوریہ ایک چھوٹی سی پہاڑی رستہ
کا بیٹا تھا اُن سفاکوں کا ایک گروہ ساتھ لیکر جسکو اُسے بمون کی پہاڑیوں سے جمع کیا تھا دریائے راوی کی
نبور کیا اور شاہ پور کے قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے یہ منادی کرا دی کہ انگریزی حکومت اٹھکے اور نور پور میں ایک
بڑے موقع کی جگہ پر اپنا مورچہ قائم کیا۔ چارلس۔ سائمنسن صاحب ڈپٹی کمشنر ہوشیار پور جو بقول جان لارنس
ایک بڑے عاقبت اندیش افسر تھے اور میری ذاتی مین عمدہ سے عمدہ جو لوگ رہے انہیں ایک یہ بھی تھے شہر
کے پہلے فتر صاحب کی غیر قواعدان سپاہ کو ہمدان لیکر موقع واردات پر پہنچنے کے بعد فوراً چارلس صاحب
ڈپٹی کمشنر کانگڑہ اور خود جان لارنس کمشنر جاکر موجود ہوئے۔ اور سپاہ بھی آئی اور چند روز کے عرصہ میں باغی
کا مورچہ شکست کر دیا گیا (۱۰ ستمبر ۱۸۴۸ء) بیشمار مال غنیمت ہاتھ لگا اور رام سنگھ بڑی مشکون کے ساتھ جان بچا کر
سکھوں کی اُس فوج میں جو بمقام رسول مجتمع تھی جا ملا۔

اس اثنا میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تمام پنجاب میں فساد پھیلنا جاتا تھا۔ حکام بالادست نے
ایسی کوئی کارروائی نہیں کی جو اس فساد کو دور کرتی۔ چھ مہینے پیشتر سے یکم نومبر کی تاریخ لڑائی شروع کرنے کے
واسطے مقرر کی گئی تھی اور فساد جو تیزی کے ساتھ ملک میں پھیلنا جاتا تھا وہ کمائڈر انچیف کی رائے میں ایسا تصور
نہیں ہوتا تھا جس سے وہ اپنی تدبیر کو بدل دیتے۔ صوبہ کے ایک انتہائیہ کنارہ پر شیر سنگھ اور دوسرے پر چتر سنگھ نے
فتور برپا کیا اور اسی وجہ سے ملتان کا محاصرہ کیا گیا اتر طرف شیر سنگھ نے جو چڑھائی کی اسکا کچھ جواب نہیں دیا گیا
اور ادھر لاہور کا بھی خطرہ تھا جسکی کمزوری کا حال اگر اسکو معلوم ہوتا تو وہ ضرور اس پر قبضہ کر لیتا۔ ان سب
باتوں کا جو نتیجہ ہونا چاہیے وہی ظہور میں آیا۔ دوسرا درون کے سوا اور سب سردار باغیوں کے شریک ہو گئے
اور تمام میدانی ملک اُنکے اختیار میں آ گیا۔

دو مرتبہ تین دس توپوں سے قابض تھیں ذقبا چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُنکے جب گولے صرف ہو گئے تو نالہ سے گول پھر لے لیکر اپنے کمزور توپخانہ سے مارنا شروع کیے۔ فوج میں نام کو ایک گورنہ تھا اور تین سے مدد پہنچنے کی امید تھی چاروں طرف متعصب مسلمانوں کی آبادی تھی اور ادھر یہ خوف تھا کہ کابل سے ایک فوج آتی ہے جو حرم کی طرف کوچ کر چکی ہے۔ مگر باوصف ان سب باتوں کے انھوں نے اپنے ارادہ کو فسخ نہیں کیا اور ایک جہینے تک محاصرہ کیے رہنے کے بعد قلعہ کو مہر کیا اور دریائے ستلج کے اس پار کوچ صوبجات پر ہمارا قبضہ قائم رکھا۔ اس بہادری کے کام کا حال انگلستان میں بہت کم مشہور ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں کسی انگریزی کتاب میں بھی یہ حال مذکور نہیں ہے اور اگرچہ اسکے بعد بھی اسی طرح کی سرحدی مہمیں اور بھی اُنکے ہاتھ سے سرہون جو ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھیں لیکن رینل ٹیلر اب تک اُسی طرح رہی۔ میں۔ آئی رہ گئے۔ لیکن سوانح عمری ہذا میں اس بات کا لکھنا بے محل نہوگا کہ ۱۷۹۹ء کو وہ ایک ایسے اعزاز سے معزز ہوئے جو (اگرچہ یہ غمناک مضمون ہے) اُنکے نزدیک سرکاری طور سے اعلیٰ سے اعلیٰ خطاب کی نسبت بھی زیادہ وقیع معلوم ہوا ہوگا۔ کیونکہ اُس روز جان لارنس کا جنازہ وِسٹ منسٹر کے قبرستان میں دفن ہونے جاتا تھا تو ہیشمار ہندوستان کے فوجی افسروں اور مدبروں میں اس تاجدارِ ٹوپی کے پہننے کے لیے وہی منتخب کیے گئے تھے جسکو اُنکے دوست اور چہیف نے اس لیاقت کے ساتھ حاصل کیا اور پہنا تھا۔

اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے کہ نکلسن صاحب کا کس صاحب لکسٹن صاحب اور لیک صاحب کا جہان جہان کام ہوا یا جان انھوں نے اپنے لیے کام پیدا کیا وہاں انھوں نے اپنے فرض منصبی کو بخوبی تمام ادا کیا۔ لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ خود جان لارنس نے کیا کیا۔ اُنکا ذکر ہم نے اس بیان پر چھوڑا ہے کہ قورمٹان کے بعد انھوں نے گویا غصہ ہو کر گورنر جنرل اور جالندھر کے پرنسپل ڈپٹی اور لاہور کے پرنسپل کو لکھا کہ فوراً سخت کارروائی کرنا لازم ہے۔ اُنکی رائے پر جس سبب سے جو عمل نہیں کیا گیا اور نتیجہ وہی ہوا جو اُنکو پہلے سے معلوم تھا۔ اُنکو بذات خاص قورمٹان جانے کی بڑی اضطرابی تھی لیکن فساد و اسقند جلد پھیلنے لگا جس سے گمان یہی پیدا ہوا کہ قورمٹان کے باغی یا اُنکے جاسوس خاص انھیں کے صوبہ میں پھونچ جائینگے۔ اُنکو معلوم تھا کہ اگر پنجاب میں بلوہ ہوا تو اُنکے دو آہ پر بھی اُنکا اثر پڑے گا اور اسلئے انھوں نے اُسکی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب ہم اختصار کے ساتھ اُنکی کارروائیوں کا کچھ حال بیان کریں گے۔

اس صوبہ کو انگریزی علداری میں شامل ہوئے دو برس سے کچھ ہی زیادہ عرصہ ہوا ہوگا اور ایک بہادر

پھر ہماری توہین ان کے عقب میں اس طور سے رکھی گئی تھیں کہ بڑی گند کی مدد کے لیے انہیں سے ایک ضرب بھی نہیں چھوڑی جاسکتی تھی۔ سکائیز جو حکم دیتا تھا کبھی تو سنا اور کبھی غلط سنا اور کبھی بالکل سنا ہی نہیں جاتا تھا اور جو لوگ برخواستہ خاطر تھے وہ اس سے خوش ہو کر یہ مطلب نکالتے تھے کہ اب پیچھے ہٹنا چاہیے۔ پیچھے ہٹنے میں ہر شخص اپنی اپنی جان لیکر بھاگا۔ اس میں فریگیوں کی رنجش نے ہمارے توپوں اور گولہ اندازوں اور ان لوگوں کو بھی جو عقب میں رحمانہ کام کرتے تھے پامال کر دیا۔ تین رنجشوں کی جھنڈیاں اور چار توپیں غنیمت قبضہ میں آگئیں اور ہمارے کل ۱۹۰۰ افسر اور ۲۳۵۰ سپاہی مارے گئے۔ ان فرض اس مصیبت خیز لڑائی کے حالات یہ ہیں جب کو اس اعتبار سے رجسٹر کیا گیا ہے کہ ہم نے بارہ توپیں غنیمت میں لیں تو تین توپیں اور رکسٹا فائر انجنیت نے اپنے سرکاری مراسلات میں اس طور پر بیان کرنے کی کوشش کی کہ ہوا ایک اور فتح حاصل ہوئی لیکن گورنر جنرل نے ایک سچ کی چٹھی میں جو میرے آگے رکھی ہوئی ہے اس جنگ کی نسبت مع سابق کی دو لڑائیوں کے یہ بیان کیا ہے کہ ”تین افسرانک غیر خاطر خواہ لڑائیاں یکے بعد دیگرے ہوئیں۔ حقیقت حال سے تمام ہندوستان آگاہ تھا اور جو لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ ”فتح چلیان والا“ کی خبر ہوئے پھر انکے مین کیسار دو اور ساتھی ان کے رسوائی ہوئی انکو یہ بھی یاد ہو گا کہ اس پڑانے بہادر سپاہی مگر بیک خبر کی موتوفی سے جو ہماری سکول لڑائیوں کا مارشلین تھا عوام انگلستان کو ایک طرح کی تسکین ہوئی۔

سپول اور فوجی حکام اعلیٰ نے اب تک جنگ میں جو کارروائیاں کی تھیں ان سے اطمینان کی وجہ بہت کم پیدا ہوئی۔ لیکن ایک گروہ کے آدمی یعنی بیانیان مدرسہ تعلیم افسران پنجاب یا وہ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے فوجی ملازمت میں انتظام ملک اور انتظام ملک کے کام پر فن جنگ کی قابلیت حاصل کی تھی۔ یہ لوگ انہیں بڑی فوج کے تھیر عقب سے بیرونی حصہ جات پنجاب میں رہتے تھے اور اس تاریک زمانہ میں اعزاز حاصل کر کے اپنے اعلیٰ افسروں کے عیوب کے دور کرنے میں بے انتہا کامیابی حاصل کی تھی۔ جو کچھ ہربرٹ لارڈ لارنس نے اس ضلع میں اور ان کے باہر کیا تھا اسکا حال بیان ہو چکا ہے۔ لیکن جانچ لارنس بنگام پشاویہ میں مقام ہزارہ ہربرٹ بنگام قلعہ انگ رینیل بنگام دیرہ جات اور جان لارنس بنگام دو آبہ جالندھر اور جٹل اور اکثر افسروں کے بیرونی ملک سے بالکل جدا ہو گئے تھے یا ایسی سپاہ رکھتے تھے جسے مطلق پھر وہ نہیں کیا جاسکتا تھا اور سب کے سب ایک ایسی ویسی آبادی کے درمیان محصور تھے جسکی حقیقت دریافت کرنے کا ابھی تک انکو بہت کم موقع ملتا تھا۔ یہ لوگ اپنی بہادری سے اس امید پر اپنے اپنے حدود پر بے ہوئے تھے کہ جب تک اعلیٰ حکام حقیقت حال پر یقین کر کے لڑائی کا سامان نہ کریں اس وقت تک عام بلوہ کو روکنا یا اس میں غل ڈالنا چاہیے۔ اب ہم خوشی کے ساتھ اعلیٰ حکام کی فرض راے سے بجا با کارروائی منقسم لارڈ لارنس

ص

یہ ایک بہت ہی بڑی فوجی کامیابی تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی لارڈ لارنس نے اپنی فوج کو بڑی کامیابی سے لڑائیوں میں حصہ دیا۔

حکام متناقض احکام غیر قطعی لڑائیوں اور بیعتی فتنہ یوں کے بدلے اس ثابت قدمی مہیا کی مستعدی اور عاقبتی کے بیان پر لگتے ہیں جو سرکار لارنس انڈیا کی پٹنی کے ان تمام ملازمین میں پائی جاتی تھی۔ جن لوگوں کی مدد سے جنگ چلیاں والا کا حال سننے کے قابل ہوا اور جنگ بھارت کی فتح ممکن ہوئی وہی لوگ تھے۔ انہیں سے بعض اشخاص سلسلہ قرابت بعض بعض سلسلہ اتحاد اور بعض لوگ سلسلہ ملازمت یکجائی کی وجہ سے متفق تھے اور صاحب سوانح عمری ہذا کی ہمدردی میں تو سب کے سب تھے اور شریک تھے۔ سکھوں کی دوسری لڑائی میں انہوں نے جان لارنس کے پہلو پہ پہلو جو کچھ کیا وہ گویا اسی بات کی تیاری تھی جو نو برس کے بعد بلوہ ہندوستان کے فرد کرنے میں انکو یاتکے جانشینوں کو کرنا تھی۔ انہیں سے ہر ایک کے حال کا بیان مجسٹریٹ شل اسکے باقی ہمجنسوں کے سبے چنانچہ انہیں سے بعض سربراہان و دروہ ترین اشخاص کا جو حال میں لکھتا ہوں اس سے بخوبی تمام ظاہر ہوگا۔

پہلے جارج لارنس کو لیجیے۔ یہ پشاور میں تعینات تھے اور اگرچہ انکی فوج کو چترنگھ نے جو فوج مذکور کے سپاہیوں کا اصل فرمانروا تھا منت و آرزو کر کے فساد کرنے پر آمادہ کر دیا تھا لیکن انہوں نے سکھوں پر اپنا عجب قائم رکھا جو انکے تمام اہالیان خاندان کو ظاہر ایک موروثی حق کے طور پر حاصل رہا۔ وہ غازیانہ بہادری کے ساتھ سکھوں اور افغانوں کے بھی مقابلہ میں اپنے عہدہ پر جمے رہے تا انکہ جب دم بھر کے لیے بھی وہاں ٹھہرا ممکن نہ ہوا تو محصور ریڈ ہنڈی سے خفیہ نکل پڑے اور ایک افغان نے جسکو سربراہی لارنس نے خاص فرائض کا پابند کیا تھا پکڑ کر دشمنوں کے حوالہ کر دیا۔ سکھوں نے جو ایک بڑی شریف قوم ہے اور جس میں فطرتی و غاباری اور ناشکری نہیں پائی جاتی ہے انکے ساتھ قیدی کے طور پر نہیں بلکہ اپنے مغرر مہمان کی طرح سلوک کیا۔ اور کہا کہ ہمارے ساتھ آپ اور آپ کے بھائیوں نے سوائے مہربانی کے کچھ نہیں کیا ہے ہنے جو بظاہر محبوبی سے استدر سختی و کٹائی اسکی بابت آپ سے معافی مانگتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد انکو اجازت دی کہ ہمارے حق میں کوئی برائی نہ کرنے کا اقرار کر کے اپنے انگریزی ہڈ کو آئرنز کو چلے جائیں۔

نقشہ ہر برٹ کی یہ کیفیت ہے کہ جب افغانی حملہ کا خوف تھا اور چترنگھ سب سے زیادہ ضروری چھاوئی انگ پر (جو دریائے سندھ کے اس مقام پر واقع ہے جہاں اسکا پانی پایاب ہے) قبضہ کرنے کے لیے بغاوت پھیل چکا تھا تو لارنس صاحب کی جگہ پر جارج لارنس نے انگور روانہ کیا تھا۔ وہ پٹھانوں کی ایک قلیل سپاہ سے چھ ہفتے تک اس ویران قلعہ کو سنبھالے رہے۔ اور ان پٹھانوں کا یہ قول تھا کہ جب تک خود و دشمن ہمارے سامنے نہ آئیں اسوقت تک ہم انکو نہ چھوڑیں گے۔ اور جبوقت یہ بات بھی وقوع پذیر ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارے اہل و عیال امیر کے قبضہ میں ہیں تو انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا کہ اب ہم کچھ نہیں کر سکتے

پشاور کو بہادری سے محفوظ رکھا۔ اس دور میں کی فتح کا حال شکر ریزہ پیش کرنے لگا۔ جسکی مخالفت اب تک حکام بالادست کرتے جاتے تھے یا اگر اعانت دیتے تھے تو محض ہراسے نام دیتے تھے خاص اپنی ذمہ داری سے ایک سپاہی ہر کر دگی خیران پوشش فوج ملتان کی شرکت کے لیے لاہور سے روانہ کی۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ عام بلوہ اسکے روتے رک نہیں سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ صرف اس قدر کر سکتی تھی کہ فساد کی ترقی نہ ہونے دیتی اور سب سے زیادہ خشدابی کی بات یہ ہے کہ جان لارنس نے جو تہنیتی تھی کہ سکون کی فوج سے کام نہ لیا جائے ورنہ وہ اپنے ہوطنوں سے سازش کر لینے اس سے لاپرواہی کی گئی اور اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ شہر شکر سکھ کا پیر اس نازک وقت میں غنیمت کے مقابلہ کو گیا۔ ملتان کا محاصرہ جو شروع ہو چکا تھا وہ وقوع میں آنے لگا اور مذہبی تقارفا جسکی پہلی آواز شمال و مغرب جانب ہرقام ہزارہ و پشاور کا فوج میں اچکی تھی اب بجانب جنوب زور و شور سے ملتان میں بجھے لگا اور سکون کو بڑا کرنے لگا کہ ہر ہر مقام کے لوگ بھیج ہو جاتین اور گریٹان اور گروہ کے نام پر انجیون سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتین۔ فیروز شاہ اور سہراؤن کے آزمودہ کار سپاہی پھر ایک مرتبہ سکھ یا اور بل پھوڑ چھوڑ کر جدید جمہوری سلطنت خالصہ کی اعانت کے لیے دوڑنے لگے۔ وہ لوگ فیروز شاہ کی مشتبہ لڑائی کے بدلے چلیان والا کی لڑائی میں اسی طرح کی شکست اٹھانے اور پیریش لوگوں کو سہراؤن میں جو سر بلند ترین فتح مندی حاصل ہوئی تھی اسکے بدلے گجرات کی اور بھی زیادہ سر بلند لڑائی میں منہ کی کھانے بغیر واپس آنے والے نہیں تھے۔

پس ملتان کا فساد ہمارے تاخیر وں کی وجہ سے بڑھتے بڑھتے پنجاب بھر میں پھیل گیا تھا اور ستمبر ۱۸۴۸ء کے بعد سے اب تک جو کچھ اصلاح ہوئی تھی وہ سب برباد ہوئی جاتی تھی۔ اسکے علاوہ حدود پنجاب کے اس پار گلاب سنگھ جسکو جے کشمیر کا بادشاہ بنایا تھا اسکی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ صرف دفع الوقتی کر رہا ہے۔ اور دوست محمد جو سب سے زیادہ مرید تھا ان لوگوں سے نفرت کر رہا تھا جنھوں نے اسکے تخت کے چھوٹنے میں اپنی مرضی ظاہر کی تھی اور پھر صرف اپنی محبوس کے باعث سے اسکو اسکا تخت واپس کر دیا تھا۔ اب اس نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی جو اسکی قوم اور مذہب کے عدوت سے ہارے خلاف دوستی کر لی۔ گویا خرابی کے لیے آب و آتش میں اتفاق ہوا تھا۔ سکھ اور افغان اپنی تواریخ میں پہلے پہل پہلو بہ پہلو ساتھ ہو کر ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ پشاور جو شیر پنجاب کا بہترین ملک مفتوحہ تھا وہ پھر افغانوں کے ہاتھ میں جانے لگا اور دوست محمد اپنی عمر بھر جو شیخ جلی کے منصوبے باندھتا رہا وہ گانگی اصل میں کیل ہونے لگی۔ خطرہ کی شدت دیکھ کر آخر کو انگریزی شیر بھی چھپنے کے لیے تیاری کرنے لگا۔ مدد کے لیے بڑی بڑی سپاہ بمبئی سے طلب کی گئی دوسری فوجیں مسیبل جمیل بنگال سے روانہ ہوئیں۔ لارڈ ڈلہوزی اپنی عاقبت اندیشیوں

اور جملہ کاروں کو دور کر کے ماہ اکتوبر میں کلکتہ سے میدان کار زاد کی جانب روانہ ہوئے۔ جس وقت وہ روانہ ہونے کو تھے تو بمقام بارکپور ایک مجمع عام میں انھوں نے یہ تقریر کی کہ ”قوم سکھ نے جس طور سے جنگ طلب کیا ہے، ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا اور اس طرح سے کسی جنگ کی ترغیب نہ ہوگی مگر صاحبو! درکناس کہ کیونکر اسے اس کا انتقام لیا جاتا ہے۔“ اور ماہ اکتوبر میں (یعنی اگست اور ستمبر) صاحب کے قتل ہونے کے ٹھیک چھ مہینے کے بعد وہ فوج ظفر موج جو انتقام لینے والی تھی فیروز پور میں اگر مجمع ہوئی۔

اس جنگ کی ان تفصیلات سے جو جان لارنس آٹکے صوبہ دوا بہ جالندھر کے شہر کالے کار اور اگلی آئندہ کارروائی سے تعلق نہیں رکھتی ہیں راقم سوانح عمری ہذا کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ صرف ایک مختصر بیان کافی ہوگا۔ یہ عظیم الشان فوج جو جمع ہوئی تھی اسکی کمان لارڈ گفٹ کو نمبر کے مہینے میں ملی۔ یہ فوج اپنے تمام شعبوں سے درست تھی سو آرون بار برداری کے جانوروں سامان جنگ اور توپوں سے بخوبی تمام تیار تھی۔ ہندوستان میں عرصہ سے جو لوگ تجربہ اٹھاتے آئے ہیں انکا قول ہے کہ ہمارے نزدیک یہ فوج جان جاتی وہاں جو چاہتی سو کرتی۔ لیکن پہلے پہل ۲۲ نومبر کو مقام رام نگر واقع دیباے چناب پر جو لڑائی ہوئی اس سے ایک بڑا خلل پڑ گیا اور بھلہ اور بڑے بڑے نقصانات کے کیوزرٹن صاحب اور ڈبلیو ہونڈلاک صاحب بھی کام آئے۔ دوسرا امر کہ جو ۳ دسمبر کو سعدا پور میں ہوا گواٹسکی نسبت گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف دیرری سے دعویٰ کرتے تھے کہ ہکو فتح حاصل ہوئی لیکن اصل یہ ہے کہ سکھ لوگ مصلحت وقت دیکھ کر ترتیب و انتظام کے ساتھ چناب سے جھلم یعنی ایک عمدہ مقام جنگ سے ایک اور زیادہ بہتر مقام کو بجانب عقب چلے گئے۔ اور اب لارڈ گفٹ نے جنگی عادت سے گورنر جنرل بخوبی تمام واقف تھے اور ایسے لئے عاقبت اندیشی کی سخت تاکید کر دی تھی پھر ہفتے کی اور مہلت مانگی۔ آخر کار ۱۱ جنوری کو وہ آگے بڑھے اور تیر معوین تارنخ سہ پہر کو تین بجے (کیونکہ چند توپ کے گولے جنگی آدمی قوت ہنوز باقی تھے اگر ڈھلکنے لگے اور اس سے انہیں جنگی جوش شدت سے پیدا ہو گیا) اس آتش مزاج بوڑھے جنرل نے برخلاف اس عبرت انگیز تجربہ کے جو مد کی اور فیروز شاہ کی لڑائیوں میں حاصل ہو چکا تھا حکم دیا کہ حملہ کیا جائے۔

چلیان والا کی لڑائی اس طرح کے مذہب اور مایوسی سے شامل تھی کہ گواہی فوج کے ایک بہت بڑے حصے نے داد شجاعت دی لیکن وہ قطعی شکست سے زیادہ ہمارے حق میں خطرناک تھی۔ پیا دون کے ایک بریگیڈ نے اس عجلت سے چڑھائی کی جس سے وہ بالکل خستگی اور ضیق کی حالت میں غنیم کی توپوں کے سامنے پھونچ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ نقصان عظیم اٹھا کر فوراً پیچھے پلٹا۔ سواروں کا ایک بریگیڈ اسطور سے غنیم کے مقابلہ کو بڑھا کہ نہ تو اسکے آگے پھیٹھ چھاڑ کرنے کے لیے ہتھیار نہ کر سکا تھے اور نہ عقب میں کوئی جمعیت مدد کرنے کے لیے تھی۔

اس میں انکا نقصان سب طرح کا ہے اور فائدہ کسی طرح کا نہیں ہے اگر وہ چاہتا تو قتلان میں نہ رہتا تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ آپ نے اس پر ثابت کیا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق قتلان میں رہے اپنی خوشی سے نہ رہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نہ تو قتلان کا چھوڑنا اور نہ ہماری شرطوں کا پابند ہو کر وہاں رہنا پسند کر کے اس نے اپنے نزدیک اس فساد کو خفیف سمجھ کر جائز رکھا ہو گا کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس صوبہ کی فرائز وائی کس قدر مشکل ہے۔ جو کچھ جواب اس وقت باغیوں کی تہذیب میں ایک روز کی بھی تائید مناسب نہیں ہے۔ جس روز انکو غیر ہونچیکل کلاہور سے فوج روانہ ہوئی ہے اسی روز انکی آدمی قوت ناک ہو جائیگی اور اگر تائید ہوئی تو ہزار آدمی انکے نشان کے پیچھے جمع ہو جائینگے۔ آپ کا دوست صادق جان لارڈ لائش

مکر رہا کہ ہکو اپنے افسروں کا بدلہ میں سے لینا چاہیے وہ مکملوں کی گورنمنٹ نہیں ہے۔ فقط

ان عجلت کی گھنٹی ہوئی چیمپوین میں جو صلاح دی گئی تھی اس سے زیادہ صاحب صلاح کا دینا محال ہے۔ لیکن قبضہ سے اس پر عمل نہیں کیا گیا اگر عمل ہوا تو اتنی تاخیر کے بعد جب اس سے کوئی فائدہ نہوا۔ یہ سچ ہے کہ جان لارڈ لائش کو قتلان کی قوت کے بارے میں غلط اطلاع ملی تھی جیسا کہ انھوں نے اس زمانے کے چند روز کے بعد خود ہی اعتراف کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ بغیر قلعہ شکن تو پھانے کے چڑھائی کرنا خلاف مصلحت ہے۔ لیکن کیا قلعہ شکن تو پھانے حکم دینے کے ساتھ ہی کوچ کرنے کے لیے فیروز پور میں تیار رہیں مینا تھا۔ جو دیے تلج کی راہ سے ایسے مقام تک جاسکتا تھا جہاں سے قلعہ صرف چالیس میل رہ جاتا۔ اور کیا لارڈ لائش نے فیروز پور جانے صر اور لاہور میں تین گشتی بریگیڈ پھر حکم چڑھائی کرنے کے لیے جو تعینات کر رکھے تھے وہ صرف اس بات کے واسطے نہیں تھے کہ اسی طرح کی بناؤ توں کے وقت اتنے کام لیا جاتا۔ اس زمانہ تک بولراج نے محاصرہ کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تھی اور اگر فوراً چڑھائی کیجاتی اور اسکے ساتھ یہ خبر پہنچتی کہ توہین پیچھے آتی ہیں تو شاید اس باغی جمیعت کا بالکل زور ٹوٹ جاتا جو گو بار کی طرح جمع ہو رہی تھی۔ اور اگر یہی کی یہ کیفیت ہے کہ اگر انگریزوں نے ہمیشہ عمدہ عملی سم کے لیے ساری کارروائیاں موقوف رکھی ہوتیں تو چند وقتان کبھی انکے ہاتھ سے فتح نہو سکتا۔ قلعہ سری رنگ پٹن ہم دہلی کو میں وسط فصل گرما میں سہ ہوا تھا۔ اور جیسا کہ جان لارڈ لائش کو اتنی بات کا خیال تھا وہ بڑے اطمینان سے اس بات کو یاد کرتے کہ قلعہ سر کرنے والی جمیعت کے افسر ننگے والد تھے جو پتی ہوئی زمین پر رخنہ دیوار قلعہ کے پاس کئی گھنٹہ تک زخمی پڑے رہے تھے لیکن اسپر بھی مجھڑا تمام کر دیا تھا۔ جب علیگندہ فتح ہوا اور آسانی کی لڑائی ہوئی تو سمجھ کا مہینہ تھا اور یہ فصل تندرستی کے قی میں اور بھی زیادہ خراب ہے اور جون کے مہینے میں خود جان لارڈ لائش نے ٹیکنا بانی سے دہلی کی طرف اپنی فوجوں کو بھیج کر کہے چڑھائی کی تھی۔

خوش قسمتی سے پنجاب کے ایک دوسرے حصہ یعنی دیر و جات میں ایک نوجوان ماتحت اس زمانے میں اس کے کام پر تھا جو گورنر جنرل اور گاندھارا پٹھان سے نہیں بلکہ لشکر و آجہ جالندھر کی راہ سے تھاتر متعلق

فوراً کارروائی کرنے کا موتمن تھا۔ انگریز صاحب کی طرف سے چند عجلت میں گھسیٹی ہوئی سٹروں کی ایک چٹھی جسکے لفظوں کی عبارت یہ تھی ”بنام چٹرنل وائن کورٹ لینڈز متبام بنوں یا آنجا کہ صاحب موصوف باشند موصول باد“ ۲۲ سپریل کو دیر فتح خان کے قریب ہربرٹ ایڈورڈس صاحب کے ہاتھ لگئی جہاں وہ خیمہ زن تھے اور اسکے ذریعہ سے اس واقعہ کی انکو خبر پہنچی۔ انھوں نے اپنے کسی اعلیٰ افسر سے استصواب رائے کرنے کی انتظار نہ کی اور دل میں یہ نشان لیا کہ جہانگیر ہو سکے میں اس بارے میں اعانت کروں گا۔ اس پر شور ضلع میں ایک افسر مال کے ساتھ حثیت کے لیے جو چند آدمی تھے انکو ہراہ لیکر اور اس بات سے بخوبی آگاہ ہو کر کہ ان میں سے صرف چند ہی آدمی بھروسہ کے قابل ہیں انھوں نے کشتیاں جمع کر کے دریا سے سندھ سے عبور کیا اور لیئہ پر جو دو آبہ سندھ ساگر کا صدر مقام ہے قبضہ کیا اور وہاں یا انسی جگہ کے کسی قریب مقام سے انھوں نے بقول خود اس طرح سے مولراج کے حملہ کا انتظار کیا ”جیسے ٹریڈ جیٹ پر بھونکتا ہے“۔ چونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ پنجاب میں مختلف اقوام کے لوگ آپس میں سخت عداوت رکھتے ہیں اس سبب سے انھوں نے ... ۳۰ چٹان بھرتی کئے اور اسطور پر بالکل اس قاعدہ کے برعکس کارروائی کی جس سے زمانہ مابعد غدر کے ایام میں ہکو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ انھوں نے سرحد کے مسلمانوں کو ملتان کے سکھوں اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہتیار دئے جس طرح سے بعد کو انھوں نے سکھوں کو دہلی کے مسلمانوں اور ہندوؤں سے مقابلہ کرنے کے لیے مسلح کیا تھا۔ ادھر تو انھوں نے یہ سپاہ جمع کی اور اُدھر وہاں کورٹ لینڈز صاحب کو جو ایک بڑے لائق افسر تھے اور سکھوں کی فوج میں نوکر رہ چکے تھے بنوں سے طلب کیا اور کچھ سپاہ بسر کر دی لیکن صاحب بہاؤ پور سے منگائی اور اس سب فوج کے ذریعہ سے ۱۸ جون کو جو جنگ وائرٹوئی سالگرہ کا روز تھا مقام کیشنری میں ایک سخت جنگ کے بعد مولراج کو شکست دی اور سید عالم خان کی طرف اسکو بھگا دیا۔ بعد اسکے چند روز کے گزرنے پر تعاقب کر کے پھر ایک دوسری لڑائی میں بمقام سندھو سائیں اسکو ترک دی اور مولراج اور اسکی سپاہ کو درحقیقت اسکے قلعہ کے اندر بند کر دیا۔ گرنی صاحب کو صاحب موصوف نے لکھا کہ ”اب دعا واکر نے کا بس یہی وقت ہے مجھ کو اس بات کا خیال کر کے سخت قلق گزرتا ہے کہ میری گردن کی رسی بس اسی مقام تک مجھ کو پہنچا سکتی ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتا“۔ انھوں نے چڑھائی کرنے کے قبل ”چند بھاری توپیں ایک بم کے گولوں کا توپخانہ کچھ سفر مینا کے لوگ اور اسکی نگرانی کے لیے میجر پیئرٹیس اسیتھردیو چاہی تھی لیکن بد قسمتی سے یہ مدد نہ پہنچی اور اب وہ اپنے اختیار کے باہر کام نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انکی گردن کی رسی انکو آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی“۔ لیکن ایک نوجوان ماتحت فوجی عہدہ دار کی حیثیت سے انھوں نے جو کوششیں کیں وہ بیشک اس شخص کے مناسب حال تھیں جس نے اس زمانہ کے چند برس بعد ایک اور بھی زیادہ خطرناک وقت میں خاص ملک کے باغیوں اور بیرونی ممالک کے دشمنوں کا مقابلہ کر کے سرحدی مقام

اپنا رہنا چاہیے۔ اگر اس صلاح پر جو جان لارنس نے دی تھی اور ایک بڑے درجہ تک گہری صاحب نے بھی جیسی تائید کی تھی عمل کیا جاتا تو ہم بلاشبہ کھل سکتے تھے لیکن غالب فسادات (جیسا کہ اس طرح کی اور حالتوں میں ہم ہمیشہ ہندوستان میں دیکھ چکے ہیں) شروع ہوتے ہی ختم ہو جاتا اور صرف ایک مقامی ہنگامہ ہو کر رہ جاتا۔ قتل کا ارتکاب ۲۰ اپریل کو ہوا۔ اور جان لارنس کے دور واز پھاری ہنرستان پر جو کہ وہاں ایک ہنرستانی چونیوں کے نیچے واقع ہے ۲۰ اپریل کو اس معاملہ کی خبر پہنچی۔ اسی روز انھوں نے نہایت زور دیکر اپنے دھب سے دو چھیناں الپٹ اور گہری صاحب کے نام لکھیں جنکے اقتباسات میں آگے درج کر دیا۔ جو قوت ہم ان چھینوں کو پڑھتے ہیں تو کچھ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں کیسی خدا داد کاوت اور عقل تھی کہ باطنی نظری میں اصل حقیقت اس فساد کی اسکو معلوم ہو گئی اور ایسی تدبیریں اختیار سوچ لیں جن سے فی الحقیقت اسکا اندام مستور تھا۔ اسکی یہ باتیں اس بڑے نازک وقت کا مقدمہ تھیں جو زمانہ مابعد اسکے اوپر آن کر پڑا تھا۔ گورنر جنرل اور گورنر لارنس نے اس سے وہ جدا اور شاید یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ وہ جدا ہو گیا تھا۔ اسوقت اسکا کام تجویز بتلانے یعنی اسے دینے کے بدلے حکم دینا خیال کرنے کے بدلے کارروائی کرنا اور قاب و اداب اور انفرمی کے قواعد کو اس مقصد کے لیے شکست کرنا تھا کہ ان باتوں سے ہرجا بہرہ کر کوئی کام کیا جائے اور جو طوفان اس نے میں اٹھا تھا وہ خاموش کیا جائے۔ خیر۔ الپٹ صاحب کے نام انھوں نے یہ بھی لکھی تھی۔

نہ

میر کے پاس الپٹ صاحب۔ بلکہ گہری صاحب کی تحریر مورخہ ۲۵۔ ماہ وادان سے فنان کے انوشاک واقعہ کی ابھی ابھی خبر پہنچی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں لکھنؤ اور رائے پور میں صاحب ماسے گئے۔ میں نے گہری صاحب کو کہا ہے کہ اگر میری خدمت کام آسکتی ہو تو میں وہاں آنے کے لیے موجود ہوں۔ میں ایسی جگہ پر جان پیری ضرورت نہ خواہ خواہ کو اپنے تئیں ٹھونسنا نہیں چاہتا لیکن اس قسم کے نازک وقت میں میں اپنی طرف سے کام کرنے کی استدعا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ گہری صاحب اس بات پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں کہ اس معاملہ کو دبا کر پھر پور میں اور فنان پر فوج کشی نہ کریں۔ میں نے انکو جو جواب لکھا ہے اسکی ایک نقل آپ کے پاس بھی روانہ کیے دیتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ آج کل کا موسم فوج کشی کے لیے موزوں نہیں ہے لیکن جو فرمایاں فوج کشی میں جن جن خاموش رہنے میں آئے ہیں زیادہ متصور ہیں۔ اگر فوراً باغیوں کا استدعا نہ کیا جائے گا تو بیون پشا وراور ہزارہ کے تمام انگریزوں کی جائزین معرض خطر میں رہیں گی۔ و وصال کا عرصہ ہوا کہ تیرہ تین ہاں۔ اسے آدمی اسی طرح کے خطرہ سے بال بال بچنے اسوقت یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ یا تو فوجی اعانت قبول کر لے یا پھر فوج کشی کجائے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو انجان کی جو سپاہ ابھی نوکری سے چھوڑا لی گئی ہے وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور باغیوں کی شریک ہو کر یورش کرے گی۔

اسی دن جان لارنس نے گہری صاحب کو یہ بھی لکھی۔

گو مدد لاش کا ہال چلن کیسا ہی برا کیوں ہو مگر اس بات میں ہلکے شہ ہے کہ وہ اصل ہنگامہ کا بانی ہے۔ آپ اس

بات پر یقین کیجیے کہ وہ مقتضائے وقت سے مجبور ہو گیا ہوگا۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ وہ انتہا مرتبہ کا بزدل ہے اور ابتدا میں اپنے جن خاص باتوں پر اصرار کیا تھا اس میں سے ایک بات یہ تھی کہ قبل اسکے کہ اسکا ملک کو چھوڑ دینا عوام میں مشتہر ہوا اسکو وہاں سے جانے کی اجازت دیدی جائے۔ یہ اکثر واقع ہوا ہے کہ کسی ہنگامہ میں سکھ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے نہیں لڑتے اور کمزور فریق اپنے قوی تر فریق سے شریک ہو گیا۔ تاہم یہ بات باور نہیں آتی کہ خان سنگھ کی سپاہ نے اس طرح کا برتاؤ کیا ہو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اب مجھ کو اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ دربار کی کوئی فوج ملتان پر چڑھائی کرنے کی حالت میں وہی برتاؤ نہ کرے۔ خان سنگھ کی سپاہ نے کیا ہے۔ باد صغریٰ اور خراب فصل کے میں اسی بات کی صلاح دونوں کا فوج کشی کیجائے۔ ورنہ جو آپ کو بادشاہ ہے خون ہزارہ اور پشاور میں بھی فساد ہوگا۔ ملتان کوئی زبردست مقام نہیں ہے افسر لوگ رضامند یا غیر رضامند ہوں مگر انکو اپنے سپاہیوں کے بچانے کے لیے ضرور جانا ہوگا۔ آپ کے دفتر میں وہاں کی قلعہ بندیوں کا ایک نقشہ ہوگا جسکو بچا رہے انڈیئرس نے کھینچا تھا۔ میرے نزدیک ایک بریگیڈ فیروز پور اور جالندھر سے لینا اور دو ڈویژنیں اور چھ دیسی حصص فوج لیکر ملتان پر چڑھائی کرنا چاہیے۔ یہ مقام محاصرہ کی تاب نہ لاسیگا۔ وہاں سے تھوڑی ہی بلندی پر اگر گولے چلائے جائینگے تو قلعہ سر ہو جائیگا۔ اس کارروائی میں میرے نزدیک بھی بہت سے اعتراضات ہو سکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دوسری کارروایاں اس سے بھی بڑے خطر قابل اعتراض ہوں گی۔ دربار نہ تو کچھ کرتا ہے اور نہ کر لگا۔ میں نے اسکو کبھی کچھ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بہر حال سبقت ہماری جانب سے ہونا چاہیے اگر آپ مجھ کو کسی کام کے لائق خیال کریں تو صرف آپکے کہنے کی دیر ہوگی۔ میں بارٹنس صاحب کو اپنا کام حوالہ کر کے کانگرہ سے پانچ روز کے عرصہ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اس معاملہ میں میری کوئی ذاتی خواہش نہیں ہے لیکن اگر میں کسی کام اسکوں تو ایسے نازک وقت میں مجھ پر کئی اعانت کرنا فرض ہے میں دینا مگر کے راستہ سے آؤں گا۔

دوسرے روز پیر آٹھنوں نے ایک چٹھی گری صاحب کے نام اس مضمون کی لکھی۔

میرے پیادے گری صاحب۔ میں نے جبے آپکی تحریر کے ذریعہ سے معاملہ ملتان کی خبر سنی اسوقت سے اس پر غور کرتا رہا۔ میری رائے اب تک یہی ہوتی ہے کہ قلعہ پر ہماری فوج چڑھائی کرے اور یہ چڑھائی سکون کی اعانت کے طور پر نہیں بلکہ خاص ہماری طرف سے ہو۔ میری خواہش یہ ہے کہ وہ مقام محصور کیا جائے اور اگر وہاں کی باغی سپاہ اطاعت نہ قبول کرے تو مصلحت وقت دیکھ کر قلعہ گولوں سے اور یا جانے اور خالصہ سپاہ کو ایک ایسا سبق پڑھا دیا جائے جو ہمیشہ کے لیے اٹھو یا در ہے۔ اگر آپ موسم سرما تک کچھ کارروائی نہ کریں گے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ ملک میں بلوہ ہو جائیگا اور دوسرے مقامات پر بھی فساد ہوگا۔ آپ نہ تو اس حصہ ملک سے مالگزار و وصول کر سکیں گے اور نہ قرب و جوار کے اختلاص کی مالگزاری وصول ہوگی اصل تو یہ ہے کہ اگر تاخیر ہوئی تو معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ اگر آپ ہماری فوجیں بھیجا مصلحت نہ سمجھیں تو اس صورت میں بہتر ہوگا کہ آپ کسی سکھ کو نہ روانہ کریں کیونکہ وہ بالیقین باغیوں کے شریک ہو جائینگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مولراج نے سازش کی یا

تمام باشندگان پنجاب کے نام اس مضمون کا اشتہار جاری کر دیا کہ سب کے سب اجنبیوں کو دور کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب اگر عجلت اور مستعجلی سے کارروائی کرنے کا کوئی وقت تھا تو وہ یہی تھا۔ اس موقع پر دیکھو کہ چال و چلن کا امتحان کرنا اور ہر صاحب حکومت آدمی کو جانچنا لازم تھا۔ لارڈ ہارڈنگ اور ہنری لارنس اس موقع پر جو کچھ کارروائی کرتے وہ اس کارروائی سے بخوبی ثابت ہو سکتی ہے جو کشمیر میں امام الدین کی نسبت کی گئی تھی۔ اور جو کچھ گری صاحب آزا دانہ اختیار پانے کی حالت میں کرتے اس کا قیاس ان مدیروں سے کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے فوراً ملتان کی جانب سپاہ بھجوائی اور اگر حکام بالادست کے صحیح احکام کے خلاف نہیں تو انکی خواہشوں کے خلاف ہر حالت میں بعد کو فوج کشی کی۔ اور جان لارنس کو اس معاملہ میں جو کچھ کرنا تھا اسکا حال بلاشبک شبہ ان چٹھیوں سے ظاہر ہے جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ یہ چٹھیاں اس اعم دانشمندی کے ذریعہ سے نہیں لکھی گئی تھیں جو وقوع واقعہ کے بعد ہر شخص میں آجاتی ہے اور اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ راقم اس صورت میں جب اسکے کرنے کا کوئی اختیار باقی نہ رہ گیا ہو کیا کر سکتا تھا۔ بلکہ جس روز خبر مذکور آنی اسی دن انھوں نے لایٹ صاحب بکر ٹری گورنمنٹ گری صاحب ریزیڈنٹ گورنر جنرل اور ہولکر صاحب بکنگھم ریزیڈنٹ کمان جالندھر کے نام اسی وقت گھسیٹ کر روانہ کیں۔ ریزیڈنٹ گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کے باہین متواتر جواب نامہ رہا اور اسکا کوئی نتیجہ نہ نکلا اسکی تلاش میں محنت کرنے سے میرے لیے زیادہ تر یہی لازم ہے کہ جان لارنس کی چٹھیوں اور انکے خیالات کو ظاہر کر دوں۔

اب اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ صورت معاملات کیا تھی۔ کمانڈر انچیف ایک بہادر اور شیر دل شخص تھے لیکن وہ ہمیشہ افراط پر مائل رہتے تھے۔ جسوقت وہ جوش میں ہوتے اور کہیں بدوق کی ایک آواز سن لیتے تو پھر انکی کارروائی اور جرات میں کوئی بات اٹھ نہ رہتی۔ اور جسوقت وہ سرد پڑتے تھے تو انہیں اس طرح کی عاقبت اندیشی آجاتی تھی جو کسی کم بہادری والے آدمی میں اگر پائی جاتی تو وہ سب سے زیادہ بزدلی میں مطعون ہوتا۔ گورنر جنرل ابھی سننے ہندوستان میں آئے تھے۔ انکی عمر ابھی صرف ۲۷ برس کی تھی اور جیسا کہ ایسے موقعوں پر اکثر ہوا کرتا ہے جسوقت میمازک معاملہ انکے روبرو پیش ہوا تو اپنی تیزی طبیعت اور بختہ ارادے کے کام میں لائیکے بدلے دوسروں کی مشورت پر بھروسہ کیا۔ ہندوستان کی تمام کارروائیوں میں جو انکے گورنر جنرل کے زمانے میں انکے ذریعہ سے عمل میں آئیں شاید اسی موقع کی بابت انکے اوپر اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان دونوں حکام بالادست کی رائے آخر میں یہ قرار پائی کہ اب کسی جنگی کارروائی کا قصد کر کے انگریزی سپاہ کو جو حکم میں پھنسانے کا وقت نہیں رہا۔ یا جیسا کہ ہنری لارنس نے طنز اگما ہے انھوں نے یہ قطعی قصد کیا کہ موسم سرما میں ایک بڑا لشکر کھیلین گے اور گورنر جنرل

۲۵۲

دوسو کا دنیا تو ہم لوگ بالکل عیدست و پرا ہو جائینگے۔ کام اسوقت تک کبھی انجام نہوے گا جب تک پنجاب کے تمام غافل افسر ہی اور گرفت نہ کرینگے۔

فیس ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ افسران پنجاب قوت سے زیادہ کام پڑ جانے کی وجہ سے انکو چھوڑ کر چلے جانے کے لیے مشہور ہو گئے اور اپنے اعلیٰ افسروں کی مرضی کے خلاف اپنی خستہ اور شہرہ طبعیتوں کو بھلانے کے لیے انکو بغرض تبدیل آب و ہوا امریا یا چیمپا ایشلم کے پہاڑ پر جانا پڑا۔

عارضی تبدیل آب و ہوا اور قتل مقام کو جان لارنس نے صرف اسی حالت میں اپنے لیے جائز رکھا جب اس زمانہ کے واسطے بھی کسی نہ کسی طرح کا کام مقرر کر لیا کہ اسکو دورہ میں انجام کرتے جائینگے اور وہ ہمیشہ اس بات کے واسطے مستعد رہے کہ اگر دورہ کرنے کے کام پر انکے بھائی جنگو وہ کام بہت اچھا معلوم ہوتا تھا جاتین تو میں اپنی میری پھینچا کام کرتا رہوں۔ مثلاً یہ بندوبست عرصہ سے ہوا تھا کہ جب لارڈ ڈنلوپی شمال مغرب پنجاب کے دورہ کو نکلیں تو جان لارنس انکے ساتھ جاتین۔ اور وہ بہت خوشی سے اسوقت کا انتظار کر رہے تھے لیکن ۱۵ مئی تک کسی ہوتی مچھی کے ایک فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکو اپنے بھائی کے خلاف ایمان پر ترجیح حاصل کر کے ہرگز کسی کی خواہش نہیں تھی۔ وہ فقرہ یہ ہے۔

مجبوراً اس بات کا نفاذ ہی شوق ہے کہ سرحد کی پیر کروں۔ لیکن میرے بھائی کو بھی علی الخصوص ایسی حالت میں جب آفریقہ کے خلاف ہلکو کوئی کارروائی کرنا ہو وہاں جانے کی خواہش ہے۔ اور عوام کی رائے میں انکی خدمتیں میری خدمتوں کی نسبت زیادہ مفید اور کارگر ہوگی۔ اسلئے میں نے حضور کے ساتھ سرحد پر جانے کی جواہد عاکیں ہی انکو خوشی سے واپس لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کے بیان کرنے میں سخت افسوس ملا وہ کہہ کہ ہمارے افسر و زبیر و طیل ہوتے جاتے ہیں۔ نیز لکٹ اور پکٹوینڈ انکاٹ و دونوں عارضین اور عجیب نہیں اگر انکی نشان چلے جائیں۔ ہمارے بیول افسروں میں خانیجہ اور گنٹ بہترین افسر تھے۔ ہاتھ سے جاتے ہیں انکی جگہ متور کرنے کے لیے انکی لیاقت کے برابر کوئی آدمی نہیں ہے۔ جب تین آئندہ حالات پر خیال کرتا ہوں تو مجھے ایک طرح کی اچھی پیدا ہوتی ہے۔

سرحی فوج کے زیادہ بحث طلب مسئلہ کے متعلق چار خرواب حل ہونے کے قریب ہو چکا جاتا تھا اور بمطرح سے جان لائرنش چاہتے تھے اس طرح اسکا فیصلہ نہیں ہوتا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسری میسجی محول کسٹنٹ کیونکہ گواہین زیادہ تر پانی و دلیلیں مریج ہیں لیکن عام راسے ہندوستان کا بھی مذکور ہے اور وہ اسے جیسی اس گواہین میسجی بھی باقی تھی ویسی اسکا بھی سمجھ جاتی ہے چھٹی لک کے محول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس گواہین جان لائرنش اور اس کے شرکاء کے ہونے کے مفصل حالات چند الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

اصل امر جویر طلب یہ ہے کہ جناب میں جو میں غریب تھے رہتے ہیں وہ کما حقہ انجینئر کے سپرد کر دیئے جائیں

یاد رہے سندھ کے واسطے ساحل پر پشاور کے جنوب میں ملک کی حفاظت کے لیے ٹورڈ کے اختیار میں چھوڑ دیئے جائیں۔ اس بات سے توین صاف صاف اعتراف کرتا ہوں کہ اگر یہ فوجی حصے ہمارے اختیار میں رکھے جائیں گے اور سرحد کی حفاظت ہمارے ذمہ مقرر کی جائے گی تو اس میں بڑے بڑے فوائد متصور ہیں لیکن میں اس بات کی صلاح دینے سے ہمیشہ پہلوتی کرتا رہا کہ اس میں بڑی ہی مشکلات لاحق ہوں گی۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی اچھا نیک نیت ہو یعنی ایسا جس پر ہم بھروسہ کر سکیں اور جو ہمارے خیالات کے مطابق عمل کرنے پر تیار رہے تو یہ دقیق بہت کم ہو جائیں۔ اس پر بھی مجھ کو وہ بہت بھاری معلوم ہوتی ہیں۔ بعض دقیق تو ایسی ہیں جن کا بذات خاص مجھ کو تجربہ ہوا ہے اور جو شخص فوجی آدمیوں کے ساتھ رہ چکا ہے اور ان لوگوں میں شامل رہا ہے وہ ضرور ان قانون سے اعتراف کریگا۔ ہندوستان میں عام رائے بالکل فوجی خیالات کے مطابق ہے اس واسطے فوجی راءوں اور فوجی خیالوں اور فوجی مقاصد کو سب پر غلبہ ہے۔ اگر معاملات میں عدالت ثابت ہوئی تو شاہی فوجی حکام کو ملکی اور اگر کچھ خرابی ہوئی تو اس کا الزام انہیں افسروں پر عائد کیا جائیگا۔ کمانڈر انچیف کی رائے بالضرورت ان کی وردی کے مطابق ہیں ان میں شاید بہت کچھ مبالغہ ہے لیکن پھر بھی کمانڈر انچیف کی رائے میں اس بات پر کامل اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میدان کا رزاکا افسر کمان کبھی کسی مشکل کے وقت میں محض ناقابل نہ ثابت ہو گا کمان تو ہمارے اعتبار سے یہی ہے کہ بعض اوقات اس کی یہ حالت بھی ہوگی لیکن اس کی نالائقی کے نتیجے میں انتظام پر عائد کیے جائیں گے۔ یہ ایک لازمی بات ہے۔ اگر میں سپاہی ہوتا تو غالباً میں بھی اس فریاد میں شریک ہوتا۔ ہندوستان نے سروس میں نیکوئی سے زیادہ لائق اور بہتر اشخاص بہت کم ہم پہنچائے ہوئے۔ اگر ان کی صلاح پر عمل کیا جاتا تو فساد کابل کا نتیجہ ہوا ہے وہ کبھی ہوتا بلکہ کچھ اور ہی طور میں آتا لیکن لوگ آج تک ان کو بدنام کیے جاتے ہیں اور جو خرابیاں واقع ہوئی ہیں ان سب کے باعث وہی خیال کیے جاتے ہیں۔ فوجی حکام کے سوا افسروں کو عاجز کرنے کے ہزار ہا طریقے ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے اور ان کا شکا ہونا دانشمندی کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی ترش کی بات نہیں ہے کیونکہ فی الجملہ میں نے بہت توجہ کے ساتھ اس بارے میں برتاؤ کیا ہے۔ لیکن یہ مجھ کو اکثر دریافت ہوا کہ میری عزت اور ناموری ایک چڑچڑے پڑھے آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ سرحد ایک خطر کی جگہ اور اس واسطے ایک اعزاز کا مقام ہے اور فوجی حکام یہ بہت مجموعی اس بات کبھی گوارا نہ کریں گے کہ وہ ہمارے سپرد کیجائے۔ جب تک سب طرح کی امن وامان رہے گی وہ لوگ رضا مند رہیں گے مگر جہاں ذرا اگر بڑھ ہوئی اور وہ بدواغ ہو گئے۔ قطع نظر ان امور کے ٹورڈ کی جمعیت اس قسم کے اختیار کی پروا کے خلاف ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ مشیروں کی کثرت میں حفاظت متصور ہے لیکن اس بات پر بھی یقین کرنا چاہیے کہ اس صورت میں زیادہ کارگزاری نہیں ہوتی ہر شخص اپنی اپنی رائے کے مطابق خیال کرے گا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے کارروائی کرنے کا وقت گزر جائیگا۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تیزی اور زور جو فوجی انتظامات کے جزو اعظم ہیں ان کا اکثر فقدان رہے گا اس لیے اگر حضور سرحد کی حفاظت ٹورڈ کے حوالہ کرنا مناسب سمجھیں تو میری التجا یہ ہے کہ اس کے صرف ایک ممبر کو یہ اختیارات سپرد ہوں۔ ایسا ایک مسئلہ بھی نہیں ہے جس پر ممبران ٹورڈ تمام متفق رہا ہے ہوں اگر وہ اصول میں اتفاق کرتے ہیں تو عمل درآمد میں اختلاف رہتا ہے میرے بھائی

ہمیشہ یہ یقینی خرابی تصور رہتی ہے کہ اس سے کسی سپاہی کو اگر وہ چاہے تو ہنگامہ پیدا کرنے کی بڑی آسانی رہتی ہے۔ لیکن حکومت درحکومت بھی ایک خراب بات ہے اور اس سے بالیقین افسر ضلع اور اسطرح کے دو اور بیشتر پٹوں کے مابین مخالفت پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہمارے افسر لوگ جب کسی نوجوان افسر کے بارے میں کچھ اور کہنے کی جگہ نہیں پاتے ہیں تو اس وقت کبھی کبھی انکی نوعمری کا جال پھیلاتے ہیں نوعمری فی نفسہ کوئی عیب نہیں ہے جو افسر عامل کی مانع ہو ہندوستان ایسے ملک میں جہاں کاہلی اور سستی عام عیوب ہیں اگر کوئی نوعمر شخص اپنے کام سے واقف ہو تو اس سے اور بھی فائدہ تصور نہیں ہے۔ ہم روزمرہ دیکھا کرتے ہیں کہ اکثر زیادہ سن والے آدمی تجربہ کار نہیں ہوتے جس حالت میں دونوں نا تجربہ کار ہوں تو میں نوعمر آدمی کو زیادہ سن والے آدمی پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ شخص اول میں سیکھنے کی صلاحیت زیادہ پائی جاتی ہے اور شخص ثانی زیادہ اپنے پرانے خیالات میں محو رہتا ہے۔

۲۲۔ جولائی کی ایک چٹھی میں ایک فقرہ ایسا درج ہے جس سے کچھ کچھ دریافت ہوتا ہے کہ اوائل ایام میں اعلیٰ وادنی ہر ہر افسر پنجاب پر کام کا کتدرہ ہوتا تھا۔ برادران لارنس گویا طالب علموں کے طور پر ایک ایسے اسکول میں گئے تھے جہاں کبھی کوئی تعطیل نہیں ملتی تھی اور افسران پنجاب کو ظاہر ایک تعطیل بھی جہانتک انکے معلموں کا قابو چل سکتا تھا۔ نہیں ملتی تھی یا بہر حال اس وقت تک تو ہرگز نہیں ملتی تھی جب تک وہ جی توڑ کر کام نہیں کر لیتے تھے۔ محنت شاقہ کی خواہش گو کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن ماہ و ماہ جیسا جیسا انکے کاموں کا میدان زیادہ وسعت کے ساتھ انکے سامنے کھلتا جاتا تھا اسقدر انکی خواہش دور ہوتی جاتی تھی مصلحت اسی میں تھی کہ لکھنؤ کا تیر و فام باشندگان پنجاب کے لیے چند گورے آدمی مبتلائے مصیبت ہوں اور بشرط ضرورت اپنے تئیں ہلاک بھی کرین اسی اصول پر جان لارنس شش کام کرتے تھے اور جو شخص انکی ماتحتی میں آتا تھا اس سے بھی بشرطیکہ وہ شخص اپنے بنا ہونا چاہتا اسطرح کے کام کرنے کی توقع رکھتا۔ لارڈ ڈولہونہی نے صاف صاف تو نہیں مگر اشارتاً جان لارنس سے لارڈ ڈولہونہی کے بارے میں جو لارڈ ڈولہونہی کے ایک عزیز قریب اور بزرگ کی ماتحتی میں ایک عہدہ پر ملازم تھے ٹھوس شخصیت کے لیے کچھ سچی کی انکے جواب میں جان لارنس نے لکھا کہ۔

اگر لارڈ ڈولہونہی ہم لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیے جائینگے تو ہم ایک امر لازمی سمجھ کر کبھی انکو رخصت نہ دینگے۔ ہم لوگوں کو بالاتفاق تجویز کیا ہے کہ جب تک لوگ بیمار نہ ہوں اس وقت تک ہرگز رخصت کے بارے میں سہی نہ کریں۔ ہم لوگوں کو اب تک بہت کچھ کام کرنا باقی ہے اور ابھی دو برس تک یہی کیفیت رہیگی۔ ایک ایک روز جو گزرتا ہے وہ ہم لوگوں کے نزدیک نہایت بیش قیمت ہے اور عہدہ افسر کی نسبت جو فادہ خلاق کا کام کرے یہ نہیں خیال ہو سکتا کہ اسپر بڑی محنت بڑی یا کم از کم اسے بہت دنوں تک کام کیا ہمارے یہاں بہت سے آدمی بیماری کے سارٹیکٹ پر رخصت گئے ہیں اور قریب قریب ہر مہینہ میں اسطرح کی درخواستیں آتی ہی رہتی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اکتوبر تک یہی حال رہے گا اگر بارش نے جسکی طرف سے ہنگامہ اندیشہ

جانی نے میا ختہ بھی جواب دیا کہ یہ ہونے کا نہیں۔ اگر ریاست کی آمدنی سلامت روی اور انصاف کے ساتھ صرف کی جائے تو ریاست کے تمام اخراجات بخوبی اس سے نکل سکتے ہیں۔ اور اپنی عادت کے مطابق اس معاملہ کی اصل کیفیت سے بخوبی آگاہی حاصل کر کے انھوں نے اپنے بھائی کو یہ تجویز لکھ بھیجی کہ معاملات مال کی درستی کے لیے پر ضرور ہے کہ کاردار یعنی تحصیلدار لوگ اس بات پر مجبور کیے جائیں کہ وہ اوقات معینہ پر اپنے حسابات ریویژنٹ کے روبرو پیش کیا کریں اور ریویژنٹ کے دستخط بغیر کوئی رقم خرچ نہ ہونے پائے۔ اور یہ بات سب سے زیادہ وقع تھی۔ چنانچہ اصل تحریر یہ ہے۔

مجھ کو معلوم ہے کہ محکمہ آپ لارنس کے توسط سے کام ہونے کی زیادہ خواہش رکھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جہاں تک عمل درآمد ہو سکے یہ اصول بہت درست ہے۔ لیکن اب تک جب قدر مخالفت فردی باتوں میں ہم کرتے تھے ہیں میرے نزدیک اتنے زیادہ باتوں میں دست اندازی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنا راستہ صاف معلوم ہوتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ظلم امر مجھے ہوسکے گا۔ ممکن ہے کہ آپ کے خیالات یہ ہوں اور میں بہر حال ایک سارے چڑیا ہوں۔ پس کیسے زیادہ اودھ کیسے کم دست اندازی کروں۔ کیسے سب باتوں کو اس طرح رہنے دوں اودھ کیسے تمام دربار کو زبردست کروں۔ میں سرکاری مخالف کے طور پر گورنمنٹ کو اس بارے میں کچھ نہ لکھوں گا۔ جو کچھ آپ مناسب سمجھیں سو کرین شیخ امام الدین کا رویہ آج جالندھر میں پونچا خزانہ میں بس اس قدر روید ہے۔

گو یہ تجویز تمام پہلوؤں سے اُل تھی مگر انکی وجہ سے جیسا کہ امید تھی جان لارنس کی انکے بھائی کی طرف سے سخت چشم نمائی ہوئی کہ وہ کوئی بہتری لارنس مدبروں کی نگاہ سے داخلاتی کا جائزہ لکھی منظور نہیں کرتے تھے اور جان نے جواب میں لکھا کہ الحاق کے روکنے کا بس یہی ایک آخری موقع تھا جس سے ہر شخص بڑا ہلکا ہوتا۔ ریویژنٹ کی ایک ماتحت بیٹون پورنگٹ صاحب نے جو بعد کو میسور کے ایک نامی گرامی چیف گورنمنٹ کے اپنے چیف کے کچھ دھچکپ حالات اس زمانہ کے متعلق جو اپنی یادداشتوں میں لکھے تھے وہ مجھ کو بھی لکھے اور ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ۔

اکن ابتدائی ایام میں جان لارنس تقریر کے بنے چت تھے اور جہاں تک مجھ کو یاد ہے وہ زمانہ ملکہ کی نسبت انکی نمی کا زیادہ اظہار کرتا تھا۔ وہ نیم ہنسم ہو کر پنجاب کے سرداروں کو بڑی بڑی باتیں کہ جاتے تھے جبکہ وہ مجھ کی اٹھتے تھے حالانکہ یہ کس قدر ہنسی کی راہ سے ایسا کرتے تھے۔ وہ اس زمانہ میں واقعی سخت زبان تھے اور سردار لوگ بہت ڈرتے تھے۔ لیکن باوصف سخت کلامی کے ہم ماتحت لوگ انکو اس قدر عزت سمجھتے تھے کہ جو وقت ہم لوگوں نے سنا کہ سرزہری کی جگہ انکے بھائی کے بنے جن پر ہلکے بے انتہا بردہ تھا سرفرڈینک گری آئیے تو ہم لوگوں میں ایک کل مل جگئی۔ پھر زہری کی غیر ماضی کے زمانے میں انکے وقت طلب کا خون میں عارضی طور پر جان نے انکی اعانت کی

اور دہان کی بد انتظامی کے بدلے انتظام قائم کرنے میں بڑی تکلیف اٹھائی۔ فروعی باتوں میں وہ اپنے بھائی کی نسبت کمین زیادہ قابلیت رکھتے تھے گو وہ سرداروں کی طرف کم لحاظ کرتے تھے۔ انھوں نے ایک ایسی حالت میں مالگڑاری کا بندوبست قائم کیا جب اسکی حالت بالکل ابتر تھی۔ جوڈیشل صیفہ کے متعلق بہت سی اصلاحیں کیں اور ایک قاعدہ جو ہمارے بیان کے برعکس پوٹنچ کے شاہ ہے جاری کیا جس سے بڑا فائدہ ہوا۔ اخراجات کم کرنے کی کوشش میں انھوں نے اس بات کی سخت تاکید کی کہ خرچ کی کوئی رقم بغیر میرے دستخط کے برآمد نہ ہونے پائے۔ اس تجویز کے متعلق دربار نے بہت کچھ عذر و معذرت کی اور شاید اس کے عذرات بالکل بوجہ بھی نہیں تھے کیونکہ دستخط کرنے کا یہ اختیار اصل میں تمام محکمہ کی صدارت تھی۔

جب رائے بھاج سنگھ وکیل دربار ہر روز صبح کے وقت اُنسے کا غذ دستخط کرانے لاتے تھے تو وہ کہا کرتے تھے کہ ”وہل بھاج سنگھ آج کیا نیا دعا ہے“ اور دربار میں سرداروں سے وہ بھائی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے تھے تکلف کے فقرے نہیں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ نور الدین کو جو گونسٹل کا ایک رکن تھا یہ بات بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ دربار کے لوگ گوانکی بڑی تعظیم کرتے تھے لیکن اُنکے بھائی کے برابر انکی محبت نہیں کرتے تھے۔ انکی عادت میں تصنع مطلق نہیں تھا اور اپنے کمزور زمین آستین چڑھا کر اور چرٹ مٹھ میں دبا کر بیٹھتے تھے اور ہندوستانی حر کو احکام لکھواتے جاتے تھے۔ وہ زمین پر بیٹھتا تھا اور کاغذات پر چوڑے ہاتھ لگاتا تھا اور انکی بی بی اُنکے پاس بیٹھ کر اپنے سینے پر دے کا کام کرتی تھیں۔ اُنکے سادے اور بے تکلف طریقہ کو ہم سب لوگ پسند کرتے تھے گوانکی بی بی کا نہ گفتگو سے بعض اوقات تکلف والے آدمیوں کو برا لگتا تھا۔ ہم سب لوگ جانتے تھے کہ وہ ایک بڑے رعب داب کے آدمی ہیں۔ اس زمانہ میں بھی وہ فرمانروائی کی باتوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے کیونکہ مجھ کو یاد ہے کہ جس زمانے میں آپریشن میں بڑا فساد برپا تھا تو انھوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اگر آپریشن کا انتظام مجھ کو ملے تو میں ابھی اسکا بیڑا اٹھاتا ہوں۔ انھوں نے اس امر کو کچھ شہی کی راہ سے نہیں بیان کیا تھا بلکہ اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق صرف اپنی راستبازی کی وجہ سے انھوں نے ایسا کہا تھا۔

لاہور میں جان لارنس کی سرکاری خدمتوں کی دقت اور پریشانی کسی زائد خاکی راحت سے بھی کم نہیں ہوئی۔ نہ اس زمانہ میں اور نہ اوکسی زمانہ میں برادران لارنس نے سامان عیش و نشاط یا تزلزل احتیاط کی جانب توجہ کی۔ ایوان ریڈیکلشن میں اسباب آسائش سے معدودے چند چیزیں تھیں اور جو چیزیں علی العموم ضروریات زندگی سے تصور کی جاتی ہیں وہ بھی افراط سے نہ تھیں۔ ہناؤ سنگار کی جانب سے ہنرمندی کو جان لارنس ہی کی طرح کچھ عدم توجہی نہ تھی۔ بلکہ اُنکو اپنے گرد و پیش کی چیزوں کی اون سے بھی زیادہ لا پرواہی تھی۔ جس شخص میں وہ اور انکی میم صاحبہ بیٹھ کر کام کرتی تھیں اس میں صرف ایک ہی جلتی تھی اور اس کے جلنے یا خاموشی ہو جانے کی بھی کچھ خبر نہ تھی اور یہ بتی بھی کسی شمع دان میں نہیں جلتی تھی بلکہ جیسا کہ ایک شاہد عینی نے مجھے بیان

باب دوم

سکون کی دوسری لائی کتبہ

جان لارنس دوسری مرتبہ لاہور میں اپنے بھائی کی قائم مقامی کرتے وقت عرصہ دراز تک جو مقیم رہے اسکا حال انکے پہلے مرتبہ کے قیام شہر مذکور کی نسبت اگر زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو تصویر اول مرتبہ کے قیام کی میں نے جدوجہد کر کے کمپنی سے کیس قدر الٹ پھیر کے ساتھ وہی اس مرتبہ بھی کام دے سکتی ہے۔ لال سنگھ اور ہمارائی کے خارج البلد کر دینے سے تردد کے بعض اصل اسباب تو رفع ہو گئے تھے لیکن زیادہ غریب شعلہ زہر پرستی اور خود غرضی تو ان کا عمل میں آنا اور ان سرداروں کے خزانوں کا خالی ہونا جنگی واسطے کے ریزینٹ کارروائی کرنے کا پابند تھا یہ باتیں اب بھی اپنی اصلی حالت پر تھیں۔ یہ امور بالقوی ان کو ششوں کے مانع ہوئے جو مذکورہ بالا دقتوں کی انگریزی طریقہ سے اصلاح کرنے کے متعلق شاید حد سے زیادہ مستعدی کے ساتھ عمل میں لائی گئی تھیں اور جان لارنس کی طبیعت والے آدمی کے لیے کسی اور ارادی مخالفت کی نسبت اس غیر ارادی مزاحمت کو عمل کے ساتھ تسلیم کر لینا اور بھی گئی تھا۔ یہیں کہ شک نہیں کہ جو کامل اختیارات انکو عہد نامہ کی رو سے ملے تھے انکے سبب سے انکے استفادہ کا میدان بہ نسبت انکے جو پیشتر انکے واسطے کھلا تھا اور زیادہ وسیع ہو گیا اور اپنے بھائی کے ماتحتوں کی مدد سے جنھوں نے سرسری بندوبست کی نگیل اور سستی و تشرکشی اور بدردہ فروشی ان تین ٹری اخلاقی برائیوں کے استیصال کی غرض سے تمام ملک کا دورہ کیا تھا ان اختیارات سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ جسوقت ہم ان انقلابات کو جو ریختہ سنگر کے مرنے کے بعد واقع ہوئے یاد کرتے ہیں تو اس بات پر محال ہیں ہوتی ہے کہ یہ کم عمر انکس اشخاص اپنی خدا ترستی کے کاموں پر محض یکہ و تنہا کس ایمان سے ہر چاروں طرف گھومتے پھرتے لیکن باوصف ان نعمتوں کے دوسری مرتبہ کے قیام لاہور کے متعلق کچھ اور باتیں تھیں جو جان لارنس کو قیام سابق کی باتوں سے بھی زیادہ ناگوار معلوم ہوئیں۔ انے کہا گیا تھا کہ وہ اس عہدہ پر براہ راست اپنے بھائی کے قائم مقام نہیں کیے جاتے ہیں جو خود بہرنی لارنس کی خواہش تھی بلکہ وہ فریڈرک گری صاحب کے قائم مقام کیے جاتے ہیں جو اپنے کیس وقت غیر مقررہ پر انچاک کر اس عہدہ کا اختیار انکے ہاتھوں سے لینے گری صاحب کو ان کی فکلتہ کی ممبری مل ہی چکی تھی۔ انکو پنجاب کے حالات کم معلوم تھے اور لارنس ان سے خوب آگاہ تھے۔ علاوہ انکی حاضر جانی میا کاٹھنگو اور اشجی دلی کی قدر کرنے لگے تھے جو انہیں سے بعضوں کو اپنے ساتھ لے کر دیتا تھا۔ اپنے بھائی کو وہ لگتے ہیں کہ درکان دربار میرے جانے سے لموں میں جوڑ دیا

اور کوئی شخص استاد نہ ہوگا) نے شکاریت کی سب سے کہ جان نے جو پنجاب کے انتظام میں کامیابی حاصل کی تھی۔ لیکن یہ واسے بہتری کے لئے۔

بالآخر اس بات کے اندازہ کے لیے کہ پتھری کی اس بیماری کی خوشی بقبالہ ان کے دوسرے اعلیٰ افسر کی تسمیٰ میں کام کرتے تھے جو بھاری اور لوالو العسری اور خلاق دوستی میں انہیں کاش اور اس سبب سے ان کے دل کا شخص تھا۔ یہ انکو اور وہ انکو آواز دہ اور دوستانہ طور پر تحریر کیا کرتا تھا چنانچہ میرے پاس دونوں کی چیموں کا ایک ذخیرہ اس بات کے ثبوت میں موجود ہے۔ جب پتھری لائنز انگلستان سے پلٹ کر آئے تو وہ باتیں بالکل اور یہی طرح کی ہو گئیں۔ کیونکہ لارڈ ڈاکوٹنی اور ان کے مابین اسی طرح کا اختلاف تھا جیسا دو بڑے ہماری شخصوں اور پختہ اصولوں کے آدمیوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ دونوں میں سے ہر شخص استدراپنا اپنا اختلاف ظاہر کرتا تھا کہ بڑے سے بڑے متعل اور کمزور شخص کی خاموشی میں بھی فرق آجاتا پتھری لائنز لارڈ ڈاکوٹنی کے بارے میں جو کچھ خیال تھا انکو پتھری نے خود اپنی علاقہ تحریر میں جو ان کے اختتام کے حالات میں لکھی گئی ہے اور ان کے مجموعہ تحریرات میں محفوظ اور مضبوط ہے بیان کر دیا ہے اور جو خیال لارڈ ڈاکوٹنی کا ہے

ہنری لارنس کے بارے میں تھا وہ اس بارے سے جو ہندوستان میں مشہور عام تھی کہ گورنر جنرل ہنری لارنس کے اختیار میں ہیں صریح البیان ہے اس زمانے میں بیان کیا جاتا تھا کہ گورنر جنرل نے سرحدات پرنسپل انڈیا کے اس پارٹین لارنسوں کی ایک حکومت قائم کی ہے اور اس ملک کے اندر وہ خود لارنسوں ہی کے حکوم ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ اپنے دوست کو اپنے ہمراہ انگلستان لے گئے اور اٹھارے راہ میں انکے لیے سر جان ہاب ہوس پرنسپل بوز ڈاؤن کٹرول کو یہ چھی لکھی۔

میرے پیارے سر جان۔ میں آپ سے چند باتیں ایک ایسے امر کی نسبت بیان کرنا چاہتا ہوں جس پر سابق میں بھی آپ نے توجہ کی تھی میں گرنل لارنس کو خطاب کے یعنی۔ بی۔ ملنے کے بارے میں یہ اشارہ کرتا ہوں۔ اپنی نسبت کوئی تاکید کرنا مجھ کو مقصود نہیں ہے۔ اور انکا استحقاق ایسا زبردست اور واجب ہے کہ اگر مجھ کو کوئی خطاب ملتا تو میں اپنے اوپر انھیں کو سبقت دیتا۔ اگر انگلستان واپس جانے پر حضور ملکہ معظمہ کی طرف سے انکو یہ خطاب مرحمت ہو سکا تو میری بڑی خوشی ہوگی۔ آغاز ستمبر ۱۸۴۱ء کے ختم ہونے کے بعد سے اب تک وہ علی الاصل جائفشانی کرتے آتے ہیں جس میں انکو نہایت کامیابی حاصل ہوئی۔ انکی جسمانی قوت اور دماغی اوصاف کا حال اسوقت بہت اچھی طرح سے ظاہر ہو گیا جب وہ موسم برسات ۱۸۴۱ء میں مکہ سپاہ کو کشمیر کی گھائیوں سے لے گئے تھے یہ وہ فوج جو عذر کے وقت سے اب تک خود اپنی گورنمنٹ کی بناوت اور ہماری مخالفت سے باز نہیں آئی تھی۔ اور نامبرہ نے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بڑی قابلیت اور کامل کامیابی سے گورنمنٹ پنجاب کا کام انجام کیا۔ ایک نہایت ہی مستحق افسر کے بارے میں یہ سچی کرنے کا میرا بچھلا کام ہے جسکو میں بہ نیت صلاح انجام کرتا ہوں اور ہندوستان میں جو افسر میں چھوڑا ہوں ان میں میرے دوست گرنل لارنس سے بڑھ کر کوئی شخص گورنمنٹ کی عنایت کا زیادہ مستحق نہیں ہے۔ اور کوئی کام جو آپ میری خوشی کا کر سکتے ہیں اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ میں اس مستحق عنایت شخص کو اس عزت سے سرفراز ہونے ہوسے مشاہدہ کروں۔

یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ لارڈ ہارڈنگ کی یہ سچی نہایت توجہ سے سنی گئی اور انگلستان میں پونچنے سے ایک مہینے کے اندر ہنری لارنس کو عام تحسین اور آفرین کے ساتھ وہ عزت حاصل ہو گئی جسکا انھوں نے ایسا عمدہ استحقاق پیدا کیا تھا اور جسکی بابت انکے شفیق دوست ہارنسوں ابتدا ہی سے جب انکی ملازمت ہندوستان کا زمانہ شروع ہونے والا تھا پیشین گوئی کر چکے تھے اور انکی جن سے کہا تھا کہ ”یوں تو تمھارے سب بھائی اچھا کام کریں گے لیکن ہنری جب تک سر ہنری لارنس نہو جائیں گے اسوقت تک نہ کریں گے“

پچاس لاکھ سرداروں کو لاہور میں طلب کیا تھا جنہوں نے چند مہینے نہایت خاموشی سے گوشہ نشین ہو کر رعایا کے غیر منضبط اور
 رواجوں اور دستورات کو ایک تحریری قانون میں منضبط کیا جبکہ اس وقت ہمیشہ کے لیے نفاذ ہونے والا تھا
 عہد نامہ کی رو سے ہنرئی لارنس کو جو "غیر محدود اختیار" دیا گیا تھا اسکو عملدرآمد کے وقت انہوں
 سے کارروائی کرین۔ اور دربار کا قریب قریب ہر چیز جیسا کہ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے راسخ اور خود مختار
 تھا اور رانی سے جو ابتدائی سے انگریزی فراغت کی دشمن تھی اب اور بھی امید نہیں رہی تھی کہ وہ دوستانہ
 برتاؤ کرے گی کیونکہ اسکا آشنا اس سے جدا کر دیا گیا تھا۔ اس ہندو پستلٹا نے (جیسا کہ لازدہانہ ذہن اور ہنر
 اور فزڈس نے جاننا اور بجا طور پر اسکو موسوم کیا) بہر کیف اپنے پرانے آشنا کے بدلے نئے آشنا تلاش کر کے
 اپنی تسکین کر لی اور اس کے متور سے ہی دونوں کے بعد اسکی لوندی سہ ماہی منگل لال سنگھ اور مولراج طاقتور اور
 نیم خود مختار فرمانروائے ملتان کے نام کی بغاوت آئندہ چھپیان لیجاتے ہوئے پکڑی گئی۔ آخر کار اسے
 رینڈیٹ ڈرا اور کل دربار کی توہین کر کے اپنی بے اعدالیوں کا خاتمہ کیا۔ بندوبست کیا گیا تھا کہ ایک بڑا
 دربار جمع ہوا اور انہیں تیج سنگھ پرنسپلٹ کوٹل کو راجہ سیالکوٹ کا خطاب اور گدی دیجائے اور دوسرے
 مستحق سرداروں کے ساتھ بھی علی قدر مراتب سلوک کیا جائے۔ اس کام کے لیے جو بیون سے حسب معمول
 مشورہ کیا گیا اور اس قریب میں تمام مشاہیر عہد خالصہ شریک ہونے کے لیے بلائے گئے۔ لیکن جس وقت
 تیج سنگھ خود سال راجہ کے سامنے تلک لگوانے کے لیے جو راجہ مقرر ہونے کی علامت ہے مجھکا تو اسے اپنا
 ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی غمی کر سی پر اکر کر ایک سکھائے ہوئے طریقہ سے کہنے لگا کہ ہم تلک نہ لگائیں گے اور کٹلی
 اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔
 یہ توہین ایسی نہیں تھی جس سے چشم پوشی کی جاتی اور ہنرئی لارنس نے جو اس بات کو خوب جانتے تھے کہ
 ہمارا فی برابر میرا زور توڑنے کے لیے سازشیں کرتی آتی تھی دربار کی پوری منظوری اور رضامندی سے حکم دیا
 کہ خود سال راجہ اپنی ناقابل اندیش مان سے علحدہ کیا جائے۔ وہ بہت کچھ زور پی پنی لیکن کچھ فائدہ نہوا
 اور ایک ڈولی میں سوار کر کے لشکر پر کو جو وہاں سے بیس میل کے فاصلے پر تھا بھیج دی گئی۔ یہاں کچھ زور
 وقت نہیں پڑی۔ لال سنگھ کی طرح وہ بھی علحدہ کر دی گئی۔ یہاں آکر اسنے اور خوفناک سازشیں کرنا شروع
 کیں اور اس کے اسنادوں کے لیے تازہ قبریں عمل میں لانا پڑیں۔ دوسری جنگ افغانستان کے زمانہ کے
 "بکے صاحب کے گئے ہوئے حالات مختلف افسران انگریزی" جلد دوم صفحہ ۲۹
 تاریخ حکومت لازدہانہ منصفی آواز صاحب۔ جلد اول صفحہ ۵۱

۲۳

نادر شاہ افغانی
 سوانح عمری
 جلد اول

قریب دو ہزار سو کو منتقل کر دیکھتی جہان سے وہ ورن کا بھیس بلکڑی پال کو جاک لگتی اور پھر طرح طرح کے انتظامات کے بعد وہاں سے انٹرنیشنل چلی گئی۔

رانی کا لاہور سے نکلنا انہرئی لائنز کا ریزیدنٹ کی حیثیت میں بچھا کام تھا۔ انکی تندرستی نے انکو جواب دیا اور ماداگسکٹ میں وہ شملہ کو پہلے گئے جہاں سے انٹرنیشنل جاتے وقت وہ سیاحانہ طور پر ایک تہ لاہور میں اور آئے۔ انکی زندگی کے حالات کا ایک نہایت ضروری اور شائع ہری خوشی کا باب اس وقت اختتام کو پہونچا۔ لاہور میں انکو انکے جو عملہ کے برابر کام ملا۔ وہ طرح طرح کا کام اور مختلف مشاغل اور افکار کی باتوں کو بہت پسند کرتے تھے اور انکو گویا انفس میات سمجھتے تھے۔ چونکہ انکے مزاج پر ہر ایک بات کا اثر بہت جلد پیدا ہو جاتا تھا اس باعث سے جب کسی دیسی ریاست کو دیکھتے تھے کہ انمیں کچھ نیا یعنی عمل کی اور عقلندی پائی جاتی ہے تو انکے بچانے کی کوشش کرنے لگتے تھے اور حال میں الحاق کا جو قصد کیا گیا تھا وہ جس نے ہندوستان کی بشمار خود مختار ریاستوں کی بربادی متصور تھی تو انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ انکو سرکاری حکمت عملی کے اہم معاملات کو اسطرح سے دیکھنا نہیں پڑا جسطرح بعد کو ایک اس سے بھی زیادہ حیثیت اور مرتبہ کے عہدہ یعنی پرنسپل ایڈوائس ڈائریکٹر فیڈریشن پنجاب کے متعلق انٹرنیشنل سے واپس آتے ہی کام کرنا پڑا کیونکہ باوصف آئی تمام فیاضانہ کوششوں کے اب انکا الحاق ضروری پایا گیا۔ انکا کام بالکل خالص دوستی کا تھا اور ایسے کام میں مغلز اور ہوشیار آبادیوں کو زیادہ اختلاف کرنے کی شکل سے گنجائش ملے گی۔ انکے گرد ایسے ماتحتوں کا ایک گروہ جمع تھا جو جنمیں سے ہر شخص انکا دوست تھا اور انمیں سے اکثر لوگ پنجاب میں انمیں کے لئے جوئے تھے۔ انکے تمام خیالات اور ہمدردیوں میں انکے شریک تھے۔ انکے علاوہ ہر وقت ضرورت انکے بھائی نے انکی مدد کی۔ اور یہ بھائی وہ تھا جسکا بارو اسیتھر زو اور تھا جس قدر انکا دل کشادہ اور باقی عہدہ اور طبیعت کام اور محنت کرنے کی طرف مائل تھی۔ ہنرئی لائنز میں بیان کرتے ہیں کہ ”میرے ماتحتوں میں ہر شخص بہت عہدہ تھا۔ انمیں سے اکثر جید اور منتخب لوگ تھے لیکن مجھکو خاص مدد اپنے بھائی جان سے ملی۔ اگر وہ نہ ہوتے تو بیشک مجھکو اپنی کارروائی میں سخت دقت ہوتی۔ تین مرتبہ جب میں چند دنوں کے لیے غیر حاضر ہوا تو میرا کام انہوں نے انجام دیا۔۔۔ بہت سی باتوں کے متعلق وہ میرے برے کام آئے اور ہمیشہ مجھکو اسیطرح کی مددی جسطرح بھائی بھائی کی مدد کر سکتا ہے۔“

یہ شکر گزاری کشادہ دلی کو بھی اسیطرح ظاہر کرتی ہے جسطرح بشارت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس واسطے انکی جانب خاص توجہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ انہرئی کے بعض زیادہ عہدہ کام کرنے والوں (اور شائع ہنرئی سے برعکس اپنے ماتحتوں کو زیادہ مستعد رکھنے اور اس مستعدی کے فائدہ سے عہدہ کام کرنے کے لیے مجبور رکھنے

سب سے زیادہ مشکل کی بات تو یہ ہے کہ قانون وراثت ہندو کی رو سے یہ اراضیات رفتہ رفتہ جزو لا تجزئی ملک منقسم ہو اور چونکہ یہ قبضہ دار لوگ مالک نہیں ہیں اسی سبب سے وہ اپنی اپنی زمین کے چھوٹے ستاجر نمونے بلکہ خواہ مخواہ کے بنے رہینگے نہ تویشی کے مارے مزدوری سخت کریں گے اور نہ بیوکون رستے پر رضامند ہونگے۔ اگر آپ یہ قاعدہ مقرر کر دراثت صرف خلف اکبر کو ملا کرے تو اس سے بھی کوئی اصلاح نہوگی کیونکہ انہیں اگر ایک خوش تو دس ناراض ہو۔ پھر دستور و رواج کی خلاف ورزی بھی کرنا پڑے گی۔ ریخت نگہ رفتہ رفتہ ان جاگیر داروں سے نجات حاصل کر دے اگر آپ یہ رستے دین کہ درنا مقدار زمین تو میں کتا ہوں کہ ایسا کیون نہ کیا جائے کہ جس وقت تقسیم میں ایک گائون کی پٹیا ہونے لگیں تو حصہ داروں کو سستی کا حساب لگا کر نقد معاوضہ دلوا دیا جائے۔

گو جان لاؤرفنس کا کام جالندھر میں نہایت سخت تھا لیکن انہوں نے اس بات کی کبھی کوشش نہیں کی کہ انکو کام کم کرنا پڑے۔ اور جس وقت انہوں نے سنا کہ ان کے ہمجنس کشمیر آئے تو وہ دیر سے تلج یعنی کرنل ٹنگلین کو لیکر ایک ایسی رینیں یوں صیغہ کے مال سے جدا کرنے کی تہیہ پر اعتراض کیا جہاں ان کے نزدیک ہندوستان کے لیے سخت خطرات متصور تھے۔ چنانچہ وہ ملتے ہیں کہ۔

میں اپنے بیان کے لیے کوئی برتن چاہتا۔ گو میرے بیان کثرت سے کام ہے مگر میں یہ نہیں کتا کہ میرے انجام کیے نہیں ہوتا۔ مجھکو صیغہ بیوں کے صیغہ مال سے جدا کرنے میں سخت اعتراض ہے۔ عدالت دیوانی ایک ادبار کی نشانی ہے۔ اسکا ضابطہ تو حیت اراضیات ملک کے حق میں مدد و غایت ضرر ہے۔ کیونکہ زراعت پیشہ اشخاص اسس عدالت میں اپنے حقوق کو حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ ضابطہ مالک مغربی و شمالی کے لوگوں کو تباہ کیے ڈالتا ہے۔ اور جہاں جہاں جاری ہوگا وہاں ہی مال کرینگا۔ یہاں ہم جو بی کام کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضلع مالک مغربی و شمالی کے لیے ایک نمونہ ہوگا اور اگر آپ بہت سی جاگیر بن رہے نہ دینگے تو گورنمنٹ کے اخراجات نہایت مدگی کے ساتھ چلے جائینگے۔

ماہ جولائی ۱۸۵۷ء میں جان لاؤرفنس ہی رین عدالت کرنے اور اپیلین سننے کے لیے جالندھر میں آئے اور جب وہ اس کام میں مشغول تھے اور شہر اور خزانہ سے تھوڑی ہی دور کے فاصلہ پر ایک مکان میں کپہری کر رہے تھے تو گاؤں والے ہنگامہ ہوا۔ یہ وہ ہنگامہ تھا جسے انکے ابتدائی زمانہ کی کارروائیوں کو بہت اچھی طرح سے یاد دلادیا ہوگا۔ ہندو لوگ جو سکون کے عہد حکومت میں اپنے اس مقدس جانور کی حفاظت رکھنے کے عادی چلے آئے تھے بعد ازاں کپہری میں اگر جمع ہوئے جہاں ہر کوئی پتھر سنگاٹ پھینک دیتا تھا اس کر رہے تھے اور حال میں جو حکم دیا گیا تھا کہ غذا کے لیے گایوں کے ذبح کرنے کی اجازت ہے انکے خلاف استثناء کرنے لگے۔ اننگاٹ صاحب نے اس حکم میں دست اندازی کرنے سے انکار کیا۔ اس

کوئی پندرہ سو آدمی کے قریب بیشتر صاحب کی کچہری کو درانہ چلے گئے اور چاروں طرف سے کچہری کو گھیر لیا۔ اور جب جان لارنس نے کہا کہ وہ حکم گوزر تر خبر ل کا ہے اور ستر دہین ہو سکتا تو وہ علانیہ فرد شکاری کرنے لگے انکے نوکروں پر حملہ ہوا اور مارے گئے۔ جن پندرہ سواروں نے انکے منتشر کرنے کا قصد کیا تھا انکو ان لوگوں نے گھوڑوں پر سے کھینچ لیا اور جسوقت جان لارنس باہر نکلے تو خود اپر تھپڑ پڑنے لگے۔ انہوں نے حکم دیا کہ سیون خزانہ سے ایک کپنی سپاہیوں کی طلب کی جائے اور انکا صوبہ دار ایک مجمع کثیر اور جم غفیر کو دیکھا انکے پاس اکٹرا ہوا اور جسوقت سپاہیوں پر یورش ہونے لگی اور گورڈوں کی جان خطور ہوئی تو اسنے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور بند و قون پنگیشن چڑھاؤ۔ اس حکم کا دیا جانا بد معاشوں کے لیے کافی تھا۔ وہ لوگ منتشر ہو کر بھاگ گئے اور خطرہ جاتا رہا۔ جس طرح پیشتر جان لارنس کو ایک مرتبہ اتفاق پڑا تھا اسی طرح اس مرتبہ بھی ان لوگوں نے کینہ کشی کی راہ سے بازار کی دکانیں بند کر دیں۔ دو ہفتہ تک دکانیں بند رہیں اور سب کاروبار معطل رہا۔ لیکن اس سے کچھ اور نقصان نہیں ہوا اور نہ جان لارنس کو اس مرتبہ کی طرح غلہ منگو کر بازار میں رکھونا پڑا۔

جان لارنس کا وقت دیکھ دیکھ بڑے لطف سے گزرتا تھا کہ انکی نگرانی میں دو آبہ جالندھر کا کام بوجہ احسن انجام ہو رہا ہے۔ لیکن ماہ اگست میں انکو پھر یہ کام چھوڑنا اور اس بے لطف سفارت پر لاہور کو جانا پڑا۔ بہرہائی لارنس ایک مدت سے پنجاب میں جانفشانی کا کام کرتے آئے تھے اور انکا بدن کام کرتے کتے تھک گیا تھا اور اب پورے اختیارات کے ساتھ اتنا بڑا بھاری کام جو انکے سپرد ہوا تو وہ اور بھی چور ہو گئے۔ اپنے لائق ماتحتوں کی اعانت اور فائدہ رسانی خلافت کے اس میدان وسیع کے جوش میں جو اسوقت انکو نئے اختیارات کی رو سے سپرد ہوا تھا گذشتہ سات مہینے کے عرصے سے (جبیں تین مہینے شدت کی گرمی کے تھے) جان پر کھیل کر کام کرتے آئے تھے۔ جنگ تلچ کے قبل جس زائد از ضرورت فوج کی تعداد ... ہ تک پہنچ گئی تھی انکو گھنٹا کر میں ہزار کی تعداد تک پہنچانا موقوف کیے ہوئے سپاہیوں کی تنخواہیں دلو کر انکو صلح آمیز کاموں میں مشغول کرنا جو سپاہی باقی رہ گئے تھے انکو قواعد کا پابند کرانا اور انکی تنخواہ ماہ ماہ ادا کر کے انکو انکی قسمت پر شاکر رکھنا ناجائز نکسون کو موقوف کرنا اور جو باقی رکھے گئے تھے انکو ایک درجہ اعتدال میں لانا خاصہ عہد کے نکس وصول کرنے والوں سے جو مڈیوں کی طرح ملک کو چاٹ گئے تھے انکی ناجائز وصول کی ہوئی رقموں کو واپس لینا اور آئندہ کے لیے انکو اس بات پر کہ جو کچھ وہ وصول کریں وہ سرکاری خزانہ میں داخل کریں قائم رکھنا اور ایک آسان طور کا مجموعہ تعزیرات جو ملک کی حاجتوں اور سمجھ بوجھ کے مطابق ہو مرتب کرنا یہ چند امور منجملہ ان باتوں کے ہیں جنکی تکمیل میں بہرہائی لارنس مصروف تھے اور کچھ کچھ درجہ تکمیل کو پہنچنے بھی لگے تھے مجموعہ تعزیرات کی ترتیب کے لیے عین اس زمانہ کے پیشتر جب انکی تندرستی نے جواب دیا تھا انہوں نے نواضع کے

اصل نگرار اور انکا جو کچھ فیصلہ کیا گیا بستر ہے کہ میں کیا لگا اسکا حال بیان کروں اور چھانک بکن ہو سکے
جان لارنس کے الفاظ سے اسکی صراحت کروں۔
یہ لوگ ان نگراروں کے جاگیردار تھے جنہوں نے مبادی کے قبضے ملک کو نکال لیا تھا۔ عہد زمانہ امرتسر کی
علاقہ برٹش گورنمنٹ کے جوالہ کر دیا گیا تھا۔ اور بحیثیت فاتح یہ ہلوگوں کا حق تھا کہ انصاف اور حکمت عملی کا
قرار واقعی لحاظ کر کے جس طرح ہلکے بستر سے بستر معلوم ہو بنا اس طرح عمل کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ ملک کے قبضہ اور
انتظام کا خیر آمدنی سے نکالنا ازیں ضرور تھا۔ اور اب تجویز طلب ہی امر تھا کہ کس طریقہ سے اسکا بندوبست کیا جائے
ارضی کارخانہ غیر ملکی تھا (جو ہندوستان میں اصل آمدنی خزانے کی ہے) کیونکہ عوام الناس کی طویل آمدنی
وسعت نہیں رکھتی تھی حسین اخٹا کی گنجائش ہوتی۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اس میں اضافہ اسوقت بھی ہو چکا تھا۔ پس
صرف ایک تدبیر عہدہ معلوم ہوتی اور وہ یہ تھی کہ جاگیرداروں کی مقدار کم کر دی جائے۔ اکثر جاگیردار فوجی یا کسی عام
خدمت اور بعض بعض لوگ مذہبی خدمت کے حوض جاگیردار بن پائے ہوئے تھے۔ اس قسم کے انتظامات کی
اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اور جان لارنس کے روبرو جاگیرداروں کے قیام کے بارے میں جو
درخواستیں گزرتی تھیں تو وہ کسی قدر بیاکانہ طور پر انکا جواب دیتے تھے۔ یعنی یہ کہ ”ہو نہ ہو تمہارے سپاہی درکار ہیں
اور نہ تمہاری دعاؤں کی حاجت ہے اور ہم جاگیرداروں کا بار اٹھانہیں سکتے۔ چنانچہ ان تمام جاگیرداروں کا معاوضہ
نقدی قرار دیدیا گیا۔ جب رسدی جاگیرداروں کی مقدار گٹھا دی گئی اور انکا باقی حصہ قائم رہنے دیا گیا۔ جو جاگیردار زیادہ
درم تھیں وہ وراثت سے ذکر کے لیے دو اہمال رکھی گئی اور جو جاگیردار قریب تر زمانہ کی تحین وہ صرف قاجان
جاگیرداروں کی حین حیات تک کے لیے چھوڑ دی گئیں۔

ان تدبیروں سے بعض قبض و قیض البتہ پوش آئیں اور کچھ عداوت بھی پیدا ہوئی اور اس بات کا افسوس
بھی کیا گیا۔ لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس میں کوئی بات خلاف انصاف نہیں ہوئی اور ویسی خیالات کے مطابق
کوئی ناانصافی نہیں ہوئی۔ آج تک کوئی ویسی نسل دوسری نسل کے بادشاہوں پر غالب آنے کے بعد
ایسی نہیں گزری جس نے اپنے پیشتر کے بادشاہ کی کارروائیوں میں تیسرے تبدیل نہ کیا ہو۔ پھر یہ بات کی ایک
بات یہ ہے کہ عوام الناس کے فائدے کے لیے اس تیسری کی ازیں ضرورت تھی۔ ملک (اور ملک
میری مراد ہر حالت میں مہمور عوام کو سمجھنا چاہیے۔ اور اس میں سے جس شخص کے نثر لگتا اسی کے زخم سے
خون نکلتا) دو قسم کے انتظامات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک تو ہمارا انتظام جس کی رو سے باقاعدہ وظائف
اور نقد مشاہیر مقرر ہوتا ہے اور دوسرا بڑے بڑے علاقوں کا انتظام جو جاگیرداروں کے برقرار رکھنے پر موقوف تھا۔

یہ سب جاگیردار ہوں۔ اس امر کے کہ انہیں سے اکثر لوگ فی الواقع ہماری غلامی میں جاگیر میں کتے تھے اور ہمارے زیرِ تسلط تھے اس وقت جب سکون نے ملک گیری کے لیے ہمارے علاقہ جات پر حملہ کیا تو ان کے شریک ہو گئے۔ اگر یہ امر جائز تھا کہ گورنمنٹ پنجاب پریش علاقہ پر حملہ کرنے کی پاداش میں ایک بڑے ہماری علاقہ سے محروم کیجاتی تو یہ بھی اوسط طرح جائز تھا کہ اسکے جاگیردار لوگ بھی اپنے حصہ کے موافق اپنے افعال کا نمونہ ادا کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر وہ لوگ کسی ملک کو فتح کرتے اور اسکے ساتھ کوئی برتاؤ کرتے تو اس برتاؤ سے ہماری یہ کارروائی بیشک زیادہ فیاضانہ اصول پر مبنی ہوتی۔ خاص کر کے اس امر کی نسبت ہی کشادہ دلی اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے جو نجات سگ نے میدانِ ملک کے لوگوں کو فتح کر کے ان کے ساتھ کیا تھا بہر حال ہماری تدبیریں کامیابی کے ساتھ جائز قرار پائیں۔ بڑے بڑے جاگیرداروں نے بہت محبوبی اپنی تبدیل شدہ حیثیت کو قبول کر لیا کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی اور وفادار رہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گو بہ نسبت قرب و جوار کے کوہستانی سرداروں کے ان کی طرف کیسے دلا پرواہی کی گئی مگر سوائے ایک شخص کے جنگ دوم سکھ میں سکھوں کے اغوا کرنے پر بھی ان کا کوئی شریک نہیں ہوا۔ اور یہ مستثنیٰ شخص بیدی بکر شاہ کیونکہ کاہرا اور دھرتی کشی کا خاص حامی تھا جس نے اپنی حکومت ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔

لیکن چونکہ یہ معاملہ بڑا اہم ہے اور چونکہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کے باہم اس بارے میں نہایت اختلاف ہو گیا تھا اس واسطے ہم اس کا بیان خاص جان لائیں کی عبارت سے کرینگے۔ ذیل میں سرفروغ لکھنے کے نام کی ایک چٹھی مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء درج کیجاتی ہے جس سے ان کے خیالات بالتفصیل ظاہر ہو جائینگے۔

میں سندر جہ ذیل معاملہ میں اپنی رائے کا اظہار خواہشمند ہوں۔ جالندھر میں کوئی ۵۰۰ گانوں ہوں گے جو پانچ لاکھ توں کی مالیت کے ہیں۔ ان گانوں کو مختلف سکھ سرداروں نے سرلاٹھی برس کا زمانہ ہوا جب فتح کیا تھا۔ بعض صورتوں میں چار چار بلکہ پانچ پانچ گانوں ایک یا دو دو اشخاص کے قبضہ میں ہیں اور باقی گانوں میں تیس تیس بلکہ چالیس چالیس ہیں دارمیں۔ میں نے گورنمنٹ سے اس امر کی سفارش کرنے کی تجویز کی ہے کہ ان تمام صورتوں میں صرف میری حیاتی قبضہ بحال رکھا جائے اور ہر شخص قابض کے فوت ہونے پر اس کا حصہ ضبط سرکار ہو جائے۔ میرے بھائی کی یہ رائے ہے کہ کچھ لگان مقرر کر کے ان کا قبضہ دوام کے لیے بحال رکھا جائے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ یہ ذاتی املاک نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کے حقوق ہیں جو قتل کر دیے گئے ہیں ان لوگوں نے وہ املاکین زبردستی سے حاصل کی تھیں اور اب اسی قاعدہ و ترتیب سے ضبط کیجاتی ہیں۔ ہم گورنمنٹ کا حق کیوں چھوڑنے لگے۔ میں اس بات کے کرنے میں کوئی حکمت عملی نہیں پاتا اگر اعلیٰ مقامات کا خیال کیا جائے تو یہ لوگ کبھی ہماری مدد کرنے والے نہیں ہیں اور ملک کے حق میں ان کی ذات سے بڑا نقصان مقصور ہے پس کیا وجہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ دور نہ کیے جائیں اور ان کی اولاد پھر اسی قلبہ رانی کے کام پر پہنچا دیا جائے جو ان کا آبائی پیشہ تھا۔

کل ہندوستان کی حکومت کی ۔

فوان باب ۳۳۴ غارتگری

سجھو رائے نامہ پیراؤں کی تکمیل سے ہنبرنی لارنس کو تو اتنا بھاری عہدہ ملا اور جان لارنس ان کے بھائی کے
 جوش میں انہوں نے نو مہینے اپنے اہل و عیال کو بالکل فراموش کر دیا اور پانچ مہینے (اگست سے دسمبر تک)
 بلا شکایت لاہور کے کام میں اپنے تئیں مشغول و مصروف رکھا۔ لیکن جو کام ان کے چلے کیا گیا تھا اس کی مجبور پوریوں
 اور ریویو سے وہ نہایت تنگ ہو گئے تھے اور ان کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ انکو معلوم تھا کہ جالندھر میں جو میرے
 نائب ہیں وہ سب نئے ہیں اور جن خدمات کے انجام کے لیے مالک مغربی و شمالی کے سب سے زیادہ تجربہ کار
 اشخاص کی ضرورت ہے انکو وہ بوجہ احسن انجام نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ہم۔ نومبر کو جان لارنس نے کرنی صاحب
 کو یہ چٹی لکھی تھی۔

لاہور کوئی خاطر خواہ مقام نہیں ہے۔ بلکہ جب اس مقام سے رخصت ہونے کی اجازت ملے گی تو کچھ افسوس ہوگا۔
 مہربانی کر کے مجھے اطلاع دیجیے کہ جوقت شیخ امام الدین کا استیصال ہو جائیگا اور میرے بھائی واپس آجائیں گے تو میں جالندھر
 میں آسکوں گا یا نہیں۔ گورنمنٹ مجھے جس بات کی خواہش کریگی میں وہی کر دوں گا لیکن میری اپنی خواہش یہ ہے کہ میں جالندھر ہی
 میں رہوں۔ یہ ایک دنیا ملک ہے اور میرے اتھون کے لیے ضرور ہے کہ کوئی انکو ہدایت نہ کرے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ
 اس ملک میں اپنا نشان چھوڑ جاؤں تاکہ بڑا نامہ ابھڑو گ میرے ایام حکومت کو خوشی کے ساتھ یاد کر سکیں۔
 یہ ایک دلیرانہ خواہش بلکہ پیشین گوئی تھی۔ اور پیشین گوئی اس طرح کی تھی کہ جب کسی اس قسم کے آدمی کے
 منہ سے نکلتی ہے تو وہ ضرور پوری ہو جاتی ہے۔ یہ پیشین گوئی پھر دہا جالندھر ہی میں پوری نہیں ہوئی بلکہ جالندھر
 کے دوسرے مقامات میں لڑائیاں ہو رہی تھیں تو وہاں بالکل امن و امان تھی۔ اور پھر کچھ یہ بھی نہیں کہ صرف
 پنجاب کے وسیع ملک میں جہاں کے دیسی لوگ انکو اپنا خود مختار فرمانروا کہتے ہیں بلکہ تمام ہندوستان میں وہ
 صلح قائم رکھ سکے۔ اس وقت (۱۸۵۷ء) میں جب میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں تو سامی اسکے اخبار میں
 میں بہت سے ہندوستانی راجائوں کی چھپوائی چھپان دیکھ رہا ہوں تو انکو انہیں سے کسی صوبے تعلق نہیں
 ہے جیسے براہ راست جان لارنس کی حکومت رہی مگر اس پر بھی ”سرمایہ یوگا لارنس“ کے لیے انہوں نے
 سے شکریہ ادا کی کے الفاظ سے اپنے اپنے حصے کے چندہ پر دستخط کیے ہیں۔ چنانچہ از انجملہ راجہ شیوراج سنگھ
 شی پور نے یہ یادگار الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ”ہم نے لارڈ لارنس کی افسوسناک وفات کا حال سنا تو اس
 سے مرتبہ کا صلہ ہوا۔ ہندوستان میں ایسا لائق اور حائل فرمانروا کبھی نہیں گزرا۔ انکے لیے لوٹا ہوا

اور علاقہ انتظام لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کر گیا ہے جس کا نشان کبھی مٹنے والا نہیں ہے۔ پس ہم لوگوں پر ایک ایسے عظیم الشان مدبر کی یادگار میں اپنے اپنے حصے کی عزت افزائی ضرور حاصل کرنا چاہیے جس نے ایک نہایت ہی نازک وقت ملک میں امن قائم کیا اور لوگوں کو خوش رکھا۔ اور اپنی بے نظیر داناہی و دراندیشی انصاف اور جرات دکھا کر انگلستان اور ہندوستان کے رشتہ محبت کو استوار کر دیا۔ پس ایک نوجوان شخص کی یہ خواہش کہ وہ ملک میں اپنا نشان چھوڑ جائے اور بزمانہ مابعد دیسی لوگ اسکے ایام حکومت خوشی کے ساتھ یاد کر سکیں، اس سے زیادہ کثرت اور زیادہ کامیابی کے ساتھ کیا پوری ہوگی۔

جب جان لارنس لاہور سے واپس جا کر جالندھر میں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ بندوبست بالکل اڑی کی کارروائی جانچ کر سچپن کی نگرانی میں خوب ہو رہی ہے۔ یہ صاحب ایک نوجوان سربلین تھے جنکو جان لارنس نے لاہور میں دیکھ کر حد سے زیادہ پسند کیا تھا کہ اس شخص سے بہت بڑے بڑے کام بطور میں آئینگے۔ سب کے پہلے اس کا ذکر میرے پاس کے کاغذات میں اس وقت کا ہے جب امام الدین نے اطاعت قبول کر لی تھی اور دوستانہ طور سے (کر سچپن صاحب کے خیال کے مطابق نہایت ہی دوستانہ طور سے لاہور کو واپس آتا تھا) لاہور کو آتا تھا اور اس مضمون سے راقم مضمون کا خاصہ طبیعت نہایت عمدہ طور سے ہوتا ہوتا ہے۔ چنانچہ جان لارنس نے لکھا ہے کہ ”کر سچپن صاحب یہ پوچھنے جاتے ہیں کہ کیا کسی شخص کو بھی پچھانسی نہ دیجائیگی اور اس آواز باز گشت کے سننے سے او اس معلوم ہوتے ہیں کہ پچھانسی کسی کو نہ دیجائیگی“ اور جان لارنس نے لاہور سے جا کر اپنے بندوبست کے کام میں مشغول ہونے کے قبل کر سچپن صاحب کو جو ہدایت کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ نادر ہے۔ جان لارنس نے کہا تھا کہ ”میں امید کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ دیر ہونے کی حالت میں ماہ دسمبر تک میں جالندھر میں پہنچوں گا۔ لیکن اگر اس عرصہ میں میرا آنا نہ ہو تو خیال رکھیے گا کہ بندوبست کم شرح سے عمل میں لایا جائے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں عمر بھر آپ کا دشمن رہوں گا۔ دیکھیے کیونکہ آپ کے سخت بندوبست کرنے کی ترغیب نہ ہونے پائے۔“ اسی زمانے میں ایک دوسرے لائق افسر یعنی جانچ بارنس صاحب جکی رپورٹ کا نگارہ کو میں اوپر اقباسا محول کر چکا ہوں بندوبست کے کام میں مقرر کیے گئے تھے اور کنٹ صاحب اور لیک صاحب اور ہنر کونولیز انکاٹ صاحب بہت تیزی کے ساتھ اپنی کسنی اور نا تجربہ کاری کے الزام کو جانچ بارنس پر عائد کیا گیا تھا اور یہی ایک الزام ایسا ہے جو ہمیشہ دور کیا جاسکتا ہے اور اسکی اصلاح کیجا سکتی ہے (دور کرتے جاتے تھے)۔

لیکن اب جان لارنس کو ایک بڑی بیماری شکل یعنی اس بات کا سامنا پڑا کہ مغزول گورنمنٹ کے جاگیرداروں کی نسبت کیا برتاو کیا جائے۔ یہی وقت بزمانہ مابعد انکو پنجاب میں بھی پیش آتی تھی۔ اس معاملہ کی

کمال کجوائی تھی تو امام الدین نے ایک پنڈت کو گرم پانی میں لوبلوا ڈالا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کے دونوں بڑے محبوب آدمی تھے۔

ص

جب یہ ہم ایک مرتبہ پٹنری لارنس کی نگرانی میں روانہ ہو گئی تو پھر اسکی کیفیت نصیحت میری پٹنری لارنس کو معلوم تھا کہ لاہور میں میرے پیچھے سازش ہوتی ہوگی اور جو فوج میرے ساتھ آئی ہے وہ بھی اسی گمات میں ہوگی۔ لیکن وکیل لال سنگھ کے کان میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ اگر پٹنری پر ذرا بھی آغ آئی تو ان کے بھائی جان جنگی مستقل مزاجی کا حال لال سنگھ کو بخوبی تمام معلوم تھا فوراً قلعہ پر قبضہ اور لال سنگھ کو قید کر کے خود مہاراجہ کو گرفتار کر لینے۔ اور اس سبب سے اس نواح کا سارا خطرہ رفع ہو گیا۔ بعد کو جو کچھ ہوا وہ خود پٹنری لارنس کی مرضی اور تسعدی سے عمل میں آیا۔ امام الدین نے عین اسوقت جب سکون کی فوج جو اسکے مقابلہ کو بھیجی گئی تھی یہ بحث کر رہی تھی کہ آیا ہم امام الدین پر چڑھائی کریں یا نہ کریں اطاعت قبول کر لی اور سب لوگ رضامندی کے ساتھ لاہور کو واپس آئے۔ یہاں شیخ سے جسے برسوں سے مجموعہ کا حساب نہیں سمجھا یا تھا کہا گیا کہ اپنی فطانت کے زمانے کا حساب سمجھا جائے اور اپنی فوج کی تنخواہ ادا کر کے اسکو موقوف کرے اور اپنے مخالفانہ افہال کی جواب دہی کرے۔ امام الدین کی جب غرض لاحق تھی تو انے لال سنگھ کی ہدایتوں پر عمل کیا تھا مگر اب اس سے گوارا نہ ہو سکا کہ لال سنگھ کے لیے خاموشی اختیار کر کے اپنے تین مصیبت میں پھنسانے۔ اسلئے لاہور جاتے ہوئے انے وہ تمام خفیہ احکام جنکے مطابق وہ اب تک عمل کرتا آیا تھا پیش کر دیے۔

اب ۲۔ دسمبر کو اصل مجرم وزیر لال سنگھ خاص اپنے وزیروں اور بڑے بڑے سرداروں کے آگے جہان پریش کی دستبرد فریاد کر کے پٹنری لارنس اور جہان لارنس بھی موجود تھے حقیقت کے لیے پیش کیا گیا۔ یہ ایک بڑا بھاری شاہی مقدمہ تھا اسکے حالات سابقہ حالات موجودہ اور نتیجہ آئندہ یہ سب باتیں سخت حیرت انگیز تھیں۔ دہلی میں لال سنگھ کے دخل کی کاغذات کا پیش ہونا انکی اصلیت لال سنگھ کا بلاغت و دلیل انکار کرنا اپنے ہی وزیروں سے اسکا نافذ ہونا مہارانی کا اس بات کو سنکر شور و فریاد کرنا کہ لال سنگھ وزارت ہی سے جدا نہ کیا جائے بلکہ مہارانی کے پاس عمر بھر نہ جانے پائے کا پھر جس غیر میں لال سنگھ شاہانہ محل سے داخل ہوا تھا وہاں سے قیدی کی حیثیت سے اسکا نکلا اور بغیر اسکے کہ ایک قطرہ خون کا گرا یا تھا کہ کی ذرا بھی کوئی علامت پائی جاتی سکون کی وزارت سلطنت سے پریش سرحد کی چھانڈی فیروز پور کو اسکا منتقل کیا جانا یہ چند باتیں اس مقدمہ کی حقیقتات میں بری دشت انگیز تھیں۔

لیکن اسکے نتائج اور بھی قابل کاٹا ہیں نہ کیونکہ آٹھ سرداروں کی جس کونسل نے لال سنگھ کی جگہ حکومت کا کام اختیار کیا تھا انے دیکھا کہ ہلو گوں کا ارادہ یہ ہے کہ اگر ملک پر ہمارا کامل اختیار نہ رہے گا تو ہم اسکو چھوڑ دینگے

یعنی یہ کہ پنجاب کا کل انتظام انگریزی سپرنٹنڈنٹ کے سپرد کیا جائے جو دربار کے ذریعہ سے کام کرے اور جسوقت مہاراجہ سن بلوچ کو پہونچیں تو ملک کو خود مختار انداز طور پر واپس کر دے۔ یہ دریافت کر کے کل سرداروں اور اکبرین سلطنت کا ایک گروہ جس میں سب کا دشمن تھے ہمارے پاس آیا اور اسنے یک دل و یک زبان ہو کر اس بات کی التجا کی کہ جو شرطیں آپ کو منظور ہیں انھیں شرطوں کے ساتھ ملک میں رہیے۔ اور اسطور پر بذریعہ عہد نامہ پیر اول خود سرداروں کی خواہش اور نابالغ راجہ کی مان کی رضامندی سے گو وہ رضامندی کیسی ہی ناگواری کے ساتھ ہوئی بہرہی لارنس آٹھ برس کے لیے پنجاب کی مسند فرمانروائی اعظم پر متمکن کیے گئے۔

اس نئے انتظام سے انکو اپنی لیاقت اور خلائق دوستی دکھانے کے لیے کس قدر آزادی حاصل ہوئی اب تک انکے ہاتھ پاؤں گویا بندھے ہوئے تھے اور صرف اس طرح کے لوگوں کو صلاح دے سکتے تھے جنھوں نے اپنے کان بند کر لیے تھے یا انکے صلاح کے ناپسند ہونے کی حالت میں ایسا کرتے۔ مگر اب اسوقت سے بذریعہ عہد نامہ انکو ریاست کے ہر ایک حکم میں غیر محدود اختیار دیا گیا تھا اور انھوں نے سنا اپنے ہاتھوں کا ایک ایسا گروہ اپنے پاس لا کر جمع کیا جنکی ایسی باہمی محبت اور ہمدردی کبھی ہندوستان کے افسروں میں نہیں پائی گئی۔

جارج لارنس۔ ہیرنٹ اڈورڈس۔ جان بکسن۔ اڈورڈ لیک۔ جیمز اینٹ۔ آڈر کاکس۔ لیون بوزنگٹ۔ بہرہی لسنڈن۔ نینل پلر۔ جانٹ نیک گریگر۔ ریچرڈ پالک۔ اور جان بنچر۔ انہیں سے ہر ایک کا نام کم و بیش تاریخی طور پر مشہور ہو گیا اور اکثر نام اس سوانح عمری میں بکرات و مرات آئینگے۔ ان لوگوں نے بہرہی لارنس کی ماتحتی میں جان لگا کر اس بات کی کوشش کرنا شروع کی کہ سکھوں کی غلامی میں جو خرابیاں واقع ہوئی تھیں وہ رفع ہو جائیں اور اپنی کشادہ دلی سے خیال کیا کہ آخر کو یہ ملک داخل سلطنت انگریزی نہونے پائے۔ اور اسی دلسوزی سے انھوں نے اسوقت بھی کام کیا جب الحاق پنجاب واجب العمل ہو گیا اور انکا ہر دل عزیز چیف پنجاب کے بوزڈاؤٹ سپرنٹنڈنٹ کا اعلیٰ افسر مقرر ہوا۔ جسوقت بوزڈو جس میں بہت سے ایسے ایسے لوگ جمع تھے جو چھوٹے بھائی کے مختلف اوصاف کے اسقدر مقرر و معترف تھے جسقدر بڑے بھائی کے تھے تو انھوں نے اسی طرح کی گرجوئی سے جان لارنس کی ماتحتی میں جب وہ چیف گورنمنٹ مقرر ہوئے کام کیا۔ جسوقت غدر شروع ہوا تو یہ لوگ اور بھی پہلو بہ پہلو ہڈ کر کھڑے ہوئے مگر ہمارا یہ قول اسیوقت صادق ہو سکتا ہے اگر پہلو بہ پہلو کا لفظ ان لوگوں کے بارے میں استعمال کیا جاسکتا ہو جو ایک دوسرے سے جدا ہیل کے فاصلہ پر تھے اور جنکو کبھی شاذ و نادر کسی گورنمنٹ چمڑے والے آدمی کی صورت دکھائی دیتی تھی اور صوبہ کا انتظام اسطور سے کیا کہ گویا بالکل امن و امان کا زمانہ تھا اور اپنی اپنی اختیارات سے کہیں بڑے بڑے حکم کام کیا۔ اور پھر اسکے بعد ایک مرتبہ اس زمانے کے گذرنے پر ایک نہ ایک طور سے دور دراز مقامات میں جدا گانہ عہدوں پر نہایت کامیابی کے ساتھ قریب

پھر امام الدین اور گلاب سنگھ کے باہن عرصے سے جھگڑا چلا آتا تھا۔ امام الدین اس زمانے میں دربارِ ماتحت کشمیر کا فرمانروا تھا اور گلاب سنگھ وہ شخص تھا جسکو اصل میں ہم نے اسکی جگہ مقرر کرنے کی ذمہ داری امام الدین نے ایسے نفع کے عہدہ کو کسی دوسرے شخص علی انخصوص اپنے باطنی عدو کے لیے چھوڑنا چاہا اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہوا لال سنگھ نے بھی اسکو تقویت دی جو اس انتظام میں شریک تھا۔ پس ان سبب انتظام میں رکھنے کے لیے گیا تھا اسکو امام الدین نے مار ڈالا اور اسکی فوج کو ہٹا دیا۔

کیا ہوگا تب وسط جان لارنس دربار کے نام تاکید کی حکم بھیجا کہ وہ امام الدین کو خلیج کر کے اپنے عہد و پیمان کی تعمیل کرے۔ دربار نے پہلے تو یہ جیلہ و حوالہ کیا کہ یہ سب قصہ غلط ہے۔ اس کے بعد اور عذر و معذرت کر کے اس بات کی کوشش کی کہ جہانگیر مکن ہو یہ بات نال دیجائے۔ لیکن جان لارنس نے ثابت قدمی کی اور دربار کو اس بات پر مجبور کیا جو بالطبع اس کو ناگوار تھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ”بڑے سنگھ نے کوچ کرنے میں بڑی سستی کی۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ بڑا بزدل ہے۔ اگر بلوگن نے تاکید نہ کی ہوتی تو وہ ایک اچھے آگے نہ بڑھتا۔ میں نے جا کر اسکو تسلی دی اور اس سے کہا کہ اگر تم دربار میں منت کر دو گے تو تمہارا بڑا نام ہوگا اور ہماری خوشنودی ہوگی۔“

آخر کو سات ہزار لکھ جگہ جمع ہوئے اور جان لارنس کی آنکھوں کے سامنے دربار سے راوی کے اس پار تارے گئے جان لارنس ۲۰ اکتوبر کو لکھتے ہیں کہ

میرے سامنے ساری فوج آج صبح کو دربار آنا رہی گئی۔ سکر لوگ ہم لوگوں کی نسبت اپنی فوج زیادہ آسانی کے ساتھ دربار آنا نہ جانتے ہیں۔ سپاہی تو غیر بہت کچھ ثابت قدمی کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن سرداروں کو اہلیت و حکم کی کمی تھی۔ شہر سے لگانا پڑا۔ سپاہیوں نے بہت عہدہ بڑا دیکھا۔ انکی طرف سے جھگڑا بھی وقت نہیں پڑی۔ مگر سرداروں نے اسوقت بڑائی کی۔ ایسے کعبت لوگ میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ رنجور سنگھ اور دھاک آدمی اور اسی تک روانہ نہیں ہوئے۔ سو عساکر ہی بچا رہے ہیں اور میں ہرزہ و درتہ ایک سو اڑھائی کے بیان سمجھتا ہوں کہ اسی تک ساعت نبی یا نہیں۔ لیکن فوجی حرکتوں کو دیکھ کر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آیا تھا جان کے دل میں پھر دلولہ جنگ و جدل پیدا ہوا۔ بڑا قیامت و آوارگی ہوئی جسکو انکی بن اور اتفاقات زمانے نے خاموش کر دیا تھا جبکہ قوت کے ساتھ انہیں موجود تھی اور ان کے بارے میں انہوں نے اپنے دوست گری کو اپنے یہ خیالات ظاہر کیے۔

۲۰ اکتوبر۔ اگر گورنر جنرل کی مرضی ہوتی تو میں بڑی خوشی سے ساکوٹ کو بیچ سنگھ کے ساتھ جاتا۔ اس سے بہتر جھگڑا اور کچھ نہیں معلوم۔

ہوتا۔ کاشکے کمان بمبکو لمبائی تو مین بات کہتے شیخ جی کا فیصلہ کر دیتا۔ لیکن لارڈ لارنس کو شاید یہ خیال ہو گا کہ سپاہ گری میرا کام نہیں ہے اور شاید میرے لیے یہی بہتر ہے کہ یہاں مقیم رہوں اور دبار میں اس دامان قائم رکھوں۔ جب تک ہلوگ ان لوگوں کو تنگبین نہ کریں گے اس وقت تک اُن سے کچھ نہوگا۔

اس اثنا میں جان لارنس کو چارنا چار یہ یقین ہوتا جاتا تھا کہ شیخ امام الدین کو برابر دربار سے خفیہ ہاتھ میں پہنچتی ہیں اور اگر ایسا ہے تو لال سنگھ ٹیک اپنی تمام کوشش اس بات میں صرف کرے گا کہ ہم کو ناکامی ہو اور ہلکے چوٹیلے اسکی روانگی کا تھا و د حاصل ہونے پائے۔ چنانچہ اس خیال سے بندوبست کیا گیا کہ ہنری لارنس شہر سے آئین اور بچہ اپنی خاص سپاہ لیکر سکھ فوج کے ہمراہ جا کر اسکو اپنے اختیار میں رکھیں۔ ہنری لارنس اس ہی کام کرنے کے لیے گلاب سنگھ کے ساتھ کیے گئے جو مخالفت کرنے پر آمادہ تھا اور یہ چاہتا تھا کہ نئی رعایا کے لوٹنے کا کوئی بہانہ مل جائے۔ یہ نیا شخص جسکو ہم نے نامزد کیا تھا اس پر حقیقت میں ہکو فر کرنے کی بہت کم وجہ تھی۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”جالندھار اور لاہور میں گو وہ مشہور عام ہے لیکن میں نے کسی شخص کو اس کے حق میں ایک کلمہ نیک کہتے ہوئے نہیں سنا۔“ ایک تیسرا شاہرہ جسکو اس کے حالات کے موازنہ کرنے کا بہت عمدہ موقع حاصل تھا بیان کرتا ہے کہ ”وہ خلقاً حرص اور ظالم ہے۔ وہ دیدہ و دانستہ اس غرض سے انتہائے مرتبہ کی سنگری کے افعال کا مرکب ہوتا ہے کہ اس کے نام سے ہر شخص خوف کھانے لگے اور کوئی شخص اسکی قوت میں دست اندازی کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔“ الغرض ہر قسم کی صورت میں جس شخص کو بذریعہ افواج سکھ سکھوں کی خواہش اور بلکہ اُس رعایا کی خواہش کے خلاف بھی جو بد قسمتی سے شخص مذکور کے تحت میں آنے والی تھی دینا کے سب سے زیادہ دھچپ ملک کے تحت حکومت پر بٹھانے کا کام ہمارے سپرد تھا اسکی یہ کیفیت تھی۔ اور پچارے ہنری لارنس کو جو اپنے نہایت اعلیٰ اصول (گو اسپین انکی غلط فہمی تھی کہ یہ اصول اعلیٰ تھے) کی تحریک سے اس انتظام کی صلاح دینے پر راغب ہوئے تھے اپنے بہترین اجاب کی نکتہ چینیوں اور خود اپنے ایمان کے خیال سے ”اپنے دوست گلاب سنگھ“ ”جیسا کہ جان لارنس انکو دلگی میں کہا کرتے تھے“ کی تائید کرنے میں اکثر بڑی مشکل معلوم ہوتی۔ یہ ایک نہایت ہی ناگوار کام تھا تسکین کی صرف یہ بات البتہ تھی کہ جس شیخ کو اسکی جگہ مقرر کرنا تھا وہ اُس سے بھی بدتر تھا۔ ایک شخص نے جو امام الدین کی خصلتوں سے بخوبی تمام واقف تھا اسکی نسبت بیان کیا ہے کہ ”حرص نخوت ظلم فساد یہ سب باتیں لاپرواہی عیاشی شہوت پرستی اور بزدلی کے ساتھ خلط ملط ہو کر اس میں عجیب طرح کی کیفیت سے پائی جاتی تھیں۔ فی الواقع ان دنوں شخصوں کے مابین مابہ الا تمیز بہت کم تھا۔ جان لارنس کہتے ہیں کہ ”اگر گلاب سنگھ نے ایک زندہ مردار کی

یہاں اعرین اس سے عمدہ ترین حکمت علی پایہ ثبوت کو پہونچی۔
جان لا لائسنس کی حیثیت میں

تصویر خانہ میں۔ طوالت کے خوف سے میں اس مقام پر انکو درج نہیں کر سکتا۔ جو وقت لالہ نگر پورہ کی مہم میں گزر گیا تھا۔

ہر ایک کا رد و ایون سے جان لائن کے واقف ہونے کی نسبت جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس قیاسی تصور پر کہ لال سنگھ نے خربنیں ل مہارانی کو نہایت غصہ آگیا۔

[illegible]

ص ۳۲
 مل جل جی سوار و اس کی کشتی
 کا ایک زمانہ تمام اور مل جل
 جی سوار سے ایک بیڑے
 چاہی بیڑی کے در سے
 وہ بیڑا شام کے ایک
 لڑکے کے ہاتھ سے اس وقت
 کے لئے جھنڈا ڈھانڈا
 ہو گا۔ -

ہم نے اسکو صرف اسوجہ سے مقرر کیا کہ اسکو ہمارا بیٹا منتخب کیا تھا۔ مجھ کو یقین ہے کہ راجہ کو اسقدر خوف کسی سے نہیں ہے جسقدر میری طرف سے ہے اور اس پر بھی میں دیکھتا ہوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ کل میں بھائی رام سنگھ کے خزانے کے ساتھ گیا تھا اور جہاں وہ جلا گیا تھا وہاں جاکر شریک ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ پچاس لاکھ روپیہ چھوڑ کر مرا ہے اس میں کا ایک بڑا حصہ لڑائیوں کے شروع ہونے کے بیشتر تیار اس کو بھیجا گیا تھا۔ ایسے موقعوں پر یہاں کا دستور ہے کہ لاش کو کشمیری دوشالوں میں لپیٹتے ہیں اور وہ بھی لاش کے ساتھ جلا دیے جاتے ہیں۔ جسقدر دوشالے لاش کے لیے درکار تھے سقدر متونی کی ازواج اور ورثا میں سے کسی نے مہمانہ کیے حالانکہ بیان کیا گیا ہے کہ متونی کئی سود دوشالے چھوڑ کر رہے۔ ترکو تین دوشالے راجہ نے ایک دوشالہ دیوان مولراج نے اور تین پرانے دوشالے متونی کے گھر والوں نے دیے۔ یہ عزت اور ایمان کھو کر دولت جمع کرنے کا نتیجہ ہے کہ اس کے حریص ورثا تجنیز و تکفین کے لیے اتنی بے حقیقت بنے کا دنیا بھی وارنا نہ کر سکے۔۔۔۔۔ جس دن مولراج نے جج کی ملاقات کرنے کی اجازت حاصل کی تھی اس روز اصالتاً وہ نذر دینے کو گئی وہ پہلے اسنے دکالتا دینا چاہی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ صاحب لوگ رشوت یا نذر نہیں لیتے ہیں۔ ظاہر اس سے اسکو بڑا تعجب گزرا اور اسنے کسیقدر طنز کے ساتھ مجھے پوچھا کہ کیا صاحب لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کہیں سو میں ایک اور وہ ایک شخص اس قابل نہیں ہے جسکو رشوت دیجائے کیونکہ اُسپر چاہے جسقدر بھروسہ کیا جائے مگر اسکا نہ کو کچھ اختیار اور نہ وقعت ہوتی ہے۔ ظاہر یہ منکر وہ بہت متحیر ہوا اور مجھے کہا کہ اب تک تو میں نے آپ لوگوں سے بہت کم واسطہ رکھا مگر آئندہ میں آپ لوگوں کا سچا دوست رہوں گا اور جو کچھ حکم ہوگا اسکی تعمیل کرنے پر مستعد رہوں گا۔

اپنی روزمرہ کی ملاقاتوں اور غور و فکر بلج سے جان لارنس نے جو عام نتیجہ نکالا تھا وہ قابل تسلیم بالائے عوام ہی نہیں تھا بلکہ بالکل صحیح تھا۔ اور وہ نتیجہ انھوں نے یہ نکالا تھا کہ ”میری رائے میں یہاں کے کسی شخص کی کسی جماعت پر ذرا بھی اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ یہاں صداقت اور ایمانداری کسی میں نام کو بھی نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص بس اسی امر پر تیار رہتا ہے کہ اپنے ہمسایہ کے خلاف فساد اور سازش کر کے اسکو رک پھونچائے یہ لوگ ہر طرح کی قسم کھانینگے ہر ایک قول و اقرار کو مان لینگے مگر سب کچھ اس بات کے لیے کریں گے کہ وہ غلابازی کرنے کا اور زیادہ موقع ملجائے۔“

اُوہ تو خاص پنجاب میں ناراضی پھیلنے کے یہ پرانے اور روز افزون اسباب موجود تھے۔ اور ایک منصفانہ بندوبست کے ذریعہ سے ملک کشمیر اور اسکے بد قسمت باشندے اپنی مرضی کے خلاف گویا یہ تصور ہو کر کہ وہ محض لکڑی کے کندے تھے گلاب سنگھ کے نام منتقل ہونے والا تھا۔ گلاب سنگھ ایک دو گڑا راجپوت تھا جسکو ابالیان کشمیر سے کسی طرح کا تعلق نہیں تھا۔ یہ انتظام صفائی کے ساتھ عمل میں آنے والا نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت خطرناک فوجی کارروائیوں میں یہ لوگوں کو مصروف ہونا پڑے گا۔

اگر بزرگری کے لیے میں نمونہ تو اس ملک کی کیا گت ہوتی۔

جس صفائی اور قابلیت کے ساتھ جان لارنس نے اپنے خیالات ان باتوں اور اس پر طر کے دوسرے معاملات کے متعلق گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور جس مدبرانہ واقفیت کے ساتھ اس زمانے میں بھی وہ معاملات تیار دے جو ایک دن نہایت ہی اہم ثابت ہوئے ہوا ہے تھے اور جن کے حل کرنے کی پوری جوابدہی انہیں پر آنے والی تھی ایک طویل اور صحیح و بلوغ مراسلہ مورخہ ۱۱ ستمبر کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہو جائیگی۔

چونکہ مجھ کو یقین معلوم ہے کہ گورنمنٹ اگر لاہور سے اپنی فوج واپس طلب کرے گی یا وہاں قائم رکھے گی تو ان دونوں باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا اس سبب سے شاید اسکے بارے میں کوئی چارہ کار بتانا میرے حدود اقتدار سے خارج ہے پس اس بات کا الزام گوارا کر کے میں غالباً گورنر جنرل بمبار کو صلاح دیتا ہوں کہ گورنمنٹ کے لیے مصلحت اسی میں ہے کہ جب تک ہمارا جس بلوغ کو نہ پہنچیں اس وقت تک کے لیے دلائل گورنمنٹ ملک کو اپنے انتظام میں داخل کرے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ بد عمل پھیلائے کے لیے اس ملک کو چھوڑ دینا ہرگز قرین مصلحت اور جائز نہیں ہے اور جن خیال کرتا ہوں کہ اگر ہلوگ خود ملک کو لے لینگے تو عوام پنجاب جو قوی خیال رکھتے ہیں اسکو پسند نہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں کو ہماری فرمانروائی کے فائدہ معلوم ہیں اور جو لوگ مخالفت جان و مال کو عزیز چاہتے ہیں کامل مذہبی اعتدال اور ترقی تجارت و زراعت کے قدر دان ہیں وہ ضرور خوش ہونگے لیکن ذی اختیار اشخاص کے گردہ میں ایسے بہت لوگ ہیں جو ہماری فرمانروائی کے مخالف ہیں۔ اس قسم کے اشخاص میں سردار اور بڑے بڑے جاگیردار اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے علماء اور خاص کر کے نوکری پیشہ لوگ داخل ہیں۔ ان کے لیے ہمارے انتظام میں کوئی وجہ ہمیشہ پیدا نہیں ہوتی یا انکے جس طریقے سے وہ چاہتے ہیں اس طریقے سے نہیں ملتی۔

میرے نزدیک ہلوگوں کا قیام صرف اس بات پر منحصر ہے کہ ایک ملک کے دیہی رہیوں کا رعب اختیار رفتہ رفتہ کم کر دین اور جب انکو دوائی جاگیر بھی عطا کریں تو ان لوگوں کو جو کبھی کسی بتافون کے پابند نہیں رہے اور ہمیشہ اپنی خوشی اور مرضی کے مطابق عمل کرتے رہے قواعد و قوانین کا پابند کر دیں۔ دیہی انتظام کے بموجب ہر ایک جاگیردار ایک چھوٹا بادشاہ ہے جو جان چھوڑ دینے اور جان لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ وہ مالگزار و وصول کرتا ہے محصول لگاتا ہے۔ فیصلہ مقدمات کے لیے پھری کرتا ہے مختصر یہ کہ قدیم زمانہ کا بیڑ جن اس پر دینا کے کسی شخص کی کوئی جوابدہی نہیں رہتی۔ لیکن ہماری حکومت میں یہ سب باتیں بدل جاتی ہیں وہ صرغ ان کی رو سے مالگزار و وصول کر سکتا ہے اپنی رعایا کے چوپائے یا اطفال کو گرفتار کرنے سے متنع رکھا جاتا ہے۔

اور جن احوال کے لیے کچھ مدت پیشتر وہ معفو تھا اور انکار نکال کر کتاب کرتا تھا اب اُنکے لیے ماخوذ کیا جاتا ہے اور سزا یا بھجواتا ہے۔ پس ایسا شخص کیونکر ہماری عہداری سے رضا مند ہو سکتا ہے۔ وہ نہ ہماری ملازمت کی قابلیت رکھتا ہے اور نہ اُسکو ہماری نوکری کرنے کی آرزو ہوتی ہے۔ اُسکا شغل گیا گدرا ہوا اولب نے شغل کے سیکھنے کا یا تو سن نہیں رکھتا یا کاپی سے نہیں سیکھتا ہے۔ غیر قدامت سواروں اور پیدلوں کے بڑے بڑے گروہ بے روزگار پڑے ہوئے ہیں اور بظن لوگوں کی جمعیت بڑھاتے جاتے ہیں۔ اہل قلم تک شاکی ہیں۔ دیسی حکومت کے زمانے میں جو پیشتر دولت انھوں نے جمع کی تھی اب ہماری عہداری میں وہ نہیں جمع ہو سکتی ہے۔ تحصیلدار ضلع یا کسی دفتر صیغہ حساب کا محرر جو ہماری عہداری میں مستعدی اور جانفشانی کر کے بیس روپیہ سے لیکر ۲۰۰ روپیہ ماہوار تک ترقی کر سکتا ہے وہ پنجاب میں بشرطیکہ تیر چالاک آدمی ہو لکھو کھارو پیہ جمع کر سکتا ہے۔ امام الدین نے جو اس وقت کشمیر کا حاکم ہے دس برس کے عرصے میں ایک کروڑ روپیہ جمع کر لیا ہے۔ اس شخص کا باپ جب پہلے پہل کام کرنے لگا تھا تو اُسکے پاس ایک جبہ بھی نہ تھا۔ ... جن لوگوں کو ہماری حکومت سے بے انتہا فائدہ ہے وہ بھی ہماری حکومت سے خوش نہیں ہیں۔ وہ پیشتر کی خرابیوں کو بھول جاتے ہیں اور موجودہ زمانے کی خفیت باتوں پر محاذ کرتے ہیں۔ سوداگر اور مہاجن لوگ جو ہماری حکومت میں بہت جلد روپیہ پیدا اور کامیابی حاصل کرتے ہیں اور جنگی نسبت کما جاسکتا ہے کہ آپر کسی طرح کا محصول نہیں لگتا وہ بھی اکثر نہایت ہی خفیت باتوں اور بالکل بیوجہ امور میں چنگاڑ چنگاڑ کر شکایت کرنے لگتے ہیں۔ میں نے یہ باتیں اسوجہ سے بیان کی ہیں کہ مبادا ہلوگ اس خیال کی ترغیب میں نہ آجائیں جو بالیقین میرے نزدیک پنجاب کے اکثر درجہ کے لوگوں میں عموماً اس امر کے مفید مطلب پایا جاتا ہے کہ ہلوگ اس ملک کی حکومت اپنے اختیار میں کر لیں۔ یو مانیو ما بڑے بڑے سردار جان لارنس کی ملاقات کو آنے لگے انہیں سے ہر شخص کے دل میں وزیر کی طرف سے اور بلکہ اپنے اکثر بھجنس سرداروں کی جانب سے بھی عناد ہوتا تھا اور ہر شخص خود غرضی سے یہی چاہتا تھا کہ میرا کام نکلے۔ ضلع دہلی میں ویسی اشخاص سے جان لارنس جو ضبط و ربط رکھنے کے چکے تھے اس سے اُنکو بڑا تجربہ حاصل ہو گیا تھا۔ اسوجہ سے وہ نیک و بد میں تمیز کر کے اصل اصل باتیں چن لیتے تھے اور ان باتوں کے ذریعہ سے گورنمنٹ لاہور کی اذیت و حکمت عملی اور ان تمام قبض حقوق کا جو دربار میں ظاہر کیے جاتے تھے حال دریافت کر لیتے تھے۔ وہ دعا بازوں کے ساتھ اُنکے جواب میں دعا بازی نہیں کرتے تھے بلکہ استبازی کا برتاؤ کرتے تھے۔ یہی برتاؤ انھوں نے ہمیشہ کیا چنانچہ بعد اس زمانے کے کلاپو صاحب نے اومی چند کے ساتھ جو ناشدنی عہد و پیمان کیے ان سے لیکر لارڈ لارنس کے عہد و پیمان کے زمانے تک جو امیر شیر علی سے کیے گئے تھے ہندوستانیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہم نے دورنگی کے بدلے استبازی اور ملکی وکالت کے بدلے مدبری ہی پر عمل کیا اور جہاں کہیں یہ برتاؤ

ان باتوں پر خوب غور کریں گے جو کل مین نے وزیر کے اختیارات محدود کرنے کے بارے میں لکھی تھیں۔ بغیر مین سرخیاں لٹکر کو بہت پسند کرتا ہوں۔ وہ فوج سے خوب قواعد لیے ہیں اور خود بھی اب تک بہت اچھے کرتے ہیں۔ اگر بعد کو لڑائی ہو تو ہر وقت کم ہوگی۔ ہماری فرمانروائی کے بارے میں بیشتر بیان کے لوگ جو اسے کہتے تھے اب وہ بدل گئی۔ یہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب ہم کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معاملات خوب درست رہتے ہیں کیونکہ ملک کے لوگ دیکھتے ہیں کہ نئی سلطنت ہونے سے بڑے فائدے کی وقت اور بددلی کو قبول جاتے ہیں تو پھر خدا فرما دے اس بات کو مین ہمارے انتظام سے مکدر اور ناراض ہونے لگتے ہیں حالانکہ ہر کے معاملات بخوبی طے ہوتے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک گنٹ صاحب اور لیگٹ صاحب اچھے افسر نکلیں گے۔ صاحب سے نامکن معلوم ہوتا ہے کہ شقت کی روٹی کھا تین۔ بوڑھے طوطے تھو لڑا ہی پڑتے ہیں۔ پیاری ننھی بی بی کے خبر گران رہی ہے گا۔

اس کے چند روز بعد جب جان لارنس نے دیکھا کہ ملک مذکور کو اس کے حال پر چھوڑ دینے کی قہقہے روز بروز برتری ہی جاتی ہیں تو رفتہ رفتہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک خرد سال ہمارا ہے سن بلوغ کو نہ پہنچیں اس وقت تک ملک کا انتظام ہم لوگوں کے اختیار میں رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ ایک جہمی مین وہ لکھتے ہیں کہ

۸۔ تبصرہ۔

مجھ کو یقین ہے کہ اگر ہم نے ملک چھوڑ دیا تو میان کے معاملات سنبھل نہ سکیں گے۔ جہانک مین اپنے طور پر دیکھ سکتا ہوں دانتک مجھ کو بھی امر صائب اور قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ملک چھینٹنے کی کوشش نہ کر دیا جائے مین یہ کہ ہمارا یہ سب بلوغ کو پہنچنے تک اس کے ملک کا انتظام ہمارے ہاتھ رہے مجھ کو یقین ہے کہ سردار لوگ اس امر میں اتفاق کریں گے۔

دوسری چیزوں میں جس آزادی سے انھوں نے اس دعا بازی کا حال بیان کیا جو ان کے گرد و پیش ہو رہی تھی اور جس آزادی کے ساتھ ان کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی اس سے کب قدر ان کے پیمانے اور شائد بھائی سے بھی زیادہ بالادست حکام کو ناراضی ہوئی اور وہ اس طور پر اپنی برادرت کرتے ہیں کہ

۱۳۔ ستمبر۔

میرے پیارے مال۔ اڈورڈ جنس صاحب آج شکور وانہ ہوتے ہیں اور نیدر مین تک جمون مین پہنچ جائینگے۔ مجھ کو امید ہے کہ کنڈن صاحب دو ایک روز کے عرصہ میں واپس آجائینگے کیونکہ شہر کے صیغہ متفقہ کا کام استدر ہے جسکے انجام کرنے میں ایک آدمی کا پورا وقت درکار ہے۔ میں نے آج ایک مختصر چچی گورنمنٹ کو لکھی ہے۔ میں نے حتی الامکان رائین بہت کم دین۔ باہنہ اکثر واقعات لفظی اعتبار سے بمنزلہ راپون کے ہیں اور یہ رائین بھی غیر لوگوں کی ہیں۔ میں نے اپنی سب چیمیاں دیکھیں اور اُن سے کوئی بڑا بھاری اختلاف نہیں پیدا ہوتا سوائے اُسکے جو ملکی معاملات پر رائے دینے میں کسی شخص کے لیے مستثنیٰ کیے جاسکتے ہیں۔ بے حاشیہ چھوڑے ہوئے تو نقشہ کا بنانا ذرا مشکل امر ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ میرے نزدیک راجہ کے لیے سب سے بھاری دقت یہ ہے کہ سردار لوگ رضامند رکھے جائیں اور اگر اس امر کا وہ بندوبست کر سکیں تو تمام معاملات سنبھل جائیں۔ وہی رائے میری اس وقت بھی ہے۔ لیکن اُن سے سرداروں کو رضامند نہیں کیا اور زیادہ خرابی کی بات یہ ہے کہ دوسرے امور کے متعلق جو کچھ وہ کر سکتا تھا وہ بھی نہیں کیا۔ اب مجھ کو کلی یقین ہے کہ اسکو ناکامی ہوگی لیکن اسکی یہ ناکامی اسی کے قصور وں سے ظہور میں آئیگی خارجی اسباب کو اس سے کچھ تعلق نہوگا۔ بعض باتوں کے اعتبار سے تو وہ عمدہ کارروائی کرنے کا بڑا خواہشمند ہے لیکن اسکا طریقہ غلط ہے اور بالعوض اسکے کہ دلائل کے ساتھ نصیحتوں پر لحاظ کرے وہ محض جھوٹ بولتا ہے۔ شرمخ کی طرح اسکا بھی یہی خیال ہے کہ اگر سرچھپ جائے تو اُسکے نزدیک سارا جسم چھپ جائیگا۔ چنانچہ اسکا خیال یہ ہے کہ اگر ہم لوگوں کو اسکی کارروائی کا حال معلوم نہوگا تو سب طرح سے بہتری ہوگی۔ میں قیاس کرتا ہوں کہ یہ کشمیر کا مسئلہ گورنمنٹ کی حکمت عملی پنجاب کو متطلب کر دیگا۔ مالگاری کے نقشہ جات جو آج آئیں وہ قابل اطمینان ہیں۔ بیس لاکھ روپیہ مجھ کو وصول ہو چکا۔ آئندہ ایک ہفتہ کے اندر سب مالگاری وصول ہو جائیگی۔ اگر ملک پر قبضہ کر لینا ضرور معلوم ہوا تو دیوان مولراج سے علیحدہ بندوبست کر کے اسکو اپنی ماتحتی میں بحیثیت دیوان بجال رکھنا ایک عمدہ تدبیر ہوگی۔ وہ سکھوں کو اکیس لاکھ روپیہ دیتا ہے اور ایک بڑی بھاری فوج قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس ملک کے تفصیل وار نقشیات ہم کو دستیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ کبھی نقشے تیار ہی نہیں کیے گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اقل درجہ چالیس لاکھ روپیہ وصول ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب جواہر سنگھ مارا گیا تھا تو اُس زمانے میں دیوان بائیس لاکھ دینے پر رضامند ہوا تھا۔ اگر ہم پنجاب کو لے لیں تو میرے نزدیک اس قسم کے بندوبست سے معاملات سلجھ جائینگے۔ میں اس حکمت عملی کی صلاح نہیں دیتا ہوں بلکہ میری رائے اسکے بالکل برعکس ہے۔ میں صرف اس امر کو سوچ رہا ہوں کہ ویسا کرنے کی حالت میں ہلوگ کیا انتظام کر سکیں گے۔ مجھ کو اب تک محنت شاقہ کرنا پڑتی ہے۔ ہر روز دس گھنٹہ تک برابر کسی سے سرکنے کی ہمت نہیں ملتی۔ میری سمجھ میں درحقیقت یہ نہیں آسکا کہ

استد اور کتا ہے اگر اس طرح کے چند کو سپاہی بھی اسکے قریب جمع ہو گئے تو اسکی حالت بہت کچھ بدل دینگے۔ لیکن ان باتوں پر خوب غور کریں گے جو کل مین نے وزیر کے اختیارات محدود کرنے کے بارے میں لکھی تھیں۔ بغیر ان کے اسکے اختیارات محدود کیے جائیں اسکا قیام دشوار ہے۔

میں سر جان لائٹ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ وہ فوج سے خوب قواعد لیتے ہیں اور خود بھی اب تک بہت اسے کرتے ہیں۔ اگر چند کوڑائی ہوئی تو ہر وقت کم ہوگی۔ ہماری فرمانروائی کے بارے میں پیشتر بیان کے لوگ جو اسے بکتے تھے اب وہ بدل گئی۔ یہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب ہم کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معاملات خوب درست رہتے ہیں کیونکہ ملک کے لوگ دیکھتے ہیں کہ نئی سلطنت ہونے سے بڑے فائدے کی وقت اور بد عملی کو قبول جاتے ہیں تو پھر ذرا سی باتوں میں ہمارے انتظام سے مکدر اور ناراض ہونے لگتے ہیں حالانکہ ہر کے معاملات بخوبی طے ہوتے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک گنٹ صاحب اور لیکٹ صاحب اسے افسر ٹھیکینگے۔ صاحب سے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ شقت کی روٹی کھا میں۔ بوڑھے طوطے تمہارا ہی پڑتے ہیں۔ پیاری ننھی بی بی کے خبر گران رہیے گا۔

اسکے چند روز بعد جب جان لائٹس نے دیکھا کہ ملک مذکور کو اسکے حال پر چوڑھویں کی قسین روز بروز برستی ہی جاتی ہیں تو رفتہ رفتہ انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک خرد سال مہاراجہ سن بلوغ کو نہ پہنچیں اسوقت تک ملک کا انتظام ہم لوگوں کے اختیار میں رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ ایک چٹھی میں وہ لکھتے ہیں کہ

۸۔ ستمبر۔

مجھ کو یقین ہے کہ اگر ہم نے ملک چھوڑ دیا تو یہاں کے معاملات سنبھل نہ سکیں گے۔ جہانگ میں اپنے طور پر دیکھ سکتا ہوں وہاں تک مجھ کو یہی امر صاحب اور قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ملک چھینٹیری کے سپرد کیا جائے یعنی یہ کہ مہاراجہ کے سن بلوغ کو پہنچنے تک اسکے ملک کا انتظام ہمارے ہاتھ رہے مجھ کو یقین ہے کہ سردار لوگ اس امر میں اتفاق کر سکیں گے۔

دوسری چٹھیوں میں جس آواز دی سے آفون نے اس دعا بازی کا حال بیان کیا جو ان کے گرد و پیش ہو رہی تھی اور جس آواز دی کے ساتھ اسکی نسبت اپنی رائے ظاہر کی اس سے کچھ قدر آنکھ پھٹی اور شاید بھائی سے بھی زیادہ بالادست حکام کو ناراضی ہوئی اور وہ اسطور پر اپنی برامت کرتے ہیں۔

۱۳ - ستمبر -

میرے پیارے مال - اڈو زونٹس صاحب آج شکور وانہ ہوتے ہیں اور پندرہویں تک جموں میں پہنچ جائیگے۔ مجھ کو امید ہے کہ لٹنڈن صاحب دو ایک روز کے عرصہ میں واپس آجائیگے کیونکہ شہر کے صیغہ متفقہ کا کام اس قدر ہے جسکے انجام کرنے میں ایک آدمی کا پورا وقت درکار ہے۔ میں نے آج ایک مختصر چچی گورنمنٹ کو لکھی ہے۔ میں نے حتی الامکان راتیں بہت کم دیں۔ بالخصوص اکثر واقعات لفظی اعتبار سے بمنزلہ راپون کے ہیں اور یہ راتیں بھی غیر لوگوں کی ہیں۔ میں نے اپنی سب چٹھیاں دیکھیں اور ان سے کوئی بڑا بھاری اختلاف نہیں پیدا ہوتا سوائے اسکے جو ملکی معاملات پر رائے دینے میں کسی شخص کے لیے مستثنیٰ کیے جاسکتے ہیں۔ بے حاشیہ چوڑے ہوئے تو نقشہ کا بنانا ذرا مشکل امر ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ میرے نزدیک راجہ کے لیے سب سے بھاری وقت یہ ہے کہ سردار لوگ رضامند رکھے جائیں اور اگر اس امر کا وہ بندوبست کر سکیں تو تمام معاملات سنبھل جائیں۔ وہی رائے میری اس وقت بھی ہے۔ لیکن اُسے سرداروں کو رضامند بنینا کیا اور زیادہ خرابی کی بات ہے کہ دوسرے امور کے متعلق جو کچھ وہ کر سکتا تھا وہ بھی نہیں کیا۔ اب مجھ کو کلی یقین ہے کہ اسکو ناکامی ہوگی لیکن اسکی یہ ناکامی اسی کے تصور وں سے ظہور میں آئیگی خارجی اسباب کو اس سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ بعض باتوں کے اعتبار سے تو وہ عمدہ کارروائی کرنے کا بڑا خواہشمند ہے لیکن اسکا طریقہ غلط ہے اور بالعموم اسکے کہ دلائل کے ساتھ نصیحتوں پر لحاظ کرے وہ محض جھوٹ بولتا ہے۔ شرمخ کی طرح اسکا بھی یہی خیال ہے کہ اگر سرچھپ جائے تو اسکے نزدیک سارا جسم چھپ جائیگا۔ چنانچہ اسکا خیال یہ ہے کہ اگر ہم لوگوں کو اسکی کارروائی کا حال معلوم نہوگا تو سب طرح سے بہتری ہوگی۔ میں قیاس کرتا ہوں کہ یہ کشمیر کا مسئلہ گورنمنٹ کی حکمت عملی پنجاب کو متنبہ کر دیگا۔ مالگزار کی کے نقشہ جات جو آج آئیں وہ قابل اطمینان ہیں۔ بیس لاکھ روپیہ مجھ کو وصول ہو چکا۔ آئندہ ایک ہفتہ کے اندر سب مالگزاری وصول ہو جائیگی۔ اگر ملک پر قبضہ کر لینا ضرور معلوم ہوا تو دیوان مولراج سے علیحدہ بندوبست کر کے اسکو اپنی ماتحتی میں بحیثیت دیوان بجال رکھنا ایک عمدہ تدبیر ہوگی۔ وہ سکھوں کو اکیس لاکھ روپیہ دیتا ہے اور ایک بڑی بھاری فوج قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس ملک کے تفصیلوار نشجیات ہکو دستیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ کبھی نقشے تیار ہی نہیں کیے گئے بیان کیا گیا ہے کہ اقل درجہ چالیس لاکھ روپیہ وصول ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب جواہر سنگھ مارا گیا تھا تو اس زمانے میں دیوان بائیس لاکھ دینے پر رضامند ہوا تھا۔ اگر ہم پنجاب کو لے لیں تو میرے نزدیک اس قسم کے بندوبست سے معاملات سلجھ جائیگے۔ میں اس حکمت عملی کی صلاح نہیں دیتا ہوں بلکہ میری رائے اسکے بالکل برعکس ہے۔ میں صرف اس امر کو سوچ رہا ہوں کہ ویسا کرنے کی حالت میں ہلوگ کیا انتظام کر سکیں گے۔ مجھ کو اب تک محنت شاد کرنا پڑتی ہے۔ ہر روز دس گھنٹہ تک برابر کسی سے سرکنے کی مہلت نہیں ملتی۔ میری سمجھ میں درحقیقت یہ نہیں آتا کہ

نہیں ہے اسکو میں تم سے مخفی نہ رکھوں گا۔ ہمارا بیست اچھی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب انکی نظر غایت بہان
 راہ پر تھی وہاں علمبراس کے اور دو ملازموں پر بزدل ہو گئی ہے اور غالباً ان صغیرہ گناہوں کی سزا کے لیے
 قرا کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتی ہیں۔
 مقام لاہور مورخہ ۲۷ ہجرت

میر سیکھ پارسہ پانی یہاں کے معاملات پر متوجہ ہیں۔ اور کانٹا بیکر قید خانہ میں ہیں اور آپس میں غصہ صلاح و مشورہ کر رہے ہیں
 سننے ہیں کہ فی الحال راہ کے چال چلن میں کچھ اصلاح ہوئی ہے علی الخصوص اسوقت سے جب میں یہاں داخل
 ہوا لیکن سردار لوگ اس کے بہت کم متعرف ہیں اور کہتے ہیں کہ راہ صرف ہماری وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ بعض لوگ
 کہتے ہیں کہ وہ ہماری فوج کے چلے جانے سے سانس نہوں گے کیونکہ اس صورت میں ان کا اختیار اور بھی کامل
 ہو جائیگا اور اسوقت جو اسکے دل میں آئیگا کر سکیں گے۔ ماسمین شک نہیں کہ بعض اوقات وہ ہماری مخالفت کو نہایت
 زبردست سمجھتے ہیں لیکن فی الحقیقت عموماً یہ ہے کہ وہ اہل راہی ہمارے چلے جانے سے ذرا تین۔ چھ بجے ایک بڑے ہوشیار
 شخص یعنی رنجور سنگ کے ایک رفیق سے جسکو میں دو آہ جالندھر میں رہنے کی دقت سے جانتا ہوں کہ اس پر رنجور سنگ کو بڑا
 بھروسہ ہے دیر تک ملاقات رہی۔ اسکا بیان ہے کہ تمام سردار لوگ لال سنگو دزیر کے خلاف ہیں مگر یہ کہ جب تک انگریز لوگ
 یہاں رہیں گے اسوقت تک وہ کچھ نہ کریں گے اور اصل تو یہ ہے کہ جب انگریز لوگ چلے جائیں گے تو یہی وہ کچھ نہ کریں گے کیونکہ انکو اور
 اس کے ساتھ فوج کو بھی دوسری جنگ کا خوف ہے مگر یہ کہ وہ لال سنگو سے نفرت کرتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ
 سردار لوگ آخر چاہتے کیا بات ہیں وہ میر سے پاس کیوں نہیں آتے اور اپنی شکایتوں کا حال مجھے کیوں نہیں کہتے۔ اس کے
 جواب میں اس نے کہا کہ اگر سردار لوگ ایسا کریں تو انگریزی فوج کے واپس روانہ ہوتے ہی لال سنگو اسے انتقام لینے پر
 آمادہ ہو جائے۔ میں نے استفسار کیا کہ سردار لوگ کس بات سے خوش ہوں گے۔ اگر انکا معاملہ انھیں کی راہ سے چھوڑ دیا جائے
 تو وہ کیا تجویز کریں گے۔ اس نے کہا کہ جب تک ہمارا جس بلوچ کو پوچھا کہ آپ اپنا کام کرنے کے لائق نہیں ہوتے اسوقت تک
 سردار لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا افسر مقرر ہو سکے جو ان کے اور دزیر کے درمیان متوسط ہو۔ وزیر کو اس بات کی اجازت
 نہ ملے پائے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جاگیر میں دے دیکو قلم سرداروں کی جڑ کی کرے اور کرایہ معاملات میں مدد ملے سے بھی مشورہ
 لیا جائے یہ نہیں کہ کچھ دزیر چاہے بلوچ لوگ خود بخود اگر کر دے۔ اس نے کہا کہ حیثیت تو یہی کہ لوگ لال سنگو کے ملاقات نہ کریں گے اور ان کے
 سے برابر عداوت رکھتے ہیں اور اگر چہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دزیر کے برابر کرنے پر آمادہ ہوں مگر متفق ہو جائیں مگر جس شخص کو
 وہ خویش کر دینگے اس کے ساتھ بھی وہ اسی طرح کا برتاؤ کریں گے دزیر کا ہونا ہی لوگوں کے ناپسند ہے اس نے کہا کہ اگر
 آپ ایک تحریک کو بہر سرداروں کے دستخط میں اور زمین انھوں نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں گو بہر زمین کے

پاس بھیجے کو کہیں تو میں وہ تحریر آپ کو دکھاؤں۔

میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ جو وقت فوج یہاں سے جانے لگے تو بہتر ہو گا کہ (شیرلیکے صاحب گورنر جنرل بہادر معترض نہوں) تمام جاگیروں کی ایک فہرست مرتب کر لیجائے اور ہماری رضامندی سے ایک مرتبہ ہمیشہ کے لیے ہر ہر سردار کی جاگیر مسترد کر دی جائے جہاں تک ریاست کی ضرورتیں اسکی مقتضی ہوں اور بعد اسکے (۱) وزیر کو اجازت نہ رہے کہ وہ بغیر ہماری رضامندی کے مزید اراضیات ضبط کر سکے (۲) ہمارا راجہ کی نابالغی کے زمانے میں راج کی اراضیات کو متقل نہ کر سکے اور اصل میں تو یہ ہونا چاہیے کہ دو کسی طرح کی جاگیر نہ دے سکے۔ (۳) بعض بعض سردار جو سب سے زیادہ دوزی عزت ہوں تمام ضروری معاملات کے متعلق وزارت میں وزیر کے شریک کئے جائیں تاکہ ان پر سب کے سامنے بحث ہو اور اہم معاملات کے متعلق اصولاً کوئی تغیر و تبدل عمل میں نہ آنے پائے الا اسوقت جب کثرت رائے سے آگئی منظوری ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی بعض بعض باتوں سے گورنمنٹ سکھ کو اسکی تمام اور وقت ہو جائیگی۔ اگر وہ معمولی طور کی مستعدی بھی ظاہر کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ معاملہ کا بندوبست نہ کر سکیں مگر اس پر بھی مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ ناکام ہوں گے۔ جب تک کوئی اگر وزیر کی گردن پر سوار اور اسکی ناک میں نگیں دیے رہیں اسوقت تک وزیر سیدھا چلا جائیگا لیکن اوہ وہ ہٹا اور اوہ وزیر شریک ہمارا کی طرح خضر راہ کی جانب چلنے لگا۔

۲۸۔ اگست

میرے پیارے ہال۔ میں خوش ہوں کہ آپ موت سے بچ گئے گو اپنے علم میں میں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ آپ مرنے والے تھے۔ یہاں کے معاملات بالکل خاموشی کی حالت میں تو نہیں مگر کس قدر ساکت ہیں۔ سردار لوگ لال سنگھ سے روز بروز برا فروختہ ہوتے جاتے ہیں۔ وہ بری خانہ دہانوں سے باہر نکلتا ہے اور بغیر بھاری بدرود کے حرکت نہیں کرتا۔ خود بھی ہتھیار لگے رہتا ہے۔ آج صبح کو وہ شالار باغ میں ہمارے ساتھ تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اسکی قاب میں ایک دو خربہ پیچ لگا ہوا تھا جو تیار تھا اور ٹوپی پر مچی ہوئی تھی۔ اس پر بھی میں سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی روز وہ مارا جائیگا اور شائد پنجاب کے لیے یہ سب سے بہتر بات ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں سردار لوگ یا تو سردار لینا سنگھ یا خیرنگم کو وزیر قرار دیں گے اور لال سنگھ صرف ہمارے ہی قوی بازو کے زور سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔ اگر پنجاب میں وہ چھوڑ دیا جائے تو اسکی وجہ سے تمام ملک میں ناراضی پھیل جائیگی اور ہائی اسکو کسی طرح سے نہ چھوڑیں گی۔ اس روز پچھوڑ دیا ہوا تھا جس میں رانی نے کہا کہ میں دنیا بھر میں تمہارے ساتھ پھروں گی مگر نگو نہ چھوڑوں گی۔ وہ ایک بڑا کاذب مگر اس پر بھی قہر کا آدمی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اتنی بات پر اسکو مارا دو کرے کہ وہ واجبی طور سے کارروائی کیا کرے تو پھر تمام مہاراجوں کو وہ دور کر سکتا ہے۔ میں نے آج دیکھا کہ اسنے جنرل رام سنگھ پر بڑی توجہ کی۔ یہ شخص یاقت اور کار کا گداری دکھائی

اس لئے کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہر ایک کی طرف سے انکو نصیب نہ تھا انکی انکی
 کے لئے انھوں نے اپنے تئیں مصروف کیا۔ ہنری لارنس کے ہاتھ میں جو کام تھا انکا اور دشمنوں کے
 ہونے کا وہ جان لارنس کے ہاتھ میں اور بھی زیادہ نازک اور دشوار اسوجہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے بھائی کی تمام
 پر مقرر ہوئے تھے اور اسلئے انکو لازم ہوا کہ بن جن باتوں کے متعلق انکے اور ہنری کے خیالات میں اختلاف
 عظیم تھا انھیں بھی وہ اپنے بھائی کے عام خیالات کی پیروی کرتے۔ پھر شک نہ ہو کہ وہ نہ تھا اور ہنری لارنس
 اس خبر کے ذریعہ سے جو انکا نائب انکے پاس برابر پہنچا کرتا تھا ہر ایک ضروری امر میں جو مقام لاہور کیا جاتا
 دست اندازی کر سکتے تھے۔ اور چونکہ انکو معلوم تھا کہ عام باتوں میں میرے بھائی کی رائے مجھے مختلف ہے
 اس سبب سے وہ اس صورت میں بھی اختلاف پر خرد گیری کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے جب نہ وہ ہنری
 مقصود ہوتا تھا اور نہ انکا وجود پایا جاتا تھا۔ پس منفرد اور متفرق ذمہ داریوں میں جو محبوس ہوتے ہیں وہ ان سب
 باتوں کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ کیونکہ ہنری حرف گیری اور بظلال کے لئے ہمہ دم بہت نزدیک رہتے
 مگر ضروری مشکل معاملات میں مدد دینے کے لئے اسقدر نزدیک نہیں رہتے تھے۔
 ماہ اگست سے دسمبر ۱۸۵۷ء تک بیچ جان لارنس کی کارروائیوں کو تین قسم کے خطوط کے ذریعہ
 سے دریافت کیا ہے اور یہ بات صرف اسی زمانے کی بابت مجھکو حاصل ہو سکتی ہے۔ انہیں سے ہر قسم کی
 ایک چھی ہر ہر روز کی لکھی ہوتی ہے پہلی قسم کی چھپان سرکاری مراسلات سے شامل ہیں جو ہنری امتیاط اور تفصیل
 کے ساتھ گورنمنٹ ہند کے نام لکھی گئی ہیں۔ دوسری قسم کی چھپان نیم سرکاری ہیں اور وہ انکے دوست تفریقین
 گرونی کے نام ہیں۔ تیسری قسم کی چھپان خانگی ہیں اور ہنری عجلت کی کمیٹی ہوتی ہیں۔ انہیں طرز مہارت بلکہ
 قواعد صرف و نحو کا بھی خیال نہیں کیا گیا ہے۔ اور یہ چھپان انکے بھائی ہنری کے نام ہیں۔ چونکہ مجھکو اور بہت
 ضروری واقعات لکھنا ہیں اس سبب سے میں بجز چند چھپوں کے اقتباسات کے زیادہ نہیں محول کر سکتا
 میں ان سب میں خانگی چھپوں کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ وہ بہت کم مجھکو دستیاب ہوئی ہیں اور جسقدر دستیاب
 ہوئی ہیں تو ڈاکٹور صاحب کا ذکر کر سکتا ہوں۔ تین چھپوں کے اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں جنکے دیکھنے
 سے ظاہر ہوگا کہ وہ انکے اس عہد پر پورے پورے کے ساتھ ہی ایک ایک کر کے تین دن میں لکھی گئی تھیں۔ ان چھپوں
 سے دونوں انکے ابتدائی خیالات مگر کمال نازکی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور انہیں بہت محبوبی ان خود غرض
 اور ہنری سرداروں کے ایک صاف تصویر نمودار ہوتی ہے جو اگر نیرودن سے مزید فہم رکھنے کے ساتھ پسین
 ہوا ایک اور سرے سے عداوت رکھتے تھے۔ ان چھپوں سے عیاش ہمارا فی اور انکے وزیر لال سنگھ
 احوال اور تمام راز و نیاز کی ان کو ششوں کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے جو سپاہ کی باقی تخواہ کے دلوانے

خزانہ کو ایک خاطر خواہ حالت پر پہنچانے اور اکیں سلطنت میں رفاہ خلاق کا تصور بہت خیال پیدا کرنے اور ملک کو پھر ایک مرتبہ اس بات کا موقع دلوانے میں کی گئی تھیں کہ جو وقت ہماری فوج کی واپسی کا زمانہ آئے تو وہ بذات خاص اپنے تئیں سنبھال سکے۔ مجھ کو اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان تینوں قسم کی چھین کو بہت مجموعی دیکھنے سے جان لارنس کے اس غیر دلچسپ اور نامحسود کام میں مصروف ہونے کا حال جیسا کچھ ظاہر ہوگا وہ ان کے اقتباسات سے گو کسی بیچ پر کیوں نہ کیے جائیں ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان چھینوں سے بخوبی تمام ذہن نشین ہو جائیگا کہ انھوں نے کیسی مستعدی اور لیاقت ثابت قدمی اور تحمل اور اپنے بھائی کی خیر خواہی اور محض بے غرضی سے کام کیا۔ وہ چھین یہ ہیں۔

مقام لاہور ۲۶ اگست ۱۸۶۶ء

میرے پیارے ہال۔ مجھ کو بیان کے حالات کا طواریاں کرنے کی بہت کم فرصت ہے۔ کام اس قدر کہ مجھ کو دن بھر اس میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ اور گرمی کی وہ شدت ہے کہ جس قدر کام ہو سکتا ہے بس اُنیکو قیمت سمجھتا ہوں صورت ملات میں محوشی ہے۔ فوج میں قواعد و انتظام اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ میں نے اپنی یاد میں شاید اس سے زیادہ نہ دیکھا ہوگا اور شہر ایسا صاف اور آب و ہوا کے اعتبار سے موافق ہے کہ شاید ہندوستان کا کوئی شہر ایسا ہوگا۔ ہم روزمرہ سواہ ہو کر نکلے ہیں لیکن جو سپاہ موقوف کر دی گئی ہے اس میں کا کوئی سپاہی ہلکوبھی نہیں ملا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ سب چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے۔ مجھ کو تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہماری فوج واپس چلے آنے کے بعد راجہ لال سنگھ اپنی سلطنت کو سنبھال نہ سکیں۔ اور اگر وہ اس میں قاصر رہے تو انکا خاص قصور ہے۔ میرے نزدیک اگر وہ دیانتداری سے کارروائی کریں تو سرداروں کو موافق کر لینے میں انکے واسطے کوئی وقت نہیں ہے وہ وعدہ تو ہر ایک امر کا کرتے ہیں لیکن میری راہ میں وہ گورنمنٹ کی خواہش پر عمل کرنے کی فکر نہیں کرتے اور اُنکی جگہ کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ لارڈ ڈاؤنگ کی مخالفت چاہتے ہوں بلکہ اصل میں انکو مقصود یہ ہے کہ سرداروں کے بارے میں وہ اب تک جس حکمت عملی کا برتاؤ کرتے آئے ہیں اسکو قائم رکھ سکیں۔ لوگ رانی سے واسطہ رکھنے کی وجہ سے انکو بہت نل سمجھتے اور ان سے نفرت بھی کرتے ہیں لیکن مجھ کو اس بات کا بھی یقین کلی نہیں ہے کہ انکا جانشین عام اس سے کہ کوئی ہو زیادہ ہر دل عزیز ہوگا۔ ظاہر وہ میرے آنے سے بہت خائف معلوم ہوتے ہیں اور میں نے بعض بعض رستوں کو جو اپنی ملاقات کی اجازت دی تو اس سے بھی انکو اندیشہ ہوا ہے۔ با اینہم اس سے انکو فائدہ پہنچے گا۔ جب تک وہ ہر بات کا اختیار رکھتے تھے یا اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ مجھ کو وہ اختیار حاصل ہے اس وقت تک وہ اس زمانے کی نسبت لاہور میں نے آنے بیان کیا کہ میں آپ کا سچا دوست ہوں اور اگرچہ میں ہر شخص کی بات سننے پر آمادہ ہو گیا مگر اس امر پر آمادہ نہیں ہوں کہ جو کچھ سنوں وہ سب قبول کر لوں۔ اور سوائے اسکے جس بات کو میں سمجھوں گا کہ وہ قابل اطمینان

کچھ انگو حکومت نہیں ہے اور وہ بادشاہی بھی صرف خالصہ فوج کی بدولت ہے۔ یہ ایک فتنہ انگیز مجوس اور متعصب سپاہی تھی جسکو کچھ نہیں معلوم تھا کہ کس مقام پر دراکرنا چاہیے۔ اسکی تعداد تقریباً ۷۰ ہزار تھی جسکو فرانس اور اٹلی کے جرنل نے تعلیم دی تھی اور اس نے اپنے مین جس طرح کا تو پخانہ عمدہ سے عمدہ تیار ہو سکتا تھا اسکے پاس موجود تھا۔ سرداروں نے جیسا کہ مین ابھی بیان کر چکا ہوں اپنی پرتیش اور بیباک سپاہ کے اندیشہ سے بظرف حفاظت ذاتی انگریزوں سے مخالفت اختیار کر لی تھی اور معرکہ شلیج کی تاریخ سے لیکر دو خیمے تک کے عرصے میں جو چار لڑائیاں ہوئیں تھے اگر سپاہ خالصہ کو آخر میں یہ معلوم ہو کہ انکا حریف اتنے بھی زیادہ قوی ہے تو انگریزوں پر بھی یہ ثابت ہو گیا کہ انکا جن دشمنوں سے انکو مقابلہ کرنا پڑا تھا انہیں سکھوں کے برابر کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ جان لارنسٹن بیان کرتے ہیں کہ۔

جس طرح اس سوکھ کے قبل اور بعد ہم نے اور لڑائیوں کو ابتدا میں تھیرمیک شروع کیا تھا اسی طرح اس لڑائی کو بھی شروع کیا۔ لیکن ابھی جنگ شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہم اپنے فیم کا لوہا ماننے لگے اور ہم پر ثابت ہونے لگا کہ وہ نہایت بہادر مستقل مزاج اور خوفناک دشمن ہیں اور انکے ایسے دشمن سے ہکو ہندوستان میں کسی مقابلہ نہیں کرنا پڑتا۔ اب تک تمام لڑائیوں میں ہم یہی خیال کرتے آئے تھے کہ سبقت فیم نے مقابلہ ہو گا تو ہکو ضرور فتح حاصل ہوگی گو کہ لڑائی کا کسی پیشہ کار کیون نہ ہو۔ لیکن اس سوکھ میں ہم نے دیکھا کہ سوکھ لوگ ثابت قدمی سے اپنی توپوں پر کھڑے ہوئے جان ہی نہیں دیا کیے بلکہ توپوں کے چمن جانے کے بعد انکی پیادہ سپاہ بھی بہت نہیں اڑی اور ہم پر فتح حاصل کرنے کے عزم سے گرم پکار رہی۔ باوصف ایسے سپاہیوں کی موجودگی کے جو فیروز شاہ اور شہزادوں کی لڑائیوں کے فتح کو نہ ہرگز تھے سرخیز کی آزدیگت بقول شہزادوں پر صلح کرنے کے لیے رضا مند ہو گئے۔ انکی آزادی انکے حوالے کی گئی صغیر بن ہمارا جہ اور ہمارائی کے آشنا کے حقوق جنہوں نے اس جنگ میں خالصہ فوج کے ساتھ اسطرح کی سازش کی تھی حسب ضابطہ تسلیم کیے گئے اور گورنمنٹ پنجاب متعینہ لاہور کی صوبائی اسد عا سے ایک انگلش ریزیمینٹ جسکی مدد کے لیے دس ہزار آدمی تعینات کیے گئے تو خیمے تک مقرر رہا۔ اسکی خدمت نہایت نازک تھیں۔ جنگ کا فرد کرنا گزرتی ہوئی فوج کے پیشہ آرمیوں کو قتل کرنا دربار کو اس امر کی مدد دینا کہ ناخون رہا یا کو خوش رکھ سکے اور بدانتظامی کے بدلے امن وامان قائم کرنے کے گورنمنٹ سکھ کو سال کے ختم ہونے کے بعد اس قابل کر دینا کہ وہ اپنے بھروسہ پر قیام کر سکے اور اسطور پر سکھوں کی بہادر قوم کو ایک مرتبہ پھر اپنی اصلاح کا موقع مل سکے یہ سب شریف کام ریزیمینٹ کے ذمہ عائد کیے گئے جسکا کوئی صلہ نہیں تھا۔ یہ موقع اس صورت کے واسطے دیا گیا تھا جب سکھ لوگ نیک نیتی سے حل کرین اور ہم کسی زیادہ مناسب موقع کے منتظر نہیں تھے اور جبکہ ان کے ساتھ جو یہ معاملہ کیا تھا تو وہ کچھ ہماری حاجتوں کے خیال سے نہیں کیا گیا تھا۔ اور

ان تمام باتوں کی تسلیل ہونے کا بھروسہ صرف حمزہ ریشی کے انتخاب پر کیا گیا تھا۔ اس کام کے لیے بہتر سے بہتر ہندوستان بھر میں جو شخص دستیاب ہو سکتا تھا اور جو اقدار لوگوں کا صرف انکی اقدارگی کے لحاظ سے حامی تھا یعنی وہ شخص جو اپنی اولوالعزمی اور بہادری کے برابر عالم اور سمجھ بھی رکھتا تھا سرنہرنی لارڈنگ کے حکم سے اس عہد پر مقرر ہونے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اور اگر شہر نے کسی حق شناس ہاتھ سے فتح ہو سکتا تھا اور کوئی ہندوستانی ریاست باوصف ہندوستانی ہونے کے بھی اس ایک طرح کے سرخ رنگ سے جو تمام جزیرہ نما ہند میں ہالیہ سے لیکر اس کماری تک پھیلتا جاتا تھا بچ سکتی تھی تو وہ حق شناس ہاتھ سرنہرنی لارڈنگ کے حکم انھوں نے فوراً دل لگا کر کام کرنا شروع کیا۔ دربار کی مرضی سے انھوں نے سپاہ کی تعداد کم کر دی۔

اسمین سے بہتر سپاہیوں کو ہماری فوج میں پھر بھرتی ہونے پر آمادہ کیا۔ جو لوگ رتوں سے اپنے سرداروں کے ہاتھ سے مصیبتیں اٹھاتے آتے تھے انکی کینہ کشی کے خیال کو دور کیا اور لاہور میں گاؤں کشی کا جو ہنگامہ ہوا تھا اسکو فرو کیا۔ یہ معاملہ ایسا تھا جہاں ایک خوفناک بلوہ قائم ہو جاتا لیکن انھوں نے صرف مجرم کی ایک جان ہلاک کر کے سارا جگہ فیصل کر دیا۔ گاؤں کشی کا مسئلہ جیسا کہ میں سابق کے ایک باب میں بیان کر چکا ہوں سرنہرنی لارڈنگ کے منشیوں کے لیے ایک اہم امر ہے۔ ایک دیسی رئیس نے کپتان اینڈرٹون سے کہا تھا کہ ”آپ انگریز لوگ جب تک گائے بچ کرتے اور اسکی کھال اڈھیڑے رہنے کے اسوقت تک ہمارے آپ کے درمیان ہمیشہ ایک آہنی دیوار حائل رہے گی جو ہرگز ہٹ نہیں سکتی۔“ اور اگرچہ سکھوں نے اپنے ہندو مذہب کی بہت سی باتیں چھوڑ دی ہیں لیکن اس مقدس جانور کی بزرگی اب تک انکے دلوں میں اسی طرح (اور شاید تمام چیزوں سے زیادہ) باقی ہے۔ لیکن سرنہرنی لارڈنگ جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں کانگریز اور دہان سے شملہ کو قبل اس کے کہ وہ اپنا دشوار کام شروع کرتے طلب ہو گئے تھے اور اس لیے انکی غیر حاضری کے ایام میں یہ بار انکے بھائی جان کی چوڑی پشت پر پڑا جسکو انھوں نے خوشی سے قبول کیا۔

اس بات کے بیان کرنے میں جان لارڈنگ کی کیسی طرح سے سبکی تصور نہیں ہے کہ ریشی لارڈنگ کا کام جس قدر سرنہرنی کے لیے موزوں تھا اس قدر جان لارڈنگ کے لیے نہیں تھا۔ یہاں ہر طرف دیسی سردار سابقہ تھا جسے وہ بہت کم بھردی رکھتے تھے۔ اور شاید اسکی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ وہ انکے حالات ذرہ ذرہ جانتے اور انکو بخوبی پہچانتے تھے اور میرے نزدیک کچھ وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ان دو قسم کی برائیوں میں اپنے بھائی کے برابر بہت کم تمیز کر سکتے تھے یعنی ایک تو وہ جو ایسے انتظام کے لازمی اور ضروری نتیجے ہیں جسکے باعث سے انکے ظہور ہوتا ہے اور ایک وہ جو خاص خاص شخص کی بدعاشی کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ بہر حال انکو بہت کم وثوق کے ساتھ اس بات کا اعتقاد تھا کہ ہندوستانی حکومت کے تحت میں از سر نو کوئی خاطر

اون مشاغل میں جگہ میں نے بیان کیا جان لارنس کے زمانہ کشری کے تین مہینے مہسہر سے تین برس تک وہ اس عہدے پر ممتاز رہا اور اس بارے زمانے کی کیفیت اسی تین مہینے کے حالات سے قیاس کجا سکتی ہے۔ اور ان سے (گو کس قدر چھوٹے نمونہ میں) معلوم ہو گیا کہ پنجاب پورہ اور چغت کشری پنجاب میں کیا کیا خدمتیں انجام کرنا ہو گئی۔ یہ مہینے محنت شاقہ اور جلد جلد ترقی ہونے کے تھے اور ماہ جون میں جب آنگو کس قدر امید اس بات کی پیدا ہونے لگی تھی کہ اب بارہ گھنٹہ روز کام کرنے سے کس قدر نجات ملا کر سنے گی تو وہ دو دن تپ و زہرہ کے عارضہ میں سخت مبتلا ہو گئے۔ اس علالت کی وجہ سے آنگو بظری تبدیل آہستہ شملہ پر جہان انکے اہل و عیال رہتے تھے جانا پڑا۔ انکے جانے کے پیشتر انکے بھائی ہنری عام معاملات پنجاب کے متعلق گورنر جنرل سے کچھ صلاح و مشورہ کرنے کے لیے پہاڑ پر روانہ ہو چکے تھے۔ لیکن وہ بھی بریڈ ہنری لاہور کا کام کرتے کرتے چور ہو گئے تھے اور چونکہ جانچ نیک کر لگنے میں جو اس عہدے کے متعلق انکے خاص ماتحت تھے رخصت طلب کی تو چند ہفتے کی آرام کے بعد لاڈلہ باز ہو گئے۔ جان لارنس سے جویون ہی کشری کار سے چور ہو چکے تھے کہما کہما ان آپ جالندھر کی کشری کا کام کرتے ہیں وہاں کچھ دنوں کے لیے واپس آئے۔ پنجاب میں اپنے بھائی کے دشوار عہدہ کا کام بھی دیکر سیمپلر جان لارنس نے بطور پردہ دونوں کاموں ایک میں شامل کر لیا اور پھر ایک کو دوسرے کے توسط سے مدد پہنچائی اسکا حال آئندہ باب سے معلوم ہو گا۔

باب نہم

قام مقام بریڈ ہنری لاہور سے انڈیا

جس واحد المین قنار پنجاب نے اپنے طول طویل عہد میں اس مقام سے لیکر جہان پانچ دریاؤں کا پانی ایک دھارے میں لکر ایک بحر خارج بنا ہے کوہ ہمالیہ کی ان چوٹیوں تک جو ہمیشہ برف سے منجمد رہتی ہیں بلکہ انکے اس پار بھی سلسلہ کوہ و قراقرم تک اپنی سلطنت قائم کر لی تھی اور ایک طرف افغانستان اور دوسری جانب عظیم الشان مغلوں سے انکے منہض نہایت عمدہ صوبے نکال لیے تھے ان سے ملنے میں استعمال کیا۔ اتفاق سے اسی سال میں وہ درو جان انگریز بریڈ ہنری کے متعین میں ایک دن رنجیت سنگھ کے فتح کیے ہوئے ملک مکرانی کرنا اور ریادین پنجاب میں رنجیت سنگھ نے جو تخم ویزی کی تھی انکی فصل درو کرنا یعنی اس سے فائدہ اٹھانا لکھا تھا ا وہ میں قریب درگ پڑھا کر اسے گویا اسطور پر کہ جیسے اسکا آئندہ کسی بڑے کام کے انجام کرنے کے لیے کارکنان قضا و قدر نے محفوظ کر رکھا تھا اپنے دل میں ٹھان کر بیٹھا تھا کہ میں اپنی تین مہینے نہ دو گھر رنجیت سنگھ نے اپنے عہد میں اتنی مزاج خالص سپاہ کے لیے بہت سا کام تلاش پایا کر دیا تھا لیکن اسنے اپنے شہر و دیار سے

انکورو کے بھی رکھا اور سوائے ایک مرتبہ کے (یعنی ۱۸۴۸ء میں جب اُسے دریائے تیلج کے بدلے دریائے
جنا کو اپنی جنوب مشرقی سرحد قرار دینے کا دعویٰ کیا ہے) اپنے انگریز پرسوں سے ربط و ضبط ہی رکھا۔ یہ
بات نہیں تھی کہ وہ آئندہ کی کیفیت سے بیگرا اور غافل ہو۔ گو وہ پڑھنے لکھنے سے نا بلد تھا لیکن اُس پر بھی بڑا دور
تھا اور ایک مرتبہ جیسا کہ مشہور عام ہے اُسے ایک نقشہ اس بات کا طلب کیا تھا کہ انگریز لوگ ہندوستان کے کن
مقامات پر قابض ہیں۔ ان مقامات کا نشان سرخی سے دیا گیا تھا اور جس وقت بتلانے والے نے یکے بعد
دیگرے مدراس بمبئی بنگال اور مالک مغربی و شمالی پر انگلی رکھ رکھ کے دکھانا شروع کیا کہ یہ ایک طرح کا جوزنگ
معلوم ہوتا ہے وہ سب مضموبہ ملک ہے تو اُسے چلا کر کہا کہ ”بس اب کچھ دنوں میں سب لال ہی لال ہو جائیگا“
اُسے امرنا گزیر سمجھ کر تسلیم خم اور نقشہ کو بند کیا (شاید مسلمان بھی امرنا گزیر کے مسئلہ پر استقدر قناعت نہ کرتے
یعنی تقدیر پر شاکر نہ ہوتے) لیکن نہایت ثابت قدمی بالعل کے ساتھ یہ خیال کیا کہ اگر دورانیشی کے ساتھ انسداد
کیا جائیگا تو خرابی میرے عہد میں نہیں بلکہ میرے جانشین کے عہد میں واقع ہوگی۔

رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد چھ برس تک بد عملی رہی۔ زبردست شخص تو اٹھ چکا تھا۔ اور حکومت اور
جان اسی طرح سے ضائع ہونے لگی جس طرح مشرقی بادشاہوں کی وفات کے بعد بطور معمول ہوا کرتا ہے۔ یکے
بعد دیگرے اُسکے خاص قرباندار و وزرا آگے بڑھے لیکن نتیجہ صرف یہ ہوا کہ جو تخت پر بیٹھا وہ (جس طرح بعد
زمرئی۔ ٹیپئی اور امرئی مقام سمیرا میں بعد گلبا آؤتھو اور ویلیس روم میں گزرے تھے) تھوڑے ہی دنوں میں
حکومت اور زندگی دونوں سے محروم ہوا۔ ”جو لوگ امرئی کے پیرو تھے انکو تابعین ٹیپئی پر غلبہ ہوا اور اسی طرح
سے ٹیپئی مر گیا اور امرئی نے سلطنت کی۔“ یہ بڑا جامع اور مانع فقرہ اس بات کے سمجھنے کے لیے ہے کہ مشرقی
خاندانوں اور اکثر مشرقی لوگوں کی یہی گت ہوتی ہے۔ اگر صفحے کے صفحے اس بات کی تشریح کے لیے سیاہ کیے
جاتے تو اُسے استقدر صراحت نہوتی جسقدر اس ایک فقرہ سے ہوتی ہے۔ جس طرح کی حکومتیں اس زمانے
میں لاہور میں تھیں یا اس وقت کابل میں ہوتی ہیں انہیں سے منجملہ دس کے نو کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ آج قاضی بن
قائم کو قتل کیا اوکل خود مقتول ہوئے۔ آخر کار دلیپ سنگھ رنجیت سنگھ کا ایک فرزند خور و سال جو فی الحال
انگلستان میں شاہی شان و شوکت کے ساتھ بطور ایک انکیش چٹلین کے سیر و سرکار میں مشغول ہے اپنے
باپ کا جانشین قرار دیا گیا۔ لیکن ایک طفل صغیر کو خالصہ کی حکومت سپرد کرنا بزرگ اسکے تھا کہ آئندہ
سالہا سال تک کے لیے حکومت انکی مان رانی چندا (جو سازشیں کیا کرتی تھیں) اور لال سنگھ کے حوالے کر دیا
جورانی پر ہر طرح سے حاوی تھا۔

رانی مان اور نابالغ لڑکا اور نالائق وزرا ان سب لوگوں کو معلوم تھا کہ انکی بادشاہی محض برائے نام ہے

جب سپاہ کا گزروہ کی بغاوت کے بارے میں آنھوں نے لکھا تھا کہ اسکی جانب سے سخت مخالفت کا احتمال پایا جاتا ہے تو اسوقت یہ رائے ظاہر کی تھی کہ میرے نزدیک کا گزروہ کے باغی لوگ زیادہ عرصے تک بغاوت قائم نہ کر سکیں گے جو وقت ملک اُنکے خلاف ہے اور خود اُنکا دربار اُنسے ہمراہ نہیں ہے تو اسکی مخالفت منقول ہے مگر ان امتی لوگ جو گزرین اُنسے امید نہیں ہے۔ انسان کی حماقت کی طرف سے جو یہ منقول ہے اعتبار اُنکے دل میں رہتی تھی وہ عوام الناس کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اکثر اُنکے کام آتی۔ سکون کے ایک گیزرین کے مقابلے میں جب آنھوں نے ایک مرتبہ چڑھائی کی تھی تو رنجور شاہ کو لڑکھونڈا وہ بھی سکوت تھا اپنے ہمراہ لیجانا اسوجہ سے منظور نہیں کیا کہ ”وہ پہاڑی ریاستوں کا پانچواں تھا اور اس سبب سے وہاں کے گاؤں پر تصرف کرنے کی اسکو بہت سوتھ مل سکتے تھے اور ظاہر اسکی طرف سے یہ امید نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ ایسے موقعوں سے مستفید ہونے میں کوتاہی کرے گا۔ جب میدیوں نے شکایت کی کہ ہمارے قرب و جوار کے ملک سے آپ کے یہاں جو سپاہ بھرتی کی گئی ہے اُنسے بڑی غارتگری اور اذیت رسانی کی ہے تو جان لارنس نے جواب دیا کہ ”اگر آنھوں نے ایسا کیا ہو تو کچھ عجیب نہیں ہے لیکن مضائقہ ہی کیا ہے قتل المودوی قبل الاذیاء۔“

اور سرکش ماتحت کے بارے میں جبکا ذکر اوپر میں کر چکا ہوں وہ اپنے بھائی ہنری کو لکھتے ہیں کہ۔
مجھکو — کی تمام رپورٹیں واپس کرنا پڑیں جو محض خراب تھیں۔ وہ کام تو کچھ نہیں کرتے اور کہتے یہ ہیں کہ کام بھکو مارے ڈالتا ہے۔ یہ مارا قہری بڑی مینیسوری کی ہوگی۔

اور پھر دوسری چٹھی میں تحریر کرتے ہیں کہ
میری سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آتا کہ میں — کو کیا کروں۔ وہ برائے نام کام کرتے ہیں بلکہ بالکل نہیں کرتے۔
گو وہ یہ نہیں اُنکے ماتحت سب سے زیادہ ہیں مگر اسپر ہی وہ کثرت کار کے شاکی ہیں۔ انہیں کسب قدر ریاست تو ہے مگر ان کے بڑے سخت اور تند اور محض بیقاعدہ شخص ہیں۔ آنھوں نے ابھی چند روز ہوئے ایک شخص کو تحقیر عدالت کے جرم میں قید کر دیا۔ کاشکے گورنر جنرل انکو ریڈیٹن مقرر کر دیتے۔ بلوہ پٹنا کرنے کے لیے اُنکی ذات ستنا کافی ہے۔

اور چونکہ آنھوں نے ہمیشہ اس اصول پر عملدرآمد کیا کہ پیشہ پیشے ایک حرف کسی کی ایسی شکایت نہ کرنا چاہیے جو اُنکے منہ کے سامنے بیان کرنے کے قابل ہو اسلیئے مشارالہ کے نام وہ یہ مضمون تحریر کر رہے ہیں میرے پیارے —

اچکی نہیں بھکو مل۔ چونکہ میں کسی طرح ان خیالات سے جو آپ نے چٹھی میں ذکر میں ظاہر کئے ہیں اتفاق نہیں کر سکتا اسلئے میں بہتر درنا سب ترسمتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میں سرکاری طور سے اس معاملہ پر کوئی توجہ کروں مجھے کے طور پر

آپ کو اسکی اطلاع دیدوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ حال کی خط کتابت میں میں کسی طرح مورد الزام نہیں ہو سکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس دن سے آپ اس قسمت میں آئے میں نے ہر طرح سے آپ کا خیال رکھا اور جب میرا اختیار چلا تو آپ کی اعانت کی مگر چونکہ مجھ کو اپنے فرائض منصبی کا بھی کس قدر خیال ہے اسلیئے مجبوری مجھ کو آپ کی بیضا بلگیوں کی خبر لینا پڑی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اس بارے میں کیا ہے اسکے بیان کرنے میں مجھ کو کوئی باک نہیں ہے۔ آپ کے حساب سے میں بالکل غلطی پر ہوں اور اپنے نزدیک میں برسرِ جواب ہوں۔ لیکن میں آپ کی چٹھی کو بغیر جواب لکھے ہوئے داخل دفتر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ چاہیں اس امر کو تسلیم کر لیں کہ آپ کو شکایت کی وجہ ہے ممکن ہے کہ آپ نے سخت شاکہ کی ہو لیکن میں تو صرف نتائج کے ذریعہ سے اپنی رائے قائم کر سکتا ہوں اور میں بالائے مل کتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے اس میں میرے نزدیک آپ اپنے اندازہ کے مطابق بھی کام کرنے میں قاصر رہے ہیں۔

اس قسم کی بھی ایک چٹھی جان لارنس کے مجموعہ چٹھیات میں درج نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں لیکن اب یہ بھی نہیں کہ وہ کثیر التعداد ہوں کیونکہ عموماً وہ اپنے اس قسم کے ماتحتوں کو (اگر ریڈیٹیشن میں نہیں تو) اس قسم کے دوسرے عہدوں پر جو انکے لیے موزوں ہوتے تھے بھیج دیا کرتے تھے۔ جب کوئی تعریف کا موقع ہوتا تھا تو وہ اکثر اسکے خلاف اصول پر عمل کرتے تھے۔ وہ کسی شخص کی تعریف اس کے منہ پر بہت کم کرتے تھے اور اسی وجہ سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ وہ دوسرے اشخاص کی لیاقت سے اعتراف کرنے میں بہت کوتاہی کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ میں آخر میں بیان کروں گا وہ ہر سچی شخص کی تعریف اسکی غیبت میں انتہائی زیادہ کیا کرتے تھے۔

اس مقام پر انکے کاغذات سے میں ایک بہت ابتدائی زمانے کا اشارہ ایک خطہ کی نسبت بیان کرتا ہوں جسکے معنی اگر قرار واقعی حکام کے دلنشین ہوتے تو ہندوستان کا بلوہ مل جاتا یا اس میں تاخیر ہوتی۔ اور وہ یہ ہے سرکار کو جس قدر راجپوتوں کی حاجت ہو کو ہستان سے قواعد و ان خواہ غیر قواعد و ان سپاہ کے لیے مل سکتے ہیں۔ ہزار ہا آدمی سکھوں کی فوج میں ملازم تھے اور اس طرح وہ ہماری فوج میں بھی ملازمت کر لینگے۔ ہماری قواعد و ان سپاہ میں یہ لوگ بڑے کام آئینگے کیونکہ وہ ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والے ہونگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کہیں جانے یا کچھ کرنے میں انکار کریں گے اور اگلے اودھ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں انکے خیالات اور مقاصد بالکل متاخر ہونگے۔ موجودہ انتظام کے بموجب ہمارے سپاہی سب کے سب اودھ خواہ اطراف ملک و دھ کے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بہترین ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو سب کے سب ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے راجپوت لوگ بہت اچھے آدمی ہیں اور چونکہ گھروں پر انکے وجہ معیشت کی کوئی شے نہیں ہے اس واسطے وہ خوشی سے ہماری ملازمت قبول کرتے ہیں۔

ایسی افسوسناک حالتوں میں نوکتر احمد عربی دولہا دولہن کے حتمی سب سے بہتر یہ دعا تھی کہ "خدا میان بی بی بی
 ہوا بخت پیدا کرے دونوں کو قائم و برقرار رکھے اولاد ہو مگر اکل نہ ہو"۔ اس رواج پر جو اس زمانے میں بہرہ
 متداول تھا رسول معظم عربی نے نہایت درشت الفاظ سے نفیرین کی اور فرمایا ہے کہ "دو روز قیامت کو معص
 لڑکی اپنے قائل سے پوچھے گی کہ تو نے مجھ کو کس سبب قتل کیا تھا" اور پھر عجیب شریف لہجہ سے وہی رسول
 متنبہ کرتا ہے کہ "اور مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیان پائی ہے اسکو اور واسطے انکے ہے جو کچھ کہ چاہے
 اور جب خبر دیا جاتا ہے ایک ان کا ساتھ بیٹی کے ہو جاتا ہے منہ انکا کالا اور غم سے بھرا ہوتا ہے چپتا پھرتا
 ہے قوم سے برائی سے اس چیز کی بشارت دیا گیا ہے ساتھ اس کے آیا نگاہ رکھے انکو اوپر ذلت کے یا گاہ شے
 انکو بچ مٹی کے"۔ ساتویں صدی میں عرب لوگوں کے درمیان حضرت محمد صلعم نے جس اصلاح کی ابتداء کی
 یا ایک حد تک جسکو پورا کیا تھا وہ اس بات کے لیے رکھی تھی کہ عیسائی فاتحان ہند اسکو اپنے ذمہ لین اور انہیں
 صدی میں ایک درجہ تک اسکی تعمیل کریں۔ اور یہ بات لارڈ لائسنس اور انکے تابعین (شاہد سب سے زیادہ
 چارلس ریگن) کے لیے رکھی تھی کہ مقام پنجاب و اضلاع متصلہ ملک پنجاب سب سے بڑھ کر اس معرکہ میں
 پھر یہ دستور کچھ راجپوتوں ہی تک محدود نہیں تھا۔ بیدوں میں جو کھتری قوم کا ایک فرقہ ہے اور جن کے
 نسل کا سلسلہ گردنا تک پہنچتا ہے یہ دستور اور بھی زیادہ عام تھا۔ آئمنون نے اپنے گھرانوں میں کبھی ایک
 لڑکی بھی زندہ نہیں رہنے دی تھی۔ اور جو بوقت بیدی اڈنا کو جو اس فرقہ کا افسر (لیکھ اصل تو یہ ہے کہ مذہب
 سکھ کا دینی پیشوا) تھا جان لائسنس نے اطلاع دی کہ تم اپنی جاگیر کے اندر دختر کشی کے رسم کو موقوف
 کرو تو اتنے ہی جواب دیا کہ اگر صاحب کی یہ مرضی ہے تو میں اپنے حرم میں جانا ہی ترک کر دوں گا اور جہانگیر
 بن پڑیکا اور لوگوں پر دباؤ ڈالوں گا کہ اس رسم سے وہ بھی احتراز کریں لیکن یہ بات البتہ میرے امکان سے
 خارج ہے کہ میں اپنے کل تابعین کو حکم دیدوں کہ وہ اتنے قدیم دستور کو ترک کر دیں۔ جان لائسنس
 نے اس کے جواب میں پھر لکھا ہے کہ "مگر یہ ضرور کرنا ہو گا ورنہ اس کے بدلے جاگیر کو چھوڑنا پڑیگا"۔ اس پر انے
 خیال کے خشک منہ گر کرنے اور آخر کو جسمیں خطرہ کم تقابل کر لیا اور اپنی اراضیات سے دست بردار ہوا۔
 جن لوگوں نے جان لائسنس کو کبھی دیکھا نہیں ہے بلکہ میں نے انکے احوال کی تحریر سے جہزنگ
 کا نقشہ کھینچ کر دکھانا چاہا ہے انکی پیروی نیاٹک میرے ساتھ کی ہے وہ بہت اچھی طرح سے قیاس کر سکتے ہیں
 کہ جس فرقہ کے ایسے ہر دل عزیز دستور کو وجہ دین سے اکھاڑنے کی تدبیر میں تھے جب اس کل دینی فرقہ
 کی ایک سنجیدہ نیابت انکے خدمت میں حاضر ہوئی اور گورنر جنرل کے اس اشتہار کی بنیاد پر اپنا دعویٰ قائم
 کیا تو ان کے حضور شاہزادہ

سلطنت قوت مند
 کے جن حکام کی
 شہر قوت شریف سے
 قدر داریا ہے

ص ۲۸

نورانی قوت
 بیدوں کو جان
 ہے سب سے

کیا کہ انکے تمام حقوق اور دسائیر قائم رکھے جائینگے تو انھوں نے کس صبر و تحمل کے ساتھ انکی سماعت کی ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے ایک دوست کو لکھتے ہیں کہ

یہ بیدی لوگ کچھ عجیب خلقت کے آدمی ہیں آپ کو میرے اس بیان کا شکل سے یقین ہو گا کہ انھوں نے علاقہ بمبکو اس امر کی درخواست دی کہ انکو تمام لڑکیوں کے ہاک کرنے کی اجازت دیجائے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک وہ برابر اس دستور کو جاری رکھتے آئے تھے۔ مین نے انکے بعض بعض لوگ جو بہت مغز تھے طلب کیے اور انسے کہا کہ یہ بڑا بھلا جرم ہے صد ہا آدمیوں کے سامنے بیان کیا کہ ہلوگ اس دستور کو نہایت ہی نامستحسن سمجھتے ہیں اور آخرین انسے یہ کہدیا کہ گورنمنٹ اس رسم کو تو کبھی اپنی عملداری میں برتنے نہ دئیگی اس میں تو کسی طرح کا شکا ہی نہیں ہے بلکہ مزید برآں وہ ہر شخص کو جو اس قسم کے قتل میں ماخوذ ہو گا پھانسی کی سزا دیگی۔ مین نے انسے یہ بھی کہا کہ جب تک خاطر خواہ طور پر اس امر کا فیصلہ نہ ہو جائیگا اسوقت تک گورنمنٹ انکی کوئی جاگیر بحال نہ کرے گی۔ اب وہ اپنی جماعت کے سربراہ اور وہ اشخاص کو اس امر کے استعواب رائے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں تمام سرداروں کے نام میں نے اشتہارات جاری کیے اور چٹھیان لکھنوی جن۔ انہیں بیدیوں کا تو ذکر نہیں کیا ہے لیکن یہ اعلان کر دیا ہے کہ سرکار رسم دختر کشی اور جذامیوں کے زندہ دفن کرنے یا انکو دریا میں ڈال دینے سے نہایت برہم ہے اور جو لوگ ایسا کریں گے انکو سخت سزا دیگی۔ بیدیوں کے پاس سے جواب آتے ہیں فوراً ان سب امور کی گورنمنٹ کو رپورٹ کروں گا۔

اور جن لوگوں نے جان لارنس کو دیکھا ہے اور نہایت مسانت کی باتوں میں بھی انکے مذاق سے خط اٹھایا ہے اور انکے بھتی پرے ہوئے اور موسم زدہ چہرہ کی ٹسکون پر غور کیا ہے وہ اس اشارے اور مرمر کی بات کو بہت اچھی طرح سے سمجھ جائینگے کہ اپنے آخری ایام میں شاید لیدی یون کے خول میں شکریہ جب وہ کسی ایسے خاندان کی نسبت جسمیں کثرت سے لڑکیاں موجود ہوتی تھیں یہ سنتے تھے کہ اس خاندان میں اور کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کہتے تھے کہ ”ہے مہا ہے۔“ وہ بیدی لوگ فی الجملہ کچھ ایسے خراب نہ تھے۔ بمبکو اپنی حکومت ہندوستان کے متعلق صرف اسی بات کا افسوس ہے کہ میں نے دختر کشی کے معاملہ میں استقدر سختی کی۔“

اس زمانے میں انھوں نے جو چٹھیان لکھی تھیں انہیں سے ادھر ادھر کے بعض فقرات (گو اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس زمانے میں اور انکی تمام زندگی کے ایام میں بھی یہ چٹھیان خاص کر کے فروعی باتوں کے متعلق رہیں اور اس واسطے آئندہ نسل کے لوگوں کو انسے بہت کم خط مل سکتا ہے) سے ظاہر ہو گا کہ وہ کسی کاہل یا مالالتاق ماتحت کی طرف سے کس قدر مشکوک رہتے تھے۔ انکے مزاج میں ظرافت کیسی بڑھی ہوئی تھی اور ایک ذرا سے خطرہ کو جو سارا ہندوستان تباہ کر دیتا وہ پہلے ہی سے تمیز کر لیتے تھے

کی تجویز سے جو بعد کو انکی جگہ مقرر ہوئے صاف ثابت ہوتا ہے۔ جانج بائرن صاحب اُسکے سات برس بعد اپنی کاغذ روپورٹ میں لکھتے ہیں کہ۔

بھائی کی جگہ نقدی لگان بہت خفیہ شرح کے حساب سے قائم کیا گیا اور لوگ کچھ دنوں تک دونوں طریقوں کو فرق دیکھنے کے بعد نئے طریقے سے رضامند ہونے لگے۔ بمکویان کرنا چاہیے کہ صاحب کیشٹر (جان لارنس) کی اس سرزمین بڑی بیماری کا بیانی حاصل ہوئی۔ بندوبست بھی خلع میں بہت واجب طور سے اور بہتر طور پر عمل میں آیا اور لوگ اس آبادی سے استدر خوش رہن کہ وہ اپنے طریقے کے اختیار کرنے کے بدلے کچھ زائد شرح لگان کا دنیا قبول کر لیں گے۔ نقدی لگان کے شخص ہو جانے سے وہ لوگ اپنے اپنے رقبہ اراضیات کے مالک ہو گئے۔ اب انکو اختیار ہے کہ جس قسم کا فائدہ چاہیں بویں۔ وہ اب ریفٹ گورنمنٹ اور سلاست رومی کے اصول یکہ گئے اور جاہل معنی ہل جتوں کے بدلے ہڈیاں اور چالاک مزارعین ہو گئے۔ انکو اس وقت اپنی مرض کے مطابق کام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس کے وہ بڑے سرفراز اور محنت اور مشقت کرنے پر جو یہودی کے آثار وہ دیکھتے ہیں اس سے اُنکے دل میں دلولہ پیدا ہوتا ہے۔

اسن پہاڑی ملک اور وہاں کے راجاؤں کا جو حال ابھی میں نے بیان کیا اس سے نتیجہ پیدا ہوا کہ کھنڈنا طور پر اگر کوئی خاطر خواہ فیصلہ کیا جائے اور اُنکے دعووں کا تعفیہ جو اتویہ جبری ضروری بات تھی۔ اس امر پر فی الخیر کیا گئی۔ ہر ہر زمیندار کی حالتوں پر کامل طور سے غور کیا گیا۔ تمام جاگیرین جو اُنکے قبضہ میں پائی گئیں وہ بحال کر لی گئیں اور ساتھی اُنکے سکون کے عہد حکومت میں جو فوجی خدمت اور اوگا ہن اُنکے لہجائی تھی اور وہ تنگ و پریشان رہتے تھے یہ سب چیزیں معاف کر دی گئیں ہمارے قبضہ کرنے کی حالت میں آذادی کے جو اختیارات اُنہیں پائے گئے وہ سب بحال رکھے گئے لیکن جان لارنس نے ان اصولوں پر جو اُنکے آخری ایام ملازمت میں ہمیشہ آئینکے عمل کر کے ثابت قدمی کے ساتھ کیا کہ اگر اس قسم کے حقوق ایک مرتبہ ساقط ہو گئے ہوں گے تو وہ پھر دیے جائینگے۔ سرفزیر کرنی کے نام انھوں نے جو چھپان لکھی تھیں انہیں سے ایک مٹی کی ایک خفرو اس مقام پر بالتحقیض قابل ذکر ہے کیونکہ اس سے اب اتنے عرصہ دراز کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک امر کے متعلق اُنکے اور اُنکے بھائی کے مابین اس وقت زمین آسمان کا فرق تھا جب وہ پنجاب کی ایک ہی کوشن تھوڑے میں نشست کرتے تھے۔ اور وہ مضمون یہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

میں نے انکے صاحب کی روپورٹ جو کوہستان شملہ کے بارے میں ہے پڑھی۔ اُنکے خیالات شاہی خاندانوں اور تاجداروں کی نسبت قابل تحسین ہیں۔ یہ راجہ لوگ بنزلہ اُنکے ہیں جیسے ہمارے ملک میں برمانہ سابق چھوٹے چھوٹے بیڑن لوگ ہوتے تھے۔ اُنکے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے جہاں سے وہ ملک گیری کے لیے ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ وہ صرف تھوڑے زور سے حکومت کرتے تھے اور اسی حق کے ذریعہ سے اپنی اراضیات پر قابض رہتے تھے۔ زبردست

کمزور و ن کو پا مال کرتے تھے۔ گورکھا لوگ آنکو فتح کر لیتے لیکن آئینوں نے سکھوں کو طلب کیا اور سکھوں نے گورکھاؤں کو نکال دیا اور خود ملک کو فتح کر لیا۔ پہاڑی لوگ سکھوں سے جو آنکو تنگ کرتے تھے نجات پانے میں بہت خوش تھے اسلئے آئینوں نے ہکو بھی اپنی مشترک غرض میں شامل کر لیا۔ میری رائے فی الحقیقت یہی ہے کہ آنکو پھر انکی قدیم قوت اور بڑے بڑے علاقے واپس دینا بالکل خطا ہے۔ سکھوں کے زمانے میں جو جاگیریں آئینوں نے اپنے قبضے میں رکھی تھیں وہ بجال رکھی جائیں اور اگر گذشتہ جنگ میں آئینوں نے عمدہ خدمت انجام کی ہو تو اسکے معاوضہ میں آنکو نقد انعام دیا جائے یا اگر سالانہ رقم دینا منظور ہو تو وہ بھی بطور نقدی وظیفہ کے دیجائے لیکن آنکو مزید اختیار ہرگز نہ دینا چاہیے۔ پہاڑی لوگ میدانی ملک کے لوگوں سے عقل میں کمین کوتاہ بین اور دہان کے سردار لوگ عوام سے بدترین۔ انکے تحت حکومت بیشک تہذیب کو عروج نہ ہوگا۔ دختر کشی سنی کی رسم اور جاوگرون کے سزا دینے کا عام رواج ہے۔ علاوہ برین یہ خیال کرنا بھی ایک غلطی ہے کہ راجاؤں اور سرداروں کو ذی اختیار کرنے سے ملک بادشاہ کا دوست ہو جاتا ہے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ جمع بندی میں کم کر دیا جائے اور لوگ آرام و آسائش سے اپنے اپنے گھروں میں رہنے پائیں تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ راجاؤں کو تین لاکھ روپیہ حوالہ کر دیا جائے۔ اصل ہیودی اسی میں ہے کہ ہمارے قوانین ہمارا ضابطہ جاری کیجیے اور ہماری قابلیت اور دوراندیشی آنکو تعلیم کیجیے۔ ایک اور رسم بد جو بٹائی کے دستور سے بھی زیادہ لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی ممالک مغربی و شمالی اور دو آبہ جالندھر کی اقوام میں پائی جاتی تھی۔ وہ دستور دختر کشی کا تھا جو دنیا کے اور حصوں میں یا تو محض سنگدل یا افلاس کے سبب سے مگر ہندوستان کے اس حصہ میں زیادہ تر خاندانی نخوت کی وجہ سے جاری تھا۔ راجپوت لوگ اپنی قوم میں کسی دوسرے گھرانے کے لڑکے کو جو اتنے ذات میں کم ہو اپنی بیٹی دینا گوارا نہیں کرتے اور خاص اپنے گھرانے کے کسی لڑکے کے ساتھ بیٹی کی شادی کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ پس بیٹی کے لیے معقول شوہر کا تلاش کرنا اور زمانہ سلف سے جو دستور چلا آتا ہے اسکے مطابق جینر کے لیے اوقات سے زیادہ اخراجات کا ہم پہنچانا اور کنواری عورت کی نسبت اہلیان خاندان کا شک رکھنا اور اپنے موروثی مکان کی خلوت میں چین و آرام کے ساتھ بسر کرنا یہ سب باتیں ایک جگہ جمع ہو کر بد زمانہ محبت کو لڑکی کی طرف سے منقطع کر دیتی ہیں دختر کشی کی یہ کثرت تھی کہ جسوقت انسانی ہمدردی کرنے والوں نے پہلے پہل اس امر کی جانب توجہ کی تو معلوم ہوا کہ دیہات کی جماعتوں میں کسی کے گھر ایک لڑکی نہیں ہے۔

لیکن اس مقام پر بیان کرنا مناسب ہے کہ دختر کشی کچھ ہندوستان ہی پر موقوف اور منحصر نہیں رہی جب ہندوستان میں ہماری توجہ اس جانب مبذول ہوئی تو اسکے بارہ سو برس بلکہ کچھ اور زمانہ پیشتر ملک عرب کے مصلح اعظم نے اس امر کو چھوٹ قرار دیکر انکی مخالفت کی تھی۔ عربوں میں یہ ایک ضرب المثل جاری تھی کہ ”عورتوں کو اس عالم سے دوسرے عالم کو منتقل کر دینے میں بڑا فائدہ ہے اور قہر ترین ادا ہے“

مکان نے پھر ہی کھلا بھیجا کہ جب تک رنجیت سنگھ قبر سے اٹھکر نہ آئے گا اس وقت تک ہم اطاعت نہ قبول کر سکتے بلکہ تادم مرگ لڑتے رہیں گے۔ دینا ناتھ نے بہت کچھ وعدہ و وعید کیے کہ ہم وہاں کی فوج متعینہ کی باقی تنخواہ ادا کر دینگے انکو سفر خرچ دیں گے اور حفاظت تمام انکے مکانوں کو پہونچا دیں گے مگر کچھ فائدہ نہوار انھوں نے ایک نہانی اور اعلیٰ قبول کرنے سے انکار ہی کرتے گئے اور جو کچھ نتیجہ ہوا انکو مین حتی الامکان بہت قریب خاص جان لارنس کی عبارت میں بیان کیے دیتا ہوں۔ وہو ہذا

اس اثنا میں دیسی سپاہ کی اور لگ بھگ دو ضرب پگلیں توپوں کے دیسے بیاس کے ایسے تمام تک پہونچ گئی جہاں سے کانگرہ بہت ہی قریب ہے۔ یہاں پر میدانی ملک تمام ہوتا ہے اور کانگرہ کی پہاڑیوں میں اتوارپ محاصرہ کی قسم سے آج تک کوئی چیز کھنچ نہیں گئی ہے۔ وہاں سوائے ایک تنگ پگڈنڈی کے اور کوئی سرنگ نہیں تھی لیکن ہم نے یہی فیضان مناسب راستہ تجویز کر چکے تھے اور انہی دنوں نے توپیں بچانے کے واسطے ایک عارضی سرنگ تیار کر شروع کر دی۔

ایک ہفتہ کے اندر سرنگ کا کام تمام ہو گیا اور توپیں ہمارے کپ سے چالیس میل کے فاصلے تک آگئیں۔ ہمارا کپ اس پہاڑی کے نیچے قائم ہوا تھا جس پر قلعہ واقع تھا شام کو ہم نے محصورین قلعہ کو کھیل بطور سنارت جاری شربطون کی ساعت کے لیے آئے۔ اسپین تین روزے شخص تھے جو صلح پسند اور ملحق مگر مستقل مزاج تھے۔ وہ لارڈ لارنس اور مجھے کئی گھنٹہ تک ملائی گفتگو کرتے رہے آخر جب وہ سلام کرنے کے لیے آئے اور قریب تھا کہ رخصت ہوں تو میں نے دئے کہ کہ آپ لوگ ٹھہر جائے اور علی الصبح چشم خود توپوں کو پہاڑی پر پڑھتی ہوئی دیکھ لیجیے۔ انھوں نے اس بات کو سنا اور ہماری خوب پر رخصت ہونے کے لیے لنگھ کر قریب مسدود ہوا تھا کہ جیسے انکو اس بات پر یقین نہیں تھا۔ چار بجے رات کو یہ لوگ خوشی کے فرداں کی گونجی ہوئی آواز سنکر بیدار ہوئے اپنے گاواں بستران سے اٹھ کر کیا لگی باہر نکل پڑے اور سمجھے کہ قلعہ والوں نے باہر نکل کر حملہ کیا ہے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں انکا یہ شک رفع ہو گیا کیونکہ اسکے چند لمحہ کے بعد انھوں نے دیکھا کہ وہ دروازے بڑے ہتھی اٹھارہ پونڈ والی توپیں وہ جس کے قریب بہت کھینچے لیے جاتے ہیں اور ایک تیرہ ہتھی اسکو پیچھے سے ڈھکیلتا جاتا ہے۔ اس طریق سے یہ توپیں ایک ایک توپ تک سخت ٹھنڈی گئی اور صد ہندوستانی سپاہیوں کی مدد سے وہ توپیں پہاڑی کی طرف سے نکالی گئیں بجلی کی طرح آگے بڑھنے لگی۔ یہ سب جتنا کہ سردار جوائے تھے بڑی حیرت سے دیکھتے رہے مگر زبان سے کچھ نہیں ہوئے۔ سب توپیں بھی ٹھنڈی ہوئی تھیں سخت جوش اور اپنے قلعہ کو واپس آئے ایک گھنٹہ کے عرصے میں سفید نشانیں ہاتھ میں تھیں تو کچھ تھکات تھیں یہ سب دیش کے چلے جانے سے شکست ہو گئی۔ ہر شخص اپنے ہتیار رکھ دیتا تھا اور تھکے تھکے کھڑے تھے۔ یہ سب سب کیسے تھکے تھے کہ انکی ہڈیاں ہلکی ہو گئی تھیں اور سب کے سب چلے گئے۔

ہوئی جس طرح دہلی کے سابق گلگت یعنی جان لارنس نے اس ضلع کے ایک موضع میں حاصل کی تھی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) تو ضلع کے انتظام سے ایک روز بھی خلعت نہیں رہی۔ پولیس کے لوگ ملک بھر میں تعینات کر دیے گئے مناسب مقامات پر عدالتیں مقرر کی گئیں اور سرسری بندوبست مال کی بھی تکمیل کر دی گئی۔ جس زمانے میں کشت صاحب یہ کام جب کو ان کے اعلیٰ حاکم نے بمقام جالندھر و ہوشیار پور شروع کیا تھا ختم اور لیکٹ صاحب نور پور میں مالی بندوبست کرتے تھے تو صاحب کشت نے اس بات کی تدبیر کی کہ خود کانگڑہ ہری پور تادون آبپاشی اور گلو کا بندوبست ختم کر دیں۔ انھوں نے اس کام کے انجام میں صد ہا میل کا سفر کیا اور یکم مئی یعنی سرکاری سال کے شروع ہونے کے پیشتر یا ان کے اپنی تقرری کے دو مہینے کے بعد تک تمام کام تمام کو پہنچا دیا۔

جان لارنس نے اپنے ابتدائی ایام میں دیسیوں سے جو ربط و ارتباط پیدا کیا تھا وہ اب ان کے بڑے کام آیا۔ جس اصلاح کے عمل میں لانے کی ان کو دلی آرزو تھی (یعنی یہ کہ بٹائی کے بدلے نقدی لگان قائم ہو) وہ دیسیوں کے خیالات کے بالکل خلاف تھی کیونکہ ان کے ابا د اجداد قدیم الایام سے سرکاری مطالبات بجائے نقد جنس میں ادا کرتے آتے تھے۔ ان کی خوشی اسی میں تھی کہ ان کے ساتھ قدیم زمانے کا برتاؤ قائم رکھا جائے اور بعض اوقات بجاعت کثیر اور کبھی فرداً فرداً جان لارنس کے پاس آنے اور اس امر کی استدعا کرنے لگے کہ جو کچھ وہ قدیم زمانے سے کرتے آتے تھے اُسکی ان کو اجازت دیجائے۔ صاحب کشت نے جو اپنی تجویز کے عمل میں لانے پر (خواہ ان کو رضا مند کر کے خواہ اور کسی صورت) مصمم بالقصد ہو چکے تھے ان دویانوسی زمانیکے آدمیوں کو بہت کچھ سمجھا یا کہ جدید طریقہ میں یہ فوائد اور پُرانے طریقہ میں انواع و اقسام کے نقصانات تصور میں۔ ان لوگوں نے خوشی سے تو نہیں مگر اپنی مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے رضا مندی کی۔ اور جب ایک مرتبہ یہ اصلاح عمل میں آگئی اور ان کے فوائد معلوم ہونے لگے تو پھر کسی کو بھی پُرانے طریقہ پر عود کرنے کی خواہش باقی نہیں رہ گئی۔ درمیانی اشخاص اور متاثران مالگزاری جو زراعت پیشہ اشخاص کو اپنا شکار بنایا کرتے تھے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گئے اور اندازاً دریافت کیا گیا کہ اس طریقہ کی اجراء سے ہر شخص کے مطالبہ میں پندرہ سے لیکر بیس فیصدی تک کی تخفیف ہو گئی۔ حالانکہ سرکاری خزانے میں قریب ہی میزان رچھی سابق میں ان کی مجموعہ کو خوب یاد ہے کہ جنگ روم و روس کے شروع ہونے کے کچھ پیشتر جب مجھے اور لارڈ لارنس سے ملاقات ہوئی تھی تو انھوں نے بیان کیا تھا کہ دیسی باشندگان ہند کو بٹائی کے قدیم طریقہ کو چھوڑ کر نقدی لگان کے طریقہ پر رضا مند کرنے میں انتہائے مرتبہ کی دقت پڑی تھی۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ملک روم میں جو خرابیاں وہاں کی رعایا پر پڑتی ہیں بحسنہ اس طرح کی خرابی دیسی حکومت میں ہے اور رعایا سے روم اس خاص اصلاح کے جاری ہونے میں ضرور مزاحمت کرے گی جو اس طرح کی اور اصلاحوں کی ابتدا ہوگی۔ جان لارنس نے اس ملک میں جو اصلاحیں کی تھیں وہ عموماً بہت مفید تھیں چنانچہ یہ امر جائز بانٹن

جان لارنس جنوبی ملک میں اپنا کام ابھی انجام بھی نہ کر چکے تھے کہ کوہستان پر بسے اُنکے پاس خبر پہنچی کہ قلعہ کوٹ کا گڑھ کے پکاٹک باغیوں نے بند کر دیے اُنکے بروجوں اور خندقوں وغیرہ کی مرمت کرائی اور اُنکے اولوالعزم سرغنہ نے تین سوا سو مودہ کار سکھ سپاہیوں کی جمعیت سے کشتش جوڑف ڈیوینی کنگنم کی قلیل سپاہ پر جو سکھوں کے ایک بڑے لائق اور محقق مورخ تھے تین گولے توپ کے چلائے اور اعلان کیا کہ جب تک رنجیت سنگھ شیر پنجاب خود قبر سے اٹھ کر نہ آئیگا اور قلعہ کی کنجیاں نہ طلب کرے گا اسوقت تک ہم کوٹ کا گڑھ کی کنجیاں نہ دینگے جس کو ہستانی قلعہ سے پیتر دانہ صدا بلند ہوئی تھی اُسکی تاپنج کا گڑشتہ دو ہزار برس سے پتہ لگتا تھا اور وہ تاریخ بھی مشکوک اور شبہ نہیں تھی۔ "اُس زمانے میں جب ہمارے ابا و اجداد غیر ہند اور دشی تھے اور سلطنت روم محض ابتدائی حالت میں تھی اس ملک میں کنوچ نام کی ایک ریاست تھی اسکی ایک باقاعدہ گورنمنٹ کا گڑھ میں تھی اور وہ ان کے فرمانروا کم و بیش اُس زمانے سے گرد و نواح کی پہاڑی ریاستوں پر حکومت کرتے رہے۔ یہ قلعہ ایک ڈھال اور جدا گانہ پہاڑی پر جو چار سو فٹ بلند ہے واقع ہے اور اصل پہاڑیوں کے سلسلہ سے صرف ایک تنگ چٹ کے ذریعہ سے جو کوئی میں گز چڑی ہوگی ملتی ہے یہ چٹ مضبوط حصاروں کے ذریعہ سے جو ٹھوس شانوں میں ملا کر بنائے گئے ہیں محکم کی گئی ہے یعنی اس کام کے لیے چٹان تراشے گئے ہیں۔ اور ایک چکر دار راستہ سات پھاٹکوں کی راہ سے ہوتا ہوا قلعہ تک گیا ہے۔ ہنرخی لارنس نے سمی خبر کے مطابق اسکا حال سر جان کے کو یہ لکھا تھا کہ "اس قلعہ کو بہتر لپچر انٹر کے سمجھا جاوے۔ وہ پانچ میل کے طے میں ہے اور اندر جانے کا صرف ایک راستہ ہے اور اُس راستہ کی حفاظت کے لیے بھی ۱۳ پھاٹک ہیں اور ہر پھاٹک ایک دوسرے کے بعد واقع ہے۔" ایسے قلعہ کو جسکے نیچے ایک دائمی چشمہ بہا کرتا ہے کوئی دیسی سلطنت یا تو بدیج فاؤکشی کی نوبت کو پہونچا کر یا دغا بازی سے فتح کر سکتی تھی۔ اور ان کو ہستانی لوگوں سے برخلاف سکھ سرداران لاہور کے عوامی یقین تھا کہ وہ آخری وقت تک جنگ کریں گے۔

و تقیم فاتح کے انگلستان میں داخل ہونے کے پچاس برس بشیر محمود غزنوی نے کا گڑھ کی دولت کا شہرہ سنکر اُس پر دھا و کیا اور اپنے سخت تعصب کے اشمال میں وہاں کے مقدس مندر جو الالمکی کو غارت کیا۔ سولہویں صدی عیسوی میں شاہنشاہ اعظم اکبر نے زمانہ الزبتھ ملکہ انگلستان خود وہاں غریمیت کی اور بقول ٹوڈرل جو اسکا وزیر خزانہ تھا "اسکا سارا مفر نکال لیا صرف ڈیوان چھوڑ دیں۔" جس سے مراد یہ ہے کہ جن گمانیوں کے لیے کا گڑھ کی دولت اور خوبصورتی مشہور ہے ان سب پر قبضہ کر لیا اور صرف دیران تک دیکر کا گڑھ پر دستہ بانی انڈسٹریل سوسائٹی نے اسکا تاج کی تاج کو بہت دل روم ہے اور اس طرح کا میں وجہ نایت تکرار کیا ہے۔

پہاڑیان چھوڑ دیں۔ آغاز صدی موجودہ میں سنسار چند نے جو کٹوچ راجپوتوں کا خاندانی راجہ تھا شاہنشاہ مغلیہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا اور قلعہ کانگرہ پر جو ان کے آبا و اجداد کا وطن تھا قبضہ کر کے وہاں سے قرب و جوار کی پہاڑی ریاستوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ جن پہاڑیوں کو حملہ کا اندیشہ تھا انھوں نے گورکھاؤں کو اپنی حمایت کے لیے طلب کیا اور سنسار چند نے سکھوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ اور اس اچھوتے قلعے کے سامنے جیسپر شیر کبھی دھاوا نہیں ہوا تھا سکھ اور گورکھا لوگ پہلے پہل ایک خونریز لڑائی میں مصروف ہوئے۔ سکھ لوگ فتیاب ہوئے اور روباہ بازار رنجیت سنگھ نے اس لڑائی کی خبر پر خود اپنا تصرف کر کے اسکے ذریعہ سے کل بہاڑی ملک کے تابع فرمان رکھنے کا بندوبست کر لیا۔ الغرض جس قلعہ نے پرنس گورکھاؤں کے لیے اپنے بھاگ کھولنے سے انکار کیا تھا اسکی تاریخ اور حالت یہ تھی۔

جان لارنس نے اس ضروری معاملہ پر بخوبی توجہ کی اور بتایا کہ یکم مئی ۱۸۱۷ء کو ہمراہ لیکر مسرکہ پر روانہ ہوئے۔ اٹھارے راہ میں تمام پہاڑی سرداروں نے اطاعت قبول کی اور بعضوں نے دل سے مدد دینے کا بھی وعدہ کیا جنہیں راجہ منڈی اور راجہ نادون کا نام قابل بیان ہے۔ وہاں پہونچ کر انکو معلوم ہوا کہ ہنوز قلعہ سر نہیں ہوا حالانکہ ایک لشکر ہندوستانی پیادوں کا جو ایک مہینے پیشتر آشتی کے ساتھ اس پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا گیا تھا اسکا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ وقت اسی طرح گزرتا جاتا تھا۔ انگلش فوجی حکام جالندھر اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ حال کی جنگ میں جو گورے سپاہی شریک ہو کر قبلاے مصیبت رہے تھے اور ابھی آرام تک نہیں لینے پائے تھے وہ کانگرہ کی گھاٹیوں میں کسی تعداد تک پیچھے نہ ہونے کی سخت دھوپ میں تباہ ہوں اور یہ بھی گمان نہیں تھا کہ بھاری توپیں وہاں تک پہونچ سکیں گی کیونکہ سرک وہاں کوئی بھی نہ تھی۔ آغاز صدی حال میں اس قلعہ نے جب اسکا گورکھاؤں نے محاصرہ کیا تھا تین برس تک مقابلہ کیا تھا اور جان لارنس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ پیشتر جتنے سال تک اس قلعہ نے گورکھاؤں کا مقابلہ کیا تھا اگر انگریزوں سے ملنے مہینے تک بھی مقابلہ رہا تو تمام کوہستان میں زرنو جنگ قائم ہو جائیگی۔ اس لیے انھوں نے ہنوز صاحب کو جو اس کے زیر خیرل تھے لکھا کہ آپ کچھ بھاری توپیں بھیج دیجیے۔ اور ہنری لارنس صاحب کو اس بات کے واسطے روانہ کیا کہ دریاے بیاس سے جہاں سب سرکین آکر ملی ہیں آگے کا سب سے عمدہ راستہ تجویز کریں۔ ہنری لارنس جو اس اثنا میں ریزیڈنسی لاہور کے دشوار بلکہ مشکل خدستوں کے انجام کرنے پر مقرر کیے گئے تھے اس موقع پر جہاں اس قدر خوف پیدا ہوا تھا بجا بہت تمام آئے وہ اپنے ساتھ راجہ دینا ناتھ کو بھی جو دربار سکھ کا سب سے لائق اور ذی اختیار رکن تھا اس امید پر لیتے آئے کہ قلعے کے تین ہزار آزمودہ کار سکھ سپاہیوں کو ترغیب دیجائے کہ وہ آشتی سے اطاعت قبول کر لیں۔ لیکن دینا ناتھ رنجیت سنگھ نہ تھا اور یہاں قلعہ کے دلاور افسر

میں نے اپنے آنے کی رپورٹ لکھنے میں اس بات کی خواہش کی ہے کہ آپ مجھ کو کسی سیرت میں کن باتیں میں مقرر کر سکیں گے
 جو شخص کی باتیں میں نہ مقرر کر سکیں گے۔ انھوں نے میری جہتی کا جواب مختصر اور سطر میں لکھا اور انہیں یہ تحریر کیا کہ وہ آپ کا
 مقدمہ ہونا چاہیے کہ کسی عداوت کی باتیں میں اس سے کہ وہ فوج کا آدمی ہو یا یونیورسٹی ہو۔ اس فقرہ کے ساتھ ہی
 جس سے غمی اور ان کی طبیعت کا خاصہ ظاہر ہوتا ہے انھوں نے مجھ کو حکم دیا کہ آپ جالندھر کو روانہ ہوں اور وہاں کے ڈپٹی سسر
 کی استغاثہ کا کام کریں۔ اسکے بعد جب سال ختم ہونے کے قریب پہنچا تو جالندھر میں آئے اور میں ان کی خدمت میں نیاز حاصل
 کرنے کے قابل ہو سکا۔ پہلے تو میں نے ان کو ایک سبب شخص تصور کیا اور چونکہ وہ اپنے ہاتھوں کی تمام کارروائیوں کو بڑے غور سے
 دیکھتے رہتے تھے اس وجہ سے میرا وہ خیال اور بھی بڑھ گیا اور کچھ بات یہ بھی تھی کہ ان کی حرکات و سکنات اور عادی شکل و چہرہ
 روکھی معلوم ہوتی تھی لیکن بعد کہ معلوم ہوا کہ ان کا ہر ایک غلطیوں اور غلطیاں ہوتی ہوں گی جیسا کہ اصل کے ساتھ اظہار کیا جاتا تھا لیکن چونکہ میں ایک
 میرے کام میں ضرور بینا بن گیا لیکن ان اور غلطیاں ہوتی ہوں گی جیسا کہ اصل کے ساتھ اظہار کیا جاتا تھا لیکن چونکہ میں ایک
 ناخوش کام کر رہا تھا اس وجہ سے انھوں نے بہت کچھ درگزر کیا اور گورنمنٹ کی خدمت میں میری رپورٹ اہم کی۔ اسکے
 بعد ڈپٹی سسر کی ملاقات کے سبب سے بار بار مجھ کو کشتہ سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ ابتدا میں ان کی طرف سے جو فوج مجھ کو پیدا ہوا تھا
 وہ بہت جلد جاتا رہا اور مجھے اپنے غمی دوستی اور محبت ہو گئی۔ گو وہ خود بالکل عظیم القوت تھے مگر جس شخص کو اپنی خدمات کے انجام
 میں آنے صلاح اور مشورہ کرنے کی حاجت ہوتی اس سے انھوں نے کسی اغراض میں کیا۔ ان کی اصولی اور فروعی واقفیت تمام
 معاملات متعلقہ خزانہ وال پولیس و عدالت میں بہت وسیع تھی اس سے بڑھ کر ان کو کسی بات میں لطف نہیں ملتا تھا کہ اپنے
 وسیع خدمات کے ذخیرہ کو ہلوگوں کے قاعدہ سے استعمال کریں۔ ان کو خود کام کرنے کا اس قدر ہوا کہ رہتا تھا جب تک کچھ حد نہیں ہے
 اور وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کو میری طرح کام کرنے کی خواہش رہے اور میرے نزدیک ہایت کے چند اصول وہ ایسے رکھتے تھے جو اسکے غیر میں
 چھڑا دی کہ وہ اپنے پاس پکٹے نہیں دیتے تھے۔ میرے نزدیک ہایت کے چند اصول وہ ایسے رکھتے تھے جو اسکے غیر میں
 داخل ہونے تھے اور جو برابر ہلوگوں کے دلوں پر ترس کیے جاتے تھے۔ اور وہ یہ تھے کہ گورنمنٹ کی خدمت ادا کرنے چاہیے
 ویسوں کا خیال رکھنا چاہیے کام کو ترتیب اور تعمیل کے ساتھ انجام کرنا چاہیے اپنی جان کو عزیز نہ رکھنا چاہیے اور لوگوں
 کے امین انصاف کرنا چاہیے۔ انھوں نے اپنے برتاؤ سے ان اصولوں کی تشریح پیدا کر دی اور بہت سے مفید بین دہان
 پنجاب نے اپنے اپنے دماغ کی ان باتوں کا اثر اپنے افعال پر بھی پڑتے ہوئے دیکھ لیا۔
 جان لاریش اپنے فرائض منصبی کے انجام میں جو بہت باہمت تھے ان کے سامنے وقت اور روش
 سب دور ہو جاتی تھی اور ان کو وہ یہ بین آئے ہوئے ابھی ایک مہینے سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انھوں
 اس مردانہ صاف باطنی اور سادگی سے جو ہر نیک تمام زمانہ ملازمت میں نمودار رہی فریڈرک کرنی صاحب کی
 گورنمنٹ مہینہ قادیہ سے صاف صاف بیان کر دیا کہ کس قدر کام انھوں نے کیا اور کس قدر نہیں کیا ہے اور

جنگ اندر تک گھمائی ان واقعہ میں شامل سپہ اور درباریہ قوتوں سے آباد سپہ اور دیگر لوگ اس زمانے میں بہت سے فرقوں کے امین منقسم ہو گئے تھے اور اپنے اپنے خاص قیسوں کی نگرانی میں رہتے تھے۔ دو تاجہ خاص کے مزودہ ۳۰۰۰۰۰ ارجیل کا ایک اور چارہائی معتدبہ سمین ۵۰۰۰۰۰ آدمی تھیں۔ یہ معتدبہ بین اس برستانی سلسلہ کوہ کے شیبہ جسکی چوٹیاں ۱۰۰۰۰ اہست تک بلند ہیں حدود و لداخ واقع ہیں تا ایک اس طرح پھیلا ہوا چٹانیاں ہے۔ اور اس بلند ملک میں جو طوفانی عالم آب و ہوا اور قوم کی ہر ایک کیفیت عالی شان راہبوت سے لیکر مسکین گور اور بندہ تک شاہ و مین آنکسی ہے۔ پنجاب کے مین بہاری دریا یا اس راوی اور چناب بھی مین سے نکلتے ہیں۔ جس شہر کی وجہ سے اس ملک کی خاص تاریخی شہرت ہوئی اور جسکی کیفیت میں نفسیہ کے ساتھ کے بیان کردہ وہ گمراہ کا شہر و قلعہ ہے۔ لیکن یہ کل ملک مبین بہتر سے چھوٹے چھوٹے کوہستانی آباد اگر مستان میں تو قدرتا مسبوئی تھے واقع تھیں اور ایک ایک قلعہ پر ایک ایک رئیس حاکم ہے اپنی بہادری اور وقار ذاتی کے لیے مشہور ہے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے تھے اس صلح آمیز طریقہ سے جس طرح اس زمانے کے چند بہترین شہزادے اس موضع کے لوگوں نے یہ کہ دنیا کل کثیر دہلی کی ایلٹ قلوب سے اطاعت قبول کر لی تھی نوادار کثیر کہ حکم مان لیتے۔

جہاں لارنس نے مذاہمی اپنے کام کے انصرام میں آخر مین کی۔ یکم مارچ ۱۸۴۳ء کو قیام امر قمر کوہ زینترانی نے انکو اس عمدہ ہر مقرر کیا تھا اور ۲۰۔۱۰۰۰۰ کوہ کوہ کوہ زینترانی مدوح جانہ حریف انکی ملاقات آیا کہنے کے جہاں انھوں نے وہ کام جو ایک نوکسب مدوح کے فرمانروا کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور شوار ہے یعنی بند و بست اہل کا کام شروع کر دیا تھا کو اس زمانے میں یہ بند و بست اصل میں سرسری تھی جو انکو آمید تھی کہ انکے مدوح کے مہون کا یہ خاص عمدہ اور پیریل کے چھٹے ہفتہ تک نہیں چاہیے۔ لیکن دیاسے دیاس کی دوسری جانب سے ایک سکھ سردار اپنے جو ملک کیا اور کوہستانی ملک میں شورش پھانی تھا انھوں نے اپنے قوم کو فانی ہو کر یا اور تلوار ہاتھ میں لیکر اتر طرف ہوشیار پور کو روانہ ہوئے۔ اس پہلے میں میں دلچسپی میں تھا دیاسی مین آج تمام کرتے رہتے۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ "اتناک میرے کسی اہمیت نے یہ امر مین چاہا۔ مین ہر ذہن کش سے لیکر اگھنہ تک کام کر رہا ہوں۔ اور آپس میں ہر روز کا بہت کام ہوتا ہے۔" یہاں تک جبکہ ان چار آدمیوں کے جہان سے وہ کہہ لیا تھا وہ انفراس کے انھیں سے ایک نوکسب راجہ کو نامہ دیا کہ وہ انھیں تمام اور جب تک وہ ہاتھ سے کی طرح انکو کشتاں رہا۔ دوسرا شخص بھی لیا وقت اور اسے ادا کیا تھا اور وہ اگرچہ فانی میں ہاتھ سے بہ دو فانی تھے۔ دیکھا تھا اور اس سبب سے اس کو نہ صحت میں انکی ذات سے مدد مین چہنی تھی لیکن جہاں لارنس کی تفسیر سے وہ آخر میں اس میں

ایک مستند ماہر ہو گیا۔ یہ رابرٹ کٹ کا ذکر ہے اور اُنے جان لارنس سے جو دوستی ہوئی وہ عمر بھر قائم رہی۔ رابرٹ کٹ نے پہلے پہل اپنے اعلیٰ افسر سے ملاقات کرنے کا حال تیس برس کے زمانے کے بعد اسطو پر ضبط تحریر کیا ہے۔

ماہ اپریل ۱۳۴۴ھ میں بمقام ہوشیار پور صدر مقام دوآبہ جالندھر جہان میں پہلے پہل مقرر ہوا تھا جان لارنس سے پہلے پہل ملاقات ہونے کی کیفیت مجھ کو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کل کی بات تھی۔ جب میں اُنکے حضور پہنچا تو اسوقت وہ پونٹما سٹر جنرل سے ڈاک کی نئی سرکون کی بابت گفتگو اور اپنی چھاونیوں کی مدد بندی کے متعلق گکائیئر افسر فوج سے بحث کرتا تھا۔ ہیرمی کسڈن جو اسوقت ایک کم عمر ماتحت فوجی افسر تھے چھیون کی نقل کر رہے تھے۔ چند یور وین اشخاص کے غول میں بیٹھ کر اور مسلمان زمیندار جمع تھے اور اپنے نئے حاکم سے لگان نقدی کی تخصیص کا عہد و پیمان کر رہے تھے۔ جان لارنس ہمہ تن مستعد بیٹھے تھے (کوٹ اتر ابراہم رکھتا تھا آئینہ بن کنیون تک چڑھیں) اور اپنی رعایا پر واجبی مطالبہ سرکاری کی بابت افہام و تفہیم کر رہے تھے اور انصاف کے قدرتی اصول اُلگو سمجھاتے جاتے تھے کیونکہ ہر شخص جب اپنے پٹے پر دستخط کرنے کے لیے قلم چومنے لگتا تھا (جو ناخواندہ اشخاص کے دستخط کرنے کی علامت ہے) تو وہ انگلیں گونڈتے تھے۔

بیوہ کو ست جلاؤ

بیٹی ست مارو

کوڑھی کو زندہ مت دفن کرو

اور پرانے سفید ڈارمی والے لوگ جنہیں سے بعض بعض کے گھروں میں نہ کوئی بیوہ اور نہ کوئی عورت تھی۔ وہ اس نئے موئے کے احکام کو گاتے ہوئے چلے جاتے تھے جو دوسرے سال نہایت سختی کے ساتھ نافذ کرائے گئے۔ یہاں اگر مجھ کو پہلے پہل مستعدی کے انتظام اور عجیل تعمیل احکام کے معنی معلوم ہوئے جو عہدہ نظم و نسق کے خاص ارکان ہیں۔ اور اس مقام پر مجھ کو اول اول اس شخص سے آگاہی ہوئی جو میرا مقید ایراد دوست اور تیرا استاد رہا تاکہ اُسکے تیس برس بعد میں بمقام کلکتہ اُسکے گونڈیل نوؤ زمین ٹیٹا اور پرنسپل ریشن سوسائٹی کے معاملات پر بالتفصیل مشورہ لیا اور اسکی کمیٹی میں برخلاف اس امر کے جسکو وہ جنگ دوم افغانستان کی غلط حکمت علی سمجھتا تھا شریک ہوا۔

ہیر کویئر اسکات کہ وہ بھی جان لارنس کے ایک ابتدائی ماتحت تھے اس زمانے کا کچھ حال اپنے اول اول خیالات کے مطابق بیان کرتے ہیں جو اس مقام پر قابل ذکر ہے۔

مجھ کو ہندوستان میں آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا اور معذرا مجھ کو اپنے فرائض منصبی کے متعلق بہت ہی کم واقفیت پیدا ہوئی تھی کہ دفعتاً ماہ مئی ۱۳۴۴ھ میں ملاقات آنروے سلج میں با تھی مشنر جان لارنس میرا تبادلیہ ہو گیا۔

اور وہ اپنے دوستوں کو دیکھنے جاتا تھا۔ دیدار میں آپ انکا حال غصیب کرنے لگے۔ "ایسے موقع پر سواسے مرتسلیم کر کے کہنے کے اور مجھے کچھ نہ بن آئی کیونکہ انکا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر اسے شہر جانا تو نہیں بہت دیر ہوئی تھی اور اس نے کہ جنگ کی شدت کے زمانے میں وہ ہوجنہ شکے۔ جب میں گورنر بنی کے اسات میں جا کر شریک ہونے کے لیے واپس چلنے لگا تو انھوں نے مجھے کہا کہ پہلی منزل ۲۵ میل کی گھوڑے کی سواری پر ملے گی اور دوسری منزل میں پھر امیدوار حاصل ملے گی۔ پس اب کوئی امید اس بات کی نہیں کہ وہ گئی تھی کہ میں اُسے جا کر ملوں گا۔" بائینہ خوش قسمتی سے اسکا نتیجہ اچھا نکلا کیونکہ شہر خیر آباد کے زمانے میں مجھ کو اپنے پرشل اسات میں داخل کر لیا۔

اس زمانے کے حالات جان لارنس میں مذہب کچھ دیکھے۔ وہ ہمیشہ بڑی ہنسی دہنی کیا کرتے تھے اور اب اسوقت بھی انکی یہ ظرافت دمکنے سے نہیں رک سکتی تھی۔ ایک روز اتفاق سے میں اور وہ اور تین چار دوسرے اشخاص ایک ہی ہاتھی پر لاہور کی سڑکوں پر جیکے سامنے ہانڈلنگ گاہ تھی چلے جاتے تھے ایک افسر کو انھوں نے تنہا ایک ہاتھی پر تھکے ہوئے دیکھ کر اپنا ہاتھی اُسکے قریب بڑھایا اور مجھے کہا کہ "جہاں دیکھو یہاں بڑی جھپٹیں ہے اگر تم ایک شخص اس میں سے چلے جاؤ جب بھی بہت جگہ نکل آئے۔" اُس پر ایک بڑے بزرگ سیرت شریف النفس حضرت شیخ ذون وہ بڑی خوشی سے ٹکولے لائے۔ "یہ بس جاؤ یہاں سے اچانک اس ہاتھی پر چڑھو۔" میں مقرر ہوں کہ مجھ کو ان بزرگ سیرت شریف النفس حضرت کی طرف سے شک تھا اسلئے میں نے انکی گردن میں ہاتھ ڈال دیا کہ کہا وہ دونوں ہاتھوں کے دیدار میں نہ آجائوں جب میں اسطرح سے دوسرے ہاتھی پر چڑھ گیا تو وہ حضرت سیرت شریف کی طرف غرا کر بولے کہ یہ آپ جو اسطرح سے بھڑکنا پڑے تو اسکا کیا منشا تھا؟ میں نے کہا "حضرت اس میں برا تصور نہیں ہے۔ بلکہ جان لارنس نے مجھے کہا کہ وہ بڑے خلیق شخص ہیں اور انکو ہاتھ پھیلا کر لے لیں گے۔" انھوں نے جواب دیا کہ "بہت اچھا میں اُسے اسکا بدلے لوں گا۔" یہ بزرگ خلیق بہت بڑی ہوشیاری سے غور کر رہے تھے۔ یہ صاحب گوناہیت ہی لائق شخص تھے۔

باب ہشتم

کشمیر علاقہات آنروہ علیہ السلام

اب ہم سوانح عمری جان لارنس کی اُس نوبت پر پہنچے ہیں جب وہ سابق کی نسبت زیادہ بارگزار کی کے عہدہ پر آئے اور ان عہدوں سے جو کسی ہی ناکارہ کیوں نہ ہو مگر پھر بھی نامتی کے تھے بل کہ خود دوسری کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور اس رعایا پر حکمرانی کرنے کے درجہ سے جو ہماری تالیف بان رہتی چلی آئی تھی ایسی قوم کی فرمانروائی پر مامور کیے گئے جس پر ایک ہماری حکومت کا کبھی دباؤ

نہیں پڑا تھا اور جو ابھی حال ہی میں اس بات کی کوشش تبلیغ کر چکی تھی کہ شمال مغربی ہندوستان سے ہکو قطعاً خارج کر دے جس میں ایک مرتبہ وہ قریب قریب کامیاب ہی ہو گئی تھی۔

یہ ترقی اس طرح کی تھی جیسے شیر کیارگی بہت کر سکے وہ ترک پھینچ جاتا ہے چنانچہ اسی جہت میں نکالت عفو ان شباب یعنی جب انکی عمر ۲۴ برس کی تھی وہ اپنے اکثر برابر والوں بلکہ بہتر سے بڑوں سے گوے سبقت لیکے اور جن لوگوں کو اس طور سے انھوں نے بچا دکھایا تھا انکے دلوں میں ترک و حسد کی آگ بجڑ کا دی جسکا اثر آج تک رفع نہیں ہوا ہے قبول تھی نہ جب تک دوستی کوئی نہ تھا اپنا رقیب

یار سے یاری جو کی دشمن زمانہ ہو گیا

جان لارنس کے جو خیالات خطوط اور افعال اس زمانے کے ہیں وہ صرف انکے احباب و اقارب ہی سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ صرف انھیں ہندوستانیوں سے جن پر وہ حکمران تھے بلکہ اس زمانے سے انہیں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ وہ گورنمنٹ ہند اور اس زمانے کے قریب الوقوع اہم معاملات پر بھی حاوی ہیں۔ اور جان لارنس اب بخوبی تمام اس نئے عہدے کی قدر کرنے لگے اور اپنے دل میں سمجھنے لگے کہ اس سے آئندہ میرے حق میں بہبودی تصور ہے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ محض انتظار پر خواہ مخواہ قناعت کروں۔ چنانچہ یہ سب باتیں اس امر سے ثابت ہوتی ہیں کہ انھوں نے مثل اور ہونہار افسروں کے بڑی بڑی جلدون میں ان چٹھیوں کو جمع کرنا شروع کیا جو نہ محض خانگی اور نہ بالکل سرکاری کہی جاسکتی ہیں مگر ان سے حکام ہند کی خط کتابت کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ مرتب ہوتا ہے اور ہندوستان میں وہ نیم سرکاری مراسلت کے نام سے معروف ہیں اس طریقہ کو برمانہ مابعد انھوں نے پھر کبھی فروگذاشت نہیں کیا اور سوانح نگار کو اس زمانہ تک جو یہ شکایت چلی آتی تھی کہ مواد تحریرات کی قلت ہے اب اسکے بالکل عکس شکایت پیدا ہوتی ہے کہ اس زمانے کے بعد کی تحریرات لا تعد ولا تحصى ہیں جنکے دیکھنے سے طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ ان سے اصل امر مقصود کامل طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ وہ تاریخی باتیں جو خاص لطف رکھتی ہیں یا جن سے جان لارنس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے انتخاب و اقتباس معقول کرنے کے بعد اخذ کی گئی ہیں۔

جان لارنس کے ایام ملازمت میں کثیری جالندھر ہند کی کثیر الاشغالی کا زمانہ تھا۔ اور اس واسطے پہلے اس بات کی تحقیقات بہتر ہوگی کہ جس ملک پر وہ اعلیٰ حاکم مقرر کیے گئے تھے اسکی کیفیت جغرافیہ اور تاریخ کی رو سے کیا تھی۔ دوآبہ جالندھر دریائے ستلج اور بیاس کے درمیان واقع ہے اور اسکا زیادہ تر حصہ سرسبز اور جاٹوں سے آباد ہے۔ جاٹوں کی کیفیت جان لارنس نے یہ لکھی ہے کہ ”یہ لوگ نہایت محنتی اور مشقتی اور بڑے حلیم اور فرمان پذیر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے تمام ملک کی زمین کو آباد کر دیا اور ہماری حکومت کے تابع رہنے میں بہت خوش ہیں۔“ اس دوآبہ کا شمالی حصہ پست پہاڑیوں سے

ساقان باب ستم و لغات ستم

۱۹۶

کے نام حکم پر چونکہ وہ سکون کی مذہبی دارالسلطنت اور ترقی میں جا کر اپنے اس دشوار اور مغرور عہدہ کی بابت چپ رہے صرف اپنی یاقوت کی وجہ سے شہر ہوئے تھے گورنر جنرل کی ہدایتیں حاصل کریں۔

میں اب اس باب کو ختم کرتا ہوں اور خاتمہ کر کے اگلے صفحہ پر آتا ہوں۔

صاحب و مدبر

جس شخص سے اس وقت پرودہ ہونے میں کجائی کی صورت پیدا ہو گئی تھی ان پر یادداشتوں سے بہت واضح طور پر چنچلیاں

تو دہلی میں پہونچ کر مجھ کو معلوم ہوا کہ میرے بھائی کے پرانے دوست وہاں کے کلکٹر ہیں۔ مجھ کو اس ملاقات کا حال خوب یاد ہے بعد کو اس معاملے بہت مشہور ہوا کہ دہلی کی پہاڑی پر سب سے زیادہ خطرناک وہی مقام تھا کچھ باتیں کر رہے تھے۔ اور اپنی ساتواں اپنے ہمان سے یہ کلکٹر "فشر" اسٹاب تم باؤ "انکو رخصت کیا۔ اسے جبکہ کرام کیا اور وہاں سے چلا ہوا پرانے زمانے کی کچھ باتیں کرنے کے بعد انھوں نے مجھے کہا کہ مجھ کو ابھی آج ہی کل میں کسی ضروری کام کے لیے لارڈ آؤ آؤنگ نے لشکر گاہ میں طلب کیا ہے اور اگر آپ دو دن ٹھہر جائیں تو میرا آپ کا ساتھ ہو جائے۔

[illegible]

میں جب گھوڑے پر سوار جاتا تھا تو نے میرے اوپر بندوق چلائی اور میں بہت بچا کر وہاں سے نکل گیا۔ لاہور کے لشکر گاہ میں اس وقت پہونچا جب گورنر جنرل اور ان کے مصاحبین نوجوان مہاراجہ سے ملاقات کرنے اور اسکو اپنا مطیع بنانے جاتے وہاں ایک بڑا دربار مجتمع ہوا اور جسوقت کوہ نور والا ہیرا ہمارے ملاحظہ کے لیے پیش کیا گیا تو ڈیوڈ وورڈس انڈر سکرٹری صنیعہ خارجہ اس کے تحویدار مقرر ہوئے۔ ظاہر وہ بڑے شکی آدمی تھے اور ہر ہر اسٹاف افسر سے خود جا کر اسکو لے لیتے تھے۔ جسوقت انھوں نے ہیرا میرے ہاتھ میں دیا تو اسوقت سرنہرنی لارڈنگ نے اسکو دیکھنے کے لیے طلب کیا۔ میں نے معمولی طور پر دوسرے افسر کو دیدیا اور مجھ کو وہ وقت آج تک نہیں بھولتا جب وہ نہایت بیباکی سے اس کے لینے کے لیے دوڑا اور ایک اسٹاف افسر سے کہنے لگے کہ لائے بس اب مجھکو دیدینگے۔

اس شب میں نے گورنر جنرل کی نیر پکھانا کھایا جان نامی گرامی اشخاص کا ایک مجمع کثیر فراہم تھا۔ انہیں سر جانرل پینیر لارڈ انٹیشن لارڈنگ چارلس ولسٹ (جو بعد کو آزل ڈینی لاقار ہو گئے) سرنہرنی لارنس ہنری ہنری ڈوڈس اور میں سمجھتا ہوں کہ جان لارنس بھی موجود تھے۔ چونکہ روشنی سے میری آنکھ جھللائی جاتی تھی اور میں بہت سی دور دراز سفر کے اسوقت تک کھانا نہ آیا تھا اس سبب سے کھانے کے لیے بیٹھتے ہی مجھکو نیند آگئی۔ اسی آؤنگھنے کی حالت میں میں نے سرنہرنی لارنس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”دوسوینے دو بیچارہ لڑکا بہت خستہ ہے۔“ میز کے بڑے وقت ایک قہقہہ ایسا پڑا کہ میں بیدار ہو گیا اور اسکی سرگزشت یہ ہے کہ ہنری ڈوڈس بھی اسی جلسہ میں شریک تھے اور وہ ”برہمنی بل“ کے نام سے بڑے پرزور مضامین کچھ دنوں سے اخبارات میں چھپوا رہے تھے۔ پس جسوقت لوگ کھانا کھا چکے تو آؤنگھنر لارنس رچا رہے پل آؤنگھنر نے جو ان کے باپ کے بڑے دوست تھے انے کہا کہ آپ میرے ساتھ ایک گلاس شراب نوش کریں۔ ہر شخص عموماً اور سر جانرل پینیر خصوصاً ڈوڈس کی طرف دیکھنے لگے کیونکہ بیان کیا گیا تھا کہ اس زمانے میں اس نوجوان افسر کو جو عہدہ دیا گیا تھا وہ صرف اس خیال سے دیا گیا تھا کہ وہ پر جوش مضامین کے لکھنے سے باز آئے۔ العوض لشکر گاہ میں یہ گپ اور رہی تھی۔ اور اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب اس ”ڈیوڈس لارنس“ نے اپنے فصیح طفلانہ لہجہ سے یہ کہا ہوگا کہ ”میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ برہمنی بل والے ارٹکل پھرنے لکھینگے۔ کیونکہ سر ڈوڈس شاید آپ اب تو نہ لکھینگے۔“ تو حاضرین جلسہ میں اسوقت کبسا قہقہہ پڑا ہوگا۔ لارڈ ہانڈنگ سے زیادہ دل کھول کر کوئی نہیں ہنسا اور انھوں نے خوش طبعی کی راہ سے مٹھی باندھ کر اپنے بیٹے کی طرف ہاتھ ہلایا۔

کھانے کے بعد مجھکو ایک طویل تمامت میں شخص نے اگر گھیر لیا اور کہا کہ ”آپ کو دیسیوں کے ساتھ ایسی زبردستی نہ دکھانا چاہیے۔“ میں نے کہا اس سے آپکا مطلب کیا ہے۔ اسے جواب دیا کہ ”آپ نے ابھی اس روز میرا گھوڑا پکڑ لیا“ میں نے کہا ”مجھکو ترک کر کے گھوڑے پکڑنے کا حکم ملا تھا۔“ اس نے کہا کہ ”یہ سچ ہے لیکن سکھوں کے گھوڑے پکڑنے کا تو حکم نہیں تھا۔“ میں نے جھجک کر کہا کہ ”مگر اسنے تو مجھکو گولی سے مار ہی ڈالا تھا۔“ یہ میب شخص سرنہرنی لارنس تھے اور انھوں نے کہا ”تو اسکا فیصلہ شیک جاتر تھا۔ عہد نامہ پر دستخط ہو چکے تھے۔“

مگر لوگ لڑتے تھے انکے میں پشت بڑے چوڑے پاٹ کا چڑھا ہوا دریا واقع تھا اور اس سبب سے صدمہ آدمی جو توپوں کے گولوں یا تلوار سے بچ جاتے دیر میں بیگتے۔

جنگ سبزون نے معرکہ اور کارزار دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ ملک پنجاب لارڈ ڈکنگ کے قبضہ قدرت میں

در آیا اور چونکہ خالصہ فوج نے بے سبب ہمارے علاقوں پر حملہ کیا تھا اس لیے لارڈ موصوف کو بلا فراموشی اس

بات کا حق حاصل ہو گیا کہ کل ملک کو سلطنت انگریزی میں شامل کر لیں۔ لیکن اس میں بڑی بڑی مشکلیں تھیں۔ سو

ما موافق تھا۔ ہماری فوج جو صرف ... مگوروں سے شامل تھی بالکل خستہ تھی۔ ایسے وسیع اور غفلت ملک کے انتظام

میں اخراجات کثیر ہونے کا گمان غالب تھا۔ سرکار کمپنی اور اسکے بہترین ملازمین کے نزدیک غیر ضروری ملاقات

کا شامل سلطنت کرنا طوطا و کرنا پسند تھا۔ اس بات کا خیال کیا جاتا تھا کہ خوشحال اور ناموریت پذیر افغانہ اور سکون

کے مابین ایک بہادر اور کیتھرائٹ قوم کا آئین رکھنا بدرجہ غایت ضرور ہے کہ چونکہ افغانہ کے فتح کرنے میں نہ تو

ہمارا کوئی کام نکلا ہے اور نہ نام ہے۔ پس یہ صحیح امور پنجاب کے شامل سلطنت کرنے کا خلاف تھے اور سرسبز

ہارڈنگ نے اپنی دورانیشی اور اس اعتدال پسندی سے جو انکی عادت میں داخل تھی یہ تجویز کیا کہ صرف ایک

حصہ ملک پر قیادت کی جائے (حالانکہ وہ کل ملک پر تسلط کر سکتے تھے) اور سکون کو اپنی آزادی قائم رکھنے کا ایک

اور موقع دیا جائے بشرطیکہ وہ دیانتداری کے ساتھ اس موقع سے فائدہ حاصل کریں۔ جب پہلے پہل سکون

خروج کیا تھا تو سرسبز ہارڈنگ نے ضابطہ کے ساتھ یہ اشتہار دیا تھا کہ دریائے ستلج کے اس پار سکون کا جو محفوظ

ملک واقع ہے وہ سب شامل سلطنت انگریزی کر لیا جائیگا اور اب انھوں نے تجویز کیا کہ خالصہ کا زور توڑ دیا جائے

اور اس مقصد کے حامل ہونے کے لیے وہاں جاندر یعنی وہ وسیع ضلع جو دریائے ستلج کے اس پار اسکے اور دریائے بیاس کے

مابین واقع ہے اور پہاڑی اضلاع کے جو دریائے بیاس کے اتر اور قرب جہلم میں واقع ہیں اور علاقہ گنگڑا اور پور اور نادون

اور وہاں سے لیکر ملک بٹ کے کنارے تک سارا ملک سرکار انگریزی کی عمارت میں شامل کیا جائے مقررہ دستور

کے مطابق اخراجات جنگ بھی قوم مفتوح کے ذمہ عائد کیے گئے لیکن دربار نے جو اوباشی اور غفلت میں رہی تھا

تھا ظاہر کیا کہ وہ اخراجات کے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا چنانچہ اسکے بڑے گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ کوہستان

جموں اور خطہ جنت نظیر کشمیر قبضہ کر لیا جائے لیکن پنجاب کے خود سر رہنے کی حالت میں یہ ممکن نہ تھا کہ خاطر

ملوہ پر ملک جموں قبضہ میں رکھا جاتا۔ چنانچہ ایک بڑی محبوب حکمت عملی کی بنا پر جو پہلے سے تجویز کی گئی تھی اور یہی

وجہ تہمت کشا مرہ ایک مصیبتوں میں مبتلا رہتے چلے جاتے ہیں ہم نے وہ ملک دو گرا چوبستہ سنی

قذاب منکر کے حوالہ کر دیا اور اسے اس وقت پہنچا کہ وہ نقد روپیہ دیا جواتے دربار لاہور سے کات کات کر بھر

رکھا تھا۔ وہ ایک ناقابل اندیش اور شریر شخص تھا مگر یہ لائق فرمانروا تھا اور پہاڑی حکومت کے تابع

ہونے کی قابل تھا اور اسوقت خالصہ والوں کی مزید پوریش روکنے میں وہ صرف ایک امر کے خیال سے شائد ہماری مدد کرنے پر رضامند ہو سکتا تھا جو سوائے اسکے ذاتی فائدہ کے اور کچھ نہیں تھا۔

مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک کو ہم نے شامل سلطنت کر کے اسکو اپنے قبضہ میں رکھنے کا قصد کیا تھا اسپر یعنی دوآبہ جالندھر پر حکومت کرنے والا کون شخص تھا۔ سوائے اُس زور آور کلکٹر کے اور کون ہوتا جسے تمام ضلع دہلی میں اپنی کیاقت حسن انتظام کفایت شعاری اور محنت و جانفشانی میں اپنے تین گھر گھر مشہور کر رکھا تھا اور جس سے وثوق کے ساتھ یہ امید کی جاسکتی تھی کہ جس طرح دہلی کے اطراف میں جو جانوں رائگھروں اور گوجروں پر حکومت کر چکا ہے اسی طرح کوہستان کے راجپوتوں گودیوں اور کشمیریوں کو اپنے تابع فرمان رکھ سکے گا۔ اس شور انگیز زمانے میں صرف دو قلیل التعداد دیسی پٹنوں اور ایک دیسی توپخانے کے ذریعہ سے تمام ہندوستان کی دارالسلطنت پر قبضہ رکھا حالانکہ اسوقت جنگ کا بازار گرم ہو رہا تھا اور یہ سب تیاریاں ہماری جانب سے نہیں بلکہ ہمارے خلاف تھیں۔ ہمارے علاقہ سے دو سو میل کے فاصلے پر پوریش ہو رہی تھی۔ باوصف اس امر کے کہ دہلی کی آبادی بالکل برباد گئی تھی وہ خطرہ کے اس تین مہینے کے زمانے میں ایام صلح کی طرح صرف ایک اردلی ساتھ لیے ہوئے شہر بھر میں گھوڑے پر سوار پھرا کیا۔ سرنہری ہارڈنگ کو چونکہ پہلے ہی سے معلوم تھا کہ پنجاب کا ملک شامل سلطنت کیا جائیگا اسوجہ سے انھوں نے ممالک مغربی و شمالی کے نامی گرامی لفٹنٹ گورنر مائین صاحب کو ایک چٹھی میں لکھا تھا کہ آپ جان لارنس کو بھیج دیجیے ہم دریائے ستلج کے اُس پار والے ملک میں جو حال ہی میں شامل سلطنت کیا گیا ہے انکو ایک عاملانہ عہدہ دیکھ مائین صاحب نے جو سب کے پہلے اپنے خاص صوبہ کی حفاظت کے ذمہ دار تھے خیال کیا کہ ایسے نازک وقت میں جان لارنس کا جدا کرنا ناممکن ہے اور اسیلئے انھوں نے ایک دوسرے افسر کو جو اس عہدہ کے لیے بخوبی موزون تھا بھیج دیا۔ لیکن وہ بخوبی موزون افسر ”اسی طرح جہان سے آیا تھا وہاں کو واپس کیا گیا اور اسکے بعد جو یہ تاکید پیام گیا کہ ”جان لارنس کو فوراً بھیج دیجیے“ اس سے ظاہر ہے کہ گورنر جنرل کی نگاہ کچھ ایسی سی نہ تھی انھوں نے ٹھان لیا تھا کہ اس عہدہ پر اسی شخص کو مقرر کریں گے اور جو وقت جنگ کا خاتمہ ہوا تو دوآبہ جالندھر کی فرمانروائی سوائے جان لارنس کے اور کسی شخص کو نہیں ملی تب انراں کیم نارج سسٹم کو جان لارنس

۱۔ میں نے اس واقعہ کے حالات ایک دلچسپ اور متفق کتاب سے جسکو جان مائین نے جان لارنس کے بارے میں تصنیف کی تھی اخذ کیے ہیں۔ جس زمانے کا ذکر ہے اسی زمانے میں جان مائین گورنر ٹیٹ ممالک مغربی و شمال کے سرکاری تھے۔ پہلے پہل جو افسر دہلی سے مائین صاحب لارڈ ہارڈنگ کے پاس روانہ کیا تھا اسکی نسبت وہ لکھتے ہیں کہ ”وگو یہ شخص بڑی علمی اور عقلی قابلیت رکھتا تھا لیکن اسے اس طرح کی استعداد و ادبی اور جہانی بخوبی نہیں ظاہر کی تھی جو اس نے صوبہ میں ہمارے انتظام کے لیے موزون ہوتی۔ جس عہدہ پر آخر کو جان لارنس مقرر کیے گئے اسکے لیے یہ شخص بہت قابل جان لارنس کے بہت کم موزون تھے۔ اور مائین صاحب ایسے نصف مزاج اور قدردان اور بے نظیر نظم سے ایسے شخص کا اس طرح کے عہدے پر مقرر کرنے میں جی چوک ہوئی جی حقیقت میں ان سے بہت کم ہوتی ہوگی۔“

یا پیشینہ بال یا قیصر روم ہی کا قہقہہ یاد آتا ہے۔ پتھر توڑ واز (جنگ پتھر ٹولا) کے غازی کا یہ کنا کچھ بچا نہیں تھا کہ "میں ایسی عجیب رات کبھی نہیں دیکھی تھی"۔ اور پھر صبح کے طالع ہونے پر پتھر میں کی طرح جسکی دلچسپ لڑائی جو روسیوں کے مقابلہ میں ہوئی تھی اسکے بہت شاہ معلوم ہوئی تھی وہ یہ بھی بہت واجب طور سے کہہ سکتے تھے کہ اگر اس طرح کی فتح ایک مرتبہ اور ہوئی تو پھر ہم کسی کام کے نزدیک نہ آتے۔

لیکن سلطنت ہندوستان کی خوش نصیبی سے لال سنگ کی دغا بازی دوسرے دن صبح کو اور بھی آشکار ہو گئی اور ہماری بول چال سے جو فتح حاصل ہوئی تھی وہ اور بھی زیادہ قطعی ثابت ہوئی۔ فتح کے مسکریں ہمارا قبضہ ہو گیا اسکی فتح بھگا دی گئی اور ایک نئی فوج جو بمبر گرد کی تیج سنگ فیروز پور سے آئی تھی اور جسے بانک ٹو انڈین گھوڑی تھی پہلے تو جیس ناسلوم وجہ سے ہماری ٹھکی ماندی فوج پر حملہ کرنے میں جسے جیتیں گھنٹہ سے نیمین دانہ نہیں لگایا تھا اور جسکے پاس اب ایک ہوا ز بھر کا بھی گولہ باروت نہیں رہا تھا مائل کرتی رہی اور شام تک سکون کی تمام فوج علاوہ پیچھے ہٹنے لگی۔ غدر کے عین نازک زمانے کے سوا غالباً ہندوستان کے لیے کسی اس سے بیماری خطرہ نہ پیدا ہوا ہو گا جیسا ان دونوں اور اس شب پڑا شوب کو رہا تھا۔ پہنچے جو فتح حاصل کی تھی وہ بالکل شل کا ڈھیر کیا کی فتح کی تھی اور اگر پتھر پتھر کی کارڈنگ نے جنگی فوج کا ساتواں حصہ تباہ ہو گیا تھا اور دس بار واپس لگاؤ انکے پہلو میں مجروح یا مقتول پڑے تھے اور جو بھلہ اندامی گڑھی اشخاص کے جنہوں نے حال کی تاریخ ہندوستان میں ناسوری حاصل کی تھی وہی آڑی صاحب اور پڑاؤ ڈھوٹ صاحب کی ہلاکت پر ماتم کر رہے تھے اس جفاکش اور مستعد مجسٹریٹ کا جسکے ساتواں حصہ نے حال میں اتنے دلچسپ ایام بقیام دہلی گذارے تھے خیال نہ کیا ہوتا تو یہ فتح وہی ہی رہتی جیسی کا ڈھیر کیا کی فتح رہی تھی۔ اسی زمانے میں جب اس ہنگامہ کی عین نازک حالت تھی گورنر جنرل نے بوجہ عدم موجودگی مان جنگ و اتواپ محاصرہ و سامان رسد اپنی فتح مندی کے سنبھالنے اور اپنی فرو گاہ تک واپس آنے سے یہ بیوقوفہ انداز ہو کر کہ اس میں سکون کی شکستہ دل فوج کو پھر حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے دست خاص سے کمال عجلت رجیا کہ ہمیں اس کے منہ میں سے ظاہر ہے ایک نہایت تائیدی بھیجی دہلی کے کلکٹر اور مجسٹریٹ کے نام اس مضمون کی روانہ کی کہ آپ ہماری مدد کو چلے آئیں۔ چنانچہ اسطور پر یہ موقع اس شخص کو جو اسکے قابل اور وہ موقع اسکے قابل تھا ملا۔ اسنے اپنا پاؤں رکاب پر رکھ لیا اور یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اچانک کر زین تک نہ پہنچ سکتا۔

جہاں کے قرب و جوار میں جنگ کی تیاریوں فوج کی آمد و رفت اور یہ بھی کتنا چاہیے کہ گورنر جنرل یا گورنر انچیف کے غیر دغرا دے سے جو صلح کے ایام میں بھی بڑی سرک کی راہ و شمال مغرب طرف جاسے میں اور سے گذرے تھے ہر شے کی قلت ہو رہی تھی۔ ہم ایسی بیان کر چکے ہیں کہ جان لارنس قاعدہ بگاری کی

کے اظہار میں قاصر نہیں رہے تھے اور عجیب بات ہے کہ اب وہی قاعدہ نہایت اکتار کے ساتھ جیسا کہ پیشتر
 کہی نہیں ہوا تھا خود اٹکو برتنا پڑا۔ اٹکو نیک و باطل کی تمیز کا جو خیال رہتا تھا اس سے وہ اور بھی اس قابل ہوئے
 کہ جو کام انکے ذمہ عائد کیا گیا تھا اسکو اور عمدہ طور سے انجام کریں نہ یہ کہ وجہ مذکورہ بالا سے انکے کام میں کچھ
 خلل اندازی پڑتی۔ انھوں نے کچھ تو اپنے ذاتی دباؤ اور کچھ کامل معاوضہ دینے کے وعدہ سے جسکے بارے
 میں انھوں نے یہ خیال رکھا کہ وہ مستحق آدمیوں کو پہونچے اس قلیل آبادی کے ملک میں تھوڑے ہی عرصے کے
 اندر چار ہزار چھکڑوں کی ایک حیرت انگیز تعداد جمع کر لی اور یہ انتظام کیا کہ ہر گاڑی کو اسکا مالک ہانکے چنانچہ انکے
 حسن انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ گاڑیاں نوں میں سے ایک بھی غائب نہ ہونے پایا۔ جسوقت دہلی کا بڑا میگزین جہاں لوگ
 رات دن بندوبست کی گولیوں اور توپ کے گولوں کے ڈھالنے اور ہر قسم کے مہلک آلات کے بنانے میں
 مصروف تھے اپنے حصہ کا کام تمام کر چکا تو جان لارنس نے معاً تمام گاڑیاں بار کر کے شمالی سرک کے راستہ
 سے دو ٹومیل کے سفر پر روانہ کر دیں تاکہ اس سے سو براؤن کی فتح عظیم میں شیبے بھاری مدد پہونچ سکے۔ اس میں
 شک نہیں کہ اگر جان لارنس کوشش نہ کرتے تو سو براؤن کی لڑائی فتح نہ ہوتی یا بہر حال اگر ہوتی تو معلوم نہیں کس
 زمانہ تک اس میں تعویق ہو جاتی۔ سکون کو یہ دیکھ کر کہ مقام فیروز پور میں جو فتح ہو چکی تھی اسکو ہم سنبھال سکے
 اور حوصلہ ہوا اور اس امر کو ہماری بزدلی پر محمول کر کے بسر کر دی رنجور سنگھ دریائے تلج سے عبور کر کے مقام بدوان میں
 ستر ہجری شیشہ کو شکست فاش دی مگر صاحب موصوف نے بتایا کہ ۲۸۔ جنوری مقام علی الہن نہایت دلی باطل سپاہیوں کے
 ۹۔ فروری کو بھاری توپوں کی طویل قطار جو عالی شان ہاتھیوں پر بار کر کے روانہ کی گئی تھیں اور آلات
 حرب خزانہ اور ہر قسم کے سامان رسد کا ذخیرہ دہلی کے لشکر گاہ میں پہونچ گیا۔ ان سب چیزوں کو دیکھ کر افسروں اور
 سپاہیوں میں تازہ جان آگئی اور دوسرے روز وہ گھسان کی لڑائی ہوئی کہ سب قضیہ فیصل ہو گیا۔ سکون کی فوج جسکی
 نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اسکے افسروں نے درپردہ ہم سے سازش کر لی تھی (اور یہ امر سیقتدیر صداقت سے بھی
 خالی نہیں ہے) غازیوں کے طور پر ہم سے نبرد آزما ہوئی ایک بوڑھا سردار جگنا نام (شام سنگھ) تک حرام و فادان
 کی ذیل میں لکھنا چاہیے اور جو سفید پوشاں پہنے ہوئے قدیم زمانے کے دھڑی شیشے کی طرح جان دینے پر تیار ہوا تھا
 اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو لڑنے اور مرنے کے لیے گسیان اور گردو کی فیسین دلانے لگا اور آخر کو اپنے ادھر ادھر
 کے لوگوں کو ہلاک کر کے خود اپنی موت کا باعث ہوا۔ سکون کو پھر ایک مرتبہ اپنی پسند کا موقع ملا اور سندھ مزاج کمانڈر خیر
 نے برخلاف قواعد جنگ کمال دلاوری کے ساتھ غنیم کی توپوں پر سامنے سے حملہ کیا۔ اور اس ایک امر کے اعتبار سے
 جنگ فیروز شاہ پھر انھوں کے ہتھے پھر گئی۔ لیکن چونکہ یہ جنگ تجزیہ اٹھا چکے تھے اس سبب سے انھوں نے
 چار بجے دن کے بدلے سات بجے صبح سے لڑائی شروع کی اور گیارہ بجے دن تک جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ جس نظام

مثلاً اُن چھیون سے ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دو ظاہر اہرے سے خاموشی معلوم ہوتی ہے میرے نزدیک لڑائی ہوگی۔ کمان تو یہ بات اور کمان اسی روز (۷ نومبر کو) یہ لکھا آیا کہ دربار لاہور نے پرنس اڈیٹر حاکم کرنے کا قصد کیا ہے۔ سوائے اسکے اور کوئی بات نہ تھی کہ چھون نے کہا تھا کہ ابھی ساعت نہیں ہے جس سے صرف ایک روز کارروائیاں مطلق ہوگئی تھیں۔ مابعد حینے کی گیارہویں تاریخ سکون کی فوج نے دریائے ستلج سے عبور کرنا شروع کیا اور پندرہویں تاریخ تک تمام فوج خالصہ جبین ساتھ ہزار سپاہی اور چالیس ہزار اسکے ہمراہی اور چار ہزار توپین تھیں بلاخر احمد انگریزی علداری میں آترائی۔ اب اس مقام پر بہت اچھی طرح سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ خود جان لارنس اور گورنر جنرل اور گاندی پانچویں اور سرحد کے سب سے بڑے حکمرانوں کا رافٹر یعنی فلٹر اور پراؤنٹ وغیرہ سب کے سب بالاتفاق کیونکر یہ رائے قائم کر سکے کہ فی الحال کوئی اندیشہ کی جگہ نہیں ہے۔ یہ خیال انکوائیہ تھا کہ اگر کالپون کے گرد و جو مسلمانوں کے غازیوں کے مشابہ تھے کیسوقت حملہ کر کے انکی جانسانی کی کوشش کریں تو کچھ تعجب نہیں ہے۔ لیکن انہیں سے ایک شخص کو بھی یہ خوف نہیں تھا کہ کوئی فوج بالقصد قریب اگر ان پر حملہ ہوگی۔ اصل امر یہ ہے کہ دربار لاہور سے حملہ کرنے کے خفیہ احکام زیادہ تر اس امید پر نہیں کہ پرنس ہندوستان فتح ہو بلکہ خود اپنی حفاظت قائم رکھنے کی غرض سے صادر ہوئے تھے۔ انکو اس بات کے اندیشہ کی وجہ پائی جاتی تھی کہ انکی فتنہ انگیز فوج جو مقام پرنسپلری کی طرح لاہور کی محافظ تھی انکے ہٹلے اور پامال کرنے میں کوشش کرے گی۔ کیا یہ بہتر نہ تھا اگر وہ دوسرے مقامات کے لوگوں کو بھی اس سے مطلع کر سکتے۔ اگر سکھ فوج ہندوستان پر حملہ آور ہوتے تو وہ اطمینان کے ساتھ مال غنیمت میں حصہ بنانے کے لیے دوڑتے۔ دربار کے باہر شخص کے لیے یہ امر دشوار تھا کہ ایسی چھتری اور ظلم کی حکمت عملی کا حال پہلے سے معلوم کر سکتا کہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ جان لارنس نے اپنی ایک چٹھی میں خوب ہی لکھا ہے انکے مطابق ”کوئی شخص نہیں کہ سکتا تھا کہ پوتوں لوگ کیا کریں گے“ لیکن انگریزی حکم کی صفائی کر دینے کے واسطے اس بات کا بیان کر دینا بھی پر ضرور ہے کہ انہوں نے ایسے امور کی بھی تیاریاں کی تھیں جیسا کہ انکو اندیشہ تک نہ تھا۔ اور سکو لوگ انگریزی علداری میں داخل ہی نہ ہونے پائے تھے کہ ایک فوج اس قدر کافی سامان کے ساتھ انکے مقابلہ کے لیے آگے بڑھائی گئی کہ جو کچھ احاطہ امکان کے اندر ہوا انکو انجام کر سکے۔

فیروز پور میں ستر جان فلٹر نے بڑی بہادری کے ساتھ سکون پر حملہ کیا۔ حالانکہ انکی تعداد انگریزی فوج کی چھ گونی تھی مگر وہ تاب مقاومت نہ لاسکے اور دو گروہوں میں اپنی جمیعت کو تقسیم کر کے ایک کو پنجاب مذکی اور دوسری کو محنت فیروز شاہ روانہ کیا۔ اور ۱۱ اور ۱۲ دسمبر کو صفت بندی کی دو لڑائیاں ایسے غنیم سے ہوئیں کہ خوش قسمتی سے ستر اس طرح کے غنیم سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لڑائی کی دیکھی بالکل اس جنگ کے مشابہ ہے جو ژوزم اور

پیرس کے مابین ہوئی تھی جب پہلے پہل رومی لشکر اہل مقدونیہ کی صفوں کے مقابل ہوا اور ایک قومی سپاہ بندی کے سپاہیوں نے اپنے تئیں ایک اعلیٰ درجہ کی قواعد دان اور آزمودہ کار عارتی فوج کے مقابلہ میں پایا۔ تیج کے معرکہ میں جو اس وقت کھلا تھا سکھوں نے جو فرانس اور اٹلی کے افسروں کی تعلیم پائے ہوئے تھے اور جنہیں مہربی اور قومی جوش بھرا ہوا تھا اول دل بنگال کے سپاہی سے جو کمپنی کا نمکھوار تھا اور صرف اسی پاس نہک کی وجہ سے لڑا تھا تلواری کی۔ اگر ہماری فوج میں صرف ہندوستانی سپاہی ہوتے تو نتیجہ انکے مفید مطلب نہ پیدا ہوتا۔ بگڑی ہوئی لڑائی کے سنبھالنے میں نامی گرامی آزمودہ کار کمانڈر یا چیف سر پیوگٹ کی میا کا نہ شجاعت اور گورنر جنرل کی بہادرانہ سرگرمی باعث ہوئی جنہوں نے قدیم زمانے کے اسکیتھو آفریکائس کی طرح خوشی سے اپنی اعلیٰ جگہ چھوڑ کر اس بات پر فطاعت کر لی تھی کہ درجہ دوم کے منصب کو اختیار کریں اور سکھ سپاہی جو سپاہ ہوں اور طوفان کو اتار دیکر سرعز ختم کرنے لگے تو یہ لال سنگھ اور تیج سنگھ وغیرہ سکھ کمانیروں کی دعا بازی کے سبب سے ظہور میں آیا۔

لیکن جنگ مذکی ایک اور بڑی بھاری لڑائی کا مقدمہ تھی۔ اسکے تین دن بعد اصل لڑائی مقام فیروز پور میں ہوئی سکھوں کی فوج نے جسکی تعداد تینتیس ہزار تھی ایک حصہ حصین بنا کر نہایت بھاری مورچہ قائم کیا تھا۔ اور ایک سکھ بھاری توپوں حفاظت کے لیے لگائی تھیں۔ جس روز یہ لڑائی ہوئی وہ سال بھر میں سب سے چھوٹا توپ تھا اور اس روز سہ پہر کے وقت سر پیوگٹ نے اپنی معمولی میاکی سے حکم دیا کہ تھیم کے مورچوں کو توپوں سے اور ا دو۔ بار بار ہما توپخانے کے گولے غنیم کی توپوں کے منہ پر جا جا کر پڑتے تھے اور بار بار پیادہ سکھ ملیں کے لوگ جو انکے مقابلہ میں قدم جمائے کھڑے ہوئے تھے نقصان عظیم پہونچا پہونچا کر انکو پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ ہندوستانی لڑائی میں اس بات کا ہلکوا پہلے پہل تجربہ ہوا اور اسی وقت پہلے پہل ہکولپنے دشمنوں کی وقت تسلیم کرنا پڑی۔ جب رات ہو گئی تو ہماری فوج نے اپنی تین نصف دشمن کے مورچہ کے اندر اور نصف اسکے باہر پایا جان سے وہ نہ آگے بڑھ سکتی تھی اور نہ پیچھے ہٹ سکتی تھی۔ اس سخت وحشت ناک ہنگامہ میں رحمنیٹ رحمنیٹ میں اور افسر سپاہیوں میں خلط ملط ہو گئے تھے۔ غنیم کے معسکر میں کسی جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور رہ رہ کر جب باروت اور تھی تو اور زیادہ اشتعال ہوتا تھا۔ لیکن انکی بھاری توپیں اب تک ہمارے آدمیوں پر جو تھکے ماندے برفستانی زمین پر تین سو گز سے بھی کم فاصلہ پر پڑے ہوئے تھے چل رہیں تھیں اس رات کو جو بہت واجبہ طور سے شب پر آشوب بیان کی گئی ہے گورنر جنرل نے جنگی کیفیت یہ تھی کہ کبھی تو ایک شکستہ دل آدمیوں کے گردہ اور کبھی دوسرے کے پاس جا بیٹھتا اور دوسرے دن کے کام کرنے کے لیے انکو ششائش کرتے اور پھر دوسرے وقت اسی تاریکی میں انکی رہبری کر کے جنگی توپ موسومہ ”فتح جنگ“ کے مقابلے میں جو ہماری فوج کا کام تمام کیے ڈالتی تھی دھاوا کرتے اور کامیابی کے ساتھ انہیں کیل ٹھکوا دیئے وہ کام کیا جکا خیال کر کے بس کسی نہ کسی ٹھوس سردار یا اسکندر اعظم

مہلت نہیں ہے کیونکہ میرے مددگار سب کے سب چلے گئے اور میرے شریک مجسٹریٹ کا یہ حال ہے کہ وہ بچا جسکی شادی کو ابھی چند مہینے گزرے ہیں قریب مرگ ہے۔ مین الیسن صاحب کو آپ کے پاس بھیجوا گا۔ وہ ایک عمدہ انشا پر داز ہے لیکن بالکل کی طرف آدمی ہے۔ اور اگرچہ وہ ہمیشہ گویا بہت دلائل اور اسناد کے ساتھ انشا کرتا ہے لیکن اسکی تحریر اس کے خیال کے برابر ہمیشہ صحیح نہیں ہوتی۔ اور اس بات کا خیال کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ جان لارنس نے جو تاریخ جنگ کے بڑے شائق تھے جسوقت سیر ہنری ہارڈنگ کے پہنچنے پر الیسن صاحب (اور انکی تعریف ابھی بیان ہو چکی ہے) کی تحریرات متعلقہ جنگ البونیر کا خیال کر کے انکو ٹرہا ہو گا اور اس نوجوان لکھنے کی نسبت جسے اب گورنر خبری کے عہدہ پر ترقی پائی تھی یہ عبارت دیکھی ہوگی کہ ”وہ ایک نوجوان سپاہی ہے جو خبرل کی آنکھ اور غازی کا دل رکھتا ہے“ تو انکو کس قدر لطف حاصل ہوا ہوگا۔

جن چھیون کا مین نے اوپر حوالہ دیا ہے انکی نسبت دو ایک باتوں کی تفصیل اس موقع پر لازم ہے۔ اولاً یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گورنر خبرل کی عدم قابلیت کی نسبت جو خیال پیدا ہوا تھا وہ جان الیسن کا ابتدائی خیال تھا جسکو آنھوں نے قلم کی رو میں لکھ دیا کیونکہ یہ جان لارنس کا معمولی طریقہ تھا لیکن بعد کو اس خیال میں بہت کچھ ترمیم ہو گئی۔ البتہ آخر میں جان لارنس نے گورنر خبرل موصوف کے بارے میں جو رائے قائم کی وہ قریب قریب اس رائے کے برابر تھی جسکو انکے بھائی ہنری نے اپنی نہایت قریب واقفکاری کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور جو انکی وفات کے بعد انکے مضامین کے مجموعہ میں شہر ہوئی۔

ثانیاً سیر ہنری ہارڈنگ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ سول معاملات میں مجھکو مداخلت نہیں ہے۔ اور اس نادانستگی کی حالت میں جو آنھوں نے معاملات مذکور میں دست اندازی نہیں کی تو یہ بڑی دانائی کی۔ انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل شل اور دانشمند گورنر خبرل کے اس شخص کی صلاح لی جو اس زمانے کے زندہ اشخاص میں سب سے بڑھ کر ہندوستان کے حالات جانتا تھا۔ اور اگر بعد کے تمام گورنر خبرل نے بھی اس بات کی پیروی کی ہوتی تو کیا عمدہ بات تھی۔ اسوقت مونٹ اسٹوارٹ لکھنؤ صاحب نے جنگی جانب یہ اشارہ تھا سب سے بڑھ کر اس بات کی صلاح دی کہ ”محکمہ سول کی فروعات میں دست اندازی نہ کیجیے گا“ چنانچہ جب وہ کلکتہ میں داخل ہوئے تو اسی صلاح پر عمل کر کے آنھوں نے گورنمنٹ کے سکریٹریوں کو طلب کیا اور کہا کہ آپ لوگ بہتر سے بہتر صلاح مجھکو دینا چاہتے ہوں وہ تحریر کے ذریعہ سے دیں اور انکو متنبہ کر دیا کہ اگر آپ لوگ ایسے معاملات کے متعلق میرے ناواقف ہونے کی وجہ سے کچھ اپنا فائدہ حاصل کر گئے تو خواہ اسوقت خواہ بعد کو آپ لوگوں کے حق میں نہایت مضر ہوگا۔

انہی کارگزاری کے باعث سے تمہی سوا سے لیکے اور کیوچ سے نہیں تھی۔ برخلاف سرنہ پائش بنگاٹ کے (رجن سے باعتبار اس عروج کے جسکو زمانہ مابعد انہوں نے حاصل کیا تھا جان لارنس کا مقابلہ کرنا بہت بجا ہے اور جسکو آنے کے ساتھ ہی لارڈ ڈونلین نے اپنے پروں کے بیچ کر لیا اور ایک عہدہ سے دوسرے عہدہ تک پہنچانے کے لئے (گئے) جان لارنس کو گورنمنٹ ہائوس کی سرپرستی سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ وہ ہندوستان میں اگر لارڈ ڈونلین کے لارڈ وائٹنگڈ اور لارڈ ڈائمنڈ ان تین گورنر جنرل کے زیادہ تر زمانہ دیکھ چکے تھے اور ایسی کوئی بات ظاہر نہیں تھی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ اچھی طرح سے انگلستان میں جانتے ہوں۔ اس بارے میں ان کے اور ان کے بھائی ہنری کے مابین جو تفاوت ہے وہ بخوبی روشن ہے۔ کیونکہ جان لارنس نے اپنے بھائی ہنری کے لیے جب وہ صرف ۲۶ برس کے تھے براہ راست لارڈ ڈونلین کو درخواست بھیج کر گورنر جرنل سے توپخانہ میں ایک عہدہ دلوا دیا تھا۔ دوسرے سال اسی طرح گورنر جنرل کو درخواست دلوا کر حکمہ پائش مال میں ایک جگہ بہم پہنچا دی۔ پھر ۱۸۳۲ء میں ان کے دوست فریڈرک کری نے گورنر جنرل مابعد کے فریڈ سے سرحدی انٹیشن فیروز پور میں انکو ایک عہدہ دلوایا۔ اور اسطور پر لکھا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے ”میرا قدم رکاب پر جا دیا جہاں سے ایک بہت مین میں کاٹھی پر جا کر شکن ہو سکا۔ یہ بات نہیں ہے کہ انہیں سے کسی عہدہ کے لئے میں کسی طرح کا لوٹ یا بیجا رعایت کو قبول ہوا ہو۔ ہر صورت میں عہدہ کے دینے والوں نے جب انکو منتخب کیا تو انکو اسی کام کے لیے سب میں لائق ہی پایا بلکہ عہدہ سے زیادہ لیاقت دیکھی۔ لیکن مجھکو اس امر کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اس زمانہ تک خواہ جس سبب سے ہو جان لارنس کا نام عوام کی سرپرستی کرنے والے حکام کے آگے پیش نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب بڑے بڑے ملوفان خیر زمانے آرہے تھے اور جن اتفاق سے ابتدائی زمانہ ملازمت ہندوستان میں گورنر جنرل سے تقرب حاصل ہو گیا۔ لارڈ ڈائمنڈ کو احمق سمند کی ٹیکائی خواہ بدنامی کے ساتھ جو ان سے منسوب ہے انکی افراط و تفریط کے عین زمانہ شباب میں لارڈ وٹسون کے ان حاکمون نے جکودہ اب تک اپنا محکوم سمجھتے آئے تھے وہ اب طلب کر لیا۔ پٹیوٹی ائی پیٹرنٹ“ یہ مختصر اور دنیا بھر میں مشہور فقرہ جسکو پٹیوٹی نے اس نامی گرامی اور خوراسے سپاہی چرپٹ کیا تھا بالکل درست تھا اور انکی کل ذمہ داری لارڈ وٹسون کو گورنر جرنل کے بہت شائدات سے برداشت کر لینا چاہیے تھی۔ لیکن پٹیوٹی سے یہ سوچا۔ انکو باہم تمام قوم نے برداشت کیا اور ہمارے قریبی پڑا کیوں کہ اگر داغ ہیشہ لاتی روجا گیا۔ ان کے دلی پر نہ صرف سرنہ پائش آؤٹرم ایسے بہادر سپاہیوں اور سرنہ پائش پانچو اور کپتان ایڈمنڈ کے لیے سول حاکمون نے جو برلن سے عین موقع پر رہے تھے اور جو حقیقت حال سے بخوبی تمام آگاہ تھے الزام لگایا تھا بلکہ مطابق ان کے جیسا کہ لارڈ ڈائمنڈ نے حال میں بیان کیا ہے انکو ایک ایسے جلدیہ وزیر نے بالاتفاق ناپسند کیا جس نے غفلت یا غفلت اور غفلت و سیر تجربہ کے لوگ شل سرنہ پائش پانچو اور وٹکن آف وٹکن اور خود سرنہ پائش ڈائمنڈ کے شامل تھے۔

مگر جس حالت میں ایک بات ہو چکی تھی تو خیال کیا گیا کہ اب ارکانِ معدوم کرنا ممکن نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے اپنی اعلیٰ ذمہ داریوں کے اعتبار سے تجویز کیا کہ اب امر مذکور کے معدوم کرنے میں اور بھی زیادہ خرابی پڑے گی اور اس سبب سے ارکانِ سلطنت مجبور ہوئے کہ اس فخر آمیز موروٹی قباحتوں کے خوفناک متروکہ کو آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑ جائیں۔ بیشک صوبوں کے وہ فرمانروا بڑا غضب کرتے ہیں جبکہ انگلستان کی وسیع اور بھاری سلطنت کے اعتبار سے بڑا اختیار دیا گیا ہے اور وہ اس اختیار کو ناجائز لڑائیوں اور بلا ضرورت ملکوں کے شامل سلطنت کرنے میں استعمال کرتے ہیں اور اس طور پر قوم کے ہاتھ اور ایمان کو پہلے ہی سے مجبور اور اسکی تاریخ سے نا انصافی کو ہمیشہ کے لیے ملحق کر دیتے ہیں۔ یہ امر ضروری خیال کیا جاسکتا ہے کہ انکو یہ اختیار سپرد کیا جائے اور بعض اوقات اس اختیار کا عمل میں لانا بھی ضروری تصور ہو سکتا ہے لیکن جس حالت میں وہ اس اختیار کو بُرے طور پر استعمال کریں تو انکو سمجھنا چاہیے کہ وہ قدیم زمانے کی کنسٹیٹیوٹو آبا دی یونان کے جدید قانون تجویز کرنے والوں کی طرح آب رسی سے گردن باندھے ہیں۔

دریائے ستلج کے اُس پار کے ملکوں میں جری اور مقصد سپاہیوں کی ایک جماعت نے شورش مچا رکھی تھی۔ یہ لوگ گزشتہ چند سال (اور اصل تو یہ ہے کہ رنجیت سنگھ شیر خجاب کی قوی حکومت ختم ہونے کے زمانہ) سے خود اپنی گورنمنٹ کو نیچا دکھاتے چلے آتے تھے اور اب یقین کیا جاتا تھا کہ برٹش انڈیا پر یہ لوگ جس وقت حملہ کر بیٹھیں اُن سے تعجب نہیں ہے۔ پس ایسی حالت میں وہاں کے معاملات سنبھالنے کے لیے لارڈ ڈالہؤسٹر کے بعد بہترین سپاہی کی حاجت تھی۔ اس کام کے لیے وہ استاد کامل فن تلاش کیا گیا جس نے ادنیٰ درجہ کی فوجی ملازمت کے زمانے میں چار زخم کھائے تھے، چار گھوڑے لڑائیوں میں اسکی رانوں کے نیچے ہلاک ہوئے تھے اور جنگ پشٹونلانی جزیرہ نما میں ہاتھ حاصل کیے تھے۔ اور بحیثیت کزنٹل جگ البتھم کے طوفان کو پلٹا دیا تھا بلکہ اس سے گویا جنگ پشٹونلانی صورت بدل گئی تھی۔ یہ عالی دماغ معرکہ آرا سرنہرنی ہارڈنگ صاحب کا ذکر ہے۔ انکو انگلستان کی گورنمنٹ آف ڈیپارٹمنٹ نے معمول سے کہیں زیادہ بھروسہ کے ساتھ اس غرض سے گورنمنٹ مقرر کیا تھا کہ (اگر ممکن ہو تو) امن و امان قائم کریں اور نئے نئے جو گورنمنٹ مقرر ہوتے ہیں شاید انکی نسبت معمول سے کہیں زیادہ اقرارِ صلاح کے ساتھ انھوں نے امن و امان قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ چنانچہ مسٹر کلپڈ اسٹون نے جو اُنکے عہد کی وزارت کے سبب سے پچھلے جی القائم اور سب سے زیادہ نامی گرامی ممبر باقی رہ گئے ہیں ابھی حال ہی میں بیان کیا ہے کہ ”میرے بادشاہ وقت کے عہد میں جو کونسلین قائم ہوئیں ان میں ایسا کوئی شخص مقرر نہیں ہوا جو اُن سے زیادہ مغرور و فخر مند ہو یا ایسے ناموری حاصل کرنے کی اُن سے کم خواہش رکھتا ہو۔“ لیکن بیان اگر انھوں نے صورتِ معاملات کو اپنی تدبیروں کے مقابلہ میں قوی تر پایا۔ انھوں نے دریافت کی

جنت بمبھریٹ مجبور کیے جائیں کہ وہ اپنے معمولی فرائض منصبی کے علاوہ نقشبوت کی تیاری میں بھی اپنے اپنے دماغ کو پریشان کریں لیکن یہ نقشبوت اگر تیار ہوتے ہیں تو ہرگز پڑے نہیں جاتے اور اگر پڑے جاتے ہیں تو انکا خلاصہ ایک مجموعی نقشہ میں مرتب نہیں کیا جاتا اور اگر نہ بھی کیا جائے تو جو محنت اور مشقت اسمین کی جائیگی وہ وصول نہوگی کیونکہ چھ مین پانچ بالکل لٹو ہوتے ہیں۔

اس تجویز کو جس سے ایک مصنوعی اصلاح صرف زر کثیر خرچ کرنے کے بعد عمل میں آسکتی تھی نامحسن قرار دینے کے بعد انھوں نے اصلاح کے اصل امور کو تجویز کیا۔ اور یہ امور وہ ہیں جنکو انھوں نے بزمانہ مابعد پنجاب میں مقرر ہو کر وہاں اور اصل تو یہ ہے کہ تمام ہندوستان میں جاری کیا۔ یعنی یہ کہ صدر جیلخانے اور ضلع کے جیلخانے قائم ہوں جرائم پیشہ اشخاص کے اقسام قرار پائیں۔ جیلخانوں میں اول درجہ کے ڈاکٹر مقرر ہوں۔ اور جن سرکاری افسروں پر دنیا بھر کی جوابدہی اور ساری محنت اور مشقت پڑتی ہے گراؤ کو تنخواہ کم ملتی ہے اُنکے مشاہرہ میں ترقی کی جائے کیونکہ انھیں کے رویہ پر ساری کارروائی منحصر ہے۔ چنانچہ جان لارنس نے بیان کیا کہ جسٹس ٹریٹ ہمیشہ چاہے جیسا مستعد اور لائق ہو لیکن اگر یہ حملہ بدعاش ہوا اور موجودہ انتظام میں یہ بات ہر جگہ پائی جائیگی گو بظاہر معاملات کی صورت کیسی ہی معقول اور قابل توفیق کیونکہ معلوم ہوتی ہو تو ممکن نہیں کہ انداز ہر طرح کی بد عملی ہوتی جائے اور اسکو دیکھ کر جاہل شخص بھی حیرت میں آجائے گا۔ نقشہ جات آپ کے پاس بہت درست کے پہنچائے جائینگے لیکن اُنسے جیلخانے کی اصل کیفیت اُس قدر معلوم ہوگی جس قدر میں ^{بمبھریٹ} کا حال بیان کر سکتا ہوں۔ لوگ بڑے شوق سے کہا کرتے ہیں کہ دیسی آدمی بڑے بد چلن ہیں اور اسمین شک نہیں کہ وہ ایسے ہیں بھی لیکن دیکھنا چاہیے کہ زیادہ تر انکو کسے ایسا بنا رکھا ہے۔ ان کے آگے کس نے وہ دام طمع پھیلایا رکھا ہے جس سے وہ خود بخود جا کر پھنس جایا کرتے ہیں۔ مجھکو بہت اچھی طرح سے یقین ہے کہ اس قسم کی طمع اگر دیجائے تو اکثر یورپین اسمین تباہ ہو جائیں۔ ہم سب لوگ خوب جانتے ہیں کہ سویلینوں کو لارڈ کارنوالین نے ایماں دے دیا تھا۔

۱۸۴۳ء میں جب اس دستور کے متعلق ایک بڑا بھاری انقلاب پیدا ہوا اور یوٹوٹ کے لوگ کثرت سے عہدوں پر مقرر کیے تو پہلی کارروائی بھی عمل میں آئی کہ انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔ علی ہذا القیاس تحصیلداروں کی جماعت کثیر پر خیال کیجیے کہ گذشتہ برسوں سے انکی حالت کس قدر درست ہو گئی ہے اور اسوجہ سے انکا چال چلن کمانک سمجھ گیا ہے۔ مجھکو تائید یقین ہے کہ اس زمانہ میں جیسا ایماں دیا گیا تھا ایک تحصیلدار پایا جاتا تھا اب ویسے دس پائے جاتے ہیں۔

ماہ نومبر ۱۸۴۵ء میں جان لارنس کی سوانح عمری کے متعلق ایک انقلابی زمانہ پیش آیا۔ اب تک اعلیٰ شخص کی رعایت یا توجیہ سے انکو کوئی نفع نہیں حاصل ہوا تھا۔ قسمت نے جس قدر انکی یادری کی تھی اس سے زیادہ انھوں نے قسمت کی یادری کی تھی۔ وہ تمام درجہ کے سول سروس کو پاس کر چکے تھے گو معمولی سویلینوں کی نسبت اسمین انھوں نے تیزی نہیں ظاہر کی تھی بلکہ سستی سے پاس کیا تھا۔ خاص طور پر جس قدر تجربہ انھوں نے حاصل کیا تھا اپنی ذات خاص سے حاصل کیا تھا اور اسمین مجید کوشش کی تھی۔ انکی شہرت جس قدر ہوئی تھی وہ سب

شہروں کی لغو پر تکلف یا عیب جو صحبتوں میں مل سکتے ہیں لیکن ارکانِ سروس یا اُن فوجی مدبروں میں جنھوں نے سلطنتِ ہندوستان کی بنیاد قائم کر کے اسکی حفاظت کی ہے کہیں نہیں پائے جاتے ہیں۔ سِر سائنس نے لارڈ ڈسٹکاف اور سِر مایو پلانک ہٹری یا جان لارنس اور ایس طرح کے دوسرے صد ہائیک محض اور راسخاں استخاص کی تحریرات اقوال یا افعال سے ہلکوا ایک لفظ یا ایک فعل بھی ایسا نہیں ملتا جس سے اور کوئی بات یا حق بخرا سکے کہ جن کو زمین بے بس اور بے زبان آدمیوں پر وہ حکومت کرتے تھے اُن سب پر کمالِ شفقت اور محبت مبذول رکھتے تھے۔ جان لارنس اپنی باتوں کا زیادہ احتیاط سے کبھی موازنہ نہ کرتے اگر وہ کسی شخص کو برا بھلا یا بیوقوف سمجھتے تھے تو پھر سے اُسکے منہ پر کہ گزرتے تھے۔ اگر وہ کسی کو سزا دینا چاہتے تھے تو سزا دیدیتے لیکن اُن ہزار ہا عجلت کی گھسیٹی ہوئی چھپیوں میں جو سیری نگاہ سے گزری ہیں کہیں ایک فقرہ بھی مجھکو ایسا نہیں ملتا جس سے بڑے سے بڑے شاندار ہندوستانیوں کے اغیار کو کوئی صدمہ پہنچ سکتا ہو۔ اور کہیں ایک مقام پر بھی وہ کلمہ نہیں لکھا کہ اکثر نوجوان افسروں یا ہندوستان کے اتفاقی سیاحوں کی زبان پر سب کے پہلے جاری ہوتا ہے انھوں نے کہیں سہماں نہیں کیا یہ وہ لوگ ہیں جو ہندوستانیوں کو جاتے اور مانتے ہیں اُنہیں محبت کرنا سیکھا ہے۔ خالص انگریز قومی جوش سے اپنے تئیں اُن لوگوں کا خادم سمجھتے ہیں جن پر وہ حکومت کرتے ہیں اور انھیں کی خدمت کر کے حکمرانی کرتے ہیں۔ اور ہماری قسمت یا قصور سے مختلف رنگ کے لوگوں قوموں اور مذہبوں میں جو آہنی دیوار حائل ہے اُسکے انہام میں ہر ایک طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک یہ دیوار کسی نہ کسی طرح سے منہدم نہ ہو جائے اسوقت تک گو ہمارے مقاصد کیسے ہی نیک ہوں اور ہماری حکومت سے کیسے ہی فائدہ مستور ہوں لیکن ہم گویا پتھر کا تیغ ہندوستان پر قابض ہیں اور جب تک ہم بدو تیغ قابض ہیں اسوقت تک ہم کو اپنے حقوق کی طرف سے لطیفانیت کم اور خطرہ زیادہ ہے۔

ماہ نومبر ۱۸۷۶ء میں کرنال کی قائم مقامی کے عہدہ کا خاتمہ ہوا اور جان لارنس اپنے پورے بستر سمیت مقامِ دہلی میں جہان کی سرزمین سے وہ اس قدر مانوس اور مربوط تھے ایک عارضی عہدہ پر آئے یہاں جب سال مابعد ختم ہوا تو مستقل عہدہ خالی ہوا اور آخر کو اسوقت مناسب عہدہ کے لیے مناسب شخص بہم پہنچا اور جان لارنس خود اپنے استحقاق کی رو سے دہلی اور پانی پت ان دونوں ضلعوں کے مجسٹریٹ اور کلکٹر مقرر ہوئے۔ ہندوستان سے رخصت ہو کر پورے روانہ ہونے کے قبل انکو جو مشاہرہ ملتا تھا ان پچھلے دو سال تک اُسکے نصف سے بھی کم تنخواہ انکو ملی اور اس قسم کے میہان نواز اور ایسے غیر آدمی کو اس قلیل آمدنی میں اپنے عیال و اطفال نوکر چاکر اور گھوڑوں کی دو جوڑی کے رکھنے میں معلوم نہیں کس قدر مشکل پڑی ہوگی اور وہ اپنے عہدہ اور درجہ کے اعتبار سے اُس منصب تک پہنچ چکے تھے جس پر ہندوستان سے علیحدہ ہو کر جانے کے قبل وہ مامور تھے ہندوستان میں جنگ افغانستان اور اُسکے بعد کی لڑائی سے جو عام مایوسی چھاتی ہوئی تھی اس سے اور شائد امرار سندھ کی اور

شخص پر اس طرح کی بلاناہل نمونے دینگے۔ اس واسطے فردی استدعا کرتا ہے کہ اسکو زندہ مدفون ہو جانے کی اجازت ملے۔ گانون کا ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ فردی مر جائے اور فردی بھی اس سے خوش اور راضی ہے۔ حضور مالک ملک ہیں اور اگر بغیر حضور کی اجازت کے ایسا کیا جائیگا تو وہ داخل جرم ہوگا۔ امیدوار ہے کہ درخواست ہذا منظور فرمائی جائے۔ الہی آفتاب دولت تابان باد۔

اسمین شک نہیں کہ اس عرضی کو پڑھکر میرادل بھرا آیا لیکن میں مقرر ہوں کہ مذکورہ بالا درخواست کو پڑھکر میں سخت متحیر ہوا۔ میں نے اپنی عمر میں عجیب عجیب مقصدے دیکھے اور زالی درخواستیں میرے یہاں پیش ہوئیں مگر یہ درخواست سب سے انوکھی تھی پہلے تو میں نے یہ سوال کیے کہ ”تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے۔ تم جذامی کے قرابت مند ہو۔ آیا وہ مجنون ہے۔ بیشک اس کے حواس بجا نہیں ہیں۔“ ان باتوں کے جوابات پانے کے بعد میں پوچھا کہ وہ شخص خود کہاں ہے۔ دیہاتی نے جواب دیا کہ ”وہ پھری کے باہر ہے ہم یہاں اسکو ڈولی پر سوار کر کے لائے ہیں اگر آپ باہر آئے اور اس سے باتیں کیجیے تو آپکو اطمینان ہو جائے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ میں اٹھکر ہوا اور اس شخص کے ساتھ چلا وہاں جا کر دیکھا تو ایک درخت کے نیچے ایک ڈولی سایہ میں رکھی تھی۔ اور گانون والوں کا ایک انبوہ اس سے کچھ فاصلہ پر جمع تھا۔ میرے رہنا نے مجھے اشارہ کر کے بتلایا کہ ”دیکھیے یہ تو مستغیث بنچا ہے اور وہ اسکا باپ اور بھائی ہے اور ہمارے گانون کے اور مقدم لوگ کھڑے ہیں۔“ میں فوراً اس سے باتیں کرنے لگا اور ان سب نے پہلے شخص کے بیان کی تصدیق کی۔ اور خود بنصیب مریض جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مرض اسپر اپنا پورا کام کر چکا ہے اسکی یہ کیفیت تھی کہ دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اسکے ہاتھ کہنیوں تک پانون ٹانگوں تک گل گل کر گر گئے تھے اور اسکا تمام جسم ایک فاسد مضغہ گوشت معلوم ہوتا تھا۔ اسنے چلا کر کہا کہ ”اوصاحب خدا کے لیے میری درخواست سن لیجیے۔ مجھکو زندہ دفن ہو جانے دیجیے میں بہت جی چکا اب مجھکو مرنے دیجیے۔“ میں نے جواب دیا کہ ”اے مرد خدا میرے امکان میں نہیں ہے کہ تیری درخواست قبول کروں یہ کام تو بڑا درد انگیز ہے مگر بالکل خلاف قانون ہے یہ قتل عمد ہو جائیگا اور اسکی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“ جب وہ دایلا چانے لگا تو میں نے حکم دیا کہ اسکو بیان سے اٹھا لیا وادرا اسکے عزیزوں سے کہا کہ اسکی خبر گیری کرنا کچھ مری کے برخاست ہونے کے بعد جب میں ایک فہیدہ ہندوستانی کے ساتھ جو دن کو موجود تھا اور جسے یہ ساری کیفیت دیکھی تھی بات چیت کرنے لگا تو اسے مجھے پوچھا کہ آپ نے مجذومی کی درخواست کیوں نہ قبول کی اور پھر اسنے کہا کہ اسکے لیے لازم ہے کہ جلد ہلاک ہو کیونکہ اسپر بڑی مضیبت گذر رہی ہے اسمین اسکا اور گانون والوں کا بھی فائدہ ہے۔“ میں نے کہا کہ ”کیا درحقیقت تم کو بھی یقین ہے کہ اسکے گانون والوں میں سے کوئی شخص جذام میں مبتلا ہوگا۔“ اسنے جواب دیا کہ ”بیشک مجھکو اور اسی طرح تمام ملک کو اس بات کا یقین ہے۔“ میں نے کہا کہ ”عقل“

وہ عقیق پانی نہروں میں نہر بہ نہروں کے کناروں پر سبزہ کی قسم سے جو چرخین آگین وہ فوراً اکھاڑ ڈال جائیں
 کسی جگہ کی گیلی زمین یا شری ہوئی نباتات پر آفتاب کی شعلہ آگن شامین اپنا اثر نہ پیدا کرنے پائین۔ نالیوں کی
 مت کیجائے۔ حفظان صحت کے لیے پولیش پر تاجید رہے۔ بازار بارگن جنگلون اور اسپتالوں کے قریب
 ہٹا کر زیادہ فاصلہ پر مقرر کیے جائیں۔ اور انکی از سر نو تعمیر ہو اور درمیان کی گلیاں یا سڑکیں کشادہ رہیں۔ یہ امر کے خاصہ
 اس وقت تو بہت یہی معلوم ہوتی ہیں لیکن جو وقت کا ذکر ہے اس وقت ایسی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ یہ امر کے خاصہ
 طبیعت کا تھا اور تاریخ کے اعتبار سے بھی دیکھئے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے انکی طبیعت اثر
 اصلاح حفظان صحت اور آسٹی کے ساتھ ترقی پھیلانے کی طرف مائل تھی جو انکے عہد دیساری کا اصل مقصد
 کامیابی کا باعث رہا۔ جنگ و جدل اور ملک گیری انکو مقصود نہیں تھی۔ ان اصلاحوں سے جنگوا نھوں نے تجویز
 کیا تھا کہ مال کی چھادنی محفوظ نہیں ہوئی کیونکہ وہ پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی۔ لیکن وہ ان کی دبا اور اس دبا کی پریشانیوں
 سے جو تجویز انھوں نے حاصل کیا اس سے وہ بڑا۔ مابعد ہزار ہا بندگان خدا کی جنہر و ستان میں رہتے تھے
 جان بچا سکے۔ اس طرح اوائل ایام میں بقیام پانی پت و قدر کی باریکیوں اور گورگانوں اور اٹاؤ کے قحط زدہ لوگوں کے
 اخلاص سے تجویز انھوں نے حاصل کیا تھا اس سے اس امر کا حقیقہ جیسے انکا بعد کو ہمیشہ عمل رہا انکے دل
 خوب بھگیا تھا کہ تیار آسکو دینا چاہیے جسکے اتھ تیار رکھنے کے لیے سب سے زیادہ موزون ہوں۔ اور ہندوستانی
 فرمانروا کے لیے سب سے مقدم خدمت یہ نہیں ہے کہ سلطنت کو وسعت دے یا چند دو تہندون کو مفت کرے۔

بلکہ وہ کام یہ ہے کہ ہزار ہا عام مصیبت زدہ باشندوں کی خبر گیری کرے۔
 جان لارنس کی توجہ اسی قسم کے اور امور کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور قیام کرناں کے زمانے میں انکی
 توجہ خاص کر کے قاعدہ رسد رسانی اور دیسی عورتوں کی حالت کی جانب رجوع رہی۔ رسد رسانی سے میر کی
 وقاعدہ ہے جسکے ذریعہ سے گورنر جنرل یا گورنر انچیف ایسے ایسے نامی اشخاص کے سفر کرنے کی حالت میں انکی
 آمد و رفت کے راستے میں رہنے والے دیہاتی لوگ نہ صرف گاڑیوں اور بار برداری کے جانوروں کے مہیا کرنے پر
 جو بڑے بڑے غیور کے پہلنے کے لیے درکار ہوتے ہیں مجبور کیے جاتے ہیں بلکہ اکثر اکثر انکے اٹھا کر یہ چیزیں
 فراہم کرنا پڑتی ہیں انکا معاوضہ نہیں ملتا ہے۔ خوش قسمتی خواہ قیمتی سے عین اسی زمانہ میں گورنر جنرل نے دریافت
 کر لیا تھا کہ میر کی فصل میں پھل پڑنا ہمیشہ ضرور ہے اور اسکے پیشہ ہر ایہوں کی بھی کسی کسی طرح امداد ہونا چاہیے
 اگر ہندوستانی پولیس کے لوگ پھلکروں اور جانوروں کے حج کرنے پر مقرر کیے جاتے تھے تو وہ ہندوستانیوں ہی کو
 تباہ کرتے تھے اور اگر کوفے کام نہیں لیا جاتا تھا تو نہ کوئی پھلکرا اور نہ کوئی جانور میر آتا تھا۔ اگر یہ جانور قبلہ رانی یا در فضل
 کے زمانے میں نہیں آکر تھا پھر لائے جاتے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ معمولی شرح کی کسی اجرت سے انکا شغل

ممکن نہیں ہے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ قلیل رقم بھی انکو نہیں ملتی تھی یا اگر ملتی تھی تو اسکو یا ر لوگ اور ایبجاتے تھے۔ اس امر خاص اور اسی طرح کے دوسرے امور کی بدنامی بیشک گورنمنٹ پر تھی اور جان لارنس نے واقعی بہت ٹھیک کہا تھا کہ ”یہ قیامت اسوقت تک ہے جب تک ہم اپنے ملازموں کو عمدہ برتاؤ نہیں سکھاتے ہیں۔“ ہندوستانی اہلکار یا تخصیص خراب ہوتے ہیں۔ ہندوستانی سپاہی آرباب پولیس افسران مال یہ سب لوگ ہر چیز کو مفت لینا اپنا حق المحنت تصور کرتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایسی تدبیریں نکالیں جنکا اس مقام پر بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ انپر بہت عرصہ سے عمل کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی عورتوں کی حالت دیکھ کر انکا دل اور بھی بھڑایا۔ مرد لوگ اپنی بی بیوں یا بیو بھوجوں کو بیچ بیچ ڈالتے تھے یا انکو اپنے پاس رکھنے کے لیے مجبور کرتے تھے۔ بہترین حالت میں بھی عورتیں صرف مزدور نہیں تھیں انکو محنت شادہ کرنا پڑتی تھی اور انکے ساتھ بدسلوکی کیجاتی تھی اور خودکشی کی کثرت ہوتی جاتی تھی۔ میں بمقام گورگانون جان لارنس نے دریافت کیا تھا کہ پانچ سو سے زیادہ عورتیں کنوون میں ڈوب مری ہیں اور اگرچہ اس ملک میں کنوون کے کھلے اور خطرناک حالت میں رہنے کی وجہ سے بھی اکثر یہ وارداتیں ہوا کرتی تھیں مگر انہیں سے زیادہ عورتیں خودکشی کے قصد سے گر پڑتی تھیں یا دوسرے لوگ دھوکا دیکر گرا دیتے تھے۔ کچھ مری کا کام ہر روز گھنٹوں تک ایک ہی قسم کا کرنا پڑتا تھا اس میں طبیعت ٹھس ہو جاتی تھی اور اسکی اصلاح اکثر اوقات کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی جو فی نفسہ غمناک ہوتے تھے مگر اسپر بھی انہیں ایک طور کا مذاق ملتا تھا۔ ایک روز ایک شخص نے اپنے ایک دوست کے خلاف یہ استغاثہ دائر کیا کہ وہ میری زوجہ کو بگا لیکھا ہے اور اسکو ایک دوسرے شخص سے ہاتھ چھتیس روپیہ کو بیچا لا۔ جان لارنس کو پہلے تو اس قصہ کا یقین ہوا مگر آخر کو اسکا بیان صحیح نکلا۔ عورت کا شوہر گھر پر نہ تھا اور وہ خود علیل تھی ہجرم نے یہ موقع پا کر اسکو ڈولی میں سوار کرایا اور بگکا لیکھا۔ تیسرے شخص نے خریداری سے اقرار کیا اور بیان کیا کہ وہ اپنی رضا و رغبت سے زوجہ کی طرح میرے یہاں رہتی ہے۔ ہجرمون کو چہ چہ مہینے کی قید ملی اور میان بی بی دونوں خوش خوش چلے گئے۔ دونوں سے کسی شخص کو ظاہر اس بات کا کچھ خیال نہ تھا کہ انپر کوئی خرابی گزری یا کیا ہوا۔

ایک ص اس سے بھی زیادہ دردناک و ناخوش کن خبر تھی کہ ہر بنی نوع انسان کا دل بھرا گیا جان لارنس کی کپی میں جب وہ پیشتر اس ضلع میں رہتے تھے تو پیش ہوا تھا اور اس موقع پر وہ قابل ذکر ہے۔ میں اسکا احوال انھیں کی عبارت میں بیان کر دینگا کیونکہ اسپر جلد دینا ناممکن ہے۔

جذامی کا قصہ

اُن تمام بیماریوں سے جنہیں بنی نوع انسان مبتلا ہوتے ہیں جذام کا مرض ہمیشہ نہایت ہی مکروہ اور خوفناک عارضہ خیال کیا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی عارضہ میں انسان بے بس نہیں ہو جاتا ہے اور اسپر طرہ یہ کہ

کی خوب سیاست کی اور اسکے بعد اپنی فطرتی استعداد سے انھوں نے اُس چوٹی سی ریاست کا انتظام اور اسکی لگاری کا بندوبست شروع کیا۔ اس اثنا میں جان لارنس کرنا ل کو واپس آئے اور یہاں ایک بڑا ضروری خانگی واقعہ وقوع میں آیا کیونکہ ارجون سنگھ کو عین گری کی فصل میں اُنکی سے بڑی مٹی کیت پیدا ہوئی جان کا دفتر کے جنگلہ ہی پر تھایہ رعایت ہندوستانی افسروں کے ساتھ بہت کم ہوتی ہے اور انکو صرف اس امر کی شکایت تھی کہ اُس ضلع میں ہیضہ کی شدت سے انکو کوئی نوکر نہیں ملا تھا جو انکا کام کرتا۔

ماہ اکتوبر میں جب گونڈر خیرل کا محکمہ شملہ سے برخواست ہوا اور سب لوگ کلکتہ کو جانے لگے تو جان لارنس نے اُنکو برہمن جو چھوٹی بھرتی آباد تھا بڑے بڑے عہدہ داروں کا قیام ہوا۔ اس میں انکے بعض بعض پرانے دوست بھی کے جنگلہ میں جو چھوٹی بھرتی آباد تھا بڑے بڑے عہدہ داروں کا قیام ہوا۔ اس میں انکے بعض بعض پرانے دوست بھی تھے اور۔ نوبر کو انکے بھائی ہنری اپنی زوجہ سمیت نہال جاتے ہوئے انکے مکان میں داخل ہوئے۔ یہاں موقع پر پیراغرا کی خوب ملاقات ہوئی۔ جان اور ہنری لارنس کی بی بیان جب انکے آئینہ میں برہمن ایک ساتھ کھیل رہے تھے اور اس زمانہ کے بعد سے اب یہاں اُنکی کجائی کا موقع آیا۔ اور دونوں کو یہ بات دیکھ کر انھوں نے کس کس طرح کے شوہر سے شادی کی ہے اور آئینہ کی طرح کی مددگاری ہمدردی اور شادمانی سے یہی اپنا اطمینان حاصل کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی یہ باتیں بہت اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ چند روز اس آباد جنگلہ میں باہر بسے ہوئے جہیز ہنری لارنس "چار دن طرف بڑی دور تک بارکون اسپتالوں آسٹاپوں جگہوں اور باغوں کی نظارین چلی گئی تھیں جہیز لگتا ہوا تھا اور گیند لگتا ہوا تھا اور اگر جاننا ہوتا تھا یہ بڑی بڑی عمارتیں سب خالی تھیں اور معلوم ہوا تھا کہ گویا کسی طوفان عظیم نے رات بھر میں تباہ کر دیا تھا۔

اس مقام کو دبانے رات بھر میں بلکہ ایک سال یا یوں کہیے کہ کسی برس میں تباہ کر دیا تھا پچھلی مرتبہ جب جان لارنس کو اس مقام کا حال اس مرتبہ آنے کے قبل معلوم ہوا تھا تو انکا خیال تھا کہ ہندوستان بھر میں یہ عبادتی سے بیمار چھٹنیشن اور عام پسند ہے۔ اس کام کے خلیہ انکے معامی حالات بڑے فائدہ کے تھے۔ کیونکہ ملک کھلا ہوا تھا اور فوج کی صف آرائی کے لیے یہ مقام بہت موزوں تھا۔ زمین لگی اور بلوی تھی اور اسوا سکتے کے حق میں غیہ تھی گھانس اور پانی کثرت سے بہم پہونچتا تھا۔ پھر دہلی اور میرٹھ کی دونوں کلان سرزمین اسجگہ اگر مل گئی تھیں۔ اور چونکہ یہ مقام عین شاہراہ پنجاب ہندوستان کے درمیان واقع تھا اس سبب وہ ہندوستان کا تاریخی محل کا زار ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر بیان کر آیا ہوں۔ ایا کون ایسا سبب تھا جس نے اسے تمام کو شہر نشوونما بنا دیا۔ یہ بات نہیں تھی کہ قبیلہ کی عام حالت ردی ہو گئی ہو بلکہ بر خلاف اسکے ہر جگہ شادابی کے آثار نمایاں تھے۔ ۱۸۳۲ء میں جب جان لارنس پیشہروان تعینات ہوئے تھے تو وہاں کے لوگ بوجہ جاہلانہ بندوبست نہیں ماضیہ اور قحط کے بہت ہی ادنیٰ

حالت کو پہنچ گئے تھے اور بہت سے گانون بالکل ویران ہو گئے تھے۔ لیکن تاوقتیکہ جان لارنس نے اپنی آنکھ سے ان باتوں کی اصلاح نہ دیکھ لی اور ایک بڑے درجہ تک اسپین سمی نکر لی اسوقت تک وہاں سے نہ ہٹے۔ انھوں نے بانتظامی کے بدلے اسن واماں قائم کیا اقساط مالگراسی کو ملتومی رکھا اور ہمیشہ کے لیے تخفیف کی بنیاد ڈالی۔ یہ ایک ایسا کام تھا جسکو اور لوگ بزمانہ مابعد خاطر خواہ طور پر انجام کر سکے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس وبا اور اس مصیبت کا جو وبا کے سبب پیدا ہوئی تھی باعث کیا تھا۔ کام نہونے کی وجہ سے بیزار ہو کر اور یہ دیکھ کر کہ فوج کے آدمی پچاس فیصدی بخار میں مبتلا ہیں اور باقی ماندہ ایسے ناتوان ہیں کہ ”انہیں سے کوئی شخص ہتیار لیکر ایک منزل سفر نہیں کر سکتا“ اور علی ہذا اقیاس اس پاس کے گانون کے ہندوستانی لوگ بھی مصیبت میں مبتلا ہیں انھوں نے اپنا باقی ماندہ وقت فرصت اس امر کی تحقیقات میں صرف کیا کہ وبا کا سبب کیا ہے اور اسکے انسداد کی کیا تدبیریں ممکن ہیں تحقیقات کے نتائج انھوں نے ایک بیش بہا تحریر میں درج کیے اور آئندہ موسم بہار میں بمقام دہلی انکو مرتب کیا۔ اس قسم کا یہ پہلا ہی رسالہ تھا جو مجھ کو ملا۔

ان بہترے اعلیٰ افسروں کی طرح جنھوں نے بعد کو اس قسم کی تحقیقاتوں میں وبا کا سبب نہروں کی آبپاشی قرار دی اور اس سے جا خواہیجا طور پر اس امر کو ناقص ٹھہرایا جو قحط کا اصل انسداد اور اندرونی آمدورفت کا آسان طریقہ ہے انھوں نے وبا کے یہ اسباب نہیں بتائے بلکہ برخلاف اسکے یہ وجہ بتائی کہ آبپاشی کے کاموں میں جو احتیاط مناسب تھا وہ نہیں کی جاتی ہے۔ تیرہ کائی اور جھڑیاں نہروں کے کنارے خود و طور پر آگئے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں اور وہاں کی زراعت کثرت سے ہوتی ہے یا دیکھنا چاہیے کہ اس حصہ ہندوستان کے لوگ برخلاف دیسی باشندگان بنگال کے اسی زمانے کی کچھ مدت پیشتر تک چانول پر نہیں بلکہ گھیون جواؤ مختلف قسم کی دالوں پر بسر کرتے تھے۔ ان آخری قسم کی فصلوں کے لیے وہاں کے مقابلہ میں پانی کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے اور وہاں کی زراعت کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ ہر وقت سیلاب میں ڈوبے رہیں ورنہ معقول فصل کبھی نہ پیدا ہوگی۔ اصل تو یہ ہے کہ وہاں صرف پانی میں پیدا ہوتا ہے اور گزشتہ چند سال کے عرصہ سے یہ زراعت بگلوں تک بڑھ آئی تھی۔ چھادنی تھی وہاں کے کھیتوں سے بالکل گھری ہوئی تھی۔ پس خرابی کا ایک سبب تو یہی تھا اور پھر فوجی حکام کی غفلت سے بھی یہ ہوا تھا کہ بڑے بڑے گورجج ہو گئے تھے۔ چیلوں گدہ دن پہاڑی کتون اور سورون نے ایک آفت برپا کر رکھی تھی۔ جانور دن بلکہ آدمیوں کی بھی لاشیں جہان جو مرے تھے اسی جگہ پڑی ہوئی تھیں۔ کسی نے ایک شت خاک بھی اپنے نہیں ڈالی تھی۔ جان لارنس جب صبح تڑکے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے تو یہی کیفیت دیکھتے تھے اور پولیس کو انکے اٹھوانے کا حکم دیتے تھے۔ ان خرابیوں کے رفع کرنے کے لیے انھوں نے یہ تدبیریں بتائیں کہ وہاں چھادنی سے چار نیل کے فاصلہ پر کسی طرف نہ بویا جائے۔ اس بات کا انتظام کیا جائے کہ ایک مچھلی

صلاح پر عمل کیا اور دہلی کے راستہ میں تھے کہ معلوم ہوا کہ شہر اگر وہ کی سفارش سے وہ دہلی کے سول اور سیشن جج مقرر ہوئے۔ گو یہ تقرری صرف ایک مہینے کے لیے تھی تاہم انکو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اسطور پر اسی مقام میں جہان آباد میں انھوں نے محنت کی تھی ایک مرتبہ اور انکو کام شروع کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ اور اس مقام پر واپس آنے کا جو ضروری اثر انکے مابعد کارروائیوں پر پڑا اسکے دیکھنے اور ان کارروائیوں کی نوعیت پر خیال کرنے سے اس بات کا تردد نہیں ہوا کہ بتیسرے شخص چاہتے تھے کہ ہم انکو مقام مذکور پر بھیجے جن سہی کر کے اپنے حصہ کی نشانی حاصل کریں ہر حال اسکے برسوں کے بعد جان لائٹس نے ٹیکٹن صاحب کو لکھا تھا کہ ”میں آپ نے مجھکو دہلی بھیجا تو مجھکو بنا دیا اور میں انکو کبھی نہیں بھولوں گا اور بعض یہ باطن لوگ جو کہتے ہیں کہ شکر گزاری اکثر اس لیے کی جاتی ہے کہ آئندہ اسکے ذریعہ سے کچھ کام نکلے انکو یہ بات نہ کہ بہت دیکھی حاصل ہوگی کہ لی ابلہ جان لائٹس کی شکوری اس قسم کی تھی۔ کیونکہ اسکے بھائی کی برس بعد جب چیف کسٹرنیجپار (ٹیکٹن) میں واپس آئے اور ٹیکٹن کو ٹیکس کے ممبر مقرر ہوئے تو انھوں نے سرکار کسٹرنیجپار کی اس گزشتہ خدمت کا بڑی محنت کے ساتھ ذکر کیا اور اپنے اختیار کا حمد بکے پہلے انکے بیٹے کو دینے کے لیے کہا۔ سرکار بڑے کتے ہیں کہ ”نہیں یہ ایک بڑے وصف کی بات تھی“ اور حقیقت میں بہت کم لوگ اس سے انکار کر سکیں گے۔

اب آرام و آسائش کے ساتھ سفر کرنے کا وقت بنیں رہا تھا جان لائٹس بی بی سمیت بسبیل تعین روا دہلی ہوئے اور ایک مہینے کی تقرری کا زمانہ نامائش میں کاٹ کر شہر دہلی اور جان لائٹس کے نسبتی بھائی کے گھر پر بطور مہمان صرف ہوا۔ یہ صاحب جان لائٹس کے بھی بڑے دوست تھے اور آٹھ برس پیشتر صاحب موصوف ہی نے قاتلانہ دہلی میں قاتل کرانے میں جان لائٹس کی مدد کی تھی۔ جان لائٹس بہت خوش تھے کہ اس مقام سے انکو آگاہی حاصل تھی اور جسکو وہ اس قدر عزیز سمجھتے تھے وہ ان کی تقرری ہوئی اور ایک مہینے کے ختم ہونے کے بعد پھر انکو ضلع دہلی میں قائم مقامی کا حمدہ ایک ایسے مقام پر ملا جو اس جگہ سے جہان پانی پت کے ضلع میں پیشتر میں نے بنیادی کارروائیاں کی تھیں بہت دقتوں کا سامنا کرنا تھا جسکو وہ پیشتر ایک بڑی بیماری چھاؤنی سمجھتے تھے اور جو چھ مہینے کی ایک مختصر مدت کے لیے تقرری ہوئی تھی مگر آپر بھی اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر ہونے کی افسو

صل

بڑی خوشی ہوئی۔

لیکن یہ دوست انکی قسمت میں یہ اطمینان نہیں تھا کیونکہ قریب کی ریاست کیتھل میں فساد ہو گیا تھا وہاں کا راجہ لالہ مر گیا تھا اور انکے گورنر جنرل کو مناسب معلوم ہوا کہ علاقہ منبٹا کرے۔ لیکن محتاط عمل نے یہ خیال کر کے مکمل کے مال غنیمت پر انکو اگر زیادہ نہیں تو اگر کم از کم کے برابر ہر حالت میں حصہ دیسی سپاہ کو ترغیب دی کہ سرکار کی کو مال غنیمت نہ لے جائے وہ اور انکی مخالفت کرو۔ اس ہنگامے کے فرو کرنے کی ہمتیں خدشتہ زہری لائٹس کو

سپر دھوتی جو پٹیا درمیں پاگل صاحب کی ہر سیت یافتہ فوج کی رسد رسانی میں سخت مشقتیں اٹھا کر ابھی حال ہی میں واپس آئے تھے اور بمقام انبالہ سول کام پر مقرر تھے۔ انکو بطور قاعدہ کلیہ ہندوستانی ریاست کے شامل سلطنت کرنے میں سخت مخالفت تھی پس یہ کام انکے کچھ پسند تھا لیکن اس معاملہ میں انکو اپنی رائے پر عمل کرنے کا اختیار تھا۔ وہ بجلت لک کے لیے کرنا میں گئے اور انکے بھائی جان نے باتفاق حکام فوج لک فرائم کر دی۔ اور جان لارنس کچھ تو اپنے بھائی کی ملاقات حاصل ہونے اور شاید (نچیاں الیٹ صاحب) اس سے بھی زیادہ تھوڑی سی جگہ چیمپار کے اشتیاق میں موقع جنگ پر جانے کے لیے فوج کے ساتھ ہوئے غنیم کی طرف مخالفت تو کچھ بھی نہیں تھی لیکن پش پاہ میں انتظام کا قائم رکھنا البتہ ایک دشوار امر تھا جنہیں سے بعض لوگوں نے درحقیقت اس مال کو جسکی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے تھے لوٹ لیا۔

لیکن خوش قسمتی سے اس موقع کے حالات بیان میں ایک شایعہ یعنی اپنی دوست کرنل ہرنی ٹول کے شرح الفاطمین بیان کیا گیا ہے۔ راجہ کیتل کے خاندان کے لوگوں نے اس ہندوستانی پاد کو جو وہاں قصبہ کرنے گئی تھی محل کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ میرے دوست اعلیٰ افسر سرونیم نیکر جو اس وقت کپتان اور صیغہ نہر کے پرنسپل تھے انکو حکم ملا کہ اگر انجینئر کی کاموں کی ضرورت ہو تو وہ اور انکے ساتھیوں میں بھی دو دوں ہکو راستہ میں جو پاد ملی وہ کیسے نقصان اٹھا کر واپس چلی آتی تھی۔ اس لیے ہکو متوقف ہونا پڑا تاکہ ایک مقول فوج جمع ہوئی اور ہم کیتل کی طرف بڑھے۔ وہاں جا کر دیکھا تو محل خالی پایا گیا اور عجیب طرح کی پریشانی نظر آئی۔ جلوس کی تمام چیزیں اور دو سبائاں جو دو لقمہ ہندوستانی رئیس کے پاس ہوا کرتے ہیں اس طرح پڑا ہوا تھا اور لوٹنے کی دیر تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ ایک خوبصورت آنوس کی میاں تھی جسکی ریشم کے دو نوں طرف میڈ سے کا سر بنا ہوا تھا۔ میں نے انکو لیکر اس ارادہ سے پولیٹیکل افسر کے پاس بھیجا کہ جب نیلام ہو تو میں خرید کروں۔ نیلام تو ہوا مگر میری وہ میاں کبیں نظر نہ آئی۔ معلوم ہوا ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ شبک شوق تھا۔ مجھ کو یہ بھی یاد ہے کہ ایک ایشی افسر نے ایک صندوق کی تلاش میں کبھی وہ زبان کی ایک کتاب نکال جسکی لوح پر انگریزی لکھی ہوئی تھی اور اُس نے اپنے طور پر انکو پڑھوایا کیونکہ اُس نے مجھے پکارا کہ ”اس کتاب کا نام آپسٹل ٹیڈا ہے“ مجھ کو اول صفحہ کے دیکھنے سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے۔ اس موقع پر میں نے چار نامی شخصوں سے پہلے پہل ملاقات کی یعنی سرخانج کلرک ہرنی آرنیسیڈ اور جان لارنس۔ ادل تین شخصوں سے تو مجھے ملاقات ہوئی مگر چوتھے صاحب کو صرف آگے سے دیکھا۔ لیکن جسطرح سے مجھ کو انکا پتا نہ لایا گیا اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس زمانہ میں بھی وہ ایک ذی امتیاز شخص تھے۔

عام طور سے جو خانہ تلاشی ہو رہی تھی انہیں گوروں کی پلیٹوں کا ایک افسر محل کے اس حصہ پر تعینات کیا گیا جہاں خزانہ ہونے کا گمان تھا اور (افسر وغیرہ سب) نوٹس رہے تھے۔ ہرنی لارنس ان پولیٹیکل افسروں میں سے تھے جو (سرخانج کلرک کی ماتحتی میں آئے تھے۔ جب اس معاملہ کی انکو خبر کی گئی تو میں موجود تھا۔ محل میں ایک سنگ مرمر کا جو تھا جہاں سنگ مرمر کی ایک کرسی یا تخت فرش پر بچھا تھا۔ لارنس اس تخت پر نہایت اہم بیٹھے تھے۔ وہ ایک فحاشی چھپنے تھے اور یہ چھ اور لکلی کا کلینر اور اسی ہوا ہے اور یہی تھی۔ وہ مجھ کو ایک اسلحہ سے یاد میں ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے اس کی شکل دیکھی۔ اس بات کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ جن لوگوں نے بدعنوانی کی تھی ہرنی لارنس نے

صلاح پر عمل کیا اور دہلی کے راستہ میں تھے کہ معلوم ہوا کہ کشتہ اگر وہ کی سفارش سے وہ دہلی کے سویل اور سیشن جج مقرر ہوئے۔ گو یہ تقرری صرف ایک مہینے کے لیے تھی تاہم انکو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اسطور پر اسی مقام میں جہان آباد میں انھوں نے محنت کی تھی ایک مرتبہ اور انکو کام شروع کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ اور اس مقام پر واپس آنے کا جو ضروری اثر ان کے بعد کارروائیوں پر پڑا اسکے دیکھنے اور ان کارروائیوں کی نوعیت پر خیال کرنے سے اس بات کا تردد نہیں ہوا کہ بیسیسے شخص چاہتے تھے کہ ہم انکو مقام مذکور پر بھیجے مرن سی کر کے اپنے حصہ کی نشانی حاصل کریں ہر حال اسکے برسوں کے بعد جان لائٹس نے ریٹائرمنٹ صاحب کو لکھا تھا کہ "میں آپ نے جھگڑا کر لی بیجا تو جھگڑا دیا اور میں انکو کبھی تین بمبوں کا مالک اور بعض بد باطن لوگ جو کہتے ہیں کہ شکر گزاری اکثر اس لیے کی جاتی ہے کہ آئندہ اسکے ذریعہ سے کچھ کام نکلے انکو یہ بات نہ کہ بہت دیکھی حاصل ہوگی کہ فی الجملہ جان لائٹس کی شکوری اس قسم کی تھی۔ کیونکہ اسکے بھی کئی برس بعد جب چیف کسٹمرین شہنشاہی میں واپس آئے اور ریٹائرمنٹ کو ٹیکس کے ممبر مقرر ہوئے تو انھوں نے سرکار برٹش انڈیا کی اس گزشتہ خدمت کا بڑی محنت کے ساتھ ذکر کیا اور اپنے اختیار کا عہدہ سب سے پہلے ان کے بیٹے کو دینے کے لیے کہا۔ سرکار برٹش کہتے ہیں کہ "نہیں یہ ایک بڑے وصف کی بات تھی" اور حقیقت میں بہت کم لوگ اس سے انکار کر سکتے۔

صلح

اب آرام و آسائش کے ساتھ سفر کرنے کا وقت بنیں رہا تھا جان لائٹس بی بی سمیت سیل بمبیل رو اور دہلی ہوئے اور ایک مہینے کی تقرری کا زمانہ نامائش نیکوٹ کسٹمر دہلی اور جان لائٹس کے نسبتی بھائی کے گھر پر بطور سہارا صرف ہوا۔ یہ صاحب جان لائٹس کے بھی بڑے دوست تھے اور آٹھ برس پیشتر صاحب موصوف ہی نے قاتلانہ دہلی قریب کے گرفتار کرانے میں جان لائٹس کی مدد کی تھی۔ جان لائٹس بہت خوش تھے کہ اس مقام سے انکو اچھا ہی حاصل تھی اور جسکو وہ اس قدر عزیز سمجھتے تھے وہ ان کی تقرری ہوئی اور ایک مہینے کے ختم ہونے کے بعد پھر انکو ضلع دہلی میں قائم مقامی کا عہدہ ایک ایسے مقام پر ملا جو اس جگہ سے جہان پانی پت کے ضلع میں پیشتر انھوں نے بڑی بڑی کارروائیاں کی تھیں بہت دقت و مشقت کا حامل تھا جسکو وہ پیشتر ایک بڑی بیماری چھاؤنی سمجھتے تھے اور جو چھ مہینے کی ایک مختصر مدت کے لیے تقرری ہوئی تھی مگر آپریشن امینان کے ساتھ سکونت پذیر ہونے کی اس نحو بڑی خوشی ہوئی۔

لیکن یہ دوست ان کی قسمت میں یہ امینان نہیں تھا کیونکہ قریب کی ریاست کچھل میں فساد ہو گیا تھا وہاں کا راجہ لالہ مر گیا تھا اور انھیں گورنر جنرل کو مناسب معلوم ہوا کہ علاقہ منبٹا کرے۔ لیکن محاذ معامل نے یہ خیال کر کے کمرل کے مال غنیمت پر انکو گریزادہ نہیں تو اگر نیرون کے برابر ہر حالت میں حصہ دیسی سپاہ کو ترغیب دی کہ سرکار کا مال غنیمت نہ لے جانے دو اور ان کی مخالفت کرو۔ اس ہنگامے کے فرو کرنے کی ہمتیں خدمت ہنری لائٹس کو

سپر دہوتی جو پشاور میں پالک صاحب کی ہرمیت یافتہ فوج کی رسد رسانی میں سخت شقتیں اٹھا کر ابھی حال ہی میں واپس آئے تھے اور بمقام ابدالہ سول کام پر مقرر تھے۔ انکو بطور قاعدہ کلیہ ہندوستانی ریاست کے شامل سلطنت کرنے میں سخت مخالفت تھی پس یہ کام انکے کچھ پسند تھا لیکن اس معاملہ میں انکو اپنی رائے پر عمل کرنے کا اختیار تھا۔ وہ بھلیت لگک کے لیے کرناٹ میں گئے اور انکے بھائی جان نے اتفاق حکام فوج لگک فراہم کر دی۔ اور جان لارنس کچھ تو اپنے بھائی کی ملاقات حاصل ہونے اور شاید (بجیال ایسٹ صاحب) اس سے بھی زیادہ تھوڑی سی جنگی جھڑپ کے اشتیاق میں موقع جنگ پر جانے کے لیے فوج کے ساتھ ہوئے غنیم کی طرف سے مخالفت تو کچھ بھی نہیں تھی لیکن ریش سپاہ میں انتظام کا قائم رکھنا البتہ ایک دشوار امر تھا جنہیں سے بعض بعض لوگوں نے درحقیقت اس مال کو جسکی حفاظت کے لیے ہتھ پڑھوے تھے لوٹ لیا۔

لیکن خوش قسمتی سے اس موقع کے حالات بیان میں ایک شاہین بنی اپنے دوست کرنل ہیری ٹول کے شرح الفاظ میں بیان کیا سکا ہوا راجہ کیتھل کے خاندان کے لوگوں نے اس ہندوستانی سپاہ کو جو وہاں قبضہ کرنے گئی تھی محل کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ میرے دوست اعلیٰ افسر سر ولیم نکیر جو اس وقت کتان اور صیفہ نر کے سپرنٹنڈنٹ تھے انکو حکم ملا کہ اگر انجینئری کے کاموں کی ضرورت ہو تو وہ اور انکے ساتوین بھی بدو دون ہکو راستہ میں جو سپاہ ملی وہ کیقدر نقصان اٹھا کر واپس چلی آتی تھی۔ اس لیے ہکو متوقف ہونا پڑا تاکہ ایک مقول فوج جمع ہوئی اور ہم کیتھل کی طرف بڑھے۔ وہاں جا کر دیکھا تو محل خالی پایا گیا اور عجیب طرح کی پریشانی نظر آئی۔ جلوس کی تمام چیزیں اور درود سپاہان جو دو لکھ ہندوستانی رئیس کے پاس ہوا کرتے ہیں اس طرح پڑا ہوا تھا اور لوٹنے کی دیر تھی۔ مجھکو خوب یاد ہے کہ ایک خوبصورت آنسو کی میا کھی تھی جسکے ریشکے دستہ کے دونوں طرف میڈ سے کا سر بنا ہوا تھا۔ میں نے اسکو لیکر اس ارادہ سے پوچھ لیا کہ افسر کے پاس بھیجا کہ جب نیلام ہو تو میں خرید کروں۔ نیلام تو ہوا مگر میری وہ میا کھی کہیں نظر نہ آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو مجھے زیادہ شب کا شوق تھا۔ مجھکو یہ بھی یاد ہے کہ ایک ایش افسر نے ایک صندوق کی تلاش میں کئی دنوں زبان کی ایک کتاب نکالی جسکی لوح پر انگریزی لکھی ہوئی تھی اور اس نے اپنے طور پر اسکو پڑھ لیا کیونکہ اس نے مجھے پکارا کہ ”اس کتاب کا نام اپسٹل ہے“ اس سے مجھکو اول صفحہ کے دیکھنے سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس موقع پر میں نے چار نامی شخصوں سے پہلے اس ملاقات کی یعنی سرخان کلرک ہیری آرتھور اور جان لارنس۔ اول تین شخصوں سے تو مجھے ملاقات ہوئی مگر چوتھے صاحب کو صرف اگلے سے دیکھا۔ لیکن جبریل سے مجھکو انکا پنا بلا لایا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی وہ ایک ذی امتیاز شخص تھے۔

عام طور سے جو خانہ تلاشی ہو رہی تھی انہیں گوروں کی پس کا ایک افسر محل کے اس حصہ پر تعینات کیا گیا جہاں خزانہ ہونے کا گمان تھا اور (افسر وغیرہ) نوٹ رہے تھے ہنری لارنس ان پوٹنٹل افسروں میں سے تھے جو (سرخ) جانج کلرک کی اتنی میں آئے تھے۔ جب اس معاملہ کی انکو خبر کی گئی تو میں موجود تھا۔ محل میں ایک سنگ مرمر کا چوہہ تھا جس میں ایک مرمر کی ایک کرسی یا تخت فرش پر بچھا تھا۔ لارنس اس تخت پر نہایت نرم بیٹھے تھے۔ وہ ایک فانی چہ پہنے تھے اور یہ چہ اور انکی کا کلین لم رد اٹھی ہو اسے اور رہی تھی۔ وہ مجھکو ایک سطح سے یاد ہیں جسے یونانی غیب ان میں لکھ کر تائی پڑھا تھا۔ اس بات کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ جن لوگوں نے بدعنوانی کی تھی ہنری لارنس نے

ب کیا۔ صبح اور شام گھوڑا دو سرک پر دوڑاتے۔ ہوا کھانے اور شکار کرنے کے لیے اسی گھوڑے پر نکلتے تھے۔

باوصف تنہائی اسی گھوڑے پر چڑھ کے کلہری بکے یا میٹھے یا تبدیل کا تعاقب کرتے تھے۔ کانپور میں ایک مہینے تک وہ ریچرڈ لارنس کے مکان پر جو انکے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے مقیم رہے۔ اس وقت فوج میں بھرتی کرنے کے لیے وہاں تعینات تھے۔ قبل اسکے کہ جان لارنس کی سرکاری اور جوابی بیماری خدشوں کا زمانہ شروع ہوا تھا دم لینے کے لیے اتنا زمانہ انکو بت قیمت لگایا۔ لیکن چونکہ آئندہ کار و در اور پھر کام کرنے کا شوق تھا اس سبب سے بے شکلی اپنے نہایت شاق تھی جس چیز کی انکو ب سے زیادہ ضرورت تھی (یعنی گھوڑوں کی چڑی) انکو تو وہ خرید کر چکے تھے اور اب انھوں نے ایک دوسری شے جسکی ضرورت انکو کم کار پر آری کے لیے لازموں کو نوکر رکھنے کے بعد قدیم زمانہ کے بزرگوں کی طرح اپنے ہر ایہون کا بیماری فائدہ ساتھ لیکر آگے کا راستہ لیا۔ اور یہ کچھ نہیں معلوم تھا کہ کمان ہو جا یا اور کمان ناچو گیا اور کوئی کام نہ لیا گیا۔

اس مسافرت میں رہنے کا اتفاق انکی بی بی کو پہلے ہل پڑا تھا اور اس سے وہ بہت خوش ہوئیں معمول طریقہ یہ تھا کہ لین ڈوری پیٹری سے دس بارہ میل آگے بھجادی جاتی تھی اور اسکے بعد میان بی بی لکھی پر سوار ہو کر یہ قافلہ طے کرتے تھے اور عین طعام چاشت کی وقت جو بالکل بیس رہتا تھا پہنچ جاتے تھے اور جب تک گرمی رہتی تھی تو تک لگنے پڑنے اور بات چیت کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ اگر وہ انکے نیچے باغات تاج محل کے عین کنارے پر نصب ہوئے اور واسطے اس بے نظیر عمارت کے دیکھے کا (جسکو دیکھ کر تمام دنیا کے معماروں کو خوشی اور مایوسی حاصل ہوتی ہے) صبح تڑکے نصف النہار کی دھوپ اور نغمہی چاندنی میں ہر طرح کا موقع ملا۔ یہ سیر ساری بات کے لوگوں میں سے اقل درجہ ایک شخص کو یس برس کے بعد اس زمانہ میں اختصاص پادائی ہوگی جب دونوں میان بی بی عہدہ و سیرائی کے تمام شمع و خندم کے ساتھ پھروان داخل ہوئے۔ ٹیڈی لارنس کتنی ہیں کہ دو گھنٹہ اس وقت بہت خوش اور اپنے شوہر پر نازان تھی لیکن یہی یہ خوشی ان ابتدائی ایام کی مسرت سے ہرگز زیادہ تھی جب ہنے دنیا کا کچھ نہیں دیکھا تھا اور زندگی کی حقیقت کا مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔ اور میں اپنی اسی خوشی میں رہی تھی۔

ان سہولت کے مفروں میں ایک مرتبہ ایک عجیب خانگی ماجرا وقوع میں آیا جان لارنس اور انکی بی بی دونوں ایک روز اپنے خیمہ کی طرف گئی پر سوار چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک مقام پر سرک کے قریب انھوں نے دیکھا کہ ایک شاہ لکھنؤ بڑا ہوا ہے۔ انھیں سے انکا بھائی جانچ جو امی حال میں عرصہ تک قید افغانستان کی جمعیتمیں جیل کریمان آیا اور انکا افغانی پوشاک پہنے تھا بڑا ہوا۔ بھائی کی صورت دیکھ کر انکو اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ بیان سے باہر رہے۔ ایک عجیب طرح کی ملاقات عزیزوں میں نہوتی جس سے ضرور انکے دل بھرا آئے ہونگے۔ نغمہی کے ساتھ کابل

کی طرف بڑھنے اور تباہی کے ساتھ وہاں سے واپس آنے قید ہونے اور بھڑک کر قتل ہونے اور زندہ دھوکہ گور بہنے کی مصیبت سے نجات پانے کی سرگزشتیں جو بڑے بھائی پر گزری تھیں اور امیدوں کے منتقل ہونے و دور ہونے مقامات کی خبریں سننے کی یہ سب کیفیتیں ہمیشہ ایک اجنبی ملک میں بڑی خوش آئند معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن شاید ویسی خوش آئند کبھی نہیں معلوم ہو تین جسطرح اس وقت چھوٹا بھائی براہ راست انگلستان سے لے آیا تھا۔ اسے جارج لارنس جو صرف ایک روز جان کے ساتھ سفر کر سکتے تھے انکو اس قلیل عرصہ میں معلوم نہیں کیسے کیسے و خراش تھتے بیان کرنا ہونگے۔ چنانچہ جن لوگوں نے انکی کتاب موسومہ ”چالیس برس ہندوستان میں“ کے حالات پڑھے ہیں انکو بخوبی معلوم ہیں۔ لیکن شاید مندرجہ ذیل قصہ سب زیادہ و خراش ہے میرے نزدیک وہ اس کتاب میں درج نہیں ہے اور جسطرح میں نے انکے نسخے سے سنا ہے وہ اس مقام پر بیان کرنے کے قابل ایک روز جب جارج لارنس الڈرڈ پانچر اور دوسرے قیدی اس کمرہ میں جہاں وہ قید کیے گئے تھے ایک کھانا پر اکٹھا بیٹھے تھے تو اکبر خان جسے اپنے ہاتھوں سے نیگلاٹن کو قتل کیا تھا اور دغا بازی کر کے ہماری بیدل فوج کو کاٹھنا چاہا تھا اور مشہور سرداروں کے اس مکان میں آیا اور کمرہ کے دوسرے کنارہ بیٹھ کر آئینہ اور اشتعال انگیز مباحثہ کرنے لگا۔ ان لوگوں میں جو بطور یہ خیال کے قید کیے گئے تھے صرف پانچر صاحب پشتوزبان سمجھتے اور وہ انکی طرف کچھ آگے بڑھ کر غور سے انکی باتیں سننے لگے۔ آخر کو پھر اپنے خول میں آئے اور جارج لارنس سے کہا کہ ”آیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا بحث کر رہے ہیں“ لارنس نے جواب دیا ”نہیں“ اسپر پانچر نے چپکے سے کہا کہ ”بحث یہ ہو رہی ہے کہ آیا انکے حق میں یہ بہتر ہے کہ ہم لوگوں کو اسی مقام پر اسی وقت مار ڈالیں یا زندہ رہنے دیں۔ بالفضل کثرت اسے اسی امر پر ہے کہ ہم کو مار ڈالیں“ لارنس نے بھی اسی استقلال کے ساتھ کہا کہ ”تو بہتر ہے کہ آپ پھر اسی جگہ چلے جائیے اور دیکھیے کہ کیا ہو رہا ہے ہمارے ہم لوگوں کو مطلع کیجیے۔“ پانچر نے بھی کیا اور جب یہ بڑی مجلس شوریٰ تمام ہوئی تو وہ واپس چلے آئے اور اپنے گرد کے لوگوں سے اگر کساکہ اب کثرت اسے اور طرف ہے اور اس وقت ہلوگ مارے نہ جائینگے۔ اس کے بعد قیدیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ ہونے لگا لیکن یہ پہلی ہی مرتبہ انکی جانبیں غلطوکار نہیں ہوتی تھیں۔ قبل اسکے ایک موقع پر یہ تجویز ہوا تھا کہ ہر سردار اپنے اپنے ہاتھ ایک ایک قیدی کو مار ڈالے۔ اور اس طرح ہر سب کے انگریزوں کی حد معذرت سے کیساں باہر ہو جائیں۔ اور اکبر خان نے ایسے موقع پر جو قیدیوں کی جانبیں چھوڑ دیں تو یہ انکی رحمت کا باعث تھا بلکہ اسکے ذاتی فائدے کی روشنی کا نتیجہ تھا۔ بھائی سے رخصت ہوتے وقت جارج نے سرسری طور پر پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ جان نے جواب دیا کہ ”میرے کو جانا ہوں“ بھائی نے کہا کہ ”کیوں ایسے مقام پر آپ کیلئے جاتے ہیں جہاں آپ کا کوئی شناسا نہیں ہے“ آپ دہلی میں جاتے جہاں ہر شخص آپ کو جانتا ہے اور تمہیں ہے کہ وہاں آپ کو کام بھی ملے۔“ جان نے بھائی کی

بار سے بھی جبرجہ غایت سخت اور دشوار تھا۔ غنائون کی سخت ہوا اور بچہ پوسا دے آگے بڑھتے ہی خود
 ان لارنس کو اس مہلک مرض کے عارض ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ریڈی لارنس لکھتی ہیں کہ
 ہم دوسا فرس اجنبی ملک میں ایسے یکس بجوہ سے کہ شاید ہی کوئی شخص ویسا مل سکیگا۔ لیکن ہم جو ان سے
 بڑھتے نہیں ہوئی اور چونکہ میرے شوہر کو یہ کمین میں معلوم نہیں اس سبب سے انھوں نے مرض کے ظاہر ہوتے ہی
 تسک اسلحہ کی اسکی خوفناک علامتوں کو ترقی نہیں ہونے پائی اور وہ بھرمت بلند صحت یاب ہو گئے۔
 چند روز تک انھوں نے ستر چارنس خیمہ کے مکان پر پناہ میں قیام کیا یہ صاحب وہاں کا زیر سے مگر اتفاق
 سے مقام پر موجود نہیں تھے۔ اورنگ آباد کے بعد ان کے قیام کا مقام ناگپور تھا جو وہاں سے تین سو میل کے فاصلہ
 واقع تھا۔ اسے چھٹی ملک میں ہو کر گذرنا تھا جس میں آبادی بہت کم تھی اور سفر کی آسائشیں تو مطلق نہیں تھیں۔ حالچونکہ
 تو وہ بالکل ڈاک میں گئے مگر بیان انکو زکنا کرنا کیونکہ آگے کوئی باقاعدہ ڈاک نہیں تھی اور جان لارنس بڑی دقت
 چالیس کماروں کا بندوبست کر کے وہاں سے ناگپور پہنچے۔ سفر کا طریقہ انھوں نے یہ رکھا تھا کہ تین سے چار بجے
 شام تک سیوت سوار ہوتے تھے اور بہت رات گئے تک چلتے رہتے تھے آخر کو جب کوئی گاؤں آتا تھا تو
 اس کے قریب ٹھہر جاتے تھے کھانے پینے اور سوینکا سامان کرتے تھے۔ سوینکا سامان تو بیشک بالکل ہی ہوتا تھا
 چند گھنٹے سونے کے بعد پھر سفر کرتے تھے اور جب تک آفتاب کے نکلنے سے مجبور نہیں ہو جاتے تھے اور کھانا
 رہتا تھا اس وقت تک اس طرح چلتے رہتے تھے۔ اس صحرائی سفر میں ایسا بہت کم اتفاق ہوا کہ انکو کوئی ڈاک بنگلا
 ملا ہو چونکہ ان کے پاس صرف ایک ہی نوکر تھا اس سبب سے قریب قریب کام انہیں کو کرنا پڑتا تھا۔ چھریسے بدن کے
 ٹکڑے کو اپنے چالیس کماروں کو اختتام سے رکھنے کے علاوہ بین بھام پانی پت وہ اس قدر مہارت حاصل کر چکے تھے
 اکثر قصاب اور بارہی کا بھی کام کرنا پڑتا تھا یہی کہ انکو بھیڑی بکری دو ایک چڑیاں جڑا لگی زندگی منحصر تھی تلاش کر کے
 لانا اور پھر انکو کھانا پڑا تھا اور یہ روکھا پیکھا کھانا جس ناپسندیدہ طریقہ سے تیار کیا جاتا تھا انکو اپنی نوجوان اور رقیق القلب
 بی بی سے چھپانے کے لیے دو اکثر دھڑلے سے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کو
 وہ خود بیان کیا کرتے تھے۔

سال کے آخری روز دو ناگپور میں پہنچے اور جو اگر بزرگ وہاں انکو ملے انکو دیکھ کر وہ غمت متعجب ہوئے۔ ایک
 سال کے آخری روز دو ناگپور میں پہنچے اور جو اگر بزرگ وہاں انکو ملے انکو دیکھ کر وہ غمت متعجب ہوئے۔ ایک
 سال کے آخری روز دو ناگپور میں پہنچے اور جو اگر بزرگ وہاں انکو ملے انکو دیکھ کر وہ غمت متعجب ہوئے۔ ایک

اولو الغم مگر یہ سیاح یعنی رشتہ خیز لارنس نے جو تنہا کوہ ارات کی اس چوٹی پر گشت کر آئے تھے وہاں کی
 قدم نہیں پونچا تھا ابھی حال ہی میں مجھے بیان کیا کہ جب میں نے خانقاہ اہل حق کے سردار کو پہاڑ سے نیچے اتر کر اپنی
 سرگزشت سے مطلع کیا تو اس مقدس پیر مرد نے اخلاق کے ساتھ کہا کہ مجھ کو اس بات کا یقین نہیں آتا اور قسم ہو کہ
 کئے کہ وہ بہترین ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہاں کوئی شخص نہیں گیا ہے اور یہ امر بالکل ناممکن ہے۔ اس طرح لارنس نے

ناگپور کو بھی یقین نہیں پڑتا تھا کہ ایک لیڈی ایسے سفر صعب کو تمام کر سکتی اور وہ بھی اسطور سے کہ تمام نگلیفون اور قون
میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی جیسا کہ جان لارنس نے خود زور دیکر اس بات کو بیان کیا ہے۔

ناگپور کے آرام وہ مکانون میں جان لارنس پر اور زیادہ سخت مشکلیں پڑیں کیونکہ یہاں اگر انکو معلوم ہوا
کہ نوکری کے ملنے کا موقع اب بہت کم ہے۔ ہماری فوج ابھی ابھی افغانستان سے واپس آئی تھی اور لارڈ لائبرٹ نے
اسکے استقبال کے لیے ایک بڑا عظیم الشان مگر مقصداے وقت کے اعتبار سے نہایت ہی بیوقوف اور طفلانہ دربار
فیروز پور میں منعقد کیا تھا۔ یہ مقام سکون کی سرحہ پر ہماری خاص چھاؤنی ہے۔ اور جیسا کہ سر تھری لارنس کی سوانح عمر
سے ظاہر ہوتا ہے انھیں کی کوشش اور مستعدی سے اسکا طور ہوا تھا۔ اس موقع پر پیشمار رنگے ہوئے ہاتھی صفیں
جما کر کھڑے کیے گئے تھے ہمار کبادی کی محرابین بنائی گئی تھیں جھنڈیاں لہرا رہی تھیں تو پچانوں میں توہین گرج رہیں
الغرض یہ سب تو بڑی رفت کی باتیں تھیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک جو اصل واقعہ کا خیال کرتے تھے کہ کیا گدڑی
ہے یہ بڑی غمناک کیفیت تھی۔ خوش قسمتی سے ایک جبرو اس تماشہ کا موجود تھا جو ایک بہت عمدہ بات ہوئی۔ لارڈ لائبرٹ کا
مشاور تھا کہ وہ اسیر بادشاہ جبکہ ہم نے اس کے تخت سے علیحدہ کر لیا تھا اور اب پھر اس کے تخت نشین کرنے کو مجبور کیے
گئے تھے اس فحیابی کے جلوس کو اپنی ذات سے زینت بخشی۔ لیکن عمدہ شیروں کی صلاح کو غلبہ رہا اور وہ اور ہم
دونوں اس سخت عظیم سے محفوظ رہے۔

ہندوستان میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس بات سے خوش نہوا ہو کہ ہنہ افغانستان سے جو ہار کئی میاں
اور شرم دونوں کی جگہ تھی کسی کسی شرط پر نجات پائی۔ ملک میں انتشار اور بیدلی پھیلی ہوئی تھی۔ کام کرنے کو بہت کچھ
تھا مگر کام کے کر نیوالے اور بھی زیادہ تھے۔ ہر شخص کو یا بیکار معلوم ہوتا تھا اور جان لارنس نے ناگپور سے کسی قدر
اضطراب کے ساتھ فکرت گورنر مالک مغربی شمال کو اپنے آنے کی رپورٹ کی۔ سچ کے طور پر انھوں نے اپنے اعلیٰ
افسر اور دوست رابرٹ ٹیلر کٹنگر آگرہ کو بھی اس مشن کی چھی لکھی کہ آپ کسی عمدہ کے لیے میرے حقوق کا زور
ڈالیں۔ اس اثنا میں وہ آہ آباد کی طرف روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو فوراً رک کر رہی نے جو اب بعد برسوں میں اعلیٰ
عہدوں پر اور ان سے استقدرو اسطہ قریب رکھنے والے تھے انکی مہانداری کی۔ یہاں انھوں نے اپنی پہلی جوڑی کے گھوڑے
خریدے یہ تو انکی عادت کے مطابق تھا کیونکہ وہ اکثر شاید کسی قدر شرم مگر زیادہ تر خوش طبعی اور فرسے کہا کرتے تھے
کہ ایک مرتبہ میں نے ایک عمدہ عربی گھوڑا اپنی ساری بودگی دیکر خریدا تھا اور اپنے پاس ایک پیسہ بھی نہیں رہنے دینا
چنانچہ اسکا حال میں پیشریان کر چکا ہوں۔ اسی چند اگھوڑے کی پشت پر بعد کو برسوں تک انھوں نے نہایت عمدہ
کام انجام کیے۔ انکی کچری پشت زین۔ اسی گھوڑے پر لگتی تھی۔ بڑے بڑے جرمون کا انھوں نے اسی گھوڑے

میں اکبر خان نے انگو گولی سے مار ڈالا انکا سر کاٹ ڈالا گیا اور لاش بازار کابل میں تشریف کر گئی کسی اسوقت پانچزار
سپاہی گولی کے پیر پر کھڑے ہوئے تھے مگر کسیکی یہ جرأت نہ تھی جو انکی حمایت میں انگلی اٹھا کر اشارہ کرتا۔ اس میں اور
ناخبر اور گفتگو اور امان کی اور طلبی ہوئی۔ عاجزون نے یہ مذر کرنا شروع کیا کہ ”دوستی میں مہربانی اور رعایت ضروری
ہے اور کمزور کو زیادہ تسناؤ دینا نہیں ہے الغرض یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔“ تو جوان انگریزوں کو یاد دلانا چاہیے
کہ کمزور سے بیان اگر نہ مراد ہیں اور جس دوستی کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ ان لوگوں کی دوستی ہے جسکے ملک پر پہنچنے
خاصیت کر کے حملہ کیا تھا اور جسکے فرمانروا کو جان بوجھ کر سخت سے اتار دیا تھا۔ الڈرڈ پانچتر نے لاکھ لاکھ کاماکہ دشمن
لوگ بے ایمان ہیں اور ہماری ملک کو جلال آباد سے فوج آیا چاہتی ہے مگر کچھ فائدہ نہوا۔ الڈرڈ پانچتر نے بہت کچھ
واویلا مچائی کہ فوج کے خبرئی اپنے سپاہیوں کو ایک مرتبہ پراس امر کی اجازت دیدین کہ وہ کوشش کر کے یا تو دشمنوں
کی طرف سے ہو کر نکل جائیں یا جس صورت میں مرنا ضرور ہے تو سپاہی کی موت مرین۔ انگلی ہر ایک دلیل سے جان
کی امید زیادہ قوی تھی اور انجام کار ۲۰ دسمبر کو ملک خالی کر دینے کے قطعی اقرار نامہ پر دستخط ہوئے۔ اور شرطیں
یہ قرار پائیں کہ چوتھ توہین پھود کر باقی توہین اور تمام خزانہ افغانوں کے والہ کر دیا جائے دوست مجبور سخت پر بھجائے
جائیں اور شاہ شجاع جہان اور جسطر چاہیں افغان نشان سے نکل جائیں۔ ناٹ صاحب قندھار سے اور رئیس
جلال آباد سے واپس جائیں۔ اور ان شرطوں کے ساتھ واپس جانے والی فوج کو رسد دیجائے اور جلال آباد تک
بمقامت پہنچا دی جائے۔

اس عہد نامہ کی تصدیق بہت دنوں کے بعد عمل میں آئی وہ برف جسکی نسبت خان قلات نے آگاہی دی
تھی اب ہننا شروع ہوئی۔ اور ۶۔ جنوری کو چار ہزار پانچ سو سپاہی اور بارہ ہزار ہریان کپ جس میں بہت سی توہین
اور پتے بھی داخل تھے چھاؤنی کے باہر برف میں گلنے لگے۔ ابھی یہ لوگ کپ سے نکلے ہی تھے راہ پر تھمتی سے
پیشام کا وقت تھا کہ ایک بارگی غضبناک اور فتنہ افغانوں نے دعا داکر کے آن نیوں میں جو ابھی خالی ہوئے تھے
اٹ لگے دی۔ واپس جانیوالی فوج نے آہستہ آہستہ کابل شہر کی ہونٹاں گھاٹی میں قدم بڑھایا۔ زمین پر برف گچی
جی ہوتی تھی اور اسی برفستانی زمین پر جہاں نہ تھا کسی قسم کی جلائے کی شے اور نہ کسی طرح کا سایہ تھا اس شدت
سردی اور برف باری میں تباہستان ہندوستان کے کالوں اور انگریزوں کے مردوں اور عورتوں اور گود کے بچوں
یہ بولہوں اور بے نصیب گروہ دورات تک برابر اسطرح کھڑا رہا۔ ہریان کپ کپٹ فوج کے قراول تھے سب کے
انگو تعاقب کرنیوالے غلہ تیوں کے حملہ کرنا حال معلوم ہوا لیکن جب تیسرے روز فوج کے آگے کا حصہ ہلکا ہوا
میں داخل ہوا تو اسپر بھی دشمن کی آگ چاروں طرف سے بے لگی ساس تیرہ وار دورہ میں غنیمت کی گولیوں کی آواز لا
اور سامعہ سے تو محسوس ہوتی تھی مگر باجبرہ سے نہیں محسوس ہوتی تھی سپاہ کے ہر ہر تپکیں اوٹ میں ایک

ہو شیاء و برہنہ۔ وستان کی سلطنت میں کبھی نہیں پیدا ہوئے حالانکہ اس وقت یہ لوگ ماتحت عہدوں پر تھے مثلاً
 اگلینڈ، زبرسن، وٹسٹ، ایر و ٹیم براؤن، کورٹ کا لین، سیکلنری، جانچ لارنس اور لارڈ ڈیوڈ پارنجران لوگوں میں سے اگر کوئی شخص
 کانیز ہوتا تو ممکن تھا کہ اب بھی جان بچا لیتا یا بہر حال ہمارے بچانے کے قابل ہو سکتا مگر اعلیٰ اختیار خیر (الفٹنٹون)
 کو دیا گیا تھا۔ یہ ایک بہادر سپاہی تھے مگر اے صاحب نہیں رکھتے تھے اور اب ضعیفی اور ایک سودی بیماری کی وجہ
 سے اور بھی معذور ہو گئے تھے ان کے بعد پرکیتھریٹ جنرل ٹلٹن کا اختیار تمنا یہ افسے لائق تر تھے مگر طبیعت میں مخالف
 اور متناقض تھا انکی باتیں بالکل ناممکن ہوتی تھیں اپنے اعلیٰ افسر سے سخت گفتگو کرتے تھے اور باہنہ نہ ان کے
 ساتھ اور نہ تنہا کام کر سکتے تھے۔ اصل تو یہ ہے کہ ہر شے اور ہر شخص ٹھیک اس جگہ پر تھا جہاں انکو نہیں ہونا
 چاہیے تھا۔ اور یہ کیفیت ایسے وقت پائی جاتی تھی جب پندرہ ہزار آدمیوں کی جانوں پر اپنی تھی۔ برٹش جو اپنے
 مکان کے اندر شہر میں کافی سپاہ محافظ کے ساتھ رہتے تھے سب کے پہلے شکار ہوئے۔ ۲۔ نومبر کو ایک غضبناک
 انہو نے اٹھا لکھ چاروں طرف سے اگر گیر لیا انہوں نے چٹاؤنی سے مدد طلب کی مگر کوئی مدد نہ آئی اور بہادی
 کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد وہ خود اپنے باغ میں بکڑے بکڑے کر ڈالے گئے۔

اس کے بعد چھوٹے قلعہ میں جو سامان رسد تھا اس پر حملہ کیا گیا۔ یہ قلعہ گولڈن سے اڑایا جاتا تھا اور ہمارے
 سپاہی اپنی چٹاؤنیوں سے انکو دیکھ رہے تھے اس میں جو غلہ تھا وہ سب چھین گیا اور اسی سے ہم فاقہ کشی میں مدد
 لے سکتے تھے۔ دوست محمد خان کے پیارے بیٹے اکبر خان کے آجانے سے افغانوں میں اور جوش پیدا ہو گیا
 اور ہمارے افسروں نے اپنی کوشش اور بہت میں جو قصر ظاہر کیا تو اس سے انگریزی فوج اور بھی بیدل ہو گئی
 اپنے افسر مکان کے حکم کی پابندی کرنے سے وہ بار بار انکار کرتے تھے اور بار بار ایسے وقت میں بغیر قی اختیار
 کر کے بھاگ بھاگ جاتے تھے جب فتح کے حاصل کرنے کا موقع ہوتا تھا۔ اب فاقہ کشی کی وجہ سے وہ تکلیف
 میں مبتلا ہونے لگے اور اس وقت سوائے اسکے اور کچھ نہیں باقی رہ گیا تھا کہ ہانک ممکن ہو سکے عہدہ شرطوں کے ساتھ
 ملک کو خالی کر کے اپنے میرم غنیم کے حوالہ کر دیں۔ یہ شکار اکبر خان کے ہاتھ میں تھا اور اگر میریے نے کبھی کبھی
 کے بچہ پر مہربانی کی ہو تو البتہ فرنگی لوگ غضبناک غلہ تیوں سے بچنے کی امید کر سکتے تھے۔

جب ٹیلنٹن اپنی جان عزیز کے بچانے کی کوشش کر رہے تھے تو بد قسمتی سے انکو جیلہ باز اکبر خان نے
 ترغیب دی کہ پہلے نج کے طور پر مجھے کچھ عہد و بیان کر لیجیے (اور یہ دوسرا عہد ان کے خلاف انکو مقصود تھا)۔
 حالانکہ ٹیلنٹن صاحب بعض دوسرے سرداروں سے گفت و شنید کر رہے تھے۔ یہ چال اس غرض سے چلی گئی
 تھی کہ جو سردار لوگ جمع ہوئے تھے ان پر انگریزوں کی بے ایمانی ثابت کی جائے اور ان میں کامیابی حاصل ہوئی۔
 ٹیلنٹن صاحب بطائف اچیل ایک مجلس شوریٰ میں طلب کیے گئے اور وہاں جو گفتگو چھیڑ کر نکالی گئی اس کی تکرار

گلیا۔ ابھی یہ اشتہار کہ "افغانستان میں مثل فرنگی کے امن و امان ہے" شہرہ بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ اُسے جیسے طوفان کی کچھ کچھ سناہٹ کان میں آنے لگی خان قلات نے لڑائی کے آغاز ہی میں کہہ دیا تھا کہ "آپ قندھار غزنین بلکہ کابل کو بھی فتح کر سکتے ہیں مگر برف کو مطلوب نہیں کر سکتے اور جو وقت برف کرنے لگی تو آپ کو اپنی فوج نہ قائم کر سکتے اور نہ واپس کرتے ہیں پڑیگی" اور خان قلات سے بھی بڑھ کر ایک شخص نے جو تو زخاقت کشمیر کا پرنسپل تھا اور خود گورنر جنرل سے اپنے قول کے ساحت کرانیکاہی ہو سکتا تھا (یعنی دیوئل اعظم و گنگمن) اس پر متنبہ کیا تھا کہ "جب آپ کی فوجی وقتیں ختم ہو جائیں گی تو اصل مشکلیں شروع ہوگی" اس طرح کا اتمام ہمارے تمام بلند خیال اور واقف کار ہندوستانی مدبروں میں لارڈ ڈیوئل کی ٹوٹ دستور آرٹ افسر ٹوٹ لارڈ ڈیوئل کی ٹوٹ اور سرخارٹس جنگا نے کیا گورنر جنرل کی کونسل نے جب آخر کو اس امر سے جواب تک نفی کر دیا تھا اطلاع پائی تو اس نے بھی یہی کہا کہ "گورنر آف ڈیوئل نے لارڈ کلائیو سے افغانستان سے اس طرح کی باتیں کہیں چو کہ گوش شنوائین تھے اس سبب کسی نصیحت پر عمل نہیں کیا گیا۔ آپاچھ پرنسپل یا شہرہ کی تاریخ پڑھ رہے ہیں۔

فوج قابض کے امتزاجات روز بروز ناقابل برداشت ہوتے جاتے تھے اور ہر ایک شخص (جیسا اس کتاب کی تحریر کے وقت آج کل لوگ خیال کر رہے ہیں) اس پر بھی خیال کرتا تھا کہ جس کو پتہ ہے کہ جسے اس کا انجاء ملان ہو بلکہ سخت پریشانی تھا اسکو اسکی قسمت پر اور افغانستان کو بد نظمی پھیلنے کے لیے اُسکے حال پر چوڑ دینا بالکل بغیر نیکی کی بات اس خیال سے اہم وہاں کچھ دنوں اور ٹھہرے رہے اور جنگی قوموں کو ہماری خطرناک سرحد کی تیر و تار گھائیوں پر قبضہ رکھنے کی بابت جو دغلیے دیے جاتے ہیں انکو کم کر کر کے اپنا تصور ثابت خرچ چلایا۔ اسے بین ان لوگوں نے پھر اپنے قدیم دستور غارتگری و غوریزی سے ہر ہر سافر کو ٹوٹا اور مارنا شروع کر دیا اور ہم لوگ ایک طرف العین میں ہندوستان سے جدا ہو گئے۔ ورنہ اپنے کناروں تک باللب بھر آیا اور قریب تھا کہ ہم لوگوں کو بھالیا جائے۔ مگر پرنسپل جبرکھ پتہ اسیر کے دربار کا پرنسپل تھا افسر ٹوٹ جو سپاہ کا کمانڈر تھا اور لارڈ کلائیو جنرل جو گورنری کی طرح خود اپنی مستعدی اور جا مانہ بھاری کا شکار ہوا یہ سب لوگ ایک ایک اس تہیہ سے انکار ہی کرتے گئے۔ اگر غریزی سپاہ جسکو قلعہ میں بونا چاہیے تھا بالکل دامیات چھاؤنیوں میں قینات تھی جو شہر سے قلعہ پر پڑی ہوئی تھیں اور چاروں طرف سے سپاہزدن کی زد پر تھیں۔ فوجی خزانہ چھاؤنیوں اور قلعہ سے قلعہ کی غوریزی دور پر تھے اور ایک چھوٹے سے قلعہ کے اندر بند تھے شاہی خزانہ بھی اس طرح شہر کے چھوٹے گویا محلہ کرنے کی ترغیب دینے کے لیے جمع تھا۔ بالاحصار کے اندر بغیر بابا وندہ تھا جسکو یقین دلا گیا تھا کہ وہ اپنا تہیہ قائم رکھ سکے گا اور ملک کی حکومت کرے گا اس کے مخالفوں میں چھوٹا ایک اگر غریزی سپاہ کے درمیان جو شاید کچھ حفاظت کر سکتے تمام شہروں کے مسعودوں اور متعصبوں کا براہ گیمتہ انہو کو فتح کیا۔ سب سے زیادہ غرابی کی بات یہ تھی کہ بعض ایسے ایسے بھی اسی فوج میں شامل تھے جن سے زیادہ لائق

بہادرانہ مقابلہ کے بعد دوست محمد کو ملک سے نکال کر جلاوطن بنایا اور شہر ہزار نوٹون کا نقصان اٹھا کر اپنے کچھ تیلے کو تخت پر بچانے میں کامیابی حاصل کی (یاد رکھنا چاہیے کہ دشوار گزار ملکوں میں ساری کارروائی نوٹون ہی پر منحصر ہوتی ہے) انگلش حکام نے کشادہ دلی کے ساتھ انعامات تقسیم کیے۔ کامیاب جنرل سرجن کلین اپنی قہقہہ کو ساتھ لیکر اور پیری کا خطاب حاصل کر کے روانہ انگلستان ہوئے۔ ہماری فوج کا ایک بڑا حصہ ہندوستان کو واپس طلب کیا گیا اور باقی ماندہ لوگ اس بات کے لیے وہاں ٹھہرے رہے کہ ایک برا فروختہ قوم کو بچنے جو فوائد دیے تھے وہ قائم رہیں۔

یہ وہی قصہ ہوا جو افریقہ میں رگولس کا ہوا تھا جس طرح غیر معمولی طور کی کامیابی سے انڈمون کی سی خطا کا یقین اس معاملہ میں کر لیا گیا تھا اسی طرح اس معاملہ میں بھی ہوا۔ کمان افسروں کی ہلاکت بھی اسی طرح سے عمل میں آئی۔ رومی جنرل نے ملک روم کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ ”میں نے اس قدر ہیبت پیدا کر دی ہے کہ کارہنج کے پچانک بند ہو گئے ہیں“ اور ان شرائط صلح کے بیان میں جو ایک شکست یافتہ مگر بلند حوصلہ غنیم کے نزدیک ہرگز قبول کے قابل نہ تھے اس نے یہ عبارت لکھی تھی کہ ”جو لوگ کچھ وقت رکھتے تھے ان سے میں نے کہا کہ تم اپنے سے بہتر لوگوں کو یا تو فتح کر لویا انکی اطاعت قبول کرو“ انگریزی جنرل نے یہ سخی گھاری تھی کہ ”افغانستان میں مثل وائس کے امن و امان ہے“ حالانکہ یہ وہی وقت تھا جب وہ ایک ایسے فرمانروا کو تخت پر بچانے کے لیے متوقف تھا جس سے وہ خوب جانتا تھا کہ تمام افغانہ نفرت کرتے ہیں۔ فوج حملہ آور کا انجام بھی یہی ہوا۔ ہان ایک زالی بات یہ البتہ تھی کہ یہاں اور بھی زیادہ اچانک طور پر اور اس سے بھی زیادہ خوفناک اور کامل طریقہ سے تباہی پڑی اور حقیقت میں ہم لوگ اس تباہی کے مستوجب بھی زیادہ تھے۔ ہوٹس کی عقل آرائی سے آخری ایام میں رگولس کا نام بھی ہو گیا مگر انفسون یا شلن کے آخری ایام میں اس قسم کی تھوڑی ناموری کے لیے بھی ہوٹس سے کہیں زیادہ عقل آرائی کی حاجت تھی۔ جنگ افغانستان کا انجام ظاہر ایسی ہوا کرتا ہے کہ کامیابی کا درجہ کافی سے کچھ ہی کم غمناک ہوتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ وہاں کی کامیابی عین ناکامی ہی ہے۔ چنانچہ شاعر کا قول مصداق ہے ”تو جو رہے یہی کہ لڑائی ضرور ہو“ لیکن رہے شکست قرین فتح دور ہو“ ہم اس امر کو بھی اس اختصار کے ساتھ بیان کر دیں گے کہ ہماری فوج کو کیلئے واپس آنا پڑا۔ پہلے تو شادی کے باجے کی طرح ہر ایک بات اچھی ہی معلوم ہوتی تھی۔ دوست محمد وسط ایشیا میں بہت سی دھچپ مہین سر کرنے کے بعد آؤ بکون کے ایک بڑے بھاری گروہ کی سرکردگی سے ہمارے ساتھ تیج آزمائی کرنے کے لیے واپس آیا اور ایک جنگ کے بعد جس میں اسکو اپنی بہادری کے مطابق کامیابی حاصل ہوئی از خود اپنے تین حوالہ کر دیا جسکو دیکھ کر ہر شخص کو تعجب گذرا لیکن دوست محمد کے تخت سے اتارے جانے اور ہندوستان میں آنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ شاہ شجاع کو بے کھٹکے تخت

۱۔ سرجن کلین کا خطاب
۲۔ رومی جنرل کا خطاب
۳۔ انگریزی جنرل کا خطاب
۴۔ افغانستان میں مثل وائس کے امن و امان ہے

صل ۵

۳۳۔ اسی میں تخت کا بل پر دوست محمد خان جنگل تھا یہ ایک ہوشیار آدمی تھا جس کا نام اس سوانح حمید علی بن اکثر جگہ آئیگا۔ یوزہ دین خانات کے موافق چاہے وہ غاصب تصور کیا جائے لیکن افغانستان ایسے ملک میں اس طرح کا شخص واجب طور سے اپنی وراثت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اہل شرق کے خیالات کے مطابق تو وہ عاقل و عادل فرمانروا تھا۔ پس ہمارا مقصد صرف اسی شخص سے تھا جو ہر طرح ہمارا ہاتھ بٹا سکے۔

یہ آدہ تھا۔ مگر اب دیکھنا چاہیے کہ ہم نے اسکے ساتھ کیا کرنا دیکھا۔
ہم نے اگلے تین برس ہم نے ایک سفیر کو اسکے دربار میں مقرر کیا۔ اس نے شرقی ممالک کی تحقیقات میں بی بی اولو الغریبان کی تمین اور اسے فوراً دریافت کر لیا کہ افغانی فرمانروا اتنی ہے کہ ہمارے ساتھ دوستی کرے اور ایرانی اور روسی دیکھا ہمارے خلاف جن تجویزوں کے عمل میں لاسے پر مصرتھے ان سب سے انکار کر کے اسے اپنے اعلیٰ افسروں کو یقین دلایا کہ جنگ کو دوست محمد پر اعتماد ہے اور اسے باہر کر کے دوست محمد از خود ہمارے دوستی کے لیے چاہتا ہے اسکو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جن سرحدی خطرات کا اندیشہ کیا جاتا ہے ان کی حفاظت کامل اس میں تصور ہے۔ لیکن آغموں نے اس آسان اور سچے طریقہ کو اپنی شامت اعمال سے قبول نہیں کیا اور برابر اسی امر پر ضد کرتے رہے۔ ہمیں انکی تباہی تصور تھی۔ اس صورت میں جو شخص ہماری دوستی کا خواہاں تھا اسکے ساتھ دشمنی کا برابر لازم آیا اور انکی تجویز یہ ہوئی کہ افغانوں کا ایک فرمانروا تخت سے اتار دیا جائے اور ایک کمزور چھوٹا دعویدار جسکو افغانوں نے نکال دیا تھا اور ہماری بیعت پر اسکی ایام گزاری ہوئی تھی بے وز و رخ دوست محمد کی جگہ بنایا جائے۔ جن سخت مزاج سفیروں نے اس تجویز کی امانت کارروائی اختیار کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ آغموں نے نیک و بد کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔ اور جب اسکے چند برس بعد اگلے تین برس اسی حکمت عملی کا جسکو اس نے اپنا کیا تھا پہلا شکار بنا اور جب ہماری تباہیوں اور بے بسیوں نے ہم کو مجبور کر کے اب اس خرابی بعد کے بعد ہم تمیز نیک و بد کے اسی پیچیدہ مسئلہ پر پھر غور کریں تو اس زمانہ میں ایک ایسا سرکاری آف ایشینٹ پایا گیا جس نے باہل بشیر علی اختیار کر کے اس ترکیب سے آگے ہوئے طوفان کو خاموش کرنا چاہا کہ مرد کے مراسلات کا انتخاب کر کے اس امر کو مستحکم کیا کہ آگے ایک ایسی کارروائی کو قرین صحت اور جائز تصور کر کے اشاعت دی جسکو میں نے ہمیشہ خلاف صحت اور ناجائز قرار دیا پس جو حکمت عملی فی نفسہ ایسی مبتذل تھی وہ اور مبتذل وسائل سے ایسے وقت میں جائز قرار دی گئی جب اسکے باعث سے خونریزی اور تباہی تجویزی عمل میں آچکی تھی اور باضابطہ طور پر اس سے انکار کیا گیا تھا۔

اس اثنا میں ہم شاہ شجاع کو اسکے گوشہ عزلت سے نکال لائے اور اسکے اور سکون کے ساتھ جو افغانہ کے مردوں کی دشمنی میں دوستی قائم کر کے ایک انگریزی فوج نے راستوں کے خطروں کو برخ کر کے

کو دیکھا ہے انہیں سے کوئی شخص منکر ہو گا کہ روسی بہت جلد بڑھ رہے تھے اور حقیقت میں ہوشیار ہو جانے کا موقع تھا۔ یورپ کی جانب تھینا بچاں برس کے اندر فلیٹنڈ کا ملک فتح کر لیا گیا تھا سلطنت روس بالکل تہ و بالا کر دی گئی تھی اور اس کے بعض عمدہ ترین صوبے چھین گئے تھے۔ ملک پولینڈ کی تقسیم اس نا انصافی کے ساتھ تجویز کی اور تجویز کرنے کے بعد عمل میں لائی گئی کہ حال کے زمانہ میں کہیں اس طرح کی نا انصافی نہ ہوگی اور انہیں روسیوں کو مال غنیمت کا حصہ شیر کے برابر (یعنی سب سے بڑا) ملا۔ بجانب ایشیا روس سپیریور کے جنوب طرف ان تمام وسیع علاقوں تک بڑھ آیا تھا جہاں کرغیز فرقہ کے لوگ پھر کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُسے دریا سے جیکار پٹیر (سیون) پر اپنے قلعے قائم کر لیے اور دریائے آکسن (جیون) کی جانب ناک لگائے تھا اور بلکہ خیو انجارا اور قوقند کی تینوں خود مختار ریاستوں کو بھی محکمے دے رہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک امر یہ تھا کہ اُسے ایران کے شمالی صوبے فتح کر لیے تھے اور اُس سلطنت کے صرف اپنا کچھ پٹا بنا رکھا تھا۔ برٹش اور ایران دربار سے متواتر لکھی آئے گئے وظیفہ مقرر ہوا و حد سے وعید عمل میں آئے (یہاں بیان کرنا چاہیے کہ وقت پران وعدہ سے ایک عجیب مخالفانہ طور پر علیحدگی اختیار کی گئی) مگر ایران اور افغانستان میں دوستی نہ ہونے پائی اور اس واسطے نیم آزاد صوبہ ہرات پر جو سابق کی طرح اب تک مشرقی سمت کی کنجی ہے ایرانیوں کے برٹش کو انگلش مدد پر جو دو معقول بنکر روسیوں کے اس ملک کی طرف بڑھنے کے خیال کر سکتے تھے جو اب تک اُن کے اور دریائے سندھ کے مابین حاصل ہے اب یہ ایک بڑا بھاری واقعہ یا سلسلہ واقعات اور ایک بڑا خطرہ یا سلسلہ خطرات تھا جسکی نسبت انگلش مدبڑوں کے لیے بڑی کوشش و فکر درکار تھی۔ ایران اور ہندوستان کے درمیان جیسا میں نے بیان کیا صرف ایک ملک تھا لیکن اسکی کیفیت اور اس کے باشندوں کی حالت نے اُسکو کچھ اسطورہ کا بنا رکھا تھا کہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر معقول انتظام کیا جائے تو روسیوں کی مزید پیش قدمی کے لیے وہ بہت عمدہ اور کامل روک ہو گا۔ یہ ملک بجز کوہستانی اور دشوار گزار تھا اور ملک کے باشندے ایسے وحشی مفلس اور بی تیز تھے کہ سوائے وہاں کے اور کہیں نہیں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیشمار فرقوں میں منقسم تھے جن میں سے ہر شخص خوفناک طریقہ کی آزادی اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہمایوں کے گلے کاٹنے کا حق چاہتا تھا لیکن جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے وہ وقت نیم مذہبی اور نیم فوجی نامور پیشواؤں کے ذریعہ سے جنکو مسلمان لوگ اس اپنے ظاہری زوال کے زمانہ میں بھی ظاہر ہر دو سامنے پیش کر سکتے ہیں کچھ دنوں کے لیے سازش کر کے بے ترتیبی کے ساتھ ایک قسم کے اتفاق کا سلسلہ قائم کر سکتے تھے۔ اس قسم کے اتفاق کا جو عاقل شخص بانی تھا اس کے ساتھ یہ اتفاق بھی جاتا رہا اور اب وہی تدبیریں باقی رہی تھیں جنکے ذریعہ سے مختلف لوگوں کے درمیان ملکی اتفاق قائم ہو سکتا تھا اور وہ دونوں باتیں اجنبیوں کی نفرت اور میرنی خلہ کا خوف تھا۔ چنانچہ ایک افغانی سردار نے ٹوٹنڈ اسٹوارٹ انفنٹون سے کہا تھا کہ ”ہم نا اتفاقی سے رضا مندین خطرات سے راضی ہیں خونریزی ہو قبول ہے مگر یہ کہ ہر کسی مالک کا اپنے اوپر تسلط ہونے دینا پسند نہیں ہے۔“

عمل میں نہ کرے
کی اطلاع
بخلاں اسکے
موقوف ملک ملی
منسوب ہے از
عمل میں نہ کرے
تھے جو جانیانہ
کا اور یہ ملک بالکل
ہے از۔

باب ششم

افغانستان کی پہلی ٹرائی سنہ ۱۹۳۵ء لغایت ۱۹۳۶ء

ہوا کی عدم موجودگی میں اگر یون کی تاریخ ہندوستان بلکہ قریب قریب تمام سلسلہ تاریخ انگلستان سے واپس جا کر انگلستان میں قیام رہے
تاریک اور ذلت آمیز حصہ رہے پھر کچل کو پوچھا۔

جنگ افغانستان کی داستان ایک سرسبز تہ کی کہیں ہوئی کہانی ہے اور امید ہے کہ اس سے جو سبق

نہیں ہوئی جسے سزاقت سے بھی نرمی ہوئی کسی چیز کا ایسا داغ نہ لگا جو جو حکم نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسی ہلک
اقت تھی جس کا بیان یونان کے سب سے بڑے مشیر گو کے سوا اور کسی سے ممکن نہیں ہے اس دیوانگی نے
ان لوگوں کی تدبیروں کو بالکل ساقط الاثر کر دیا جن کی طاقت خدا کو منظور تھی اور اس سبب سے خدا نے پہلے آسمان
جو اس ہی مسئلہ کو فیصلے۔ اس طویل اور غمازک ٹھک کے ابتدائی کرتب سے لارڈ آکلینڈ کی کارگزاری ہندوستان
کا آغاز ہوا اور آخری امر پراسکا خاتمہ ہو گیا۔

اس صورت معاملات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یہ تھا کہ انگلش بربرون نے روس کے عاجزانہ اقدام کے لحاظ سے اپنے نزدیک نہایت سوچ سمجھ کر اور بری راستہ بازی سے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی لیکن بالخصوص اس کے اگر اس نے کوئی کام نکلتا اس وقت اس کے ہوش و حواس بلکہ قوت تیز نگاہ وید بھی سلب ہو گئی۔ اب کوینا چاہتا ہے کہ روسیوں کا وہ اقدام کس طرح کا تھا اور کس درجہ تک اس کی ترقی تھی۔ جن لوگوں نے اندیشہ کے لحاظ سے عمل کیا

مجھکو لازم ہے کہ وہاں جا کر مر جاؤں گا۔

جب کچھ افاقہ ہوا تو وہ تبدیل آب و ہوا کے لیے آئر لینڈ گئے اپنی سسرال والوں سے رخصت ہوئے
ستمبر کا مہینہ اپنی ضعیف مان کے ساتھ انھوں نے کلفٹن میں بسر کیا اسوقت انکے نوکر کے اور دس پوتے
اور پوتیاں نواسے اور نوایاں انکے گرد جمع تھیں اور جھکو دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہوتی تھیں اور یکم اکتوبر کو وہ بذریعہ ڈاک
خٹکی سفر ہندوستان کرنے کی غرض سے سوٹھو اپنی سسرال سے روانہ ہوئے۔ مان اور بیٹے کی یہ آخری ملاقات تھی
جسکا شائد دونوں کو خیال ہوا ہو لیکن اس خیال سے کہ اب وہ اکیلے ہندوستان کو نہیں جاتے ہیں مان کا بچہ کسید
کم ہو گیا جب جان لارنس ۱۸۷۷ء میں اٹاوا میں تھے تو مان نے ایک چٹھی میں انکو لکھا تھا کہ ”میں قبر میں اپنوں
لٹکا لے بیٹھی ہوں اگر میری زندگی میں تیرا یہاں ہو گیا تو میرے دل کی یہ بھی حسرت نکل جائیگی۔“ اور انکی شادی کے
ایک دن پیشتر (۲۵ اگست ۱۸۷۷ء) اپنے بیٹے ہنری کے نام کی ایک چٹھی میں انھوں نے اپنے یہ خیالات
ظاہر کیے تھے ”مجھکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ اگر خدا کا فضل ہو تو جان کی شادی اس کے عزیزوں
میں سے ایک ایمان دار آئرش لڑکی کے ساتھ ہوگا جسکو وہ سب بخوبی جانتے ہیں۔ مجھکو یقین ہے کہ مارشیا نے
انکے بارے میں جو حالات لکھے ہیں وہ بہترین ثبوت ہیں۔ میں چاہتی تھی کہ خود اپنے تجربہ کے مطابق اسکا کچھ حال
بیان کرتی مگر اتنا میرے لیے کافی ہے کہ جان اس سے خوش ہے۔“ اس ضروری امر کی نسبت انکو ذاتی تجربہ
حاصل کرنے کا موقع آیا اور ہاتھ سے چلا گیا اور انکو اس بات کا یقین آگیا کہ میرے فرزند کو جیسا شادمان ہونا چاہیے
تھا ویسا خوش ہی نہیں ہے بلکہ مسرور ہونے کے بہترین وجوہ بھی اسکو پائے جاتے ہیں۔

اور جان لارنس اسطور پر دوسری مرتبہ انگلستان سے ہندوستان کو روانہ ہوئے کہ نہ انکی کسی نے
خبر لی اور نہ انکو کوئی جانتا تھا اور جو صفیتیں انہیں موجود تھیں انہیں کسید طرح کا اعتراف نہیں ہوا تھا۔ انکے
قریب ترین اغزا اور اقارب بھی اب تک یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ آئندہ نام پیدا کریں گے اور خود جان لارنس
کو بھی اس بات کی کچھ کم تشویش تھی (جیسا کہ نتیجہ سے بدلائل ثابت ہوا) کہ دیکھیے اب ہندوستان میں جا کر کیا کام ملتا ہے۔ انکے
بعد میں سال کے گزرنے پر وہ اس حیثیت سے انگلستان کو واپس آئے کہ تمام جرن کی گاہیں انہیں تھیں ہندوستان اور انگلستان
میں گھر گھر ہر شخص کی زبان پر انھیں کا نام جاری تھا اور وہ سب لوگ جبکی ہمت سے انھوں نے اس قدر عروج
حاصل کیا تھا اور جبکہ بہترین اوصاف اس عمدگی کے ساتھ انہیں شامل تھے تمام اطراف و جوانب سے
جو جوق انکے ملنے کو چلے آتے تھے اور اس بات کی تمارک تھے کہ عظیم الشان فرمانروائے پنجاب
اور اس شخص کے عظیم الشان چہرہ کو (یہ چہرہ اب ہر شخص کو مانوس و مربوط ہو گیا تھا) ایک نظر دیکھ لیں
جیسے ہماری سلطنت ہندوستان کی حفاظت میں وہ کام کیا تھا جو کسی تہا آدمی سے ممکن نہیں تھا۔

بہت کم وقت ملے گا اگر تیسے مکین تو پھر بھی کو افغانستان سے ملے درگنا۔ کاشنگے میں ہندوستان میں چلا گیا ہو کہ سب وال ہیں
لگا دیا ہے لڑائی کی سیر کر سکتے کرتے ہیں ٹھک گیا۔ بھتیجا اور تیرتیر خشکی کے راستہ سے واپس جائیگا اور غالباً ماہ جون کے
قبل افغانستان میں نہ پہنچ سکیگا۔ ستے ہیں کہ گیارہ ہزار فوج ہندوستان کو جانے والی ہے گویا جو زمین میں آگے چین کے
سوا اس قدر فوج کی کیا ضرورت ہے۔ زمین میں بھٹکا کاس محکم کا خاتمہ ہو گیا بھٹکو تو وہ ختم ہوتی نہیں معلوم ہوتی۔ یہ بھی براہ راست
کائنات کی ذاک کے ساتھ تپش کو باقی ہے اس راستہ سے زمین نے دو تین چھان بیک ہی ہوں۔ اگر جانچ کے بارے میں کچھ حال مشا
تو خیال رکھنا کہ بھٹکو انکس فوراً اطلاع ہو۔ میری زمینیت ایک اسی امید پر ہو رہی ہے کہ انکی زندگی و فکریگی۔ رتیر محبت جان
اسی روز اور اسی ٹپ کے دوسری طرف اگلی میں لڑنے والے اسی طرح کی عبارت کئی لیکن اس سے زیادہ ظہر
درج شرح ہوتا ہے۔

”ہندوستان کی تباہیان آخر کو ہمارے خاندان پر پڑنے لگیں اور سب کے پہلے وہ شخص ہوتے ہیں جو چین
اچھا اور سب سے زیادہ بے لوث تھا۔ یہ تباہی شروع تو ہو گئی مگر دیکھیے کب اور کہاں ختم ہوتی ہے میں ہر طرح کو اپنے
ہر وقت پاس رہنے والے ہادی اور خدایاں سے دعا کرتے ہیں کہ ہر قسم کی ہلاکتوں کو نہ لے کر اپنے خدائے گاہے اور پاس
چاروں طرف سے بھٹکے گھیر لیتی ہے۔ پھر اس خوف سے کہ باوا آئندہ انکے بھائی ہنری کی لڑائی نہ لے لے خود اپنے خلیق کے ساتھ
محبت و خیال کیلئے اور انکو لگا لگا ہے کہ بھٹکے زمین سے کہ کب تو آپ افغانستان میں آکر تو کڑی کر لیے گا اور میرے اور میرے
شوہر کے پاس جو ہو گی ہے اس میں آپ کو شریک کر لوں گی۔ پس میرے پیار و حیران پٹ آؤ ویر کرنا آنا جان
ہاں معلوم نہیں اگلی کیا کیفیت ہو۔ میں خوب جانتی ہوں کہ ان پر کیا گزری ہوگی۔ اور اس غریب بھانج پر تو
غم کا پڑا ہی پھٹ پڑا ہے انکے بارے میں کیا کہوں۔“

الغرض جتنی کوئی کے ایام (بصطرح اس غم کے سال میں اور بہت سے لوگوں کو گذرے تھے سخت
بیمیں اور امید دیکھ کر جب انہیں ناک حالتوں میں لکھو کہ وہ اسید میں عرصہ تک معزز تھوین میں رہیں تمام اہلیان
خاندان لڑنے سے گزرے جان لڑنے اپنی مصائبیت فی الفور اس غرض سے روانہ لندن ہوئے کہ
خواب ترین انڈیشن کے صحیح ثابت ہونے کی حالت میں بیوہ اور انکے اطفال کی خورد و پرداخت کریں لیکن اس
موقع پر وہ ایسے دیر پا اور خطرناک مرض میں گرفتار ہو گئے جس سے انکے واکٹرون نے ظاہر کیا کہ اب پھر ہندوستان
جانے کا خیال آپ کی قلم اپنے دل سے دور کر دیجیے۔ یہ جی بی بیڈ صبا بات تھی کہ کوئی اگلی رخصت قریب آئے
تس اور ضرور تھا کہ اس بارے میں خود کوئی فیصلہ کیا جاتا۔ چونکہ ہندوستان کے کام میں انکا نہایت دل لگ تھا
اس سبب سے غالباً انکو یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہوا ہو گا کہ چاہے کچھ ہو مگر میں نے قصہ محکم کر لیا ہے کہ ضرور
ہندوستان باؤنگا۔ چنانچہ انھوں نے یہی فقرہ لکھا تھا کہ ”اگر میں ہندوستان میں جا کر زندگی میں رہ سکتا ہوں تو

۴۳

وہ اس بات کی ہر ایک کوشش کر رہے تھے کہ افغانستان کے اندرونی انتظامات میں دست اندازی نہ کریں یا جب اپنے اس خیال کے مطابق جو مرتے دم تک قائم رہا اس حکمت عملی کی مخالفت کرتے رہے جسکو (عام اس کے کہ وہ برسر حق یا غلط پر ہوں) وہ خلاف حکمت ملک اور غیر صفائے تصور کر کے سمجھتے تھے کہ آئین یقیناً وہی چھپ گیاں پرنگی چتریں برس پشترامیوں، فریڈلینس میں خیال کی تمہین اور جسکو وہ ہماری کل سلطنت ہند کی حفاظت کے خلاف جانتے تھے مختصر ان تمام حالتوں میں انکی وہ رائے کبھی نہیں بدلی جو انہوں نے بیشتر قائم کی تھی۔ پس یہ جیسی مہمیت ذہن اور تاریخی مقصد کے اعتبار سے بھی دلچسپ ہے اور میں انکو اسکی ہیئت اصلی سے نقل کرتا ہوں صرف و نحو یا نشانات وقف و وصل کی غلطیوں میں کسی مقام پر میں اصلاح نہیں دوں گا۔ اسکا مفہوم ہی میرے مطلب کے لیے کافی ہے

مقام ٹیلین مورثہ ۲۳ اپریل ۱۸۴۲ء

میری پیاری بیوی ڈیڈیا۔ ابکی داک کے ذریعہ سے سرونیم (میگنٹن) کی وفات چارے جائز کی قید یا غالباً اسکی ہی وفات اور کل فوج کابل کی تباہی اور بربادی کی ایسی خوفناک خبریں میرے پاس پہنچی ہیں کہ مجھے کچھ کہتے ہیں نہیں پرتا ہے واقعی بڑے خوف کی بات ہے ایسی خبر کبھی اور میرے نزدیک تو فی الواقع کبھی ہندوستان سے نہیں آئی کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز اور نیگرنی دونوں میں سے کسی کی جان نہیں بچی میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ گرفتار ہونے کے ساتھ ہی دشمنوں نے انکو ہلاک نہیں کیا تو عجب نہیں ہے کہ اپنے قیدیوں کے چھڑانے کے لیے انکو بچا رکھا ہے۔ گو انسان کی امید مرتے دم تک نہیں جاتی لیکن ہم نہایت ہی خراب نتیجہ کا یقین کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی انتہا سے زیادہ بدی سامان رسد ایسی طرف نکل جانے دیا گیا جدھر سے اسکا راستہ بند ہو گیا تھا فوج متفرق ہو گئی درمیان میں دریا کا حائل ہونا آپر کسی نپل کا موجود ہونا اور بالآخر بیودھلون میں فوج کی؟ توں کا پست اور زائل ہونا اور اسکے بدلے حملہ کیا جانا ان سب باتوں سے ثابت ہے کہ انتظام بالکل نہیں تھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ افواہ صحیح نہوگی کہ مورچہ کے خالی کرنے کے بعد حملہ ہوا اور تباہی آئی میرے نزدیک یہ زیادہ مناسب تھا کہ لوگ کھلے میدان میں ہو کر غریزین کی طرف پلٹ جاتے۔ تم خیال کر سکتی ہو کہ ہم لوگوں کو مزید خبروں کے آنے کا کتنا اضطراب ہو گا۔ اس ہنگامہ کے قبل عام خیال یہ تھا کہ افغانستان میں جتنی جلد ہم پہنچ جائیں اسی قدر بہتر ہے۔ اور لارڈ الیگزینڈر نے چین کو بھی قصد کر کے گئے تھے۔ اب میں یہ خیال نہیں کرنا کہ ہم لوگ بغیر اپنی بدنامی کا داغ مناسے ہوئے اس ملک سے واپس آسکتے ہیں گو وہ داغ کیا ہی بھاری ہو میرا قصد ہے کہ اگر مطلع صاف رہا تو ۲۰ تا ۲۵ ذریعہ جہاز تازہ سلیٹر کو روانہ ہوں اور وہاں سے شہر پش میں اگر دو دن تک قیام کروں بعد اسکے افغانستان چلا آؤں۔ مجھکو بڑا اضطراب ہے کہ کسی طرح جلد افغانستان پہنچ جاؤں اور اگر بیچارہ جائز و حقیقت دنیا سے اٹھ گیا ہو تو چارزئی اور اسکے بچوں کی خبر گیری کروں۔ دو دن کا عرصہ ہوا میں نے بیشتر پیش سے سنا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اس خوفناک خبر کا حال چارزئی سے نہیں کہا گیا تھا کہ اگر جائز مرے تو تم اسکے دھی ہو گے..... تم جو کہو مجھکو لکھیں یا کیونکہ ہر مٹی کو ان باتوں

وہ پھر کتاب کو پڑھنے لگے اور پانچ منٹ کے بعد اپنی بی بی سے پھر وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا تیسری مرتبہ پھر وہ اپنی کتاب پڑھنے لگے اور سوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوال کیا۔ انکی بہن نے فریاد کی کہ آپ رہا گیا تو انھوں نے کہا کہ کیوں نہ ہو؟ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم پانچ منٹ بھی اپنی بی بی پر نہیں رو سکتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ”اسی تو میں نے اُنکے ساتھ شادی کی ہے۔“

پہلی مئی (شادی کا پہلا مہینہ) کے ایام بڑا عظیم یوتھ کی سیر میں بسر ہوئے۔ اس سیاحت میں جو تمبرستان سے شروع اور ماہ مارچ سنہ الیہ میں ختم ہوئی جان لارنس اور انکی بی بی نے عظیم فرائن میوزک فینڈا اور انکی بی بی کی وطن کی سالگرہ (۱۴ نومبر کو) فیلڈنس میں ہوئی اور میان بی بی قریب اختتام ماہ نکور روم میں پہنچے۔ صبح کا وقت ہر دو کیفیتوں کی سیر میں جو طرح طرح کی تھیں صرف ہوتا تھا شام کو زبان انکی کتا بون کا مطالعہ ہوتا تھا۔ ہندوستان کی آب و ہوا کا جو خراب اثر جان لارنس پر پڑا تھا ابھی وہ بخوبی رفع ہوئے نہیں پایا تھا اس سبب سے یہاں کی آب و ہوا ابھی ان پر بہت جلد اپنا اثر کر گئی اور جو اندیشہ پہلے سے تھا اُنکے مطابق تندرستی میں فرق آنے لگا۔ جان لارنس نے اپنے دوست کیونین صاحب کو ایک چھٹی لکھی تھی جس میں تحریر کیا تھا کہ ”روم ایک ایسا مقام تھا یہاں دیکھنے اور سنے میں ہکوبت کو خطا حاصل ہو سکتا تھا مگر افسوس ہے کہ کچھ بھی نہ دیکھنے یا اس سیاحت میں میوزک اور شریٹس پڑھیں کچھ دور تک اُنکے ساتھ گئے تھے۔ اور فریڈنشا نے اپنے کسی دوست کی ایک چھٹی میں لکھا ہے کہ ”پہلی مئی کے ایام ختم ہو گئے اور میں نے کسی ابرو پر گن نہیں پائی۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا بھائی اپنی بی بی سے محبت کر سکتا ہے اور اسکی بہن کو بھی کچھ کم الفت نہیں ہے۔“

ہماری تباہ حال فوج کابل کے خلاف افغانوں کے فساد کرنے جان لارنس کے بھائی کے گرفتار ہونے بلکہ غالباً اُنکے مارے جانے کی خوفناک خبریں جان لارنس کو شہر ٹیکس میں پہنچیں۔ جب اُنکے ابرو پر ٹیکس کے علاوہ انکی کیفیت کچھ اور بھی درگزن ہوئی ہوگی۔ اور جان لارنس نے ایک چھٹی میں جو بڑی محبت کے ساتھ اپنی بھانجی میں لکھی تھی کہ ”میں نے وہاں کو لکھا تھا سندرجہ ذیل حالات صبح کیے تھے۔ اس چھٹی کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ اس میں قاعدہ صرف دھوکا غلطیان نہایت فاش پائی جاتی ہیں۔ لیکن مثل اس شہر چھٹی کے جسکو جنگ ٹیکس کے بعد ڈیوڈن آؤٹ آؤٹ لارنس نے اپنی بی بی کو لکھا تھا اور یہیں انکا انتشار کی غلطیان حد سے زیادہ تھیں اس امر سے انتشار کی غلطیوں کے ظاہر ہونے کے سوا اسکی کوئی دوسری کمی نہیں تھی اضافہ ہوتا ہے یہ پہلی چھٹی ہے جس میں انھوں نے افغانوں کی اذیت اپنی رائے ظاہر کی اور جب وہ اس فوج کے جوں کی پیروی کر رہے تھے جو اس زمانہ کے چند ہندوستان کے حکام میں سے تھے۔ کہ پہلے وہ رات ڈیوڈن تھاں ہوئی یا جب بطور حاصل فرماؤ وہ پنجاب کے وہاں کی نہایت دشمن اور شہر میں تھے۔ اگر انکی کراچی کی حالت میں شیک بخوبی محفوظ رہنے دینی سرحد کی حفاظت کے ذمہ دیکھا جیت جیت کر

اسکے خاندان کی عزت افزائی کو شریک ہوئے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو شادی ایسی شے نہیں ہے جس میں سوائے خوشی کے کسی طرح کا غم نہ ہو۔ لڑکی والوں کے نزدیک تو رسم شادی بمنزلہ اسکے ہوتی ہے جیسے کسیکے گھر میں غمی ہو جائے اگر نئے رشتہ قائم ہوتے ہیں تو پرانے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور اگر دو آدمیوں کے لیے آئندہ خوشی کا زمانہ آتا ہے تو کئی آدمیوں کی گزشتہ خوشی میں غم آتا ہے یہ ضرب المثل جو جاری ہے کہ دلہن کے مان باپ بیٹی سے نہیں محروم ہوتے بلکہ انکو ایک بیٹا مل جاتا ہے بہت کم صحیح ہے اگر شادی کسی ہندوستانی افسر کے ساتھ ہوئی ہو تو اور بھی صحیح نہیں ہے۔ ان صورتوں میں لڑکی مان باپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور چونکہ لڑکی کا آئندہ مکان ایک برے دور دراز مقام میں عین ہوتا ہے لہذا یہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ لڑکی کے مان باپ کو ایک بیٹا مل جاتا ہے پس اس قسم کی شادی میں مان باپ کی سچی محبت کا سخت امتحان ہوتا ہے۔ لیکن میں ٹیلیٹن کے مان باپ اس آزمائش میں ثابت قدم رہے اور جان تک انکے امکان میں تھا اپنی بیٹی کی خوشی رکھنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کیا شادی کے روز آپریشن کی آب و ہوا کے اعتبار سے مطلع صاف تھا اور جان لارنس اور انکی بی بی اس روز کے عروج و زوال پر اکثر آپس میں ہنسا کرتے تھے کہ پہلے تو چار اسپہ گارمی پر سوار ہوئے لوگ خوشی کے نعرے مارتے اور دعائیں دیتے ہمراہ چلے آتے تھے۔ دوسرے روز چار اسپہ گارمی کے بدلے جوڑی ہی رہ گئی اور پھر تیسرے دن ایک ہوا خوری کی گارمی اور ایک گوزار گیا اس پیوند سے عمر بھر کی بے مثل خوشی کا جو رشتہ قائم ہوا تھا اسکا ثبوت اس تمام سوانح عمری سے صراحتاً خواہ مخواہ ملتا رہیگا۔ میں اس مقام پر صرف دو شہادتیں پیش کرتا ہوں وہ دونوں خود جان لارنس کی تھیں ایک تو دیدہ و دانستہ سوچ سمجھ کر اور دوسری بے سمجھے بوجھے بلکہ قریب قریب نادانانہ طور پر بیان ہوئی ہے۔ جان لارنس اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کے اس ٹکڑے میں جسکو میں کئی جگہ محول کر چکا ہوں اور جو شاید زمانہ ایسٹریائی کے اختتام پر شادی کے تیس برس بعد لکھی گئی ہوگی تحریر کرتے ہیں کہ ”ماہ اگست ۱۸۷۷ء میں میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا اور بڑی خوشی کا کام کیا یعنی اپنی شادی کی مجھکو میرے دل کی بی بی ملی۔“

دوسری شہادت شاید اس سے بھی زیادہ مفید مطلب ہے کیونکہ جیسا میں بیان کر چکا ہوں انکا اظہار بھی بلا ارادہ ہوا اور جو صفائی اور زور اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ جان لارنس کے اصل خواص کو بتاتا ہے۔ ایک روز جان لارنس شام کے وقت اپنے سوٹنگ کپ وائے مکان کے دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے تھے انکی بی بی انکی بہن لیتیشیا اور خاندان کے اور لوگ بھی موجود تھے اور سب کتاہیں وغیرہ پڑھ رہے تھے۔ جان لارنس بڑی توجہ سے اپنی کتاب کے پڑھنے میں مشغول تھے ایک مرتبہ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انکی بی بی وہاں تھیں اپنی بیٹی سے خطاب کر کے انھوں نے کہا کہ ”تمہاری امان کہاں گئیں“ لڑکی نے جواب دیا کہ ”کوٹھے پر ہیں۔“

کی دو معاشین انکو اور طین اور وہ اپنی زرخیز اور آب و ہوا و شہر کی کوٹنی سے جو کلین سے وہ میل کے فاصلہ پر تھی دور دور
 اور غیر آباد ساحل آئس کو گئے کہتے ہیں کہ جب اس نوجوان بی بی کو پہلے پہل اپنا نیا گھر نظر آیا تو اس کا دل بھر آیا اور
 پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی لیکن یہ صرف ابتدائی کیفیتیں تھیں بعد کو وہاں ان کے بہت دوست ملے اور بہتر سے
 دوست پیدا ہو گئے۔ اور ویرانی اور تنہائی سے ابتدا میں جو وحشت ہونے لگی تھی وہ دور ہو گئی۔ تھوڑے ہی زمانے
 میں وہ وہ فینکٹان کے ملک سے مانوس اور مربوط ہو گئی اور وہاں کے لوگ بھی اس سے الفت کرنے لگے۔ ایسی
 نفیس اور لطیف آب و ہوا میں جہاں خوش سوا اور پر فضا ساحل واقع تھا ہیرے ٹیلین کے ابتدائی ایام میں
 اس کی ایک بہن کی شادی ڈاکٹر اور فوری کینیڈی کے ساتھ ہوئی تھی جو اس خاندان کے ایک موروثی دوست تھے۔ ان کی
 دلچسپ یادداشتیں جو خود ان کے اور لائسنسوں کی طالب علمی کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں میں اور بھول کر چکا ہوں اور
 اس کی اس خاموش زندگی کے خاص واقعات یہ ہیں کہ اب وہ کبھی کبھی اپنی بہن کے گھر فینکٹان میں جایا کرتی تھی اور
 اوقات ان کے دونوں بھائی جب اسکول اور کالج میں تھیں ہوتی تھی تو آیا کرتے تھے۔ وہ لکھتی ہے کہ
 جس سادے طریقہ سے میں ابھی تھی اس طرح بہت کم لڑکیاں ابھی ہونگی لیکن میں بہت خوش تھی کام کاج میں دل
 بہلائی تھی اور قوی و مندرست تھی میری ان بہن ناتوان تھیں اور بھیکو اپنے والدین کی مگرانی کے متعلق بہت کچھ کام کرنا پڑتا
 تھا۔ میں اب نہایت ہونے لگی تھی میں ماں کے ساتھ بہت کمائی میں بڑھ چکی تھی اور اگرچہ آج کل کی لڑکیوں کے نزدیک زندگی
 باپ کی اب نہایت ہونے لگی تھی میں ماں کے ساتھ بہت کمائی میں بڑھ چکی تھی اور اگرچہ آج کل کی لڑکیوں کے نزدیک زندگی
 کا ہانا خیال کی جاتی لیکن بہر حال بھیکو ویسا نہیں معلوم ہوا۔ ہمارے پیش و تفریح کی باتیں معدومہ پیدا اور سادہ طور کی تھیں لیکن کچھ
 ہون ہم نے بنی خط حاصل کرتے تھے اور گھر والے حقیقت میں نہایت خوشی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ والدہ کی زندگی بڑے
 ذوق کی تھی کیونکہ وہ تمام کاموں میں والد کی مدد کرتی تھیں بھیکو خوب یاد ہے کہ میں والدہ کے ساتھ غربا کے دریاں جایا کرتی تھی
 بچے کو نے سے دو لوگ بہت خوش ہوتے تھے اور ان سے بہت کرتے تھے میں نکال کر ہون کی نسبت اور یوں کے جو عمو آئے تھیں میں تھے والد
 زیادہ کشادہ دل تھے کیونکہ انھوں نے قومی تعلیم کی تجویز کو بہت خوشی سے قبول کیا اور کوٹنی کے رزرونگ ٹینک پادری سے بہت
 اتنے بہت تھی نہیں۔ میری والدہ رزرونگ ٹینک اور خاص ہمارے فرد کے لوگوں میں بھی جایا کرتی تھیں اور پادری لوگوں نے
 کبھی کوئی مذہب نہیں کیا۔

الغرض ہیرے ٹیلین کی ابتدائی عمر کا حصہ اس اطمینان کے ساتھ بسر ہوتا تھا تا آنکہ ان کے خاں لائسنس
 کی رسائی ہوئی زندہ دلی صاف باطنی تو ان کے خراج میں موجود تھی مگر ان کی قوت جسمانی میں اعلیٰ درجہ کی تھیں اس وقت
 ہندوستان کا فزیر جس سے خزاں قیسم کے شکاری یعنی ہیرے ٹیلین کو کبھی کبھی کم ہمدردی نہیں تھی ان کے پاس بہت
 بھاری موجود تھا۔ دو مہینے تک سلام دیام با اور ۲۶ اگست ۱۸۸۷ء کو شادی عمل میں آئی۔ ایک چھوٹے سے
 پیریش میں یہ بری بھاری تقریب تھی اور امیر عرب اعلیٰ کوٹنی ٹینک اور پروفیسر دور و نزدیک سے وطن اور

انکی بڑی خدمت کی تھی اور انکے ساتھ تکلیف اٹھائی تھی۔ اسٹرلنگٹ نے کہا کہ ”صبر فرمان برداری اور نفس کشی یہ وہ صفیتیں ہیں جو ایک حلقہ گوش قوم سے خصوصیت رکھتی ہیں اسکی اولوالعمری اور بہادری جب کبھی وقت پڑتا ہے تو اسوقت ظاہر ہوتی ہے۔ لائسنس نے ذکر کیا کہ عیسائیت کا فروغ انہیں ہستی کے ساتھ ہوتا ہے جب کوئی ہندوستانی اس نئے دین کو قبول کرتا ہے تو اپنے پڑا نے بچہ تقصبات کو اسبطرح لیے رہتا ہے اور نئے مذہب کی صرف آزادی انہیں بڑھ جاتی ہے۔ لائسنس نے یہ بات متواتر ثابت کی چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں ہرگز نہ گزان نوذہبوں کو نوکر نہیں رکھوں گا۔ انکو جو امید ہے وہ اطفال کی طرف سے ہے جو بچے اور ذہین ہیں۔ ہندوستانی لوگ جو کچھ تم کو پاس ادب سے مان لینگے اگر تم اُنسے کسی عیسوی بھجڑے کا ذکر کرو تو انکو کچھ ناگوار نہ معلوم ہوگا مگر وہ معاہدہ ہجڑہ بیان کرینگے جو اس سے بھی زیادہ بلیغ ہوگا اور تمہارے اخلاق سے امید کرینگے کہ تم اسکو یقین لاؤ گے انکار نہ کرو گے۔ اگر تم انکو اس بات پر یقین دلانے کی کوشش کرو کہ قرآن مجید کی کوئی بات خلاف قیاس ماننا ہے تو وہ یہ بکھرے ہوئے روک دینگے کہ ”یہاں آپ کے نزدیک میرے ایسے لوگ بھی اسکے سمجھنے کا زعم کر سکتے ہیں۔“ اسٹرلنگٹ نے کہا ”کیا آپ نے اس طرح کی باتیں انگلستان میں نہیں سنی ہیں۔“

۲۴ مئی۔ جوزف بونا پارٹ اسکے بیٹے اور پوتے سے بندرگاہ (فالٹوٹم) مین بازگئی اور لائسنس نے سفارتخانہ امریکہ کے قریب ملاقات کی انہوں نے مصافحہ کیا اور سن رسیدہ شخص سے کچھ دیر تک باتیں رہیں چھوٹے لڑکے کو جو پٹولین کا ہم شیبہ ہے دیکر کچھ دیر تک نہایت تعجب کرتے رہے اسکا باپ شاہزادہ چارلس بونا پارٹ ایک بڑا وجیہ شخص ہے۔

۱ ماہ جون سلسلہ عربین وہ باتیں چلشن مام اور کٹنن کی وضع دار اور نایاب رنگ کی محفلوں میں جانے والے خبر دیوں کو چھوڑ کر پھر ایک مرتبہ آئرلینڈ میں آئے اور اسکا کوئی افسوس انکو نہ تھا۔ یہاں جب اس نوجوان آئرش ناکتخدا لڑکی سے جسکی عمر کا بہترین حصہ ڈونیکاں کے باغات میں بسر ہوا تھا پھر ملاقات کی۔ اس لڑکی میں جیسا کہ نتیجہ سے ثابت ہوا وہ تمام خوبیاں جنکو ہم اپنی خوبصورت آئرش لڑکیوں سے عموماً منسوب کرتے ہیں یعنی بھولا پن تیزی گفتگی اور ناز و انداز یہ سب صفیتیں انہیں شامل تھیں۔ انکے علاوہ وہ زیادہ مستحکم خصلتیں بھی انہیں تھیں جو ایک نہایت محنتی اور بہادر شخص کی رفاقت اور شرکت اور آسائش میں بڑی قابلیت کے ساتھ مدد دیکھتیں یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ عرصہ تک لائق بی بی کے متلاشی رہے اور ہر چند کہ وقتاً فوقتاً طرح طرح کی خبر دیں انکو مفتون کرتی رہیں مگر اور کسی پر نظر نہ ڈالی۔ ممکن تھا کہ ان خبر دیوں پر وہ ایک طرفہ العین کے لیے فریفتہ ہوتے کیونکہ پھر کی سلطنت حاصل کرنے کے پیشتر یہ جذبات ہنر کے عشق کے سفیروں کے تھے جو انکے خیالات کو درہم برہم کیے دیتے تھے۔

حقیقت میں یہ ایک عمر بھر کی سلطنت تھی جیسا کہ اس سوانح عمری کے سلسلہ میں امید کی جاتی ہے کہ بہت سے گزشتہ لکھنے والے روزناموں اور پمچوں کا کتاب صفحہ ۲۳۸ وغیرہ مطبوعہ ہوزیشن پریس پریسٹرڈ لکچرنگ سلسلہ ۱۸۴۷ء۔

ن کرتے تھے اور ہم سب لوگ سن سکر رہتے تھے۔ اس بارے میں ان کے خیالات بڑے قطعی اور متروک تھے کہ کس قسم کی صورت سے
نوشادی کرانے شروع تھا۔ وہ کہتے تھے کہ صورت کے لیے صحت طبیعت اور سمجھ کی مٹک ضروری امر ہے اور اگر ان غویوں میں خود کوئی
ہو تو پھر کیا کتنا لیکن مقام بانو کی محافل رقص و سرود میں جو عورتیں کھڑکیوں پر آکر تھیں ان کی طرف سے انہوں نے فوراً اپنا خیال پھیر
چیتاں آئیں گے کہ فسانے جی گون نے پڑے ہیں انکو معلوم ہوگا کہ مقام بانو اس وقت تک انکے تان کے ایک
نہایت وضع دار مقاموں میں تھا۔

جان لائڈس کے طریقے اور شاہت مطلقاً ان نوجوان آدمیوں کے مانند تھی جو کہ آئندہ میں ملا کرتے تھے پہلے جب ان کی
جنگ مزاجی عدم محبت انگلی میں نے دیکھی تو کچھ خیال مجھ کو ضرور ہوتا تھا کہ ان کی تمام سیرتوں میں اس قدر وقت اور جدت عیان تھی
کہ ان کے انداز کے عیوب جلد فراموش ہو جاتے اور ان کی بات چیت میں دل لگتا۔ میں یاد کرتی ہوں کہ میرے نزدیک انہیں وہ اداسات
پائے جاتے تھے جن سے پڑھنے پڑھنے کی توجہ ہٹا کر اس پر فوراً عمل کرے اور جو امر باطل سمجھے اسکو اس وقت چھوڑ دے۔ "مجھ کو غیب
پیر مرد انسان کا راز دہیہ ہوا چاہیے کہ جو بات حق دیکھے اس پر فوراً عمل کرے اور جو امر باطل سمجھے اسکو اس وقت چھوڑ دے۔" "مجھ کو غیب
یاد ہے کہ انہوں نے کس منت سے فانی کیا کہ یہ بیویوں کا پائزہ تھیں میں داخل ہونا نہیں انصاف ہے۔ وہ اکثر اپنے گھوڑوں کا
بیکرہ لیا کرتے تھے کہ کچھ گھوڑا انکو اپنے خیمہ میں چھوڑ دیا کرتا تھا اور جو ہندوستان لوگ آتے تھے وہ پہلے مجھ کو سلام کرنے کے بعد گھوڑے
کو سلام کیا کرتے تھے۔ وہ مجھے یہ بھی لکھتے تھے کہ جب میں شکار کرنا چاہتا تو میری بیوی والوں سے کہنا کہ تم باجا جاتے ہو۔ وہ
خائف ہو جاتے تھے۔ اسی سال (۱۸۸۷ء) کچھ عرصہ کے بعد ہم سے ان کے مقام نشین واقع شمالی ڈوئین میں جہان شیر اور شیر شریش ڈیر
ہمیشہ موسم سرما بسر کیا کرتے تھے پہلا ملاقات ہوئی۔ "ہمارے بیدران" ان کی تلاش کرنے کا سامنا ہندو شیر تھوڑا اور وہ اب تک اسی
آدھی بن میں تھے۔

اسی مقام نشین کے قیام کرنے کے زمانہ میں جان لائڈس ایک مرتبہ اپنے دوست اور قربا مشہور
دعوت جان لائڈس کی ملاقات کو گئے تھے جو اس وقت تمام فائوٹھ میں رہتے تھے۔ مقام بچکن دہان سے بہت
قریب فاصلہ پر واقع تھا یہ مقام خاندان فائش کا قریب قریب اصل سکون ہو گیا تھا۔ اور ہر قسم کی پاکیزگی مٹک اور
آسوری کا بخون تھا۔ اس امر کی توقع تھی کہ جس خاندان میں انٹرنگ اس کثرت سے جایا کرتے تھے اور وہ ان کی بہت
میں اس قدر محبوب تصور کیے جاتے تھے جان لائڈس کو نہ لیجائے اور وہ بنیر انٹرنگ کی ملاقات کیے ہوئے
اپنے وطن کو واپس چلے آئے۔ اور کچھ وولین فائش کے روز ناموں اور چھپوں کی کتاب میں جو ایک بڑی ہرملیہ
بنی بنی تھیں اس نوجوان سولیکین کے بارے میں مندرجہ ذیل حالات میری نظر سے گزرے۔
وٹوین می لائڈس نے اپنی ایک مرتبہ کی ملاقات کا حال بیان کیا جس میں ہندوستانی ملازمین
کے نام پر ہندوستان کے متعلق بہت سی لائڈس نے اپنی ایک مرتبہ کی ملاقات کا حال بیان کیا جس میں ہندوستانی ملازمین

باقی سوانح عمری ہذا وغیرہ تمام کیونکہ اُنکے مکان پر بڑے لطف سے ہم سب لوگ شریک صحبت رہتے تھے۔ اُنکے بہت برسوں کے بعد جب میں ہارنس گارڈنر کا افسر تھا تو اُس زمانہ میں شاہزادہ کریمچین والی و تمارکن جو پہلے شاہزادہ ہونویشین کہلاتے تھے مع اپنی بیٹی (شاہزادی ویلٹر) اور شاہزادہ ہونویشین کے اس ملک میں وارد ہوئے۔ ان سب کو یاد آیا کہ میں مقام بان مین انکا ہم مکتب تھا تو مجھ سے بڑے ذوق کے ساتھ پوچھا کہ جان لارنس کیا ہو۔ جنگی میمان نوازیان ہوا تب تک یاد میں آیا۔ یہ بات آسانی سے قیاس میں آسکتی ہے کہ ان میمان نوازیوں نے اُنکی جیب کو جو اُس زمانہ میں چندان پرستی خالی کر دیا ہوگا اور آغاز سال میں وہ مجبور ہوئے کہ انکے مکان کو واپس لائیں اور زیادہ کفایت شعاری کے ساتھ اپنے دوستوں میں بسر کریں۔

ماہ اپریل آئندہ میں وہ دو ہفتہ کے لیے ریشتر اور ریشترسٹینز کی ملاقات کو گئے جو اس وقت مارنبرگ لائٹنگس میں رہتے تھے اور خوش قسمتی سے اس مقام پر جان لارنس کے بارے میں کچھ شرح حالات بیان کر سکا ہوں۔ یہ حالات مجھ کو ریشترسٹینز کے ذریعہ سے جو ایک لڑکی کی طرح ریشترسٹینز کے ساتھ رہتی تھیں اور جنہوں نے اس دو ہفتہ کے عرصہ میں ایسی دوستی کی زیادہ قائم کر لی تھی جو عمر بھر تک باقی رہی معلوم ہوئے ہیں۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ جان لارنس دہشتہ گزرتے رہے اور عام طور پر جو اثر انہوں نے میرے دل پر پیدا کیا وہ اُنکی عجیب و غریب سستی اور ہر امر میں راست روی کا تھا۔ اس وقت اُنکی زندگی کے دو مقاصد اعظم یہ تھے کہ انکو تندرستی حاصل ہو جائے اور ایسی بی بی ملے جو انکو مدد دے سکے اور میں اور میری بہن بڑی دگلی سے دیکھا کرتی تھی کہ کس مہاجنی طریقہ سے وہ ان دونوں مقاصد کی پیروی کر سکیں۔ وہ ہنوز لاغر اور طویل معلوم ہوتے تھے اور چونکہ اس وقت بھی بڑی شہرت حاصل کر چکے تھے تو میں نے انکو پہلے سخت مزاج تصور کیا مگر جب دیکھا کہ وہ اپنی بہن لیشیا کی گردن میں ہاتھ ڈالے تخت پر بیٹھیں اور تویر اور خیال جاتا رہا وہ بہن کو پیاری لیشیا کہا کرتے تھے۔ بہن کی محبت اُنکے بشر سے عیاں تھی اور اسکا اظہار اس طرح سے ہوتا تھا کہ جو لوگ ہماری طرح ایک معمولی طور کی عورت نہیں سمجھتے تھے حسین نشانہ نہ پائی جاتی ہو انکو بڑی حیرت ہوتی تھی وہ بہن کے ساتھ ہمیشہ اچھلتے کودتے اور منہ جانتے رہتے تھے ریشترسٹینز کا سن اور عادتیں انکا تماشہ تھے مگر آپس میں انکا بڑا ادب کرتے تھے البتہ خوش طبعی کی راہ سے ہنوائی کے بارے میں بہن کو چھوڑتے اور یہ کہتے تھے کہ تمہارا شوہر مجھ سے ایک چالوس ٹمک ہے۔ اُنکی تقریر میں ہمیشہ زندہ دلی اور دلچسپی ہوتی تھی۔ ہندوستانیوں اور گھوڑوں کے بارے میں اپنے عجیب و غریب تجارت ہندوستان کے بیشتر قصے بیان کیا کرتے تھے گھوڑوں کا خاص کر کے انکو بڑا شوق تھا۔ دینا کے عیش و عشرت سے انکو بہت کم رغبت تھی اور جو لوگ ان باتوں کو داخل ضروریات سمجھتے تھے ان پر وہ بہت مضحکہ کرتے تھے جو شخص زریب وزینت اور تکلف و نفاست پر زیادہ دلدادہ رہتے تھے انکو وہ زنانہ کہا کرتے تھے۔ ناشتہ کے وقت اُنکی عادت تھی کہ پاوروٹی کے اوپر کا گول ٹکڑا تراش لیتے تھے اُسکو کھا کر اور ایک پیالی سادی چائے کی پی کر گنگو کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے۔ اگلی رات کو بی بی کی تلاش میں بسکودہ بلائے بے درمان کہا کرتے تھے جن مختلف صحبتوں میں جاتے ان سب مقامات کی سرگذشت

یہ راجستھانی فوج لڑنے کے بعد عموماً جو کام کرنا چاہیے اسکو قرار و اقامی طور پر انجام کریں۔ اس امر کی کوشش میں ملحقہ کے انقلابات نشیب و فراز اور امید و بیم کے اس طریقہ سے مرنے اٹھانے جو انکی نیک خصلتی سادہ دلی اور زہانت کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔

ولایت میں آنے کے دو مہینے کے بعد ہکو دریافت ہوتا ہے کہ گت کے مہینے میں وہ شہر گلا سگو میں تھے۔ یہاں انکو انکے اماور کے دوست ریوین صاحب ملے جنکے ساتھ انھوں نے مغربی بانی لینڈ (یعنی کوہستان) کی سر کی۔ اس سیاحت میں انکو دو چند لطف ہوا کیونکہ سر و انکراٹھ اور انکے رہنے کے مقامات ہمیشہ انکی یادداشت میں تازہ تھے۔ حقیقت میں شہل اپنے اور بہت سے معاصرین کے وہ بھی انکراٹھ کے بڑے شائق تھے اور انکا نام اشتیاق بجا تھا۔ عہد طفلی میں اس جادو لسان کی تحریریں علی الخصوص وہ داستانیں جو تاریخی حالات سے زیادہ متعلق تعین انکی معلمہ رہیں۔ یہ بخیر ان چند کتابوں کے تعین جنگو وہ اپنی محنت ساتھ ہندوستان کے زمانہ میں پڑھنے کی فرصت پاتے یا خواہش کرتے تھے۔ جب انکی بصارت جاتی رہی تھی اور موت کے اکثر آثار نمودار تھے تو انھیں میں سے ایک کتاب موسومہ ”گائی ٹیئرنگ“ انکی لیڈی ریکرڈری (محرمہ) میں گلاسٹر انگو پڑھ کر سناقتی تعین اور معلوم نہیں کتنی مرتبہ انکو پڑھ کر سناقتی گئی ہوگی۔

ماہ ستمبر میں وہ آئر لینڈ کو گئے اور قوال کلچ کی سیر کی اور لنڈن ڈیربی کی فیصلوں کو دیکھا۔ اور اسی سیاحتی کے ملنے میں یہ امر متوجہ پذیر ہوا کہ ایک مرتبہ جب وہ ڈیربیٹھ ساکن کلڈاٹ ہوٹس واقع ڈووننگال کوٹھی کی ملاقات کو جبکا ساکن علاقہ کے پیرش میں پادری ریچرڈ ٹیلمن کے متصل واقع تھا گئے تھے کہ وہاں پہلے پہل انکو سببی کی ملاقات حاصل ہوئی جو آخر کو انکی قسمت میں شریک ہونے والی تھی۔ اُسوقت کا کوئی قول یا فعل ایسا یافت نہیں ہوا جس سے ظاہر ہوتا کہ اسکے ایک سال کے بعد کیا انجام ہوگا۔ لیکن ”تمام خاندان ٹیلمن کو معلوم کہ ایک عجیب غریب شخص انکی صحبت میں اگر شریک ہوا اور اسکی زندہ دلی اور مقصود کا ان لوگوں میں علی الاطلاق رہنے لگا۔ یہ سب لوگ ابتداء سے فوری فرق کی تعلیم پاتے ہوئے تھے جنگو اسے تمام ہندوستانی بریٹنیوں کے لاج دینے والے خیالات سے بہت درشت اور نرم صدمے پہونچائے تھے۔

اسکے بعد موسم خزان میں جان لارنس نے یورپ کی سیر کی اور کچھ دنوں تک مقام بان میں اپنی بیماری چ ڈیرش جارج لارنس کے گھر میں جنگو شہر افغانستان میں تھے متیم رہے۔ کیرل راکر نے جو جان لارنس بان ملاتی ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ ”وہ اپنا مکان برابر کھولے رکھے تھے اور اکثر طلباء اسکے ساتھ بڑی کرتے تھے اور انھیں یہ یہ اشخاص تھے۔ شاہزادہ ہنگوٹھین جونی امحال بادشاہ ڈنمارک تھیں۔ شاہزادہ فرڈرک جو بعد کو اسکے برادر بہتی ہوئے۔ شاہزادہ ہنگوٹھین بزرگ شویرن جو اسوقت پریٹ ڈیٹھ کا زبٹ کھلاتے ہیں

دوسرا انقلاب بھی قریب قریب ایسا ہی عظیم تھا۔ جان کی بڑی بین لڑشیا جیسے ساتھ بچنے ہی سے سب بھائی گال
محبت اور بڑی کر تے تھے اپنے نیلے سے رخصت ہو گئی تھی اور ایک بزرگ سیرت مرد پروری یعنی شہسوارانہ سیرت کے ساتھ
شاید اہلیان خاندان بیشتر واقف بھی تھے شادی کر لی تھی۔ خوش قسمتی سے وہ ہریان اور سادہ دل مان جبکہ بیان میں
اس کتاب کی ابتدا میں کیا ہے۔ ایک زندہ تھی اور مقابلہ سابق کس قدر آسان سے رہتی تھی گو اسکے شوہر نے کوئی جائز
نہیں چھوڑی تھی جیسے وہ بسر کرتی۔ چونکہ اسکا شوہر شہسوارانہ سیرت کے لوگوں کے کشادہ دل تھا اور جو کچھ اسکے پاس تھا سنبھلے
دوستوں کو دے دلا دیا اور اپنے پاس ایک جہ نہیں رکھا اس بہت سے شوہر توفی بی بی کے لیے سوائے اپنے
نام اپنی ہمت اور اپنے بیٹوں کے کچھ نہیں چھوڑ گیا تھا۔ ایسے اسکی اوقات بسر ی اس سرمایہ کی آمدنی سے ہوتی تھی
جو برسوں سے اسکے چار بہادر بیٹوں کے حصہ رسدی چندہ سے بتدریج ہندوستان میں جمع ہوتا چلا آتا تھا ان چاروں نے
سے کیسے پاس بھی سوائے اسکے جسکی کمال ضرورت تھی اور کوئی دنیا کا سامان نہیں تھا اس رقم کو وہ "لارڈ لائرنس" اور
خاندان لارڈ لائرنس کہتے تھے اور سب کے پہلے ہنری نے اسکی ابتدا کی تھی۔ وہ ہنری ہی تھا جسے شہسوارانہ سیرت
جان لارڈ لائرنس کو "پکڑو حکمران" (یہ الفاظ انجمن کی ایک بچی کی عبارت سے محول کیے جاتے ہیں) پہلے اسکے لیے
آواہ کیا تھا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں جیسا کہ کشادہ دلی سے اس بچی میں اعتراف کیا گیا ہے اس تجویز کے قبول
کر لینے کے بعد جان نے اپنی گرمجوشی سے جوانوں نے اس بار سے میں ظاہر کی "اپنے تمام بھائیوں کو غیرت لاکر
اپنا آمادہ کر لیا۔" اسکے بعد پھر جان ہی نے اس سرمایہ کا اہتمام کیا۔ خود حصہ کثیر دیتے رہے اور یکے بعد دیگرے
نوٹ خریدنے کی تاکید میں کین اور اسکے علاوہ عام طور سے خاندان کے دیوان کی طرح کام کیا۔

ہنری جی جو اپنے باپ کی طرح شدت سے فیاض تھے اور انجام کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے اسکے معاملات کا اہتمام
اگر جان لارڈ لائرنس اپنے ہاتھ میں نہ لے لیتے تو وہ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک جہ بھی بچا نہیں سکتے چنانچہ انھوں
نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ برخلاف اسکے جان روپیہ کی کچھ قدر کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ تھے خست تو انجمن نام کو
نہیں تھی چنانچہ اسکے صد ہا قصوں سے دو ایک مرتبہ کے واقعات جو اسکے چکر بیان کیے جائینگے ان سے یہ امر بخوبی ظاہر
ہو جائیگا۔ وہ فیاض تو تھے مگر انکی فیاضی عاقبت اندیشی کے ساتھ ملتی ہوتی تھی اور رشتہ داروں کے حقوق اور وہ
مقدمہ جانتے تھے۔ وہ روپیہ کو کبھی فضول خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ اسکے بالکس و برسوں کے لیے پس انداز کرنے اور
محفوظ رکھنے میں بڑی تکلیف اٹھاتے تھے۔ انھوں نے یہ اہتمام یعنی بہت سے ایسے لوگوں کی آمدنی کا انتظام جن سے
انکو کوئی تعلق نہیں تھا اور جو آپ اپنا اہتمام دراصل یا بظاہر نہیں کر سکتے تھے صرف اپنی خالص محبت کے سبب سے
اپنے ذمہ لیا تھا اور اسکی تکلیف گوارا کی تھی۔

تیسرا انقلاب جو بھام کویشن اسکے اہلیان خاندان میں ہوا وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ضعیف العمر
دایہ سدا مارگرٹ جس نے تمام ارکان خاندان کو سن طفولیت سے عموماً غم پرورش کیا تھا اور جبکہ و اس گھر کے
لوگوں میں جو کس قدر تند و درشت تھے ایک گوشہ امن دامان کا تھا اور جو اپنی مناسب خدمت کے انجام کرنے کے بعد

بھائی کے عروج کی کوئی علامت پائی جاتی ہے اور اس سبب سے انھوں نے ایک بھائی کی چٹھیاں محفوظ رکھیں اور دوسرے کی برباد کر ڈالیں۔ اگر اس بیان میں کچھ صداقت ہو تو کچھ غیب نہیں سہے کیونکہ جان کی ترقی بمقابلہ تہذیب کے بیشک دیر میں بطور پذیر ہوئی اور بڑے بھائی کی بعض صفتیں جن کو لوگ نہایت ہی فرستہ تھے پھوٹے بھائی میں نہ تھیں جو بہر حال اگر ہوں تو بالکل غنی تھیں۔ لیکن قطع نظر اس امر کے دونوں بھائیوں کی عادت اور طبیعت کا اختلاف انکی طرز تحریر کے تفاوت کا زیادہ سبب نہ تھا۔ کیونکہ تہذیب کے دماغ میں نیم ترقی یافتہ خیالات اور دل میں گرمجوشی اور شدت کی خواہشیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے انکو ایک طور کی عادت پڑ گئی تھی کہ تحریر میں انکا بھاری کمال نکال کر تسکین حاصل کرتے تھے۔ جان کو ایسی باتوں کی حاجت یا آنکہ اس درجہ تک نہیں تھی۔ وہ بغیر کسی اشد ضرورت اور خاص مقصد کے کبھی کچھ نہیں لکھتے تھے اور جب اس قسم کا کوئی موقع ہوتا تھا تو پھر وہ اپنے زمانہ کے بڑے زبردست اور قلم برداشتہ منشی تھے اور ہم ایک مرتبہ پھر اس بات کو یاد دلاتے ہیں کہ جو چٹھیاں وہ عمر بھر اپنی پیاری بہن کو لکھتے رہے تھے اور حسین انھوں نے بیشک اپنے خیال اور طبیعت کا پورا پورا چربہ چیلنچا تھا انکو بہن کے مرنے کے بعد انھوں نے ضائع کر ڈالا جیسا کہ پیشتر میں بیان کر چکا ہوں۔

المختصر جان لارنس اپنے مکان واقع کلٹن میں پہونچے مگر یہ گھر وہ نہیں تھا جسکو وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ میں جان کر تا ہوں کہ کوئی شخص خاص کر کے جسکا کتبہ بہت بھاری ہو دس برس باہر رہنے کے بعد اسطور پر گھر کو واپس نہ آیا ہوگا کہ اسکو جسقدر زندہ لوگوں کے پانے کی خوشی ہوئی کم سے کم اسقدر مردوں پر افسوس کرنا پڑا۔ جو لوگ اسے بہت رکھتے اور جنکو وہ چاہتے تھے انکی یہ کیفیت تھی کہ بوڑھوں میں تو بہت مر چکے تھے اور جوانوں میں سب کی شادیان ہو گئی تھیں۔ اور انہیں جو لوگ باقی بھی رہ گئے تھے وہ انکے نزدیک مثل مردوں کے تھے۔ ستر برس کی مقررہ زندگی میں دس برس کا زمانہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی ملازمت کے بعد جو لوگ وطن میں واپس آتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اور اس سے انکی دلچسپیوں مشغول اور بہتر دیون میں ان لوگوں کے درمیان بھی جو بالطبع محبتی اور رحم دل ہوتے ہیں اسقدر رخنہ پڑ جاتا ہے کہ زندگی کے چشمے جو ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور جو چین کے دو بڑے دریاؤں کی طرح آخر میں پھر باہر گرنے والے ہیں وہ درمیانی انقلاب میں انھیں دو دریاؤں کی طرح مختلف دمناروں میں ادھر ادھر بیجاتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

کلٹن والے مکان سے جان لارنس کے جانے کے بعد دو بڑے انقلاب واقع ہوئے تھے وہ بزرگ سیرت باپ جسے اپنے بیٹے سے اسکی کم سنی کی حالت میں ہوا خوری کے وقت بارہا ساتھ لیا کر اپنی مہمون اور جانبازیوں کے صد ہا قصے بیان کیے تھے اور جو اگر زندہ رہتا تو اب اس ضعف پیری میں کرسی پر بیٹھا اور انکو انکو کر اسی بیٹے کے منہ سے کم سے کم اسقدر نادر اور حیرت انگیز قصے اس کے مہات کے ساتھ ۷۳ برس کی عمر کو پہونچ کر اپنی کٹھن زندگی کا ٹٹنے کے بعد ماہ مئی ۱۸۳۵ء میں بوسے گل کی طرح دنیا سے چل با تھا۔ اسکا بڑا بیٹا انکو زندہ نہ رہا جو اسکا بڑا گھر پیارا مشہور تھا مگر اس سے ایسے وقت واپس آچکا تھا کہ باپ کی آنکھیں خوش کرنے کے بعد انکو سپرد خاک کر دیا

بعض بعض بھی بڑے متعجب کر لیتے تھے۔ ان فرائض آدمی رات تک یہی کیفیت رہتی تھی تاکہ جو اٹھتی چلتی اور نیند لگنے اور ولایتی خاصا صاحب چاہی لینے لگتے تھے اور کالے لوگ اپنے مہربان اگر میرے خوش خوش رخصت ہو جاتے تھے۔

باب پنجم

رخصت فرؤ اور شادی شہداء ولایت ۱۱۴۳ھ

راقم سوانح عمری جان لارنس کو اپنی کتاب بھر میں تو اس سخت مشکل کا مقابلہ کرنا پڑا ہی تھا کہ اس زمانہ کے تمام روزنامہ نویس اور قریب قریب کل خانگی مراسلات کا کہیں پہنچ نہیں لگتا اگر کیسے مقام پر وہ وقت اور بھی زیادہ ہو گئی کہ مثلاً اس وقت جب انھوں نے تین برس کی رخصت فرؤ کو حاصل کی تو انکی سرکاری ملازمت کا زمانہ اہل و عیال میں اگر رہنے کے زمانہ سے غلط غلط ہو گیا۔ امید تو یہ کی جاسکتی تھی کہ کلینٹن مین الہایان خاندان کے ساتھ جان لارنس کے رہنے کا مفصل حال لکھنے میں اقل درجہ اس زمانہ کے حالات سے زیادہ آسانی ہوگی جب وہ ہزاروں سالوں صدی کے صحابی باشندگان پانی پت اور سارخان گورگانوں کے درباران ایک اکیلے گورے چڑے والے آدمی کے طور پر رہتے تھے۔ لیکن پرستی سے قضیہ اسکے بالکس ہے۔ یاد رہا دھر کی جن متفرق خبروں کے جمع کرنے اور نیک و بد کے فیصلہ کرنے میں میرے مہینے کے ہفتے صرف ہو گئے اس کتاب کے پڑھنے والے انکو چند نرٹ مین دیکھ ڈالینگے چنانچہ اسطور پر کہ یہ قدر میں اس قابل ہوا کہ جان لارنس کے خاندان اور جو تیر جان لارنس نے اہل خاندان اور اہل خاندان نے جان لارنس مین دس برس بعد دیکھا تھا اس تیر اور جس طریقہ سے وہ اپنے فیرمولی فرصت کے وقت کو کام میں لاتے تھے انکا حال بیان کروں۔ اور ان مواد تحریر کا فقدان جن پر عموماً مورخ کا زیادہ تر دار مدار ہے اس بات کے خیال کرنے پر اور بھی نا معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ راقم مورخ ستر نرٹ مین لارنس کے لیے تاریخ لکھنے کا سامان بکثرت تیار تھا۔ ستر نرٹ مین لارنس جنھوں نے انکی سوانح عمری لکھی ہے اول تو ان سے اور ستر نرٹ مین لارنس سے بڑا ربط و ضبط اور عمر بھر کی دوستی تھی جن جن حالات کو انھوں نے لکھا ہے انہیں سے اکثر ان کے مقام و موقع پر وہ موجود تھے۔ پھر وہ پیشہ خانگی چھپان جو ستر نرٹ مین لارنس نے اپنے مختلف الہایان خاندان کو اور مختلف الہایان خاندان نے انکو لکھی تھیں اور وہ روزنامے جو خود ستر نرٹ مین لارنس کو انکی والدہ اور انکی امیہ نے لکھے تھے اور بالآخر وہ چھپان جو ان لائق بی بی نے اپنے شوہر اور شوہر کے دوستوں کے نام دینا کے مختلف حصوں میں روانہ کی تھیں اور جن میں ان تمام مختلف کارروائیوں کے مفصل حالات مین موقع پر کے لکھے ہوئے ہیں ان کی کوئی شرکت پائی جاتی ہے سب تحریریں مورخ موصوف کے پاس جمع تھیں۔ مین ان تمام فوائد سے ایک بڑے درجہ تک محروم ہوں اور میں زیادہ سے زیادہ بس اسقدر کہ سکتا ہوں کہ جو قدر سے قلیل سامان مجھکو میرا ہے انکو اچھی طرح سے کام میں لاؤں۔

ساتر نرٹ مین لارنس کی سوانح عمری کے لیے ضروری سامان کی کثرت اور جان لارنس کے لیے انکی قلت کا ایک سبب (خود رنج یا اور کسی سبب) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بڑے بھائی کے احباب اور اقارب نے ابتدا ہی سے یہ خیال کیا تھا کہ وہ ایک بڑا آدمی ہوگا اور اس بات کے دریافت کرنے میں وہ قاصر رہے کہ آئندہ زمانہ میں جو وہ

بھائی کے عروج کی کوئی علامت پائی جاتی ہے اور اس سبب سے انھوں نے ایک بھائی کی چٹھیاں محفوظ رکھیں اور دوسرے کی برباد کر ڈالیں۔ اگر اس بیان میں کچھ صداقت ہو تو کچھ عجیب نہیں ہے کیونکہ جان کی ترقی بمقابلہ ہنر کی کے بیشک دیر میں ظہور پذیر ہوتی اور بڑے بھائی کی بعض صفیتیں جن لوگ نہایت ہی فرشتہ تھے چھوٹے بھائی میں نہ تھیں جو بہر حال اگر ہوں تو بالکل مخفی تھیں۔ لیکن قطع نظر اس امر کے دونوں بھائیوں کی عادت اور طبیعت کا اختلاف انکی طرز تحریر کے تفاوت کا زیادہ سبب بنتا۔ کیونکہ ہنر کی کے دماغ میں نیم ترقی یافتہ خیالات اور دل میں گرمجوشی اور شدت کی خواہشیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے انکو ایک طور کی عادت پڑ گئی تھی کہ تحریر میں انکا بنجار نکال نکال کر تسکین حاصل کرتے تھے جان کو ایسی باتوں کی حاجت یا آنکہ اس درجہ تک نہیں تھی۔ وہ بغیر کسی اشد ضرورت اور خاص مقصد کے کبھی کچھ نہیں لکھتے تھے اور جب اس قسم کا کوئی موقع ہوتا تھا تو پھر وہ اپنے زمانہ کے بڑے زبردست اور قلم برداشتہ فحشی تھے اور ہم ایک مرتبہ پھر اس بات کو یاد دلاتے ہیں کہ جو چٹھیاں وہ عمر بھر اپنی پیاری بہن کو لکھتے رہے تھے اور حسین انھوں نے بیشک اپنے خیال اور طبیعت کا پورا پورا چرچہ بھینچا تھا انکو بہن کے مرنے کے بعد انھوں نے ضائع کر ڈالا جیسا کہ پیشتر میں بیان کر چکا ہوں۔

المختصر جان لارڈ لائسنس اپنے مکان واقع کلپٹن میں پونچھے مگر یہ گھر وہ نہیں تھا جسکو وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص خاص کر کے جسکا کتبہ بہت بھاری ہو دس برس نہ رہنے کے بعد اسطور پر گھر کو واپس نہ آیا ہو گا کہ اسکو جسقدر زندہ لوگوں کے پانے کی خوشی ہوئی کم سے کم اسقدر مردوں پر افسوسس کرنا پڑا۔ جو لوگ لائسنس محبت رکھتے اور جنکو وہ چاہتے تھے انکی یہ کیفیت تھی کہ بوڑھوں میں تو بہت مرچکے تھے اور جوانوں میں سب کی شادیاں ہو گئی تھیں۔ اور انہیں جو لوگ باقی بھی رہ گئے تھے وہ انکے نزدیک مثل مردوں کے تھے۔ ستر برس کی مقررہ زندگی میں دس برس کا زمانہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی ملازمت کے بعد جو لوگ وطن میں واپس آتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اور اس سے انکی دلچسپیوں مشغلوں اور ہمدردیوں میں ان لوگوں کے درمیان بھی جو بالطبع محبتی اور رحم دل ہوتے ہیں اسقدر رخنہ پڑ جاتا ہے کہ زندگی کے چشمے جو ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور جو چین کے دو بڑے دریاؤں کی طرح آخر میں پھر باہد گر ملنے والے ہیں وہ درمیانی انقلاب میں انھیں دو دریاؤں کی طرح مختلف دھاروں میں ادھر ادھر پیچاٹے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

کلپٹن والے مکان سے جان لارڈ لائسنس کے جانے کے بعد دو بڑے انقلاب واقع ہوئے تھے وہ بزرگ سیرت باپ جس نے اپنے بیٹے سے اسکی کم سنی کی حالت میں ہوا خوری کے وقت بارہا ساق تھو لیا کر اپنی منہوں اور جاننازیوں کے صد ہا قصے بیان کیے تھے اور جو اگر زندہ رہتا تو اب اس ضعف پیری میں کرسی پر بیٹھ کر اور لوگوں کو انکو لکھ کر اسی بیٹے کے منہ سے کم سے کم اسقدر نادر اور حیرت انگیز قصے اسکے مہات کے سنتا ۳۷ برس کی عمر کو پونچھ کر اپنی کھن زندگی کا ٹٹنے کے بعد ماہ مئی ۱۸۳۵ء میں بوے گل کی طرح دنیا سے چل با تھا۔ اسکا بڑا بیٹا انکو غیور جو اسکا بڑا گارھا پیارا مشہور تھا اور اس سے ایسے وقت واپس آچکا تھا کہ باپ کی آنکھیں خوش کرنے کے بعد انکو سپرد خال کر سکا

بعض عین ہی باتیں منتخب کر لیتے تھے۔ الفرض آدمی سات تک یہی کیفیت رہتی تھی تاکہ جو اٹھنڈی پٹنے اور نیند لے اور ولایتی خانہ صاحب تھی لینے لگتے تھے اور کالے لوگ اپنے مہربان اگر نرسے خوش خوش رخصت ہو جاتے تھے۔

باب پنجم

رخصت فرؤ اور شادی سلسلہ ولایت مستطاب

راقم سوانح عمری جان لارنس کو اپنی کتاب بھر میں تو اس سخت مشکل کا مقابلہ کرنا پڑا ہی تھا کہ اس زمانہ کے تمام روز ناچون اور قریب قریب کل خانگی مراسلات کا کہیں پتہ نہیں لگا کر ایسے مقام پر وہ وقت اور بھی زیادہ ہو گئی کہ مثلاً اسوقت جب انھوں نے تین برس کی رخصت فرؤ کو حاصل کی تو انکی سرکاری ملازمت کا زمانہ اہل و عیال میں اگر رہنے کے زمانہ سے خلط غلط ہو گیا۔ امید تو یہ کی جاسکتی تھی کہ کلینٹن مین امالیان خاندان کے ساتھ جان لارنس کے رہنے کا مفصل حال کتنے مین اقل درجہ اس زمانہ کے حالات سے زیادہ آسانی ہوگی جب وہ ہزاروں سافولی صحت کے صحرائی باشندگان بانی پت اور سارتان گورگانوں کے درمیان ایک اکیلے گورے چمڑے والے آدمی کے طور پر رہتے تھے۔ لیکن پستی سے قضیہ اسکے بالکلکس ہے۔ یادہر اوھر کی جن متفرق خبروں کے جمع کرنے اور نیک و بد کے نمیز کرنے میں سیر ہینے کے ہفتے صرف ہو گئے اس کتاب کے پڑھنے والے انکو چند رشتہ میں دیکھ ڈالینگے پتہ اسطور پر کہ تدریس میں اس قابل ہوا کہ جان لارنس کے خاندان اور جو تیر جان لارنس نے اہل خاندان اور ماہل خاندان نے جان لارنس مین دس برس بعد دیکھا تھا اس تیر اور جس طریقہ سے وہ اپنے غیر معمولی فرصت کے وقت کو کام میں لاتے تھے انکا حال بیان کروں۔ اور ان سواد تحریک کا فقدان جن پر عموماً مورخ کا زیادہ تر دار مار ہے اس بات کے خیال کرنے پر اور بھی نا در معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ راقم مورخ سترہتری لارنس کے لیے تاریخ کھنے کا سامان بکثرت تیار تھا۔ سترہتری لارنس جنوں نے انکی سوانح عمری لکھی ہے اول تو ان سے اور سترہتری لارنس سے بڑا ربط و ضبط اور عمر بھر کی دوستی تھی جن جن حالات کو انھوں نے لکھا ہے انہیں سے اکثر ان کے مقام و وقوع پر وہ موجود تھے۔ پھر دیشمار خانگی چھپان جو سترہتری لارنس نے اپنے مختلف امالیان خاندان کو اور مختلف امالیان خاندان نے انکو لکھی تھیں اور وہ درنا چھے جو خود سترہتری لارنس کو انکی والدہ اور انکی امیہ نے لکھے تھے اور بالآخر وہ چھپان جو لارنس بی بی نے اپنے شوہر اور شوہر کے دوستوں کے نام و نیا کے مختلف حصوں میں روانہ کی تھیں اور جن میں ان تمام مختلف کار و رانیوں کے مفصل حالات عین موقع پر کے لکھے ہوئے ہیں ان کی کوئی شرکت پائی جاتی تھی یہ سب تحریریں مورخ موصوف کے پاس جمع تھیں۔ مین ان تمام فوائد سے ایک برٹے درجہ تک محروم ہوں اور میں یہاں سے زیادہ بس اسقدر کر سکتا ہوں کہ جو قدر سے فیمل سامان مجھکو میسر آیا ہے انکو اسی طرح سے کام میں لاؤں۔

سترہتری لارنس کی سوانح عمری کے لیے ضروری سامان کی کثرت اور جان لارنس کے لیے انکی قلت کا ایک سبب (خود رنیک یا اور کسی سبب) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ برٹے بھائی کے احباب اور اقارب نے ابتدا ہی سے یہ خیال کیا تھا کہ وہ ایک بڑا آدمی ہوگا اور اس بات کے دریافت کرنے میں وہ قاصر رہے کہ آئندہ زمانہ میں چھوٹے

کہ مندرجہ ذیل حالات محول کیے جاتین۔ یہ حالات رسالہ یشرار آور شدہ عین مندرج ہیں۔ اور ایسے شخص کے لکھے ہوئے ہیں جو بعد کو برسوں تک پنجاب میں اُنکے ماتحت کام کرتا رہا اُنکے جسے عزیز و معتمد و دوستوں میں تھا اور جسکو انہوں نے اپنے نامی گرامی بھائی سرنہری لارنس کی تاریخ لکھنے کیواسے منتخب کیا تھا۔ یہ شخص سرسہر بٹ اور وڈس ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ جان لارنس کو بہت جلد صدر مقام دہلی کو چھوڑ کر ضلع کے اور مقامات میں جانا پڑا۔ اور جان لارنس کو جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل ہوئی وہ اسی مقام سے حاصل ہوئی جہاں انکی اعانت اطاعت خدمت کی میانی اور بلکہ ہمدردی کے لیے بھی سب سے ہی دیسی لوگ تھے اگرچہ ایک نہیں تھا۔ وہ سخت محنت کرتے تھے اور اپنے غلام سے بھی اس طرح کام لیتے تھے۔ رشوت ستانی کے انداد کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے کیونکہ اپنی کچہری کے مالک و مختار حاکم تھے۔ اس کے بعد فروعات کے سیکنے کا زمانہ آیا اور یہ زمانہ وہ ہے جو ایک مرتبہ ہر کار آموز کو پڑتا ہے مگر سوائے ایک مرتبہ کے دوبارہ نہیں پڑتا اور اس زمانہ میں انہوں نے بہت دل لگ کر کام کیا۔ سرکاری مال عدالت معاشرت تجارت ان تمام باتوں سے بچہ واقفیت پیدا کی بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جن قوموں پر حکومت کرتا اُنکے مندرجہ تمام ان سب سے آگاہی حاصل کی۔ ادھر کو ختم ہوا اور ادھر کو رے پر سوار ہو کر باندھ بوق لیکر نکل جاتے تھے کیونکہ جسم کی مضبوطی اور جفاکشی کی وجہ سے جنگ کی سیر انکو بہت پسند تھی۔ لیکن وہ ہمیشہ کام پر نظر کرتے رکھتے تھے کبھی میں بھی جب جاتے تھے تو قزاقوں کے سامن تلاش کرتے تھے یا راستہ میں کسی بزم کی تحقیقات کرتے تھے یا غافل لوگوں کے سر پر چاکٹ پاد چھتے تھے اور اس طرح سے جب غروب آفتاب کے وقت گھر پر پٹ کر آتے تھے تو اس سادہ خدا کے فنانے کے لیے خوب ہی اشتہار چلاتے تھے جو ایسے شخص کی محمول ہے جسکو دنیا کے اور لوگوں کی مدد کرنا ہوتی ہے۔ اس کے بعد آرام کر کسی بچے کو کر چاندنی میں جہاں زیادہ ہوا ہوتی ہمارے جان لارنس بیٹھے تھے کیونکہ رات کو گرمی بہت ہوتی ہے۔ گوٹ یا دانگٹ کچھ نہیں ہوتا تھا کمینوں تک کی فتویٰ تھی۔ گاہکین دوسری کسی پر پھیلی رہتی تھیں پہلو میں ایک طرف چائے کا پیالہ اور تختہ میں چرت دبا ہوتا تھا اور اسکو بڑی شان سے بیچ کر پکارتے معلوم ہوتا تھا کہ میدان بھر کی ہوا یہی کھا جائیگے۔ اب ایک ایک کر کے ضلع کے سفید ریش لوگوں کا ناما شروع ہوتا تھا۔ پوشاک لباس کی کوئی قید نہ تھی ادھر آفتاب غروب ہوا ادھر بے پائے لوگ آتے گئے لیکن انکی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی اور مشرقی وضع سے بالیمان ہر کر اور حلقہ باندھ کر اپنے ولایتی خانصاحب (یعنی جان لارنس) کے گرد آکر بیٹھ جاتے تھے اور بیٹھے کیوقت ہر شخص سلام کرتا تھا۔ ہندوستان کی چاندنی رات میں گورے اور کھلے آدمیوں کا یہ غلط فطریع عجیب لطیف دیتا تھا۔ ضلع اور رعایا کا ذکر ہوتا تھا مغلانہ کی فتمندی کے پارینہ قہقہے بیان کیے جاتے تھے کہ انہوں نے اپنے پڑائے غالی شان والکون پر دہلی کے ضلع کو کیونکر تقسیم کر دیا تھا جنہوں نے لال لال انہوں کی مینارین کنوؤں کی تعمیر کرائیں جو اب تک موجود ہیں اگرچہ خوش قسمتی سے امن و امان ہونے کے بعد پرائی ہو گئیں۔ چچین سے لیکر سوقت تک کیا کیا انقلاب ہوئے تو ازمین اور برہمے گاگا کر مل بنائے گئے مشہور و معروف تیز و بھروسہ کی نسل جاتی رہی گا و میسون کی ترقی ہوئی سال ایک ایک کر کے وہ سب مشہور و معروف و دیکت گر خوار ہوئے جبکہ خود جان لارنس نے آخری وقت تک تعاقب کیا۔ سخت قضا پڑا کون کون کا نوں نیست و نابود ہو گئے کون باقی رہے چنانچہ جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں وہ سب جلتے ہیں۔ کیونکہ چون بڑھا اور اسکی وجہ سے مقامات کی کثرت ہوئی ان سب باتوں کا ذکر ہو کر رہا تھا۔ کس جان لارنس کے اجلاس میں جو طول طویل مقدمہ پیش ہونے والا ہوتا تھا اسکے بارے میں آج ذکر ہوتا تھا اور جان لارنس اسکی بابت

علاقہ سرحدی
میں جو کچھ
میں نے لکھا ہے
وہ سب سچ ہے

میں نے لکھا ہے
وہ سب سچ ہے

نوجوئی زندہ رہے جس سے جبرجہ اولیٰ انگلی تصدیق ہو جاتی۔

جب انگو بیاری سے استدرافا قہ ہو گیا کہ نقل و حرکت کی بصورت اٹھا سکتے تو آخری مرتبہ کے لیے ویرانہ قدیم اناوہ کی مانوس و مربوط گلیوں کی طرف سے گاڑی کی سواری پر گھاٹ تک لائے اور ایک کشتی پر سوار کرانگے اور اپنے دوست مہجر زائن کے ساتھ جوانگی ملائیت کی حالت میں اُن کے تیار دار رہے تھے دریائے جہنا کے شفاف اور سرودھارے پرانے آباد کی طرف کوچ کیا۔ یہاں اگرچہ وہ اپنے دوست کیونین صاحب سے ملے جو چند روز قبل ایک ناؤ پر سوار ہو کر یہاں پہنچ گئے تھے اور پندرہ دن کے عرصہ میں اُس سفر کو ختم کیا تھا۔ ۱۹۔ نومبر کو سب ملکر براہ وریائے انگلیاں کلکتہ کو روانہ ہوئے۔ تبدیل آب و ہوا اور فرصت آرام کی وجہ سے پھر تندرستی اور طاقت عود کر آئی اور بقول کیونین صاحب ”دو تون بیکون مرسنے کے بعد اب ایک شتر مرغ کی اشتہا پیدا ہو گئی“۔ غازی پور میں رابرٹ ٹکڑے سے جو بعد کو ایام قدیم اپنے مکان پر مارے گئے تھے ملاقات ہوتی۔ یہ لوگ ایک روز اُن کے سامان رہے دوسرے روز دینا پورا و تیر رہے دن مونگیر میں قیام ہوا۔ مونگیر کے سبزی دار کی خوب سیر ہوئی جو بیشتر قلعہ کا اندرونی حصہ تھا اور جہاں سے سنسن گولیاں نکلتی تھیں ایک رات چند گنڈے میں بھی بسر ہوئی اور ۲۲۔ دسمبر کو سب کے سب کلکتہ میں داخل اور اپنیشن ہونٹل میں فروکش ہوئے۔ یہاں جہاں لائرینش پھر نہایت طویل ہو گئے اور بعد صحت ڈاکٹر نے صلاح دی کہ آپ تین برس کی رخصت فرما لیں دلائیٹ جاسیے۔ ناقوانی کی وجہ سے تین مہینے تک کلکتہ میں رہے اور تین مہینے اور دریائے سوہین گزرے۔ اس سفر کے گزرنے کے بعد ماہ جون سنہ ۱۹۰۷ء میں داخل انڈیاستان ہوئے۔

الفرض اس مقام پر جہاں لائرینش کی کارگزاری ہندوستان کی ابتدائی نوبت یعنی تربیت اور کار آموزی کا زمانہ ختم ہوا۔ انھوں نے اپنے تمام مابج جو جوان بڑھپن کی تعلیم کے ہیں سبیل ترتیب نہیں بلکہ جیسا اکثر علماء و اولیاء میں ملتا ہوا اسطور سے ملے کیے کہ کبھی کبھی یکساں کبھی کبھی حاصل کیا اور یہ سب کام ایسے مختلط طور پر کیے کہ نہایت ہی قلیل عرصہ میں انکو انتہا مرتبہ کا تجربہ اور طرح طرح کے کاموں میں واقفیت حاصل ہو گئی۔ وہ اپنی پائی پت گورگہاؤن اناوہ جس جس مقام پر وہ گئے خوش نصیب رہے اور اب تک جن اعلیٰ افسروں یا ساتھیوں سے سابقہ رہا انگلی طرف سے بھی خوش نصیب رہے۔ لیکن بس اسی حد تک انگلی خوش نصیبی محدود رہی۔ ایک سو ۱۱ اور جو کچھ ہوا وہ انگلی نہایت قدیمی بہامیری خود اقبازی جانفشانی اور سب سے زیادہ دو بیویوں سے ہمہ دی کرنے کی بدولت ہوا۔ اگر بقول ایک شخص کے جسے ننگے بارے میں کہا تھا کہ ”وہ اپنے ساتھیوں سے آدھے سر کے برابر اونچا ہے“۔ اس دس برس کے زمانے میں انھوں نے عروج حاصل کیا جو تاؤ اسکا باٹ انگلی عالی خانہ دانی یاسی یا سفارش یا کسی طرح کی خوش نصیبی نہ توئی بلکہ انگلی ذاتی نیات میں ہوتی۔ شائد ان ابواب کے آخر میں جو میں نے ننگے ابتدائی اور زیادہ اولوالعزمی کے حالات میں لکھے ہیں اور جو غالباً بعض باتوں کے اعتبار سے انگلی سرگزشت کے عہد تریایم سے تعلق رکھتے ہیں ان سے منسوب ہوگا

اور اس لیے اسے رخصت ہو کر چلا گیا۔ ڈاکٹر کا جانا تھا کہ وہ یکبارگی اپنے ایک بڑے ضروری کام کے لیے اٹھ بیٹھے۔ انھوں نے کہا کہ میرے دلپسند مقولہ کے امتحان کا بس یہی وقت ہے۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے کو مرنے نہ دوں گا اور بڑ گنڈی شراب کا ایک کبس جو اُن کے پلنگ کے نیچے رکھا تھا اس میں سے ایک بوتل لانے کے لیے اپنے خد متکار سے کہا۔ وہ اس بوتل کو چڑھا گئے۔ اور دوسرے روز جب ڈاکٹر دستور کے مطابق آیا اور دل میں یہ امید رکھتا تھا کہ مریض کا کام تمام ہو گیا ہو گا تو اس نے دیکھا کہ جان لارنس کپڑے پہنے ہوئے نیز لگائے بیٹھے ہیں ہوش و حواس بخوبی درست ہیں اور درحقیقت اپنے کاغذات بند و بست کا ملاحظہ کر رہے ہیں۔

کتھا بون میں لکھا ہے کہ شاہنشاہانِ روم میں ایک نہایت نیک مخضر بادشاہ نے جو عمر بھر اپنے فرائض منصبی کے انجام کرنے میں باعی رہا تھا جب دیکھا کہ اس کی موت قریب آگئی ہے تو اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ مجھ کو سیدھا کرا کر دو کیونکہ شاہ کے لیے لازم ہے کہ وہ کھڑے کھڑے مر جائے۔ اور دراصل اسی طرح وہ مر گیا بیشک یہ ایک شاہانہ ارادہ تھا جان لارنس کا نتیجہ کچھ اور ہوا لیکن ہمت اولوالعزمی تیر تھی اور محبتوں کا وہ زور جو جسمانی قوتوں کے فوت ہوتے ہوئے زائل نہیں ہوتا۔ (بلکہ اس شکل کے وقت میں اور بھی تیز ہو جاتا ہے اور یقیناً بعد مرگ بھی باقی ہوتا ہے) دونوں میں یکساں باقی رہا تھا۔ شاہنشاہِ رومی اپنا کام کر چکا تھا اور اب اس کے لیے صرف یہی ایک بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک شاہنشاہ اور جو افسردگی طرح مر جائے۔ اور لارنس نے خود اُنکو خیال ہو خواہ نہو اور یہ ممکن نہیں کہ اُنکو خیال نہو) اپنے کارِ عظیم کی اب تیاری ختم کی تھی شاعر کہتا ہے کہ۔

”اگر انسان چاہے تو مرتے مرتے ایک نہ ایک ناموری کا کام کر سکتا ہے۔
اسکو دیوتاؤں سے جھگڑنا نہ کہینگے جو اس کے لیے نازیبا ہو۔“

اگرچہ عالم شیب میں قوت بہت گھٹ جاتی ہے مگر اس پر بھی کام کرنے کے لیے بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے اسوقت وہ قوت تو آنے سے رہی جب انسان زمین آسمان کے قلابے ایک میں ملاتا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس عالم میں جو قوت ہے وہی رہی لیکن پھر بھی یہ بہت ہے۔

اسوقت میں بھی ہمارا ہمارا دل وہی رہتا ہے گو کہ ہنسی اور دوسرے مقدرات کی وجہ سے بہت ضعیف ہو جاتا ہے۔ پس ہلکو چاہیے کہ ہمت باندھ کر جدوجہد اور کد و کاوش کریں یہ نہیں کہ مردہ بن کر بیٹھ رہیں۔“

جان لارنس کے دل میں اسوقت یہ خیالات تھے اور وہ حقیقت میں واجبی تھے۔ اگر یہ یا اس قسم کے دوسرے خیالات اُن کے دل میں آتے تو انھوں نے کر کے بھی اُنکو دکھلادیا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو جو ہمت جان بازی اور خاصہ طبیعت اُن خیالات سے ظاہر ہوتا ہے وہ سب اُن میں موجود تھے اور بہر کیف وہ اتنی ہمت

جسب سرحد کی تعین ہو گئی تو سب معاملات درستی پر آ گئے۔ جا بجا کوٹاؤ دفن کر دیا گیا اور جن جن خاص مقامات پر سرحدی خندقوں کا تھا وہاں وہاں مضبوط ستون لگا دیے گئے۔ سرحد کا نقشہ گو اندازی طور کا تھا مگر جلد تیار کر کے باضابطہ نقل و قریہ ہوا۔ کسی نے یہاں کچھ قرض نہیں کیا۔ وہ سارا جھگڑا تمام ہو گیا جس میں فریقین نے بڑے بڑے زور مارے تھے۔ ہمارے فریق کے خلاف جو فیصلہ صادر ہوا تو اسے اسکی غفلت نہیں بلکہ نصیب کی بات تھی۔ اس کے چند روز بعد صاحب سنگھ میری ملاقات کو آیا اور دریافت کرنے پر اسے بیان کیا کہ گو بعض لوگ شاکی ہیں مگر فی الجملہ سب خوش ہیں۔ ظاہر عام لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ”وہ اور کیا کر سکتا تھا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے بچہ کو ہلاک کر دیتا“۔ اصل باعث یہ تھا کہ صاحب سنگھ کے دوست اور رشتہ دار گاؤں میں زبردست تھے۔ چنانچہ جو لوگ کمال برہم تھے وہ بھی بخجوری اس عام نقصان پر رضامند ہو گئے۔ شہر سنگھ جس کا سرحدی میں زمین نے سرتوڑا تھا وہ بھی میری واپسی کے قبل میری ملاقات کو آیا۔ ان حضرت کو ظاہر اپنا سرٹوڑا نے پر بڑا ناز تھا۔ میں نے تہنیتاً اس سے کہا کہ ”شہر سنگھ دیکھو یاد رکھنا اب پھر کبھی اس طرح کا فساد نہ کرنا اس روز بڑی خیریت ہوئی کہ تم زندہ بچ گئے“ اس نے مسکرا کر جواب دیا ”جی ہاں وہ موقع ہی ایسا ہی تھا۔ اگر اس روز میں مخالفت نہ کرتا تو گاؤں میں مرنے کا خطرہ قابل نہ رہتا۔ حضور کی وہ ضرب گت بہت بھاری تھی لیکن اسے میری آبرورکھ لی ہر شخص نے یہی کہا کہ میں گاؤں کے حقوق کا سپاہی دگار ہوں۔ خدا حضور کی ہزار ہا برس کی زندگی کرے لیکن پھر کبھی ایسی بھاری ضرب لگائے گا“۔ خاتمہ پر محکوم بیان کرنا مناسب ہے کہ اس فیصلہ اور اس کے عمل درآمد کے طریق کی دور و نزدیک کے ہر مقام پر بڑی تعریف ہوئی اور اس سے بھی بہتر یہ ہوا کہ اس طرح کی اور نزاعات کے تصفیہ میں آسانی ہو گئی۔ ان ایام میں پورا اور کوئی سرحدی جھگڑا ایسا نہیں ہوا کہ جو محکوم جانا پڑتا۔ مقام دہلی مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۵۷ء

ص

اور آخر مارچ ۱۸۵۷ء میں قبل اسکے کہ جان لارنس کو آبادہ کے بندوبست کے کام کا ایک مثل حصہ انجام کرنا پڑا تھا وہ اور اس کے دوست کیونین صاحب دونوں سخت غلیل ہو گئے اور یکبارگی ضلع اپنے کلکٹر اور افسر بندوبست کے کاموں سے محروم ہو گیا۔ کیونین صاحب کو پہلے شفا ہونے والی تھی اور وہ فوراً آ کر آبادہ کی عیادت کی۔ کیونین زیادہ سخت تھی۔ انکو صحرائی بخار ہو گیا تھا۔ ایک مہینے کے قریب تک انکی زندگی خطور رہی اور کچھ دنوں تو امید زیت منتظر ہو گئی تھی۔ اور میں اس مقام پر ایک ایسے قصبے کو بیان کر سکتا ہوں جسکو وہ خود کہا کرتے تھے اور اس سے انکی مستعدی اور ثابت قدمی بھی کچھ کم ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ انکو ایام شباب اور جوانی کی انگ میں لوگوں نے انکے کثرت سے ہونے بنا ہو گا کہ اگر انسان حوصلہ کرنے کو مجھکو یقین ہے کہ وہ اپنے کو مرنے نہ دے۔ لیکن اب انکی حالت روز بروز اتر رہی جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ بالکل میل ہو گئے ہیں۔ زائن ڈاکٹر نے جو انکا میاچ تھا اسے کہا کہ مجھکو اندیشہ ہے کہ شاید انکو اب دوسری صبح زندگی میں نہ ملے۔

اور یہ بات جس قدر صاحب سگہ کے فیصلہ سے متصور تھی اُس قدر اور کسی کے فیصلہ سے نہیں ممکن تھی۔ اگر وہ اپنے فریق کے خلاف فیصلہ کرتا تو پھر وہ کبھی کچھ غدر نہ کر سکتے اور اگر طرف ثانی کا نقصان ہوتا تو یہ امر خود ان کے کہنے سے کیا گیا تھا اور پھر یہ بھی تھا کہ پیشتر کی نسبت کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہوا نقصان نہ ہوتا۔

ادھر تو میں اپنے دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا اور ادھر اب تب مقدمین کو سرگوشیاں کرتے اور ایک طرف صاحب سگہ سے باتیں کرتے مٹا جاتا تھا۔ ظاہر وہ لوگ اس سے اصرار کر رہے بلکہ دہکی بھی دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کرنا جاتا تھا آخر کو صاحب سگہ نے بیٹ کر یہ کہنا شروع کیا کہ ”تم سب کے سب دو فضلہ بد معاش ہو تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری حد کے لیے اپنے بچہ کی جان ہلاک کر دوں تو تم صاحب سے کچھ کہتے ہو اور مجھے کچھ کہتے ہو۔ تم نے مجھ کو مجبور کر دیا ہے سو میں فیصلہ کر دوں گا مگر میرا فیصلہ ایسا ہو گا جو تمہارے حق میں بہتر نہ ہو گا۔“ یہ لکھ کر اسے نشان سے مچھو کر گود میں لیا اور چلا کر کہا کہ ”میں تیار ہوں اور سرحد بتا دوں گا۔“ اسکی آواز سن کر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے جوش کو دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ وہ بظاہر بڑی گرجو شہی میں ہے اور اس سے کہا کہ ”شاہباش صاحب سگہ شاہباش۔ تم ان لوگوں کی طرف سے کچھ اندیشہ نہ کرو میں تمہاری حفاظت کر دوں گا مجھ کو صرف امانتا دو کہ اصل سرحد کون تھی۔“

اب ہر شخص ہمہ تن چشم و گوش بن کر توجہ کرنے لگا۔ بعض شناعات پر چونکہ گناہ بہت اونچی لگی تھی اس وجہ سے صاحب سگہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اپنے کچے کو اپنے آگے بٹھالیا اور میرا ایک اردل گھوڑے کی لگام تمام کر اسکی ہدایت کے مطابق لیچلا۔ ہم سوار ہوئے چلے جاتے تھے اور قبل اسکے کہ ایک خاص مقام پر پہنچتے یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کارروائی کریگا۔ لیکن جب وہ اس نشان سے گزرا اور داسنے ہاتھ کی سمت گھوما تو ہمارے کانوں والوں کی طرف سے لعنت ملامت کا شور بلند ہوا جس سے معلوم ہوا کہ صاحب سگہ نے اپنی عمر بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ راستی کا کام کیا ہے۔ میں نے پکار کر کہا ”کچھ پر دانیہیں۔ صاحب سگہ تم ان لوگوں کی طرف مت خیال کرو۔“ لیکن جو ہنگامہ اسکے بعد برپا ہوا وہ بڑے غضب کا تھا۔ کانٹوں والوں نے اُس پر تیر اور مٹی کے ڈبیچے مارنا شروع کیے اور چاروں طرف اسکو دباؤ میں ڈالنے لگے۔ میرے ساتھ کچھ سوار اور ان کے دو چند پیا دے تھے انھوں نے اس انبودہ کے روکنے کی کوشش کی۔ میں نے بھی شور غل مچایا اور دھمکی دی مگر کچھ فائدہ نہوا کیونکہ ہنگامہ ایسا برپا تھا کہ میری آواز سنائی نہ دی اگر چند لمحہ کا اور وقفہ ہوتا تو یہ لوگ صاحب سگہ کو اس کے گھوڑے سے کھینچ ہی لیتے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑا بڑھا کر ایک مسند کے نزدیک گیا جو اپنے فریق سے آگے تھا اور انکو حملہ کرنے کی ترغیب اور اشتعالک دے رہا تھا۔ اس شخص کو کچھ خوف نہ آیا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ میں نے دیکھا کہ عین وقت ہی ہے اور اسی پر تمام باتوں کا دار مدار ہے اس لیے میں نے اپنا چاکٹری کی طرف سے اسکے سر پر اس زور سے مارا کہ وہ فوراً گر پڑا۔ جو لوگ اسکے پیچھے آتے تھے جب انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً پچھلے بیرون بھاگ گئے۔ بحث پٹ امن ہو گیا اور انہماک نشانہ ہی ہو گئی کچھ اور غل اندازی نہیں ہونے پائی۔

خاص بن رہا تب سنگھ کی کوئین بلکہ دونوں گانوں کے ہر شخص کو اصل قدیمی سرحد اچھی طرح سے معلوم تھی۔

صاحب سنگھ آگے بڑھ کر ہوا اپنے بچہ کو گود میں لیا۔ اسکی طرف دیکھا پھر اس انوکھ کی طرف جو اسکے چاروں طرف
میں تھا غور کیا اور ایک بار پھر اپنے بچہ کی طرف منہ پھیرا اور چند لمحہ سال کرنے کے بعد چپکے سے انکو بٹھا دیا اور کہا کہ "میں سرحد کا
فیصلہ نہیں کر سکتا۔" ایک طرف کے لوگ تو سب کے سب بڑبڑانے لگے اور دوسری طرف کے لوگوں نے کس قدر رنج و جہاں
سے تحسین کا نغمہ بولا۔ میں گھوڑا بڑھا کر فوراً واپس پوچھا اور کہا کہ "اے بس صاحب سنگھ! اور حیرت آویز بیچ نہیں چلا گیا تو سرحد کا
فیصلہ کرنا پڑ گیا اور اگر یہ نہیں تو اسکا فیصلہ آزاد اٹھانا پڑ گیا۔" صاحب سنگھ نے اپنے کو زمین پر گرادیا اور چلا یا کہ "مختور چاہیں مجھ کو بٹھائیں
چاہیں بٹھائی بونی کاٹ ڈالیں چاہے جو کچھ کریں مگر میں ہرگز ہرگز سرحد کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا "بہت اچھا"
اور اس کے فریق کے مقدم کی طرف توجہ ہو کر کہا کہ "تمہارے سب میلے حوالہ ہو چکے تو مجھ کو موقع پر لائے اور اب سرحد کا فیصلہ
فیصلہ کیا جائیگا۔ میں تو ایک گھڑی (جو میں منٹ) کی ملکیت دیتا ہوں اگر تم صاحب سنگھ کو اس کام پر راضی کر لو گے جسکو
اُسے خود خوشی سے قبول کیا تھا اور جو جسے طرف ثانی کے کسی آدمیوں کی واسطے نہیں لانا اور جسکو انہوں نے بطور آخری تدبیر کے
تمہارے حوالہ کیا تو غیریت ہے ورنہ میں خود سرحد کا فیصلہ کر دیتا اور کو خوب معلوم ہے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔"

یہ کہہ کر اپنے گھوڑے سے نیچے کو پڑا پاگ ساتیس کے حوالہ کر دی اور خود بیٹھ کر چٹ پٹنے لگا۔ چٹ پٹنے کے وقت
یہ سوچا جاتا تھا کہ اس موقع پر جب گمان غالب ہی ہے کہ صاحب سنگھ سرحد کا فیصلہ کر لگا مجھ کو کیا کرنا مناسب ہے۔
بعض وجوہ سے میں رضامند تھا کہ خود فیصلہ کرنے کا ذمہ اٹھاؤں۔ ان باتوں سے جو کچھ حالات مجھ کو معلوم ہوئے
اُسے قرار دے کر مجھ کو اطمینان ہو گیا تھا کہ میری فریق مظلوم تھا۔ ہمارے مخالفین نے اپنا مقدمہ ایک اعتبار سے ہمیں چھوڑ دیا
تھا اور مجھ کو افسوس ہوا کہ انکو نقصان پہونچے۔ اپنے دل میں مجھ کو اطمینان ہو گیا تھا کہ ثالث کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے فریق کے مفید مطلب
سرحد کا فیصلہ کرے۔ اس فریق کا یہ تردد کہ صاحب سنگھ ضرور کارروائی کرے بحث کے وقت اسکا خود سکوت میں انا اور عورت کی کچھ بڑا
اندیشہ کرنا ان سب باتوں سے صاف صاف ظاہر ہوا تھا کہ ناشی کا نتیجہ گمان غالب کیا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ میں قدیم ٹھوکوں کے
اصل نشانوں کو دریافت نہیں کر سکتا تھا لیکن دونوں فریقوں سے یہ دریافت کر کے کہ وہ اپنے اپنے حقوق کا تنگ خیال
کر رہے ہیں اور قرب و جوار کے گانوں کے متر کا کبر سے پوچھ کر ایسا فیصلہ کر سکتا تھا کہ قریب قریب اصل موقع پر سرحد
قرار پاجاتی۔ لیکن اس طرح کا فیصلہ عام پسند نہ ہوتا۔ انکو خود میری ہی طرف کے لوگ ناپسند کرتے اور گو مجھ کو اسکی مطلب یہ ہوا
نہ تھی مگر اس امر کا غالب گمان تھا کہ آئندہ پھر ٹکراو ہوگی اور کچھ عید نہ تھا کہ آئندہ کیسوقت یہ سرحد برباد کر دی جاتی۔

یہ ایک بڑا ضروری امر تھا کہ اگر ممکن ہو تو ایسا فیصلہ کیا جائے جو عام راسے پر مبنی ہو اور وہ جو کہ خود انہیں کا کیا ہو چکا
تو انکو اسکی خلاف دوزی کرتے ہوئے شرم و انگلی۔ فرض مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسا بندوبست کیا جائے جس سے کسی فریق
اور اسکی طور سے اعتراض کرنے کی گنجائش نہ ہو اور اس کے باعث سے قطع کے ایک اس حصہ میں امن و امان اور خاموشی ہو

کہ ہوا گونج اٹھی تھی۔ تھوری دیر تک تو گالیوں کی بھرا مار سکے سوا مجھ کو کچھ سنائی نڈیا لیکن آخر کو معلوم ہوا کہ عورتوں کو تعزیر کامل تھا کہ صاحب سنگہ کے فیصلہ سے لڑکے کی جان بانیگی اور وہ ٹھانے ہوئی تعزیر کے مطابق ہوگا لڑکے کو ضرور بچا دیگے۔ میں نے اپنے کہنا کہ یہ سب باتیں باپ پر منحصر ہیں لڑکے کی جان لڑکے اختیار میں ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ منصفانہ فیصلہ کے سوا کچھ اور کرے اور ایسی حالت میں لڑکے کی طرف سے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ مگر ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اٹلی کسٹمر سے دلجمعی نہیں ہوتی تھی اور زور و کمرنت و آرزو کرتی تعزیر کے بچہ اسکی مان کے حوالہ کر دو صاحب سنگو اس درمیان میں اپنے گھوڑے پر چپکا بیٹھا رہا اور کس طرح مدد نہیں دی۔ جب میں نے دیکھا کہ سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو میں نے حکم دیا کہ سواروں کا غول آگے بڑھے اس پر ان مردانہ عورتوں نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ جب تک بچہ کو ہمارے حوالہ نہ کر دو گے اس وقت تک ہم آگے نہ بڑھنے دیگے۔ آخر کو بری وقت اور تاخیر کے بعد ہکوان بی بیوں سے چٹھکا راطلا اصل تو یہ ہے کہ اگر لڑکا ایلی جگہ نہ بچا دیا گیا ہوتا جہاں اٹکا کچھ قابو چل نہیں سکتا تھا تو میرے نزدیک وہ ضرور عین لجا تین۔

اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگ میری اس کارروائی پر متعرض ہوں گے کہ تم نے لوگوں کے اس بدبخت تعصب میں کیوں دست اندازی کی مگر میں اسکا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ قسم خود انہیں لوگوں کی تجویز کی ہوئی تھی میں نے نہیں تجویز کی تھی اور اگر اس میں ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو فریقین متعاضدہ کا ہرگز اطمینان نہ ہوتا۔ انہوں نے اکثر اپنے مذہب کی مختلف بیہودگیوں پر مجھ کو ہنسنے دیکھا تھا۔ ایسے موقعوں پر میں نے انکے ساتھ دلیلین کیں مگر بیہودہ ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ”آپ اگر بڑے عقلمند ہیں اسکو ہم تسلیم کریں گے لیکن آپ ہمارے مذہب کو نہیں سمجھتے۔“ فی الواقع جہاں تک میرا تجربہ ہے ایسے مباحثوں میں وقت اور محنت صرف کرنا محض بیکار ہے۔ اگر کبھی کسی طریقہ سے ہندوستانی لوگ راہ راست پر آسکتے ہیں اور انکے خیالات کا تصفیہ ہو سکتا ہے تو وہ طریقہ ہی ہے کہ اطفال کی تعلیم میں تدریج ترقی کی جائے۔ بالغ آدمیوں کے غنا بد بدلے میں آج تک جو کوششیں ہوئیں ان میں ناکامی ہوئی مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ ناکامی ہمیشہ اسی طرح ہوتی رہے گی۔

العرض اپنے حملہ آوروں کو ادا و حراؤ کر کے ہنسنے عثمانی سے سرحد کی راہ لی اور دونوں گانوں کی غیر متنازعہ فیہ سرحد پر موقع کو ذرا واقعی طور سے جانچنے اور شناخت کرنے کے بعد صاحب سنگو نے کہا گیا کہ ثالث کی حیثیت سے جج اس پر فرض تھا اس کو ادا کرے یعنی اپنے لڑکے کو گو دین لیکر یہ بلا دے کہ پرانی سرحد کون ہے۔ اس قسم کے مباحثوں میں ثالثوں کا ممول ہے کہ بشرط ضرورت ارد گرد کے علاقہ کی حدوں اور کیفیتوں کو جانچتے ہیں اور انکے بعد جب اطمینان ہو جاتا ہے تو دونوں گانوں کی غیر متنازعہ فیہ زمین کی نشان دہی شروع کرتے ہیں یا اگر کل حد پر تنازع ہو تو تھوک سے ابتدا کرتے ہیں۔ اس جگہ سے ثالث آگے بڑھتا ہے اور جہاں ہو کر رہ جاتا ہے وہی حد قرار پاتی ہے۔ یہ بیچ کو اختیار ہوتا ہے کہ فریقین سے سوال کرے یا جوابات اسکو ضروری معلوم ہوا اسکو پوچھے مگر یہ بہت کم ہوتا ہے کیونکہ جو شخص تخت کیا جاتا ہے وہ عموماً اسی خیال سے کیا جاتا ہے کہ اسکو مقامی حالات سے بخوبی آگاہی حاصل ہوگی۔ مجھ کو یقین کامل ہے کہ اس مقدمہ

پت یعنی جنم سے بچا گئے یہ ایک نئی بیماری پر قسمی کی بات ہے۔ ہندوستانیوں کو اپنی آل اولاد سے بڑی محبت ہوتی اور اولاد کی محبت تو حد سے زیادہ ہوتی ہے مجھ کو ایک سوداگر کا قصہ ایک یاد ہے جس کا اکلوتا بیٹا مر گیا تھا۔ اس صدمہ پر نصیب باپ کے دماغ میں فورا گلیا بی بی اور دو بیویوں کو مار ڈالا اور خود پچانسی لگا کر مر گیا۔

القصہ جب بوڑھا آدمی اپنی تقریریں تم کچکا تو دست بستہ ہو کر بیٹھے ہٹا اور اپنے ساتھیوں میں جا کر شامل ہو گیا میں نے کہا کہ ”موصاحب سنگم تم کیا کہتے ہو تم اس بات پر رضامند ہو یا نہیں“۔ صاحب سنگم ایک خوبصورت موٹا تیس برس کا آدمی تھا اور ایک مقدم کا بیٹا تھا جسکو مرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزر تھا۔ ہمارے گاؤں میں وہ بڑے پڑے تھوکن کا تھوک دار تھا۔ صاحب سنگم فورا رضامند ہو گیا۔ تمام دست آورڈوں پر جو پیشتر سے تیار رکھی تھیں اسوقت دستاویزے اور آخر کو منظم ہوا کہ اب اس معاملہ کے واپسی بطور سے فیصلہ ہو جانے کی تدبیریں درست ہو گئیں۔

صاحب سنگم کے بیٹے کو لانے کے لیے ایک مکان پر فورا ایک اردلی روانہ کیا گیا۔ آدمی گھسٹہ تک انتظار کرنے کے بعد ایک اور اردلی بھیجا گیا لیکن ہنوز کسی لڑکے کی صورت دکھائی نہ پڑی آخر کو جب ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا تو دونوں اردلی واپس آئے اور بیان کیا کہ لڑکا نہیں ملتا اور لڑکے کی ماں اور دادی دونوں کستی ہیں معلوم نہیں وہ کیا ہوا۔ اب یہ ہمارے کام میں ایک نئی شکل پڑی۔ ابا نے چونکہ میں لوگوں کے طریقوں سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے آسانی و سہولت کے میں نہیں اسکا تھا اس واسطے میں نے اپنے ذہن کے لوگوں سے کہا کہ تم اپنے غول کے وادی لڑکے کی تلاش میں بھیج اسکے لیے میں آدمی گھنٹہ کی مہلت دیتا ہوں اگر اس عرصہ میں لڑکے کو پیش آجائے تو میں خود فیصلہ کر دوں گا۔ اسپر وہ دواردیوں کو ہمراہ لیکر شاہی سے دور سے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد لڑکے کو لیکر واپس آئے جسکو شاید اسکی ماں نے کسی چربی صندوق میں چھپا دیا تھا کہ جب مقدم نے دھکیا تو حوالہ کر دیا۔ میں بہت ہی خوش ہوا اور لوگوں سے کہا کہ اپنے کام کو چلاؤ انہوں نے بظاہر صدق دلی سے جواب دیا کہ جسقدر حضور کو شکیات ہے اسی قدر رہا رہی ہمیں خواہش ہے کہ مقدم کی توقع ہو جاوے اور بجز انصاف کے ہم کو کچھ اور قصور نہیں ہے چونکہ زیادہ وقت ضائع کرنا منظور نہیں تھا اسوجہ سے ہم سب لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ چوڑا لڑکا زمرے سردار کے ساتھ ہاتھی پر سوار کر لیا گیا گاؤں والے سیکڑوں ہمراہ ہوئے۔ بہتر سے اپنے یمان کی پیداہوتی دیوین پر سوار اور اکثر پیادہ پا چلے اور ہم سب لوگ اس مشیت سے سرمد تنازعہ فیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جس تک ہو کر ہم جانتے تھے وہ گاؤں کے پاس ہو کر کھلی تھی اور جیسے ہی ہم وہاں پہنچے کئی سو عورتوں کا غول جنکے آگے آگے صاحب سنگم کی ماں اور بی بی تھیں ہم کو ملا اور یہ سب عورتیں خند کرنے لگیں کہ ہمارا بچہ بچو دیدہ صاحب سنگم مقدم خود مجھ کو اپنی ہندوستانی زبان میں جو مخالفت سے بھری ہوئی تھی صدا گالیاں دینا شروع کیں۔ اسوقت وہ کہتا ہوا تھا جسکا بیان نہیں ہو سکتا یہ عورتیں اپنی چھاتی پتی تین سر کے بال نوچے ڈالنی تھیں اور اسقدر زور دے کہ

کیا گیا کہ انتخاب ثالث کے پیشتر آپس میں صلاح کر لی جائے۔ دوسرے دن دس بجے کا وقت اس بات کے لیے مقرر کیا گیا کہ سب لوگ حاضر ہوں اور جب یہ موقع شخص مقرر ہو گیا اور چند کاغذات پر جسکی رو سے فریقین نے قرار کیا تھا کہ فیصلہ کے پابند رہینگے اور اگر پابندی نکرین تو سخت سزا کے مستوجب ہونگے دستخط ہو گئے تو ہم لوگوں کے لیے یہ بات قرار پائی کہ سب کے موقع پر جائیں اور قرب و جوار کے گانوں میں جو مغز لوگ تھے ان کے سامنے ڈانڈا قائم کرنے کا اہتمام کریں۔

اس تجویز کے مطابق دوسرے روز علی الصباح ہر شخص ایک نفیس سایہ دار باغ میں جو میرے خیمہ کے قریب تھا حاضر آیا۔ یہ مقام ایسا پر فضا تھا کہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے خیمہ کی نسبت یہاں زیادہ لطیف تھا۔ میں فوراً ان لوگوں کے پاس آیا اور طرف ثانی کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے آدمی کو نافرذ کریں۔ مغز لوگ سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک بزرگ سفید ریش نے مجھے یہ خطاب کیا۔ ”اے وحید العصر۔ آپ نے شب گذشتہ جو ہدایتیں کی تھیں ان کے مطابق ہم سب فریق داروں کی چنچیت ہمارے چوپال میں جمع ہوئی ہے۔ ان سے ہم نے بیان کیا کہ ایک مشترک مقصد کے لیے حضور کے اجلہ میں بحث کرنے کو ہم لوگوں نے کس قدر محنت و تکلیف اٹھائی۔ پہنے آنکویا دولایا کہ سالہا سال سے ہم لوگ بطور بیچارہ راضیا تنازعہ فیہ کے استعمال سے محروم رہتے چلے آئے ہیں ہم نے اس امر کی تفصیل بیان کی کہ داد رہی کے لیے ہم کس قدر روپیہ صرف کیا اور کچھ فائدہ ہوا ہے آنکویا دولایا کہ ہماری طرف کے لوگ ایسے قوی اور زبردست تھے کہ بہت سے صاحب لوگ موقع پر آئے اور سرحد کے فیصلہ میں کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہم نے اُن سے بتلایا کہ اب خدا کی خاص مہربانی اور ہماری خوش قسمتی سے ایک ایسے صاحب آئے ہیں جنکی نظر میں دونوں فریق یکساں ہیں اور جو بے بس فریق پر ظلم ہونے دینگے ہمارے دعووں کے تصفیہ کا بس یہی حق تھا کیونکہ ہم نے اگر اس موقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا تو پھر ہم ہمیشہ اپنے حقوق کے پانے سے محروم رہ جائینگے۔ بتا برآں ہم نے تجویز کیا کہ ایک ثالث کو وہ ہمارے مخالف گانوں ہی کا کیون نہ منتخب کیا جائے لیکن قطعی طور پر ہم نے اسکی تقرری اس بات کے لیے ملتی رکھی کہ جو لوگ معاملہ سے سروکار رکھتے ہیں ان سب کی رائیں یکجا ہوں اس کے بعد مقرر تے بیان کیا کہ گانوں کے تمام لوگوں نے بالاتفاق یہ تجویز قبول کی کہ اگر طرف ثانی کے لوگ رضامند ہوں تو میں ثالث کے نامزد کرنے پر آمادہ ہوں اور میں نے وعدہ کیا کہ اگر منتخب کیا ہوا شخص فیصلہ سرحد میں قاصر ہا تو میں خود فیصلہ کرونگا۔ اسپر میں اور میرے گانوں کے لوگ رضامند ہو گئے۔ اسکے بعد اس چودھری نے کہا کہ ”ہم صاحب سنگھ ولد بلرام کو اپنا چنچ مقرر کرتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو گود میں لیکر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی قسم کھائے کہ میں راستی اور ایمان داری سے سرحد کا فیصلہ کرونگا اگر میں جوئی قسم کھاؤں تو میرا میاں جائے اور میرے کوئی اولاد پیدا نہ ہو جڑ بنیاد سے سیتا ناس ہو جاؤں کوئی میرا کپا کر م کر نیوالا باقی نہ رہے اور آئندہ کے لیے میری نسل نطفہ ہو جائے“ مجھ کو اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ تمام قوموں میں عموماً اور ہندوؤں میں خصوصاً غیبی اعتبار سے صاحب اولاد ہونے کی کوشش کرنا انسان پر پہلا فرض ہے۔ اسطور سے لاولد مر جانا کہ باپ کا کپا کر م کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائے جو بچو

پاتے جاتے ہیں۔ اس معاملہ سے میں نے انکو آپس میں مباحثہ کرنے کے لیے چند روز کی مہلت دی۔ لیکن اس بات کا سخت حکم دیا کہ صبح سے شام تک حاضر رہیں۔ جب میں نے خیال کیا کہ اب جاہلین کے لوگ ایک دوسرے سے ٹھگ آگئے ہونگے تو کہیں کہیں جا کر دیکھنے لگا کہ اس معاملہ میں کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ دوسرے دن بمبکو معلوم ہوا کہ معاملہ بدستور ہے وہ گنگو کرتے کرتے ٹھگ گئے اور اب اگر وہ بیٹھے ہوئے صبر کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے تھے۔ ایسے مقدمات میں معمول ہے کہ چو ایک طرف اور چو دوسری طرف یہ بارہ پنج (چوری) مقرر ہوتے ہیں۔ مگر ہر گاہوں کی طرف سے ایسے ایسے ضدی لوگ مقرر ہوئے کہ اس بات کی ناپوسی صاف ظاہر ہو گئی کہ اتفاق رائے کے ساتھ فیصلہ ہو سکیگا۔ ایسے بے لوث آدمیوں کا جو سرحد کا فیصلہ کرنے کے لیے مقامی حالات سے کافی واقفیت رکھتے دستیاب ہونا تو سخت دشوار تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر شخص ایک یا دوسرے فریق کا ضرور طرفدار ہے آخر کوجہ میں نے دیکھا کہ ان باتوں سے کچھ شدنی نہیں ہے تو میں نے فریقین کو رائے دی کہ وہ اپنے معاملات ایک شخص کے سپرد کر دیں جسکا فیصلہ قطعی تصور کیا جائے۔ خواہ ہمارے گاؤں کے آدمی اُنکے گاؤں اور خواہ اُنکے گاؤں کے آدمی ہمارے گاؤں کا ایک شخص منتخب کریں۔ اسکو لوگوں نے منظور کیا اور اس سبب سے مجھ کے مین کیس قدر تخفیف ہو گئی۔ اُنکے بعد یہ بحث پہلا شخص منتخب کریں۔ اسکو لوگوں نے منظور کیا اور اس سبب سے مجھ کے مین کیس قدر تخفیف ہو گئی۔ اُنکے بعد یہ بحث پہلا ہوتی کہ ثالث کس گاؤں سے منتخب کیا جائیگا۔ میں پہلے سمجھا تھا کہ ثالث کے منتخب کرنے میں تردد ہوگا۔ لیکن برضات اُنکے ہر فریق کی خواہش یہ ہوئی کہ اُنکے فریق مخالفت ہی ثالث کو تجویز کریں کیونکہ انکو بخوبی اطمینان تھا کہ دونوں گاؤں میں کیسٹن کا آدمی ایسا کینہہ نوگ جو پرانے ٹگنوں کے لیے اپنی ناک کٹوانے پر رضامند ہو جائیگا۔ بڑا حارس وار جو میری شرکت میں ہندوستانی ریاست سے کام کرنے آیا تھا ایک بزرگ اور حقیقت میں اپنے طریقہ کا ایک موزن شخص تھا لیکن اُسے بالکل طرفداری کی اور اپنے رشتہ اور دوسرے کے اپنے فریق کی تائید کے لیے صرف کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ اکابر موضع بلکہ چو بڑے سب یہی چاہتے تھے کہ اس معاملہ کا چاہے جو تصفیہ ہو کر انکو ایک قلیل پارہ زمین بھی ملے تو غنیمت ہے۔ اور چو انکو یہ خوف تھا کہ میں اپنے فریق کی کامیابی کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ بات اُنکے خیال میں نہیں آتی تھی کہ میں نے اس بات کا خواہش رکھا کہ سرحد کا جلد تر فیصلہ ہو جائے۔ خود میرے فریق کے لوگ جو میرے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اس بات کا چند ان اطمینان نہیں رکھتے تھے کہ اُنکے معاملے میں میرے ارادے کیا ہوں۔ اصل تو یہ ہے کہ میری پیشین گوئی باتوں سے انکو خوب معلوم تھا کہ جو امر میرے نزدیک واجب ہوگا اُنکے مطابق فیصلہ کرنے میں بمبکو کوئی تامل نہیں ہوگا۔

حق

تو یہ یہ بات لوگوں کا کیسا ہی ضرور کیوں نہ تصور ہو۔ جب فریقین ٹھگ آگئے تو کچھ روز فریق کے لوگ یہ دیکھ کر کہ اگر وہ فیصلہ کرانے میں قاصر رہے تو پھر کبھی فیصلہ نہ ہوگا۔ آخر کو سر بہت بدستور ہو گئے کہ اُنکے فریق مخالفت کے لوگوں کا ایک ثالث مقرر ہو کر پیشین گوئی کے لوگ جو پیشین گوئی کر رہے تھے۔ چو کو قمع حاصل ہوگا اب سمجھنے گئے کہ ہم کو قمع نمایان حاصل ہوگا۔ ایک دن اس بات کے لیے مقرر

کہ انہیں اسکو سخت پریشانی ہوتی ہے فیصلہ سے بچنے کے لیے جیسے جوئی منصوبہ بندی مخالطہ دہی اور دروغ گوئی سے چارڈی کرتا ہے۔ اسکے لئے تصفیہ کا خود تصفیہ کرنا لا حاصل ہے کیونکہ واقعات سے اسکو مطلق آگاہی نہیں ہوتی اور شہادت لینا بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اظہارات سے چاہے وہ دفتر کے دفتر سیا کر ڈالے مگر اصل حال کچھ معلوم نہوگا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مخالطہ میں پڑ جائیگا۔

میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کی تشریح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بخدا ان بہت سے مقدمات کے جنہیں مجھکو خود جانا پڑا ایک مرتبہ کا حال اس موقع پر بیان کر دوں۔

عرصہ کی بات ہے مجھکو ٹھیک ٹھیک یاد نہیں ہے مگر شاید یہ مقدمہ تھینا بیس سال سے دائر رہتا چلا آیا تھا۔ گوہت سے افسران ضلع باوقات مختلف موقع پر آئے اور جگہ کے فیصلہ کرنے کی کوشش کی مگر آخر کو ٹنگن رماؤنگر علی کے اس مقدمہ میں نہایت عمدہ قسم کی کئی سو ایکڑ زمین کی بابت جو ایک ہدیہ کے کنارے واقع تھی مگر ارضی اور اس سبب فریقین کی حقیقت اور بات اسپر منحصر تھی دونوں مخالف گانوں میں ایک ہی قوم کے لوگ آباد تھے یہ لوگ اس علاقہ میں بڑے زبردست تھے اور اس سبب سے عوام کا خیال مقدمہ کی طرف بہت رجوع تھا۔ اس مقدمہ کا تصفیہ زیادہ تر اس سبب سے دشوار ہو گیا تھا کہ ایک گانوں انگریزی عملداری میں اور دوسرا گانوں قریب کی ایک ہندوستانی ریاست میں واقع تھا۔ چنانچہ اسکے فیصلہ کے لیے ضرور تھا کہ گانوں اور ضلع دونوں کی حد بندی قائم ہو۔ دونوں گانوں میں ہی تھی۔ سب ملاکر پانچ سو مالکوں سے کم نہوں گے۔ ان لوگوں کے درمیان ہر ہر گانوں میں آٹھ یا دس ہزار ایکڑ زمین تھی جسپر وہ خود خیل تھے۔ اور زروندہ اراضی جدا جدا تقسیم ہو گئی تھی اور اسپر جدا گانہ قبضہ تھا مگر اراضی بکلی شاملاقی تھی جس گانوں کے لوگ کثرت سے گواہ جمع کرنے کی قدرت رکھتے تھے وہ اس بحث کے قانونی تصفیہ کے ہونے پر رضامند نہ تھے۔ انھوں نے تمام رقبہ متنازعہ فیہ پر تصرف کر لیا تھا اور اپنا قبضہ قائم رکھنے کی پوری قوت رکھتے تھے۔ اسواسطے وہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح کا فیصلہ ہوگا انکو فائدہ کم اور نقصان بہت پہونچے گا۔

لیکن میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ اس نگرار کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دینا چاہیے۔ پس میں نے ہندوستانی ریس کے نام اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی کہ آپ اپنے کسی معتد افسر کو مقرر کر دیجیے کہ وہ مجھے سرحد پر لے اور اسکے بعد میں موقع کو روانہ ہوا اور اپنا خیمہ گانوں کے قریب نصب کرایا۔ رئیس مذکور نے خوشی سے میری تجویز مان لی۔ اور ایک بزرگ سفید ریش جسکی عمر کوئی ستر برس کی ہوگی میرے روبرو حاضر ہوا اور اپنی تقریری کے اسناد دکھانے کے بعد بیان کیا کہ میرے فریق کے لوگ حاضر ہیں۔ اور تکرار کے فیصلہ پر آمادہ اور خواہشمند ہیں میں یہ سنکر بہت خوش ہوا اور سب کام اسی وقت بند کر دیے اور دونوں گانوں کے سرخناؤں کو طلب کیا جو زمین پر پالھتی مار مار کر ہمارے گرد آویٹھے۔ لیکن مجھکو فریقین کی کیفیت دیکھکر فوراً معلوم ہو گیا کہ مقدمہ کے جلد فیصلہ ہونے کے آثار نہیں

ان مقدمات کا فیصلہ کرنا نہایت ہی وقت طلب اور دشوار ہے۔ یہ تجریش ٹریٹ بالکل حیران ہو جاتا ہے۔ دونوں کے گواہ کسی بات کے لیے جو ان کے فریقوں کے مفید طلب ہو حلف اٹھانے کو تیار رہتے ہیں۔ مین نے کئی مرتبہ یہ دیکھا کہ اسی سرحدی لکڑا کی بدولت کچھ تو مقتول و مجروح ہوئے اور کچھ لوگ جو اصل باقی فساد کے سزا سے بچنے کے لیے فرار ہو گئے اور تیسروں کو قید کی سزائی پس اس طور پر ایک پارہ زمین کے لیے جسکی مالیت شاید چند اٹھینوں سے زیادہ ہو سکے گا ٹون بھر کے باشندے تباہ ہو گئے۔

گورنمنٹ برسوں سے بخوبی تمام واقف ہوتی چلی آتی تھی کہ ان خرابیوں کے سبب سے ملک کے امن اور لوگوں میں فرق آگیا ہے اور اس خیال سے اسکی دلی خواہش یہ تھی کہ احتیاط کے ساتھ گاؤں کی حد بندی ہو جائے۔ شمالی صوبوں میں سالہا سال سے بقاعدہ متامی پھیلنا شروع ہوئی چلی آتی ہے اور اب (۱۸۳۷ء) قریب الاختتام ہے۔ پشاکش کے پٹنوں حد و دی کی تشخیص ہو گئی اور انکا نشان بنا دیا گیا تھا۔ اور اسوجسے تمام نژاد مین جو اس معاملہ میں پیدا ہوئے تھیں فی الجملہ سزا دی ہو گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی یہ پڑا نے جگہ سے نکلے ہی رہتے ہیں لیکن بیشتر ایسا نہیں ہوتا اور جب ایسا ہوتا ہے تو مقامی افسر نقشہ دیہ کے مطابق اپنی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور کوئی شرف و فائدہ نہیں ہونے پاتا۔

میں اس مقام پر بیان کر سکتا ہوں کہ پشاکش کا عمل میں آنا بدیہ غایت مفید ہوا کیونکہ اس سے گورنمنٹ و اجمعی طور پر مالگاری اراضیات کی تقسیم کر سکی گئی۔ لیکن اگر پشاکش نے حد بندی سے زیادہ فائدہ نہیں دیا تو یہی رعایا کو بیعتیاس منع ہو چکیا۔ مین بہت برسوں تک مختلف اضلاع میں مالگاری کے حصے قائم کرنے میں مشغول رہا اور بخدا اور خورمات کے جھکوند و بربت اور گاؤں کی حد بستی کی بھی گرائی کرنا پڑی۔ اس کام میں سوز و گداز و تپانی افسر مقرر تھے وہ گاؤں کا نشان باندھے اور وہاں کے مقدمین کو فراہم کرتے اور اگر کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا تو تمام فریقوں کے روبرو کوٹہ گروا لے یا نشان قائم کرنے کے ذریعہ سے سرحد کی تعین کر دیتے تھے۔ جب کوئی نزاع ہوتی تھی تو افسر کو اس کے تصفیہ کی کوشش کرتا اور اگر اس کے امکان میں نہ ہوتا تو افسر بلا دست کو اسکی اطلاع کر کے دوسرے گاؤں کو روانہ ہو جاتا۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کے دیگر افسران غیر مستقل مقدمات کے تصفیہ کو جاتے اور بڑی تکلیف اور تاخیر کے بعد شاید فیصدی نوٹسے مقدمات کا فیصلہ کر سکتے۔ ماندہ مقدمات اگر نری افسروں کے لیے اٹھا رکھے جاتے تھے جو خود برسر موقع جاکر اندوہ سے بیجا تیا اور کھیل سے فیصلہ کر دیتے۔ اس طور پر ہزار ہا بدیدیان قائم ہو گئیں اور ایک مختصر زمانہ میں انکا فیصلہ ہو گیا۔ اکثر مقدمات میں جب افسر موقع پر اسے تو معاملہ بڑی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ لیکن جھکوند معلوم ہے کہ بعض صورتوں میں صرف ایک سرحدی لکڑا کے بھتی دن بلکہ کئی ہفتوں تک اسکو ٹھہرا پڑا تھا۔ ایسے مقدمات میں وہ اپنا غیمہ گاؤں کے قریب نصب کرتا ہے اپنی اور زمین انجام کرتا جاتا ہے اور اس معاملہ کے فیصلہ ہو جانے تک حتی الامکان بڑے تحمل سے مقیم رہتا ہے۔ اسوقت اگر ہوتی ہے جب ہر فریق دھوکا دینے یا فیصلہ کے اپنے خلاف صادر ہونے کے گمان سے مایوس ہوتا ہے۔

منہ درجہ ذیل کیفیتیں گو کم و بیش طور پر قلعہ برطانیہ کے مختلف حصوں پر حاوی ہو سکتی ہیں مگر خاص کر کے مالک مغربی و شمالی اور اس سے بھی زیادہ خصوصیت کے ساتھ اس قطعہ ملک سے نسبت رکھتی ہیں جو دریائے جمن کے دو کنارے واقع ہے۔ یہاں کے لوگ آزاد منش اور جنگجو ہیں۔ چونکہ یہاں ضوابط دیہ میں کبھی دست اندازی نہیں کی گئی اس سبب سے ہمارے اکثر مقبوضات کی نسبت وہ زیادہ کم ہیں۔ زمین زرخیز ہے آبپاشی دریا اور نہروں کے پانی سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ یہ قطعہ زمین بہت سے مالکوں کے درمیان ٹکئی طور پر تقسیم ہے جو اپنی اراضیات کی آپ ہی کاشت کرتے ہیں۔ ہر گاؤں کے زیادہ تر لوگ یا تو باہد گزرتے ہیں یا بہر حال ہم قوم ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ سکمون اور راجپوتوں کی ریاست کے قریب واقع ہے جہاں کے لوگوں سے انہیں بھی متواتر فساد ہا کرتا ہے اور ہماری حکومت کے قبل علاقہ جنگ و جدل ہوا کرتی تھی۔ اس واسطے حالات متعلقہ کی جہت سے اب ایک بڑے درجہ تک انہیں ہم قومی اور ہم جنسی پیدا ہو گئی ہے پھر اس ملک میں بڑے بڑے قطعہ زمین چراگا ہوں کے طور پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ انہیں ہر طرح کے لوگ اپنے مولشیوں کے بڑے بڑے غول چراتے ہیں۔ اراضیات مزدور گاؤں کے گرد یا ان کے متصل ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص کی تقسیم یا ملک میں رہتی ہیں مگر جو حصہ زمین چراگا ہوں کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ عموماً سب لوگوں میں مشترک ہوتا ہے۔ گاؤں کی حد کے اندر داخل رہتا ہے مگر حدیث کا نشان نہیں ہوتا ہے اور اس وجہ سے اکثر جھگڑے پیدا ہوا کرتے ہیں۔

گاؤں کے چرواہے ہر روز صبح کو دودھ دوہنے کے بعد اپنے مولشی چرانے لیجاتے ہیں اور رات کے وقت جبکا جو جانور ہوتا ہے اُسکے یہاں پہنچا دیتے ہیں۔ اس چوپایوں کے ملک میں گاؤں والے اکثر ہزار یا مولشی رکھتے ہیں۔ جہاں مولشی بہت اور چرواہے کم ہوتے ہیں تو چرواہے قرب و جوار کے گاؤں علی الخصوص اُن مقامات کی زمینوں میں دست درازی کرتے ہیں جہاں کے باشندوں کی تعداد انکی نسبت کم ہوتی ہے اور جو انکے برابر طاقتور نہیں ہوتے۔ حدود موضع غلط طور پر شخص تھیں اور اس وجہ سے اکثر جھگڑے پیدا ہوا کرتے تھے۔ کبھی کبھی لیا ہوتا ہے کہ ایک فریق کے لوگ غاصبوں کو متواتر آگاہ کرنے کے بعد اس بات کا قصد کرتے ہیں کہ انکے مولشی گرفتار کر لیں۔ چوپایوں کا شور و غل فوراً آگاہ کر دیتا ہے اور تمام گروہ کے لوگ اس طرح سے آکر بھٹ پڑتے ہیں جس طرح شہر چھتے کی کمیاب کی بارگی نکل آتی ہیں۔ مرد عورتیں بلکہ بچے تک تلواریں برچھے لٹھیاں خلاصہ یہ کہ جو آگاہ انکے سامنے آ جاتا ہے انکو لیکر حفاظت کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ مخالفین کی ہشتی پر انکے رہتا ہوتے ہیں اور ایک بڑا غضبناک معرکہ ہو جاتا ہے زمین تنازعہ فیہ کی قیمت کچھ یوں ہی ہوتی ہے اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ اسکی کچھ بھی قیمت نہیں ہوتی ہے مگر ان لوگوں کو اس سے کچھ بھی بحث نہیں۔ یہ ایک نوک کی بات سمجھی جاتی ہے اور ہر شخص اس بات کے لیے تیار رہتا ہے کہ چاہے جان رہے یا نہ رہے مگر موروثی زمین سے یک و جب بھی جانے نہ پائے۔

باعث یہی ہے کہ اس بارے میں لارڈ لارنس سے انھوں نے بہت کچھ بحث مباحثہ کیا تھا۔ اور انھوں نے یہ بہت صحیح بیان کیا ہے کہ لارڈ لارنس جو اس ملک کی اعلیٰ حکمرانی کے قابل اس فضیلت کے ساتھ سمجھے گئے تو یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بڑے غور و فکر کے ساتھ ہندوستانیوں کے خیالات اور دشواریات سے آگاہی پر اپنی ایک کمی۔

جان لارنس نے ان اوہ میں سرحدی نزاع کے متعلق ایک ایسے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا جس کا نتیجہ سیر سے نزدیک اس مقام پر قابل بیان ہے۔ کیونکہ اول تو اس سے ایسے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں جو ہماری حکومت کے زمانہ میں بالکل میسٹ و ناجو ہو گئے اور دوسرے اس زمانہ کے مرد میدان کے عمل فراست اور ثابت قدمی کا حال بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

قنازہ فیہ سرحد

ہندوستان میں جن باتوں کی وجہ سے کثرت ارتکاب جرم ہوا کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ سرحدی نزاعات کے نتیجے خراب پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہی ٹھوڑی عرصہ گذرنا جب تک یہ جھگڑے ملک بھر میں ہر جگہ پیدا ہوتے رہتے تھے۔ اس قسم کی نزاعوں میں جو خانہ جنگیاں پیدا ہوتی تھیں وہ نسل بعد نسل اور پٹن بعد پٹن چلی آتی تھیں اور چائین سے یکساں متواتر فساد ہوتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے سخت ہنگامے برپا ہوتے تھے۔ اور قبل اسکے کہ درہادھر کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہو جائیں رخ شرنین ہوتا تھا اور جب عارضی طور سے سوائے اس صورت کے کہ سب لوگ راضی ہوں کوئی فیصلہ بھی ہو جاتا تھا۔ تو پھر اس سے اور زیادہ عداوت برپا ہوتی تھی۔ جن مقامات میں اپنے اپنے فرقہ کا خیال تھا ہوتا تھا وہاں یہ فساد قرب و جوار کے تمام گائون میں پھیل جاتا تھا۔ اور وہاں کے باشندے قومیت یا مذہب کے لحاظ سے فریقین کے فرقہ دار ہو جاتے تھے۔

یہ ایک ششادہ بات ہے کہ تمام قوموں کے لوگ زمین سے عشق رکھتے ہیں اور گائون کے متعلق ہر ایک سے کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اصل میں اپنے اپنے مقامات کی یہ الفت ان لوگوں میں بجا ہے وطن دوستی کے پائی جاتی ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی یہ خیال نہیں کرنا کہ انکا بھی کوئی ملک ہے۔ انکو ذرا بھی اس امر کی پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کون اسپر حکمران ہے۔ انکی رغبت و نفرت امید و دیم بہ سب باتیں صرف انکے گائون کے حلقہ ملک محدود رہتی ہیں باہر کو کچھ ہو رہا ہو نہ انکو معلوم ہوتا ہے اور نہ انکو معلوم کرنے کا خیال ہے۔ انکے ملک پر اتنے مختلف خاندانوں کی سلطنت رہی اور اتنی مرتبہ انکے فرمانروا تبدیل اور دستبردار ہوئے کہ اب جب تک انکے گائون کی کوئی بات نہیں ہوتی ہے نہ وقت تک وہ کوئی پروا نہیں کرتا لیکن انکے گائون پر کوئی مل جلایا انکی اوسر غور زمین کے ایک وجہ پر بھی کسی نے دعویٰ کیا تو ہر شخص تھیار لے لیکر انکا قبضہ بحال نہ کرنے کے لیے جان و مال سے مستعد ہو جاتا ہے۔

قادر تھے لیکن جب جوٹا کی طرح انکو معلوم ہوتا تھا کہ ”میرا غصہ بجا ہے“ تو اس میں شک نہیں کہ انکی طبیعت پر ہم جنوں کی
 انکے پراسنے بھگتی دوست رابرٹ ٹنگمر کی سنے جو اس زمانہ میں کانپور کے مجسٹریٹ تھے اور جنکو جان لارنس
 کا حال انکے ہندوستان میں آنے کے وقت سے معلوم نہیں ہوا تھا ایک ویسی افسر محکمہ بندوبست سے جسکو
 جان نے وہاں بھیجا تھا یہ سوال کیے کہ ”جان لارنس انا وہ میں کس طرح رہے انکے بارے میں تمہاری کیا راء
 ہے وہ اچھی طرح سے کام کرتے اور تم لوگوں سے اچھی طرح کام لیتے ہیں یا نہیں“ ہندوستانی افسر نے کانپ
 جواب دیا کہ ”یہ حضور کیا فرماتے ہیں جب وہ غصہ میں ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہر گرج رہا ہے اور جو
 عمال کرہ میں ہوتے ہیں انکے ہاتھ تھکھسرا نے لگتے ہیں“۔

جان لارنس اس زمانہ میں جب سال بھر تک انا وہ میں رہے اکثر اپنے افسر بالا دست یعنی رابرٹ ٹنگمر کو
 ہینڈلنگ کرتے اگر وہ کی ملاقات کو انکے مکان پر جایا کرتے تھے۔ مالی معاملات کے متعلق ہینڈلنگ اس فریق کے طر فار
 تھے جنکے اصول اس زمانہ کے قواعد کے خلاف تھے انکا خیال تھا کہ تعلقہ اردن اور راجا راون علی الخصوص راجہ
 میں پوری اور بلکہ راجہ انا وہ کے ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ تجویزیہ ہو رہی تھی کہ آئندہ سے علاقوں پر انکا کچھ اختیار
 نہ رہے اور انکو صرف کچھ فیصدی یا ایک رقم معینہ نقد (مالکانہ) ملا کر سے۔ ہینڈلنگ نے یہ بات بیان کی کہ اگر اس قسم کی
 حکمت عملی اختیار کی گئی تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرکار کو ہندوستانیوں سے سرشتہ تعلیم محکمہ پولیس اور تعمیرات میں جو مدد
 ملا کرتی ہے وہ نہ مل سکیگی۔ اور ان قدرتی فرمانروایوں کا اختیار انکے ہاتھ سے نکل نہایت ہی نا عاقبت اندیش
 اشخاص یعنی گانوں کے مہاجنوں اور زمین دین رکھنے والوں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ لیکن ان اختلافات آرا سے
 دونوں شخصوں کی دوستی میں کوئی خلل نہیں پڑا اور جیسا کہ ہم آئندہ چلکریاں کرینگے ہینڈلنگ اپنے راستہ سے علیحدہ
 ہو گیا اور جان لارنس کو رخصت فرلو سے واپس آنے کے بعد ایک عہدہ موقع دیا یہ خدمت ایسی تھی
 جسکے جان لارنس ہمیشہ بزمانہ تا بعد متروک و معترف اور شکر گزار رہے۔

انا وہ میں جان لارنس کو بہ حیثیت مہتمم بندوبست جو ضروری خدمتیں انجام کرنا پڑی تھیں انہیں سے
 ایک خدمت گانوں کی حد بندی تھی۔ اسکا موقع اس وقت آتا تھا جب انکے بارے میں کوئی جھگڑا پیدا ہوتا تھا اور
 وہ ویسی کارپرداز جو عموماً ان کاموں پر مقرر تھے فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کام انکے لیے کیا ہرگز نہیں تھا کیونکہ
 پانی پت میں آنے ہی کے زمانہ سے انہوں نے ہندوستانیوں کی خوب دریافت کرنا شروع کی تھی علی الخصوص
 باشندگان دیہات سے جنکے خواص اور بھی عجیب اور جو آبادی کے اصل ارکان تھے۔ اسکے چالیس برس بعد
 سترہ سترہ بیٹھنے نے اپنی مشہور کتاب موسومہ ”جماعت فرار عین ممالک شرقی و غربی“ میں یہ جو بیان کیا ہے کہ
 میں نے ہندوستانی صحبتوں کا حال دریافت کرنے کی وجہ سے اس کتاب کے لکھنے کی قابلیت پیدا کی تو اسکا

ایسے اُداس مقام میں کبھی کبھی جوینہ و تفریح کا شوق نکلتا تھا اور جو اس وقت بالکل بزرگوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے تو جَآن لائرِ نش آسین بڑے استغنا خانے شریک ہوتے تھے۔ صبح کی وقت کو ٹھی کے سایہ دار اُطراف میں بندوبست کبوتروں کا شکار کیا جاتا تھا۔ ہم بلا اندیشہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس تفریح میں سنگدلی تبار بازی یا اس سے بھی زیادہ خراب باتوں کی تعلیق ہونا جیسا کہ اور کروہ جاسون یا قریب تر زمانہ کی صحبتوں میں ہوا کرتا ہے تو وہ ہرگز آسین شریک ہوتے (میسرے پر) کو چکر اندازی کی بازی یا بڑے حوضوں میں پیرنا ہوتا تھا اور آسین بقاء عہدہ طور سے گھوڑ دوڑ بھی ہوتی تھی۔ لائرِ نش بندوبست اچھی چلاتے تھے لیکن بعد کو دو آب جالندھریں جن جانور دن کے شکار کی بابت وہ مشہور ہوئے انکی نسبت یہ جانور زیادہ عظیم تھے۔ غیر جن خرگوش لُٹے اور کالے بتر بھی جانور تھے۔ وہ میرے نہایت ہی عمدہ دوستوں اور رفیقوں میں تھے ہماری اور انکی عمر برابر تھی اور چونکہ ہم لوگ اپنی خدمت کے متعلق اپنے کاموں سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اس سبب بجز اس حالت کے جب ہم دفتر میں جاتے تھے کبھی جہان میں ہوتے تھے۔ رات کو ہم دونوں کی چار پائیاں ایک ہی کھنگے کے چھتی تعین۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ وہ ایک بڑے صاف اور قطعی طور سے تمام معاملات کی تجویز کیا کرتے تھے اور بڑی سستی سے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ اس امر خاص اور دوسری باتوں میں وہ کراٹول سے ایسے مشابہ تھے کہ میں انکو اولیو کراٹول کہتا تھا اور انکے استقلال اور ارادہ کی نسبت جو میرا خیال تھا انکو اس خوش طبعی سے بیان کرتا تھا جَآن لائرِ نش اور اس بڑے نامور سید سے بادے اور خدا ترس انگریز کے مابین جو شباهت تھی اس پر انکے اس ابتدائی دوست ہی کو نہیں بلکہ انکی شبیہ اور صورت بنائیوا لون اور بے انتہا دوستوں کو بھی حیرت ہوتی اور اب جو جَآن لائرِ نش اپنی عمر طبعی کو پونچکر عزت اور ناموری کے ساتھ اس کو بچ کر بچکے تو یہی امور بیسیوں اخباروں جریدوں اور گیتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ یہ نسبت کس قدر ابتدائی ایام میں معلوم کی گئی تھی اور یہ ظاہر کرنا بھی مناسب ہے کہ دوست کو پہلے پہل انکی طرف توجہ ہوئی کراٹول کی طرح جَآن لائرِ نش بھی اپنے تمام افعال و اقوال میں انکو اور سید سے سادہ تھے اور کراٹول ہی کی طرح انھوں نے نائیش کی کبھی پروا نہیں کی۔ جو کچھ کہنا ہوا سبے تکلف بیان کر دیا۔ اپنا راستہ ہمیشہ صاف کیا خود ہمیشہ گھوڑے کی طرح کام کیا اور دوسروں پر بھی کام میں محنت کرنے کی تاکید کی۔ ویسی لوگ اگر انکی محبت کرتے ہیں تو وہ سکتا ہے مگر انکی عظیم و توقیر ضرور کرتے تھے یا بہر حال انکے حکم کو واجب التعمیل جانتے تھے۔ وہ لوگ ایسے نفس کی عظیم کرنے میں جو انکی خطا کی حالت میں انکو متنبہ کرے بشرطیکہ وہ خود بھی انصاف پر جو۔ اور جَآن لائرِ نش ہمیشہ ایسے ہی رہے۔ انکی آواز بلند اور اجلاس رعب فار تھا۔ انکی صاف انکو سے جو اندر گسی ہوتی تھی اور ہر شخص پر مہربانی سے جھکا دیتی تھی اس وقت انکے عجیب طرح کا قہر ہونے لگتا تھا جب وہ کئی شکایت بات یا بزدلی یا خفا سے برا بھلا کہتے ہوئے تھے۔ وہ اپنی طبیعت پر حالاکہ تمام لائرِ نشوں کی سرشت میں زود مزاجی تھی

اور گورگانوں میں مہتمم بندوبست کا بہت سا کام کلکٹر ٹی کے عہدہ سے شامل کر لیا تھا۔ پانی پت کے معاہدہ میں تو سیرری بڑی خوش قسمتی ہے کہ میں ایک ایسے شخص کی رائے کو محول کر سکتا ہوں جن جان لارنس کے اس مقام کی کارگزاریوں کی شہادت اپنے ذاتی تجربہ سے بیان کر سکتا۔ اس طرح انا وہ کے معاملہ میں چند تفصیلات آگئی خدمت اور کارگزاریوں کی ایک ایسے انگریز کی زبانی بیان کر سکتا ہوں جسکو انکی کارروائیوں کے دیکھنے کا برا موقع ملا تھا اور شاید اسکے سوا اور کوئی یہ حالات بیان نہیں کر سکتا تھا۔ یہ شخص مسٹر جے کیو مین ساکن براٹھرجی واقعہ برٹش پرنسپل ہین اور وہ بیان کرتے ہیں کہ۔

افسوس ہے کہ مسٹر جے کیو مین کی کارروائیوں کا حال بیان کرنے والا سوائے میرے اور کوئی شخص زندہ نہیں ہے۔ یہ دور زمانہ تھا جب وہ اور میں دونوں آدمی انا وہ میں ایک جگہ رہتے تھے اور آپس میں بڑا ربط و ضبط تھا۔ وہ مہتمم بندوبست اور میں محسب ریٹ و کلکٹر تھا۔ یہ ضلع اس زمانہ میں نیا نیا قائم ہوا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں مکانات بہت کیاب تھے اس باعث سے جس مکان میں میں تھا اس سے جان لارنس کا کام بھی نکل سکتا تھا۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ یہ عہدہ انکی پسند تھا۔ کیونکہ وہ پیشتر دہلی کے مختلف علاقوں میں بڑی محنت کے کاموں میں مشغول رہ چکے تھے لیکن چونکہ رابرٹ برڈ نے جو انکے بڑے معرفت تھے انکو خاص کر کے اس کام کے لیے منتخب کیا تھا تو اس باعث سے انھوں نے یہ کام قبول کر لیا تھا بندوبست کا ابتدائی کام مہتمم بندوبست کو بہت کم کرنا پڑتا تھا اسوجہ سے کام کا نہونا جان لارنس کو بہت ناگوار تھا۔

مجھے کو اس مقام پر بیان کرنا چاہیے کہ ایک چٹھی میں جو میرے ہاتھ لگ گئی ہے اور جسکو لارنس نے اپنے اسی دوست کے نام مسٹر جے مین لاہور سے بھیجا تھا ان مختلف مقاموں کا ذکر کرنے کے بعد جہاں وہ رہا کرتا تھا وہاں سے ہندوستان میں واپس آنے کے بعد چند روزہ کام کرتے رہے تھے اپنے انا وہ کی سرگذشت کا یہ اشارہ کیا ہے ”میں نے اس امر کی خاص احتیاط کی کہ اس تنگناے انا وہ سے جسمیں میں اور آپ سات برس تک گویا نہ فون رہا تھا کھارہ کشی کروں گی گویا ایک معمولی قدر ہے لیکن میں اسکو دو دو جہوں سے محول کرتا ہوں اول یہ کہ انکی لکھی ہوئی ہزار ہا چٹیاں میں نے بڑی ہوشیاری سے مطالعہ کی ہیں ان سب میں ہی ایک ایسی چٹھی ہے جس میں جان لارنس نے اپنے عہدے کے مقام کا ایک ایسا نام رکھا جو بہت سے سرکاری افسروں کی زبان پر اس مقام پر مقرر ہوتے ہی جاری ہوگا اور وہ اسکو کبھی پسند نہ کریں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انا وہ کے بارے میں بیشک جو انھوں نے اپنا تنقید ظاہر کیا اور وہ اس لفظ کے اس مقام پر متعلق ہونے سے معلوم کیا تو انکا باعث یہ نہیں ہے کہ انا وہ میں انکو زیادہ بچپنی یا دقت یا کام پڑا ہو بلکہ سبب یہ ہے کہ وہ انکو کچھ کام کرنے کے لیے نہیں تھا۔ مسٹر کیو مین اور آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ۔

مسلمان ہندو دونوں کے مذہب میں خیرات کی عام تاکید ہے۔ اور جب کوئی فقیر سوال کرتا ہے تو یہ لوگ خوشی سے رحم دلی اور خوش اخلاقی کے ساتھ داد و دہش کرتے ہیں۔

جب آغاز ۱۳۳۴ء میں جان لارنس اس ضلع کا دورہ کر رہے تھے تو ایک جاتری کا عجیب و غریب واقعہ جان لارنس کی نگاہ سے گزرا جو سیٹلا دیوی کے تیرتھ کو جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی لین ڈوری ایک برصیائے کو جہاں ایک نفیس مالاب ایام خشکالی میں بھی پانی سے بھرا موجود تھا روانہ کر دی تھی۔ ہندو لوگ وہاں اٹھان کر رہے تھے اور جان لارنس قرب و جوار کے کھیتوں میں گھومتے گھاتے اپنے نزدیک ایک گھری کے قریب آئے جو کچھ اور آگے جا کر انکولاش معلوم ہوئی لیکن جب بہت قریب سے جا کر دیکھا تو کچھ علامتیں زیت کی بھی پانی گیتن۔ یہ ایک بوڑھے آدمی کا جسم تھا جسکے چہرہ سے آثار بزرگی معلوم ہوتے تھے اس شخص کی عمر پورے ستر برس کی تھی وہ نہایت ہی ناتوان اور غلیظ میں آلودہ تھا اور اسکے بدن پر ایک جیتھڑا بھی نہیں تھا۔ اسکے پاس نہ گھری نہ جھولا اور نہ کسی قسم کا اور اسباب تھا اور معلوم ہوا کہ وہ بیماری کی آخری نوبت میں ہے۔ جان لارنس نے کوشش کی کہ انکو کس طرح ہوشیار کریں مگر وہ نہ چوکا اسکی طبیعت بھگتی پھرتی تھی منہ سے صاف آواز نہیں نکلتی تھی۔ اور اسکی گردش چشم سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر فوراً اسکا علاج کیا جائیگا تو مر جائیگا۔ جان اسکی مدد کے لیے اپنے خیمہ کی طرف دوڑے چلے گئے لیکن انکے نوکروں نے ایسے شخص کے چھونے میں (حالانکہ جینو سے ثابت ہو گیا تھا کہ برہمن ہے) جو غلطی سے آلودہ تھا اور جسکے بچنے کی کچھ امید نہیں تھی تامل کیا۔ آخر الامر وہ اپنے انھیں آدمیوں سے مریض کو خیمہ میں اٹھوا لے گئے۔ اور اسکو اپنے ہاتھ سے ہلایا پلنگ پر لٹایا اور کھانا کھلایا۔ دن بھر کے عرصہ میں جاتری اسقدر تندرست ہو گیا کہ اس میں اپنے قصہ کے بیان کرنے کی قوت پیدا ہو گئی جو بہت ہی دلچسپ تھا۔

اسکے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ جنوبی ہند کا باشندہ تھا تیرہ مہینے کا عرصہ ہوا تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال سمیت ہیبت ناک دیوی کے استھان کے درشن کو روانہ ہوا تھا۔ یہ وہ استھان ہے جسکے ہونے نہونے کا حال جان لارنس کو اسوقت تک جب وہ استھان کے قریب آکر بسے تھے معلوم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میں اس بات کو پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ جان لارنس اسکا قصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

یہ لوگ راستہ میں بیمار پڑے اور لڑکا جسکے لیے خاص کر کے اس وقت طلب تیرتھ کی تکلیف اٹھائی گئی تھی دیوی کی حفاظت میں انکے پیشتر ہی مر گیا۔ مان گرتی پڑتی کچھ دور تک چلی بعد اسکے وہ بھی بیمار ہو کر مر گئی۔ باپ شمالی ہندوستان میں بالکل یکہ و تنہا رہ گیا جہاں کسی کو نہ وہ جانتا تھا اور نہ اسکو کوئی جانتا تھا۔ اُسے ارادہ کیا کہ لاہور کو جو اس زمانہ میں انگریزی سرحد کے اس پار بہت دور دراز فاصلہ پر واقع تھا جائے کیونکہ وہاں میں برس پیشتر سے اس کے ایک بھائی نے سکونت اختیار کر لی تھی اُسے نو سو میل کی مسافت اس طریقہ سے جو میں سننے اور بیان کیا ہے طے کی تھی اور ابھی لاہور سیکڑوں

اپنے جیوار کی کامیابی سے ایسے خوش ہوتے تھے کہ جان لارنس کے مضحکوں سے انکو کوئی رنج نہیں پہنچتا تھا لیکن اگر ذوق و کسب وقت اس مرض میں مبتلا ہوتے تو وہ لوگ ضرور ہی کہتے کہ دیکھا صاحب ویسی ماما کے ساتھ تھا کیا تو یہ چل پلایا اور انکی شکستی دیکھی۔ سان میلون میں جان دمال کا بڑا انصاف ہوتا تھا عموماً لوگ پیدل چلتے تھے۔ پیچھے کی کوبہ سے نہیں کیا جاتا تھا بلکہ زیادہ تر اسکا سبب یہ تھا کہ اس طرح سفر کے کئی تکلیف دہانہ گھیلنے میں بڑا پٹن اور دوپٹوں کی خوشنودی کا باعث ہے۔ رفتار کی مقدار خواہ خواہ کم ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو زمین وغیرہ زمین اور نہ سڑکیں تھیں بلکہ عمدہ سڑکیں تک نہ تھیں۔ اصل تو یہ ہے کہ سفر میں کسی طرح کی آسائش نہیں ہوتی۔ مسلمان خاندان کی وقت کی بھی ہوتی سرایتیں البتہ جا بجا خالی دیواروں کی حیثیت سے پائی جاتی تھیں جنہیں کشادہ صحن ہوتا تھا اور درختوں کے لیے ایک پھانگ لگا ہوتا تھا جرات کو ہمیشہ بند اور مقفل کر دیا جاتا تھا۔ سرائین چند کو ٹھہران ہوتی تھیں جنہیں فیٹ کی لمبی اور دو وینٹ کی چوڑی چار پائیاں پڑی ہوتی تھیں۔ سوا سے اسکے بچھو ناگہیہ غیر کچھ بھی تھا۔ ایسی جگہ پاریت کوئی اور پیسے کے قرار پر معمولی بکتی تھی۔ ہر شخص اپنا دوپٹا اور پٹیل کی ٹوٹیا جل کھانے اور اشان کرنے کے لیے اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ گو یہ چیزیں چند دنوں کی باتقا و میں زیادہ نہیں تاہم زیادہ چلنے والے کے لیے بڑا باہرین۔ اور یہ بالائی سے مجبور میں آسکتی ہے کہ چند سویل کل مسافت طے کرنا مینوں کی کام ہوگا۔

ن

بچپارے جاتری پر صرف یہی نگینیں نہیں پڑتی تھیں جو بدتر سے بدتر خیال کی جاتیں۔ ہر شخص ہتیاروں سمیت سفر کرتا تھا کہ اگر جان دمال پر حملہ ہو تو حفاظت رہے گو ایسا شاید زیادہ ہوا کہ جب ایسا موقع آیا ہو تو ہوش حواس میں رہتے ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ وہ کا نڈاروں یا اور کسی صلح جو قوم کا پورا گروہ چپکا کھڑا ہوا اور چند دیر مخصوص نے انکو راہ میں روک کر لوٹ لیا۔ یہ لوگ ہر شخص پر فوراً اعتماد کر لیتے تھے اور یقین کر لیتے تھے کہ وہ دیانت دار ہے۔ ہر شخص کو چوچکی ذات میں ہو چکا اقرار کرتا تھا اپنی جماعت میں شریک کر لیتے تھے اور اس وجہ سے وہ باسانی گھنگون و گلیتون اور ہر قسم کے بدماشوں کا شکار بن جاتے۔ ان بدماشوں نے یہ ترکیب نکالی تھی کہ خوشامد اور چالپوسی کی چند باتیں کر کے نیکے بعد سافروں کے دوست بن جاتے تھے۔ انکی راز داری کی باتیں اور یہ امر کہ وہ کمان چاہتے تھے ان کے ہن اور ہر شخص کے پاس کس قدر دولت ہے دریافت کر لیتے تھے اور بعد اسکے جب انکو موقع ملتا تھا تو ہن چکر اٹکا ٹکا کر سکتے تمام مشہور ترقیوں کے مقام میں اس قسم کے بدماش ضرور پہنچکر وہاں اپنی گندگی پھیلاتے تھے اور سیکڑوں جاتری ٹٹ جاتے تھے یا ہلاک ہوتے تھے اور اکثر اٹکا کوئی پتہ نہیں لگتا تھا۔ غریب مسافروں کے قدر و قدر و زور کرتے تھے کہ پولیس میں نالش کریں اور اسی بات کو مناسب سمجھتے تھے کہ اپنا نقصان گوارا کر کے تزل مقصود کو بچا سہی کریں اور اپنے ساتھ کے جاتریوں کی مدد سے یا شاہراہ پر جو گاؤں ملتے تھے وہاں بیکس مالک مالک کر کر کے چلے جاتیں۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان کی تمام قومیں علی الخصوص ادنی درجہ کے لوگ غیر نہیں

کے بچے کے بدلے اسکو قبول فرمائیے (ترجمہ شعر زبان لٹین) کہ تن برنت قربان کنم دل بررات سازم تشارہ این حیات خود
 دہم ہا آن حیات پائدارہ ساتھ ہی اسکے استھان کے پنڈون اور انکے ذریعہ سے سیتلامائی کے خوش کرنے کو اپنے مقدر
 کے موافق اور چیزیں بھی نقد خواہ جس چڑھاتی تھی۔ لیکن یہ چڑھاوے نہ تو استھان اور نہ دیوی کی ترنن میں صرف
 ہوتے تھے بلکہ کچھ اور ہی کاموں میں خرچ کیے جاتے تھے۔ مندر کے وسط میں یہ دیوی ایک کندہ ماتراش کی حیثیت
 سے استادہ تھی کیونکہ نہ معلوم کس زمانہ سے اس ہمیت ناک بھونڈی مورت پر برہمن لوگ تیل اور سیندور ڈالتے چلے
 آئے تھے۔ اور اسکے آگے ہزار ہا آدمی دُندوت کرتے تھے۔ سیتلاما کا جو عقیدہ انکے دلوں میں مرکوز تھا وہ کسی
 بات سے دور نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر کسی بچہ کو اسکے مان باپ دیوی کے روبرو پیش کر چکے اور پھر اسکے چپک نکلے اور شفا
 ہو گئی یا اسکو یہ بیماری ہی نسوئی تو دیوی کی حقیقت کا قطعی ثبوت ہے۔ یعنی یہ کہ اُسے انکی دعا قبول کر لی اور انکو صحت
 سے بچا لیا۔ اور اگر برخلاف اسکے بچہ ہلاک ہو گیا تو مان باپ پر اور بھی فرض ہو گیا کہ دوسرے بچہ کو لیکر دیوی جی کے خوشود
 کرنے کو جائیں اور پہلے سے بھی زیادہ چڑھاوا چڑھائیں۔ یہ ایک عجیب پر تاثیر کیفیت ہے۔ دلی اعتقاد رجوع قلب سے
 چڑھاوون کا چڑھانا دعا کا قبول یا ناقبول ہونا اور دونوں حالتوں میں اعتقاد کا بڑھنا نہ ہی جس کا دوسرا ہونا ہے انتہا
 چڑھاوون کا چڑھانا یہ سب باتیں عجیب اثر پیدا کرتی ہیں لیکن یہ کچھ ہندوستان ہی پر موقوف نہیں بلکہ تمام عالم کی یہی کیفیت
 بڑے میلون کی وقت لوگوں کا استعدہ ہوتا تھا کہ ملک کی نگرانی جاتریون کی حفاظت اور خود انکی اور
 لوئیرون کی نگرانی کے لیے پولیس کی تعداد بڑھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ جان لائسنس ان خدمتوں کے مناسب
 طور سے انجام کرنے کو اکثر خود سوار ہو کر استھان کو جاتے اور جو کچھ وہاں ہوتا جانا انکی نگرانی کرتے تھے۔ اور ہم قیام
 کر سکتے ہیں کہ کس زندہ دلی کے ساتھ جاتریون کے اس ابنوہ میں کچھ اسی طرح کی کارروائی کرتے ہوں گے جو ترکی
 سپاہی عیسائیوں کے مقدس روضہ پر اسوقت کرتے ہیں جب وہاں ہر سال شہرک اگل نکلتی ہے اور وہ کوڑے
 پھینکا رکھنا کر اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے چھ سات فرقوں میں اسن واماں رہے۔

جان لائسنس اپنے گھوڑے پر چڑھے ہوئے اُن عورتوں کی نگرانی کیا کرتے تھے جو ایک ہاتھ میں اپنا
 اور دوسرے ہاتھ میں بکری کا بچہ بھینٹ کے واسطے لیے ہوئے بڑے اشتیاق سے دیوی کی طرف لپکی ہوئی چلی
 جاتی تھیں۔ چونکہ انکی عادت میں داخل تھا کہ وہ اپنے خیالات کبھی نہیں چھپاتے تھے اسوجہ سے وہ بعض اوقات
 سہولت اور محبت کے ساتھ انکے پوجا کرنے پر مسکرا دیتے تھے۔ جو لوگ سچے دل سے پوجا کرنے آتے تھے
 اُنسے تو نہیں مگر مٹے کٹے مسندے برہمنوں سے جو مندر کے پنڈے تھے وہ اکثر یہ سوال کیا کرتے تھے کہ کو
 آج تمھاری دیوی جی کیسی ہیں کچھ ناراض تو نہیں ہیں۔ اس ہفتہ میں انھوں نے کتنے بچوں کا خون کیا ہے۔ ان
 پنڈون کو یہ باتیں ناگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ یا اگر معلوم ہوتی ہوں تو وہ اپنی ناراضی ظاہر نہیں کرتے تھے کیونکہ

علاء علیہ السلام کا عقیدہ ہے کہ
 روضہ مقدس میں جان حضرت
 میں فرقہ میں ہر سال ایک بار
 کو عیسائیوں کا ایک توار ہے
 خود ایک شعلہ جلا ہے
 تمام چاروں کو روشن کرنا ہے
 نہ

بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ زراعت پیشہ ہیں اور آمد و رفت کے وسائل انکو بہت کم حاصل ہیں۔ گو کاری مطالبات بالخصوص اعتدال آمیز نہ معلوم ہوتے ہوں لیکن جبوقت انکا مقابلہ ہندوستانی ریاستوں اور اس ادنیٰ معاوضہ کے ساتھ جو لوگوں کو ان ریاستوں کی ماتحتی میں ملتا ہے کیا جائے تو اسوقت البتہ وہ اعتدال آمیز معلوم ہوں۔ ہندوستان میں عمدہ شریکین اور نہرین بنواؤ آمد و رفت کے وسائل میں ہر طرح سے ترقی پیدا کروا کر اس بات کا حوصلہ دو کہ انکے کاموں میں سرمایہ صرف کیا جائے پھر دیکھو کہ قحط کا جو انسداد ان تدبیروں سے ہو گیا وہ اور کسی تدبیر سے نہوگا۔ جو ہدایتیں یہاں پر بیان کی گئی ہیں انکے متعلق مسئلہ ۴ کے بعد سے ایسی الکی بیانی ہوئیں کہ جان لارٹنس کے کلام کی حرف بحرف تصدیق ہو گئی۔ لیکن یہ باتیں اسوقت اصول مسلمہ نہ تھیں۔ اور اسوقت بھی بہ حالت تحریر کتاب ہذا (۱۸۵۷ء) جب تمام اخراجات متعلقہ تعمیرات سرکاری اس غرض سے بند کر دیے گئے ہیں کہ لکھو کھارو پیہ مع سرمایہ قحط افغانستان کی بنجر پار یون پر پھینک دیا جائے یہ امر مشکوک رہتا ہے کہ آیا آج تک بھی ان خیالات کی کچھ وقعت ثابت ہوئی۔

ان دو خوفناک برسوں میں ہزار ہا ہندوستانی اپنے گھر چھوڑ چھوڑ کر ممالک مغربی و شمالی سے نکل گئے اور غلڈی تلاش میں ادھر ادھر مارے پھرا کیے مگر کچھ فائدہ نہوا۔ بہتر سے شرکون کے کنارے پرے پرے مر گئے اور یہ ایک معمولی بات تھی کہ جب جان لارٹنس شرک پر سوار ہو کر صبح کو گشت کے لیے نکلتے تھے تو راہ میں بہتیری لاشیں شب گذشتہ کے مرے ہوئے لوگوں کی انگو ایسی ملتی تھیں جنکو بیٹریوں یا گیدڑوں نے کھا کھا لیا تھا۔ یہ جانور غول کے غول آدمیوں کے گوشت کی بو پا کر آبادی میں آتے تھے اور قحط زدہ مردوں کی لاشوں پر دھما چڑھی مچاتے تھے۔ یہ بات اکثر جان لارٹنس کے سننے میں آئی کہ ان دیکھیل اور بزدل جانوروں کو جو انسان کا گوشت کھانے کو ملا تو وہ برسوں تک آبادی میں آیا کیے۔ اور خوفناک تیندو کی طرح جو بچوں اور زیادہ سن کے آدمیوں کو بھی کھا جاتے ہیں انہیں دلیری پیدا ہو گئی۔

اس زمانہ مصیبت کا ایک ماجر میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ انکی بعض فروعی باتیں عام طور کی ہیں اور جو انگریزی افسر بد قسمتی سے ایک قحط زدہ ضلع کی نگرانی کرنے اور ایسی حالت میں بنی نوع انسان کی مصیبت دیکھنے پر مجبور ہوا ہو جب انکا انسداد اسکے امکان سے باہر ہوا اور ایک محدود درجہ تک کے سوا زیادہ تدارک کرنے کی امید نہ کر سکتا ہوا انکو اسطرح کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں جان لارٹنس کا وقت ہر روز نیکی کے کاموں میں صرف ہوتا تھا اور ہندوستانیوں کے بہت سے خواص ایسے نمایاں طور پر اس سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اس مقام پر قصہ مذکور قابل بیان ہے۔

ہندوستان کے لوگ تیرتھ کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جمبوتری اور گنگوتری جو کوہ ہمالیہ میں علی سبل تہیں

نی برسے لگا ہے ملک میں سیلاب جاری ہو جاتا ہے۔ اور حیوانات و نباتات کو کچھ دنوں تک تازہ کر دیتا ہے۔

اناؤ کو خشکسالی سے سخت نقصان پہنچتا تھا اور جب نومبر ۱۸۳۳ء میں جان لارنسز بہ حیثیت افسر بندوبست وہاں پہنچے تو ہندو خشکسالی کا اثراتی تھا۔ مالگڑاری میں بیشک ابتری لگنی تھی اور نوعیت کاشت میں بھی بالکل بدانتظامی تھی۔ جان لارنسز نے پہلے پہل اپنی آنکھ سے یہاں اگر قحط ہندوستان کی مصیبتیں مشاہدہ کیں یہاں آنکھوں نے ہر روز فائدہ کشوں سے آمدورفت رکھنے کی وجہ سے انکی مصیبتوں میں پوری پوری امدادی کرنا چاہا اور اسی مقام پر آنکھوں نے آئندہ استعمال کے لیے پھران اصولوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا جن سے آنکھوں نے پرمانہ مابعد انتظام بنیاد کی وقت میں نہایت موثر کاری اور عملگی سے فائدہ حاصل کیا (یعنی یہ کہ حکم پر فرض ہے کہ کھجور سرکاری محکمہ میں جہاں تک ممکن ہو کمال کفایت شعاری کا پرتاؤ کرے اور جب زیادہ خوراک آفتین ٹھوہر میں آئین تو اس وقت زیادہ کٹاؤ دہلی کے ساتھ صرف کر سکے اسی انتظام سے آئندہ کے لیے اس قسم کی آنکھوں کا مسئلہ ہو سکتا ہے) یعنی آنکھوں نے تالاب اور نہرین جو این اور سرگین اور پل تعمیر کیے۔

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کی کل آبادی قریب قریب زراعت پر مشتبہ ہے۔ انکی دولت صرف انکی محنت اور مویشیوں پر منحصر ہے۔ اور قحط کے سال میں ان دونوں چیزوں کا عدم وجود برابر ہے۔ تجارت پیشہ اشخاص سے قحط منجھو بہت سے وسائل کے صرف ایک وسیلہ معاش سلب کر سکتا ہے مگر زراعت ہمیشہ اشخاص کے تمام وسائل کی تعلیم فیت و ناپود ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں مویشیوں کے چارہ کی قیمت نہاں کی خوراک سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور اس خاص سال میں اگر قحط کی قیمت اصل سے دہ گونہ تھی تو بوسودہ اور چارہ کے دام سولہ گونہ سے کم تھے۔ ایک روپیہ کو بہت اچھی گٹے سکتی تھی۔ مصنوعی طریقہ کی آبپاشی بمقدار اس وقت ہندوستان میں ہوتی ہے اس سے بھی اس بات کا یقین ہو سکتا ہے کہ خراب سے خراب فصل میں کثرت غلہ پیدا ہو۔ مگر چہرہ آگاہین منجھو نہ زمین اور نہ آسمان سے مدد ملتی ہے وہ بالکل سوکھ سا کھ جاتی ہیں قحط ہندوستان کے طول لمبوں غمناک فسانہ میں یہ فرق بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قحط زدہ لوگوں کو دوسروں غلہ خریدنے کا موقع ہوتا ہے مگر اس قدر مفد در نہیں رکھتے جو خرید سکیں۔ وہ اپنی آنکھ سے دیکھا کرتے ہیں مگر زبان میں جھگڑے کو نہیں فسانہ کی کیفیت سمجھنے میں طبع کی ہوتی ہے جیسے نہر پر پتہ پیاسا مگر جائے۔

جان لارنسز گورگہ کوکون اور اناؤ میں جو کچھ دیکھ چکے تھے اُسے رات برس کے بعد خیال کر کے ۱۸۳۳ء میں جب وہ دہلی کے پتہ پر پہنچے اور کھلے تھے بیان کرتے ہیں کہ ”ہندوستان کو قحط سے جو اس خوراک طوکہ کا فائدہ مانا ہو چکا ہے تو اسکا سبب جیسا بعض کوتاہ بین لوگ تصور کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سرکار انگریزی زیادہ دستان کر لے

کوئی نقد ہی معاوضہ دلوا یا گیا۔ انکا مشایہ تھا کہ ایسے شخص اور اس کے خاندان والوں نے سالہا سال تک بطور ناجائز جو کچھ مرنے سے کھایا ہے وہ مستوجب عذاب ہے کہ اب اس سے اگلا لیا جائے۔

یہ امر آبائی سنجیدہ مسئلہ تھا کہ ایسے لوگوں نے اس بارہ میں کیسے مخالفت خیالات ظاہر کیے ہونگے اور ممالک مغربی و شمالی کے بندوبست میں کوتاہیوں کی باعث کو غلبہ تھا لیکن دونوں طرف لائق و کلا تھے۔ تعلقداروں کی طرف رائٹس لفٹس گورنر ممالک مغربی و شمالی رائٹس لفٹس گورنر آگرہ اور ایک ماتحت حیثیت سے ہنرمئی لارنس جو بذات خاص مجمع کل تھے یہ سب لوگ تھے۔ ہنرمئی لارنس نے کچھ دن پیشتر اپنے بھائی جانج کی سفارش سے محکمہ پبلش میں ایک عہدہ حاصل کیا تھا۔ جماعت مزارعین کی طرف اسے بھی اعلیٰ عہدہ دار محکمہ ٹوڑو مع اپنے افسر رائٹس لفٹس گورنر ممالک مغربی و شمالی مقرر ہوئے اور رائٹس لفٹس گورنر ان محکمہ بندوبست جنگلے معاون اب ایک اور لارنس (یہ بھی بذات خاص مجمع کل تھے) یعنی جان لارنس مقرر ہوئے یہ سب لوگ شامل تھے۔ اور شل اس مشہور ٹوڑو کے جسے بعد کو پنجاب کا انتظام کیا تھا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ جس کام میں دونوں طرف ایسے ایسے برابر کے لائق لوگ دکیل مقرر ہوئے ہوں اس میں دونوں طرف کی کارروائی ہم پیر ہی ہوگی۔ اور جو نا انصافی کسی ایک فریق کی طرف سے ہوئی ہوگی وہ طرف ثانی کی دقیقہ رسی سے کامل زور پکڑینگے بعد بھی گھٹتے گھٹتے ایک اقل مقدار کو پہنچ گئی ہوگی۔

ضلع نامہ جو جان لارنس کے اہتمام میں سپرد ہوا تھا وہ دریائے ہند کے بائیں کنارے پر واقع اور دریا دریا آگرہ اور مین پوری سے متصل ہے۔ یہ کوئی دیگھ مقام نہیں تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگا ایک انگریز کے سفر نامہ ہندوستان میں درج ہے کہ ”ہندوستان کے کسی حصہ میں بیان سے زیادہ سخت و نہین چلتی ہے۔ یہ ہوا مار چ کے مینے سے شروع ہوتی ہے اور اپریل اور مئی کے مینے تک برابر اسکی شدت رہتی ہے۔ عموماً آٹھ بجے دن سے اسکی شدت ہونے لگتی ہے اور غروب آفتاب کے وقت کم چلتی ہے گو بعض اوقات رات کو بھی چلتی ہے۔ اسباب مکان سے جس شے میں ہاتھ لگائیے جلجاتا ہے مضبوط سے مضبوط لکڑی اگر اسپر گیل اکل نہ لپیٹا جائے تو پھٹ جائے اور ایسی آواز ہو کہ جیسے تپتی ہوئی ہے۔ پانی میں بھگو یا ہوا سفید کیرا باور چھانہ کی صافی کی طرح گرم معلوم ہوتا ہے۔ دن کو اگر یہ خرابی ہے تو رات اس سے بھی بدتر ہر کرہ میں شدت کی گرمی ہو جاتی ہے جسکی مثال تنور کے سوا اور کسی شے سے نہیں دی جاسکتی ہے اس گرم ہوا کے چلنے کے بعد برسات کا زمانہ آتا ہے اور تبدیل فصل کی علامت یہ ہے کہ شدت کی اندھیان چلتی ہیں۔ نصف النہار کے وقت کثرت عبار سے یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا آفتاب غروب ہو گیا اور رات ہوا چاہتی ہے۔ آندھی اتنے زور و شور سے آتی ہے کہ جب بہت دیر تک زور سے بادل گر رہا ہے تو

ہونے میں خدایمی شک و شبہ نہیں ہے۔ موروثی مستاجر ان مالگاری بھی جو مالک مغربی و شمالی میں تعلقہ دار اور بنگال میں زمیندار کھلاتے تھے مالک جائز نہ تھے جس حصہ یا تمام ضلع کا انھوں نے اجارہ لیا ہوا اسکے وہ مالک ہوں یا نہ ہوں یہ دونوں باتیں ممکن نہیں۔ لیکن گوان دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے علاوہ نہیں تھا تاہم زیادہ رکھنے کی بات ہے کہ مشرقی خیالات کے مطابق وہ ایک طور کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔

تمام ملکیتوں میں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں زمین سب سے زیادہ عزیز اور وسیع خیال کی گئی ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ اب سوائے اسکے اور کوئی ملکیت اچھی ہی نہ سمجھی جائے۔ انتظام جائیداد میں جسپر برسوں بلکہ شاید پشہن پاشت سے عہد آمد ہوتا چلا آیا ہو دست اندازی کرنا ایک بڑا بھاری کام ہے چنانچہ تمام تاریخیین علی الخصوص قوانین اراضیات روم (رومہ الکبریٰ) اسکے شاہد ہیں۔ روم میں جو سرکاری زمین "فانوار" عباد اور اصل میں بادشاہ وقت کی تھی جو ہر وقت خاص مقاصد کے لیے جنگی کوئی قید نہ تھی اور جنگل رو سے وہ بندہ کی گئی تھی باز یافت کر لیجائے۔ جو لفظ سرکاری زمین کی مقبوضیت کے لیے استعمال کی گئی تھی (پہریشیو) زمین اس امر کی احتیاط کی گئی تھی کہ ملکیت کا مفہوم اس سے نہ پیدا ہونے پائے صرف دخل سے مراد رہے۔ باغیچہ سرکار نے باز یافت زمین کی میعاد استعد گزاری دی تھی کہ ملکیت کا خیال یکقل نیست و نابود ہو گیا تھا۔ یہ اراضیات نسلا بعد نسل و بطناً بعد بطن ایک دوسرے کے پاس منتقل ہو گئیں۔ انکی بار بار فروخت ہوئی اور بار بار خریداری عمل میں آئی لکن تصرف کے حقوق بہت سی شرطوں اور قیدوں کے ساتھ جو مالکان اراضیات کو حاصل ہیں ختم ہو گئے پس ایسے انتظام کو جو بظاہر پائدار اور قدیم زمانہ کا مفہوم ہوتا تھا ہم پرکھ کر گواہ گو وہ کسی بیسیسی ہیئت سے غلو میں آتا ایک انقلاب تھا۔ گو وہ انقلاب کیسا ہی واجبی اور ضروری تھا مگر پھر بھی انقلاب ہی تھا اور سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا۔

مالک مغربی و شمالی میں چاہے جس قسم کا بندوبست کیا جاتا اسکا اصل وقت یہی تھا کیونکہ پچیس برس سے جو مذہب اور بیضا بلکی چلی آتی تھی اس سے بہتر یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح کا بندوبست عمل میں لایا جاتا۔ اب ہر ایک مقول تجویز کے لیے کسی ایک قاعدہ یا چند قواعد کا ہونا ضرور ہے جنکے مطابق عمل کیا جائے اور رابرٹ برٹو نے عہد آمد کے لیے جو عام اصول مقرر کیا تھا وہ فی الجملہ مثل اور عام اصولوں کے مقرر بہ حساب تھا اور گوانین کیسے ہی نقصان کیوں ہوں مگر مقابلہ اور کسی ضابطہ کے اس سے اکثر لوگوں کی بیوقوفی ایک بڑے درجہ تک متصور تھی۔ مگر یہاں کیا گیا ہے کہ بعض افسران متعلقہ نے نہایت سختی کے ساتھ بلا محاذ و غور اسکا عہد زامہ کیا۔ وہ ہر تعلقہ دار کو اس کا نگاہ سے دیکھتے تھے کہ گویا ہر تعلقہ دار نے اپنا تعلقہ زبردستی اور بھڑ سے حاصل کیا ہے پس ان لوگوں کی رائے میں وہ بڑا ہی خوش قسمت شخص تھا جسکو علاقہ کے بد سے

ملنے شہر تہہ ہفتہ کی عباد جلد اول ص ۱۰۰۔ متعلقہ قاضی نے بھی بہت ہی بیوقوفانہ بن وانی کے کلمات کے متعلق یہ فرمایا: "پس یہ انکی تعسیر سے لکھا گیا ہے۔"

۱۸۲۲ء میں ہولٹ ٹیکسٹری نے وہ قاعدہ جاری کیا جو واجبی طور سے جماعت دیہات ہندوستان کا دو ٹیکٹا چارٹا۔ کہا جاسکتا ہے۔ شاید وہ بدرجہ اولیٰ ایسا کہا جاسکتا ہے کیونکہ ٹیکٹا چارٹا ہی کی طرح اسکی تعمیل ہوئی اور اسی طرح آئندہ زمانہ میں اسکی تجدید اور ترقی لازم ہوئی۔ مختلف سببوں سے جنکا اس موقع پر بیان کرنا لا حاصل ہے صاحب موصوف کے ترمیم شدہ بندوبست میں دس سال تک بہت کم ترقی ہوئی لیکن آخر کو ۱۸۳۳ء میں جب لارڈ ولیم کی گورنر جنرلی کا زمانہ تھا اس کام کے لیے رابرٹ اسی طرح کے آدمی دستیاب ہوئے جیسے آدمی کی اس کام کے لیے ضرورت تھی۔ انھوں نے ہری ستعدی اور جانفشانی سے اس کام کو جسکے لیے وہ عرصہ سے تیار تھے شروع کیا کیونکہ باشندگان ممالک مغربی و شمالی کے حالات سے وہ نہایت ہی واقفیت رکھتے تھے اور اپنی خدمات مفوضہ کے سوا کارروائی بندوبست میں بھی مہارت تامہ حاصل کی تھی۔ اکثر غلطیاں جو انکے جانشین سابق سے سرزد ہوئی تھیں انکو انھوں نے رفع کیا اور لانا تزامات ملکیت و حدود دارا صنی کے انفصال کا ایک سریع العمل اور آسان قاعدہ نکال دیا کہ گانوں کی پچایت موقع پر اگر صاحب کمشنر کی زیر نگرانی فیصلہ کر دیا کرے۔ اس امر کی اجازت پا کر کہ اپنی پسند سے وہ اپنے ماتحت مقرر کر لیں اور ہندوستان بھر سے تمام یونیون اور ارباب فوج سے انتخاب کر کے اپنی پسند کے آدمی مقرر کیے۔ چنانچہ ٹائیسن ریڈ میٹنسن اوڈنڈ سنون جیمس آئیٹ ریمری اور جان لارنس کے نام اس امر کے شاہد ہیں۔ چند ہی سال کے عرصہ میں ۲۰۰۰ مربع میل کے رقبہ کے اندر گانوں گانوں کی پچایت ہو گئی۔ شجرہ کشتوار ترب فحیت راضی ورج کاغذات اور گان بشع مناسب بست سالہ میاؤں کے لیے شخص ہو گیا۔ جان لارنس جس اہم کام کے لیے اسوقت طلب کیے گئے تھے وہ بھی اسی قسم کا کام یہ خیال کرنا کسی حالت میں مناسب نہیں ہے کہ اتنا بڑا کام اول سے آخر تک اس طرح انجام ہو گیا کہ نہ کوئی غلطی اور نہ کسی شخص کے معاملہ میں بے انصافی ہونے پائی۔ سلطنت کے عزل و نصب میں ہمیشہ بے انصافی کا واقع ہونا قیاس کیا گیا ہے۔ اور مشرقی ملکوں میں ہمیشہ اسکا مفہوم یہ رہا ہے کہ تمام موجودہ حقوق ہم پر ہم ہو جاتے ہیں قطع نظر اس امر کے کہ مشرقی اقوام کے خیالات مغربی اقوام کے خیالات سے اصولاً اس قدر مختلف ہیں کہ جو امر ہماری نظروں میں عین حق تصور ہوتا ہے وہ انکی نظروں میں سراسر باطل سمجھا جاتا ہے۔ اب نئے بندوبست کا امین یہ قرار پایا کہ کاشتکاران دیہ اصل مالک ہیں اور کسی قسم کے درمیانی اشخاص جو بحیثیت مستاجر مالگاری سے کار انکے اور سرکار کے مابین متوسط ہوں وہ مثل شہد کی آن نہ رکھیں گے خیال کیے جائیں جو شہد کو ناجائز طور سے حق کرتی ہیں۔ اس امر کے واجب ہونے سے کوئی شخص انکار نہ کرے گا اور انکے خلاف اس زمانہ کے بہت رہنما رہنما مہمان بندوبست سے بھی جو اب تک زندہ ہیں چند لوگ یہ بات کہنے والے بھی پائے جائینگے کہ اس امر کے واجب

کون تھے اور آئندہ زمین کی کیا حیثیت رہے گی۔ بہر کیف یہ بات گورنمنٹ کو بالضرور زیادہ مہم آسان معلوم ہوئی کہ متعدد چھوٹے چھوٹے آدمیوں کے بدلے ایک شخص کے ساتھ جو زیادہ دو تین اور صاحب اختیار ہو معاہدہ کیا جائے یعنی یکہ صدیاری اور اسکے قائم مقاموں کے بدلے ایک زمیندار (اصطلاح بنگالہ) کے ساتھ بندوبست کروایا جائے اور اس استمراری بندوبست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز صبح کو جب وہ بیدار ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ سرکار نے انکو مالک زمین مقرر کر دیا ہے یعنی یکہ اصل موروثی مالکوں پر انکو سبقت دیکھتی اور جو اصل مالک تھے وہ بالکل غیر دخل کا شکار رہا شاید اسے کچھ بہتر ہو گئے اور اکثر عیال شرح سے انکا بندوبست کیا گیا۔ باہمہ قانون نیلام کے جاری ہونے سے زمیندار بھی اپنی فوجت میں اس امر کے مستوجب کر دیے گئے کہ وہ بیدخل ہو جائے اور دوسرے مالدار یا اولوالعزم لوگ جو ان سے بھی کم انجام میں ہوتے ہیں ان اراضیات کو حاصل کر لیں۔

یہ امر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ تجربہ حاصل ہونے سے یہ غلطیاں اس امر کی باعث ہوئیں کہ مالک مغربی و شمالی کے بندوبست بالگزار میں انکا ارتکاب ہونے پائے۔ تاہم انکی ممانعت میں ہکو بہت تیزی کامیابی حاصل ہوئی۔ ہم اس امر سے آگاہ ہو گئے کہ کن کن خاص حالتوں میں جن سے ہم واقف نہیں تھے استمراری بندوبست فائدہ کے ساتھ عمل میں آسکتا ہے چنانچہ پہلے ہم حقیقت حال دریافت کرنے لگے۔ المختصر اسی کے مطابق بندوبست کیا گیا مگر استمراری نہیں بلکہ میعاد ہی پختہ بندوبست ہوا اور یہ بندوبست اس وقت تک عمل میں نہیں لایا گیا جب تک اس بات کی کچھ تحقیقات نہیں کر لی گئی کہ اصل مالک کون تھے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ لوگ جنکو ہم نے مالک جانز قرار دیا تھا اکثر عند تحقیقات ناجائز نکلے۔ قانون نیلام کو بایہ خیال کر کے کہ بنگالہ میں اسکی رو سے کافی بے انصافی نہیں ہونے پائی تھی مالک مغربی و شمالی میں بھی جاری کیا گیا۔ جمع اس قدر زیادہ تشخیص ہوئی کہ حد انصاف سے گزر گئی اکثر تو یہی ہوا کہ کل پیداوار کے نصف کے برابر ثابت ہوئی۔ مالکان اراضی علاقہ کی عدالتوں میں چارہ جوتی کرنے جاتے تھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ ان عدالتوں کے حکام کامل مخالفت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انکو ایک ہی قوانین کی پابندی لازم تھی اور رعایا کے حالات اور خواص سے واقف نہ تھے۔ اصل مالکوں کے لیے جو تیزی بہت وجہ سبب باقی رہ گئی تھی وہ قانونی پیچیدگیوں کے پھرنے میں آگئی۔ اور کردار کا لایم چڑ گیا۔ اکثر مالک کو خبر نہ ہونے پائی تھی اور محاللات نیلام پر چڑھ جاتے تھے اور ہندوستانی عہدہ دار بازنش کر کے فرضی قیمت پر نیلام کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ اور جو سوت آدمی تینا نامی ہو جکتی تھی تو ہم کو اسکے اندر کی سوچتی تھی۔ عجیب سبب تھی کہ روائی ہوتی تھی۔ سزا پیش رو کیا تھی اور تحقیقات جرم بعد کو ہوتی تھی۔ راولا پیشکش کی سی کاروائی تو کیا تھی کہ پہلے مقدمہ کی سزا کا حکم صادر ہوتا تھا اسکے بعد تحقیقات ہوتی تھی لیکن راولا پیشکش کے برابر انصاف البتہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ قبل از تحقیقات واپسی سزا دیتا ہے۔

ص

یہ بات کہ اس کے بعد
میں نے اس کے بارے میں
کچھ اور لکھا ہے

بزمانہ مابعد ہمیشہ ایک ایسا امر تصور کیا گیا جس سے وہ ان لوگوں کے بھی ستراج خیال کیے گئے جو اپنی یاوری نجات
یا اور کسی سبب سے بہت جلد اپنے قدیم مربی پر فوق لیجانے والے تھے۔ جان لارنس جو بعد کو خود ہی ایک
مسلم حاکم مال ہو گئے انکو یہ گوارا نہ ہوا کہ گورگانوں میں اپنے سخت اور خوش آئند کام کو ترک کرین بلکہ انھوں نے
یہ خیال کیا کہ رابرٹ برڈ کی طلبی واجب التعمیل ہے۔ انھوں نے ایک ہی مکتب میں تعلیم پائی تھی اور جو شریفانہ خیالات
جان لارنس کے تھے وہی اُنکے بھی تھے اور جان لارنس نے انکی بہت سی باتیں اختیار بھی کر لیں پس
راقم سوانح عمری جان لارنس پر دو گونہ فرض ہے کہ جس شخص کا جان لارنس پر اس قدر احسان تھا اور
جسکو اُسکے ہموطن بہت کم جانتے تھے اُنکا کچھ حال دلسوزی کے ساتھ گو وہ کیسا ہی محقر اور سرسری ہدیہ کیون نہو
بیان کیا جائے سر جان کے نے وکٹر جیکٹن نامے ایک باشندہ فرائس قصہ لکھا ہے کہ اُسے اپنی قوم کے پوچھ طریقہ پر
ہوٹل مینکینزنی سے جو مال کے کام میں اعلیٰ درجہ کے وادفکار تھے یہ سوال کیا کہ میں آپ سے پانچ منٹ باتیں
کر دوں گا اس قدر وقت میں آپ مجھکو سمجھا دیجیے کہ ملک کے مختلف حصوں میں مالگزاری اراضی کے قواعد کیا ہیں
اُس تجربہ کار سولیرین نے جواب دیا کہ میں بیس برس سے اس امر کے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر ابھی تک جیسا
چاہیے ویسا نہیں سمجھا۔ سر جان کے جو یہ آگاہی دے گئے اُن بہترے لوگوں کے بڑے کام آئنگی جو بے سمجھے
ہوتے تھے اس میدان میں قدم رکھنے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ لیکن میں ایک سہل اور خفیف امر کو بیان کروں گا۔ میں
کسی ایسے امر کو جسکا بیان کرنا اور سمجھانا ناممکن ہے نہ بیان کروں گا بلکہ صرف عام طور پر اُن ایوں کا اظہار کروں گا جن سے
برڈ صاحب اُنکے شرکانے ملک کو بچانے کی کوشش کی تھی اور نہایت ہی اُم الفاطمین ممالک مغربی و شمالی کے بند و بست
مسلکہ برڈ صاحب کا ذکر کروں گا جسکا ایسا قوی اثر بعد کو لارنسوں کے ذریعہ سے پنجاب پر پڑا تھا۔

جب اُنیسویں صدی کے آغاز میں سر آر تھرو ولسلی اور لارڈ ڈولیکٹ نے شمالی ہندوستان کا اس قدر حصہ فتح
کر کے ہمارے تابع کر دیا تو پہلا امر جسکے تصفیہ کی ضرورت پیش ہوئی یہ تھا کہ اس ملک کے انتظام کی بہترین سبیل کیا
ہونا چاہیے۔ تمام مشرقی ریاستوں میں یہ قاعدہ ہے کہ پیداوار اراضی کا کیتقدر حصہ جسکی تعداد مختلف ہو اگر اُنکی
گورنمنٹ کا قرار دیا جاتا ہے اور ہندوستان میں اتنی بات اور برسی ہوتی ہے کہ اگر مالک وہ حصہ سرکار کو دیتا ہے
تو اُسکے قبضہ میں فتور نہیں آسکتا۔ لیکن مطالبات سرکاری کے وصول ہونے کا بند و بست کسکے ساتھ کیا جائے
یا یوں کہو کہ مالک جائز کون تھے بہر کیف بنگال میں آئندہ ہمیشہ کے لیے ہم نے ایک نظیر قائم کر دی تھی کہ یہ مسئلہ کبھی
حل ہی نہ کیا جائے کیونکہ لارڈ کارنوالس کے وقت سے ملک

مالگزاری کا کیا گیا ہو لیکن اُسکے تا
لئے نقصان پیدا ہوگا
میں آتا تھا کہ اصل مالک
میں حصہ رعایا کا ہمیشہ

تکرم یاد ہوگا۔ لیکن انکی خدمات کا اندازہ اس امر پر موقوف نہیں ہے کہ آیا دنیا میں انکی کچھ شہرت ہوئی یا نہیں
 لی اور انکو کچھ صلہ ملا یا نہیں ملا۔ صاحب موصوف میں برس تک جی کا کام کرتے رہے بعد کے کجبارگی محکمہ
 میں داخل ہوئے۔ یہ محکمہ ایسا ہے کہ بتیرے آدمی عمر بھر اس میں دروسری کیا کیے اور پھر واپس ہی ہے
 انکے بارے میں بہت جلد اعتراف ہونے لگا کہ اس محکمہ کے کام میں وہ اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے ہیں اور
 پندرہ تیرہ برس تک ایک نہایت پیچیدہ اور دشوار کام کی تدبیر اور اسکا انصرام کرتے رہے اور باوصف اس امر کے
 کہ وہ ایک بڑا بھاری کام تھا درجہ اتنا ہی پر پونچھا واپس کی کل ممالک مغربی و شمالی کی پیمائش اور بندوبست کر ڈالا۔
 تیس برس کی ملازمت کے بعد جب وہ انگلستان کو واپس آئے اور جو لوگ اس بات سے واقف تھے
 کہ انھوں نے کیا کیا کام کس کس طرح سے انجام دیے ہر درجہ غایت انکے مفرد و متعرف ہوئے تو انھوں نے
 خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کی کسی کو انکا حال معلوم نہ ہونے پایا اور بغیر کسی ظاہری نشان آبیاز کے عروس
 اجل سے ہٹکار ہوئے۔

ہمارے اکثر عمدہ ترین منظوم کا مقوم ہی ہوا ہے اور اس مقوم پر بلا شکایت انکو شاکر رہنا پڑا ہے
 کوئی تو ترقی پا کر ناموسی اور عزت حاصل کرنا ہے مگر انکی لوگ عمر بھر پر محنت شاقہ کیا کرتے ہیں اور انکو اپنے
 علاقہ کے اندر اس قدر اختیار حاصل رہتا ہے کہ یورپ کے بہت کم سلاطین کو اس قدر اختیار ہوگا اور اپنی رعایا کی
 بہبودی میں اس قدر مصروف و مشغول رہتے ہیں کہ یورپ کے سلاطین میں بہت کم اس قدر تکلیف گوارا کرتے
 ہوں گے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے نہایت ہی اشد پر زمانہ میں اپنے اطفال کو چھوڑنا پڑتا ہے اور انکی ازواج اکثر مجبور
 ہوتی ہیں کہ شوہر کے حقوق پر اطفال کے حقوق کو ترجیح دیں۔ پس ہندوستان کسی امر کے اعتبار سے انکا وطن
 نہیں ہو سکتا اور آخر کو جب وہ انگلستان واپس جاتے ہیں تو اکثر یہی ہوتا ہے کہ انکی تندرستی میں فرق آجاتا ہے
 کوئی شخص نہ تو اسے خبر ہوتا ہے اور نہ انکو جانتا ہے انکے لوگ بے ہی انکو اجنبی سمجھتے ہیں اور ایک طور کی غیبت
 حیثیت میں رہنے کے بے غیم جنگلی طور پر علیحدہ سکونت اختیار کرتے ہیں جہاں پانچ چھ انھیں کے ایسے پڑوسی
 سوا اور کوئی شخص ملاقات کے لیے نہیں آتا۔ ادید وہ شخص ہیں جو انکے ساتھ ہندوستان کا بارگراں اٹھاتے اور
 وہاں کی مدد و برداشت کیے ہوئے ہوتے ہیں اور اب وقتاً فوقتاً ان پرانے زمانہ کے حالات اور مقاصد
 پر گفتگو کر کے لیے جمع ہوتے ہیں جو محض انھیں سے تعلق رکھتے ہیں اور انکا حال انکے سوا دنیا کے اور
 لوگوں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں انکو خط و تیک حاصل ہوتا ہے مگر وہ خط ایسا ہوتا ہے جسکی قدر وقت اختیار
 گو کچھ نہیں معلوم ہوتا۔
 جس کا عظیم میں رابرٹ برڈ مصروف تھے اس میں جان لائش کا بطور انکے مددگار کے مقرر ہونا

آجائیں تو بھی کچھ عجب نہیں ہے۔ میں نے قرب و جوار سے بہت سے چھکڑے غلہ کے اپنی ذمہ داری پر منگو کر جمع کیے اور بھجکونہر و ساتھا کہ جب گورنمنٹ کو اس تباہی کا حال منکشف ہوگا تو بھجکونہر قیمت مل جائیگی۔ یہ سب غلہ میں نے ایک مقام پر جمع کرایا اور بعض بعض لوگوں کو منتخب کر کے گلیوں میں انکو بٹھایا اور خوردہ فروشی کے لیے غلہ انکے سپرد کیا۔ اسطو پر وہ سب قلیل حاجتیں جو اہل ایشیا کو ہوتی تھیں رفع ہو گئیں اور یہ سب بندوبست اس ہوشیاری سے کیا گیا کہ آخر کو گورنمنٹ کا کچھ بھی خسارہ نہیں ہوا۔ اس اثنا میں میں نے اشتہار جاری کر دیے کہ ہندو لوگ اپنے پندتوں کے کہنے پر ناجائز کاموں میں عمل نہ کریں ورنہ اگر کسی طرح کی زیادتی ظاہر ہوئی تو معاً اسکا تدارک کیا جائیگا۔ بعض بعض جداگانہ صورتوں میں میں نے اس کا ردوائی کا بھی اکثر موقع پایا کہ وہ اتفاق کا پیدا ہونا اب انہیں ناممکن تھا۔ پہلے تو انھوں نے صاحب کشتور اُسکے بعد پہاڑ پر گورنمنٹ کو عرضیاں بھیجیں اور انہیں میری اور تحصیلدار کی شکایت لکھی۔ معمولی وقت پر یہ عرضیاں حسب ضابطہ میری بیان کیفیت لکھنے کے لیے آئیں۔ میں نے اپنی شکایتوں کی نسبت تو جواب دینا مناسب نہ سمجھا لیکن تحصیلدار کی البتہ خوب تائید کی۔

بیس روز تک ہندو بیوپاری اسی طرح ضد کیے گئے اور میں علی الاعمال نگرانی سرکوبی اور شکایتوں کی جوابدہی کرتے کرتے عاجز آگیا۔ آخر کو ان ہندوؤں نے جو زیادہ غریب تھے دیکھا کہ اسپین ہمارا اور مسلمانوں دونوں کا نقصان ہے۔ چنانچہ جا بجا بندریچ ڈکانین کھلتی گئیں اور بائیسویں دن کے ختم ہونے کے بعد شام کو ایک گروہ ہندوؤں کا بڑی بڑی کی حالت سے میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ ہمارے پندتوں نے بھکا دیا تھا۔ ہمارا قصور معاف کیا جائے اور اب ہم لوگ قسم کھاتے ہیں کہ پھر ایسی خطانہ کر نیگے اور ڈکانین ابھی کھولے دیتے ہیں۔ میں اس امر پر راضی ہو گیا اور اسطو سے وہ یورش جس سے قصبہ بھر میں کھل بھل پچ گئی تھی سو قوف ہو گئی اور شر و فساد دنیست و نابود ہو گیا۔ اس معاملہ میں میری سیکرٹری آزادانہ کارروائی پر گورنمنٹ نے جو باز پرس کی تھی اسکی نسبت میں قرار واقعی گورنمنٹ کا اطمینان کر سکا اور تحصیلدار کی کارگزاری ایسی ثابت کر دی جسکے صلہ میں اُسکا خاص شکریہ ادا کیا گیا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بہت دن تک زندہ نہیں رہا کہ جو واہ واہ اُس نے حاصل کی تھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا۔ چند مہینے کے بعد اُسکو یکایک ہینضہ ہوا اور مر گیا۔

جنوبی حصہ ضلع دہلی سے جسکی نسبت میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ ممالک مغربی و شمالی کے شدید قحط سے وہ بچ گیا تھا جان لارنس یکایک ایسے ضلع کو تبدیل ہو گئے جہاں ہر جگہ سے زیادہ قحط کی شدت ہوئی تھی تو پھر ۱۸۶۱ء میں عہدہ مہتممی بندوبست انا وہ کے لیے رابرٹ ٹرنٹن بڑو نے انکو با تخصیص منتخب کیا۔ ان صاحب کا نام عموماً انگریزوں میں بہت کم معروف ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اتنے عرصہ دراز کے بعد ممالک مغربی و شمالی کے دو کروڑ تیس لاکھ باشندوں کو بھی جنگی مصیبت اور تباہی کے اندامین انھوں نے اسقدر کوشش کی تھی

راہچان لیا کیونکہ گھوڑے کو لا کر مجھ کو وہ خوب جانتے تھے۔ ہر شخص کے منہ پر حیرت کے ساتھ یہ کہہ جاری ہوا کہ
 رئیس صاحب آگئے، کیونکہ انکو معلوم تھا کہ ایک روز پیشتر میں ریواری میں تھا اور ایک ماہ میرے وہاں آجانے سے یہ لوگ
 زبردستی اور اپنے اپنے گھروں میں بک رہے۔ تو وہی دیر تک میں نے گلیوں میں گشت کیا اور جب دیکھا کہ بہت لوگ
 خاموش ہو گئے ہیں تو تحصیلدار کے پاس گیا اور اس کے ایک روز پیشتر جو خلیفہ تاجپا تھا اس سب کی کیفیت سنی۔ میں نے
 قرب و جوار کے اہل ایمان پولیس کی طلبی کا حکم بھیجا اور اسکے بعد شہر بھر کے باہر جو خراب خستہ سرائیں امنیہ قیام کیا۔
 خوش قسمتی سے یہاں پولیس محکمہ کے ایک افسر نے کپتان آرمیڈل گئے جو حالات کیوجہ سے تباہ بنیوں کے یہاں
 کے رہنے میں زیادہ آرام سمجھے کیونکہ میں نے مراے کے دو تین مردوں کی مرمت کرا رکھی تھی اور انہیں کچھ سامان بھی
 جمع کر دیا تھا کہ اگر کوئی اشد ضرورت جیسی اس وقت تھی پیش آئے تو تکلیف نہ ہو۔ گھوڑے کو اپنے سارے منے والے اور انداز
 کھلا اسکے بعد میں سوئے جا گیا۔ صبح کی وقت میں نے پولیس کو پچاس گولن بازاروں اور دوسرے صدر مقاموں میں بھیجا
 کیا کہ اگر ہندو تہیائے فحاشی تو یہ لوگ ان کے روکنے کو تیار ہیں اور یہ لوگ تین ہفتہ تک ان مقامات میں قیامات رہے۔

اسطور پر بخونگہ گدی لگا کر کھڑا دل تو اہل اسلام نوہی چپ و چالاک دیکھ کر مجھے بھر پور گھبراہٹ ہوئی۔ وہ دوسری دفعہ اپنے مخالفین
 پر غلبہ غالب ہو سکے۔ ہندوؤں نے مجھ کو ایک نئی عرضی دیکر بالکل ہی اذیتناک طریقہ عمل میں لانا پکڑ لیا۔ کیونکہ میں نے انکی
 درخواست کی سماعت نہیں کی انھوں نے پیشتر سے منصوبہ باندھ کر اتفاق رائے تدبیر کر رکھی تھی چنانچہ اب اسی کے
 مطابق انھوں نے ساری دکانیں بند کر دیں ہر قسم کا لین دین کام موقوف کر دیا اور فحاشی کا مجب کیا یہ حکم منسوخ نہ
 کر دیا جائیگا اس وقت تک ہر کوئی چیز خریدے نہ سکے اور نہ فروخت کر سکے بلکہ اپنے فریق مخالف سے کسی قسم کی داد و ستد بھی
 تحمل کے ساتھ تو سن کر سننے کی جو یہ تدبیر انھوں نے نکالی وہ فی الحقیقت نہایت کارگر تھی۔ اس سے ان کے
 مخالفین کا کام کاج بالکل بند ہو گیا اور پیشتر رئیس صاحب کو سخت تردد ہوا کیونکہ رسد رسانی مسلمانوں کے خلاف انھیں لگائی گئی تھی اور
 انکا سبب یہ تھا کہ شہر میں تنوک فروشی اور خورد و فروشی دہی لوگ کرتے تھے دوسرے روز صبح کو مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو
 بھی حسب معمول روز دہی کی خرید و فروشی کے لئے آئے تو انھوں نے دکانیں بند پائیں۔ چونکہ یہ لوگ دن بھر
 ہر شام کو جو کچھ لاتے تھے انہی میں بسر کرتے تھے اسوجہ سے سخت مایوسی میں مبتلا ہوئے اور میری قیادت میں ان
 جتنی ہوئے کہ اگر آپ دکانداروں سے دکانیں نہ کھلا سکتے ہوں تو ہم لوگ غلہ خانوں کے قتل تو کرنا کیا کام نکال لین
 میں نے جواب دیا کہ بیویوں کے لئے کوئی اختلاف قانون نہیں کیا ہے اور مجھ کو کسی طرح سے انگریزوں کے اختیار نہیں ہے
 مجھ کو اس بات کا بھی خیال ہوا کہ اگر میں نے غلہ خانوں پر یورش کرنے سے ان لوگوں کو باز نہیں رکھا تو بد عمل اور لوٹ
 شروع ہو جائیگا۔ بالینہ لوگوں کو غذا کا پونہ لاکھ لازمی ہے اور انہیں محبت بھی دے کر رہے۔

آخر کچھ مجھے ایک تدبیر سوچی کہ اس سے میں ہندوؤں سے محبت کر سکے گا اور اگر اس سے وہ راہ راستہ

کھڑی پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا اور اسوجہ سے نشیب و فراز میں میل کی مسافت اور بڑھ گئی تھی اسلئے میرے پاس دوسرے روز دوپہر کے وقت خبر پہنچی۔ یہ مجھ کو ایک دگلی کی بات ملگئی بادِ معلوم نہایت تیز چل رہی تھی اور اس شدت کی دھوپ اور جلتی ریت میں ان دنوں جاسکے لیے کچھ حوصلہ درکار تھا بایں کہ کچھ نکل کر ناضرور تھا اور وقت عجلت کا تھا۔ چنانچہ دس منٹ کے غور کرنے کے بعد میں نے قرب و جوار کے گاؤں والوں کو طلب کیا۔ اور ان سے کہا کہ تم لوگ ان پہاڑیوں کی راہ سے سیدھا راستہ بنا دو گے اور اس مسافت کے طے کرنے کا کچھ بندوبست کر دو گے انہوں نے جواب دیا کہ راستہ تو ہم لوگوں کو بہت اچھی طرح معلوم ہے لیکن پیدل کا راستہ ہے یا کربان جاسکتی ہیں میں نے جواب دیا کہ کچھ پروا نہیں ہے میں جاسکتا ہوں تم لوگ صرف مجھ کو راستہ بنا دو۔ ہندوستان کا قاعدہ ہے کہ صاحب لوگوں میں سے جب کوئی شخص کچھ کر نیکو کہتا ہے تو ہندوستانی پاس ادب سے مخالفت نہیں کرتے اور رضامند ہو جاتے ہیں۔ ملازمن کو فوراً حکم دیا کہ کچھ کپڑا وغیرہ لیکر جب قدر جلد ممکن ہو کوچ کریں اور باقی ماندہ لوگ خیمہ اور اسباب کے ساتھ پیچھے پیچھے آویں۔ اور ایک رہنما سیوقت روانہ کر دیا گیا کہ پہاڑیوں کے پیچھے منتظر رہے تاکہ ٹھنڈا وقت ہو جائے اور میں میدان سے گذر نیکارا دہ کر سکوں۔

تین بجے دنگو میں اپنے سب سے عمدہ عربی گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک سوار کو اپنی اردلی میں لیکر پہاڑی کی طرف چلا جہاں رہنما کو منتظر پایا۔ وہاں ہم لوگ گھوڑوں سے اتر پڑے اور حکم دیا کہ گھوڑے پہاڑی پر چڑھائے جائیں۔ کچھ دور نہیں گئے تھے کہ اردلی کا گھوڑا گر پڑا اسکو ہٹنے اسکی قسمت پر چھوڑ دیا کیونکہ تاخیر کا موقع نہیں تھا۔ اب بہت دھلاؤ کا راستہ آنے لگا۔ بعض مقامات سے تو گذر کر نا ممکن معلوم ہوتا تھا اور اگر وہاں اتنا راستہ ہوتا کہ میں اپنے گھوڑے کا سنبھال دیتا تو میرا یہی ارادہ ہو گیا تھا کہ اپنا قصد فتح کر کے واپس چلا جاؤں۔ بلا اینچہ ہم آگے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچے۔ میرے غریب گھوڑے پر رنگ رنگ کر پہاڑی کے چڑھنے میں تو مصیبت پڑی چکی تھی مگر اب اس طرف اتر نیکی مشکل اور خطرہ اس سے بھی زیادہ تھا۔ اگر ذرا بھی اسکا قدم لغزش کھاتا تو اونڈھا بیچے آ رہتا لیکن جب وہ پھسلنے یا لغزش کرنے لگتا تھا تو ہم خبر داری سے اسکو سنبھال لیتے تھے۔ آخر کار ہم پہاڑیوں کے پیچھے پہنچ گئے اور کوئی ضرر نہیں پہنچنے پایا۔ یہ کام چھ بجے تمام ہوا پس ایک گھنٹہ سے کچھ ہی زیادہ دن کی روشنی میں چلنے کا وقت رہ گیا تھا۔ اور تیس میل سے زیادہ ریگستانی اور بے لیک میدان کا راستہ طے کرنا تھا جس میں جا بجا ٹالے اور خار واقع تھے۔ سوائے مغربی ستارے یا کسی گاؤں کے جو راستہ میں لجاتا تھا اور کوئی رہنما نہیں تھا لیکن اپنے ہمارے گھوڑے کی رفتار اور ثابت قدمی پر جب کو میں پیشتر بھی اکثر سخت کے ایام میں آزما چکا تھا مجھ و سارے میں نے رابر کو رخصت کیا۔ اور گھوڑے کو پوئی پر ڈال دیا۔ دس بجے رات کو مجھ کو ہزار ہا چراغوں کی روشنی جو ہندوستانی شہروں میں جلائے جاتے ہیں نظر آئی۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ سب لوگ بیدار ہیں۔ انہوں نے مجھ کو

عرضی کے پڑنے کے وقت تمام حاضرین اجلاس ادب کے ساتھ خاموش کھڑے رہے۔ مسلمان لوگ ٹو لگائے کھڑے ہوئے تھے کہ میں کیا فیصلہ صادر کرتا ہوں اور ہندو لوگ بغور میرے چہرہ کو گور رہے تھے کہ اگر نکرین ہو تو قیادہ سے دریافت کریں کہ میں کیا فیصلہ صادر کروں گا تھا۔ مجھ کو اس موقع پر بیان کرنا چاہیے کہ دنیا بھر میں کہیں کے آدمی ایسے نہیں ہیں جو ہندوستانیوں سے زیادہ قیادہ شناس و زود فہم یا راسے قائم کرنے میں مشتاق ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر حرکت اور اشارے اور فنی حال دریافت کر لیتے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے صدر برس سے وہ ایسے لوگوں کے تحت حکومت رہتے آئے جنکی مرضی ہی قانون تھی۔ لہذا عادت کا قیاس کرنا اور اپنے حاکموں کے خیال کو پہلے سے دریافت کر لینا انکی تعلیم کا ضروری حصہ ہو گیا ہے۔

مجھ کو معلوم ہوا کہ قانون اور انصاف مسلمانوں کی طرف سے مگر یہ دیکھ کر ہندوؤں میں مخالفت کرینکا خیال بہت قوی ہے میں نے صلاح دی کہ وہ ایک باضابطہ درخواست صاحب کشر کے حضور میں جو پرنسپل پالیس کے اختیار رکھتے تھے پیش کریں۔ چنانچہ صاحب موصوف نے گاؤ کشی کا حکم نافذ فرمایا۔ میں نے قصبہ سے پون ایل کے فاصلہ اس کام کے لیے ایک جگہ مقرر کیا کہ ہندوؤں کو اس سے جو کچھ صدر پہونچا ہے وہ کم ہو جائے۔ لیکن انکے خضہ اطریش کی حد پہونچتی تھی اور جہاں جہاں میں آتا مستیٹ مجھ کو گیرے رہتے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ میں انکی شنوائی نہیں کرتا تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور فریق ثانی سے کچھ نہ ہوئے۔ انکے دونوں بین یہ کینہ برار ا۔ اور جب اس واقعہ کے چند ہفتہ بعد محرم کے ایام آئے تو دفعتاً اُنھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے تعزیدوں پر یورش کی اور ہر طرح کے تیار اینٹ اور پتھر انکے خلاف استعمال کیے حتیٰ کہ مردہ سورا دکھتے جن سے اس مذہب کے لوگ نہایت ہی نفرت کرتے تھے ان پر پھینکے۔

اس سے نہایت خوفناک طور کی شورش اور فساد پیدا ہوا اور گمان تھا کہ انجام کو نہایت ہی سخت ہنگامہ اور نقصان جان واقع ہوگا مگر بریت یہ ہوئی کہ تحصیلدار نے جو ایک بڑا مستقل مزاج اور عجب داندہ و ستانی شخص تھا فوراً پولیس کو موقع پر طلب کر لیا اور گودہ خود ہندو اور ذات کا برہمن تھا مگر مسلمانوں کی طرف ذاری کر کے انکے تعزیر پر بغاوت شہر سے نکلا لگیا۔ دونوں فرقوں کے لوگ جو ایک دوسرے سے جدا کر دیے گئے تھے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ مسلمان لوگ اپنے بزرگوں کی شرتوں کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم اس توہین کا داغ قصبہ کے ہر ہندو کے خون سے دھوئیگیے اور اگر مر گئے تو شہادت پائیگیے۔

تحصیلدار کو اپنی کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی۔ انکو خیال گذرا کہ مزید نقصان صرف پیمیرٹ کے کٹنے سے ممکن تھا ہے اور اس واسطے نئے پیر سے پاس خاص قاصد بھیجے اور جہاں میری موجودگی درکار تھی وہاں تک گیا۔ میں دورہ پر تھا اور دکان سے چالیس میل کے فاصلہ پر میرا خیمہ پڑا تھا۔ راستہ قوسیدھا تھا لیکن درمیان میں بے راہ

جسکو ایک ایسا قصہ بیان کرنا مناسب ہے جس سے ان وقتوں کی پوری پوری تصویر کھینچ جا سکی جسکا اندازہ عجیب و غریب کو قریب قریب تنہا کرنا پڑتا تھا۔ اور وہ وقت ایسی ہے جو آج تک بالکل معدوم نہیں ہوئی چنانچہ ملتان اور دیگر مقامات میں جو تازہ واقعات گذرے ہیں ان سے یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ میں اسکو بہت اختصار کے ساتھ مگر حتی الامکان جاننا چاہتا ہوں ہی کی عبارت میں بیان کر دوں گا کیونکہ اس سے انکی پوری نوعیت اور بہت نمودار طور پر انکی تہمت مردانگی اور سخت و طاقتورگی

تمہل کے ساتھ توضیح

موسم بہار سنہ ۱۸۳۸ء میں جب ہنوز وہ قطار غم ہونے نہیں پایا تھا جس سے باشندگان ممالک مغربی و شمالی ہند سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔ میرا خیمہ ایک مقام پر جو ریواڑی سے چندان دور زمین تھا نصب ہوا تھا اس پر گنہ میں جدید پیمائش ہوئی تھی اور میں وہاں مالگزار کی کانتی سالہ بندوبست کرنے گیا تھا۔ جب میں وہاں تھا تو قصبہ کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک جھگڑا پیدا ہوا۔ یہ جھگڑا ایسا تھا کہ اگر حکام سرکاری موقع پر پہنچ کر دست اندازی نہ کرتے تو بلوہ ہو جاتا یا اگر بلوہ نہ ہوتا تو خونریزی ضرور ہوتی۔ بارہا ہندوؤں کا مشہور تعصب یعنی گاؤ کشی کی مخالفت تھی جسکو وہ مقدس جانور تصور کرتے ہیں۔ مسلمان لوگ اپنی طرف یہ چاہتے تھے کہ گائے کا گوشت کھائیں کیونکہ بھیرمی یا بکری کے گوشت سے یہ ارزان تھا اور گو بھالہ گل آبادی کے مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن انھوں نے نشان لیا تھا کہ ضرور اپنا مقصد پورا کرینگے۔ وہ لوگ ہر سال اس منہج جانور کے فوج کرنیکی اجازت طلب کیا کرتے تھے کہ خاص قصبہ کے اندر یا اسکے باہر ایک مناسب فاصلہ پر اپنا کام انجام کریں۔ لیکن انکی کوششوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ہندوؤں نے عہد کر لیا تھا کہ اگر انکے مذہبی عقائد سے لاپرواہی کی گئی تو وہ زبردستی کرنینگے اور اس سبب سے مسلمان لوگ کشیدہ خاطر اور دبے رہے۔

آخر کار مسلمانوں کے سربراہان و شاخس نے جب میں خیمہ میں تھا ایک تازہ عرضداشت قریب قریب اس مضمون کی دی۔ ”غریب پر در سلامت۔ حضور پر نور پر روشن ہے کہ اس قصبہ کے ہندوؤں نے برسوں سے اس وقت تک حکام بالادست سے باطل اور مخالفہ آمیز بیانات کر کے مسلمانوں کو گاؤ کشی سے روک رکھا ہے اور یہ بہانہ کیا ہے کہ یہ جانور مقدس ہے۔ ہمارے خداوندان نعمت یعنی انگریزوں کا اب تک یہ قاعدہ رہا کہ ایک قسم کی رعایا دوسرے گروہ پر ظلم کرنے پائے اور ہر شخص کے ساتھ بلا امتیاز ذات مذہب رنگ و قوم ایک طرح پر انصاف کیا جائے۔ اصل تو یہ ہے کہ انکے سایہ حمایت میں سب لوگ یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں اور بھیرمی یا بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ پس ہم مظلوموں نے کیا قصور کیا ہے کہ جو فائدہ اور لوگوں کو حاصل ہیں وہ ہمکو نہیں ملتے۔ امید ہے کہ حضور ہمارے استغاثہ پر جلد بخاطر فرما کر یہ حکم صادر کر دیں گے کہ ہم لوگ گائے کا گوشت کھا سکیں۔ الہی آفتاب دولت و اقبال ہمیشہ تابان رہے۔“ یہ درخواست بارعام میں ہزار ہا ہندوؤں اور مسلمانوں کے سامنے پڑھی گئی۔ اور جو کچھ ہو رہا تھا اسکو ہر شخص دیکھ سُن رہا تھا کیونکہ خیمہ کی فتاتین تینوں طرف سے ہٹا دی گئی تھیں۔

اتفاق نہیں پڑا مگر جب وہ لارڈ ولیمسن کی ماتحتی میں ایک ادنیٰ عہدہ پر تھے تو جان لارنس کی ناموری بہت کچھ سنی اور انکے بہت سے عاقلانہ رسائل مطالعہ کیے اور اسکے کئی برس بعد جب جان لارنس منصب جلیلہ گورنر جنرل پر فائز ہوئے تو انکے فارن سیکرٹری (وزیر معاملات خارجہ) مقرر ہوئے۔ اسکے بعد جب جان لارنس ملازمت ہندوستان سے کنارہ کش ہوئے بعد ولایت گئے اور گورنمنٹ گینٹ میں سکونت اختیار کی تو وہ ہر روز جان لارنس کی ملاقات کو جایا کرتے تھے اور انکے جانے سے جان لارنس بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ دونوں میں دوام تک یہ ربط و ضبط رہا اور اس ملاقات کا خاتمہ جان لارنس کی وفات کے پیشتر واسے ہفتہ کو ہوا۔ اور اسکے بعد جینٹیشن ہؤس میں ایک بڑا بھاری جلسہ متوفی شجاع کی قومی یادگار قائم کرنے کے لیے منعقد ہوا تو انھوں نے ایسی ایسی فیض اور دلچسپ اسپیچیں دیں کہ شاید دہائیہ اور وہ فی نفسہ لارڈ لارنس کی یادگار میں سرین ہایا ہین۔ اسکے بعد ایک مرتبہ اوپر لکھنؤ میرے نزدیک امرتک کے اعتراف کا یہ نہایت مناسب موقع ہے اس بھی بھاری ثبوت اس امر کا انھوں نے ہم پر پونچا دیا کہ وہ اپنے افسر سابق سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے بڑی احتیاط سے ان جلدوں کے ترسیم شدہ قلمی مسودات کو ملاحظہ کر کے بہت سی غلطیوں کی درستی میں مدد دی اور معتول اعتراضات اور مفید رائیں ظاہر کر کے مجھ کو فائدہ بخشا۔

ادنیٰ درجہ پر عود کر نیکی خلش عرصہ تک قائم نہیں رہی۔ کیونکہ قدیم عہدہ دہلی پرتین مہینے تک کام کرنے کے بعد جنوبی قسمت علاقہ دہلی کے عہدہ جینٹیشن پرتین و ڈپٹی کلکٹر پرتین جان لارنس کی ترقی ہو گئی اور ساتھی اسکے خاص شہر کی جینٹیشن اور کلکٹر کی قائم مقامی بھی انکے سپرد ہوئی۔ اس آخری عہدہ کا کام جو دہلی کے ہر درجہ کے لوگوں سے انکی واقفیت سابقہ کی وجہ سے بہت آسان ہو گیا ہو گا انجام کرنے کے بعد جولائی ۱۸۳۶ء میں وہ اپنے مستقل عہدہ قسمت جنوبی پر گئے۔ یہاں کا کام ملک اور باشندوں کی حالت شمالی حصہ سے کمین مختلف تھی اور اس طور پر انکو انواع و اقسام کے تجربے حاصل ہوئے جنگوں اور پریان کر چکا ہوں کہ جان لارنس بہت گراں بہا سمجھتے تھے۔ اس کا رقبہ دو ہزار مربع میل اور آبادی سات لاکھ تھی جس میں نصف ہندو اور نصف مسلمان تھے۔ پس ایک طور سے وہ تمام قومیں جسے پانی پت میں انکا سابقہ رہا تھا اس آبادی میں شامل تھیں۔

انکے علاوہ اور بھی بہت سی قومیں تھیں مثلاً مینا اور میواتی جنکے بارے میں شاید انکو پہلے کچھ علم نہ تھا۔ یہ لوگ بڑے چور تھے بلکہ شمالی ہندوستان میں شاید ان سے بڑھ کر کیننگ کے چور نہ ہونگے۔ زمانہ سابق میں وہ مرتب گروہوں میں منقسم تھے اور چھوٹے چھوٹے لشکروں کے طور پر شہر پناہ دہلی تک ہر ہر گائوں کو آگ اور تلوار سے غارت کرتے تھے۔ انکے بھی باد صنف اس امر کے کہ علانیہ زیادتیوں سے رُکے رہتے تھے اور زبردست سرکار کی حکومت میں کچھ بچہ پرست پذیر ہو گئے تھے۔ انکی چوری کا شوق اسی طرح موجود تھا اور بار بار اس امر کا کافی ثبوت ملا کہ اگر انکو موقع دیا جاتا تو پھر وہی

معاشری اور انسانی ناقص عقلی اور بشعوری کہ اپنے شریک کو اسی مکان میں جہاں چوری کی تھی چھپا رکھا۔ سراغ لگانے والے
تایر طبیعی اور تیز بینے صرف بھول نشانات قدم سے سارا حال بتا دیا۔ سب باتیں ایسی ہیں جو انجیلہ دیکھیں سے
مال نہیں ہیں۔ جھکے پورے نہیں معلوم ہوا کہ بڑیا کا انجام کیا ہوا کیونکہ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد میں اس حصہ ملک
سے چلا گیا لیکن اگر چوری سے وہ محفوظ رہی ہوگی تو اسے اپنے مال کو ایسی جگہ چھپا دیا ہوگا جو اسکے مرینکے بدھیں اسکے
دارخون کے ہاتھ نہ لگا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس طوطہ پر ہر سال بڑی بڑی رقمیں لگم ہو جاتی ہیں کیونکہ اس ملک
میں مال کی بڑی حفاظت ہے اور سودیت مناسبہ لیکن لوگ زیادہ تر زور جواہرات کے چھپا کر رکھنے کے عادی
ہیں غالباً یہ عادت انہیں ایام ماضیہ سے چلی آتی ہے جب کوئی سال ایسا نہیں گذرتا تھا کہ مرہون اور پنداروں کے
گردہ کسی گائون یا قبضہ پر اوکا ہن نہ لگاتے ہوں یا اسکو خفت و ماراج نہ کرتے ہوں۔ مقام دہلی سورہ ۱۲-۱۱ اپریل ۱۹۲۵ء

باب چہارم

جان لارنس کے سوانح اور مہات متعلقہ گوگراٹون اناؤ ۱۳۷۵ء

۱۳۷۵ء میں جان لارنس پر انکی سخت کوشی اور کامیابی کے میدان یعنی ضلع پانی پت سے قطع تعلق
کرنے اور پھر ماتحتی کے عہد پر مدلی جانے میں جو مایوسی طاری ہوئی وہ ہندوستان میں ہر یوں حاکم کے لیے جو
قائم مقامی کی حیثیت سے مقرر ہوتا ہے لازمی ہے۔ پس ایسے لوگ بعد دوسے چند جو گئے جنہوں نے ثابت کر دیا ہو کہ وہ
اُس کام یا لکھائے سے بھی اعلیٰ خدمت کے لائق ہیں اور پھر بخشی ادنیٰ عہد پر عود کیا ہو۔ اور عموماً ہندوستان میں لوگوں کے
خیالات جو ان ماضی عہدوں کے خلاف ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بالخصوص جان لارنس کا خیال
نہ تھا کیونکہ ۱۳۷۵ء میں جب وہ اول اول رخصت فرمے تو ان کے ختم کرنے کے بعد ہندوستان کو واپس جاتے تھے
تو راستہ میں ایک نوجوان بیولین کا ساتھ ہوا جو اس زمانے میں پہلے پہل ہندوستان کو جاتا تھا۔ جان لارنس اور
انکے رفیقان بہت باتیں رہیں اور انہوں نے نوجوان بیولین کو یہ گرتایا کہ "اگر تم کو کبھی کوئی قائم مقامی کا عہدہ دیا جائے
تو اسکو ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ لوگ تم سے کہیں گے کہ ایسے عہدوں میں سوائے کھنڈک کے کوئی فائدہ نہیں ہے اور اسکو
آپنے اصرار کرنا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھی ہوگا مایوسی ہوگا مگر یہی اور اس سلسلہ میں ملکو علی الاعمال ترقی بھی ملوگی
لیکن تجربہ اور مختلف کاموں کی مہارت حاصل ہوگی جو اس سے بھی زیادہ مفید ہے اور اس سے تم اس قابل
ہو جاؤ گے کہ آئندہ جو کام تمہارے سامنے آئے اسکو انجام کر ڈالو۔ میں نے قائم مقامی کی نوکری کرنے سے کبھی
جواب نہیں دیا اور اب میں بہت خوش ہوں کہ میں نے خوب کیا۔

یہ نوجوان بیولین جبکہ جان لارنس نے مالٹا اور اسکندریہ کے درمیان رخصت ہوتے وقت یہ گرتایا
تھا تو بیولینس نے کھنڈک سے گرتا تھا۔ گرتا تھا جن شیر نے انکو یہ صلاح دی تھی کہی برس تک انکے کام کے شاہد کرنا انکو

گائی فاکس، کا قصہ ہوا۔ اور بڑیا سے میں نے تقاضا کیا کہ تم مجھ کو دروازہ بتا دو۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہاں کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ گو یہ کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا احمق کون ہوگا جو اتنا بھانپتا ہوگا۔ چنانچہ بڑیا نے ایک مقام پر جو عرصہ سے اسی طرح پڑا ہوا تھا اور اب تک کسی کی نگاہ اس طرف نہیں گئی تھی مجھ کو ایک دروازہ بتایا۔ اسکی راہ سے ہم نیچے اترے اور وہاں ایک بڑا وسیع تہ خانہ پایا اور تھوڑی دیر تلاش کرنے کے بعد اس میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر باہر کھینچ لائے۔ روپیہ اس کے پاس برآمد نہیں ہوا لیکن کچھ دیر تامل کر نیلے بعد اس نے وہ جگہ بتا دی جہاں ستون کی جڑ میں روپیہ پوشیدہ رکھا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ میں قریب کے ایک گائون میں رہتا ہوں بڑیا کے بھتیجے نے مجھ کو اپنے ہمراہ چوری کرنے کی ترغیب دی۔ اسکو عرصہ سے بڑیا کے پاس روپیہ ہونے کا گمان تھا۔ معلوم ہوا کہ چور رات کو بڑیا کے بھتیجے کے مکان میں سویا تھا اور چونکہ لوگ کثرت سے آتے جاتے رہے اس سبب سے سویرے موقع نہ ملا بلکہ کچھ رات گئے چوری کی۔ اور اسی وجہ سے مال مسروقہ تقسیم ہونے یا حفاظت کے ساتھ کہیں جانے نہ پایا اور صبح ہو گئی۔ عجلت اور گھبراہٹ میں اسکو یہی مناسب معلوم ہوا کہ تہ خانہ میں چھپ رہے کیونکہ خیال کیا گیا ہوگا کہ ادھر کسی کو توجہ نہ ہوگی۔ بھتیجا اسکو اپنے گھر چھپانے میں ڈرتا تھا اور اتنی رقم کثیر کا شہر سے باہر لیجانے میں بھی اندیشہ تھا کہ مبادا چوکی والے اسکو بھانپ نہ لیں اور اجنبی جان کر روک لیں اور تلاشی لیں۔ جب بھتیجے کا اس کے شریک سے مقابلہ کرایا گیا تو اس نے بیچائی سے اقرار کیا کہ میں نے دہلیز سے بڑیا کو بار بار زمین برابر کرتے دیکھا تھا اور اسوجہ سے اور کچھ اس خیال سے بھی کہ وہ اکثر اسی جگہ رہا کرتی تھی مجھ کو شبہ تھا کہ اسکا کچھ مال وہاں گڑا ہے جو قوت روپیہ دکھلایا گیا تو عورت نے اپنی تھیلیوں کو شناخت کیا۔ اور جو قوت وہ تھیلیاں کھولی گئیں اور روپیہ گنا گیا تو جس قدر بڑیا نے بتایا تھا اسی قدر یعنی ٹھیک ایک ہزار پچاس روپیہ نکلا۔ پس یہ عورت دو روپیہ مہینے کے حساب سے گذر کرتی آئی تھی اور اس پر بھی کچھ عرصہ تک اسی میں اس نے اپنے بھتیجے کی بھی پرورش کی تھی۔ جو قوت روپیہ گنا اور رسید لکھی جاتی تھی تو میں نے بڑیا سے کہا ”بہتر ہوگا کہ تم یہ روپیہ کسی مہاجن کے سپرد کر دو جو کم سوات آئے فیصدی سود دیا کر لگا اور بھاری جمع بھی حفاظت سے بنی رہے گی ورنہ اب بہت لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم اس قدر مالدار ہو وہ تمکو تنہا اور بے بس سمجھ کر تمہاری گردن کاٹ ڈالینگے۔ اس ہریضہ کی خالہ نے روپیہ کی تھیلیوں کو خوب زور سے دبا کر پکڑ لیا کہ مبادا میں اس سے بچیں نہ لوں اور چلائی کہ ”نہیں نہیں میں ایسے مقام پر اسکو دفن کر دوں گی جسکا حال کسی کو نہ معلوم ہوگا۔“ میں نے اس سے کہا کہ اچھا اپنا روپیہ لیجاؤ اور وہ تھیلیوں کے وزن سے لڑکھڑاتی ہوئی چل دی۔

ممکن ہے کہ میرے اس قصہ میں کچھ دیکھپی نہ ہو لیکن اس زمانے میں میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا تھا۔ بڑیا کی حرص اور طمع جو قبر میں پائون لٹکائے تھی اور ایسا مال رکھتی تھی جس سے فائدہ اٹھانے کی اسکو امید نہ تھی لیکن اس پر بھی اس سے دوپیسے مینا نہیں دیا جاتا تھا کہ اگر جان کی حفاظت نہیں تو مال ہی کی حفاظت چاہتی۔ بھتیجے کی

بس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہ تم محمول کیون نہیں دیکھتی یقیناً وہ کما ہی تھا۔ میری سببیوں کو کسٹاف ہے۔ ایک تاشائی نے جو اس جگہ کھڑا تھا کہا "ہاں کسٹاف تو ہے مگر ان لوگوں کو جو فٹس ہیں اور تم تو ایسی مالدار ہو جیسی کشمی جی تھیں۔" جبکہ یقیناً ہے کہ تمہارے جو کورسے کالی دیوی نے نکھو تیا ناس کیا ہے کیا تم کو یاد نہیں ہے کہ جب تم ہر ایک آئے تھے انھیں جو تھا تو تم کسی روٹی نہیں اور اپنے بال فوج ڈالے تھے اور کہا کہ میں جو کون مرقی ہوں۔ تم آپ اپنے نمبر جیوٹی ثابت ہوئی ہو اور خوب ہوا کہ تمہاری یہ گت نبی۔ جبکہ امید ہے کہ اگر کسی طرح تمہارا دیہہ گلیا تو صاحب تم سے معاف یا محمول وصول کر لینگے۔ "بڑیا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ارے میرے رشتہ میں جلتے تو میں زندگی بھر محمول دیا کرتی۔"

چونکہ جبکہ مختلف حالات مقدمہ سے جو کشف ہوئے تھے شبہ ہوا کہ جیتھیا اس چوری میں کسی کسی طرح شریک ہے ایسے میں نے حکم دیا کہ انکی خانہ تلاشی کی جائے۔ لیکن ایسی کوئی چیز یا آمد نہ تھی جس سے اس کی ناخودی لازم آتی پس میں مجرم کی سراغ رسانی سے یابوس ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پولیس والوں سے یہ کہہ کر کہ تم سراغ لگاتے رہنا اپنے خفیہ کی طرف روانہ ہوا۔ میں اس بات کو اپنے دل میں سوچتا ہوا تھوڑی دیر گیا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ کوئی ایک ہی چور کے گھر سے باہر نکلے پراصرار کرنا ہے یہ کیا معاملہ ہے چنگہ دیوار میں بہت ادنیٰ تھیں اور سوائے ایک صدر دروازے کے اور دوسرا دروازہ تھا اس سبب سے میرے دل میں خیال گذرا کہ ہونو چور اب تک مکان کے اندر ہو گا۔ پھر جبکہ خیال گذرا کہ "تو بے تو یہ بھی کوئی بات ہے۔ مکان کی تو تم تلاشی بیچکے اور چور اگر تو ابھی تو اب تک آسین بیٹھا ہوا کیا کیا کرتا۔" کوئی جبکہ وہ کھانا دے رہا ہے "تاہم میرا اطمینان نہ ہوا اور تھوڑی دیر آگے جا کر میں نے گھوڑے کی باگ موڑ دی اور پھر اسکو سرپٹ دوڑا کر اسی جگہ واپس آیا۔ پولیس کے لوگ جو اب تک وہاں موجود تھے انہیں میں نے کہا کہ "ہمکو پھر تلاشی لینا لازم ہے۔" سارا پھر میرے تاہمین مکان کے احرار ہر چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ لوگ قواعد تلاشی سے رہے تھے اور یہاں میں نے ملنا شروع کیا اور میں مقرر ہوں کہ اسوقت جبکہ وہ ایسی بیٹائی نہیں تھی کیونکہ میں خیال کرتا تھا کہ میں ایک لاما حاصل کام کے لیے یہاں پلٹ آیا ہوں۔

یہ ایک میں نے ایک پولیس واسے کو باؤا زبند یہ کہتے ہوئے سنا کہ "میں نے اسکو تو نہیں دیکھا مگر انکی آکھیں دیکھ لیں" اور جب وہ کہتا تھا تو میں مقام پر دھکڑا تھا وہاں سے احاطہ کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے اشارہ کرتا تھا تھا وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حواب میں ایک مقام پر ہوا کہ لیے ایک روشندان بنا تھا وہ شخص اصرار کرتا تھا کہ اس کی ماہ میں نے ایک آنکھ مچتی ہوئی دیکھی۔ میں نے بڑیا کی طرف مخاطب ہو کر اس سے پوچھا کہ کیا زمین کے نیچے بھی مکان بنے ہیں۔ آئے کہا کہ ان نیچے تھا نے میں جو میرے شوہر کے وقت وفات سے اب تک کبھی کوئی نہیں گئے تھے اور جب پہلے پہل مکان کی تلاشی ہوئی تھی تو جبکہ انکے بتانے کا خیال نہیں رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو

نہ

بھیجے کی دہلیز تک وہ نشانات بنے ہوئے دکھائے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض نشانات بیشک معلوم ہوتے تھے مگر وہ ایسے خفیہ تھے کہ میں کوئی رائے نہیں قائم کر سکا۔ کھوجیہ کو البتہ اُن پر کامل یقین معلوم ہوتا تھا۔ اُسے کہا کہ ایک قدم کا نشان جو بوند کے بھتیجے کے گھر تک گیا ہے چوٹا اور سبک ہے اور دوسرے قدم کا نشان جو بڑا اور چوڑا ہے اُسکا پتہ سخن کے باہر نہیں لگتا۔ جب تبا طلب کیا گیا۔ اُسکا پانچون نقش قدم سے ملایا گیا کھوجیہ نے اصرار کیا کہ دونوں بالکل مطابق ہیں اور فی الواقع جو نشان اُسے پیش کیا گیا تھا وہی پائی گئی۔

اُسکے بعد ہم گھر کے اندر گئے اور بخور اُسکے حدود کو دیکھا بھالا۔ معلوم ہوا کہ چورون نے دیوار میں ایک چھوٹا ٹونٹا حسین آدمی کا ہاتھ جاسکتا کھود کر باہر کا دروازہ کھول لیا تھا۔ یہ بات صاف صاف معلوم ہو گئی کہ چوری کسی ایسے شخص نے کی تھی جو مکان کے ہر ہر مقام سے بخوبی واقف تھا۔ کیونکہ روپیہ تین ہائیون میں بھرا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے کے اندر زمین کے نیچے گھڑا زمین میں اسی مقام پر کھودی گئی جہاں ہڈیاں گڑی تھیں اور یہ کام آٹا ٹانا ہوا ہوگا کیونکہ ہڈیاں سطح زمین سے کچھ ہی نیچے گڑی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ بھتیجے کی طرف سے بڑھیا اور اُسکے ہسایون کے دل میں شبہ تھا۔ کیونکہ وہ ایک آوارہ اور اوتار آدمی تھا۔ میں نے کہا ”کیونکہ بڑی بی کیا اُسکو تھا راغزناہ معلوم تھا اور کیا وہ جانتا تھا کہ فدان مقام پر تھے روپیہ کو اُسے جواب دیا ”نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اُسکو معلوم تھا میں نے برسوں سے اُسکو اپنے گھر میں آنے نہیں دیا مگر ان کبھی کبھی دو دروازہ تک آیا اور مجھ سے رابطہ و ضبط پیدا کرنا چاہا۔ لیکن مجھ کو اُسکی طرف سے اندیشہ تھا اور میں نے اُسکو اپنی دہلیز کے اندر قدم نہیں رکھنے دیا۔“ میں نے کہا ”یہ تو بڑی میٹھی کھیر ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تمہارے ایمان چوری ہوئی ہو لیکن اس بات کا کچھ پتا نہیں لگتا کہ کسے چوری کی۔ اب رہا یہ کہ تمہارا نقصان ہوا سو مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم جو ٹوکھو کہتی ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ ابھی چند مہینے ہوئے تم بھند منسلی محصول چوکیداری سے بری کی گئی تھیں۔“ بڑھیا نے جواب دیا ”خداوند یہ سچ ہے کہ میں نے منسلی کا عذر کیا تھا اور میں حقیقت میں غریب ہوں؛ ایندھ میرے ایک ہزار پچاس روپے چوری گئے۔ میری سرگزشت تو یہ ہے اب حضور الہی یقین کریں یا مگر میں۔ چالیس برس یا کچھ زیادہ عرصہ ہوا کہ میرا شوہر ایک تاجر تھا اور اس شہر میں خوشحالی سے بسر کرتا تھا لیکن کچھ زمانے کے بعد اُسکے معاملات میں ابتر ہو گئی اور جب وہ مر گیا تو اُسکے قرض خواہوں نے اپنے قرضہ کے بے لے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا صرف یہ مکان چھوڑ دئے وقت اُسے مجھے کہا کہ میرا کچھ روپیہ عرصہ سے سٹھرا جی میں باقی ہے۔ چنانچہ میں وہاں گئی اور کچھ اوپر دو ہزار روپے وصول کیا وہ روپیہ کیلہ میں یہاں آئی اور اُس وقت سے لیکر اب تک اسی میں گزار کر رہی ہوں۔“ میں پنج میں بول اٹھا کہ ”کیا تم چالیس برس سے اسی روپیہ میں بسر کرتی آتی ہو اور پھر اس میں ایک ہزار پچاس روپیہ یعنی نصف کے قریب قریب باقی رہ گئے۔“ وہ بولی ”ہاں میں اپنا اندیشہ مہینے میں ایک مرتبہ کھولتی تھی اور انہیں سے دور پیسے نکال لیتی تھی۔ جو میرے اور میرے بھتیجے کے مہینے بھر کے گزار دو کو کافی ہوتے تھے۔“ میں نے کہا ”اس حساب سے تم کو یہ روپیہ اور پچاس

سہہ تاکہ جو شخص مجھ کو راستہ میں تجا سے میں اس سے بے تکلف باتیں کر سکوں۔ میں جس کا فون کو جانا تھا وہاں کا ایک یا ایک سے زیادہ مقدمہ یا انکا ان دیہ عموماً اپنی گھوڑیوں پر سوار ہو کر دوسرے گاؤں تک مجھ کو پہنچا دیتے تھے۔ وہ گویا راہبر کا کام کرتے تھے اور ساتھ ہی انکے راستہ کا غم غلط ہو جاتا تھا۔ اکثر کارآمد چیزیں بیان کیا کرتے تھے اور مہینہ دہائی کی گپ شپ ضرور ہوتی تھی۔ ایک روز میں اس طرح کی ایک مہم پر اپنے گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ زیادہ دور نہیں جانے پایا تھا کہ مجھ کو ایک قریب کے قصبہ کو توال ملا۔ جو وہاں کے گاؤں چکا ہوا چلا آتا تھا۔ مجھ کو دیکر حسب معمول اس نے سلامی دی اور پورٹ کی کل رات کو قصبہ میں نقب زنی کی ایک واردات ہوئی ہے۔ اور عرض کیا کہ حضور اگر خود موقع کا ملاحظہ فرماتے تو بہت خوب ہو گا کیونکہ مجھ سے اور میرے پولیس والوں سے اس مقدمہ کا کچھ سراغ نہیں مل سکا۔

میں فوراً اپنے پتے پر راضی ہو گیا اور جب ہم دونوں آدمی سوار ہو کر چلے تو دریافت ہوا کہ جسکے یہاں چوری ہوئی تھی وہ ایک غریب بیوہ تھی جو قریب کے قصبہ میں ایک بڑے بھاری اور مضبوط گریڈن مکان میں رہتی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس چوری کے مقدمہ سے لوگوں میں بڑی بھلی چٹائی تھی کیونکہ بیوہ نے بیان کیا تھا کہ اسکا بہت سارو پیہ انگلیاں حالانکہ اس وقت تک لوگ انکو بالکل مفلس تصور کرتے تھے۔ کو توال نے کہا ”ہمسایہ کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ بیوہ کے یہاں ہرگز چوری نہیں ہوتی اور اصل تو یہ ہے کہ مجھ کو بھی اس میں شک معلوم ہوتا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں کچھ غریب ہے۔ ایسی بے بس بیوہ کو اقتدار دہیہ کہاں سے ملتا ہے۔ ابھی کل کی بات سہہ کہ وہ چوکیداری کے محسوس سے اسی بنیاد پر بری کر دی گئی تھی کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اب اسکا بیان ہے کہ میرے ایک ہزار پچاس روپے جاسٹے میں نے کہا ”خیر معلوم ہوا ہم خود دیکھیں گے کہ وہ کیا بیان کرتی ہے۔ تم یہ جملہ حوالہ نہ کرو کہ اسکے یہاں چوری نہیں ہوئی یا میں خیال کرتا ہوں کہ مکان کے قریب مداخلت ہو جائے گی کچھ ملازمین ضرور ہونگی۔“ اسنے جواب دیا حضور ان نشان سے تو میں انکار نہیں کرتا دیوار میں ایک سینہ ہے جس سے دروازہ کھولا گیا۔ صحن کے اندر پاؤں کے بھی دو نشان گھر میں ایسی سخت ہے کہ اس سے کچھ تپہ نہیں ملا۔ بائیں ہاتھ میں سے کھوجیہ (سراغ رسان) بلایا ہے اور اگر کچھ حال دریافت ہو سکتا ہے تو مجھ کو بتائیں ہے کہ اس سے بڑھ کر وہاں کا کوئی حال دریافت نہیں کر سکیگا۔

اب اس اثنا میں ہم مکان کے دروازہ تک پہنچ گئے یہاں پہنچے کچھ پولیس کے لوگ کچھ ہمسایہ والے بیٹھے ہوئے پائے۔ بیوہ بھی وہیں موجود تھی۔ اور کھوجیہ مکان کو دیکر بھال چکا تھا۔ اسنے مجھ کو اطلاع دی کہ پاؤں کے نشان کا تپہ کھانا دھوا رہا ہے کیونکہ زمین سخت ہے اور لوگوں کی آمد و رفت بھی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بات سے البتہ یہاں پر گواہت ہے کہ دو تھے دونوں مکان کے اندر داخل ہوئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے ایک ہی شخص گیا ہے۔ آج ان نشانوں کی سیدہ میں دو رنگ گیا ہوں جو ادھر ادھر چکر کھائے بعد آخر کو ایک ایسے شخص کے مکان پر جا کر تمام ہوسے تھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ خود بیوہ کے پیچھے گیا ہے۔ اسکے بعد اسنے بیوہ کے گھر کے اندر سے لیکر اسے

معمول تھا کہ جیسا مشہور ہے اسکے مطابق صرف فائدہ جسمانی ہی کے خیال سے نہیں نکلتا تھا بلکہ کسی کام یا بہر حال دل بہلانے کے لیے باہر نکل جایا کرتا تھا۔ کوئی نکوئی بات ضرور ہوتی تھی۔ لینے کسی گانوں کا دیکھنا یا کسی نئی شرک کا ہونا یا کسی پرانی شرک کا مرست کرانا یا کسی موقع قتل کا معائنہ کرنا انہیں سے کوئی نکوئی کام ضرور نکل آتا تھا۔ اگرچہ اپنے خلع کے اندر سالانہ دورہ کو نکلتا تھا جس میں ہر سال پانچ مہینے سے کم نہیں لگتے تھے اور نیمیون میں مقیم ہوتا تھا تو شغل کی بہت سی باتیں نکل آتی تھیں۔ ہر پڑاؤ پر جب تک سات آٹھ میل تک ادھر ادھر کے گانوں کو معائنہ نہیں کرتا تھا اس وقت تک وہاں سے خیمہ نہیں اٹھاتا تھا۔ گانوں کے واقع ہوئی جگہ زمین کی نوعیت آبپاشی کے وسائل (جو مشرق میں ایک نہایت ضروری امر ہے) باشندوں کی عام کیفیت انکے آپس کا برتاؤ ان سب باتوں میں بہت ذوق ظاہر کرتا تھا کیونکہ میری یومیہ خدمتوں کی انجام دہی میں یہ سب باتیں نہایت ہی مفید تھیں۔

سچ تو یہ ہے کہ میرے پاس اس کثرت سے کام رہتا تھا یا چاہو اسکو اس طرح کہ لو کہ میں نے اپنے لیے اس قدر کام پیدا کیا تھا کہ گو ضلع بھر میں کوئی یومیہ یا یہ کہیے کہ کوئی ایسا شخص تھا کہ میری دیسی زبان سمجھ سکے اس پر بھی میرے نزدیک ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ مجھکو کسی دن کام سے فرصت ملی ہو۔ بعض اوقات میں تنہا سوار ہو کر نکلتا تھا لیکن اکثر ایک سوار ساتھ لیتا تھا جو یا تو میری بدوق یا اپنا برچھا لچلتا تھا۔ پس اگر کوئی شکار مل جاتا تھا تو موقع ہاتھ سے جانے نہیں پاتا تھا اور اگر کسی قاصد کی ضرورت ہوتی تھی یا در کوئی کام کرنا ہوتا تھا تو ایک تیز چالاک آدمی ہر وقت مستعد رہتا اس طور پر میں بارہا ہرن کا شکار کر لایا اور اکثر بھیرے لڑ گئے اور بندیل کا تعاقب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی ساتھی ہوتا جسکے مقابلہ میں نیزہ بازی ہوتی اور شکار گاہ کے داؤن گھاتوں کا واپسی کیوقت ذکر مذکور ہوتا تو اس سے مزید لطف ہو جاتا۔ بالائینہ جب میں اس وقت آن دنوں کے حالات پر غور کرتا ہوں تو مجھکو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک طور کی تنہائی میں مجھکو کقدر لطف ملتا تھا۔

میں ہمیشہ ان موقعوں پر تنہا بھی نہیں رہتا تھا بعض اوقات میرے دو ایک دوست قریب ترین مقام سے آجایا کرتے تھے اور چھ سات روز تک میرے یہاں رہتے تھے۔ یا ہم لوگ بندوبست کر کے اضلاع متحدہ کی سرحد پر سب لوگوں کے جمع ہونیکے لیے کوئی مقام مقرر کر دیتے تھے اس وقت ہم لوگوں کی بیچ و پکار اور دھما چوکڑی سے جھگڑ گونج اٹھتا تھا۔ ہاے وہ بھی کیا دن تھے۔ کاشکے وہ دن پھرتے کیونکہ جس شخص نے عمر بھر کام کرنے میں بسر کی ہو ہو اس سہولت خاموشی اور بیکاری کی زندگی پسند نہیں آتی۔ میں اپنے سب دوستوں کو صلاح دیتا ہوں کہ ہندوستان سے روانہ ہونیکے پیشتر یا بہر حال ایسے وقت تک جب وہ بالکل ضعیف اور بیمارگی کے محتاج نہ ہو جائیں دو مرتبہ سوچ لیجیں فی الجملہ اب ایسی چیزوں کے خیال کرنے سے خوشی نہیں بلکہ رنج معلوم ہوتا ہے۔

میں کیا بیان کرتا تھا اور کیا کہنے لگا خیر اب اصل قصہ سینہ۔ میرے اردوئی کو حکم تھا کہ وہ مجھ سے ایک معقول فاصلہ

ایسا سرائی کے اوپر کیے رہا مگر ظاہر اسکی قوت اور ہوش و حواس نائل ہوتے جاتے تھے۔ جان لارنس پر کر
اسکے پاس گئے اور بڑا زور کر کے اسکو سنبالانا آگے انکا سائیں ایک رستے آیا اور اس رستے کے ذریعہ سے
جان لارنس اور انکا سائیں رسالدار کو کمینچر خشکی پر لے آیا۔ اس ترکیب سے انھوں نے رسالدار کی جان بچا لی
مگر گھوڑا جو بڑے زور سے اچھا پھون مار رہا تھا اسکی لات البتہ زور سے اُپیر گر گئی۔

اسی شدید درد کی حالت میں وہ گائون کی طرف چلے وہاں پوچھ کر دیکھا کہ "نیشمین تو گرم ہے مگر چرا یا نکل گئی"
اسکے عیال و اطفال مکان کے اندر تھے لیکن روکیت نہیں تھا۔ اصل میں رات کو گرمی بہت تھی اور یہ شخص اپنے
مکان کے کونٹھے پر سونیکو گیا تھا۔

چند لمحوں کے بعد یہ شخص چھاتی بھراؤنچی دیوار سے بھاگتا ہوا نظر آیا۔ جان لارنس بھی چشم زدن میں محبت
پر تھے اور اسکا نیوا دبانیکو مستعد ہوئے۔ مگر وہ بھی بڑا شد زور اور تن و توش کا آدمی تھا اور غضب کا دوڑنیوالا
چنانچہ کئی مکان جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے تھے اُکی چیتوں پر دوڑ کر بھاگ نکلا۔ جب اُسے دیکھا کہ پیرا
تغائب ہو رہا ہے تو ایک مقام پر جہاں کی زمین کا حال اسکو معلوم تھا پہنچے اگر کو دیر۔ لارنس نے اسکا تعاقب کیا
لیکن وہ بہت فاصلہ پر نکل گیا اور چونکہ وہ نیشبین میں کودے تھے اسوجہ اُسکے پیر کا گٹھا آتر گیا اور زیادہ تعاقب
نہ کر سکے۔ روکیت یہاں سے توجھ گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد پھر گرفتار ہوا۔ بہر حال جان لارنس کی اُنکے
ساتھیوں کے سامنے کچھ بیوقوفی نہونے پائی۔ انکو ان انوکھی اور خلاف قیاس باتوں پر ہر کعب ہوتا تھا کہ شخص
کیسی اٹھی چالیں چلتا ہے۔ ادھر تو ایک راجہ کے چھانسی دینے میں ذرا بھی اندیشہ نہیں کرے اور ادھر ایک
رسالدار کے بچانے میں اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈالے۔

میں اس باب کے خاتمہ پر ایک "رمح کا حال" (ایک روکیت کی سوانح رسانی) بیان کروں گا۔ اور یہ قصہ بھی
بیشتر کے قصہ سے دلچسپی میں کی طرح کم نہیں ہے۔ یہ واقعہ ہے جسکو میں نے خود جان لارنس کی زبانی
سننا ہے کیونکہ مولے اُنکے اور کوئی اس قصہ کو بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن میں بہر سمجھتا ہوں کہ اسکو بہت صحیح
مشیقت سے دو میرے پاس پہونچا ہے "من خست ہو ہو بیان کروں" "دو بھائیوں کے قصے" کی طرح اسکو بھی
نیشبین جان لارنس نے اپنے شوہر کے بتلانے مطابق موسم بہار ۱۲۸۷ھ ع میں بینی وقوع واقعہ کے پانچ
ہی برس بعد قلمبند کیا تھا۔ خارجی طور پر اس میں بعض ذاتی حالات نہایت دلچسپ بیان ہوئے ہیں۔ اور لطف
مزید یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی حرکات و سکنات کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

یہود اور اسکی روپیہ کی تھیلیاں

ہندوستان میں جان ہر خواہشمند بقاے صحت علی القیاح پیدل خود سواری پر سیر کرنے نکلتا ہے میرا

ضلع پانی پت میں ایک بڑا مشہور ڈوکیٹ تھا۔ جان لارنس کے دل سے لگی تھی کہ اُسکو سیطرہ گرفتار کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ وہ پکڑ بھی آیا تھا لیکن اُسکی زوجہ نے گارڈ کو رشوت دیکر اُسکو فرار کر دیا۔ اُسے بہتے خون کیے تھے۔ ایک روز جان لارنس کو خبر ملی کہ آج شب کو وہ ایک جمپوڑے میں جو وہاں سے بہت دور نہیں تھا سوئیگا۔ اپنا ارادہ کسی پر ظاہر نہیں کیا اور دس بجے رات کو کچھ پیدل اور کچھ سوار سپاہیوں کی ایک عت کے ساتھ گائون کی طرف روانہ ہوئے۔ رات بڑی سہاوہنی تھی چاندنی کھل ہوئی تھی اور چنڈیل چلنے کے بعد تھیں۔ ایک دریا ملا جس سے عبور کرنا ضرور تھا۔ لارنس کو امید تھی کہ یہاں کشتیاں ٹینگلی مگر اُس نواح میں کہیں سلیہ تھا وہاں سب چلی گئی تھیں۔ صرف ایک چھوٹی سی کشتی باقی رہ گئی تھی۔ یہ کشتی پیدلون کے اُتار نیکو بخونی کافی تھی مگر سواروں کے لیجانے میں البتہ کئی مرتبہ آنا جانا پڑتا۔ ضرورت شدید تھی۔ جان لارنس نے کہا ”ہکواب پیر کر اُس پار جانا لازم ہے۔“ ساتھیوں نے حیلہ حوالہ کیا اور کہا کہ اس دریا میں جا بجا ایک ریگ روان پائی جاتی ہے اور دھارا بہت تیز ہے ہم سب کے سب بجائینگے۔ جان لارنس نے کہا کہ ”اچھا مرنے دو تمھارا جوجی چاہے کرو مگر میں تو جاتا ہوں“ یہ کہہ کر گھوڑا بچ و دھارے میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر سالدار کو بھی ہمت ہوئی اور اُس نے کہا کہ پڑے شرم کی بات ہے کہ صاحب تنہا آگے چلے جائیں اور ہم لوگ رہ جائیں اُسے پکار کر کہا کہ ”مجھ کو اندیشہ ہے کہ ہم دونوں آدمی ڈوب جائینگے“ اور گھوڑے سمیت پانی میں کود پڑا اُسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اُسکے ہمراہ چلے۔ لیکن اُسے جو اندیشہ کیا تھا وہ بے بنیاد تھا۔ کیونکہ سوار لوگ بحفاظت اُس پار پہنچ جائیکے قریب تھے کہ اتنے میں ایک مقام پر ریگ روان آگئی اس سے فوراً تمام لوگ منشر ہو گئے۔ بعض لوگ تو پیر کر نکل گئے بعض گھوڑوں سے گر پڑے۔ سب ایک تھلکہ مچ گیا۔ لارنس کا گھوڑا نہایت قوی تھا اور اس زور سے اُس نے ہاتھ پاؤں مارے کہ اُسکا سوار دریا میں گر پڑا اور بڑی دقت سے کنارے پہنچا۔ یہاں آکر انھوں نے دیکھا کہ سب سوار جمع ہیں اُسے جان لارنس نے کہا ”وہ کعبہ آخر پہنچ گئے“ حفاظت کے ساتھ پار اتر نہ آئے۔“ لوگوں نے جواب دیا کہ ”حفاظت سے کہاں پار اتر آئے“ سالدار نے ڈوب گئے۔“ لارنس نے کہا کہ ”ہمارے ہم سب لوگوں میں دہی تو ایک بہادر شخص تھا۔ چلو پھر دریا میں پھاندیں اور اگر ممکن ہو تو اُسکو بچالائیں۔“ لیکن کسی نے جنبش نہیں کی۔ مشرقی باشندوں میں جیسا دستور ہے کہ دوسروں کے انجام پر لاپرواہی سے خیال کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی سکوت میں آکر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ (بلکہ ہم واجب طور سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خود اپنے بارے میں بعض اوقات ایسا ہی کرتے ہیں) گواؤ کے چنبرے میں بہت کچھ تہدید کی لیکن انھوں نے اپنے ساتھی کی جان بچانیکے لیے اپنے تین خطرہ میں ڈالنا گوارا کیا۔

جان لارنس پھر ایک مرتبہ پایادہ جا کر دریا میں کود پڑے اور فوراً معلوم کر لیا کہ سالدار دریا کنارے سے تھوڑے فاصلہ پر نیم بھلون کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کے نیچے آ رہا تھا اور اگرچہ

ص

و وہ نوے میل و دوڑ چکا تھا اور اس سبب سے تھک گیا تھا لیکن وہ بہت کم بوجہ سے اور تیزی و توانائی لگتی اور عین وقت پر گھر میں اپنی جودون کے پاس پہنچا اسکے دو بی بیان تھیں انھوں نے مکان کی سطح چست پیال کے پولوں کے نیچے چھپا دیا۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ سوار جو اس کا تعاقب کیے چلے آتے تھے اور جنگل آہٹ وہ اپنے پیچھے سنا آتا تھا موقع پر آہٹ بچے۔ لیکن اسکی دودون بی بیوں نے زامہب کی طرح اس راؤ کو خوب چھٹی رکھا اور اپنا بیوربات بھرا رام کے سینے میں چھڑن کی طرح پہاڑی کو بھاگ گیا۔ ہر چند جستجو کی گئی مگر وہ کیسے ہاتھ نہ لگا سکا۔ اسنے آخر خود اپنے تئیں کیا ان افسر سائڈنگٹر کے حوالہ کر دیا جس کا اور پر بیان کیا گیا ہے۔

وسائل خان کی قرابین کے اتفاقہ برآمد ہونے سے اور عجیب و غریب حالات مقدمہ کے ساتھ اسکے بیان کی مزید تصدیق ہو گئی۔ دہلی کے کابلی پھانگ کے قریب ایک کنواں تھا اسمیں ایک عورت پانی بھر رہی تھی اسکی رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنوین میں گر پڑا۔ اسکے گانے کے لیے کانٹا ڈالا گیا تو اسمیں بجائے ڈول کے گوشہ قرابین برآمد ہوئی۔ دوسرے لوگوں نے شہادت دی کہ جس شب یہ قتل کی واردات ہوئی تھی اس شب کو جسے سوار کو اسکے گھوڑے پر واپس آتے ہوئے دیکھا (یہ وہی گھوڑا تھا جو نہ واہ گھاس کھا سکتا تھا اور نہ سواری دیکھتا تھا) گھوڑا اپنے تئیں تر تیر تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سر پٹ وڑتا ہوا بڑی منزل طے کر کے آیا ہے۔ نواب اور انکا سوار اب بھی جرم سے اپنی لاعلمی کی طرح بیان کرتے تھے۔ لیکن انکا مقدمہ ایک خاص کشتہ کے اجلاس میں تجویز کیا گیا جہاں ان پر جرم ثابت ہوا۔ اور تیسری پھانگ کے سامنے دودون کو ایک ساتھ پھانسی دی گئی۔ اس قصہ کو جان لارنس بیک بڑے شوق سے بیان کرتے ہوئے۔ اور اس بات کا بیان کرنا بھی ایک عجیب عرصہ اور افسوس ناک و بچہ سے خالی نوکاکریشن فریزر معتدل کے چچا زاد بھائی جنھوں نے سران لگانے میں مدد کی تھی وہی شخص تھے جو باتیں برس بعد دہلی کے کشتہ جو کچل حالت میں الائی عشتہم کو ایوان حلیہ میں باجنوں کے تیر غیب کا نشانہ ہوئے۔ اس موقع پر جان لارنس کو کی طرح اپنی فراست سے یہ دریافت کر نیکی حاجت تھیں تھی کہ مشنل کے قاتل کون لوگ تھے کیونکہ اس ہنگامہ اور اسکے دیگر حالات متعلقہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہماری سلطنت ہندوستان کی بچ دینا دہل جا چکی۔ لیکن اس بات کے لیے انکی فراست بہادری اور دوسرے مردانہ اوصاف کی البتہ حاجت تھی کہ جو آئین باجنوں نے پیدا کی تھیں وہ نیست و نابود کر دی جائیں اور اس موقع پر جو کارگر زبان انھوں نے کیں انکا حال اس سوانح عمری کی جلد دوم سے ظاہر ہوگا۔

ص

فیل تئیں ایک اور تعاقب کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ حاصر اس وقت مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہو سکا مگر فارمین ہوا۔ لیکن گذشتہ سال سے متبادلہ کر کے وہ بہت سود مند معلوم ہوا۔ یعنی لوگوں کو اس بات کا بڑا شغف ہوا کہ بندہ دستانی آدمی اپنے زبردست اور پوزور فرمانروایوں کے ساتھ کیا کیا کرتے ہیں۔

نواب دہلی میں روکے گئے اور انکے علاقہ میں تحقیقات شروع ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ انیاسیو نامے ایک پیادہ بھی قتل کیوقت موجود تھا۔ یہ شخص ایک لوئیر تھا اور اسکی شہ زوری اور تیز رفتاری مشہور عام تھی۔ یہ شخص اسی رات سے غائب تھا اور اسوقت سے اب تک اسکا پتہ نہیں لگا تھا۔ اسکے سراغ لگانیکا کام کرنل انکیز کے سپرد ہوا جو غیر قواعد و ان رسالہ موسومہ انکیز کے افسر کمان تھے۔ اس شخص کا پتہ بہت جلد معلوم ہو گیا جس سے خط کتابت شروع کی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اپنے تئیں حوالہ کر دے اور کافی ثبوت دے تو اسکی جان بخشی کی جائیگی۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ رات کو ایک شخص آیا اور اسنے کہا کہ انیاسیو میں ہی ہوں اور آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اسنے اپنا قصہ جلد بیان کر دیا اور یہ قصہ اسی طرح کا سچ تھا جیسا ہیئرڈوٹسن نے قدیم دربار ایران میں بیان کیا تھا یا ج طرح الفیل کے قصے مشہور ہیں کہ کہیں ایک لفظ بھی صحیح نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکو نواب نے یہ حکم دیکر بھیجا تھا کہ تم ہر وقت سوار کے ساتھ رہنا اور اگرچہ کمان نہیں ہے لیکن شاید اتفاقاً باوصف اس امر کے کہ وہ ہر وقت جان بکف رہتا ہے پہلی گولی میں کشتہ کو ہلاک نہ کر سکے تو فوراً دوڑ کر جانا اور اسکا کام تمام کر دینا۔ وسائل خان کی پہلی ہی گولی کشتہ کے جسم مبارک سے صاف نکل گئی اور اسوجہ سے انیاسیو کے کام کی حاجت نہیں رہی لیکن وہ اپنے آقا کو اس بات کی خبر دینے کے لیے فوراً روانہ ہوا کہ جس کام کے لیے ہم گئے تھے اسکو انجام کر آئے۔

اس شب صبح تک اور بعد اسکے کئی پہر تک دیکو وہ برابر دوڑتا ہی چلا گیا۔ اور شام کیوقت نواب کے قلعہ فیروز پور میں جو وہاں سے نوے میل تھا پہونچا۔ سیدھا نواب کے کمرہ کو گیا اور فوراً باریاب ہونا چاہا اسنے کہا کہ مجھکو ضروری خبر پہونچنا ہے۔

دیوانخانہ اور شانین کے درمیان صرف ایک گارڈ پاردہ حائل تھا اور اردلی کا اندر داخل ہونا تھا کہ اسکو شبہ ہوا جو اس پیشہ کے لوگوں کو بالطبع ہوا کرتا ہے چنانچہ انیاسیو نے پردہ کا ایک گوشہ اٹھایا اور ہم تن گوش و چشم ہو کر متوجہ ہوا کہ دیکھیے کیا طور میں آتا ہے۔ اسنے نواب کو یہ حکم دیتے سنا کہ اس کمرے سے نکلنے کے بعد یہ شخص قلعہ سے باہر کسی طرح جانے نہ دیا جائے۔ اب اسکو یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ چونکہ کام انجام ہو چکا تو میری موت بمقابلہ میری حیات کے میرے آقا کے حق میں زیادہ سود مند ہوگی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ حکم گویا موت کا فتویٰ ہے۔ جو وقت وہ اپنی داستان تم کر چکا اور انعام کثیر کا اس سے وعدہ ہو چکا اسکے لیے اسے صبح تک ٹھہرنے کو کہا گیا اسوقت وہ چپکے سے ایک چور کٹڑی کی ادا قلعہ سے اس طرح باہر نکلیا کہ کوئی شخص اسکو دیکھنے نہیں پایا۔ باہر نکل کر وہ اپنی جان بچانے کے لیے جنگل کی طرف بھاگا تاکہ وہ اپنی جھوٹری میں جو وہاں سے سات میل کے فاصلہ پر تھی جا چھپے۔

انھوں نے صحن میں کسی شخص کو نہ پایا اور باوصف متواتر آوازوں کے اندر سے کوئی جواب بھی نہیں آیا۔
سینئر فریئر تو گھر کے اندر گئے اور جان لارنس میدان میں گھومتے گھومتے ایک جگہ پر پہنچے جہاں ایک سڑک
گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے جوڑ بندھنے لگے۔ گھوڑے کے ستم پر انکو کچھ نشان ایسے مقامات پر پائے گئے
جہاں عموماً وہ نہیں ہوا کرتے ہیں۔ انکو سنا یہ خیال آیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ڈک ٹرینز کبھی کبھی اپنے گھوڑے کے
آٹے نفل لگا دیا کرتا تھا اور ساتھ ہی اسکے تعاقب کرنے والے گھوڑوں میں سے ایک شخص نے ایک ٹکا اٹھا کر بڑی
ہوشیاری سے گھوڑے کے اگلے اور پچھلے سمون کو ناپا اور کہا کہ ”صاحب جن سمون کے نشان ہم سڑک پر دیکھ
آئے ہیں وہ ایسے ہی تھے انہیں زمین ایک ٹکے کا فرق نہیں ہے اور قابل اسی جانور پر سوار ہوا ہوگا۔“

یہاں تک کہ دیکھ بھال ہو رہی تھی اتنے میں ایک سوارنگے بن آیا اس سے دو ایک باتیں پوچھی گئیں جبکہ جواب
میں اُسے کہا کہ میں نواب فیروز پور کا اردلی ہوں میرے آقا نے مجھ کو شہر میں ایک خاص کام کے لیے بھیجا تھا۔
جان لارنس نے کہا کہ ”یہ تو بڑا عمدہ گھوڑا ہے“ اُس نے جواب دیا ”ہاں گھوڑا تو بہت اچھا ہے مگر نہایت
نا توان ہے اور ہنستہ بھر سے نہ دانہ لگائے کھاتا ہے اور نہ سواری دے سکتا ہے“ جان لارنس کو گھوڑے کی صورت
دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ اور کچھ فاصلہ سے اسکا زمین اور باقی سارے زمین پر رکھا ہوا دیکھ کر اس کے پاس
اور یہ دیکھ کر تو بڑا دانہ سے بھرا ہوا گائے کے پیٹے رکھا ہے چپکے سے اٹھا کر گھوڑے کے منہ میں لگا دیا۔ جانور جو
مرضی بیان کیا گیا تھا نہایت ہی رغبت سے اُسکو کھانے لگا۔ اب ایک امر اور رہ گیا تھا چنانچہ بغیر اس طرح کی کسی بات
کنے کے جس سے سوار کو شبہ ہوتا جان لارنس نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ کچھری ٹھک پہلے چلو اور دان
پھونک کر حکم دیا کہ یہ شخص فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

اس انشائیہ سینئر فریئر مکان کے اندر جا کر ایک ڈول سے چند پڑے ایک چٹائی کے جو نکال لائے تھے
انکو دونوں آدمیوں نے جو ذکر درست کیا سیاہی پانی سے چھڑا ڈالی گئی تھی مگر بعض مصاحف کے دینے سے حرف
پھر اُچھڑا آئے۔ اور فارسی زبان کی یہ عبارت نمودار ہوئی کہ ”تم کو معلوم ہے کہ کس غرض سے میں نے گھوڑا دلی میں
بھیجا تھا۔ میں نے تم سے متواتر بیان کیا کہ گھوڑے لیے کنوئیں خریدنا کس قدر ضرور ہے۔ اگر اب تک تم نے یہ کام نہ کیا ہو تو
اب اس میں تاخیر کرنا۔“ جان لارنس کو جو دو چار باتیں معلوم ہوئی تھیں انکی مدد سے غور و فکر کر کے اس امر کا فیصلہ
کر لینا انکی دکاوت کے آگے کچھ مشکل تھا کہ کنوئیں سے کتنے صاحب مراد تھے جبکی جان غصہ ہوا کہ یہ سوار بیکا تھا
اور جان لارنس کے کہنے سے نواب کے پاس یہ پیغام بھیجا گیا کہ آپ کا آنا دلی میں ضرور ہے کیونکہ وسائل خان
آپ کے ایک بازم پر کشتہ کے قتل کرینا شبہ کیا گیا ہے۔ نواب نے حکم کی تعمیل کی لیکن انکار کرنے میں سوار کی
اُس اور قتل سے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

اس موقع پر اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ چونکہ اس مقدمہ میں مقتول ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا اور سراغ رسانی قاتل عجیب و غریب طریقہ سے ہوئی اسوجہ سے مقدمہ مذکور پر اسوقت ہر شخص کا خیال رجوع تھا۔ جان لارنس اس قصہ کو بہت شوق سے بیان کیا کرتے تھے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ کسی مرتبہ چپ چکا ہے۔ پچھلی مرتبہ جنوری ۱۸۵۷ء میں "پلیٹ وڈ میگزین" کے ذریعہ سے جو داستان شائع ہوئی تھی اور خاص جان لارنس کے بیان کے مطابق تھی انہیں نے مندرجہ ذیل عبارت اقتباس کر کے میں اس مقام پر لکھا ہوں۔ وہ ایک بائین جنگو اور سوتھون پر اس قصہ کے متعلق انھوں نے بیان کیا تھا مگر بڑھاپے میں انکو یاد نہ آئیں اور جو اس اخبار میں چھپیں انکو میں اور بڑھا دوں گا۔

۲۲۔ مارچ ۱۸۵۷ء کو جان لارنس دکنو کسی گھنٹے تک کام کر نیکے بعد نہانے جاتے تھے کہ اتنے میں پولیس کی ایک مختصر عرضی فارسی خط میں لکھی ہوئی انکے پاس آئی اور انہیں لکھا تھا کہ دہلی سے خبر آئی ہے کہ کل شام کو جب ولیم فریزر کزنر علاقہ کے کسی راجہ کی ملاقات کیے ہوئے واپس آتے تھے تو ایک دیسی سوار گھوڑا اور آتا ہوا انکے قریب آیا اور انکے جسم مبارک پر ایک بدوق سرگردی۔ اور انکا کام تام کر دیا۔

ولیم فریزر بڑے سلیم الطبع آدمی تھے اور ہر درجہ کے لوگ انکو عزیز رکھتے تھے۔ مگر چونکہ غرابا کا وہ بہت خیال رکھتے تھے اسوجہ سے امراسے شک رہا کرتی تھی۔ وہ جان لارنس کے بھی بڑے دوست تھے۔ جان لارنس کچھ تو اس سبب سے کہ انکو اپنے دوست کے مرثیہ بڑا قاتل گذرا اور کچھ اس خیال سے کہ چونکہ وہ دہلی کے ہر ہر گوشہ سے واقف ہیں اور اسوجہ سے قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دے سکیں گے فی الفور اپنا گھوڑا طلب کیا اور عین تمازت آفتاب میں دہلی کی طرف جو دہان سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے وہاں ٹامس شکاٹ اور سینن فریزر بھی دوا علی سول افسر رہ گئے تھے جسے اب تک قاتل کا کچھ سراغ نہیں لگا اور اگرچہ چند گوبر دکنو (یہ قوم سراغ رسانی کے لیے مشہور و معروف ہے) اس بات میں کامیابی ہوئی کہ انھوں نے موقع واردات سے دہلی کی طرف کچھ دور تک گھوڑے کے سمون کے نشان سے کچھ پتہ لگایا۔ مگر بعد اسکے ایک مقام کے آگے جہاں بہت سی سرکنیں اگر ملی ہیں پتہ نہ لگ سکا۔

اس سے کچھ امید نہیں پڑی۔ اتفاق سے ایک شخص سسی فتح خان نے ٹامس شکاٹ سے جو بیان کیا تھا کہ اگر میرے نتیجے نواب فیروز پور کو اس قتل کا کچھ حال معلوم ہو تو کچھ عجیب نہیں اسکی خبر جان کو بھی ہو چکی شکاٹ نے یہ خیال کر کے کہ شاید عداوت یا یہ بیان کیا گیا ہو اس بات پر کچھ توجہ نہ لی لیکن جان لارنس نے اسکو شسی میں باندھ لیا اور فوراً یہ امر دریافت کر کے کہ نواب مذکور اور ولیم فریزر سے کسی زمین کے بارے میں جھگڑا تھا وہ سینن فریزر کو ہمراہ لیکر دہلی کے ایک مکان کو جو اس رئیس کا تھا روانہ ہوئے۔

تھے کہ گئی اور انون نے بلرام کے بیان کی تصدیق کی۔ انہیں سے ایک نے کہا کہ چونکہ ہم بلرام کے دوست تھے ایسے
 کے کئے سے ساتھ چولے تھے ورنہ نقول سے ہکو کوئی عداوت تھی۔ صرف بلرام کی دوستی کا بناہ کیا۔ اُسے
 یہ بھی کہا کہ میں دن کو بلرام کی بی بی کے پاس اُسکے شوہر کے دریافت کرنے کے حیلہ سے جو کچھ فاصلہ پر میرا نظر پڑا تھا
 گیا تھا۔ لیکن اصل میں یہ دیکھنے گیا تھا کہ رام سنگھ گھر میں ہے یا نہیں اس کے بعد ہم لوگ سڑک کے قریب ایک خندق میں
 جا کر تاک میں بیٹھے۔ جب رام سنگھ آؤہرے نکلا تو ہم اس پر چڑھ دوڑے۔ گوہنے اچانک رام سنگھ پر چڑھ کیا تھا مگر اُسے
 بہادری سے ہمارا مقابلہ کیا تا آنکہ ہم نے اُسکو مغلوب کر کے زمین پر گرادیا۔ اور جب وہ گرنے لگا تو اُسے اپنے بھائی
 کی ٹانگ زخمی کر دی۔ جو خون میں نے دیکھا اور جسکو میں نے مجروح کا خون تصور کیا تھا وہ اسی زخم کا خون تھا اور اسی
 کے پچائے کو بلرام اُسوقت تک برابر پیٹھا رہا جب تک میں اس سے باتیں کرتا رہا تھا۔ دیکو وہ کہنت عورت جو اُسکے
 کام کی باعث ہوتی تھی آئی اور لاش کے دیکھنے کی اجازت چاہی۔ اُسے لاش کو اپنی گود میں لیا بار بار سندھ پر بوسے
 دیتی تھی پھوٹ پھوٹ کر روتی تھی اور اُسکی بیوقت کی موت کے سوا اور کسی بات کا اُسکو خیال نہیں تھا۔ بعد کو جو جھٹکا
 ہوئی اُسے بہت سی باتیں کہیں اور اُسے بلرام کا جرم خفیف معلوم ہوتا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ان
 دونوں میں سالہا سال سے آشنائی چلی آتی تھی اور شوہر اس حال سے بخوبی تمام واقف تھا۔ اس کے ایک سال پیشتر
 بڑا کال پڑا تھا اور اُس زمانہ میں رام سنگھ نے زوجہ اور شوہر دونوں کی پرورش کی اور اُسکے ساتھ رہتا تھا۔ باقیہ
 واردات قتل کے پیشتر بلرام نے منع کیا تھا کہ تم میری زوجہ سے ربط و ضبط نہ کرو۔ اور اس بات پر بھائی نے وعدہ کیا تھا
 کہ میں کبھی گھر نہ آؤں گا۔ زوجہ نے جب یہ سنا تو وہ فوراً شوہر کو چھوڑ کر اپنے سیکے چلی گئی۔ سیکے والے اور اُسکا شوہر خنجر
 سمجھا تا رہا مگر وہ کی طرح سنسرا ل نہ گئی شوہر اُسکا ارادہ دیکھ کر اپنے بھائی کے پاس گیا اور اس سے سب ماجرا بیان کر
 اٹھا کہ تم میرے ساتھ چلو اور اپنا دباؤ ڈالو اور یہ بھی کہا کہ ”تم جی طرح آیا جا کر تے تھے اسی طرح اب بھی آیا کر دیکھا
 میرے بھائی نہیں ہوا اور کیا تے بمکھو فاقہ کشی سے نہیں بچا یا تھا۔“ اس پر زوجہ واپس چلی آئی اور اسی کے چند روز بعد
 وہ ساتھ گذر جا سکا میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

قاتل دورہ سپرد کیا گیا جہاں بلرام یعنی شوہر کو پھانسی کا حکم ہوا اور باقی دو آدمیوں کو مہس و دام کی سزا
 ہوئی۔ انرض میری داستان یہ ہے اسکی وجہ سے اُس زمانے میں بڑی ٹپل پڑ گئی تھی۔ رام سنگھ کے انجام پر خنجر
 کو افسوس تھا اور بلرام پر کیسے ترس نہیں آتا تھا۔ ظاہر عوام کا خیال یہ تھا کہ رام سنگھ بلرام کا بھائی نہیں تھا پھر کیونکر تے
 بھائی کو! بولا۔ مقام دہلی مورخہ ہمہ ماہی شمس علیہ۔
 گو جان لا قریض کا ضلع بہت وسیع تھا مگر انکی سرگرمی اور مستندی صرف اپنے ہی ضلع تک محدود تھی
 جس اوقات ضلع پانی پت کے باہر بھی اپنی کارروائی کرتے یا کرنا چاہتے تھے اور انکا نتیجہ بدتر ہوتا تھا میں

اُسکے اس حالت میں بیٹھے رہنے کی کوئی خاص وجہ ہے بلرام فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ دسوتی کے سوا اور کوئی شے اپنے
 نہیں تھا اس سبب سے اُسکے جسم کا بالائی حصہ برہنہ تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اُسکے دل پر رکھ کر کہا کہ ”کیا سبب ہے کہ تمہارا
 قلب بہت زور سے دھڑک رہا ہے؟“ اُس نے جواب دیا کہ ”میں نہا رہا تھا اور اس خوف سے کہ مبادا ڈاک کی دیر نہو جائے
 راستہ بھر دوڑتا ہوا آیا ہوں۔“ ہرچہ کہ وہ بڑی سہولیت اور مستعدی سے جواب دیتا تھا لیکن اُسکے انداز سے
 میرے پہلے کے سبب شبہات پھر قائم ہونے لگے۔ میں غور سے اُسکے چہرہ کی طرف کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا اتنے میں
 مجھ کو دفعتاً معلوم ہوا کہ اُسکی ران میں کچھ خون لگا ہوا ہے اور ظاہر اوہ دسوتی کے پیچھے سے نکلتا ہوا چلا آتا ہے خون کی
 طرف اشارہ کر کے میں نے کہا ”آہا۔ بلرام یہ خون کیسا ہے؟“ وہ ایک لمحہ بھرمیری طرف دیکھتا رہا اور بعد اُسکے کہا کہ ”آپ
 تکلیف نہ اٹھائیں میں نے اُسکو مار ڈالا۔“ میں نے ہاتھ اٹھا کر ہر شخص سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو اور اُس سے پوچھا
 کہ ”تم نے اُسکو مار ڈالا؟“ اُس نے جواب دیا کہ ”رام سنگھ اپنے بھائی کو میں نے قتل کیا“ میں نے پھر پوچھا ”کیون اُس نے
 کیا کیا تھا؟“ اُس نے جواب دیا ”میری زوجہ سے اُس نے انسانی کی تھی اس سبب سے میں نے اُسکو مار ڈالا۔“ اس پر
 اُسکے ہتھیار ڈال دی گئیں اور ڈاکخانہ سے نکل کر گھوڑے پر جو اس اثنا میں اُگیا تھا سوار ہوا اور کوٹھی کو روانہ ہوا۔ راستہ میں
 میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ ”تمہارے ہلہلے لوگ بھاگ گئے اور تم نے بھاگنے کا قصد کیا؟“ اُس نے
 جواب دیا کہ ”مجھ کو کیا معلوم تھا کہ آپ اس طرح سے میرا سراغ لگائینگے وہ لوگ بھاگے نہیں ہیں بلکہ ڈاک خانہ
 میں بڑی سُرک کی طرف ہیں۔“ ان لوگوں کا نام دریافت کر کے میں نے فی الفور چار سوار اُنکی گرفتاری
 کے لیے اُس مقام کو جو دہان سے چار میل کے فاصلے پر تھا روانہ کیے۔ کوٹھی پر پہنچنے کے میں نے
 لوگوں کا ضروری بیان اور بلرام کا اقرار قلم بند کیا۔ دو بجے رات کو میری آنکھ لگی ہی تھی کہ پولیس والے اور
 قاتلوں کو لیے ہوئے پہنچے اور مجھ کو بیدار کیا۔ لیکن میں نے یہ سُنکر کہ اُنھوں نے جرم سے بڑے شدومد
 کے ساتھ انکار کیا اور اُنکے جھٹھون پر ایسی کوئی شے نہیں تھی جس سے وہ مجرم قرار دیے جائیں حکم دیا کہ وہ
 حراست میں رکھے جائیں اور خود سونے کو چلا گیا۔

صبح کو قیدیوں کا بلرام سے مقابلہ کر لیا گیا۔ بلرام نے رات کو جو کچھ بیان کیا تھا اُسکی تائید کی مگر اور لوگوں نے قطعی
 انکار کیا۔ اس اثنا میں سراغ رسالوں کا ایک غول آیا اور اطلاع دی کہ ہم لوگ پتہ لگاتے لگاتے نشانوں کی
 سیدھ میں موقع واردات تک گئے جس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص شہر کو آیا اور دو آدمی بڑا چکر لگا کر ڈاکخانہ
 میں آئے۔ اُسکے بعد میں چند ہوشیار آدمی لیکر موقع پر گیا اور بڑی محنت اور تجسس کے بعد اُنھوں نے
 ایک کچے مکان کے چھپر کے پیچھے مقتول کی پکڑی مالاٹکوار اور دو لاٹھیاں جو خون سے بھری ہوئی اور ملواریا
 کسی تیز آگ سے جا بجا کٹی ہوئی معلوم ہوتی تھیں ڈسٹنڈ ٹکالین۔ ان میں سے ایک چیز قیدیوں کے آگے جوا تک نکلتی

لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کما کر داک والے بڑے دوڑنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں سے کسی شخص کے ساتھ تو اس سے عداوت نہیں تھی۔ ایک سپاہی نے یہ سنا فوراً جواب دیا کہ ”رام سنگھ کا ایک بھائی بلرام سنگھ تھا جو داک والوں میں نوکر تھا اور میں نے سنا ہے کہ رام سنگھ نے بلرام سنگھ کی بی بی سے انشائی کی تھی۔“ دوسرے نے کہا کہ ”اے یہ کیا جانیے کب کی بات ہیں بلرام انگوں بوجھ جانتا تھا۔ سوسے لکے یک ہو سکتا تھا کہ اس بات کے لیے بلرام اپنے بھائی کو مار داتا۔“ اب اس بات کا بیان کرنا باقیہیض ضرور ہے کہ جاٹ فرقہ کے لوگوں میں جن میں یہ دونوں بھائی بھی داخل تھے ایسے تعلقات اکثر ہمارے ہیں گو وہ ہماری نگاہ میں کسی ہی عجیب کیون نہ معلوم ہوں۔ اُن لوگوں میں دستور ہے کہ جب بڑا بھائی مر جاتا ہے تو چھوٹا بھائی گو اس کی شادی ہو چکی ہو یا نہ ہو کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ اسوجہ سے ایسے ناجائز تعلقات پر جو رام سنگھ اور اس کی بھانج کے درمیان پائے جاتے تھے تو آپس میں چنداں خیال کیا جاتا تھا اور نہ ہم لوگوں کے قیاس کے موافق انکی بابت تنبیہ کی جاتی تھی۔

گویا بات میں خوب جانتا تھا لیکن مجھ کو فوراً اطمینان ہو گیا کہ آخر کو پہنچے تہ لگا گیا۔ چنانچہ میں نے بڑا حصہ سپاہیوں کی کوشش کو واپس کر دیا اور یہ حکم دیا کہ ایک گھوڑا میرے لیے بھیجا جائے میں خود سداغ لگانے لگا۔ ہم فوراً شہر کو جو یہاں سے نصف میل کے فاصلے پر تھا روانہ ہوئے اور بلرام کے گھر کی طرف چلے۔ یہاں ہوا اس کی زوجہ ملی رائے بیان کیا کہ آج میں نے اپنے شوہر کو نہیں دیکھا شاید وہ چکی پر ہوگا بھائی البتہ شام کو آیا تھا۔ میرے ساتھ کھانا کھا کر اس بچے شب کے قریب گھر سے گازد کو چلا گیا۔ اس صورت نے یہی بیان کیا کہ جب رام سنگھ میرے پاس تھا تو ایک اور ہرکارہ جو میرے شوہر کا دوست ہے اسکو پوچھنے آیا تھا لیکن اسکو گھر میں نہ پا کر اس وقت واپس چلا گیا۔

یہاں سے مایوس ہو کر ہم داک خانہ کی طرف چلے احاطہ میں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے ہرکارے زمین پر پڑے غافل سو رہے ہیں اور بلرام بیٹی و شخص جسکے ہم رخ ہیں تھے ایک گوشہ میں پکچا بیٹھا ہوا ہے اور تھپی رہا ہے میں فوراً اس کے پاس گیا اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا کر اسے اس اطمینان اور استقلال کے ساتھ جواب دیا کہ میں خیال کرنے لگا کہ میری رائے غلطی پر ہے اور اس نے جرم کا ارتکاب نہ کیا ہوگا۔ تاہم ایک چسپاں لیکر میں منور اسکا پردہ دیکھنے لگا گو وہ جانتا تھا کہ میری نگاہ اس پر ہے مگر اس نے دراجبی نہیں کی اور بظاہر بلا تکلف حد متیار رہا۔ میری طرف اسی طرح دیکھتا رہا اور دراجبی اسکی آنکھ نہ جھپکی۔

میرے پاس جو سپاہی کھڑے تھے انہیں سے ایک شخص نے پوچھنے کے لیے یہ بات کہی کہ ”بلرام تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ حضور تمہارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور تم اسی طرح بیٹھے ہوئے ہو۔“ بلرام نے دراجبی حرکت نہ کی اور یہ معلوم ہوا کہ گویا اسے بات ہی نہیں تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے شانہ پر رکھا اور کہا کہ ”بلرام اٹھو تو ہم تمکو دیکھنا چاہتے ہیں۔“ انکو اس کی طرف مجھکا ہوا تھا اور وہ معمولی دینی طریقہ سے اُکڑو میٹھا رہا۔ اور اب مجھ کو خیال آیا کہ

المردعا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مقتول اپنے گھر سے جو شہر تین تھا میری کوٹھی کو آتا تھا وہ تین تنہا چلا آتا تھا کہ ایک مقام پر بہت سے آدمیوں نے ملکر کبارگی اُسپر حملہ کیا وہ کچھ دور تک بھاگا مگر ایک آدمی دوڑ کر اُسکی سیدراہ ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کی طرف اُسکو پھیر دیا۔ یہاں وہ کچھ دیر تک لڑتا رہا بعد اُسکے مارا گیا۔ سہنے دو تین سو گز کے فاصلہ تک سراخ لگایا اور اتنی دور میں پہنچے ایک جو نامقتول کا اور تین جوڑے اور لوگوں کے ایک کاٹھی تنوار کی اور دو لائیچاں جو تنواروں سے کٹ کٹ گئی تھیں اور خون سے آلودہ تھیں وہ منڈو نکالیں۔

اب بارہ بجے چاندنی خوب لھلھ کر نکل آئی ہوا خشک تھی اور ہم سب لوگ لاش کے گرد جمع تھے۔ مین نہایت ہی مضطرب تھا کیونکہ ہم لوگوں کی تحقیقات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور نہ قاتلون کا ٹھیک پتہ لگا۔ اور زخموں کی کثرت سے مقتول کا چہرہ ایسا بگڑ گیا تھا کہ اسکی قومیت اور پیشہ ہی کا دریافت کرنا دشوار تھا۔ نام و نشان معلوم ہونا تو اور بھی مشکل بات تھی۔ میرے وقت میں قتل عمد کے بہتر سے مقدمے ہو چکے تھے لیکن اس مقدمے سے میری عقل چکر میں آگئی تھی۔ جس وقت میں خیال کرتا تھا کہ میری کوٹھی سے چند گز کے فاصلے پر ایک آدمی مار ڈالا گیا اور قاتلون کا پتہ نہ لگا تو میرے کلیجہ میں ہوک انٹھی تھی۔

میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ مقتول کا چہرہ صاف کر کے غور کرو کہ وہ کون شخص اور کس فرقہ کا آدمی ہے۔ سب سے بھاری شکل یہ تھی کہ اسکے جسم پر سوائے ایک دعوتی کے اور کچھ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس شب گرمی تھی اسوجہ سے مقتول لنگی ہی باندھے ٹہل رہا تھا (یہ دستور اس ملک میں ازا علی تا ادنیٰ عورتا ہر درجہ کے لوگوں میں جاری ہے)۔ اتنے میں گٹارو کے ایک آدمی نے جو کلکٹری کی کچہری پر تعینات تھا مقتول کا چہرہ مل کر صاف کر دیا بعد ازاں کہ ”ارے یہ تو میرا ساتھی رام سنگھ ہے۔“ جھکولتین ہے کہ یہ وہی ہے کیونکہ میں اسکی مویچوں کے خم کو خوب پہچانتا ہوں وہ ابھی کل رات کو میرے ساتھ حقہ پی رہا تھا۔“ دیر تک بحث و مباحثہ رہنے کے بعد اکثروں کی رائے یہ قرار پائی کہ یہ رام سنگھ کی لاش ہے۔ گو بعضوں کو اب تک شک تھا۔ بالآخر اس بارے پر سب کے سب متفق ہوئے کہ رام سنگھ مفقود انجمن ہے اور یہ لاش اسی کے قد کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ سمجھئے یہ فرض کر کے کہ لاش رام سنگھ کی ہے اسکے قاتلوں پر قیاس و وزنا شروع کیا۔

مین نے کہا ”اُسکے قاتل چاہے جو لوگ ہوں مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے کینہ کشی سے مارا ہے ورنہ لاش اس طرح سے پارہ پارہ نہ ہوتی۔“ ایک شخص نے سندھ سے لکھا کہ ”جس شخص نے رام سنگھ کو دوڑ کر پکڑ لیا اور اُسکو روکا وہ بڑا دوڑنے والا ہوگا کیونکہ رام سنگھ نہایت ہتھیار چالاک تھا۔“ دوسرا بولا ”میں دیکھتا ہوں کہ ایک جوتے مین نعل لگے ہیں اور اسکی حاجت اسی شخص کو ہوتی ہے جو ہمیشہ دوڑا کرتا ہے۔“ یہ سنکر مین غور کرنے لگا کہ دوڑنے والوں کی ذیل مین کون کون شخص داخل ہو سکتا ہے۔ ایک بیک سیرے دل مین خیال گذرا کہ ملک مین پیادے لوگ ڈاک لہجائے تے ہیں چنانچہ مین نے

میں علیحدہ جا کر دیکھنے لگا کہ کیا ہوتا ہے۔ تین چار آدمیوں نے ایک آدمی کو اٹھا کر دے مارا اور اس کے گلا کاٹ ڈالا بعد اس کے وہاں سے چلے گئے۔ یہ دیکھ کر میں فوراً ایمان و دُور اہوا جلا آیا کہ حضور کو اس سے آگاہ کروں۔ یہ لشکر میں سے کہا کہ اُسے پانی تو نے دوڑ کر انکی مدد کیوں نہ کی؟ علی خان نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار تھا اور اس سبب سے کوئی مدد نہ کیا۔ اگر میں شور مچا کر مارتا تو وہ مجھ کو بھی مار ڈالتے۔

یہ لشکر میں نے فی الفور انکو تو گناہ دے کے سپاہیوں کو بلائے بھیجے اور نیزا سے کہا کہ تو میرا پیچھے آ اور میں خود اس کے ہاتھ سے جی لیکر وہی شہزادی کے کپڑے پہنے ہوئے اس رخ و درزا جہدِ عرفاں سامان نے پتہ دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ لاش اور ہڈی پڑی ہے۔ خون میں شراب اور زخموں سے چور چور ہے۔ چہرہ پر ہر طرف سے زخم لگے ہوئے ہیں اور گوشت کٹ کٹ گیا ہے۔ سرد مرقے قریب قریب بالکل جدا ہے اور ہاتھ اور بازو اور ٹانگیں بھی زخموں سے بالکل چور ہیں۔ لاش کو جانتک گرم تھی میں جبک کر دیکھنے ہی کو تھا کہ تسنن ایک ایک جھونکا ہوا کا آیا اور بتی خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ جب تک مدد نہیں پہنچتی ہے اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے میں بیٹھ گیا۔ چند لمحے کے بعد جو مجھ کو اذغراب میں ایک گھنٹہ کے برابر معلوم ہوئے میں نے دیکھا کہ میرا پیچھے چلے ہوئے دُور آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بیان کو ڈر لگتا تھا کیونکہ چند قدم آگے چل کر وہ ٹھہر جاتا تھا اور دیکھ دیکھ کر زور زور سے گانہ کو پکارتا تھا۔ باقیہ میرے آواز دینے پر انہیں کچھ ڈھارس آتی اور دُور اہوا میرے پاس چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گانہ کے کچھ لوگ مشعلیں اور فلیٹے لیے ہوئے آئے۔ لیکن نہ وہ پورے ہتھیار لگائے تھے اور نہ پوری وردی پہنے ہوئے تھے۔ اب چاندنی نکلتی اور مہتاب کی روشنی پھیلنے لگی۔ اس سے ہم کو بہت مدد پہنچی۔ سب کے پہلے ہم نے زمین کا حال دریافت کرنا شروع کیا اور چونکہ مٹی نرم اور زرخیز تھی اس سبب سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جا کر آبائی قاتلوں کا پتہ لگ گیا ہندوستان میں نہایت خواہ جانور کے نقش قدم سے پتہ لگانا بڑی آسان بات ہے۔ اور مجھ کو اس فن کے ایسے ایسے لوگ معلوم ہوئے ہیں جہاں تک پتہ لگ سکتے ہیں حالانکہ جو شخص اس فن سے ماہر نہ ہو کچھ تیز نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ میں اہل دیہات اور ارباب پولیس کی ایک جماعت کے ساتھ چند جنگلوں کے تعاقب میں جاتا تھا جنہوں نے اس کے پیشتر کی رات کو پانچ مسافر قتل کر ڈالے تھے۔ زمین سخت تھی اور گناس میں دھکی ہوئی تھی اور مجھ کو جا بجا یہ تو معلوم ہوا کہ یہاں کسی لڑائی یا جنگ کے بعد کئی علاقہ میں باقی جاتی ہیں لیکن سوائے اسکے اور کچھ معلوم ہوا باقیہ جو لوگ ہمارے ساتھ تھے اصل موقع پر کافی تحقیقات کر سیکے بعد کئی میل تک نشانات کا پتہ لگاتے چلے گئے۔ راستہ میں آنکھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جو جماعت اس طرف سے گئی ہے انہیں اس قدر عورتیں لڑکے اور جانور تھے اور مقام حیرت یہ ہے کہ دوسرے روز جب وہ لوگ گرفتار ہوئے تو معلوم ہوا کہ سراغ رسانوں نے جو کچھ کہا تھا حرف بحرف سچ ہے۔

اور دہلی کو باغیوں کے ہاتھ سے پھرتے کیا تو ان باغی سرداروں کی ایک فہرست جنگی نسبت مندرجے موت کا حکم صادر ہوا تھا انکے دستخط کے لیے پیش ہوئی۔ اس فہرست میں سب سے اول اس گوجریوں کا نام تھا جنے میں برس پیشتر عین وقت پر انکو مدد دی تھی اس نام کو دیکھ کر انکو خیال آگیا کہ یہ ہمارا مددگار تھا چنانچہ انھوں نے اس کا نام فہرست سے نکال کر اسکی جان بخشی کی۔ یہ حالات توہننے اس بات کے دکھانیکو بیان کیے کہ جان لارنس نے اپنے ضلع کے شورہ پشت زمینداروں کا کیا انتظام کیا تھا۔ اب ایک قصہ اس بات کی تشریح کے لیے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کس طریقہ سے مختلف درجہ کی ہندوستانی صحبتوں میں جرائم کا پتہ لگاتے تھے۔ میں ابھی اس امر کو بیان کر چکا ہوں کہ دہلی میں جرائم پیشہ اشخاص کس کثرت سے رہتے تھے اور میں نے اس بات کے ظاہر کر دیئے ہیں بھی کوشش کی کہ گذشتہ سطور میں سے کون کون حالتیں انکو یہاں لے آئیں اور کیونکر انکے جرائم معاف ہوئے یہ قصہ جو میں ذیل میں بیان کروں گا سبب ان چار پانچ قصوں کے ہے جنکو جان لارنس کی سیم صاحبہ نے اپنے شوہر کے بتلانے سے موسم بہار ۱۸۴۵ء میں اپنے بچوں کے خوش کر نیکو دہلی میں لکھا تھا۔ اس قصہ کو میں پورا پورا بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ جس طرح جان لارنس کام کرنے میں استعداد اور فراست رکھتے تھے اسی طرح قصہ گوئی میں بھی انکو کمال تھا۔

دو بھائیوں کا احوال

جب میں ضلع پانی پت واقع مالک مغربی و شمالی ہند کا مجسٹریٹ تھا تو مجھکو یاد آتا ہے کہ ماہ جون ۱۸۳۵ء میں قتل عمد کی ایک واردات وقوع میں آئی۔ اس مقدمہ سے مجھکو ایسا تعلق رہا کہ اتنے برس گذر جانے کے بعد بھی اس وقت مجھکو کل مقدمہ کے حالات اس طرح یاد ہیں کہ گویا کل کی بات تھی۔ جس رات کا یہ سانحہ ہے اُس شب کو بڑی گرمی تھی اور میں نے اپنا پلنگ بنگلہ کے باہر میدان میں بچھوایا تھا ہندوستان میں یہ عام دستور ہے کہ جب شب کو گرمی زیادہ ہوتی ہے اور موسم خشک ہوتا ہے تو لوگ رات کو باہر ہی رہتے ہیں۔ اور اہل یوہپ کے نزدیک یہ دستور چاہے جس قدر خطرناک ہو مگر ہندوستان میں اسکا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔ میں مکان کے اندر اپنے کپڑے اتار چکا تھا اور غوال کا لباس جو اس حصہ ہندوستان میں پورا جوتا ہوتا ہے اور سر سے پیر تک سب جسم کو ڈھانکے رہتا ہے پہنے ہوئے پلنگ کی طرف جا رہا تھا۔ آگے آگے میرا بونہا میرا تھا جو اتھو میں موم کی تپی لیے چلا جاتا تھا۔ اتنے میں میرا خانا سامان جسکا نام علی خان تھا گھبرا ہوا آیا اور لڑکتھاتی ہوئی زبان سے بیان کیا کہ حضور میں ابھی شہر کی طرف جاتا تھا راستہ میں حضور کی کوٹھی کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک خون ہو گیا ہے۔ خانا سامان کے اس بیان پر پہلے تو مجھکو شک ہوا مگر جب اور باتیں بوجھیں تو مجھکو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ معاملہ سچ ہے۔ علی خان نے بیان کیا کہ میں رات کا کام ختم کر کے اپنے گھر کو شہر میں جانا تھا راستہ میں کچھ فاصلہ پر میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور آپس میں کچھ دنگہ مچ رہا ہے۔ مجھکو دہشت معلوم ہوئی اس لیے

جہان لکھ پور پہنچ سکتی تھی۔ جب بڑھیا نے دیکھا کہ اسکا بھرا بچپنا تو وہ اپنی جان بچانے پر بھی راضی ہو گئی اور جہان لارنس جب دوسرے دن اس مقام پر گئے اور پورے کو آزمایا تو ہرگز اس کے اٹھانے اٹھانے سے انکار کیا۔ لیکن یہ فیصلہ صرف انکی جسمانی قوت ظاہر کرنے پر ہی نہیں۔ ذیل میں ایک قصہ جو بیان کیا جاتا ہے اس سے کچھ اور حال بھی ظاہر ہوگا۔

عہدہ گلگت تھی دہلی پر مقرر ہونے کے بعد ہی وہ دن بعد ہندوستان کے ایک مفید ہندوستانی تھے۔ جو ایک ریگستانی حصہ ملک میں رہتا تھا اپنی مالگزاری ادا کرنے سے انکار کیا۔ جان لارنس ایک بلی کو چہرا لیکر (کیونکہ وہ ایک سے زیادہ بہت کم ہاتھ رکھتے تھے) اس نیت سے علی الصباح اس کے گائون کو جو تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا سوار ہو کر روانہ ہوئے کہ پہلے اس سے مالگزاری کا مطالبہ کیا جائے اور اگر اس طرح نہ وصول ہو تو بوجہ وصول کیجائے۔ اس گائون کے گرد حصار بنا ہوا تھا پھاٹک بند تھے اور سیڑھی کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا اور انکی قوت بھی اندر کی راہ کھانے میں کارآمد نہیں ہو سکتی تھی۔ اب اس صورت میں وہ کیا کرتے۔ اگر واپس چلے جاتے تو وہ بے فائدہ اس کے تھا کہ اپنی شکست کے مقرر ہونے اور اس میں گردن دنا اور اس کے اور ہندوستانی دسیوں کو اسی طرح کی شورہ پشی کرینیکا حوصلہ ہوتا۔ علاوہ برین جینہ بیا کھ کی گرمی تھی۔ نہ کوئی شے کھانے کی تھی نہ حفاظت کا کوئی مقام تھا چار دیواری کے اس پار بجز ایک سوکے بول کے درخت کے اور کوئی چیز سایہ دار بھی نہیں تھی پھر تین میل کے اندر کوئی سرکاری سپاہ بھی نہیں تھی۔ انھوں نے اپنے آؤٹا کو ایک رقبہ کے ذریعہ سے فی الفور دہلی کی طرف روانہ کیا اور اس کے ذریعہ سے چند توپیں طلب کیں اور خود صدر پھاٹک کے سامنے درخت بول کے سایہ میں جا بیٹھے۔ اس جرات کو دیکھ کر تنہا ایک سیکھا مقام کا محاصرہ کر کے اسکو دھکی دی۔ ہندوستان میں دھکو دھوپ کی جوشیت ہوتی ہے اسنے اپنا کام تمام کیا کٹام ہونے لگی مگر توپیں اب تک نہ پھونپیں اور ثابت قدم گلگت اسی طرح اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آخر کو ایک توپ کے گائون کا ریش آیا اور عرض کی کہ اگر صاحب کی مرضی ہو تو میں رعایا کے مطیع کرنے میں مدد دوں۔ جان لارنس نے جو اس بات سے واقف تھے کہ مثل اور مقامات کے ہندوستان میں بھی روسا کے اہلین ریشک و مسد بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے اس کے التماس کو جس قابل تھا اس کے مطابق قبول کیا۔ جان لارنس کے مستقل ارادہ کے ساتھ اس سپاہ کے سامنے آئے ہی سرکش سردار نے اطاعت قبول کر لی مالگزاری کے سوا اسکو جہان بھی دینا پڑا گلگت صاحب مظفر و مشہور دہلی کو واپس آئے۔ نہ ایک قطرہ خون کا گرا اور نہ یہ خبر جس سے اکثر دسیوں میں خوف طاری ہوتا گائون میں پہنچنے پائی کہ توپیں آتی ہیں۔

اس کے کئی برس بعد جب گلگت دہلی کے عہدہ سے ترقی پا کر جان لارنس چیف کمشنر پنجاب مقرر ہوئے

اور مہربانی تمکار اور پھری کے دیو کا (جو اس زمانہ میں جان لارنس کی کیفیت تھی) بیان کر سکو لگا۔

نوائی شجاعت موتی طرافت اور مظلوموں کی فریاد رسی کے قصے جتنے انکو معلوم تھے اسقدر سانس نہ کر سکتے تھے۔ انکو بھی معلوم نہ ہو سکے۔ قوت جسمانی کے اعتبار سے وہ ہر کوشش کے مشابہ تھے چنانچہ ستر اوٹرنے آدھے دھڑکی عمدہ شبیہ اور ستر وائس نے جو یادگار تصویر انکی بنائی ہے اور جنکی یقین ہے کہ کسی نہ کسی روز وہ قومی ملک ہو جائیں انے لیے لوگوں کو جنھوں نے جان لارنس کے دیکھنے کا موقع نہیں پایا ہے بخوبی یہ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ قوت جسمانی بلند قاسمی جسم کی پھرتی جو صفات ہر مقام پر اجزا قوت تصور کیے جاتے ہیں ہندوستانیوں پر عام اس سے کہ وہ ناتوان بنگالی ہوں یا کرارے سکھ یا بے رحم افغانہ مگر انکا اثر سب پر زیادہ پڑتا ہے۔ بنگالیوں میں نبات خاص یہ اوصاف نہیں ہیں پس وہ اگر تعریف کر سکتے ہیں تو دوسرے اشخاص میں ان صفوں کو دیکھ کر تعریف کر سکتے ہیں مگر سکھ اور افغانہ جو خود ان صفوں سے متصف ہیں انے کبھی اس قدر دانی میں کوتاہی نہوگی۔ اور جب ان قدرتی صفوں میں وہ اخلاقی اور دماغی اوصاف بھی جو صراحتاً اکثر ہندوستانی اقوام میں نہیں پائے جاتے موجود ہوں مثلاً یہ کہ قول و فعل میں صداقت اور عملی طور کی نیکی اور اس طرح کی فراست جو محض چالاک ہی پر معمول نہو بلکہ انہیں صدق مقصد بھی پایا جاتا ہوا اور انجام فراغ اور محنت شاقہ میں کمال غلو شامل ہو تو انہیں شک نہیں کہ ان صفوں کا رکھنے والا ملک میں بڑا صاحب اختیار ہوگا۔ جس جہاز پر جان لارنس سوار ہو کر پہلے پہل روانہ ہندوستان ہوئے تھے اس پر باوصف اس امر کے کہ بحری امراض کی وجہ سے وہ ضعیف ہو گئے تھے ایک توپ کے گولہ کو جو انکے ہمسفروں میں کسی سے اٹھائے نہیں اٹھاتا تھا ایک ہاتھ سے سیدھا اٹھا کر انکو تھیر کیا کرتے تھے اور جبوقت وہ جوش میں ہوتے تھے تو معلوم نہیں کہاں کی طاقت انہیں پیدا ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کے وقت کسی ہندوستانی کانون میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے آگ بجھانے کی بڑی بڑی کوششیں کیں مگر کچھ فائدہ نہوا۔ ایک برصیاء کے پاس اس حالت میں ایک غلہ کا بھرا ہوا بورا تھا۔ مال و متاع دینا سے سوکے اسکے اور کچھ وہ نہیں رکھتی تھی اور جب اسنے دیکھا کہ نہ میرے اور نہ میرے شعلین میں سے کسیکو اسقدر جرأت ہو سکتی ہے کہ اسکو اٹھا لیا جائے تو وہ اسی طرح بورے پر جا کر بیٹھ رہی اور جس طرح قدیم رومی ہینیٹرون نے اپنے دل میں یہ ٹھکان لیا تھا کہ بتوں کے ساتھ ہماری جان ہے اسی طرح اس برصیاء نے بھی قصد مصمم کر لیا تھا کہ اگر بورا جلا تو اسکے ساتھ میں بھی اپنے کو ہلاک کر دوں گی۔ جان لارنس جو عین اس موقع پر آئے تھے اور جن میں اسوقت ایک عجیب قسم کا زور پیدا ہو گیا تھا سانس کی طرح لپک کر بورے پاس جا پہنچے اور جس طرح سانس نے دروازہ غزا کو اٹھا لیا تھا اسی طرح جلتے ہوئے مکان سے اسکو اٹھا کر اتنے فاصلے پر لاکر رکھا

۱۷
قدیم سلسلہ
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

ان تفتون کو قائم نہ کر لے اور اس سبب سے اکثر تفتے نیست و نابود ہو گئے اور اب اہل جہان کو معلوم نہیں کہ کتنے
لیکن میں نے سنا ہے کہ ضلع فہلی اور دو آبہ جالندھر کے پیرانہ سال لوگ اب تک ذکر کیا کرتے ہیں کہ دیہات کے
کنوؤں کے پاس بٹیکر وہ کیسے کارہے نمایان اور دانشمندی کی باتیں کیا کرتے تھے اور اپنے پوتوں اور نواسوں
وغیرہ سے یہ سب باتیں کہتے ہیں۔ پس عجیب نہیں ہے اگر یہ سلسلہ آئندہ نسلوں تک بھی جاری رہے اور انکی
اقبال مندی اور کثرت کے ساتھ ان تفتون کی ترقی ہو اور صد ہا برس کے بعد شمالی مغربی حصہ ہندوستان میں
جان لاریش کی ذات سے وہ فائدہ پہنچ سکے جو مژدیش اور جوشنس یا تھار اور آؤن کی ذات سے شمال
یورپ کے منوم اور تین باشندوں کو پہنچا ہے۔ اور شرقی گیتون اور قصون میں جہان گذشتہ زمانیکے بڑے بڑے
بہادر و نیرنی زال و رستم پٹمان اور اسکندر ذوالقرنین کے نام یادگار ہیں وہاں انکا نام بھی اب تک قائم رہے۔
کیا خوب ہوتا اگر وہ لوگ بھی جنکے نام اسطور سے اب تک یادگار ہیں اس یادگاری کے لیے ہی متقی ہوتے
یعنی ایسے کاموں سے انکی شہرت ہوتی جنکے لیے کوئی نام نہ ہو سکتا اور جنکے واسطے کوئی انسان بہتر نہ کہلاتا مگر
بہتر اکثر کہلاتے۔

اگر جان لاریش میں اس قدر تحمل ہوتا کہ وہ اپنا روزنامہ لکھتے جاتے تو انکے ان ابتدائی ایام کے سوانح
کیا ہی عجیب و غریب ہوتے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس زمانہ کے روزنامچوں اور چیمپوں کا موجود نہ ہونا اس امر کا
باعث نہیں ہے کہ انکے حالات انکے موطنوں سے بالکل ضائع ہو گئے ہوں۔ جب بعد وفات حضرت سر
عری ایک سورہ کے معنی اور ایک حدیث کے واجب العمل ہونے نمونے کے مباحثات پیدا ہوئے اور سخاں
شاہ گوسفندی یا سخاں صدق یا لکری کے مکترون یا دستون کے پتوں سے جن پر دومی پاک ابتدا میں لکھی جاتی تھی
کوئی جواب نہ مل سکا تو دستون کے سینوں کی طرف رجوع کیا گیا اور وہاں ایک خاطر خواہ جواب یا قابل اطمینان
وجہ ہمیشہ دستیاب ہو گئی۔ ساسی طرح مختلف مقامات کے متبر اشخاص سے جس کہ دکاوش کے ساتھ میں نے
جان لاریش کے حالات دریافت کیے ہیں کہ سکتا ہوں کہ اسی سہادی سے انھوں نے بھی بالکل بھم
پہنچا دیے۔ مثلاً میری اور کشت میری پلین اور ریکشس شمار میں اور پاک اور انکے دوسرے ابتدائی دوستوں کے
سینوں انکے اہل و عیال کی یادداشتوں اور انکے آخری ایام قیام انگلستان میں جو بہت سے لوگ انکے دوست
ہو گئے تھے اور انکی جان تھار لینڈ میں بکتر شری سے بھی بہت کچھ میں نے انکی ابتدائی تاریخ اور زیادہ ادولونڈ
کے زمانے کی باتیں متفرق طور پر جمع کیں اور ان باتوں اور انکی گفتگو سے جو مجھ کو اب تک یاد ہے اور اسکے علاوہ
پانچ چوتھے جو انھوں نے اپنی شادی کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنی ہر وقت کی مستعد اور ایماندار معتمدہ
انانت سے لکھے تھے تھوڑا بہت احوال مجرمون کے بے خطر سرخ رسان شیرافکن اور قوت و بہت اگھر

انکا ساتھ ہو جاتا تھا چنانچہ جب کوئی نیا واقعہ یا سنگین جرم وقوع میں آتا تھا تو ہم بہت صحت کے ساتھ اس کے متعلق حالات مفصل اور شرح طور پر دریافت کر سکتے تھے یہ بڑے خوشی کے ایام تھے۔ ہمارا وقت بالکل کامن میں صرف ہوتا تھا اور ہمارا کام اس قسم کا تھا جس میں ہماری تمام استعداد ہمدردی اور قابلیت درکار تھی۔ کام کے مقابلہ میں ہمارے فوائد کم تھے لیکن جو تجربہ اور ناموری ہم نے حاصل کی وہ آخری ایام میں ہم کو بہت سودمند ہوتی۔ ان ایام میں مجھ کو انگریزی صحبت میں شریک ہونیکا بہت کم اتفاق پڑتا تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ ان صحبتوں میں شریک ہونا اور پھر اپنا کام بھی کرنا یہ دونوں باتیں ایک وقت میں ناممکن ہیں چنانچہ میں سوائے اس صورت کے جب کہ فی بڑی ضرورت کام ہوتا تھا چھ دینوں میں بہت کم جاتا تھا اور اگر جاتا بھی تھا تو بطور قاعدہ کلیہ ایک ایک دن سے زیادہ نہیں رہتا تھا۔ ان دنوں میں بہت سے عجیب عجیب واقعات پیش ہوئے اور کئی مرتبہ میری جان خطرہ میں پڑ گئی اور بعض اوقات تو جان پر آبی لیکن اپنی خوش قسمتی اور ہوشیاری کے ساتھ انتظام کرنے کی وجہ سے مجھ کو ان سب باتوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔

آخر میں جو یہ صاف کلمات بیان کیے گئے ہیں وہ بہت مذہب ہیں ان سے خیال تو پیدا ہوتا ہے مگر اطمینان نہیں ہوتا ہے۔ مجھ کو ان دونوں باتوں کے معلوم کرنے کی بہت عمدہ وجہیں ہیں کیونکہ جان لارنس کے قدیم دوستوں نے تحریر اور تقریر بھی مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب وہ پہلے پہل ہندوستان سے رخصت لیکر ولایت میں آئے تو وہ خفیہ قتل ہونے دریا میں ڈوبنے اور درمندوں سے ہلاک ہونے کے متعلق صد بار قصے دریاے سوان کی طرح بیان کیا کرتے تھے کہ میں ایسے ایسے موقعوں پر بال بال جگیا ان کے علاوہ بہت سے مجرموں کے ہلاک کرنے کثرت سے موشیوں کے چوری جانے ہنگاموں اور حملوں کی قتل اور قتل اور قتل اور قتل اور اپنے مرغوب الطبع کٹوں اور گھوڑوں کے بارے میں اکثر قصے بیان کیا کرتے تھے جو خاص ان کے تجربہ اور واقفیت کے متعلق تھے۔ اور پھر اس کے کئی برس بعد جب وہ اپنے نزدیک نوکری سے نکال کر ہوا چکے تھے اور سوئٹزرلینڈ یا براکٹ ہال میں بچوں کا ایک بڑا بھاری کنبہ جمع ہوتا جاتا تھا تو یہ بول تھا کہ شب کی شب کو کوئی نہ کوئی عجیب غریب قصہ بیان کیا جاتا تھا اور لڑکے اس کو سنتے تھے۔ وہ قصہ شروع کرنے کے قبل ہمیشہ یہ بول کرتے تھے کہ ”شکار رہنی یا قتل عمد کس چیز کا قصہ تم لوگ سننا چاہتے ہو۔“ لڑکے اس میں خواہش کے ساتھ جوائنیں ایک افسوس ناک مسرت اور ضعیفوں اور نمونوں میں ایک عجیب تاسف پیدا کرتا ہے علی العموم قتل کے قصہ کو سب کے پہلے پسند کرتے تھے۔ لیکن ان کے پاس ہر طرح کے قصوں کا ایک بہت بھاری ذخیرہ جمع تھا جس میں سے وہ ایک نہ ایک منتخب کر لیتے تھے۔

بد قسمتی سے نہ تو ان کے ابتدا فی ایام میں جب بہت کم لوگ اس بات کا خیال کرتے تھے کہ وہ کوئی بڑے نام آور ہونگے اور نہ آخری ایام میں جب وہ اس مرتبہ کو پونچ چکے تھے کسی شخص کے دل میں گداز

وہ یہ کارروائی کر سکے اور مناسب تنخواہ پاسکے۔ اور گیل یا یوسی کے لیے اپنے ایک اور سولین کو ترجیح دی گئی
 صاحب جی کے کام کو انجام کرنے میں قاصر رہے تھے اور جس عہدہ میں جہان دقت تھی اس سے محروم
 کے گلگٹرنی اور پٹیہٹ پانی پت کے زیادہ دقت طلب عہدے پر مامور کیے گئے۔ یہ ایک رنج کی بات تھی
 میں گو جان لائسنس نے اس وقت جب وہ اپنے جوش کا اظہار کر چکے قابل ہوئے تو اظہار کیا با اینہما تمام
 ملحقین کے لیے اس یاوسی کا اپنے واقع ہونا بہتر ہوا۔ پانی پت سے ٹنگر جان لائسنس نے اپنے اصلی عہدہ
 سٹنٹ گلگٹرنی پٹیہٹ پر عود کیا اور ہندوستان کی ابتدائی پانچ سال کی کارروائی میں جو کچھ انھوں نے دیکھا جو
 م انجام اور جو فائدہ حاصل کیا تھا انکو کئی برس کے بعد انھوں نے خلاصہ اسطور پر بیان کیا ہے۔
 میں نے اپنے عہد انتظام ضلع پانی پت میں سول افسر کے طور پر اپنی تربیت کی تکمیل کی۔ اس میں شک نہیں کہ
 کام بہت مشکل تھا مگر محکمہ کی ہدایتوں کی وجہ سے میں نے اس کو جو طرح کے اور جیسے مشکل کام آئے سب اس زمانہ کی
 قیادت سے سہل ہو گئے میں بڑے شہر اور زراعت کے بجاری ضلع کا انتظام کرنے میں بہت اچھی طرح واقف
 ماہر ہو گیا۔ اعلیٰ ادنیٰ ہر قسم کے باشندگان ضلع سے میرا سابقہ رہا محکمہ اکثر جرائم پیشہ اشخاص سے واقفیت حاصل
 گئی اور ان کے حرکات و سکنات سے بخوبی آگاہ ہو گیا میں نے اس حصہ ہندوستان کی تمام زراعت پیشہ قومین میں
 ہر طرح کی اراضیات کی نوعیت زراعت ہندوستان کی حالتیں نہروں اور آبپاشی کے کام رعایا کی حرکات و سکنات
 کے نشوونما و سورت اور خاص خاص صنعتوں سے بخوبی واقفیت حاصل کرنا سیکر لی۔ اس زمانہ میں میں نے
 اراضیات دیہ کی تفریق اور زمین کی جنگی بابت پتہ پاشت سے جھگڑے چلے آئے تھے جدو بہت مالگاری کی تربیت کی
 عیال مالگاری کا اہتمام کیا خزانہ کا انتظام کیا بہتر سے مجھوں کا سراغ لگا کر ان کے حق میں انصاف کیا پولیس کا انتظام
 با اور اصل تو یہ ہے کہ گلگٹرنی پٹیہٹ کے محرقب کے ساتھ میں ایک طور کا مخمور تھا جس کے گرد تمام ضلع کا انتظام گردش
 کرتا تھا۔ میں اپنی کثیر الاشکال خدمات کی انجام دہی میں جب کوئی اہم معاملہ ہوا تو موقع وار دات کو احاطہ سمجھ کر آیا۔ ان
 کام کا میں نے اکثر کاموں میں میرے مددگار تفرق تھیلیوں کے تحصیل اردن کے سوا اور کوئی بھی نہ تھے۔ علاوہ ان
 رافض کے جہاں تک مجھے ہو سکا میں نے مرصیوں کی تیار داری بھی کی اس زمانہ میں ڈسپنٹیرین (روا خانہ)
 عین اور پٹیہٹ افسر کی بون خدمت صرف اس قدر تھی کہ وہ جیلانہ کو دیکھتا تھا۔ اور جب دن بھر کا کام ختم کر چکا تھا تو
 ایک جہوم خلاف محکمہ چاروں طرف سے گھیر لیتا تھا یہ لوگ ہر قسم کے امراض میں مبتلا ہوتے تھے اور انکا علاج چاہتے تھے
 تیر دن کہیں اس خوف سے واپس کر دیتا تھا کہ باوا ان چاروں کو کوئی ضرر نہ پہنچنے پائے۔ دو برس کے قریب
 تیری یومیہ سرگزشت یہ ہی اور قرب و جوار کے اضلاع میں میرے اور سولین بھائیوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ہمارا
 خدمت وقت غیب میں گزارنا تھا اور ضلع کا ہر ایک حصہ ہمارے زیر اہتمام تھا ایک ایک دقت میں قرار دینی

ایک دن ایک شیخ اُنکے صدر مقام میں چند گھوڑے لے آیا اور حسب قاعدہ کلیہ سب کے پہلے یہ کلمہ پڑھا اور مجسٹریٹ صاحب ہی اصطبل میں پہنچے۔ ایک نفیس عربی گھوڑا جس کا نام چندا تھا بااختصاص اُنکے پسند پڑا لیکن چونکہ اسکی قیمت تین ہزار روپیہ طلب کی گئی اور مالک کسی تدبیر سے اُس قیمت کو کم کر نیا لائین تھا اور حالیکہ جان لارنس کی ساری پونجی دو ہزار تھی اس واسطے آخر کو مایوس ہو کر اُنکو واپس آنا پڑا۔ انا راہ میں اُنکو خیال گذر کہ لاوا ایک مرتبہ اور کوشش کر دیکھیں اور مکان پر پہنچ کر دو توڑے حسین ہزار ہزار روپیہ بھرا ہوا تھا انھوں نے نکالے ایک کو گمبی پر داہنی طرف اور ایک کو بائیں طرف رکھا اور سیدھے شیخ کے پاس واپس آئے اترتے وقت انھوں نے دونوں توڑوں کو خوب ہلادیا کہ روپیوں کی جھنکار شیخ کے کان تک گئی اور پھر ایک مرتبہ کہا کہ یہ زرقدین آپ کو دیکھتا ہوں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے۔ روپیوں کی خوش آئند جھنکار سوداگر کے لیے کافی تھی چنانچہ لارنس خوش خوش عربی گھوڑے کے مالک بن کر مکان کو واپس چلے آئے لیکن اب اُنکے پاس ایک ٹکا بھی نہیں رہ گیا تھا۔

بہر حال یہ سوداگر بڑا تنہا ایک مرتبہ چندا نے اپنے مالک کی جان بچالی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جان لارنس حسب عادت سترہ بڑی رات گئے دیہات سے چلے آتے تھے اتنے میں ایک مقام پر اُنکا عربی گھوڑا ایک ایک ٹھہر گیا اور اپنے مالک کو گردن تک اچھال لایا۔ لارنس نے ہمیر کی مگر چندا نے جنبش تک نہ کی اور جب جنبش کی تو دوڑ تک اپنے سوار کو پیچھے ہٹا لیا اور بڑی دور تک چکر لگا کر سمت مقصود کو چلنے لگا۔ رات تاریک تھی اور لارنس جنھوں نے اپنے گھوڑے کو یہ حرکت کرتے لکے بیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا بہت متحیر ہوئے۔ دوسرے روز وہ پھر سوا ہو کر اسی مقام کو گئے اور یہ دیکھ کر نہایت خائف ہوئے کہ وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے بچا ایک ایک زمین دوڑتا لاب کے کنارے پہنچ گئے ہیں جو تیس فیٹ کا گہرا تھا اس قسم کے تالاب اس نواح میں کثرت سے ہوتے ہیں اگر ایک قدم اور آگے رکھا گیا ہوتا تو گھوڑا اور سوار دونوں ہلاک ہو جاتے۔ اور اُسکے بعد اکثر وہ گھوڑے کے تیور دیکھ کر اسکی طرف توجہ کرتے تھے۔ اسکی گول آنکھیں باہر ابھرتی تھیں اور جوشے انسان کو نہیں دکھائی دیتی تھی وہ فوراً معلوم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اُس اندھیری رات کو وہ عمیق خندق جو گھوڑے کے پانوں کے متصل واقع تھی گھوڑے کو معلوم ہو گئی تھی۔ ایک روز مسٹر اولڈر کے کارخانہ میں جب وہ ایک عمدہ گھوڑے کے سر کا موازنہ کر رہے تھے تو کہا تھا کہ دو یہ آگے اسی طرح کی سب سے میری جان بچائی تھی۔

عمدہ کلمہ نئی مجسٹریٹ پانی پت جو اتنا صرف قائم مقامی کے لیے خالی تھا اب مستقل طور پر خالی ہوا اور جان لارنس جنکی عمر اس بات کے لیے کم نہیں خیال کی گئی تھی کہ وہ ایک قلیل تنخواہ پائیلی حالت میں جان کی بد انتظامی رفع کر سکیں گے اب بد عملی رفع کر کے انتظام کر دکھانے کے بعد اس بات کے لیے کم عمر خیال کیے گئے

محیط نہیں تھا جہاں مالگزار کی باقی پڑی تھی وہاں جرمون کا بھی کثرت سے ارتکاب ہوتا تھا۔ اور جان لارنس نے ایک قلم اصلاح کر لیا جو کوشش کی اس سے انکی تندہی میں فرق آگیا۔ ایک روز انکا پیپلیری کا ایک ساتھی جو اس نواح کے ایک ضلع میں کام کرتا تھا سوار ہو کر ان کی ملاقات کو گیا اور انکو بستر علات پر بٹا پایا۔ کسی شے میں انکی دلچسپی یا بیداری نہ پائی گئی باتوں باتوں جو بالکل اکل طرفہ تھیں انکے دوست نے حسب اتفاق یہ بیان کیا کہ ایک مقام پر جہاں میں نے صبح کو اپنا گھوڑا بدلاتھا مجھکو ایک فقیر کی منڈھی ملی اور مجھے فقیر سے باتیں کرنے لگیں تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس علاقہ کی تازہ خبر کوئی ہو تو بیان کر دو فقیر نے جواب دیا کہ وہاں تازہ خبر تو ہمارے صاحب پٹے گئے ہر شخص کو انکا اخوس ہے کیونکہ کوئی لارنس صاحب انکی جگہ پر آئے ہیں جو کچھ اور یہ ڈھب کے آدمی ہیں اور اسکے بعد وہ ایک خوفناک تصویر اس بات کی کھینچنے لگا کہ قواعد کا علم دار کیونکر کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ کس طرح نرا پاتے ہیں اور بقایا مالگزار کی کیونکر وصول ہوتی ہے۔ اس قصے کے بیان کرنے میں جان لارنس نے مجھے کہا کہ اس طرح کے آدمی نے میری کوششوں کی نسبت جو اس طرح کا خیال کیا تو یہ بات مجھے فخر و شادمانی کا باعث بنی اور اس وقت سے مجھ میں اصلاح پیدا ہونے لگی۔ اس طور پر جان لارنس کے ہاتھ سے بخوبی تمام کام انجام ہونے لگا اور وہی معلوم کرنے لگے کہ بادشاہی کسکی ہے۔ شام کی وقت انکا دبار ہوا کرتا تھا۔ سخی و داپنے خیمہ کے باہر نہایت ہی وسیلے کپڑے پہنکر بیٹھتا اور ہر وارد و حداد سے باتیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک معمر ہندوستانی رئیس جو بزم خود بہت زمانہ دیکھ چکا تھا رات کو اٹھ کر گئے لگا کہ آپ فرنگی لوگ بلا کے آدمی ہیں۔ آپ کی قوم کے وہ آدمی کو سون تک ملک کا انتظام کر رہے ہیں۔ جب میری جوانی کے دن تھے تو ہم چار پانچ سوار ملکر اسکے لوٹنے کو جایا کرتے تھے۔ پانی پت کے قیام کے زمانہ میں جان لارنس ہندوستانیوں کی صحبتوں اور سیر و تفریح میں اس کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی آدمی زبان ببول کہتے ہیں۔ ایک نوجوان سولپین نے ایک مرتبہ دیہات کے دورہ میں حنا ملا لگا جان تھا میں نے سے کہا کہ جان لارنس نے مجھے جو باتیں کیں انہیں فارسی الفاظ اور اصطلاحات استدلال میں نہیں کہہ سکتے تھے۔

لیکن صرف ہندوستانی ہی انکے ہم جلس نہ تھے اگر انکے پاس کوئی عمدہ گھوڑا یا کتا ہوتا تو انکو تنہا ہی کبھی نہیں معلوم ہوتی تھی اور اس اعتبار سے وہ کبھی اپنے کو تنہا نہیں رہنے دیتے تھے۔ اس زمانہ میں انکی آمدنی قلیل تھی اور وہ اپنی ذات پر کبھی زیادہ صرف نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی عمدہ عربی گھوڑا انکے سامنے آجاتا تو پھر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ انکی آمدنی قلیل یا کثیر ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کے قصے سے جبکو وہ خود بڑے شوق سے بیان کیا کرتے تھے اور جبکو سرزیر ذرا لگتے تھے بعد سے بیان کیا کہ یہ بخوبی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

ایک دن ایک شیخ انکے صدر مقام میں چند گھوڑے لے آیا اور حسب قاعدہ کلیہ سب کے پہلے یہ گلہ گھوڑا
مجسٹریٹ صاحب ہی اصطل میں پہنچے۔ ایک نفیس عربی گھوڑا جس کا نام چندا تھا بالخصوص انکے پسندیدہ لیکن
چونکہ اسکی قیمت تین ہزار روپیہ طلب کی گئی اور مالک کسی تدبیر سے اس قیمت کو کم کرنیوالا نہیں تھا اور جالیہ
جان لارنس کی ساری پونجی دو ہزار تھی اس واسطے آخر کو مایوس ہو کر انکو واپس آنا پڑا۔ انار راہ میں انکو خیال
گذرا کہ لاوا ایک مرتبہ اور کوشش کر دیکھیں اور مکان پر پہنچ کر دو توڑے حسین ہزار ہزار روپیہ بھرا ہوا تھا انھوں نے
نکلے ایک کو گھبی پر داہنی طرف اور ایک کو بائیں طرف رکھا اور سیدھے شیخ کے پاس واپس آئے اترتے
وقت انھوں نے دونوں توڑوں کو خوب ہلادیا کہ روپیوں کی جھنکار شیخ کے کان تک گئی اور پھر ایک مرتبہ کہا کہ
یہ زرقند میں آپ کو دے سکتا ہوں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے۔ روپیوں کی خوش آئند جھنکار سوداگر کے
لیے کافی تھی چنانچہ لارنس خوش خوش عربی گھوڑے کے مالک بن کر مکان کو واپس چلے آئے لیکن اب انکے
پاس ایک ٹکابھی نہیں رہ گیا تھا۔

پھر حال یہ سودا کچھ بڑا تھا ایک مرتبہ چندا نے اپنے مالک کی جان بچالی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جان لارنس
حسب عادت سترہ بڑی رات گئے دیہات سے چلے آتے تھے اتنے میں ایک مقام پر انکا عربی گھوڑا یکایک
ٹھہر گیا اور اپنے مالک کو گردن تک اچھال لایا۔ لارنس نے ہمیر کی مگر چندا نے جنبش تک نہ کی اور جب جنبش کی
تو دوڑ تک اپنے سوار کو پیچھے ہٹا لیا اور بڑی دور تک چکر لگا کر سمت مقصود کو چلنے لگا۔ رات تاریک تھی اور
لارنس جنھوں نے اپنے گھوڑے کو یہ حرکت کرتے اسکے پیشتہ کبھی نہیں دیکھا تھا بہت متحیر ہوئے۔ دوسرے روز
وہ پھر سوا ہو کر اسی مقام کو گئے اور یہ دیکھ کر نہایت خائف ہوئے کہ وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے یکایک
ایک زمین دوڑ تالاب کے کنارے پہنچ گئے ہیں جو تیس فیٹ کا گہرا تھا اس قسم کے تالاب اس نواح میں کثرت
سے ہوتے ہیں اگر ایک قدم اور آگے رکھا گیا ہوتا تو گھوڑا اور سوار دونوں ہلاک ہو جاتے۔ اور اسکے بعد اکثر وہ
گھوڑے کے تیور دیکھ کر اسکی طرف توجہ کرتے تھے۔ اسکی گول آنکھیں باہر ابھرتی تھیں اور چوہے انسان کو نہیں
دکھائی دیتی تھی وہ فوراً معلوم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اس اندھیری رات کو وہ عمیق خندق جو گھوڑے کے پاؤں کے
مستقل واقع تھی گھوڑے کو معلوم ہو گئی تھی۔ ایک روز مسٹر اولنر کے کارخانہ میں جب وہ ایک عمدہ گھوڑے کے
سر کا موازنہ کر رہے تھے تو کہا تھا کہ وہ یہ آگے اسی طرح کی ہے جسے میری جان بچائی تھی۔

عمدہ گلہ گھوڑی و مجسٹریٹ پانی پت جو اب تک صرف قائم مقامی کے لیے خالی تھا اب مستقل طور پر خالی ہوا
اور جان لارنس جنگی عمر اس بات کے لیے کم نہیں خیال کی گئی تھی کہ وہ ایک قلیل تنخواہ پانکی حالت میں وہاں
کی بد انتظامی رفع کر سکیں گے اب بد عملی رفع کر کے انتظام کر دکھائیں گے بعد اس بات کے لیے کم عمر خیال کیے گئے

محیط نہیں تھا جہاں مالگزار می باقی پڑی تھی وہاں جرمون کا بھی کثرت سے ارتکاب ہوا تھا۔ اور جان لارنس نے ایک قلم اصلاح کرنیکی جو کوشش کی اس سے انکی تندہی میں فرق آگیا۔ ایک روز انکا میلبورن کی ایک ساتھی جو اسی نواح کے ایک ضلع میں کام کرتا تھا سوار ہو کر ان کی ملاقات کو گیا اور انکو بستر علالت پر پڑا پایا۔ کسی شے میں انکی دلچسپی یا بیداری نہ پائی گئی باتوں باتوں جو بالکل اظرفہ تمہیں انکے دوست نے حسب اتفاق یہ بیان کیا کہ ایک مقام پر جہاں میں نے صبح کو اپنا گھوڑا بلا تھا مجھکو ایک فقیر کی منہ می ملی اور مجھے فقیر سے باتیں ہونے لگیں تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس علاقہ کی تازہ خبر کوئی ہو تو بیان کرو فقیر نے جواب دیا کہ وہاں تازہ خبر تو ہمارے صاحب پٹے گئے ہر شخص کو انکا افسوس ہے کیونکہ کوئی لارنس صاحب انکی جگہ پر آئے ہیں جو کچھ آدمی دھبہ کے آدمی ہیں اور اسکے بعد وہ ایک خوفناک تصویر اس بات کی کھینچنے لگا کہ قواعد کا عملہ راندیو نہ کیا جاساں بہ حاش اوک کس طرح سزا پاتے ہیں اور بقایا مالگزاری کیونکر وصول ہوتی ہے۔ اس قصے کے بیان کرنے میں جان لارنس نے مجھے کہا کہ اس طرح کے آدمی نے میری کوششوں کی نسبت جو اس طرح کا خیال کیا تو یہ بات مجھے نوشدار کی تاثیر گر گئی اور اسی وقت سے مجدد میں اصلاح پیدا ہونے لگی۔ اسطور پر جان لارنس کے اہدات بخوبی تمام کام انجام ہونے لگا اور ویسی معلوم کرنے لگے کہ بادشاہی کسکی ہے۔ شام کی وقت انکا دربار ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے خیمہ کے باہر نہایت ہی ذلیلہ کپڑے پہنکر بیٹھتا اور ہر وارد و صادر سے باتیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک معرہ ہندوستانی رئیس جو بزم خود بہت زمانہ دیکھ چکا تھا رات کو ان سے یہ کہنے لگا کہ آپ فرنگی لوگ بلا کے آدمی ہیں۔ آپ کی قوم کے دو آدمی کو سون ملک ملک کا انتظام کر رہے ہیں۔ جب میری جوانی کے دن تھے تو ہم چار پانچ سوار ملکر اسکے لوٹنے کو جایا کرتے تھے۔ پانی پت کے قیام کے زمانہ میں جان لارنس ہندوستانیوں کی صحبتوں اور سیر و تفریح میں اس کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی آدمی زبان ببول گئے ہیں۔ ایک نوجوان سیولین نے ایک مرتبہ دیہات کے دورہ میں حنا ملاقات جان نمائین سے کہا کہ جان لارنس نے مجھے جو باتیں کیں انہیں فارسی الفاظ اور اصطلاحات استعمل فرماتے تھیں کہ میں مشکل سے سمجھ سکا۔

لیکن صرف ہندوستانی ہی انکے ہم مجلس تھے اگر انکے پاس کوئی عمدہ گھوڑا یا کتا ہوتا تو انکو تنہائی کبھی نہیں معلوم ہوتی تھی اور اس اعتبار سے وہ کبھی اپنے کو تنہا نہیں رہنے دیتے تھے۔ اس زمانہ میں انکی آمدنی قلیل تھی اور وہ اپنی ذات پر کبھی زیادہ صرف نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی عمدہ عربی گھوڑا انکے سامنے آجاتا تو پھر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ انکی آمدنی قلیل یا کثیر ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کے قصے سے جبکہ وہ خود بڑے شوق بیان کیا کرتے تھے اور جبکہ مزہ خیز و پاکٹ نے مجھ سے بیان کیا تب بخوبی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

جس ضلع کا حال اس شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ دو سال کے قریب قریب (۱۸۲۵ء-۱۸۲۶ء) جان لارنس کے زیر انتظام رہا اور اس مدت کے بڑے حصہ میں یہی برٹش افسر سیاد و سفید کے مختار رہے جب وہ اس ضلع میں وارد ہوئے تھے تو یہاں کا انتظام بہت خراب تھا کیونکہ چار افسران کے پیشتر ان کے عہد پر تھا وہ زیادہ لائق نہیں تھا۔ علاوہ برین ۳۲۰۰ و ۳۳۰۰ ع کی خشکالی سے اسکے ایک حصہ کو نقصان پہونچا تھا چنانچہ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ ”جو لوگ غلغلہ اور غیر مطمین تھے انکو انتظام اور اطمینان سے رکھنا قسط بقط افسر مالگزارمی وصول کرنا اور پستہما پست سے جو عادتیں انہیں چلی آتی تھیں انکو دور یا اقل درجہ کم کرنا جس بندوبست کا زمانہ منقضى ہو گیا تھا انکو از سر نو قائم کرنا اور ان سب کاموں کے ساتھ عام انتظام اور اسکی ترقی کرنا یہ کوئی ننکو کا نوالہ نہیں ہے“ انکے اقبل فکر زمانے میں مالگزارمی اکثر سکھوں کے طریقہ سے بزور تیغ وصول کیجاتی تھی۔ سپاہی اور توپن میں بطور معمول گلگھر مال کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔ جان لارنس کو یہ پسند تھا انھوں نے قصد کیا کہ بغیر سپاہیوں اور توپن کے مالگزارمی وصول کیجائے۔ ایک گاؤں جسکے گرد دیوار بنی تھی اور گڑھی کے طور پر تھا وہ اپنی شور و پستی کے لیے انگشت نہاتھا۔ جان لارنس نے خاص اپنے پولیس کے لوگ لیکر رات کو اسکا محاصرہ کیا۔ گاؤں سے جو جراتہ چراگا ہوں کیطرف نکھر گیا تھا ہر راستہ پر انھوں نے چند آدمی مقرر کر دیے اور حکم دیا کہ صبح کو جو مویشی ادھر سے نکلے وہ گاؤں کیطرف پلٹا دیا جائے۔ پولیس نے حکم کی تعمیل کی اور چر دا ہے یہ خبر لیکئے کہ صاحب کا حکم ہے کہ جب تک مالگزارمی نہ ادا ہو جائیگی اسوقت تک کوئی جانور چراگا د کو جانے پناوگا۔ چر دا ہوں نے مکر رہ کر جاکر شور و غل مچایا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا اس عرصہ میں مویشی اور بھوکے ہوئے اور وحشت کرنے لگے آخر کو دیہات کے خاص خاص آدمی جمع ہو کر آئے اور صاحب سے ملاقات کرنیکی اجازت چاہی۔ انکی درخواست پذیرا ہوئی لیکن صاحب کو معلوم ہو گیا کہ معمولی عذر و معذرت کرنیکے سوا اور کچھ اتسے ہونا نہیں ہے کیونکہ انکے پاس روپیہ نہیں تھا اور نہ وہ ادا کر سکتے تھے۔ صاحب نے کہا کہ اچھا ہم تم لوگوں کو دوسرے گاؤں جانیکی اجازت دیتے ہیں اور اگر تم اپنے اپنے ذمہ کا واجب الوصول روپیہ لاؤ گے یا کسی مہاجن کا رقعہ لکھو الاؤ گے کہ فلاں دن تک روپیہ ادا ہو جائیگا تو اس میں خیریت ہے ورنہ مویشی جہاں ہیں وہاں سے ہلنے پانینگے۔ لوگوں نے دیکھا کہ صاحب اسوقت غصے میں ہیں اسواٹے وہ واپس جاکر فوراً روپیہ لے آئے اور جو مویشی صبح سے بھوکے پرے تھے انکو سہ پہر کیوقت میں بچے چراگا ہوں میں جانیکی اجازت ملی۔ اور اس ضلع کے کسی حصہ میں پھر مالگزارمی وصول کرنیکی وقت نہیں ہوئی۔ توپن سپاہیوں یا بلکہ پولیس کی بھی حاجت نہیں پڑی۔ ایک اور قصہ سر رنچر ڈپالکٹ نے مجھے بیان کیا تھا اور اس قصے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ افسر ضلع کی تبدیلی سے پانی پت کی کیفیت کیا بدل گئی تھی۔ جان لارنس کے پیشتر کا افسر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بطور اول

ہوم و سام سے جاری تھا عہد ہی کا نشان کرنا تھا ہر موضع کی پالیس کرنا اور اسکے نقشہ بنانا اور ریشتر و ن میں
قبہ اور زمین اور کاشتکاروں اور لگان اور کس خلاصہ یہ کہ تمام واقعات اور حسابات متعلقہ زمین کا صحیح کرنا تھا۔
میں نہیں لکھ سکا کہ جان لاریس کی نسبت اس سب کام کے انجام کرنا کی کیونکر امید کی جاسکتی تھی میں جن
استدہ بیان کر سکتا ہوں کہ جب میں لکی مد کو بھیجا گیا تو مجھ کو یاد نہیں آتا کہ سوائے ہندوستانی اہلکاروں کے جنگاؤں
زمانہ میں صرف مالی محکمہ کے متعلق دفتر کے کام کے اختیارات حاصل تھے اور کوئی انکا ماتھ ٹائنا لالہ ہوسات آٹھ مہینے
تک وہ غیر میں بداعت پیشہ لوگوں کے درمیان رہتے تھے اور اس طور پر مال کام کے متعلق تمام فروعی باتوں سے وہ بظاہر
واقف و ماہر نہ ہوتے تھے۔

میں جان لاریس سے عمر میں چھوٹا تھا اور جب اسکے ماتحت پانی پت میں مقرر ہوا تو مجھ کو صرف تین چار
ابریس ہندوستان میں ملازمت کرتے گذرے تھے۔ پہلے پہل اپنے اعلیٰ افسر سے ملاقات کر لیا حال مجھ کو کبھی فراموش
نہو گیا کہ لکھ اسکی معقول وہ ہیں۔ اب میں یہ کہنے کو تھا کہ وہ اس وقت قیض پینے تھے لیکن مجھ کو یقین نہیں ہے کہ وہ
اس زمانہ میں قیض پینے ہوں (میرے نزدیک وہ چپکن پینے ہو گئے) کیونکہ اس وقت دیسیوں کا بڑا ہجوم تھا اسکے زمین
نہ تیرہ دن کے پاس لینے ہوئے تھے اور جان لاریس کی باتیں کرتے اور کچھ سمجھاتے جاتے تھے لینے یہ کہ وہ
سوقت کبھی کر رہے تھے۔

مجھے کچھ باتیں کر چکے بعد انھوں نے خلاصہ یہ ہدایت کی دہا آپ اس نقشہ کیٹرن دیکھیے۔ پانی پت کا
ان قوانین میں منقسم ہے شمال مغربی کنارے کے یہ تین تھانے نیکر نال کی بیماری چھاؤنی کے میں آپ کو تفویض
ناہوں۔ پولیس اور مال کا کام آپ کے حوالے ہے۔ اس بات کا خیال رکھیے کہ فوجی افسروں سے کوئی ٹکراؤ نہ
کرے۔ اگر آپ اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو وہ آپ کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں گے۔ اگر آپ جرائم کا استدعا و
نہ معینہ کی انگریزی دہل کر کے تو میں آپ کے کام میں دشت اندازی نہ کروں گا۔ اگر آپ کو مجھے مدد لینا ہو تو بلا
پاس چلے آئیے۔ آپ کے ٹکڑے تھانوں کی رپورٹیں آپ کے پاس آئیں گی۔ اسکے بارے میں آپ جو کارروائی کرنا
مجھ کو اطلاع ہو۔ جیسے گز زمینداروں پر سختی کیجیے گا اس میں شک نہیں کہ سرکار کی انگریزی کا ادا ہوا واجب ہے
نہ سختی کیجیے کہ وہی دودھ ملتا ہے جو گا کے تھانوں میں باقی رہتا ہے۔ کبھی کبھی آیا کیجیے گا اور
اتفاق کیا کیجیے گا۔

الغرض لاریس نے اس طرح پھر اعتماد کیا اور مجھ کو اپنی ذات پر مجبور نہ کرنا سکھایا۔ سرکاری افسر اس وقت
میں ہوا۔ میں نے اپنا کام باقی ترین معلم کی ماتحتی میں لکھا اور اس دن کو میں ہمیشہ شکرگزاری کے ساتھ یاد کروں گا۔

مباحثہ کرنا یہ سب باتیں انکو بہت پسند تھیں۔ جب وہ اپنے کتون اور بندوق کو لیکر باہر جاتے تو معلوم نہیں کس قدر سوا آتے انسے پوچھے جاتے تھے۔ علاقے میں سرپرست گھوڑا دوڑا کر ادھر ادھر گھوم آتے کہ وہ ایک چارپائی پر اگر بیٹھتے اور گاؤں کے لوگوں کا ایک بڑا ضروری لینوئی دربار جس میں مقدم موضع سے لیکر حجام تک شریک ہوتا مستفاد کرتے تھے۔ لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ ”جان لارنس سب جانتا ہے“۔ اسی وجہ سے وہ ایک بڑے مجسٹریٹ اور مین کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک بڑے نمودار اور پیش قیمت مالی افسر تھے۔

مثلاً وہ کبھی کام سے گھبراتے تھے۔ مجھ کو ایک مرتبہ قتل عمد کے ایک مقدمہ میں انکے سراغ لگانے کا کچھ حال یاد آتا ہے کہ جو قتل آنگو اس جرم کی خبر ہوئی تو خود گھوڑا سکا پتہ لگانے لگے۔ بہر حال جب آنگو قتل عمد یا کسی ہنگامہ یا بھاری ڈاکہ کی خبر ملتی تھی تو خود گھوڑا کسوا کر موقع واردات پر پہنچتے تھے۔ زمین زراعت حقوق آبپاشی حد بندی وغیرہ کے ضروری معاملات میں وہ خود بڑی سہولیت مگر اسی قدر جانفشی کے ساتھ تحقیقات کر کے لیے عین موقع پر پہنچتے۔ ”قضیہ زمین بر زمین“ فارسی زبان کی یہ ضرب المثل ہر وقت آنگی زبان پر جاری رہتی تھی۔

مثلاً چونکہ وہ خود ادھر ادھر جا کر سن آتے تھے کہ ہر شخص ہر معاملہ میں کیا کرتا ہے اس سبب سے وہ چالو سون خوشامخوردون اور ایسے نمبرون کو اپنے یہاں پکٹنے نہیں دیتے تھے جو موقع پا کر ہندوستانی حاکم کی کارروائیوں کو زیر زبر کر دیتے ہیں۔ جو شخص خود ہی ہر چیز کو جا کر اپنی آنگوں سے دیکھ آتا ہوا اسکے لیے منجر کی کیا حاجت ہے۔

یہی سب باتیں ڈانلڈ میکلیوڈ ڈاربرٹ منگرنی اور جان لارنس کے اور دوستوں کے بارے میں جو ہندوستان کے نامی مدبر گذرے ہیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ لیکن جان لارنس میں علاوہ ان اوصاف کے ایک طور کی سختی بھی تھی جو درستی کی حد تک تو نہیں پہنچتی تھی مگر شدت سے البتہ پاک تھی اور اسی سے بد معاش لوگ انکے نام سے کانپتے تھے۔ ظاہر انکے دل میں یہ خیال رہتا ہو گا کہ مجھ کو کوئی پسند کرے یا نہ کرے مگر میری تعظیم ہر شخص ہر حالت میں کریگا۔

میں نے اس بات کے ثابت کر نیو بہت کچھ بیان کیا کہ اپنی ابتدائی ملازمت ہند کے زمانے میں وہ ایک مستعد اور زبردست مجسٹریٹ تھے۔ اور میں اس بات کے ثابت کر نیلے لیے کہ اس زمانے کی تعلیم کیسی تھی جسکی بدولت آنگو آئندہ ایسی ناموری حاصل ہوئی انکا حال بہ حیثیت مالی افسر کے اپنے اوپر لازم سمجھکر بیان کروں گا۔ قدیم اور عمدہ ایسٹ انڈیا کمپنی جسکے وہ ملازم تھے ان لوگوں کو جو اسکے صوبوں پر حکمرانی کر نیلے لیے طلب کیے جاتے تھے ”ایئر“ اور اعلیٰ عہدہ داروں کو جو اسکی سلطنت کے لکھو کھاروپہ کے وصول کرنے پر مقرر کیے جاتے تھے ”کلکٹر“ کہتی تھی۔ جان لارنس اس زمانے میں کلکٹر اور مجسٹریٹ بھی تھے کلکٹری کا کام اس زمانے میں ایک انقلابی حالت میں تھا جس میں بڑی لیاقت اور محنت صرف کرنا پڑتی تھی اراضیات کی پیمائش اور بندوبست کا کام بڑی

اور کچھ طرف تشریف کے فاصلہ پر اس سرک کے کنارے جو دہلی سے پنجاب کو گئی ہے واقع ہے اس ضلع میں
 درج ذیل قسم کے لوگ آباد ہیں۔ ہندو و زراعت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور اراضیات سے
 مستحق تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے گوجر جو مویشی پالتے ہیں میسرے رائگر یعنی وراچوت جو برائے نام مسلمان
 ہو گئے ہیں جو جانوں کی طرح اپنی زمین پر جان دیتے ہیں۔ چوتھے گوجر جو گجروں سے بھی بدتر ہیں اور جنگ و قتل
 اور چوریوں کی کبتان چاٹ ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ لوگ اصل بھولے ہندوؤں کے سے نہیں ہیں بلکہ برخلاف
 اسکے طویل القامت قوی الجثہ اور میاں کا شخص ہیں جنگ و اپنی زمین اور چوپایوں کی بابت لڑنے اور مرنے میں کچھ اندیشہ
 نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں بغیر دھمال تلوار لیے ہوئے بلکہ کاڈھوں پر بے ہندو رکھے ہوئے وہاں چلانے یا اپنی زمینیں
 چرانے نہیں نکلتے تھے۔ الفرض اس طرح کی چار لاکھ آبادی پر چوتھ لاکھ ایکڑ زمین کے رقبے میں بڑے بڑے گاؤں
 ایک منتشر می جان لارنس خود مختارانہ حکومت کرتے تھے۔ اس زمانہ میں خود انکی قطع بہت کچھ جانوں سے
 ملتی تھی کیونکہ وہ نا در بند بالاقوی الا عصاب بلکہ کسب قدر رنگ کے سانوں تھے اور ایک انوکھی قسم کا نظم زائد انکے
 جن پر تمام انھوں نے انگریزی اور ہندوستانی لباس کے مین ہیں ایک پوشاک اختیار کی تھی جسکو علی العموم وہ اپنے
 رہتے تھے ہتیار ہر وقت لگائے رہتے تھے اور ان لوگوں میں اس طور سے رہتے تھے جیسے چند سادی درجے
 آدمیوں میں ایک شخص اول ہو۔ وہ اجنبیوں کے طور پر نہیں مبر کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص دلیری یا حماقت سے
 بچتا کہ اسکے جائز اختیارات کیا تھے تو جواب یہی ملتا کہ وہ خود سرتے لیکن ساتھ ہی اسکے انہیں رحم دلی اور فاضل
 دل اور محنت شائدہ کر تکی دل و جان سے سعی تھی۔ بحیثیت مخیر شریف پولیس کا کام بھی انکے سپرد تھا چند بار
 پاس ہندوستانی گھوڑے اور تلوار اور شیشوں کے حربے تھے اکثر صدر مقام پر تعینات رہتے تھے اور گاؤں و قصبوں
 معمولی سپاہ ضلع ہر کے مختلف تعانون میں تعینات تھی ہر تھانے میں ایک تھانہ دار ایک جمہدار ایک محرر اور
 س بارہ برقدار رہتے تھے جو تلوار یا سونا لیکر قواعد کرتے تھے۔ لیکن انہیں ایک کم رتبہ مگر نہایت بکار آمد رہا
 وہ دارینے چونکہ دار بھی ہوتا تھا جو تھانہ دار کے پاس اگر تمام جرموں ناگمانی موتوں یا گاؤں کے اور شہور و اعات
 بیان کرتا تھا۔ یہ پولیس کے انتظام کا وہ خاکہ بیان کیا گیا ہے جو صد ہا برس سے شہنشاہان دہلی کی وقت سے اسطرح
 آتا ہے۔ ایک منصف فراج اور مستند مخیر شریف کی ماتحتی میں یہ قاعدہ حاکم خلائق کی حفاظت کے لیے کافی
 فی تھا اور طاع اید بجا اولی بے پروا اور کامل حاکم کی ماتحتی میں یہی قاعدہ جو رستم کا ایک بھاری آگہ تھا۔ جس نے
 اکائی ہے کہ جان لارنس اس عہدہ کے اور یہ عہدہ جان لارنس کے قابل تھا اور اسکی وجہیں یہ
 اولاً۔ وہ ہمہ وقت اور ہر مقام پر تھی کہ اپنی خواجگاہ کے کرہ میں بھی اس طور سے رہتے تھے کہ ضلع کے
 پاس جا سکیں۔ دیہاتی گواروں سے قلعے لگا کر بائیں شہر کے مہاجنوں سے گپ شپ اور دیسی ریسو

بلکہ ”پچھری پشت زمین“ یا بلکہ ایسے خیموں میں انجام ہوتی ہیں جو آسانی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکتے ہیں اور جو سال میں پانچ مہینے تک مثل کھڈار گھروں کے رہتے ہیں۔ جب موسم موافق ہوتا ہے یعنی یہ کہ جب طوفان بارش یا آفتاب کی سبب انہماک باش موقع دیتی ہے تو وہ اپنے علاقے میں دورہ کرتا ہے اسکا سفر شاہانہ نہیں ہوتا کیونکہ اسکے کاموں کے مقاصد کے موافق خیمہ آج یہاں اور کل وہاں گزرتا ہے۔ اس صورت میں لوگوں کو اس سے ملاقات کہ نیکی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ خود لوگوں کی ملاقاتیں کرتا پھرتا ہے جو اراول سے انسب ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مٹلا و مون کی داورسی کرتا پھرتا ہے۔ بلا ختم و خدم اور اکثر محض یکہ و تنہا اپنی عملداری کے ہر ایک موضع کو ملاحظہ کرتا ہے۔ وہ کسی کہنہ درخت کے سایہ یا کسی گاؤں کے کنوئین کے پاس اجااس کرتا ہے اور یہاں مغزین دیدہ اسکے گرد شاہی سے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ اُسے گفتگو اُنکے قصوں اور شکایتوں کی ساعت اور موسم و فصل کی نسبت مباحثہ کرتا ہے اور پشہا پشت سے جن خد بندیوں کی بات قلبی عداوتیں اور مار پیٹ چلی آتی ہے اُنکا عین موقع پر کبھی تو دو باتوں اور کبھی دس دس دن تک تحقیقاتیں کیے بعد تصنیف کر دیتا ہے۔ اسطور پر وہ رعایا کا اور رعایا اسکا حال جاننے لگتی ہے وہ اُنکے بہت سے قصور و جوا خبیثوں اور ملک والوں کے صد ہا برس کے ظلم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں درگزر کرتا ہے اُنکی سادہ خصلتوں کی قدر کرتا ہے اور جب وہ اپنی شکر گزاری اور ادب اور محبت ظاہر کرتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھکو اعلیٰ درجہ پر ترقی پانے سے زیادہ معاوضہ مل گیا ہے فی الواقع ایسا اکثر ہوا ہے کہ جب کسی مجسٹریٹ نے اعلیٰ درجہ پر ترقی پائی تو اسوقت چاروں طرف سے بہتان اور حسد ناشکری اور خود غرضی اور ادب و ادب سرکاری کا نشانہ بناتا ہے اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ابنوہ کے درمیان محض یکہ و تنہا ہے اور اسوقت وہ پھر اپنی سادہ زندگی آسان قواعد اور ان تسلی بخش صلون کی طرف جو کسی زمانہ میں اسکو حاصل تھے پھر خیال کرنے لگتا ہے۔

اور اب ہلکویہ دیکھنا چاہیے کہ چارلس رگٹس مصنف کتاب حالات ممالک مغربی و شمالی وغیرہ وغیرہ جو شل چارلس ٹریوٹلین کے جان لارنس کے ایک اور دوہی دوست تھے اپنی ذاتی یادداشت سے ان خدمتوں کے بارے میں کیا لکھتے ہیں جو ضلع پانی پت میں انجام کرنا ضرورتیں اور جان لارنس نے کیونکر اُنکو انجام کیا۔

آغاز ۱۸۳۵ء عین جان لارنس پانی پت کے قدیم اور مشہور تاریخی شہر میں تعینات کیے گئے۔ وہ ضلع مذکور کے قائم مقام مجسٹریٹ اور کلکٹر ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں اراضیات ضلع کی پیمائش ہو رہی تھی اسکی نگرانی بھی اُنکے سپرد ہوئی۔ ہلکویہ ایک نظر اس بات پر ایک طرفہ العین کے لیے ڈالنا بہت مناسب ہے کہ کس کس قسم کا کام اس نوجوان آئرش آدمی کو اسوقت سپرد ہوا تھا اور اُسکے فرائض منصبی کیا تھے۔ پانی پت دہلی کے

جس میں خوش قسمتی سے ہمارے بڑے سے بڑے ہر دونوں کو بھی اصلاح کی ضرورت نہیں پڑی فی الحقیقت ہم اسکے تین کہ خود بخود مالگاری وصول ہو جاتی ہے۔ انگلستان کے کلرک وصول کرنے والے شاید یہ متعجب ہو سکتے کہ ان ملکوں میں قبل از مطالبہ محاصل کا وصول ہو جانا ایک عجیب وصف ہے لیکن کلکٹر مال محمد علی صاحب نے اس وقت نہیں تو پہلے تھا اور وہ اپنے تمام ضلع میں عدالت گسری کا ذمہ دار ہے۔ ہر ایک مجرم کو تہہ می سے لیکر خیف چوری کے قیدی تک اسکے در و در پیش ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک شکایت کی وادرسی یا تنگ سے لیکر خیف چوری کے قیدی تک اسکے در و در پیش ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک شکایت کی وادرسی چاہی جاتی ہے تو شیون کی دبا اور زراعت کی مرغ خوری سے لیکر بازار کی نالیوں یا بلکہ غلاط اندازی تک کا دعویٰ اسکے پاس ہوتا ہے ہر روز گفتگوں تک خواہ برسات کا موسلا دھار پانی برستا اور زمین سے دبائی اجزات پیدا ہوتے ہوں یا آنگہ گرمی کی دھوپ بھینوں کی طرح شلہ افگن ہوا اور لوہے کی طرح ہاتھ پاؤں جلا ڈالے کلکٹر جس دم کیے ہوئے پچھری میں بیٹھا رہتا ہے مقدس کی ساعت کرتا ہے اور فریقین کی تہیہ تادیب کو سکین کرتا ہے یا سزا دیتا ہے۔

کلکٹر کو پولیس پر بھی انکس گوائے رہنا پڑتا ہے کیونکہ اسکو جنوبی ملہم رہتا ہے کہ اگر دونوں یا بلکہ ہزار آگلوں سے آپس لگائی رہیں تو وہ کچھ کام کر گیا ورنہ کچھ بھی نہیں کر گیا بلکہ کام نہ کرنے سے بھی زیادہ خرابی پیدا کر گیا تاویج نے اس بحث پر اخبار کاکسٹہ فریو تین ایک بہت لطیف مضمون چھپوایا تھا جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ دو ہزار جہاز کی کینڈو گورنمنٹ کرتی ہے اسکو ایک نہ ایک حیثیت سے کلکٹر ہی کرتا ہے۔ مسافر خانوں کا سربراہ کار حاکم جہاز کی کینڈو گورنمنٹ کرتی ہے اسکو ایک نہ ایک حیثیت سے کلکٹر ہی کرتا ہے۔ مسافر خانوں کا سربراہ کار حاکم نیلام ناظر عدالت ہمارے سرک جنگلات کے ساکھونچنے والا سیاہیوں کا بھرتی کر نیوالا درہنوں کا ہلاک کر نیوالا کسٹیشن مویشیوں کی ترقی نسل کا قلم پوش تھا مشرقی لگانیا والا چنڈو یوں کا سا کھنڈا والا سب حیثیتوں سے جو کام کرنا پڑتا وہی کرتا ہے۔ جسے تالابوں کا بنوانا دیاؤں کا بیل بندھوانا انہیں نئی نئی نہریں کا بنانا پڑانی نہریں بند کرنا نئی نہریں کا کھانا لٹانے دو خانے شفا خانے مدرسے چنانچہ نے بنانا جھل کاٹ کر زمین نکھوایا انہیں پانی پہنچانا پڑا نے جنگلوں کو کھانا لٹانے جنگل تیار کرنا زراعت میں نئی نئی فصلیں پیدا کرنا اور سنے سے طریقے نکھوانا یہ سب کام کلکٹر کی جائز اور معمولی کارروائیوں میں داخل ہیں۔ اب کہ کا داغ ایسا ہے جاتے کاموں کو انجام کر سکیگا کسی شخص میں اس بات کا اتنا داغ نہ ہوگا لیکن ہم اپنے ان نقطہوں کی استعداد و فراست پابندی اوقات انصاف پسندی اور دسیوں کے اوضاع و اطوار سے واقف ہو چکا جس میں شرکارا ریشٹ انڈیا گنپتی کے وقت کے لازم پوری قابلیت رکھتے تھے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ انہیں سے بہت کم لوگ ان باتوں کے حاصل کرنے میں جو بیچارے انسان کی طاقت میں ہیں ناکام ہوئے۔

لیکن کلکٹر نے تجربہ کر کے زیادہ تر ضروری خدمتیں صدر مقام کی جس دم پچھری میں بیٹھا انجام نہیں دیتا

بلکہ ”کچھری پشت زمین“ یا بلکہ ایسے خیموں میں انجام ہوتی ہیں جو آسانی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکتے ہیں اور جو سال میں پانچ مہینے تک مثل کلدار گھروں کے رہتے ہیں۔ جب موسم موافق ہوتا ہے یعنی یہ کہ جب طوفان بارش یا آفتاب کی سبب انتہا تابش موقع دیتی ہے تو وہ اپنے علاقے میں دورہ کرتا ہے اسکا سفر شاہانہ نہیں ہوتا کیونکہ اسکے کاموں کے مقاصد کے موافق خیمہ آج یہاں اور کل وہاں گڑا کرتا ہے۔ اس صورت میں لوگوں کو اس سے ملاقات کر نیکی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ خود لوگوں کی ملاقاتیں کرتا پھرتا ہے جو امداد سے انسب ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مظلوموں کی دادرسی کرتا پھرتا ہے۔ بلا ختم و خدم اور اکثر محض یکہ و تنہا اپنی عملداری کے ہر ایک موضع کو ملاحظہ کرتا ہے۔ وہ کسی کہنہ درخت کے سایہ یا کسی گاؤں کے کنوئین کے پاس اجلاس کرتا ہے اور یہاں مغرین دیہ اسکے گرد و شاہی سے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ اُسے گفتگو اُنکے قصوں اور شکایتوں کی سماعت اور موسم و فصل کی نسبت مباحثہ کرتا ہے اور پشہنہا پشت سے جن خد بندیوں کی بہت قلبی عداوتیں اور مار پیٹ چلی آتی ہے اُنکا عین موقع پر کبھی تو دو باتوں اور کبھی دس دس دن تک تحقیقاتیں کیے بغیر تصفیہ کر دیتا ہے۔ اسطور پر وہ رعایا کا اور رعایا کا حال جاننے لگتی ہے وہ اُنکے بہت سے قصور و جن جنونیوں اور ملک والوں کے صدمہ باریس کے ظلم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں درگزر کرتا ہے اُنکی سادہ خصلتوں کی قدر کرتا ہے اور جب وہ اپنی شکر گزاری اور ادب اور محبت ظاہر کرتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھکو اعلیٰ درجہ پر ترقی پانے سے زیادہ معاوضہ مل گیا ہے فی الواقع ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جب کسی مجسٹریٹ نے اعلیٰ درجہ پر ترقی پائی تو اسوقت چاروں طرف سے بہتان اور حسد ناشکری اور خود غرضی اور داب و آداب سرکاری کا نشانہ بن جاتا ہے اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک انود کے درمیان محض یکہ و تنہا ہے اور اسوقت وہ پھر اپنی سادہ زندگی آسان قواعد اور اُن تسلی بخش صلون کی طرف جو کسی زمانہ میں اسکو حاصل تھے پھر خیال کرنے لگتا ہے۔

اور اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ چارلس ٹریگس مصنف کتاب حالات ممالک مغربی و شمالی وغیرہ وغیرہ جو شل چارلس ٹریگس کے جان لارنس کے ایک اور دوست تھے اپنی ذاتی یادداشت سے اُن خدمتوں کے بارے میں کیا لکھتے ہیں جو ضلع پانی پت میں انجام کرنا ضرورتیں اور جان لارنس نے کیونکر اُنکو انجام کیا۔

آغاز ۱۸۳۵ء عین جان لارنس پانی پت کے قدیم اور مشہور تاریخی شہر میں تعینات کیے گئے۔ وہ ضلع مذکور کے قائم مقام مجسٹریٹ اور کلکٹر ہوئے تھے اس زمانہ میں اراضیات ضلع کی پیمائش ہو رہی تھی اسکی نگرانی بھی اُنکے سپرد ہوئی۔ ہم کو ایک نظر اس بات پر ایک طرفۃ العین کے لیے ڈالنا بہت مناسب ہے کہ کس کس قسم کا کام اس نوجوان آئرش آدمی کو اسوقت سپرد ہوا تھا اور اسکے فرائض منصبی کیا تھے۔ پانی پت دہلی کے

جس میں خوش قسمتی سے ہمارے بڑے سے بڑے ہر تون کو بھی اصلاح کی ضرورت نہیں پڑی فی الحقیقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود بخود مالگاری وصول ہو جاتی ہے۔ انگلستان کے ٹکڑن وصول کرنیوالے شاید یہ منکر عجیب ہونگے کہ ان ملکوں میں قبل از مطالبہ محاصل کا وصول ہو جانا ایک عجیب وصف ہے لیکن گلکٹر مالگاری میں بھی ہے یا اس وقت نہیں تو پہلے تھا اور وہ اپنے تمام ضلع میں عدالت گسٹری کا ذمہ دار ہے۔ ہر ایک مجرم کو دیت یا تنگ سے لیکر خفیف چوری کے قیدی تک اسکے روبرو پیش ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک شکایت کی داد رسی چاہی جاتی ہے تو شیون کی وبا اور زراعت کی فسخ خوری سے لیکر بازار کی نالیوں یا بلکہ غلاط اندازی تک کا دعویٰ اسکے پاس ہوتا ہے ہر روز گھنٹوں تک خواہ برسات کا موسلا دھار پانی برستا اور زمین سے دہانی ابجرات پیدا ہوتے ہوں یا آنک گرمی کی دھوپ بیٹھوں کی طرح شلہ اگلن ہوا درلوہے کی طرح ہاتھ پاؤں جلا ڈالے گلکٹر جس دم کیے ہوئے کچری میں بیٹھا رہتا ہے مقدار کی ساعت کرتا ہے اور فریقین کی تنبیہ دیتا ہے کہ کتنا ہے یا سزا دیتا ہے۔

گلکٹر کو پولیس پر بھی انکڑ گڑائے رہنا پڑتا ہے کیونکہ اسکو بخوبی معلوم رہتا ہے کہ اگر دونوں یا بلکہ ہزار ہا ملکوں سے اسپرنگزانی ہوگی تو وہ کچھ کام کر گیا ورنہ کچھ بھی نہیں کر گیا بلکہ کام کرنے سے بھی زیادہ فراہمی پیدا کر گیا تاہم گلکٹر نے اس بحث پر اخبار کا کٹہر نوٹو میں ایک بہت لطیف مضمون چھپوایا تھا جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر امر جہاں کرکٹ پوٹو گورنمنٹ کرتی ہے اسکو ایک ذایک حیثیت سے گلکٹر ہی کرتا ہے۔ مسافر خانوں کا سربراہ کا معاملہ نیلام ناظر عدالت ہمارے ججکات کے ساتھ بیچنے والا سیاہیوں کا بھرتی کرنیوالا درندوں کا ہلاک کرنیوالا کٹہر نوٹو میں ترقی نسل کا منظم پونٹنٹا مشین کا لگا نیوالا ہندو یوں کا سکا نیوالا ان سب حیثیتوں سے جو کام کرنا ہوتا ہے وہی کرتا ہے۔ جسے تالابوں کا بنوانا دریاؤں کا پل بندھوانا انہیں نئی نئی نہریں کاٹنا یا پرانی نہریں بند کرنا نئی نہریں کا نکالنا جسے دواخانے شفا خانے مدرسے چلانا جسے پھانسیا جھل کاٹ کر زمین نکھلوانا یا انہیں پانی پونچھنا یا پرانے جھنگوں کو کٹوانا جسے جنگل تیار کرنا زراعت میں نئی نئی فصلیں پیدا کرنا اور جسے نئے طریقے نکھلوانا یہ سب کام گلکٹر کی جائز اور معمولی کارروائیوں میں داخل ہیں۔ اب کسا دماغ ایسا ہے جو اسے کاموں کو انجام کر سکیگا کسی شخص میں اس بات کا اتنا دماغ نہ ہوگا لیکن ہم اپنے ان غفلتوں کی استعداد فراست پابندی اوقات انصاف پسندی اور دیسیوں کے اوضاع و اطوار سے واقف ہوئیگا جس میں شرکار اینٹ اینٹ لگتی ہے وقت کے ملازم پوری قابلیت رکھتے تھے شکر۔ ادا کرتے ہیں اور اس بات پر قویج کرتے ہیں کہ انہیں سے بہت کم لوگ ان باتوں کے حاصل کرنے میں جو بیچارے انسان کی طاقت میں ہیں ناکام ہوئے۔

لیکن گلکٹر نمبر ٹیٹ کی زیادہ تر ضروری خدمتیں صدر مقام کی جس دم پھری میں میٹرا انجام دیتے ہیں

اسکے کفایت شعار محنتی اور آزاد باشندے اس طرح کے تھے جو اپنے گاؤں کی جماعتوں اور اپنی سورتوں
 اراضیات سے نہایت ہی مانوس تھے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا
 میں اس مقام پر ایک ایسے انگلش مین کی پڑاؤ اور تہنیر شہادت بیان کروں گا جس سے بڑے عکس ذاتی واقعات
 کے ساتھ جان لارنس کے حالات پانی پت کو کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن میں عام طور پر یہ بحث
 کروں گا کہ گلکٹر اور مجسٹر ٹیٹ کی خدمت میں اس وقت کیا ہین اور اس زمانہ میں کیا تھیں کیونکہ جان لارنس کے
 بعد انہیں بہت سے تبادلے واقع ہوئے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایک تبادلہ جسکی خواہش جان لارنس
 نے بڑے افسوس کے ساتھ کی تھی ضروری التعمیل پایا گیا یعنی یہ کہ گلکٹر مال سے جو ڈیٹیل اختیارات علیحدہ
 کر دیے جاتے۔ ہزار ہا تعلیم یافتہ انگریزوں کو جو جان لارنس کی بڑی قدر کرتے ہین اور انکو ایسے قوی ہارون
 میں شمار کرتے ہین جن پر انگلستان کا فخر بجا اور سزا ہے اس دراز اور دردناک زمانہ کا بہت خیال ہے جب
 ذاتی ہدایتوں اور آزمائشوں سے انکی کامیابی کا راستہ تیار ہوا تھا۔ انکو اس بات کا حال معلوم ہی نہیں کہ
 جان لارنس کو کس کس طور کی محنتیں کرنا پڑیں اور انھوں نے ایک طور پر ان سب کو انجام دیا۔ وہ نہیں
 جانتے کہ یہ محنتیں کیسی بیدم کرنیوالی تھیں مگر جان لارنس نے بشاشت کے ساتھ انکا اتمام کیا۔ وہ اس
 بات سے آگاہ نہیں ہین کہ ایک اعلیٰ افسر کی جوابدہی پر ہر شخص آزادی سے کیونکر کام کرتا ہے۔ ہندوستان میں
 جو انگریز آئے انکی کارروائیاں یہی رہیں اور انھیں کارروائیوں سے باوصف اکثر غلطیوں اور نقصوں کے یکے
 بعد دیگرے سپاہیوں میں سے ایسے ایسے مدبر اور مدبروں میں سے ایسے ایسے سپاہی تیار ہوئے کہ اور کبھی کسی
 شاہی ملک میں نہ تیار ہوئے ہونگے اور جنگی طول طویل فہرست میں سر جان لارنس کے برابر شاذ ہی نام ہونگے
 ایک ضلع میں عموماً لکھو کھا باشندوں کی آبادی ہوتی ہے جو ہزار ہا مربع میل کے علاقے میں منتشر اور صدا
 گانوں اور قصبوں میں منقسم رہتی ہے اس وسیع رقبہ اور ان کثیر التعداد مقاصد پر ”گلکٹر“ بعض اوقات چند یونٹوں
 اسٹیشنوں کے ساتھ اور کبھی اسطور سے جس طرح جان لارنس پانی پت میں رہتے تھے تنہا ایک قسم کے
 انسانی کارساز کی طرح حکمرانی کرتا تھا اسکی اصل خدمت جسے اسکا نام دلالت کرتا ہے تحصیل مالگزار می ہے جسکے
 وقت پر وصول ہونے سے سرکار ہند کا دیوالہ تھمتا ورنہ نکل جاتا ہے اور اسکے باشندوں کی کامیابی اور فہرہ حالی
 اس بات پر منحصر ہے کہ ابتدا میں خبر گیری کے ساتھ اسکی تشخیص واجبی شرح سے اسکا تقرر اور اوقات معینہ
 سہولت کے ساتھ اسکا ایصال ہو اور ہماری گورنمنٹ ہند زیادہ تر اسی بات کے لیے قائم ہے۔

جن صوبوں میں عرصہ سے بندوبست ہو گیا ہے وہاں مالگزاری کے وصول کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے
 ہاں اگر قدرتی اسباب مانع ہوں تو اسکی اور بات ہے۔ ممالک مغربی و شمالی اور پنجاب کے حیرت انگیز انتظام دیہات سے

یہ گروہ ناک کے پچیلے بنے رہے۔
بادمی انشزمین یہ امر نہایت
در مختلف مذہبوں کو جیسا کہ مذہب
ہے کہ دونوں فرقوں میں الیہ

لیا خوف نظر نہیں ہے ایک فرقہ کے ہائے میں۔

فرقہ کے لوگ برابر سرگرمی کے ساتھ اس طرح
بول کر لہن اور اس سے زیادہ تعجب کی بات
ہمایت ہی ناک زمانہ میں جان لارنس
کے تلوار ویدین کہ اس تلوار کو وہ اپنے شترک
لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اصولاً دونوں مذہبوں
والکون ہی پر نہیں بلکہ اپنے خاص بھائیوں پر صاف لڑتے ہیں اور دونوں کے سربراہ اور وہ اصول و حدائیت
کے عقائد ایک ہیں۔ دونوں کی بنیاد پرستی کی مخالفت ہے اور دونوں کے متعلق مغرب کی طرح مشرق میں بھی یہ ایک نہایت
خدا اور انسان کی باہمی مساوات ہے۔ انسانی فطرت کے متعلق مغرب کی طرح مشرق میں بھی یہ ایک نہایت
افسوس ناک بات پائی جاتی ہے کہ جن دو فرقوں میں مذہبی اختلاف بہت کم ہوتا ہے جو ماعدات انہیں میں پاؤ
ہوتی ہے تاریخ اقوام اور مذہبی امور کے لحاظ سے یہ امر نہایت عجیب ہے کہ جس مشرقی فرقہ نے اس جہان میں
طریقہ سے مذہبی معاملات میں اپنی سرچلے اعتقادی ظاہر کر کے یکے بعد دیگرے ہندو اسلام سکھ ان تین مذہبوں
کو اختیار کر لیا ہو کیا ایسے وقت میں جب مناسب طور سے عیسائی مذہب قبول کر لیا لیکن کبریاں کے اس طرف
دکھن جانب کبریاں تک تمام جانوں نے سکھوں کے نام اور مذہب کو قبول کر لیا لیکن کبریاں کے اس طرف
کے جاٹ ایک مذہب میں ہندو ہیں اور اپنے اصل نام کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ سکھوں کا پتہ اصل میں صرف
ایک اصلاح دیا ہوا ہندوؤں کا مذہب تھا مگر عیسائیاں زمانہ پڑھتیاں اسی طرح اس میں بھی ترقی ہوئی گئی اور اب
اسکی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک اصلاح دیے ہوئے پتہ میں جنگی اور ملکی قوت زیادہ کر دی گئی ہے۔
لوگ جس طرح بڑے ہوشیار اور کفایت شاکر کا شکار زمین شہور ہیں اس طرح کے مشقی اور صیپ سپاہی ہیں۔
معاشرت اور تمدن کے بارے میں انکے خیالات بالکل سلطنت جمہوری کے طور پر ہیں۔ اور گودہ اپنی قوم کے شرارت
کے گرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ اپنے کو ہمیشہ آزاد دشمن نہ کہ لازم سمجھتے ہیں۔ جن جانوں نے نئے مذہب کو اختیار
نہیں کیا ہے وہ بالکل میاں اور محنتی ہیں لیکن یہ نسبت انکے سکھ بھائیوں کے انکا میلان صلح آمیزی پر زیادہ ہے
اگر ایسا ناگوئی شخص انکے حقوق میں دست اندازی کرنا چاہے تو وہ اپنی پراثر دلیوں سے انکی مخالفت کرنا خود
جانتے ہیں اور شمالی ہندوستان کے فتح کرنے میں صرف انہیں لوگوں کی وجہ سے ہم کو اصل میں شکل لاحق ہو
تھی۔ ہندوؤں کی فاطمہ کارروائیوں کو مجبور کے جس سردار نے ایک زمانہ تک متقلب کر رکھا تھا وہ اس
فرقہ کا سردار تھا۔

پس جان لارنس کو اپنے نئے عہدہ کلکٹر کی وجہ سے خلع پانی پت میں جس فرقہ سے سابقہ پڑا

زراعت پشہ لوگون اور جاثون کے حالات سے پوری پوری واقفیت حاصل ہوتی۔ جاثون کا حال اس مقام پر بالتخصیص لکھنا ضرور تھا اس صوبہ کے بہترین باشندے یہی تھے جو چاروں طرف منتشر تھے۔ آپس جسطح سے پہنے شہر دہلی کا بیان کیا تھا اسی طرح سے اس قوم کی تواریخ اور فضائل کا بھی ہکون مختصر ذکر کرنا لازم ہے جو مختلف ناموں سے اُس بڑے حصہ ملک میں جہان جان لارنس کی محنت شاقہ کا زمانہ آئو والا ہے آباد ہے۔ جاثون کی نسبت ناؤ صاحب مورخ راجپوتانہ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ قدیم جنائی یعنی سیدین نسل سے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جنائی اور جاث میں جو ظاہری مشابہت پائی جاتی ہے اسی سے اس فرقہ کی ابتدا سیدین قوم سے منسوب کی گئی ہے لیکن انکی وجاہت انکا نمودار قیادہ اور طویل اور جیم قامت صاف صاف یہی شہادت دیتی ہے کہ وہ شمالی نسل سے ہیں۔ وہ قریب قریب اس تمام ملک میں پھیلے ہوئے پائے جاتے ہیں جو ہلم اور جہنا کے درمیان واقع بلکہ دکن جانب بھرتپور اور اگر فک چلا گیا ہے۔ شمالی حملہ آوروں کے اور گروہوں کی طرح جو دارا پیر وغیرہ شاہان ایران کیوں سے ہمیشہ وسط ایشیا کے صحراؤں سے نکل نکل کر ہندوستان میں پھانڈ پڑے انھوں نے بھی اپنے وقت میں ملک کو فتح کیا اور اسکی بیج و بیج تہذیب میں خلط ملط ہو کر اپنے اعتقادات اور رسوم میں قریب قریب برہمنوں کے ایسے ہندو گئے۔ اصل تو یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں وہی طریقہ مروج رہ رہا تھا جو یورپ میں جو قومی صلی عیسوی اور اسکے بعد کثرت سے ہوا تھا اور نتائج بھی اسی قسم کے ہوئے۔ آئندہ دگاتھ اور وزیر کی گاتھ وائٹل اور فرٹینگ بلگرین اور سلاؤ وینین فرقوں کے جن گروہوں نے زوال پذیر سلطنت روم کو تاخت و تاراج کیا تھا وہ خود ہونہار دین عیسوی اور ان سلطانی قانون کے پابند ہوئے جو مغربی ممالک کے لیے نہایت ثمر دار اور ابد قرار و صحت ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے اختراعی مذہب سے جاثون کی روحانی خواہشوں کو دیا اطمینان نہ ہو سکا جیسا کہ دین عیسوی کے چند جامع اور مانع اصولوں اسکی ترقی کی بچہ صلاحیت اور مختلف زمانی و مکانی حالتوں سے اسکی ترقی و ترقی کی ترقی پذیر نسلوں کی پوری پوری ضرورتیں رفع کر سکی۔ اور جاث فرقہ کے لوگ اس حد تک جو مشرقی لوگوں میں بہت مشہور بات ہے ایک سر بلند فرقہ کو دوسرے کے بعد جو انکے سامنے آتا گیا جاننے اور ماننے لگے۔ کبھی تو اسی طرح کی مذہبی اور معاشرتی جنبش ایک بڑے زور کے ساتھ انھیں چید ہوئی جیسی مکہ معظمہ کے ایک شان امی کے سینہ سے نکل کر نیم برہمن عربوں اور انکے مفتوح اور متبوع لوگوں میں تمام پرانی سلطنتوں اور مذہبوں کے نیست و نابود ہو جانیکے بعد ایک ہی سلسلہ فتوحات میں جبرائلس سے لیکر دہلی تک پہنچ گئی تھی۔ اور کبھی زاہد اور حلیم گرواناہک کی مذہبی تعلیم کے مطابق اندرونی اصلاح کی شکل میں صلح اور آشتی کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اسطورہ اکثر جاث خاص کر کے جنوبی سندھ کے رہنے والے بڑے پکے مسلمان ہو گئے اور باقی لوگ اسکے کئی سو برس بعد خصوصاً ان درمیانی اضلاع کے رہنے والے جولاہور اور امرتسر کے آس پاس تھے اسی طرح کے سرگرم

باب سوم

قیام پانی پت کے حالات اور واقعات ۱۸۳۸ء تا ۱۸۴۰ء

دہلی میں چار برس کی کارآمدی کے ختم ہونے کے بعد جان لارنس شمالی قسمت علاقہ دہلی کے ایک ضلع کو تبدیل اور اس کے حاکم مقرر کیے گئے۔ اس کا صدر مقام پانی پت تھا جہاں سے بیس میل کے فاصلے پر کرنال کی بری جہادنی واقع تھی لیکن ضلع پانی پت میں اس امر کے لیے جھادنی کی کوئی حاجت نہیں تھی کہ وہ فوجی جوش قائم یا جنگی تعلقات پیدا کیے جائیں جو اس کی تاریخ کے ساتھ اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ کبھی علمدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ضلع پانی پت کو تاریخ جزیرہ نما سے ہند سے وہی نسبت ہے جو میداں انڈیا کو یورپ اور وادی ہند کو

دائیں کاٹھنڈیا حال میں ملک ہند کو کل یورپ سے یہی ہے۔ قطع نظر ان چھوٹے چھوٹے قصبوں اور پشاور لڑائیوں کے تین مرتبہ اسی ضلع کی جدیدین گل جزیرہ نما سے ہندوستان کی قسمت آزمائی ہوئی۔ اسی مقام پر ۱۸۱۷ء میں مغلوں کے سب سے بڑے بادشاہ اکبر نے جسکی عمر اس وقت صرف تیرہ برس کی تھی بقول مشورہ ایک عجیب و غریب طور کی ذاتی جرأت سے جسکے یقین کرنے پر کون کاہم کو اختیار ہے لیکن اس پر یقین کرنا لازم ہے اپنے لائق سپہ سالار بہرام خان کی ہدایت سے جو برائے نام اس کے زیر حکومت ملازم تھا وہ سلطنت جو اس کے باپ ہمایوں کے ہاتھ سے نکل جا چکی تھی پھر فتح کر لی۔ اسی مقام پر ۱۸۱۷ء میں نو دولت نادر شاہ نے جو مسافرین بہادران ایران میں سب سے زیادہ جنگجو پیدا ہوئے تھے ان پر شکن ہوئے اور دسیوں اور دسیوں کو کچھم اور اطراف ماکر ہٹا دیئے اور پورب سے دکن تک ہرات قندھار خراسانی اور کابل پر قبضہ کر لینے کے بعد محمد شاہ بادشاہ خاندان خلیہ کی سپاہ کو تتر تہہ کر دیا اور اپنی جوار غزنی کے ضلع میں دہلی کا تمام مال و اسباب اٹھائے گیا۔ اسی مقام پر ۱۸۱۷ء میں احمد شاہ درانی نے وہ خیر کی راہ سے ہندوستان پر تواتر حملے کر کے بعد آخر کار مرہٹوں کے گرد ہون کو پکپاکا اور ایسے کشت و خون کے بعد جو ہرگز قابل توبیہ نہیں ہے دکن جانب سرحد اپار باقی ماندہ لوگوں کو ہٹا دیا اور شمال میں جو محمدیان انھوں نے حاصل کی تھیں ان سے انکو یکساں حرم کر دیا۔ اگر یہ زبردست فتح حاصل نہ ہوتی ہوتی تو مرہٹے تمام شمالی ہندوستان کو اس وقت سے جب واپس آئے ان کے روکنے کو کئے تھے قیں ہر بلکہ اس کے بھی بیشتر تاخت و تاراج کر کے فتح کر چکے ہوتے۔

شاید انھیں تاریخی روایتوں کے اثر سے ضلع پانی پت کے باشندے شور و پستی اور بناوٹ میں قرب و جوار کے اور سب اضلاع سے بڑے ہوتے تھے۔ اور اگر ضلع دہلی سے جان لارنس کو ایسی واقفیت حاصل ہو گئی تھی مگر وہ مقامات میں دیکر یہ وجہ کے باشندگان شہر اور قدیم روسا کے بارے میں مشکل سے حاصل ہوتی تو یہ امر بھی یقین سے کہ بہت کم اضلاع کے ذریعہ سے باشندگان بہترین حصہ ہندوستان کی خواہشوں اور عادلانہ

زبانوں پر سرسری سنیں اول ریزیڈنٹ سر جانس شکاف سر ڈیوڈ اکثر کوئی اور سر جان مالکم کے نام جاری رہتے تھے۔ اس قسم کے قصہ گو یوں کو جان لارنس ان قصوں کے سننے والے بھی بہت اچھے ملے تھے جو خود قصے بیان کیا کرتے تھے اور اس فن میں ان سے زیادہ شوق رکھتے تھے اور اس طور پر انکو اپنے ابتدائی عہدہ میں ایسا تجربہ حاصل ہو گیا جو ہندوستان کے اور حصوں میں تبدیع حاصل ہوا چنانچہ اس طور پر انکو ویسی سرداروں کے خاندانی حالات ان کے خیالات اور خواہشیں اور انکا عیب و ہنر بہت اچھی طرح سے معلوم ہو گیا اور یہ واقفیت مابعد زمانہ میں جب انکو ایک ذمہ دار فرمانبردار کی حیثیت سے بیدخل اور غیر مطمئن سکھر سرداروں کے ساتھ جو ایک نو مفتوح صوبہ میں جا بجا منتظر تھے وسعت کے ساتھ بڑا دکرا پڑا تو بڑے کام آئی۔

جان لارنس چار برس کے قریب قریب دہلی میں رہے اور اس زمانہ میں برابر ستدی سے کام کرتے رہے کبھی کوئی تفسیر اور تبدل نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ البتہ وہ بندیل کے شکار میں شریک ہوئے تھے جس میں ٹرنیولین نے بہت سے دوستوں کو بجاؤ کے جنگل میں دریاے ہما کے کنارے مدعو کیا تھا۔ ایک یا دو مرتبہ وہ عجائبات اپنے بھائی جانج کے پاس گئے تھے جنکے یہاں اس زمانہ میں مقام کرناٹک ہنری لارنس اور انکی بہن ہوٹوڑیا جو ہندوستان سے آئی تھیں یہ دونوں آدمی سہان تھے۔ ۶ مارچ ۱۸۲۷ء کو ہنری نے کرناٹک سے اپنی بہن لیڈیٹا کے نام ولایت کو یہ لکھا تھا کہ دو آپ قیاس کر لینگے کہ جان نے جو دہلی میں اپنی تقرری کرائی اس سے ہکو کس قدر خوشی حاصل ہوئی وہ اب ہمارے یہاں سے چند گھنٹے کی راہ پر اور بہت اچھے شخصوں کے پاس ہیں۔ مہینے کے آخر میں میرے کرناٹک واپس آنے پر وہ یہاں آئینگے اور ایک چھی میں جسکو بتایا ۱۸ فروری ۱۸۲۷ء ہوٹوڑیا نے (جبکی شادی سرسری بائرن کے ساتھ ہوئی اور جو اسوجہ سے اب سرسری بائرن کی کمالاتی ہیں) مقام برائٹن سے (اس بات کے دیکھنے سے بڑا لطف حاصل ہوتا ہے کہ اس بہن کو کس قدر خیال اس بات کا تھا کہ خاندان کے لوگ آئندہ کس حالت سے رہیں گے) مجھکو لکھا تھا کہ وہ اس پندرہ مہینے کے عرصہ میں جب ہم اپنے بھائی جانج کے ساتھ کرناٹک میں رہتے تھے جان کبھی کبھی ہماری ملاقات کو آیا کرتے تھے اور انکے آنے سے ہم لوگ بہت مخلوظ ہوتے تھے وہ اپنے دہلی کے عہدہ سے خوش معلوم ہوتے تھے اور ہم کو معلوم ہے کہ کس قدر اور تعلیق کس قدر سے وہ بڑی گاڑھی دوستی رکھتے تھے۔ یہ بات بھی بیان کر نیکی قابل ہے کہ گو کس قدر وہ بہت چاہتے تھے مگر شل اور نابھوں کے ایوان ریزیڈنٹ میں نہیں رہتے تھے بلکہ ایک علیحدہ مکان میں جو دہان سے ڈیڑ میل کے فاصلے پر تھا پادری ایورسٹ کے ساتھ رہتے تھے جسے انھوں نے نہایت دوستی پیدا کر لی تھی۔ اس بات کا بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ جو نوجوان افسر اس وقت دہلی میں موجود تھے ان میں سے ایک افسر رابرٹ پیٹریجی تھے جو اسی زمانہ میں سفر دنیا کے ایک گروہ کی سرکردگی سے ان قلعوں کے استحکام میں مصروف تھے جسے جان لارنس کے دور دراز صوبہ کی بھیجی ہوئی فوجوں کا مقابلہ کیا گیا۔

سُرکار لارنس نے لارڈ لارنس کے بیان کیے ہوئے ایک واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے) اگر کتابِ جرائد کی مہارت اور ناجائز طور سے حاصل کی ہوئی واقفیت جو انھوں نے قلعہ میں بھج ہو چلائی تھی اسکو قلعہ کے باہر دور دور تک کام میں لایا گیا قصد کرتے تھے۔ نواب صدر اعظم نے جو برائے نام اس رتبہ سے موسوم ہوا اسکے برابر کا امیر تھا جلی دستاویزات بنا کر ایک ایک باقاعدہ کارخانہ جاری کیا تھا۔ یہ کام بہت آسان تھا کیونکہ عہدے کے اعتبار سے بادشاہانِ سلف اور ان کے بڑے بڑے عہدہ داروں کی تمام ٹھہریں اُس کے قبضہ میں تھیں۔ شہر کے تمام لوگ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہ کارخانہ قائم ہے اور بڑے بڑے موز لوگ بھی جب دیکھتے تھے کہ انکی اراضیات میں کوئی جملگر پیدا ہوا ہے تو جلی حق قائم کر سیکے لیے اسی کارخانہ میں ٹھہریں بنوانے آتے تھے۔ ایک روز راجہ بلہہ گڈو کے ایک وکیل نے ریڈیفنسی میں اگر یہ خبر دی کہ اس وقت میرے مالک کے علاقے کے ایک گاؤں کی بابت سابق صدر جلی دستاویز تیار کر رہے ہیں۔ کو تو ال ایک پروانہ گرفتاری کے ذریعہ سے وہاں بھیجا گیا اور اُسے جاکر دیکھا تو وہ وہی کارروائی پوری تھی۔ موزل صدر اعظم جسکے پاس سابق حکام دہلی کی کم سے کم سوتھریں موجود تھیں گرفتار کیا گیا اور انکو پانچ برس تک سڑکوں پر کام کرنے کی سزا دی گئی۔

اُسکے چھ بیٹے جس بعد تاریخ ضلع دہلی کے متعلق دہلی پر باغیوں کا قبضہ ہو جانا ویسا ہی ہے بطرحِ رومی تواریخ میں یہ امر گزرا ہے کہ روم کو قدیم باشندگانِ فرانس (قومِ گال) نے جلاؤالاتحاد دونوں میں قدرے قلیل ہی فرق ہے۔ اس زمانے کے قریب قریب تمام کاغذات جسکا حال میں لکھ رہا ہوں جلاؤ اے گئے تھے لیکن ان کاغذات اور سچ کی تمام خانگی چھٹیوں کی عدم موجودگی کی حالت میں بھی اس اعتبار سے کہ ہم جان لارنس کے خیال اور کارروائی زمانہ مابعد سے واقف ہیں بہت اچھی طرح سے یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو وقت کوئی چٹوانی کی بات اُنکو معلوم ہوئی تو اپنے تئیں جو حکم میں ڈال کر کس ببادری کے ساتھ انھوں نے انسداد کیا مثلاً ایک لوتہ می کو انھوں نے ایک شنگار کے ہاتھ سے ربائی دی اور ایک پیماش کو جو اسی زعفران زار میں پیدا ہوا تھا گرفتار کر کے سزا دی اور یہ وہ شخص تھا جسے قلعہ کی چار دیواری کے باہر اپنی بد عملیوں کی شق کرنا چاہی تھی۔

لیکن اسسٹنٹ کمشنر پٹ کے اشتغال سب اسی طرح کے جوش انگیز تھے اور نہ انکی سراغ رسانی صرف جڑا پیشہ اشخاص تک محدود تھی۔ جان لارنس بیان کرتے ہیں کہ "دہلی کے اکثر سردار شہر میں باغات اور مکانات رکھتے تھے جہاں کچھ تو ریزینٹ کے سلام کریں اور کچھ پیشہ و فوج کو جایا کرتے تھے تاکہ لوگوں کی صحبت سے حظ اٹھاویں۔ اس زمانہ میں دہلی میں قدیم خاندانوں کے ذی مرتبہ لوگ بھی تھے جنہوں نے ایک ایک حیثیت سے گذشتہ نرانیوں میں کام کیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سزاؤں اور تہذیبی یا لٹریٹ کے زمانہ میں بیقا صد طور سے فوج کا کام کر چکے تھے اور ان کو چھپایام کی داستانیں بڑے شوق سے لکھا کرتے تھے اور ان لوگوں کی

اس زمانہ میں آخری ایام سے بھی ضعیف تر پایا کیونکہ کچھ پہلی شکستیں کہیں زیادہ گہری تھیں۔ چہرہ مضطرب اور سر درد تھا مہراج
میں پارہ کی خاصیت معلوم ہوتی تھی میری غرض یہ نہیں ہے کہ انہیں بے ثباتی یا آئینہ لوگوں کے عیوب تھے
بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ انہیں سرگرمی اور تیزی پائی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کہ وہ سواری کے بڑے شائق تھے اور میں ہمیشہ
انکو دیکھا کیا کہ سڑپٹ کھوڑا دوڑاتے چلے جاتے ہیں۔ اس مرد کارکن کی ابتدا یہی تھی۔ اس زمانہ میں میں نے ان
علامتوں کو جو عموماً فضیلت یا بزرگی سے تعبیر کی جاتی ہیں نہ تو دریافت کیا اور نہ انہیں پامین لیکن اب جو میں گذشتہ
کیفیت پر غور کرتا ہوں تو مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جو علامتیں میں نے اسوقت دیکھی تھیں وہ اس قابل تھیں کہ جو کچھ
میں نے انکی تعبیر کی تھی اس سے زیادہ کرتا۔

جان لارنس کا پہلا عہدہ ریڈیٹ کی ماتحتی میں شہر اور مضافات شہر کے اسٹنٹ جج مجسٹریٹ اور کلرک
کا تھا۔ قریب قریب آٹھ سو مربع میل کا رقبہ اور پانچ لاکھ کی آبادی لگے ماتحت تھی اس میں سے دو لاکھ آدمی صرف
شہر میں تھے اور انہیں کے محدود مقاصد اور مشاغل اور خفیف جرائم اور قضا یا سے اسٹنٹ مجسٹریٹ کا کام
خاص کر کے تعلق رکھتا تھا۔ شہر کے باشندوں میں طرح طرح کی قوموں کے لوگ تھے اس مسلمانوں کی دارالسلطنت
میں بیشک مسلمین منہد کی ایک بڑی بھاری تعداد تھی لیکن آبادی کا زیادہ تر حصہ ہندوؤں سے شامل تھا جنہیں سکھ
اور افغان بھی ملے ہوئے تھے۔

سلطنت مغلیہ کے زوال اور مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں جان و مال کا عام خطرہ اسوجہ سے
زیادہ پیدا ہو گیا کہ شمالی ہندوستان اور وسط ہند کے شورہ پشت لوگ بھیڑیا دھسان خلقت کے فطرتی قاعدہ سے
وہیں اگر جمع ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی آبادی میں جرائم پیشہ اشخاص کی جمعیت زیادہ ہوگی اور اکثر قلعہ
کے ذیل مجرم اس فوج کی جمعیت بڑھاتے رہتے تھے۔ قلعہ کے اندر انگریزی مجسٹریٹ کی کچھ دال نہ گلتی تھی۔ دستور
غلامی کثیرالازواجی اور کثیرالازدواجی جو مشرقی شخصی سلطنت کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں انکا دیکھا جتا تھا اور کوئی روک
نہ تھی۔ شاہی خاندان کے اجزائے وہ لوگ جنکو نہ خدا کا خوف اور نہ انسان کا ڈر تھا اور جنکا قلعہ کے باہر ایک پیہ
کا بھی اعتبار نہ تھا قلعہ کے اندر فضول خرچی شہوت پرستی اور ہر قسم کی بد فعلیوں کی دھوم مچائے ہوئے تھے بعض
اوقات دو ایک نیم برہنہ لوندیان جنگی پشت پر درون کے نشان لگے ہوتے تھے اپنے زینت دار قید خانہ کے
دیرچون سے بھاگ آتی تھیں اور صاحب ریڈیٹ یا انکے نائب خوش ہو کر تعاقب کر نیوالے سپاہیوں سے کہدیا
کرتے تھے کہ یہ بندیان انگریزی سرزمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہو گئیں قلعہ کے اندر قدیم مغلیہ دربار کے تمام آداب
وقواعد بڑی احتیاط سے ایس طرح باقی تھے۔ بعض اوقات یہ صاحب منزلت لوگ اپنے ہم جنس غلام پر بھی ہتھ
صاف کرتے تھے اور باہر گھر چروں میں جو اعتبار رہتا ہے اسکو بھی ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ کبھی یہ ہوتا تھا کہ راجپوت

رکے اندہ اس کا عمل درآمد کرے مگر اسی کی تحصیل و تقسیم کی نگرانی کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس ملک کی دولت کو ترقی دینے میں بہت ہی ناقص کوششیں ہوتی آتی تھیں انکے مددگار جو چار یا پانچ رہتے تھے عموماً ایک خاندان کے لوگوں کی طرح مکان یا محاطہ ریڈیٹ میں رہا کرتے تھے اور کار آموزی کا ابتدائی زمانہ طے کر چکے بعد ان مختلف خدمات میں سے جو خاص ریڈیٹ کے متعلق تھیں ایک نہ ایک خدمت پر مامور کر دیے جاتے تھے اسکو پروردہ ابتدا ہی میں پختہ پڑنے لگتا اور جج کے کاموں سے بہت جلد واقف ہو جاتے تھے۔

دہلی کے ضلع انکے تمام متعلقین کی خوبی قسمت سے ملک غیر آئین تھا۔ باوصف اس امر کے کہ خیر ملک کے لوگوں نے بارہا اسکو فتح کر کے انوع و اقسام کے انقلابات پیدا کیے لیکن بہ نسبت اور مقامات ہندوستان کے یہاں کی ویسی چاعتوں میں تبدیلی بہت کم واقع ہوئی تھی۔ دیہات کی معزز جماعتوں کو تو ہاتھ بھی نہیں لگتا تھا اور مگر میری افسردہ کا منشا رنجوش فیصلی سے یہ تھا کہ انکو برباد کیا جائے بلکہ انکو سلامت رکھنا اور انسے عمدہ کام لینا مقصود تھا۔ قانون نیلام بقایا سے لگان جسکو سرخاں کے نے داسرا رہے انصافی سے خوب ہی تعبیر کیا ہے

ایک علاقہ دہلی میں جاری نہیں ہوا تھا اور عدالت کا انتظام سخت اور نگین قوانین پر تھا بلکہ زیادہ تر دادی کے طبعی اصولوں پر تھا۔ ان دو بات سے یہ کہنا بجا نہیں ہے کہ ہر ایک نائب ریڈیٹ کو اپنے مختلف کاموں اور اس آزادی اور جوابدہی سے جسکے برتاؤ کا اسکو موقع دیا گیا تھا اپنی لیاقت دکھانے کا نہایت ہی فیصلہ منقطع حاصل کیا۔ ۱۲۷۷ء کے نائب ریڈیٹوں میں چارلس فریوٹین تھے جنہوں نے اپنی اس سعی قابلیت اور بیا کی سے اس ماتمی کی حیثیت میں بھی بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ گو دنیا بھر میں وطن و طبع کرتی رہی مگر انہوں نے مردانہ دار تمام اخلاقی مقاموں کی باطلواریاں دور کر دیں اور آخر کو اس طرح سے انکو نیست و نابود کر دیا کہ پھر کبھی انکے سرائیج کرنے کی امید نہیں ہو سکتی ہے اور انکی ان کاروائیوں کا ایک زمانہ تعریف کرتا ہے۔ نو دار و جان لارنس میں انہوں نے اپنی ہی سی سمت پائی جسکے یہاں بلا نے میں انہوں نے خود ہی شریک کی تھی۔ اور اسوجہ سے دونوں میں ایسی دوستی ہونے لگی جو پچاس برس تک برابر قائم رہی تاکہ موت نے دونوں میں قطع تعلق کرا دیا۔ یہ دونوں دوست غرضہ تک ایک جگہ نہ رہنے پائے کیونکہ فریوٹین دوسرے ہی سال بھرتور چلے گئے اور جان لارنس اسی شہر میں رہے جس سے انکو آئندہ دستدر تعلق رہنے والا تھا۔

بائیں اس خرد سال دوست نے اپنے سے بڑے دوست کی نسبت جسکو ہندوستان کی کاروائیوں کا ابھی تک ذرا بھی تجربہ نہیں ہوا تھا ایک بہت واضح خیال پیدا کیا اور اس زمانہ کے پچاس برس بعد جب ایک مرتبہ مجھے بتین ہوئی تھیں تو اس صفاقی کے ساتھ اسے اسکو ظاہر کیا دو جب میں نے پہلے پہل جان لارنس کو دیکھا تو جاسے حیرت ہے کہ اس زمانہ میں بھی مثل سن رسیدگی کے وقت کے پانچا نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ

گو حکومت مغلیہ کا اگیا بیتال روز بروز کمزور ہو جاتا تھا اور سلطنت مغلیہ کی شعل بالکل گل ہو چاہتی تھی صرف ایک ذرا سی جھللا ہٹ باقی تھی لیکن اب تک وہ بھی نہیں تھی اور ممکن تھا کہ اتنی ہی جھللا ہٹ سے پھر ایسا شعلہ مشتعل ہو جاتا جو تمام ہندوستان میں آگ لگا دیتا۔ یہ باتیں ہمارے ملک کے دو ایک عقلمندوں نے اسی وقت سوچی تھیں اور باتو یہ نشت بعد از جنگ تھرخص کو یاد آتی ہے۔

پس آغاز ۱۸۳۱ء میں جان لارنس ایک مددگار ریزیڈنٹ کے طور پر اس دار السلطنت میں وارد ہوئے تو اسکی عام گذشتہ اور موجودہ حالتیں یہ تھیں اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ ایک طرف تو دربار کی بدکاریوں اور جماعت امرا کی بے اعتدالیوں اور دوسری طرف عوام الناس کی مضطربانہ مصیبتوں اور انکی عجیب و غریب صفتوں کا اثر جان لارنس کی آخری کارروائیوں کے زمانہ یعنی ایسے وقت میں کیا پڑا ہوگا جب انکی خواہش یہ تھی کہ میں محکوم نہ ہوں بلکہ حاکم رہوں معاملات کو نبھا ہوا دیکھا کروں بلکہ انہیں کارروائی کروں اور جو بدنامیاں عائد کی جاتی ہیں انکو ستانہ کروں بلکہ ایک قلم دور کر دوں شہر دہلی اور ضلع دہلی اسوقت سے جب لارڈ لینک نے اسکو فتح کیا تھا برابر ایک انگریزی افسر کی زیر نگرانی رہنا چلا آیا جو ریزیڈنٹ اور چیف کمشنر کہلاتا تھا۔ یہ عہدہ ایسا تھا جسکے لیے اعلیٰ اوصاف اور اُن اوصاف کی تعمیل درکار تھی اور جو انواع و اقسام کی خدمتیں اسکے متعلق تھیں وہ اس منصب دار کے غیر معمولی خطاب ہی سے ثابت ہوتی ہیں اسپر دومرتبہ چارلس منگاف مقرر ہوئے جو وہاں کے حاصل کیے ہوئے تجربہ سے اسی طرح حسب طرح جان لارنس نے اس مقام سے عروج حاصل کیا اعلیٰ مراتب پر ترقی پانے لگے اور قبل وفات یکے بعد دیگرے گورنر جنرل ہندوستان اور اعلیٰ حاکم جمیشیا اور کتا ڈار ہے۔

اُس زمانہ میں دہلی کی ریزیڈنسی پر ٹرانس ریوینیو منسٹر مقرر تھے جو سر چارلس کے چھوٹے بھائی تھے یہاں کا کام کچھ تو وہ تھا جو ہندوستان میں پولیٹیکل کام کہلاتا ہے اور کچھ انتظامی کام تھا۔ پولیٹیکل خدمات کے متعلق ابتدا میں انکا تعلق بادشاہ اور شاہی قلعہ سے رہا لیکن انکا اثر اُس وسیع ملک پر بھی پڑتا تھا جسکے جنوب مشرق طرف مانوہ اور شمال مغربی جانب پنجاب ہے اور دونوں کے درمیان وہ خود واقع ہے۔ اس طرح سے اُن جہتوں میں وہ بشمار ریاستیں جو قدیم اور مغز اور نہایت زبردست راجپوت سرداروں کی جاگیریں تھیں اور جو بشمول دہلی اقطاع ریگستان کے اس حصہ کو مرتب کرتی ہیں جسکو گویا جغرافیہ کی اصطلاح میں مملکت متحدہ راجپوتانہ کہتے ہیں شریک تھیں۔ انہیں جہنید۔ پٹیا لہ۔ کستیل۔ اور نابھ کی محروسہ ریاستیں بھی شامل تھیں جنہیں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے راجاؤں سے بھی حشرات الارض کی طرح برٹش علاقہ کے اندر داخل ہیں۔

سوال کمشنر کی حیثیت سے ریزیڈنٹ کو خاص انگریزی علاقہ میں یہ کام مقرر تھے کہ وہ اس دامان قائم

مگر وائون کے اعتبار سے ہرگز قابل تعریف نہ تھی تیمور لنگ کے کمزور وارث کو ان تمام وسیع ملکوں پر جبکو اسکے
 بزرگوں نے فتح یا جن پر انھوں نے اپنا حق قائم کیا تھا موسومہ شاہشاہی کا اختیار دیدیا یہ سب کہ انھوں نے
 صرف ایک نام کی شاہشاہی کا اختیار دیا تھا۔ لیکن مشرق میں ہی تسمیہ پایادگار یا علامت اکثر اس حقیقت سے
 جسکی یہ مجاز سمجھی جاتی ہے قوت میں زیادہ قادر اور اصلیت میں اس سے فائق ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے دو ایک
 دانشمند تر بدرون نے اپنے سروں کو ہلایا اور بدیدج دست دما زبان کر کے بے سمجھے بوختے شاہی شمت گھنایاں
 فکر کی۔ لیکن انکی کوششیں کلائین بلکہ صرف جزو کا سیاب ہوئیں۔ پہلا انگریزی ریزیڈنٹ جو ایک رحم دل اور شیریں
 افسر تھا اس خیالی بادشاہ کے حضور میں گھنٹوں کے بل حاضر ہوتا تھا اور یہ آداب و دتھا جسکی بجا آوری میں ادنیٰ
 اہل دربار بھی پور میں بادشاہ کے روبرو راہ کرتے۔ یکے بعد دیگرے ہر گورنر جنرل یا گورنر جنرل کے نائب انکو
 مذہب دیا کیے جس سے ہندوستانیوں میں عموماً اور ضعیف بادشاہ کے دل میں خصوصاً لامحالہ ہی خیال گذرا ہوگا
 کہ ہندوستان میں اعلیٰ اقتدار اسی کو نہ کہ انگریزوں کو حاصل ہے۔ سکہ راج الوقت ملک پر اس بادشاہ خاندان
 منلیہ کی تصویر تو میک نہیں ہوتی تھی کیونکہ اسکو کوئی دیندار مسلمان جائز نہ رکھتا لیکن منلیہ بادشاہ کا کتبہ اور سہ جلیوس
 اسپر ضرور کندہ ہوتا تھا۔ ویسی بادشاہ اپنے کو بلکہ انگلش فاتحوں کو بھی مالک نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک غیر ذلیل کا شکار
 جانتے تھے اور جب تک دربار دہلی سے انکے علاقوں یا حقوق کا دعویٰ تسلیم نہیں ہو جاتا تھا اسوقت تک انکو اپنے
 تحت سلطنت پر غدغہ رہتا تھا۔ اور اس طرح ایک ریزیڈنٹ کے بعد دوسرا ریزیڈنٹ آتا تھا۔ ریڈنٹ کی جگہ شکاف اور
 شکاف کی جگہ اکثر نوٹی اور پھر اکثر نوٹی کی جگہ شکاف ریزیڈنٹ مقرر ہوئے تحت پر شاہ عالم کی جگہ اکبر شاہ منیہ اور اکبر
 بعد وقت معین پر بہادر شاہ نے تحت نشینی کی امید کی اور گو بعض مکروہ آداب و حقوق جو منلیہ بادشاہ کو دیے گئے
 تھے رفتہ رفتہ مختصر کر دیے گئے تاہم اصل بنیاد و فساد اسی طرح قائم رہی اور اسکا کچھ اسناد نہ ہوا۔

اگر یہ امر صحیح ہے کہ اس بدعملی کے زمانہ میں جو باعث زوال سلطنت منلیہ ہوتی دار السلطنت قرب وجوار
 کے ملکوں کے بدعاشوں کا ماس جگتی تھی تو اس طرح یہ امر بھی صحیح ہے کہ انگریزوں کی حفاظت کے زمانہ میں شاہی
 قلعہ شہر کے بدعاشوں کا امن ہو گیا تھا۔ خاص شہر کے مضافات میں تو انگلش حکومت سے بڑی تیزی کے ساتھ
 قانون کی پابندی ہوتی جاتی تھی سکہ بیعتا جاتا تھا اور جان و مال اور آبرو کی حفاظت ہوتی جاتی تھی۔ لیکن عمل کی
 چار دیواری کے اندر وہی اسراف بجا اور بدعاشی حسد اور دغا بازی اب تک جاری تھی گورنر ریڈنٹ کے خوف سے قتل
 اور ایذا رسانی مسدود تھی۔ نامکار باشندوں نے یہ قسم ساقون جبرون حرمون خواجہ سراؤں کے دہی گرد و اب تک بہت
 موجود تھے۔ اور جن بہکاریوں کو خود انگلش گورنر نے اپنے صادق ارادوں سے پوتمام عالم میں شور مچا
 جائز کر دیا تھا انکے خلاف ریزیڈنٹ کی طرف سے بھی سوائے ایک خفیف مزاحمت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

اُن تاجروں کی کمپنی کے اختیار میں آیا جنگی حکومت نہایت ہی جلیما نہ تھی۔ یہ وہ کمپنی ہے جو لیڈن ہال اسٹریٹ میں کاروبار تجارت اور حکمرانی کرتی تھی لیکن اُسکو اس بات کی بھی قدرت حاصل تھی کہ گلائیو صاحب کوٹ صاحب ایک صاحب اور ویلنٹی صاحب ایسے قلعہ شکن جنرلوں سے کام لے اور تلواروں کو نیام سے نکالنے کا حکم دے۔ جب لارڈ لیکٹ تھلکہ انگیز سلسلہ فتوحات کے بعد دہلی میں داخل ہوئے تو انھوں نے مغرب بادشاہ کو پیرا لیکٹ شکستہ بالی مفلوک الحالی اور فقدان بصارت کی مجموعی مصیبتوں میں مبتلا ایک چھوٹے اور بوسیدہ چتر کے نیچے جو اُسکی شان شاہی کا ایک اکیلا یادگار رکھیا تھا بیٹھا ہوا پایا۔ لیکن فاتحین انگلشیہ ایسی واجب الرحم حالت پر ترس کھا کر جس میں ممکن تھا کہ اُسے کوتاہی ہوتی شاہ عالم کے ساتھ اُس عزت و توقیر کی غمخواری سے پیش آئے جسکو کسی جلیل القدر شخص پر جو بے بس ہو گیا ہو ظاہر کرنے میں انھوں نے کبھی دیر نہ نہیں کیا گواور عیوب انہیں کیسے ہی کیوں نہ ہوں انھوں نے اُسکو اُسکا قلعہ جوشا بہان کی نہایت بازنیت تعمیرات سے ہے واپس کر دیا اور اور شہر کے قرب و جوار کے وسیع اضلاع اُسکے اور اُسکے دربار کے مناسب گزارہ کیواسطے نکال دیے۔ ان اضلاع کا انتظام براہ دانشمندی انھوں نے اپنے اختیار میں رکھا لیکن ایک لاکھ روپیہ (جسکی تعداد آخر میں بہت بڑھا دی گئی تھی) اندسے اور مجبور پیر کے دامن میں ماہ بہ ماہ انبار کر دیا جاتا تھا قلعہ کے اندر جسکی عمارت بخوبی مستحکم اور بطور کافی اس قدر وسیع تھی کہ ایک فوج اور ایک دربار کے لوگوں کو انہیں رہنے کی جگہ مل سکتی بحیثیت فرمانروائے اعظم اُسکو سلطنت کرنیکا اختیار دیا گیا اگر انگریزوں کو کچھ انصاف یا فیاضی دکھلانا تھی تو وہ ہرگز اس سے کم سلوک نہیں کر سکتے تھے۔ اور آپس بھی یہ امر شبہ سے خالی نہیں ہے کہ خود اس محترم کمپنی یا اُن ردِ خلاق لوگوں کے بہترین حقوق جنھوں نے سارے دربار کو گندہ اور بدنام کر رکھا تھا جس امر کے مقتضی تھے اُس سے زیادہ سلوک کیا گیا تھا یا نہیں۔ سرگروہ کلیناے روم جسکا تخت چھن گیا ہوا اُس فرقہ کے ایک نہایت ہی معتقد فرمانروا سے جس شے کے پانے کی امید کر سکے اُسکے مقابلے میں ویٹیکن اور ایک باغ اقل قلیل ہے لیکن ایک شہر قی بادشاہ پر جسکو نہ تو بادشاہی کے فرائض انجام کرنا تھے اور نہ بسبب اس محافظت کے جسکی ذمہ داری ایک اعلیٰ دولت اجنبیہ نے کر لی تھی امن و امان کے متعلق کسی قسم کا ایسا خوف باقی رکھیا تھا جو تاجداروں کو ہوا کرتا ہے ایک قلعہ کا مع اُسکی آمدنی کے چھوڑنا اس امر کا ظن غالب پیدا کرتا ہے کہ وہ المضاعف فسق و فجور کا معدن بن جائیگا۔ چنانچہ ہنسنے جان چیکر جو تاجر بہ ہندوستان میں حاصل کیا اُس سے بکرات و مرآت اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے۔ یہ وہ بے اعتدالی ہے جسکی اصلاح نہ تو شربت سے ہو سکتی ہے اور نہ زہر سے۔

لیکن انگلش لوگوں نے تباہ شدہ بادشاہ پر اپنی فیاضی ظاہر کرنے میں اس سے بھی بڑھ کر کام کیا۔ انھوں نے ایک طور کی مہربانی سے جو بمنزلہ ظلم کے تھی اور جو اُنکے دلوں کے اعتبار سے قابلِ تعریف ہو تو ہو

نکلا ہے۔ دہلی کے چالاک مستعد اور متعصب باشندوں میں ایک طرف تو بنگالیوں کی سی ہندی اور فرماں پذیری اور دوسری جانب نافرینیت پذیر افغانوں کی سی صوابیت اور درستی پائی جاتی ہے۔ فی الجملہ غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر پیشیت ایزدی ہی ہے کہ ایک مرتبہ اور لڑائی ہوگی جس میں یا تو سلطنت ہندوستان نکل ہی جائیگی یا اگر باقی رہیگی تو اسی مقام کی لڑائی میں باقی رہیگی اسکی تاریخ اور روایتیں چند سو برس قبل سنہ عیسوی تک معلوم ہوتی ہیں جب اندر پرست کے نام سے منکرت کے اشاکون میں اسکا بیان کتاب مہا بھارت میں درج کرنے کے قابل تصور کیا گیا ہے۔ اس زمانہ سے یا تو اسی موقع پر یا اس کے قریب ایک شہر کے بعد دوسرا شہر آباد ہوتا رہا دولت و قوت میں ترقی کی یہاں تک کہ دار السلطنت ہو گیا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو گیا یا جیساکہ اکثر قریح میں آیا ہے غارنگرون کے پاشنہ سے پامال ہوا۔ ان معدوم شہروں کے دیرانے نیتا لیس مربع میل کے رقبہ میں محیط ہیں اور اس وسیع میدان کے ایک گوشہ میں ایک شہر شاہجہان کا بسایا ہوا آباد ہے۔

ترکوں۔ اور تاتاریوں۔ ایرانیوں۔ اور چٹانوں۔ بخلون اور مرہٹوں نے یکے بعد دیگرے دہلی کو بالکل تباہ کر ڈالا اسکی ساری دولت لوٹ لی باشندوں کو قتل اور عار توں کو مساکر کر دیا یا جب پاشنہ بٹیا تو پھر ایک دراز سلسلہ منسلک سلاطین کا پاپہ تخت بنایا اور تمام مشرقی شان و شوکت کا اس پر خاتمہ کر دیا اس کا طے شمالی ہندوستان کی تاریخ میں کوئی نام مشہور بادشاہوں میں ایسا نہ لگا جسکو دہلی کے بسا نے یا فتح کرنے زینت دینے یا غارت کرنے سے تعلق نہ ہو۔ گیارہویں صدی میں جب محمود بہت ممکن نے ہندوستان پر متواتر حملے کرینگے بعد افغانستان کو مراجعت کی تو سومات کے صندل پہانگون کی نسبت دہلی کے جواہرات سے اپنے شاہی محل خزینہ کو زیادہ مزین کیا۔ بارہویں صدی میں محمد غوری نے اسکو ہندوستان کے مسلمانوں کی دار السلطنت بنایا چنانچہ باشتنا سے چند وفقات درمیان اسکی یہ حالت بعد اس زمانہ کے آخری وقت تک قائم رہی اور اسی نے غلاموں کے مشہور خاندان کی بنیاد و سلطنت قائم کر کے انگوپانا باجگر مقرر کیا۔

چودھویں صدی میں تیمور لنگ نے اس شہر کو تاخت و تاراج کیا۔ دہلی ہی میں بابر نے شہنشاہی کا لقب اختیار کیا اور دہلی ہی میں ہمایوں مدفون ہوا شاہجہان نے بھی جسکو تمام مہاروں کا استاد کہنا چاہیے اور جسے موتی مسجد اور تاج محل ایسی ہیاترین بنا کر دنیا میں طرز عمارت کے عجائبات کہلا دیئے بمقابلہ اگر کہ یہی مقام پسند کر کے اسکو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور اسکو از سر نو تعمیر کر کے اپنے نام کے مطابق اسکا نام شاہجہان آباد رکھا (سنہ ۱۶۳۸ء) شاہجہان صدی میں ایران کے نامی حلا و دراز شاہ نے دہلی کے باشندوں اور اس کے مال و متاع کی وہی گت کی جو اس کے پیشتر تیمور لنگ نے کی تھی اور جو محمودی بہت بے ضاحت اور قدرت خاندان غلیہ کی رگہ کی تھی اسکو آخر میں مرہٹوں نے تصرف کیا۔ اب خاندان غلیہ کا پٹا شہر مثل گنپتلی کے اس کے اختیار میں آگیا اور آٹھ صدی ہذا (سنہ ۱۸۵۷ء) میں وہ

ولایت روانہ ہوئے پیشتر دن مہینے تک افسردگی کی حالت میں رہے تھے۔ اس وقت سے لیکر آئندہ زمانہ تک پھر آنکو کبھی کسی بات میں یہ پس و پیش نہیں ہوا کہ کیا ہوا اور کیا ہوگا۔ اس وقت سے عمر بھر آنکا یہی مستقل اصول قائم رہا کہ نہ کبھی انھوں نے نتائج پر کھانپ لیا اور نہ داہنے بائیں جانب ذکر و یکجا بلکہ جو کام سامنے آیا اسکو قرار واقعی طور پر انجام کرنے اور اپنے مقدر و بھرماتھ پائون چلانے میں سرگرم رہے اور اب ہم بیان کریں گے کہ اس اصول کی تعمیل میں آنکو کھانک کا میا بی ہو سکی۔

نوجوان سولینٹون کو امتحان پاس کر نیچے بعد چند مہینے کی مہلت دی جاتی ہے اور اس کے بعد وہ اپنے عہدے پر آئے ہیں لیکن جان لارنس مٹا اپنے عہدہ پر کام کرنے لگے۔ اُس زمانہ میں سفر کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ لوگ دریائے گنگا کی راہ سے کشتی پر جاتے تھے لیکن جان نے پالکی کی ڈاک کا سیلج السیر طریقہ پسند کیا اور ایسا بندوبست کیا کہ ۹۰ میل کا راستہ آٹھ دن میں طے کیا۔ جن وجہوں سے انھوں نے اپنی ابتدائی کارگراریاں دکھانے کے لیے ضلع دہلی کو منتخب کیا آنکا دریافت کرتا کچھ دشوار نہیں ہے۔ یہ ضلع انھوں نے کچھ اس خیال سے نہیں پسند کیا تھا کہ وہاں کا کام سہل اور سیدھا ہو گا یا آنگہ باشندے تربیت پذیر اور فرمانبردار ہو گئے بلکہ برخلاف اسکے وہاں کا کام نہایت سخت اور دقت طلب تھا اور باشندے ایسے شورہ پشت اور مفسد تھے کہ کمپنی کی سلطنت بھر میں کہیں کے باشندے ویسے نہیں ہیں۔ لیکن خاص اسوجہ سے امید تھی کہ جو کچھ بعد کو ظہور میں آنے والا تھا اسکے لیے تیار ہو رہے کا موقع ملیگا۔ اور اب چونکہ ہم جان لارنس کا احوال اس شہر غلا تک پہنچنے کا لکھ چکے جو مح اپنے ضلع متعلقہ کے آئندہ تیرہ سال تک انکی لیاقتوں کی ایسی حیرت انگیز زیر مشق رہا (انکی لیاقتیں اعلیٰ درجہ کی تھیں مگر اب تک استعمال میں نہیں آئی تھیں) اور جہاں ۲۵ برس کے بعد انکی زندگی کی بڑھ ترین کامیابی حاصل یعنی باغیوں کے نیچے سے دہلی کی فتح ہوئی اس واسطے انکی گذشتہ اور آئندہ تاریخ کا مختصر حال اس مقام پر بیان کر دینا مناسب ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام اور وہاں کے باشندوں کی خاص خاص صفتوں کا آپر کھانک اثر پڑا اور کھانک انکی کوشش اور مستعدی ان چیزوں کے متعلق کارگر ہوئی۔

تاریخ و جغرافیہ کی رو سے دہلی ہندوستان کا سب سے بھاری شہر ہے ناف شمالی ہندوستان میں دریاے گنگا پر واقع ہونیکے وجہ سے توسط دریائے گنگا جہیں جمنا گرتی ہے اور بذریعہ ان بیہزار نہروں کے جو جال کی طرح پھیلی اور مغلوں اور انگریزوں کی اولوالذمیوں سے ملک بھر میں جاری ہیں قریب قریب ہر شہر شہر سے جو اسکے اور خلیج بنگالہ کے درمیان واقع ہے براہ راست شہر مذکور کی آمد و رفت جاری ہو سکتی ہے۔ یہ شہر ایسے مقام پر آباد ہے کہ ہندو کش پہاڑ کی گھاٹیوں اور کوہ سلیمان سے (یا درکھنا چاہیے کہ سہرح کا یہی ایک ایسا مقام ہے جہاں سے اگر ہندوستان پر حملہ کیا جائے تو ہمیشہ اندیشہ کے قابل ہے) شمالی اور وسط ہند کو اسی میں ہو کر خط مستقیم راستہ

جب تک جان لارنس فورٹ ولیم کالج میں رہے اس وقت تک برابر غلیل رہے۔ یہاں کی آب و ہوا
 ان کے موافق نہ آئی انھوں نے اپنی خبر گیری بھی بہت کم کی اور انکی طبیعت استقر گہرا گئی تھی کہ وہ انگلستان کو واپس
 جانا خیال کرنے لگے تھے ابگو لوگوں نے اکثر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس زمانہ میں اگر کوئی بمبکو انگلستان میں ٹھونڈ
 سالانہ دینے کو کہتا تو میں سید صادق چلا جاتا۔ شہر کی صحبت باشندگان شہر کا راستہ اور پیرائے کارپوں پر سوار ہونے
 ٹھنڈی سڑک پر ٹکنا شام و صبح میدان میں گھوڑوں کا دوڑ مار قص و سرود کی محفلیں اور دعوتیں اور ضیافتیں جو اکثر
 نوجوان سیریلٹیون کو استدرم خوب معلوم ہوتی ہیں انہیں سے کوئی بات انکی طبیعت کو خطائیں دیتی تھی اور شاید
 اس سبب تکلف سید سے سادے نوجوان انیش کو جو پوشاک و لباس کی کچھ پروا نہیں رکھتا تھا دارالسلطنت کی
 صحبتوں میں شریک ہو کر اس موقع بھی بہت کم ملتا جو گلہ بطن کا اشتیاق اور دوستوں کی محبت جسکا میں اور بیان کرنا
 ہوں اور ہندوستان سے نفرت کلی ان لوگوں میں بھی جام طور پر پائی گئی ہے جسکی تقدیر میں جان لارنس کی طرح
 بزمانہ مابعد اپنی لیاقتوں کے دکھانے اور اعلیٰ مرتبہ تک ترقی پانے کا بڑا موقع مقدر تھا۔ بلند و سعلی اور ہندوستانی
 زبانوں کے سیکھنے کا شوق بھی اس موسم کی جگر خراش تاثیرات اور محلات شہر کے قوت شکن اجزات کہ جب مقیالوسم
 سایہ میں ۹۰ درجہ پر تھا روک نہ سکا۔ لوگ کہتے ہیں کہ زائرین کا لاؤٹوب رائٹرز ٹیڈنگ واقع مدراس میں رہتے تھے
 تو انھوں نے دمرتہ بعد ایلوٹنی کا خیال کر کے یکایک اپنی ہلاکت کا قصد کیا مگر نیچے سرنوا آخر کو وہ اپنی افسردگی طبع
 غالب آئے اور خیال کیا کہ بمبکو ابی بڑے بڑے کام کرنا باقی ہیں لیکن جب تک یہ نہ معلوم ہو گیا کہ جس منیچے سے انھوں نے
 اپنی ہلاکت کا اقدام کیا تھا وہ اچھی طرح سے بھرا گیا تھا اسوقت تک انکو اطمینان نہوا۔ چارلس ٹنگاٹ جو بعد کو لارڈ
 ہوئے وہ ہندوستان میں آئے کے بعد سال بمبکو برابر اپنے والد کو اس مضمون کی درخواستیں بھیجتے رہے کہ بمبکو
 غلیل ولینڈ پر انگلستان میں رہنا منظور رہے اور یہاں کی جلاوطنی نہیں قبول ہے پس جان لارنس پر بھی اگر اسطرح
 کی مایوسی طاری ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ قیہ مختصر انھوں نے اردو اور فارسی زبان کے ضروری
 امتحانات پاس کیے اور فارسی کے تودہ بعد کو زبان دان ہی ہو گئے۔ اور پھر بالبعوض اسکے کہ وہ نشیبی بنگال میں جہاں
 زیادہ تسلط اور امن دہان تھی کسی عہدہ کی درخواست دیتے جہاں بمقابلہ اور مقامات کے صرف معمولی طور کا کام کرنا
 تھا انھوں نے خاص اپنی التجا سے دہلی کی ملازمت قبول کر کے اپنا نام گرٹ میں مشہر کر لیا۔ اس درخواست سے
 کسی قدر اس بات کا حال ظاہر ہو گیا کہ وہ کس خمیر کے آدمی تھے جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ اب سستی یا تہذیب
 کا وقت نہیں تھا انھوں نے راستے میں قدم رکھا اور پھر نیچے پھر کرنگا دن کی۔ انھوں نے سائنس کی طبع اپنے بدن
 حرکت دی اور کام کے لیے بیدار ہو گئے اسوقت سے سرکاری ملازمت کے آخری زمانہ تک ہمارے علم میں وہ کبھی
 اسطرح مشغول نہیں رہے جس طرح ہندوستان کی روانگی کے قبل چار عینہ تک بیکار رہے تھے یا جس طرح گلگت

جان لارنس نے ہینلی پیری کا کچ کو ماہ مئی ۱۸۲۹ء میں پاس کر لیا تھا لیکن چار مہینے کے قریب اس خیال سے انگلستان میں اور ٹھہرے رہے کہ اپنے بھائی کی صحبت میں سفر فرمایا سے فائدہ اٹھائیں چنانچہ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ دو تین زمانہ میں ہینلی پیری میں میرا قیام تھا تو ہنری کے انگلستان میں موجود ہونے کے محکوم بڑا فائدہ پہونچا وہ پہلے استحقاق میں میرے ساتھ گئے اور محکوم کو شش کرنے کی ترغیب دیتے رہے۔ "آج کل کے زمانہ میں جب دخانی جہاز ہوا سے باتیں کرتے ہیں اور لوگ قلیل رخصت فر لو لیکر وطن کو جاتے اور تین مہینے کے بعد پھر اپنے کام پر واپس چلے آتے ہیں یہ امر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جان لارنس نے انگلستان میں صرف اس غرض سے چار مہینے اور توقف کیا کہ بحری سفیرین انکو بھائی کی صحبت سے فائدہ حاصل ہو لیکن اس زمانہ میں دخانی جہاز تھے اور اس سے بھی بدتر بات یہ تھی کہ خشکی کی راہ سے ہندوستان جانے کا راستہ تھا اور کیپٹ کے گرد گھوم کر بعض اوقات پانچ مہینے میں یا اس سے زیادہ عرصہ میں بحری سفر تمام ہوتا تھا چنانچہ ان دونوں بھائیوں کو بھی اس قدر مدت صرف کرنا پڑی۔

دونوں بھائی مع اپنی بہن ہونوریا کے جو بڑے بھائی سے چھوٹی اور چھوٹے بھائی سے بڑی تھیں ۲۔ ستمبر ۱۸۲۹ء کو پورٹس موٹھ کی بندرگاہ سے روانہ ہوئے۔ جان دریائی امراض یعنی دوران سر اور متلی وغیرہ میں سخت مبتلا ہوئے اور آخری ایام میں بھی انکی یہی کیفیت ہوتی رہی۔ چھ ہفتہ تک وہ جہاز پر اپنی کوٹھری سے باہر نہیں نکلے ایک مرتبہ انکو اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی چنانچہ اس بات کو وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ ایک تہہ جنوبی افریقہ میں ایسا سخت طوفان آیا کہ "کیپٹ آف انشازنس" (راس الطوافین) کے معنی صاف عیاں ہو گئے لیکن درمیان میں جب طبعیت درست ہوتی تھی تو دونوں بھائی ہندوستان کی زبانوں کے سیکھنے میں بڑی محنت کرتے تھے گو دونوں میں سے کسیکو انکا کام نہیں پڑا لیکن وہ جانتے تھے کہ ہندوستان میں عمدہ کارروائی کرنے کے لیے انکا جانا واجب و لازم ہے۔ وہ ۹۔ فروری ۱۸۳۰ء کو کلکتہ میں پہونچے۔ یہاں دونوں بھائی جدا ہو گئے بہن نے اپنے پیدل تو پچانہ کے کپٹ واقع کرنا میں شامل ہونے کو روانہ ہوئے جو دہلی کے اتر طرف ایک بڑی فوجی چھاؤں اور اس زمانہ میں ہماری شمال و مغربی سرحد تھا۔ جان ان دیسی زبانوں کی تحصیل کے لیے جو قبل اسکے کہ وہ اپنی سول خدمتوں پر مامور ہوتے سیکھنا ضرور تھی فوژٹ ولیم کالج میں داخل ہوئے۔ اس مقام پر یہ بیان کرنا چاہیے کہ اس وقت خالی نہوگا کہ اسی سال جان لارنس کے ساتھ دو نامی شخص اور بھی دار و ہندوستان ہوئے یعنی لارنس اور جان لارنس۔ کلیسا کے انکالٹینڈ کے پہلے پادری جنھوں نے شاید اسی قسم کی کارروائیاں کیں جو جان لارنس سے عمل میں آئیں اور سر بہنری ڈیورنڈ جو چالیس برس کے زمانہ کے بعد وزیر صیغہ خارجہ (فارن سیکرٹری) اور بعد اُس نوجوان رائیٹر (کاتب) کی کونسل کا ممبر ہوا جس نے اس زمانہ میں عروج حاصل کر کے گورنر جنرلی کا عہدہ پایا تھا۔

جان لارنس کی سرگذشت ابتدا سے لیکر اتمامِ برس کی عمر تک بیان کر چکے۔ ان برسوں میں کوئی ایسا واقعہ نہیں گذرا جو بالخصوص قابلِ یادگار ہو۔ انہوں نے تین مدرسوں اور انیسٹریٹ اسکول کا واقعہ پینتیرنی کوٹے کیا لیکن ان برسوں کا کوئی خاص اثر انداز اور نہ انہی مدرسوں پر ایسا ہوا جو زیادہ یادگار رہتا۔ انکو اپنے باپ اور تین بڑے بھائیوں کے خلاف اپنا پیشہ اختیار کرنا بہت شاق گذرا انکی ایک عزیزہ نے جسکا حال ہم بیان کر چکے کہ وہ حد سے زیادہ جان لارنس پر حاوی تھی اس کے مفادات کی شکل تکفل کر دی (گو وہ یہی سمجھتے ہوں کہ میں محروم کر دیا گیا اور اب جان لارنس اسکو بسترِ علالت پر چھوڑے چلے جاتے ہیں۔ وہ مستقل مزاج گھر سے محبتی خود پسند اور تنہا رہنے کے ظریف الطبع خیم تربیت یافتہ اور خیم تعلیم یافتگی سے کچھ ہی زیادہ متعصب مزاج میں لگے آپریشن خواہ اس زمانہ میں شیکاگو کے خواص سے کچھ برسی ہوئی اور اس حیثیت سے وہ اپنے باپ کے گھر سے جنگی دوبارہ دیکھنے کی انکو امید نہیں ہے ایک ایسے کام پر جاتے ہیں جسکی انہوں نے کبھی جستجو نہیں کی تھی اور نہ جسکی نسبت انکا خیال تھا کہ میں اس کام کی خاص لیاقت رکھتا ہوں۔ میسڈن بلکہ میکرڈن نوجوان سولینٹون میں کوئی شخص اسطرح سے ہندوستان کو روانہ نہ ہوا ہوگا جس بیدل اور ظاہری مایوسی کے ساتھ جان لارنس روانہ ہوئے۔

ان کے ساتھ ان کے بڑے بھائی پینرنی بھی گئے جو پانچ برس تک ہندوستان اور ہندوستان کی زرگاہوں کو دیکھ چکے تھے اور اپنی مدتِ ملازمت کے گزرنے کے پیشتر علالت کی وجہ سے انگلستان کو واپس سوجھ دیے گئے تھے۔ انکو بخار نے استدر چور کر ڈالا تھا کہ انکی مان نے اپنے روزنامہ میں درج کیا ہے کہ ”وہ علالت اور تکلیف میں موجود ہے ایسا زار و تاروان ہو گیا تھا کہ دیکھنے میں اپنی عمر سے دو نامعلوم ہوتا تھا۔“ جان ہنٹون جنھوں نے اپنی مہربانی سے سیکے بعد دیگرے جان لارنس کے تین بڑے بھائیوں کو ہندوستان کی ملازمت دی تھی جب پہلے پینرنی کے گھر سے روانہ ہوئے وقت انکی شکستہ دل بہن کی تسفی کرتے تھے تو انھوں نے کہا تھا کہ ”برے نزدیک آپ کے سب بھائی لہجے و پینگے لیکن پینرنی میں استدر ثابت قدمی اور ہمت ہے کہ آپ دیکھ لینگے وہ خیر ہو کر واپس آینگے۔ وہ اپنی زندگی میں سترہ سال لارنس بکر رحلت کرینگے۔ لیکن جہاں تک مجھکو علم حاصل ہوا ہے جان کے بارے میں ان کے کسی سیدھی خواہ نے بھی ایسی پیشین گوئی کرنیکی جرأت نہیں کی۔ ان کے بڑے بھائی سرگرم دوستوں اور ان کے نہایت ہی قدردان سلطان پینرنی کا کالج کو اس بات کا گمان تھا کہ وہ اپنی کی میں سر جان لارنس کلاینگے اور یہ خیال کہ وہ ہندوستان کے پچائینگے اصل باعث ہو گئے اس ملک کے زہرل مقرر ہونگے اور ”لارڈ لارنس بکر کا خطاب حاصل کرینگے بعد وفات کرینگے تو ویسا ہی انھوں نے غیر متبرہ ہوا تھا جیسا کہ ہونیکٹن کے طفلی کے قصوں میں پیشین گوئی باطل سمجھی جاتی کہ وہ ایک روز لارڈ وینٹسٹر کے بال بڑی مرتبہ لندن کے لارڈ وینٹسٹر کے ریت سے زیادہ عروج حاصل کرینگے۔“

نامی پرنسپلون میں ٹیچر کی باس ملول ان سب میں ایسا نامی گرامی نام رکھائے کا قول ہے کہ اس نام سے ہر طالب علم واقف ہے کسی کا نوگاہ جو چیف کشتہ پنجاب و گورنر جنرل ہندیفے جان لارنس کا ہے جان لارنس پنجابی میں رہتے تھے تو موسم گرما دوسرا کے ایام درس کے ختم ہونے پر ہمیشہ مسٹر اسٹونٹس اپنے خاندان کے قریبی دوست کے مکان واقع چلسی میں ہفتہ عشرہ ٹھہرنیکے بعد اپنے خاص مکان واقع کلنٹن کو جاتے تھے۔ اور جو احوال انکے کالج میں رہنے کے زمانہ کا میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ بھی مسٹر سٹونٹس کی بدولت مجھ کو ملا ہے جو مسٹر اسٹونٹس کی بیٹی اور جان لارنس کی عمر بھر کی دوست تھیں۔ وہ اسوجہ سے اور بھی قابل درج ہے کہ اسکے باعث سے اب اتنے زمانہ کے بعد بھی انکی روکھی پھیلکی خصلت کے کچھ باطنی اور اشرف اوصاف عیاں ہوتے ہیں۔ مسٹر سٹونٹس بی بیان کرتی ہیں کہ۔

ان دنوں اور ہفتوں کی ہر ایک یاد آوری لیلیٰ لیلیٰ اور سرت اندوز ہے جب وہ ہمارے مکان واقع چلسی میں رہا کرتے تھے۔ فی الواقع وہاں کی صحبت کچھ ایسی سچید و لبسگی سے معمور تھی کہ ہمارے مکان کو اپنے آخری ایام میں وہ خود بڑے شوق سے ”فرح بخش کوٹھی“ کہا کرتے تھے۔ وہ ہر شخص کو مخطوط کرتے تھے حتیٰ کہ ہماری بھی جنکے مزاج میں بڑی تسانت تھی اپنے چھوٹے بھائی کی اچھل کود و دیکھو دل میں خوش ہوتے تھے۔ اور ایک بزرگ انکا چ لیڈی جو ان سبے اعتدالیوں کی عادی تھی مگر میا ختہ آپر فرقیہ ہو جاتی تھی وہ سوائے اسکے اور کوئی اعتراض نہ کر سکی کہ ”جان لارنس ایک الماس ہیں مگر ناہموار“ اور یہ وہ محبت سے کہتی تھی۔ جب وہ گھر میں رہتے تھے تو کوئی کام نہیں کرتے تھے اور کالج میں کسی شیطنت کے لیے بطور سزا انکو جو کام کرنے کو دیا جاتا تھا اسکو وہ اپنے گھر کے دوسرے چھوٹے لڑکوں کے سپرد کر دیتے تھے اور ان لڑکوں سے جیسا بن پڑتا تھا اسی طرح فارسی حرفوں کی نقل کر دیتے تھے۔ انعام کی جو شد و کثرت وہ اسکول کی ہر ہر سجاوہ درس کے ختم ہونیکے بعد لایا کرتے تھے وہ مجھ کو خوب یاد ہیں۔ ان کتابوں کا جب ذکر آتا تھا تو وہ کہا کرتے تھے کہ ”یہ لیلیٰ لیلیٰ کی کتابیں ہیں اور سب کی سب انھیں کو دی جائیگی اگر انکا باعث نہوتا تو مجھ کو ایک کتاب بھی نہ ملتی میں انھیں کے بھر دے پر کام کرتا ہوں اور انھیں سے ایک ایک کتاب انھیں کو ملیگی“ اسی طرح کی بڑا درانہ شکر گزاری کا اقرار اس اعزاز (یعنی طلائی تمغہ) کے بارے میں انھوں نے کیا تھا جو لیلیٰ لیلیٰ بنی کالج سے بیشتر انیش انکو مل سکتا تھا اور جو وقت وہ کلنٹن میں پہنچے تو کتابی سے قدیم کوچ کے پاس شکر گزاری کے ساتھ انکو ہدیہ دیا اور کہا کہ ”لیلیٰ لیلیٰ یہ سب آپ ہی نے حاصل کی ہیں۔“

باب دوم

ایام ملازمت دہلی سید لیلیٰ لیلیٰ

اب ہم ان محدودے چند تحریرات کی مدد سے جواتے دراز زمانے کے بعد دستیاب ہو سکتی تھیں

لاہور میں آنی پرشیا دہلی میں ہے جس سے میں اکثر صحبت رکھتا تھا اور جسے ایک مرتبہ آنی پرشیا دہلی کے پڑائے گھاس کے قطعہ پر حرف چنی کے سامنے رکھے تھے اور آپ نے اسکی مستدی اور ظرافت پر اسکو چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے کہا وہاں ہاں مجھے یاد آیا وہ کوئی بُرا آدمی تھا اور ایکے بعد انہوں نے بڑے زور سے ایک قطعہ لگایا اور آخر میں یہ بات کہی کہ ”لیکن ہمارے اور سب طالب علموں کی کیا گت ہوتی جو اچھے کہلاتے تھے“

سٹر جان لارنس ٹریوینن جو جان لارنس سے دو برس پیشتر پلٹنے کی کالج سے نکل گئے تھے انکی ایک چٹھی سے چند دوچھپ باتیں اس مقام پر درج کر دینے قابل ہیں۔

ہینری پلٹنے کی سب سے زیادہ عمدگی یہ تھی کہ وہاں ساری کیفیتیں دیہات کی تھیں مجھے معلوم ہے کہ طلباء کالج کے پچاس پر شام کو آدھ گھنٹہ تک اکٹھا کھڑے رہ کر قرب و جوار کے جنگلوں میں بلبوں کی صدا میں مٹا کرتے تھے گرمی کے دنوں میں برائی ہوٹن کے مرغزاروں میں جا کر دریا کے کنارے بیٹھ کر ایک بڑی تفریح تھی اور مجھے یاد ہے کہ جازے کے دنوں میں دوا علی اور دوا دانی در سب کے طالب علموں میں ہر روز گھنٹوں گنبد ہوا کرتا تھا اور آخر کو انہیں مخالفت پیدا ہوتی اور سو قوف کر دیا گیا لیکن ہوا خوری کے لیے ہر موسم میں ہم لوگ چاروں طرف دور دور جا کر ٹھٹھے پبلوائی کی کثرت کا آن ایام میں ایسا دستور تھا جیسا آجکل ہے اور اگر ہینری پلٹنے میں یہ دستور کم تھا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ جس پر فضا اور خوش سوا دلک میں وہ کالج واقع تھا اسکی طرف لوگوں کو زیادہ تر ترغیب ہوتی تھی جس شیطنت کے لیے بعض طلباء زیادہ آگست نہاتے وہ وقتوں میں ایک طور کے نمک کا کھیل جوڑ کے ایک گھوڑا آگے اور ایک پیچھے جوت کر شیطنت کے لیے کھیلے ہیں) کا اکٹھا تھا۔ مجھکو ایک مرتبہ کا واقعہ یاد ہے جس سے اس زمانہ میں میں بہت مغلوط ہوا تھا اور یہاں بھی اسکا ذکر قابلِ وجہ ہے۔ دو طالب علم ہینڈلنگم کہتے ہوئے چلے جاتے تھے راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ پادری نے بائیں چلے آتے ہیں وہ سمجھے کہ پادری صاحب ضرور کھو بلائیگے اسوجہ سے وہ سوچنے لگے کہ اسوقت کیا کھانا چاہیے آخر کو جب تنبیہ کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی صفائی کے لیے یہ بیان کیا کہ ”حضرت جسوقت دو گھوڑوں کو برابر جوت کر لگتے ہیں کوئی عیب نہیں تو ایک دوسرے کو آگے پیچھے کر کے ہانکنے میں کیا مضائقہ ہے۔“ پادری نے بائیں سنٹ پنا کر رہ گئے۔ سوائے اس کے اور کچھ کہتے نہ ہیں پنا کر کہ ”وہ وقت ہم خود ہی شیطان کا چر نہ ہے۔“

اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ جو ہینڈلنگم اسکول بجائے قدیم انڈیا کالج واقع ہینڈلنگم کے قائم ہوا ہے اس میں کالج کے افتتاح کے لیے کرو نمبر ۱۷ (نشان دہی) کی دیوار میں جہاں پہلے مسٹر عیسوی میں جان لارنس رہتے تھے ایک پیل کی تختی لگائی گئی ہے اور اس میں یہ الفاظ کندہ ہیں کہ ”جان لارنس مسٹر“ اور جن خواجگاہوں میں وہ طالب علم رہتے تھے جو طلبائے ہینڈلنگم کے نام سے موسوم ہیں اور جنہوں نے بعد کو ہندوستان میں ناموری حاصل کی مثلاً فریوینٹن اور مسٹر انڈون تھامسن بائرن فریزر وکٹون یا قدیم کالج کے

واقعہ تھے اور وہاں جانیکی نہ مخالفت اور نہ اجازت تھی ان آیام میں جان لارنس کی جو عام خصالتیں اور طرز زندگی تھا انکو میں اُنکے دوست سے پہنچ چیلن کی زبانی بہت اچھی طرح سے بیان کر سکتا ہوں۔

جان لارنس کا چہرہ دروگما اور کچھ عجیب طرح کا تھا لیکن اُنکے طویل قد اور ڈبل بدن کے بدلے ڈکاوت اور ظرافت نے بہت کچھ اُنکا عیب کھو دیا تھا عام صحبتوں میں کچھ اُنکا اثر بہت نہیں پڑتا تھا اور اگرچہ اور لوگوں کی طرح وہ بعض اوقات ویریا جتنور ڈکو سوار ہو کر جایا کرتے تھے لیکن فی الجملہ درمیان کے مریج دالان اور پڑنے کے کمرے میں رہنا یا قریب کے سبز رازین اور ہر ادھر گھومنا اُنکو زیادہ پسند تھا اکثر کالج آفٹن کے لپٹو مختلف کیسل کھیلا کرتے تھے اور وہ خراب بیڑ شراب جو یہاں اور قریب کے مسافر خانوں میں میرا سکتی تھی آخری آیام میں جب وہ اپنا وطن چھوڑے ہوئے بنگال مدراس بمبئی میں مقیم تھے تو اُنکو اکثر بافسوس یاد آیا کرتی تھی۔ اس زمانہ میں لارنس کے مزاج سے ایریش لوگوں کی خوب بہت ظاہر ہوتی تھی اور پہلے پہل اپنے راز دان دوست ستر چارلس ٹاڈ کے ساتھ جو تھوڑے دنوں تک ہندوستان میں ملازمت کر نیلے بعد قضا کر گئے مجھ کو سنیت پیکرین ڈن لین عالی شان ویدار زندہ جاوید شاہ ولیکم اور کاراز مودہ اطفال ڈیرنی وغیرہ تو اُن سے آگاہ کر نیو وہی لیکے تھے کند ذہنی اور ناواقفیت زبان بنگلہ سے جسکا عذر قابل شنوائی نہیں ہے اس آخری بات میں میرا نمبر چٹا اور جان لارنس کا تیسرا ہوا۔ اس ناکامی کے متعلق میں ایک بہت دلچسپ قصہ بیان کرتا ہوں ہمارے زمانہ تعلیم کالج کے اس بڑے آخری دن ۲۸ مئی ۱۸۶۹ء کو میرے والد پرنسپل کالج کے مزاج میں عجیب ظرافت سائی۔ باوصف اس ناکامی کے جسکا میں نے اوپر بیان کیا ہے میں نے ایک بڑے عظیم الشان جلسہ کے روبرو ایک مضمون پر جسکے لیے انعام مقرر کیا گیا تھا کالج کے ہال میں ایک لکڑیا اور وہ مضمون یہ تھا کہ ”رومیوں نے جو اقتدار مغرب میں حاصل کیا تھا وہی اقتدار بریتش نے مشرق میں حاصل کیا۔“ میرے والد نے اپنا چہرہ خشن بنا کر جان لارنس کے پاس جا کر دنگی سے کہا کہ ”کیون بے بد معاش تو میرے بیٹے پر سبقت لگیا۔“ جان لارنس نے جبتہ یہ جواب دیا کہ ”وہ ڈاکٹر ہیں جیسا یہ اپنے اپنے اعمال میں گستاخی معاف پرنسپل میرے برابر مستعد نہیں رہے۔“ پرنسپل نے کئی مرتبہ اپنے بیٹے کو جو تنبیہ کی تھی کہ تم اس طویل القامت ایریش کے ساتھ گھومنا کرتے ہو اُنکو جان لارنس نے اپنے خوب ہی ڈھالا اس بات پر مجھے ایک اور قصہ یاد آیا جب میں غدر کے سال ۱۸۵۷ء میں رخصت فرلوپرو وطن میں تھا تو اس زمانہ میں ایک رتبہ مشرئی باس کی ملاقات کے لیے جو عرصے سے ہیلیئر نی کالج کی پرنسپل چھوڑ چکے تھے اور اس عہدہ پر میرے والد کے جانشین رہے تھے پرنسپل کو گیا۔ جو لوگ اس شخص کو پہچانتے اور اُنکی طرفہ کرخت آواز اور کان پر ہاتھ رکھے رہنے کی عادت کو جانتے ہیں وہ آسانی سے اس احوال کا قیاس کر لینگے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ”یہ جان لارنس کون شخص ہیں جسکا استعد ذکر مہور ہا ہے۔“ میں نے جواب دیا کہ ”آپ کو وہ دراز قدر

بابت پاس کر لے چنانچہ دوبرس مشیر چارٹن ٹرنوولین کو یہی ناموری حاصل ہوئی تھی۔ جان لارنس
نگال کے لیے تیسرے نمبر میں پاس ہوئے اور اس پر ان کے دوستوں اور خود جان لارنس کو دلجمعی ہوئی
ان کے معاصرین میں سے زیادہ نامی گرامی جان ٹھاکرٹن (جو بعد کو خلیفہ ٹائمنس کے سکریٹری
کے نام سے مشہور ہوئے) تھے۔ اور یہ صاحب مالک مغربی شمالی کے بڑے نامور لفٹ گورنر گذرے
ان کے سوا یہ لوگ بھی بہت مشہور ہوئے جیسے ڈورڈ ٹھاکرٹن جان ٹھاکرٹن کے بھائی جو جان لارنس کی حکمت
پنجاب کے زمانہ میں ان کے ایک بڑے لائق نائب اور ایک بڑے ہی نازک زمانے یعنی ایام غدر میں ان کے
شریک رہے تھے۔ ٹرنوولین اپنی انجوز تھیں یہ بھی پنجاب کے کسٹمر تھے۔ مائزٹن گیشن مشہور کسٹمر اور وہ۔ ولیم فریزر جیول
بمبئی کے ممبر ہوئے تھے۔ جان میور جنھوں نے اداکل عمر ہی میں بطور عالم ہنجر علم سنسکرت کے نوڈپ بمبیر
شہرت حاصل کی۔ ڈالڈ ٹیکوٹو جو لارنس کے نہایت ہی مقصد مددگار پنجاب اور ان کے جانی دوست تھے اور بالآخر
راجپوت پٹن پرنسپل میلبورن کے فرزند جو بعد کو کامیون کے مشہور کسٹمر رہے تھے۔ ٹینٹن پٹن پٹن میں اسی دن
داخل ہوئے تھے جس دن جان لارنس داخل ہوئے تھے۔ وہ اپنا رفیق نہیں کو کہتے تھے اور میں اس زمانہ کے حالات
پٹن پٹن کو جو بیان کیا ہے تو انہیں کب بدلتا ہوں کہ کاجن لوگوں کے نام میں بیان کیے ہیں انہیں ایسے لوگ بہت کم تھے
جن سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اقل درجہ جان لارنس کے برابر ناموری حاصل کر سکیں گے۔ یہ ایک مشہور بات
کہ جان لارنس نے اپنے معاصرین پر بخوبی وہ نقش پیدا کر دیا تھا جسکو ڈورڈ ٹھاکرٹن ان کے حالات کے
متعلق یاد رکھتے تھے اور وہ یہ ہے کہ ڈورڈ ٹھاکرٹن نے انکو اکثر ان کی عجیب ہیئت سے اس دروازہ کے راستہ
کے بیچ میں دیکھا جو درمیان کے مربع والاں سے پڑنے کے کمرہ کو گیا ہے اور اپنی عادت ہی سے وہ اس امر کی
یہ بات بہت نا اراودنی الواقع کمال دلچسپی کو ٹینٹن سے جنھوں نے آئندہ زمانہ کے گورنر جنرل کے ساتھ دوستی
کی تھی ان کے والدین نے پرنسپل میلبورن کی کالج اکثر کیا کرتے تھے کہ مجھے بڑا افسوس معلوم ہوتا ہے کہ تم ہر وقت مطالعہ اوقات
پر ٹینٹن کے ساتھ لگے رہے ہو اور کسی باقاعدہ طالب علم کے ساتھ نہیں رہے ہو جن لوگوں کو خود شوق تھا اپنا زیادہ کیا
ی نہیں ہوتی تھی۔ ایک بچہ لکھون کا دنیا ختم ہو جاتا تھا اور باقی حصہ دن کا زیادہ تر لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا جاتا تھا
ایک سبز وزار کے درمیان واقع تھا جہاں تازہ ہوا صفت کی تھی یہ ایک ایسا ملک تھا جہاں ہمیشہ سہ پہر کی
نست طاری رہتی تھی چنانچہ ٹرنوولین نے بیان کیا ہے کہ یہ مقام شگشتی کے لیے بہت موزون تھا
نستل سے جان لارنس کو بڑا شوق تھا لیکن بعض اوقات وہ یہاں سیر کرنے کے سوا قرب و جوار کے تین
جوں سے بڑا شوق اور یہ سندن کی سیر کو بھی جایا کرتے تھے جو کالج سے تھوڑی ہی دور دراز فاصلہ

پھر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ پروفیسر دن کو پڑھانیکے لیے بہت عمدہ شاگرد یعنی سولہ برس سے لیکر اٹھارہ برس تک کے نو خیر طلبا ملے تھے وہ اکثر اوقات اپنے شاگردوں کی بتائی ہوئی باتوں پر بحث کیا کرتے تھے اور ہندوستان کے دور اندیش سولیلیٹوں کا علی العموم یہ قول تھا کہ ایسی کم عمری میں ہیلیئیری کے طالب علموں کی تعلیم نہ ہوتی تو اس سے اور بھی زیادہ فائدہ ہوتا اور وہ بہت شوق سے وہاں جایا کرتے۔

جب جان لارنس ۲ جولائی ۱۸۲۷ء کو پہلے پہل روانہ کالج مذکور ہوئے تو انکے بڑے بھائی ہنری لارنس انکی خبر گیری کے لیے ساتھ گئے اور چونکہ خود بڑے شوقین اور مستعد تھے اس وجہ سے جان لارنس کے ساتھ کتب خانہ میں بڑی دیر تک ٹھہرا کیے اور بہت سی راز کی باتیں جنکو وہ سمجھتے تھے کہ آئندہ امتحان میں بکار آمد ہونگی سمجھاتے رہے۔ لیکن ہنری لارنس کو جسقدر سمجھا دینے کا خیال تھا جان لارنس کو اتنا سمجھ لینے کا خیال نہیں تھا۔ ایک اور مشتاق شخص نے جب یہ کیفیت دیکھی تب ہنری سے کہا کہ ذرا میرے بیٹے کی طرف توجہ کیجئے چنانچہ ہنری نے اسکا کہنا مان لیا اور جو باتیں جان لارنس کو بتاتے تھے وہ اسکو بتا دیں جن سوالات پر ہنری نے بحث کی تھی اتفاق سے وہی سوال امتحان میں آئے اور اس مدرسے اس طالب علم کو امتحان میں جو کامیابی حاصل ہوئی اسکو وہ بہت مشکور ہوا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ اسی سبب سے مجھکو کامیابی حاصل ہوئی۔ جان لارنس بھی امتحان میں غنیمت رہے مگر کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کی۔

اس زمانہ میں نوجوان سولیلیٹوں کی ہندوستان میں اسقدر ضرورت تھی کہ ہیلیئیری میں رہنے کے لیے حسب معمول جو چار امتحان لینے دو سال تک قیام کرنیکی مدت مقرر تھی وہ آدھی بلکہ اس سے بھی کم کر دی گئی یعنی اٹھارہ برس کا جو طالب علم ہوتا اور ضروری امتحان عمدہ طرح سے پاس کر سکتا اسکے لیے اتنے دنوں بھی پڑھنے کے لیے ضرورت نہ تھی۔ اس آخری شرط کو جان لارنس نے پہلے ہی سال پورا کر دیا تھا لیکن چونکہ انکی عمر سترہ برس کی تھی اسواسطے انکو مجبوری ہیلیئیری میں رہنا اور اس بات کو دیکھنا پڑا کہ انکے ہمعصرون میں بیس شخص اور پاس ہو کر چلے گئے اس دو سال کے زمانے میں نہ تو انھوں نے کچھ زیادہ سستی اور نہ بہت چستی ظاہر کی انھوں نے چند انعام اور تمغے پائے مگر اسقدر نہیں پائے کہ لوگوں کا خیال انکی طرف شوجہ ہوتا یا یہ اثر ثابت ہوتا کہ وہ آئندہ زمانہ میں کوئی بڑی بھاری کامیابی حاصل کریں گے۔ دوسرے امتحان میں انھوں نے تواریخ اور ہنگالی زبان کی بابت انعام پایا تیسرے امتحان میں پھر ہنگالی زبان کی بابت انعام ملا اور سیاست مدائن میں دوم نمبر رہا۔ چوتھے اور آخری امتحان میں تیسری مرتبہ ہنگالی زبان کی بابت انعام حاصل کیا (اس زبان سے انکو چنداں فائدہ حال نہیں ہوا کیونکہ آئندہ زمانہ میں انکو پنجاب سے سابقہ پڑا)۔ قانونی امتحان کی بابت طلانی تمغہ حاصل کیا ہیلیئیری کے محنتی اور اولوالعزم طالب علم کی سب سے زیادہ خواہش یہ رہتی تھی کہ پہلا امتحان خاص اپنے احاطہ کی

پہلا بابہ اللہ ناریت

نکری گئے۔ شام جان لارنس کی زندگی کا یہ ایک بڑا گارتھا وقت تھا۔ وہ مریضہ کے کوچ کے پانہتی بیٹھے ہوئے
 بڑی سرگرمی سے اس وقت طلب مسئلہ پر بحث کرتے تھے کہ بول شرف کا جو عہدہ اٹکو دیا جاتا تھا قبول کر
 یا کریں۔ انھوں نے اپنی ”بالک ہٹ“ کو کام میں لا کر کمال اصرار کے ساتھ اسطور پر کہ انکے قطعی ارادوں میں کسی
 طرح کا شہ باقی نہ رہ جائے اور شام اس بات کی دلیرانہ کوشش میں کہ جس رضامندی کو وہ ضروری اور لا بدی سمجھتے
 وہ حاصل ہو جائے چلا کر یہ کہا کہ ”میں سپاہی کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور وہی پیشہ اختیار کر دنگا“۔ باہینہ عاقبت
 انڈیش مشیر نے اٹکو اور ہی صلاح دی اور انے اصرار کے ساتھ کہا کہ تم بلا تا مل اس عطیہ کو قبول کرو کیونکہ اس
 ایسے ایسے فائدے ہیں جو فوجی ملازمت میں کبھی نہیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بہن کے کہنے کے
 سوا اور باتوں کا بھی اپنا ایسا اثر پڑا کہ اپنی ذاتی خواہشوں اور ولولوں سے باز رہنے پر وہ راضی ہو گئے لیکن طوعاً
 و کرہاً اس امر کو انھوں نے اصل میں پیشیا ہی کے کہنے سے قبول کیا۔ فی الحقیقت پیشیا ہی نے جان لارنس
 خیال بدل دیا اور انکی آئندہ ماموری کی صورت قائم کر دی۔

نبا برآن جان لارنس ہینلبرنی کو اور انکے رنگرائل کے دوست آیشی تن نہا ائیڈ ٹکونٹ کو گئے
 ایسٹ انڈیا کالج واقع ہینلبرنی میں کچھ ہی عیوب کیون نہوں لیکن اس زمانہ میں اس کالج سے بڑے بڑے
 م نکلے اور میرے نزدیک اب تک اس کا قائم مقام کوئی کالج نہیں پایا گیا۔ اس سے لوگوں میں فوجی جوش اور
 لے لرا دون میں اتفاق پیدا ہوا ہمیشہ کی دوسری کی بنا بڑی اور جواہم کام کسی ملک یا کسی زمانہ کے فوخیروگوں پر اثر ہے
 میں مشغول ہونیکا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ یہ کالج اس زمانہ میں اسچے اسچے محلوں سے معمور تھا ڈاکٹر جوزف ہینلبرنی
 دینی کالج واقع کینٹبرج کے فلوٹھے وہ اس کالج کے پرنسپل تھے اور انکی ماتمی میں لائق پروفیسروں کا ایک گروہ مقروفا
 فیسروں کے ذیل میں ریڈرڈنسی ڈیپوٹنی ہاس ڈین اور پروفیسر علم ریاضی ریڈرڈنسی ڈیپوٹنی ڈاکٹر دوم رنگر پروفیسر
 بیات و علم کیا جوا یک بڑے ہوشیار اور عقل شخص تھے ڈیپوٹنیسن جو حال میں سرخسینکینکاش کی جگہ قانونی
 سر تھے اور بعد کو فرانسیس خفیری کے داماد اور اخبار ریڈرڈنسی ڈیپوٹنی کے ادیشر ہوئے۔ اور ریڈرڈنسی ڈیپوٹنی آرمشس
 و لیکل ایکٹوئی جو اس علم اور علم تواریخ کے پروفیسر رہے تھے یہ سب لوگ شامل تھے مشرقی علوم کے
 ون میں میرزا ابراہیم کا نام بالخصوص قابل ذکر ہے جو ایک عالم متبحر اور ہر امر کے اعتبار سے ایک نامی شخص
 لوگ ان مشرقی استادوں کے بہت مشکور تھے کہ اس قلیل وقت میں جو ان زبانوں کی تعلیم کے لیے متور
 فون نے عربی سنسکرت فارسی ہندوستانی بنگالی اور تلنگانی زبان سیکولی۔

اس بات کو لوگ فوراً یقین کر لینے کہ ایسے نامی گرامی پروفیسروں کے ہونیے ملک کے بڑے بڑے
 ہینلبرنی کو جاتے تھے خاص کر کے یورپ کے تمام حکماء اور مدرسہ اکتھتہ کے بکلاء مشیر

نکے باپ نے اپنے زخم دکھائے اور فوجی ملازمت کی نگہبندوں کا ذکر کیا کہ یہ مجھ پر گزر چکا ہے اور اس پر بھی سوا سے ایک ستر تین کے اور چھ کو کچھ نماگر اکی بائیں کچھ سو مند نہوئیں۔ اس طرح ہنری لارنس نے جو ابھی پہلی اولی لڑائی میں ہوا ہو کر ہندوستان سے واپس آئے تھے اور اپنے ایسے اکثر اولو الغم اور لائق نوجوان افسران کی طرح اس بات کے سنا کی تھے کہ اس جینہ کے افسران کی نالائقی اور تشدد پابندی قواعد سے ترقی کی راہ بالکل مسدود رہتی ہے ایسی ایسی دلیلیں بیان کیں جسے بجائی پر بہت بھاری اثر پڑیکا گمان کیا جاسکتا تھا یعنی یہ کہ سیول سروس میں لیاقت اور طبیعت اور کارروائیاں دکھانیکا بڑا بھاری موقع ہے لیکن انکی نصیحتیں بھی بی سود ہوئیں۔ جان لارنس اپنے اردو پر قائم رہے اور اگر نکے باپ اور بجائی سے بڑھ کر کسی کج کنی جاؤ ڈالنے والا ہوتا تو احتمال یہی ہے کہ وہ آخر وقت تک اپنی ہی بات پر قائم رہتے اور ایک وقت ہندوستان کو اگرچہ ایک نیا بھاری خزانہ مٹا کر ایک مدبر اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اسکے ہاتھ سے جاتا رہتا۔

اسکا جو کچھ انجام ہوا اسکا حال میں ایک چشم دید گواہ کی زبانی بیان کر سکونگا۔ یہ گواہ لارنسوں کے ایک بڑے قدیم اور جدید رفیقوں میں سے تھی جو اتفاق سے اس اہم معاملہ پر بحث ہوئی کے وقت کٹیفش میں موجود تھی۔ جو اثر جان لارنس کی تمام زندگی پر پڑا اور جس نے انکو حوصلہ دلایا اسکی شہادت اسی مسماۃ کے بیان سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اسکا حال مندرجہ ذیل عبارت سے منکشف ہو جائیگا۔ مسماۃ مذکورہ لارنس پتی بیان کرتی ہیں۔

جان لارنس کی بڑی بہن عجب بی بی تحسن دل اور طبیعت پر قادر تیر فہم اور اسپر بھی صاحبہ عقل سلیم اور صاحب الکرار روشن دماغ اور شائستہ اور ہر ایک بیماری اور عہدہ سے کی از بس شائق تحسن خلاصہ یہ کہ ان میں عورتوں کے حلم اور نیکی کے سوا اپنے سپاہی پیشہ بھائیوں کے اعلیٰ اوصاف بھی پائے جاتے تھے اور حسب اتفاق کبھی کبھی صحیحہ بین میں انکو شریک ہونا پڑتا تھا انہیں انھوں نے بہت کچھ فائدہ اٹھا کے مسٹر ڈکسٹون کے مکان پر بخوبی اور اپنی اسون کے ولبر فورٹن اور تھارٹن خاندان کے لوگوں سے انکو اکثر ملاقات کا موقع ملا۔ وہ عرصہ سے یہاں بیمار پڑی تحسن اور ان لوگوں کے طریقہ اور طعنانہ کلام بستر علالت پر لیئے لیئے سنتی جاتی تھیں۔ رشامہ انکا بجائی ہنری جو خصلت اور مزاج میں اپنی بہن سے بہت ہی مشابہت رکھتا تھا اس سے بڑھ کر انکا کہنا ماننا تھا۔ لیکن جان لارنس بھی باوصف اس امر کے کہ انکی آزاد مزاجی جو آخری ایام میں ظاہر ہوئی وہ اوائل عمر میں ترقی حاصل کر چکی تھی انکو بہت مانتے تھے۔ ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ بہن نے کہنا یا بتایا جان لارنس نے اسکو بھی میں باندھ رکھا۔ اسوقت فرض منصبی اور میلان طبعی کے درمیان جو سخت نزاع درپیش تھی اسکے بارے میں بڑے شوق سے ارباب خاندان کی صلاح لیگٹی۔ لیڈیشیا کے کردین اسوقت جو کیفیت یہی تھی دیکھنے والے کبھی اسکو فراموش

تو تری ویرین ہمارے ہاتھ بالکل ختم ہو گئے تھے کوشش کی کہ پلٹ چلین مگر پلٹنا کس طرح سے ممکن نہیں تھا۔ ہم نے ایک دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالی اور اس کے بعد ہمت باندھ کر آگے بڑھے لیکن بار بار دیکھتے جاتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں میں کوئی گڑھ تھا یا نہیں کیونکہ ہاتھوں کے ٹھنڈے کی وجہ سے کوئی شے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کسی نہ کسی طرح سے ہم چوٹی پر پہنچنے میں مددگار سے ایک نے دوسرے کی طرف نگاہ کی اور چپ چاپ آگے بڑھے ہوئے چلے گئے۔ جس ہونہار لڑکے نے اس طرح خاموشی اختیار کر کے دل ہی دل میں سوچنا شروع کیا تھا وہ (جیسا کہ بعد کے معلوم ہوگا) وہی شخص تھا کہ جو وقت قدر شروع ہو جانے کی خبر تار برقی کے ذریعے اسکو پہنچی تو اس وقت بلکہ اس تمام دن اس نے اپنے اس دوست اور جلیل القدر افسر سے جو اس کے ساتھ تھا ایک بات بھی نہ کہی بلکہ اپنے دل ہی دل میں سوچتا اور اس امر پر غور کرتا رہا کہ یہ معاملہ کی قدر تازہ کچھ ہے اور اس کے علاج کی کیا فکر کرنا چاہیے۔

۱۸۴۷ء سے جان لارنس کی حالت زندگی میں انقلاب پیدا ہونے لگا۔ جان پرنسٹون جو اس خاندان کے ایک بڑے قدیم رفیق تھے جس نے احاطہ در اس میں اعلیٰ عہدہ پر عروج پایا تھا انگلستان میں واپس آئے بعد انیشٹریٹنگ کمپنی کے ایک ڈائریکٹر اور پارلیمنٹ کے ایک ممبر مقرر ہوئے اور اس طور پر جو سوخ اور دولت انکو حاصل ہوئی اسکو انہوں نے بارہ رعایت ان لوگوں کی فائدہ رسانی میں استعمال کیا جن کے درمیان انکی عمر کے بہترین ایام بسر ہوئے تھے۔ خاص کر کے دو کام انہوں نے ایسے کیے جنکی بابت انکا نام ان لوگوں کے درمیان بشکوری قابل یادگار ہے۔ یہ دونوں کام ایسے تھے جنکی نسبت شاید لوگ سوال کر سکتے ہیں کہ دونوں میں بھاری کون تھا انہوں نے پارلیمنٹ اور دوسرے مقاموں میں کوششیں کر کے لارڈ ولیم بنٹن کے ذریعے سے رسمی موقوفہ کراوی اور لارنسوں کو ہندوستان بھجوا دیا۔

۱۸۴۷ء میں لارنس نے ان تینوں بھائیوں کو پہلے ہی عہدے مل چکے تھے اور وہ ہندوستان جا چکے تھے۔ لارنس نے لارڈ جانج ر سالہ میں اور ہرنی نیپال اس امر کے کہ مبادا کوئی بیشک کہ لارنسوں میں سے ایک بھی توجہ نہ کا امتحان پاس کر سکا اس شاخ وزارت میں جو علم حکمت سے زیادہ فطرتی تھی بھرتی ہوئے۔ اب جان کی باری تھی لیکن ایک فوجی عہدہ کے بدلے ہندوستانی سول سروس میں جگہ دینے کا ایجاب کیا گیا جس سے انکو بڑی حیرت اور بیدلی ہوئی ان کے والد بزرگوار سپاہی رہے تھے اور اس طرح ان کے تینوں بڑے بھائی بھی بھاری کام پر مقرر ہوئے۔ وہ اپنے باپ کی لڑائیوں کو سن چکے تھے کتب سیر و تواریخ پڑھ چکے تھے اور لندن ڈیڑھ سیکول کی محبتیں اٹھ چکے تھے ان سب باتوں کی وجہ سے انکا دل فوجی ولولوں سے بھر گیا تھا اور اپنے دل میں مانے ہوئے تھے کہ اگر ہندوستان کو میں جاؤں گا تو سپاہی کی حیثیت سے جب آؤں گا تو نہ آؤں گا نہ کبھی نہ لوں گا۔

رنگینِ ازل میں جو کمیل تماشے ہوا کرتے تھے وہ قوایلِ کلب سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔

یہاں لڑائی اور کیکٹ (گوئے چوگان کا کھیل) وغیرہ بہت کم ہوتا تھا۔ گولیان پیرزئرس میں (رگبی) اور تنگ بازی یہ خاص کھیل تھے۔ جان لارنس اول دو کھیلوں میں بڑے مشاق تھے اور کبڈی میں تو ہم ان اس طرح ورہتے تھے کہ بڑی دگلی ہوتی تھی۔ ہم لوگوں کے پاس ایک بڑا بھاری تنگ تھا جسکو ہم سب لوگ یعنی پانچ چار کے ملکر سنبھالتے تھے۔ پُرانے اصطبل کا جو بڑی دوزنک سلسلہ چلا گیا تھا اس کے دروازے میں ایک بڑی بھاری زنجیر لگی تھی جسکا کنارہ پکڑ کر ہم میں سے کوئی شخص تمام نین سکتا تھا۔ تنگ اس زنجیر سے باندھ دیا جاتا تھا جو بعض اوقات اسکو گھنٹوں کھینچ رہتا تھا۔ اسکول میں جان لارنس اپنے ہم کتبوں سے جو دلی مہربانی رکھتے تھے اس کا حال انکے آخری ایام میں ایک قصہ شکر بھر پوری یادداشت میں تازہ ہو گیا۔ سوتھ گینٹ میں انکی بھانجیاں جس آؤن کے سپرد تھیں اسکی ایک بہن پیرزئرس میں بیمار پڑی اور جان لارنس کو معلوم ہوا کہ وہ نہایت بے بسی کی حالت میں ہے اور کوئی اسکا خیال نہیں ہے۔ چنانچہ سر جان نے انگلش سفارت کے پادری کو لکھا کہ آپ اسکو تلاش کر کے کسی ایسے مکان میں جگہ بھیجیں جہاں اسکو آرام ملے اور اسکے علاج کا مقول ترین بندوبست کر دیجیے اس میں جو کچھ خرچ ہو گا وہ میرے ذمہ ہے۔

ریگنڈاں کے ایک اور ہم کتب یعنی ریوینڈ ایشبی ایلیس نے جو اوورزن واقع بنگلہ ٹاؤن کے وکاز (محکمہ پادری) تھے انکی بیان کی ہوئی دو چار باتیں اس مقام پر قابل ذکر ہیں۔

زنگر اُن میں لارنس کے پوچھنے کے بعد ہی میرے اُنکے بڑا ربطا دار بٹا پید ا ہو گیا اور جبوقت ہندوستان کو جہاں وہ بھی جانیوالے تھے میرا جانا قرار پایا اور یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو ایک ہی کام کرنا پڑیگا تو ہماری دوستی اور بھی مستحکم و مضبوط ہو گئی۔ وہ بالطبع پیہہ دہن تھے اور میری بھی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ ہم دونوں آدمی باتیں کم اور غرض فکر زیادہ کرتے تھے۔ بنگو یا دہے کہ ایک مرتبہ وہ ناک بھون چڑھائے بڑے غصہ میں میرے پاس آئے اور مجھے بیان کیا کہ ماسٹر نے مجھ پر کچھ فاسد گمان کیا ہے۔ میں حقیقت چال سے واقف تھا اور میں نے سمجھا دیا کہ وہ تم بیشک بی قصور ہو لیکن سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ تم اپنی گردن اور پچی کر کے ثابت کرو کہ ایسی ناشائستہ حرکت میرے شایان نہیں ہے۔ طالبعلی کے زمانہ میں میرے اور اُنکے درمیان راہ ورسم کا پیدا ہونا بہت غنیمت تھا۔ اُنکے اہالیان خاندان مقام کلشن میں جو میرا وطن ہے اگر مقیم ہوئے اور ایام تعطیل میں ہم لوگوں کا ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔ ایک روز بگال بال بچکے۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایام تعطیل میں ہم لوگ کلشن کے گرم چشموں کے اُس پار دامن کوہ میں سیر کر رہے تھے۔ جب ہم سینٹ وینٹ مین تھے جہاں فی الحال معلق پل بنا ہے تو ہم کو یہ مجنونا نہ خیال پیدا ہوا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھیں جاڑے کی فصل تھی زمین پر دو تین اونچ گہری برف جمی تھی اور ہم تھوڑی دور بھی نہ چلنے پائے تھے کہ ہمارے ہاتھ ٹھہرنے لگے کیونکہ پہاڑ پر سیدھا چڑھنا ممکن نہ تھا چٹانوں کو اور چٹانوں کے سنگافون کے اندر جو گھاس لگی ہوئی تھی اُسکو تھام تھام کر چلنا پڑا تھا۔

موت شامین شہر بانٹو سے چومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ طرز عمارت مکملہ الزیچہ کے وقت کے
 کی سی ہے اور چونکہ اسکے اندر ایک بڑا بجاری والاں اور باہر پائین باغ اور اسکے سوا اور بڑے بڑے
 ت انسی کے متعلق واقع تھے اس سبب سے وہاں کے رہنے والوں کو سیر و تفریح کی کافی جگہ تھی
 زنت منگھیری جو جان لافس کے یار غارتھے اور اسکے سوا اور ذوالکثیرین وہاں انکے ہمراہ گئے ان
 عسرون سے جو چند لوگ زندہ باقی رہ گئے تھے انہیں سے ایک شخص یعنی سسر و لکھن سے
 تین کر کے آٹکا سندرجہ ذیل حال معلوم ہوا۔

جان لافس بڑے طویل القامت شخص تھے جبکہ آٹکا کو نہ چہرہ دیکھ کر بڑی حیرت معلوم ہوتی تھی۔
 وہ جہان خراج کے اکثر تھے وہاں رحم دل بھی تھے اور جہان تندرناج تھے وہاں نیک سیرت بھی تھے ہم سب
 میں بڑی تکلیف سے رہتے تھے ہمارے سونے کے کمروں میں ایسی سردی تھی کہ اگر پانی وہاں رکھا جاتا تھا تو نیم
 جاتا تھا اور ڈاکٹر صاحب کہا کرتے تھے کہ تم لوگ ایسے تندرست ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ ہر کمروں میں تازہ ہوا آتی
 یہ بات کس قدر صحیح تھی کیونکہ ہماری کمروں کے دروازے پتھر کے تھے بیچ میں ایک آہنی صلاح آمد و رفت کرنے کے لیے لگی تھی
 لافس نے کسی ترکیب سے اسکو ایسا ذمیا کر لیا کہ جب چاہا نکالا اور جب چاہا لگا دیا کیونکہ اسکی خبر نہ پائی اور جب
 رات کو گرمی زیادہ ہوتی تھی تو وہ بخوابی کا کرتا اپنے ہوئے کھڑکی کی راہ سے نکل کے ناشپاتی کے درخت کے سہارے
 سے جدیوار سے ملا ہوا لگا تھا زمین پر اتر جاتے اور اس جگہ ایک چشمہ جو بہتا تھا اس میں نہاتے تھے۔

ہم سب لوگوں میں بڑی گاڑی دوستی تھی اور وہ ایسے جتنی آدمی تھے کہ میرا جو کام ہوتا تھا اسکے انجام کرنے پر
 مستعد ہو جاتے تھے جبکہ آٹکا میں سے بڑا شوق تھا چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اپنے اس کی فرمائش کی کہ ہمارے آتش
 کے اور ایک ابیل نے گوسلا بنایا ہے اسکو لا دیجیے۔ جان نے کہا اچھا میں نکو انڈے لانے دیتا ہوں اور یہ لکھو گوتے
 کے پاس گئے اور آتش خانہ کے اندر سے چرنا شروع کیا۔ آٹکا جسم چڑا اور آتش خانہ کا نینو تنگ تھا تو بڑی ہی دور چلا
 سلوم ہوا کہ اندر سے چرے کا راستہ نہیں ہے۔ جان نے کہا پھر مضائقہ نہیں میں نکو انڈے لانے دیتا ہوں یہ لکھو
 سی وقت سید سے کھڑکی پر چڑھ گئے میں اور میرے بھائی انکے ساتھ ساتھ کھڑکی سے نکلے اور بارہ فیٹ کی ایک اونچی دیوار
 پہر مکان کے ایک کنارے سے نکل کر آئی تھی اور والاں کے ایک طرف کی آرتھی چڑھ کر پہنچے انکو اوپر اٹھایا کہ جہانک ممکن ہو
 چپت کے قریب پہنچ جائیں وہ بخوابی کا کرتا اپنے تھے ہانوں اور انگلیں دونوں نکلی تھیں۔ اس سبب سے دیوار میں جڑ
 کوئی گرفت پائی اس کے سہارے سے وہ خود اپنے بل سے چڑھ گئے جب چپت پر پہنچے تو وہاں تڑپے پتھر لگے
 پہر گھنٹوں کے بل چلے اور آتش خانہ کے کنارے جھٹنے لگے لیکن اب مانگوں میں اس قدر وہ دھونے لگا کہ وہ کس قدر
 نہ کا اور چاکر کہا کہ اپنی ایسی میسی میں جاتے مجھ سے تواب جایا نہا یہی ہے۔ یہ لکھنا پڑا وہ فریخ کیا۔

آخری ایام میں بیان کیے ہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ یہ تو بہت قرین قیاس ہے کہ وہاں اول درجہ کی تعلیم نہ تھی بچوں سرسہری لارنس نے بیان کیا ہے کہ ”میری تعلیم تو صرف لاتین تھیں سوائے اُنکے اور مجھکو کچھ نہیں سکھایا گیا لیکن لڑکے اکثر اپنے قصور و ن کو اگر کلا نہیں تو جو ضرور اپنے نزدیک بحال دیانت داری کے ساتھ اپنے اسکول ہی سے منسوب کرتے ہیں۔ اور جان لارنس نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کے اس حصہ میں جو مجھکو دیتا ہو گیا ہے اور جسکا حوالہ میں ابھی اوپر دے آیا ہوں غالباً اس کیفیت کو اور بھی زیادہ انصاف کے ساتھ اسطورہ بیان کیا ہے۔ ”اسکول اور کالج میں سلسلہ کے ساتھ علی الاطلاق میں نے کام نہیں کیا اور عمدہ تعلیم کا جو موقع مجھکو ملا تھا اُس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ میری تعلیم گنڈہ دار رہی.....۔ جب میں کالج (پینسلوینیا) کو گیا تھا تو زبان کینیڈین اور علم ریاضی میں معمولی دستگاہ رکھتا تھا اور یونانی زبان میں خام تھا لیکن غیر سلسل طور پر میں نے بہت سی کتابیں خاص کر کے تاریخیں اور سوانح عمریوں دیکھ ڈالی تھیں اور بالعموم اپنے سن کے اعتبار سے اچھی واقفیت رکھتا تھا۔

قانونی تعلیم سے مذہبی تعلیم میں زیادہ تاکید تھی۔ ہڈا سٹر کی ایک نیک محضر بہن نے یہ تعلیم خاص اپنے ذمہ لے لی اور دو دین تین دن کے بعد خراب لڑکے کو اپنی عبادتوں میں شریک کرنے اور دعائیں مانگنے کو ساتھ لجا کر تھی جان لارنس اور سرسہری لارنس چونکہ شاگرد اور بھانجے بھی تھے اس سبب سے اُن پر دوہری توجہ رہتی تھی۔ اور سرسہری لارنس شکر مہی کو خوب یاد ہے جس طرح وہ دونوں اپنی خالہ کے کمرہ کے قریب سے دبے بانوں نکل کر چلے جاتے تھے کہ کسی دُشمن سے بچ جائیں مگر اس امر میں اکثر اُنکو ناکامی ہوتی تھی کیونکہ یہ ہوشیار خالہ اُنکی تاک رکھتی تھی اور اچانک دروازہ کھول کر اپنی دُشمنانہ غلطی کے لیے اُنکو پکڑ لیتی تھی۔ ایام تعطیل میں وہ سبکو زبردستی ایک جگہ جمع کر کے جب اُنکو دُشمنانہ نصیحت کرتی ہوگی تو معلوم نہیں اُنکو یہ امر کس قدر شاق گذرتا ہوگا۔

گو جان لارنس میں مذہبی صلاحیت عرصہ سے موجود تھی مگر اسمین شک نہیں کہ اُنکے عقائد اس وقت سے زیادہ مضبوط ہونے لگے۔ اور جان غالب فوائل کالج ہی کے جاہلانہ قاعدہ سے اُنکا مذہبی عقیدہ اس قدر بخت ہو گیا تھا کہ وہ ہمیشہ قانع اور نفس آمارہ پر قادر رہتے تھے۔ وہ مذہب کا کبھی ذکر نہیں کرتے تھے اور اپنے جانی دوستوں اور عزیزوں سے بھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے تھے جو صراحتاً مذہبی ہوتی تھی۔ اس پر بھی ہر شخص اُنکے باطنی عقیدہ سے واقف تھا۔ بدکاری اور لامذہبی اُنکو سون و دو رہا کرتی تھی اُنکا مذہب ایسا پاک و صاف تھا کہ عام تذکروں میں اسکی بابت کوئی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ اُنکا مذہب گہری جڑوں اور نازک شاخوں کا ایک پودا تھا جسکو وہ خود چھوٹا گوارا نہیں کرتے تھے۔ دوسرے شخص کو وہ کب ہاتھ لگانے دیتے۔ اُنکی خواہش تھی کہ یہ پودا ہر برستار سے اور اُنکو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

۱۸۲۵ء میں جان لارنس فوائل کالج سے نکل کر اپنی تعلیم کے پہلے حصہ کی تکمیل کے لیے ریڈنگ اُنیورسٹی کے

اوقات آدمی رات کو سب کے سب بیکارگی خواب سے بیدار ہو کر دُزخی سے مل کر نیکے لیے کوچ کرتے تھے ڈاکٹر
کیسٹنر نے بیان کرتے ہیں کہ۔

رات کو تھاب کی روشنی اور تاروں کی چمک میں خیم کے بڑے بڑے خوفناک تلے ہوتے تھے اور ادھر سے
ہم اپنے قلعہ کے بچانے میں جان لڑا لڑا کر کوششیں کرتے تھے مگر اتنا غصہ تھا کہ آلات حرب کے بدلے لاشیوں کا
استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ گوبھی کی پیڑی سے کام لیا جاتا تھا جسکو ہم لوگ دو کین زینٹ کہتے تھے۔ اگر کوئی طاقتور آدمی پتلے
کنارہ کی طرف سے پکڑ کر اور ہاتھ کو مارا تو یہی لاشی کے برابر کام دیکھتی تھی۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ لوگوں کے زخم
زیادہ نہیں لگتے تھے یا زخمیوں کی فہرست طول طویل نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کی لڑائی میں کچھ دنوں تک میرا ہی کام بند ہو گیا
تھا بلکہ اصل تو یہ ہے کہ قریب قریب یہ کام تمام ہی ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ کی شہور لڑائی میں ہم اپنے ساتھیوں سمیت قلعہ سے
دعا دیا کرنے نکلے۔ بوقت بازگشت ہماری راہ بند ہو گئی اور محکمہ دشمنوں سے جنگلے میں کاغذ سے تک تھا دست بردار جنگ
کرنا پڑی میں موقع دیکھ کر ایک اونچی آنکھ سے پیچھے سے سر پر چڑھ گیا جس سے محکمہ بہت اچھا موقع مل گیا لیکن میری پشت کی
جانب سرک تھی اور جس مقام پر میں کھڑا تھا وہاں سے نیچے تک بھٹا مستقیم بارہ فیٹ کی پستی تھی۔ انھوں نے لگا کر کہا کہ بڑا
ہتیار اور الدے میں نے اس کے جواب میں اپنی گوبھی کی پیڑی حملہ آوروں کے سر پر پھینکا نا شروع کی۔ ایک شخص پر پڑا
جب داریکا تو اسکے اور ساتھی محکمہ میرے ہنر سے کے مقام سے اور آگے نکل لیکن اور میری انگلیوں پر ایک ایسی ضرب لگی کہ پستی
میں سر کے بل سرک پر آہا اسوقت تک میں نے یہ کثرت نہیں سیکھی تھی کہ اپنے کوسر کے بل نہ گرنے دیتا بلکہ اپنے بازوؤں کو اٹھ
کر دیتا اور اس سبب سے میرا سر ہی پہلے زمین سے جا کر ٹکرا لیا خوش قسمتی سے اسکو کچھ زیادہ صدمہ نہیں ہوا بخیر اور میری گردن
میں ٹوٹنے ٹوٹنے پھانگی۔ چنانچہ جب محکمہ آرام ہوا تو میرے علاؤ دے کما کر تھاری گردن آج تو جھگی مگر آئندہ کے لیے ہشیا
رہنا۔ میں بچ تو گیا مگر سر سے دماغ کو سخت صدمہ ہو چکا۔

الغرض کلارنسوں کے وقت کے کھیل اور تماشے جن سے بہادری اور جہانی قوت کو ترقی ہوتی تھی تھے
اس قلعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے طالب علموں میں کس قدر صحابیت پائی جاتی تھی جسکا اب کہیں نام و نشان
نہیں ہے اور میں نے جو بیان کیا تھا کہ جان لارنس میں انگلش اور آئرش دونوں قوموں کی حقیقتیں تھیں انکی
تشکیل بھی اس واقعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ پہلے پہل کلکٹن کے انگلش اسکول میں پڑھنے گئے تو
انکے ہم کلبیوں نے انکا نام پیٹری (Patriot) کے عام باشندوں کی کثرت رکھا اور آئرش شخص سمجھ کر بہتیری لائین
مارین۔ اور جب وقت وہ آئرش اسکول میں پڑھنے کے لیے بھیجے گئے تو وہاں کے طالب علموں نے "انگلش جان"
انکا نام رکھا اور یہاں انگلش میں چونکی دیر سے اور بھی زیادہ لائین کھائیں۔

تو بالآخر کلبیوں کے طرز تعلیم کا حال ہم تاج اور ان باتوں سے جو ان دونوں جماعتوں نے سہیل مذکورہ اپنے

لنڈن فریئر کی بجائی عہد مشق کی جگہ ہوگی تعلیم زمانہ کی نفیس کھورن توپوں کے درمیان جن مین گولون کے صرف ہو جائیکے بعد سیسہ کی منہ می ہوتی انہیں غنیم پر چلائی گئی تھیں اس تاریخی شہر کی فصیلوں پر گھومنا اس کٹینڈی ریل کی جو محاصرہ کی پرانی یادگاروں اور نشانوں سے معمور تھا سیر کرنا اس کے برج پر جہاں سے سنتری لوگ دریائے فوائل کی طرف جنگ جھانک کر ان ہمازون کے بادبانوں کو دیکھتے تھے جن پر ہمدرد سدا بنوالی تھی اور جو آئی بھی تو ایسے وقت آئی کہ انکی نگاہ سے پھر غائب ہو گئی چڑھنا پھر کشتی کے ذریعہ سے اس مقام پر جانا جہاں ہمازون ٹوٹ جائے اور فینکس آخر کو بری مشکون سے راستہ نکل کر ان فاقہ زدہ سپاہیوں کے لیے غذائے آئے جو لڑکھڑاتے ہوئے بھی آگے نہ بڑھ سکتے تھے کہ اپنی خشکیدہ انگلیوں سے کھانیکو تمام سکین اس میز پر کھڑا ہونا جہاں خوشامدی بشپ از کینل باگینس و غط کہتا تھا کہ حکام وقت کی اطاعت فرض ہے اور جانچ واکر وطن دوست بہادر گرج گرج کر کہتا تھا کہ ہم مرتے دم تک اطاعت نہ قبول کر سینگے اس پچانک سے جس کو لنڈن نامے و غاباز نے کھول دیا تھا گزنا اور اس مقام کو جہاں سے جو دش کی طرح اندمیر سے مین وہ دیوار کے اندر چلا گیا تھا اور آخر کو گرفتار ہوا جانا اور پھر ان کا لٹوز لڑکون کا شریک ہونا جو برنیم نامے مشہور تھو امین مصروف تھے اور اپنی قوم اور فرقہ کے شیطان کی تصویر اب تک لٹکانے ہوئے تھے الغرض ان سب باتوں کو دیکھ کر بالکل بے ذوق لڑکون کو بھی اسکول مین تاریخی جوش پیدا ہوتا ہوگا بلکہ آج تک اس گرد و نواح کے سنجیدہ مزاج پھوڑین لوگون کے دلون مین بھی وحشیانہ جوش خروج کرتا ہے۔

طلبا کے فوائل کالج کا کھیل تماشائی قرب و جوار کی پر جوش کیفیتوں کے اعتبار سے اولو الغرمی اور ولولہ کا باعث ہوتا تھا۔ اسکول مین قریب قریب ٹولڑ کے تھے۔ جو طلبا شب و روز اسکول ہی مین رہتے تھے وہ خاص کر کے اطراف کے پادریوں اور شریعوں کے بیٹے تھے اور دن کے پڑھنے والے طالبعلم اصل باشندگان شہر فریئر کے لڑکے تھے۔ ان رات دن اور صرف دن کے حاضر رہنے والوں مین اکثر لڑکے خود بہت امتیاز رکھتے تھے چنانچہ فوائل کی اس نقلی جنگ سے بخوبی ثابت ہے جو کبھی دونوں فریقوں کے ایک ایک آدمی اور کبھی ان کے مجموعی گروہوں کے درمیان ہوا کرتی تھی۔

ان ہنر کی سی لڑائیوں کا ایک احوال مین اس مقام پر ڈاکٹر کینڈی کی عبارت مین بیان کرتا ہوں جو حال لارنس کے مہضر اور نسبتی بھائی تھے اور وہ بھی ان لڑائیوں مین شریک ہوتے تھے جیسا کہ آگے کے بیان سے ظاہر ہوگا ان لڑکوں نے جو روز و شب اسکول مین رہا کرتے تھے مدرسہ کے پیچھے کھیت مین ایک ٹیلہ پر سخت مٹی کا ایک قلعہ بنایا اس مین قاعدہ کے ساتھ رات دن پھرے کے سپاہی مقرر ہوا کرتے تھے رات کی کارروایاں کسی ایک باتوں کے اعتبار سے خطرناک تھیں کیونکہ بلی کے وقت جو لڑکے سپاہیوں کے طور پر جاتے تھے انکو اسکول کی کھڑکیوں سے رنگ رنگ کر یا ہر گھٹنا پڑتا تھا تاکہ ان کے ماسروں کو ان کے جانیکی اطلاع نہ دے پائے اور دن والے طلبا بعض

اسکول سے نامی گرامی طلباء نکلنے لگے۔ اور غالباً اتنے بڑے اسکول کے برابر اس زمانہ کا کوئی اسکول ایسا نہ ہوگا جو اس بات کے لیے مشہور ہو کہ اس زمانہ میں فوایل کالج کے برابر اس اسکول سے نامی گرامی طلباء تیار ہو کر نکلے ہوں۔ آجین سر جانج لارنس شیروڈ اور بہادر قیدی افغانہ و سکھ سرسہری لارنس سر جان لارنس اور سر ڈیوڈ ٹنگری ایسے لوگ تیار ہو کر نکلے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ سر جان لارنس اور سرسہری لارنس اور ٹنگری نے ایک ساتھ پنجاب کی فرائز دہائی کی اور ان بہادروں کی جدوجہد میں جنہوں نے ہماری سلطنت ہندوستان کو بچا لیا ایک دل اور ایک زبان ہو کر کاروائے نمایاں انجام دیے۔

جان لارنس کے مرنے کے بعد ان کے چند ہم کبتوں سے جو زندہ باقی رہ گئے تھے بہت خبرداری کے ساتھ میں نے استفادہ حال کیا لیکن اس کے بیان سے مجھ کو یہ دریافت ہو سکا کہ اس وقت تک بھی جب انکی ساری کامیابی ختم ہو چکی اور ان کے حالات پر از ابتدا تا انتہا لحاظ کرنا موقع حاصل ہے ان کے نزدیک وہ کبھی ہوتا ہمارا پائے گئے ہوں یا وہ یہ سمجھتے ہوں کہ اس زمانہ میں پائے جاتے تھے انکی موجودہ کیفیت سے انکی آئندہ حالت کبھی معلوم ہی نہیں ہوتی یا زبردستی انکی طالب علمی کے زمانہ میں اور اس زمانہ کے بعد اور جنوبی کینٹن مین بھی ان کے جانی دوست اور رفیق رہے انکو صرف یہ یاد آتا ہے کہ "دو ثابت قدم اور تندرست شخص تھے اور جب ہم دونوں آدمی ساتھ ساتھ ٹھٹھے جاتے تھے تو وہ مجھے مامولن اور لڑائیوں کے بڑے بڑے قصے بیان کیا کرتے تھے"۔ جان لارنس خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے لڑکپن اور جوانی میں غیر مسلسل طور پر سب سے ترقی یافتہ اور سوانح عمریان پڑھ ڈالیں۔ اور چونکہ وہ عمر بھر ایک کاروباری شخص ہے اس لیے انکو اسی قسم کی تعلیم ہوئی اور اسی کے دو طلبہ تھے۔ جب سے انہوں نے ہندوستان میں قدم رکھا اس وقت سے گو دم بھر کی فرصت نہیں ملی جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لیے درکار ہے۔ ساری عمر کام ہی کرنے میں بسر ہوئی اس کے اعتبار سے انکی تاریخ دانی قابلِ واد ہے۔ زمانہ سابقہ و حال کے نامی گرامی خبر لوں نے جو جو سرکہ آرائیاں کی تھیں یہ ان سب کے حالات سے واقف تھے۔ اور زبردست منتظیوں اور اصل واقف کاروں کی طرح اُس پر بحث کر سکتے تھے۔ مگر خوب یاد ہے کہ اپنی وفات کے چند روز پیش باقون یا قون تاریخ قدیم کے ایک زمانہ میں میں نے اپنی بال کی لڑائیوں کا جیکا میں نے اس زمانہ میں مطالعہ شروع کیا تھا ایک مرتبہ جو ذکر آیا تو انہوں نے ان کے لیے مفصل حالات بیان کیے کہ میں تنگ لیا۔ لہذا ان کی سوانح عمری اسکول اور گھر پر ہمیشہ ان کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ اور اپنے آخری زمانہ میں وہ کچھ نظافت اور نت سے کہا کرتے تھے کہ جب مجھ کو کسی اہم معاملہ میں کوئی تنگ ہوتا تھا تو میں اس کتاب کی ورق گردانی کرتا تھا تاکہ میرے لیے کوئی فخر آمیز نکتہ آتا تھا اور سوانح عمری لہذا ان کی اس مشورت سے دو ایک بیسیری وہ کاروباری ہوتی ہے جس طرح قرن وسطیٰ اور جدید میں ان کے زمانہ کے ناخاندان عیسائی انجیل میں فال نکالتے ہیں۔ لیکن میں نے اپنے ذاتی قیاس سے کہتا ہوں۔ بہر حال اس طالب علم کے لیے جو تاریخ کا شوق یا فن سپاہی کی کا ورق رکھتا ہوگا ان کی فہمی اور اطراف

مجھ کو یاد ہے کہ جب ہم دونوں آدمی پرنٹل کے اسکول میں تھے تو اس وقت اسکول کا چیر اسی اوفلا ہارٹی نامے ایک غریب آئرشین تھا اس نے ہیڈ ماسٹر کا کوئی قصور کیا تھا جس پر ماسٹر موصوف نے تمام لڑکوں کو بلایا اور میز پر کھڑے ہو کر ایک طویل تقریر کی اور آئشین اوفلا ہارٹی کی نسبت بیان کیا کہ یہ میری آئین کا سانپ ہے اور بعض لڑکوں کی نسبت جنھوں نے اوفلا ہارٹی کی شرکت کی تھی کہا کہ وہ ہنزہ قاتل کے ہیں جنھوں نے میرے گھرے زخم لگائے۔ اس زمانہ میں میری عمر صرف آٹھ برس کی تھی یہ باتیں کچھ میری سمجھ میں نہ آئیں لیکن جب میں ہنری کے ساتھ جنگی عمر اس وقت چودہ برس کی تھی گھر کو جانے لگا تب میں نے انکی طرف خطاب کر کے کہا کہ یہ قاتل کون ہے جس نے ہمارے ماسٹر صاحب کے زخم لگائے ہیں۔

ہنری نے بہت ہی آہستہ کہا کہ ”وہ قاتل میں ہوں“۔ اس خاص جھگڑے کی بابت مجھ کو خوب یاد ہے کہ ایک روز ہنری کو بہت تڑکے بیدار ہوتے دیکھ کر رکھو کہ ہم دونوں بھائی ایک ہی کمرہ میں سوتے تھے میں نے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ برائنڈن ہل کو ٹائسن سے لڑنے جاتا ہوں۔ اور یہ ٹائسن وہ تھا جس نے اسکول کے سارے لڑکوں کو تنگ کر رکھا تھا۔ میں نے پوچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔ اس نے کہا کہ تمہارا دل چاہے تو چلو۔ میں نے پوچھا تمہارا انکی کون ہے۔ ہنری نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں بنو۔ الغرض ہم لوگ برائنڈن ہل کو ٹائسن سے مقابلہ کرنے گئے مگر ٹائسن اس اکھاڑے پر جہان کی بدادی ہوتی تھی غلام اور اس سبب سے ہم فتح کی جھنڈی اڑاتے ہوئے واپس چلے آئے اور ٹائسن کو اسکول میں ہاری مانا پڑی۔ پیدائش کے اعتبار سے تو ہنری ایک بڑا قوی ہیکل جوان تھا مگر ظاہر الملک برہما کے بخار نے اسکو چور کر ڈالا اور وہاں سے واپس آئے کے بعد وہ عمر بھر لاغر اندام اور ضعیف ہی رہا۔

ایسے اسکول میں نرمی کا برتاؤ ممکن نہیں ہے اور شاید فچی بہترین آلہ نصیحت ہے۔ بہر کیف اسکے برسوں کے بعد ایک شخص نے لارڈ لارنس سے جب پوچھا کہ کیا آپ کے اسکول میں فچی کا استعمال بہت ہوتا تھا تو انھوں نے کہا کہ ہاں اور مجھ لٹا ہمارا ورہمیں نے بہت تلاش و تجسس سے اس بات کو بخوبی دریافت کر لیا ہے کہ جس مدرسہ کا یہ ذکر ہے وہ فوائل یا اگر انال تھا بلکہ کالج گرین تھا۔ کہ ”مجھے اسکول میں روز مار پڑتی تھی ایک روز بیچ گیا تھا تو دو ہنری مار پڑی۔ اب اس اسکول میں انکے جاشیکا وقت آیا جہاں نرمی کا برتاؤ تھا اور ۱۸۲۳ء میں جب انکی عمر بارہ برس کی تھی تو فوائل کالج میں اپنے ماموں کے سپرد ہوئے۔ اس اسکول کو گذشتہ دو سو برس سے شمالی ایرلینڈ کے ساتھ وہی مناسبت رہی چلی آئی تھی جو نوٹرن اسکول کو دو سو برس تک دیون شائر اور کارنوال سے رہی یعنی تعلیم تو ہوتی تھی مگر اس گرد و نواح کے جیسے رؤسا زادے تھے انکے موافق اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہ تھی اور اگر مندرجہ بالا بیان کے مطابق تصور کیا جائے کہ خاندان لارنس کے لڑکوں کے حوصلے اسی اسکول سے بڑھے تو دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ کے لڑکوں کی ترقیاں دیکھ کر اس زمانہ کے لڑکوں میں بھی وہی جوش پیدا ہونا چاہیے۔ جب سے انکے شکر کی آبادی ہونے لگی اسی زمانہ سے برابر اس

نریا اور اکثر لوگوں کو خیال ہوا کہ وال مین کچھ کا لاسہ آخر کار اس کا ایک ہنگامہ ہی گیا دو کا ڈارون نے اسکو مستم کرنا
 کر دیا اور وہ یہی کہتی رہی کہ مین ہیضہ ہوں۔ انجام کار یہ اسے قرار پائی کہ اسکو مجسٹریٹ کے پاس بلجائیں اور وہاں
 اٹھارہ لیا جاوے۔ جب لوگ اسکو مجسٹریٹ کے اجلاس میں لگے تو اسنے سوال کیا کہ تم کون ہو اور تمہارے مالک کا
 اور تمہارا پیشہ کیا ہے وہ بالکل حواس باختہ اور خائف ہو گئی اور ایک بات بھی اس سے نہ کہی گئی اتنا تو اسنے کہا کہ مین
 لارنس کی نوکریوں اور انگلیچوں کا میرے ساتھ کچھ کیون نہیں پوچھا جاتا ہے حالانکہ سب کے پہلے مجھ ہی سے سوال کرنا تھا مین سوچا کہ تنگ
 مین خیال کرنے لگا کہ مجھ سے کچھ کیون نہیں پوچھا جاتا ہے حالانکہ سب کے پہلے مجھ ہی سے سوال کرنا تھا مین سوچا کہ تنگ
 جو مین مارگرٹ کے پیچھے کھڑا ہوا تو اس موقع پر مین تھا اور اب مجھ کو اس کے بڑے گھر لنگو کرنا چاہیے چنانچہ مین آگے بڑھا اور جتنا
 میرے گئے مین بکت تھی اس قدر دوسرے چلا کر یہ کہنا شروع کیا کہ ”صاحب یہ کیا بات ہے۔ یہ تو ہماری پرانی دایہ مارگرٹ
 ہے یہ نہایت ہی بکجوت عورت ہے۔ اور جو کچھ وہ کہتی ہے سب سچ کہتی ہے مین اس کے ساتھ بازار میں کھانے کی چیزیں
 خریدنے آیا تھا اور یہ نوٹ اسکو اباجان نے دیا ہے۔ مین سمجھتا ہوں کہ اگر تم اسکو چھوڑ دو گے تو تم بہت واجب بات کر رہے
 کیونکہ میرے اباجان خوب جانتے ہیں کہ مین جو کچھ کہتا ہوں سب سچ کہتا ہوں۔“ اب مجسٹریٹ کو صاف صاف معلوم ہو گیا
 کہ یہ معاملہ بالکل صاف تھا اس سبب سے اسنے کچھ تعرض کیا اور ہلکواشتی کے ساتھ گھر جانے کی اجازت دی جب ہم دہانے
 چلنے لگے تو مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ ”شاباش میان صاحبزادے شاباش تنے اپنی دایہ کی خوب ہی دکالت کی ہے مجھ کو اس
 بات پر بہت ہی فخر ناز ہوا اور مارگرٹ کے ساتھ یہ سوچنا ہوا اسکان کی طرف واپس چلا کہ مین بھی بڑا جلیل القدر شخص ہوں
 مارگرٹ میری خبر گیری کی کچھ ایسی ہی خود اسکی خبر گیری کر دیکھا۔“

سنہ ۶ مین جب یہ تینوں بھائی فاول کالج سے واپس آئے تو جان لارنس کو پہلے پہل اپنے بھائی
 ہنری کی صحبت نصیب ہوئی یہ بھائی وہ تھا جسکے سوانح اور خصائل ایک دوسرے سے نہایت متحد تھے اور اپنے بھائی
 اور جان لارنس کی باتوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ یہ دونوں بھائی گریزن کالج واقع برٹل کو مشرکٹ کے
 اسکول میں پڑھنے کے لیے بھیجے گئے جو دن کے پڑھنے کا مدرسہ تھا اور جان لارنس خود ایک ”آؤ برس کے چوکریٹے
 کے درمیان واقع ہے دن بھر مین ایک تیرہ برس کا لڑکا تھا اس پہاڑی سے جو کلفٹن اور برٹل
 کی محنت کرنے اور اتنی دور جانے آئے کے بعد تنکے مانڈے آتے تھے تو رات کیوں کہ آتش خانہ کے قالین
 نوں پیا کر لیٹ جاتے تھے اور دوسرے دن کاسٹن یا در کرتے تھے۔ اس طالب علمی کے زمانہ کا ایک قصہ تیرہ برس
 رات کے حوالہ پر خاص جان لارنس کی عبارت میں منقول ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ یہ حالات نہایت
 ذریعہ سے دریافت ہوئے ہیں اس واسطے اسی کے متعلق پھر ہم ایک واقعہ بیان کر رہے ہیں۔

ہو ہو وہی سانحہ تھا جس نے شیب میں لپکے گئے تھے۔ جب وہ پانچ برس کے تھے تو ایک مرتبہ بڑی شدت سے آنکھوں پر چشم کا عارضہ ہوا جس سے سال بھر تک آنکھوں کا ایک تاریک کرہ میں مقید رہنا پڑا۔ وہ کوچ پر لیئے رہتے تھے اور اپنا ہاتھ اپنی ہین یا دایہ پر رکھے رہتے تھے جو در زور سے اخبار خواہ کتابیں آنکھ پر چڑھ کر سنایا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں ان لوگوں نے انکی جو خبر گیری کی تھی اسی سے وہ اپنے آخری ایام میں دونوں کے معتقد رہے اور کہا کرتے تھے کہ گویہ کسی وقت اور کسی مقام میں ہوں مگر میں انکے ہاتھوں کو چھو کر بچان لوں گا۔ آنکھوں اپنے بچنے کی باتوں میں بعض حالات اس مشہور زمانہ کے بھی یاد تھے جب دائر تو میں تھو دن تک لڑائی رہی تھی اور چاروں طرف گولوں کی آواز گرجتی تھی۔ انکے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح عمری کا ایک حصہ جھکوا گیا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ چونکہ بڑے بھائیوں کے مکان پر نہ رہنے سے جھکوا باپ کی صحبت کا موقع زیادہ تھا اس واسطے جب کبھی وہ سیر کرنے جاتے تھے تو میں بھی انکے ساتھ ہولیا کرتا تھا اور ان عبرت انگیز لڑائیوں کے حالات سنا کرتا تھا جن میں انھوں نے انتہائے مرتبہ کی اولوالعزمیاں ظاہر کی تھیں اور انکا کچھ صلہ نہ پایا تھا۔ شاید اس حرمان زدہ کار آمد و سپاہی کے دل میں یہ خیال نگذرا ہو گا کہ انھیں قصوں سے لڑکوں کے دل میں وہ وہ فوجی امیدیں اور ولولے پیدا ہو جائیں گے جو کسی طرح رفع نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ اسے اپنی مایوسی کی حالت میں نہان لیا تھا کہ اگر سیر کا بوجھل سکا تو میں اپنے کسی بیٹے کو اس صیغہ کی ملازمت میں نہ آنے دوں گا جسکا صلہ جھکوا اچھا نہیں ملا۔

جان لارنس کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ جو اسکی دلپسند دایہ مسماہ مارگرٹ سے تعلق رکھتا ہے میں اس مقام پر انکی چھوٹی بیٹی مسماہ ماڈکی زبانی اور قریب قریب انھیں کی عبارت میں بیان کرتا ہوں۔ وہ بہت مشتاق اس قصہ کو بیان کیا کرتے تھے اور ایسے لوگ شاید ہی ہونگے جنھوں نے لارڈ لارنس کے منہ سے کوئی قصہ سنا ہو اور اسکو فراموش کر گئے ہوں۔ چنانچہ لارنس کہتے ہیں کہ۔

جب میں چار پانچ برس کا تھا اور اپنے والدین کے ساتھ مقام آسٹن میں رہتا تھا تو ایک روز میری دایہ مارگرٹ اس دنکا کھانا پینا خریدنے کے لیے بازار کو بھیجی گئی اسکو پانچ پونڈ کا نوٹ دیا گیا تھا کہ جو سودا درکار ہو وہ خرید کرے اور باقی نقد بھرتی لائے جب میں نے سنا کہ میری دایہ بازار کو جاتی ہے تو میں اسی وقت دوڑا ہوا اپنی ماں کے پاس گیا اور اسے اجازت مانگی کہ اگر آپ کہیں تو میں بھی دایہ کے ساتھ بازار جاؤں اس کے ساتھ جائیکا جھکوا بڑا شوق رہتا تھا کیونکہ وہ مجھے ہمیشہ طرح طرح کے قصے جادو و گروں کے بیان کیا کرتی تھی اسوجہ سے میں اس کے پہلو میں چلتا تھا اور وہ راستہ بھر جھکوا محفوظ کرتی گئی جب ہم بازار میں پہونچے تو اسنے بہت سی چیزیں خریدیں ایک جگہ دو چڑیاں ایک جگہ ترکاری خریدی ایک مقام پر روٹی یا آٹا اور دوسری جگہ اور ضروریات کی چیزیں مول لیں۔ اب سینے کہ اگرچہ مارگرٹ روز بھان آیا کرتی تھی اور سب لوگ اسکو اچھی طرح سے جانتے تھے لیکن اسقدر روپیہ لیکر پہلے کبھی وہ نہیں آئی تھی۔ اس سے شبہ پیدا ہوا نوٹ کا روپیہ کسی

انصاف کرے۔ دو چھپیان جو بھنگو کسی نہ کسی طرح دستیاب ہوتی ہیں ان سے بیشک یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ میں بھر کتا ہوں کہ ان چھپیان کے ضائع ہونے سے مصنف سوانح عمری ہذا کا بڑا نقصان ہوا لیکن ایک بڑی دقت سے البتہ بچ سکا اور اس سے وہ یہ کہ یہ تمام چھپیان ایسی نایاب اور بیشال ہو گئی کہ ان میں سے ایک کو شائع کرتے اور دوسرے کو چھوڑتے مجھے بہت بڑا الغرض خاندان لارنس کی عام کیفیت اور ان کے رہنے کے مکان کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک چلتا پھرتا گھر تھا جو سڑک سے سڑک تک پھرتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑا بڑا گھر بھی تھا جس کے کمرے کمرے کی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔ لارنس لارنس کے ہندوستان سے انگلستان واپس آئے تھے بعد ہی جگہ میں صدر مقام خاندان رہیں۔ پہلے پہل سڑک جو میں اس خاندان کے لوگوں میں تفرقہ پڑا۔ البتہ بڑا جابج اور ہنری یہ تینوں بڑے بیٹے مقام گرنزی لٹڈن ڈیری کے فرنی گراؤ اسکول کو بھیجے گئے۔ یہ وہ سنیت انگلینڈ کے گراؤ کے متصل شہر سیرینڈن ٹوٹن ہمشائر کی چار دیواری کے اندر واقع ہے اور ان کے ماموں پادری تھیں اس زمانہ میں ان کے مہتمم تھے۔ اس وقت یہ مدرسہ ایک انقلابی حالت میں تھا کیونکہ دوسرے برس ان کے تالیون نے ایک ایسی نظریہ قائم کی کہ آج کل لٹڈن کے بڑے اسکولوں کے مہتمم اس کی تقلید شروع کرتے جاتے ہیں انھوں نے اختیار کیا کہ مدرسہ مذکورہ شہر کے اندر سے منتقل کیا جائے اور ڈاکٹر ویننگٹن کی مساعی حیلہ سے جو اس وقت ڈیرہ ہنری کے ہیڈ ماسٹر تھے انھوں نے یہ مدرسہ ایک نہایت ہی عمدہ مقام پر از سر نو قائم کرایا۔

یہ جگہ جو اسکول کے لیے منتخب کی گئی تھی ایک پہاڑی پر واقع تھی جہاں سے مذکورہ بالا تاریخی قلعہ اور دریائے فوٹن کے ڈھالو کنارے اور ان کے اس پار کے خوش سوا گھاٹوں صاف دکھائی دیتے تھے۔ اس دریا کا پاٹ بہت چڑھا تھا اور اسی کے اعتبار سے اس مدرسہ کا نام فوٹن کاچ رکھا گیا۔ جوں کے یہاں تعلیم پاتے تھے ان کی اعلیٰ طبیعت گری اور تاریخی ذوق کے انہار نے کو یہ جگہ بہت ہی سوز و گداز تھی۔ لیکن سب سے زیادہ بڑے کرپل کو یہاں اپنے لڑکوں کے بیٹھنے کی اس وجہ سے رغبت ہوئی کہ ہینڈ ماسٹر نے افسر مدرسہ کے عزیز ہیں اور اس وجہ سے لڑکے سال بھر وہیں رہ سکیں گے یعنی یہ کہ ان کو کبھی تعلیموں میں جہتی نہ ملا کر گی۔ جب تک وہ وہاں رہے میرے نزدیک اس وقت تک گورنسی سے لٹڈن ڈیری کے آنے جانے میں کبھی ان کا وقت یا روپیہ بیکار صرف نہیں ہوا۔

خیر اب ہم ان تینوں بڑے بھائیوں کا ذکر چھوڑ کر ان کے چھوٹے بھائی کا ذکر کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں ان کی کیا حالت رہی۔ ان کے بارے میں ایک یاد و حقیقتیں بطور یاد نگاری ہیں۔ ان کی بہن لڈیشیا بیان کیا کرتی تھیں کہ میرے والدین کی طرف سے پہلے پہل مادرانہ محبت اس روز سے پیدا ہونے لگی جب میں نے ایک دن انگور زار زار دوتے دیکھا اور وہ بے یافتگی تو یہ معلوم ہوا کہ کسی طرح سے ایک چنگاری ان کی نوٹی کے قسمہ اور گال کے درمیان اگنی تھی ان کا سن اس وقت ست چھوٹا تھا اور بچوں کی نوٹی پہننے تھے اس چنگاری سے ان کے رخسار پر داغ ہو گیا تھا اور ان کا نشان ان کی تمام عمر لگا۔ اور افسوسناک واقعہ اس مصیبت کی حالت سے جو بڑا چلے میں اپنے بڑی بھائی اس مقام پر قابل بیان ہے کیونکہ

ایک مرکز ہوتی ہے جسکے گرد تمام خاندان کے لوگ محیط ہوتے ہیں۔ اگر وہ کچھ بھی کسی امر میں اُس سے اتفاق کرتے ہیں تو اُنکا اتفاق یہ ہے کہ اُس پر کامل بھروسہ کرنے لگتے ہیں چنانچہ یہی بات خاندان لارنس کے حصہ میں بھی آئی تھی۔ سب سے بڑے بیٹے نے تین برس کے سن میں قضا کی اور جس روز اُسے قضا کی اسی دن ریٹشیا پیدا ہوئی گویا بہن بھائی کے قائم مقام ہو کر آئی اور فی الواقع وہ اس قائم مقامی کے قابل تھی۔ وہ اپنے سب سے زیادہ نامور بھائی کے مانند ہمت اور حکمرانی کی قوت رکھتی تھی لیکن ان صفوں کے ساتھ اُس میں عورتوں کا حلم اور رقیق القلبی بھی شامل تھی وہ دنیا کی اور عورتوں کی ایسی تھی جو اکثر دیکھنے میں آتی ہیں کہ مردوں پر اپنا دباؤ ڈالنے میں اپنا بڑا فخر سمجھتی ہیں اور اس بات میں خوشنود ہو کر دوسری عورتوں کی عادتیں ایسی بگاڑ دیتی ہیں کہ ہر شخص اُنکی جانب سے سخت مور لیتا ہے اور کوئی اُنکی طرف رغبت سے نہیں دیکھتا ہے۔ ایسی عورت لینڈیا اور اُسکے بھائیوں کو بھی مکر وہ معلوم ہوتی۔ اُسکی بھاد جون پر بھی جنہیں بعض بعض نہایت ہی نیک اطوار اور عظیم الشان تھیں اُسکا اثر پڑتا تھا اور اُسے آخر وقت تک اپنا واجبی اثر جو اپنے بھائیوں پر قائم رکھا اُسکی وہ کبھی شاکہ نہیں ہوئی وہ کل خاندان کی شیر اور رہتا تھی۔ اُسکی مرضی قانون کا اثر رکھتی تھی اور اسکا سبب کچھ یہ تھا کہ اُسکے مزاج میں ضد ہو بلکہ باعث یہ تھا کہ اُسکے مزاج میں خود مطلبی نہ تھی۔ جب طرح قدیم زمانے میں لوگ اہمیت و فضل سے غیب کی باتیں دیا کرنے آتے تھے اسی طرح اُسکے مستقل مزاج بھائی اُسکی صلاح لینے آیا کرتے تھے چنانچہ اُسکے بھائیوں کے اطوار زیادہ اُسکے درست کیے ہوئے تھے جیسا کہ میں آگے چکر بیان کر دوں گا۔ جب بھائی بہن سے گفتگو کرنے لگتے تھے تو اُسوقت اُنکی سختی اور درشتی سب جاتی رہتی تھی۔ اُسکے وقت وفات تک اُسکے بھائی ہمیشہ اپنی ہر ایک شکل بیان کرتے رہے۔ اُسکے ہر بیچ و راحت میں شریک رہے اور برابر شفقت اور کشادہ دلی کے ساتھ اُس سے خط کتابت کرتے رہے۔ سرسہری لارنس کا جو خیال اُسکی طرف اور اُسکا جو خیال سرسہری لارنس کی طرف تھا وہ اُن لوگوں پر مخفی نہیں ہے جنہوں نے دونوں کی باہمی تحریرات کو پڑھا ہے۔ سرسہری لارنس نے ان تحریرات کا اکثر حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح جان لارنس نے بھی باوصف عظیم الفرستی اور کثیر الاشغالی ہمیشہ بہن سے خط کتابت جاری رکھی اور جان لارنس کا جو خیال بہن کے بارے میں تھا وہ اس بات سے بخوبی ظاہر ہے کہ جب اُنھوں نے بہن کے انتقال کی خبر سنی تو جوش غم میں اگر کہنے لگے کہ اگر میں جانتا کہ اب بہن مجھ کو پھر دیکھنے کو نہ ملیگی تو میں ہرگز دوسرا سے ہو کر ہندوستان نہ جاتا۔ بھائی بہن کے درمیان جو خط کتابت ہوئی تھی اُسکو دونوں نے بڑی حفاظت سے تبرک کی طرح رکھ چھوڑا تھا اور جب جان لارنس ہندوستان سے وطن کو واپس آئے تو دیدہ و دانستہ اُن چھپیوں کو نیست و نابود کر ڈالا۔

اُنھوں نے ان چھپیوں کی اشاعت میں عذر کیا اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی خانگی چھپیوں کی اشاعت کو شخص قبول نہ کر گیا لیکن راقم سوانح عمری ہذا کو اس سے جس قدر نقصان پہنچا ہو وہ تصور ہے کیونکہ اُسکا قصد تھا کہ اس بارے میں جو مصالح اُسکو مل سکے اُس کے ذریعہ سے لارڈ لارنس کے باطنی اوصاف اور حیلانہ صفوں کے حق میں زیادہ

و دست حاصل کریں۔

الگ نیکو لارنس اور انکی زوجہ کی عکسی تصویریں اب تک موجود ہیں اور قطع نظر اس وجہ سے کہ جو اس بات کا خیال کر کے پیدا ہوتی ہے کہ ان باپ سے لڑکوں کا چہرہ کتنا تنگ تھا ہے ان تصویروں میں ہر ایک اپنا اپنا اثر الگ الگ دکھاتی اور اپنی اپنی داستان جدا جدا یاد دلاتی ہے۔ اس بہادر تجربہ کار سپاہی کی شبیہ میں جو اسکے سب سے بڑے فرزند تھی القام سترجائے لارنس کے پاس موجود ہے علاوہ چہرہ کی ان شکلوں کے جو خاندان لارنس کی شناخت کی علامت ہے اور جن کا حال تمام دنیا کو معلوم ہے کہ صاحب سوانح عمری ہذا کے چہرہ پر بھی پائی جاتی تھیں عارض راست پر تلو اگر اس گھر سے زعم کی نشانی پائی جاتی ہے جو انکی ابتدائی لڑائیوں میں ایک مرتبہ انکے لگا تھا اور چونکہ دہانے ہاتھ کا صرف ایک حصہ باقی رہ گیا تھا اسوجہ سے تصویر میں اس ہاتھ کو دیکھ کر یاد آتا ہے کہ قلعہ سری رنچن کو گولوں سے اور اگر انھیں نے فتح کیا تھا مان کا مرقع بڑا ہے اور انکے سب سے چھوٹے بیٹے جنرل رنچن لارنس کے پاس ہے جنکا حال میں آگے بیان کر دیا کہ صدر کے زمانے میں بنگالہ و لاہور اپنی مستعدی اور بہادری سے انھوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کیے۔ چونکہ یہ بی بی مزاج کی بڑی سیدھی تھیں اور انکے بیٹے جو کچھ دیا کرتے تھے صرف انسی سراپہ سے اپنی ضیفی میں سب کا روبرو ملتی تھیں اس سبب سے انھوں نے اپنی تصویر کبھی نہ اتروانے دی حالانکہ انکا گھر انکی منت و آرزو کرتا رہا۔ شاید انکے ذہن میں باتو یہ بات آئی ہوگی کہ تصویر کچھوانے میں مفت رویہ براد ہوگا یا جان ناکس کی نسل میں ہوگی وجہ سے لگو یہ خیال گذرا کہ تصویر کچھوانے میں ایک طور کی نخوت و خود مائی تصور ہے لیکن جن بات کو اپنے لیے انھوں نے گوارا نہیں کیا وہ بچوں کے لیے کرنے پر رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ انکی بیٹی انکے پہلو میں بیٹھی اور مصور نے اپنا کام تمام کیا لیکن جب تصویر انکے تیار ہوئی تو انکو دیکھ کر وہ سخت تیر ہوئیں کہ بیٹی کی تصویر تو نہیں خود انھیں کی تصویر بنائی گئی ہے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ بیٹی کا بیٹا ان محض دھوکا تھا۔ فی الواقع یہ ایک قسم کا جائز فریب تھا اور ضیفی لیدی بخوبی تمام اس فریب پر راضی ہو گئی تھیں۔ مرقع میں وہ سیدھی بیٹی ہیں مصور کی طرف یا کچھ ناشائی کی جانب لگا ہے صورت سے صفائی اور متحران اور چہرہ سے سنجیدگی اور سناٹ شریخ ہوتی ہے ٹوپی اونچی قبہ دار اور چوڑا کاکڑ اور شال پہنے ہوئے ہیں جو کاغذیوں پر الہینوں کے سہارے تھا ہوا ہے۔ یہ انکی جوانی کے ایام کی وضع تھی اور وہ وضع انھوں نے انقلاب ایام کی وجہ سے بدلی نہیں تھی ہاتھ میں کوئی شے لیے بن رہی ہیں اور بالکل اپنے کام میں مصروف ہیں اسکی کچھ خبر نہیں کہ جس شخص کی طرف وہ دیکھ رہی ہیں وہ انکے ساتھ کیا فریب کر رہا ہے۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے کہ بھائیوں اور بہنوں کے کسی بڑے کنبہ میں اگر کوئی بہن سب میں بڑی ہوتی ہے تو اسکا ہونا بہت غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ وہ اگر بزرگی کی لیاقت رکھتی ہے تو اسکے اثر سے تمام خاندان کے لوگ نیک و اور بردباری سیکھتے ہیں خراب باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے اطوار درست کر کے عروج حاصل کرتے ہیں۔ وہ

اسکے اثر کا اندازہ ان باتوں کے خاص اور ظاہری نتیجوں سے نہیں ہو سکتا ہے۔ مرد لوگ اس بات کو بہت کم سمجھتے اور شاید وہ سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں کہ گھر کی بی بی کو سارے خاندان کے خوش رکھنے اور اسکی خبر گیری کرنے میں کتنی جانفشانی اٹھانا اور دینا بھر کا جھگڑا بھگڑنا اپنے ماتھے منڈھنا اور ہزار ہا باتیں سننا پڑتی ہیں۔ جب اسکو ان باتوں میں کامیابی ہوتی ہے تو اسکی کوششوں کا حال کیسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کیا اسنے کیا اور کیا نہیں کیا تھا۔ اسکی کامیابی کی کوششیں کوئی نہیں دیکھتا۔ اور اسکی خواہش بھی بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر ناکامی ہوتی ہے (کیونکہ اسکو اکثر ہونا لازم آتا ہے) تو الزام اُسکی سر پر تا ہے۔ تاہم ایسی عورت کا اثر بہت قوی اثر ہے۔ یہ ظاہرین محسوس نہیں ہوتا باطن میں معلوم ہوتا ہے لوگ ظاہر میں اسکے مقرر نہیں ہوتے مگر باطن میں معترف ہوتے ہیں۔ یہ اثر خاندان کے تمام لوگوں پر موثر ہوتا ہے بلکہ جو وقت وہ لینے گھر کی بی بی مر جاتی ہے تو بھی اسکا اثر باقی رہ جاتا اور جو لوگ اس اثر کے فیضان سے تعلیم و تربیت پاتے ہیں وہ عمر بھر اسکے مقرر و معترف رہتے ہیں اور دل ہی دل میں اسکا خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک اثر (اور وہ نہایت ہی مقدس اور عزیز ترین یادداشت سے ہے) سے ہماری اس کتاب کے پڑھنے والوں کو بھی آگاہی ہوگی اور اسی طرح کا اثر لیڈیشیا ٹاکس میں بھی تھا چنانچہ جو چھپیاں بھلو دیتا ہوں انیسے یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا۔

کچھ یہ بات نہیں ہے کہ جان لارنس کی والدہ کا طریقہ بہت ہی مرغوب یا دل پسند ہو یا جو خاندان اسنے شرب ہوا تھا وہ ایسا ہو کہ آج کل کوئی خاندان اس قسم کا نہ پایا جاتا ہو۔ مگر یہ کہ حاجی انتظام بہت سچتہ تھا جو قواعد و بنیاد تھا اس میں سرسوفرق نہیں ہونے پاتا تھا۔ اسراف کا تو نام نہیں تھا بلکہ یہ کیسے کہ آسائش اور آرام کا سامان بھی نقصا سوائے اسکے اور کوئی بات ممکن نہ تھی۔ بوڑھے کرنیل کا کتب خانہ بالکل مختصر طور کا تھا۔ جان لارنس تواریخی حالات کے شائق اور تحقیق کے طلبکار تھے اور ہنسنی لارنس منطقی خیالات اور دلائل و براہین کی طرف متوجہ تھے پس اس کتب خانہ سے انکی نوجوان طبیعتیں کیسی طرح سیر نہیں ہو سکتی تھیں۔ کرنیل کے کتب خانہ سے تو انکی زندگی کی داستانیں زیادہ پر اجراتھیں اور جان لارنس کی زبانی ہم نے سنا ہے کہ جب انکے بڑے بھائی نہیں ہوتے تھے اور دیہات میں کہیں جائیکا اتفاق ہوتا تھا تو وہ اکثر یہ قصے اپنے باپ کی زبانی سنا کرتے تھے۔ اننے زیادہ تر لطیف وہ مکان ہوگا جہاں دایہ ضعیف مسماۃ مارگرٹ سچون کے فائدہ کے لیے غذا کے آن سخت اور ناگوار قواعد کو شکست کر دیتی تھی جو انکی تندرستی کے لیے مان باپ نے مقرر کیے تھے اور ان سب باتوں سے زیادہ انکی فرستہ خصال خال کانیک اثر پر پڑا ہوگا جنھوں نے کئی سال تک لارنسوں کے ساتھ سکونت اختیار کی اور انکے کمرے میں گھر بھر کے لوگ بڑی خوشی سے جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ وہ نیک محضرتی تھیں جنھوں نے اپنی ابتدا سے عمر سے نیک کاموں کی طرف رغبت کی اور اپنی جوانی ان پر تصدق کر ڈالی اور اب انکی ساری خوشی یہ رہ گئی تھی کہ دوسروں کی خوشی سے

اب جان لارنس کی والدہ ماجدہ کے اوصاف حمیدہ کا کچھ بیان اور اس بات کا ذکر کرنا ضرور ملو
 ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی کس طرح سے تعلیم اور تربیت کی تھی۔ اور یہاں بھی میں محض وہم و قیاس سے
 کام نہ لوں گا۔ کیونکہ اسکے چند سال بعد کا کچھ احوال سرٹریٹ آڈورڈس نے اُنکے ایک بیٹے کی زبانی کر کے
 بیان کیا ہے جسکو میں نے اندرونی شہادت سے دریافت کیا ہے کہ اسکے بیان کو نیا لے خود جان لارنس
 ہونگے۔ سرٹریٹ لکھتے ہیں کہ ”مجھ کو بیان کرنا چاہیے کہ مجھ میں جو کچھ مادہ ہے وہ میرے باپ کے سبب سے
 پیدا ہوا ہے۔ میرے والدین میں بڑے بڑے اوصاف موجود تھے۔ میری ماں میں انتظام کی بری لیاقت تھی وہ
 سارے خاندان کو ایک جگہ سنبھالے ہوئے تھیں اور قلیل آمدنی سے ہم سب لوگوں کی پرورش کر کے اُنکو تعلیم و تربیت
 دی۔ خرچ انہیں کے ہاتھ تھا اور وہی سارے گھر کا بندوبست کرتی تھیں۔ جب میں ہندوستان کو روانہ ہونے لگا
 میری غریب ضعیف والدہ نے مجھے یہ الفاظ کہے تھے۔ ”میں جانتی ہوں کہ تجھ کو نصیحت بجلی نہیں لگتی اس واسطے
 میں تجھے زیادہ نہ کہوں گی۔ مگر میری دو باتیں یاد رکھنا۔ ایک تو یہ کہ جس عورت کی ماں نیک نہ ہو اسکے ساتھ شادی نہ کرنا
 دوسرے یہ کہ اپنے دل کا بھید کیا ہی کسی سے نہ بتا دینا کیونکہ تیرے باپ کی ساری آرزو میں اسی آخری بات
 کے خلاف عمل کرنے سے خاک میں مل گئیں۔“ اس موقع پر دو ایک باتیں اور بھی قابل بیان ہیں۔ جس ماں کی یہ
 بیان کی گئی ہیں وہ خاندان لارنس سے تھیں اور ڈیوڈنگل کے ایک پادری کی بیٹی تھیں لیکن اصل میں اُنکا تعلق
 رفاہی (مصلح ملک) کی نسل سے تھیں۔ اُنکو اپنے نسب پر بڑا ناز تھا۔ اور چونکہ وہ کفایت شوارسیہ سی سادسی اور
 نرس تھیں اس سبب سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رفاہی مذکور سے خاندانی قرابت ہونے کے علاوہ اسکے اور اوصاف
 انہیں پائے جاتے تھے۔ وہ وہی عقل سلیم اور استقلال مزاج رکھتی تھیں جسکے لیے واسکاچ جو انٹرین اگر آباد ہو
 تے سے مشہور ہیں۔ پس اگر جان لارنس کا یہ قیاس صحیح تھا کہ انہیں جو کچھ مادہ یعنی یہ کہ جو بہا درمی فوجی لیاقت
 قدیمی اور اولوالعزمی تھی وہ سب اُنکے باپ کی طرف سے تھی تو یہ امر بھی گودہ خود اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں
 سے کچھ کم صحیح نہیں ہے کہ اُنکی سچو سچو تفرگنت و اسراف اور اُنکے مضبوط فہمی خیالات جو خاص کر کے اُنکے
 ایام میں ظاہر ہوئے (مگر اصل یہ کہ عمر بھر اُنکے یہی خیالات رہے) ماں کی طرف سے تھے۔ یہ ماں وہ تھی جسے
 سیدر خدی باور آزاد نش شوہر کا ساتھ عشرت و حسرت ہر حالت میں جوانی سے بڑھاپے تک نباہ دیا اور
 رن شکایت زبان پر نہ آنے دیا جس ماں نے بارہ لڑکوں کو قلیل آمدنی سے پال پوس کر تیار کر دیا اور جس
 نے باوصف اس امر کے کہ اُنکو مجھ کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو گھومنا پڑتا تھا تمام ایلیان خاندان کو
 ہم جمع رکھا اور جس میں یکے بعد دیگرے سکونت اختیار کی اُنکو اپنے خاص وطن کا ذاتی مکان بتا دیا۔“

اس معرکہ جنگ میں شریک ہونے کی درخواست دے کر اسکی اجازت نہ پائے اسکو اس رعایت سے جسقدر قلعہ گزیرے وہ تھوڑا ہو۔ انکی حالت اور بھی زخمی ہونے لگی اور آخر کار جب انھوں نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو مجبور ہو کر اپنے کمیشن کے فروخت کرنے پر آمادہ ہوئے کیونکہ انکے پاس سوائے اسکے اور کوئی مالیت نہ تھی اور انکو خیال ہوا کہ اگر میں مر گیا تو میرے اہل و عیال اس سے محروم رہ جائینگے۔ اسوقت انکے زخمی ہونے کے صلہ میں سو پونڈ سالانہ کمیشن مقرر ہوئی۔ اس محترمہ وظیفہ سے کیا شدنی تھا اس سے تو انکے ڈاکٹر کی فیس بھی ادا نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ انھوں نے خود بھی ایک مرتبہ غصہ میں آکر یہی کہا تھا۔ اس امر کے بیان کرنے سے لوگوں کو خوشی خواہ پنج معلوم ہو لیکن آخر کو اس کمیشن کی تسد اد (گو بغیر اسکے نہیں کہ جب تک سوائے عرضیان ندی گئی ہوں) بہت بڑھا دی گئی تھی۔ اور اس بہادر سپاہی نے اسوقت انتقال کیا جب اسکے پانچون بیٹے جو اسی کے ایسے جبری اور بہادر تھے اس ملک کو جہاں اُس نے اپنی ساری عمر بسر کی تھی یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے۔ انکے فرزند جارج سینٹ پیٹرک جو بعد کو سکینوں اور افغانہ میں عاقلانہ بہادری اور بہادرانہ عقلمندی کے لیے ضرب الشل ہو گئے تھے جسوقت انگلستان سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کسیقدر درشتی کے ساتھ افسے کہا تھا کہ "نصو صاحب اگر کبھی فوجی عدالت میں تمہارے پیش ہونے کی نوبت آئی تو تم مجھ کو اپنی صورت نہ دکھانا۔ اس درشت مزاج سفر کے مارے جہانمیدہ سپاہی نے اپنے ہر ایک بیٹے کو اس ملک کی طرف جسے سوتیلی ماں کی طرح اسکے ساتھ سلوک کیا تھا روانہ کرتے وقت اس سے زیادہ اثر پذیر اور اسکے برابر سچی نصیحت کی ہوگی جو درجنوں نے جنگ و جدل کے غازی کو کی تھی کہ (ترجمہ شعر زبان کمیشن) بیا موزای سپر از من شجاعت راستقت را بدو لے از غیر از من رہنویاے قسمت را بدو لے نگزیند لارنس کے حالات قیام انگلستان کا صرف ایک واقعہ اس مقام پر مجھ کو اور بیان کرنا ہی۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے واپس آنے کے تھوڑی ہی زمانہ کے بعد وہ اپنی رحمت نمبر ۱۹ کے سبج مقرر ہوئے جو چھٹنڈ واقع یارک شائر کے ایک چھوٹے قصبہ میں اسوقت تعینات تھی یا آنگے کچھ دنوں کے بعد وہاں تعینات ہوئی۔ اور یہ مقام وہی ہے جہاں ۴۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو جان برڈ انکے چھٹے بیٹے خواہ آٹھویں لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ پس کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے کہ جان لارنس جب اسکے چچا بن کر بعد غر کو رخ کر کے اور دنیا بھر کی ناموری حاصل کر کے وطن کو واپس آئے اور شاید اس بات کا بھی خیال کیا کہ میری زندگی کی کارروائیاں ختم ہو گئیں اور اب میرے آرام کا زمانہ آیا ہے تو انھوں نے اپنے ایک معتمد دوست سے کسیقدر حسرت کے ساتھ کہا کہ میں پہلے اس مقام کو جاؤنگا جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بھی کوئی حیرت کی جگہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ ایک انگلش ٹون (انگریزی شہر) میں پیدا ہوئے تھے اس سبب سے بہتر سے انگلش مدبروں نے وفات لارڈ لارنس کے قومی جوش میں جو پہلے پہل محسوس ہوا اس "اسکاٹو ایرش پیٹ" کو خاص اپنا مقوم (یا بہر حال مخلوط النسل مقوم) قرار دیا اور ششہ درفتہ تقریر میں بیان کیا کہ اسکی ذات میں برٹش جزائر کے بہترین اوصاف و اخلاقی و معاشرتی یعنی ایر لینڈ والوں کی بہادری اسکاٹ لینڈ والوں کی احتیاط اور انگلستان والوں کی

عرصہ میں انھوں نے ایسے ایسے سوکھے اور وہ کڑیاں جمیلین کہ اگر آج کل کا زمانہ ہوتا تو وہ سختی اس امر کے ہوتے کہ اپنے دشمن میں واپس کر لیکر دین تلوین انعام میں اور ایک دین نڈیس مبارکباد حاصل تے اور سیتہ سرکاری دعوتوں میں کیے جاتے۔ انھوں نے لفتنی کے عہدہ پر سری رنگ نہن کو چہن کلہو دیاے کنوتی اور جنگ سدا سیر میں داد و تحیات دے کر ناسوری حاصل کی۔ بالآخر سری رنگ نہن کے مشہور و حاقے کے وقت انکو پورا موقع اس بات کا حاصل ہوا کہ جوہت اور بہادری انہیں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اسکو ظاہر کر دیں۔

۴۷۔ مئی ۱۸۵۷ء کو انھوں نے تین اور لفتنٹوں کے ساتھ اس موہوم کارروائی میں شریک ہونکی از خود اتجاہ کی کہ میو سلطان کی مشہور وار ال ریاست پر دھاوا کیا جائے۔ ان چار لفتنٹوں میں سے اکیلے وہی زندہ باقی رہے اور انکا بچنا اتفاقیہ تھا کہ انھوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ قلعہ کے نشے پر پہنچے تو اسنے بازو میں ایک گولی لگی اور وہ گولی مرتے دم تک نہ نکلی۔ لیکن جو وقت انھوں نے دیکھا کہ یہ دھاوا کرنے کا وقت ہے اور میرے سپاہی گولیاں مارنے کے لیے صف بستہ خاموش کھڑے ہیں تو وہ آگے بڑھے حالانکہ زخمی تھے لیکن محب کی فوج کے دہائی جانب سے بائیں جانب حرکت کر کے فوسے مارنے اور فوج کے دل بڑھانے لگے۔ جب اسکا پھونٹا تو وصف پھاڑ کر آگے آئے اور زور سے یہ فریاد بلند کیا کہ قلعہ کی دیوار میں جس مقام پر رخصہ ہو گیا ہے اسطرف بڑھنے کا وقت یہی ہے۔ جب اسکے نیچے پہنچے تو دوسری گولی لگی جس سے ایک انگلی اور گئی اور دوسری پاش پاش ہو گئی۔ لیکن اسپر بھی انھوں نے دم نہ لیا ناگہانکے آدمی اندر داخل ہو گئے۔ اب اس عرصہ میں اسقدر خون بہا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور جیٹھ مہیا کہ کبھی ہوتی زمین پر اسی جگہ پڑے رہے۔ جب لڑائی ختم ہو گئی اور انہیں کے رجمنٹ کے ایک سپاہی نے جو گومتا ہوا دھڑلکا تھا انکو دیکھا اور وردی بے ہچاناکہ یہ کوئی افسر ہوگا تو اسے سر بھیر کر چہرے پر ہلکی۔ جب اسنے ہچاناکہ یہ اکثر نینڈر لارنس ہیں اور انہیں ابھی کچھ کچھ جان باقی ہے تو وہ بطرح بنا اپنے کانڈ سے پرلاوکر کپ میں اٹھا لیگیا۔ اور جب راہ میں تھا تو قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں اور کسی شخص کے لیے یہ کمی نہ کرتا۔

انکی فوجی کارروائیوں کا مزید حال لکھنا زائد از ضرورت معلوم ہوتا ہے۔ اپنی ابتدائی لڑائیوں کے زمانہ میں ایک شب کو مرطوب زمین پر پڑے رہنے سے انکو تپ لگتی۔ اسکے بعد جب تک وہ زندہ رہے باوقات مختلف یہ تپ لگتا رہا۔ انکو سمجھ کر تپ رہی۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں چندہ سال کی سخت بلازمت کے بعد اس صورت سے وہ انگلستان کو واپس آئے کہ انکی تندرستی میں بالکل فرق آگیا تھا اور انکے کپتان کے سوا اور کوئی منصب انکو نہیں ملا تھا۔ انکی لیاقتوں کے ایک حیدر انگلستان میں بھی دلوایا اور جب سنہ ۱۸۵۷ء میں وہ آہستہ کے درمیان ایک کار آرموز و فٹن کے ش کرل تھے تو ضرور دائرہ روتے وہ اتنے فاصلہ پر ہوں گے جہاں گولوں کے چلنے کی آواز انکے کانوں تک پہنچتی تھی۔ جس شخص نے سری رنگ نہن ایسے قلعہ پر دھاوا کر کے اسکی دیواروں کو روزن بنا دیا ہو اور اب

بات ہے کہ یہ اسور انکی سوانح عمری لکھنے کے لیے نہایت دلچسپ ہیں۔ وہ ہمیشہ وہی شخص سے کہتے تھے جو انکے دل میں ہوتا تھا چنانچہ جو بہت سی چھپان میں محول کروں گا اُن سے ثابت ہو جائیگا۔ وہ ہمیشہ وہی کرتے تھے جو اپنی زبان سے کہتے تھے چنانچہ انکی زندگی کی ہر ایک کارروائی سے یہ امر صاف ظاہر ہے۔ انکے دشمن بہت سے پیدا ہو گئے تھے جیسا کہ ہر ذی اختیار حاکم زبردست منتظم اور نامی گرامی شخص کے ہوا کرتے ہیں۔ لیکن انھیں کارروائیوں اور انھیں سببوں سے ہزار ہا آدمی انکے معتقد اور خیر خواہ دوست بھی ہو گئے تھے۔ پس جو لوگ جان لارنس کو انکی اصل کیفیت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انکو ایسا اور ویسا ہونا چاہیے تھا وہ راہ راست سے انحراف کرتے ہیں انکے مقدس چہرے ناہموار لکیریں اور گہری شکنیں جو ظاہر میں دیکھائی دیتی تھیں اور جنکی تصویر میں ابھی کھینچ دیتا ہوں انکو جو شخص دیکھتا وہ معلوم کرتا کہ اُن سے کیسی عظمت اور سطوت مترشح ہوتی تھی۔

جان لارنس کے والد بزرگوار ویسے ہی شخص تھے اور اُسی طرح انھوں نے اپنی زندگی بسر کی تھی جو ایسے فرزند کے باپ کے شایان حال تھی۔ وہ عمر بھر اپنی قسمت کے ہاتھوں سے تنگ رہے دریا کی طینانی سے اور میدان جنگ میں کسی مرتبہ انکی جان جانے جاتے بچ گئی۔ بیسار بہادری کے کام کیے جنکی بابت انکے اعلیٰ افسروں نے اکثر انکی مدح و ثنا کی مگر انکا صلہ انکو بہت کم پایہ کیسے کہ کچھ بھی نہیں ملا۔ مختلف قسم کی آب و ہوا میں موسم کی صعوبتیں اور زخموں کا تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے انکے جسم میں بیماری کا مادہ جمع ہو گیا۔ عرصہ تک افلاک اور پریشانی میں مبتلا رہنا پڑا۔ انکو اس بات کا بخوبی خیال تھا کہ میری قدر نہوئی اور اگرچہ وہ بالطبع بڑے آزاد منش شخص تھے لیکن آخر کو مجبور ہو کر اس بات کے لیے جو انکا حق تھا انکو استاد عاکرنا پڑی اور انگلستان میں جن لوگوں کی ملازمت کی تھی انکو توجہ دلانا میٹری حالانکہ انکو خود توجہ نہ لانا لازم تھا۔ الغرض انکی سخت اور موسم زدہ عمر میں اسی طرح کی باتیں واقع ہوتی رہیں جسے انکی زندگی تلخ ہو گئی۔ ہاں ایک بات میں وہ البتہ خوش نصیب تھے یعنی یہ کہ انکو اولاد بہت اچھی ملی تھی۔ انکی نسبت بیٹوں کو اپنی اپنی خدمتوں کا مقبول صلہ ملا اور انکے شکر گزار ہوطنوں کو انکے حالات زندگی اس طرح سے یاد ہیں کہ وہ اس وقت اور آئندہ زمانہ میں بھی ضرور اپنے دلوں میں یہ خیال کرینگے کہ جس باپ کے یہ بیٹے ہیں وہ کیسا ہوگا۔

سرمہر برٹ اڈورڈس نے جو سوانح عمری سرسہری لارنس کی لکھی ہے اس میں انگریز لارنس کے مختلف عہدوں کا طول طویل فہرست درج کی ہے اور یہ سوانح عمری سرسہری لارنس نے اپنے ہی پریش قلم سے تیار کی ہے۔ پس اس مقام پر سچر سرسہری طور پر نظر کرنے کے زیادہ غور و فکر کی حاجت نہیں ہے۔ انگریز لارنس دس ہی برس کے سن میں یتیم ہو گئے تھے اور مقام گول رین میں اپنی ہشیر کی نگرانی میں رہتے تھے۔ اُن سے ایک مقام پر مقید ہو کر رہنے کا صبر کیا گیا بلو الغرضی جوش پر تھی چنانچہ سرہری کے سن میں بغیر اس کے کہ وہ کسی عہدہ پر مقرر کیے جاتے بطور والٹیمینڈستان کو پہلے گئے اور حالانکہ ان میں لیاقت موجود تھی لیکن جب چار برس گزر گئے تو سرکاری عہدہ پایا کیونکہ اس چار سال کے

ایسے کارنمایان کیے ہوں اور ظاہر میں معلوم ہوتا ہو کہ وہ اُنسے محض لاعلم ہے یا جس کا سینہ معلومات ہندوستان کا ایسا گنجینہ ہو اور وہ اس طرح سے اُن باتوں کو بیان کرتا ہو جیسے کوئی مشعل نہ کہ سلم بیان کرے یا جو دیو کا سا ہمارا دور شہر زور اور کھڑ ہو کر اُس پر بھی عورتوں کے مانند رقیق القلب اور معصوموں کی طرح بھولا ہوا اس سے باتیں کرنے کا موقع اگر کسی ایسے ویسے آدمی کو ملتا تو اس کا خیال ہی بدل جاتا۔

اگر میں کسی درجہ تک جانا لاڈلہ رئیس کا حال اس امر کے اعتبار سے بیان کر سکا کہ میں نے اُنسے اکثر خود ملاقات کی ہے اور اپنے نزدیک اُن کی طول طویل خط کتابت پر عبور حاصل کرنے اور اُنکے عزیزوں دوستوں اور مخالفوں سے آزادانہ طور پر مباحثہ کرنے سے اُنکا حال مجھ پر بہت کچھ منکشف ہو گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میری محنت رائگانہ نہ جاوے گی۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص برخلاف میرے اُنکی تمام عمر کے حالات سے آگاہ ہوتا اور معاملات ہند کے متعلق باسٹنٹا سے جانا لاڈلہ رئیس سب سے زیادہ واقفیت رکھتا وہ اُنکی سوانح عمری زیادہ قابلیت اور آگاہی کے ساتھ لکھ سکتا لیکن جس قدر ذمہ داری اور پختی و دلوزی سے میں لکھ رہا ہوں شاید کوئی دوسرا شخص اس طرح لکھ سکتا اور اس مقام پر میں صرف ایک مرتبہ اس بات کو بیان کیے دیتا ہوں جس پر عمدہ سوانح عمری کے لکھنے والے کو تکیہ کرنا چاہیے بعد اُنکے پھر اس کا ذکر کسی مقام پر نہ کروں گا۔ اور وہ بات یہ ہے کہ میں نے جس جوش کے ساتھ اپنی اس سوانح عمری کے حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک ایسے شخص کا جوش ہے جس کا بھل سادی اور بچی کیفیت کے بیان کرنے میں کوئی باک نہ ہو۔ جانا لاڈلہ رئیس میں سارا وصف سہانی کا تھا اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی وصف نہ تھا۔ اُنکا ظاہر و باطن آئینہ کی طرح صاف تھا اور میرا مقصد سب سے زیادہ یہ رہا کہ ایسے شجاع اور صاف باطن شخص کی شان میں جو کچھ بیان کروں وہ حرف و حدیث صحیح ہو اور ان میں مبالغہ کا نام تک نہ آنے پائے جہاں تک مجھے ان باتوں کا باہر ہو سکا وہاں تک میں نے باہر کیا اور میرے نزدیک اُنسے احتراز کرنے میں کوئی بے لطفی نہیں پیدا ہوئی۔ میں نے اُنکی خصلت ہر رنگ میں بیان کر دی ہے۔ جن لوگوں کو بعض بورخون نے بڑی خوشی سے کابل اور دینا سے نراے آدمی بیان کیا ہے اُنسے (اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ایسے بے ذوق آدمیوں سے) یہ کہ نہ تھا کہ وہ لاڈلہ رئیس کی ایسی زندگی بسر کرتے۔ اگر یہ امر جسکو ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو لاڈلہ رئیس سے شائد چندان ہمدردی نہیں رکھتا تھا صحیح ہے کہ "انقلابات عظیم چربی کے کار تو سون سے نہیں پیدا ہوتے تو یہ بات بہت کم صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر وہ اپنی عمر بھر تک کلفت کے قواعد کی پابندی رکھتے یا جن لوگوں کا زمانہ دیکھتے ان میں سے مطابق اپنی رائے قائم کرتے اور اسی طرح کا بیڑا رکھتے تو جو کام انہوں نے کیا ہے اُنکا نصف بھی کر سکتے۔ اگر جانا لاڈلہ رئیس اپنے عمدہ ترین ایام میں دیو کی ایسی قوت اور عہت رکھتے تھے تو اُنکے مزاج میں غرافت بے انتہا شوخی و لڑائی قسم کی و شیانہ اولوالعزمی بھی موجود تھی جو علی العموم اہل نار سے میں پائی جاتی ہے۔ اور بڑی خوشی کی

جو تو بچانہ کا ایک سرگرم افسر تھا نسبت اضافی کے ساتھ اوائل عمر ہی میں فن سپہ گری کو چھوڑ کر سول سروس کا صیغہ اختیار کرنا پڑا اور اس کے تقدیر میں تھا کہ اپنی حیات میں پہلے اس شرط پر گورنر جنرل ہند نامزد کیا جائے کہ اگر لارڈ کلیننگ کے عہد حکومت کے ختم ہونے تک اس کی زندگی وفا کرے تو ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوگا۔ آخر میں اپنے صوبہ کی دارالسلطنت کو خوفناک باغیوں سے بچانے کی حالت میں سپاہیوں کی موت مر جائے اور ایسا ہر دل عزیز ہو جائے کہ ہندوستان میں اگر آج تک نہ کوئی ایسا ہر دل عزیز سپاہی پیشتر ہوا ہو اور نہ اس کے بعد گذرا ہو۔

چھوٹا بھائی جو پیدائشی سپاہی تھا مگر قضا و قدر نے چاہا کہ سولیت میں ہو اس کی تقدیر میں لکھا تھا کہ اپنی ذیشان حکومت پنجاب کے زمانہ میں جب ہم پر ایک بڑا کاٹھا وقت تھا وہ کارنایان کرے کہ کبھی مجد سپاہی سے نہ ہو سکتا اور بڑے بڑے بہادر جنرلوں پر ثابت کر دے کہ جس بات کو تم نامکن سمجھتے ہو میں اس کو کر کے دکھائے دیتا ہوں۔ ہزار ہا مسلح آدمیوں کو اس طرح سے طلب کرے کہ گویا وہ زمین سے نکلے چلے آتے تھے۔ یکے بعد دیگرے ان کو اس دور دراز مقام پر بھیج دیا جس کو اس نے اپنے وقوف باطنی سے دریافت کر لیا تھا کہ قیام یازوال سلطنت اسی کے قبضہ میں رہنے یا نہ رہنے پر منحصر ہے اس کے بعد اس سلطنت پر جس کے بچانے میں اس نے اس قدر کد کئی حکومت کرے اور آخر میں اپنی عمر طبعی کو پہونچ کر اپنے گارڈ پیادوں میں وفات پاتے تمام ملک اس کا غم کرے اور وہ وراثت منسٹر آرمی میں اس اعزاز کے ساتھ دفن کیا جائے کہ اس کے پیشتر شاید کسی انگریز آئین کے لیے وہ بات نہ حاصل ہوتی ہو۔ یہ وہ شخص تھا جو کبھی بہادر پر نہیں بہا بلکہ چڑھاؤ پر موجیں کاٹ کاٹ کر چلتا تھا۔ اس کو عوام و خواص کی تعریف کی مطلق پروانہ تھی اور مرتے دم تک اس بات سے جو اس کے نزدیک واجب اور جائز معلوم ہوئی کبھی انحراف نہیں کیا۔ جن لوگوں کی زندگی میں ایسے حیرت انگیز پیچ و پھرت واقعات گزرے ہوں اور جو مجمع تواریخ نہیں بلکہ خود تاریخ مجسم ہوں ان کی سوانح عمری اعلیٰ درجہ کے لطف اور فائدہ کے اعتبار سے بھی بیشک بمنزلہ تواریخ کے ہے۔

پنہری لارنس کی سوانح عمری کا بل یا اقل درجہ ان کا بھاری حصہ مدت ہوئی کہ ایک ایسے شخص نے لکھا تھا جو ان کے حالات سے بخوبی تمام واقف و ماہر تھا۔ لیکن جان لارنس کی سوانح عمری میں طبع آزمائی کرنے کا کام ایسی افسوسناک حالتوں کے ساتھ میرے حصہ میں آیا کہ میں ہی خوب جانتا ہوں اور شاید اس سوانح عمری کے پڑھنے والے بھی ان حالتوں پر صرف سرسری نگاہ سے نظر نہ کریں گے۔ کیونکہ جو زمانہ لارڈ لارنس کی ہمت اعظم کا تھا اس زمانہ میں ان کے حالات سے میں اس قدر واقف تھا جس قدر اکثر انگریز اس وقت ان کو جانتے ہیں لیکن خوشی کا مقام یہ کہ جب چند سال ان کی وفات میں باقی رہ گئے تھے تو اس وقت مجھ کو ان کے حالات دریافت کرنے کا بہت اچھا موقع مل گیا۔

میں بے کم و کاست بیان کرتا ہوں کہ مجھ کو یہی معلوم ہوتا رہا اور اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے

پائی جاتی ہیں۔ باقی گھرانوں کے لوگ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ یعنی ایک خاندان میں خاص انخاص ایک کچھ اور دوسرے میں خاص انخاص کی طرح صفیں پائی جاتی ہیں تاہم ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو بالکل ایک اور ہی طور کی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی سو خرا لہذا کہ حالت اس خاندان کی بھی ہے جو اب تک بہت کم لوگوں میں مشہور تھا اور جس کا نام سترہویں اور جان لائرس نے ایسا بالاکر دیا کہ جہاں جہاں انگلش قوم کے لوگ ہون گئے وہاں کھر کھر شور ہوگا اور جس کی نسبت جلالا میں پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ جب تک انگلستان میں اعلیٰ اور اشرف نسل کے قدر باقی ہے اسوقت تک اس خاندان کے نام کی محبت اور عزت ضرور ہوگی۔

انگریز لائرس اور پیشین گوئی نائلس کی ترویج سے جو بھاری اور نامی گرامی خاندان پیدا ہوا انہیں سترہویں لائرس کے آئرش تھے لیکن ان میں کسی قدر وہ مستحکم اور پُر زور صفیں بھی پائی جاتی تھیں جو علی العموم ان کا چون سے منسوب کیجاتی ہیں اور جان لائرس کے ان کا کچھ تھے گران اوصاف عمدہ اور صفات پسندیدہ سے بھی نصف تھے جو خاص انخاص آئرش لوگ رکھتے ہیں۔ اگر شیت ایریڈی یہ ہوتی کہ بطرح ان کے دادا ان کے سامنے تسلیل عطا کیے کے ساتھ تحفہ کوئین میں ایک حال پر مبنی طور کی زندگی بسر کرتے رہے اور عمر بھر اسی حال میں رہے مگر بعد ازیں عدم ہوسے اسی طرح ان دونوں کی حیات اور مائت گذرتی تھی ان دونوں بہرہ مند بھائیوں کی غلطی حسلت کا دریافت کرنا ملحق بحساب کے خالی ہونا مگر بات ہونے والی نہ تھی کچھ عجیب طرح کے انقلابات سے جو دنیا میں اہل دنیا پر گذر کر تے ہیں یہ دونوں بھائی اپنی اپنی صلاحیتوں اور طبیعتوں میں ایک دوسرے سے کہیں مختلف تھے اور آغاز میں علی و علیہ ہونگے تھے ہندوستان میں اگر گویا اس بات کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے کہ ایک صیغہ فوج میں اور دوسرا سیریل سٹروٹس میں بھرتی ہو مگر دونوں ایک ہی کوئینل فوڈ میں نشست کریں اور اس عظیم الشان اور جگہ جو صوبہ چرکی طرف سے دو ایک برس پیشتر ہماری سلطنت ہندوستان ہی کے قیام میں لائے پڑ گئے تھے باہمی اتفاق سے فزانہ لائی کریں۔ گو ایک دوسرے کی طبیعت مختلف تھی مگر اس عظیم الشان صوبہ پر دونوں نے اس طرح سے فزانہ لائی کی کہ علی الاتصال کیا بیانی ہوتی رہی۔ آخر کہ جب یہ باہمی اختلافات اگلے زمانہ گئے اکابر اور ان کے اصاغر خاندان کی طرح برداشت نہ ہو سکے تو دونوں اپنے اپنے اختلافات کے اظہار پر متفق ہوئے۔ دونوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کی مگر آپس میں اپنے اپنے خلوص مقصد اور سادہ روی اور اہل ہند کی محبت میں دونوں کا رخ ایک ہی جانب تھا۔ ہر ایک دوسرے کے اوصاف کا قدردان اور ہر ایک دوسرے کے مقاصد کا مدح و ثنا خوان رہا اور جیسا کہ میں کمال خوشی کے ساتھ آگے چکرایاں کر رہا ہوں کہ اس اوصاف اس امر کے کہ اکثر رئیس جو بگوشی مرتے دم تک دوسرے سے وہی برا وارہ محبت کرتا رہا۔

سے کچھ دونوں کے لیے اپنے خاص پیشہ کو چھوڑ کر دوسرے کام پر جانا پڑا۔ بڑے بھائی

سوانح عمری لارڈ لائش مرحوم جلد اول

باب اول

اوائل عمر۔ ۱۸۲۲ء لغایت ۱۸۲۹ء

جزائر برطانیہ کی حد میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں کے باشندوں کی خصلت میں باشندگان شمالی و شمال مشرقی آئرلینڈ سے زیادہ لطیف یا نوری استحکام پایا جاتا ہو۔ اسکاٹچ اور آئرش (اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے باشندوں) کی اس مخلوط نسل سے جو لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ اپنے عیوب ظاہری سے معاف نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم میں یہ تہذیبی اور ساتھ ہی اس کے اس طرح کی آئیرش ہوگی وہ ان عیوب سے کبھی پاک نہوگی۔ ایک طرح کی فک اور احتیاط جو اکثر خود غرضی پر معمول ہوتی ہے ایک قسم کی ہوس حسین خاموشی بھی اسی قدر ہوتی ہے جب قدر تیزی پائی جاتی ہے اور ایک طور کی کاہلانہ اور ناستحسن مال اندیشی یہ چند نقائص ان میں ایسے پائے جاتے ہیں جنکو ان کے بُرے جاننے اور ماننے والے بھی قبول کر لیتے۔

پھر ان میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں جنہوں نے طرح طرح کی حالتوں میں برطانیہ اعظم اور اس دوسرے برطانیہ اعظم میں جو آئروے بحر اطلانتک واقع ہے (یعنی امریکہ) اور ہمارے وسیع اور متنوع ریاضات اور بالآخر (نہ بدربخ) آخر اس مملکت میں جو ہمارے تمام مقبوضات محروسہ سے زیادہ بھاری ہے یعنی سلطنت ہندوستان میں بطور حیرا رہا ہوا قوی مستطیع اور عاقل آوردور اندیش مدبروں کے عمدہ ترین خدمات ملک انجام دی ہیں۔ اس اسکاٹو آئرش (یعنی باشندگان اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی مخلوط) نسل میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں جنکی ذات میں خاص الخاص آئرش باشندوں کی ظرافت اور محبت تہناشت اور ذکاوت جودت اور سخاوت اور خاص الخاص اسکاچوں کے تحمل اور دانائی وفاداری اور خود اعتباری تعلق عظیم اور صاف باطنی کی صفیتیں یکجا جمع ہوئی ہیں۔ بعض خاندانوں میں خاص الخاص قومی خصلت کی ان صفیوں میں ایک صفت غالب ہے اور دوسری صفیت بالکل نہیں



توضیحات جلد اول

تصویر جولوج کے مقابل رہیگی
نقشہ پنجاب و مالاک متعلقہ بابت مشتمل ہے نہایت مشتمل ہے صفحہ ۵۳۶

اٹھا ہر دل غریب ہونا اور شہرئی لارنس کے دوستوں سے ہمدردی کرنا۔ انکی شک شک مزاجی کام کرنے کا ہوا۔ صفحہ
 آخر کو قوت کا جواب دینا۔ ایک نہ ایک طرح کی پریشانی۔ ٹکسن صاحب سے پھر سابقہ حکایات۔ کراہیا یا ہوتو
 یا کشمیر۔ ٹیل صاحب کا انگلستان جانا۔ دیر کبھی ست کہو کہ مرنا ہوں۔ دوست محمد اور قندھار۔ دوست
 اور سرخان لارنس کے مابین ملاقات ہونے کی تجویز۔ جنگی اہل کار۔ سرخان لارنس کی حکمت علی
 افغانستان کے بارے میں۔ ضروری چھپان۔ سبق زمانہ حال اور آئندہ کے لیے۔ لارڈ کیننگٹن کا متفق الکر
 ہونا۔ شہر کی ملاقات۔ دہان کی دلچسپ کیفیت۔ دوست محمد سے کئی ملاقاتیں۔ کیا انگریزی فہر کا بلین
 رکھے جائیگے۔ دوین جو کچھ اپنے منہ سے کہ چکا اسکی پابندی گورنٹ شرط نامہ تحریری کے برابر کر لی۔
 شرائط عدنامہ۔ دوست محمد کے قتلے۔ انکی رہت گوئی۔ آسنے دونوں پہلوون کو کیونکر منہ لالہ لائے
 کی سفارت قندھار۔ مقاصد سفارت باطل محذو کر دیے گئے۔ سر جیس اور ٹرم ایران میں کمانیر مقرر ہوئے۔
 شہر شہرئی لارنس اودھ کے چیف گورنر مقرر ہوئے۔ لینڈی (شہرئی) لارنس کی وفات۔ شہر شہرئی کے نام
 نئے کام کی بابت شیراز چھپان۔ بریسٹن کا پتھر۔ سرخان لارنس کی بیماری۔ انگلستان جانے کا
 خیال۔ لکھنؤ، طوفان خدر کی سننا ہٹ۔ چاتیان۔ خدر کے اسباب اور آثار۔ سرخان لارنس
 بھام سیالکوٹ وراولپنڈی۔ خدر کا شروع ہو جانا۔

کبھی نہ بھیجنا۔“ اڈورڈس صاحب اور لارنس صاحب اور لارڈ ڈولہوسی کے خیالات۔ جان لارنس کی بہت صفحہ
 اور خیر خواہی۔ افغانہ کے خصائل۔ جان لارنس کی گفتگو غلام حیدر خان سے۔ ملکی معاملہ فہمی کے لیے یہ کچھ ضرور
 نہیں ہے کہ اسپین فریب بھی ہو۔ حیدر خان کی کیفیت۔ بہرات اور پشاور۔ مہر خان اور جارج لارنس۔ قلعہ۔
 ”اسکے ہاتھ کی طرف دیکھو۔“ قزوینی اور نوک وینی۔ رومیون کاروسیون پر فتح پانا۔ کابل کے معاہدے کا
 مختتم ہونا۔ اسکی شرطیں۔ ”دجان جنگ۔“ قدیم افسران پنجاب کا جان لارنس کے پاس پھر واپس آنا۔
 ایک صاحب۔ رینل ٹیلر۔ ہیری لسنڈن۔ نیول جیمبر لین۔ جارج کیمبل۔ سڈنی کاٹن۔ لارنس نے اپنے ہاتھوں
 کیا خبری۔ جوڑی کو اکٹھا رکھنا۔ مشکلات۔ مرہٹ نکلشن کے ساتھ۔ نیول جیمبر لین۔ گوک اڈورڈس منگلگری
 ٹیپیر کے ساتھ خط کتابت۔ صلح کرانے والوں کو آفرین کہنا چاہیے۔ جان لارنس کی علوہتی اور بردباری۔
 نکلسن صاحب کا ”دقلم اور سیاہی کا کام۔“ ٹیپیر صاحب کا کام متعلقہ محکمہ تعمیرات۔ انکی مہمات۔ جان لارنس
 کی کوششوں کے نتائج۔ لارڈ ڈولہوسی سے تعلقات۔ لارڈ ڈولہوسی کا مزاج۔ انکی حاکمانہ قوت۔ انکے عیوب۔
 انکا طرز تحریر۔ انکی رحمدلی۔ انکا خاصہ اعتراف خدمات۔ انکی بیماری۔ انکی علوہتی۔ انکے جسم میں ریشہ ریشہ
 بادشاہ کا تھا۔ جان لارنس کا حاکمانہ مزاج۔ دو آپ بڑے نفرت کرنے والے ہیں۔“ لارڈ ڈولہوسی سے
 خط کتابت۔ انکی حکمرانی کی عام کیفیت۔ جان لارنس سے لارڈ ڈولہوسی کا یہ استفسار کہ آپ بیرونٹ کا منصب
 قبول کریں گے یا کے سی بی کا خطاب لینگے۔ لیڈی لارنس کی بیماری۔ اگر وہ انگلستان چلی جاتیں تو انکو کیا نقصان
 پہونچتا۔ لارڈ ڈولہوسی سے کلکتہ میں رخصتی ملاقات۔ الحاق اودھ۔ اس بارے میں جان لارنس کے خیالات۔
 چیف کیشنر لفٹ گورنر پنجاب مقرر ہوئے۔ جان لارنس کا لارڈ ڈولہوسی اور سر جے پی گرینٹ اور سر
 بارس پیک نے کیا اندازہ کیا تھا۔ برادران لارنس کی آخری ملاقات۔ لارڈ کیننگ کا داغہ لارڈ ڈولہوسی
 کی روانگی۔ لارڈ ڈولہوسی کا یہ کہنا کہ میں مرنے کے لیے انگلستان جاتا ہوں۔ انکے نام کی رخصتی چھپیان۔
 آخر کو خطاب کے سی بی کا ملنا۔

۴۴۹

باب پانزدہم

جان لارنس اور افغانستان۔ طوفان غدر کی شہادت

۱۸۵۶ء لغایت ۱۸۵۷ء

اعلیٰ احکام کی تبدیلی۔ لارڈ کیننگ کی نسبت خیالات۔ جنگ ایران اور اسکے اسباب۔ لارڈ کیننگ
 اور سر جان لارنس سے لوگوں کی ناراضی۔ کمان کسکو بیگی۔ سر جان لارنس کی رائے اپنے بھائی
 ہنری کے بارے میں۔ سر جارج کیمبل کی یادداشت۔ دوستوں کی دوستداری۔ انکے دوستوں کی خیر خواہی۔

انصاف۔ عدالت گستری۔ پابندی احکامِ شکاری۔ کام کی عمدگی۔ رسل و رسائل کا بحلیت طے ہونا۔
ہندوستان یوں پر مہربانی۔ سرحدی حکمت عملی۔ سکومت کی تقسیم۔ قیام گسار سے احتراز کرنا چاہیے۔ جان لارنس کے
خاص مقاصد و مطالب اور شکارت۔ لارڈ ڈوگلس کی خط کتابت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح کے
آدمی تھے۔ ٹیکسن صاحب کی خط کتابت سے اُنکے دل کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ ٹیکسن کی تجربت و پختگی اور
پیشگی ڈوگلس صاحب سے بنا دے کہ فی مین وقتیں۔ ”ایک لاکھ روپیہ“۔ ”دو لاکھ کوئی شخص چاہے کہ کام اچھا ہو تو کو
نیہر صاحب کے پاس مانا جائیے“۔ رشوت ستانی۔ ٹیکلیو ڈوگلس صاحب کا بیان۔ بچو صاحب کو خاص صلاح۔
انجمن افسروں کا ہر اٹھ ہندوستان یوں کے ساتھ۔ معاملات بھاؤ پور کی سپیدیگی۔ اُسکے ضروری نتائج جو پیدا
وسائل سے حاصل ہوئے۔ افغانستان اور سرحدی جگہوں کے بارے میں کس حکمت عملی کا برتاؤ کیا گیا۔
ٹیکسن صاحب کا مارا جانا۔ ضلع پشاور میں تھلکہ۔ شاہنشاہ اٹاکھار۔ لارنس کی رائے بہرِ بڑے ڈوگلس
اور سرپرستین اور مرقم کے بارے میں۔ شاہنشاہی حیفہ اثبات (یعنی دان)۔ چیمیان بنام کورٹنے صاحب۔
چیمیان بنام لارڈ ڈوگلس اور اُنسے مزید وقت۔ اٹاکھ پشاور میں آنا۔ پوری آفریدی۔ جان لارنس کا
گوئیوں کی بوجھار میں آجانا۔ انکی مسرت۔ گاڈ بائی کے مارنے کا قصد۔ جان لارنس بچوں کی ایک
دوسری جماعت چارلس سائڈس کے ساتھ ولایت کو بھیجتے ہیں۔ کام کرنے کی قوت۔ سر عثمان و دیگر رہتا۔
سر تھوٹھی کا اب تک رواج۔ ”دوقوم فاتح کا پہلا نمونہ“۔ فتح خان شک۔ لارنس کا بیان خاص اپنی
نسبت۔ ڈوگلس صاحب کی گائیٹری سپاہ گائیڈس سے شکارت کا پیدا ہونا۔ اُنکے خلاف شکایتیں۔
جان لارنس کا حمل۔ عدالت تحقیقات۔ قاور خان۔ ڈوگلس صاحب پورا اپنی رحمت کو اُس پر عید کیے۔
شمالی اور جنوبی دیروہات کے مابین اختلافات۔ ”دیکلیٹر“ انکی تقرری ڈوگلس صاحب کی جگہ۔ مرغوب
پاٹیاں۔ کوہمری والا مکان اور وہاں کی کارگر اربان۔ پیسے پیشہ چارلس کی ولادت۔ غلبہ مولانا
جارج کرچمن۔ رچرڈ ٹیل سے پہلی ملاقات۔ اُنکے کام کرنے کی قوت اور جلد جلد ترقی پانا۔ رپورٹ پنجاب۔
ٹیل صاحب جان لارنس کے سرکاری مقرر ہونے پر حیفہ کشن کو پڑی۔ مدلی ٹیل صاحب کی یادداشت۔
پنجاب کی دوسری رپورٹ اخلاقی اور ملکی ترقی۔

باب چہارم
جان لارنس کے تعلقات اُنکے اعلیٰ افسر اور ماتحتوں
مستندہ لغات

جنگ کراچیا۔ ”غیر بین فیشننگ“ کا خیال رکھنا۔ روس اور افغانستان کے مابین انگریزی سفیر

تیجھے بٹنے اور آگے بڑھنے کی حکمت علی۔ فریادور لارنس۔ منتقلات سرچارلس ٹینیئر۔ انکا حاکم انتظام پنجاب پر۔ صفحہ
 انکی واقفیت اس معاملہ میں۔ انکی رائیں عام باتوں کے بارے میں۔ انکی پیشین گوئیاں۔ جان لارنس کا
 جواب۔ حریفوں کی ملاقات لاہور میں۔ میانمیر کی چھاؤنی کی جگہ منتخب ہونے کا قصہ۔ سرچارلس ٹینیئر کا درود۔
 درود کو ہٹ۔ خوفناک اختلافات۔ جان لارنس کی چھیاں۔ سندھ کا نظم و نسق۔ جان لارنس کی لارڈ لوہی
 شامہ پر ملاقات۔ پنجاب میں کوئی قنصل نہیں دی جاتی تھی۔ سرغنا سے پنجاب۔ سرحدی سپاہ کا مسئلہ۔ سرنہری لارنس کا
 کشمیر اور لدراخ کو ہاؤسن صاحب سیت جانا۔ جان لارنس کا غلیل ہو جانا۔ ڈاکٹر ہینٹھ آونے۔ لارڈ لوہی
 کی محبت آسیر چنچی۔ جان لارنس نے اپنی آئندہ حالت کے بارے میں خود جو پیشین گوئیاں کی تھیں ان سے
 جان لارنس کا اصل واقعات وقوعہ سے متاثر ہو کر نا۔ طفل شیر خوار کی وفات۔ جان لارنس کی نرم دلی۔
 جان لارنس نے اپنی بیٹیوں کو نکسن اور لارڈ لوہی صاحب کے ساتھ انگلستان بھیج دیا۔ مینسل کا پنجاب سے
 رخصت ہونا۔ انکی مزاج۔ ٹنگمری صاحب کی جگہ پر انکی تقرری ہوئی۔ انکی تاریخ اور خصائل۔ نوائل کالج کا ٹائم
 اور پنجاب کی حکومت اصحاب ثلثہ۔ برادران مسن کا قصہ۔ لارڈ اسٹینلی کی سیاحت۔ سادہ مزاج پہلوان۔
 ماتحتین بردران لارنس۔ انکی کارگزاریاں اور خصائل۔ بورڈ کی موقوفی کی تجویز۔ اسکی کارگزاریوں کی تفریح۔
 آیا وہ کام جو بورڈ کی تقرری سے مقصود تھا پورا ہوا۔ برادران لارنس کے مابین کن کن خاص باتوں میں
 اختلاف تھا۔ دونوں میں برسر صواب کون تھا۔ جنرل جان بیچر کی یادداشت۔ ٹنگمری صاحب کے آنے سے
 امر تازعہ فیہ پر کیا اثر ہوا۔ دو مخالفوں کا باہمی صلح کار۔ جان لارنس کی پرتا شیر چھیاں۔ دونوں بھائیوں نے
 استعفا دینا چاہا۔ لارڈ لوہی نے تجویز کیا کہ دونوں سے کس کا استعفا قبول کرنا چاہیے۔ سرنہری لارنس پنجاب سے
 رخصت ہوتے ہیں۔ لاہور اور امرتسر سے انکے رخصت ہونے کی کیفیت۔ سرنہری لارنس کی کارگزاریاں اور وجوہ۔ ۳۱۸

باب تیسرہ

چیف کشن پنجاب ۱۸۵۷ء لغایت ۱۸۵۹ء

سرنہری لارنس کے چلے جانے کا اثر۔ جان لارنس کی حکمرانی کا عام طریقہ۔ وہی انکی شہرت کا اصل
 باعث۔ سلطنت پنجاب کا استحکام اور ترقی۔ بورڈ کی برخاستگی سے اسوقت بھی فائدہ ہوا اور اس کے چار سال
 بعد تک اور بھی زیادہ فائدہ ہوا۔ دشوار مسائل جھکوتے کرنا تھا۔ ٹنگمری صاحب اور جوڈیشل کشنر کا عہدہ۔
 اوٹمنڈ سٹون صاحب اور فینانشل کا عہدہ۔ کام کی تقسیم ہو گئی مگر کرنے والے وہی رہے پہلی چھٹی تک
 کے نام۔ نکسن صاحب ایک جمنٹ کے پرے کے برابر تھے۔ سرنہری لارنس کا آخری استغاثہ۔ جان لارنس کی
 رجحان اپنے بھائی کے خیالات کی طرف۔ پریشانی کی کمی اور کارگزاری کی زیادتی۔ چیف کشنری کی حکمت۔

برتاؤ۔ ضروری اور مشکل مسئلہ۔ گاؤشی کا ہنگامہ۔ ہمارائی کی جلا وطنی۔ پنجاب میں سرسپہری لارنس نے کیونکر صفحہ حکومت کی۔ وہاں وہ بہت خوش رہتے تھے۔ ہنری مین جان اور جان مین ہنری کے اوصاف۔ لارڈ ہارڈنگ کا تعلق لارنسوں سے۔

۲۱۱

باب دہم

سکھوں کی دوسری لڑائی ۱۸۴۵ء

جان لارنس کا دوبارہ قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور مقرر ہونا۔ اسکے نام جان لارنس کی چھیاں۔ لنگے کام میں موانع اور عوائق۔ سرداروں کی خفیہ مخالفت۔ لون بونگ کی یادداشتیں۔ سادہ پن کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ درونق دار ملک مشرق۔ جان لارنس کا مکان اور اثاث الیت۔ سرکار کن کینسل کی دوستی۔ لارڈ ڈلہوسہ کا داخلہ ہندوستان میں۔ سر فرڈرک کرمی کا لاہور میں جان لارنس کی جگہ سنبھالنا۔ جان لارنس کے دوسرے بیٹے ہنری کی ولادت۔ دھرم سالہ۔ ایگنویڈرسن صاحب کا قتل۔ آیا اسکی پیش بندی کی گئی تھی۔ مولراج کا قصہ۔ جان لارنس کی چھیاں اور انکی صلح۔ اعلیٰ احکام کی تاخیر۔ لارڈ گلف اور لارڈ ڈلہوسہ۔ ہربرٹ اور ڈس کی کوششیں۔ وان کورٹ لینڈ۔ محاصرہ ملتان اور انکی انقلابی فوجیں۔ پنجاب کا بلوہ عام۔ سکھوں کی دوسری لڑائی۔ سکھوں کا افغانوں سے ملجانا۔ جنگ چلیان والا۔ فتح یاشکست۔ مددگار ریزیڈنٹوں کی کارگزاریاں۔ جارج لارنس جیمس ایبٹ۔ لیفٹنٹ ہربرٹ۔ رینل ٹیسلر۔ جان لارنس کی حالت دو آہ جالندھر میں۔ رعایا کا رضامند ہو جانا۔ جان لارنس کے اختیار کی فوج۔ فساد کوہستان۔ جان لارنس نے تیرہ دن تک لڑائی قائم رکھی۔ سکھوں کو سکھوں کے مقابلہ میں لڑوانا۔ کامیابیاں۔ افغانا کے بیدی کا مکر ذکر۔ ایک گرو کی خزاری۔ چارلس سائڈرس۔ جان لارنس کا لارڈ ڈلہوسہ کی اپنی طرف متوجہ کر لینا۔ لارڈ ڈلہوسہ کی حکمت۔ جان لارنس کے تعلقات لارڈ گلف اور ہنری لارنس سے۔ اعلیٰ احکام کی تبدیلی اور اس تبدیلی کا نتیجہ اکثر کیا تصور کیا جاتا ہے۔ مقامی تجربہ اور انکی قدر۔ لارڈ ڈلہوسہ کی دلچسپ چھیاں۔ انکی خط کتابت کا ایک بڑا ذخیرہ پچاس برس تک کے لیے سنبھال کر کے محفوظ رکھا گیا۔ ہنری لارنس کا ہندوستان کو واپس آنا۔ جان لارنس کا اقبال۔ فتح ملتان۔ جنگ گجرات۔ سکھوں کا اطاعت قبول کرنا۔ دوسرے رنجیت سنگھ آج مر گیا۔ جان لارنس کی صلح۔ پنجاب کا الحاق اور اسکے جواز کی دلیلیں۔

۲۳۹

باب یازدہم

پنجاب بھڑو کی کارگزاری ۱۸۴۵ء لغایت ۱۸۴۷ء

پنجاب پر حکومت کیونکر کی جاتی۔ صفحہ مال اور صفحہ فوج کے کون کون نہیں پاتی رہ گئے تھے۔ سر جارج پنہیم اور لارڈ ڈلہوسہ۔

انکی بہن لیڈیا کی شادی۔ لارنس فنڈ۔ انکی دایہ سماء نازکٹ کی وفات۔ اسکا لینڈ کی سیاحت۔ ایرلینڈ کی سیاحت۔ ملاقات۔ صفحہ
 اُن ہم صاحبہ کی شکستہ ساتھ آئندہ زمانہ میں جان لارنس کی شادی ہونے والی تھی۔ مقامات ہون اور باہر کی
 سیر۔ مسٹر کننگھم کی یادداشتیں۔ لنٹن کی سیر۔ جان اسٹرنٹس اور کیرڈ لین فاکسن۔ ایرلینڈ کی
 دوبارہ سیاحت۔ جان لارنس کی شادی ہیریٹ ہٹلن کے ساتھ۔ ہیریٹ ہٹلن کی صفات کا پیرے
 ظاہر ہونا۔ کارڈران (قزاقان) پیشہ۔ انکے والد اور اینڈریو راب کا قصہ۔ انکی ابترائی سوانح عمری۔
 شادی کا بیان۔ اس شادی کی مسرت۔ قصہ۔ شادی کے بعد کی سیاحت مالک یورپ میں۔ شہر
 رومہ الکبریٰ کی سیر۔ شہر نیپس میں کابل کی خرابیوں کی خبروں کا پونچنا۔ جان لارنس کی پہلی چٹھی۔
 انکا علیل ہو جانا۔ انکا یہ قول کہ اگر میں ہندوستان میں زندہ نہیں رہ سکتا ہوں تو وہاں جا کر مر جاؤں گا۔
 جان لارنس کا بسواری جہاز ہندوستان کو روانہ ہونا۔ ۱۳۰

باب ششم

اول جنگ افغانستان۔ ۱۸۴۱ء لغایت ۱۸۴۲ء

جنگ افغانستان کا مختصر حال۔ سوانح عمری میں اُسکے ذکر کی ضرورت۔ لارڈ آکلینڈ کی گورنر جنرل کی۔
 روس کی پیشقدمی۔ افغانستان اور افغنہ کی کیفیت۔ دوست محمد۔ اُسکی صلاح اور اس بات کا بیان کہ
 اُسکے متعلق کس طریقہ سے برتاؤ کیا گیا۔ دوسرے مستندین اعظم کی صلاح اور اس امر کا بیان کہ اُس صلاح کے
 متعلق کیا برتاؤ کیا گیا۔ الگزمیڈر برنس کی سفارت۔ شاہ شجاع۔ درجسوقت آپ کی فوجی دقتیں رفع ہو جانگی
 تو اصل دقتیں شروع ہونگی۔ ناکامی محض۔ کابل کا فساد۔ ہرنس اور میگنٹن صاحب کی ہلاکت۔ اکبر خان
 اور واپسی۔ نتیجہ۔ لارڈ انبرا اور فوج انشامی۔ صندلی پھاگ۔ لارڈ انبرا کا اعلام نامہ۔ سب بڑھکر اُسپر عمل کئے گیا۔ ۱۴۹

باب ہفتم

مجسٹریٹ دہلی اور جنگ اول ستمبر ۱۸۴۲ء لغایت ۱۸۴۳ء

جان لارنس اور انکی زوجہ بی بی مین۔ وسط ہند کا صعب سفر۔ لارڈ انبرا کا دوبارہ قحط روزگار۔
 سفر میں خمیوں کے اندر رہنا۔ تاج محل اگرہ۔ جارج لارنس کا قید کابل سے واپس آکر جان لارنس سے
 ملاقی ہونا۔ جارج لارنس کیونکر بچ آئے۔ جان لارنس کا دہلی میں دوبارہ مقرر ہونا۔ سر رابرٹ کولنگٹن۔
 الحاق ریاست کیتل۔ گزٹل ہرنی ٹول کی یادداشت۔ بڑی بیٹی کی ولادت۔ لارنسوں اور انکی ازواج کی
 ملاقات مقام کرنال میں۔ رسد رسانی کا انتظام۔ دیسی عورات کی حالت۔ مجذوم کا قصہ۔ دیسیوں کے ساتھ
 انعکاش اشخاص کا برتاؤ۔ انکے ساتھ ہمدردی۔ دیوار حائل۔ مجسٹریٹ دہلی۔ اصلاح جیلخانہ۔ جان لارنس

اور اٹکا نہ سب۔ لکھنؤ کی خدمت میں۔ اُن خدمتوں کی مختلف قسمیں۔ ”دکھری برہنہ زین“۔ رعایا کے ساتھ ہمدردی۔ ہسٹریس ریکٹیں کی یادداشت۔ جان لائبرٹس سب جانتا۔ جان لائبرٹس کے کام کرنے کا طریقہ۔ چند تھقتے۔ کانٹون کی گاؤں کے گوالے اور بچا پائے لگان۔ سرریچر ڈپالٹ کی یادداشت۔ دوا سے مقوی۔ ایک دربار۔ غلوت نشینی۔ چند اسمے گھوڑے کی خریداری۔ بال بال بچ جانا۔ ایک سوانح نگار کی اپنی سوانح عمری کا ایک مقدمہ۔ دو شکار قزاقی یا قتل کس کا قصہ بیان کروں۔ جان لائبرٹس کے نام کا نقطہ ہندوستانیوں میں۔ قتلہ گوئی کی شہرت۔ ”دو مہینے کے سینے“۔ جہانی قوت۔ اخلاقی بہت۔ ایک خدمت کا صلہ۔ دو بھائیوں کا قصہ۔ جان لائبرٹس کا ایک قاتل کو سرخ لگا کر غار کرنا۔ ولیم فریزر کا مارا جانا گیشٹروہلی۔ قاتل کی سرخ زبانی۔ رسالہ ارکوڈو بنے سے بچا لیا۔ ایک ڈاکو کا تعاقب۔ ”دیوہ اورنگی روپیہ کی تحلیلیات۔“

۴۹

باب چہارم

قیام گورگانون و اٹاؤہ کے حالات اور واقعات ۱۸۳۷ء تا ۱۸۳۸ء

فریڈریکس سین کار کی یادداشتیں۔ انکی دوستی لائبرٹس کے ساتھ اور انکی یادگار کا صلہ۔ جان لائبرٹس کی تبدیلی گورگانون کو۔ وہ ان کی رعایا میں لوٹ مار کی عادت۔ ملک کی کیفیت۔ ”خاموشی کے ساتھ مخالفت“۔ ”افسر بند و بہت“ ”بقام اٹاؤہ۔ رابرٹ ٹرنٹن برڈ۔ انکی خدمت میں اور کارروائی۔ کن روکش سیوٹیکین۔ اپنی عمارت مگر فی دشمالی۔“ ”بند و بہت استمراری۔“ اس کے نتائج۔ قانون نیلام اور اس کے نتائج۔ بند و بہت کی دقیقیں۔ دیہات کی جامعیت اور سرحد کی نزاعیں۔ قلعہ اردوگ۔ افسران بند و بہت مگر فی دشمالی۔ مختلف الراسے افسروں کے فرستے۔ اٹاؤہ کو بیان۔ قلعہ۔ نیکے اسباب نتائج اور نتائج۔ جان لائبرٹس کے نیالات۔ جاتری اور تیرتھ گورن پیٹنڈوپی۔ ایک برہمن جاتری۔ قاتل کشی سے مرزا۔ اٹاؤہ کا کام۔ چھہ ریکٹیزین۔ سب کی یادداشت۔ جان لائبرٹس کے بعض ذاتی خواص۔ ”اسرمد متا زہد فیہ“ کا قصہ۔ سرسبز بنی بن کے احوال۔ خضر تاج عدالت۔ جان لائبرٹس کا اردو کرنا کہ میں اپنے تئیں مرنے نہ دوں۔ گت کا سفر۔ تین برس کی رخصت فرزیکر لکھو جانا۔ ہندوستان میں ابتدا فی دس سال تک اس کے رہنے کے عام حالات۔ بہرگز اٹاؤہ و گورن کے عادت۔

۸۷

باب پنجم

رخصت فرزٹ اور شادی ۱۸۳۸ء تا ۱۸۳۹ء

مواو سوانح عمری کا مقدمہ۔ نہ کوئی روزہ پھر ان قیام کا دستیاب۔ جن اور نہ کوئی خود بہم پہنچے۔ پھر کہ ان کے حالات بیان کیے گئے۔ کچھ دقیق و بے مکون میں تبدیلیات۔ اس کے باپ کی وقت۔

فہرست مضامین جلد اول

باب اول

اول اہل عمر الشریع لغایت ۱۲۹۷ھ

وہیاجہ۔ اسکا کواٹریشن اور انکے خواص۔ بہتری اور جان لارنس کا ماہہ الا قیاز۔ مقصد و فشار سونخ عمری۔
جان لارنس کے والد۔ انکی والدہ۔ انکی بہن لیتیشا۔ انکے بچے درپے مکانات۔ انکے ایام طفولیت۔ انکی دایہ
مارگرٹ۔ انکا اسکول واقع کلنٹن۔ چند قصے۔ قوائیل کالج اور اسکے منافات۔ انکے ساتھی۔ چند قصے۔ انکی
ذہنی ترقی۔ ڈاکٹر کینیڈی اور سر رابرٹ ٹنگرینی۔ راکزال اسکول۔ ولنگٹن گویز اور ولٹ۔ بی۔ ٹیلی کی یادداشتیں۔
جان ہڈلستون کا محوری دینا۔ دین سپاہی کے گھر پیدا ہوا اور سپاہی رہوٹھا۔ پینلیری کالج۔ وہاں کے معلم اور
خواندگی معاصرین جان لارنس۔ چند قصے۔ یادداشت جے ایچ بیٹن۔ سر چارلس ٹریوینلین۔
جان لارنس میں ایرلینڈ والوں کی خوب۔ انکے احباب مقام چلپسی۔

باب دوم

زمانہ قیام دہلی ۱۲۹۷ھ لغایت ۱۳۳۷ھ

جان لارنس کے آثار۔ انکا ہندوستان کو جانا۔ انکے ساتھی۔ انکی علالت بوجہ مفارقت وطن۔
انکا قیام کلکتہ میں۔ انکے علمداریہ کے اصول زندگی۔ انکا دہلی میں مقرر ہونا۔ دہلی کی تاریخ اور دہلی کے حالات۔
سلطنت کی لڑائیاں۔ پلے درپلے شہروں کا بسا۔ شاہنشاہ اعظم خاندان مغلیہ اور اسکا سلوک انگریزوں کے
ساتھ۔ قلعہ کے اندر جرموں اور ناشائستہ افعال کا وقوع میں آنا۔ سر چارلس ٹنگاٹ۔ تھیو فلیش ٹنگاٹ۔
ریزیڈنٹ کی خدمات۔ آبادی شہر کے اطوار۔ ضلع دہلی۔ چارلس ٹریوینلین کی یادداشتیں۔ جان لارنس کا
کام اور طرز معاشرت بحیثیت ”نائب ریزیڈنٹ“ چارلس ٹنگاٹ۔ سلاطین۔ غلامی۔ جہل سازی۔ قصہ گوئی۔
گھردالوں کا اجتماع۔ رابرٹ ٹیمپلر۔

باب سوم

زمانہ قیام پانی پت کے حالات اور واقعات ۱۳۳۷ھ لغایت ۱۳۷۷ھ

پانی پت کا بیان باعتبار تاریخ و جغرافیہ۔ رزمگاہ ہندوستان۔ حادثے لوگ اور انکے خواص۔ کچھ لوگ



فہرست مضامین جلد اول

باب اول

اول اہل عمر الشاع لغایت ۱۲۹ھ

دیباچہ۔ انسکا کو آئرشن اور اُنکے خواص۔ بہتری اور جان لارنس کا ماہ الا قیاز۔ مقصد و نشان و سون و خرمی۔
جان لارنس کے والد۔ اُنکی والدہ۔ اُنکی بہن لیشیا۔ اُنکے بے در پے مکانات۔ اُنکے ایام طفولیت۔ اُنکی دایہ
مارگرٹ۔ اُنکا اسکول واقع کلنٹن۔ چند قصے۔ قوال کالج اور اُنکے منانات۔ اُنکے ساتھی۔ چند قصے۔ اُنکی
ذہنی ترقی۔ ڈاکٹر کینیڈی اور سٹراٹز برٹ ہائمری۔ راکزال اسکول۔ ونگٹن گویز اور لٹ۔ بی۔ نیلن کی یاد دہشتیں۔
جان ہڈسنون کا محرمی دینا۔ دین سپاہی کے گھریا ہوا اور سپاہی رہونگا۔ پنلپیری کالج۔ وہان کے معلم اور
خواندگی معاصرین جان لارنس۔ چند قصے۔ یادداشت۔ جے ایچ بیٹن۔ ستر چارنس ٹریوینلین۔
جان لارنس میں ایر لینڈ والوں کی خوب۔ اُنکے احباب مقام چلپنی۔

باب دوم

زمانہ قیام دہلی ۱۲۹ھ لغایت ۱۳۳ھ

جان لارنس کے آثار۔ اُنکا ہندوستان کو جانا۔ اُنکے ساتھی۔ اُنکی حالات بوجہ مفارقت وطن۔
اُنکا قیام کلکتہ میں۔ اُنکے علمد رآمد کے اصول زندگی۔ اُنکا دہلی میں مقرر ہونا۔ دہلی کی تاریخ اور دہلی کے حالات۔
سلطنت کی لڑائیاں۔ پے در پے شہروں کا بسنا۔ شاہنشاہ اعظم خاندان مغلیہ اور اُنکا سلوک انگریزوں کے
ساتھ۔ قلعہ کے اندر جرمون اور ناشائستہ افعال کا وقوع میں آنا۔ ستر چارنس ہنگام۔ تھیو فیلکس ہنگام۔
ریزیڈنٹ کی خدمات۔ آبادی شہر کے اطوار۔ ضلع دہلی۔ چارنس ٹریوینلین کی یاد دہشتیں۔ جان لارنس کا
کام اور طرز معاشرت بحیثیت ”نائب ریزیڈنٹ“ چار برس تک۔ سلاطین۔ خلائی۔ جل سازی۔ قصہ گوئی۔
گھرد والوں کا اجتماع۔ رابرٹ فیپر۔

باب سوم

زمانہ قیام پانی پت کے حالات اور واقعات ۱۳۳ھ لغایت ۱۳۶ھ

پانی پت کا بیان باعتبار تاریخ و جزافیہ۔ رزمگاہ ہندوستان۔ جاٹ لوگ اور اُنکے خواص۔ سکھ لوگ

P R E F A C E .

It is three years since Munshi Newul Kishore the energetic Manager of the Newul Kishore Press Lucknow undertook at my suggestion, the translation into Hindustani, and publication of Mr. Bosworth Smith's Life of the late Lord Lawrence.

The Munshi naturally entertained the idea that the Princes and people of this country would wish to read, in their own language, the story of one who knew them so well, and who had done so much for them.

As yet there has been little or no response to the advertisements of the more elaborate addition of the Life.

The Munshi must therefore look to the masses for that support, which the classes have failed to afford him. But book buying is not an Indian custom. The non-existence of books worth buying, the general poverty, and the habits of the richer classes account for this.

The Munshi is however actuated more by the desire of making known to his countrymen what manner of man the late John Lawrence was than by the hope of gain. His wellwishers, and those who think that his efforts deserve encouragement will join me in hoping that he may not fail of material reward.

ALLAHABAD :

A . J . LAWRENCE :

31st August, 1886.

دیباچہ

تین سال کا عرصہ ہوا کہ منشی نول کشور اولوالعزم مہتمم مطبع نول کشور لکھنؤ نے میرے ایما سے سولج عمری لارڈ لارنس مرحوم مصنفہ باسور تھراستھ کو ہندوستانی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا ذمہ کیا تھا۔

منشی صاحب کو پہلے خیال تھا کہ اس ملک کے رؤسا و عوام خاص اپنی زبان میں اس شخص کے حالات پڑھنے کی خواہش کریں گے جو انکو مقدر جانتا تھا اور جس نے ان کے بارے میں ایسے ایسے کام کیے تھے۔

اب تک اس کتاب کے ایسے عمدہ ترین طبع کے شہنشاہ پر لوگوں نے توجہ بہت کم بلکہ کچھ بھی نہ کی۔ ایسے منشی صاحب کو اسی اعانت کے لیے جنہیں خواص قاصر رہے عوام کی جانب نظر کرنا پڑیگی۔

اہل ہند میں کتابوں کے خرید کرنے کا دستور نہیں ہے اور عمدہ کتابیں جو تیار نہیں ہوتی ہیں تو انکی وجہ یہی ہے کہ عوام مفلس ہیں اور اہل دول خرید کتب کے عادی نہیں ہیں۔

لیکن منشی صاحب کو اس کتاب کی اشاعت میں کچھ اپنا نفع مقصود نہیں تھا بلکہ زیادہ تر زبان کی خواہش تھی کہ ان کے ہونٹا پر اس واقع ہو جائیں کہ جان لارنس کس طریقہ کے آدمی تھے۔ منشی صاحب کے ہی خواہ اور وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ انکی توشیح ہمت دلانے کے قابل ہیں اس امید میں میرے شریک ہونگے کہ وہ اس کے اصلی نعم البدل کے پائے زمین ناکام نہ ہوں گے۔

اے۔ جے۔ لارنس
مقام الہ آباد مورخہ ۳۱۔ اگست ۱۸۸۶

ترجمہ چٹھی صاحب پریٹ سکرٹری حضور و الیسرے

مشعر پیرائی نذر ترجمہ سوانح عمری

از پیشگاہ

ہزارکسنسی والیسرے و گورنر جنرل کشور ہند

بنام فشی نول کشور

مقام لاہور مورخہ ۱۴- نومبر ۱۹۱۷ء

مافی ڈیرے

مین نہایت خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ عالیجناب حضور و الیسرے بہادر نے اردو ترجمہ سوانح عمری لارڈ لارنس مصنفہ سٹراسوٹھ اسمتھ کی نذر پیر فرمائی یہ وہ کتاب ہے جسکو اہل انگلستان نے ذوق کے ساتھ پڑھا ہے اور جھکو کوئی مشہور اس امر میں نہیں ہے کہ تعلیم یافتہ اشخاص ہند بھی کتاب مذکور کو اسی ذوق و شوق سے پڑھیں گے۔

اس نامک پنجاب میں جہاں جلیل القدر صاحب سوانح عمری نے اپنے بہترین زمانہ زندگی کو گزارا ہے ہر کہ وہ بہ کی زبان بجاں لارنس کا نام جاری ہے اور ایک عرصہ تک انکا نام تعظیم و تکریم کے ساتھ یادگار اور جو لوگ بذات خاص اُنسے آگاہ تھے اُن لوگوں کے بعد بھی قائم و برقرار رہیگا۔ مرحوم کی جو قدر و منزلت حالت حیات میں کی جاتی تھی اور اب جو تعظیم و تکریم وفات کے بعد مرحوم کے نام نامی سے وابستہ سمجھی جاتی ہے اُس سے لارڈ مرحوم اور اُن اشخاص و دونوں کی یکساں عزت افزائی متصور ہے جیسے ماہین مرحوم نے اپنی زندگی بسر کی اور جسکے لیے جانکا ہی کرتے رہے۔ کیونکہ لارڈ مرحوم ہمیشہ امن خلاق اور حسن انتظام کے سخت کوش اور موکہ وکیل رہے۔ اپنی جانب سے لوگوں کے دلوں میں مرحوم نے جو اعتماد پیدا اور اپنا جو رعب انپر ہویدا کیا تھا اُسکی تصدیق ایام غم میں بخوبی ہو گئی جب معدودے چند اشخاص کی حمایت سے جو مرحوم ہی کے ایسے جری اور بہادر تھے لارڈ انجمنانی نے نہ صرف اُس صوبہ کے سخت فسادات کو جو لارڈ مرحوم کے تحت حکومت تھا دور کیا بلکہ پیشینا رخ خواہیہ برٹش فوج مقابل دہلی کی مدد کو روانہ کی بلکہ تسلط لارڈ مرحوم انگلستان کو گئے کہ جو فرصت اس خوش اسلوبی سے حاصل کی تھی اس مستفید ہوں لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بہ نسبت سابق اور بھی زیادہ اعلیٰ اختیارات کے ساتھ بحیثیت گورنر جنرل مرحوم کو ہندوستان میں آنا پڑا اور اس منصب جلیلہ پر لارڈ مرحوم معمولی پنجسا کہ مدت تک اسطور سے فائز رہے کہ مرحوم کو کبھی ناموری حاصل ہوئی اور سلطنت کو کبھی فائدہ پہونچا۔ اس طویل اور عظیم الشان ایام زندگی کے حالات مفیدہ نہایت توضیح اور تفصیل کے ساتھ ان دونوں جلدوں میں پائے جاتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اردو زبان میں انکا ترجمہ کر کے اپنے ہم وطنوں کی ایک گرانقدر خدمت انجام کی۔

آپ کا دوست صادق

ڈوئی۔ کنزیمی والس

پریٹ سکرٹری والیسرے ہند

Lahore, 4th November, 1886.

To

MUNSHI NEWUL KISHORE.

MY DEAR SIR,

I have much pleasure in conveying to you the Viceroy's permission to dedicate to His Excellency the Urdu Translation of Mr. Bosworth Smith's Life of Lord Lawrence. It is a work which has been read with interest in England and I have no doubt that it will be read with not less interest by the educated Natives of India. Here in the Punjab where the illustrious subject of the Memoir spent the best years of his life the name of John Lawrence has become a household word and will be long remembered with veneration even when those who knew him personally will have passed away. The respect which he enjoyed in his lifetime and the veneration in which his memory is enshrined do honour alike to the man himself and to the people among whom he lived and laboured, for he was at all times the severe and uncompromising representative of order and good Government. The personal confidence which he inspired and the enormous influence which he enjoyed were shewn in the time of the Mutiny when, with the assistance of a few men of the same vigorous stamp as himself, he not only prevented all serious disturbances in the Province committed to his charge but sent forward large bodies of loyal troops to the British army before Delhi. When order had been reestablished he returned to England to enjoy a well earned repose but he was soon called upon to undertake administrative duties on a larger scale than before as Viceroy and Governor General, and he filled that exalted position for the ordinary term of five years, with honour to himself and benefit to the Empire. A graphic and instructive account of this long and illustrious career will be found in these volumes, and in causing them to be translated into Urdu you have rendered I venture to say, a valuable service to your Indian fellow subjects.

Yours faithfully,

D. MAKENZIE WALLACE,

Private Secretary to the Viceroy.

مطبع میمنشی نوک شریف لکھنؤ طبع

